

<p>شاہنشاہ بے پروا عشق است پر کوہ غم کس عماری سلطان خرابہ گرد عشق است بر مرکب خون کند سواری</p>	<p>بلال لاؤ درانی نبض تو دیکھے - آزاد - ۶ - ہکو سودا بھی ہوا تو میرا یا نہ ہوا سودا ہو یا جنوں سحر ہو یا فسوں اتو جان پر بنگی ہے - کلچے پر چوٹ کھائی ہی طیب بیچارہ نبض کیا دیکھے گا - ۶ -</p>
<p>ابو میان آزاد چکر میں آئے مگر چھی جان بخر یہ کارا و فر ابدان عشاق ناز تھے پتو نون سے تار گئے کہ کسی ترک زرین کر کے تیر نگاہ نے گھائل کر دیا پھر کیا تھا بولے نیا رنگ لائی گھری کئے کچھ سننے چلے گا - ۵ -</p>	<p>ہماری نبض ہمارے مزاجان حائین اور آپ طیب کو بلا کر دل کا ارمان نکال لین لیکن - ۵ -</p>
<p>ابتداے عشق میں روتا ہے کیا آگے آگے دیکھے ہوتا ہے کیا</p>	<p>بیمار عشق کا جو نہ تھوڑے ہوا علاج کہ او طیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج چھمی جان - اس فن کا قانون شناس تو بوجہ علی سینا بھی نہ تھا طیب تو کیا کھا کر مہین عشق کو چکا کرے گا - ہاں جنون کی تربت پر پھولوں کی چادر چڑھاؤ تو شاید غنچہ مقصود شگفتہ ہو جائے - ورنہ مسیح کی مسیحائی بھی کارگر نہ ہوگی - ۵ -</p>
<p>آزاد - اب تو یہی دھن ہو کہ سینے کو چین بنائیں - لالہ رو کے داغ حسرت میں گل کھائیں - ہاے وہ خال غبر میں وہ گیسو مشکین - وہ لعل نگارین وہ چشم شریکین - وہ سنگار - وہ نکھار ہی ہو میں تو جیتے جی مرٹا یا رو کوئی تدبیر ایسی بتاؤ کہ وصال نصیب ہو باغ ہو جام ہو میں ہوں اور وہ حبیب ہو -</p>	<p>آگاہ نہ تپ درون را معشوقہ نازنین طلب کن اشتر چہ زنی رگ جنون را غنا بلبش بہ کار تب کن</p>
<p>چھمی جان - ابھی نام خدا غنفلان شباب ہی پختہ مغر جنون میدان عشق کی پہلی ہی منزل ہی عشق کلا رو کوئی سر میدان روک تو بے بیٹے بیوٹ کے آدمیوں کا جی جھوٹ جاتا ہو کلیجہ نھکوتا ہی ع - عشق کے صدمے اٹھانے کو جگر بھی چاہیے -</p>	<p>ابو بے کشود کا رطینان دل معلوم - سہل ٹھیکہ کارا یہ ہی کہ عاشق معشوق دونوں کا وصل ہو - ورنہ حسن عشق کا جھگڑا پاک ہو چکا آزاد - تیرا یہاں کا رہی لگا کہ بلبل اٹھا - اب ہم ہیں اور گرداب بلا دل ہوا در موج خیر خون - سوچیں عجز عشق کے پھیرے کہ ہر ہاں بجا ہیں اور دل کے داغ کیا سبز بلخ دکھاتے ہیں - ۵ -</p>
<p>آزاد دل میر و زو دستم صاحبان خدا را درواکہ راز پنہان خواہد شد آشکارا</p>	<p>دریا و کوہ در رہ دمن خستہ وضعیف اسے خضر ہے خجستہ مردودہ بہ بہتم</p>
<p>حبیب لبیب - خدا ہر جہلے مانس کو بڑی صحبت سے بچا یہ پتھن سوچھی کیا کہ اس جلسے میں آئے - ۵ -</p>	<p>مگر یہ پاپا رہوتا نظر نہیں آتا - چاہے زخاں میں دل دوائی لے لے اب شہر بھر میں دھوم مچ گئی - کہ ایک نے گرے جہان جاو ہی چہ جامیان آزاد کے لنگوٹے یاروں نے لاکھ فکر کی کہ انکو راہ راست پر لائیں مگر عشق صادق سے ایک کی پیش نہ گئی تھمرات تک کندہ بیر نہ پونجی میان آزاد کی حالت</p>
<p>باید منشین و باش بیکانہ او تیرا سر راستی کمان رکھ دید دردام الفتی اگر غوری دانہ او جگر کہ چکو نہ جست از خانہ او مگر عشق سب دھکو سلا ہی دھکو سلا ہی - بندہ تو قائل نہیں بیان تو دل میں ٹھن گئی کہ انجین سودا ہو گیا کسی طیب حائق کو</p>	

میان آزاد رہیں شاید وحشت دل دور اور مرض جنون کا فور ہو جائے۔

سبران چین جو بن اور گرمی ہنگامہ عشق عقل دشمن ۵

ہنوز این اول عشق ست جانان گر کیتر کن

کہ این طوفان رسوائی ست عالمگیر خواہ شد

میان آزاد کی وحشت دل دور اور شدت جنون کے چکناچور کرنے کے لیے لب جو ایک نہ بہت افزا اور پرفضا باغ آراستہ ہوا احباب صافی مزاج و بذلہ سنج مر جان مریخ نے بھی اٹکی دنجوئی کے لئے وہاں ہی بسیر جمایا اصلاح ہوئی کہ ہر روز نیلے دولن کی بے نبتاتی اور عشق خانہ خراب کے مضار ذاتی ہی کی گفتگو ہو تاکہ آزاد کا دل ان باتوں سے پھر جائے اور پھر کسی شمع کو رخ آتشین سے لونہ لگائے۔ شاید اس پند و موعظت سے اس ڈھرے کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے اور گمراہی سے نجات کالی پائے۔ سوچے کہ کبھی کبھی اور تذکرے بھی ہوا کریں دریا اگر حسن و عشق ہی کی مذمت کی تو مباد اکھٹاک جائے احباب خدا ترس و دقیقہ رس خورشید ضمیر صبح نفس نے طرح طرح کی دھچپ روایتیں کہنا شروع کیں۔

اور ج۔ ہندوستان جنت نشان کے ایک شہر نہر بہت آگین و مینو آئین میں ایک خسرو کجکواہ گیتی پناہ نے اپنی بیگم سے کہ چندے آفتاب و چندے ماہتاب تھی سوتے وقت کہا کہ میں صبح صادق کے پہلے ہی جگا دینا اتفاق سے اس شب کو مرغ نے آدھی ہی رات سے لگے دوں کون کی بانگ لگائی وہ سیر چشم جادو نگاہ خواب ناز سے بیدار ہو گئی اور حسب وعدہ بادشاہ حجاب کو جگا دیا بادشاہ نے دیکھا کہ

اس درجہ ردی ہو گئی کہ دن کو آہ و زاری۔ شب کو اتر شماری کھانا پینا چھوڑا۔ عیش و آرام سے ٹھہر پڑا۔ پنج و شش سے ناتا جوڑا۔ شیشہ دل پر سنگ فراق کی ایسی ٹھیس لگی کہ چکناچور ہو گیا حبیب لبیب بے چھٹی جان کو اپنے طور پر سمجھایا کہ واسطے خدا کے ان کے سامنے ایسی باتیں نہ کرو کہ سمند جنون پر تازہ پانی کا کام کرے عشق کی مذمت اور جنون کی ہجو کرنی چاہیے نہ کہ تعریف چھٹی جان کو اتنا اشارہ کافی تھا۔

آزاد۔ وہ لبون کی سرخی۔ دانتوں پر پان کی تحریر۔ وہ خسار تابان وہ مستانہ چال نہ بھولو نگا۔ نہ بھولو نگا اس گلابی ڈوپٹے نے گل رخسار کے جو بن کو اور بھی دو بالا کر دیا۔ چھٹی جان۔ ہم تو لکھنؤ کے زگرہ مزدن کی خیر مناتے ہیں ولفند ٹکے کے شہاب میں دوپٹہ ایسا رنگ دین کہ انسان گھٹنوں اسی کو گھورا کرے کیسی ہی بد قطع کر یہ منظر کیوں نہ وہ دھانی دلائی اور بھی اور وطن معلوم ہونے لگی لیکن۔ ۵

لبس قامت خوش کہ زیر چادر باشد

چون باز کنے مادر مادر باشد

حبیب لبیب۔ یہ خیر ہمارے رنگیے جو ان کا دل یا کچھ ایسی آفت کا پر کا نہ نہیں ایسی تو گلی کو جو بین ماری ماری پھرتی ہیں ٹکے کو کوئی نہیں پوچھتا مگر اکا عشق بھی مجب طرح کا ہی بیچ ہر جیسی روح ویسے فرشتے ہیں تو ہنسی آتی ہو کہ میان کا دل بھی آیا تو کس پر فریفتہ ہوے تو اس پر شکل چڑیلوں کی نانہ پر یوں کا۔ چھٹی جان۔ قسم حسین کی ایسی ایسی زہرہ جبین رشک لیلی غیرت شیرین نظر سے گزری ہیں کہ صل و جل گردل ایک اکو نہ دیا۔

آخر کار احباب کی یہ صلاح ہوئی کہ کسی باغ نہر بہت افزا اور چمنستان

<p>کہ صبح صادق کیا معنی ابھی سو کا ذب بھی نہیں شیطان نے پٹی پر تھادی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ نہایت ہی بد مانع ہوئے غصے کے تھر مایٹر کا پارہ ایک سو پندرہ درجے پر پہنچا زبان حال و قال سے یہی صدا نکلتی تھی ۵</p>	<p>درد میان مین آیا اور ہوش اڑ گئے جنون سر پر چڑھ بیٹھا اس سرو جو بیار رعنائی اور گلبن گلزار دلربائی کا بوٹا سا قد آنکھوں میں بھر گیا مطرب کی ناخن بازی اور اس خوش گلو کی نازک آوازی یاد آگئی اب غم ہجران یا رہی یا آہ آتشبار سینہ بریان اور دیدہ گریا حیران و پریشان۔ سرا سیمہ سرگردان حسب حال اشعار حسرت بار لو کہ زبان ہیں۔ ۵</p>
<p>تو شبینہ می غنائی ببر کہ بودی انشب کہ منور چشم مست اثر خمار دارد</p>	<p>درون سینہ من زخم بے نشان زدہ۔</p>
<p>جھلا کر تمشیر خوش غلاف ہاتھ دین لیے باہر نکل آئے چہرہ ار غصہ کے سرخ جیسے بیر ہوئی۔ آواز بلند دسر بریدن لائتم کہتے جاتے تھے آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا ایک شاعر موزون طبع نے بجا پ لیا کہ کیا اسرار ہے حاضر جوابی کے صدقے۔ فی البدیہہ اور برجستہ یہ شعر زبان پر لایا۔ ۵</p>	<p>بجیہ تر تم کہ عجب یتربے کمان زدہ</p>
<p>سر بریدن لازم ست این مرغ بے ہنگام را آن پری پیکر چہ داند وقت صبح و شام را</p>	<p>درفس بسیار ناشادیم ما از فراموشان صیادیم ما</p>
<p>واحد آگے کے شعراے رنگین خیال و شیرین مقال غیب کی باتیں بھی جانتے تھے۔</p>	<p>چمن کا رنگ تجھ بن اپنی آنکھوں میں تبدیل ہی چہ درغ لائے چشم غول ہے گلزار گل ہی ہمارا آئی ہے ہنگام جنون ہی کپٹے پھٹتے ہیں سلسل ہوئیں دیوانہ در زندان مقفل ہی</p>
<p>آزاد۔ لاول و لا بھی کتنی بھونڈی بات کہی شعر تو غضب کا ہو کر ع۔ عالم الغیب کیست غیر از حق بشعر اعروض مخزنات جائین غیب دانی سے انھیں کیا سروکار۔ ایشیا کی ضعیف الاعتقاد بر خدا کی سنوار۔ بندہ درگاہ آج تک غیب دانی کے قائل ہی نہیں ہوئے۔</p>	<p>ہاتھ مشتاق گریبان ہی جنون کا جوش ہی</p>
<p>اوج۔ بارے شکر کہ آپ نے برسوں کے بعد آدمیت کی بات تو کی پڑھے جن ہو تھارا شیشے میں اتارنا کا لے دارد اپنی حرکت پر لعنت نہیں بھیجتے کہ گرداب عشق میں غوطے کھا رہے ہو۔ ایشیا کے خیالات بر شیر ہیں اپنی خبر ہی نہیں۔</p>	<p>پیرہن تن پر مرے گرمی کا بالاپوش ہی</p>
<p>میان آزاد ٹھوڑی دیر کے لیے آدمی بن گئے تھے کہ عشق کا کھڑا</p>	<p>یاروں نے دیکھا کہ پھر سیلاب جنون کا جوش ہی۔ پھر خست عقل و ہوش ہی ناچار بلبل نے ایک اور ذکر چھیڑا۔ بلبل۔ حضرت اپنا تو یہ مقولہ کہ ع معشوق کیجیے تو پریزاد کیجیے ہم ظاہری حسن و جمال کے شیفتہ۔ نہ خط وصال کے فریفتہ۔ رے خوش کے ساتھ فوے خوش بھی ہو تو ہم ہزار جان سے اس گل کے بلبل ہو جائیں ورنہ۔ ۵</p>
	<p>نشايد ہوس باختر با گل کہ ہر بادادش بود و بکے</p>
	<p>ایسا عشق باعث خواری ہی۔ نقل ہی کہ ایک شیخ ملکوئی صفات اشرار المخلوقات کی طبیعت لہرائی کہ سیر دریا کرین خزان خزان چلے جاتے تھے راہ میں ایک نو عروس پری پیکر برہنہ سر</p>

لب بام مٹھری تھی شیخ نے کہا ای سرایہ ناز سر کو ڈھک ہے۔
اُس جادو جال نے جواب دیا کہ نکھیں بند کرے شیخ نے کہا کہ عین شوق
ہوں کہین عشاق زار نکھیں بند کرتے ہیں۔ اُس غیرت مانے
عین مستی میں کہا کہ میں مستانہ ہوں۔ مجھے سڑھٹکنے سے کیا کام
اور عجب شہر بہ سخن بار بڑھا۔ ۵

این موی نیست بر سر من بلکہ غارتن | اور پای من خلیدہ وار سر برآمدہ
شیخ مبارک نہاد سنتے ہی جان بحق تسلیم ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ
راجعون عاشقی فادجی کا گھر نہیں ہے عشقاوی سر بازی ہی مگر کوئی
معتشوق تو ہوم وہاں کا معشوق مسلک نیک ہی۔

شیمم داند لب جو بہار یہ گلزار پر بہار ایسا لطف دکھاتا ہی کہ غنچہ
دل نسیم طرب کے استرازا سے کھلا جاتا ہی۔ ایام شاہی میں ایک مرتبہ
برہی کیفیت ہوئی تھی اعیان دولت میں سے ایک رکن کہین
سلطنت کی دختر فرخندہ اختر کی شادی اس دھوم دھام سے
ہوئی کہ پیر فلک نے ہاوصف پیرانہ سالی اس دھوم کی شادی
دیکھی نہ سنی عین گومتی کے کنا سے جشن جمشیدی بڑے کو فر
سے منعقد ہوا وہ دھوم وہ ہجوم کہ صل و جل۔ نور چراغان سے
یہی معلوم ہوتا تھا کہ رات رشک لیلۃ القدر ہو غیرت لیلۃ العبد
ہی۔ جدھر جاؤ نور و نور برس رہا ہی۔ لب دریا اُس پارخیون
کی قطار۔ این رودے دریا نو عروسان چین کا نکھار بھرون پو
شاہد ان جادو جال و مشتری فضال مصروف رقص
وسرود میں۔ مطرب کا ہاتھ ساز پر۔ رنگین مزاجوں کا کان
آواز پر کہیں زمزمہ جافزا۔ کہیں نغمہ طرب اتما۔ پھولوں کی
بھیننی بھیننی ہلک سبزے کی لہک۔ مرغان خوش الحان کی
نوا سخی۔ گل و گلبں کی شکر رنجی۔ میلے کی سی رونق تازہ
اور سرور بے اندازہ۔ دریا خوب چڑھا ہوا ہی بیٹھا اچھل پھل

جناب آنکھیں بدل ہے ہیں اور رنگین بھرے چھوٹے ہوتے
ہیں۔ لاکھوں تماشاں۔ غرض کہ بڑے دھوم دھڑکے اور
ٹھٹھے سے شادی ہوئی گئی دن برابر دھما جو کڑی رہی۔ مگر
آنکھ کھلی تو سب خواب اور نقش بر آب تھا۔ رہے نام خدا کا
آزاد۔ وہ نرگس غمزہ زن وہ زہن پر شکن۔ وہ شوخ پرنس
وہ گل سادہ۔ ۵

قد قامت آفت کا کٹر ام
قیامت کرے جب کو جھک کر سلام

۱۔ ۶۔ جسے دلدار سمجھا تھا وہ دہر کھلا + پند نصیحت مرہم
زخم جگر ہو گیا۔ ۵

منع کرتا ہی مجھے یار کے گھر جانے کو | نامی آگ لگے اس تیرے بھائی کو
انور۔ سوقت ایک لطیفہ یاد آیا۔ سناؤں تو نیتے ہنتے پیتے ہیں
بل پڑ پڑ جائیں۔ لوٹن کو تری طرح لوٹنے لگو۔

نقل ہو کہ ایک صاحب نے اپنے غلام کو کہ صاحب طبع لطیف و
بذلہ سنج تھا حکم دیا جا کر بازار میں تاک لگائے اگر لگو ہاتھ آئے
تو فوراً خرید لائے غلام نے ایک دبیر میوہ فروش تمکار و تم کوش
کی دکان سے کئی خوشے خریدے اور مٹر گشت کرتے ہوئے
خرامان خرامان آقا کے پاس لے گیا۔ وہ نہایت ہی بددماغ ہو کر
فرمایا کہ ذرا سا کام اور یہ تاخیر اتنی دیر میں تو میں لندن ہوا تا ایسا
کاہل دیکھا نہ سنا خبر دار آج سے اگر ایک کام کو بھیجوں تو ہاتھوں کا
چار کام انجام دے لانا۔ غلام نے دست بستہ عرض کیا کہ
پیر و مرشد۔ اس مرتبہ معاف فرماین انشا اللہ آئندہ ارشاد
واجب الانقیاد کی لفظ بلفظ تعمیل ہوگی۔ دوسرے دن خواجہ
کسی زبان و راز اور گستاخ کینزک عشوہ پرداز پر ایسے گرائے
کہ تپ چڑھا آئی غلام کو حکم دیا کہ کسی طبیب بیسب کو بلاؤ

<p>منہیات و معصیات سے بالکل اجتناب کیا خوب شراب نوشی خود بھی پانی و روغن کو بھی بلانی دن رات بتوں ہی کے کپے میں پڑے رہے نماز کے قریب نہ پہنچے۔ جو فعل کیا خلاف شرع جو کام ہو امنائی تہذیب۔ ۵</p>	<p>وہ فوراً گیا اور طبیب کے علاوہ اور چند آدمیوں کو بھی ساتھ لایا خواجہ نے پوچھا کہ یہ جماعت کسی ہے۔ ہم نے حکم دیا تھا کہ طبیب کو بلاؤ تم اتنے آدمیوں کو کیوں ساتھ لے آئے غلام نے بصداد عرض کی کہ خداوند حضور تو بھول بھول جاتے ہیں ابھی توکل ہی تاکید اکید کی تھی کہ اگر ایک کام کا ارشاد کروں تو کئی کام بھلتا تمام سزا انجام دے لانا لامر فوق الادب۔ بیچھے آج دم کے دم میں میں نے اتنے کام کیے قدر دانی شرط ہو حکیم جی کو جب حکم حضور بلالایا کہ تشخیص مرض کر کے معالجہ کریں اور ادھر ہی سے لپکا ہوا گیا مطرب خوش الحان کو ساتھ لایا کہ اگر خداوند عروس صحت سے ہم آغوش ہوں تو قوال کی خوش آوازی اور ناز و بازی سے بزم طرب آراستہ ہو غسال کو بھی لیتا آیا کہ زندگی کا کیا بھر دیا اگر بیک اجل حضور کو غلہ علیتین کی سیر دکھائے تو غسال چھٹ پٹ غسل دیدے ادھر سے ایک شاعر جادو بیان اور طلیق اللسان کو ہمراہ لیا کہ مرثیہ موزون کرے اب باقی کون رہا۔ گورکن۔ وہ بھی بات کی بات میں آن موجود ہوگا مطمئن رہے اب انصاف میرے آقا سے نامدار کے ہاتھ پر۔ غلام نے انجام ہی کا کام کیا ہے۔ آئندہ اختیار بدست مختار۔</p>
<p>وہ ایسا کون سا معشوق ہو جسکو ہنیں چاہا یہ فردین جتنی ہنیں اپنی ہماری بھی نشانی ہے</p>	<p>شرف۔ حضرت ایک لطیفہ بندے کو بھی یاد آگیا ایک تذکرہ میں نظر سے گذرا کہ ایک رند جو آشام نے وقت نزع اپنے احباب کو وصیت کی کہ یارو ہمیر اتنا احسان کرو کہ کہیں سے باوا آدم کے وقت کا پیرانا دھرا ناسر اٹھا کفن لارکھو۔ جب ہم دم توڑیں تو اسی کفن کہنہ میں لپیٹ کر ہمیں گور میں دفن دینا لوگ قیصر ہو کہ یہ عجیب انوکھی بات ہے پوچھا اس سے فائدہ حضرت نے کہہ کر بھر کر بعد حزن و ملال زیر لب کہا کہ ابھی ہم تمام عمر پرے سرے کے بدعاش اور آوارہ و عیاش رہے یا دالہی سے طبیعت نفور تھی</p>
<p>اب ہم سوچتے ہیں کہ بارخدا یا ہمارا سر انجام کیا ہوگا۔ ہنیں تو ہم اسی قابل کہ ناز جنم میں جلا سے جائیں۔ مگر ایک تدبیر سوچھ گئی پیرا نے کفن میں ہماری نقش ہوگی۔ منکر کیر آئین کے کفن کہنہ دیکھ کر سمجھیں گے کہ مردہ دیرینہ ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اٹھا آئین گے ہم اسی حیلہ سے نجات پائیں گے۔ ۵</p>	<p>بھیر طمت باد بہاری کہ میں جون نکست گل پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا</p>
<p>دو زخ مجھے قبول ہے لے منکر و نکیر لیکن ہنیں دماغ سوال و جواب کا</p>	<p>حسب لبیب۔ ایسے بھونڈے عشق خانہ خواب کا بھی انجام ہے۔</p>
<p>بمیر عشق کی طیفانی اور قلم حزن کی ردانی</p>	<p>اس گلزار رشک فرخار اور لالہ زار سر پابہار اور نسیم شک بیز و عنبر بار نے میان آراؤ کی آتش عشق کو اد بھی بھڑکا دیا جنون کی مذمت نے کشتی دل کے ساتھ باد خلیف کا کام کیا آہ آتش</p>
<p>چھپر مت باد بہاری کہ میں جون نکست گل پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا</p>	<p>نے خرم خرد پر چلی گرائی حشر توڑ آفت دھانی سبزان حین کا جوین دیکھ کر سب ترہ گلگون کا خیال آیا خانے خون ر لایا کبھی کنگھی کو دیکھ کر اس پریشان کا کل کی زلف چلیپا یاد آئی</p>

طاق پر چراغ جل رہا ہے۔ آپس میں دھول دھپا ہو رہا ہو۔ راجہ
اڑے کے چودہری بلالتبشیر فغفور حسین بنے بیٹھے ہیں۔ ہنگامہ
حشر برپا ہو۔ آگے بڑھے تو دیکھا کہ کندن سانسے گھریا میں
سہا گاڈ الاسونا گلا یا اور کسی سیتن کے لئے طلائی چھپکاتیار
کیا۔ وہاں سے چلے تو ایک دکان پر دیکھتے کیا مین کہ جتنی والا
دورانو بیٹھا کامانی کہہ رہا ہو۔ اور جتنی والی ایک پھٹی چٹائی بر
لیٹی ہوئی ہوں ہوں کرتی جاتی ہے اور ارد گرد دو ایک مرد
یتن چار عورتیں بڑے لطف کے ساتھ کامانی سن رہی ہیں۔
جس میں ایک بات ہیج تو ۹۹۔ نو اور میں قدم آگے بڑھے ہوئے
کہ ایک وسیع میدان میں کوریوں کا ہجوم دیکھ کر ٹھٹک رہے
نرکل کی جیٹا لیاں بھی مین کوری اور کورین جو طرف جمع ہیں ایک
کوری نوچہ کشتی گیر نڈلانگا پہنے لال لال پھر یا اڑھے عورت
کی قطع بنائے گیت گاتا ہو دل ہمارا تیری خبر ہو تو تو پیاری گھر
ہے۔ اڑوسی پڑوسی ثانیان بجاتے ہیں قہقہے لگاتے ہیں
مہر چنگ سج رہا ہے۔ ہر سمت عیش و عشرت کے سامان ہیں یہ
اپنی دھن میں ناک کی سیدھ پر چلے جاتے تھے آنکھ جھپکے کی دیر
نہ ہوئی تھی کہ ایک نئے محلے میں پہنچے۔ جو طرف سناٹا۔ سوکا
عالم۔ جانور نہ آدم کتے تک دبکے پڑے ہیں۔ کوئی مسکتا ہی
نہیں۔ دروازے ایفونوں کی آنکھ کی طرح بند

کہیں بوڑھا نہ فرزند۔ صرت تھی کہ یا للعجب چھ شہر خوشان
گذر ہوا جہاں ہر کوئی دیوار ہے باوے کئے کی طرح ادھر سے دھر
بوکھلائے پھرتے تھے بارے ایک دفعہ ہی آواز آئی کہ دیوار
شش واد مغرب ہی داؤن اٹھا) اب انکی جان میں جان
آئی کہ عجب نس کی آواز تو خدا نے سنانی جس رخ سے کان میں
یہ آواز آئی تھی ادھر ہی چلے۔ پھر آواز آئی کہ وہ فریٹ لای
(دوسری آواز) واللہ ہاتھ چوم لے کیا موقع پر کچے پھینکے ہیں
(تیسری) خدا کی ماریسے پائے پر جب بیکھو بدی کو جاتا ہی پہلے
سہ کی بازی گئی۔ اب شش کی ہائے۔ اتنے میں ایک دانہ
کھلا اور پانچ سات سفید پوش بھڑ بھڑا کر نکل پڑے وہ شور
وہ غل کہ کان پڑے آواز نہین سنانی دیتی کوئی کسی کی سنتا ہی
نہین۔ اپنی اپنی سب گاتے ہیں۔ کوئی پورب گیا کوئی پچھم
ایک بزرگوار نے میان آزاد کو دیکھا تو تعجب ہوا کہ یہ اجنبی
اسوقت یہاں کیا کر رہا ہے۔

بزرگوار۔ کون! آپ کون صاحب ہیں۔

آزاد۔ ہم کوئی ہیں آپ اپنی کیے۔

بزرگوار۔ اچی حضرت آپ تیکھ کیوں ہوئے جاتے ہیں میں سیدی
بات کرتا ہوں آپ ٹیڑھے ہوتے ہیں ابھی ارقداز برقداز دیکھ
تو کو توالی کا چوترا ہی دکھائے۔

آزاد۔ برقداز کی ایک ہی کھی۔ برقداز دن سے تم ایسے
تیار باز دن کو خوف ہے یا ہکو۔ یہاں تھا نہ دار کا خوف نہ
عولدار کا ڈر۔ ۵

توپاک باش برادر مد ار از کس باک

زند جامہ ناپاک گزراں برنگ

بزرگوار۔ (دل ہی دل میں) اچھے بیڈھ آدمی سے ڈھکھڑ

ہوئی ہاری مانا ہی نہ جیتی۔ اپنی ہی سی کئے جاتا ہی آزاد ہے
یا حضرت اک ذرا سی بات کو آپ نے کتنا طول دیا قسم لیجیے جو
میں نے آپ کو جو رہنا یا موصرت اتنا پوچھا کہ حضور کہاں تشریف
لے جاتے ہیں۔ ایس اتنی سی بات پر آپ بگڑ اٹھے لگے
بے نقط سنانے۔

آزاد۔ خیر اگر بندے ہی کا قصور ہے تو معاف فرمائیے مگر
خدا کے لیے اتنا تو ضرور بتائیے کہ اس ٹکڑی میں کون کون ذات
شریف جمع تھے اتنا ہم احسان کیجئے۔

بزرگوار۔ ذات شریف اسحاق اللہ۔ ابوب چچانا۔ اے قبلہ
یہ سب شریف زاوے تھے۔ اہل قلم۔ عالی خاندان معالی دودمان
لائق خالق۔ بذلہ سیخ۔ خوش فکر۔ تربیت یافتہ۔ دن بھر اپنے اپنے
کام میں رہتے ہیں۔ شام سے آدھی رات تک یہاں جتے ہیں
پوسر شطرنج۔ گجھہ۔ چھل۔ مذاق۔ لپاڈکی۔ یہی عیش زندگی
ہی۔ ۵

بہار عمر ملاقات دوستداران ست

چہ خط برو خضر از عمر جاودان تنہا

آزاد۔ کیوں حضرت بھلا کوئی اور شغل بھی رہتا ہے۔ یا چکا ہی
اڑا کر تا ہی۔

بزرگوار۔ اور کیا چاند پین سیری اڑائیں۔ ایون گھولیں
تاڑی شگائیں۔ دس پانچ ہمسٹ بیٹھے خوش گپی ہونے لگی۔
یاران چوری نہ پیران دغا بازی۔

آزاد۔ اچی خدا کی ماریسے شغال بیودہ پر ہم حال ہی میں خوب
غور سے تجویز کر چکے ہیں کہ کرمی۔ کمار۔ مار پنج قوم دن بھر
لوہ پینا ایک کر کے شام کو خوش خوش گھڑاتے ہیں اور
اپنے اپنے مذاق کے موافق طرح طرح کے اشغال ہیں

مصرف رہتے ہیں۔ کوئی دفلی کوئی ہڑک جاتا ہی۔ کوئی ذبح
کا تھکا انداز سے لٹا ہوا کمائی اٹکرا اپنے عزیزوں کو خوش
کرتا ہے لیکن واہ کے اہل قلم۔ واہ سے شریف زادوں
دیکھو گنجھ ہو رہا ہے ایک دو تین لالہ بوجھ کو چھین رو سے چار جا
برات عاشقان برشاخ آہو۔ سات آٹھ نو۔ نو برا بر پشت
دکھا دو۔ وہ تاج۔ کیون سچ کنا کس قماش کی بوجھ کالتے ہیں
آفتاب آیا ہو سوچ کندھ میں۔ اب کی افندے چاہا تو دوست
ہو ناوری چڑھے تو پھول لگی دیکھیے۔ ہفتون مینون برسوں
بتوں ہی کی اکٹ پھیر رہی۔ جب دیکھو ورق گودانی جیتے تو بتاں
ورنہ پیشانی۔ واہ ری نادانی بیسیوں دور ہو گئے مگر طبیعت سیر
نہوئی۔ چوسر کی طرف جھک پڑے تو ٹکا کر دیا۔ بازی پر بازی
سہ اور پنج اور شش کے داؤن لگا رہے ہیں۔ آپس میں
گتھ گتھا گلپ۔ مار دھا ٹرڈائی۔ تکرار۔ رنگ بد رنگ کے پھیر
عمر گنوائی پاسے پھینکتے پھینکتے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے لاول
ولا قوہ۔ لکھنا پڑھنا چھوڑا۔ احباب سے ملنا ترک کیا۔
خط کتابت سے ہاتھ دھویا۔ جو پڑا کیا وہ سب کھویا یا مٹا کتب
کا شوق۔ نہ اخبار بینی کا ذوق۔ صبح چوسر۔ شام چوسر۔ ادھر
چوسر۔ ادھر چوسر۔ اتھی خیر۔ اور لطف یہ کہ بنکارنے کو موجود
کہ ہم شریف ہیں تربیت یافتگی کا دم بھرتے ہیں بچہ من بکری
اور انحال ایسے قبیحہ و ذمیہ۔ اُسے تو کوری کما رہی اچھے
کہ اپنے پیشے اور اپنی تھوڑی سی عقل کے موافق بستی کی تصویر
بکالتے ہیں۔ مانا کہ اُنکے اشغال بھی تعریف کے لائق نہیں
ریشائیل مردوں کا پھر یا ادھر کر تھر کنا نفرت انگریزوں
مگر وہ منطقی فلسفی تو ہیں نہیں۔ تربیت یافتہ علم آشنا آپ تو
دون کی جیتے ہیں اور با اینہم لن ترانی دہی ڈھاگ کے

تین بات اوقت فرصت ہوا کھائے کیتجا نہ جائے جلتہ تہذیب
جائے کتب مفید مطالعہ کیجئے۔ لکچر یا تصانیف لطیف کی فکر
معقول فرمائیے تو ہم سمجھیں کہ تربیت یافتہ ہیں۔ یہ نہیں کہ
جو اریوں کی طرح تہذیب کی خواری کریں۔ لکھو اور کھیل آلا اور
کھیل سراور اٹھارہ اور پانچ دو کے سوا اور کچھ نہ سیکھے اور
ہر شب کو بد بردا گنجھ یا چوسر میں سرغزن کی۔

رنگے سیار

سیان آزاد۔ زلف پریشان کی یاد میں رات بھر خواب پریشا
دیکھا کیے۔ ترشے خواب خرگوش سے بیدار ہوئے تو پھر
سینچر پانوں پر سوار ہو گیا دوپہر تک بے آب و دانہ ہر دم خیال
وصل جانانہ۔ دوپہر دھلے ایک قصبہ میں ہوئے پیل کے
پیر کے سایہ میں بستر جمایا۔ سبزہ بگیا نہ کو اپنا مسکن بنا یا۔
پیل کے دھالی دھانی بتوں کی رنگت پر جو نظر پڑی تو بڑن
رنگین ادا کا حسن برشتہ یاد آیا۔ کلیجے پر سانپ لوٹنے لگے
تھکے ماندے چلے آتے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے
ذرا دل کو ڈھارس ہوئی پانوں پھیل کر لمبی تانی تو دنیا و مافیہا کی
خبر نہیں۔ جب خوب نیند بھر سوچکے تو ایک مرد آدمی نے جگادیا
الا اللہ کراٹھ بیٹھے دشت کسی قدر دوہو گئی تھی گریاس کے
مائے خلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ سامنے اندارے پر
ایک گلبدن سینمن عورت عجب نزاکت سے پانی بھر رہی تھی
حضرت بھی ہوئے۔

آزاد۔ کیون نیک بخت ہمیں اک ذرا سا پانی نہیں پلا تین
بھرنا دو بھر ہو تو لاؤ ہم بھرین۔ تم بھی بیو ہم بھی بینین۔
احسان ہوگا۔

سیمتن۔ جواب ندارد نیکی چوں سے بھر پور نظر ڈالی، مگر قہر کی بھری ہوئی۔

آزاد۔ سخی سے سوم بھلا جو ترنت دیوے جواب۔ بوی بانی بلاؤ یا عکا سا جواب دو۔ یہ قصبہ تو اپنے حق میں دشت کر بلا ہو گیا ایک بوند پانی کو ترس ترس گئے۔ اب تو آب خجری چاہ ہے۔ ایک دفعہ دزدیدہ نگاہ سے پھر دیکھو تو پانی بھی نہ مانگوں۔ سیمتن۔ (لب تک نہ ہلے۔ سکوت مگر ایک ناز معشوقانہ سے ظرت سیمین بھر کر پانی بے چلی)۔

آزاد۔ بھئی اچھا کا توں ہی۔ جو بات ہی انوکھی جو ریت ہی زلی ایک آنجورہ پانی نہ ملاواہ ری قسمت۔ لوگ تو اس بھادو کی جلتی بستی دھوپ میں پوسا بے بٹھا تے ہیں۔ کیوڑا پڑا ہوا آج پلاتے ہیں یہاں کٹورن کی جھکارت (سبیل ہی نذر حسین) کی کچا میان آزاد کو حیرت تھی کہ کیسے نازنین یہ شک افشان بال اور ستانہ چال بیان دیرانے میں اسکا کیا کام سایے کی طرح ساتھ ہو لیے وہ کنکھیوں سے دیکھتی جاتی تھی مگر غور نہیں لگاتی تھی۔ باسے سرک سے دایمن ہاتھ پر ایک خوشنما چھانک کے قریب وہ گلغام سیم اندام ٹھہر گئی ظن سیمین کو دوسرے ہاتھ میں لیا اور پیر کے سایہ میں بیٹھ کر سستانے لگی۔

آزاد۔ ہم بھی ہمراہ رکاب ہیں۔ ہم تاڑ گئے کہ نزاکت کے مار یہ ہلکا چلکا برتن ہی پہاڑ ہو گیا۔ اشائے کی دیر۔ ذالاب ہلاؤ تو ہاتھ بٹالوں۔ قسم لوجو ایک قطرہ بھی یوں۔ گویا س کی شدت سے کلیجہ منہ کو آتا ہی۔ دم کلا جاتا ہے اور چاہوں تو چھین لون لیکن پتھر اول دکھانا منظور نہیں۔ سیمین چاہے جان پر نہ افسوس یہ چہرہ لورانی اور یہ نامہر بانی! اُس ناظورہ طاؤس زیب و عابد فریب نے پھر سونجی تو

بڑی کوشش سے اٹھایا اور پھاٹک کے اندر سو رہی میان آزاد نے ایک درو انگیز آواز سے حسب حال ایک شعر پڑھا اور جیکے جیکے خود بھی پھاٹک میں دبے پائوں اس گلزار کے پیچھے پیچھے گئے وہ رعنا شامل ایک کھلے پوسے چھوٹے سے بنگلے میں جا بیٹھی میان آزاد ایک روش میں دیکھ رہے کہ شیطان درغلز تھا کہ چکر زلف چلیپا کی بلائیں میں مگر دیکھا کہ کہیں یہ کالی ناگنی دس نہ جائے اور تہذیب بھی مانع تھی جی بھر بھڑاتا تھا مگر قدم آگے نہیں بڑھتا تھا۔ ۵

انگ آیا ہوں نہایت خاطر شتاق سے
ہر گھڑی کہتی تھی چل ہر وقت سمجھاتی تھی بان

اب اس فرخ بخش و دلکش مقام بذلت التیام کا ذکر سنیے چو طرفہ کھائی کھدی ہوئی آٹھ آٹھ گز گہری سریت ارد گرد بولی ہوئی ایسی گہنی کہ چڑیا تک کا گزر نہ ہو سکے اور وہ تیز کہ تلوار گرد۔ بڑا عالمی شان محراب دار پھاٹک لگا ہوا ہی وہ جو ہر درخشتم کی لکڑی کہ باید و شاید کیا ریان روز بھی جاتی تھیں۔ روشن بر سرخی کٹی تھی اشجار پر بہار گویا آسمان سے باتیں کرتے ہیں کہیں انار کی قطار۔ کہیں مکھوٹ کی بہار۔ ادھر انہ لذیذ شیرین ادھر امرود حلوے بیدود۔ چکو تر دن اور ستابیوں سے ٹہنیاں چھٹی پڑتی تھیں۔ نارنگی۔ اور پتھے شاخون پر لے تھے۔ پھولوں کی بوباس۔ کہیں گل مٹھدی کہیں گل عباس نواڑی پھولی ہوئی چو طرفہ عالم نور ہے۔ ہر سمت لطف موفور کھنڈی ٹھنڈی ہوا۔ ادوی ادوی گھٹا۔ کلیوں کی چٹک جوہر کی بھینی مرک۔ کلنے کی دھک کیل کی دھک وسط باغ میں ایک تین فٹ کا اونچا پکا مرع چو ترہ بنا ہوا اور ایک کٹے میں چھوٹا سا خوشنما بنگلہ ہے۔ اعل بغل دو ایک صاف ستھری

کرسنے لگے۔

شاہ جی۔ بیٹی۔ آج تمکو ہمارے سب سے بہت راہ دیکھنی پڑی
ایک گائون میں یہاں سے دس کوس پر راجہ رہتا ہے مگر انہی برس
کا ہو گیا اللہ نے اسے لڑکا دیا نہ لڑکی۔ ایک دن مجھے بلوایا
میں کہیں کو جاتا آتا تو ہون نہیں۔ وہ رانی کو لیکر آپ آیا تو ہون
پر گر پڑا۔ میں نے رانی کے سر پر ایک گلاب کا پھول بن چھوڑا
دے مارا پانچویں ہی جینے اللہ نے لڑکا دیا راجہ میرے
پاس دوڑا آتا تھا کہ میں راہ میں ملا۔ دیکھتے ہی مجھے پتہ چل
بٹھا لیا۔ کہتا ہے رو بہ لوجا گیر لو۔ گائون لو۔ ہاتھی گھوڑے
لو۔ مگر میں کب مانتا ہوں۔ اس وقت پیچھا چھوڑا تم
پانی لائی ہو گی تو میں پھونک دوں گا۔ جسمیں تم نامحروم
نہ رہو۔

سیمتن۔ میں آپکی لونڈی ہوں یہی کیا کم ہے کہ آپکی زیارت نصیب
ہوئی پانی وہ رکھا ہی آپ پھونک ڈالیں تو میں رخصت ہوں
یہ کہہ کر سمتن اٹھی دیکھا تو طرف موجود مگر پانی ندارد این
یہ پانی کیا ہوا۔ زمین کھا گئی آسمان کھا گیا۔ ابھی پانی رکھا
دیکھتے ہی دیکھتے اڑ گیا۔ ہی ہی شاہ صاحب آپ کے پاس
میں جھوٹی بنی۔ میری بڑی کمری ہوئی زمین چھٹ جائے
تو میں دھنس جاؤں۔ ای بو غضب خدا کا ایک بوند تک نہیں
اندر جانتا ہے لبالب بھرا ہوا تھا۔

شاہ جی۔ بتا ہی دوں۔ اچھا۔ اب بچپن نہو۔ مجھے اشراف
سے معلوم ہو گیا کہ تم آتی ہو۔ جب تم سو رہیں۔ تو میں نے
آنکھ بند کی اور یہاں پہنچ گیا پانی پیا پھر آنکھ بند کی اور رجم
کے پاس ہو رہا پھونک ڈالنے کی ساعت آئی وقت تھی چل جاتی
تو پھر ایک مہینے پر بات جاتی۔ اب تم بلا لائی ہو اور کئی آدھی رات کو

کو ٹھہریان رہیہ تو سب کچھ ہو مگر کہیں کا پتہ نہیں اس سمتن کی
چال ڈھال اور طرز نشست سے اجنبیت برپا تھی۔ حیرت
کھتی کہ اس باغ لطافت بار کے لیکن سلیقہ شکار کسان
چھپ رہے۔

باغ ہے پر عجب ہے یہ روداد
نہ کہیں آدمی نہ آدم زاد

گل بہن سب اپنی چون پر
بوئے گل ہو صبا کے توسن پر
ہو عجب لطف پر شکوہ و گل
کہیں شبنم کھلی کہیں سنبل
انہوں نے دیکھا کہ وہ بہت طناز سرمایہ ناز ظریف سین زمین پر
نیک کر ایک نواز کی نازک پلنگہ دی پر سو رہی۔ اتنا خوب ہی
موقع ملا اٹھے اور میوہ تر جس قدر چری چاہا خوب چمک کر کھائے
اور اس طرف سمتن کو منہ سے لگا یا تو ایک ایک قطرہ پی گئے
اتنے میں پائون کی آہٹ سنائی دی۔ میان آزاد جھٹ اگور کی
ٹٹی میں چھپ رہے مگر تاک لگائے بیٹھے ہیں کہ دیکھیں ہو کون۔
دیکھا تو پھاٹک کی جانب سے کوئی آہستہ آہستہ آ رہا ہے قریب آیا
تو انہوں نے بغور نظر ڈالی۔ ایک کشیدہ قامت بحیم و عظیم و ندیل
چٹ لنگوٹ باندھے اکڑتا اینڈ تا اس ننگہ کی طرف جاتا ہو مجھے
کہ کوئی پہلوان کشتی گیر اپنے اکھاڑے سے واپس آتا ہو قریب
آیا تو یہ گمان دور ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ کوئی شاہ جی ہیں وہ
چٹ لنگوٹ جس سے پہلوان کا دھوکا ہوا تھا۔ تہ بند نکلا۔
شاہ صاحب سیدھے ننگے میں داخل ہوئے سمتن کو پلنگہ کی
برسوتا پایا ایک دفعہ ہی پلنگہ پر ہاتھ مار کر حلا اٹھے ڈاٹھ کم
معبود وہ زن رعنا شامل گھر آکر اٹھ بیٹھی۔ اٹھتے ہی قدم بے
شاہ جی نے فرط شفقت سے اسکی جبین نوزانی اور حسین
پیشانی پر بوسہ دیا اور ایک تپائی پر بیٹھ کر یوں تقریر پر

کسی مرگھٹ میں دفن ہو جائیگا۔

سیمتن نے لالچی لی اور اسی دم واپس گئی۔ میان آزاد چپکے چپکے سب سن رہے تھے اب انھیں خوب ہی معلوم ہو گیا کہ شاہ جی رنگے سیار میں۔ آنتا بے کا پانی تو انھوں نے پی لیا تھا اور شاہ صاحب نے معایہ بھی کہ آنکھ بند کرتے ہی یہاں آئے اور پانی پیکر کھر کسی ترکیب سے چل دیے۔ یہ سنکر آزاد خوب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ شاہ جی کی باتوں سے ان کے دل پر نقش ہو گیا کہ بڑے ہی ذات شریف ہیں۔ اتنا بڑا جھوٹا دیکھنا نہ سنا۔ ایسے بڑے ولی اللہ ہو گئے کہ انکی دعا سے ایک رانی باغیچہ میں بچہ جن پڑی اس کذب پر خدا کی سنوار۔ جھوٹ بھی تو کتنا اور علم اشراق میں بھی حضور کو بڑا دخل ہو۔ چشم بدور حق تو یوں ہو کہ جھوٹوں کے سردار ہیں مگر پٹے بڑھالیے۔ تہ بند باندھ کر شاہ جی بن گئے لگے بچے کوئی بیٹا مانگتا ہے۔ کوئی تعویذ کا خواستگار ہے کوئی کہتا ہو کہ میرا مقدمہ جتو ادو تو حق خدوت بجا لاؤں۔ کوئی کہتا ہے کہ فلاں عہدہ دلو ادو بجیے تو مٹھائی کھلاؤں۔ اتفاق وقت سے مطلب برآیا تو شاہ صاحب کی چاندی ہے۔ ورنہ مجال کس کی کہ شکایت کا لفظ زبان تک لائے ڈر ہو کہ کہیں زبان نہ مٹ جائے اللہ ری دھاک۔ بہت سے دشمن عقل ان بنے ہوئے فقیروں کے دام تر ویر میں پھنس جاتے ہیں۔ بعض بعض تو معاذ اللہ انھیں دوسرا خدا سمجھتے ہیں خدا ایسے خیالات فرخون سے پیائے میان آزاد اس درویش مہر کی گفتگو سے سمجھ گئے تھے کہ بڑے لکھے خاک بھی نہیں ہیں ورنہ (ہر سبب) اور (نا محروم) نہ کہتے۔ بھلا ان پر ٹھکاندہ نہ تراش بھی کہیں مسدک خدا شناسی کے ساک ہو سکتے ہیں۔ اور غیب کی بات تو جناب باری عزہم کے سوا اور کوئی جانتا ہی نہیں۔ یہ شاہ جی بیچارے کیا کھا

بتائیں گے۔ یہ سب باتیں ہیں ضعیف الاعتقاد آدمی ایسے جاہل نکاروں کے بھرون میں آئیں تو آئیں۔ ہم بھلا کب پھنسنے والے ہیں۔ اے تو بہ یہاں مٹھلی ہی سے فقیروں کے قابل نہوئے اور ان شاہ جی نے تو کذب کے پل باندھ دیے۔ وہ بیچاری عورت ناقص العقل دنیا کے حالات سے واقف نہیں جسکا جی چاہا بھکا دیا ہم ایسوں کو شاہ جی چکا دین تو ٹانگ کی راہ نکل جاؤں۔

میان آزاد کی کارستانی اور شاہ جی کی پریشانی

ہم سے کھلی اُوبقت مے پرستی ایک دن

ورنہ ہم چھپڑیں گے رکھ کر عذر مستی ایک دن

میان آزاد ایسے بنے ہوئے سدا اور رنگے سیار فقیروں کی قبر تک سے واقف تھے معائنات گئے کہ شاہ صاحب ایک ہی مرشد بڑے ہی رنگ باز ہیں سخرہ ساوس دربر۔ اور عمامہ زور برسر گوکھوں کو بچا انس پھنس کر منہ پیا چڑھاتے ہیں اور بیوقوفوں کو اور بھی اُوبناتے ہیں۔ ان پر ٹھکانوار چنگ پر چڑھ جاتے ہیں سوچے کہ شاہ جی کی قرار واقعی مرمت کو دینی چاہیے اتنے میں شاہ صاحب نے ایک صاف شفاف جیوتے پر رنگی بچھائی اور اُس پر دراز ہو کر مناجات پڑھنے لگے۔ مگر بڑھے لکھے تو تھے ہی نہیں صرف حافظے پر دار مدار تھا۔ شین قاف تک درست نہیں شاعری کا خوب دل کھو کر خون کیا اور ناپ شناس بن گئے۔

خدا یا جہان باد شاہی تراست
ہمان آفریدی بالادست
توئی کا سمان ازین ساکتی
نیائی زما جو بس بحر کردنی
دکانست بافر خندگی
خداوند ما از تو بندگی

تماخذ با مدالی تراست
توئی آفرین نند والا و کشت
زمین رازمان وزمین ساکتی
دگر خفنی بار آپے خوردنی
خداوند ما از تو بندگی

شاہ جی نے سوز و گداز سے لہ لہ کر حضرت نظامی گنجوی علیہ رحمۃ
والعفران کے کلام معجز نظام کا خون اپنی گردن پر سے رہے تھے
کہ میان آزاد سے نہ رہا گیا ایک دفعہ ہی بول اٹھے کیا دشت تیرا ہی
آسرا ہے! اب تو شاہ جی جگر میں آئے۔ یہ آزاد کس نے کسا۔ یہ خریف
کون پیدا ہوئے۔ یہ جیتی کس نے کھی۔ ادھر ادھر دیرے بھاڑ
پھاڑ کر دیکھا۔ مگر آدم نہ آدم زاد انسان نہ انسان کا سایہ۔ یا الہی
کون بولا۔ یا خدا کیس نے ٹوکا سمجھے کہ یہ آسمانی ڈھیلا ہے۔ خدا
کھڑپڑی کو بچائے ڈرپوک ضعیف الاعتقاد تو تھے ہی ڈرے کہ کوئی
بلا سے ناگمانی یا آنت آسمانی ہو۔ رنگے کھڑے ہو گئے بدن تھر تھرا
لگا ہاتھ پاؤں بھول گئے کشت و کمال سب بھول گئے حواس
بلا اجازت سپاٹو پر ہو رہے۔ ہوش قلا بازی کھانے لگے دفع بلا
کی آتین پڑھنا شروع کیں۔ آخرین آواز بلند چلا اٹھے کہ
یا اظہر العجائب! ادھر یہ بول اٹھے (لنگی مع شاہ جی غائب) اب
شاہ جی کی گھبراہٹ کا حال نہ پوچھئے کچھ چہرے پر مرنی بھاگتی
کاٹو تو لوہو نہیں بدن میں دم بخود۔ میان آزاد نے بجا نہ کیا
شاہ صاحب پر رعب چھا گیا۔ جھٹ نکل کر بتوں کو خوب پاؤں
سے کھڑکڑایا شاہ جی کا بپ اٹھے کہ یرتوں کا لشکر کا لشکر
آن کھڑا ہوا اب گئے ہی گزھے آزاد نے بلجن داودی حاصل
اہل عجم کے لہجہ میں ایک غزل پڑھی۔ گو شاہ جی انھ کے
نام بے بھی نہیں جانتے تھے مگر رات خوب ہی بھگی تھی اور چاندنی
نکھری تھی۔ ہوائے سرد چھوٹوں کی بوباس کو منتشر کر رہی تھی۔
آزاد نے ایسی سُر ملی آواز سے اس حقانی غزل کو گایا کہ کندہ
نا تراش تک کو وجد آیا۔ شاہ جی مست ہو گئے۔ سمجھے کہ کوئی
درویش با کمال آ نکلے۔ اب تو جان میں جان آئی۔ میان آزاد
کے قدم لیے اٹھوں نے پیٹھ ٹھوکی۔ شاہ جی اس وقت

دوا کشہ شراب آڑے ہوئے تھے۔ نشہ کے ترنگ میں خیال
بندھ گیا کہ کوئی آسمان سے اُترا ہے۔
آزاد کیستی واز کجائی و بامنت چہ کارست۔ سکوت تاکے
ما اسمک انت شیخ ادسید۔

بلغنا المراد و زال العناد کاک الحمد والشکر یا ربنا۔ اسد بس
باقی ہوس شاہ جی کے رہے سے حواس اور بھی غائب ہو گئے
زبان سمجھ میں نہ آئی سمجھے کہ بیشک فرشتہ آسمان ہے۔ ہماری
روح قبض کرنے کو نازل ہوا وہ بے دانتون فرماتے کیا ہیں کہ
میں علم سے نا محروم ہوں گا۔ سمجھتا نہیں ہوں گا کہ آپ اس وقت
کیا حکم دیتے ہیں ہم نے بہت گناہ کیے اب مات (معاف)
فرماؤ کچھ دن اور جینے دو تو توبہ کروں یہ ٹھاک بدیا چھوڑ دوں
میں سمجھ گیا تھا کہ آپ فرشتے ہو روح قبض کرنے آئے ہو۔
آزاد۔ یہ پیرانہ سالی اور یہ بداعمالی۔ یہ سن و سال اور یہ
چال ڈھال یاد رکھ کہ قعر جہنم میں پڑے گا اور نار و نزع میں
جلا یا جائے گا سن فرشتہ آسمانی نہ ملک روحانی میں حکیم بلیناس
کی روح پاک عالم ہوں حکیم ہوں خدا ترس ہوں عیم ہوں ملکوتی
صفات ہوں صاحب طلسمات و نیرجات ہوں۔ شجاعت میں
رستم میستانی حکمت میں ارسطوے ثانی۔ مصوری میں رشاک
ہزار دہائی۔ سکندر نامہ میں نظامی نے یہ شعر میری ہی شان
میں کہا ہے۔ ۵

بلیناس فرزانہ را بیش خوش خواند
بنزدیک جام جهان بین نشاند

میری تعریف و توصیف میں بڑے بڑے شعراے بلند پایہ و
سخنوران گرامیہ طب اللسان میں میرا مزار اسی جگہ پر تھا جہاں
تیرا چہرہ ہی اور جہاں تو ناپاک رہتا ہو اور شراب میں نہ ٹھکتا ہے

خیر۔ تیری نادانیت کے سبب سے تجھے مین نے چھوڑ دیا لیکن اب آپ نے یہ نیا ہتکنڈا سیکھا کہ اُس زن جادو جال زہرہ مثال کو چھانسا اور اُس سے کچھ انیٹھا چاہتے تھے وہ اُس زمانے میں میری منگوہ اور مطبوعہ بیوی تھی لے اب یہ ہتکنڈا چھوڑ دیکر وریا سے منہ موڑو رہی تھیں۔ ابھی ابھی ٹھیک بناؤنگا اور ناچ پھاؤنگا۔ مفراسی مین ہو کہ اپنا کل حل پوسٹ کندہ راست براست بے کم و کاست کہلو مین خود ہی جھگڑو میرا کچھ نہ جائیگا شاہ جی نے شراب کی ترنگ مین مارے ڈر کے اپنی پتی صاف صاف کہ سنائی جسکو ہم اپنی زبان مین ادا کرتے مین ذرا کان دھر کر سنیے۔

شاہ جی۔ چودہ برس کے سن سے مجھے چوری کی لت پڑی وہ مشاقی ہم پہونچالی کہ آنکھ چوکی اور گھڑی اڑائی۔ غافل ہوا اور ٹوپی کھسکائی۔ پہلے کچھ دن تو ٹیبا چور رہے۔ مگر یہ تو کرتی بدیا ہی چند ہی روز مین چورون کے ولی کھنکر ہو گئے سیند لگانا کوئی ہم سے سیکھے۔ کندہ پرچہ دھنا کوئی ہم سے سیکھے جیت کی کڑیون مین یون چیٹ رہون جیسے چھپکلی۔ اچانک پھانڈ مین بند میرے مقابلہ مین گرد مین۔ دبے پاؤن کو سون کل جاؤن ممکن کیا کسی کو آہٹ معلوم ہو۔ شہر بھر کے بدعاش۔ اوباش لقمے لقمے شہر دے۔ گر گئے۔ ہماری ٹکڑی مین شامل ہوئے بڑے بڑے سماجن سا ہو کار بھک کر سلام کرنے لگے جس نے ہیکڑی کی لی۔ ہنگو نیچا دکھا دیا جو ٹیڑھا ہوا اُسکو سیدھا بنایا خوب چوریان کرنے لگے۔ آج اُسکا مال مارا۔ کل اُسکی جیت کاٹی۔ پرسون کسی نواب کے گھر مین سیند دی۔ رفتہ رفتہ ڈاکے مارنے لگے۔ سرطون پروٹ مار شروع کر دی تھا نگ مین دنیا بھر کے بیفکرے جمع مین۔ ایک طرف یاران سرپل

چاندو اڑا رہے مین دوسری طرف چرس کے دم لگا رہے مین۔ گنا بھنگ ٹھہرے سب کا شغل ہو تا مین اڑ رہی مین شراب کی بوتل مین جینی ہوئی مین۔ گنڈیریون کے انبار لگے مین کھیاں مین مین کرتی مین۔ سب کو یہی فکر ہو کہ کسی کا مال تا کین کوئی زردار کو رانہ بچ سکے داغی ضرور ہو ایک دن شامت اعمال سے ایک نواب صاحب ذی قدرت کے یہاں چور کرنے کا شوق چر آیا۔ اُن کے خدنگار کو ملایا۔ ماما چھو چھو کچھ بٹایا۔ ایک بجے کے وقت گھر سے نکلے۔ اسی محلہ مین ایک عینے قبل مکان کرایہ پر لیا۔ اُسی مکان مین بیٹھے نوابکایون عالیشان کوئی پچاس ہی قدم کے فاصلے پر ہو گا مین آدمی دس قدم پر اور پانچ بیس قدم پر کھڑے ہوئے۔ ہم اور خدنگار اور ایک چور ساتھ چلے کہ گھر مین دھنس پڑین۔ قریب گئے تو دیوار پر چوکیدار نے پکارا۔ کون۔ سن سے جان نکل گئی۔ عمر بھر مین یہی خطا ہوئی کہ چوکیدار کو پہلے سے نہ ملایا۔ اب کیا کریں۔ مشے کہ بعد از جنگ یاد آید برکات خود بایزدو۔ قہر دریش بر جان درویش۔ بھر چوکیدار نے لکارا کون آتا ہے ہم نے کہا ہم مین بھی (چوکیدار) ہم کی ایک ہی کمی ہم کچھ نام بھی ہے آخر کار ہم نے چوکیدار کو اُسی دم کچھ چٹا کر سیند دی گھر مین تھے تو دیکھتے کیا مین کہ نواب صاحب پلنگ پر سوتے مین اور اُنکی بیگم دوسرے پلنگ پر خواب ناز مین مین۔ مگر شمع روشن ہے اپنے ساتھ سے اشارہ کیا کہ شمع کو گل کر دے اتفاق وقت سے وہ ایسا گھبرایا کہ بڑے زور سے پھونک ماری۔ مین نے کہا خدا ہی خیر کرے ایسا انوکھا نوا سب جاگ اٹھین۔ تو لینے کے دینے پڑین۔ آگے بڑھ کے مین نے بتی کو تیل مین کھسکا دیا۔ چلے چرخ گل پگڑی غائب

بیگم صاحب کے سر ہانے زلیور کا صندوق رکھا تھا۔ مگر آڑ میں ہم تو ماما کی زبانی کچا چٹھائیں چکے تھے۔ گھر کا بھیری لگا دھکا فوراً صندوق اٹھا اور دوسرے ساتھی کو دیا کہ باہر ہو جائے وہ کچھ ایسا گھبراہٹ سے بولکھلا ہٹ کے کانپنے لگا اور ایک دفعہ ہی ارار کر دھم۔ دھماکے کی آواز سنتے ہی نواب چونک پڑے شیرازیہ سر ہانے سے اٹھا پلنگ سے اٹھ تیرے بدل بدل کر پھیکتی کے ہاتھ دکھانے لگے مین نے ایک چالی کا ہاتھ دیا اور جھٹ کمرے سے نکل دیوار پر چڑھ چھوڑے کو دا اور چور چور پکا رہا ہونا کے باہر وہ دونوں سر بوجھے نو سکھتے تھے دھڑلے گئے۔ گروہ رے نواب دانش جری آدمی ہی۔ دونوں کو گھیر لیا تو جیلانی نہ گئے۔ بندہ ملوہ بچا۔ اب ہم نے یہ پیشہ چھوڑا اور سفاکی پر مگر باندھی۔ ایک مہینہ مین کئی خون کئے۔ پہلے ایک سوداگر کو گھر مین گھس کر چار پائی پر ڈھیر کر دیا۔ اور جج تھا ہمارے باپ کی ہو گئی۔ پھر ریل پر ایک مالدار جوہری کا گلا گھونٹ ڈالا اور جوہرات صاف اڑا لیے تیسری دفعہ دوبارہ سر اے مین اترے تھے ہمیں خبر ملی کہ اُنکے پاس سونے کی اینٹیں ہیں اُنکو سراہی مین انٹا غفلت کرنا چاہا بھٹیاریں نے ہمیں دیکھ لیا۔ غل مچا یا پکڑے گئے چالان ہوا مجسٹریٹ نے قید خانہ دکھایا۔ وہاں آٹھ دن رہے تھے کہ نوین دن آزادی یاد آئی۔ رات کو موقع پا کر کال کو ٹھہری کا دروازہ توڑا ایک کنبی بردار کا سر اینٹ سے پھوٹا۔ پہرے کے کانسٹیبل کو اسی صندوق سے شہید کیا۔ صاف نکل بھاگے۔ اب ہم سوچے کہ کوئی نیا پیشہ اختیار کریں۔ اس گائون مین آئے تو عجیب ہتھکنڈے سے درویش با کمال بن بیٹھے۔ فقیروں کا بھیس بدل کر ایک پیر کے پنجے بر سر جمادیا تبجنے لگے ایک دن اس

گائون کے ٹھا کر کا لڑکا بیمار ہوا۔ یہاں طبیب نہ ڈاکٹر کسی نے کہہ دیا کہ ایک ولی اللہ پیر۔ یا کے پیچھے بیٹھے یا خدا کیا کرتے ہیں چہرے سے نور برستا ہے کسی سے لیتے ہیں نہ دیتے ہیں ٹھا کر نے سنتے ہی اپنے بھائی کو بھیجا ہم ساتھ گئے۔ چہرہ بشاش کہ آج پالا ہمارے ہاتھ رہا تو عمر بھر مین سے گزرے گی ہمارا پونچنا تھا کہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم کسی سے بولے نہ چالے (قدم درویشان رد بلا) یہ آواز بلند کر کے کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ بڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے دیکھا کہ لڑکے کا ہر حال ہے بچا محال ہے ٹھا کر قدموں پر گر پڑا ہم نے پیٹھ ٹھوکی اور لمبے لمبے ڈگ بڑھائے جلدیے۔ اُس دن حسن اتفاق سے ایک یورپین ڈاکٹر دورہ کرتے ہوئے اُس گائون مین آئے۔ اور اُنکے معالج سے مریض چنگا ہو گیا اب لطف دیکھیے کہ ڈاکٹر کا تو کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ سب ہماری تعریف کرتے ہیں۔ کوئی عیسے بناتا ہو کوئی خدا رسیدہ کہتا ہے ٹھا کر نے ہمیں ایک ہاتھی اور ہزار روپیہ دیا۔ وہ ہم نے قبول نہ کیا سبحان اللہ پھر تو ہوا بندھ گئی۔ اب جو طرف ہم ہی ہم مین کوئی بیمار ہو تو ہم پوچھے جائیں۔ کوئی مرے تو ہم بلائے جائیں۔ میان بیوی کی شکر بخش مین ہم قاضی بنتے ہیں۔ باپ بیٹے کا جھگڑا ہم فیصل کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک ڈالیوں پر ڈالیاں اور نعمتوں پر نعمتیں ہمارے سامنے جی رہتی ہیں۔ عورت مرد غریب و امیر بڑا دبیر سب زیارت کو آتے ہیں۔ ہمارے آزاد نش میاں کش پاکیزہ مشرب عالی گو ہر فرخندہ اختر معزز محمود میان آزاداب حکیم بلیناس فرزانہ کی روح بن بیٹھے بھی کیا فقرے یاد ہیں۔ اچھا روپ بدلا۔ شاہ جی کو وہ

گیدڑ بھینکی بتائی کہ آسے حواس غائب ہو گئے۔ سزا بکے نشہ نے سمندر وحشت پر ایک اور کوڑا بھیا کر دیا اور کاسا حال ہو گیا کہ سنا یا۔ واٹھ اچھا سہل نسخہ ہاتھ آیا۔ شاہ صاحب کی قلعی کھل گئی۔ سچ ہی ہر فرعون نے رامو سے گاؤں بھر کر کھا یا تھا خوب دام تزدیر پھیلایا تھا۔ اب بچھنے پڑا۔ میان آزاد نے جب دیکھا کہ مارے بوکھلا ہٹ کے انکی جان پر بن آئی ہو تو تشفی دی اور یوں سمجھا یا۔ سنو شاہ جی سماک سے سما اور تری شریا تک اپنا راج ہو لیکن ہماری بیعت لاؤ ہمیں اپنا پیر بناؤ تو چھوڑ دین اسوقت تو مرے سے پانوں پھیل کر سور ہو کر ٹپکے بگردم گاؤں بھر میں غلغلہ ڈال دو کہ ہمارے پیر قدس نے قدم رنجہ فرمایا ہے۔ مگر ہمارا سن دو سو گیارہ برس کا بتانا اور سب سے کہہ آنا کہ ابھی نام خدا سبزہ آغاز ہی اور جوان طنازی معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ جی کی ہاچھیں کھل گئیں کہ جو کسی طرح جان تو بچے نور کے ترے کے تمام گاؤں میں اس سرے سے اس سرے تک بکھار آئے۔ کہ ہمارے پیر قدس آتے ہیں جسے دیکھنا ہو دیکھو۔ شاہ جی کی تود بان دھاگ بندھی ہی تھی جب لوگوں نے سنا کہ انکے بھی ولی تھنکرا آئے ہیں تو شوق جزا کیا کہ زیارت کو چلیں دو دن اور دورات میان آزاد نے کسی کو رخ تابان نہ دکھایا۔ تیسرے دن فقیرانہ لباس پہن کر ہرے ہرے پیروں کے ٹھنڈے ٹھنڈے سایے میں آن بیٹھے میان آزاد گلغام و نازک اندام حسین و جمیل تو تھے ہی شہر جی تہ بند اور پیرین نے آتش حسن کو ادھر بھی بھڑکایا دیکھتے کیا ہیں کہ بوچھٹے ہی زن و مرغریب و امیر برنا و پیر زیارت کو آرہے ہیں بھٹ کے بھٹ جمع۔ ہندو اور مسلمان کی عورت جو ان کو دیکھ کر ان کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا۔ جوان کم سن جادو جال زہرہ متال۔

شوخی و طنز خوش انداز سرایا ناز زیور سے مزین لباس گراں بہا سے مشین چھا چھم کرتی چلی آتی ہیں دس دس کو سس فینسون پر سوار بھر شوق زیارت کو آئی ہیں لیکن طر حدار مہربان ساتھ بانکی اداسے فینس کے کونے پر ہاتھ۔ کوئی بٹے ٹھٹھے سے ڈولی پر کوئی پیادہ یا غنچہ کھلا ہوا ہے۔ میان آزاد نے دل ہی دل میں انکے درنا کو خوب صلواتیں سنائیں کہ فقیر اور باکمال کا نام سنتے ہی کیا جھٹ سے بھیج دیا۔ خدا کی مار۔ ان کو اتنی عقل بھی نہیں ہو کہ ذرا دل میں سوچیں کہ ہم بچتے کہاں ہیں انکی توبہ۔ انکی توبہ۔ میان آزاد نے نہایت جوش و خروش اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ اشعار اور آیات پڑھنا شروع کیں اور خوب ہی بنے بھٹی واٹھ کیا بھڑیا دھسان خلقت ہو جس نے کپڑے رنگ سے وہی خدا رسیدہ بن بیٹھا۔ دنیا بھر کے بیکری فقیر کے لباس میں مال مارتے ہیں۔ اور اکثر تربیت یافتہ تھا مسن تک انکے باکمال ہونے پر گنگا اور قرآن اٹھاتے ہیں کوئی ذی عقل سمجھائے تو انکی آنیتن گھٹے ترین سے

خیانت سے مکائد سے دغا سے
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

صحبت نذران مرآشام و مہوشان نازک اندام

گھٹا کالی کالی دھنک لال لال	کھنیا کے ابرو پہ جیسے گلال
گھٹا اور بلی میں آج چوٹ	ہو آبی ڈوپٹے میں بچکے کی گوٹ
گلستان عالم میں چھائی گھٹا	وہ آئی وہ آئی وہ آئی گھٹا
سیر ابر مغرب سے ایسا اٹھا	میں سمجھا کہ کعبہ کا پردہ اٹھا

آزاد خانہ برباد مستانہ و ارجھوشتے چلے جاتے تھے کہ ایک کمرے سے آواز آئی (اتنی ارجھوشتے مان) ابو ہو ہو ہو ہو

بگم صاحب کے سر ہانے زیور کا صندوق رکھا تھا۔ مگر آڑ میں ہم تو ماما کی زبانی کچا چٹھاسن چکے تھے۔ گھر کا بھیری لگا دھکا فوراً صندوق اٹھا اور دوسرے ساتھی کو دیا کہ باہر ہو جائے وہ کچھ ایسا گھبراہٹ مائے بوکھلاہٹ کے کانپنے لگا اور ایک دفعہ ہی ارار کر دھم۔ دھما کے کی آواز سنتے ہی نواب چونک پڑے شیزجہ سر ہانے سے اٹھا پلنگ سے اٹھتے تیرے بدل بدل کر پھینکتی کے ہاتھ دکھانے لگے مین نے ایک چاکی کا ہاتھ دیا اور جھٹ کمرے سے نکل دیوار پر چڑھ چھوڑے کو دا اور چور چور پکارتا ہوا انا کے باہر وہ دونوں سر بوجھے نوکھتے تھے دھڑلے گئے۔ مگر واہ رے نواب داند جری آدمی ہی۔ دونوں کو گھیر لیا وہ توجیلیا نہ گئے۔ بندہ نلوہ بچا۔ اب ہم نے پیشہ چھوڑا اور سفاکی پر کمز باندھی۔ ایک مہینہ مین کی خون کئے۔ پہلے ایک سوداگر کو گھر مین گھس کر چار بانی پر ڈھیر کر دیا۔ اور حج تھا ہمارے باپ کی ہو گئی۔ پھر ریل پر ایک مالدار جوہری کا گلا گھونٹ ڈالا اور جواہرات صاف آڑا لیے تیسری دفعہ دوبارہ سراے مین آرتے تھے ہمیں خبر ملی کہ انکے پاس سونے کی اینٹیں ہیں انکو سراہی مین انٹا غفل کرنا چاہا بھٹیاریں نے ہمیں دیکھ لیا۔ غل مچا یا پکڑے گئے چالان ہوا مجسٹریٹ نے قید خانہ دکھایا۔ وہاں آٹھ دن رہے تھے کہ نوین دن آزادی یاد آئی۔ رات کو موقع پا کر کال کوٹھری کا دروازہ توڑا ایک کنبی بردار کا سر اینٹ سے پھوٹا۔ پہرے کے کانسٹیبل کو اسی بندوق سے شہید کیا۔ صاف نکل بھاگے۔ اب ہم سوچے کہ کوئی نیا ہمیشہ اختیار کریں۔ اس گائون مین آئے تو عیب ہتھکڑے سے درویش باکمال بن بیٹھے۔ فقروں کا بھیس بدل کر ایک پٹر کے پنجے بستر جمادیا تب نے لگے ایک دن اس

گائون کے ٹھا کر کا لڑکا بیمار ہوا۔ یہاں طبیب نہ ڈاکٹر کسی نے کہہ دیا کہ ایک ولی اللہ پکڑیا کے پنجے بیٹھے یا د خدا کیا کرتے ہیں چہرے سے نور برستا ہے کسی سے لیتے ہیں نہ دیتے ہیں ٹھا کر نے سنتے ہی اپنے بھائی کو بھیجا ہم ساتھ گئے۔ چہرہ بشاش کہ آج پالا ہمارے ہاتھ رہا تو عمر بھر چین سے گذرے گی ہمارا پوچھنا تھا کہ سب اٹھ کھڑے ہوے۔ ہم کسی سے بولے نہ چالے (قدم درویشان رد بلا) یہ آواز بلند کرکے کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ بڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے دیکھا کہ لڑکے کا بڑا حال ہے بچا حال ہے ٹھا کو قدموں پر گر پڑا ہم نے پیٹھ ٹھوکی اور لمبے لمبے ڈگ بڑھائے جلدیے۔ اُس دن حسن اتفاق سے ایک یورپین ڈاکٹر دورہ کرتے ہوئے اُس گائون مین آئے۔ اور انکے معالجہ سے مریض چنگا ہو گیا اب لطف دیکھیے کہ ڈاکٹر کا تو کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ سب ہماری تعریف کرتے ہیں۔ کوئی عیسے بنانا ہو کوئی خدار سیدہ کہتا ہے ٹھا کرنے ہمیں ایک ہاتھی اور ہزار روپے دیا۔ وہ ہم نے قبول نہ کیا سبحان اللہ پھر تو ہوا بنو گئی سب بوجھ رہے ہیں ہم مین کوئی بیمار ہو تو ہم پوچھے جائیں۔ کوئی مرے تو ہم بلائے جائیں۔ میان بیوی کی شکر رنجی مین ہم قاضی بنتے ہیں۔ باپ بیٹے کا جھگڑا ہم فیصل کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک ڈالیوں پر ڈالیاں اور نعتوں پر نعتیں ہمارے سامنے جی رہتی ہیں۔ عورت مرد غریب و امیر بڑنا و پیر سب زیارت کو آتے ہیں۔ ہمارے آزاد منش میاں کش پاکیزہ مشرب عالی گوہر فرخندہ اختر معزز ممدوح میان آزاداب حکیم بلیناس فرزانہ کی روح بن بیٹھے بھی کیا کیا فقرے یاد ہیں۔ اچھا روپ بدلا۔ شاہ جی کو وہ

گیڑ بھکی بتائی کہ آئے عواس غائب ہو گئے ریشراکب نشہ نے
سمندر وحشت پر ایک اور کوڑا جھایا لکڑی کا سالہ حال ہو ہو
کہ سنا یا۔ واٹھ اچھا سہل نسخہ ہاتھ آیا۔ شاہ صاحب کی قلعی
کھل گئی۔ بیچ ہی ہر فرعون نے راموسے گاؤں بھر چڑکھا یا تھا
خوب دامن تزدیر پھیلایا تھا۔ اب پھنسنے پڑا۔ میان آزاد نے
جب دیکھا کہ مارے بوکھلاہٹ کے انکی جان پر بن آئی ہو تو
نشہ دی اور یوں بچھایا۔ سنو شاہ جی سہل سے سما اور ترقی
شریاتک اپنا راج ہی لیکن ہماری بیعت لاؤ ہمیں اپنا پیر بناؤ
تو چھوڑ دین اس وقت تو مزے سے پانوں پھیل کر سوراہوں کی طرح
بگڑ گم گاؤں بھر میں غلغلہ ڈال دو کہ ہمارے پیر قدس نے
قدم رنجہ فرمایا ہے۔ مگر ہمارا سن دوسو گیارہ برس کا بتانا اور
سب سے کہہ آنا کہ ابھی نام خدا سبزہ آغاز ہی اور جوان طنازی
معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ جی کی باچھین ٹھٹھکیں کہ چلو کسی طرح
جان تو بچے نور کے ترے تمام گاؤں میں اس سرے سے اس
سرے تک بکار آئے۔ کہ ہمارے پیر قدس آتے ہیں جسے دیکھنا کہ
دیکھو۔ شاہ جی کی تو وہاں دھاک بندھی ہی تھی جب لوگوں
نے سنا کہ انکے بھی ولی ٹھٹھکے آئے ہیں تو شوق جزا کہ زیارت
کو چلیں دودن اور دو رات میان آزاد نے کسی کو رخ تابان
نہ دکھایا۔ تیسرے دن فقیرانہ لباس پہن کر ہرے ہرے پیر
کے ٹھٹھے ٹھٹھے سایے میں آن بیٹھے میان آزاد کا مقام
دنازک اندام حسین و جمہ بین تو تھے ہی شہر فی تہ ہند اور پیر
نے آتش حسن کو اور بھی بھڑکایا دیکھتے کیا ہیں کہ بوچھٹے ہی زن
و غریب و امیر برناو پیر زیارت کو آ رہے ہیں بھٹ کے بھٹ
جمع۔ ہندو اور مسلمان کی عورت جو ان کو دیکھ کر ان کی آنکھوں
سے خون ٹپکنے لگا۔ جو ان کم سن جادو جال زہرہ مثال۔

شوخ و طناز خوش انداز سراپا ناز زیور سے مزین لباس
گراں بہا سے مشین چھپا چھپ کر مٹی چلی آتی ہیں دس دس کو سس
فینسون پر سوار بھد شوق زیارت کو آئی ہیں لیکن طر حدار
مہربان ساتھ بانکی اداسے فینس کے کونے پر ہاتھ۔ کوئی بٹے
ٹھٹھے سے ڈوٹی پر کوئی پیادہ یا غنچہ کھلا ہوا ہے۔ میان آزاد نے
دل ہی دل میں انکے درنا کو خوب صلوایتیں سنائیں کہ فقیر اور
باکمال کا نام سنتے ہی کیا جھٹ سے بھیجید یا۔ خدا کی مار۔ ان کو
اتنی عقل بھی نہیں ہو کہ ذرا دل میں سوچیں کہ ہم بھٹے کمان ہیں
اتنی توبہ۔ اتنی توبہ۔ میان آزاد نے نہایت جوش و خروش اور
نصاحت و بلاغت کے ساتھ اشعار اور آیات پڑھنا شروع کیں
اور خوب ہی بنے بھٹی واٹھ کیا بھڑیا دھسان خلقت ہی جس نے
پرے رنگ سے وہی خدا رسیدہ بن بیٹھا۔ دینا بھر کے فیکری
فقیر کے لباس میں مال مارے ہیں۔ اور اکثر تربیت یافتہ تھا
مسن تک انکے باکمال ہونے پر گنگا اور قرآن اٹھاتے ہیں
کوئی ذی عقل سمجھائے تو انکی آئینہ گئے پیرین سے

خیانت سے مکائد سے دغا سے
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

صحبت ندان محاشام و مہوشان نازک اندام

گھٹا کالی کالی دھنکال لال	کھنیا کے ابرو پر جیسے گلال
گھٹا اور بجلی میں آج چوٹ	ہوا آبی ڈوپٹے میں چمکے کی گوٹ
گلستان عالم میں چھپائی گھٹا	وہ آئی وہ آئی وہ آئی گھٹ
سیہ ابرو پر سے ایسا اٹھا	میں سمجھا کہ کعبہ کا پردہ اٹھا

آزاد خانہ برباد متانہ وار چھو متے چلے جاتے تھے کہ ایک
کرے سے آواز آئی (اتنی ارج موری مان) ابو ہو ہو تھوڑی

<p>تھوڑی چھوٹا سبزہ لودمید کی بہار۔ ننھی ننھی بونین۔ ابر طرخیز نسیم سحری شک بیز۔ ترکے کا دقت اس صدے خوش آہنگ کے سنتے ہی میان آزاد نے اُسی جگہ ایک کیاری میں بستر چایا پھر آواز آئی (پیاسے اتنی ارج موری مان) ابو ہو ہو واہ استاد تم تو اپنے وقت کے میان شوری نکلے۔ کیا تان سین کے قبر کے بیڑ میں ایک بقی بھی باقی نہ رکھی جڑ سے پھٹا کی تک سب جٹ کر گئے۔ ہاں ذرا اپنے سروں میں پھڑپھڑے پھڑپھڑے (سیان پیاسے اتنی ارج موری مان) اتنے میں اُس کمرے سے قہقہے کی آواز آئی۔ اور دس پانچ آدمیوں نے گردن نکال کر میان آزاد کو دیکھا کہ ایک تھالے میں دو زانو بیٹھے موجیں لے رہے ہیں۔</p>	<p>گویند بہشت و حور و کوثر باشند و انجا مے ناب و شہد و شکر باشند بیر کن قلع بادہ کہ معلوم نیست نقدی ز ہزار نسیم بہتر باشند</p> <p>شراب ایک ہو کوثر کی ہو کہ لندن کی اک اپنے واسطے ز اہر حلال کرتے ہیں</p>
<p>ایک۔ حضرت یہ خانہ بے تکلف ہے بسم اللہ تشریف لائیے۔ میان آزاد نے اُو دیکھا نہ تاؤ دن سے کمرے میں داخل۔ السلام علیکم۔ دوسرا۔ وعلیکم السلام۔</p>	<p>مگر بندہ محروم ہو۔ اب اُس جلسہ احباب اولوالالباب بادہ خوا وے گسار بلا کوش ساغر نوش سرخوش و مدہوش جفا کش دلش کی چپل ہل کا حال عبرت مال بگوش ہوش سنئے۔ فراخ و وسیع میدان میں ایک ایوان سپہر لوا ہے۔ چو طرفہ سبزہ روئیدہ کی لہک اور گلہاے مشک بیز کی ہمک۔ بقول عنایت اللہ خرد آگاہ نمک ریزی سبزان بہار و امشگری مرغان چمن زار و ستار روے آب رود بار و قہقہہ تدر و ان خوش رفتا رو پاسے کو بی غزالان مینا سم و ضیا گری طاؤسان مرصع دم و مرغی کہ عجیب لطف بہار ہو۔ سرور بار چمن کا چویدار ہو۔ بستی کے باہر گئی طہر کے پٹے پر بلغ ہو جسکے ہر چہا سمت جنگل اور راغ ہو۔ ایوان نیشان کے بچوں پنج ایک جے سجائے کمرے میں بزم طرب آراستہ اور محفل سرور پیرا ستہ ہو۔ چاندنی وہ صاف بھی ہے کہ چاندنی بھی شرمائے۔ اور ادھر وہ کی گلابیان چینی ہوئی ہیں صراحی گردن کشی کر رہی ہو۔ لعل آتشین خوان جواہر روح کے جام منتظر ہیں کہ لب سے لے۔ ہمارے یا رطرح دار میان آزاد نے کہا کہ حضرت ہم غریب الوطن آدمی ہیں۔ ہمیں شرکاسے جلسہ کی مختصر کیفیت سے آگاہ کیجئے مالک مکان بول اٹھے کہ ہم سب اپنی اپنی تعریف آپ کہ چلیں گے۔ ذرا دور تو چلنے دیجئے یہ کہہ کر حضرت نے گردن شیشہ پائے پر جھکائی اور شراب ناب اور مصفا اُڑائی۔ دور چلنے لگا۔ اب طربناک کا وہ سرور جہا کہ سب سیہ مست ہو گئے۔</p>
<p>تیسرا۔ وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہو کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں</p> <p>چوتھا۔ بندہ نواز۔ ادھر تشریف رکھیے آپ تو کائناتوں میں گھسٹتے ہیں خیر ع۔ صدر ہر جا کہ نشینہ صدر است۔</p> <p>پانچواں۔ گستاخی معاف۔ آپ کس طرقت میں ہیں</p>	<p>آزاد۔ از مذہبم پیرس نہ مومن نہ کافر من رسم این دیار ندانم مسافر</p> <p>چھٹا۔ کیسے کبھی جام بھی دیکھا ہے۔</p> <p>آزاد۔ اے حضرت یہ نہ بوجھیے۔ صبح اُزرق ہوا اور بام وق ہو۔ شراب شیراز ہو تو عمر دراز ہو۔</p>

ایک آہ گل دین فیض عامت سبحان اللہ چہ بلگرامے	پانچویں گفتگو عاشقان درکار شب جو شمش عشق ست فی ترک ادب
لیکن حضرات بادہ گسار اور عشاق زار کا وہاں کال ہی ہو گیا فضلہ اشعر الکمل کی نکسال ہو اور وہ مین لکھنؤ کے بعد چہ بلگرام ہی کا نمبر ہی۔	ہمارا اشعار و نثار صوفیان صافی طینت عالی گوہر و راست کردار کا ہی عقیدت و طریقت وجود و وحدت پر پہنچی ہم وحدت وجود کے قائل ہیں۔ روزے سے غرض نہ نماز سے سروکار نہ جو فقہ و فہم سے بجائے اسکی نجات ہو۔ ہم اُس واحد حقیقی کے افراد ہیں جسکی وحدت سے اس عالم افراد میں یہ کثرت ہے۔ سنو۔ یقین مانو وحدت عین کثرت اور کثرت عین وحدت ہو۔ عالم مشاہدہ میں ایک مثال اسکی دیتا ہوں جس سے اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ مقولہ نظری ہے برہی ہو جائے۔ دیکھو ایک تخم خریرہ ہم نے بویا اُسے اپنی طبیعت سے اپنے کو ایک پودے اور چند پتوں میں ظاہر کیا۔ پھر بڑھتے بڑھتے چند عرصے میں اُسے اپنے تئیں پھر اپنی اُسی ذات خریرہ میں ظاہر کیا اور اُسی تخم میں اب دیکھو ایک تخم واحد نے جمین وحدت ہی وحدت تھی کہ قدر کثرت میں اپنے کو جتایا پھر وہی بیج کا بیج۔ چنانچہ ہمارے امام ہدایت اور شیوے رشادت نکتہ رس علی الاطلاق حکیم الاشراق مولوی صوری و معنوی قدس سرہ انھنی و الجلی اپنی تفسیری میں اس مطلب کی طرف اشارہ بہ این اشعار فرماتے ہیں۔ ۷
دوسرے۔ بندہ رئیس پنجاب ہو جو تمام عالم میں انتخاب ہو۔	
چہ پنجاب انتخاب ہفت کشور فضائے نشہ مستی ہوایش غبارش آب و رنگ چہ گل ہر جاسزہ از خاکش و میدہ خاکش سایہ پر ہاے بلبل بہر شمش بتان گرم بازار	قسم خوردہ بہ خاکش آب کوثر زینے کا سماں خاک بالمش گیا ہش و لرزے زلف بلبل سُخ فو بان پریشش خط کشیدہ جواب یک چمن خندیدن گل پے سود اول عاشق خریدار
تیسرے۔ خاکسار کا مسکن و مولد خطہ مینو سوا و کشمیر حنت ظہیر ہو جو باغ نعیم سے بھی زیادہ دلچسپ و دلپذیر ہو مرغزار نریت پر سبز طرافت افزا۔ و اللہ عجب گلزمین ہی با قدر و کش بہشت بنا ہے۔ ۷	
ہر سوختہ جانے کہ کیشمیر درآید از بسکہ کند جذب طوبت خط کش این سبزہ و این خمیر این لالہ این گل بنگر کہ ز فیضش چہ شود گوہر یکتا	اگر مرغ کباب ست کہ بابا لالہ اگر کاسہ صینی ز ہوا پر حجر آید آن شرح ندارد کہ بگفتار درآید جائیکہ خرف گر رود آغا گرا آید
چوتھے۔ سنا رضوان بھی جب کا خوشہ چین ہے وہ بیشک لکھنؤ کی سر زمین ہے	
سبحان اللہ کیا طبقہ مردم خیر ہے۔ زبان اور لطف بیان نکتہ رانی اور غزل خوانی اہل لکھنؤ ہی کا حصہ ہے جو شاعر ہو خدا سے سخن جو نثار ہو کامل فن۔	شب از مطربک دلخوش باد ویرا چنان در جان من سوزش اثر کرد ہمیں کچھ مالک و مجذوب سے مطلب نہیں ہم اپنی کو اُسی سے

<p>فی سے عبارت ہو چاند کی فیکری دلی تمنا ہو کہ لوگ ہر دم اسے منہ سے نکالے رہیں جب ہی کہا ہو کہ سع۔</p>	<p>نگائے بیٹھے ہیں۔ فقہ و حدیث سے غرض نہیں۔ ۵ جام جم رکھ دے طاق کسری پر میرا چلو شراب سے بھر دے</p>
<p>وزجدالی ہاشکایت می کند</p>	<p>بلا انما انحر و المیسر جس من عمل الشیطان قرآن میں آیا ہو مگر</p>
<p>اکھوین صوفی بیا کہ آئینہ صاف ست جام را تا بگری صفای موعیل نام را</p>	<p>یہ ہم لوگوں کے واسطے نہیں ہے اچھا یہ صحیح ہی تھی۔ و انتہا اکبر من نفعا۔ لیکن ہمارے پیر نغان اور ہادی دوران دیکھو کدھر</p>
<p>راز درون پردہ زردان مست پرس</p>	<p>جاتے ہیں۔ ۵</p>
<p>کین حال نیست صوفی عالی مقام را</p>	<p>دوش از مسجد سو میخانہ آمد پیر یا حبیبیت یاران طریقت۔ ازین بار</p>
<p>یہ یاران سریل کی بھجک ہے۔ بیان زہاد اور صوفیان صافی کا کیا کام۔ جام اور بادہ گلاب کا ذکر چھڑے۔ یہ حقانی باتیں مراد کر کر اکیہ دیتی ہیں۔ والد مرحوم بڑے بیوقوف تھے۔ چیر غٹو کر کے</p>	<p>لہریدان رو بسو کعبہ چون آیم چون رد بسوی خانہ خمار دارو پیر یا باقی رہا عذاب عقاب تم جحیم یہ نقطہ شرعی دھڑکا ہے۔ ۶۔</p>
<p>ہمین بد سے بھگیا اسپانگ بابک بھی ہنوز نہ ختم کی تھی کہ ہم بھاگ کھڑے ہوے۔ سلیٹ کو کلو اور کی بھٹی پر گرد رکھ خوب راسی اڑائی۔ انغرض صبح سے چار بجے تک ترزبانی اور شعر خوانی بادہ انگور خوردہ کی چسپکولیاں رہیں۔ لطیفے ہوا کیے۔ چار بجے کے بعد حضرت آزاد نے زبان کھولی تو یہ سب بند ہو گئے۔</p>	<p>بہشت اک باغ ہی دوزخ بھی ایک شرعی دھڑکا ہے چھٹے ۵ کیا بادہ گلگون سے مسرور کیا دل کو آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو</p>
<p>آزاد ۵ دن رات گفتگو ہو شراب و کباب کی کیا منہ لگوں نے یار کی صحبت خراب کی</p>	<p>صوفی عالی مقام کو اینجانب کا سلام۔ حضرت آپ کی گفتگو سے عاشقانہ اور کلام صوفیانہ سے طبیعت کو سرد حاصل ہوا ایمان بھی دوزخ اور بہشت کو شرعی دھڑکا ہی سمجھتے ہیں۔ ۷۔</p>
<p>اس صحبت اور جلسے پر خدا کی مار۔ اور شراب خانے پر شنیائی پھٹکار۔ لاول و لا قوۃ۔ یار و اخلاق سیکھو آدمی بنو آدمیت کا سبق تو منافع ہند ابا و ابرا و مضار صحبت اشرارین تیز کر دو</p>	<p>اہکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے خوش کرنے کو غالب خیال اچھا ہے</p>
<p>یہ نہیں ترشے سے بیٹھے تو بھور ہو گیا۔ شام تک سوا بیانہ و میخانہ کے کوئی چرچا ہی نہیں۔ ان بزرگوار کی جمعیت کے صدر تھے کہ اپنے باب کو بیوقوف بناتے ہیں۔ گرد و انداز نکیتے پیچ ہیں۔ یہی تو انکی بیوقوفی ہے الہی تو بہ۔ الہی تو بہ</p>	<p>ان روزہ رکھنا اچھا ہے کشف رطوبات ہوتا ہے۔ مولیٰ فام دانش لباس ہمارے مشرب زندانہ میں بھی جائز ہے۔</p>
<p>کیا اشغال فرخندہ ہیں۔ خدا پناہ میں رکھے اور صحبت</p>	<p>ساتویں ۵ اگر بیا ید ملک الموت کہ جانم برد بے دوسرہ چھپنا کشی روح میدان ندیم</p>
<p>۵ مولانا۔ چوک گئے۔ مولوی معنوی کے شعر کے معنی اچھے حل کئے۔ ۶۔</p>	<p>۵ مولانا۔ چوک گئے۔ مولوی معنوی کے شعر کے معنی اچھے حل کئے۔ ۶۔</p>
<p>۵ مولانا۔ چوک گئے۔ مولوی معنوی کے شعر کے معنی اچھے حل کئے۔ ۶۔</p>	<p>۵ مولانا۔ چوک گئے۔ مولوی معنوی کے شعر کے معنی اچھے حل کئے۔ ۶۔</p>

<p>بد سے بچاے - ۵</p> <p>حیث از تو کہ روزی کہ نقیم باغی از بلبل غافل و حریف زانے</p> <p>صحبت اینجا موثر است آگہ باطل اور آب روی تری در آتش باغی</p> <p>یہ شراب خانہ خراب نے لاکھوں گھر بٹائے۔ یہ ہزاروں جداروں کو گدراے بیٹھا بنائے۔ مٹھنگائی اور مٹھکی کھائی۔ فلک رخت تاجروں کو اسنے خاک میں ملا لیا۔ جماعیوں کا دوا لہ بسنے نکلے لایا</p> <p>یا خدا مردے یا خدا مردے - ۵</p>	<p>اسپر کٹاؤ تھے۔ سب بیخود۔ بیہوش۔ بیقابو۔ بیدل۔ مجھے ہر سروپا کی خبر نہیں ایک رند عالم سوڑو آزادہ نمہ سنجی کے دلدادہ نے جوتائے کی فرمائش کی۔ کہنے بھر کی دیر تھی سارنگی غضب ڈھانے لگی اور مجھے پابند یا لیکو مور کی آواز خوش آنے لگی۔ ادھر مطرب کی ناخن بازی ادھر خوش الحانوں کی نازک دازی بیکردن کی واہ واہ۔ الحمد للہ خدا کی پناہ کسی سیدہ جردہ شیرین حرکات نے خدیوہ مصر سخن واقف و روز ہر فن عراقی آن جہان کی۔ غزل گائی اور ہاتھوں ہاتھ داد پائی۔ ۵</p>
<p>زچوب تاک گویا خود و رساخت این مطرب کہ خوش مستانہ بیرون نغمہ ہا از ساز سے آید</p> <p>اُن یاران صادق و دوستان یاران بادہ نوش و بزمہ سنجان عشرت کوش میں دن بھر تو وہ چہل پہل قہقہے اور چہچہے رہے سر شام سے نالچ رنگ کی دھوا چو کڑی جھی۔ خانہ باغ میں جس کے درو دیوار سے صحرا یت برستی تھی شامیانہ عیش کا شانہ بعد حشمت شاہانہ نصب ہوا۔ یاران سر بل بیٹھے رنگ لیاں مناتے ہیں۔ مگر خان پری چہرہ شادیا نے بجاتے ہیں۔ طبلے پر تھاپ ہو۔ گت بج رہی ہے۔ حاضرین جلسہ زیر و بم سے دانا چڑھاؤ اتار کے سمجھنے داسے خوش خوش رو خوش گلو۔ کوئی تان سین بنا بیٹھا ہے کوئی بیجو باولا گردن سب کی بل رہی ہوا اباہا۔ اہوا ہو ہو۔ واہ واہ واہ۔ اے سجان افشا صد قربان جاؤں کیا گلا ہو۔ یہ گلابا نگ توصیف و طفنہ تعریف ہر سمت بلند ہے۔ ایک بت پندار شوخ و ستمگار نے یہ غزل عجب لطف و انداز برنائی اور شان خود آرائی سے ادا کی۔ ۵</p>	<p>صنما رہے قلندر سزا دہن بنائی کہ دراز دور و یدم رہ در رسم پارستانی</p> <p>بطواف کعبہ رفتم ز حرم نذر آید کہ بردن دھچک دمی کہ درون خانہ آئی</p> <p>درو دیو چن دم ز درون نذر آید کہ بیابا عراقی تو ز خاصگان مائی</p> <p>اسکا مطلب تو دہی جا رہی تھی گریو بیان چو طرہ اچھلنے لگیں سحر کاذب کے وقت جب پیدہا بولنے لگا۔ اور نیم سحری مشک خنبر سے سبھی ہوئی بہشت اطمین لانے لگی تو کمرے کی فرمائش ہوئی زلفین پریشان مست و خوش الحان سب حاضرین جلسہ دان و فرحان مگر حضرت آزاد آرزوہ و گریان۔ لا حول گویان یہ اعتدالی اور بے عنوانی۔ بحر بیجائی کی روانی و طغیانی دیکھ کر کادال میں فسق و فجور سے بھر گیا۔ چہرہ ماسے غصے کے لال بھبھو کا بدن میں رخشہ۔ فزع کبھی تو کبھی ماشہ معلوم ہوتا ہے ایک دھوکو پھاٹک یا گھسن ٹی بتائینگے۔ چکت دریا ہی چاہتے ہیں۔ آٹے ہاتھوں لیا ہی چاہتے ہیں۔ اتفاق سے اس تھکے کی صحبت میں ایک صاحب کا بھی گزر ہوا تھا۔ اور وہ بیچاے نے بھی تھے میان آزاد کے بشرے سے تار کٹے کہ اس صحبت سے حضرت بہت کسیدہ خاطر ہیں وہ بھی اُسے متفق الہاے تھے لہذا دونوں میں سرگوشتی ہوئی۔</p>
<p>خدا جانے یہ آرائش کرے گی قتل کس کس کو طلب ہوتا ہے شانہ آئینہ کو یاد کرتے ہیں</p>	

خواجہ۔ یا حضرت مجرا عرض ہے۔

آزاد۔ سبحان اللہ۔ اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی
یہ ریش سفید یکمشت و پانزدہ انگشت۔ اور یہ سستہ تقریر یہ جب
دوستار اور یہ شعار کہنے لگے مجرا عرض ہی تسلیم آداب کو نشہ نگ
السلام علیکم بالاسے طاق۔ تاج رنگ کا صانع حفظ ہی۔ وہاں
جگت بازی استغفر اللہ۔

خواجہ۔ قبلہ یہ دیکھئے واللہ ہی کہ میں بھی گھبرا اٹھا۔ یہ بیجائی دیکھی
نہیں جاتی جو ہر مست۔ جو ہر نذر بات۔ جو ہر پھکڑ یہ دیکھئے
ہو کہ آپ کے چہرے کی رنگت سے بھانپ لیا کہ اتنی محفل میں ایک
یہ ہمدرد ہیں۔ یہ دیکھئے واللہ ہی کہ یار لوگوں نے ترکا کر دیا مگر
آنکھ تک نہ چپکی۔ دیدے بھاڑ کر دیکھتے ہیں۔

آزاد۔ جی ہاں اور ابھی کوئی نیک کام کرتے ہوئے تو چراغ جلے
سے پڑ رہتے۔ ایک جو منکتا۔ مگر اس پھر کہنے اور چپکے
قربان کہ چار پہر بیٹھے ہی بیٹھے کاٹ دیے۔ اٹھنا دو رہنے تک کی
قسم ہی۔ ستم ستم ہی۔ ویدرم مقہ حلیم بر حلیم بھری جاتی ہی۔ خمیرا دوسر
مشکوہ و صوان دھارا ڈربا ہی۔ گلو ر یون پر گلو ریاں چلی آتی ہیں عطر
کی شیشیاں اندھائی جاتی ہیں۔ سچ کہوں حضرت پہلے تو
آپ مجرا ایسا بالالائے کہ میں سمجھا کہ آپ بھی اس چھٹی ہوئی محفل
کے چھٹے ہوئے ہیں مگر آپ تو بندے کے ہمدرد نکلے۔

خواجہ۔ یہ دیکھئے واللہ ہی کہ یہ جتنے حضرات نظر آتے ہیں سب
شرفا کے صاحبزائے ہیں۔ نصف تو امرا کے لڑکے ہیں ڈالٹی
سے خوش۔ باقی ماندہ مفلس کا کفن کو یا س نہیں مگر بانگین پر
جان جیتے ہیں۔ مگر میں فاقہ ہی۔ رمضان شریف در پر کھڑے ہیں
ہر مینے مرحیوں کی طرح ارٹے ہیں۔ ٹوپی ہی تو جو تا غائب غلہ جو
ہی تو ٹوپی ندارد۔ لیکن کرتے نکلتے ہیں۔ پڑھنا لکھنا تلاش معاش

سب کی دُمن میں رستا۔ لنگوٹی میں بھاگ کبھی رنگ کبھی ران بھیر وین
ہو یا اور بھاگ امر آزادوں کو دیکھئے واللہ ہی کہ کیا قطع بنائی کیسی
وضع بھائی جنگے پاس روٹی کھانے کو نہیں وہ تحصیل علم سے باز رہیں
تو مضائقہ ندارد مگر انیسے کوئی اتنا تو پوچھے کہ کیوں بھی تم پر کون ایسی
سخن پڑی تھی کہ کالج چھوڑ بیٹھے عربی پڑھی نہ انگریزی۔ مہجی گری
کہو گے یار نگر نری جگت بولنے میں سب طاق ہیں۔ ابھی
کوئی ضلع بویہ دیکھئے واللہ ہی کہ سب سب عطوی کی طرح چہچہ
ہوتے ہیں یا نہیں۔ ہاں ذرا چھیرے تو آپ کو واللہ یس ایک
فقہر چست کر کے چپکے ہو رہے وہ برسوں تک بے جا بین گئے۔
آزاد۔ حضرت مجھے تو انکی صورت سے نفرت ہو گئی بس چلے تو
کھڑے کھڑے شہر بند کرادوں ابھی جس دن ام بھور دیے شور
کا حکم نافذ کروں یہ ننگ خاندان پیدا ہوئے ہیں۔

زمان باردار اے مرد شیار	اگر وقت ولادت مار زائید
ازان بہتر بہ نزدیک خردمند	کہ فرزندان ناہموار زائید

جلسہ برفاست تابہ چاشت۔ وقت دروہنگام کاشت۔ پاس
مرایت گاہداشت۔ یہ بے کلی صدا ایک کونے سے آئی بیلون
بغیر سنبھالا۔ ڈھار یون نے بوریابندھنا اٹھایا۔ عابد فریدون نازد
سے قدم بڑھایا صبح کی نوبت بجنے لگی مرغ نے بانگ لگائی شوائے کا
گھٹاٹھناٹھن بجنے لگا۔ مؤذن نے مسجد میں اللہ اکبرنا شروع کیا

منشی سحر ہاکد میں لے کر قلم زر	لکھنے لگا منصوبی و معزولی لشکر
لے فرشتہ کو کیا خارج دفتر	منصوب ہو اعلیٰ درزانی جگہ پر
مہتاب یہ جاری تھا قلم امر منی	پردانہ چراغون کو ملا بر طر فی کا

شمع گل پگڑی غائب۔ رند جھٹ سے جاننا زچھا منار پڑھنے لگے
ایک سحرے نے اپنے قریب کے یار عیا کو ڈھکیں دیا تو فحہ کے کھل زمین
دوسرے نے ایک کی کھوپڑی پر چپ جالی تو ٹوپی دقت میں سر سے چھو کوٹھی



<p>برات کی دھوم</p>	<p>بتا دیارون شائے بیدار پانچوین نے باواز بلند کہا۔ سہ بنکار رواج خوب چلو گئے۔ چھوڑو کہیں لطیف بہت بڑے چکے ایک اور بادہ گسار نے دیکھا کہ وہ سب مری رہے ہم ہی پھسڑی رہا جاتے ہیں فرمایا۔ سہ</p>
<p>ایک رئیس گردون مدار و امیر باوقار کی ایک خضر فزندہ اختر تھی۔ رئیس موصوفت نے شکوہ بہ ناز و نعم بالا۔ جب لڑکی کچھ سیانی ہوئی تو اسکی شادی کی فکر پیدا ہوئی۔ بٹے بٹے نام پر آوردہ رؤسے ذوی الاقتدار کے یہاں سے پیغام آنے لگے۔ دور دور تک اسکے حسن جمال کی شہرت ہوئی آخر کار ایک رئیس الاقبار و جم اقتدار کے ساتھ نسبت قرابانی پھر کیا تھا طرفین سے تیار مان ہونے لگیں۔ اشعق کی سہرہ فزائش ہو کچی چلتا ہی سب جمع جتھا لٹاویں آنکھ بند کر کے خرچے لگیں ایک نے اسی ہزار روپیہ قرض لیے دوسرے نے قلعے کے کوٹے کیے دونوں نگوٹی میں بھاگ گھیلنے لگے۔ جوڑے بنے۔ خدمتگاروں ماماؤں جیوان نوکر دن چاکروں نے بیش بہا جوڑے پھر کالے۔ خوب نام فطرت پارات کے دن بٹے کر دفر سے برات بھی گئی دونوں طرف خوب ٹھاٹھ تھکے۔</p>	<p>فصل بہار آئی بیوسفیو شراب اس ہو چکی نماز مصلّا اٹھاپے چلیے حضرت اندامیان پر احسان کر چکے۔ نماز پڑھی یا نہ پڑھی نہ کر کے مستعد تھے۔ الاعمال بالنیات۔ پھر غوث کا ہو گا ہی نہ بھی نماز چاہے ایکسین پیاس بارھٹا ہو جائے۔ نماز خفتن پڑھ لیں گے چلو چھٹی ہوئی میان آزاد کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا کہ یہ سواد الوجہ فی الدنیا حضرت قادر ذوالجلال سے بھی نہیں چوکتے نماز میں بھی دل لگی عبادت میں سحرہ پن۔ خاصے ٹپے ہیں سہ</p>
<p>الماسکس وان تھے جھاڑا فانس یہاں جلوہ فروش تخت طاؤس یہاں چرخ سے چرخ میں سرخ گلگون تھا کسی کا باد رفتار ہاتھی تھے تو مستیوں کی صحت تھی وہ ماہ کہ تھا سوار شہدیز تھا یا برکاب شوق ہمیں</p>	<p>ایضاق دفر کار ہر روزہ ما برطاعت و بر غار و بر روزہ ما خواجہ۔ یہ دیکھئے و اللہ ہو کہ یہ مرتد رحمت رب سے محروم ہیں اپنے تو روٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ دیکھئے و اللہ ہو کہ ہیں ہی بھلی۔</p>
<p>سب سے پہلے نشان کا ہاتھی شب نگ مست صورت دیکھئے انسان ڈر جائے اسکے بعد بڑی دور تک جلوس کی بہار اور ساندھیوں کی قطاعتی عربی ترکی۔ تازی۔ دیلا۔ کیپ۔ انواع و اقسام کے رموار باد و رفتار خوشخام و تیز کام ساز و اسجے بجائے بسے کے بجائے چاندی کا پہنے دھن کی ایسی صورت بنائے چھم چھم کرتے چمکتے جاتے ہیں آرائش کے تخت بٹے صناعان چاکر دست بنائے ہوئے لطف جلوس دو بالا کرتے تھے معلوم ہوتا تھا گلزار رام کے پھول پھولے ہیں سر بنایا تو نقل کو حاصل کر دکھایا۔ چاندو باز دن کا تخت قابل دید تھا۔ کوئی نشے میں جھوم</p>	<p>آزاد۔ بندہ پرور۔ گستاخی معاف۔ یہ تکبیر کلام تو چھوڑیے آپ ایک جملہ بولتے ہیں تو تین سے پنیٹھ (یہ دیکھئے و اللہ ہو) کوئی فقرہ (یہ دیکھئے و اللہ ہو) سے خالی نہیں۔ یہ بری عادت ہو۔ خواجہ۔ یہ دیکھئے نہیں۔ تو بہ تو بہ۔ مگر یہ دیکھئے و اللہ ہے پھر ہی فقرہ نکلا۔ مگر و اللہ اس جوڑ توڑ کے قربان ۳۶۵۔ کی بہت ہوئی سال میں ۳۶۵۔ ہی دن ہوتے ہیں۔ میان آزاد میں صحبت زندان و آشام سے ایسے ناراض ہو کہ بلا نصرت بھاگ گئے اچھی حضرت اچھی حضرت بسینے تو سہی تو سہی۔ واسطے خدا کے پیچھے پھر کے نہ دیکھئے تو نسبت نکالا جائے وہ سنتے کسی میں۔ یہ جاوہ۔</p>

گروہ بری دھت سیل ایک نہیں سنستے تیسرا ہاتھی پکا لڑا لیک بھیا
کچل گئی۔ ایک پنشاخہ والا پس گیا۔ دس دکانین تہ وباللا
ہو گئیں گھبراہٹ اور بدحواسی سے پندرہ میں آدمی زخمی تھے
تسہ میں آرائش لٹنے لگی ہلو ہو گیا۔ برقدار زن کی ایک نہیں جلتی
آدھے تخت لٹ گئے چھڑو بیان اتر گئیں۔ تین لڑکوں کا زیور
اچکوں نے پھیلایا ایک کا کان کٹ گیا رچلوناک تو بچی۔ مبارک
باسے خدا خدا کر کے دھن کے مکان پر برات پہنچی۔ سہ

در تک جو برات ادھر سے آئی کی سب نے ادھر سے پیشوا
باران گلاب و بارش لگی ہو کر بڑھے آگے باجم
قلیان پے مشکبند دھواں ہوا بیٹے چکھے پان کے مزے دار
جب عقد کی انہی ساعت آئی دورشتوں میں اک گرہ لگائی
زلفین ہوئیں چہرے کی بلابین ٹوناوہ نگاہیں سحر آگین

میان آزاد گھنٹوں یہ کیفیت چپکے چپکے دیکھا کیے اور یہ سوچنے لگے
کہ سقد رز زکثیر بیوہ بلا سب مفت بیکار ضائع ہوا اور ہزاروں
روپیہ غارت کیے اگر وہی زلفیہ مور فہ عام اور فائدہ انام میں
صرف ہوتا تو سبحان اللہ۔ افسوس صد افسوس کہ ہندی اس
آرائش پر لٹو ہیں۔ ہم نے کہیں سنا ہی نہیں کہ اس فضول
دھوم دھام سے کسی ملک کو فائدہ پہنچا ہو۔ سہ

ادبار کا کھٹکا حشم دجاہ میں ہی بھاگو بھاگو کہ خوف پس راہ میں ہی
جاگو جاگو یہ خواب غفلت کیسا دیکھو دیکھو اجل کی نگاہ میں ہی

یہ تھکے کی براتیں یہ دھوم یہ رسوم مذموم و ذرا گنہگار حشر خیر ہیں مگر
اہل ہند ان ہی کے ہاتھ بک گئے ہیں۔ وہ ہی کو طرا و عرج سمجھتے ہیں
کہ تمام عمر کی آمدنی ایک برات کی نذر کر دیں۔ دھڑکی کی واہ وا
اس کے بعد حال تباہ عیاذاً باللہ شادی کو غم سے مبدل ہوا کو
وانائی ہو لیکن حیف صد حیف کہ ان امور پر نظر ہی نہیں ڈالتے۔

سہا ہی کوئی ڈکوچم رہا ہی۔ کوئی گڑبٹ تھا مے غین ہی۔ کوئی کتارا
چوستا ہی بعینہ چاندو خانہ کی تصویر کھینچی خیر بڑے کا پتلی کا تخت
رہس منڈل دیکھنے سے دلو سرور ہوتا تھا سوار دکا تخت ستم
ڈھاتا تھا سوار فاکر دیان پہنے کچ ٹکائے ٹھوٹے کی باگ
اٹھائے دھوا دھوا ہی چاہتے ہیں۔ قدم قدم پر آتش بازی چھوٹ
رہی ہو نا آسمان کی خبر لاتے ہیں پچھلے بھڑکی کی تعریف میں اچھے
اچھے آتش زبانوں کی زبان لال ہی چرخ کی کاخ دیکھ کر عقل حرج
تھی۔ کال فن آتشباروں نے بڑی دلسوزی سے آتش بازی بنائی
تھی انار سے تختہ زمردین نظر آتا تھا۔ باجہ والوں کی جماعت ہل
کی دھوم۔ تماشا بینوں کا ہجوم۔ گورو کی لال لال وردیوں سے
گل لالہ کھلا تھا۔ تلنگوئی کالی کالی کریتوں سے حاسد و کمانہ کا لاف
ایک ممت جو ہار غصائے تقری لے پگڑیاں جھانے گھوم رہے تھے
دوسرے ممت خاص بردار رنگین جھنڈیاں اٹھائے پھرتے تھے
رہس شریف عمائد لا تو دغیر محدود تھے جملہ سامان طعنت و مذاق
موجود تھے۔ نوشہ حسین جن میں خلعت بلیش بہار بلیش کیے تھے
وہ بد بھگلوں خوش خان پر سوار تھا گھوڑا ایسا شالیستہ کو دو دو دھتیا
پچھ تک سوار ہو جائے۔ پائوں کی منہدی نے دھن بنا دیا تھا۔ سہ

اسبت کہ خنازیبای تن اسبت کو ہیست کہ لالہ زار درامن اسبت
ز نو غلط کہ آسمان دگرست در رنگ حنا شفق بہیر اسبت

نوشہ کے گھوڑے کے بعد کئی ہاتھی تھے مگنا ادراک دتا اور دم کٹا
اور پاٹھا۔ اپنر دسل دسل بارہ بارہ چودہ چودہ برس کے رٹے سوار
بیٹھے ہاتھی پر ہیں مگر نظر کمرون پر ہی۔ دو دو چوچین بڑے چلے آتے
ہیں الغرض خوب چکر کھاکر اور سوتوں کو جگا کر برات دھن کے مکان سے
تھوڑی ہی دور پہنچی کہ آتش بازی سے ایک ہاتھی بھڑکا دوسرے نے
اٹکا ساتھ دیا۔ فیلبان لاکھ تدبیریں کرتا ہی۔ آنکس پر آنکس ناہی

لکھنؤ کا محرم الحرام	افسوس جہان دوست کیا کیا نہ گئے
میں نے نہیں جگر پر تیر غم چلتے ہیں کیونکہ تیرے خالوں میں رونق ہو زیادہ	میں باغ سے کیا کیا گل عینا نہ گئے تھا کو نساغل جسے دیکھی نہ خزان
میاں آزاد سیلابی آدمی سیر سپاٹے پر اُدھار کھائے ہوئے مگر گشتی کی دھن جو سمائی تو ریل کے انجن کی طرح چل کھڑے ہوئے اور سب سے	دیر پرور کی تربت کو خدا عنبر بن کرے جب قفل دین کھلا جو ابر نکلے
کہ چل کے محرم لکھنؤ کا دیکھ لیں۔ دیکھتے کیا ہیں کچھ گھر شیون شیون گھر گھر کا دین کریم وزاری۔ شکباری جم غفیر مجمع کثیر۔ ایک چلتے تن	ایک ہی رباعی پڑھی اور سامعین چار رو بہ حیرت میں غرق ہو گئے کہ اللہ اللہ یہ فصاحت یہ بلاغت۔ ۵
بول اٹھے اور کیوں نہ ہو مجالس عزائی دھوم دھام ہے۔ لکھنؤ کا محرم الحرام ہو۔ لکھنؤ کی سوز خواتی لکھنؤ کی خوش بیانی۔ لکھنؤ کی	مداہ امیر ابن امیر آتا ہے مشتاق سخن خلق چلی آتی ہے
عزاداری لکھنؤ کی سوگواری از شام تاروم مشہور ہر مرد و بوم ہے تقریب خاتون میں دھوم امام باڑوں میں ہجوم ہو اور ان سب میں	اور انیس مغفور کو خدا بخشے قد و نبات کے ریزے نور کے مرثیہ میں۔ ۶
حسین آباد مبارک کا لیدر فی النجوم ہوا کہ ساتھ ان کے ایک دست بھی ہو یہ تھے انہی بقیاری کا حال کچھ نہ بوجھے وہ لکھنؤ سے واقف نہ تھے ٹوٹے	جو ہر شناس ہو تو انھیں ہوتوں میں تول
جاتے ہیں کہ شہید کو بلا کا واسطہ آں مصطفیٰ کا صدقہ۔ یہیں لکھنؤ کا محرم دکھا دو۔ مگر کوئی جگہ چھوٹے نہ پائے۔ ایک شخص نے ایک لکھ	مضمون انیس کا نہ حیرا اُترا نقاش نے سوطح کی خفت کھینچی
کھینچ کر کہا کہ میاں اب لکھنؤ کہاں۔ وہ لوگ کہاں۔ وہ دل کہاں لکھنؤ کا محرم رنگیے پیا جان عالم کے وقت میں دیکھتا تو ارنی گئے	لیکن ہاتھی لئے گا بھی تو کہاں تک اب بھی اس شہر کی ایسی عزاداری بہشت اقلیم میں نہیں ہوتی۔ اب کیسے کہاں کی سدھیاں ہیں
اوج طو بھی غش کر جاتا ہاں کون کی شمشیر دو پیکر جب بیکو میاں سے دو انگل باہر کسی نے ذرا تیکھی چتون کی اور انھوں نے کھٹک سر دی	اشرون۔ کر بلا کا نظمیں۔ میر باقر کے امام باڑے۔ چو پٹیاں۔ جہان چلو داخل حشرات ہو۔ واللہ بہشت کی بھی کیا سیدھی راہ ہے
کاٹلا ہوا ہاتھ چھوڑا رچھڑا اٹھ لگایا۔ ایک ایک گھنٹوں میں میں میں خانہ جنگیوں کی خبر آتی تھی دکاندار جو تیاں چھوڑ کر سکاٹتے تھے	در بار جناب مصطفیٰ کو دیکھا فردوس میں ہو پئے جو بخت میں ہو پئے

مومن پاک مثل کعبہ سیاہ پوش۔ کوئی نام حسینؑ میں برہنہ نہ چلا جاتا ہے کوئی حلقہ پوشان بہشت کی طرح ہر اہر چوڑا پھڑکا تاہی حسینؑ خیرین اور حبیبان قوس ابرو کی ستانہ چال ماتی پوشاک بھرے ہوئے بال۔ واہ واہ ناز۔ وہ نگاہ غلط اندازہ چھپ چھپ کر کتر جانا کبھی بجانا کبھی مسکراتا بیفکون کی سوسوچاک پھر یان تماشائیوں کی زور آزمائیاں عاشق تنوں کی گھامتیں۔ رفر و کنا یہ کی باتیں یہاں گنوار میں بنیدی لگائے پھر یا پھر کائے گوند سے پٹیاں جلائے حیرت سے باہم چہ میگوئیاں کر رہی ہیں۔

نے لالچی چکنی ڈلی پیشکش کی وہاں جسے حسینؑ آباد مبارک میں چھپ سبھاں اللہ سبحان اللہ یہ امام باڑہ ہی یاروضہ رضوان۔ لکھی یہ مکان ہی یا باغ جنان۔ ہر در دیوار سے محمد علی شاہ فردوس آرا لگا کا نام روشن ہی۔ امام باڑہ سبھی یا دھن کا ایسا جو بن ہی۔ برون بون غصیائے موفور۔ تو منار نور علی نور حیرت تھی کہ یہ کوہ نور ہی یا شعلہ طور ہے۔ سرخ قندیل پر یاقوت احمر پیر اکھائے۔ چرخاغان کی قطار پر متاب پروانہ ہو جائے پھر نہ مصفا جو نظر آئی تو آنکھوں نے عجب طراوت پائی۔

دری دیدی تنگ دھکا تباہے
حسینؑ آباد تو غیر عہر ہی میکندھ

منور ہجو چشم تیز بینان
رسیدہ عمتی اوتاگا و ماہی

بیچھے آغا باقر کے امام ہائے میں کھٹ سے داخل۔ ادھر ہر چہرہ کی قدرت مجسم نظر آتی ہے۔ واہ میان باقر کیون نہو۔ نام کر گئے چکا کا عالم کی لیکن کئی تنگ تماشائیوں کی عقل دنگ۔ ع۔ جے تنگ ست مردمان بسیار دیگر خلقت گھس پیو کر دیکھی آتی ہے

بتوں کی گلی چھوڑ کر کون جادے
یہیں سے ہی کعبہ کو سجدہ ہمارا

ناک ٹوٹے یا سر چھوٹے آغا باقر کا امام باڑہ ضرور دیکھیں گے وہاں جو طرارہ بھرتو پکے پل پہنچے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک پیر فروت دقیا نوس کے ہمعصر بیٹھے اگلے وقتوں کے لوگوں کو در رہے ہیں واہ لکھنؤ کے کھار بڑے نادرہ کار میں ایسا بٹھا بنایا کہ معلوم ہوتا ہے پورے منہ سے اب بولا اور اب بولا وہی سن کے سے بال۔ ہی غیبی جو ہیں۔ وہی چتون وہی پیشانی کی تسکن وہی ہاتھوں کی ٹھہریان۔ وہی کریم وہی سینہ ٹھہکا ہوا۔ واہ سے کاریگر۔ تو بھی اپنے فن میں یکتا ہو۔ اور تیرا بھو اتوا اللہ ہی اللہ۔ وہاں سے جو پلے تو دار و نہ میر واجد علی صاحب مرحوم کے امام باڑہ میں آئے۔ یہاں سوجھ بکھی پر وہ جو بن تھا کرتا باگرا یک نظر چھپ چھپا کر وہ نور دیکھ جاتا تو ایسے غیرت کے بظلمات میں غوطے کھاتا بے تکلف کر سیوں پر جا ڈٹے اہلکاران

اب انکے دوست کو شوق چرایا کہ ارباب نشاط کے امام باڑہ کی زیارت کریں پہلے تو میان آزاد چھپکے۔ اسی حضرت خداوند کیجیے بندہ ایسی جگہ نہ جانے کا اپنی وضع کے خلاف ہی۔ دوست بھی واہد کتنے رکھے پھیکے آدمی ہوائے میان حید کی نازک آوازی شتری کی جادو طرازی۔ گوہر کی چاک دھک بائی کے رخ انور کی جھلک سے کانون کو سرد آنکھوں کو نور نہ حاصل ہوا تو لکھنؤ کا محرم کیا خاک دیکھا اور پیر درم شد خدا اور خدا کا رسول آگاہ ہے کہ انھیں دس دن تو فرے سے جہان چاہیے جائے رنگین کروں پردو گال سنس بول آئیے بچے اور بوڑھے سب پہنچتے ہیں۔ مضمون واہد ہی۔ آزاد۔ یہ کیسے تو خیر۔ چلیے بندہ بھی لہول کر شہید و دین اہل ہو جائے پہلے گوہر کے یہاں پہنچے اصدا مدد داغ عرش برین پر ہی۔ اچھے اچھے

<p>گردن تو گھڑی کا کھٹکا ہو گئی تھی۔ اب بھٹک کر بی بیچھو مشری کے کمرے پر پہنچے انکی لفظی انکی جادو طرازی انکی خوش بیانی انکے طرز سوز و غنائی کی دھوم ہے ارباب صافی مذاق کا وہ ہجوم ہو کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں۔ ۷</p>	<p>رئیس زادے فخریہ مصاحبت کر رہے ہیں۔ ایک بڑے الدار جو ہری صاحب شکستے ہوئے آئے۔ دس روپیہ کی کار چوبی ٹوپی زیب سرفاسی اطلس کا فوق البھڑک دگلہ زیب برسنہری پس ٹکی ہوئی یک رنگ جوڑا خالص مرغ زرین بنے ہوئے۔ خدنگار کے کاندھے پر رنگاری دو شاہ۔ یہ وضع یہ قطع۔ مگر بیٹھتے ہی ڈکے گئے بیٹھے تو ضرب کی طرف پشت کر کے صاحب خانہ نے ایک عجیب ادا۔ سے دربار سے جھڑک دیا۔ او واہ بڑے خوش تمیز ہو ضرب مبارک کی طرف پشت سیدھے بیٹھے آدمیت کے ساتھ۔ جو ہری۔ ماجلا (معاذ اللہ) بیوی مجھے بیٹھ نہیں آتا۔ میان آزاد نے ٹپکے سے دوست کے کان میں کہا لاہل اسے میان یہ بایہ نہہ ٹیم ٹام گھڑکے گئے اور ذرا چین چین ہو پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔ دوست۔ بھائی جان۔ گوہر جان لکھنؤ شان لکھنؤ آن بان لکھنؤ روح روان لکھنؤ ہو رگ رگ میں شوخی۔ ۷</p>
<p>خبر جو بوسہ گاہ پیسہ یہ چل گیا ہسکو بھڑکی کی دھن میں اس لطف سے بڑھا کہ سامعین سر دھنٹے لگے دوست۔ کیون یا کیا لکھنؤ میں زیور پہننے کی قسم ہے۔ آزاد۔ لا حول ولا قوہ تم بالکل ہی گنوار ہو۔ ماتم میں زیور کا کیا گوئے گوئے کا لون میں کائے کائے کرن پھول۔ ہاتھوں سیاہ سیلی بس کافی ہو ۷</p>	<p>قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام اقیامت کرے جسکو جھک کر سلام ایسا خوش قسمت کوئی ہو تو لے کہ اس بت عربہ جو کی گھڑکی ہے حاضر میں ادب گردن جھکائے بیٹھے ہیں جسے دیکھو دزدیدہ نگاہ سے محو نظار بازی ہو لیکن رعب حسن سے بات کرتے کلیجہ لرزتا ہے۔ غور حسن اجازت کر لیا دایو گل کہ پرستے کہنی عندلیب شیدا یہاں سے درو کھڑے ادھے تو فرنگی محل میں حیدر جان کے بیان پہنچے نکلیے خیمہ سے جو ہتھیار لگائے عباٹا پڑھکے رہوار پہ میدان میں آئے عباس اس سوز کو ایسی نازک آوازی سے سارنگ کی مانجھ میں ادا کیا کہ سامعین لوٹن کبوتر ہوئے جاتے تھے۔ رگ اور رگنی تو اسکی نونیون کا نام ہوا وہو ہو ہو کی صدا ہر درو دیوار سے بلند تھی۔ واٹھ کیا یا رگلا یا یا ہو۔ میان آزاد کی اچھین کھلی جاتی تھیں اور</p>
<p>سیاہ سیلی بدست آن لگا سے بشاخ صندی پیچیدہ مائے لیکن یہ سادگی بھی عجیب لطف دکھاتی ہو چلیے ذرا جالیں آکا رنگ ڈھنگ بھی تو دیکھیں۔ نواب باقر حسین خان بہادر اور داروغہ میر واجد علی صاحب مرحوم اور جناب سید العلماء سر شیعہ دندیل سید ابراہیم صاحب اور جناب غازی خان صاحب سابق ناظم کی جلسوں میں گئے۔ ماتم داران جناب سید الشہداء علیہ التہنیتہ اور زائرین مصائب غاس آل عبا کی اشکباری اور گریہ و زاری یقین کامل ہو گیا کہ ماتم داری لکھنؤ پر ختم ہے۔ عاشور کی رات تو خچر کا دن تھا۔ آزاد نے لکھنؤ کے محرم کا خوب لطف اٹھایا۔ اوداع ای اشکبار اوداع آخری یہ شب ہو یا رواداع عشرہ ماہ عزاکا ختم ہے سر کو بیٹو اور پکارو اوداع جبر جاتے ہیں آواز گریہ و زاری جسے دیکھتے ہیں صرف اشکباری رات تو زیارت میں بسر ہوئی۔ ۷</p>	<p>پیدا اشعاع مہر کی مقراض جیتی پیمان درازی پر طائوس شہابی اور قطع زلف یلی زہرہ قہقہہ بھونکتے قبلے سحر چاک جب جیتی</p>

اور کمزوری -

طالب علم - یہ بیچارے طاقت تو انسانی اور کس بل کس کمر سے
لایں زور دیا تو ہی نہیں کہ عطار کی دوکان پر جائیں - دعا نہیں کہ
کسی شاہجی سے رجوع لائیں - انکی توجان عذاب میں ہو دس
برس کے سن میں تو بیوی چھ چھم کرتی ہوئی گھر میں آئیں چلیے اُسی دن
پڑھنا لکھنا چھپرہ پر رکھا نظارہ بازی کا سبق نوک زبان کیا جب
دیکھے چاہتی ہوئی کے مصحف رخ پر نظر ہے نئی دھن کی کچھ اور
ادھیڑ بن ہی - تیرھویں ہی برس ایک چھو کری کے باب یا چھو کر
کے ابا جان ہوئے فکر معاش نے دامن بچوا اکلانی دانی مانا چھو کر
کی فکر ہوئی یہ دبلے پتلے نہ ہوں تو کون ہو سکے بھی جانے دیجیے
ورزش سے طبیعت نفور ڈنڈ گدے سے منزلوں دکنہستی سے
اجتناب سخا مقوی نہیں طرز معاشرت بھونڈا -

میان آزاد اس تقریر پر تنویر سے باغ ہو گئے دلیہیں
سوچنے لگے کہ ہاے انکی جوانی کیسی برباد جاتی ہے - اس زمین
کہیں حضرت گنج و لکشا سکندر باغ کی طوط کھل گئے دیکھتے کیا ہیں
ایک فرخ بخش منز بہت انما دلکش و خوشنما ہنگے میں دس دن بندہ
برس کی انگریزوں کی روکیان اور لڑکے صاف ستھری پوشاک
زیب تن کئے ہوئے کھیلے ہیں سب سیم بدن غنچہ دہن - ایک
پیر کی ٹہنی پر چھوٹا ہی دو سرا دیوار کو رہا رہا خریسے پھونڈا تا
ہے شخ شخ شخ دس برس دو دو میل سے رپ رپ کرتے آتے
میں چار پانچ گیند کھینے پر ٹوٹے ہیں - ایک مقام پر دیکھا کہ رسی کا
سرا ایک لڑکے نے ادھر ادھر دوسرے نے اُدھر سے لیا اور کئی
زمین سے بلند کیا - اور ایک پیاری روکی بدن تول کر زمین
اس پار اچک گئی دوسری طرف سے ایک روکا جھپٹ کر گئی گڑ
رسی سے اونچا وہ کو دگیا کوئی دُور تاج کوئی گڑ کھیلتا ہو سب ہیچ و ندر

یعنی عاشورہ کے دن پو پھٹنے کے وقت تفریہ نکلے - لنگے کاغذ
جو کا تفریہ - موم کا تفریہ - کھیلون کا تفریہ - روئی کا تفریہ پیل کے
بتوں کا تفریہ - اندھون کا تفریہ - لوگرہ تفریہ لاکھون تفریہ
تا لکٹورے کی کمر بلا میں دفنا رہ جاتے ہیں - ارباب نشاط برہنہ
سر برہنہ پا - سیاہ مامی پوشا لنگے جو بن کی آگ کو ادھیڑ بھول گیا لکھن
رو مال نہ شکون سے بھگوانے پائے | منہ آب گھر سے بھی نہ دھوئے پائے
کیا جلد ہوا ماہ محرم آخر | جی بھر کے حسین کو نہ رونے پائے

تندرستی ہر نعمت ہے

لکھنؤ کے محرم کی چپل پہل - علم اٹھانے والوں کا زرد اور بل
امام بارٹون کی تیاریاں صناعتوں کی گلکاریاں نازک انداموں کی
بہار جوانی صادق علیخان کی سوز خوانی ارباب نشاط کی بناوٹ
دکانوں کی سجاد بنو لیون کی سرخ روئی دلبر بیوہ فروش کی دجری
تفریہ خوانوں کی دھوم - تا لکٹورے کی کمر بلا سے علی کا ہجوم میں آباد
مبارک کا نور - نجف اشرف کا لطیف موفور - ماقم داران سید شہد اک
گر یہ دزاری مومنوں کی اشکباری دیکھ کر حضرت آزاد بادل شاد
طاؤس مست کی طرح جھومتے چوک میں آنکھ دیکھتے کیا ہیں کہ پندرہ
میں کم سن لڑکے جزدان دکھائے سلیڈ میں دبائے پچے جمائے پودے
آتے ہیں - پندرہ پندرہ میں میں برس کا سن اٹھتی جوانی کے دن -
گر کم تر ہر جگہ سے خم جیسے تیغ ریختہ دم - گالوں پر کچے پل کے بڑھے
کی طرح جھریان - آنکھیں کھلیں ہیں دھنسی ہو لیں منہ پر ہوا سیاں چلنا
حال ہو - یا اٹھی یہ جھکا ہوا سینہ بہ شانے - یہ ڈنڈ اور ٹین کا
اس نئی جوانی میں قبلہ پیری و صد عیب بن بیٹھے بیراتہ سالی ہیں
تو شاید اٹھ کر باقی مینا بھی وبال جان ہو جائے گا - بڑھ کر

پوچھا تم لوگ فیصل کے فیصل | آتے ہو کدھر سے صورت پیل

میان صاحبزادہ میں ہوت و اندھیرت ہے کہ غفوان شباب

خوش دھرم دور دھوپ میں طاق جس سرطک پر جاتے ہیں
اور جس طرف بار پاتے ہیں یہی تماشا۔ ہوتی حضرت آزاد
اُن ہونا رٹ کون اور گل اندام بڑ کیوں کودل سے دعا دی
اور ہندوستان کے ارباب پر لا حول پڑھتے ہوئے گھر آئے۔

امیر زادوں کو فکر معاش اور نوکری کی تلاش

ساقیا می ہلا کے ٹھلیاں
ساقیا تجھ سے انتجا یہ ہے
مکول کر اک ذری پلا فیون
حظ اٹھایا بہت مسہری کا

میان آزاد صبح منہ اندھیرے تاروں کی چھاؤں میں
بستر ستراحت سے اٹھے معادل میں ٹھان لی چلو ٹھلی ادھر ادھر
تو خوب میر سپاٹے کئے اب ذری عدالت اور کچہری کی بھی ڈھوٹی
سیر کر آئیں۔ پہونچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نق دوق باغ ہو اور
سہانی چھاؤں میں میلا سا جمع ہے۔ کوئی حلوائی سے میٹھی میٹھی
بایتیں کرتا ہے۔ کہیں غوا پنچے والا بیٹھا ہے دگلانی جلو اسوہن ملا کر
حقے ایک سمت تانے کئے جاتے ہیں وہ تراق کہ واہ واہ میں آ
تو آ یہ آوہ آ۔ آدمیوں کا تانا لگا ہوا ہے بیسیوں نشی تھدی
چٹائیوں پر بیٹھے عریضیاں لکھ رہے ہیں۔ مستغیث ہیں کہ
ایک ایک کے پاس دس دس جھڑ کیے بیٹھے قانون چھا
رہے ہیں (ارے منی جی یو کا انٹ سنٹ چٹکھٹیاں سی کھا
دیو۔ ہم تو آپن مجبور تبادت ہیں آؤ تم اپنے اڑھائی پاؤں
اگے چو رات ہو۔ بے مور منی گبی تنک اس سوچ بچار کر
لکھو تاکہ پھر یک ثانی کیا مکدہ ڈھسماے جائے تو مار
گوڑ دھرت ہو دوہی کجا اورے لیو) یہ زبان سنتے ہی میان
آزاد ہنس پڑے گواہ گھر کی طرف حرج کیا تو سچان شہر بنڈین

اور فوق البھوکا چنے ہی چنے نظر آتے ہیں۔ دکلا ادھر ادھر
بیٹھے مقدمے چکا رہے ہیں۔ تو میر زانمش لیکن چلو تانیا
ادھر ادھر دیکھا۔ یار نہ غمگسار۔ نہ کوئی ہان ہون سے شریک
نہ کوئی پرسان حال اکیلا باؤلا مثل مشہور ہے بیٹھے پھر کر دیکھا
کہ ایک دوست کھڑے گلو ریان بنوا رہے تھے۔ جان میں جان
آئی۔ ماسے خوشی کے باچھیں کھل گئیں۔ فرط ابہتاج سے بول
اٹھے کہ اے حضرت (ہم بھی ہیں باپنجوین سواروں میں) افادہ
آپ ہیں۔ آئیے۔ کہاں بھول پڑے۔ جی یون ہی چلا آیا دوست
نے کہا آئیے کچہری کے اندر چلیے دو قدم بڑھ تھے کہ چیرا سی نے
کرٹک کر آواز لگائی (سبتا یگ حاضر ہے) ایک انبی کے پاؤں
رٹ کھڑائے۔ بیڈھیوں سے رٹھکتے ہوئے دھم سے بیچے۔ یا علی
ایک ٹھٹوں نے کہا واہ قبلہ دیکھیے یہ شرط نہ تھی گرے تو مگر نہ
درگاہ سے پوچھ نہ لیا اٹھے تو یار لوگوں نے گرد بھاڑ دی اتنے
میں ایک اپرینٹس (امیدوار) اور آیا درکری پر ڈٹ گیا
امیدوار۔ کہاں سے آنا ہوا۔

دوست۔ جی اسی شہر میں رہتا ہوں۔

امیدوار۔ کچہری میں کھڑے رہنے کا حکم نہیں ہے۔ ہمارے کمرے
میں سے آپ جائے در نہ چیرا سی کو آواز دیتا ہوں۔
دوست۔ بگڑے نہیں بس صرف یہ تو بتا دیجیے کہ آپ کا
عمدہ کیا ہے۔

امیدوار۔ ہم امیدواری کرتے ہیں تین مینے سے روزیانا
کام سیکھتے ہیں۔ اب فرمائے اڑاتا ہوں۔ آٹھوں کا ٹھٹکیت ڈاکٹ
ترد سے لکھو لوں۔ نقشہ چٹکیوں میں بناؤں کسی کام میں نہیں
پندرہ روپیہ کی اسامی ہمیں صبح وشام ملا ہی چاہتی ہے مگر پہلے تو
والند گھانس چھینا مشکل معلوم ہوتا تھا اب تقراب بنگیا۔

اور کمزوری۔

طاہر بعلم۔ یہ بیچارے طاقت توانائی اور کس بل کس گھر سے
لائین زور و طاقت تو ہی نہیں کہ عطار کی دوکان پر جائیں۔ دعا نہیں کہ
کسی شاہ جی سے رجوع لائیں۔ انکی توجان غدا میں ہی دس
برس کے سن میں تو بیوی چھم چھم کرتی ہوئی گھر میں آئیں چلیے اسی دن
پڑھنا لکھنا چھپر پر رکھنا نظارہ بازی کا سبق نوک زبان کیا جب
دیکھتے چاہتی ہوئی کے مصحف رُخ پر نظر ہے۔ نچا دھن ہو کچھ اور
ادھیڑ بن ہی۔ تیرھویں ہی برس ایک چھو کری کے باب یا چھو کر
کے ابا جان بھوے فکر عاقل نے دامن بچہ اکلانی دانی یا چھو کر
کی فکر ہوئی یہ دس پتلے نہ ہوں تو کون ہو شکو بھی جانے دیجیے
ورزش سے طبیعت نفور ڈنڈ گد سے منزوں دوستی سے
اجتناب غدا مقوی نہیں طرز معاشرت بھونڈا۔

میان آزاد اس تقریر پر تنہا سے باغ باغ ہو گئے بلکہ
سوچنے لگے کہ ہاں انکی جوانی کیسی برباد جاتی ہے۔ اس زمین
کہیں حضرت گنج و لکشا سکندر باغ کی طرف نکلتے دیکھتے کیا ہیں
ایک فرخ بخش نثر بہت اتمام دلکش خوشنما بنگلے میں دس دن بندہ
برس کی انگریزوں کی لڑکیاں اور لڑکے صاف ستھری پوشاک
زیب تن کئے ہوئے کھیل رہے ہیں سب سیم بدن غنچہ دہن۔ ایک
پیر کی ٹہنی پر چھوٹا ہی دو سرا دیوار کو رہا رہا ہے فریسیہ پیر و نہانا
ہے شخ شخ شخ دس برس دودھیل سے رپ رپ کرتے آتے
میں چار پانچ گیند کھینے پر لٹو ہیں۔ ایک مقام پر دیکھا کہ سی کا
سرا ایک لڑکے نے ادھر ادھر دوسرے نے اُدھر سے لیا اور کسی
زمین سے بلند کیا۔ اور ایک پیاری لڑکی بدن تول کر زمین
اس پار چاک گئی دوسری طرف سے ایک لڑکا جھپٹ کر گئی گڑ
سی سے اونچا دھک دیا کوئی دھرتا کوئی لڑکا کھیلتا ہے سب صبح و شام

یعنی عاشورہ کے دن پوچھنے کے وقت تعزیر نکلتے۔ رائے کا تعزیر
جو کا تعزیر۔ موم کا تعزیر۔ کھیلوں کا تعزیر۔ رولی کا تعزیر پیل کے
بتوں کا تعزیر۔ اندکون کا تعزیر۔ لوگرہ تعزیر لاکھون تعزیر
تا لکھوڑے کی کر بلا میں دفنائے جاتے ہیں۔ ارباب نشاط برہنہ
سر برہنہ پار سیاہ مانتی پوشاک کے انکے چہرے کی آگ کو اور بھی بھڑکایا لکھن
رو مال نہ شکون سے بھگونے پائے لکھو آب گھر سے علی دھونے پائے
کیا جلد ہوا ماہ محرم آخر جی بھر کے حسین کو نہ رونے پائے

تندرستی ہر نعمت ہے

لکھنؤ کے محرم کی چہل پہل۔ علم اٹھانے والوں کا زرد اور بل
امام بارٹون کی تیار بیان صناعتوں کی گلکاریاں نازک تلاموکی
بہار جوانی صادق علیخان کی سوز خواتی ارباب نشاط کی بناوٹ
دکانو کی عبادت بنویوں کی سرخروئی دلیہ بیوہ فروش کی دجری
تعزیر خواتون کی دھوم۔ تا لکھوڑے کی کر بلا سے علی کا محرم میں آباد
مبارک کا نور۔ نجف اشرف کا لطف موفور۔ ماتم داران سید اشہد کی
گریہ وزاری مومنوں کی اشکباری دیکھ کر حضرت آزاد بادل شاد
طاؤس مست کی طرح جھومتے چوک میں آنکھ دیکھتے کیا ہیں کہ پندرہ
میس کم سن لڑکے جزدان ٹھکانے سلیڈ میں دبائے پے جمائے پو قدرے
آتے ہیں۔ پندرہ پندرہ میں میں برس کا سن اٹھتی جوانی کے دن۔
لوگرہ تھڑکے سے خم جیسے تیغ ریختہ دم۔ گالوں پر کچل کے بڑھے
کی طرح جھریاں۔ آنکھیں کڑھے میں چھنی ہو لکھن منہ پر ہوا سیاں چلنا
محال ہو۔ یا اٹھی یچھکا ہوا سینہ بہ شانے۔ یہ ڈنڈ اور تین کا
اس نئی جوانی میں قبلہ پیری و صد عیب بن بیٹھے پیرانہ سالیان
تو شاید اٹھ کر پانی مینا بھی وبال جان ہو جائے گا۔ بڑھ کر سہ

پوچھا تم لوگ خیل کے خیل آتے ہو کہ دھر سے صورت پیل

میان صاحبزاد و بہن سوخت و اندھیرت ہو کہ غفوان شباب

خوش و خرم دوڑ دھوپ میں طاق جس سرطک پر جاتے ہیں اور جس طرف بار پاتے ہیں۔ یہی تماشا۔ ہوتی حضرت آزاد ان ہوتا ہوا کون اور گل اندام بڑ کیوں کودل سے دعا دی اور ہندوستان کے ادبار پر لا حول پڑھتے ہوئے گھر آئے۔

امیر زادوں کو فکر معاش اور نوکری کی تلاش

ساقیا میری ہلا کے ٹھلایا ہے	سو نہی مٹی بھر کے کھیا د
ساقیا تجھ سے انتجا یہ ہے	بیچ جو بیچتے تو دعا یہ ہے
کھول کر اک ذری پلایفون	تا کہ پھر نشے میں گٹھے مضمون
حظ اٹھایا بہت مسہری کا	اب تماشا دکھا کچری کا

میان آزاد صبح منہ اندھیرے تاروں کی چھاؤں میں بستر سترحت سے اٹھے معادل میں ٹھان لی چلو ٹھلی اور ادھر تو غروب سیر سپاٹے کئے اب ذری عدالت اور کچری کی بھی دھڑکی سیر کر آئیں۔ پوپے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نق ووق باغ ہو نہ سہانی چھاؤں میں میلا سا جمع ہے۔ کوئی حلوائی سے پیٹھی ٹھٹی بایتیں کرتا ہو۔ کہیں غوا پنچے والا بیٹھا ہو (گلابی حلوا سوہن) دارا حقے ایک سمت تانے کئے جاتے ہیں وہ ترقا کہ واہ واہ میں آ تو آ یہ آوہ آ۔ آدمیوں کا تانتا لگا ہوا ہے بیسیوں منشی مقصدی چٹائیوں پر بیٹھے عرضیاں لکھ رہے ہیں۔ ستغیث ہیں کہ ایک ایک کے پاس دس دس من جھڑ کیے بیٹھے قانون چھا رہے ہیں (ارے منشی جی یو کا انٹ سنٹ چٹکھٹیاں سی کھا دیو۔ ہم تو آہن مجبور تباوت ہیں آؤ تم اپنے اٹھائی جانوں انکے چوراوت ہو۔ بے نور منشی بھی تنک اس سوچ بچار کر لکھو تا کہ پھر یک ثانی کیا رکھ نہ ڈھسساے جالے تو مار گوڑ دھرت ہو دو ہی کیا اورے لیو) یہ زبان سنتے ہی میان آزاد ہنس پڑے گواہ گھر کی طرف حرج کیا تو سبحان قدر بنندین

اور فوق البہرک چنے ہی چنے نظر آتے ہیں۔ دکلا اور ادھر بیٹھے مقدمے چکا رہے ہیں۔ تو میرزا منشی لیکن چکڑیا ادھر ادھر دیکھا۔ یا ر نہ غمگسار۔ نہ کوئی ہان ہون سے شریک نہ کوئی پرسان حال اکیلا باؤلا مثل مشہور ہے بیچھے پھر کر دیکھا کہ ایک دوست کھڑے گلو ریان بنوا رہے تھے۔ جان میں جان آئی۔ مائے خوشی کے باجھیں کھل گئیں۔ فرط ابہتاج سے بول اٹھے کہ اے حضرت (ہم بھی ہیں باخوین سواروں میں) افادہ آپ ہیں۔ آئیے۔ کہاں بھول پڑے۔ جی یو ہی چلا آیا دوست نے کہا آئیے کچری کے اندر چلیے دو قدم بڑھ تھے کہ چیرا سی نے کرٹک کر آواز لگائی (سیتا بیگ حاضر ہے) ایک انبی کے پانوں پر کھڑائے۔ بیڈھیوں سے ٹھکے ہوئے دھم سے بیچے۔ یا علی ایک ٹھٹوں نے کہا واہ قبلہ دیکھیے یہ شرط نہ تھی کرے تو مگر نہ درگاہ سے پوچھ نہ لیا اٹھے تو بار لوگوں نے گرد جھاڑ دی اتنے میں ایک ابریشٹس (امیدوار) اور آیا اور کرسی پر ڈٹ گیا امیدوار۔ کہاں سے آنا ہوا۔

دوست۔ جی اسی شہر میں رہتا ہوں۔ امیدوار۔ کچری میں کھڑے رہنے کا حکم نہیں ہو۔ ہائے کرے میں سے آپ جایے در نہ چیرا سی کو آواز دیتا ہوں۔ دوست۔ بگڑے نہیں بس صرف یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کا عہدہ کیا ہے۔

امیدوار۔ ہم امیدواری کرتے ہیں تین مینے سے روزیہ کام سیکھتے ہیں۔ اب فرمائے اڑاتا ہوں۔ آٹھوں کا ٹھٹکیت ڈا تر سے لکھو لوں۔ نقشہ چٹکیوں میں بناؤں کسی کام میں نہیں پندرہ روپیہ کی سامی ہمیں صبح وشام ملا ہی چاہتی ہو مگر پہلے تو واسد گھانس چھینا مشکل معلوم ہوتا تھا اب تقرات بنگیا۔

آزاد۔ کیون میان صاحبزائے تمہارے والد کمان نوکرین
امیدوار۔ نوکر۔ تو بہ تو بہ کیجیے وہ دس کانوں کے زمیندار
آزاد۔ کیا تمکو گھر سے نکال دیا یا عاق کر دیا۔ یا کچھ کھٹ پٹ ہو
امیدوار۔ ہم ہونا رشتے میں اس میں نوکری کی فکر ہوئی۔
آزاد۔ حضرت جسے کھانے کو روٹیاں ہوں وہ ستو باندھ کر نوکری
کے پیچھے پڑے تو مضائقہ ندارد۔ تم خدا کے فضل سے خوش
خرم و مراد حال فارغ البال۔ زمیندار روپیہ دے ہو۔ تم کو یہ
کیا سوچھی کہ دس پانچ کی نوکری کے لئے ایڑیاں گر گرتے ہو
اسی سے تو ہندوستان خراب ہو۔ ہاے اسی سے ہندوستان
خراب ہو۔ واہ سے ادبار جسے دیکھو نوکری پر ہزار جان سے عاشق
میان صاحبزادے کہا مانو اپنے گھر جاؤ اپنا کام دیکھو اس پھر میں
نہ پڑو۔ عمامہ باندھا اور کچہری میں جو تیان چٹائے پیرتے ہیں
محرری پر ٹوٹ۔ امانت پر اودھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور
گھر میں سونے کی اینٹیں بھری ہیں۔ لا حول و لا قوۃ۔
دوسرے امیدوار کی نسبت معلوم ہوا کہ ایک مہاجن لکھتی
کا لڑکا امیدواری کرتا ہو۔ باپ کی کوٹھی چلتی ہو۔ لاکھوں کا دار لڑنا
بیٹا ہارہ روپیہ کی نوکری کے لیے سو سو جگر لگاتا ہو۔ چوتھے درجہ
سے مدرسہ چھوڑا۔ اور پرنسٹن ہوئے کام خاک نہیں جانتے
ہیں ڈاکٹریں لکھتے انڈسٹر باہر جاتے ہیں تو منصرم حساب
سے بوجھ کر مولوی صاحب اگر اجازت باشد۔ آب فردہ میام
سوقت جب سب دفتر الے اپنے اپنے گھر جانے لگے۔ تو حضرت
بوجھتے کیا ہیں۔ کیون جی یہ سب چلے جاتے ہیں اور اچھی چھی
کی گھنٹی توجی ہی نہیں سکول کی گھنٹی یاد آگئی۔

میان آزاد دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ کمسن لڑکے سین
بھیگتی ہوئیں۔ نوجوان۔ امیروں کے لڑکے ابھی گھر نام خدا

بندہ بندہ سولہ سولہ برس کا سن۔ پڑھنے لکھنے کے دن
مدرسہ چھوڑا کالج سے مٹھوٹا۔ امیدواروں کے زمرے میں
شامل اپریٹسوں کی ٹکری میں داخل۔ الغرض اکتا بگاڑا
علم و ہنر کو چنے کے کھیت میں بچھاڑا۔ ہاے تم ملے ستم
محنت کرنا دیال ہو۔ درس و تدریس میں جی لگانا دشوار و چار
جہم کر پڑھنا محال۔ لا حول ولا۔ یہ سب ہندوستان کے اوبار
پر دال ہو۔ یورپ میں دیکھیے کہ ایک ایک پیرال تک تربیت یا
و بدیع انجیل ہے۔ افسوس اپنی تو یہ کیفیت کہ جہاں کسی
مرض حال کو قبل تکمیل مدرسہ چھوڑتے دیکھا سینہ پاش پاش
ہو گیا۔ دل کراہنے لگا۔ اکثر لوگوں سے پوچھا کہ بھئی صاحبزاد
مدرسہ کیوں چھوڑ بیٹھے۔ تو جواب بھی پایا کہ تقلید رس کی
شکل سے نفرت ہے۔ جبر و مقابلہ سیکھنا طبیعت پر جبر کرنا
تھا۔ تاریخ یاد کسے رہے یہاں تو خدا جھوٹ نہ بلائے
گھر کے بچوں کا نام یاد نہیں آتا۔ لہذا پڑھنے کی دم میں
مندا باندھا۔ ہم بھی سوچے کہ کمان کی جھنجھٹ بھی الگ
بھی کو چلتا دھنڈا کر۔ اور لطیفہ سینے مدرسہ چھوڑا اور نوکری
کی نکر ہوئی۔ عمامہ اوٹ پٹا لگ باندھا اور کچہری میں غراؤ
اس لٹیٹی دستار کے قربان اور اس دشت کے صدقے
زمیندار کے ایک کی یہ خواہش ہوتی ہو کہ کھیتی کو ایک قلم لفظ
کرے اور کچہری میں گھس بیٹھ کر داخل ہوئے۔ تاجر کے
صاحبزائے کوچی سے لگی ہے کہ کالج سے سمجھت ہوں اور
کچہری کی کرسی پر جاؤں۔ متھدی محرر منشی اہل قلم کے
صاحبزادوں کی تو گھٹی ہی میں نوکری ہو عیافضل عقلا کمال مغر
حکام اور افسران ذوی الاقرا م کہتے تھک گئے کہ بڑھ لکھ کر اپنا
پیشہ کرو اور اسی کو چپکاؤ۔ مگر باؤننے کا شوق اور اہل قلم کمال نیکا

عشق ایسا چراتا ہے کہ نقل بالے طاق وشت گلے کا ہار
ہوئی ہو کر دیکھئے تو سہی رفتہ رفتہ سب سیدھے ڈھرے پر
آجائیں گے اور چار دانگ ہند میں ترسیت یافتہ ہی تربت یافتہ
آئیں گے۔

رست آئی بسنت عجب بہار

ساقیا بر خیز درہ جام را خاک بر سر کن غم ایام را
بادہ درہ چند ازین بادغور خاک بر سر نفس نافر جام را
ساغر جو بر کفم نہ تاز سر بر کشم این دلق ارزق فام را
گر چہ بدنامی ست نزد عاقلان نامی خواہیم تنگ و نام را

کیسا کیاب کیسی شراب - کیسا مطرب کمان کار باب - یہاں
بادہ فصاحت کے نشہ سے آنکھیں چور میں چشم بد دور - اچھا
ہی ساقی ہو یا نہ ہو - کیا غم ہے مطرب سے واسطہ - دل بہلانے
کے لئے میان آزاد کا ترانہ کیا کم ہے - اب سنئے کہ ادھر -

منشی سحر اٹھتے ہیں لے کر قلم زر لکھنے لگا منصوبے و معروفی
لے کر دسیہ شب کو کیا خارج دفتر منصوب ہو اعلیٰ و ذلیلی جگہ پر

مہتاب پہ جاری تھا قلم امرونی کا

بردا نہ چراغون کو ملا بر طرفی کا

سویرے ہی سویرے ایک دست آن کریمان آزاد کو اٹھایا
بکریٹے دل و دست - یا حضرت کچھ بسنت کی خبر ہے -

آزاد - کیا آنکھوں میں سرسوں پھولی ہی یا سون میں پھولی تھیں
اے نادان یہاں دل سر دھرے زرد - جھرجھاؤ گرد و ہوی جھرجھاؤ
یہی صفت عکس و طرد ہو کہ آپ بسنت بسنت پکارتے ہیں ہوش کی دوا
بکریٹے دل - وہ دل سرد ہو یا چہرہ زرد ہو لکین آپ بسنت کی خبر نہیں
دونوں دوست چلے جاتے تھے کہ چند آدمی بے جواب ہم گفتگو
کر رہے تھے چلو ہنسنا کلوارن کی دکان پراد کو سے چلو لگا میں

اور جھوم جھوم کر سنت گائیں - فصل بہار ہی - اس دن کا تیرہواں
صبح کا سہانا وقت اور نسیم بیا لگنے و غنیر بارشیر و قافلہ باد تار تار
آن تلخ و ش کہ ساقی ام انجبا کشش خواند
اشہی ننادا حلے من قبلہ العذارا

وہ سب رند ہنسنا کلوارن کی بھٹی پر جاڑے ایکے کہا -

روح مدت نظر آئی کچھ پانی کچھ ہنسنا کو لے سکے میں تو ابھی

ہنسنا تو اس فتن کے زمان بلا نوش گندم نناد جوفروش کی قریب
واقع تھی - ایک سو ندھی کوری کھلیا میں دوا تشہ شرابا ندیل د
آنکھوں نے خوب چسکی لگائی - اور کچی پر کچی آڑائی پتی ہی لے آڑی
بیٹھے تو اٹھنا دیکھ - اٹھے تو چلنا اجیرن چلے تو یہ لڑکھائے وہ

دنگا لے وہ روکھے یہ آئے - دھم - پالون بکے تو راسی کی کھلیا
پر گرے سکی بساط کیا چکنا چور ہو گئی تو مرنے کیا میں -

کہ سو زخم برسنگ کہ بہا ہی خم فہم ہنسنا مرنے از من عالم جوانی ہست

افرن کپڑے شرابور ہو گئے - سادہ ہنسنا نے تاک کر حبت گاہ پر
ایک بیٹپ اس زمانے سے جانی اور وہ فرما لکشی دھول لگائی
کہ ٹرکی آواز سے بھٹی بھر گونجنے لگی مگر بیجا کی بلا دور مسکا کر
فرماتے ہیں کہ -

دھواں بھیا ہنسنا کی تو بسک عادت تھی ہائے کر بیٹھے تھے ہم ہی پیشہ تھی

وہاں سے اور دو قدم چلے تو ایک پر دسر آگرا - ۶ - پادست دگر

دست بدست دگرے + آنکھوں میں لال لال دھڑے سیان آزاد

اور انکے دوست بھی یہ کیفیت دیکھ کر چلے تو دیکھا کہ ہر شوہر زرد ہو

اشجار زرد - درو دیوار زرد - رنگین کمرے زرد - لباس زرد - کپڑے

زرد - شاہینا کی درگاہ میں دھوم ہو - تماشا بھوکا جھوم ہوا رہا بشار

کے جھکڑے رنگیلے جوانوں کی ریل میل - صوفیوں اور رندوں کا

میں - اندر کے اکھاڑے کی پیرون کا دنگل ہو چنگل میں مگل ہے -

بہارِ بسنت جوشِ زن ہو۔ زہادِ خشک کا نشہ بہن ہی جیسے دیکھو
زرد پوشاک زیب تن ہو۔ زعفرانی دوپٹوں اور کسیری پانچاؤں
پر عجب جو بن ہو۔ ۵

ہے لطفِ حسینوں کی دورنگی کا امانت
دو چار گلابی بہن تو دو چار بسنتی

وہاں سے طرارہ بھر کے چوک پہنچے۔ واہ جی واہ۔ جو ہر لونگی
دکان پر ایسے خوش رنگ عقیق بہن کہ پھراج پری دکھیتی تو اسے
غیرت کے سیر اکھاتی۔ اور اندر کا اکھاڑا بھول جاتی۔ دلبر
میوہ فروش زرد آلو۔ نارنگی زردک امروہ چکوتہ مٹائی کی بہار
دکھاتی ہی چھپی ڈوپٹے پر اتارتی ہو۔ مالن گنبد ہزارہ زرد گلاب
کی بوباس سے دماغ کو طبلہ عطار بناتی ہو اور صراحی سے دے کر
بٹھاتی ہے کہ گنبد کی بہار ہی گلے کا ہار ہو۔ حلوائی کھورہ
کی زرد برفی۔ پستے کی زرد برفی۔ نان ختمائی۔ بیسن کے لڈو۔ بخودی
کے لڈو۔ مونگ کے زرد لڈو۔ خواجے والے پاڑ۔ دال موٹھ۔ سیو
مونگ کی دال بچتے پھرتے بہن۔ ایک ایک کے دس دس لیتے بہن
الغرض دونوں دل بہلاتے چلے جاتے تھے۔ تو دیکھتے کیا بہن کہ ایک
گلی کے کنارے پر لالہ بسنت لے کے ایک خوشنما مکان ہو۔ اور اس مکان

میں ایک دلربا دالان ہو اور اُس دالان میں عجیب سماں ہو۔
بانجی ٹوپیاں جمائے بسنتی کیا باندھے۔ زعفرانی لباس کائے
رنگیلے جوان بیٹھے بہن اور سامنے موستان پری پیکر رشک فر
زیرین کمر نازک بدن سیتلن غنچہ دہن بسنتی چمپا۔ زعفرانو۔ نو بہار
کی دھن میں بسنت گاتی بہن اور کافی انعام کھنا کھن شریفان
پاتی بہن زرد زرد قالیچے زرد چھت پوش زرد جھاڑ زرد
کنول۔ زرد جھار سے مکان سما سجا یا ہو بسنت بچی نے
درو دیوار تک کو زرد پوش بنایا ہو۔ گلرخان گلہام کا زرد لباس

اُسیرِ عطر فتنہ کی بوباس جسے دیکھو راحت و آرام سے ہم آغوش
سرخ و محن آس نہ پاس کوئی نازک آوازی سے تان سین
کی روح کو شرماتی ہے اور چمک دمک کرتاں لگاتی ہے۔ ۵

رُت آئی بسنت عجب بہار
چٹک کو کُسم چھو لے لاگی سرسوں
ہر کے دوائے مالی کا چھو ہرا
ٹیسو چھو لے انبا پورائے
گروا ڈالے ہتھاد کے دوائے
چلو سب سکھیں کر کر سنگار

کوئی برق ووش انا برق کہتی ہوئی سچک جاتی ہے اور
میان امانت کی یہ غزل گاتی ہے۔ ۵

ہی جلوہ تن سے درو دیواری بسنتی
کیا فصل بہار ہی شکوے میں کھلا
گنبد ہی کھلا باغ میں میدا میں سرسوں
مٹھ زرد دوپٹے کے نہ آجیل جھے پانچ
رُت چکر گئی عالم میں چلی باد بہار
گھر پر آئے تو میان آزاد نے ایک اخبار کے لیے مضمون
دلکش لکھا۔

بہار کی بسنت

دمید برگ و نہال طرب بیا را آمد
بہ نو عروس چمن رقعہ بہار آمد

اللہ اللہ کیا روح افزا بہار ہے مسطرت دیکھتے زعفران زار
صوفی صافی تک مرید مغیج بادہ فروش ہو۔ ہر سمت ۶

اباات الصبوح حیوا یا ایہا السکارا

کا خروش ہو بہار بسنت کا وہ جوش ہو کہ ساتی تک مدہوش
ہے اور کیوں نہ ہو۔ ۵

حکمرانی پہ ہوا میل سلیمان بہار زلف سنبل کو سجھئے گوش گل کو جانے	عشق بچان نگیا طغرلے دران بہار نرگس شہلا کو کیے چشم قنار بہار	آتش بنم سے کہاں کا شعلہ میں آبشار دکھا کر آئینہ بجائی ہو صبا	جلت رنگ آج بجائے کو بہو معشوق اتال دیتا ہو کف برگ سے نخل مین
بہار باغ کا عالم خط گلزار میں مسطور ہے ہی گلزار دبستان میں کہ جنت کے چین۔	صفحہ قرطاس نور علی نور ہو در و علان میں یا دین	کوئی افسانہ زہاد نہیں سنا ہے ایسی کثرت جو بارش بارش بارش	خس خاشاک سے کیا مان ہو گلشن زاد خشک کا ممکن ہے تہہ و پستان
دسترین - فردوسی آئے تو گلچین ہو جائے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی ٹھٹھرن۔	بہار باری کے جھونکے رسنا سن بہار باری کے جھونکے رسنا سن	پھولوں سے لبریز گلچینوں کی جھونکی ہے۔ سرسون پھولی ہے۔	باغبان کی ٹھٹھرن میں سرسون پھولی ہے۔
سوسن کی زبان درازی - شاخ گل کا مستانہ وار جھومنا۔ پریموہ کا زمین کو بار بار چومنا۔	شاخ گل کی ہماک کلیوں کا چمکنا۔ دزدیدہ نگاہوں سے نرگس شہلا کی نظارہ بازی زبان حال	بلور شفات روشن صاف و پاک۔ جوان نشا گلگشت میں مخمور۔	پتہ بیان بے خس خاشاک رنگ جوان نشا گلگشت میں مخمور۔
نونا لان چین کے ہاتھوں میں پھول کے جام جیسے زندان سے نقارہ بلبل نغمہ خیز۔	جام جیسے زندان سے نقارہ بلبل نغمہ خیز۔	نور عفران زار ہے کیوں نہ آئے بسنت کی بہار ہے۔ طلحہ پر قحط سارنگی کی چھڑ چھاڑ اور غم سرائی کا انتظام ہے۔	یون تو ہرست طلحہ پر قحط سارنگی کی چھڑ چھاڑ اور غم سرائی کا انتظام ہے۔
شاہ مینا صاحب کی درگاہ سب میں تہناب یارت گاہ خاص و عام ہے۔	شاہ مینا صاحب کی درگاہ سب میں تہناب یارت گاہ خاص و عام ہے۔	اللہ اکبر گرد فرار کیں تو جو انون کی وہ دھوم دھام ہے کہ جھپٹ دیکھے آرد ہام عام ہے۔	اللہ اکبر گرد فرار کیں تو جو انون کی وہ دھوم دھام ہے کہ جھپٹ دیکھے آرد ہام عام ہے۔
وہ رین سیل وہ شو شر کہ الامان۔ دوسرا تیسرے کو ڈھکیلتا ہے ڈولینوں پر ڈولیان اور فیس فیس	وہ رین سیل وہ شو شر کہ الامان۔ دوسرا تیسرے کو ڈھکیلتا ہے ڈولینوں پر ڈولیان اور فیس فیس	وہ رین سیل وہ شو شر کہ الامان۔ دوسرا تیسرے کو ڈھکیلتا ہے ڈولینوں پر ڈولیان اور فیس فیس	وہ رین سیل وہ شو شر کہ الامان۔ دوسرا تیسرے کو ڈھکیلتا ہے ڈولینوں پر ڈولیان اور فیس فیس
عنادل جوش مسرت میں بے پر کی اڑاتے ہیں۔ زیر لب مسکراتے ہیں شبنم کے قطرے ہرے ہرے تو پتہ سطح	عنادل جوش مسرت میں بے پر کی اڑاتے ہیں۔ زیر لب مسکراتے ہیں شبنم کے قطرے ہرے ہرے تو پتہ سطح	عنادل جوش مسرت میں بے پر کی اڑاتے ہیں۔ زیر لب مسکراتے ہیں شبنم کے قطرے ہرے ہرے تو پتہ سطح	عنادل جوش مسرت میں بے پر کی اڑاتے ہیں۔ زیر لب مسکراتے ہیں شبنم کے قطرے ہرے ہرے تو پتہ سطح
غودار میں جیسے کسی سبز تہ گلگون کے ہاتھ میں لائی آوار ہیں دخت پھولے پھلے۔	غودار میں جیسے کسی سبز تہ گلگون کے ہاتھ میں لائی آوار ہیں دخت پھولے پھلے۔	غودار میں جیسے کسی سبز تہ گلگون کے ہاتھ میں لائی آوار ہیں دخت پھولے پھلے۔	غودار میں جیسے کسی سبز تہ گلگون کے ہاتھ میں لائی آوار ہیں دخت پھولے پھلے۔
کا حسن بے عیب و داغ۔ نرگس گلچینستان کے چشمہ و چراغ۔	کا حسن بے عیب و داغ۔ نرگس گلچینستان کے چشمہ و چراغ۔	کا حسن بے عیب و داغ۔ نرگس گلچینستان کے چشمہ و چراغ۔	کا حسن بے عیب و داغ۔ نرگس گلچینستان کے چشمہ و چراغ۔
وہ بہار آئی ہوئے نغمہ سرا مرغ چین جوش ہی زفرہ سخی پہین مرغان	وہ بہار آئی ہوئے نغمہ سرا مرغ چین جوش ہی زفرہ سخی پہین مرغان	وہ بہار آئی ہوئے نغمہ سرا مرغ چین جوش ہی زفرہ سخی پہین مرغان	وہ بہار آئی ہوئے نغمہ سرا مرغ چین جوش ہی زفرہ سخی پہین مرغان
کرم ابر بہاری سے ہو سیر زمین نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین	کرم ابر بہاری سے ہو سیر زمین نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین	کرم ابر بہاری سے ہو سیر زمین نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین	کرم ابر بہاری سے ہو سیر زمین نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین
نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین	نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین	نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین	نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین نئے مضمون ادا کرتی ہو سیر زمین

کا ندھے بڑھ کر کوچ دیے (رُت آئی بسنت عجب بہار)
کی تان اڑا رہی ہیں اشار دُن مین سائے نکتہ سر بستہ بتا رہی ہیں
ہر ایک تان جانتا تان سین کی روح چہر قربان - نور کے گلے
نور کی آواز - بلا کا ناز قہر کا انداز - مطرب کی ناخن بازی پردل ٹوٹ
ہی - ارباب نشاط کے رقص اور ٹھوکرے سے گلے پر چوٹ ہو رہی ہیں
کا دہ سمان بندھا کہ عاشقوں کا دل بھی گنگنا نے لگا - ۵

آفت جان ہی تیرا سر دگل ازام قص ساتھ ہر ٹھوکرے کو تیرا ہی ہمارا کام
جی اٹھے مومے نہاردن سسکے ٹھنڈی واسطے زندون کے لایا موت کا بیخام

سازگیاں ہان مین ہان ملائے کو تیار - واہ بیوی اس خوش الحالی
کے شاطربہ نواز کمر بستہ خدمت گزار - گرد گرد تماش بینوں کی قطار
دوسری جانب قوتال حقانی غزلین گاتے تصنیفوں کو وجد مین
لا تے ہیں کسی اہل دل کو حال آیا کوئی آنکھوں مین آنسو بھر لایا
ہو حق کا نعرہ بلند ہو - سرود و غنا کا لطف دو چند ہو - ایک سمت
ساقون کا گرم بازار - دو کا مین دھوان دھار - چلم پر چلم پھری
جاتی ہو - دم پر دم پڑتے ہیں - ناتوان نوجوان نشہ کے زور مین
عجیب کوچ سے اکڑتے ہیں - بسنت نے بھی اچھا رنگ لایا ہو
چنڑو بازون تک زعفرانی بنایا ہو لباس در کنا جہم تک زعفرانی
ہیں - بیمار دعا مانگنے آئے تو وہ بھی یرقانی ہیں - بگھیوں کی
آمد و رفت سے وہ دھول وہ خاک وہ گرد وہ غبار ہی کہ دم لینا
دشوار ہے - سانس باہر نکلتے جان چراتی ہی کیوں نہوا آخر مہولی
خاک اڑاتی آتی ہے - اتنی جس طرح بسنت آیا ہو لی بھی آئے
قلم جادو رقم جی کھو لکر خاک اڑے - ہمارے رنگیے جوان حسینوں
کے سنگار دان میان آزاد اور ان کے دوست بسنت کی ہمار
پر یوں کے نکھار - مجسموں کے سنگار میوؤں کے انبار
بادہ نوشون کی تکرار - گہاروں اور کلارون کی جوتی بزار -

نسیم مشک بیز و غیر بار شمیم زلف مہوشان گلزار زعفران پشون
کی قطار - جلسہ مرت آثار - زرد زرد لباس عطر کی بو باسی
دکانوں کی بناوٹ کمروں کی سجاوٹ - قتلون کی نازک انڈیا
مطربوں کی جادو طرازیان - خوش گیون کی لفافیاں عاشق تہون
کی نظارہ بازیان دیکھ کر چل کھڑے ہوئے تو ایک
نئی قطع نئی وضع کے بزرگوار سے مدبھیر ہوئی نئے عیار
بڑے تجربہ کار - بڑے جہان دیدہ - بڑے سن رسیدہ بڑے
خرانت گرگ باران دیدہ -

خرانت - آئے آئے یوں آئے - اسی حضرت تکلف سے
بندہ درگاہ کو نفرت ہو - ۵

اگر بر سر چشم من شیشی | انا زت بکشم کہ ناز مینی

خوب لے داند شریف کی صورت پر عاشق ہوں - چین و چین
خفتن دختین - سمرقند اور خجند - تاتار اور سزدار - لاسا اور
گوکانار ہند اور سند - ہسپانیہ اور مانیہ روم و شام - طوس و جام
کوہ قاف اور موسی باف - انقض ساری خدائی گی - بندہ
درگاہ نے خاک چھانی ہے اور تو یا رہ جانی ہے - سفر کا حال
سن گنگار دیوے چین دل خراش سینہ پاش پاش رودیل کی کافی
بھری برسات مین طینیانی -

شاہوکی وہ جاہی تاجداروکی ہی | مسکن پس مرگ ذی وقاروکی ہی
وان ذہن رسا کا حوصلہ لیت ہے | رفعت یہ مصر کے مناروکی ہی

یہ تقریر سنگار آزاد کے ہوش پیرائے سمجھے کہ کوئی پاگل بوجھے
کا ساتھ ہوا - وحشت دل کا علاج ہاتھوں ہاتھ ہوا - یا کوئی
مقدس بزرگوار ہیں - عمر و تجربہ کا مہین - مگر جنوں کے ایسے
آثار ہیں اتنے مین خراش نے پھر بڑے شرمع کی -
خرانت - سنویار - عرض خاکسار - ہم سو رہیں تم جاگو -

پھر ہم اٹھتے ہیں تم سو رہو سفر دور دراز ہے سوتے جاگتے
ٹھہرتے بھاگتے راہ کا یٹن سفر کا اندھا کنواں انھیں
ایتون سے باٹن ابیل ایک سٹیشن پھٹری اور خزانہ ایک
خوابنے والے کو بکایا۔

خزانہ ٹھکانے کتنے سیر۔ برنی کا کیا بھاؤ۔ دھوپ سے کئے
بولو جھٹ پٹ ورنہ ریل چلی جائے گی۔

خونچے والے۔ آج سو اتو نہیں ہو گیا ہے۔ آپ مٹھائی خریدتے ہیں
یا جھگڑا چکاتے ہیں۔ انھیں تین چار آنے کی مٹھائی کی میان آزاد
کو کھلائی۔ اور سقے سے بانی بولایا۔ ریل پھر سن سے چل پڑی ہوئی
خزانہ۔ بھائی اب سو رہو ہم اسباب تاکتے ہیں۔

اُسکے بعد میان آزاد سے ایسی بیٹھی بیٹھی باتیں کیں کہ وہ
بھی باغ باغ ہو گئے اور دوست صادق سمجھ کر لیٹ ہے
لیٹے تو ایسے سوئے کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔

بھاگے جہاں وہاں نہ بزن اور کٹ لٹ پٹ کے گھر کوئے تو گھر کا
کئی دن کے تھکے ماندے تو تھے ہی سوئے تو گھوٹے بیچے۔ سر دبا کی
خبر نہیں فردون سے شرط کی تھی خزانہ وہ لفاظی کی کہ آزاد
انشاپت ہو گئے وہ ایک کامیاب دنیا بھر کا نیار یا انکو غافل یا
تو بوریاب دھڑاٹھایا اور چلتے ہوئے انھوں نے کوٹ تک
نہ بدلی جائے تو کب جب۔

حریفان بادہ خور دندورفتند تھی خفا نہ ہا کر دند و رفتند
بدحواسی کے عالم میں اترے تو سٹیشن کو سر پڑاٹھایا۔ اور وہ
غل غبار اچا یا کہ نہیں کو زلزلہ آگیا۔ درود یوار تھار گئے انسان
دھواں کا نیپاٹھے دہائی ہے سرکار کی۔ لوٹ لیا اب بھی ٹکٹ
کے پاس جاتے ہیں کبھی کانسلر پھلاتے ہیں کبھی سٹیشن اسٹر
کے کمرے میں غل چلاتے ہیں۔ ادھر ادھر تلاش کیا مگر خزانہ

کمان وہ یہاں سے ۲۸۔ کوس پر تھے روپیٹ کر بیٹھ ہے
بابو نے ٹکٹ لیا۔ اور انکو سیدھا راستہ بتایا چلے تو سینہ بریان
دیدہ گریان یا الٹی کہہ کر جاؤں۔ بار خدا چیر سینہ زور کو کمان پائون
پائون تو کچا ہی کھاؤں۔ یہ پردیس کا واسطہ نیا شہر اپنا نہ پرلایا۔ خوش
نہ بیگانہ۔ ایک قدم تک چلنا دو بھر تھا۔ مگر قہر و ریش بر جان
در ویش۔ ناچار ٹھوکرین کھاتے چلے جاتے تھے۔ ایک چور
بر کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے ایک جوان طناز دور کا ہشتکی گھوڑا
بھیکتا چلا آتا ہے۔ اور مند و غا پسند ایسا سر پٹ جاتا ہے کہ ہوا
اُسکے غبار تک نہیں پہنچتی۔ ایک کونے میں دیکھ رہے کہ
ایسا انوکھین جھبیٹ میں آجائیں۔ اور وہ ہشتکی کھائیں کہ
ہاتھ پائون ٹوٹے یا سر بھوٹے۔ اتنے میں سوار کے کچے پر
آن کھڑا ہوا۔ جھٹ گھوٹے کی باگ روکی۔ اور انکی طرف
نظر بھڑو دیکھنا شروع کیا۔ یہ چکرائے کہ اتنی خیر۔ یہ شخص تو
بے طور گھوڑا رہا ہے۔ خدا بناہ میں رکھے اب ہنر دیا ہی چاہتا ہے
موسے پر سوڈے۔ اس سوار کی قطع وضع پر جو انھوں نے
نظر ڈالی تو دیکھا کہ آدمی شریف خوش پوش حسین دھیمہ اور جری
ہے اور گھوڑے پر تو ایسا جتا ہے کہ سبحان اللہ۔

جوان۔ کیوں حضرت آپ کسی کو پہچانتے بھی ہیں۔ ہنس بھل
کے قربان۔ خدا کی خان۔ آپ اور ہم کو بھول جائیں۔ یہ
معاملہ کیا ہے۔
آزاد۔ میان تمہیں دھوکا ہوا ہوگا۔ میں صورت ہشتا بھی
نہیں میں تو ایک غریب الوطن غمزدہ۔ دل شکستہ خستہ و
خراب مسافر پر دیسی ہوں۔
جوان۔ کیا غمزدہ! تمہارے دشمن۔ دل شکستہ! خدا
نہ کرے۔ خراب و خستہ! جو تمہاری طرف دیکھ نہ سکے۔

یہ کہہ کر وہ جوان طناز سمندر بادِ رفتار سے اتر پڑا اور میان آزاد چھٹ گیا۔ میان آزاد صبرت میں ہا کہ الٹی یہ کیا اسرار ہو جانے مسکرا کر کہا کہ یار تم ہمارے ہم کتب ہو۔ یاد ہو کالج میں ہم تم ایک ہی درجے میں پڑھتے تھے۔ وہ کشتی پر ہوا کھانے جانا اور دریا کے نرے اڑانا۔ وہ ماری خواہنے والا وہ اقلیدس کے وقت اڑ بھاگنا۔ منطق سے جی چراند سب بھول گئے تب تو میان آزاد خوب بغلگیر ہوئے اور رد دیے۔ یہ خوشی!

جوان بھینیں یاد ہو گا کہ جب انٹرنس کا امتحان دینے کو تھا تو میرے پاس دس روپیہ کا ٹھکانا تھا کہ نفیس بھیجتا۔ سرگروان پریشان ادھر ادھر تلاش زمین بھٹکتا پھرتا تھا کہ راہ میں ہسپتال کے پاس تالاب پر تم سے ٹھیک ہوئی اور تم نے میرے حال زار پر رحم کر کے دس روپیہ کی فکر کر دی۔ درجہ اول میں بندہ پاس ہوا اور پھر بھکاری پرورش سے بی۔ لے تک پڑھا اور ڈگری پائی۔ اب میں یہاں دوسو روپیہ ماہواری پاتا ہوں اور بھکاری بدولت و فنانا ہوں لیکن بھکاری صورت سے مایوسی اور وحشت برستی ہے اسکا کیا سبب ہے۔

آزاد نے اپنا سارا ڈکھرا کہہ سنا یا اور کہا بھی تو بیس کا ڈھ وقت پر کڑے آیا۔

جوان۔ استعجاب ہو کہ ایسا تجربہ کار آدمی اور اتنا بھونڈا چکر کھائے اور بھڑون میں آجائے۔ ارے میان مسافر کا اعتبار کیا ریل پر بڑی ہوشیاری لازم ہے۔ مسافرت خالہ جی کا ٹھیکہ نہیں کالٹے سے درست آٹھون کا ٹھیکہ کیست ہونا چاہیے۔ اب کان بکڑو کہ بھر کسی مسافر کی دوستی کا اعتبار نہ کرئیے لالچ و قوت۔ واہ! سوقت بھکاری حالت دیکھ کر ایسا رخ ہوا ہو کہ میان باہر۔ تم تو ساری خدائی کے نیارے تھے۔ ایسا غپا کھائے ہو جو

اگر میں راہ میں نہ ملتا تو خدا جانے تمھاری کیا حالت ہوتی چلو اللہ نے بڑی خبری۔ کپڑے تک اُتارے گیا۔ اور آپ کو ہوش ہی نہیں یہ بچری۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص نے میان آزاد سے آنکھ بوجھا کیوں قبلہ اولہ نام کو خالی پیتے ہیں یا سوڈا اور ملا کر اکشامبر دن میں تو ہم نے نمینڈ ملایا ہی۔ مگر اولہ نام کا حال نہیں معلوم) شراب کا حال سننا تھا کہ آزاد کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے اور بڑی دیر تک حضرت لکچر دیا کیے کہ خبردار شراب بننا ورنہ دھوبن کان بکڑوے کی کلوارن دھین جڑیگی۔ آبرو خاک میں مل جائیگی شراب خواری ستم ڈھائے گی۔ انقض وہ جوان اپنے محسن میان آزاد کو اپنے گھر لے گیا۔ ۵

نہ تو شیشہ ہی ملا اور نہ ساغر پایا
ساقیا لے تری محفل سے چپے پر پایا

میان آزاد اور کہیں دو دن جم کر ٹک جائیں۔ معاذ اللہ کیا مجال ایسے سیلائی اور کسی خاص مقام پر بستر جمائیں استغفر اللہ! انکے پاؤں میں تو پرکاری گردش تھی۔ چلتے پیر کی بیعت لائے تھے۔ سیر ہو سنا ہوا۔ سفر ہو رہا تھا تو چین آئے ورنہ پاؤں سون کر کیا ہو جائے۔ بھئی واہ! کیا اٹنی بات ہے ایک دن اپنے لنگوٹے یار کے ساتھ رنگ رلیاں منارہے تھے اور خوشی کے شادیاں بجا رہے تھے کہ دفعۃً ان کے پاؤں پر سینچر سوار ہوا اچھ کیا تھا عقل کو رو بیٹھے اب تو شیطان نے دور سے اٹھلی دکھائی چل چلاؤ لگ رہا ہو۔ تلخے کھیلنے لگے جوتے پر جوتا سوار ہو گیا سفر کا جھٹنا سر پر پڑھ بیٹھا باد یہ بیانی کی دھن سالی اللہ ری وحشت۔ ۵

دھشت آزدان جنون بچہ در کھڑا کای
خروہ خاردشت پھر تلوار اٹھلائی

تکو شکریاں غبرین میرہ ہکو سفر اور جنگل کلبیرا مبارک خدا حافظ	سوچے کہ یار سے کہیں یا چکے سے چلین کسی کو کا نون کان
کب سبکدوش رہے قیدی زندان وطن لے کل بھانڈتی ہی باغ کی دیواروں کو	خبر نہ کہیں بوریہ بدھنا سمیٹ جنگل کی راہ لین کہیں نہ بین اور سفر ہی میں سرھینیں گردل نے سمجھا یا کہ جائیں ڈنکے کی چوٹ
جب میان آزاد نے دیکھا کہ ان کے یار بھی دھن کے پکے ہیں تو بات ٹال دی اور قہقہہ لگا کر کہا (لے واہ حضرت گئے نہ جھانے میں) ع	گاہ کے - حملہ والوں کو بتا کے ورنہ کہیں اڑوسی پڑوسی کہیں گے کہ اچھے ٹوٹیا پور تھے اے تو اس طرح جیسے ہو پھال گئے تو اس طرح جیسے سگ زرد بردار شغال - آخر کار دل میں ٹھان لی کہ جائیں گے
اب تو سودا نے ترے دریہ بھجایا زانو	اور بیچ حکیت جائیں گے مگر یار سے مافی الضمیر نہ چھپائینگے -
بیٹھے تو ایسے جیسے نقش قدم اٹھانا پر موقوف (الغرض تھو تھمبو کر کے اُکوٹا لالا - جب وہ خراٹے لینے لگے تو فدام باد ہے -	آزاد - حضرت سلامت لے بس اب رخصت - ایک جگہ بیٹھے بیٹھے پھونپھونڈی لگ گئی پانوں مشتاق دشت نوردی ہیں بادہ سفر
مانگا کاغذ دوات و خامرہ	خم کدہ دل میں جوش زن ہے گلگون خیال جولا گاہ بادیہ پامانی میں
بگڑے دل کے خدنگار کو میان آزاد نے یہ نامہ منطوم دیا اور چل کھڑے ہوئے - ۵	سُک پویہ ہے - غمزدہ میں دو چار دن خوب کچھڑے اُڑائے پلاؤ اور زردے پر بڑھ بڑھ کر سٹھے نکائے - مگر اب یہ صحبت کا
پھر چلنے کی دل میں جھک سائی روکے سے کہیں کے ہیں آزاد	کھاتی ہے طبیعت اُچاٹ ہوتی جاتی ہے - یہاں شوق شراب خواہش ساقی - یار زندہ وصیت باقی - ۵
ایسی صد ہا پڑی ہیں اُفتاد	اب تو جاتے ہیں تگدہ سے تیرا پھر ملین گے اگر خدا یا
گردش میں ہر اندون جو افر	یا - نیا رنگ لائی گلہری - کیا دماغ پر گرمی چڑھ گئی - یا خون
کیا تم سے کون میں یا کیا ہوں	نے زور کیا اب کی فصل بہار خیر سے گزرے تو تربت مجھوں پر
چھپر پو دھرا ہے عیش و آرام	پھولوں کی چادر چڑھانا نہیں حشت کا کیا ٹھکانا - ہوش کی باتیں کچھ
بس یہی لطف زندگانی	بہت وحشت کی نہ لیجئے - جانا اور آنا اور ملنا اور ملنا کیا پچھڑ
جشم نہ نہ ہے تو آئین پوٹے	ہوے البتہ ملتے ہیں - ہم تم تو آنے سانسے بیٹھے ہیں
اجسام میں دل چلے تو بہتر	آزاد - ہم تو اس طرح جائیں جیسے روح تن سے یا جانی کا
گردش سے زمین اوج پایا	بل بیرون کے بدن سے - یا بوے گل چین سے یارہ درخت
کھلتے ہیں کہیں وطن میں	کی رسم میں سے - ۵
ہر چند کہ صورت سقر ہے	در دیش روان ہے تو بہتر
ہر رنگ کے گل کھلے ہوئے ہیں	عقل اور جنوں کا سامنا کیا
جو پھول کہ خوشنما نظر آئیں	مٹھی میں ہوا کا تھما کیا

جو مجھے طیف دل کو بھائیں
گل سے تو مرادیاں فیشن
نا فہم کرے سفر کو مطعون
لیتے ہیں خبر ادھر ادھر کی
پھر سیر کی تھن گئی ہی جی میں
سیٹی بجی بل کی مری جان
اب تو اپنی جگہ سے ہنسنے

کھائیں خود غیر کو کھلا میں
میوؤں سے غرض ہو علم اور فن
جانے کیا شیخ نزع صابون
اب بھرتے ہیں سدھیان سفر کی
ہم کو تو مزہ ہے دل لگی میں
لو جاتے ہیں اب خدا نگہبان
جیتے ہیں تو پھر ملین گے تم سے

یہ لکھ کر خدمتگار کو دیدیا اور کہا جب میان جاگیں انکو دیدینا
اور عمامہ باندھ کر طے ہیں کمرس۔ چوکس ہو گئے یہ جاوہ جا۔

نیچر یہ شاعری

میان آزاد ایک مرتبہ سیر کرتے ہوئے ایک شہر میں داخل
اور ہوٹل میں فوڈکش ہوئے جھپٹتے وقت ہوا کھانے چلے تو دیکھا
سر کی ایک کوٹھری کے برآمدے میں چار پانچ سفید پوش فرشتے
مکھٹ پر بیٹھے عظیم الشان خانی حقے مشکبو دھواں دھار اڑا رہے
ہیں اور گوری چبا رہے ہیں۔ مگر سب موزوں طبع شعرا
تازک خیال و شیرین مقال۔ حامی۔ علامی۔ فہامی۔ وقاد و جواد
جواد۔ ایک شاعر نے کہا کہ بھی ہم تنہوں کے غلص کا وزن
ایک ہو۔ علامی۔ فہامی۔ اور حامی۔ مگر تم دو ہی ہو۔ وقاد و جواد
ایک شاعر اور آجائے تو چھ گڈم کی خوب کھڑے۔ اتنے میں
میان آزاد تڑپے ہو تنج گئے۔ این! آپ کون شاعر غرا
ہو چھا۔ آپ تخلص کیا کرتے ہیں۔ فرمایا آزاد۔ تب تو ان سب کی
باچھین کھل گئیں کہ اچھا قافیہ بلا صاحب۔ اب جواد۔ وقاد
اور آزاد یہ تین شعر ابھی ہم قافیہ تخلص والے جمع ہو گئے بھی
خوب آئے۔ واما آپ ہی کی سرکھی۔ اب شعر خوانی ہونے لگی
ایک شعر پڑھتا ہے باقی داد دیتے ہیں۔ اسی سحران اللہ واہ

میر صاحب۔ یہ حضور ہی کا حصہ تھا۔ حاصل زمین۔ بار کل شہر
کیا خدا واد طبیعت پائی ہو۔ واما کیا ذہن کی رسائی ہو پھر
فرمائے گا حضرت خدا کی قسم قلم توڑ دیے کیا روز مرہ ہو۔ ہائے
اس بول چال کے صدقے۔ واما کیا خوب تقسیم ہو۔ ٹوپیاں
اچھل رہی ہیں۔ کوئی جھومتا ہو کوئی وجد کرتا ہو۔

آزاد۔ میان سنو۔ ایجا نب اس شاعری کے قائل نہیں ہیں
ہمیں نہ نیچر یہ کلام پسند ہو۔ یہاں اس شاعری کے معنی ہی سمجھ میں
نہیں آتے آپ لوگ تو زبان بر مارتے ہیں اور ہم خیالات پر
جان دیتے ہیں۔ ہائے شاعری تو انگریزی پر ختم ہو۔ نیچر نیچر
نیچر دے نیچر نیچر کہاں پائے۔ گل و بلبل کا عشق مصفوت
کے قدر کو تار بنایا اور درپردہ کل طویل الخ کی بھتی سنائی۔

فہامی۔ آغاہ آپ نیچر یہ ہیں ایسے اور دیر سے تو
سننے تھے اب نیچر یہ پیدا ہوئے غضب خدا کا ایسا کلام فرشتے
پسند نہیں یہ ان شعرا کا کلام فصاحت الیتام ہو جو بغیر شعر کوئی
تھے۔ جنکا سب کلمہ پڑھتے ہیں بلکہ خداے سخن تھے۔
آزاد۔ بندہ صاف گوصاف باطن آدمی ہو لگی لٹی نہیں رکھتا
یہ شاعری نہیں ضبط ہوئے نکالین ہی مبالغہ بھی تو کتنا کچھ کھکانا
ہے جھوٹ کے چھپر اڑا دیے لے اب کان کھو لکھ نیچر یہ کلام سنو
اسپر وہ فراموشی مقدمہ بڑا کہ سر ابھر گونج اٹھی۔ پیٹ میں
بل پڑ پڑ گئے۔ بڑی دیر تک ہنسنی ضبط نہ ہو سکی۔

فہامی۔ داد قبلہ واہ۔ آپ کی نیچریت کے صدقے اچھی گٹ پٹ ہو
آزاد۔ حضرت شیخ کیا جانیں صابون کا بھاؤ۔ اندھے کے آگے
رونا اپنی آنکھیں کھنا بھینس کے آگے میں بجائے بھینس کھڑی پگڑائے
میان آزاد نے اپنی نیچر یہ شاعری کی تعریف کے وہ پل باندھے
کہ بحر ظلمات پٹ جائے۔ تعریف کیا ایک سمندر کا سمندر تھا

جسکا اور نہ چھو ممکن کیا کہ کوئی بھٹا پائے۔ دھردہ پانچون
 آرو کی شاعری پر غش آتش و میر کے روز مرے پر غش عیش کرتے
 تھے۔ ناسخ کی بلاغت۔ انیس کی فصاحت۔ ذوق کی تشبیہ
 غائب کے کلام اوق و خیالات نفیس۔ تو من کی زبان سلیس میر
 استادانہ کلام کی بڑھ بڑھ کر تعریف کرتے تھے۔ اب فریاد فیصلہ کن
 کرے بھٹیاریں جھگڑا اچکانے سے رہی۔ بھٹیاریں رکھا رکھا چھلینا
 جلنے شاعری علم دریا ہو۔ آخر کار فریقین کی رائے یہ قرار
 پائی کہ شہر چلیے جو پڑھا لکھا آدمی پہلے سے وہی حکم جو کہہ
 آنا و صدقاً منظور۔ سب ہاتھ پر ہاتھ مارا چلنے ہی کو تھے کہ
 بھٹیاریں نے اُنکو لٹکا را اور چک کر میان جواد کا دامن لیا
 میان یہ بتے کسی اور کو بتانا۔ ہم بھی اس شہر میں اتنے بڑے
 بڑے ہیں ہوں تو ابھی ایک ہی رو کی کسے برابر لے سکیں وہ ہی کو
 کا پانی پی ڈالا پہلے کوڑی کوڑی بائین ہاتھ سے رکھ چلے
 پھر اسباب اٹھائے اور شریف کھسکائے۔

علامی۔ نیکیوت یہ شریف بھلے انس ہیں۔ دو بیسے کو
 کہیں شرفا ایمان بیجا کرتے ہیں۔ جلودامن جھوڑو ابھی
 دم کے دم میں آئے۔

بھٹیاریں۔ اس دم میں بندی نہ آئے گی۔ ایسی بانو
 میں نہ آنے کی ایسے بڑے سا ہو کا رکھرے اسامی ہونو
 ایک گنڈا چیکے سے نکال دو نہ۔ اسے واہ میان۔ بڑا کھرا
 پن دکھاتے ہیں۔ یہاں اس ۱۹۔ برس کی عمر میں ہزاروں
 ہی چراڈا لے ہونگے۔

وقاد۔ یہ مڑھری ہی بھٹیاریں۔ عورت ہو یا ڈائن۔ اری
 سجاڑی صاحب خدا اس سے بھیچا چھوڑاؤ ورنہ ریش مبارک
 پر ہاتھ ڈالا ہی چاہتی ہو بھی ایسی بھٹیاریں دیکھی نہ ہستی۔

بھٹیاریں۔ میان کچھ مدیسے تو نہیں ہوئے۔ یا بل
 ناگھ کر کھر سے چلے تھے۔ یہ لام کام کا ذری زبان سے
 نہ نکالو۔ ہوں چھوٹی تو کیا ہوا پر بس کی کاٹھ ہوں میرے
 کالے کامتر نہیں۔

میان جواد آدمی تھے صلح کل جب انھوں نے دیکھا کہ
 میں دھردے گئے تو کہا بھی تم پانچون جاؤ ہم میان بی مہرانی
 کی تشفی کے لیے بیٹھے ہیں اور اسی بہانے پر ابھی دیتے
 جائیں گے تم لوگ پنٹ آؤ۔ خیر وہ سب تو اُدھر چلے اور جواد
 سراہی میں زیر جرات بی بھٹیاریں رہے دوچار منٹ بعد
 پکارتے ہیں کہ بی مہرانی۔ بی مہرانی۔ میں لیتا ہوں کہیں ایسا
 ہنو۔ پیٹ میں چوہے دوڑیں کہ رفوچکر ہوئے۔ پھر تن منٹ
 کے بعد گلا بھاڑ پھاڑ کر چلانے لگے۔ بھٹیاریں بھٹیاریں۔ ہم
 بھاگنے والے اسامی نہیں تم بفکری سے دال بکھا رو جب
 بار بار انھوں نے چھینا شروع کیا تو وہ آگ بھجھو کا ہو گئی۔

بھٹیاریں۔ میان میں ایسے دو بیسے سے درگزی۔
 ملی تختے جو ہا لندو رہی جیسے گا۔ تم نے تو غل مچاچی کہ میرا کلیم
 بکا دیا نا کون دم آ گیا۔ آپ جائیں بلکہ بھٹیاریں سمیت دفان ہوں
 تو میں خوش میرا اند فوش۔ یہ بات وہ بات کا لاریے ہاتھ
 اور واہ دیکھی تیری کا لپی اور باون لے آ جاؤ میان ہوں
 ابھی جمعہ جمعہ سات و آٹھ دن کی پیدائش۔ مجھے تو نگوری گنتی
 بھی نہیں آتی مل ناک پر تو کبھی بیٹھنے دیتی نہیں۔

ادھر تو میان جواد سادہ دلی سے بی بھٹیاریں سے
 چل کر رہے تھے ادھر سینے وہ پانچون سرا سے چلے تو
 راہ میں سناٹا۔ آدمی نہ آؤ فردا چلتے چلتے ایک مرد دھردے
 باریش مخضب سے دوچار ہوئے۔

حامی - السلام علیکم۔

مقدس - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حامی - یا حضرت مولانا ایک مسئلہ حل کیجئے تو احسان ہوگا
مقدس - عرض کروں یہ دمرشد فاکسار ایک ذریعہ بقدر
اضعت العبادیمیر زہجیران دبستان نادانی کا ایچہ خوان خاکیا
سخنوران نامی زہرباسے خوان عسجدی وجامی رخاک نیز کوچہ
ناکامی ہی پس مخاطب بظاہر مولانا فرماتا ضعت العبادناہنجار
ننگ انام ردخلاتی مستہلام کو صریح بنا تاہی مولانا ہونا ایک امر
ہر ایس دشوار - فاجہر وایا ولی الابصار۔

حامی - آج خدا ہی ہمارا حافظ و ناصر ہو حکم بھی ملے تو ایسے
دہا رہی قسمت کی خوبی - قبلہ اگر اسی طرح دوچار بار انکسار کی
باتیں کیجئے گا تو بھور ہو جائے گا اور رادھ جواد پچاسے کو بھٹیاں
نحاس دکھائے تو عجب نہیں - ہم دوپٹی بات کے عاشق میں
سنئے آپ اسوقت قاضی اور آپ کے گھر کے چوہے سیانے
آپ ایک امر متناع فیہ کا فیصلہ کر دیجیے اور دولت خانہ کا راستہ لیجئے
اور ہم سب کے جد امجد کے جد امجد اور انکے نانا جان کے جد امجد
پر احسان کیجئے - وہ یہ کہ یہ حضرت آزاد کی پچریہ شاعری
کا جذبہ کرتے ہیں اور ہم چاروں اردو شاعری پر
جان دیتے ہیں۔

مقدس - یہ تو کوئی غور طلب مسئلہ اوق نہیں کہ غور و تحقیق
کا محتاج ہو۔ آپ چاروں کا قتل عبت ہو آپ سیدھے دارالشفاء
جائیے اور قصہ کھلائیے شاعری پر جان دینا کار عقلائے دہر نہیں
فعل مقہارے روزگار ہو - جان عطیہ حضرت ایزد کردگار ہے
اسکو اسی کی راہ میں صرف کرنا فرض انسانی ہو ورنہ مشرور
برجان دینا خیریت اور حاکمت کی نشانی ہی - باقی رہی سہی

نوع کی شاعری - اس کے نام سے اس نابکار و جلالی رسیا
کے کان آشنا نہیں - یہ پچریہ شاعری کس عالم اجل
اور محقق کی تحقیق ایتق ہے - یہ قسم جدید ہے - یا عتیق ہو
بینوا و تجربوا۔

اس بینوا و تجربوا پر پانچون ہنس پڑے اور اس زور سے قہقہہ
لگا یا کہ مولانا صاحب کھنکھن کو سرٹ کر کرتے جیہ و دستار کو سنبھالا
چلتے ہوئے اب سرایا دآئی اپنا سا منہ لیکر ناک کی سیدھی
نوکرم بھاگے راہ میں آزاد نے کہا کہ بھی سنو غزل سلسل نہ گڑ
کو البتہ پسند ہی یہ نہیں کہ پہلے مصرع میں شہید ہو گئے دوسرے
میں بوسل شکر خا کے خواستگار میں مطلع میں معشوق کے
خط آنے کا دکھڑا رویا - مقطع میں محرم آب روان کی تعریف کی
اب غزل سلسل بنئے - ۵

شب وصل تھی چاندنی کا سا بھیا
مبارک شب رے بھی وہ شب تھی
وہ شب تھی کتنی روشنی جہنم کی
نکالے تھے دو چاند لسنے قابل
عروسی کی شب کی علاقہ تھی صل
مشاہد جمال پری کی تھیں آنکھیں
حضور کی نگاہوں کو دیدار سے تھی
کیا تھا اُسے بوسہ بازی پیدا
حقیقت دکھاتا تھا عشق عجائی

بیان خواب کی طرح جو کر رہا ہے

یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا

ابو ہو ہو واند کیا غزل ہے - پھر کا دیا - روح شاد ہوئی
القصہ وہ سب سراگئے اور آزاد ہوٹل پونچے مریض داخل ہوئے

اب ادھر انکے یار وفادار کا حال زار بغور سنئے یہ جو بول
تڑکے مجر دم آنکھیں ملنے پلنگ سے اٹھے تو سب کے سب
غائب غلہ۔

میان جواد

وہ شعر ادا لگی دیکھنے کے لئے اُس دن ہر انکے تاکہ میان
جواد اور بھٹیاریں میں گھنچ ہو اور یہ دل لگی دیکھیں بھٹیاری
سے ملکر اسباب بھی غائب کر دیا۔

جواد۔ غیاث (خدمتگار)

خدمتگار۔ حضور انیاض۔ انیاض۔

جواد۔ این! یہ کیا ستائی۔

خدمتگار۔ پروم شد غلام کی تو جان پر بن آئی۔

جواد۔ یہ جان پر بن آنا کیسا۔

خدمتگار۔ خداوند محل سے گئے اور اسباب بھی کھسکا دیا۔

جواد۔ یہ پہلی تو ہمارے فرشتہ خان کے بوجھے بھی بوجھی نہ جائے گی۔

خدمتگار۔ جب آقا بہ اور گچی ڈھونڈھے گا تو قلعی کھل جائے گی۔

جواد۔ کیا آقا بہ اور گچی بھی غائب ہو۔

خدمتگار۔ جی حضور فرما اٹھیے تو میان وہ لے لے کے چلے دیے۔

جواد۔ ارے مٹنے جانے کیوں دیا ٹانگ کیونٹی۔

خدمتگار۔ ٹانگ لینے کے لیے گڈا اک پالیے۔ آپ تو پاس لیٹے

ہوئے تھے آپ نے ہی ٹیٹو لیا ہوتا مجھ پر آپ بن نافع کو خفا ہوتے ہیں

تب تو حضرت بہت ہی بکھرائے۔ رنگ فنی ہو گیا چوڑی ڈھونڈھنے

لگے۔ الغرض کنوں میں بانس پڑے گرا بچی تھا نہ بانی تو وہ

شوخی بھٹیاری کیا کہتی ہے حضور ہم نے اول ہی کہو یا تھا کہ حضور چھٹ

یہ ہوئے سب کے سب بڑبڑ خورندے ڈال کے ڈٹے ہیں

باورچی خانہ چٹ کر جائیں اور گلوٹے دکارتک نہ لیں حضور

تو غنی غنی دو چایا تان کھانے والے وہ بڑھ پڑھ کر سٹھے لگانے
والے وہ تو کہو بوسے آفتابے ہی کے ماتھے گئی یانیں وہ تو بچہ کر
چٹ کر جاتے۔ میان جواد مسخرہ پن میں طاق۔ ضلع ملکیت میں
مشاق دل لگی چل میں شہرہ آفاق تھے مجھپ سے تک ملا
گردن ہلا ہلا کر ایک نامہ لکھا۔

اے انجن ریل رہ نودی

اے گاگ جنہ بونچ

اے رشک خرام ریل گاڑی

اے ورتک پو پرتک ورتک

اے تیر کمان ملک ایران

اے جوش اُبال گرم ہاتھ

اے ریگ روان و شش غنی

اے خضر کوئے ہارون شہت

اے شوخی نازمہ حبیبیان

بعد از شوق لقاے صوری

کیون جی ہی شہرہ دہشتی

غیر دن کو تو راستہ بتایا

چار آنکھوں کی محنتی نقطہ موت

دشت نے جو ہاتھ بانوں کھسکا

تم کیا کرو تیر صوین صدی ہی

معلوم ہو کہ تم ہو بے پیر

جس جا سے چلا کہیں نہ اسکا

جو کلمہ دیکھی بہت سفر میں

بر باد کرو نہ نفعت جان کو

کچھ کام نہ آئیگے یہ خم دم

اے پھیپھہ چھکڑا دو بردی

اے برق جنہ بریگٹ

اے روکش ٹانگن پہاڑی

اے گولہ توپ جنگ کابل

اے برش خنجر صفا ہاں

اے قلعہ بوتل براندازی

اے چنگاری سنگ حقیق

اے رشک جہانیاں جہان گشت

اے طرز خرام نازن سینان

دو دو بایتیں سنو ضروری

جو کچھ مرے ساتھ آپ نے کی

یاروں سے بھی راز دل چھپایا

بس دیکھو لی آپ کی محبت

ایڑی گھنے کو تلوے کھلا لے

بد الہی کا بھی بدی ہے

چلنے میں کڑی کمان کے تیر

یہ پانوں میں یا گڑی کا کھکا

نقطے کا ہے بل سفر مقومین

صحرا کی نہ خاک دھول بھانکو

غربت میں نہ یار میں نہ ہدم

<p>بلند ہو کہ آسمان کی خبر لاتی ہو کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی جھڑ دیکھو چل پون کاؤ کاؤ دھول دھپا لپٹا ڈگی۔ جتنی پزار۔ جھکوا تکرار کر سب کے سب ہل ہل کر بڑبڑاتے جاتے ہیں کتاب تو وہی چار پرٹھ رہے ہیں۔ مگر وہی تباہی آنا پشاپ بہتوں کی زبان پر ہے۔ ایک۔ آج شام کو میں بانے کی لٹکیاں ضرور لٹاؤنگا۔ دوسرا۔ آغا قی کے باغ میں کوہا لال ہے۔ تیسرا۔ ارے مانی تجھے گل بوٹے کی پہچان رہے۔ چوتھا۔ مولوی صاحب کو پیر ہوئے نادان رہے۔</p>	<p>اب بھی لوٹ آؤ بات مانو پچھتاؤ گے یا ر آخر کار دانستندی یہ کون سی ہے زردادن و درد سر خریدن بانو کی قسم تھیں پلٹ آؤ گائے کو جلاؤ گر نہ آؤ کتوں ہی کی لاش کو گھسیٹ ہے تم کو قسم شک کی آزاد تکلیف کرو ذری گوارا</p>	<p>احسان کیا ہم یہ تم نے جانو اب مانو نہ مانو تم ہو مختار یہ کیا روش اختیار کی ہے کیا لطف نہ آؤ تاؤ دیدن چاند کی قسم تھیں پلٹ آؤ افین ہی کو کھاؤ گر نہ آؤ آئے نہ تو طبع ہی کو پیٹے سو گند تھیں مدک کی آزاد لوٹ آؤ کہیں میان خدار</p>
<p>پانچواں۔ پڑھو گے لکھو گے تو ہو گے خراب جو کھیلو گے کو دو گے ہو گے نواب</p>	<p>رکتا ہے اسی دعا یہ خاصہ بن جاؤ تھیں جواب نامہ</p>	
<p>انقرض دس بندہ لڑکے غل چپ کر بیودہ یک رہی میں سب کی وار مل ملا کر خاک سجھو میں نہیں آتا کیا خرافات بکتہ ورنہ مولوی صاحب تہی سے ضرور خبر لینے ادھر لوندے یہ خرافات اڑا رہے ہیں ادھر مولوی صاحب دے سے اونگھتے ملن رکبت کے خلیفہ جی سوئی تاگا لے ہوئے اگر کھے میں بیوند گاہے ہیں افست ہوئے خلیفہ ہو گئے۔ آخر کار جب مولوی صاحب خواب خرگوش سے بیدار ہوئے تو ایک لڑکے کو بلایا۔ آؤ کتاب لاؤ سبق پڑھو یہ سر کھلا ہو گلستان بخل میں داب مولوی صاحب کے قریب عامیٹھا اور سبق شروع ہوا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مولوی صاحب۔ چھیدا خری علم تو بھلا نا۔ شاہ با شتیا دیکھو وہ تباہ کدھر ہو لڑکے نے پھر کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر فرزا گفتہ از وزیران پد رچہ خطا دیدی کہ بند فرمودی گفت گنا ہے معلوم نکردم دیکھیں بہ یقین دانستم کہ معاہد من در دل ایشان بکیران ست و بر عهد من اعتماد کلی ندر اندرسم کہ</p>	<p>ایک دن بازار کی طرف جانے تو ایک مکتب خانہ نظر سے گزرنا تو اچھا مکان۔ پیرا نامہ ادا الاں۔ دیوہرین بابا آدم کے وقت کی ایک مولوی صاحب قیاموس کے معتمد تھے ہل ہل کر پڑھتا ہے ہیں اور میں بیٹھیں کم سن لڑکے رٹل قافیہ اڑا رہے ہیں ایک لڑکے نے دوسرے کی چاند پر رٹ سے دھپ جانی کسی چیت گاہ پر رٹاٹے سے دھول لگائی۔ مولوی صاحب پوچھتے ہیں آپ کیا ہوا۔ جی کچھ نہیں مولوی صاحب تہی کر پڑی تھی لہ یہ تہی کی آواز تھی۔ جی ہاں اور نہیں تو کیا۔ اتنے میں وہ چلا شروع کر کے آپس میں ہنسنے لگا۔ دیکھئے مولوی صاحب نے کیا کیا ہے۔ نہیں مولوی صاحب یہ جھک مارتا ہے ان دنوں مولوی صاحب میں بھی دیکھتا تھا۔ نہیں مولوی صاحب تو کیا ہوا تھا وہ جانے دے کی ایسی تھی۔ مولوی صاحب نے کیا خوب فیصلہ کیا کہ چپ رہو یک یک ایک کتابا کی طرف دیکھو۔ اچھا تھنیہ چکایا۔ غل غیاٹے کی آواز ایسی</p>	

از بیم گزند خویش آہنگ ہلاک من کند پس قول حکم را
کا رہستم کہ گفتہ اند قطعہ

از ان کہ تو ترسد بترس و حکیم
از ان مار بر پاسے راغی نند کہ ترسد سرش را بکو بد بہ سنگ

مولوی صاحب بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے ہیں اور حقہ کو گڑا جاتے ہیں اب ترجمہ سنئے۔ ہرمز کے تین کہتے ہیں کہ دیروں سے کیا خطا دیکھی تو نے کہ بندہ مایا تو نے گفتہ کہا گناہ ایک معلوم نہ کیا میں نے ولیکن اور لیکن یہ یقین ساتھ یقین کے دانستم جانا میں نے کہ خوف میرا بیچ دل ٹھون کے بہت ہوا دیر بعد میرے کے پورا نہ رکھا۔ ڈرتا ہوں کہ خوف اپنے کے ڈرنے سے قصہ بارڈا۔ لے میرے کا کرین پس قول حکم کے تین کام باندھنا کہ کہا ہر قطعہ اُس سے جو کہ تھو سے ڈرے ڈرتوئے حکیم۔ جو ساتھ جو شکا رہیں بیچ مڑائی کے اُس سے ساپ اور پاؤں راغی کے مارا ہو۔ کہ ڈرتا ہے سراسر کے کھٹو کے ساتھ پھرتے۔

ماشاء اللہ کیا ترجمہ ہے اور کیا رد مزہ ہی راغی کے معنی راغی کے تین کیا فصاحت ہو۔ ۶۔ وگر باچو صد بڑائی بھنگ کے معنی یہ بتائے گئے کہ اور جو ساتھ جنو کے بیچ مڑائی کے دیر بعد انعام کلی نذرند کا ترجمہ بھی سننے کے قابل ہو کہ دیر بعد میرے کے پورا نہ رکھا۔ اسی طرح نصف طلبہ نے مولوی صاحب کو سبق سنایا اور نصف نے خلیفہ جی کو خلیفہ جی نے مولوی صاحب کے بھی کان کاٹے۔ مولانا غتار بدو سے بھی بڑھ گئے سہ خر شاہ وقت لاہور تھیں گوہر دج گنج اسراریم کا ترجمہ یوں بتایا مرغاشام کے وقت ٹہنی پیڑ پر لگڑاؤں کرتا ہے اور ادا گرچہ ہر دباغ کا اسرار ہے۔ اصل علی کون ہو۔ ۵۔

گر ہمیں مکتب سے این ملا کار طفلان تمام خواہ شد

دوپہر کے وقت لڑکے تختی بے کر بیٹھے۔ کوئی گیندے کی پتی تختی پر ملتا ہو کوئی مہرے یا کوڑی سے تختی کو چکنا تاتا ہو۔ کوئی دوات مٹا کرتا ہو کوئی قلم پر جا کو تیز کرتا ہے انھیں آدھ گھنٹے تک یہی ہوا کیا بعد ازان لڑکے لکھنے بیٹھے۔ مولوی صاحب نے کوٹھری سے ٹھونچا نکالا اور دروازہ بند کر کے سو رہے۔ یہاں خوب پتا دئی ہوئی دو گھنٹے کے بعد مولوی صاحب چونکے کوٹھری کھولتے ہیں تو یہاں دو لڑکوں میں چت پٹ ہو رہی ہے دونوں گتھے پڑے ہیں نہکتے ہی ایک پر دوسرے کا نا شروع کئے۔ اب سنئے کہ کہ جو ڈنڈ سیل روکا بانی شروع اُس سے تو مولوی صاحب نہ بوسے گرد بے پتلے بچے پر خوب ہاتھ صاف کیا دوچار کی تختی دیکھیں پھر سبق سنا۔ چلیے چھٹی۔

یا مظهر العجائب ہاتھی مع ہودا غائب

میان آزاد مکتب خانہ کی بھوکرتے بڑبڑاتے ہی دل میں گانیا دیتے جاتے تھے کہ وہ یہ مکتب ہو یا منڈی لٹے میں ایک رئیس با توقیر کی عالیشان کوٹھی کی طرف گز سے تو صلی تفاق سے ہوت رئیس موصوف عالمگیر کا یہ فقرہ پڑھ رہے تھے۔ (آدم خوب بدست بنی آید کشمیری درین صوبہ نیست کہ امقر کوشم) میان آزاد لڑکے سے بول اٹھے آدمی تو کھا پھون طین گرفتار ان کبریت حمر کا حکم رکھتا ہے۔ دو کیوں جائے ایک بندہ دکانی موجود ہیں۔ رئیس نے اشارے سے بلایا اور کہا۔

(اچھا آؤ ادھر)

آزاد۔ ۶۔ آتا ہوں تینے کو چڑھائے بٹے کل پر۔

رئیس۔ ماشاء اللہ آپ شاعر بھی ہیں۔

آزاد۔ جی اور شمیم بدور اینجاناب ساہر بھی ہیں۔

رئیس۔ ہم سحر کے کبھی قائل ہی نہیں ہوسے۔

آزاد - بس معلوم ہو گیا کہ آپ کسی قوس ابرو کی تیغ نگاہ کے گھائل ہی نہیں ہوئے۔

رئیس - بھئی واللہ کتنے حاضر جواب ہو۔

آزاد - تم بھی بے تکے پن میں انتخاب ہو۔

رئیس - تم تو گالیان دینے لگے تو فوکری کر چکے۔ بس ہوا کھائیے آزاد - بہت بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنائے یہاں ہی بات کے لاکھوں پاتے ہیں کہ ہر بات میں تک ملتے ہیں۔

رئیس - اچھا آج سے آپ ہمارے معاصب ہوئے مگر سوتے جا گئے ہمیشہ قافیہ ہی میں جواب لین گے۔

آزاد - دینگے اور پنج کھیت دینگے۔

نور علی دیر کے بعد رئیس نے بلایا - آزاد

آزاد - خانہ احسان آباد۔

رئیس - اخاذ آپ ہیں۔

آزاد - جی اور نہیں تو کیا آپ کے باپ ہیں۔

رئیس - مت بک فضول۔

آزاد - چونچ سنبھال نامعقول۔

اب سنیے کہ رئیس سمورا انکان بٹے دھوم دھڑکے سے

ہاتھی پر ہوا رکھے اور سیر دریا کو چلے۔ میان آزاد خواصی میں بیٹھے ہیں ہاتھی دیکھا استکنا جیسے ہی دریا میں ہاتھی ڈالا وہ اسے سوزدے پانی اچھالا۔ ہودا ڈانوان ڈول ہونے لگا

اب گرے اور اب گرے۔

رئیس - خدا بچائیو۔

آزاد - یا خدا ڈوبائیو۔

رئیس - امام ضامن کی دہائی

آزاد - کج پوری شامت آئی۔

رئیس - یا علی مشکل کشا مشکل کشائی کیجیے۔

آزاد - خواجہ حفیظ ذرا ہاتھی کا پانوں تو پھسلا دیجیے۔

رئیس - یا منظر العجائب۔

آزاد - ہاتھی مع ہودا غائب۔

اتنے میں فیلیان ہاتھی کو نکال لایا اور رئیس نے اسے غصے کے آزاد کو دھتا بتایا ڈھکیلا تو زمین پر آ رہے اچھا۔ تک ملا تا وہ تو کہنے ریت ہوئی تو قافیہ تنگ ہو جاتا ہاتھ کے ماتھے جاتی یا پانوں تنگ ہو جاتا۔ رئیس بھی سوچے کہ اچھے فترہ باز ملے وقت پر فترہ نہ ہی ملانے سے مطلب ہو۔ ہم کہتے ہیں یا ہاتھی وہ فرماتے ہیں ہاتھی مع ہودا غائب۔

کھوسٹ شوہر کے نام فوجیہ زیوی کا خط

ایک روز میان آزاد فرخ نداد سیر کر رہے تھے کہ ایک سیر مرد ٹھہرایا تھے کاٹھنے کو نکلتے آن کھڑے ہوئے اور میان آزاد سے کہا کہ میان ذری یہ خط تو پڑھ دیجیے اور اسکا جواب لکھ دیجیے میان آزاد نے خط لکھ لیا اور پڑھ کر سنانے لگے۔

خط - میرے کھوسٹ شوہر خدا تم سے بچھے۔

آزاد - این بہ نرالا انقاب الی کھا آداب ہو دعا پھر پر۔

خزاج برسی بالاسے طاق یسم اللہ ہی غلط۔ ابتدا ہی سے کوئی شروع کیا۔ اتنی خیر۔

پیر مرد - حضرت آپ خط پڑھتے ہیں یا میرے کھوسٹ فدیہ چکا

ہیں پر اسے جھگڑے سے ایک واسطہ جب میان بیوی راضی ہیں

تو آپ کوئی قاضی ہیں خدا کے لئے آپ لفظ بلفظ پڑھتے

مگر اس جھگڑے میں نہ پڑیے۔

آزاد - ایا ہا۔ تو یہ کہنے آپ کی زوجہ مقدسہ کا خط ہی شام

خیر صاحب میان بیوی کے جھگڑے سے کیا روکا خط پڑھے دیتا ہوں

خط - میرے گھوسٹ شوہر خدائے مجھے۔ سکندر ظلمات
 پیاسا آیا اگر تم نے آب حیات کے دو چار قطرے ضرور پی لئے
 ہیں جب ہی مرنے کا نام نہیں لیتے کچھ اور پیرسورس کے تو ہوئے
 اب آخر کیا عاقبت کے بوریے بٹور دے۔ ذرا دل میں شراؤ تو
 ہزاروں نوجوانوں خیز کفن پوش ہوتے جاتے ہیں اور تم تیاں سے
 موجود ڈکوفیو رکھی آیا اگر تم مچھون پر تاؤ ہی دیتے رہے یہ فیض
 لکھو کھا آدمی چٹ کیے مگر حضور جیانی کی بلا دور فیض کے باپ
 چٹ کر جائیں اور ڈکار تک نہ لیں۔ بخار میں ہزاروں حیا دار
 چل بسے مگر تم اور بھی موٹے ہو گئے تم پر فالج تک نہیں گرتا
 لقوہ بھی نہیں مارتا۔ لون کے جھونکے بھی بھٹیں نہیں جھلسا
 دریا میں بھی تم بھسل نہیں جاتے۔ اور سوبات کی ایک بات
 یہ ہو کہ اگر حیا دار ہوتے تو ایک چلو کافی تھا۔ مگر تم وہ چکنے
 گھرے ہو کہ عرق انفال کے تم پر ہزاروں ہی گھڑے پڑیں
 لیکن ایک قطرہ نہ تھم سکے۔ واہ تھکے۔ کیوں نہ ہو۔ پس
 بنے بٹھے ہی ہو۔ ہی ہو کس ساعت میں تھکے بٹھے پڑے
 کس بڑی گھڑی تھکے بٹھے ساغریا ہوا۔ مان باپ کو کیا کہوں
 مگر میری گردن تو کند چھری سے ریت ڈالی۔ پس سے تو کسی
 کنوین ہی میں ڈھکیل دیتے تھائی ہی کے واسے کر دیتے تو یہ
 روز روز کا رونا ہوتا۔ تم خود ہی انصاف کرو کہ تھار
 بڑھ بھس سے مجھ پر کیا گاج پڑی۔ ہاتھوں میں تو آپ کے
 ریشہ پائوں میں سکت نہیں۔ منہ میں دانت نہ بیٹ میں
 آنت۔ مگر کمان کی طرح خم۔ بینائی کی یہ کیفیت کہ دل کو اوٹ
 نہیں سو جھتا جریب ٹیک کر دس قدم چلے بھی تو سانس بھٹکی
 دم ٹوٹ گیا۔ سستانے بیٹھے نو نقش قدم بن گئے
 صبح کو نھی نھی دو چپا تیاں کھالیں تو شام تک کھٹی ٹوکا رہی ہی

ہیں۔ گر گری ہو گئی۔ تولہ بھر سگنجین کا ستیا ناس کیا اگر سگنجین
 کی تکایت بدستور۔ حافظے کا یہ حال کہ اپنے باپ کا نام بھی یاد
 نہیں۔ پھر آخر سوچو تو کہ بیاہ کرنے کا شوق کیوں چڑا یا ایک
 پائوں تو قبر میں لٹکا یا ہے اور خیال یہ گذر گیا ہے کہ وہ طمان
 دھن لائیں۔ نوشتہ کمالائیں۔ اللہ سون جہ وقت تھار پو پلا منہ
 سفید بھون اوگولوں کی بھریان اور دہری کمر اور گنجی چاند اور
 منجوس صورت یاد آتی ہے۔ کھانا حرام ہو جاتا ہے واہ بٹے میان
 واہ اجڑا جھوٹ نہ بلائے تو ہمارے آبا جان سے پیاس ساٹھ
 برس بٹے ہوئے۔ اور مان جان کو تم نے گود میں کھلایا ہوتا
 نہیں خدا گواہ ہے تم میرے دادا کے بھی باپ سے بڑے ہو
 مگر واہ ری قسمت کہ آپ اور میرے شوہر۔ زمین شق ہو تو
 دھس جاؤں۔
 آزاد۔ نبلد و کعبہ۔ اسکا جواب کسی منشی بے ہل سے لکھو ایسے
 پیر مرد نہ بڑھاپے میں اب کبھی شادی نہ کریں گے۔
 آزاد۔ کیا خوب! کیا ابھی شادی کرنے کی ہوس باقی ہو ابھی پتہ نہیں
 پیر مرد۔ اچھا اسکا جواب کل سوچ کر دینگے۔
 میان آزاد دوسرے روز اٹھے اور سویرے ہی چل پھڑے
 بچے جو طرف سناٹا پڑا ہوا۔ مگر ہر سمت لطف اتم جو نور عالم ہے
 جام گل قطرہ شبنم سے بہہ نہ نسیم سحری مشکبار وغیرہ نہیں رندان
 ساغر نوش کا جوش و غل۔ کہیں صراحی و بادہ گلگون کا قفل
 ادھر فاختہ و ستک زنان۔ ادھر قمری کو کو کونان۔ پیپیون کی
 بکار مورینوں کی جھپکار جس شجر کو دیکھو نہال۔ ہر غنچہ گل زر
 سے نالا مال کہیں لب لب چمک رہے ہیں اور پھول ہلک
 رہے ہیں کہیں قطرہ ہلے شبنم جھلک رہے ہیں اور تاروکی
 روشنی سے چمک رہے ہیں۔ ۵

<p>صبحی بہ فروغ دلکشائی روشن چوہین صبح خیران افتخاندن نقشہ و گل اردور آن گل کہ از دروز گاران می جست نسیم نوبهاران</p>	<p>بگذاختہ شب بروشنائی فیض از دو بام چرخ زیران سرتاسر باغ سایہ و نور در یوزہ بو کند بہاران چون دیدہ در انتظار یاران</p>	<p>خط لکھا۔ گریبان سربل ایک استاد کسی جھانے سے خط کی نقل اڑھی لائے زوری تھیے گا۔</p>
<p>اس سہانے وقت کا سماں دیکھ کر آزاد مسرور تھے خوش خندان مست و غرور خان دل ستا دروہ فرخناک شعر لے لیران زمین کے ساتھ و ساز لب پر شعر حافظ شیراز۔ سہ</p>	<p>نسیم صبح کہ مستانہ در سیکڑی ندامت ز کد امی و بار میکڑی تھوڑی دیر بعد کا لون میں بھنک پڑی کہ انکو کوئی پکارتا ہو کہ ۶</p>	<p>جواب خط۔ میری ایسی چھیل چھیلی تنک فرج نازک بدن مغلوب الغیظ غنچہ دہن آگ بھلو کا سیتن نوع و نوجوان کم سن نادان بیوی۔ متوالی بیوی کو اُسکے سن رسیدہ گرگ ہارن دیدہ مگر خیدہ سنجیدہ۔ دہمیدہ شوہر کی اٹھتی جوانی دیکھنا نصیب ہو اچوہ جم جم جیے اور تم پوتون بھلو دودھون نہاؤ۔ اٹھارہ لڑکے ہوں۔ اور اٹھارہ دوتی چھیتس چھو کر یان جب میں بلیر میں قدم رکھوں تو سب بچے آبا آئے آبا آئے اٹھو نالائے بنائے لائے۔ کہہ کہہ دوڑ پڑیں۔ مگر ڈریہ ہو کہ تم بھی ابھی کمسن ہو انکی دیکھا دیکھی کہیں مجھے آبا نہ کہہ اٹھنا کہ پاس پڑوس کی عورتیں مجھے ہنگلیوں پر پٹائیں اور آتو بنائیں مجھے تم سے اتنی ہی محبت ہو جتنی کسی کو اپنے جگر گوشہ کی ہوتی ہے۔ میری نانی کو میں ایسا پیارا تھا جتنی تم مجھے پیاری ہو اور کیوں نہ ہو تمھاری پردادی کو میں نے گودیوں میں کھلایا ہے اور میری بہن نے اُسے دودھ پلایا ہو مجھے تمھاری دادی کی خالہ کا گویاں کھیلنا سطرچ یاد ہو جیسے کسی صبح کا کھانا یاد ہو۔ مگر تمھارے خط نے میرے دل کے ساتھ وہ کیا جو خزان چین اور برق خرم کے ساتھ کرتی ہو لیکن مجھ میں ایک بڑا وصف یہ ہے کہ کڑے کڑے کا بیجا ہوں اور کیوں نہ ہو شرم و وطن کے لئے زیبا ہو۔ بندہ تو چکنا چڑھا ہو۔ مانا کہ آنکھوں میں نور نہیں مگر چشم نگران ست قوت سامعہ سے بے بہرہ ہی سہی لیکن گوش برآوز زن جوان ست پیر ہوں گر بے پیر نہیں ہاتھ میں رعشہ سہی مگر حاجت دستگیر نہیں تم عصا سے پیری ہو مگر خاص انخاص میری ہو اوصف کے آئے مرا ہوں مگر تمھاری محبت کا دم بہتر ہوں</p>
<p>نسیم صبح کہ مستانہ در سیکڑی ندامت ز کد امی و بار میکڑی تھوڑی دیر بعد کا لون میں بھنک پڑی کہ انکو کوئی پکارتا ہو کہ ۶</p>	<p>ادھر دیکھنا ادا دھ جانے والے</p>	<p>ادھر دیکھنا ادا دھ جانے والے</p>
<p>ازن ایغیب کی آواز کیسی پیچھے پھر کے دیکھتے ہیں تو وہی بیر فروت جسکو اُسکی بیوی نے کھوسٹ شوہر کے القاب سے یا دیکھا تھا۔ اور خط میں خوب آڑے ہاتھوں لیا تھا آزاد۔ افادہ۔ مزاج شریف۔ کیسے اور کوئی خط تو نہیں آیا پیر مرد۔ اُسے نویر انک میں دم کر دیا اور سچ پوچھو تو جسدن سے اُسکو بیاہ لائے ناک ہی کٹ گئی۔ ایسی تنک مزاج دیکھی نہ تھی مجال کیا کہ ناک پر کبھی تو بیٹھ جائے نور امیری ناک اڑالے فری کوئی خلاف بات ہوئی اور تنک کیسے۔</p>	<p>میان آزاد نے وہ چکنی چٹری باتیں کیں کہ بڑھانان باڑی پھول گیا سوا سو برس کا تجربہ چٹکیوں میں بھول گیا گانوں کا نام مکان کا پتا صاف صاف بتایا اور ایسا دم میں آیا کہ بیوی کا کچا چٹھا کر سنایا میان آزاد نے چپکے سے سب سے لیا جھٹ دیا قلم کلغزے گلگون صبارفتار خامہ کو صفحہ قرطاس پر کرکڑا دیا۔ کھوسٹ شوہر کی طرف سے اُسکی بیوی کے نام جواب</p>	<p>ازن ایغیب کی آواز کیسی پیچھے پھر کے دیکھتے ہیں تو وہی بیر فروت جسکو اُسکی بیوی نے کھوسٹ شوہر کے القاب سے یا دیکھا تھا۔ اور خط میں خوب آڑے ہاتھوں لیا تھا آزاد۔ افادہ۔ مزاج شریف۔ کیسے اور کوئی خط تو نہیں آیا پیر مرد۔ اُسے نویر انک میں دم کر دیا اور سچ پوچھو تو جسدن سے اُسکو بیاہ لائے ناک ہی کٹ گئی۔ ایسی تنک مزاج دیکھی نہ تھی مجال کیا کہ ناک پر کبھی تو بیٹھ جائے نور امیری ناک اڑالے فری کوئی خلاف بات ہوئی اور تنک کیسے۔</p>

تھارا پیارا پیارا کھڑا۔ ریلے نینان۔ نشیلی انکھڑیاں
گوری گوری ہیتان جھوٹ یاد آتی ہیں کیجے پر سناپ
لوٹنے لگتا ہے۔ وہ خذہ شکر آئیز۔ وہ رخت عنبر بیز۔ وہ خال
مشکین وہ صل نگارین۔ وہ ابر کی ایسی ستانہ چال وہ خطو
خال چندے آفتاب چندے مقاب۔ وہ چاندنی رات میں ٹھکر
مکان کبھی مسکراتا کبھی کھلکھلاتا۔ کسکا شرانالکسا لجا نا۔ اور تو
اور تمھاری پھرتی سے دل لوٹ بوٹ ہو۔ کیجے پر جوت پھون
سے جو طرہ بھر اوتو تر سے بام پر۔ یچل پلاپن۔ اور وہاں سے
ایک ذوق میں متابی یہ ہو رہیں اور وہاں سے پھلانگ ماری
تو دن سے پھر صحن میں ابر کی طرح اٹھکیلیاں کر رہی ہیں پھر
کے مثل چوڑے گھونٹا دوس واچھوٹا کبھی کھیلنے کھیلنے میری
چیت گاہ پر پٹپ جانی کبھی شوخی سے وہ ڈانٹ بتائی کہ کیجے
رز گیا کبھی آپ ہی آپ رونا کبھی دن دن بھر سونا لٹھوین
کے دن۔ بارہ برس کاسن۔ تیرے میماختہ پن کے قربان
ہوی جان۔ لے کہا مانو۔ بہن غنیمت جانو۔ میں چراغ سحر
ہوں ہوا چلیے یا نہ چلے۔ اب گل ہوا اب گل ہوا میں آفتاب
لسب بام ہوں اب غروب ہوا اب غروب ہوا میں کشتی
ہوں جو ڈوبکا ڈوبکا میثود مجھے تا ناموے پر سوئے۔ تم خوب جانتی
ہو کہ میں شیریں بیان ہوں۔ ستر برس ہوئے کہ دانت چوہے کی
نذر کیے تب سے حلوے پر بسر ہو پھر جو روز جلو اکھا نیگا کی
زبان تنگ شکر کیون نہ بن جائے وہ مٹی مٹی باتیں کر دن کہ لب
بند ہو جائیں مگر تم بھی بقصور ہو تھائے گود میں کھیلنے کے دن
ہمارا کچھ اوپر سو برس کاسن۔ تم طناز بیان کر خم۔ تم سر بلند
اقبال بیان ریختہ دم۔ تم گلزار باغ و بہار ہم ضعیف و مست
مگر ہمارا عشق بھی بلا کا عشق ہے ۵

عشقم کہ نصیب بہ نیست نور
این شعلہ ندامت از گنج خاست
بے وصل تو زندگانیم صیت
در یاب کہ خاک خورد خونم
بام تو رسید بر چراغ غم
بوسے تو زود برد ما غم

تم لاکھ روٹھو پھر ہماری ہو۔ ہوی ہوخت جگر ہو پیاری
وہ سبھ گھڑی یاد کرو جب ہم دو لہا بنے پر لے سر پرشی دستار
جملے سہرہ لٹکائے ننھری لٹکائے الوکی دم فاخہ حواس باختہ
یہی مرغی کے برا بھوڑ پاید سوار بھی لٹی جلتے تھے اور تم ہوں
بنی سولہ سنگار کے نفس ز زنگار میں سے جھانک رہی تھیں
ہم سے گالوں کی جھریان ہمارا پو پلا خد ہمارا ٹیڑھی کمر دیکھ کر
خوش تو نہ ہوئی ہوگی۔ ع۔ وہ لب پہ آئی ہنس دیکھو مسکراتی ہو
اب ایک صیحت بزرگانہ یاد رکھو۔ ایک تو میلے ٹھیکے نہ جانا۔
دوسرے اس پاس کی چھو کر یوں کو گویا نہ بنانا۔ خدا کرے جب تک
آسین و آسمان قائم ہو تم جوان رہو اور نادان رہو۔ اٹھو تو سن مونی
ترقی پائے اور جو بن روز بروز بڑھتا جائے۔ ہمارے سفید
بال بچپن بچائیں۔ حاسد خارا کھائیں۔ تمھارا پیر نابالغ شوہر۔

لکھنؤ کا جہلم

۷ میان آزاد نور کے ترے کے جو اٹھتے کہیں لوٹھا تو ب انھرا
پھرایا ہو اہر سمیت تیرہ ونا ظلمات کی سی کیفیت نمودار کوئی شے
نظر ہی نہیں آتی نور کا فورسرا کے باہر آئے تو چو طرفہ دل بادل
قبلہ کی طرف جھومنی ہوئی کھٹا کھٹا۔ کالی کھٹا متوالی کھٹا
گھنگھور کھٹا۔ گھنیری کھٹا۔ ابر کھٹکیلیوں پر شاخیں مستون کی طرح
جھوم رہی ہیں۔ ہوا اس زبائے سے جل رہی کہ کیجے لرزا جاتا
ہے مرغان خوش لوا گھونسلوں میں دیکے بیٹھے ہیں۔ پرندہ

پر نہیں مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹی اور عد نے گرجا شروع کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کو سون ٹک کی کالی گھٹائی نظر آتی تھی اور سوائے سرد سن بن کرتی جاتی تھی۔ سحر

آتش کی گلا دھوان بام فلک پہنچا۔ جم گیا منزل خورشید کی چھت میں کھل جو گیا عید کے صبح نکار بھجھوت یا کہ میرا کی ہو برت پہنچائے کس ابھی چل نہیں سکتا وہ اندر لھپا کی برق سے وعد یہ کتا ہو کر لائے جس طرف سے گئی بجلی پھر اُدھرن کی قلعہ خچ میں ہو بھول بھلیان بال کبھی ڈوبی کبھی اُچھلی سہ تو گئی بحر اضر میں تلاطم سے پڑی بھول

ایک دفعہ ہی پھر دامن دلی اور بجلی چمکی تو اندھیری رات میں بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا جب شمع زدن میں برت چٹک زن اُلوپ انجن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑنے لگیں اور کسی شوخ پرفن نے الہیانا شروع کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری (ادبی جھری کاری جھری کی آجاری) کار کا سے پرے پڑے پڑے برائی کرے بست جبر کرے سن کو

مگر پھونانے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہو گئے کچھ پونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہن کہ دعائی دہ پڑ پڑ کاتی ایک حسین بہ چین چمکی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لگا دھا دہ پٹا فیصل کی چیز ہر دفریز۔ پوچھا کہاں سواری چلی رسکرا کر بعد نازا جواب دیا (لکھنو کا چلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنو کے محرم الحرام اور مجالس غزائی دھوم دھام پڑ پڑ ہو گئے تھے ٹھان لی کہ چلم کی جبل پہل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر لکھنو داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹوئے کی کر بلا ہوئے اندھا اندھ جانتک بیک نظر کی رسائی ہو۔ کچھ یوں اور کون اور گھوڑوں اور ہاتھیوں اور رتھ اور بیل اور ڈولون اور فون کا تاننا لگا ہے جدھر جاو دھوم جدھر دیکھو جوم۔ بانکے ترچھے تھے

ٹورے کڑے تھے۔ نقدے۔ دو انگلی کی نیکے دار لٹو پان اپین سے مسک گاہ پر جائے۔ انکھریوں میں سرمہ لگا ہے باڈی ٹیکتے۔ آنکھیں سکتے بررتے اینڈ تے سنتے۔ ایتھتے سترتی کی زن مروتی اور اونچی چلی کے انگرکھے پھرتے تھے جملے جالے میں جو جو اچھی بناؤ نڈ پیل چول کتابی صوفیان صافی طینت میں ہوجی کی صلا بلند ہو مگر فشاے راز میں زبان بند ہو خوش باش بھی بوندے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل ہلنے میں چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھوئیں کے بے اڑتے ہیں۔ میان آزاد گھڑائے کہ این یہاں بھی چاندو نہ بھلا چاندو اور بانو کا بیان کیا کام ہو اور کتنا از دھام ہو امرو ساء عمائد شہر جھو لاریون شا میاؤں خس کے بکھلون ادھیوں میں تین دن سے قیام تھے۔ امر کی شان ہی ادھی روستا کی آن بان ہی ادھی کشمیر حنٹ نظیر کے شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دوشالہ دوسالہ زیب دوش کوئی چاندی گر گر تاتا ہو۔ کوئی مشکبور دھوان دھار ہو پچان پیتا ہو۔ زیر نڈا زیر جو بن جتھے کیا تھیں کہ حقہ نہیں عصار ہو سکی کے ہاتھ میں بیجان ہوتا ہو سچا کہ ہاتھ میں آگے بڑھتے ہیں تو ارباب نشاط کے جھکٹے معشوقوں کے جھکٹے وہ چھپ وہ ادا۔ وہ ازوہ غمزہ کہ زبا دھند سالہ بھی تسبیح و تہلیل بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں میان آزاد کو رنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بڑا گئے اور ایسے گمراہے جیسے جوئے پر پانی چھڑک دیا لاول والا۔ انھوں نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منہ نہ موڑا۔ ایک ماشت سننے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

دھوان بھٹی سے اٹھ کر آئی ابرجت ہو | کہ پیش نہان خشک دامن کی غٹ
 اتنے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کنا شروع
 کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تفریح آنا ہی بڑے دھوم دھڑکے
 سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکرے پر کھڑے ہو گئے
 کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کو سون تک جلوس ہی ۵۴
 ہاتھی دیتے ایک دتے مست دم کئے کوئی زنجیر کو سوڑے اچھلتا
 ہی۔ کوئی چھوٹا ہوا آتا ہی کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی مسیو نیکی
 دھت ٹھوڑے چابکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں شتر مرغے
 کرتے جاتے ہیں۔ لاجول دلاؤ کیا کیا کاداک کھڑے جھیا نکٹا بوز
 ہوا اشار اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے
 دروہاں ڈانٹے ٹھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عین برین
 پر ہے پیچے زمین آسمان بالا سے سر ہو۔ خاکی پٹن کے چار سو
 تلنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں ریچی بردار ذکی لال لال
 در دی سے گل لال کھلا تھا۔ سرخاسنخ بیر ہوئی بنے ہوئے
 بان بردار یان چمکاتے پھر میرے اڑاتے بڑے دھڑلے ساتھ
 ہیں۔ بادبھاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چھڑے ہیں باجے
 نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مہربا کا طنطنہ بلند فرمایا نشا
 کی وہ آن بان کہ سج۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان
 کشیون کی قطار اور اپر گلاب پاش عنبر بارنگ کا جمعی پر بہار
 آگیکھیلوں میں خشک اذفر نافہ و عنبر۔ چو بدراعصا و تقرنی طلائ
 لیے جلوس کا ریٹ زین ہی۔ کسی سمت آہ و بکا اور صدائے میں ہی
 چپرسی لال لال گپیان جائے ہد کی صورت بنا۔ ہاتھ میں خوشنما
 لکڑیان اور انین پیل کی پھلیان۔ پھکت گتکے لیے اکڑے ہیں
 گھائی اور چھوٹ لڑہ ہی ہیں تما بھ دکھایا اور ہاتھ گھوٹا یا بہرہ
 اور مشکلی کا ہاتھ لگایا۔ گتکے سے قدم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ

سیر پھر جلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ گرگ کر پالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
 واہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہ پہلوان پھر لکڑی ہی
 تین کی دوہری صان کی تو پرے کے پرے صان کھجے چھٹ
 گمار لڑتے ہیں گتکے پر گتکے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
 تو کردیون نے عرش برین کو تھام لیا زمین کا گوارہ ڈانٹا
 تھا ہار دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدائے کرسی آسمان تک
 بلند تھی۔ گریہ وزاری بکا ڈانٹکاری اور برسوں سے دو چند تھی
 ہزار ہا غزدار شریک نام سینہ مجروح آنکھیں پریم مرثیہ خوان خوشنما
 گریہ کنان جان جان جا رہے ہیں

دا حسرتا کہ ماہ محرم گذر گیا	اور جہلم امام دوعالم گذر گیا
تیسرے مصرع غل میں سن نہ سکے	ماتم رہا یہ موسم ماتم گذر گیا

اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
 پر شاہ کر بلا کی عزانا تمام ہے

اور یون بیان کرتے تھے سجا خستہ حال
 بندری بنا کے لیچلے دیکھو یہ خضیاں
 سرنگے بال کھولے مرا کاروان تھا
 سب انٹ پر سوار تھے میں بان تھا
 اتنے میں ریل آیا تو ٹپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
 ۵۴ تفریحے لے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبر مبارک قابل دید
 تھی بلکہ دید تھی نہ شنید تھی چو طرفہ علم اور سونے کے پیچے اور سر اور
 انین گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم وابدار جھلکتے۔ چھوٹو کی بوباس
 سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل ل سجان اللہ سجان اللہ شہب
 آہو سکار تن خورا ہوار۔ سمند دعا پسند۔ گزنگ نقرہ خاک جو یا
 جنگ۔ کیت اور رنگ سونے کی چچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
 نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سنگات و خوش غلات لٹکتی
 ہوئی۔ چاد میں خون کے ایسے دھبے جسے غزداروں کو خون
 نہ لایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

تورے کٹھے تھے۔ نقد سے۔ دو انگلی کی نکلے دار ٹوپیاں
ایسے سے مستک گاہ پر جائے۔ انکھوں میں سرسہ لگا ہے
باندھی ٹیکتے۔ آنکھیں سیکتے برستے اینٹے بنتے۔ اینٹھتے شہر
کی تین کمر توئی اور اونچی چوٹی کے انگرکھے پھرتے ہے جسے
جاسے میں جوہر اونچی بناؤند پیل چوٹی کرتا ہے صوفیان ماسی
طینت میں ہوئی کی صلا بلند ہو کر فشاں رازین زبان بند ہو
خوش باش بھی پودے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل ہلے ہیں
چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھڑکن
کے بقے اڑاتے ہیں۔ میان آزاد گھبرائے کہ این یہاں بھی
چاندو نہ بھلا چاندو اور بانو کا یہاں کیا کام ہو اور کتنا
از دام ہو امرار و ساء عمائد شہر چھو مدار یون شا میاؤن
خس کے بنگلون انھیوں میں تین دن سے قیوم تھے۔ امر کی شان
ہی اور تھی روسا کی آن بان ہی اور تھی کشمیر حینت نظیر کے
شاہ بافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو شاہ دو شاہ
زیب دوش کوئی چاندی گر گر تار ہو۔ کوئی مشکبور
دھوان دھار ہو پچان پتیا ہو۔ زیر نازیر جو بن جتھے کیا تھیں
حقہ نہیں عصا ہو یہ ہوس کے ہاتھیں بیجاں بولتا ہے سبھا کہ تھیں
اگے بڑھتے ہیں تو اریاب نشاط کے جھکے معشوقوں کے جھکے
وہ چھپ وہ ادا۔ وہ از وہ غمزہ کہ زہاد صد سالہ بھی تسبیح تھیل
بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں کیا آزاد
گورنگین طبع سودائی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی برا گئے
اور ایسے گمراہ جیسے جوئے پر بانی چھڑک دیا لاول ولا۔
انھوں نے یہاں بھی بیچنا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منہ
نہ موڑا۔ ایک عاشق سننے ہی لال بھبھوکا ہو گئے۔ اور میا
آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

پرہیز مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوچی اور عدنے گربا شروع
کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کوسون تک کی کالی گھٹائی
نظر آتی تھی اور سوائے سرد سن کرتی جاتی تھی۔

آتش گل دھوان بام فلک پہنچا۔ جم گیا منزل خورشید کی چھت میں گل
ہو گیا بھیس کے جھنگار ہے بھوت یا کہ ہر لگی ہو برت پہنچاے کس
ابھی چل نہیں سکتا وہ اندھ لکھپا۔ برق سے وعدہ کہتا ہے کہ لائے
جسٹن سے گئی بجلی پھر ادھر نہ کی قلعہ خچ میں ہو بھول بھلیان ہوں
کبھی دو بی کبھی اچھی نہ تو کی بحر اضر میں تلاطم سے پڑی پھلی

ایک دفعہ ہی پھر دامن دگی اور بجلی چمکی تو اندھیری رات تین
بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا جہنم زدوں میں برق
چشمک زن اُوپا بچن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑے لیکن
اور کسی شخص پر فن نے الہی شاعر کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری اور ہی دھری کاری جری کی جری
کار کا سے پر سے پیر بدر ایو گھر ہر لگی کرے بہت جبر اگر تین کو توئی

مگر وہ نے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہوئے
کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دو پڑ پڑ کاتی ایک
حسین بہ حسین چمکی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لگاوا
دو پٹا فیصل کی چیز ہر دغیر نہ پوچھا کہاں سواری چلی سکر کر
بصدنا زو ادا جواب دیا (لکھنو کا چلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنو کے
محم الحرام اور مجالس نرا کی دھوم دھام پڑو ہو گئے تھے تھان لی
کہ چلم کی چل پیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر ہوا ہر
لکھنو داخل ہو گئے اور وہ ہانسنے تالکٹو سے کی کر بلا ہوئے
اقتدا اللہ جہانک پیک نظر کی رسائی ہو۔ گھیمون اور کون اور
ٹھوڑون اور ہاتھیون اور رتھ اور ہل اور ڈولیون اور زون کا
تاننا لگا ہے جدھر جاؤ دھوم جدھر دیکھو عجم۔ ہانے تر چھپے

دھوان بھیڑی سے اٹھ کر بالائی برجست ہو | کہ پیش ہر ان خشک دامن کی غرض
استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع
کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تفریح آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے
سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے
کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کو سون تک جلوس ہی ۵۴
ہاتھی دیتے ایک دسے مست دم کٹے کوئی زنجیر کو سوڈ سے اچھا
ہی۔ کوئی ٹھوٹا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی۔ مسیو کی
دھت گھوڑے چابکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں۔ بستر غمرے
کرتے جاتے ہیں۔ لاحول دلاوۃ کیا کا داک کھڑے بھیا نکاح بوز
ہر ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے
درویان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عرش برین
پر ہنچے زمین آسمان بالاسے سر ہی۔ خاکی پٹن کے چار سو
تنگے رپ رپ کرتے جارہے ہیں برچی بزواری لال لال
ور دی سے گل لالہ کھلا تھا۔ سرخاسنچ بیر ہوئی بنے ہوئے
یان برداریان چمکاتے پھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑلے سے تھے
ہیں۔ بادبھاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چڑھتے ہیں باج
نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مریجا کا طنطنہ بلند فرمایا انسان
کی وہ آن بان کہ سح۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان
کشتیوں کی قطار اور رائپر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمنی پر بہار
انگلیچیلون میں مشک اذفر نافہ و عنبر۔ چو بداعصا و نقرئی و طلائی
لیے جلوس کا زینب زین ہی۔ کسی سمت آہ دبا اور عدائے بن ہی
چپرس لال لال گیان جائے ہدی کی صورت بنائے ہاتھ میں خوشنما
لکڑیان اور انہیں پتیل کی پھلیان۔ پھلکیت گنگے لیے اکڑے ہیں
گھائی اور چھوٹ لڑر ہی بن طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوٹایا باہر دیا
اور شگہی کا ہاتھ لگایا۔ گنگے سو قدیم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ

سیر کھڑے حلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ ٹک کر بالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
وہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہ پہلوان پھر لکھنوی ہی
تین کی دوسری صاف کی تو پرے کے پرے صاف کھینچ کھیت
گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
تو کر دیون نے عرش برین کو ختم لیا زمین کا گوارہ ڈانٹا دل
تھا ہزار دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صلہ نہ کر سی آسمان تک
بلند تھی۔ گر یہ وزاری بجا ڈانٹا کساری اور برسوں سے دو چند تھی
ہزار ہا عذار شریک نام سینہ مجروح آنکھیں نیم مریخہ خوان خوش طالعان
گر یہ کنان جان جان جارہے ہیں

داحسہ تاکہ ماہ محرم گزر گیا	اور جہلم امام دو عالم گزر گیا
تیسرا مصرع غل میں سن نہ سکے	نام نہ پایہ موسم نام گزر گیا

اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
پر شاہ کر بلا کی عزائے نام تمام ہے

اور یونین کرتے تھے سجاوشتہ حال بند بنائے لچلے دیکھو یہ خیال
سرنگے بال کھولے مرا کاروان تھا سب منٹ پر سوار تھے میں رات تھا
اتنے میں رہا آیا تو ٹیپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
۵۴ تفریح لے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبر مبارک قابل ہر
تھی بلکہ دید تھی نہ شہر تھی جو طرفہ علم اور سونے کے پنجے اور سر اور
انہیں گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم وابدار جھلکتے۔ پھولوں کی بوباس
سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل کی سجان اللہ سجان اللہ شہب
آہو شکار تند خور ہوار۔ سمند دعا پسند۔ گزنگ نقرہ خگ جو کیا
جنگ۔ کیت اور سزنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سگات و خوش غلات لٹکتی
ہوئی۔ چادرین خون کے ایسے دیسے جسے غرادر وں کو خون
ر لایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

پرہیز مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹی اور وعدے گرجا شروع کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کو سونے تک کی گھٹا ہی نظر آتی تھی اور سوائے سردی سن کرتی جاتی تھی۔

آتش کل دھوان بام فلک پہنچا
جگمگیا منزل خورشید کی چھت میں کل
جگمگیا بھیس کے جھجنگ کا بھیس
ابھی جل نہیں سکتا وہ اندھ لکھن
جسٹ سے گئی بجلی پھر اوس کی
بکھی ڈوبی کھی اچھی نہ تو گئی

ایک دفعہ ہی پھر دانی دکی اور بجلی جھکی تو اندھیری رات تین بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا چشم زدن میں برق چشمک زن اُلوپا بجن تھی اتنے میں بھی ننھی بوندیں پڑنے لگیں اور کسی شمع پر فن نے اللہ بنا شروع کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری
ادری دھری کاری جری جری
کار کا سے پر سے پیر در آئو
بررا کی گرجے بست جبر گرفت کو

مگر تو انے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اٹھو ہو کچھ بونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی در پڑ پڑ گاتی ایک حسین بہ جبین جگتی چلی آتی ہے۔ وہ ادنی ادنی گھٹا اور وہ ہکا دکھا دوپٹا فیصل کی چیز ہر دلعزیز۔ پوچھا کہاں سواری چلی مسکرا کر بعد ناز و ادب جواب دیا (لکھنؤ کا چلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنؤ کے محرم الحرام اور مجالس نرا کی دھوم دھام پڑھو ہو گئے تھے ٹھان لی کہ چلم کی جہل پہل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر لکھنؤ داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہو پئے اندھ اندھ جہان تک بیک نظر کی رسائی ہو۔ بگھیوں اور کون اور ٹھوڑوں اور ہاتھیوں اور رتھ اور ریل اور ڈیلیوں اور بون کا تاننا لگا ہے جدھر جاؤ وہم جدھر دیکھو ہم۔ بانے ترچھے تھے

اورے کٹے تھے۔ نقد سے۔ دو انگلی کی نکلے دار ٹوپیاں اپین سے مسک گاہ پر جائے۔ انکھو یوں میں سرمہ لگا ہے بانڈی ٹپتے۔ آنکھیں سکتے برتنے اینڈ تے سنتے۔ اینٹھتے شہزادی کی تن کرتی اور اونچی چلی کے انگرکھے پھرتے جسے جہانے جاسے میں جوہی اوچی بناؤ ند پیل چول کرتا ہی صوفیان صالح طینت میں ہوجی کی صلا بلند ہو مگر فشا سے راز میں زبان بند ہو خوش باش بھی یوقدے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل جلتے ہیں چاند باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھوئیں کے بقعے اُڑاتے ہیں۔ میان آزاد گھڑائے کہ این یہاں بھی چاند ڈھانہ بھلا چاند اور بانہو کا یہاں کیا کام ہو وادہ کتنا از دھام ہو امرار و ساء عمائد شہر جھولدا رین شا میاؤں خس کے بنگلون انھیوں میں تین دن سے قیوم تھے امر کی شان ہی ادھی رُوسا کی آن بان ہی ادھی کشمیر حنیت نظر کے شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو شاہ دو شاہ زیب دوش کوئی چاند کی گر گر تار ہو۔ کوئی مشکبور دھوان دھار ہی بچان بیتا ہی۔ زیر انداز پر جو بن جتھے کیا تھیں کہ حقہ نہیں عسا ہی ہو سوس کے ہاتھ میں بیجان ہوتا ہی سبھا کہ ہاتھ میں آگے بڑھتے ہیں تواریاب نشاط کے جھکے معشوقوں کے جھکے وہ چھپ وہ ادا۔ وہ از وہ غمزہ کہ زہاد صد سالہ بھی تسبیح و تہلیل بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں میان آزاد کو رنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بگڑ گئے اور ایسے گرائے جیسے جوئے پر بانی چھڑک دیا لاول ولا۔ انھوں نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے مخد نہ موڑا۔ ایک عاشق سنتے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

دھواں بھٹی سے اٹھ کر بالائی برجست ہو کہ پیش زبان خشک دامن کی غریب	سیر بھر حلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ کرک کر پالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کننا شروع	وہ اُستاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ ہو وہ پہلوان بھر لکھنے ہی
کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تعریف آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے	نیم کی دوہری صاف کی تو پرے کے پرے صاف بھر چھٹ
سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکرے پر کھڑے ہو گئے	گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کوسون تک جلوس ہی ۴۵	تو کر دیوں نے عرش برین کو تمام لیا زمین کا گوارہ انوار ٹل
ہاتھی دیتے ایک دتے مست دم کٹے کوئی زنجیر کو سوڈے اچھا	تھا ہزار دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدائے کرسی آسمان تک
ہی۔ کوئی چھوٹا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی مہینوں کی	بلند بھی۔ گریہ وزاری بجاؤا شکباری اور برسوں سے دو چند بھی
دھت گھوڑے چاکلی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں بستر غمرے	ہزار ہا عزا دار نہر تک تم سینہ مجروح آنکھیں پریم مرثیہ خوان خوش طبعان
کرتے جاتے ہیں۔ لاجول دلا توہ کیا کا داک کھٹ بھیا کھٹ بوز	گریہ کنان جان جان جا رہے ہیں ۵
ہو ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے	واحسرتا کہ ماہ محرم گذر گیا اور چلم امام دد عالم گذر گیا
ور دیان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عرش برین	تیسرا مصرع غل میں سن نہ سکے ماتم رہا یہ موسم ماتم گذر گیا
پر ہے نیچے زمین آسمان بالائے سر ہی۔ خاکی لپٹن کے چار سو	اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
تنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں ریچی بردار ذکی لال لال	بر شاہ کر بلا کی عزنا نام تمام ہے
ور دی سے گل لال کھلا تھا۔ سرخاسنچ بر بہوٹی بنے ہوئے	اور یون بیان کرتے تھے سجا خستہ حال بندری بنا کے لیچلے دیکھو یہ بڑا
یان بردار یان چمکاتے بھر ہرے آواتے بڑے دھڑکے ستارے	سرنگے بال کھولے مرا کاروان تھا سب منٹ پر سوار تھے میں سا بن تھا
ہیں۔ باد بہاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چھڑے ہیں باجے	اتنے میں ریل آیا تو ٹپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مرجا کا طنطنہ بلند فرمایا	۵۳ تعریف آئے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبرج مبارک قابل دید
کی وہ آن بان کہ سح۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان	تھی بلکہ دید تھی نہ شنید تھی جو طرفہ علم اور سونے کے نیچے اور سر اور
لکشیوں کی قطار اور اپر گلاب پاش عبیر بار گنگا جمنی پر بہار	انین گوہر شاہوار لٹکتے اور دیر تیم دایدار جھلکتے۔ چھو لوں کی برباس
انگلیٹھیلوں میں شک از فرناذ و عبیر۔ چو بد اعصاب و تقری و طمانی	سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دلیل سجان اللہ سجان اللہ شہب
لیے جلوس کا زینب زین ہی۔ کسی سمت آہ و بکا اور صدائے میں ہی	آہو تکار تن زخورا ہوار سمند دعا پسند۔ گز رنگ نفورہ خاک جو یا
چلے لال لال گیلان جائے ہمد کی صورت بنا گئے ہاتھ میں خوشنما	جنگ۔ کیت اور سزنگ رسونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
کڑیاں اور انین بیل کی پھیان۔ چکیت گنگے لیے اکڑے ہیں	نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سنگاٹ و خوش غلات لٹکتی
گھائی اور چھوٹ لڑ رہی ہیں طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوٹا باہر دیا	ہوئی۔ چاد میں خون کے ایسے دھبے جسے غداروں کو خون
اور متکبی کا ہاتھ لگایا۔ گنگے سے قدم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ	لڑایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

ٹورے کٹھے تھے۔ لہندے۔ دو انگلی کی نکلے دار لڑپیان
ایسے سے سنک گاہ پر جائے۔ انکھو پون میں سرمہ لگا ہے
باندھی ٹیکتے۔ آنکھیں سیکتے برستے ایندھے بنتے۔ اینٹھتے سنہری
کی تین کمر توئی اور اونچی چوٹی کے انگرکھے پھرتے تھے جہانے
جاسے میں جوہر اونچی بناؤند پیل چوٹی کرتا ہر صوفیان صالحی
طینت میں ہوتی کی صلا بلند ہو کر فشاے رازین زبان بند ہو
خوش باش بھی پودے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل بٹلتے ہیں
چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھڑکن
کے بقے اڑاتے ہیں۔ میان آزاد گھبراتے کہ این یہاں بھی
چاندو نہ بھلا چاندو اور بانہو کا بیان کیا کام ہو اور کتنا
از دام ہو امرار و ساد عمارت شہر چھو دار یون شا میا لون
خس کے بنگلون انھیون میں تین دن سے قیوم تھے۔ امرکی شان
ہی ادھی روسا کی آن بان ہی اور تھی کشمیر حنٹ نظیر کے
شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو شاہ دو شاہ
زیب دوش کوئی چاندی گر گر تار ہو۔ کوئی مشکبور
دھوان دھار ہو پچان پتیا ہو۔ زیر نازیر جو بن حقہ کیا تھیں
حقہ نہیں عصا ہو یہ سوس کے ہاتھ میں بیجان بولتا ہر سجا کہ ہاتھ میں
اگے بیٹھے ہیں تو اریاب نشاط کے جھکے معشوقوں کے جھکے
وہ چھپ وہ ادا۔ وہ ازوہ غمزہ کہ زہاد صد سالہ بھی تسبیح و تہلیل
بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں کیا ان آزاد
گورنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بگڑ گئے
اور ایسے گمراہ جیسے جوئے پر ہانی چھڑک دیا لاول ولا۔
انھوں نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منہ
نہ موڑا۔ ایک عاشق سننے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا
آزاد کی طرف گھوڑ کر کھنکے لگے۔

پرہیز مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوچی اور وعدے کرنا شروع
کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کوسون تک کی کالی گھٹا
نظر آتی تھی اور سو اسے سرد سن کرتی جاتی تھی۔ سحر

آتش گل کا دھوان بام فلک پہنچا
جو گیا بھینس کے صبح نکا رہے بھجوت
ابھی چل نہیں سکتا وہ اندر لکھتا ہو
جھڑت سے گئی بجلی پھر اُدھر نہ کسی
کبھی ڈوبی کبھی اُچھلی نہ توکی تھی

ایک دفعہ ہی پھر دامن دلی اور بجلی جھکی تو اندھیری رات تین
بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا جہنم زدوں میں برقی
چشمک زن اُلوپا بجن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑے لیکن
اور کسی شیخ پر فن نے الاینا شروع کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری
کار کا سے پر سے پیر بدر ایو گھٹا

مگر آنے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہوئے
کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دو پڑ پڑ کاتی ایک
حسین حسین چمکی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لگاوا
دو پٹا فیصل کی چیز ہر دغیر نہ پوچھا کہاں سواری چلی مسکرا کر
بھدنا زو ادا جواب دیا (لکھنو کا چلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنو کے
محم الحرام اور مجالس غزاک دھوم دھام پر لٹو ہو گئے تھے تھان لی
کہ چلم کی چل پیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر
لکھنو داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہو پئے
اللہ اللہ جہانک پیک نظر کی رسائی ہو۔ گھیمون اور کون اور
ٹھوڑن اور ہاتھوں اور رتھ اور پیل اور ڈولیوں اور فونوں کا
تانا لگا ہے جدھر جاؤ دھوم جدھر دیکھو جھوم۔ بانکے ترچھے تھکے

دھوان بھیڑی سے اٹھ کر بالائی برجست ہو | کہ پیش لہان خشک دامن کی غریب
استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع
کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تفریح آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے
سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے
کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کو سون تک جلوس ہی ۵۴
ہاتھی دیتے ایک دسے مست دم کٹے کوئی زنجیر کو سوڈ سے اچھا
ہی۔ کوئی چھوٹا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی۔ مسیو کی
دھت گھوڑے چابکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں۔ بستر غمرے
کرتے جاتے ہیں۔ لاحول دلاوہ کیا کا داک کھڑے بھیا نکاح بور
ہی۔ ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے
درویان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عرش برین
پر ہنچے زمین آسمان بالاسے سر ہی۔ خاکی پٹن کے چار سو
تنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں بر بھی بزوار ذکی لال لال
ور دی سے گل لالہ کھلا تھا۔ سرخاسنچ بیر ہوئی بنے ہوئے
یان برد اور یان چمکاتے پھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑلے سے تھے
ہیں۔ باد بہاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چڑھ رہے ہیں باجے
نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مرجا کا طنطنہ بلند فرمایا انسان
کی وہ آن بان کہ سج۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان
کشتیوں کی قطار اور رائیگر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمنی پر بہار
انگلیٹیوں میں مشک اذفر نافہ و عنبر۔ چو بداعصا و تقری و طلائی
لیے جلوس کا زینت زمین ہی۔ کسی سمت آہ دبا اور عدائے بن ہی
چپراسی لال لال گیان جائے ہدی کی صورت بنا لے ہاتھ میں خوشنما
لکڑیاں اور انہیں تیل کی پھلیاں۔ پھلکیت گنگے لیے اکڑے ہیں
گھائی اور چھوٹ لڑر ہی ہیں طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوٹایا باہر دیا
اور تھکٹی کا ہاتھ لگایا۔ گنگے سے قدیم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ

سیر کھڑے حلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ گرگ کر بالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
وہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہ پہلوان پھر لکھنوی ہی
تین کی دوسری صاف کی تو پرے کے پرے صاف کھینچ کھیت
گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
تو کر دیوں نے عرش برین کو ختم لیا زمین کا گوارہ ڈانٹا دل
تھا ہزار دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدائے کرسی آسمان تک
بلند تھی۔ گر یہ وزاری بجا و اشکباری اور برسوں سے دو چند تھی
ہزار ہا عمارتیں ایک نام سینہ مجروح آنکھیں پڑمشریہ خوان خوشنما لگان
گر یہ کنان جان جان جا رہے ہیں سے

داحسہ تاکہ ماہ محرم گزر گیا | اور جہلم امام دوعالم گزر گیا
تیسرے مصرع غل میں سن نہ سکے | ماتم رہا یہ موسم ماتم گزر گیا

اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
پر شاہ کر بلا کی عزنا نام تمام ہے

اور یوں بان کرتے تھے سجاوشتہ حال | بندی بنا کے لیچلے دیکھو یہ بڑا حال
سرننگے بال کھولے مراکاروان تھا | سب منٹ پر سوار تھے میں رات تھا
اتنے میں ریل آیا تو ٹیپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
۵۴ تفریح لے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبرج مبارک قابل دید
تھی بلکہ دید تھی نہ شہید تھی جو طرفہ علم اور سونے کے پنجے اور سر اور
انہیں گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم و ابدار جھلکتے۔ پھولوں کی بوباس
سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل کی سجان اللہ سجان اللہ شہب
آہو شکار تند خور ہوار۔ سمند دعا پسند۔ گزنگ نقرہ خگ جو کیا
جنگ۔ کیت اور سزنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سگات و خوش غلات لٹکتی
ہوئی۔ چادرین خون کے ایسے دیسے جسے غرادر وں کو خون
رلایا۔ ہرمون پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

پورے کٹھن سے بچے۔ لفظ سے۔ دو انگلی کی نکلے دار لڑکیاں
 اپنی سے سنک گاہ پر جائے۔ انکھوں میں سرسہ لگا ہے
 بانڈی ٹیکتے۔ آنکھیں سیکتے برستے اینڈتے سنتے۔ اینٹھتے سنہرتے
 کی تین کمر توئی اور اونچی چوٹی کے انگرکھے پھرتے ہے جسے
 جاسے میں جو جو اونچی بناؤند پیل چول کرتا ہے صوفیان صافی
 طینت میں ہو جی کی صلا بلند ہو کر فشاے رازین زبان بند ہو
 خوش باش بھی پودے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل ہلاتے ہیں
 چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھڑکن
 کے بچے اڑاتے ہیں۔ میان آزاد بھڑکے کہ این یہاں بھی
 چاندو خانہ بھلا چاندو اور بانو کا بیان کیا کام ہو اور کتنا
 از دام ہو امرار و ساء عمائد شہر چھو لدا رین شا میا لون
 خرس کے بنگلون انھیون میں تین دن سے قیوم تھے۔ امرکی شان
 ہی اور تھی روسا کی آن بان ہی اور تھی کشمیر حنت نظیر کے
 شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو شاہ دو شاہ
 زیب دوش کوئی چاندی کی گر گر تار ہو۔ کوئی مشکبور
 دھوان دھار ہو پچان پتیا ہو۔ زیر نڈا زیر جو بن حقہ کیا تھیں
 حقہ نہیں عصا ہو یہ موسی کے ہاتھ میں بیجان بولتا ہے سجا کہ ہاتھ میں
 آگے بیٹھے ہیں تو اریاب نشاط کے جھکے معشوقوں کے جھکے
 وہ چھپ وہ ادا۔ وہ از وہ غمزہ کہ زہاد صد سالہ بھی تسبیح و تہلیل
 بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں کیا ان آزاد
 گورنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بگڑ گئے
 اور ایسے گمراہ جیسے جوئے پر بانی چھڑک دیا لاول ولا۔
 انھوں نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منہ
 نہ موڑا۔ ایک عاشق سنتے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا
 آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

پرہیز مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹی اور عدنے گرجا شرف
 کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کو سون ٹک کی کالی گٹھا ہی
 نظر آتی تھی اور سو اسے سرد سن کرتی جاتی تھی۔

آتش گل کا دھوان بام فلک پہنچا۔ جم گیا منزل خورشید کی چھت میں گل
 ہو گیا بھیس کے جھجنگار ہے بھوت۔ یا کہ ہیرا کی ہو برت پہنچاے کس
 ابھی چل نہیں سکتا وہ اندر لکھ پائی۔ برق سے وعدہ کہتا ہے کراٹاٹس
 جھڑن سے گئی بجلی پھر ادھر نہ کسی۔ قلمہ جھج میں ہو بھول بھلیان باد
 کبھی ڈوبی کبھی اچھلی سہ تو کتنی۔ بحر اضر میں تلاطم سے پڑی پھیل

ایک دفعہ ہی پھر دامن دلی اور بجلی جھکی تو اندھیری رات تین
 بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا جہنم زدوں میں برت
 چشمک زن اُلوپ انجن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑے لیکن
 اور کسی شخص پر فن نے الاینا شروع کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری۔ اور ہی چھری کاری جری کاری
 کار کا سے پر سے پیر پیر لکھ۔ ہر کی کرے بہت جیر اگر خست کوئی

مگر وہ نے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہوئے
 کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دو پڑ پڑ کاتی ایک
 حسینہ جبین جکتی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لگا دیا
 دوپٹا فیصل کی چیز ہر دھڑن۔ پوچھا کہاں سواری چلی سسکا کر
 بعد ناز ادا جواب دیا (لکھنو کا چلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنو کے
 محرم الحرام اور مجالس غزاک دھوم دھام پر لٹو ہو گئے تھے تھان لی
 کہ چلم کی چل پیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر
 لکھنو داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہوئے
 اللہ اللہ جانتک پیک نظر کی رسائی ہو۔ گھیمون اور کون اور
 ٹھوڑن اور ہاتھون اور رتھ اور پیل اور ڈیون اور یون کا
 تانا تگا ہے جدھر جاؤ دھوم دھوم دیکھو عجم۔ بانے ترچھے تھے

دھواں بھٹی سے اٹھ کر آئی برہمت ہو | کہ پیش لہان خشک دامن کی غرت
استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع
کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تفریہ آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے
سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے
کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کوسون تک جلوس ہی ۵۴
ہاتھی دیتے ایک دتے مست دم کٹے کوئی زخیر کو سوڈے اچھا
ہی۔ کوئی جھومتا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی۔ مسیو کی
دھت گھوڑے چابکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں۔ شتر غمرے
کرتے جاتے ہیں۔ لاجول دلاقوہ کیا کا داک کھڑے جھانکنا بوز
ہو ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے
درویان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ روشن برین
پر ہنچے زمین آسمان بالائے سر ہی۔ خاکی پٹن کے چار سو
تنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں بری بھی بزوار ذکی لال لال
در دی سے گل لالہ کھلا تھا۔ سرخاسنچ بیر ہوئی بنے ہوئے
بان بردار بان چمکاتے پھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑلے سے تھے
ہیں۔ باد بہاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چھڑے ہیں باجے
نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مرجا کا طنطنہ بلند فرمایا انسان
کی وہ آن بان کہ ع۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان
تشتیوں کی قطار اور پیر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمنی پر بہار
آگیتھیلوں میں مشک اذفرانہ و عنبر۔ چو بداعصا و نقرئی و طلائی
لیے جلوس کا زینت ہیں۔ کسی سمت آہ و بکا اور حدائے ہیں ہی۔
چڑھی لال لال گپیان جائے ہر کی صورت بنا لے ہاتھ میں خوشنما
لکڑیاں اور انین تیل کی پھلیاں۔ بھکت گنگہ لے کر طے ہیں
گھائی اور چھوٹ لڑر ہی ہیں طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوٹایا باہر دیا
اور تھکٹی کا ہاتھ لگایا۔ گنگہ سے قدیم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ

سیر پھر جلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ کرک کر بالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
وہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہاں ہبلوان پھر لکھنوی ہی
نیں کی دوسری صاف کی تو پرے کے پرے صاف کھینچ کھیت
گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
تو کر دیوں نے عرش برین کو ختام لیا زمین کا گوارہ ڈانواں دل
تھا ہزار دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدانہ کرسی آسمان تک
بلند تھی۔ گر یہ وزاری بجا وائشکباری اور برسوں سے دو چند تھی
ہزار ہا غدار شریک نام سینہ مجروح آنکھیں پڑم مریہ خوان خوش طالعان
گر یہ کنان جان جان جا رہے ہیں

داحسہ تاکہ ماہ محرم گزر گیا	اور جہلم امام دو عالم گزر گیا
تیسرا مصرع غل میں سن نہ سکے	نام نہ پایہ موسم نام گزر گیا

اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
پر شاہ کر بلا کی عزنا نام تمام ہے

اور یوں بان کرتے تھے سجا خستہ حال | بندی بنا کے لیچلے دیکھو یہ بڑا حال
سرننگے بال کھولے مرا کاروان تھا | سب منٹ پر سوار تھے میں رات تھا
اتنے میں رلیا آیا تو ٹیپ کا شہر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
۵۴ تفریہ لے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبرج مبارک قابل دید
تھی بلکہ دید تھی نہ شہید تھی چو طرفہ علم اور سونے کے پنجے اور سحر اور
انین گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم وادار جھلکتے۔ پھولوں کی بوباس
سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل کی سجان اللہ سجان اللہ شہب
۵۴ ہونٹکار تند خور ہوار۔ سمند دعا پسند۔ گنگا نقرہ خاک جو کیا
جنگ۔ کیت اور سرنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سنگات و خوش غلات ٹکستی
ہوئی۔ چادرین خون کے ایسے دھبے جسے غداروں کو خون
ر لایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

تورے کٹے تھے۔ لقمہ سے۔ دو انگلی کی نکلے دار لڑپیان
اپنے سے متک گاہ پر جائے۔ انکھوں میں سرمہ لگا ہے
باندھی ٹپکتے۔ آنکھیں پکتے برستے اینٹے سنتے۔ اینٹھتے سنتے
کی تین کمر توئی اور اونچی چوٹی کے انگرکھے پھرتے ہے جملے
جاسے میں جو جو اوچی بناؤند پیل چول کرتا ہر صوفیان صالح
طینت میں ہوتی کی صلا بلند ہر گشتاے راز میں زبان بند ہر
خوش باش بھی پودے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل بٹلتے ہیں
چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھوئیں
کے بقعے اڑاتے ہیں۔ میان آزاد گھبراتے کہ این یہاں بھی
چاندو خانہ بھلا چاندو اور بانو کا بیان کیا کام ہو اور کتنا
از دام ہو امرار و ساء عمائد شہر چھو مدار یون شا میا لون
خس کے بنگلون انھیوں میں تین دن سے قیام تھے۔ امر کی شان
ہی اور تھی روسا کی آن بان ہی اور تھی کشمیر حنٹ نظیر کے
شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو سالہ دو سالہ
زیب دوش کوئی چاندی کی گر گر تار ہو۔ کوئی مشکبور
دھوان دھار ہو پچان پتیا ہو۔ زیر ناز پر جو بن حقہ کیا تھیں
حقہ نہیں عصا ہو یہ موسی کے ہاتھ میں بیجان بولتا ہر سجا کہ ہاتھ میں
اگے بٹھتے ہیں تو اریاب نشاط کے جھکے معشوق کے جھکے
وہ چھپ وہ ادا۔ وہ از وہ غمزہ کہ زہاد صد سالہ بھی تسبیح و تہلیل
بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں کیا آزاد
کو رنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بول گئے
اور ایسے گرائے جیسے جوئے پر ہانی پھٹ کر دیا لاول ولا۔
انھوں نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منہ
نہ موڑا۔ ایک عاشق سنتے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا
آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

پرہیز مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹی اور رعد نے گرجنا شروع
کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کو سون ٹک کی کالی گھٹائی
نظر آتی تھی اور سوائے سرد سن کرتی جاتی تھی۔

آتش گل کا دھوان بام فلک پہنچا۔ جم گیا منزل خورشید کی چھت میں گل
جو گیا بھیس کے جھنگار بھجھوت یا کہ ہر لگی ہو بہت پہنچائے کس
ابھی چل نہیں سکتا وہ اندر لٹپا ہو برق سے رعد یہ کتا ہو کر لٹا ہو
جھڑن سے گئی بجلی پھر ادھر لٹکی قلمہ جھجھجھ میں ہر بھول بھلیان بول
کبھی دو بی کبھی اچھی سہ تو کتنی بحر اضر میں تلاطم سے پڑی پھیل

ایک دفعہ ہی پھر دامن دلی اور بجلی جھکی تو اندھیری رات تین
بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا جہنم زد دن میں برن
چشمک زن اُلوپا بچن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑے لیکن
اور کسی شے پر فون نے الاینا شروع کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری اور ہی جھری کاری جھری کاری
کار کا سے پر سے پیر برائیو ہر لگی کرے بدست جہر اگر خست کوئی

مگر تھانے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہو
کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دو پڑ پڑ کاتی ایک
حسینہ جبین جکتی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لگاوا
دو پٹا فیصل کی چیز ہر دغہ زہ پوچھا کہاں سواری چلی مسکرا کر
بعد ناز ادا جواب دیا (لکھنؤ کا چلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنؤ کے
محم الحرام اور مجالس غزاک کی دھوم دھام پر لٹو ہو گئے تھے تھانہ لی
کہ چلم کی چل پیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر
لکھنؤ داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہوئے
اللہ اللہ جانتک بیک نظر کی رسائی ہو۔ گھیمون اور لکون اور
ٹھوڑن اور ہاتھوں اور رتھ اور بیل اور ڈولیوں اور فونوں کا
تانا تگا ہے جدھر جاؤ دھوم دھوم دیکھو جھوم۔ بانے ترچھے تھکے

<p>سیر کھڑے ہوئے اور یہ چمکایا وہ لڑکے کر باپ کا بھڑوہ ہاتھ لگا لیا وہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ ہو وہ پہلوان پھر لکھنؤ ہی تین کی دوہری صاف کی تو پرے کے پرے صاف کھینچ کھیت گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار درج نام لیا تو کر دیوں نے عرش برین کو ختم لیا زمین کا گہوارہ ڈالواں ل تھا ہزاروں کاغول تھا اور حسن اور حسین کی صدف کی آسمان کی بلند تھی۔ گر یہ وزاری بجا ڈالنا کباری اور برسوں سے دو چہرے ہزار ہا عمارتیں تھیں مگر یہ نہیں پڑھیں مگر یہ نہیں پڑھیں گر یہ کنان جان جان جا رہے ہیں</p>	<p>دھواں بھٹی سے اٹھنا آئی برکت ہو کہ پیش نہان خشک دامن کی غوث استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ جناب نواب ممتاز الدین بہادر کا تعزیت آتا ہے بڑے دھوم دھڑکے سے اٹھا ہے میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کوسون تک جلوس ہی ۵۴ ہاتھی دیتے ایک دتے مست دم کٹے کوئی زخمیر کو سوڈے سے اچھا ہے۔ کوئی چھوٹا ہوا آتا ہے۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہے۔ مسیو کی دھت گھوڑے چابکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں بستر غمرے کرتے جاتے ہیں۔ لاجول دلاؤ کیا کا داک کھڑے بھانک بوز ہو ماشاء اللہ کیا قطع ہے یہ گردن ہے یا شیطان کی آنت باجے والے درویان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عرش برین پر ہے نیچے زمین آسمان بالاسے سر ہے۔ خاکی پٹن کے چار سو تنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں بریجی بروار ذکی لال لال در دی سے گل لالہ کھلا تھا۔ سرخاسنچ بیر ہوئی بنے ہوئے بان برد اور بان چمکاتے پھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑلے سے تھے ہیں۔ بادبہاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چڑھ رہے ہیں باجے نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مرجا کا طنطنہ بلند فرمایا کی وہ آن بان کہ سج۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان تشتیوں کی قطار اور پیر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمنی پر بہار انگلیٹھیلوں میں شاک اذفر نافہ و عنبر۔ چو بدار عصا و تقری و طلائی لیے جلوس کا زینت زین ہے۔ کسی سمت آہ و بکا اور صدائے ہن ہے۔ چلر سی لال لال گپان جائے ہر کی صورت بنائے ہاتھ میں خوشنما کڑیاں اور انین تیل کی پھلیاں۔ پھکیت گنگے لیے اکڑے ہیں گھائی اور چھوٹ لڑے ہیں ہن طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوٹایا باہر دیا اور تھکٹی کا ہاتھ لگایا۔ گنگے سے قدیم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ</p>
<p>داسر تاکہ ماہ محرم گزر گیا اور جلم امام دو عالم گزر گیا تیسرے مصرع غل میں سن نہ سکے ماتم رہا یہ موسم ماتم گزر گیا</p>	<p>اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے پر شاہ کر بلا کی عزنا نامت سام ہے</p>
<p>اور یوں بان کرتے تھے سجاوشتہ حال بندی بنا کے لیچے دیکھو یہ بڑا حال سرننگے بال کھولے مرا کاروان تھا سب منٹ پر سوار تھے میں بان تھا</p> <p>اتنے میں رہا آیا تو ٹیپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی ۵۴ تعزیت لے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبر مبارک قابل دید تھی بلکہ دید تھی نہ شہید تھی چو طرفہ علم اور سونے کے نیچے اور سر اور انین گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم وادار جھلکتے۔ پھولوں کی بوباس سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل کی سجان اللہ سجان اللہ شہب آہو شکار تند خور ہوا۔ سمند دعا پسند۔ گنگا نقرہ خاک جو کیا جنگ۔ کیت اور سرنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سنگات و خوش غلات لٹکتی ہوئی۔ چادرین خون کے ایسے دیبے جسے غداروں کو خون ر لایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا</p>	<p>اور یوں بان کرتے تھے سجاوشتہ حال بندی بنا کے لیچے دیکھو یہ بڑا حال سرننگے بال کھولے مرا کاروان تھا سب منٹ پر سوار تھے میں بان تھا</p>

پڑھیں مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹ گئی اور عدنے گرجا شروع کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کوسوں تک کی گلی گھٹا ہی نظر آتی تھی اور سوائے سردس بن کر رہ جاتی تھی۔

آتش لگی دھواں بام فلک پہنچا
جگمگاتے منزل خورشید کی چھت میں گل
جو گیا بھیس کی طرح نکلا رہے بھوت
یا کہ پرائی ہو بربت پہ بچھائے گل
ابھی چل نہیں سکتا وہ اندر لکھ پائے
برق سے رعد یہ کہتا ہی کہ لانا
جس طرح سے گئی بجلی پھر اسی طرح
قلعہ خیمین میں ہو بھول بھلیان بال
کبھی ڈوبی کبھی اچھلی نہ تو گئی
بحر افسر میں تلاطم سے پڑی ہوئی

ایک دفعہ ہی پھر واپسی دلی اور بجلی جھپکی تو اندھیری رات تین بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا چشم زدن میں برق چشمک زن اُلوپا بچن تھی اتنے میں بھی ننھی بوندیں پڑنے لگیں اور کسی شے پر فن نے الہنا شروع کیا کہ

برس کو آئین گھٹا کاری کاری
ادھر ہی دھری کاری جبری کی ایسی
کار کا سے پر سے پیر در ایو گھر
بررا کی گرجے بہت جبر کو فتن کو

مگر تو انے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہوئے کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دھانی در پڑ پڑ گاتی ایک حسینہ جس میں جگتی چلی آتی ہے۔ وہ ادھی ادھی گھٹا اور وہ ہلکا دھانی دو پٹا فیصل کی چیز ہر دغریزہ پوچھا کہاں سواری چلی مسکرا کر بعد نازا جواب دیا (لکھنؤ کا چلم دیکھنے) میان آزاد لو لکھنؤ کے محرم الحرام اور مجالس نرا کی دھوم دھام پڑ پڑ ہو گئے تھے ٹھان لی کہ چلم کی چل پیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر لکھنؤ داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہو پئے اللہ اللہ جہاں تک بیک نظر کی رسائی ہو۔ بگھیوں اور اکون اور ٹھوڑوں اور ہاتھیوں اور رتھ اور ریل اور ڈیولن اور فون کا تاننا لگا ہے جدھر جاؤ وہم جدھر دیکھو ہم۔ ہانکے تہ چھتے

اُورے کٹے تھے۔ نقدے۔ دو انگلی کی نکلے دار ٹوپیاں اپین سے مسک گاہ پر جمائے۔ انکھریوں میں سرمہ لگا ہے بانڈی ٹپتے۔ آنکھیں سکتے برتے اینڈ تے سنتے۔ اینٹھتے سنہرتی کی من کر توی اور اونچی چولی کے انگرکھے پھرتے ہے جمائے جاسے میں جبرو اپچی بناؤند پیل چول کرتا ہی صوفیان صافی طینت میں ہوجی کی صلا بلند ہو مگر فشاے راز میں زبان بند ہو خوش باش بھی پودے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل ہلاتے ہیں چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب کرتے ہیں تو دھڑکن کے بے آوازے ہیں۔ میان آزاد گھڑائے کہ این یہاں بھی چاندو نہ بھلا چاندو اور بانو کا یہاں کیا کام ہو و اسد کتنا از دھام ہو امرار و ساء عمائد شہر جھولدار یوں شا میاؤں خس کے بنگلون اندھیموں میں تین دن سے قیوم تھے امر کی شان ہی ادھی رُسا کی آن بان ہی ادھی کشمیر حینت نظیر کے شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو شاہ دوسا نہ زیب دوش کوئی چاندی کی گر گڑا تا ہو۔ کوئی مشکبور دھواں دھار ہی پچان پیتا ہی۔ زیر ناز پر جبرن چھتے کیا دھن ہو حقہ نہیں عصا یہ ہوئی کے ہاتھ میں بیجاں بولتا ہی سبھا کہ ہاتھ میں آگے بیٹھے ہیں تواریاب نشاط کے جھکے مشقون کے جھکے وہ چھپ وہ ادا۔ وہ از وہ غمرہ کہ زہاد صد سالہ بھی تسبیح و تہلیل بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں میان آزاد کو رنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بگڑ گئے اور ایسے گرائے جیسے جوئے پر بانی چھڑک دیا لاول ولا۔ انھوں نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا اس مبرک مقام سے مخد نہ موڑا۔ ایک عاشق سنتے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

دھواں بھٹی سے اٹھ کر بالائی برجست ہو کہ بیش زبان خشک دامن کی غریب	سیر بھر حلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ کرک کر پالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کننا شروع	وہ اُستاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ ہو وہ پہلوان بھر لکھتے ہی
کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تعریف آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے	میں کی دوہری صاف کی تو پرے کے پرے صاف بھر سچ کھیت
سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکرے پر کھڑے ہو گئے	گہرا راتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کوسون تک جلوس ہی ۴۵	تو کہ دیوں نے عرش برین کو تمام لیا زمین کا گہوارہ انوار ٹل
ہاتھی دیتے ایک دتے مست دم کٹے کوئی زنجیر کو سوڈے اچھا	تھا ہر دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدائے کرسی آسمان تک
ہی۔ کوئی ٹھوکتا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی مہینوں کی	بلند تھی۔ گریہ و زاری بجاؤا شکباری اور برسوں سے دو چہر تھی
دھت گھوڑے چاکلی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں بستر غم سے	ہزار ہا عزا دار شربک تم سینہ مجروح آنکھیں پریم مرثیہ خوان خوش طبعان
کرتے جاتے ہیں۔ لا حول ولاقوہ کیا کا داک کھٹ بھیا کھٹ بوز	گریہ کنان جان جان جا رہے ہیں ۵
ہو ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے	واحسرتا کہ ماہ محرم گذر گیا اور چلم امام دد عالم گذر گیا
درویان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عرش برین	تیسرا مصرع غل میں سن نہ سکے ماتم رہا یہ موسم ماتم گذر گیا
پر ہے نیچے زمین آسمان بالائے سر ہی۔ خاکی لپٹن کے چار سو	اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
تنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں ریچی برادر ذکی لال لال	پر شاہ کر بلا کی عزنا نام تمام ہے
ور دی سے گل لال کھلا تھا۔ سرخاسنچ برہوئی بنے ہوئے	اور یون بیان کرتے تھے سجاختہ حال بندری بنا کے لیچلے دیکھو یہ خیال
یان بردار یان چمکاتے بھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑلے ساتھ	سرنگے بال کھولے مرا کاروان تھا سب نٹ پر سوار تھے میں سا بن تھا
ہیں۔ بادبہاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چھڑے ہیں باج	اتنے میں ریا آیا تو ٹپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مرجا کا طنطنہ بلند فرمایا	۵۳ تعریف آئے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منہ سحر کابل میں
کی وہ آن بان کہ سح۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان	تھی بلکہ دید تھی نہ شنید تھی جو طرفہ علم اور سونے کے نیچے اور سر اور
آکشیون کی قطار اور اُپر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمتی پر بہار	انین گوہر شاہوار ٹٹکتے اور دیریم وابدار جھکتے۔ چھو لوں کی برباس
انگلیٹھیلوں میں مشک اذوق ناز و عنبر۔ چو بد اعصاب و تقری و طمانی	سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دلیل سجان اللہ سجان اللہ شہب
لیے جلوس کا زینب زین ہی۔ کسی سمت آہ و بکا اور صدائے میں ہی	آہو تکار تن خورا ہوار سمند دعا پسند۔ گزنگ نفورہ خاک جو یا
چلر سی لال لال گیان جائے ہمد کی صورت بنا گئے ہاتھ میں خوشنما	جنگ۔ کیت اور سزنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
کڑیاں اور انین بیل کی پھیان۔ چکیت گنگے لیے اکڑے ہیں	نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سنگاٹ و خوش غلان لٹکتی
گھائی اور چھوٹ لڑ رہی ہیں طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوما باہر دیا	ہوئی۔ چاد میں خون کے ایسے دیسے جسے غداروں کو خون
اور مشکئی کا ہاتھ لگایا۔ گنگے سے قدم پر اُچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ	ر لایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

پر نہیں مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹ گئی اور عد نے گرجنا شروع کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کو سون بک کی گئی گھٹا ہی نظر آتی تھی اور سوائے سرد سن سن کرتی جاتی تھی۔ سحر

آتش لگی گھولان بام فلک پہنچا
جو گیا بھیس کے جھنگ کا رہے بھوت
ابھی چل نہیں سکتا وہ اندر لکھپو
جس طرح سے گئی بجلی پھر اُدھر لکھپو
کبھی ڈوبی کبھی اُچھلی سہ تو گئی
بحر افروز میں تلاطم سے پڑی پھول

ایک دفعہ ہی پھر داسنی دکی اور بجلی جھپکی تو اندھیری رات تین بس یہ معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا چشم زدن میں برق چشمک زن اُلوپ انجن تھی اتنے میں بھی نہ تھی بوندین پڑنے لگیں اور کسی شوخ پرفن نے اللہ بنا شروع کیا کہ

برسن کو آئیں گھٹا کاری کاری
کار کا لے پر سے پیر پیر ایو
مگر تو انے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہو گئے

کچھ بونسی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دھانی دوپٹہ پڑ گئی ایک حسین بہ چین جگتی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ ہلکا دھانی دوپٹا فیصل کی چیز ہر دلعزیز پہنچا کہاں سواری چلی سسکا کر بعد ناز ادا جواب دیا (لکھنو کا چلم دیکھنے) میان آزاد لکھنو کے محرم الحرام اور مجالس عزا کی دھوم دھام برپا ہو گئے تھے ٹھان لی کہ چلم کی چل پیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر لکھنو داخل ہو گئے اور وہاں سے ٹالکٹو سڑکی کی کر بلا پہنچے اللہ اللہ جہاں تک بیک نظر کی رسائی ہے۔ گھوٹوں اور کون اور ٹھوڑوں اور ہاتھیوں اور رتھ اور ہیل اور ڈولین اور فونوں کا تاننا لگا ہے جدھر جاؤ دھوم جدھر دیکھو ہجوم۔ بانے ترچھے تیکھے

ٹورے کٹھے تھے۔ نقدے۔ دو انگلی کی ٹکے دار لڑ پان ایسین سے مسک گاہ پر جمائے۔ انکھریوں میں سرمہ لگا ہے بازئی ٹپکتے۔ آنکھیں سیکتے بر رتے اینٹے تے سنتے۔ اینٹھتے سنتے کی تن کمر توئی اور اونچی چوکی کے انگر کھے پھرتے تے جمائے جاسے میں جوہر اوچی بناؤند بیل چوبل تریا جو صوفیان صالح طینت میں ہوتی کی صدا بلند ہو گھٹا فساے راز میں زبان بند ہو خوش باش بھی پوچھتے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل ہلکتے ہیں چاند باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھوئیں کے بقعے اڑتے ہیں۔ میان آزاد گھڑائے کہ این یہاں بھی چاند دھان نہ بھلا چاند اور یا نبوکا یہاں کیا کام ہو وادہ کتنا از دھام ہو امرا و ساء عمائد شہر جھوٹا ریون شا میاؤن خس کے بنگلون اور خمیوں میں تین دن سے مقیم تھے۔ امر کی شان ہی اور تھی روسا کی آن بان ہی اور تھی کشمیر حنت نظر کے شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو سالہ دو سالہ نیب دوش کوئی چاند کی گر گرئی گر گڑا تا ہو۔ کوئی مشکبور دھوان دھار ہو پچان پتا ہو۔ زیر انداز پر جو بن جتھہ کیا تھیں ہر جتھہ نہیں عصا ہو یہ موسیٰ کے ہاتھ میں بیجاں بولتا ہو سبھا کہ ہاتھ میں آگے بڑھتے ہیں تو ارباب نشاط کے جھکے معشوقوں کے جھکے وہ چھپ وہ ادا۔ وہ از وہ غم کہ زبا دھند سالہ بھی تسبیح و تیل بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں میان آزاد کو رنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بڑا گئے اور ایسے گرا گئے جیسے جوئے پر پانی چھڑک دیا لاول ولا۔ انھوں نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منہ نہ موڑا۔ ایک عاشق سنتے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

<p>دھواں بھٹی سے اٹھ کر بالائی برجست ہو کہ بیش زبان خشک دمن کی غوث اتنے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تغیر آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کوسوں تک جلوس ہی ۵۴ ہاتھی دیتے ایک دتے مست دم کے کوئی زنجیر کو سونڈ سے اچھلتا ہی۔ کوئی چھوٹا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی۔ سینو کی دھت کھوڑے چاکلی کی لت اونٹ بلبلاتے ہیں بستر غری کرتے جاتے ہیں۔ لاجول دلاوۃ کیا کاواک کھٹ بھانکٹ کا بور ہو ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی انت باجے والے دور دیان ڈانٹے کھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عرش برین پر ہے تیجے زمین آسمان بالاسے سر ہو۔ خاکی پلٹن کے چارو ٹٹنگے رپ رپ کرتے جارہے ہیں ریچی بردار ذکی لال لال در دی سے گل لالہ کھلا تھا۔ سرخاسنچ بیر ہوئی بنے ہوئے بان بردار بان چمکاتے پھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑکے ساتھ ہیں۔ بادبھاری شہید کر بلا کی سوار ہی طنبورے چھڑے ہیں باج نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مہیا کا طنطنہ بلند فرمایا نشان کی وہ آن بان کہ سح۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان کشتیوں کی قطار اور پیر گلاب پاش عنبر باد گنگا جمنی پر بہار آگیا ٹھیلوں میں شک از فزافہ و عنبر چو بدراعصا و نقرئی و طلائ لیے جلوس کا ریب زمین ہی کسی سمت آہ و بکا اور عدائے میں ہی چہرے لال لال گپیان جائے ہد کی صورت بنائے ہاتھ میں خوشما کڑیاں اور انہیں پیل کی پھلیان۔ پھکیٹ گتکے لیے اکڑے ہیں گھائی اور چھوٹ لڑہ ہی ہیں طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوٹا یا باہر دیا اور تکی کا ہاتھ لگایا۔ گتکے سے قدم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ</p>	<p>سیر پھر حلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ گرگ کر پالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا واہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہ پہلوان پھر لکھنم ہی تین کی دوہری صاف کی تو پرے کے پرے صاف کچھ سجھیت گمار لڑتے ہیں گتکے پر گتکے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا تو کر دیوں نے عرش برین کو تھام لیا زمین کا گوارہ انوائٹ دل تھا ہر دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدائے کرسی آسمان تک بلند تھی۔ گریہ وزاری بجاؤ اشکباری اور برسوں سے دو چند تھی ہزار ہا غزادار شربک نام سینہ مجروح آنکھیں پریم مرثیہ خوان خوشن طاق گریہ کنان جان جان جارہے ہیں ۵</p>
<p>دعاسر تاکہ ماہ محرم گذر گیا اور چلم امام دو عالم گذر گیا تیسرے مصرع غل میں سن نہ سکے ماتم رہا یہ موسم ماتم گذر گیا</p>	<p>اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے پر شاہ کر بلا کی عزنا نام تمام ہے</p>
<p>اور فون بان کرتے تھے سجاختہ حال بند ہی بنا کے لیچلے دیکھو یہ خیال سرنگے بال کھولے مرا کاروان تھا سب لٹ پر سوار تھے میں بان تھا</p>	<p>اتنے میں رہا آیا تو یٹ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی ۵۴ تغیرے آئے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبر مبارک قابل دید تھی بلکہ دید تھی نہ شنید تھی چو طرفہ علم اور سونے کے نیچے اور سر اور انہیں گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم وابدار جھکتے۔ پھولوں کی بدباس سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل دل سجان اللہ سجان اللہ شہب آہو شکار تن زخوار ہوار۔ سمند و غائبند۔ گرنگ نقرہ خنک جو یا خنک۔ کیت اور سرنگ سونے کی چچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خار آسگاف و خوش غلات لٹکتی ہوئی۔ چادر میں خون کے ایسے دھبے جسے غزاداروں کو خون لڑایا۔ ہر مومن پاک آئسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا</p>

ٹورے کٹھے تھے۔ نقد سے۔ دو انگلی کی نکلے دار لڑپیان
اپسین سے مستک گاہ پر جمائے۔ انکھوں میں سرمہ لگا ہے
باندھی ٹیکتے۔ آنکھیں سیکتے برستے اینٹ تے سنتے۔ اینٹھتے سنتے
کی تین کمر توئی اور اونچی چوٹی کے انگرکھے پھرتے تھے جسمائے
جاسے میں جو جو اونچی بناؤ دندیل چوٹی لڑپیان صوفیان ماسی
طینت میں ہوئی کی صلا بلند ہو کر فشاں را زمین زبان بند ہو
خوش باش بھی پودے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل ہلاتے ہیں
چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھوئیں
کے بقعے اڑاتے ہیں۔ میان آزاد گھبرائے کہ این یہاں بھی
چاندو خانہ بھلا چاندو اور بانو کا یہاں کیا کام ہو اور کتنا
از دام ہو اور وساء عمائد شہر چھو مدار یون شا میاؤن
خس کے بنگلون انھیوں میں تین دن سے قیوم تھے۔ امرکی شان
ہی اور تھی روسا کی آن بان ہی اور تھی کشمیر حنٹ نظیر کے
شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو شاہ دو شاہ
زیب دوش کوئی چاندی کی گر گر تار ہو۔ کوئی مشکبور
دھوان دھار ہو پچان پتیا ہو۔ زیر نازیر جو بن جتھے کیا تھیں
حقہ نہیں عصا ہو یہ موسی کے ہاتھ میں بیجان بولتا ہو سجا کہ ہاتھ میں
اگے بیٹھے ہیں تو اریاب نشاط کے جھکے معشوقوں کے جھکے
وہ چھپ وہ ادا۔ وہ ازوہ غمزہ کہ زہاد صد سالہ بھی تسبیح و تہلیل
بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں کیا ان آزاد
کو رنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بگاڑ گئے
اور ایسے گمراہ جیسے جوئے پر بانی پھٹ کر دیا لاول ولا۔
انھوں نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منہ
نہ موڑا۔ ایک عاشق سنتے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا
آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

پرہیز مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹی اور رعد نے گرجنا شروع
کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کو سون ٹک کی کالی گھٹائی
نظر آتی تھی اور سوائے سرد سن کرتی جاتی تھی۔

آتش گل دھوان بام فلک پہنچا۔ جم گیا منزل خورشید کی چھت میں گل
ہو گیا بھیس کے جھجنگار بھجوت۔ یا کہ میرا گی ہو برت پہنچاے کس
ابھی چل نہیں سکتا وہ اندھ لڑپیان۔ برق سے رعد یہ کتاب ہو کر لائیں
جھڑت سے گئی بجلی پھر ادھر آئی۔ قلمہ جھج میں ہو بھول بھلیان بادل
کبھی ڈوبی کبھی اٹھی سہ ڈوبی تھی۔ بحر افسر میں تلاطم سے پڑی پھیل

ایک دفعہ ہی پھر دامن دلی اور بجلی جھکی تو اندھیری رات تین
بس یہ معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا جہنم زدوں میں برت
چشمک زن اُلوپ انجن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑے لیکن
اور کسی شخص پر فن نے الایٹا شروع کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری۔ اور ہی جھری کاری جھری کاری
کار کا سے پر سے پیر پیر لکھ۔ ہر کی کرے بہت جہر کر تے تو کوئی

مگر تو نے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہوئے
کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دو پڑ پڑ کاتی ایک
حسین بہ چین جگتی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لگاوا
دو پٹا فیصل کی چیز ہر دغیر نہ۔ پوچھا کہاں سواری چلی مسکرا کر
بعد ناز ادا جواب دیا (لکھنو کا چلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنو کے
محم الحرام اور مجالس غزاک دھوم دھام پڑھو ہو گئے تھے تھان لی
کہ چلم کی چل پیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر
لکھنو داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہوئے
اللہ اللہ جہانک بیک نظر کی رسائی ہو۔ گھیمون اور لکون اور
ٹھوڑن اور ہاتھوں اور رتھ اور پیل اور ڈیون اور فون کا
تانا لگا ہے جدھر جاؤ دھوم دھوم دیکھو جھوم۔ بانے ترچھے تھکے

دھوان بھٹی سے اٹھ کر بالائی برجست ہو | کہ پیش لہان خشک دامن کی غوث
استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع
کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تفریح آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے
سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے
کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کو سون تک جلوس ہی ۵۴
ہاتھی دیتے ایک دسے مست دم کٹے کوئی زنجیر کو سوڈے سے اچھا
ہی۔ کوئی چھوٹا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی۔ مسیو کی
دھت گھوڑے چابکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں۔ بستر غمرے
کرتے جاتے ہیں۔ لاحول دلاوۃ کیا کا داک کھڑے بھیا نکاح بور
ہی۔ ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے
درویان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ روشن برین
پر ہے نیچے زمین آسمان بالاسے سر ہی۔ خاکی پٹن کے چار سو
تنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں بریجھی بروار ذکی لال لال
ور دی سے گل لالہ کھلا تھا۔ سرخاسنچ بیر ہوئی بنے ہوئے
یان برداریان چمکاتے پھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑلے سے تھے
ہیں۔ باد بہاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چڑھ رہے ہیں باج
نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مریجا کا طنطنہ بلند فرمایا انسان
کی وہ آن بان کہ سج۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان
کشتیوں کی قطار اور اُبھر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمنی پر بہار
انگلیٹیوں میں شک اذفر نافذ عنبر۔ چو بداعصا و تقری و طلائی
لیے جلوس کا زیٹ زمین ہی۔ کسی سمت آہ دبا اور صدائے بن ہی
چپرسی لال لال گیان جائے ہدی کی صورت بنا۔ ہاتھ میں خوشنما
لکڑیان اور انہیں تیل کی پھلیاں۔ پھلکت گنگے لیے اکڑے ہیں
گھائی اور چھوٹ لڑر ہی ہیں طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوڑا یا باہر دیا
اور شگہی کا ہاتھ لگایا۔ گنگے سے قدم پر اُچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ

سیر کھڑے حلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ ٹک کر بالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
واہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہاں پہلوان پھر لکھنوی ہی
تین کی دوہری صاف کی تو پرے کے پرے صاف کھینچ کھیت
گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
تو کر دیوں نے عرش برین کو ختام لیا زمین کا گوارہ ڈانٹا دل
تھا ہر دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدانہ کرسی آسمان تک
بلند تھی۔ گریہ وزاری بجا ڈانٹکاری اور برسوں سے دو چہرے
ہزار ہا غدار شریک نام سینہ مجروح آنکھیں نیم مریخہ خوان خوش طالعان
گر یہ کنان جان جان جا رہے ہیں ۵۵

داحسہ تاکہ ماہ محرم گزر گیا	اور چلم امام دو عالم گزر گیا
تیسرا مصرع غل میں سن نہ سکے	نام رہا یہ موسم نام گزر گیا

اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
پر شاہ کر بلا کی عزنا نام تمام ہے

اور یوں بان کرتے تھے سجا خستہ حال بندہ بنا کے لیچلے دیکھو یہ خیال
سرنگے بال کھولے مرا کاروان تھا سب منٹ پر سوار تھے میں رات تھا
اتنے میں رہا آیا تو ٹیپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
۵۴ تفریح لے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبرج مبارک قابل ہر
تھی بلکہ دید تھی نہ شہر تھی جو طرفہ علم اور سونے کے پنجے اور سر اور
انہیں گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم و ابدار جھلکتے۔ پھولوں کی بوباس
سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دلہن کی سحان اللہ سحان اللہ شہب
آہو شکار تند خور ہوار۔ سمند دعا پسند۔ گزنگ نقرہ خاک جو کیا
جنگ۔ کیت اور سزنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سگات و خوش غلات لگتی
ہوئی۔ چادرین خون کے ایسے دیسے جسے غداروں کو خون
ر لایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

تورے کٹھے تھے۔ نقد سے۔ دو انگلی کی نکلے دار لٹوپیان
اپسین سے مسک گاہ پر جائے۔ انکھو یون میں سرمہ لگا ہے
باندھی ٹیکتے۔ آنکھیں سیکتے برستے اینڈ تے سنتے۔ اینٹھتے سنہرتے
کی تین کمر توئی اور اونچی چوٹی کے انگرکھے پھرتے ہے جملے
جاسے میں جوہر اونچی بناؤند پیل چوٹی کتابی صوفیان ماسی
طینت میں ہوئی کی صلا بلند ہو کر فشاے راز میں زبان بند ہو
خوش باش بھی پودے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل پلٹے ہیں
چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھڑکن
کے بقے اڑاتے ہیں۔ میان آزاد گھرا لے کہ این یہاں بھی
چاندو نہ بھلا چاندو اور بانو کا بیان کیا کام ہو واسد کتا
از دام ہو امرار و ساد عمائد شہر چھو لدا یون شا میا لون
خس کے بنگلون انخیون میں تین دن سے قیوم تھے۔ امر کی شان
ہی اور تھی روسا کی آن بان ہی اور تھی کشمیر حنٹ نظیر کے
شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو سالہ دوسالہ
زیب دوش کوئی چاندی کی گرگڑی گرگڑاتا ہو۔ کوئی مشکبور
دھوان دھار ہو پچان پتیا ہو۔ زیر انداز پر جو بن جتھے کیا تھیں
حقہ نہیں عصا ہو یہ موسی کے ہاتھ میں بیجان بولتا ہو سجا کہ ہاتھ میں
آگے بیٹھے ہیں تو اریاب نشاط کے جھکے معشوقوں کے جھکے
وہ چھپ وہ ادا۔ وہ ازوہ غمزہ کہ زہاد صد سالہ بھی تب سچ و تیل
بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں کیا ان آزاد
گورنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بگڑ گئے
اور ایسے گراے جیسے جوئے پر بانی چھڑک دیا لاول ولا۔
انھوں نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منہ
نہ موڑا۔ ایک عاشق سننے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میا
آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

پرہیز مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹی اور عدنے گرجا متفرع
کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کوسون بنگ کی کالی گھٹا
نظر آتی تھی اور سو اسے سرد سن سن کرتی جاتی تھی۔ سحر
آتش گل دھوان بام فلک پہنچا۔ جم گیا منزل خورشید کی چھت میں گل
ہو گیا پھیر کے صبح نکارے پھیرتے۔ یا کہ ہر گئی ہو بہر ت پہنچائے کس
ابھی چل نہیں سکتا وہ اندر لکھا ہو۔ برق سے وعدہ کہتا ہو کہ لانا
جھڑن سے گئی بجلی پھر ادھر آئی۔ قلمہ صبح میں ہو بھول بھلیان ہوا
کبھی ڈوبی کبھی اچھلی سہ تو گئی۔ بحر اضر میں تلاطم سے پڑی پھلی
ایک دفعہ ہی پھر دانی دلی اور بجلی چمکی تو اندھیری رات تین
بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا جہنم زدوں میں ہر
جہنم زن کو پانچن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑے لیکن
اور کسی شیخ پر فن نے الاینا شروع کیا کہ
برسن کو آئین گھٹا کاری (اور ہی دھری کاری جری آجیاری
کار کا سے پیر سے پیر درالو گھبرا کی کرچہ سبت جبر کر تے کوئی
گھبرا نے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہوئے
کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دو پڑ پڑ کاتی ایک
حسین جبین جگتی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لگا دھا
وہ پٹا فیصل کی چیز ہر دغیر نہ۔ پوچھا کہاں سواری چلی مسکرا کر
بصدنا زو ادا جواب دیا (لکھنؤ کا چہلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنؤ کے
محم الحرام اور جالس نرا کی دھوم دھام پر لٹو ہو گئے تھے تھان لی
کہ چہلم کی چل پیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر
لکھنؤ داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہوئے
اللہ اللہ جہانک بیک نظر کی رسائی ہو۔ گھیمون اور لکون اور
ٹھوڑن اور ہاتھیون اور رتھ اور بیل اور ڈولیون اور فون کا
تانا لگا ہے جدھر جاؤ دھوم جدھر دیکھو جوم۔ بانے ترچھے تھکے

دھوان بھٹی سے اٹھ کر بالائی برجست ہو | کہ پیش لہان خشک دامن کی غوث
استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع
کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تفریہ آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے
سے اٹھا ہی۔ میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے
کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کو سون تک جلوس ہی ۵۴
ہاتھی دیتے ایک دتے مست دم کٹے کوئی زنجیر کو سوڈے اچھا
ہی۔ کوئی ٹھہوتا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی۔ مسیو کی
دھت گھوڑے چابکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں۔ بستر غمرے
کرتے جاتے ہیں۔ لاحول دلاوۃ کیا کا داک کھڑے جھانکنا کھو
ہو ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے
درویان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عرش برین
پر ہے پیچھے زمین آسمان بالائے سر ہی۔ خاکی پلٹن کے چار سو
تنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں بریجھی برادر ذکی لال لال
در دی سے گل لالہ کھلا تھا۔ سرخاسنچ بیر ہوئی بنے ہوئے
یان برداریان چمکاتے پھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑکے سے تھے
ہیں۔ بادبھاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چڑھ رہے ہیں باجے
نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مرجا کا طنطنہ بلند فرمایا انسان
کی وہ آن بان کہ سج۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان
کشتیوں کی قطار اور رائپر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمنی پر بہار
انگیٹھیوں میں شک اذفر نافہ و عنبر۔ چو بداعصا و تقری و طلائی
لیے جلوس کا زینت زمین ہی۔ کسی سمت آہ و بکا اور صدائے ہیں ہی۔
چپڑسی لال لال گیان جائے ہر ہر کی صورت بنا لے ہاتھ میں خوشنما
کڑیاں اور انہیں بتیل کی پھلیاں۔ پھکیت گنگے لیے اکڑے ہیں
گھائی اور چھوٹ لڑر ہی ہیں طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوما یا باہر دیا
اور متکشی کا ہاتھ لگایا۔ گنگے سے قدم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ

سیر کھڑے حلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ گنگ کر بالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
وہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہ پہلوان پھر لکھنوی ہی
تین کی دوہری صاف کی تو پرے کے پرے صاف کھینچ کھیت
گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
تو کر دیوں نے عرش برین کو ختم لیا زمین کا گوارہ ڈانٹا دل
تھا ہزار دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدانہ کرسی آسمان تک
بلند تھی۔ گریہ وزاری بجا ڈانٹا کساری اور برسوں سے دو چنڈ تھی
ہزار ہا غدار شریک نام سینہ مجروح آنکھیں پڑمشریہ خوان خوشنما کان
گریہ کنان جان جان جا رہے ہیں سے

داحسہ تاکہ ماہ محرم گزر گیا	اور جہلم امام دوعالم گزر گیا
تیسرا مصرع غل میں سن نہ سکے	نام نہ پایا یہ موسم نام گزر گیا

اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
پر شاہ کر بلا کی عزنا نام تمام ہے

اور یوں بیان کرتے تھے سجا خستہ حال
بندی بنا کے لیچلے دیکھو یہ بیدار
سرننگے بال کھولے مرا کاروان تھا
سب نمٹ پر سوار تھے میں رات تھا
اختہ میں رہا آیا تو ٹیپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
۵۴ تفریہ لے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک منبرج مبارک قابل ہر
تھی بلکہ دید تھی نہ شہید تھی جو طرفہ علم اور سونے کے پیچھے اور سر اور
انہیں گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم و ابدار جھلکتے۔ پھولوں کی لبو باس
سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل کی سحان اللہ سحان اللہ شہب
آہو شکار تند خور ہوار۔ سمند دعا پسند۔ گنگا نقرہ خاک جو یا
جنگ۔ کیت اور سرنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سگاف و خوش غلات لگتی
ہوئی۔ چادر میں خون کے ایسے دیسے جسے غداروں کو خون
ر لایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

پڑھین مارتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوٹنی اور رعد نے گرجنا شروع کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کوسوں تک کی گھنٹا بجی نظر آتی تھی اور سوائے سرد سن کرتی جاتی تھی۔ سحر آتش گل کا دھوان بام فلک پہنچا۔ جم گیا منزل خورشید کی چھت میں گل ہو گیا جیسے سج سج نکلا رہے بھجوت یا کہ میرا کی ہو بہت پہنچائے گل اب بھی جل نہیں سکتا وہ اندر اٹھ پڑی برق سے رعد یہ کتا ہو کر لائوس جھڑپ سے گئی بجلی پھر اُدھر آئی قلعہ سج میں ہو پھول بھلیان پل کبھی ڈوبی کبھی اچھلی سہ تو گئی بحر اضر میں تلاطم سے پڑی پھول ایک دفعہ ہی پھر دامن دلی اور بجلی جھکی تو اندھیری رات میں بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا سبب زدن میں پرتی چشمک زن اُلوپ انجن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑے لیکن اور کسی شیخ پر فن نے الہا بنا شروع کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری (اور ہی چھری کاری جیڑی کی اسیاں کاری کا سے پر سے بڑے بڑا لکھ بڑا کی کرے بہت جیڑی کرے تو گئی مگر بڑے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہو گئے کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دو پڑے پڑ گاتی ایک حسین بہ چین جگتی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لکھا دھا دو پڑا فیصل کی چیز ہر دلعزیز پہنچا کہاں سواری چلی مسکرا کر بعد ناز ادا جواب دیا (لکھنو کا چہلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنو کے محرم الحرام اور مجالس غزا کی دھوم دھام پڑ پڑ ہو گئے تھے ٹھان لی کہ چہلم کی جہل پہل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر لکھنو داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہو پئے اندر اندر جہانک پیک نظر کی رسائی ہی۔ گھیسون اور کون اور ٹھوڑون اور ہاتھون اور رتھ اور ہل اور ڈولون اور ٹون کا تاننا لگا ہے جدھر جاؤ دھوم دھوم دیکھو جیم۔ بانکے ترچھے تیکھے

ٹورے کٹے تھے۔ نقد سے۔ وہ انگل کی نیکے دار ٹوپا بن اپین سے مسک گاہ پر جائے۔ انکھریون میں سرسہ لگا ہے بانڈی ٹیکتے۔ آنکھیں سیکتے برستے اینڈتے سنتے۔ اینٹھتے سنتے کی تن کر توئی اور اونچی چولی کے انگر کھ پھرتے تھے جائے جا ہے میں جو جی اوچی بناؤند پل چول کرتا ہی صوفیان صالحی طینت میں ہوجی کی صلا بلند ہو کر فشا سے راز میں زبان بند ہو خوش باش بھی بوقدے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل ہلنے ہیں چاندو باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھوئیں کے بقے اڑاتے ہیں۔ میان آزاد گھڑائے کہ این یہاں بھی چاندو نہ بھلا چاندو اور یا ہو کا میان کیا کام ہو وادہ کتنا از دھام ہو امرار و ساء عائد شہر جھو لاریون شا میا لون خنس کے بنگلون اخیون میں تین دن سے مقیم تھے۔ امرکی شان ہی اور تھی روسا کی آن بان ہی اور تھی کشمیر حنت نظیر کے شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دو سالہ دو سالہ زیب دوش کوئی چاندی کی گڑ گڑا تا ہو۔ کوئی مشکبور دھوان دھار ہو پڑاں بیتا ہی۔ زیر ناز پر جو بن ہتھ کیا تھیں ہی حقہ نہیں عصاب ہو یہ سوس کے ہاتھ میں بیجان بولتا ہی مسیحا کہ ہاتھ میں آگے بٹھتے ہیں تو ارباب نشاط کے جھکے معشوقوں کے جھکے وہ چھپ وہ ادا۔ وہ ازوہ غمزہ کہ زہاد صد سالہ بھی تسبیح و تیل بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ بانوں بھول جائیں میان آزاد گورنگین طبع سودا کی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی برا گئے اور ایسے گراے جیسے جوئے پر بانی چھڑک دیا لاول ولا۔ انھون نے یہاں بھی بیچا نہ چھوڑا اس متبرک مقام سے منھ نہ موڑا۔ ایک عاشق سنتے ہی لال بھبھو کا ہو گئے۔ اور میان آزاد کی طرف گھور کر کہنے لگے۔

آتش گل کا دھوان بام فلک پہنچا۔ جم گیا منزل خورشید کی چھت میں گل ہو گیا جیسے سج سج نکلا رہے بھجوت یا کہ میرا کی ہو بہت پہنچائے گل اب بھی جل نہیں سکتا وہ اندر اٹھ پڑی برق سے رعد یہ کتا ہو کر لائوس جھڑپ سے گئی بجلی پھر اُدھر آئی قلعہ سج میں ہو پھول بھلیان پل کبھی ڈوبی کبھی اچھلی سہ تو گئی بحر اضر میں تلاطم سے پڑی پھول ایک دفعہ ہی پھر دامن دلی اور بجلی جھکی تو اندھیری رات میں بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا سبب زدن میں پرتی چشمک زن اُلوپ انجن تھی اتنے میں بھی نہیں بوندین پڑے لیکن اور کسی شیخ پر فن نے الہا بنا شروع کیا کہ

برسن کو آئین گھٹا کاری کاری (اور ہی چھری کاری جیڑی کی اسیاں کاری کا سے پر سے بڑے بڑا لکھ بڑا کی کرے بہت جیڑی کرے تو گئی مگر بڑے پھر وہ زور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو ہو گئے کچھ یونی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دو پڑے پڑ گاتی ایک حسین بہ چین جگتی چلی آتی ہے۔ وہ ادوی ادوی گھٹا اور وہ لکھا دھا دو پڑا فیصل کی چیز ہر دلعزیز پہنچا کہاں سواری چلی مسکرا کر بعد ناز ادا جواب دیا (لکھنو کا چہلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنو کے محرم الحرام اور مجالس غزا کی دھوم دھام پڑ پڑ ہو گئے تھے ٹھان لی کہ چہلم کی جہل پہل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر لکھنو داخل ہو گئے اور وہاں سے تالکٹو سے کی کر بلا ہو پئے اندر اندر جہانک پیک نظر کی رسائی ہی۔ گھیسون اور کون اور ٹھوڑون اور ہاتھون اور رتھ اور ہل اور ڈولون اور ٹون کا تاننا لگا ہے جدھر جاؤ دھوم دھوم دیکھو جیم۔ بانکے ترچھے تیکھے

دھوان بھٹی سے اٹھ کر بالائی برجست ہو | کہ پیش ہاں خشک دامن کی غٹ
استے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع
کیا کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تفریح آتا ہی بڑے دھوم دھڑکے
سے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے
کہ کل کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کو سون تک جلوس ہی ۵۴
ہاتھی دیتے ایک دسے مست دم کٹے کوئی زنجیر کو سوڈ سے اچھا
ہی۔ کوئی ٹھہرتا ہوا آتا ہی۔ کوئی سر پر خاک ڈالتا ہی۔ مسیو کی
دھت گھوڑے چابکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں۔ بستر غمرے
کرتے جاتے ہیں۔ لاحول دلاوۃ کیا کا داک کھڑے بھیا نکاح بور
ہی۔ ماشاء اللہ کیا قطع ہی یہ گردن ہی یا شیطان کی آنت باجے والے
درد بیان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بیٹھے ہیں دماغ عرش برین
پر ہے نیچے زمین آسمان بالاسے سر ہی۔ خاکی پٹن کے چار سو
تنگے رپ رپ کرتے جا رہے ہیں بر بھی بزوار ذکی لال لال
ور دی سے گل لالہ کھلا تھا۔ سرخاسنچ بیر ہوئی بنے ہوئے
یان برد اور یان چمکاتے پھر ہر سے اڑاتے بڑے دھڑکے سے تھے
ہیں۔ باد بہاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چڑھ رہے ہیں باج
نے رنگ جمایا کہ راگ اور راگنی نے مہربا کا طنطنہ بلند فرمایا انسان
کی وہ آن بان کہ سج۔ عجب تیری قدرت عجب تیری شان
کشتیوں کی قطار اور رائپر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمنی پر بہار
انگلیٹیوں میں مشک اذفر نافہ و عنبر۔ چو بداعصا و نقرئی و طلائی
لیے جلوس کا زیٹ زمین ہی۔ کسی سمت آہ دبا اور عدائے ہیں ہی
چپرسی لال لال گیان جائے ہد کی صورت بنا لے ہاتھ میں خوشنما
لکڑیان اور انہیں پتیل کی پھلیان۔ پھلکیت گنگے لیے اکڑے ہیں
گھائی اور چھوٹ لڑر ہی ہیں طمانچہ دکھایا اور ہاتھ گھوڑا یا باہر دیا
اور شگہی کا ہاتھ لگایا۔ گنگے سے قدم پر اچھل گیا۔ ہاتھوں ہاتھ

سیر پھر جلو اسوہن لیا یہ چمکایا وہ گنگ کر بالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
واہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہ پہلوان پھر لکھنوی ہی
تین کی دوہری صاف کی تو پرے کے پرے صاف کھینچ کھیت
گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے پڑتے ہیں۔ اب نام دار دن کا نام لیا
تو کر دیوں نے عرش برین کو تھام لیا زمین کا گہوارہ ڈانٹا دل
تھا ہزار دن کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدانہ کرسی آسمان کی
بلند تھی۔ گریہ وزاری بجا ڈانٹکاری اور برسوں سے دو چند تھی
ہزار ہا غدار شریک نام سینہ مجروح آنکھیں پڑم مریہ خون خوش طمان
گر یہ کنان جان جان جا رہے ہیں

داحسہ تاکہ ماہ محرم گزر گیا	اور جہلم امام دو عالم گزر گیا
تیسرا مصرع غل میں سن نہ سکے	نام نہ پایا یہ موسم نام گزر گیا

اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے	پر شاہ کر بلا کی عزنا نام تمام ہے
---------------------------------	-----------------------------------

اور یوں بان کرتے تھے سجا خستہ حال	بندی بنا کے لچلے دیکھو یہ خیال
سرننگے بال کھولے مرا کاروان تھا	سب منٹ پر سوار تھے میں رات تھا

اتنے میں رہا آیا تو ٹیپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
۵۴ تفریح لے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک شریح مبارک قابل ہر
تھی بلکہ دید تھی نہ شہر تھی جو طرفہ علم اور سونے کے پنجے اور سر اور
انہیں گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم و آبدار جھلکتے۔ چھو لو کی لباس
سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل کی سجان اللہ سجان اللہ شہب
آہو شکار تند خور ہوار۔ سمند دعا پسند۔ گزنگ نقرہ خاک جو کیا
جنگ۔ کیت اور سزنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سگات و خوش غلات لگتی
ہوئی۔ چادرین خون کے ایسے دیسے جسے غداروں کو خون
ر لایا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

کہ دلدل سوار نے ابھی زخم کھایا ہے۔ اور غرس سلیقہ شہا اس کے
ہوش ربا کی خبر لایا ہے اور میدان کارزار سے سیدھا چلا آیا ہے۔
باگ ایک طرف کٹی ہوئی ہے ہاے یہ وقفہ بھی کیسا جگر خراش ہے
ہر سیدہ پاش پاش ہے اور تیرا دھڑکمان اور داستانہ اور عمامہ
حضرت فردوس کی شان فخر زمین و زمان بل پر مجمع خاص عام
تھا خاتونان القیس منزلت اور بیگمات لکھنؤ کا بند کاڑیوں میں تھام
تھا۔ لوگ پلے پڑتے تھے چے چے پر اڑتے تھے ساقونکی دکان
دھوان دھار ایک دم میں نوا آسمان کے پار۔ میان آزاد یہاں سے
بھاگے تو اقلان و خیران کر بلا میں دم لیا۔ کیون میان یہ قبر کسی
ہے ایک جوان طناز با سینہ بیان دیدہ گریبان بول اٹھا کہ یہ مقام
فشار ہے۔ تیر غم جگر کے پار ہے اسے نادان یہ جو جان کا مزار ہے ہو کر
دلفگار ہے چشم اشکبار ہے اور دھڑکلا س اور ہانڈیوں کی قطار
پچھ میں مردگون کی بہار قبر پر زلفیت کی چادر اور مقبش کی جھال
چو طرف کرن۔ قبر ہوا وطن مسہری میں مر لیوں کی مرگوان گھنڈیاں
لگی ہیں ان سب پر زلفیت کا نگیر استم ڈھاتا ہے۔ دل ہے کہ اٹھا
آتا ہے اچھے اچھے وضع دار درگہ دھڑکے آٹھ آٹھ آنسو دے ہیں
ایک طلبہ یاران سربل کی طرف سے گز رہا تو عجب گفتگو سننے
میں آئی ایک صاحب نے اپنی بیتی واردات یونانی بھی
قسم ہے خدا کی جیسے ہی خیل میں ہو نچا ہوں عجب تماشا دیکھا۔
واللہ اللہ ہم باسد دیکھا کیا ہوں کہ ایک شیر بر دم پھیلا تا درخت کے
سایے میں کھڑا کار رہا ہے اور ابا جان کی قسم یہ دیکھے واللہ کہ
مجھ سے اور اس سے کوئی چارہ ہی پانچ قدم کا فاصلہ ہو گا۔ حضرت
میری اٹھتی جوانی اور گینڈا بنا ہوا۔ اور بھئی اللہ گواہ ہے کہ میں
اپنی طاقت آزمائی بھی کر چکا تھا ایک دفعہ ملنا ہاتھی کو بڑھکر
طبائچہ مارتا ہوں تو دم دبا کر یہ بھاگا وہ بھاگا۔ پھر میرا زعم

بیجا تو تھا نہیں۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بس شیر کو ایک دفعہ ہی
ڈبٹ دیا بھلا بے آگے قدم بڑھایا اور میں نے بھر پور ہاتھ چایا
تب تو شیر اور بھی غرایا بس اس پر مجھے بھی غصہ آگیا پھر تو حضرت قسم
ہے جناب باری کی بندہ درگاہ بھی جم گئے اور زناٹے سے بدن
تول کر ولایتی کا ہاتھ جو چھوڑا تو شیر نے تورا کر مڑ مڑا میں نے
کہا او گیدی نامعقول تو شیر ہے یا بھیر ہے یہ کہ میں جھپٹ پڑا
اور جھپٹتے ہی میان کی دم جو دبائی تو ہاتھ میں بھی بھر بھاگا
میں نے غل بچایا کہ ابے اولڈ ورے (سوچنے لگے) واللہ ہے
بڑھ کر ایک ہاتھ ولایتی کا دیا کاسہ سرکڑتی ہوئی پر کے ترک
پہنچ گئی۔ اتنے میں مجھے خیال آیا کہ اس بار خدا یا میں مسلح
وہ نہتا۔ یہ مفاہے شجاعت نہیں مٹا خدا گواہ ہے تلواریچنیک کر
چمٹ گیا دھڑکے گئے ہاتھوں ہاتھ دسی کھینچی اور کولے پر
لا کر دم سے زمین پر دے پڑا کچا راون شلے جت وہ پھٹاڑا
تین دفعہ مال ٹھونک یا علی کمر اٹھا مگر اپنی جان کی قسم سوقت
داد دینے والا کوئی نہیں اور عہد اور دیکھا نہ اتنے میں خیل کے
بھورے ریچھ نے آکر ڈنڈ مل دیے۔

میان آزاد چکے چکے بیٹھے سن رہے تھے جب ان سان ختم ہوئی
تو انکی گپ پر دل بھال میں ہنستے ہوئے چلے کہ اتنا جھوٹا پیکچ کا
ڈنڈ ملنا کیا معنی ریچھ بھی انکا کوئی چچا تھا اور ماشاء اللہ ایسے
کرارے ہیں کہ شیر بر سے مٹا بلکہ اس پر بات بات میں قسم کھانا
اور جناب باری کو درمیان میں لانا لاجول ولاقوہ

مکتب خانہ

اور آثار بہار گنبد دوار سے پیدا ہوئے اور میان آزاد خواب
نوشین سے بیدار ہوئے نور سحر جلوہ آمیز باد شمال عطر ہیز نوبختا توں
آوازہ زیر دم بلند۔ نولے نلے جان نوا دودل پسند مغان خوشنوا

شلخ گل پر نزل سر غنچہ سر گرم شگفتن رخار مستعد سبزہ زار گشتن سے

وقت ست کہ گل برنگند پر دہ نزع باد

زار انسان کہ ز فافوس جراحی بدر آید

میان آزاد مرے اس طرح نکل گئے زن سے جیسے روضہ تن سے
با بوسے گل چمن سے۔ یا بزدل سپاہی رن سے شوق جرایا کہ اس
بیر فروت قبیلہ پیری و صد عیب کھوسٹ شوہر کی ہو چکی گھر ڈھو ڈھو
مکالین خطا دین اور جواب لین۔ اور دل لگی کھین شوق نے ایسا
گدگد کیا کہ شہ گام جانے لگے اور ڈیپٹا ڈیپٹا کر قدم بڑھانے لگے وہ پر
کو ایک ہرے بھرے درخت کے سایہ میں بستر جمایا روغنی روٹی اور
گوشت اڑایا جب اٹھے ہوئے نو پھر کر کسی اور چلتا دھند کیا بارے
خدا خدا کر کے کافر سفر سے اتر اور حضرت آزاد داخل منزل مقصود
ہوئے گو بڑھے گاودی کو چھانسنے لے دیکر ٹھیک پتا پوچھ آئے
تھے مگر برہمنی آدمی جھپٹ پٹا وقت گلی کو چون سے ناواقف
اجنبی غریب لوٹن۔ نیا شہر جائیں تو کمان جائیں اور پتا پائیں تو
کیونکر پائیں تھوڑی دیر تک دھڑ دھڑ چلے پھر آخر کار سرا میں
دھنسے۔ رات بھر وہاں سیر کیا۔ نور کے بڑے مکان کی تلاش میں
چل کھڑے ہوئے۔ اب سینے کہ بیر نالغ کا مکان زیب ثلث میں تھا
ان حضرت کو امی محلہ یاد رہا چلے مکان کھٹائی میں چڑ گیا۔ اب ایک
ایک سے گڑا کر پوچھتے ہیں کہ حضرت امی محلہ کہہ ہو کوئی دل لگائی
اگلی کے اشاریے بتاتا ہو کہ ادھر ہو کوئی کہتا ہو کہ ادھر ہو ایک
نے کہا تاک کی سیدھ پر چلے جائے پھر دہنہ ہاتھ لے پھر کڑکی
طرف متھ پھیلانے سانسے امی محلہ ہو۔ لیجئے ایک تو کڑا کر ملا دوسرے
زیب چڑھا۔ ایک تو برہمنی آدمی دوسرے ٹھٹھول فقرہ باز دن
فقرے دینے شروع کیے چلتے چلتے ایک کتب خانہ بیان بھی نظر
آیا مولوی صاحب بڑے معروض رسیدہ دروغ گو جان دیدہ کھٹیا پر

دو زانو بیٹھے بڑھا رہے ہیں ریش مخفیب ناف مبارک کو قاف
گول گول دیکر کھوڑی کھٹی کھٹائی اسپر کلاہ تری خوب جی جانی
ہاتھ میں تسبیح لئے کھٹ کھٹا رہے ہیں لوٹے ارد گرد غل مچا رہے
ہیں ہونق کی آواز بلند رہندی سے بھی غل غبارا دہ چند تہذیب
منزلوں دور۔ ادب کا فور مگر مولوی صاحب سے اس طرح ڈرتے ہیں
جیسے چوہا بلاؤ سے یا ایفونی ناؤ سے ذری جتوں ٹکھی ہوئی اور
کھل بی چلگئی سب کتابیں کھولے جھوم جھوم کر مولوی صاحب کو
بھسلا رہے ہیں ایک شعر جو بڑا نثر شروع کیا تو بلا کی طرح اکو چپٹ
کئے مطلب تو یہ ہے کہ مولوی صاحب منہ کا کھلنا اور زبان کا ہلنا
اور اٹکا جھومنا کھین سکائی پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس سے سرکار
نہیں طرز تعلیم سے مولانا بالعلم والفضل اولین محض واقعہ چپے
لکھے بھی واجبی ہی واجبی تھے۔ کچھ شدید جانتے تھے ایک گروہ سے
چلم بھروائی۔ دوسرے سے حق تازہ کرایا۔ دم دھاگے میں کام
لیا حقہ گڑا دیا اور دھوان اڈایا شامت اعمال سے کہیں حضرت
ایفون کے بھی عادی تھے چینی کی پیالی آئی۔ ایفون گھولی اور
نوش فرمائی ایک مہاجن کے لڑکے نے برنی منگوائی اپنے خوب ڈپٹ کر
چکوتیاں کین جب شکار چکے تو بینک نے آدو چا۔ اونٹھے حقہ خم ہو گیا
ماک میں دم ہو گیا گردن اپنے میں پر آئی اور اب زمین پر کئی حقہ
یہ گرا دے گا۔ چل چل چل دم چلے حقہ تو چکنا چور ہو گیا دو ایک ٹکونی
کتا بون پر چکار بیان گرین اب بینک سے چونکے تو دو چار سا گڑو کو
دو ہر پٹینا شروع کیا ایسے جھلائے کہ کسی کو چپٹ لگائی کسی کی
کھوڑی پر دھب جانی ایک کے کان گرلے دوسرے کو چپتین
لگائیں ماشاء اللہ اس وحشت کے صدقے بینک میں اگر خود تو
حقہ گرایا اور شاگردوں پر یہ مقصود فحیان پڑنے لگیں خیراتے میں ایک
لوکا مفید نامہ لیکر قریب آیا۔ رب سیر دھم بالخر۔ بافتاح برادر صاحب

منظر اشفاق و مہربانی و مصدر اخلاق و قدر دانی سلمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ۔ برادر صاحب جے ضرور اشفاق تو نیکے اور جائے صدر اخلاق و اور قدر جاننے والے کے سلامت رکھے تمکو اللہ برتر لے سبحان اللہ و اسکی ترجمے کی مٹی پلیدی کی ہے۔ اور تو اور یہ منظر کا ترجمہ دجے ضرور کتنا موزون ہے مصدر کے معنی جے صدر و لیکن کم استعداد لڑکوں کے لیے جے صدر اور مصدر دو وزن کیساں اور سینے آرزوے موصلت سامی اور کلمات و انتہہ بہ مطلب می گراید۔ ترجمہ۔ آرد ملاقات بڑی کئی تکلیفوں سے جانکر بیچ مطلب کے گراتا ہے۔ بارک اللہ کیا فصیح ترجمہ ہے۔ ماشاء اللہ کیا روزمرہ (ملاقات بڑی کی) بیچ مطلب کے گراتا ہے، لاجول ولا ترجمے کی اچھی ٹانگ توڑنی۔ پھر لڑکے نے کہا۔ ۵۔
دل کشود کشام چو نامت کوئی کلید باب گلستان لکشتائی بود ترجمہ۔ دل میرا کھلا کھولامین نے جو خطیر کہے تو کنجی دروازے باغ دل کھولنے کی تھی (لے صل و جل)
اور دل لگی سینے کہ مولوی صاحب بھی شاگرد کے ساتھ پڑھتے جاتے ہیں اور دونوں ہلتے جاتے ہیں۔ جب یہ پڑھ چکے تو دوسرا صاحب مینا بازار نفل میں دبا لے تشریف لائے۔

لڑکا۔ بسم اللہ۔

مولوی صاحب۔ ہائین۔ گاؤ دی نی کتاب شروع کی اور چراغی نذر دشکرانہ چھپر پر ہدیہ بالاسے طاق۔ جادو و کر گھر سے دو آنے لے آ۔

لڑکا۔ مولوی صاحب کل لیتا آؤنگا۔ آپ تو ہتھے ہی پر ٹوک دیتے ہیں آپ کو اپنی مٹھائی سے مطلب ہے یا مفت کے جھگڑے سے۔

مولوی صاحب۔ یہ جھانسنے کسی آدم کو دینا اچھا اپنے ابا کی قسم

کھا کہ کل ضرور لاؤنگا۔

لڑکا۔ مولوی صاحب کے بڑے سر کی قسم پڑھتے چاند تک لاؤنگا اسپر سب لڑکے ہنس پڑے کہ کیا حاضر جواب لڑکا ہے قسم بھی کھائی تو مولوی صاحب کے سر کی۔ اور سر بھی بڑا دال لڈ کیا زبان دراز ہے۔

مولوی صاحب۔ چپتا معقول میرا سر کیا کہو ہے۔ اچھا پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رب یسر و تمہ بالخیر۔ یا فتاح عصمتیان زبوش حیا پرورد خلوتیان عفت کوش پاک نظر را فردہ باد کہ وقت گرمی بازار نشاط است و بسط بساط انبساط یعنی ترانہ بازار ملائک نظر فریب نشین تمام۔ لا حول ولا قوۃ۔ ضائقو لکھو کیسا ستیا ناس کیا اور فقر وں کے ہاتھ ایسے توڑے کہ بالکل لجا ہی کر دیا عفت کوش کو عفت فردہ باد اسکی دال کو کا مست بیانیہ سے خلط ملط کر کے دکھ بنایا۔ است کو بسط سے ملایا۔ ملائک نظر فریب کے ملائک کو اوپر کے فقرے میں داخل کیا نظر فریب کو دلشیں تمام سے پیوند لگا یا۔ اور مولانا صاحب چون بھی نہیں کرتے۔ وہ اور ہی فکر میں ہیں مٹھائی کی فکر میں لب بند ہیں سوچ رہے ہیں کہ جو کل دو آنے نہ لایا تو خوب کوڑے پھڑکارو گے تسمہ تک تو باقی رکھونگا نہیں۔ اپنے حلو امانڈے سے مطلب دس پانچ طلبہ عجیب قطع سے پڑھ رہے ہیں۔ کتا میں تو سنے کھلی ہوئی ہیں مگر نظر آسمان پر ہے۔ منہ سے اول جلول بک رہے ہیں۔ خالق باری حفظ۔ مامیہماں بزبان گریو چھوٹھے کوع چیل ہی درگوش کن گفتار من۔ کمان لکھا ہے تو بغلیں جھانکنے لگیں۔ میان آزاد اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے سرا ہو چکے۔

میان آزاد کتب خانے کی حالت سقیم اور مولوی صاحب کی

طرز تعلیم اور لوہڈوں کی چل پون دیکھ سکر ایسے طیش میں آئے کہ اگر باتے تو مولوی صاحب کو کچا ہی کھا جاتے۔ سر میں جاتے ہی حضرت نے کتب خانہ کی تصویر کھینچی اور پھر اس کا خوب خاکہ اڑایا۔ تمہارا

گر ہمیں کتب سٹین ملا۔ | کا رطفان تمام خواہش

یہ کتب خانہ ہی بادشت کی مٹھی۔ جہر دیکھو بو کھلا ہٹ کے طبع حراقت کے تو دے۔ چل کی کھا پنجیان بھری ہوئی ہیں چل پون غل غبارا دھول دھپا۔ شور و غوغا۔ معلوم ہوتا ہے بھری برسات میں بخار دی بندک غاؤں غاؤں یا سحر کا ذب کے دقت کوے کاؤں کاؤں کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب کی غرض طرز تعلیم واہ جی واہ لہذا بندہ دے گا فانی یہ چند سطوتیں غافلین اور قدر دانی کا ملین کے لیے تر سے لکھ ڈالیں۔ کہ ثانی الحال سند نباشد وعند الحاجت بکار نیاید۔

۱۔ نور کے ترکے سے جھپٹے دقت تک لڑکوں کو مکتب خانہ میں قید رکھنا ایجا نب کے پسند نہیں۔ دس بجے آئیں چار بجے رخصت پائیں چلیے چٹھی ہوئی۔ یہ نہیں کہ دن بھر دقت کھلے کھلی اجیرن ہو جائے اور خواہ مخواہ ہی فکر دامنگیر ہو کہ دریں میں کئی مٹا سا رسا باندھیں اور دل کھونکے گھر سے آئیں مولوی صاحب کو ہوا بتائیں۔ در سہ چوڑیں۔ پڑھنے لکھنے کی گردن مڑیں۔ ۲۔ میان اس بھونڈی روش کو چھوڑو۔ اور اس بھد قاعدے سے منہ موڑو۔ کہ جتنے لڑکے ہیں سب سب متعلق دشمنوں کی آنکھوں میں خار۔ خیر سے تیس چالیس طلبہ ہیں دودو چار چار دس دس کی ایک ایک جماعت کیجئے تو کیا گنا ہو۔ محنت کی محنت نہجے۔ کام کا کام زیادہ ہو اور فائدہ گھاتے ہیں۔

۳۔ جہر نظر ڈالتا ہوں انشا کی تعلیم ہو رہی ہے۔ کوئی انشا خلیفہ

بغل میں دبائے ہو۔ کوئی انشا فیض سان کھولے بٹھا ہو۔ کوئی انشا دلکش اسبق پڑھ رہا ہو۔ یا دیوانوں کی بھر مار ہو کہیں دیوان عربی کہیں دیوان بہار اللہ بس باقی ہوس میان صاحب اتنا تو سوچے کہ تعلیم میں صرف علم ادب ہی شامل نہیں باطنی میں باطن کیجئے چہرہ مقابلہ اور اقلیدس کا سبق کیجے کسی گھٹنے میں علم تاریخ کیجئے۔ دقت علی ہذا نہیں کہ گلستان میمان عطائی نامہ انشا خروا فرزد ہی بر لٹو ہیں واہری تعلیم لکڑ پٹھے کون۔ مولانا صاحب کو تو سو تک کی گنتی بھی نہیں آتی اقلیدس کی صورت ہی نہیں دیکھی۔

۴۔ سب لڑکوں کا غل بچا کر آواز لگانا پھر بات محض فضول بالکل خرافات ہے۔ کوئی خواجہ والا۔ گنڈیری والا۔ جنے پیل والا اس طرح چلائے تو مضائقہ ندارد۔ مٹرو ٹرگول گئے مصالح کے بیگن مولی۔ تو رخی تو ترکاری کو۔ یہ تو بھیری دینے والوں کی صد ہوس مکتب کو مٹھی بنا احمات نہیں تو کیا ہو کھنٹی والہ کیا تماشہ ہو یہ چل پون داب آداب کے خلاف ہو۔ ہاں کسی دقت باز بھی پڑھے تو خیر۔

۵۔ ترجمے پر خدا کی مار شیطان کی ٹھپکا ر جانا ہوں بچ ایک باغ کئے واسطے لائے ابھی چیردن کے لالو لالو لالو لالو لالو دیکھائیں نے نو جاتا ہو تو۔ اسے واہ کیا تو تو میں ہیں ہر چیری گزان پر مولانا۔ واسطے خدا کے ذرا ترجمہ تو فصیح بنایا کرو ورنہ لڑکوں کا روزمرہ صاف ہو چکا۔ ترجمے میں اردو بین تو پایا جائے یہ تو نہ کوئی آوازہ کہے کہ پشتو میں بھیک مانگ رہی ہیں فقرے چست ہوں لفظ درست ہوں۔ محاورات لوشین سکھیں آدمی نہیں نہیں کہ اول جہول ترجمہ کر کے زبان ہی خراب ہو جائے۔

۶۔ پڑھتے دقت لڑکوں کا ہنا عیب ہو مگر کہیں کس سے مولوی صاحب

تو خود جھوٹے لگتے ہیں ع۔ وزیر سے جنین شہر مارے چنان۔
۷۔ یہ ناک سے غنغنا ناچہ معنی دارد۔ مدک خانہ ہو یا مکتب خانہ
معقول۔ جس لڑکے کو دیکھو ناک سے لفظ کر رہا ہو۔

۸۔ مطلب مطلب متن پڑھو۔ اینڈ اینڈ ترجمہ کرو۔ مگر سمجھ خاک
نہیں سمجھے اور پھر کے ہوئے مولانا ذرا دل میں سوچے تو کہ جب
طالب علم مطلب ہی نہ سمجھے گا تو اسکو فائدہ کیا خاک ہو گا۔ پڑھاؤ
چاہے کم مگر مطلب زیادہ بناؤ امارہ لکھاؤ ہے ضرور پوچھو۔

۹۔ سبق کو بر زبان رٹنا نا بھی حتی کی نشانی ہے کتاب بند کی اور
فر فر دس صفحے بر زبان سنا لیے غیر حافظ ہی نے قوت پائی سی مگر
ستم یہ ہے کہ پھر طوطے کی طرح حق اللہ پاک ذات اللہ کے سوچے
یا نہیں رہتا مطلب پر نظر ہی نہیں ڈالتے۔ مدعا سے سروکار ہی
نہیں رکھتے۔ اور طرہ یہ کہ اگر پوچھ بیٹھے کہ فلان شعر کہاں ہو تو لکھیں
بغلیں جھانکنے اور منہ تاکنے مولوی صاحب ایک سطر بتا دی
وہ لڑکے نے تھوڑی دیر میں نوک زبان کر لی اب اگر پوچھے کہ لفظ
دگھم کہاں ہے تو انکی بلا جانے انھوں نے کل فقرہ یاد کر لیا۔
مگر حرف آشنا نہیں۔ اے لاجول اے لاجول۔

۱۰۔ اردو سے فارسی اور فارسی سے اردو میں ترجمہ نہ دیکھنا چاہا
ورنہ پھر بھی ہوتا ہے کہ مولانا بالعلم والفضل اولنا بنکے لیکر ایک
سطر نہیں لکھ سکتے۔

۱۱۔ کم استعداد طلبہ کو اکثر کتب ادق پڑھائی جاتی ہیں شاہد اللہ
کیا تعلیم ہے۔ ذری سے ٹوڑ جب دو ہاتھیوں کا بوجھ لادو گے تو
ٹوڑ پیچا رہے نکھیں مانگنے لگے سکایا نہیں۔ معصوم بچہ اور پڑھے
سکندر نامہ۔ واہری عقل چار۔ آتشخیز کا لفظ اس کے پرے بھی
نہو سکے بھلا مناجات کا مطلب وہ کیا۔ سمجھے جن نوشاہ میں
کیا لطف اٹھے۔

۱۲۔ لڑکے کو ابتدا ہی سے فارسی پڑھانا اسکا ذہن کند کرنا ہے پہلے
اردو پڑھائیے جب ایمین عبور ہو تو بسم اللہ فارسی سی مگر
ابتدا ہی سے کرنا ایمان پڑھانا اسکی طبیعت پر کرنا ہے ابتدا میں
فارسی کی ایسی کتابیں پڑھانی چاہئیں جو ہل ہوں جنہں عمدہ
محاورات ہوں۔ لفظ ادق ہوں۔

۱۳۔ مولوی صاحب لڑکوں سے علم بھروانا عمدہ تازہ کرنا چھوڑ دیں
اسکے عوض ان کو نشست برخواست کے قاعدے اوبلاؤ
تہذیب سکھائیں۔

۱۴۔ ایفونی مولوی چھپر پر رکھے جائیں۔ مولوی نے ایفونی کھائی
اور لڑکوں کی شامت آئی۔ وہ پیک میں جھوٹا کر نیگے لڑکے اودھ
اودھ گھوٹا کر نیگے ع۔ کس نبی پر سد کہ بھیا کون ہے۔

یہ اشتہار جلی قلم سے لکھ کر میان آزا اور انون رات مکتب کے
دروازے پر چپکا آئے اور جھپٹ سے نقل کر کے شہر کے تین چار شہر
مقامات پر بھی چپکا دیا۔ اور سر امین لمبی تان کر سو رہے۔

میان آزا اور بھراپ جانے ایک ل لگی باز آدمی کتب خانہ کا خاکہ
اڑا کر کجا بجا مولوی صاحب کا اعلیٰ نامہ چپکا کر چھپت ہوئے دوسرے
روز گانوں والوں کو شکوہ ہاتھ آیا ہر اشتہار کے پاس ٹھٹ
کے ٹھٹ جمع۔ غٹ کے غٹ پلے پڑتے ہیں۔ جسے دیکھو تھقہ
اڑاتا ہے۔ لوٹن کبوتر ہوا جاتا ہے۔ بھٹی والے کسی بڑے ہی
فقرہ باز کا کام ہے۔ اچھی اچھی پھبتیاں کہیں خوب آوازے کسے
اور مولوی بیچارے کو تولے ہی ڈالا۔ اسکو پٹرا ہی کر دیا۔

کیا اگر گرم فقرے ہیں۔ مکتب خانہ میں لڑکوں کے چہرے گلزار
ہو گئے باچھین کھلی جاتی تھیں۔ ہات زبے کی۔ روز چڈا لکھو
نچیان جانے تھے چبتیں لگانے تھے ایفون گھولی اور سر پر شیخ سدا
سورڈ و تھمپٹیا شروع کیا کسی کان گرایے کسی کے سر پر دھپٹائی

جو بولا اسکی شامت اتنی خوب ماما خچیان اڑائیں۔ اب آئے
 وال کا بھاؤ معلوم ہوگا۔ مولوی صاحب تشریف کا بیچہ لائے
 تو دیکھتے کیا ہیں کہ س۔ کچھ اونہی گل کھلا ہوا ہو۔ اڑکے کہنا
 نہیں مانتے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کتاب کھو لو خساگر جواب
 دیتے ہیں۔ بس منہ بند کرو۔ فرمایا دور ہو۔ یہاں سے اٹھ جا۔ جو ب
 پایا کہ چپ چاپ بیٹھا رہ فرمایا۔ کہ اب بولا تو ہم بگڑ جائینگے۔
 شاگردوں نے کہا ہم خوب بنائینگے تب تو جھلائے اور ڈپٹ کر
 فرمایا کہ میں بڑا گرم مزاج ہوں ایک زبان دراز نے مسکرا کر کہا
 دیکھ ہم ٹھنڈا بنا لینگے، دوسرا بولا قبلہ اگر آپ گرم مزاج ہیں تو
 برستان میں بستر جائیے، تیسرے حاضر جواب نے کہا گرم مزاجی
 تو بخیر گرد باغ پر البتہ گرمی چڑھ گئی ہے، باہر کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا
 کہ جوق جوق نمائشی بازار سی سفید پوش خوش باش گنوا کھڑے
 ققمے اڑا رہے ہیں۔ باہر گئے تو اشتہار نظر آیا۔ پڑھا تو عرق برق
 ہو گئے دل ہی دل میں راقم اشتہار کو گالیوں کا لیان دینے لگے پاؤں
 تو کچا ہی اٹھا جاؤں۔ اتنے ڈنڈے لگاؤں کہ کچھ جھپٹی کا دودھ یاد
 کریں مردود نے کیسا خاک اڑایا اور کچا چٹھا لکھ مارا۔ یہ جب ہی لڑکے
 ڈھیسٹ ہو گئے۔ میں کہتا ہوں آم وہ کہتے ہیں الہی۔ اب غوت ڈوبی
 جان ہی پر بن آئی۔ مکتب خانے میں تہ دریش برجان دریش
 کہکر دھنس پڑوں تو خوف ہو کہ مبادا لونڈے رند کی کسکالیں اور
 انجیر جڑ پیسلے کریں۔ بھاگ جاؤں تو رڈیوں کے لالے پرین
 کھاؤں کیا انگارے۔ نہ جالے مائدن نہ پائے رفتن سنگ آمد و
 سخت آمد الغرض ٹھان لی کہ بوریا بدھنا چھوڑو بلا کر بس منہ مڑو
 چلتا دندا کر دیکھا کہ تو گھر پر دم لیا۔ لڑکوں کو دیکھا کہ مولوی صاحب
 پٹا توڑ بھاگے جاتے ہیں تو جوتیان نفل میں دبا پانچے پڑھا تخمین
 اور بستے دبا دواتین سنہال دُم کے پیچھے چلے۔ فوج طفلان

مفت یاران سربل باہم کیا چہ میگوئیان کرتے ہیں
 ایک۔ ارے میان یہ بھاگ کون جاتا ہے بلکٹ۔
 دوسرا۔ شیطان رذر بچہ انسان کو بہکانے نھے اب چڑھ گئے
 لڑکوں کے داؤ پر پھٹی اسے شیطان نے بھی پناہ مانگی نہ کچھ نہ کیا
 جھنگلی بلی بنے دُم دبائے بھاگے جاتے ہیں لا حول ولا۔
 اب سینے کے قصبے بھر میں کھل بلی بچ گئی۔ اچی ایسے کنب کی سی
 تیسری بڑھائی کی دُم میں نہدا۔ برسوں سے لونڈے پٹتے ہیں ایک
 حرف نہ آیا۔ لڑکوں کی ہٹی پلید کی پڑھانا لکھنا ناخیر صلاح حلین
 بھڑایا کیے۔ سبے لکڑی کی کہ ایک جلسہ عام میں مولوی صاحب
 کا امتحان لیا جائے اور منادی ہو کہ جس مقدس بزرگ نے یہ
 اشتہار لکھا ہو وہ ضرور قدم رنجہ فرمائیں۔ غرض بخشین تب بڑھائیں
 ڈھنڈور باقیسے بھر میں کہنا پھر کہ خلق خدا کا مالک سرکار کا حکم
 یہ ریڈیٹ بہادر کا کہ کج نب ٹولے میں ابک کیٹی ہوگی۔
 مولوی صاحب جو لڑکوں کو بڑھانے ہیں انکا کام تمام کیا جائے
 اور امتحان لیا جائے گا جسے اشتہار لکھا ہو وہ بھی حاضر ہو
 کر دم دھم کر دم دھم۔

میان آزاد نے جو یہ ہانک سنی تو بہت ہی خوش ہوئے
 اہو ہو ہو ہو۔ مولوی صاحب کی قلمی بھی کھولینگے اور نب ٹولے
 میں پیر فروت کی البیلی چھیل چھیل بیوی سے بھی سنہین بولینگے
 چہ خوش بود کہ برآید بیک کر ستمہ دوکار۔ ہوا کے جھونکے کی طرح
 سن سے لکٹی میں داخل اور غراپ شربک نخل ہوئے جب
 دو تین سو آدمی اہالی موالی دُم ڈفالی اشرف اجلان ایرغیر
 نتھو خیرا حلوائی۔ نان بائی۔ خوش باش۔ عیاش سب جمع ہوئے
 تو صاحب ریڈیٹ جلسہ نے فرمایا۔

صاحبو آج آپ کو اس غرض سے تکلیف مالایطاق دی گئی ہے

کہ مولوی صاحب کی خبر لیجائے مولوی صاحب عرصہ دراز سے میٹھے مکڑے اڑایا کیے اور لوگوں کو داہی بنا ہی بن پڑھا یا کیے اوٹ پٹا ہنگ ان پٹناپ بتایا کیے۔ اب ان کا امتحان لیا جائے پورے ترین تو خیر ورنہ القط۔

ایک ممبر نے کہا۔ حضرت یہ تو سب کچھ ہی مگر مولوی صاحب قیامت ندارد ہیں۔ ایک طرف ڈگری نہ دیجئے۔ وہ آئین تو امتحان لیجئے ورنہ خا تہ دلا ح در چین ست کشتی در ختن۔ مگر کہیں یہ نہ کیجئے گا کہ انکو کچھ چٹھا لکھ بھیجئے۔ وہ کبھی جو آئین ہم ایک تیر تباہین جو دو کچھ نہ آئین تو موچھ سنڈ او لون ہاتھ فلم کراڈ او لون۔ کھلا بھیجئے کہ یہ کجوا کسی کے یہاں شادی ہو نکاح پڑھنے کے لیے ابھی ملتے ہیں سب حاضرین جلسہ نے کہا خوب سوچھی۔ ددر کی سوچھی و اللہ اچھی سوچھی آدمی گیا دروازے پر آواز دی مولوی صاحب مولوی صاحب ابھی مولوی صاحب بہت اے کیا مر گئے اس گھر میں کوئی ہی با کوسا پ سو گھ گیا۔ ابھی مولوی صاحب آئی تو بہ چیتے چیتے گلا سو گھ گیا مگر صراے برخواست۔ دروازہ دھڑھایا گندی کھڑکی مگر جواب ندارد تب تو آدمی نے جھلا کر پتھر پھینکے شروع کیے اور دوک مولوی صاحب کے سر مبارک پر بھی پڑے۔

مولوی صاحب۔ کون ہو۔ ارے بھئی کون ہو آدمی نے کہا بارے آپ زنده تو ہوے میں سمجھا تھا کہ گورکھ بن آئی مگر آپ نے موت کو بھی ہوا بتائی۔ چلیے غل خان کے یہاں عقد ہو نکاح پڑھ دیجئے ابھی بلایا ہو۔ نکاح کا لفظ سنتے ہی ملوانا خمیری روٹی کی طرح پھول گئے۔ انکڑے کا بندڑے ٹوٹ گیا اور کفن بھاڑ کر چلا اٹھے دایا آ یا کھڑے رہو ابھی آ یا شلمہ فقہ اعظم کھڑپڑی پر جمایا۔ پرہن ڈانٹ عقیق کا کنٹھا ہاتھ میں لیے سر دگا گھر سے چلے آدمی ساتھ ہے دل ہی دل میں کہتے جانے ہیں

کہ آج پو بارا ہو۔ بڑھ کر ہاتھ مارا ہو۔ چھین کر در کی نمائی ہاتھی کے ہو دے بن گئے۔ اب لمبے لمبے ڈک بھرتے آدمی سے پسپے جاتے ہیں کہ کیوں میان اب کتنی دور مکان ہو کیوں بھئی پاس ہو نہ دیکھیں نکاح خوانی کا کیا ملتا ہو سورہہ یہ تو معمول ہی ہو مگر خد نے چاہا۔ بہت کچھ لے مرد نگار آدمی تیچھے تیچھے ہنستا جاتا ہو کہ میان ہیں کس خیال میں کہیں گل کے عوض خار نہ پائیں بارے خدا خدا کر کے وہ کا فر منزل طے ہوئی مکان میں آئے تو ہوش اڑ گئے این! یہ چھایا ہ ہو خدا کی نپاہ ہو بھلا یہاں کیسا بیابا ہو نہ ڈھول نہ شہنائی ہماری شامت آئی و ز دیدہ نگاہ سلاوہر اڈھر دیکھتے ہیں عقل دنگ کہ بار خدا یا یہ سب کچھ ہیں کو کیوں گھور رہے ہیں۔ اتنے میں پریسڈنٹ جلسہ نے کہا کہ جن صاحب تے اشتہار لکھا تھا وہ اگر رونق افروز جلسہ ہوں تو وہ نہربانی کر کے کچھ فرمائیں۔

میان آزاد۔ ایہا السامعین۔ ایک روز سید بہتر از عمید بہ آن حمید

شب کو میں اپنے سر پر خواب حیات	نشہ علم میں ہرست غرور و نخوت
فرے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے	تھا تصور مرا ہر من تصدیق و صفت
جو مسائل نظری تھو وہ بدیہی تمام	عقل کو خبر سے تھی ہوئی بھی کثرت
کبھی میں کہتا تھا اعراض میں جہنم	کبھی میں کہتا تھا معلول سے ثابت

ہو گیا علم حصولی تھا حضوری محسوس	
تھا راز میں نہ محتاج حصول صورت	

کہ کیا یک میٹھی نیند آگئی پاک کا جھپکنا تھا کہ۔	
آکے اک رشک میجلانے کہا بالین پر	
لائم تم کہ یہ غافل نہیں وقت غفلت	

آنکھ کھلی تو ایک کتب خانہ نظر آیا پہلے مولوی صاحب کی قطع شب

شری آکھین گول گول دیدے پھوٹے پھوٹے کال بھور
 بھو سے بال۔ لال داٹھی خرگوش کی جھاری تابناک معلوم ہوتا
 تھا کہ چوری نکل گئے ہن۔ کوتاہ گردن تنگ پیشانی۔ شرافت اور
 اصالت کی نشانی نیلی ننگی کسے۔ ایفون کی بو میں بے پنک
 میں اذنگ رہے ہن۔ یا مٹھائی ٹونگ ہے ہن۔ پڑھنے سے
 جی چراتے ہن۔ پنک سے چونکتے ہی لوندون چلتے جاتے
 ہن اور صلو اتین ساتے ہن طرز تعلیم سے محض نا آشنا اور کینو کینو
 ع۔ کاربوزینہ نیست نجاری بلہ معلیٰ خلا جی کا گھر نہیں کہ
 گھٹایا اور تلابن گئے چوری ننگی اور ہیری بن بیٹھے۔ کنٹھ لیا
 اور لگے بڑبڑانے یا کریم یا کریم یا اللہ۔

اتنے میں مولوی صاحب بھاگنے ہی کو تھے کہ یاران سربل
 ننگی لی ایک نے آٹھی بتائی تو پھٹ سے زمین پر آ رہے
 یا علی اچھے پھنسنے فوب عقد بندھا۔ یہ راز اب کھلا۔ بنانا لکھرا
 بگڑ گیا شفت میں اُٹو بنے یہ سب عین پر ہو رہی ہے۔ خیر اب تو
 اوکھلی میں سردیا تو موسلوں کا خوف کیا۔ میان آزاد نے
 پھر لکچر شروع کیا۔

میان آزاد۔ مولوی صاحب کو کسی مقبرے کا مجاور یا کین کا
 تکیہ دار کیجیے تو غیر۔ خوب بیٹھے ٹکڑے اڑائیں کھائیں اور فند
 پیلین اور خم ٹھوکیں۔ چپڑی اور دودو۔ یہ مکتب خانے میں
 اُٹو کا و سرہ اُنکو کس نے بنا دیا۔ بڑی کوئی کیفیت سنیں کہ دن
 گلی ڈنڈا اکیلا کرتے میں رٹتے ہیں اور فند پیل کر کے میں بگر
 الف کے نام پر نہیں جانتے حرف تک نہیں پہچانتے۔ یوسف لیفا
 عظمیٰ گزنی نواز بن بودیا مرد گلستان نوک زبان لیکن حکایت
 چہ معنی دارد۔ سکندر نامہ رٹ لیا۔ ذری پوچھیے کہ خدایا میں
 الف کیسا ہی تو بغلیں جھانکنے لگیں دن بھر میں اٹھارہ مرتبہ ہی

گفتگو کہ مولوی صاحب شاہ کردہ بیام مولوی صاحب آب خورد
 بیام۔ مولوی صاحب دیکھیے یہ ہماری ناک بکڑتا ہی۔ مولوی صاحب
 یہ ہم سے لڑتا ہی۔ مولوی صاحب اب شام ہوئی۔ چپٹی دیکھیے
 مولوی صاحب سبق سن لیجیے۔ مولوی صاحب ایسی نہیں سن کرتے
 ان باتوں میں سر نہیں دھنا کرتے پڑھو تو واہ واہ نہ پڑھو تو واہ واہ
 گھر لے جاؤ اور ایسا غل چاؤ کہ کان پڑے آواز نہ سنائی دے میں
 چاہے جو کچھ اول جلول ہو۔ الف بے نگار میان جی کو چنے کے
 کھیت میں پچھاڑا۔ اتنے میں مولوی صاحب پھر رسی توڑا کر بھاگنے
 لگے۔ لینا لینا جانے نہ دینا۔ واہ اچھا نکلیج ہو۔ گئے تھے رونے
 بخشنا نے نماز لگے پری واہ میری اُٹھی کے سُننے والے باگھی تھی
 بُری تباہی یا اُٹھی۔ واہ بھئی اغل خان تم تو بغلی گھونسنے لگے۔
 میان آزاد۔ آج ہی تو بیٹے میں بھننے ہو روز تو نہ نکالے بیٹھے
 رہا کرتے تھے عیسے بن جاتی کا دتہ یا گاؤ تکیہ درفیل۔ یہ تو نہ ہی یا
 بے ایمان کی قبر یا غبارہ یا ہوا کا تکیہ اب پچک بنائے توسی۔ اور سننے
 لڑا کون میں فراموش بری گئی ہے قلم دیا اور فراموش دو پیسے ہوئے
 دوات دی اور وہ کہتے جاتے ہیں کہ یاد ہی یاد ہی چلیے سبق بھول گئے
 فراموش اب تہ یاد ہی اور کیوں نہ ہو انکا استاد بھی تو بیوقوف مادرزادی
 شیطان نے مولوی صاحب کو یہی پڑھا دی ہو کہ لڑکے کو لفظ
 بتائے جاؤ خود سچے کر کے وہ ایک لفظ نہ کہے۔ پھر لڑکا کو دن نہ تو
 کیا ہوا اور ترجمہ تو اللہ ہی اللہ ہو۔ توئی کے معنی تو ہی تو۔ ہم کے معنی میں
 ہوں میں۔ اور محاورات بالکل دیہاتی۔ خدا جانے کہاں کا گنار
 بٹھا دیا ہو۔ اُنکو تو ہمایون کے مقبرے میں مجاور یا حضرت عباس
 کی درگاہ کا سقمہ بناؤ۔

افضل کل مع کوان حضرت کا امتحان لیا جائے تو قلع کھل جائے
 کل حضار علیہ نے میان آزاد کی بیٹھ ٹھوکی اور ڈنڈ مل دیے کہ

واہ اُستاد کیا کہنا ہے۔

مولوی صاحب۔ میان آزاد بڑے شیطان ہیں۔

آزاد۔ اے حضرت یہ آپ اپنی تعریف کر رہے ہیں۔ بندہ کس لائق ہی بڑے قہر مند ہیں۔ حق یوں ہے کہ آپ سنگور ہیں مگر حیرت ہے کہ یہ چاہہاں زنجیران سے دم کی کوئل کیونکر بھڑکی۔ لوگوں نے دلیں ٹھکان لی کہ کل چاہے اوے بڑیں چاہے کر دھاتی دھوپ، سو چاہے بھونچال آئے بھوہم آئیں گے اور ضرور آئیں گے مولوی صاحب سے تاکید کی گئی کہ حضرت کل نہ آئے گا تو یہاں رہنا مشکل ہو جائیگا دل میں تو سب کی صورت سے نفرت تھی اور چہرہ بھی اتر گیا تھا مگر ہمت کرنا کہ فرمایا کہ۔

بہادران نہ بچیں از سخن رو | ہمیں میدان ہیں چوگان ہیں گو

ہم اور نہ آئیں ان ہوتی بات ہو۔ ہم اور نہ چھپا میں یہ محال ہو اچی آئیں اور پنج کھیت آئیں اور ڈنکے کی چوٹ آئیں۔ ہم کیا کوئی چور ہیں یا کسی کا مال مارا ہے۔ آزاد تو کیا بچا رہا ہے۔ ہم ایسے ویسے نہیں کہ کھپڑی ہو جائیں۔ آئیں اور سرخرو ہو جائیں۔ جسے دیکھو مولوی صاحب ہی کی طرف نظر ہو۔ چھوٹے بڑے سب حضرت ہی کو تاک رہے ہیں مجلسہ برخاست۔

مولوی صاحب کی خرابی

مولوی صاحب کے جو اس غائب۔ آوازوں کا چھڑا ایسا چلا کہ جل جھن کے خاک ہو گئے گریجیا کی بلا دور۔ اور بھی پاک بیباک ہوئے دل ہی دل میں کروڑوں صلوایتیں سنائیں۔ لاکھوں گانیاں یاد آئیں۔ لگے پانی پی پی کر کوئے۔ ہنس ملعون پر کلچہ پڑے۔ اسکی زبان سڑے منہ بھول جائے ساری چوڑیاں بھول جائے آسمان سے اٹکائے بریں۔ میان آزاد ایسی جگہ میں جہاں پانی نہ لے بوند بوند کو ترسین۔ ڈنکوں پر چٹ کرے۔ انجن کے پیچھے دبکر

مرے۔ ہاتھی روند ڈالے۔ ہیشہ کھائے۔ خیر انکی تو خداسں چکا ایسے ایسے مداری میان آزاد نے بہت چنگے کیے تھے صد ہا گنواروں رنگے سیاروں کے دھڑکے کئے تھے۔ دوسرے روز سب ملک میں اہلی موالی۔ دلی کالی۔ کجڑے۔ مالی۔ شریف نجیب۔ منشی طبیب۔ ان پڑھ لیسب ہر مشیم کے آدمی پوچھتے ہی آن ہو جوتے ہوئے مگر بولا نا ایسے نفوذ ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ باسے یا ران سربل تو تھمبو کر کے سر سلائے پیچھا کھاتے سہراغ دکھاتے تھسیٹ ہی لائے۔ آئے آئے۔ مولوی صاحب آئے مکتب کے رٹکے بھی ٹٹے بیٹھے تھے۔ مگر مولوی صاحب ذرا ہٹے بیٹھے تھے کہ مبادا شیخ سرد سوار ہو تو نفعت میں تکرار ہو۔

میان آزاد۔ کیوں مولوی صاحب کس منسوبے میں ہو۔

مولوی صاحب۔ سوچتا ہوں کہ اب کون چال چلون ممت نے تو بچ کر واد اندر پھر گئے۔ سوچ لئے ہیں کہ اب ملاگری چھوڑ دیاؤں میں لو کر کرینگے۔ بس وطن سے جا میں گئے پھر لوٹ کر گھر نہ آئیں گے میدان فکر میں خوب گھوٹے دوڑائیں گے۔ رئیس امیر بادشاہ میر سب بر رعیت پڑتی ہی پھر ہماری بساط کیا چار خانے کا پر ہیں ہمیں گا رٹھے کی مرزانی سہی۔ چاہے کوئی ٹوپ کے مہرے آزاد تم کو ہم صلواتیں ضرور سنائیں گے۔ تم نے ہم سے بزدل نا اھلی کی۔ ہوں کہ کروں تو کیا کروں۔ اب نقشہ جہاں محال ہو۔ ہم نے سنا تھا ہم یا رشا طر تم بار خاطر۔

میان آزاد۔ آپ لاکھ جنگ پر چڑھا لے ہم جھانے میں آئیں یہ چکا کسی اور کو دیتیجے۔

مولوی صاحب۔ چکا! چکے کی ایک ہی ہوئی۔ یہ عجب قماش کی بات ہو۔ میں حضور کا غلام آپ سے سرتاج۔ سربارک کی قسم ادھر آفتاب برآمد ہوا ادھر ہم نے مکتب کا راستہ یاد نہ بھرا

<p>مولوی صاحب - بحرین آپ ہی غوطے لگائیے اور خدا کرے دوب جائیے۔ تھاکہ خاک نہ پائیے۔ واللہ میرا تو قافیہ ننگ ہونگ دونگ ہو کوئی مونس نہ جلیس خلیل نہ انیس - جسے دیکھو ہمیں یہ شیر ہی آتش زبانی دکھلانے کو مستعد - رند بکر شیخ کے چھترے کو تیار - برق بکر جلائے کو آمادہ - نامعقول اتنا نہیں سمجھتے کہ ہم مولوی آدمی نوڈے پڑھا ناجا بنیں - یا شاعری شعر و سخن کا ذوق کمان - بگ بندی کا شوق کمان - بحر سے واسطہ - قافیے سے سرکار - نظم سے مطلب - آئے وہاں سے بحر پوچھنے میں خود بحر موج علم و فضل ہوں - وہ سمندر حبس کا اور نہ چھوڑے ساحل کتا ہی ہمیں - منتہا سے قعر تک زنجیر فکر ہو پئے! کیا مجال</p>	<p>ورق گردانی کی - مجال کیا کہ شاگرد کھیل میں مصروف ہوں بولا اور میں نے ٹیپ جمائی - کھیلا اور شامت آئی سمجھ بھوکہ جیٹا کوئی اکاؤ کا مکتب میں کھلونا و لونالایا اور میں نے ایک ٹیٹھی میں سوخت کر دیا - مگر میری سنتا کون ہے - آپ تو میرے پایہ سے ہیں - پریسیڈنٹ - اچھی اس داستان کا کل سے کیا واسطہ ہو بیٹا کا امتحان بیچے - سوال کیجیے -</p>
<p>سوال - بشنوار نے چون حکایت می کند وز جہانی باشکایت می کند</p>	<p>میان آزاد والا اللہ لکھ کر رکھے ہوئے - اب مولوی صاحب کی بوکھلاہٹ کا حال نہ پوچھیے - رنگ فاقہ (ہرق) کلیجہ شقی یاد مولی - یادق - آنکھیں پُر غم - کرخم - اشکار - بیقرار مٹھ پر ہوا یاں چھوٹ رہی ہیں - کلیجہ دھک دھک کرتا ہے ہاتھ کاپٹنے لگے کھڑے تو ہوئے مگر قدم نہ جمایا نون و گنگائے یہ کرے وہ لڑا کھڑے - اور سان خطا اس پران ہوش سا کی سیر کر رہے ہیں - بلا اجازت غائب گول گول دیدے چمکا کر اور توند ٹکا کر کچھ کہنے ہی کو تھے کہ وحشت نے گلا دوچھا ٹھکھی بندھ گئی -</p>
<p>گزنیستان تاہر ابریدہ اند از نیرم مردوزن نالیدہ اند ان اشعار کے معنی بتائیے - مولوی صاحب - (بچہ پر دوزانو پھیر کر) یہ مولوی معنوی جلی مشواہ کا کلام جمیل ہے - ہیں جئے دم زدن نہ مقام قال و قیل ہے لیکن ساقی چلم فروش کی قسم وہ دعوانہ دعا معنی ارادوں کر آسان تک لوہو چاؤن - اے اب سینے نے عبارت ہو چاندو کی نے سے اس سے ایک تاریخی بات یاد رکھنے کے قابل ہو کہ مولوی معنوی طالب ثرا کے وقت میں بھی افیون کی گرم بازاری تھی اور چاندو باز بھی جاری تھی نستان مراد ہوں گلزار سرا یا بہار رشک فرخار سے جہان چاندو کی ذکا جگل ہے اور چاندو بازوں کا جگل ہے نیر کے فطری معنی میں ہیں مگر چاندو بازوں کی اصطلاح میں نیر اس آواز دہرا کو کہتے ہیں جو چاندو پیتے وقت وہاں با سے نکلتے - دھک دھک - بھک بھک -</p>	<p>بہ فہم ایچ مضمون جز بہ لب بستن نمی آید خوشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید ہائے امتحان دینا تو وہ ہے کے چہنچہا ناہو - انگ سے کھانا نام سنا اور اس پتیرا - میان آزاد نے جلسہ عام میں سوالات شرعیہ کئے - سب خاموش بہم تن گوش - کیٹی رجب ہو تو امتحان شروع ہو - سوال - یہ اشعار کن بحر میں ہیں - یہ چھو حال مرا ہوں وہ متعل و متی کہ جس کے ہاتھ پڑا بچہ جلائے ہوئے جو ہو بختا تربت عاشق پہ ناز کہتا کہ حضور خاک سے دامن ذرا اٹھا کر</p>

سوال - بکری کی پھلی ٹانگوں کو فارسی میں کیا کہتے ہیں -
مولوی صاحب - کسی اپنے بھائی بند بڑے صاحب پوچھے بندہ
پچھلے کھائے نہ جانے - واہ اچھا سوال ہے اب ملاؤں کو
بڑے صاحب کی شاگردی بھی کرنا چاہیے - کیا دل گروہ ہے - پاؤں تو
بوٹیاں ہی نوچ کھاؤں - اور ایسا بیچاروں کو بہت بڑھ بڑھ کر
باتیں بنا بھول جاؤ - بکری کی مان کب تک خیر نہ لگی - ایک دن
چھری گردن پر ضرور پھر جائے گی -

سوال - ہندوستان کے شمال میں کون ملک ہے -
مولوی صاحب - خدا جانے میں کیا دیکھنے گیا تھا یا آپ کی
طرح میں بھی کوچہ گروہوں -

سوال - سب سے بڑا اور یا ہندوستان میں کون ہے -
مولوی صاحب - فرات - نین - وہ دیکھ لالہ لالہ
بھولا جاتا ہوں - توبہ - اچی وہی - وجہ وجہ - خوب یاد آیا -
حضار جلسہ - اس یاد پر پھر پڑیں - فرات وجہ ہند میں
واہ واہ سے گاؤں - اچھی انٹی گنگا بھائی سے چلو بھائی
میں ڈوب مروی علی کرتے ہو اور اتنا نہیں جانتے کہ فرات
کہان ہوا لالہ ولا -

سوال - زرے کے اسباب اور چاند کے گھٹنے پر
کاسب بناؤ -

مولوی صاحب - واہ کیا خوب خدائی میں دخل دوں ایک
فراموش (فراموش) تو کسی کی سمجھ میں آتا ہی نہیں پھر بھلا یہ کون
جانے کہ زرد کیونکر آتا ہے - زمین میں کس طرح ہل چل رہی
ہو یہ روز سرتہ خدا ہی جانے - باقی باتیں ہیں - ہم ان حکومتوں
کے قائل نہیں - باقی رہا چاند کا گھٹنا بڑھا اور اس کا سبب
سو حضرت سبب یہی ہے کہ خدا کا حکم - منے کو دخل کیا ان قدر

امور کا کچھ سبب بھی ہوا کرتا ہے -

سوال - بارش کیونکر ہوتی ہے - یہ پانی کہاں سے آتا ہے -
مولوی صاحب - خوب اگر کر (مان دیکھیے اب سیدھے
دھڑے پر آئے نہ - بارش کیونکر ہوتی ہے اس کا دوپٹی جواب یہ ہے

نہ بار دھواتا نہ کوئی بار
زمین ناوردتا نہ کوئی بیار

اور پانی کہاں سے آتا ہے - یہ تو ہماری دادی جان تک
معلوم تھا خدا غصے پیاری کو سنیے نہ کہ بادل تالابوں ڈبرون
موضوں - کنوڈن - دریافون - ندیوں - گڑھوں - ہڑوڈن
سمندرون - بحرین - خلیجوں - ٹاپوڈن میں گھسٹھکرو تین درتک
خوب بیٹھ کر پانی پیتا ہے جب پانی چکا تو آسمان پر اڑ گیا اور منہ کھلا
توپانی روم جھم برسنے لگا - اشجار نہال ہو گئے غنچے دنان چٹکے
میکسارون کی نفل میں بارہ تاب کے شکے - ۵

تند پر شور و سیہ مست زکسار آمد
مے کشان مرده کہ ایر آمد و بیار آمد

حضار جلسہ - ایسی مدرسی پر شیطان کی چٹھکار - کہ وہاں
مولوی بنکے - واقعہ کیا ہے پر کی اڑانی ہے - کہنے لگے
بادل پانی پیتے ہیں اچھی بنی -

سوال - گنتی آپ کو کہاں تک یاد ہے اور ہاڑا کہاں تک
مولوی صاحب - جوانی میں روپیہ کے ٹکے گن لیتا تھا اب
بھی آٹھ آٹھ آنے دو دفعہ میں گن سکتا ہوں - مگر ہاڑا کسی حلقی
کے نوڈے سے پوچھے - ڈھونڈے پونچے سے یہاں غرت ہے
سوال - جو پور میں زید نے ۹۹۵۲۶۷ من غلہ خریدا اور
شب کو چور نے موقع تاک ۶۳۷۱ من باحقون ہاتھ لایا
رات اوڑا دیا بتاؤ زید کو کتنا گھٹا ہوا -

جواب - یہ جھگڑا جو پور کے قاضی چکائین گئے۔ بندہ کسی پچھلے مین یا نوٹن نہیں ڈالتا۔ چوری چکاری کا حال تھا نہ دارو سے پوچھیے بندہ مولوی ہے۔ ملائی دوڑ مسجید تک۔

سوال - شاہ جہان کے وقت میں ہندوستان کی کیا حالت تھی اور اکر کے وقت میں کیا حالت تھی۔

مولوی صاحب - اچھی آپ تو پرلے ٹرٹے اُکھڑتے ہیں اکبر اور شاہ جہان دونوں کی ہڈیاں گلی کے خاک ہو گئی ہوگی اس دھڑے سے واسطہ۔

سوال - طرز تعلیم کا سب سے بہتر قاعدہ کیا ہے۔

مولوی صاحب - اس بحث سے فائدہ کیا ہے۔ میں کیا کوئی گوکھا ہوں یا مجھے کوئی گدھا مقرر کیا ہے بڑے بڑے اُستادوں کا کلام نوک زبان ہے۔

سوال - عقل بڑی کہ بھینس۔

مولوی صاحب - ان دونوں سے گھوسن بڑی جو دھو دیتی ہے

سوال - آپ بھی کہیں گے کہ ہم آدمی ہیں۔

مولوی صاحب - اے صاحب وہ آدمی نہیں کرگ باران دیدہ گر بہ مسکین۔ پچھیا کا تاؤ۔ اُوکی دم فاختہ سی۔ اب آپ بندہ کو آزاد کیجیے تو عمر بھر احسان نہ بھونگا۔

حضرا جلسہ - لاول ولاقوہ - یہ چرکٹا ہو کون۔ ہنس مرک ہو ہنیں معلوم کہ کچر چڑیا کا نام ہے۔ بادل کسے کہتے ہیں۔ تو کنگا پہاڑ انہیں یاد گنتی جانتا ہی نہیں۔ طرز تعلیم سے بالکل ناواقف و جلد فزات ہندوستان میں جاتا ہے۔ اور با اینہم شہنی جاتا ہے جغرافیہ میں محض کورا۔ آدمی ہی یا دھیا لٹورا۔ تاریخ میں لٹ کے نام بے نہیں جانتا اور خدا اچھوٹ نہ بلا لے تو شاید چرن بھی نہیں پہچانتا اور چلے میں مولوی بنے۔ لڑکوں کی نفٹ

میں ٹی خراب ہو اور سینے بادل بدر رو سے پانی پیتا ہے اور ٹاپو کا پانی نوش کرتا ہے۔ اس تحقیقات کے قربان۔ واہ سے نادان۔

ہندی اور یورپین کا طرز معاشرت

میان آزاد کتب کا خاکہ اُڑا۔ مولوی صاحب پچھیا چھڑا کانوں سے ایک شہر میں جا دھکے۔ اُہو ہو ہو۔ جھجھکاؤ میں ہل جھجھکاؤ دیکھو لہر لہر۔ ہر جگہ آباد۔ کوچہ و بازار میں سواد۔ چپہ چپہ رکش بہشت شہزاد۔ جگر ٹھٹھانے والی ہوا کے جھونکے سن سن چل رہے ہیں۔ گویا پھلے جھولے ہرے بھرے درخت گلاب اور کیور کے بے ہوئے پھلے چل رہے ہیں۔ میان آزاد وں بھر چاک پھیر یون میں رہے اور سرع۔ جپٹے بھ کوٹھوے بڑے سیلا شب آئی تو میان آزاد کو سونے کی دھن نہائی ہوٹل میں آئے اتنے میں ایک آدمی چھریا بدن پستہ قامت چشم ازرق مخے میگون رنگ زرد سامنے آن کھڑا ہوا۔ کون۔ ہم ہیں بھی۔ ہم کا آخر کچھ نام بھی ہے۔ مسافر۔ پھر یہاں کیا کام۔ آفتابہ تاکا ہی یا ٹوپی لے بھاگئے گا۔ یا حضرت ذری بندہ درگا کی قطع شریف اور صورت مبارک تو دیکھیے۔ چوٹے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ بھلا۔ آغا۔ حضور میں آئیے۔ میان آزاد نے اُو بھگت کی پاس بٹھایا۔ عطر ملا۔ پان کھلایا۔ باہم خوب چہ میگوئی ہوئیں۔ آخر کار اُٹھوں نے کہا کہ کیوں جی کیا یورپین ہم لوگوں سے علم و فضل اور طرز معاشرت میں چڑھ بڑھ کر ہیں۔ میان آزاد نے دھونڈ کر کے جواب دیا کہ درین چہ شک۔ یورپ میں علم کی گرم بازاری ہے۔ یہاں حضرات ناعاقبت اندیش کی عقل حلیہ عاقبت اندیشی سے عاری ہے۔ یہاں کیا بہ لحاظ علم کیا عاقبت معاشرت بنگالی البتہ دن دوئی رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں

<p>نازک سی کرسی پر چمکن ہے۔ وہ نورانی چہرہ وہ قیمتی ریشمی سیاہ لباس اسپر عطر کی بوباس جسکی لیٹین رطک تک آتی تھیں اور دماغ کو تختہ گلاب بناتی تھیں۔ ۵</p>	<p>باقی خیر صلاح کے ڈھیر۔ اتنے میں بھیڑی نے ہانک لگائی کہ (بھانک بند ہوتا ہی باہر والو اندر آؤ۔ اندر والو باہر جاؤ) میان آزاد بستر پر ڈٹ گئے۔ نور کے رٹکے حبیب لبیب نے میان آزاد کو</p>
<p>از کجی آئی اے مرست خوبی محو ناز عطر آگین تابدا من غیر افشان تا مکر</p>	<p>غلاب نوشین سے جگایا۔ این! آپ لمبی تانے پٹے خراٹے لے رہے ہیں۔ اٹھو اٹھو۔ یہ طوطے چنبی! کہ آنکھ تک نہیں</p>
<p>دونوں مٹھی مٹھی باتیں کرتے ہیں اور مٹن چاپ اڑاتے ہیں کمرے بھر میں وہ صاحب اور وہ بت بلند بالا غم و زور غم کا لا حبیب لبیب اس لطف کو شاہدہ کر کے چڑک گئے اور بے اختیار کہ اٹھ گئے۔ ۵</p>	<p>کھولتے کچھ کمنائے تو سہی۔ اے وہ اٹھ بیٹھے بسم اللہ کیا کل رت جگاتا۔</p>
<p>بہشت آنجا کہ آوازے نباشد کسے را با کسے کاے نباشد</p>	<p>میان آزاد نے کہا حضرت ایسا شل ہو گیا تھا کہ گھوٹے بچکے سویا اور ایک سوتا ہی رہا۔ خیر با سے آپ اٹھ تو۔ ہاں حضرت</p>
<p>میان آزاد اُنکے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ دیے چپکے سے آگے بڑھے میں قدم آگے نہ گئے ہونگے کہ سامنے سے کئی یابو رنگ سرنگ اور نقرہ خنگ گزریے تیز اور سبک خیز۔ اُن پر فوشنا کا تھیان اور سمین تن غنچہ دہن لڑکے تہکن ہنتے کھیلے بولتے جاتے ہو اکھاتے جاتے ہیں۔ کپڑے سفید جیسے نکلے کے پر۔</p>	<p>لے فرما لے۔ بنگالی اور یورپین میں کیا بات ہو جس سے ہمارا علم اور طرز معاشرت اُنکے آگے مات ہو۔ مگر زندہ منطقی آدمی ہر براہین الی دلی پیش کیجئے۔ میان آزاد نے لب جھپ کرٹے ڈانٹے حبیب لبیب کو ساتھ لیا اور چل کھڑے ہوئے رٹکے کا سہانا وقت۔ ۵</p>
<p>کئی منٹ تک حبیب لبیب اُن گلابدن لڑکوں کو دیکھا کئے اور میان آزاد سے کہا کہ بھی دعا اللہ بچوں کی صحبت و تربیت کا خیال اتنا تو ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھتے ہیں کہ ایک فشن پر پانچ نو جوان بنگالی ایک پیرسٹر۔ ایک سول سروس دو ایم۔ اے۔ ایک بی۔ اے چلے آتے ہیں۔ اُمین سے ایک</p>	<p>وہ صبح اور وہ چھانٹون سار دن کی اور وہ نور دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طہر</p>
<p>میان آزاد کے خواجہ تاش تھے۔ علیک سلیک کے بعد ہاتھ لایا اُغون نے اُنکو چرٹ پلایا معلوم ہوا کہ وہ چار نوخیز بنگالی غریب آدمیوں کے رٹکے ہیں مگر اُن کے عالم باپ کے ہمدرد اجاب نے اُنکو ولایت بھیجا اور خود صرٹ کے</p>	<p>ادھر شوالے کا گھٹا بجاٹھا ٹھن۔ ادھر دونوں صبح کی توپ دغی دنا دن چلتے چلتے بستی کے باہر ہوئے۔ سبحان اللہ خدا کی قدرت مجسم نظر آتی ہے۔ ہمارے دل کو بھاتی ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دلچسپ و پرفضا فرخ بخش و دلکش بنگلہ خس پوش ہے میرٹیان صاف روشن شفات۔ شہار کا جھومنا ستانہ دارنے و نوروزی غمبار دماغ طبلہ عطار۔ ہر سمت بلغ و بہار۔ پتے زمر دین۔ بنگلے مینو آئین۔ دروانے رنگین ایک عالی شان کمرے میں ایک صاحب کرسی پر بیٹھے ہیں اور اُنکے قریب ایک بت حور دیش زیا اندام گلابدن گلفام زن جینو جمیلہ</p>

متحمل ہوئے۔ اب وہ مزاج اعلیٰ حاصل کر کے آئے ہیں
 رخصت ہوئے تو میان آزاد اور اُنکے حبیب مشرق اور
 وہ نوجوان مغرب کی طرف چلے حبیب لبیب آہ سرکھنی کہا
 کہ بس ان ہنگامیوں کے قدم لے بیٹیں بس برس تک کے
 لڑکے ایم۔ اے بی ال ہو جاتے ہیں۔ امیر تو امیر غریب تک
 اعلیٰ درجہ کی تعلیم پاتے ہیں۔ مگر ہندی ابھی بحرِ مہل ہی میں غوطہ
 کھاتے ہیں چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے جہاں سڑک پرودہ
 سوداگروں کی عالیشان کوٹھیاں ہیں جان اینڈ کمپنی
 رو اینڈ سن کے سہ منزلہ۔ بیچ منزلہ۔ سرفلک کیشہ ایوان
 سپر تو ان گویا آسمان سے باتیں کرتے ہیں فلک لافلاک
 سے ٹکر رتے ہیں۔ میان آزاد حبیب لبیب کو ایک کوٹھی میں
 لیگئے۔ اسی یہ مکان ہی یا صناعی کا کاشانہ۔ کوٹھی ہی یا لندن کا
 عجائب خانہ اشیائے غریبہ لائقہ و غیر محدود۔ تمام عالم کی نعمتیں
 موجود حبیب لبیب نے کہا صل علی۔ صل علی۔ یہ تجارت کے شعبہ
 ہیں۔ واہ ری تجارت تیرے قدم دھو دھو کر پیے۔ اتنے میں
 سامنے سے کئی گھنٹیاں آئیں اور زن سے نکل گئیں سب پر
 یورو پیٹنٹیں اور لیڈیان منہمکن۔ ہندوستانی کا منزل
 پتا ہی نہیں آگے بڑھے تو ایک کتب خانہ نظر آیا۔ لاکھوں
 کتابیں چینی ہوئیں۔ دقیقان قابل دید بلکہ دیدہ شنیدہ کی الماری
 میں گل لالہ بھلا ہو۔ کہیں زمرد گون تختہ بنا ہو۔ انسان اگر
 سال بھر اس کتب خانہ میں جم کر بیٹھے تو عالم اجل اور فاضل
 اکمل ہو جائے سرشام سے آٹھ بجے تک شائقین آتے ہیں
 سیر کتب سے دل بہلاتے ہیں۔ لیدر تیان اپنے مذاق کے
 اخبار اور کتب مطالعہ میں لاتی ہیں اور دنیا کے حالات
 برداشت پاتی ہیں مگر ہندوستانی جنٹلمین کو ان امور

سے کیا شکر کار۔

اس سیر سے جب خوب سیر ہو چکے تو سر کی سوچی۔

میران و ششدر کہ۔ ۷

کس نے آئے تھے ہم کیا کر چلے | آہستہ چاند اپنے دے دھڑلے

خدا خدا کر کے بستی میں داخل ہوئے۔ راہ میں ایک
 مرفہ حال اور صاحب جاہ و مال کے دروازے پر اُنکے دو گھوڑے
 لڑکوں کو دیکھا ایک سبک سے تو درست ہیں۔ گروضع زالی
 کانون میں بالے۔ پانوں میں بھڑے بھڑے کڑے۔ انگوٹھا
 میل اکھیل کینف پانچامہ چار جگہ سے چاک۔ ہاتھوں پر گردنہ
 خاک دروازے پر ننگے پانوں کھڑے ہیں۔ مولوی صاحب
 ڈیوڑھی میں بیٹھے دو اور لڑکوں کو پڑھاتا ہے ہیں لیکن ڈیوڑھی
 اور پانچا نہ ملتی۔

میان آزاد۔ کیسے پیر و مرشد وہ غنی ہیں سیمین بدن رکھ
 اور وہ یا بو بھی یاد ہیں۔ انکو دیکھے میلے گندے دن بھر
 بیت الخلاء کے پڑوس بھلا یہ تو انا و تندرست چالاک و سبت
 کیونکر ہوں۔ ہاں زیور سے البتہ گوندنی کی طرح لد سے ہیں
 حق یوں ہو کہ چاہیے ٹرکا جھنڈ زور پہن ہو مگر اسکو وہ سچی خوشی
 نہیں حاصل ہو سکتی جو ان پیاسے بچوں کو نسیم سحری کے جھونکوں
 اور ٹاپوں کی کھٹ پٹ سے حاصل ہوتی تھی۔ روکا ترکے مجرم
 بیدار ہوا۔ حمام خانہ گیا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے۔ صبح کی
 ہوا اکھائی یہ اچھا یا یہ اچھا کہ لچکے اور پٹھے اور رنٹ کے کپڑوں
 میں جکڑ دیا جائے اور زیور سے پانوں تک لا دیا جائے اور گڑھیا
 پر بٹھا دیا جائے کہ کوٹے کے ٹوکے کناکرہ الامان۔ الحذر رہنے
 میں سات آٹھ نوجوان سامنے سے گزے۔ ابھی ۱۹ ہی برس کا
 سن ہو مگر گاون پر چھڑیاں کسی کی مکرخم کسی کا چہرہ زرد دل سڑ

سرخ و سفید رنگ دھوان بکراڑ گیا اور طرہ یہ کہ الف کے نام پر نہیں جانتے۔ سن اور شہین پہچانتے ایک نمبر اول کے چاند و باز رہیں۔ دوسرے بٹے زبان دسارہین وہ فراتے بھرمین کہ بھلائی کا آدمی گھنچ کر ہو جائے ایک بہترین درجے میں تعلیم پاتے تھے مگر پروفیسر ریاضی سے گلخپ ہو گئی ہر جھٹ مدرسہ چھوڑا کیونکہ میرے شیئرنگ فرائض ختم ہے ایک صاحب اپنے دین ہاتھ کی دو انگلیوں سے بائیں ہاتھ پر تال بجا رہے ہیں۔ دھن تا دھن تا دو صاحب بہادر نانے بیڑ کے گھٹ جانیکا افسوس کر رہے ہیں کسی کو ناز ہو کہ میں بانے کی کنکلیان خوب لڑاتا ہوں۔ مکمل خوب بڑھاتا ہوں۔

میان آزاد نے پوچھا کیون قبیلہ کیسے وہ بنگالی نوجوان بھی یاد ہیں۔ ان حضرات کو دیکھیے کہ مدرسہ چھوڑا۔ کوچہ گردی سے ناتا جوڑا صحبت نیک منہ موڑا۔ انحال شایستہ کی گون کو مڑوڑا۔ یاقوت خدا کا نام ہے مگر گشتی سے کام یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دو صاحب بڑے سفید پوش۔ صاحب تن و توش حبیب لبیب نے کہا حضرت انکو پہچان رکھیے۔ ان مدعیان خرد نے روپیہ کو دفن کر رکھا ہے۔ ایک کے پاس دو لاکھ سے زیادہ ہو دوسرے کے پاس کوئی آٹھ ہزار۔ گزین میں دفن بی بی اور لڑکوں کو کچھ زیور تو البتہ بنا دیا ہے۔ باقی اللہ خیر صلاح اگر تجارت کریں تو وہ فریغ ہو کہ باید و شاید۔ مگر یہ سیکھا ہی نہیں میان آزاد نے کہا کیون میان وہ کوٹھیاں بھی یاد ہیں بنگال بنک اور دہلی بنک کو سنا تھا یہ زمین کا بنک آج سنا بھلا کہ اب میان آزاد صاحب لبیب سر امین اعلیٰ ہر آزاد۔ کو یار چے۔ صبح کے سوال کا جواب پایا بیچ کھنا۔ جو کہا تھا ثابت کر دیا نہیں۔ اب پھر پوچھو گے کہ بنگالیوں سے

عموماً اور یورپین سے خصوصاً ہندی کس بات میں کم ہیں۔ حبیب لبیب کے گردن جھکائی۔ آنکھیں پچی کر لیں۔ ٹھنڈی سالنیں بھرنے لگے اور فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم ایسا شافی اور ہر جہتہ جواب پایا کہ عمر بھر تو بھولوں گا نہیں بھئی آج کی میرے تو جام حبش کا لطف دکھایا یورپین اور اہل ہند کے طرز معاشرت زمین اور آسمان کا فرق پایا۔ دانش تہذیب بھی صد ہا مراض جہالت کی دوا ہے۔ عجب ہالو ہے ہی۔ اکیر کی پڑیا ہے۔

دوسرے روز ہمارے سودائی فراج میان آزاد جھٹپٹے وقت حبیب لبیب کو ساتھ شہر کے صدر قہ ہونے چلے چاندنی نے سبزے میں کھیت کیا ہے۔ نو عروسان حین کا جو بن پھٹا پڑتا ہے ایک باغیچہ فرج بخش و دلکش امین احباب بذلہ سنج و صافی مذاق بیٹھے عظیم اللہ خانی حقے اڑاتے تھے۔ اور رنگ رلیاں مناتے تھے کہ ایک دفعہ ہی بحث اور بحث سے تکرار تکرار سے گلخپ شروع ہوئی میان برق نے کہا بھئی گلجگ گلجگ۔ ہمیں جو ہنموڑا۔ یورپی رہنمون کو اب بعض ذات شریف و قیاسی بتاتے ہیں بڑا ہی بیادہ نچرے کو اخراجات فصول کہتے ہیں۔ بچوں کو زیور بچھا ناگالی ہو دس علی ہذا اب کوئی ان حضرات اتنا تو پوچھے کہ جو رسم باپ ادا کے وقت سے چلی آتی ہے کسکو کوئی کیونکر پڑائے۔ یا رو دوں دھائے یا نہ دھیر دوسرے صاحب شرق ان خیالات کے خلاف تھے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں پورب کی طرف سے شور اور غل کی صدا ایسی بلند ہوئی کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی کسی نے کہا جو آیا۔ دینا جانے نہ پائے۔ کوئی بولا سانپ ہے سانپ۔ کوئی بھیر یا بھیر یا چلا اٹھا کسی کو شک ہوا کہ آگ لگی۔ سب کے سب ٹھہر کر اٹھ کھڑے ہوئے تو جو نہ چکار بھیر یا نہ مارا آگ باگ۔ کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے۔ ایک خواجہ صاحب لنگوٹ کے

لٹھ ہاتھ میں لیے اکڑے کھڑے ہیں اور اُنسے دس قدم کے فاصلے پر ایک ٹیکرے پر کوئی لالہ جی بانس کی پھیانچ یہ بٹے ہیں اور گردن شاہیوں کا ہجوم ہی شور و فساد مگدا اور دھوم ہے۔ ادھر خواجہ صاحب بیترے بدل رہی ہیں ادھر لالہ انگلیان ٹکائٹکا کر غل جاتے ہیں۔

برق - ۱۔ خواجہ صاحب خیر تو ہے۔

خواجہ - کیا عرض کروں منشی برق صاحب - آپ کو دل لگی سمجھتی ہے اور یہاں جان پر بن گئی ہے۔ یہ لالہ میرے ہمسایہ ہیں انکا قاعدہ ہے کہ ہر ایک کے چھ ہزار لاکھ لیاں دیا کرتے ہیں۔ آج سنیے کو کھٹے پر چڑھ کر خدا واسطے کو صلواتیں سنائیں۔ اب فرمائیے انسان ضبط کمان تک کرے۔ لاکھ سمجھایا کہ بھی آدمی سے اونٹ اور انسان سے خربہ دم نہ بن جاؤ عقل کے ناخن وہوش میں آدمی بادشاہ کی مین سستے میں کس شارقہ میں ہوں غم ٹھوک کر لڑنے کو تیار ہو گئے خدا نہ کرے کہ کسی بھلے مانس کو ان پر ٹھک سا بقم پڑے۔

لالہ - ہونٹ اور سنیے گا۔ ہم چار بیانی برس لکھنؤ میں رہے۔ ان بڑھاپے خواجہ - بارہ برس دلی میں رہ کر تم نے کیا سیکھ لیا جواب چار برس لکھنؤ میں رہنے سے فاضل ہو گئے۔

لالہ - یہ ساٹھ برس سے ہمارے پڑوسی ہیں خوب جانتے ہیں کہ برس دن کا اتوار ہے ہم شراب ضرور پین گئے چٹکی ضرور لگائیں گے نشے میں صلواتیں ضرور سنائیں گے۔ ہماری رسم ہی یہی ہے کہ ہاسی اُڑاؤ چلے والوں کو گالیوں کا لٹکاؤ خوب لکھنے اڑیں لوگ ہم سے فراموش ہیں کہ چند مردان سلیقہ شاعر سچا منعقد کہن ہیں کہ شراب قلیہ چھوڑو واہ بڑے نستعلیق تو لکھتے ہیں برق - اچھی لالہ صاحب عقل کے ناخن لپیچے بہت بکلی بکلی ہیں

نہ کچھ ہم نے مانا کہ یہ رسم قدیم ہے۔ مگر ایسی رسم پر تین حرف آپ دیکھیں تو کہ اس وقت آپ کی قطع کیا ہے کچھ میں لت پت بھی واہ واہ ہتھکھارا بایان قدم سے بھلے مانسوں کو گالیوں دیتے ہو آپ کہتے ہو یہ تو ہماری رسم ہے۔ وہ سچا بٹے دور اندیش بزرگوار قائل کی ہے۔ تم ہی ایسے حقا کی تنبیہ کے لیے۔

شرق - یا حضرت برق - ذرا مجھ سے تو آنکھیں ملائیے شرعاً تو ہونگے کیون صاحب یہ دن دہائے اندھیر جو بات اس لالہ کے یہاں جس طرح ہوتی آئی ہے اسی طرح اب بھی ہوگی۔ ابھی آپ کا کچھ مقولہ تھا۔ اب کچھ اور کہنے لگے۔ یہ دھوپ چھانوں کی رنگت آپ کہاں پائی یہ گرگٹ کی خاصیت کیون بھائی۔ میان رسم بد کی حماقت پابندی کی نشانی ہے۔

خیر برق کو قائل کر کے میان شرق اور میان آزاد اور حبیب اور یاران موافق اُسی باغیہ نہایت انتہائی طرقت جانے لگے اور برق کو ہنس ہنس کر جھلانے لگے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک گنوار عورت روتی چلی جاتی ہے۔ اور ایک مرد چپکے چپکے سمجھا رہا ہے کہ جیانی ہار جیانی ہار) میان آزاد سمجھے کہ کوئی بد معاش ہے۔ مٹا لٹکائے۔ کون ہے بے تو بول لے کون ہے۔ اس عورت کو کہاں بھگائے لیے جاتا ہے اس گنوار نے کہا صاحب بھگائے نہیں لیے جات ہوں یہ عمری مہرار ہے۔ ہاں ہے یہاں رسم ہے کہ جب جو روکا میکے سے سسرال لے جات ہیں تو دو ہی تین کوس ملک مہرار و روت جات ہے۔ برق - لا حول ولا قوۃ۔ واقعہ میں کچھ اور ہی سمجھا تھا۔ بھئی ان گنواروں سے خدا کی پناہ۔ محض رسم کی پابندی کو ذرا نصیحتی تک پر ترجیح دیتے ہیں۔

شرق - بجای پیر و مرشد خود را نصیحت و دیگران را نصیحت گفتار تو خیر گنوار بن کر چھوٹ جائیں گے مگر آپ ابھی اس باغ میں کیا

پھر مجھے لے چلا وہیں دیکھو دل خانہ خراب کی باتیں	کہ ہے تھے ہیج ہو۔ دروغ گور حافظہ نباشد۔ شاید اور تریست آدمیوں کا باندہ رسوم مذموم ہوتا البتہ مقام استعجاب ہو۔ مگر دن دہاڑے یہ اندھیر۔ جو رسم ش عورت کے یہاں ہوتی ہے اُسے کیونکر چھوڑے اور اُسکے خلاف کرے تو آپ ہی قول کہ بموجب اُسکا یہ فعل داخل گناہ کبیرہ ہے۔
میان آزاد کو شوق چرایا کہ پیر فروت کی البی چیل چیل بیوی کو وہ خط دین اور دل لگی دیکھیں۔ ٹانگن کی سواری باد بہاری۔ غراب سے اُسی مقام پر داخل۔ رات کو بچھون کی طرح ایک پیر کے سایہ میں پسرالیا۔ اور صمد منہ بندھا گھٹوا آب سرد سے غسل کر جاگت زیب بربتون ڈانٹ ترکی بچھون لال لال ٹوپی سر پہ جھانڈی کی صورت بنا نیب ٹوٹے کی طرف بوسے گل کی طرح جل کھڑے ہوئے۔ کپڑے فوق ابھڑک شکر طاؤس نگارین روکش مرغ زرین۔ چلتے چلتے نیب ٹوٹے میں دن سے جادہ کے پیر فروت نے تو ان کے دم دھاگے میں آکر اور ایسے حریف عیار کو لنگوٹیا یا رجاں کر کچا چٹھا کہ ہی سنایا تھا ناک کی سیدھ پر چلے اور ٹھیک اُسی نہایت کہہ پڑھا میں بونچے جہان اُس گل رعنا کا مسکن تھا۔ اب اندر قدم۔ کھٹے کلیمہ کرزاجاتا ہے اور باہر خیال دیدگدگداتا ہے۔ ۵	آزاد۔ واہ مولوی شرق صاحب۔ کیا کہنا ہو۔ واہ دانتا ہوتا خوب آٹھے ہاتھوں لیا۔ اب تو میان برق مسکرا مسکرا کر جاتے میں بھائی کچھ فرض نہیں کہ عقل کی آنکھوں کو پاگت میں بند کر کے پیرانی رسموں کے ڈھرے پر چلنا شروع کرے۔ اور اتنی تھوکرین کھائے کہ قدم قدم پر منہ کے بھل گئے خدا نے عقل اس لیے نہیں دی ہو کہ رسوم دیم میں ترمیم نہ کرے بلکہ اس لئے کہ خدا ماضی دوع ماکر رب عمل کیجئے۔ اگر پیرانی باتوں کی پوری پوری پیری کی جاتی تو یہ جادانی کے کرتے اور شرتی کے انگرکھے اور زلفت دکھو اب خواب میں بھی نظر نہ آتا باقر خانی اور بلاؤ اور نرگسی باب کے عوض انسان پاڑھے اور ہرن کا کچا گوشت کھا تا خدا نے آنکھیں دی ہیں مگر افسوس کہ ہم نے بند کر لیں پر موجود ہیں مگر کام میں نہیں لاتے یا روکچھ تو بلند پروازی کرد۔ ذرا تو آنکھ کھولو۔ ۵
تنگ آیا تھا نہایت خاطر شاق سے ہر گھڑی کہتی تھی جل ہر وقت بچھاتی تھی ہاں	ای ذرہ کی قصہ گردون کن ای دانہ کہ خوشہ میتوانی گشتن برق۔ واہ بھی واہ۔ واہ قدم بڑے گرم آدمی ہو۔ اچھا آواز ہاتھوں لیا اور ایسا معقول کر دیا کہ میں تمھارا ہی کلمہ پڑھنے لگا۔
اتنے میں ایک طرار اور ستمگار کہاری چکتی ہوئی آئی۔ کہاری۔ میان کون ہو۔ کہاں سے آتا ہو اکیسکی تلاش ہی آزاد۔ بی مہری صاحب سلام۔ ہم مسافر بردہسی ہیں۔ کہاری۔ (جھڑک کر) ای واہ اچھے آئے۔ میان یہ کیا کچھ سراپے۔ آزاد۔ (ہاتھ جوڑ کر) از براے خدا ابی بیوی سے نہیں کہتیں کہ بڑے میان نے ایک خط بھیجا ہو۔ مہری نے ایک طرارہ بھرا تو گھر کے اندر تھی۔ میان کے	بوڑھے کھوسٹ کی نوخیز اور چنچل بیوی کی باتیں اور عاشقی و معشوقی کی گھامتن

<p>پاس سے ایک صاحب آئے ہیں خط لائے ہیں۔ وہ چونک گئے ہیں۔ این ایمان کے پاس سے چل جھوٹی مجھے نہ جھٹلانا کسی اور کو جا کر اڑانا۔ یہاں کچی گولیاں ہین کھلی ہین۔ میان کسی تیرت مین میٹھی نیند سو رہے ہونگے۔ بیوی ذری بھر کے سے جھانکے تودہ کیا سامنے کھڑے ہین۔</p>	<p>کون لیتا۔ بے بہت بڑھ بڑھ کر باتین نہ بناؤ باہر جاؤ تھا ہے میان کا آدمی آیا ہے خط لایا ہے۔ میان آزاد نے جو یہ باتین اور مرد کو نایہ کی گھا تین سنین تو ہوش پران ہو گئے آئے حواس غائب۔ اُس سے</p>
<p>اتنے مین میان آزاد نے دو عورتوں کی باتین سنیں۔ ایک جوان۔ دوسری سہکی مان۔ سینے کیا مزے مزے سے چہ میگو کیاں ہو رہی ہین۔ جوان۔ او مان آج تو بیٹور لنگھی چوٹی کی فکر ہے۔</p>	<p>شمع افروز محفل عشاق ملک جان بسمل عشاق جبرس کاروان منزل شوق طرفہ لیلیٰ منائے محفل شوق نامہ آموز لب لبس حیرت تخم انشان فریغ الفت</p>
<p>خدا جانے یہ ریش کو کئی قتل کس کس کو طلب ہوتا ہے شانہ آنکہ کو یاد کرتے ہین</p>	<p>نے جھڑکے سے دیکھا کہ ایک آدمی بیچ بیچ کھڑا ہے۔ مہری نے انکو بلایا باہر کسی پر حضرت تمکن ہوئے اور حق کے اُدھوہ گلبدن اُس حور و دوش پر جو نظر پڑی تو نور کا بکتہ نظر آیا تیر عشق جگر کے پار تھا دل مضطرب و بیقرار تھا۔ لکریسی بتلی کہ سایہ کے بوجھ سے بل کھا لکھڑا بن گئے چاند کو شرمائے۔ چاہ زرخندان وہ حسین زین کا دل ڈالوان ڈول ہو جائے۔</p>
<p>کوئی گھوڑے تو انسان نکھار کرے۔ کوئی مرے تو آدمی شکار کرے۔ تم دو اوپر انشی برس کی ہوئیں میٹھ مین دانت پیٹ مین آنت۔ مگر جوانی کابل نہ گیا سہیلیان ارد گرد سنوار رہی ہین عطر لاؤ۔ غارہ لاؤ۔ بنکار رہی ہین جس دن دان سامنے ہے۔ کس ٹھٹھے سے مشاطہ چوٹی گوندہ رہی ہے۔ خدا ہی خیر کرے۔</p>	<p>بہ فرقت گل کند گرسا بیانی قدش خم گرد داز بار گرانی براند امش تند گر پر تو ماہ نزاکت سازش در خواب گاہ اس حسن گل سوز پردہ سیاہ ریشی لباس۔ اور اُس عطر عروس کی بو لباس۔ جو بچھا پڑتا تھا۔ نفا سے کا قدم پھساتا تھا۔</p>
<p>پیر زالی۔ مجھ نصیبوں جلی کی قسمتوں مین یہ ہی براتھا کہ سخت سخت مین باتین سنوں اور بیٹی تمیتیں تراشے۔ کوئی اور کہتی تو دست سے زبان نکال لیتی تم تو میری آنکھوں کی بتلی ہو۔ ملے ماتا بُری چیز ہے۔ بیٹا تم یہ باتین کیا جانو۔ نام خدا ابھی جوان ہو اظہر ہو نادان ہو۔</p>	<p>حسن پر اُس پری کے کی جو گاہ نظر آئی وہ شکل غیرت ماہ پرانی گسالی جو وہ سمن کم سنی کے سبب سے اظہر مین اک جھکڑے سے پھر وہ غیرت برق زن سے بھاگی جیک کے صورت برق حسن دغوبی مین وہ بت مغرور سر سے پاتک بربک شعلہ نور</p>
<p>خوشی لیاقت ہزار ہو بابا ابھی نا کردہ کاہ ہو بابا بناوٹ سجاد تو میری گھٹی مین پڑی تھی اور مین نہ بنتی تھنتی تو تمھاری جستم فسوں پرداز کو تعلیم ناز کون دیتا۔ ستمگاری کا سبق</p>	<p>سن برس چودہ اکا ہو گا کمال پروہ ماہ دو ہفتہ بدر جمال مست صبا سے عمرہ داناز اٹھتا جو بن شباب کا آغاز آنکھ مین فتر کی لگاوٹ باز دلربا بات کا نیا انداز</p>

<p>یہ رگ جان میں آفت اٹھانے والی وہ صید پیرانہ سالی۔ یہ بت جادو جال۔ وہ تیرہ صدی کا دجال۔ یہ کاپار لپار کھڑا ایسا جیسے چودھویں کا چاند۔ اسکا وہ کالا کالا چہرہ جس کے مقابل میں اٹا تو ابھی ماند۔ نیلی انگلیوں کے لال لال ڈوسے خون رلاتے تھے طفل اشک رنگ لاتے تھے۔ زلف نیرین سے بہشت کی لیٹیں آتی تھیں۔ دماغ کو طبلہ عطار بناتی تھیں۔ وہ طاؤس کی سی جالستانہ نکر کا پائینچے کے بوجھ سے سیکڑوں بل کھانا۔ وہ جلوہ فزونی وہ مشوقانہ انداز۔ وہ عریضہ جوئی وہ دلربا یا نہ ناز۔ وہ شوخی وہ مسکراتا۔ وہ دست خانی وہ شان دلربائی۔ وہ گردن کا نورانا۔ ڈوٹے کا سینے سے لپٹا جانا۔ یہ</p>	<p>جن پر نگہ کے پڑتے ہیں ڈوسے پیچ سائے گندھے سے شفات جیتم زہرہ میں جسکی کھٹکے ضیا دیکھ کر جسکو جان ہو بیکل آدمی کیا ملک کو ف جو فرب فاسانی رنگا ہو ا ہلکا دل عاشق ہو سکودیکھ کے بوٹ لگے پن یہ اسکے اور بہار شمع رخ محکاشن افروزی شرم سے جسم کو چرائے ہوئے چال ستانہ حسن پر مغرور</p>	<p>نشہ کے لال لال وہ ڈوسے اونچی چوٹی وہ گوٹے کاموہات ناک میں بھی وہ نور کا تنکا اور گھٹے میں وہ نور کی ہیکل ازب پاتھی جڑا وہ بازرب کا نہ ہون پردہ ڈوپٹہ لعل کا دھانی اٹلس کی خوب ٹری کوٹ گرتی شبنم کی آستینوں دار پانوں میں بوٹ بھی زردوزی ناز سے پائینچے اٹھائے ہوئے نشہ بادہ شباب سے چور</p>
<p>انا تو انی وہ چشم جادو کی اور کھا وٹ وہ تیغ ابرو کی</p>	<p>سیکڑوں بل کمر کو دیتی ہوئی جان طاؤس و کبک لیتی ہوئی</p>	
<p>انفرض جنون کے ترنگ اور عشق کی انگ میں میان آزاد</p>		
<p>پنجیم زد عشقش لباس پارسانی پارہ بند طاعت صد سالہ ام تاراج یک نظارہ</p>		
<p>کہتے ہوئے سردھنتے تھے کہ یکا یک ایک شخص سامنے آن کھڑا ہوا چہرہ پر بدن سیتن نازک اندام۔ گکھام۔ یا حضرت حضور کی تو دھوم ہے۔ ذری اس کا رٹے وقت غریبوں کے بھی آرٹے آئے تو احسان ہوگا۔</p>		<p>وہ چادو گاہ غیرت مہر ماہ مستون کی طرح جھوٹی اٹھکیلیا کرتی جلدی۔ ادھر مہری نے میان آزاد سے کہا کہ آپ خفا ہو گئے ہیں اسی وقت بوریہ بدھنا اٹھائے۔ میان آزاد بادل پر درود آہ سرد چل کھڑے ہوئے جان سے عاری عاشقانہ اشعار زبان پر جاری۔</p>
<p>آزاد۔ آپ اپنا مطلب فرمائیے حال صاف صاف کہائیے</p>		
<p>میں تو اس درد سے نہ تھا آگاہ دل کو کیا ہو کیا ہے اللہ تب عشق صنم نے شربت کی سوز غم نے تباہ حالت کی یہ قمری دل ستانے لگی چشم تراشک خون بہانے لگی شعلہ شوق دل بھرنے لگا مرغ جان حزن پھرنے لگا</p>		<p>میان آزاد تو تھکے پڑے فراٹے باز۔ زبان دراز حاضر خوا لگا وٹ میں انتخاب میٹھی باتوں میں طاق رمز و کنایہ کی گھاتوں میں مشاق عاشقی میں مجنون و فرہاد سچے سودا کی کے آزاد لیکن بڑھے کھوسٹ کی چلی چلی جو رٹے سے جو لکھ لکھ تو بلا کی مصیبت پڑی یہ شہنشاہ و شنگ وہ بڑھا دقیا نوں کہ ہم اسکی اٹھتی جوانی نام خدا بارہ تیرہ برس کا سن۔ اسکی حلقہ گانے کے دن۔ اسکا حسن گلو سوز۔ وہ کالہ بھونگا ہفتہ کا روز</p>
<p>یا حضرت وضع سے تو مووی پن برستا ہے بڑھنگو سے بکستا ہے</p>		

کہ کسی ترک شوخ کے تیرنگاہ کی دل میں خلش ہے۔ بندہ بیکار۔
کمر بستہ خدنگزار مطلوب سے ملاؤں محبوب کو لاؤں دل شکستہ
کی موسیقی میرے پاس ہو۔ مرہم خیم عشق و یاس ہے لیکن ذری
اتنا احسان کیجیے کہ یہ اخبار پڑھ بیجیے اور جواب ترکی تیر کی لکھ دیجیے۔
یہ کہ میر شکار نے کئی اخبار میان آزاد کو دیے یہ لاکھ سوائی
تھے تو کیا ہوا۔ مگر جوتون سے تاڑ گئے کہ یہ طوائف بھی پڑھنے
لکھنے کا شائق ہے۔ حلال غواض و دقائق ہے۔

میان آزاد نے باؤاد بلند پڑھا (اقوام مجہول النسب کی تعلیم)
اٹا یہ بحث ہے۔ ہم بھاری طرف سے پڑا اٹھاتے ہیں اور
اقوام مجہول النسب کی تعلیم کے فوائد زبان قلم پر لاتے ہیں۔

ارباب نشاط کی تعلیم

کل شیخ بنکے جتہ العصر سابقا
کنے لگا زراہ بتخر مجھے بطرز
میں نے کہا کہ ہم بھی بنیں یہ خوب
تقصیر ہو معات تو ایک عرض کریں
سبز ہو کچ باغ ہوساقی ہوا ہوش
گردن میں ہاتھ ڈالکے اک شوخ بیجا
منہ سے یوں کہے کہ ہمارا ہوساقی
اسوقت ہم سلام کریں قبلہ آپ

اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام
قابل نہیں ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا

ادھر صاحب۔ مجر عرض ہے۔ ذرا بیان قدم اور دایان ہاتھ
دیجیے و اللہ آپ کو تو دور ہی سے سلام کرے۔ میں کہتا ہوں یہ نہ خراپ
کو سوچی کیا کہ اقوام مجہول النسب کی دھجیان اڑادین و اللہ
مانتا ہوں۔ اچھا فتویٰ دیا پہلے تو میں جکڑا کہ یہ مجہول النسب

اور معروف النسب چہ معنی دلا دیا ہے معروف و مجہول سنا کرتے
تھے اقوام معروف و مجہول اب سننے میں آئیں خیر یہ شویا موزاب سننے
کہ گھر اگر ایک مولانا بالعلم و الفضل دلنا کے پاس گیا السلام علیکم
وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج اقدس پھر اللہ علی کل شیء قدير
یا حضرت ایک شے ہے۔ فرمایا سگ ہے۔ یا خالی بک بک ہو
یا ائی اتنے قافیہ کہ قافیہ کا بھی قافیہ تنگ ہے عقل دنگ ہے
پوچھنا صرت اس قدر ہے کہ اقوام مجہول النسب چہ معنی دارد۔
استغفر اللہ۔ کوئی مسئلہ منطقی پوچھا ہوتا تو جواب دیتا علم ہیات
کا سوال کیجیے تو زمین و آسمان کے قزاق بے لاؤں۔ لامکان
کی خبر لاؤں ستارے آسمان سے اتاروں کیمین عقل کی قبر
پر لات ماروں فقہ کا مسئلہ پوچھو تو وہ بات بتاؤں کہ سیدھے طوبے کے
سائے میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہو لکھاتے ہو پوہ گرا اور غشت سے نوشہان
سات طبق زمین اور نو طبق آسمان سکا سے سہا اور فلک الافلاک
سے تاب تحت اشری کی خبر ہے۔ قبلہ و کعبہ بندے کو پس تقریر سے
الچھن ہوتی ہے۔ سوال از آسمان جواب از سیماں میں کون ملی
آپ کمین کم حضور پورا گئے ہیں یا غلام اچھا آؤ سنو۔

اقوام مجہول النسب عبارت ہے ان اقوام نامائیت اندیش و
ستم کش خستہ جگر و دلریش سے جسکے باپ کا پتانہ و ادا کا ٹکا نا لاکھ
میدان فکر میں عقل کے ٹھوڑے دوڑا پے گا۔ اٹکا پتانہ پایے گا
مثل زندی طوائف وغیرہ کے پس نصرت۔ ۴۴ مفر مانور و عقل خود
بدریدہ و صاحب اب ہم شیر ہو گئے معلوم ہوا کہ اقوام مجہول النسب
طوائف سچون اور طوائف الفون کو کہتے ہیں یا جو ان کے قبیل
کے ہوں۔

یا حضرت آپ بیچ مچ کمد تھے بھٹی جھوٹ لے تو بھاری
خون پیے راست راست بکرم کا ست تیر سے بیڑک کمد و انکی

اور گارہی ہو کہ۔ ۷	تعلیم میں گناہ کیا ہے۔ اور ایمان سے کتنا تعلیم ارباب نشا کے لئے موزوں ہے یا آپ کے لئے وہ ہنسے بھی وہ ناک پر ہنسی آگئی۔ وہ ہونٹ پر آئی۔ ۶۔ وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو سکتے ہو ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ۔ ۷
مطربش نوا بگوتا تازہ بتازہ نو بنو بادہ دگشا بجاتازہ بتازہ نو بنو با صنیہ چلبستے خوش بنشین بجاوے بوسہستان بکام از قارہ بتازہ نو بنو شاہد دریا میں میکند از برے بن نقش دنگا و رنگ بوتازہ بتازہ نو بنو	ہم خوب سمجھتے ہیں تمہاری باتیں منظور ہے جلوہ لن تری حیلہ دکھلانے کی ہنر فقط یہ ساری باتیں اندری تمہاری پیاری پیاری باتیں
محفل کا رنگ خوب جا ہو۔ عجب ریا یا نہ سمان ہو۔ پھر اگر گون نہ لجا تو جھک کر سلام کروں۔ اب غور فرمائیے کہ ایسے طائفے کو جو بیامین بندر رکھنے کے قابل ہے حضور نے کن الفاظ سے یاد کیا ہو۔ بندہ نواز۔ ارباب نشا ط کی اچھی گت بنائی۔ جھک بھی جائے دے دیجیے۔ ہاتھوں ہاتھ ایک اور دلیل لیجیے۔ مگر ہٹ دھرمی کیجیے سینے عالی خاندانی کا غور۔ محالی دودمانی کا غر۔ شرافت کا ناز۔ نجات کا غر۔ دقیا نوسی باتیں ہیں نئی روشنی سو جھاتی ہے ع۔ کہ دین راہ فلان ابن فلان چیز نیست بد آپ حضرت نوح کے ہمعصر ہوں تو وہ بات ہی اور ہے۔ ورنہ نظر اضمات کیسے افعال کی نیکی اور بدی پر لحاظ کرنا چاہیے یا اس پر کہ پر دم سلطان بود ماشا را اللہ بود یا نبود۔ مرا چہ ترا چہ۔ مانا کہ ان کے فعل کو بعض دنیا پرست	میان ارباب نشا ط کا دم غنیمت ہو دنیا کی چہل پہل ان کے دم سے محفل کی رونق ان کے قدم سے بھلا کوئی محفل کس کام کی یہ زہاد خشک ہی کو مبارک رہے۔ یہاں تو جب تک طبلے کی گنگ رخ انور کی جھلک نہو۔ کڑوں کی جھنکا نہو پھڑکوں کی جھنکا نہو چھماچھم کی آواز نہ آئے۔ کان سرور نہ پائے۔ کوئی بر قوش نظر نہ پڑے۔ کسی شوخ ستر گار سے آنکھ نہ لڑے کمرہ نہ سجے تال نہ بے دھواڑ کڑی نہ چھے پنھدی نہ رچے۔ رنگ رلیاں نہ سنائیں شادیاں نہ نہ بجا یں۔ آواز نہ نہ کسین عطر میں نہ بسین تانیں نہ سین۔ سر نہ دھین۔ نازک آوازی نہو۔ نظارہ بازی نہو۔ آنکھوں میں لال لال ڈولے نہوں۔ دودھیا لٹورے نہوں۔ ناؤ نوش نہو منم بادہ فروش نہو عقل فراموش نہو۔ پر یان عین مستی میں لبیک ہزار داستان کی طرح چمکتی نہوں۔ سیوٹی کے پھول اور خاکی ٹٹیاں ہلکتی نہوں تھمتے نہوں چھپے نہوں۔ تو کس دود دھواڑ کو اپنے حساب دم بھر جینے کو جی چاہے وا اللہ محفل باؤ کٹے کی طرح کاٹ کھائے۔ ۷
مخمل تہذیب ہی سمجھیں مگر حضرت یہ تو اپنا اپنا پیشہ ہے۔ وہ ناچنے گانے ہی کی روٹیاں کھاتے ہیں۔ آپ کیوں اپنے اٹھائی جاؤں گلا تے ہیں۔ یہ بھی نہ سہی جانے دیجیے اور سینے۔ نیک کو تعلیم دینا تفصیل حاصل ہے سکی تو لکھی میں نیکی پڑی ہے تعلیم بردن کو دو کہ نیک ہو جائیں طبلے اور ڈھولک کو توڑیں۔ تھر کئے ناچنے سے منہ موڑیں۔ بھاؤ بتا ناچھوڑیں۔ تہذیبے نا تا جوڑیں مگر خیر انکو چا سجدی کا شعر خوب یاد ہے۔ اور اسی سے دل فرخاک و روح شاد ہے کہ۔ ۷	محفل میں گد گداتی ہو شوخی نگاہ کی شیشون سے آ رہی ہو صدا قاہ قاہ کی ادھر جام مل ہو ادھر صراحی کی قفل ہو۔ ادھر گل ہو ادھر لبلی ہو۔ اور کوئی نازنین نہ بہن بصدنا ز مستوقانہ بھار ہی ہو
شہیدم کہ در روز امید و بیم بدان را بہ نیکان بخشد کریم لیکن۔ ۶۔ جہان دیدہ بسیار گوید و رخ بے میان سنو تعلیم	

وہ سمندر ہے۔ جسکا اُور نہ چھوڑ۔ اور سمندر میں ناپاک بھی پاک ہو جاتا ہے حزن بھی فرحناک ہو جاتا ہے۔

اور کروڑ باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ جو اُسے کہا ہے لکھ مارا اور نہ اپنا تو مقولہ یہ ہے کہ چاہے کسے باشندہ سے خالی نوستر کے قریب نہ پھٹکے راہ راست سے نہ جھٹکے۔

خیرے کن اے فلان وغنیمت شمار عمر
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان غماند

ایک چھیل چھیلی کامنی کی سواری باوہاری اور میان آلود کی بقیاری واشکباری

میان آزاد ہمارے شہر میں چکر لگا ہے تھے تو ایک دفعہ ہی کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے ایک زرنگار پر ہافنس پڑھتے اور دھوم دھڑکے سے آرہی ہے۔ کہا روں کی ہری ہری وردی طوطے پھڑک۔ لال لال بلیا نوق البھڑک۔ کندے جوئے ہیں شہ کام جا رہے ہیں۔ چھٹکا سرخ لال بھجھو کافنس زرنگاری سواری ہے یا باوہاری۔ ایک طرحدار باغ و بہار گلزار استوخ و عیار مری ساتھ ہے۔ نظار دھڑا دھڑا کافنس کے ایک کونے پر ہاتھ جو بیجا ب برافگندہ نقاب۔ چندے خورشید چندے مہتاب۔ آنکھ میں مہربا بے جوانی کا سرور۔ وہ حسن وہ نور کہ۔

دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور

میان آزاد دل ہی دل میں سوچ رہے ہیں کہ تقدیر جس پری جلو میں ایسی چھیل چھیلی بانگی تر بھی دنیا سے نرالی سہیلیاں ہیں وہ خود کسی نہوگی۔ اسبی مری کی چال ڈھال اور جوڑے کا حال سنئے۔ فالسی۔ اطلس کا لنگا۔ ناز سے باسنچے اٹھائے ہوئے پڑتے کی ڈیرھ ہاتھ چوڑی سبز سرخ گلابی سہانی گوٹ ہے۔ میان آزاد کے کلبے پر چوٹ ہے۔ گوٹ پر آٹھ

پلیٹین اس پر تاج بنے ہوئے لال گرنٹ کا پتہ جو باقوت امر کو خون لڑائے اس میں فالسی ویشی ازار بند پڑا ہوا گچھے دار کرن ملی ہوئی۔ ہاتھ میں آٹھ آٹھ لڑکا توڑا لنگا جھنجی وہ گوری گوری بھیان اور کالی کالی لچھیان۔ جیسے شاخ صندی پر بار۔ آٹھ ان کا سب پھنسا ہوا شلو کا آستینوں دار۔ چوڑی کے کرٹے شیر دہان اور نازک نازک سبز سبز کرلیان۔ پور پور چھٹے۔ بازوؤں پر کیے اور جوشن بلا کا نکھار غضب کا جو بن۔ ناک میں فیروزے کی نخی کی سی کانوں میں تین تین آستیان اور بیچ میں بلیان۔ زلف چلیپا تا بہ کر۔ چھپکا زب سر آگے چھلی غیرت ماہ۔ چاہ زرخدان کی چاہ وہ دست حنائی اور فردی ہونی کی دلائی شریقی کا اسٹریٹھ با کی گوٹ۔ دل لوٹ پوٹ۔ سپر کٹاؤنے اور بھی کٹاؤ کیا گلے میں دھک دھکی پڑی ہوئی میان آزاد سے آنکھ لڑی ہوئی کبھی بھد اداے دلربا دلائی کو بھان کبھی بالون کو سوار نا۔ پانچھے اٹھائے فنس کے ساتھ ساتھ چلی جاتی ہے کبھی مسکراتی ہے۔ کبھی کمرچکاتی ہے چھٹکے میں سے وہ نور کا بکا نظر آیا کہ میان آزاد کلبے پر پڑ کر رہ گئے۔ اب شہر بھر میں جس طرف فنس جاتی ہے سوہانی مزاج مری بلواؤں سے گتے ہیں۔ کوئی بولا فنس ہے یا اڑن کھٹولا دوسرے حیرت زدہ نے کہا۔ کسی پری کی سواری باوہاری ہے تیسرے عاشق تن کیا کہتے ہیں۔ راجہ مرادوی دھیرے قدم۔ چوتھے محب عشق باز موزون طبع بوسے

دیکھتا بنیس ہے یا سکھیاں ہے
وہ میان وہ جسکا چھٹکا لال ہے

کوئی امیر فقیر کا بھیس بد لکر کتا ہے مری کا جو بن برقرار میں
صدقے میں نثار۔ یکم صاحب ان گورے گوئے پیاسے پیاسے

ہاتھوں سے زکوٰۃ کس نے ڈالو۔ سائین کو بے دیے نہ ملو
 مہری بھڑک رہی ہے۔ اسے جل موئے درگورچے دو کبھی ہنسکر
 گھر کیان دینا کبھی چھٹلا چھٹلا کر برا بھلا کہنا یہ ہوا مرچا تو اچھا لنگ
 لایا ہے کیا نشہ پی کر آیا ہے۔

میان آزاد غور کر کے دیکھتے ہیں تو وہی مہری جو پیر فوت کی
 چھیل چھیل سی ہوئی کی جلو میں تھی۔ دیکھتے ہی کھل گئے۔ ابو ہو ہو
 آج تر کے تر کے نہی اچھی ہوئی۔

آزاد بی مہری سلام۔ غریبوں کو بھی بچا جاتی ہو۔
 مہری۔ اناہ آپ ابھی جیتے جاگتے ہیں۔ جیسا کہ بلاؤر۔
 آزاد۔ زندہ تو ہوں مگر زندہ درگور۔ اب جینا محال ہے
 زندگی وبال ہے۔

مہری۔ ہم ابھی سے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔
 اتنی شہ جو پائی تو سیان آزاد نے آگے قدم بٹھایا۔ مگر کسا
 جواب پایا نہیں بس ذرا لگ رہے گا۔ پھر خوش ہاتھ دیتے ہی
 پہونچا کھڑا۔ اتنے میں کہا نہ ہوا سے باتیں کر۔ تیرن سے کھل گئے
 اور یہ بچاے سٹپا کر رہ گئے۔ جب تک غنس نظر آئی اُدھری گاہ
 تھی۔ اُدھروہ نظر سے غائب ہوئی تو آنکھوں سے ہٹے ہٹک
 روانہ منہ پر ہوا لپان قدم اٹھانا دو بھر تھا۔ اتنی یہ چھلواتھا
 یا سواری داہری ناکامی جو کام ہوا وہ پورا ہی ہوا۔ میان آزاد
 مارے رنج کے جا کر سو رہے۔

ان سیٹیوں کی زبان درازی	
اور میان آزاد کی نظارہ بازی	
خدا تر است نادان دراز سن تو کرے	
ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے	
ہم سے سیلانی جوان میان آزاد تو راہ عشق کے خضر مخزن	

وہ راز و دہش کی قبر تک سے واقف تھے رات تو جون لون کافی
 مگر سحر کاذب کے تاروں کی چھاغھ میں نیب ٹوے ہوئے پونچے دی
 دل میں دعا مانگتے جاتے ہیں کہ خداوند آج اس جادو نگاہ
 غیرت ماہ نوش لب سیم غنچ کا چاند سا کھڑا دور ہی سے دکھاد
 تو جی اٹھوں تیری بندہ نوازی کے صدقے جاؤں اور نہیں تو
 نظر بھر کر جھلک ہی دیکھ پاؤں۔ ابو ہو ہو۔ جاے میں پھو
 نہ سماؤں اس رشک خوابان فرخار مست بادہ پندار کے یوں
 لطافت بار کی طرف سے نکلے تو کان میں جھنک پڑی کہ کسی
 میٹھی میٹھی باتیں کر رہی ہیں اتنے میں اسکی بوڑھی ان نے کہا۔
 ابو ہو ہو۔ بے ذری دیکھ تو کیا نور کی چاندنی چھٹکی ہے چاند قوت
 دھن بنا ہوا ہے اسے غیب سا دگی سے جواب دیا۔ امی جان تمہاری
 بھی انکھی باتیں ہیں سردی کی چاندنی جیسے بوڑھے کی نصیبوں جی ہوئی
 کی جوانی۔ اور کج تو آسمان یوں ہی جھک جھک کر رہا ہے آج کلا تو کیا
 جب جانے کہ اندھیرے ٹھپ میں ہیں اور والا شکل کھائے
 اندھیری رات میں نظر آئے۔ بوڑھیا ایک جہان دیدہ سن رسیدہ
 نگہ نشینی کرے۔ جانی ذری صبر کرو اپنی جوانی کی قسم بٹھا تو قبر میں
 پاؤں ٹکائے بیٹھا ہے۔ آج بواہل دوسرا دن ٹین سے اٹا غفل
 ہو جائیگا پھر ہم تم کو کسی سچے گھر بیاہیں گے۔ ابکی خدائی بھڑکی خاک
 چھان کر وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کالوں جو اپنے وقت کا یوسف ہو قبول صورت ہو
 صبح و شام خبر آیا ہی چاہتی ہے کہ بٹھا جیل بسا۔ یہ سنکر وہ پر کالہ آتش
 کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ امان۔ جب تم اپنی جوانی کی قسم کھاتی ہو تو میں
 بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ تم تو اپنے کو بالکل نفی ہی سمجھتی ہو۔ کروڑ
 تو آپ کے کالوں پر چھریان چونڈ اسفید جیسے گلے کا پرہ سر آپ کا
 گھڑی کا کھٹکا بنا ہوا ہے۔ مگر ٹیڑھی ہو گئی۔ مگر منھدی
 کا لگانا نہ چھوٹا نہ چھوٹا۔ رنگین دو پٹہ ہی عمر بھر اورٹھا

جب دیکھو کنگھی ہوئی سے لیس ٹھنک لیس ایسی آن لڈ بڑھی دیکھی
 نہ سنی لے چلو کوئی اور ذکر چھیر و گرتے مٹے نہ اکھڑ و مہیر۔ مین
 دلیگر۔ تم سن رسیدہ۔ مین تم دیرہ۔ بوڑھیا نے ٹوئیاں ٹوٹے
 کی طرح گردن ہلا کر پوچھے تھو سے کہا۔ پیاری تمھاری باتوں سے
 مجھے ہوں بدلتا ہی۔ اللہ میری جی پر رحم کھائے۔ بوڑھے کے مرنے
 کی خبر سنائے۔ موزندہ درگور ہو مہری آئین آئین کہتی جاتی ہے
 ترے تڑکے اچھی دعا مانگی۔ اتنے مین مہری بھی چھپر کھٹ سے
 اگڑاٹیاں لیتی ہوئی اٹھی ہوئی آپکے نکس کی قسم صاحبزادی کو
 دل و جان سے آپ کا پیار ہو۔ مگر ابھی نام خدا اچھ ہی ناکردہ کار
 ہو سادگی سے جو اناپ شناب منہ پر آیا کہہ سنایا اور اکھڑنے
 کے تو انکے دن ہی مین ابھی تاج تاج جمعہ اکھڑوں کی بدائش نیک
 اور خنچ کیا جاتین جب سیانی ہونگی تو شہور (شعور) آپ ہی آپ
 سیکھ جائیگی۔ بوڑھیا نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا جو مجھے انکی
 باتوں سے رنج ہوا ہو تو نیک سیون کے ساتھ مشر ہو۔ مگر کیا کروں
 اگئی اور مین۔ اپنا کیا اپنی اکھڑوں اور ٹھنڈوں کے آگے آیا
 اس مین کسی کا کیا اجار پھر ایک دفعہ ہی چھاتی پر ماعتہ مار کر بولی
 بڑا تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ عکویہ آئے دن طعنے دیتی مین کہ تم بڑھیا ہو
 اس ضعیفی میں ٹھرتی کیوں ہو ہی ہو لوگو مین کس سے کہوں کہ کسکے
 غم نے میری کمر توڑ ڈالی مین میرا بھی سن ہی کیا ہی۔ اچھا از رے
 حلف تو ہی کہہ کہ کوئی اور بھی مجھے بوڑھی کہتا ہی مہری اپنے دل مین
 تو ہنستی تھی کہ انھیں جوان بننے کا شوق بھرا آیا۔ بی حوائے ساتھ
 کھیلی ہونگی مگر ابھی نھی ہی جاتی ہیں۔ لیکن ایک طرار کار
 کہتی کہا ہے۔ ای تو بے بوڑھے بن کی تو آپ مین چھانچھی مین
 میرا اللہ ہے ابھی جب آپ اور ٹیا کو کوئی ساتھ دیکھ دیتا ہی تو پہلے
 آپ پر نظر پڑتی ہے۔ اُپر۔ بلکہ ایک موئی دل جلی نے پر سون

آوازہ کساتھا کہ چھوٹی بی تو چھوٹی بی بڑی بی سجان اللہ لوگ
 کہتے مین کہ لڑکی تو خیر۔ سکی مان نے خوب کا بھٹی پائی ہے آپکے
 چہرے سے طخ ترخ نور برستا ہی۔ جو دیکھتا ہی ترستا ہی۔ پیر زین تو
 کھلکھلکین باسے خوشی کے ریشہ خطی ہوئیں اتنے مین وہ بکا لہ آ
 آگ بھبھو کا ہو گئی۔ اٹھلا کر کھٹی اور کرک کر بولی چل چپ۔ خوشا
 خوری اللہ کرے تیرا مین ابھی میرے مین کا ایسا بڈھا ہو جائے
 اور تم خوشا نہ کرو تو کھاؤ کیا۔ مان پر لوگوں کی نظر پڑتی ہی چھوٹے
 شیطان کی چھکار۔ بوڑھی عورت۔ کچھ اد پر تنو برس کا سن لھٹیا
 ٹیکس، کر دس قدم جاتی مین تو ٹھنڈوں ہانپا کرتا مین۔ دن کو اونٹ
 اور سارس مین سوچتا مین اندھیری رات مین تاگا پردون ایک طرف
 بھرون تو آسمان مین ٹھکلی لگاؤں انکے بوڑھے غمے دیکھ کر نہ تھے
 ہنسی آتی ہی۔ جی جلتا ہی کہ یہ کس برے براتی مین مین دانت
 نہ پیٹ مین آنت۔ بھلا کر تو میرے غم کے سبب سے خم ہو گئی اور
 دانت کیا ہوے۔ مہری نے سمجھا سمجھو کربا ت کو ٹال دیا۔ اب وہ
 بت تو س ابرو عنبرین مولنگڑی سے لہند ناز اٹھی اور باغچہ مین
 اٹھلا اٹھلا کر چل قدمی کرنے لگی۔ بال بھرے ہوے ہی معلوم
 ہوتا تھا کہ سانپ لہرا رہا ہی۔ کمر لکھون بل کھا رہی ہی۔ میان آزاد
 نے جو اُس بت پندار کو برا فائدہ نقاب دیکھا تو سن سے جان ٹھکائی
 زلف چلیا پر نظر پڑی تو سانپ کلیجے پر روٹنے لگا۔ وہ آجے تا
 وہ شباب وہ شوخی وہ درباں سوہ شان خود مینا ہی۔ اہو ہو ہو
 اتفاق سے اُس زہر فریب دشمن صبر و شکیبے کمین انکو دیکھ گیا
 کہ مصروف نظارہ بازی مین اور دور ہی سے جون لوٹا ہے مین
 جسم کو چھپائے آنکھ چرائے بجلی کی طرح لونک کر نظر سے غائب ہو گئی
 میان آزاد حیران کہ اب کیا کروں آخر کار دل کی بقیاری نے ایسا
 مجبور کیا کہ باواز بلند آٹھ آٹھ آنسو سے رو رو کر یہ شہار زبان پر لا

اور اُس صنم صنم کوش کو سنائے۔

او بت پر غور و بے پروا
ہم غریبوں پہ تو ہی رحم کی جا
تمکنت کو نہ کام نہ راؤ
اک نظر مرٹکے دیکھتی جاؤ
عاشقوں سے نہ سقد رشتہ
اک نگہ کے لیے نہ آنکھ چرا
جان جان کچھ ترس نہ کھاؤ گی
نیم بسمل ہی چھوڑ جاؤ گی
خجہ ناز سے کیا ہے جو قتل
تیغ انداز سے کیا ہی قتل

وہ ان ایسوں کی کب سننے والی تھی۔ مڑ کے دیکھنا گالی تھی
تمکنت مانع تھی جس پر قانع تھی۔ وہ گیسوے غدار انداز
یہ شہید کشتہ ناز۔ وہ طر حصار نکیلی گل حذر۔ یہ صید عشق و ادوار
ایک دفعہ ہی وہ عمرہ فروش سمن اندام بھیر دین کی دھن میں
بہرا نہرا یہ ٹھہری زبان پر لائی اور جوش جوانی میں جسرت خوب گائی۔
پیا کے آؤں کی بھی بربان درد جو اتھاری رہوں۔ سو کیا کیو
بیگ لے آوری نکست جیرا جلے ہو۔ پیاد درد جو اتھاری رہوں
اسکے جواب میں اُنکی امان جان ٹپٹا رآد زمین کیا کہتی ہیں۔
جو بنوا ہو چار دنا دینو ساتھ۔ جو بن رت جات سب ہیں کھمورت
لے۔ کدر نہ پوچھے بات رے۔ یہ جو بنوا ہو چار دنا دینو ساتھ
میان آزاد نے باہر سے تان لگائی۔

بیرے نینو نے مجھے مارا

ریلی متاریوں نے جادو دارا

بی مہری نے دیکھا کہ سب نے اپنے اپنے حساب لگائی

ایک مین ہی بھسڈی رکھی۔ یہ بھی کفن بچا کر نیچے جھاڑ کر چھین

جاؤ جاؤ کا ہی کھاؤ ڈالے گلے بائیں

جانت ہوں جو ہم سے چہت ہو

ناہک اتنی منتی کرت ہو

کدر کرت ہوا کرناہیں ناہیں

جاؤ جاؤ کا ہی کھاؤ ڈالے گلے بائیں

ماشا اللہ کیا ہی خوش قطع جاؤ رہی

ایک روز میان آزاد بچھلے پر سے ہی مگر گشتی کے لئے نکل کھڑا

مجھے تو مرٹک پر کیا دیکھتے ہیں کہ چھکڑوں کا تان لگا ہی۔ پیسے
چون چون کرتے جاتے ہیں۔ گاڑیاں برہا گاتے ہیں۔ مسافر
کوئی کمر سے کوئی سر پر بوجھ لائے کوئی آفتابہ یا لوٹیا رسی میں
لٹکائے کوئی جوتا پہنے یا بغل میں دبائے چلا جاتا ہو۔ کوئی تیز
تیز قدم اٹھاتا ہو۔ شکر مہ آئی وہ زن سے کل گئی بھوپون بھوپون
مسافر ادھر ادھر کرتا گئے۔ کوئی گھوڑے کی پیٹھ پر سوار بیٹھی ہوئی
جاتا ہو کوئی ٹوٹو کو رخ کرتا ہو کہ اتنے میں سنے سے بیتن کیس
اوٹ نظر آئے۔ کسی پرانا راجنورہ کسی پر خوبانی دانگورہ غلیے
ساتھ ہیں۔ کھرم معلوم ہونہ سم۔ ایک اونٹ کا سروسے کی دم
ایک مسافر نے میان آزاد سے کہا بیچ کیے گا۔ یہ وزن ہی اللہ
گردن کا بول بالا ہو۔ ایسا جانور دیکھا نہ سنا۔ ماشاء اللہ کیا
قطع شریف ہو۔

میان آزاد صورت واہ جی واہ۔ سیرت سبحان اللہ قطع دنیا
سے زالی طبیعت نہایت عالی۔ جانور کیا جانور دن کا قبلہ گاہ
ہو۔ اور حق یوں ہو کہ رہ نور دان دشت عرب کا یہی پشت و پناہ
ہو۔ بے تکاپن قطع ہی سے ظاہر ہے گردن شیطان کی آنت یا مول
امل۔ گوڑم میں خدا۔ خاصہ نندورا۔ اور بلبلانا ماشاء اللہ کتنا
موزون ہو گیا ارگن باجا جا رہے ہیں اور سینے کہ یہ حضرت
بڑے جنادری ہیں۔ اس سے پُرانا جانور ہی نہیں ساری خدائی
کی خاک چھانے مگر بھلا مشعل آفتاب لے کر ایسا پُرانا جانور کون
سے ڈھونڈھ تو لائے۔ جب ہی تو ہم نے انکو جانور دن کا
قبلہ گاہ کہا۔ ہما چل بہار کی جوئی پر جو علمائے تحقیقات کی اور
ہما ڈکھو دا تو اونٹ کی ہڈیاں یا بین اس سے شاید ہوتا ہو
کہ اونٹ کا یہ مقولہ صحیح ہے

من آن وقت بودم کہ اوم نبود

کہ آفہم محمد نبود و حوا نبود

اور لطیفہ سنیں کہ جنگل سے حضرت ایسے غائب ہوئے جیسے
گدھے کے سر سے سینگ۔ حضرت انسان کے بچے خیر خواہ ہیں
جنگل میں نام نہیں بغیر آباد مقام سے انکو کام نہیں۔ جب دیکھے ہمارے
آپ کی خدمت کے لیے تیار۔ ناک میں نیکل پڑی ہوئی کمر پر لہجہ
لائے ریگستان میدان بیابان میں گردن اٹھائے بلبلاتے
چلے جاتے ہیں۔ اور طرہ یہ کہ بھٹکیا ہی کھاتے ہیں۔ سادگی جو
مزاج میں سمائی تو اغذیہ نفیس و لذیذ سے نفرت ہوگئی۔
تارک الطعم بھی حد سے سوا۔ گوشت کا چھوٹا قسم ہے۔ ہان
کانٹوں پر عاشق ہیں سمیں کسی کا اجارا نہیں الی کی پی پر بھی
لوٹ ہیں۔ اب بعض علمائے تحقیقات کی ہوکہ دنیا میں ایسا بھی
ایک مقام ہے جہاں اونٹ جنگلوں میں رہتے ہیں ورنہ ہنگ
سب کو شک کی جگہ یقین تھا کہ اونٹ پاؤں ہی جانور ہے جنگل
سے اسکو کوئی واسطہ ہی نہیں۔ در کیوں جائے۔ امریکہ اور
اسٹریلیا میں کیوں ٹھوکرین کھائے ترکستان اور شمالی
چین ہی کے جنگلوں میں انہیں نہ مصافحہ کر لیتے اب سنیے کہ جنگلی
اونٹ پاؤں کی نسبت زیادہ خاکی رنگ کا ہوتا ہے لیکن ناک کے
پاس زرد ازرد۔ پھر سلیم الطبع حلیم المزاج اتنے بیٹھے کہ جب
چاہیے جنگل سے پکڑ لائے۔ ہان ذرا شتر غرے تو دکھائیں گے
مگر جھپ سے دم میں آجائیں گے۔ بچوں و چرا۔ شتر و مزاج
میں چھوٹی نہیں گیا۔ حضرت انسان کو اپنے حلوے مانڈے سے
مطلب۔ پکڑا اور چھری تیزی اور گوشت خوب چھک کر کھیں گے
مگر ہان کوئی جنگل کا اونٹ پکڑ لینا دل لگی نہیں ہے اور اگر
پھنس پھر گیا تو پانا محال ہے۔ وحشت عمر بھر جاتی ہی نہیں
رکتے کی دم جنگلی اونٹ ہوا سے باتیں کرتا ہی۔ گھوڑے کو
سانڈنی کی دم میں دھو دیکھا ہی تیز رفتا رھر مر تارک

کیوں نہ ہوا کے غبار کو تو ہوئے نہیں مگر جنگلی سانڈنی کی آواز
نازک ہوتی ہے بلبلانے میں بھی معشوق بن کا انداز کہیں کیا
نہو کہ بعض بے تکے شاعر اپنے معشوق کی آواز کو سانڈنی کی نازک
آوازی سے تشبیہ دیدیں۔ ہر سال بچے ممکن کیا کہ کسی سال نہ
ہونے پائے کبھی کبھی تو ام بچے بھی جن پڑتی ہی۔ ورنہ عموماً ایک جنگلی کا
گوشت پاؤں کے گوشت سے شیریں اور خوش ذائقہ ہوتا ہے
جھیل تالاب نالہ پریشیز گھوما کرتے ہیں لوگوں کی یہ بھی دل لگی ہی
کہ شکار کیا اور نوش جان فرمایا اور کھال دو ڈھائی روپیہ کو
پٹیل ڈالی نظر منز لون کی خبر لائے گد شتر لائے۔ قوت شامہ لسی تیز
کہ کتابھی مان جائے اور کان تو بلا کے پائے ذرا پتا کھر کا کا او
اونٹ سرکا۔

نام بھی حضرت کے مختلف ہیں اونٹ شتر بھی کہیں سانڈنی
اونٹا ناو اور بکے فالت میں تو شاید ہی کوئی ایسا لفظ ہوگا
جس میں انکا سا جھانہ بھی چاہے کوئی اسکو بنائے چاہے
اسکی زالی سچ دھج پر قہقہہ اڑائے سمیں شک نہیں کہ رنگستان
کے تو یہ بادشاہ ہیں مہینوں کا پانی ایک ہی دفعہ شکر لیتا ہے
پیٹ ہے یا بحر و قیاس۔

ہات برے چھینکنے والے کی ناک کا ٹون

میان آزاد تو تیر عشق کے گھائل تھے۔ اُس پر ہی سیکر
ر شک قمر کی تصویر ہر دم نظر کے رو برد رہتی تھی ایک دن
اس تاک میں بیٹھے تھے کہ شاید اُس مست بادہ نازت طراز
کی سواری اور وہ فنس زنگاری نکلے تو خیر دور ہی سے آئیں
سینک لین جب دل زیادہ بیقرار ہوا تو آپ ہی آپ
برائے اٹھے ہائے وہ مسی مایہ لب وہ سیم غنیمت وہ چھپی
چتون۔ وہ نور کا جو بن۔

آزاد۔ لاول لائقہ۔ تو قبلہ ہمارا آپکا ساتھ ہو چکا چھینک کی ایسی مٹی
خیر دونوں پو قدم چلے دس قدم بھی نہ گئے تھے کہ ملی راستہ
کاٹ گئی۔ مرد آدمی نے میان آزاد کا ہاتھ پکڑ کر ان کو
اپنی طرف کھینچ لیا۔ بھئی عجب بے صبر آدمی ہو میان
ملی راہ کاٹ گئی۔ دم کے دم ٹھٹھو پہلے کوئی اور جائے
تو ہم بھی جائیں۔ اب سینے کہ آدھ کھٹے تک منہ کھولے کھڑے
ہیں اندر بھیج مولا بھیج یا الٹی کوئی ادھر سے آئے آزاد نے جھلا کر
کہا کہ بھئی ہم کو آپ کا ساتھ اجیرن ہو گیا۔ میان ان باتوں کے
قائل نہ ان غرضات کی طرف طبیعت مائل۔ خیر خدا خدا کر کے
وہاں سے چلے تو پھر تھوٹے عرصے کے بعد مرد آدمی نے میان آزاد

کور و کا۔ ہائین! ہائین! خدا کا واسطہ ادھر سے بجا نامیاں
 اندھے ہو کون۔ دیکھتے نہیں دو گدھے کھڑے ہیں انہیں
 جانا یہ شگونی ہو آزاد نے کہا۔ گدھے تو آپ خود ہیں اتنے میں
 مرد آدمی نے ڈنڈے سے گدھوں کی خبر لی۔ پھر دونوں ساتھ
 چلے تو مرد آدمی کی بایں آنکھ پھر کی۔ غضب ہی ہو گیا
 ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ساری چوڑی بھول گئے۔ کیوں
 یا رکھوئی تو تیر بتاؤ۔ خدا سوقت کا م آؤ بھی ہماری
 بایں آنکھ بے طور پھر رک رہی ہو۔ مرد کا۔ زن اور عورت کی
 دایں آنکھ کا پھر کنا ستم ہے ایک۔ نہ ہی آہستہ آہستہ کنا

اتنے میں دور باش و ادب کی قانون میں بھٹک پڑی
 یہ سمجھنے کہ وہی سرفا سرخ چھٹکا وہی فنس زرکاری ہی۔ وہی
 ہری وہی سواری ہی چہرہ گلنار ہو گیا کلیجا دھڑوہ کرنے لگا۔ ارا
 ہشی کے آنسو ڈھپٹا آئے اور یہ شعر زبان پر لائے۔

مگر دیکھتے ہیں تو ایک مست ہاتھی پر ایک معصیت جی سوار۔
 میراث پر کڑے پہنے۔ جھجھوت رات، پٹھنی ماسے بٹھے طنٹے
 بیٹھے ہیں چیلے چار پر ساٹھ کوئی گھوڑے کی پیٹھ پر سوار۔ کوئی بیل
 کوئی خواصی میں بیٹھا مورچیل ہلاتا ہے۔ کوئی نرسنگا جاتا ہے۔
 میان آزاد نے اپنے دلیں کہا کہ اچھے لے ہم تو کچھ اور ہی سمجھے
 تھے گراہی ناکامی کے صدمے۔ واہ ری قسمت۔ اتنے میں ایک
 راہ خواہ مرد آدمی انکے سامنے آن کھڑے ہوے۔

مرد آدمی - یقیناً ہی حضرت خیر قوی - آخر اس بیقراری اور پریشان حالی کا سبب کیا چیز تھیں تو کہیں ۔

نژاد۔ کہین کیا فرمے گا سر۔ اور آپ سے کہین بھی تو مطلب
پہنچا سے بھلا کیا بتائیں گے۔ ہمارے زخم کا کسی کے پاس
برہم ہی نہیں۔ کوئی پری کو شیشے میں نہ تاکے تو ہم درد دل
سنائیں در نہ اپنا کھلی کیوں کھائیں۔ ۷

مرد آدمی - میان میری صورت پر نہ جاؤ میں عشق کے

شروع کیا۔ جل تو جدال تو آئی بلا کوٹال تو میان آزاد کھل کھلا کر
سینس پڑے کہ عجیب بزرگوار ہیں چھینک پڑی اور جو غائب
ملی نے راستہ کاٹا اور ہوش تیرا۔ گرھے دکھے اور اوسان خطا
اور جو بائیں آنکھ پھڑکی تو ستم ہی ہوا۔ حضرت اب آپکا ٹھکانا
ہین۔ اب بائیں پھڑکی خدا ہی خیر کرے۔ کہنا مالوان خرافات
باتوں میں نہ جاؤ یہ وہم ہی وہم ہے جسکی دو القان کے پاس بھی
نہ تھی۔ لیکن میں آپکے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا آپ جلیں آپکا
کام جانے۔ ۶۔ بندہ نصحت یدشود اللہ نگبان شہاست

مول تول نو واجبی سو

میان آزاد پاٹھو کرین کھاتے ڈنڈا ہلاتے ٹھنڈی سائین
بھرتے گریہ وزاری کرتے مٹے مٹے پھرتے تھے وہ شباب
وہ آب و تاب وہ جوش جوانی وہ طرز و نحوانی وہ چاند سا کھڑا
الغرض پُرانا ڈکھڑا سب نوک زبان تھا کبھی بغیرا ہو کر چلا آٹھ
ریسی ستوا یون نے جادو ڈالا۔ کبھی باہ وزاری اشعار عاشقانہ
اپنے حسب حال زبان پر لائے۔

حسن اتفاق سے ایک خوشخو خوبرو جوان طناز سے دوچار ہوا
انھوں نے انکو انھوں نے انکو نظر بھر کر دیکھا یہ آگے بڑھنے
ہی کو تھے کہ جوان طناز نے کہا۔ ۷

ہم بھی تسلیم کی خود ائیں گے بے نیازی تری عادت ہی ہی

تجھے بھر کر دیکھا تو جوان رعنا نے مسکرا کر کہا۔ ۷

کو نہیں بولتے ہرگز وہ مزاج ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

یا حضرت دشت عرض ہے۔ کیے پچانا واہ استاد یہ لڑاں

کھایاں گویا کبھی کی علیک سلیک ہی نہیں۔ میان آزاد جگر

کہ بھی یہ اچھے آئے حضرت میں تو اسلٹھی ہی جوانی میں قبلہ

پیری و صد عیب ہو گیا۔ واہ کس مردک نے آپکو پچانا ہو

این ابا شہادہ۔ کمال کیا واہ۔ اب تک نہ پچانا۔ میان ہم
تھا سے لنگوٹے یا رہیں۔ اور۔ افادہ۔ میان اور ہمیں یہ کہہ کر
دونوں گلے ملے اور ایسے خوش ہوئے کہ دونوں رو دیے پھر
بغلیکے ہوئے۔ پھر آنکھیں پریم ہو گئیں۔ پھر ملے۔ پھر آنسو ڈوبا
آئے اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہم تم برسوں ایک جگہ رہے
ساتھ ساتھ مگر گشتی کی۔ کبھی باغ میں کبھی باغ میں کبھی چاندنی
رات میں بہاگ اڑا ہے میں کبھی جنگل میں جنگل گارہے ہیں۔
کبھی منطق کی بحث کبھی معقولات میں تیل دقال کبھی عدم اور
وجود اور وجود کی بحث میں جنگ وجدال۔ کبھی بانک کا کون
کبھی لکڑی کا ذوق۔ میان وہ دن لڑ گئے۔

میان آزاد نے اپنے پرانے دوست کو جو پایا کچا جھٹکا کہہ دیا
انور نے کہا بھی چلو اب ساتھ ساتھ رہیں۔ جہین یا مرہین۔ مگر
رفاعت نہ چھوڑیں یہاں سے تھوٹے فاصلے پر ایک شہر ہو گیا
چپہ چپہ آباد۔ وہاں چلکر بیگاری سے بسر کریں مگر یہاں آج کچھ سودا
خریدنا ہو۔ چلو لگے ہاتھوں بازار سے لے نہ آئیں یہ کمکریاں
آزاد اور میان اور چوک چلے اور چلتے چلتے چوک میں غراپاٹل
پہلے بڑے میں دھنسے چاروں طرف سے آؤ آؤ اور کاؤ کاؤ
آوازیں آنے لگیں۔ آئیے آئیے اچھی میان صاحب کیا
کھریداری منجور ہے۔ کھان صاحب کپڑا کھریدے گا آئیے
وہ وہ کپڑا دکھاؤں کہ بجا رہیں کسی کے پاس نہ نکلیں
ایک دکان میں جا کر بیٹھ ہی تو گئے دکان میں ٹاٹ بچھا ہوا
سفید چاندنی۔ اور لالہ میں سکھ دوڑیے کا انگرکھا ڈانٹے بیٹھے
ٹھٹھے سے بیٹھے ہیں۔

توندہ فرمائشی کہ اللہ ہی اللہ جیسے روپیہ کے دوڑے تروڑے
ایک سمت تنزیب شریقی ادھی کے تھانوں کی قطار۔ دوسری

مومی چھینٹ اور فلائین کی ہمار۔ ایک جانب گزرت اور
سائلٹ دوسری جانب چکن یا کچل لٹ الٹی یا کھوٹی پر
روال قرینے سے لٹکے ہوئے سرخ سرخ۔ لال بھوکا یا سفید
جیسے لٹکے کے پر۔ ہرے ہرے دھانی۔ جیسے لہر۔ دروازہ
لال رنگا ہو اپنی سے منڈھا ہوا دیوار پر صد ہا چھپان میان آزاد
اور انکے پار جا کر دکان پر ڈٹ گئے۔

انور بھئی سیاہ مغل دکھانا۔

یہ راز۔ بدلو بدلو جری کھان صاحب کو کالی کھل کے تھان دکھاؤ
لالہ بدلو کئی تھان تڑے اٹھا لائے۔ سوئی کا شانی
بونی دار۔ باغ وہاں انور نے کئی تھان دیکھے۔ خوب
دیکھ بھال پوچھا دام۔

لالہ۔ بچوں کے حساب بتاؤن یا تھان کے دام۔

بھئی گزوں کے حساب بتاؤ۔ مگر لالہ جھوٹ کم بونا۔ لالہ نے
تہقہ اڑایا۔ ہجور ہاری دکان میں ایک باتک سواد دوسری نہیں کہتے
کون سیل پر بند ہو۔ انور نے ایک تھان پسند کیا اسکی قیمت بتاؤ
سینے کھادند۔ جی جیسے جیسے نہ لیجیے۔ جی اکتیار ہو مل
دنل روپیہ گج سے کم نہ ہوگی این! دس روپیہ گز میان خدا سے
ڈرو۔ اتنا جھوٹ۔ الی توبہ۔ یا عزیز! آخر خون خدا بھی کچھ چیز
ہی۔ اچھا تو پھر آپ بھی کچھ پھراؤ۔ ہم چار روپیہ گز سے ٹکا زیادہ
نہ دینگے میان آزاد کیل کہتے ہیں۔ برادر اول بہا شک بہا
انور نے جھڑک کر کہا بس آپ چپکے پیٹھے رہیں کہ کوان باتوں
میں ذرا بھی دخل نہیں۔ شیخ کیا جائے صابون کا بھلاؤ۔
لالہ۔ تو چار روپیہ گج تو بجا بھر میں نہ ملے گی۔ اچھا آپ بات
دام دیجیے۔ بولے کتنی کھریداری بنو رہے۔ دس گج اتار دن
کیا خوب دام چکائے ہی نہیں اور گزوں کی فکر بڑھ گئی۔ اجی

بتاؤ واجی۔ جی کسی اینلے کو دیجیے گا۔ ہم ایک گھاگ بہن بھا
صاحب پانچ روپیہ گج لیجیے گا یا اب بھی چکا ہو۔ نامیان بڑی
منگی ہو۔ غیر خاطر ہو سوا چار سہی۔ لے بس پانچ گز اتار دو لالہ
نے ناک بھون چڑھا کر پانچ گز مغل اتار دی اور کہا آپ
بڑے کڑے کھریدار ہیں بہن گھاٹا ہوا۔ کھر کھائی ہا کہ آپ کو
کیا بھیتے مل ان دامون میں شہر بھر میں نہ پائے گا۔

آزاد۔ بھئی قسم ہو خدا کی میرا ایسا اینلا تو پھنس ہی جائے اٹھ
وہ غپا کھائے کہ عمر بھر نہ بھوے۔

انور۔ اجی ابھی آپ نے دیکھا کیا ہو۔ آج تو شام ہو گئی۔ کل
سہ پہر کو ہم آپ کو بازار کی سیر کرائیں گے۔ دیکھیے گا کیا دل لگی
ہوتی ہے یہ کہہ کر انور اپنے شفیق بال تحقیق کو اپنے گھر لے گئے۔

مختاری تیغ کا منہ چڑھ کے لے لیا پوسہ
کبھی نہ آپ سے ہم دیکے بانگین میں رہے

میان آزاد کے تیز سینے میں تو حسرت کا داغ تھا اور خون
دل دریاغ تھا۔ چہرے سے وحشت آشکار رہا پر
جون کے آثار۔ چشم خون چکان سینہ بریان۔ دن کو
گریہ وزاری شب کو آخر شماری۔

انور نے جو اپنے لنگوٹے یاری یہ حالت زار دیکھی تو طرے
کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ ۴۔ در مان ہو کہ درد لا دوا ہو۔ آزاد نے ایک
آہ سرد کھینچ کر کہا۔ ۵

دلبرے بُرد از دم صبر و قرار
کز خوش برقع بود صبح بہار
فتنہ جوئے آفت صبر و شکیب
نو گلے چشم خرابش عند لب
ز لب پرچین کردہ عمر دراز
نوک ترکان خاصہ تصویر ناز
بند برقع طرہ کیسوے حور
طوق گردن مشرق صبح ہور
چشم جاودیش کہ تسخیر جان
درنگ ساز و تبسم راعیان

زلف و کامل سنبل گلزار طور | اساق و ساعدی ہی دیاے نور

انور تو چو نون سے تار گئے تھے کہ کسی ترک زرین کمر کے
بیرنگہ نے گھائل کر دیا۔ اب ان شعار سے اور بھی یقین کامل ہو گیا
کہ کسی نگار تن ہو۔ آتشین رو کی نظر غلط انداز میں کی طرح کلچے کے پار
ہو گئی اور عیش و سہم قاتل ہو کہ تریاق اگر کو بھی مسموم کر دے
اکھی تھے دانا دور اندیش۔ سوچے کہ فہائش انکی آتش عشق پر
روغن کا کام کرے گی۔ انکو نصیحت کرنا گویا سمندر جنوں پر
تازیانہ لگانا ہے آؤ ادھر ادھر کے سیر پاٹے سے انکا دل ہلا لیں
بالون میں لگائیں۔ پوچھا کہ مین بھی چلنے کا قصد ہے۔
میان آزاد تو مٹ گشتی پر اُدھار کھائے ہی بیٹھے تھے جھپٹا مٹی ہو گئے
ایک بالون میں ادھوری استر کا گنوار دو تادوسرے میں
ستھر اگھیتلا۔ اس وحشت کو دیکھتے گایارن سر مل آوانے
کسے لگے۔ نری کے جوتے کا چور ہے۔ اشارہ اند کیا دورنگی
ہو چلتے چلتے انور نے کہا خوب یاد آیا۔ اس پھاٹک میں ایک
بانگے رہتے ہیں ذری میں اُنکے مل لون۔ میان آزاد اور
انور دونوں پھاٹک میں ہو رہے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک
کس بل کے جوان رعنا ادھیٹر گرجی اور دلیر نبوٹ پٹے
میں طاق۔ بانگ لکڑی میں مشاق کُرسی پر بیٹھے ہیں گھٹنا
چوڑی دائرہ پست۔ ذرا شکن نہیں چنت دار اگر کھا ایڑی تک
چھتا گول کٹا ہوا چلی ادبھی۔ منکے دارا شہ بھر کی کٹی ہوئی
لوٹی چپٹا گاہ کے ایک کونے پر مانگ نکلی ہوئی۔ سردھی
سامنے رکھی ہے۔ اور جابجا قوٹی قرینچہ کٹا رکھنا ڈالو اور
تپنہ خدائی کے ہتھیار چنے ہوئے ہیں۔ علیک سلیک کے
بعد انور نے کہا حضور وہ بندوق آپ نے پچاس روپیہ کو
خریدی تھی دو دن کا وعدہ تھا جسکے چھ مہینے ہو گئے مگر آپ

سانس دکھاتا تک نہیں لیتے۔ بندوق ہضم کی توصات صاف
کمد تیجیے۔ روز روز کی ٹھائیں ٹھائیں سے کیا فائدہ؟ اس بانگے
نے مسکرا کر کہ ہوش کی دوا کیجیے عقل کے ناخن سے بھیجیے۔ کیسا
صندوق کیسی بندوق۔ اپنا کام کرو میرے منہ نہ چڑھو۔ بیان
ہم بانگے لوگ ہیں سیکڑوں کو غیٹے۔ ہزاروں کو جھانسنے دیے
آپ بچا لے کس کھیت کی مونی ہیں۔ یہاں نلو پشت سے
سہ گری ہوئی آئی ہے۔ ہم اور دام دین۔ خدا خدا کیجیے۔
مقول؟ ادھر ت یہ اچھا بانگین ہو۔ واہ اچھے بانگے ہیں کہ
آنکھ چوکی اور کپڑے غائب۔ کس ڈالا اور لوٹ لیا۔ اور کہنے
لگے ہم بانگے ہیں۔ لقوں بچوں۔ شہدوں بچوں کا کام ہے کیا
بانگین اسی کا نام ہے کہ قرض خواہ کو آنکھیں دکھائے اور
نیدر ٹھیکیان بتائے۔ آج کے ساتویں دن چہرہ شاہی ہالین ہا
سے گن دیکھے گا۔ ورنہ فیہ نظر نہیں آئی۔ انور کہتے ہی ہے اور
وہ مونچھوں پر تاؤ ہی دیا کئے۔ کہا تو یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے
زندگی اجیرن ہو گئی۔ ہمارے ہاتھ تھاری موت بدی ہو بہت
بڑھو بڑھو کر باتیں نہ بناؤ۔ پہلے اپنا منہ تو دیکھو آپ اور
ہم سے ٹرائیں۔ آپ اور بانکون سے بڑائیں۔ اے
تری قدرت۔ اسپر انور آگ بھجھو کا ہو گئے۔ اے زوف
ہو اس بانگین پر۔ سیند لگائیں اور بانگے کھلا لیں آخر کار
اس تکرار اور تو تو میں میں کے بعد میان آزاد کے ساتھ ساتھ
گھر کی طرف رخ کیا۔

ابا سینے کہ انور اور میان آزاد ادھر رہا ہی تھے۔ ادھر
اُس بانگے کا بھانجا جو گھر میں گیا تو دیکھتا کیا ہو سب عورتیں
ناک بھون چو دھائے منہ بنائے غصے میں بھری بیٹھی ہیں
؟ این کیوں کیوں خیر تو ہی۔ یہ آج سب چپ چاپ کیوں

بیٹھے ہیں گھر ہے یا شہر خوشان۔ مکان ہی یا گنج شہیدان اتنے
میں انکی مانی کرک کر بولیں اب چوڑیاں پہنو۔ چوڑیاں اور
ہو بیٹھیں مین دب کر بیٹھ رہو۔ وہ مواد گور گور دن بابتن
سنا گیا اور پکے پہر بھرتک اول فول بکا کیا اور تھارے
مامون بیٹھے سب سنا کیے۔ دیکھی تیری کالی اور بادن پورے
اجاڑ۔ بس بس۔ پھیری منہ پر لٹی تو کر گیا کوئی۔ جب
شرم ہی نگوڑی بھون کھائی تو پھر کیا۔ بڑے مردے بنے مین
یہ نہ ہوا کہ موسے کلجھے کی زبان دست پناہ سے نکال مین
اکھی خیر انھوں نے تو باکون کے بھی کان کاٹے۔ بلا کی عورت
ہی۔ یہ خم دوم۔ بانکے کے بھانجے کو جوانی کا زعم طاقت کا غور
نیز خشمگین کی طرح بھیڑا ہوا باہر آیا۔ مامون جان یہ آج آپسے
کس سے گلنچپ ہوئی جلد بتائیے در نہ مین ہیرے کی کنی
کھا لون گا ہمارے بانکین مین بٹ لگ گیا۔ عورتوں تک
کی رگ حمیت جوش زن ہوئی اور آپ چپکے بیٹھے سنا کیے
و اندر عزت ڈب گئی لے از بر لے خدا اسکا نام تو بتائیے
قسم خباب میر کی ابھی آنتوں کا ڈھیر ہو۔

مامون صاحب۔ بھائی وہ ایک شریف زادہ ہی مین اسکا
قرض دار ہوں۔ اگر دو باتیں اُسے سنائیے بھی تو کیا اور وہ
ہے ہی بیچارہ کیا۔ وہ بدی مین شہباز۔ وہ دُبل پلا آدمی مین
جوان طراز۔ لونے کا موقع ہوتا تو اسوقت اسکی لاش نہ پھرتی
ہوتی مجھے جانتے نہیں کیسا محرور المزاج مغلوبا غنیض ہوں
کھی تو ناک پر بیٹھنے نہیں باقی۔ لے غصہ تھوک دور جاؤ
کھا نا کھاؤ۔ آج بیٹھے ٹکڑے پکے مین قسم خدا کی جب تک
اُس شمر کا خون نہ پیوں تب تک کھا نا حرام ہے بیٹھے گرو پزیر
آپ ہتھے لگائیے یہاں زندگی تلخ ہی۔ انفضل یسے طیش

مین آئے کہ چل ہی کھڑے ہوے۔ مامون نے لاکھ سمجھایا۔
مگر یہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔

اب ادھر کا حال سنیے کہ انور چو اپنے گھر پر پہنچے تو دیکھتے
کیا مین کہ اُنکا لڑکا ٹرپ رہا ہے۔ ہائین ایہ کیا! خیریت ہے۔
نوندی نے کہا میان کیا بتاؤں۔ بھیا یہاں کھیل رہے تھے کہ
اک کا لفظ کمرہ کچھ اور کہنے کو کھتی کہ انور نے چلا کہ کسا
اُن غضب ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہ سفاک طیش کھا کر آیا
جب مجکو نہ پایا تو اُس معصوم بچے پر ہاتھ صاف کیا۔ آزاد کے
حواس غائب اری ٹیکخت جلد بتا۔ خیر تو ہے۔ ہاں ہاں سنیے
تو سہی۔ بھیا یہاں کھیل رہے تھے۔ بچھی نے کاٹا بڑی دیر سے
بچہ ٹرپ ٹرپ کر لوٹ رہا ہے۔ اتنے مین میان انور کی زوہر
مخدرہ نے اپنے شوہر کو سب حال بتایا اور آنسو بھرائی۔ ہاتھ
جوڑ کر گرا گزاتے کہا کہ ڈاکٹر کو لپک کے بلا انہیں لاسے
آزاد کو لڑکے کے پاس بٹھا کر میان انور ہسپتال چلے کہ
جھٹ پٹ ڈاکٹر کو بلا مین۔

اب سنیے کہ راستہ مین نیا گل کھلا۔ پچاس قدم بھی انور نہ گئے ہوئے
کہ سامنے سے اُس بانکے کا بانکا بھانجا آنکلا۔ آنکھیں چار ہو مین
دیکھتے ہی شیر بر کی طرح ڈکارا۔ بس انا ٹی بس۔ تیری عمر کا
پیمانہ بزر ہو گیا۔ ابھی ابھی کا سہ سر خاک و خون مین لوٹ رہا ہوگا
ہمارے مامون کو صلوات مین سنا نا بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا۔ بانکون
مغہ چڑھنا استادوں سے بھڑ بڑنا خالہ جی کا گھر نہیں ہی۔ ہلا اور
مین نے ہاتھ دیا۔ بڑھا اور مین نے کوچے کاٹے انور یہاں سے کی
حیرانی و پریشانی ناگفتہ بہ۔ اُدھر نور بصیر اور نخت جگر کی وہ جلتا
سیقم پیاسے معصوم بچے کا ترپنا بلبلانا۔ بوی کارونا تیل لانا
اعزاء و اقربا کا بکا و مین۔ اڑوسیوں پڑوسیوں کا شور و شین

لڑکے کی محبت۔ ادھر اس شقی القلب سے مقابلہ جسم میں
سکت نہیں زور نہیں طاقت نہیں بھائیں تو قدم نہیں اٹھتے
کھڑے ہیں تو پاؤں نہیں جتے نہ جاے ماموں نہ پائے رفتن۔
ارد گرد کھٹ کھٹ جھٹ جھٹ سب سمجھاتے ہیں کہ آپ ہانکے
جوان۔ یہ دہلے تپلے آدمی۔ آپ خیر غریب یہ گریہ مسکین۔

بہ بازوان تو نادقت سر ہوا
تیرا سدا تکہ بر آفتا دکان نہ بخشاید
خلاست پیغمبر مسکین تو ان
کہ گریہ پای در آید گمشدہ گریہ

انور نے بادیدہ مطروح خلق خدا سے کہا کہ بھائی اس وقت
میرا معصوم بچہ جان بلب ہو جائے کیا جانے ہوت کیا ہوگا
میں اس کی نیچان چوڑ کر آیا ہوں۔ ڈاکٹر کو بلانے جاتا تھا کہ
راہ میں اٹھوں نے گھیرا۔ اب کسی صورت سے مجھے بچاؤ
اکثر رقیق القلب آدمی یہ رفت انگیز تقریر سن کر رو دیے۔ اور سب
سب دست تاسف ملنے لگے۔ مگر اس دھن کے پتے نے
ایک کی نہ مانی۔ خدیو نگار سے کہا ایک ولایتی ہمیں دے دو ہر
انکے واسے کر۔ اٹھوں نے پھر بگڑ کر یہ وزاری سے کہا کہ مر خدا
میرا پیارا بچہ میرے خاندان بھر کا چشم چراغ میری آنکھوں کا نور
میرے دل کا چین ہوت حالت نزع میں تھا بے ہائے
خدا جانے پھر برب کیا گدڑی ہوگی۔ بھائی مجھ پر رحم نہ کرو ہوں
معصوم پر تو رحم ہی جا ہے وہ سر دہی لے پتیرا بدل کر سامنے
آن کھڑا ہوا اور پھر خوب ڈکار کر کہا چپ بزدل زنان ستری
آچرٹ کے سامنے۔

اتنے میں کسی نے انور کے گھر پر بھڑ بھڑائی کہ میان سے
خانہ جنگی ہو گئی تو اوجھل گئی۔ آپ جا میں جتنے آدمی اتنی ہی
زبانیں کسی نے کہہ دیا کہ چرکا کھا یا اور گردن کھٹ سے الگ
ہو گئی۔ یہ سنتے ہی انور کی بی بی دو تہرہ ٹپٹپٹ لگی لوگو دوڑو ہا

لوگو دوڑو اسے چھین بکلی گری۔ ہائے میں جیتے ہی مرٹی ہو چکی
سرتاج کا سر خاک میں لوثا ہے۔ ہر ہر اس کی گردن سے خون
کے شرابے برہے ہیں یہ کہہ عین حالت بدحواسی میں لڑکے
سے چپٹ کر خوب پلٹا پلٹا کر دلی اسے میرے بچے اب تو تم گھبرا
اسے تیرا باپ دل غمے گیا۔ ہائے میں اب کہاں جاؤں
اُس اگلے کو کہاں پاؤں۔ ہائے میرا سہاگ لٹ گیا۔
یہ بھاری عقیقہ دیوانی کی طرح سرنگراتی پھرتی تھی اور
تمام عالم اس کی نظروں میں تیرہ و تار تھا۔

میان آزاد یہ خبر پانے ہی تیر کی طرح زن سے دوڑ گئے
دیکھا تو وہ شقی شمشیر صفائی لینے فیصل مست کی طرح جنگھاڑ رہا ہو
میان آزاد خود بڑے بنوٹے تھے۔ جھٹ سے چپٹ کر دوڑ کر
سر دہی اپنے قبضہ میں کی درانور کو ہٹا کر یہ بھی پتیرا بدل تھا
سامنے جا ڈٹے وہ توجوش جوانی اور دعویٰ ہمدانی کے نشہ
میں سرشار تھا اپنے ہتھکڑی کا ہاتھ لگا ناچا ہاگر آزاد نے خالی
دہ پھر ڈپٹا اور چاہا کہ چاکلی کا ہاتھ جائے مگر یہ آٹے ہو گئے وہ بھر
جھپٹا چاہا کہ ان کی چوٹ دے مگر یہ ہتھکڑی کی طرٹ جھکے تو ہٹا
ہاتھ آگے نہ بٹھا۔

آزاد۔ چڑا لکھ کر کسی اینٹے گنوار کو یہ اڑن گھائی ان بتانا میرے
مقابل میں چھکے پھوٹ جائیں تو سہی۔ ہاں ہاں آچرٹ پر یہ
ستائے کی سند نہیں۔ شے گھس کے ہاتھ۔ وہ ربیک چاٹ
گئی اتنے میں وہ ہانکا جھلا کر جھپٹا اور گھٹنا ٹیک کر پالٹ کا ہاتھ
لگانے ہی کو تھا کہ آزاد نے پتیرا بدلا اور توڑ کیا۔ مونڈھا مونڈھا
تو اسے چاہا مگر آزاد نے ساتھ ہی چینی کا وہ تار ہوا بھر پور ہاتھ
جایا کہ اُس کا فرشتی کا جھنڈا اراکھ کھل گیا۔ اور فیصل تن ارا
کر دھم سے زمین پر آ رہا۔ میان آزاد کو سب نے گھیر لیا

کوئی پیٹھ ٹھوکتا ہی کوئی ڈنڈ ملتا ہی۔ انور لپکتے ہوئے گھر گئے
 بی بی کی باجھین کھل گئیں گو یا مردہ جی اٹھا لڑکے کو بھی افاقہ تھا
 ہمارے حبیب حبیب ادیب۔ ارب۔ شور و جنت بد نصیب
 دشت رہ نوری کے گرد و میان آزاد کو وہ پیاری پیاری صورت
 گورا گورا کھڑا۔ زلف چلیا لب لعل شکر خاں بیاہ کیا تو کلیجہ و طرد و طر
 کرنے لگا۔ دل مثل سیما بقیار آنکھیں چپا کی طرح آتش بار
 درد دل کی چمک غضب ڈھانی تھی وہ نوری کی صورت ہر دم
 آنکھوں میں پھر جاتی تھی۔ ۵

بڑھتی جب دل کی بقیہ داری
 بڑھتا یہ غزل بہ آہ و زاری

کیا حال ہو گیا ہو دل تیرا کا
 آزار ہو کسی کو آہی نہ سہارا
 مشہور ہو روز قیامت جہان میں
 پہلا پہری میری شب انتظار کا
 اس سال دیکھ نامی و کے دلوے
 آیا ہو دھوم دھام سے موسم بہار کا
 راہ انکی تکتے تکتے یہ رن گذر گئی
 آنکھوں کو حوصلہ نہ رہا انتظار کا

مقطع ہنوز پٹھنے نہ پائے تھے کہ انور نے بات کاٹ دی میان اس
 عشق کا بڑا ہو جسے تم کو دین دنیا ایک کا بھی نہ رکھا۔ آزاد نے
 کہا حضرت اس کو چے سے حضور واقف ہی نہیں۔ کوئی میرے
 جی سے پوچھے کہ مجھ پر کیا گذرتی جو میں عاشقوں میں لا جواب دہ
 حسن و جمال میں انتخاب اور اس پر طرہ شباب۔ ۵

یاد زلف سوخت خون و پرکیم ابو سے عینہ سید ہر خاکستر م
 گو ایک دفعہ پہلے ہی ایک بت شیخ و سنگ کے طرہ شہرنگ
 اور ریلۃ المعراج کیسویں دل ٹمک رہا تھا مگر۔ ۵

نار در مغرم شرابی غیث عشق
 روغنم با شعلہ آیتخت عشق
 انور نے دیکھا کہ یہ بالکل یونے ہی ہوئے ہیں نیچے چلو دروازا
 کھلا لاؤ شاید دشت دل دور اور شیشہ خون چکنا چور ہو دل میں

تھان لی کہ اسکے سو کوئی علاج ہی نہیں اور انکا ایسا کوئی سودا
 مزاج ہی نہیں۔ خیر مال ٹول کرے چلے تو چلتے چلتے ایک بلخ
 میں پہنچے یہ دونوں دن سے پھاٹک میں داخل دیکھتے کیا
 میں کہ ایک شامیانہ لہر تڑک و احتشام نصب ہی اور اس میں
 بارہ نوجوان بیٹھے رنگ رلیاں منار سے ہیں گر تخیل کی صحبت
 ہی انور نے کہا یا رانکے غل نہو۔ نظر سے اوجھل کیفیت دیکھنے
 لگے واہ داداہ عجب لطف ہے ہندو بھی ہیں مسلمان بھی

میں۔ مگر شراب بے کلف لٹا بھلی جا رہی ہے۔ آزاد کو دن کو
 اونٹ نہیں سوچتا تھا مگر میان انور نے اتنی دور سے بوتلوں کے
 بیل کو بڑھتا شروع کیا۔ دیرا گاگ نیک۔ اول و شام جن شایم
 ارش۔ ہو سکی۔ کیا خوب یہاں تو دور چل رہا ہے بڑے بڑے چابی
 اور شیخ شراب تاب کی چسکی لگا ہے میں۔ ایک ہندو بیچارہ نیچا
 تھا پہلے تو جام شراب لیتے چھوگا مگر ایک اور ہندو نے جو وقت
 ساتی بلکہ بیوقوفان تھے کہ انکے کچھ سودا ہی سے ہوائے یہ نرمل سنگھل
 ہی پیتے ہی سیدھا بیگٹھ پھونچ جا گیا چلے وہ غٹ سے نکل گئے
 ایک مسلمان لڑکا موز تھے ڈرتے ڈرتے ایک ایک گونہ دیتے تھے
 مگر ایک شیخ صاحب ٹوک دیا۔ اور کہانی بھی جاؤ میان۔ ۵

شراب ایک ہی لندن کی ہو کر تڑکی اک اپنے واسطے زہد حلال کر دیتا
 نیچے وہ بھی کھٹ سے اڑا گئے بڑی دیر تک دوڑا کیا جب سب
 سب نشے بیچ رہی رست و مخور ہوئے تو ایک پریشادش کو بلایا
 کچھ دیر تک چل کی باتیں ہوئیں بعد ازاں اس نے غزل گائی اور
 محفل بھر کو دھم دھم لائی۔ ۵

طوت شبنم کی گلگون گل ان کی
 چمنیل طرہ زلف پریشان کسی
 شور و خفا زخم نایان کسی
 مرہم خوشکان شونہ گل ان کسی
 شب بروز آمد ز سوز ناگہا گرم خیز
 دماغ و دماغ خیز زیدان کسی

بلبل بیدل بزرگ گل درو بند قبا در دل شوریدہ پہنا اور پہنان کی
بے تو محفل دل پرواہ نہ سوچوں کیا۔۔۔ سچ آہ آتشیں شمع شہستان کی
رخسہ بریںے کا رخ دم دل افتاد آہ کا رخ در پردہ ساز و تم فغان کی
روی آسائش نداری ازجہ و پیش نظر یا تو عاشق محبت و گویاں کی

حاضرین جلسہ بادۂ گل رنگ کی رنگین ایسے مست ہوئے کہ
سر و پاکی خبر نہیں دنیا و مافیہا سے بیخبر۔

اتنے میں اُن زندانِ محاشم میں سے ایک سے دوسرے کی
ناک پکڑی دوسرے نے تیسرے کے کان اچھے تیسرے نے چوتھے
کی گت بنائی چوتھے نے پانچویں پر چیت جائی۔ پانچویں نے چھٹے کے
چانٹا رسید کیا چھٹے نے ساتویں پر دو تھڑ دیا۔ یہ ہو ہی رہا تھا کہ سب
سب بھڑ بھڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے مگر پانچویں نے لڑکھڑائے۔ دھم
دھم۔ اراڑا دھون۔ دو قدم چلے اور لڑکھڑا گئے۔ آزاد اور
انور دہان سے چپٹ تھے تو راہ میں یوں باتیں ہونے لگیں
آزاد۔ اس شراب خانہ خراب پر لعنت خدا۔ اتنی توبہ آئی تو یہ
اب تک نہیں نباہی توبہ۔ آئندہ خدا حافظ و نامہ ہے۔

از مے گل مقصود نہ حیرت کی ہرگز ہمارے زبیر دست کی

انور۔ اچی حضرت آئیں شر فاک صحتیں نہیں اٹھائی ہیں
اُنکی آنکھیں ہی نہیں دیکھی ہیں۔

گر بادہ خوری تو باخروندان خور یا با صنفی لالہ رخنہ خندان خور
بسیار محو رخاش مکن درد مساز کم کم خورد آہستہ خورد پہنان خور
انفرض دونوں یا رکھ ہوئے۔ اور طبی تان کو خور خورٹے بیٹے لگے

ضرورت ہی ایک جو رو کی

انور مع اپنے رفیق اویلیں بالتحقیق عالی نژاد و فرخ نژاد
میان آزاد کے ایک دن اپنے باغیچہ فرشتہ اتما اور نوبت افزا میں
بیٹھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھا رہے تھے اور گرما گرم چائے اڑا رہے تھے

کہ ایک دفعہ ہی ڈاک کا ہکارہ ہری وردی پھر کالے لال لال
لیکھا جاملے خاصہ ٹیان بنا ہوا سامنے سے آن ہو جھکا ہوا جھک کر
سلام کیا اور ایک اخبار دیکر لیا ہوا۔ اتنے میں انور کے ایک
اور ٹکڑے یا ر المتخلص بہ بہار شریف لالے اعلیٰک سلیک
مصافحہ و معانقہ کے بعد ایک کرسی پر وہ بھی ڈٹ گئے انور نے
جھٹ پٹ اخبار کھولا۔ عینک لگائی اور بڑے غور سے پڑھنا
شرع کیا۔ پڑھتے پڑھتے صفحہ آخر پر نظر پڑی تو باجمین
کھل گئیں چہرہ گلنا فرما ج رعفران زار۔

بہار۔ اللہ اللہ اس وقت حضور کھلے ہی جاتے ہیں جاملے
میں پھوٹے ہی نہیں سماتے۔ کیا پڑا پایا۔
آزاد۔ ہم بتائیں اور وہ پتے پتے کی بات بتائیں کہ حضرت بھی
وجد میں آئیں کسی مشتوق پریوش کی آواز مہر وقت ہی نہ کہو گے
سچ کیے گا کیا چوتونوں سے تاڑ گیا۔ واللہ ذہن کا بغاوت کھلا ہوا
قرآن اپنے استاد کے کیا دور کی کوڑی لانا ہوں ہم نے سب
پاؤں پہلے ہیں۔

کوچہ عشق کی راہ میں کوئی ہنس نہ لے انظر کیا جانیں غریبا گلزارے والے

انور۔ حضرت آپ تو عاشق تن آدمی تھڑے جب کبھی عشق کے پھیر
بندہ اس کو جے سے منزوں بھاگتا ہی۔ تباہ نہرہ مثال حسن و جمال عاشقی
مشتوق کا خیال آپ ہی کو مبارک۔ جو بندے کو یہ مرض ہی نہیں ہوتا
ایک شہسار پڑھ کر باغ باغ ہو گیا۔ خدا چاہا تو اسی اٹھواریں میں پانچویں
لکھی میں ہوں۔ اشتہار سینے تو آپ خود ہی سمجھ جائیے گا۔ فلوٹش

Wanted

An Arabic Professor for the
Nasirpur College Pay Rs 200
for particulars Apply to the
Principal.

تو ہم ضرورت ہو ایک عربی پرنسپر کی نظر پوچھنے کے لیے
تخواہ دوسور دہ پھواری۔ اسکی نسبت جو کچھ دریافت کرنا
ہو برسیل سے دریافت کیا جائے۔

ہمارے ہم کچھ سمجھے دیکھے خاک بھی نہیں۔ آخر اس سے مطلب کیا
آزاد۔ اسے صاحب ایک عربی پرنسپر کی نظر پوچھنے کے لیے چاہیے
دوسور دہ پھواری لے گی میان انور و خواست داغنے داے ہیں۔
ہمارے خدا کا میاب کرے لیکن سنیے تو سہی۔ یہ تو اخبار ہے۔
اسین خلوسے عمدہ اور تخواہ اور خواست کا کیسا جھگڑا۔

اسین محاربہ کا حال۔ یا جنگ جہال۔ علی اور پوچھنے کی مثال
چاہیے یا یہ جہال۔

آزاد۔ تو قبل آپنے اخبار پڑھا ہی نہیں۔ یہ وہ شہد اخبار و قطر
جموعہ ہے۔ روکون کا تالیق جو انون کا جامع شفیق۔ بھون کے
تجزہ کی کسوٹی۔ کن رکن سلطنت۔ تجارت کا دست مہمان
یا بازار۔ رعایا کا وکیل جمہور نام کا سفیر۔ مذہبون کا مشیر۔ کسی
کالم سن لگی چھڑ چھاڑ۔ کہیں شوشل مورین تکرار کہیں شعرا و کبار
کہیں نوٹس اور اشتہار۔ انگریزی اخبار دن میں طرح طرح کی باتیں
درج ہوتی ہیں اور ایسی اخبار بھی اکا متبع کرتے ہیں۔ شطرنج کے صل
نقشے۔ قرضہ قوی کا نرخ۔ گھوڑوں کا نہ کرہ۔ سب ہی کچھ ہوتا ہے اور
جب کبھی کوئی عمدہ خالی ہوا اور اچھا اہلکار نہ لایا تو حکام خلوسے عمدہ
کا حال شہر کرتے ہیں تو گون نے پڑھا اور خواست داغدی۔

ہرمان اشتہار کے صفحے میں دیکھا کہ ضرورت ہے فرد پوچھنے کے کسی
ضرورت ہے بعض اوقات بڑی دل لگی ہوتی ہے ضرورت ہے پوچھنے کے کسی
چراغ یا کہ دیکھیں شاید ہمارے مذاق کے موافق ہو تو آجھانے کا خون
کون گئے تو یہ نہیں تکا پڑھتے ہیں تو وہاں کچھ اور ہی رنگ ہے
ضرورت ہے ایک ایسا کی پورٹی خرافات ہو شریف ہو دانتا بہر گوشت

آنکھیں ہوں (کافی ٹلوانو) لا حول ولا قوۃ سمجھے تھے کہ کسی کلرک یا
اکونٹنٹ یا مترجم کی ضرورت ہوگی وہ کیا کی فکر میں ہیں دیکھیے اخبار
میں بھی اسکا کتاہ روای ہو تو مٹے مڑے ہوں جس راجہ مہاراجہ

نواب رئیس کو اہلکار کی ضرورت ہو کسی نامی گرامی اخبار میں
چھپا دے تاکہ شرفا علما وغیرہ کو درخواست بھیجے کا موقع ملے۔

ہمارے لیکن حضرت۔ پھر تو طرح طرح کی ضرورتیں بھیجے لیکن جانڈو
چھاپہ ہیں کہ ضرورت ہے ایک مہوکی مہمین دقیا نوس کے وقت

جانڈو بیایا گیا ہوا اور چھوٹا کٹ گیت جی ہو کوئی یا گنج آباد کرے
تو اسکو لا جا لہ یہ نوٹس چھپوانا پڑے (ضرورت ہے) ایک نوجوان فن

کی نئے گنج میں دکان جانے کے لیے کیونکہ تیک دھوان و قطار میں
نہ اڑیں چرس کی کو آسمان کی خبر نہ لائے۔ بگڑے دل دھونکی خبر

نہ منائیں دسوز دم پر دم نہ لگائیں تب تک گنج کی رونق نہیں
افیونی اپنے رنگ کے موافق شہر کریں کہ (ضرورت ہے) ایک ایسے

شخص کی جوائیون گھولنے میں غاف ہوں دن رات بینک میں رہی
مگر ایون گھولنے کے وقت چشمہ باز سے چینی کی پیالی پڑھو لے

آرام طلب لوگ چھپوائیں کہ ضرورت ہے ایک داستان گوئی
جسکی زبان کترنی کی طرح چلی جائے جبکہ امیر مہزو کی داستان

لوک زبان ہو۔ بدرنیر اور نگار نسیم حفظ ہو بات بات میں قافیے کا
قافیہ تنگ کرے۔ غلج جگت میں برقی ہو۔ اور زمین و آسمان کے

قلا بے ملائے سجوٹ کے چھپرے اڑائے شام سے جو کتنا شروع
کرے تو ترہ کا کرے سننے دا ون کا بھور ہو جائے۔ مگر یہ علوت ہو

کہ سامعین (ہوں ہوں) کرتے جائیں تب وہ داستان نہایت
ہم چاہے خرافے ہی لیتے ہوں لیکن وہ منہ کو لکھتا ہی جا

نوشاد پسند حضرات یہ خواہش ظاہر فرمائیں کہ (ضرورت ہے) ایک
مصاحب کی جو اٹھون کا نڈھ کیت ہو۔ ہن میں ہن ملائے ہو

ہم کو سخاوت میں حاتم شجاعت میں رستم حسن میں دوست ثانی
 حکمت میں ارسطو یونانی شاعری میں لاجواب شاعری میں
 انتخاب بنائے منیر خوشامد کہ حضور ایسے اور حضور کے باپ ایسے مگر
 پیٹھ پیچھے گالیان دے کہ اس ان پڑھ ناجوہر کا کو میں نے خوب ہی پایا
 سیر کے اعلان کریں کہ ضرورت ہی ایک میٹر کی جوڑو بھڑکلات
 لگا تا ہوا اور اچھے اچھے میٹر دن کو پانی سے نو کہم بھگاتا ہو۔
 (ضرورت ہی) ایک مرغ کی۔ مگر ڈیڑھ پیل ہو۔ تنا ہوا چوڑا بھاتا
 گھٹ جائے تو حریف کو پیٹھ نہ دکھائے۔ بلکہ خون رلائے اور
 جھکے چھڑائے۔ سوایا مارے۔ ڈیڑھ مارے (ضرورت ہی)
 ایک مینڈھے کی جو پہاڑ سے ٹکراتے میں بند ہوا در پھر
 تو دس بیس پہلو لون سے بھی نہ ٹک سکے (ضرورت ہی) طیلے
 کے لیے ایک بخاوری بندر کی۔ مگر اینٹھا سنگھ ہوں۔ لال قندیل
 (خاصہ چھند) حضرت اور تو باتیں ہیں لیکن ہمیں سوخت اپنی
 ضرورت یاد آگئی بھائی از براے خدا چھپو انہیں تیرے ضرورت ہی
 ایک جو رو کی چالاک اور حسیب۔ خط و خال۔ نک سسکے
 درست شوخ و زبان دراز ہو۔ جوان ہو طائر ہو ہزار دن میں انتخاب
 لاکھوں میں لاجواب۔ اٹھی جوانی عفتان شباب ہو مگر ہلاکی
 چنچل ہو کبھی ہنسی ہنسی میں ایخانہ کی چپ گاہ پر دھول جا
 کبھی بعد ناز ٹوپی چھین کر چپا جڑے۔ کبھی روکھ جائے
 کبھی گدگدائے۔ بخیل ہو ورنہ ہم سے میزان نہ پٹے گی۔ گاویہ
 نہ ہوسن رسبہ نہ ہو شجر فی چہرہ ہو رب کے ایسے ہاتھ بانوں
 ہرن کی ایسی آنکھ۔ لیکن قد ناٹکے برابر نہ ہو کہ ہکو پاڑا بندھنے
 کے لیے مزدور بلوائے پڑیں۔ بندہ بست قد آدمی ہو اور شتر
 یہ ہو کہ کھانا پکانے میں استاد۔ سینے پر دے نکل بوٹے بنانے
 میں پرق ہو لیکن سود ہضم کی روز شکایت نہ رہے اور صنعت

معدہ کا عارضہ ضرور ہو۔ ملکی پھلکی دو چپا تیان کھائے تو تین دن میں
 ہضم ہوں۔ سادہ مزاج ایسی ہو کہ زیور گفے پاتے سے مطلب ہی
 نہ رکھے سادگی ہی جو بن دکھائے اور یہ بھی شرط ہے کہ مذہب کے
 ہاتھ نہ پک گئی ہو خدا کو واجب ہی واجب مانتی ہو سگر براندازی
 کی تاک میں ہر دم رہے۔ غلافٹ جام شراب پیے اور
 ہم نیلے ٹھیلے بھی بنائے دینگے۔ اور محلے کی کسی عورت کو بھی
 نہ آنے دینگے اور یہ بھی یاد رہے کہ چہرہ پر ابدین ہو نہ نہ آکے
 آج کل کا بوجھ نہ اٹھ سکے کر لیک جائے کر درون بل کھائے۔
 ہنس کھ بھی ضرور ہو روتے کو ہنسائے۔ مگر یہ نہیں کہ پٹی جوت
 کی طرح موقع بموقع محل بے محل دانت کھول دے۔ بان اور لہجہ
 نہو۔ درنہ امیر ہو جائے گی طرار ہو۔ مکار ہو۔ عیار ہو۔ ستگا ہو
 طرہ دار ہو۔ باغ و بہار ہو۔ وہ تہی جوتن۔ وہ بانکی ادا کہ
 بیباختہ زبان سے نکل جایا کرے (تیری بانکی ادا نے مجھے مارا)
 گائے بجائے کو عیب نہ سمجھتی ہو بلکہ دقت بے دقت تھرکتے میں
 عار نہو۔ لیکن چال بھونڈی نہو بھڑے بانوں نہ پڑیں جب چلے
 اٹھلا اٹھلا کر در خواستیں کھٹا کھٹ بندہ درگاہ کے پاس
 آئیں مگر ٹکٹ چسپان ہوگی تو بزرگ واپس۔ مگر یہ کہی نصیب
 کے مرغ انور پر ریش مبارک نہو۔

آزاد۔ اور توفیر۔ مگر یہ ڈارھی کی بڑی کڑی شرط ہو بھلا کیوں
 صاحب عورتیں بھی ریشائیل یا مچھا کر ایک ہو اکتی ہر
 یہ انوکھی بات بتائی اچھی قید لگائی۔

بہار۔ واہ عقل۔ آپ کیا جاتین۔ اجمی قبلہ یہ نکاح کی شرطیں
 ہیں امتیاط شرط ہی۔ جب شرطیں ہی کرنے پر آئے تو کوئی بات
 اٹھا کیوں رکھیں کہ پیچھے ہار گئی ہو چوہ انکے ہاتھ اور لگی وارٹھی
 ہا سے ہاتھ میں ہو۔

آزاد۔ اجمی بندہ نواز عورت کی ڈاڑھی چہ معنی دارد۔
 ہمار۔ معنی سے کیا مطلب۔ یہاں تو صورت کا ذکر ہے بھی کیا
 جو ہو۔ یہ تیغ ہم ضرور لگائیں گے کہ بی صاحب زن بردتی ہوں۔
 احتیاط مشہور ہے۔ ۶۔ مرد آخر میں مبارک بندہ امیت ۴
 انور۔ قبلہ سینے جو روکی تو پیچھے فکر کیجیے گا پہلے دماغ کی فکر کیجیے
 سڑی سوداگی کو شادی سے کیا کام۔
 ہمار۔ جی تو دماغ کی آپ جیسے زہاد خشک فکر کریں بندے کا
 دماغ خوب چلتا ہو۔ دیکھیے آج کے اٹھوین ہی دن کسی شوخ و تنگ
 سے بیاہ نہ رہے تو سہی گریا رشتہ میں بڑی کر دی ہوں۔
 آزاد۔ ادھر خصوصاً یہ ڈاڑھی والی۔

ضلع جلگت

ایک اٹھواریے میں انور عربی پروفیسر ہو گئے۔ مجھے تھے کہ
 حکما سا جواب آئیگا مگر کھٹ سے درخواست منظور اور نادری حکم
 کہ بقیہ سنبھال کر ترے دھروہ کھلو۔ ذری دیر ہوئی اور عہدہ غت ہو
 انور تو نوکری پر ادھار کھائے بیٹھے ہی تھے پچھلے پیر کو کس یس ہو
 بوریادھنا اٹھا روٹیاں اور گوشت دسترخوان میں باندھ ڈالے
 کو چوم بیوی سے مل چلے ڈاکنی نے۔ میان آزاد ساتھ جب شکرم
 پر سوار ہوئے تو آزاد نے کہا۔ س

تو غم سفر کردی و رفتی زبیر میں | بستی مکر خلیش و شکستی مکر میں
 انور نے کہا بھائی مگر میں برسوں بیٹھے بیٹھے پھینچو نہی لگتا
 زبان حال و قال سے ہی شعر در زبان تھا۔ س

سفر چکونہ گزیم ز آستانہ خویش | کہ ہجو مردم نیم چراغ خانہ خویش
 آزاد۔ خیر المکتوب نصف الملاقات۔ یار زندہ و محبت باقی
 دونوں نے مصافحہ کیا بھلیکے ہوئے۔ شکرم گھر گھر کرتی ہوئی چلی
 انور نے کہا۔ اوداع۔ آزاد لوہے فی امان اللہ جب تک شکرم

نظر آئی میرے ساتھ میان آزاد دیکھا کیے جب نظر سے ادجھل
 ہوئی تو یہ بھی کھسکے چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آٹھ راہ میں پانچ چھ
 نوجوان سفید پوش شریف و نجیب سڑک پر جا رہے ہیں مگر سب
 خوش رو خوشنور۔ میان آزاد نے پوچھا یا حضرت کہاں کی تیار کیا
 ہیں۔ کہیں مشاعرہ ہے۔ یا ناچ رنگ کا جلسہ جی نہیں جلسہ
 نہ مشاعرہ۔ مگر جہاں چار آدمی بیٹھے گئے وہیں جلسہ ہی۔ ہوت
 چاندنی خوب نکھری ہی جی چاہتا ہی پیک کر چاند کا کھڑا چوم لون
 ہم یاران بد نہ سنج مرغیان مرغ نے ٹھکان نی کہ گلگشت حرم اور
 تماشا سے سرسبز و فستق کزین نو عروسان حرم کا جو بن لوٹیں گرس
 شہلا سے آنکھیں لڑائیں شادیاں بیائیں دھماکے کڑی پلجائیں جو
 مرے اور این شب ماہ کے لطف اٹھائیں کیے آپ بھی تشریف
 لائیے۔ باغ میں قدم رنجہ فرمائیے عزت بخشے رہے بڑھائیے میان
 آزاد تو ایک ہی بیفکرے نمبر اول کے کوچہ گرد جھپٹے راضی
 ہو گئے چلیے بسم اللہ لام فوق الادب باغ میں پونچے تو ایک
 روش میں چوتھے پر جا ڈٹے پہلے کچھ عرصے تک شعر خوان رہی
 بعد ازاں ضلع جلگت کی ٹھہری جو یہ ضلع میں طاق جلگت بازی میں
 مشاق۔ پہلے حقے کا ضلع شروع ہوا۔ میان تم کندن کیے دیتے
 ہو۔ ایک قش ہم بھی تو لین احوصل و جل۔ قش کے کیا معنی
 حضرت۔ جی یہ قشیدن سے ہی بس بہت دم نہ دیجئے و اللہ کیا
 گرا گرم آدمی ہو بندے کا مکان منال درد انہے میں ہے اور
 ہمارا مسکن تو چرخ خیر میں ہی۔ یہ آدمی ہی یا آٹا تو اتبا کو کا پڑا
 یہ حقہ بازی ہم خوب سمجھتے ہیں اجمی ایسے مدار یہ ہم نے بہت
 چنگے کیے اسکو کوئی لے کر کرے کیا لے بہت چٹخے نہ۔ آپ تو میری
 باتوں سے سوخت ہو جاتے ہیں۔ بندہ تازہ دم ہو دی جی ہاں
 کے میں بات۔ واللہ آپ کا سرتو چھلا چھلا یا ناریل ہی۔ یار تو تو پریت

ہیں۔ آپ کے منہ میں کھی شکر۔ اچھی کھڑی پک رہی ہو کچھ دال
میں کالا کالا نظر آتا ہو۔ جاؤ ہنڈیا چڑھاؤ۔ آج تو بیاہون گھی
میں ہیں اور تر کھائی ہیں۔ ہمیں پوری نہ پڑے گی۔ اب مٹر گشتی
کیجیے۔ اب کی ہولی میں شیرالین کھائی تھیں۔ باؤن تو تھاری
بوٹیاں ہی چبا جاؤں۔

میان آزاد نے جو دیکھا کہ اب یہ سب کے سب جھک مارے
لگے تو وہاں سے چل کھڑے ہوئے اچی حضرت اچی حضرت دراز
تو سہی۔ بس اگر ہوس ست مہین قد بس ست لاون لاؤ۔ اس وقت
اوقات سے فائدہ ایک کہتا ہی چل شک دوسرا کہتا ہی تیرا سر
کڑھائی میں مفت میں بیوہ دہ بکنے سے فائدہ قبلہ یہ تو دل لگی کا
وقت ہی ہو علما فضلا شعر اکمل کے سامنے تھوڑے ہی یہ باتیں
ہونگی۔ ہو کھ ہکو کوئی گھس گھدا سمجھے ہیں بس رخصت۔

میان آزاد ایک روز مٹر گشت کرتے ہوئے ایک محلے میں
جانکے تو سنتے کیا ہیں کہ ایک شخص کراہتا اور غل جچا کر چلا تاہی
ہاے مرا اے مرا۔ ہاے جان گئی۔ باپ اے باپ یا خدا جیو
اُن اُن لے لے۔ اے کوئی دوڑو خداوند موت نے۔ یا اُٹھی
میری سُن لے اُن ات ادھر انکے کان میں جو بھنک پڑی تو آواز کی
سیدھ پر چل ہی تو کھڑے ہوئے۔ دو کھتے کیا ہیں کہ ایک ضعیف
آدمی دقیا نوس کا ہنصر چھپر کھٹ پر لٹا ہوا سسک رہا ہے
گر چہرے سے موت کے آثار پائے جاتے ہیں آنکھوں سے جو
اشک روان ہو انھوں نے نفیض پر ہاتھ ڈالا تو پتا ہی نہیں
سینہ پر ہاتھ لگے تو کلیہ دھڑ دھڑ کر رہی۔ پوچھا مزاج کیسا ہی
صدائے برنخاست۔ اشائے سے دریافت کیا کہ کیسے ہو۔ آنکھیں
کرنی دو گھنٹے تک سسکتا رہا بعد ازاں گھرا لگا اور اوپر کی سانس
بھرنے لگے اور آٹا فائنا میں مرغ روغ قفس غصری سے پرواز کر گیا

کی طرح چمٹا۔ تھارا صامن کون ہو میان کل تک تو کوری گٹا
نیچتے پھرتے تھے آج بائیں بناتے ہوئے اب برت کی قفسی
کھائیے یہ ایکاسر ہی یا مٹھو کا سر پوش بہت ٹرائیے نہ در نہ
بچے لم لگا بیٹھے۔ بھئی کیا بے ٹکی اڑائی۔ واہ چلم کا تار نہ تو رہا جاتا
تھا اب اسکو چھوڑیے اب بے ٹکی ہونے لگی چل شک۔ آئیے ہان کا
تلازمہ ہو بھی واہ کیا خوب بنگلہ ہی۔ دساور سے مال آیا ہے۔
میرے جوتے کا پان خوب چمکتا ہی بہت چبا چبا کر باتیں نہ کیجیے
آج تو میں سرخرو ہا۔ آپ سبز بخت ہیں۔ ذری کپوری سنگھ کو
تو بلانا۔ برگ سبز ست تھوڑو رویش بہ آپ کے پاؤں کا پناں
کیا ہو کیا چکنی چیر ہی باتیں ہیں۔ میں تیرا یار کتھا۔ این! یہ کیا
حضرت یہ کتھے کا تلازمہ ہی۔ لاول ولا۔ بس لگے بے ٹکی اڑائی
آئیے گانے بجائے کا تلازمہ ہو واہ بندہ نواز کیے آج تار برقی
کیا ہو۔ طبیعت ناساز ہی۔ آپ مستان ستاہ میں دنیا کے پرے
پر ایسا گھنٹی نہ ہوگا۔ کیا بیوقت کی شہنائی بجائی ہو۔ پیتال جیسی
بڑھے بھی تھیں قسم ہے آپ کے گلے میں توڑا ڈال دو۔
دیکھیے دل بجائیے گا اب لایا تب لاہم اپنا دیس بھول گئے۔
جنگل کی دھن ہو یہ سر ہو یا تو بنی۔ اب میں کہیں کان نہ میٹھوں
اچھا راگ لائے بھی اپنی اپنی دفلی اپنا اپنا راگ۔ بس بس
نانت باجی اور راگ بوجھا۔ بیوقت کی شہنائی ہو۔ واہ یہ ہو چکی
ہی۔ چلو خوشی کے شادیانے بجاؤ کہیں لونڈے تائیاں نہ بجائیں
وہ نلچ پنچاؤں کہ عمر بھر یاد کرو بے بجاؤ کی پڑنے لگیں گی آدمی ہے
یا گھنچا۔ اپنا تو کلیان ہو گیا۔ آئیے اب کھانے کا ضلع ہو۔
بھئی نوجوانان سے آشام سے خدایا نے آپ کی دال نہ گلنے کی
جی چیری اورد۔ غرافت تو آپ کے خیر میں ہی۔ تم تو ماش کا
آٹا ہوئے جاتے ہو۔ یہ ناحق اپنے دھائی جانول گلاتے

اناشد رانا الیہ راہون۔ میان آزاد کا دل بھر آیا اور تین نقب تو تھے ہی آٹھ آٹھ آنسو روئے ایک مرد آدمی سے جو قریب بیٹھے تھے پوچھا کہ یا حضرت۔ بھلا یہ پیر مرد کس عارضے میں مبتلا تھے اُس نے کہ سر دکھینی کہا کہ یہ نہ پوچھیے حق کا عارضہ تھا کیا حق ! یہ کون عارضہ ہے۔ صاحب قانون نے میں اسکا کہیں بتا نہیں۔ طب اکبر میں اسکا ذکر بھی نہیں یہ نیا عارضہ ہو۔ جی ام کو ہا ہے ذرا اسکے علامات تو بتائیے اسی حضرت کیا بتاؤں عقل کی مار اسکا خاص باعث ہو۔ عرض کروں کہ یہ پیر مرد انسبی برس کے تھے۔ مگر عقل کے پوسے تیز چھو نہیں گئی خدا جانے دھوپ میں بال سفید کیے تھے یا نرہ سے یہ عارضہ ہو گیا تھا۔

اب سینے کے شامت اعمال سے حضرت کی پیٹھ پر ایک پھوٹا نکلا دس دن تک علاج نہ ارد۔ دسویں دن کسی گنوار نے کہہ دیا کہ گل عباس کے پتے اور سر کہ باندھو۔ جھپ راضی ہو گئے۔ سر کہ ہارار سے خریدوا۔ گل عباس کے پتے بارغ سے توڑ لائے اور سر کے میں پتوں کو خوب تر کر کے پیٹھ پر باندھا دوسرے روز پھوڑا اٹھ نکلا بڑھ گیا کسی اور کو رکھے نے کہہ دیا کہ بھٹکیا اور ننگ باندھو بسمندر کہ اپنے وہ بھی کیا۔ لوگوں نے سمجھا یا کہ بڑھے کچھ گھاس تو نہیں کھا گیا ہی اسے پھوڑے کو بھٹکیا سے کیا واسطہ۔ فرمایا کہ واہ آب کیا جا میں یہ کچھ علاج تھوڑا ہی ہو یہ تو ٹھکا ہو۔ خیر صاحب ٹھکا سہی۔ خدا کرے اس چھوستر کی کالی بوٹی سے آپ چنگے ہو جائیں مگر یہ بخر۔ درد اور زیادہ شروع ہو گیا کسی نے بتایا املی کی پتی اور تھوڑا اور گوہر باندھو وہ ان کیا تھا فوراً منظور۔ اب ٹپنے لگے اُن اُن اُن اُن لگے تمللانے اب ہوش و حواس باختہ۔ آگ لگ گئی۔

محلے کی ایک عورت کاہا میں تھا وں مجھ سے کیوں پوچھا۔ سہل ترکیب مولیٰ کا اچار دنا دو گتین قتلے ہوں۔ اور دنا کر نکال اور نکال کر گزین

میں ڈال دو اور اپنے ہاتھ سے پانی بھرو۔ سہی دم چنگے نہ ہو جاؤ تو ناک کٹاؤ وں سوچے کہ بھی شرط اسے بڑی کر دی کی ہو۔ کچھ تو ہو کہ ناک بدلی جھپ کی کے قتلے دفن کیے اور پھر کائے کنوین میں تینوں قتلے غراب داخل لگے پانی بھرنے۔ ڈول تھا ورنی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مارے درد کے ترپ رہے تھے رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور حضرت دھم سے گرے پھوڑا تو آپ جانے شیشے کی مثال پھٹس لگی اور بھی درد بڑھا لگے تمللانے آخر کار دم توڑا۔ آزاد۔ فہوس صدافسوس ان مدعیان عقل سے کوئی اتنا تو پوچھے کہ ہر کس ناکس کی رائے پر علاج کیوں کر بیٹھے ہو جسے جو بتایا آتا و صدقنا منظور۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو عارضہ بڑھ جاتا ہی یا جان سن سے نکل جاتی ہے۔

وحشی مگر خدا ترس ریشاٹیل

میان آزاد ایک دن چلے جاتے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کسی پرانی دھرائی گڑھیا کے کنارے ایک ریشاٹیل بیٹھے کالی کی کیفیت دیکھ رہے تھے کبھی ڈھیلا اٹھا کر بھٹکا۔ جھپ۔ اشارہ اٹھ کر ہنسنے چل و شش نازم باین ریش فش مسن آدمی اور لونڈے بنے جاتے ہیں۔ اس داڑھی کا بھی خیال نہیں اور لطف یہ کہ محلے بھر کے لونڈے لاڑیے ارد گرد جمع تالیان بجا ہے ہیں اور اتو بنا ہے ہیں لیکن آپ گڑھیا کی ہون ہی پر لٹو ہیں کچھ کھکھکے ہوئے جو طرفہ ڈھیلے اور ٹھیکرے ڈھونڈتے پھرتے ہیں ایک دفعہ ہی کئی ڈھیلے اٹھا کر حضرت گڑھیا میں پھینکے جھپ جھپ جھپ جھپ اُدھر سے ایک مرد آدمی بھی چلے آئے تھے۔ آپ کو دیکھا تو نفرت سے اوجھل ذرا ٹھٹک کر لگے میر دیکھنے دل ہی دلیں سوچتے ہیں کہ اشارہ اٹھا گو سالہ ماہیر شد کا وہ نہ شد۔ یہ سن دسال اور حال

چل سال عمر عزیزت گشت مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

مشین بدن۔ لباس فاخر و زیب تن۔ یہ قطع۔ یہ وضع اور چشم بد و کس مزے سے گڑھیا پر بیٹھے رنگ لیاں بنا ہے ہن اور یہ خبر ہی نہیں کہ گاؤں بھر کے لونڈے بھیجے تالیان بجا ہے ہن وہ ایک لونڈے نے چپت جمانے کا قصد کیا۔ گڑھیا کھینچ لیا دوسرے نے پٹر کی آڑ سے وہ کنکری لگائی تیسرے نے ریش مبارک برکھانس پھینکی چوتھے نے کہا میان بھاری دارمیں میں ہکا مگر ہیرا شیر ذرا نہ نکا۔ اب سینے کے گڑھیا سے اٹھے تو دور کی سو بھی جھپ سے ایک بیڑ پر چڑھ گئے اور بھنگی پر جا بیٹھے اور بندر کی طرح لگے اچکنے۔ اُس ٹہنی پر سے اچکے تو دوسری شاخ پر پھینک رہے اور ایسا ہلایا کہ درخت پر بید عجز کا دھوکا ہونے لگا طرہ کی لڑکوں کو بھی ہدایت کرتے جاتے ہن کہ آؤ درخت پر آؤ اہلی کا درخت۔ ۵

شاخیں کہ بسدرہ سر کشیدہ سیلے مرغ قمر کشیدہ بلند ایسا کہ گویا آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ حضرت مزے سے بے کلاف بیٹھے ہوئے اہلی کھاتے ہن اور عین لونڈوں پر تاک تاک بھینکتے جاتے ہن۔ اور وہ غل جاتے ہن کہ ایک چیان ہکو ادھر ادھر ہاتھ ہی ٹوٹیں جو ادھر بھینکے خدا سمجھے کیا مزے سے غر غر کرتے کھاتے جاتے ہن ادھر ایک چیان بھی نہیں بھینکتے اور خیل لے کنجوس او مسک۔ او بندر۔ او چھندر۔ ایک ادھر ایک ادھر کیا فوب گویا شہدے کسی رئیس سے مانگ رہے ہن۔ پتھوڑی دیر میں کھٹ کرتے درخت سے اترے اتفاق سے کسرٹ کے تین چار ہاتھی سنا کی دھت میں بھوتے ہوئے جا رہے تھے گر سب چائے اور گنے سے لدے ہوئے۔ اپنے لونڈوں کو سکھایا کہ اب غل چا کر کو کہ ہاتھی ہاتھی گنا دے لونڈوں نے جواتی شہ پائی تو آسمان سر اٹھایا ہاتھی ہاتھی گنا دے ہاتھی ہاتھی گنا دے۔ اتنے میں ایک رکھو والا

نکلا۔ ریشائیل نے جھٹ رکھ کی گردن دبا کی اور پٹھ پر ہو رہے تھے تھے تھے تھے معقول! اچھا ٹوٹا ہو۔ رکھو والا جل پون بجا ہی کیا۔ انھوں نے دو تین لڑکوں کو آگے پیچھے اگل نفل مٹھا ہی لیا۔ مزے سے اڑتے تھے ہن گویا اپنے وقت کے نفخہ چین ہن۔ پتھوڑی دیر کے بعد لڑکوں کو زمین پر پٹکا۔ اور خود بد و لت بھی دھم سے کود پڑے گویا اپنے حساب اونٹ پر سے اترے تھے اور جھٹ لنگو کس خم ٹھوک کر پچھ سے کشتی پر آمادہ ہو گئے تب تو رکھو والا کفن بھاڑ کر بیچ اٹھا۔ میان کیون جان کے دشمن ہوئے ہو جیا ہی ڈاے گا یہ تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔ آؤ دیکھا نہ ناو چپٹ ہی تو گئے اور ایک آنٹی بتائی تو رکھو چاروں شائے چپت وہ مارا۔ لونڈوں نے وہ غل بچا یا کہ رکھو پورب اور رکھو والا پچھ کی طرف بھاگا محلے بھر میں قہقہہ اڑنے لگا۔ چند ہی لمحے گزے تھے کہ ایک بھڑری کی شامت اعمال اسکو کشان کشان سہلوت لے آئی ساعت بچا رین شگن بچا رین دھوتی باندھے پو پو پو پو پو پو پو دباے۔ اور اچ کا مالا پہنے باواز بلند ہانک لگا تا جاتا ہو۔ ریشائیل کے قریب آنکھلا تو آنکھوں کا شکار ہاتھ آیا بھی ادھر آنا اسکی اچھین میں کہ گھر سے ہن۔ پورا رہ میں۔ (بھی بوسنی ہوئی۔ ریشائیل نے ہاتھ دکھایا اور پوچھا کہ ہماری کتنی شادیاں ہوئی۔ اُسے کنیا۔ بچھک۔ مکر۔ سنگھ کر کے بہت خوش اور فکر کے بدر کہا کہ پانچ۔ اپنے آؤ دیکھا نہ ناو اسکی گودی اچھال دی۔ ۶۔ لڑکوں کو شکوفہ ہاتھ آیا کہ کسی سر سہلا یا کسی نے چپتا جمایا۔ واہ ابھی بوسنی ہوئی۔ ریشائیل نے کہا واہ ابھی ساعت بچا رین ہو۔ اپنی ساعت بھی دیکھ لیتی ہو یا اور ہی کو راہ بتاتے ہو۔ سچ کہنا آج ساعت دیکھ کر چلے تھے یا یوں ہی۔ میان ہم سچ بتائیں کہ ہم کیون جھٹلا گئے۔ وجہ یہ کہ ہماری چاہتی ہوئی کوئیے کو سائیس مزاج کا پارہ ایکسوس دیجے پر ہونچ گیا۔ اچھا خیر تیار

ہمارے یہاں لڑکا کبتک ہوگا بس بس آپ کسی اور سے تو بھی
 بھرایا۔ اپنا کیا اپنے آگے آیا۔ یہ کہہ کر اٹھ کر چلنے ہی کو تھا کہ
 ریشائیل نے لڑکوں کو اشارہ کیا وہ تو انکو اپنا پیر و سنگر سمجھتے تھے
 ہی اٹھ کھڑے ہوئے ایک بوختی لی۔ دوسرے نے مالا چھپایا تیسرے
 نے بگیا ٹھلا دی۔ دس بلخ جٹ گئے۔ بچے کو ہزار دقت بھیجا
 چھڑا کر بھاگنا پڑا۔ اور قسم کھائی کہ اب اس محلے کی طرف رخ کردن
 تو چار۔ اتنے میں ایک خواجہ دالے نے آواز دی۔ گلابی ریوڑیان
 کراری کھٹیان۔ دال موٹ سلونے۔ مٹر کونے۔ نوڈے اپنے اپنے
 دلمین خوش ہو گئے کہ ریشائیل کی بددلت خوب ٹھانیان چھین گئے
 اور خواجہ بوٹ لین گئے۔ مگر انھوں نے منع کر دیا۔ خبردار ہاتھ نہ بٹھار
 جب خواجہ والا پاس آیا تو انھوں نے ٹھہرایا اور کہا سب خواجے
 کے کیا دام ہیں اُسے کہا ڈھائی روپیہ این۔ ڈھائی روپیہ این
 بھی مول تول نہیں واجبی کہو واجبی۔ اچھا تو دو روپیہ دیجیے۔
 دو روپیہ جیسے نکال کر اُسے ہاتھ دھرے اور لڑکوں کو خوب
 چھٹک کر کھلایا۔ دس منٹ کے بعد آواز آئی کھیرے کھیرے حضرت
 اُچک کر لڑکا اٹل دیا کھیرے زمین پر آئے جیسے ہی لڑکوں نے
 چاہا کہ کھیرے بٹھیں کہ انھوں نے ڈانٹ بتائی کھیرے دالے
 کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور لڑکوں سے کہا کہ کھیرے اٹھا اٹھا کر سی
 گڑھیا میں پھینکتے جاؤ۔ اُنکے نزدیک بھی ایک لکڑی تھی کھیرے اٹھا یا
 اور غراب گڑھیا میں پیاس سا کھیرے آنا نا گڑھیا میں تھے
 جھٹٹے وقت ایک جڑیا رکنا جال لیے ہوئے آ نکلا۔ ہاتھ
 میں تین چار جانور کچھ چھوے کے اندر سب جڑیا ہمارے ہیں کالا
 بھیجکا شگل کاروز۔ ریشائیل نے پکارا۔ آؤ آؤ میان ادھر آؤ۔
 ایک بھیجکا لیکر اپنے اوپر سے صدقے کر کے چھوڑ دیا۔ چڑیا نے کہا
 (ٹکا ہوا) دوسرا جانور دو ایک لڑکوں پر صدقے کر کے چھوڑ دیا۔ تیسرا

جانور ایک سنگی والی پر سے صدقہ کیا۔ اسی طرح دس بندہ جانور
 صدقہ کر کے خاموش کھڑے ہوئے۔ گویا کچھ مطلب ہی نہ تھا چڑیا
 نے کہا۔ ہجو ردام۔ آپ نے فرمایا تھا رانام۔ تب تو وہ چکرایا کہ اچھے
 ملے۔ خوب جھانسا دیا۔ ہجو روھیلی کے جنور تھے۔ این اڑھیلی ا
 کچھ گھانس تو نہیں کھا گیا کیسی دھیلی۔ کتا کس سے ہی ہوش کی دوا
 کر ہوش کی۔ بھنگ پی گیا ہی یا شراب کا نشہ ہو۔ یا بیدیا ہو۔ اور
 سینے۔ اسے کھدا دندہ جنور سب سد کے کر دیے اب کھین نکالت ہو
 لڑکوں نے جال کیا سب ٹھلا دیا۔ تھوڑی دیر رو یا پٹیا۔ آخر کا
 صبر کر کے چل دیا۔

اس کارروائی کے بعد ریشائیل نے لڑکوں کو چھوڑا اور اُس محلے
 سے مفہ موڑ کر لیے ہونے ہی کو تھے کہ میان آزاد اُنکے قریب آئے
 یا حضرت آپ آپی کیا معجون وحشت ہیں۔ میں عرصہ دراز سے
 آپ کی انوکھی حرکتیں دیکھ رہا تھا کبھی کھیرے گڑھیا میں پھینکے کھلی ملی
 پر اُچک سے کبھی چڑیا۔ جنگ کا قاتیہ تنگ کیا۔ کبھی بھڑری کو آواز
 ہاتھوں لیا۔ حضرت واسطے خدا کے فہم کھلوائے چندیا کے بال
 پر قہقہہ کر دایے ورنہ آپ بہت جلد پاگل ہو جائیں گے۔

ریشائیل۔ میں تریبانی اور خوش بیانی کے قربان۔ بندہ ٹری
 سودانی خطیستان۔ آئے وہاں سے بڑے وہ بٹے سینے قبل
 ۶۔ نکتہ ہا ہست بے محرم اسرار کجاہد سمجھنے کے لئے بڑی عقل
 چاہیے۔ گڑھیا پر تیر جا کے ڈھیلے پھینکے اور پیر اُچک کر ا ملی
 کھانے اور ہاتھی سے گئے مانگنے کا سبق کر کے کبھی ہزاری دیکھا کبھی اُچک
 پھاندوڑ دھوپ میں مشاق ہو جائیں۔ بینین کہہ مل ٹوٹا گا دسل
 کی طرح جہاں بیٹھے وہیں جم گئے لڑکوں کو کم سے کم دو گھنٹے روز و دروڑھیا
 کی مشق کرنی چاہیے ورنہ اُسے دن بیماری ستائے گی۔ اور صحت تندرستی
 گھٹتی جائے گی۔ ریحہ والے کے ریحہ پر اُچک بیٹھنے اور بچہ کے بچکانے

اور چریار کے جانوروں کو مفت بے کوڑی بے دام صدقہ کرنے کا سبب خاص یہ ہو کہ جب ہم جانوروں کو ایذا یا تکلیف کی حالت میں دیکھتے ہیں تو کبھی پرسانپ لٹنے لگتا ہے اور ان چریاروں کا توبہ جانی دشمن ہو و اللہ پانوں تو کالے پانی بھجواؤں جہاں کھیا کہ دوچار سفید پوش کھڑے ہیں لگے جانوروں کو زور سے دبانے تاکہ وہ بربان ایذا کے سبب سے محشر بپا کریں اور لوگ لنگی حالت دیکھ کر کچھ نے کلین۔ انکی ہنڈ یا چڑھ جائے۔ مردہ دونوں میں جائے یا بہشت میں۔ ۵

تو لے کو تر بام حرم چہ میدانی | طہیدن دل مرغان رشتہ بریار
اُنکے درد و دل کا حال کوئی کیا جانے۔ کھیرے اسیلے گڑھیا میں پھنکوا دیے کہ آجکل ہوا خراب ہے۔ کھیرے کھانے سے ترانہ تو انسان مر جائے مگر ان کچھڑوں کبڑوں کو ان امور سے کیا واسطہ انکو اپنی بکری سے مطلب۔ ہم تیرنی نوع انسان کے ہمدرد ہیں ایک کبڑے کا نقصان ہو بیزار سے بچا سون بندگان خدا کی توجہ نہ کی دیکھو نوخونچے والے کو ہم نے اپنے پاس سے دور دیکھنا کھن گن دیے میان ہم خدا ترس ہیں۔ مردم آزار نہیں۔

نشہ مری چیز ہے

ایک دن میان آزاد حسب معمول کوٹ پتلون پہنے ترکی ٹوپی زیب سر کے پھرتی کے ساتھ کسی طرف جاتے تھے اور سامنے سے ایک صاحب آتے تھے۔ جب دونوں قریب پہنچے تو اُس نے پوچھا حضرت آپ فیون تو نہیں کھاتے۔ خدا کی مار فیون پر شیطان کی چٹھکار کسی ملعون نے اب تک ہاتھ سے بھی چھوئی ہو۔ اس سیاہ کاری سے بندہ اب تک تو بچار رہا آئندہ خدا مالک ہو و اللہ فیون کے تو نام نفرت ہو انجانب کو۔ فیونی کی صورت دیکھوں تو لاعول ٹھوون اور جو کہیں فیون پر ہاتھ پڑ جائے تو اب گھر سے ہاتھ دھوؤں وقت

اس کالی بلا کا نام زبان پر آیا بس جی چاہتا ہو کہ پونے دو سو ٹھوون زبان پاک کروں۔ یہ کہہ کر میان آزاد ندی کے کنارے جا بیٹھ وہاں سے پلٹ کر جو آئے ہیں تو کچھ اور ہی گل کھلا ہوا دیکھتے کیا ہیں کہ وہ ذات شریف بڑے انگلیں مانگے ہے ہیں اور کراہتے ہیں صورت پر مدنی چھالی ہے۔ لب خشک چشم تر۔ سر کی فکر نہ پانوں کی خبر تب تو میان آزاد جیکرائے گیا یا اکی کیا اسرار ہے۔ پوچھا کیوں بھی خیر تو ابھی تو خاصے بھلے چنگے تھے۔ یہ اتنی جلد کا یا پلٹ کسی ہوئی کچھ نہ سے بولوسر سے کھیلو۔ ۶ رات کو رو لادوا ہوئے اسنے کانکھ کا کھڑ کر آہستہ سے کہا کہ یارو میں تو مرنا بھائی کہیں سے پانچ چھ ٹکے کی ایون لے آؤ۔ پیون تو آنکھیں کھیل جائیں۔ جان میں جان آئے بندہ چھپنے سے ایون کا عادی ہو۔ وقت پر نلے تو نزع کی حالت چھپے این! یہ کیفیت ہے حضرت اککا کہیں ٹھکانا ہی نہیں کچھ انتہا بھی چھڑکے کی ایون ایک دغہ ہی نوش جان۔ آدمی ہو یا لانش بچہ ایک دن میں سے مر جاؤ گے۔ جی بجا ہو اور آپ تو شاید آب حیات پی کر آئے ہیں عاقبت کسے دوریے آپ ہی بٹوریے گا واہ میان واہ ہو تیکھے آدمی چتون کسے دیتی ہو کہ بڑے غم و دم کے آدمی ہو رسی جلی گر رسی کا بل نہ گیا واہ آکا کیوں نو سسک رہے ہو گر جواب ترکی تری نہ دو تو دوزخ ہی نصیب ہو۔ حضرت ایون لانی ہوا کہ در نہ میان بک بک کا داغ نہیں۔ ۵

دو دن مجھے قبول ہو یا منکر و کفر | لیکن نہیں داغ سوال و جواب کا
جی تو اس بھڑ سے بھی نہ رہے گا کہ ہم اور ایون لانی میں ہم تو اس فکر میں بیٹھے ہیں کہ آپ مرین تو نوہ موزون کریں۔ ۷ مگر کیا تین ایون ۴ یہ پہلا مصرع ہو گا۔ ایک بات مانو تو ابھی نہ پانچ دن اور ایم لاون۔ ذرا لکڑی کے سہارے سے اس ہرے بھرے پڑکے تلے جلو۔ وہاں ہری ہری گھانس پلوٹ مارو ٹھنڈی ٹھنڈی ہو لکھاؤ

واہ بھی صلاح آدمیان یہاں جان دو پھر تو چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا کیسا بھائی کہا مانو میرے سہارے سے چلو الغرض میان آزاد نے اس فیونی کو پیچ پر لاد اور لے چلے۔ انکی یہ قطع کہ آنکھیں بند نہ کھلا ہو معلوم ہی نہیں کہ جاتے کہاں ہیں۔ ایک دفعہ میان آزاد نے آنکھوں بند ہی میں بوجا کر غوطہ دیا پس قیامت بپا ہو گئی ستم ڈھایا آفت کا سامنا بلا کا سامنا مصیبت کا سامنا تھا فیونی آدمی پانی کی صورت سے نفرت لگے جلانے بڑا غپاڑے گیا۔ مارا پڑا کر دیا عمر بھر میں آج ہی ندی میں قدم رکھا۔ خدا سمجھے تجھ سے سن سے جان نکلی ہو ہو ہو ہو ہو۔ اودھانا ترس اب تو رحم کر۔ اتنے میں میان آزاد نے ایک اور غوطہ دیا۔ تیسرا غوطہ دیا جو تھا غوطہ دیا تا بڑا توڑ کی غوطہ دے اب انکی کیفیت نہ پوچھیے۔ بس ناگفتہ بہ کر ورن گالیان دیں۔ لاکھوں صلواتیں سنائیں میان آزاد نے انکو ریتی میں چھوڑ دیا اور لمبے ہوئے۔ اور پیو فیون سینے صاحب ہم نے جو ایک ستانہ صلاح دی تو کہنے لگے تم عاقبت کے بورے بٹور گے لوچڈا گچو اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناؤ۔ بات تیرے کی۔ میان آزاد وہاں سے چلے تو راہ میں ایک اور حضرت سے۔ آداب عرض ہوئے آپ سے کچھ عرض کرنا ہی فرمائیے۔ بندہ چاندو بانہ ہے۔ ہوت شہر میں چاندو کی دکان ہی نہیں۔ سب چاندو دالے پیسے لئے ہیں وہاں جائیں تو شام ہو جائے اور پھر جایا کس سے جائیگا۔ ہم تو نہ جان ہیں۔ آپ کچھ سبیل کر دیں تو بڑا ہی احسان ہو میان آزاد نے کہا میں بتاؤں۔ سامنے ناک کی سیدھ پر چلے جائے وہ ہر بار پیر نظر آتا ہی ندی کے کنارے وہاں ایک صاحب بیٹے ہوئے چاندو اڑا رہے ہیں آپ بھی شریک ہو جائیں۔ ابا بابا۔ ہو ہو ہو ہو کر اچکتے ہوئے چلے کبھی دو چار چھپتے تو اڑا دیں اور فرار مین میان آزاد ایک پچاس م گئے ہونگے کہ ایک اور ذات شریف سے دو چار ہوئے

کیون بھی گھر دکھی جام بھی دیکھا ہے۔ کیا اجام۔ جام کیسا۔ جام جہان ناکاؤن سنا ہو دیکھا نہیں۔ اے میان ہم اس جام کو پوچھتے ہیں جو کوئین نہا ہے۔ کوئین! کیا بجا کا عارضہ ہو واہ بھی انٹی کے سمجھنے والے۔ کوئین دو انہیں۔ کون کی جج۔ نہ صاحب ہم نے ایسا جام دیکھا نہ سنا۔ میان اب صاف صاف کہیں کبھی شراب بھی پی ہے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

کیا ذکر شراب یا تو بہ خاور ہو ایسا نہ شرمسار تو بہ خاور
دو نچ میں جلیں گے می کے پیسے دا تو بہ خاور ہزار تو بہ خاور

اجی تم تو گھاٹری نکلتے۔ میان ۶۔ نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے۔ کیا کہیں بوتل میں ہوت ایک بوند تک نہیں درہ انکو ضرور دھچکاتے۔ ہوت طبیعت بے لطف ہے۔ بندہ ہر روز دو وقت شراب پینے کا عادی ہے۔ آج جان خدا بین ہے۔

میان آزاد نے کہا ہم بتائیں وہ دیکھو سامنے اہلی کا پیر ہی چلے جاؤ وہاں دو چار آدمی بیٹھے راسی اڑاتے اور چسکی لگاتے ہیں جلو غشاغت شراب اڑاؤ میان شرابی تو کھل گئے۔ ایسا خانہ احسان آباد واہ استاد۔ کیا بات بتائی۔ ہوت جان پجائی۔ چلو تم بھی ایک چلو میں آؤ ہو۔ میان آزاد نے کہا معاذ اللہ میں اور شراب آج تک کبھی پی نہ پڑیگا۔ یہ کہتے ہی تھے کہ ہنسنا کلوارن اودی اودی پھر باہر کائے اُدھر سے گزری صورت دیکھتے ہی میان آزاد سیدھے نوک دم بھاگے پیچھے پھر کے دیکھا قسم تھا گر دل ہی میں سوچتے جاتے ہیں کہ نشہ بھی کیا بری چیز ہے کہ ذرا وقت پر نہ ملا اور دم توڑنے لگا۔

میان مسافر میان مسافر سچ کہنا

مین نشہ میں تو نہیں ہوں

اب تک تو میان آزاد دن بھر چکر لگا کر رات کو دبک رہتے تھے

<p>گھوڑے کو رقتات عالمگیر بھی ازبر ہے۔ اسکے کیا سنی۔ جی کچھ نہیں ایک شعر مجھے اسکے حسب حال یاد آیا۔ ۵</p>	<p>اب گرمی کی فصل جو کئی تو رات کو بھی لگین جب پھیریاں ہونے ایک نشہ دوشد۔ ایک شب کو ایک پُراٹے دھرنے برگد کے پیڑ کے تنے جسکی ٹہنیاں آسمان پر تھکی لگائی تھیں اور جسکی زمین دوڑ جٹا میں باتال کی خبر لاتی تھیں ہو چنے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ذات شریف نشے میں چوریرست و مخور۔ ایک ذرا سیٹی پانی پتلی ٹوی پر سوار پُنج شح کرتے جارہے ہیں میان آزاد نے پوچھا اس ٹوٹ پر کون لدا ہے۔ اوچھا جی کون لدا ہے۔ اچھا لدا ہے۔ ایسا نہ کہیں میں اتر کر انچوٹ پڑھیلے کر دوں۔ یوں نہیں پوچھتا کہ اس راہو اصبار قنار پر آسن جلے باگ اٹھائے کون شمسوار جاتا ہی آٹھون کے آگے ناک سوچھے کیا خاک ٹٹو ایسے ہی ہو کرتے ہیں بولو۔ میان آزاد نے کہا حضرت قصور ہو اعوان فرما یے واقع میں یہ تو دور کا بہ پورا گھوڑا دیلا کی نسل سے ہے خدا جھوٹ پہلائے۔ جتنا پار کی بکری اس سے ذرا یوں ہی سی نکلتی ہوگی اگر مرغ ٹٹنی سے کہیں بڑا ہے۔ ہاں اب راہ راست پر آئے اور میان۔ اب تو۔ ۵</p>
<p>آہستہ خرام بلکہ مخسرام زیر قدرت ہزار جان ست بان اسی بات پر کو کٹر ادون۔ یہ کمر اڑ لگائی لکڑیٹے جیش تک نہ کی اب اڑ پر اڑ لگاتے ہیں۔ گردہ نقش قدم کی طرح جم گیا۔ اب تو خدا ہی پٹائے تو بٹے در نہ ڈٹے سو ڈٹے۔ میان آزاد نے کہا بس زیادہ شیخی میں نہ آئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اٹھائے خبر ادھر ٹٹو ادھر میان آزاد پو قدمے جانے لگے۔ جب نشے کے طلوع کا وقت ہوا تو بانوں ڈنگا نے لگے باگ اب چھٹی اور اب چھٹی۔ دس قدم چلے اور باگ روک لی میان مسافر میان سفر جی پیر و مرشد۔ ارشاد سچ کننا میں نشے میں تو نہیں ہوں نا صاحب نشہ کیسا۔ پھر گھڑیا فیض کی اور ایک بیس قدم پر ٹھسکا رہے میان مسافر۔ میان مسافر۔ حاضر ہوں۔ حکم۔ ٹھیں ایمان کی قسم سچ کننا میں نشے میں تو نہیں ہوں۔ اچی حضرت کیسا نشہ آپ ہوش کی باتیں کر رہے ہیں۔ پھر گھڑیا کو اڑ لگائی سا، آٹھ قدم گئے ہونگے کہ پھر ہانک لگائی۔ ارے میان مسافر ہو ارے میان کیا سو گئے۔ جی ہمراہ رکاب ہوں۔ بھلی سچ نہ کہے تو ہمارا ہی خون ہے۔ بھقین داند نشے کے کچھ بھی آنا رہا ہے۔ چورے سے پائے جاتے ہیں۔ ہوش و حواس درست ہیں نہ۔ ہاں ہاں صاحب درست ہیں۔ عرض تو کر چکا کہ آپ ہوش میں ہیں ایمان سے کہتے ہو۔ تو بہ آپ بھی عجیب شخص ہیں ایمان سے نہیں تو کیا بے ایمانی سے کہتا ہوں۔ پھر حنیفم گئے اور گھڑیا کو روک کر کھن بھاڑ کر بیچ اٹھے۔ میان مسافر۔ میان مسافر۔ میان مسافر۔ بیچ کننا ذرا بھی ہوائی بات تو زبان پر نہیں آئی۔ کیون ہے نہ یہی بات۔ بیشک جو بات</p>	<p>اسب تازی شدہ محروح بریز بالان طوق زرین ہمہ در گردن خرمی منیم</p> <p>اب عربی ترکی کا ٹیٹا دار دیکھنے ہی میں نہیں آتے اور قبلہ اس گھوڑے کی کچھ نہ پوچھیے۔ دو باگے میں۔ تباگے میں دائر یہ بچیر اتومان کے پیٹ سے چھ کتا اچکتا نکلا تھا۔ بجاہے وہ تو اسکی آنکھیں ہی کہے دیتی ہیں آپ کیوں تعریف کی تکنیف گوارا کرتے ہیں۔ واند گھوڑا کیا اٹرن کٹھلا ہوا نوپا بھی ہو کہ دیکھا اور نظر سے غائب۔ اسکی قیمت بھی۔ آپ کو معلوم ہے۔ نا صاحب بھلا میں کیا جانوں۔ آپ تو فیگر دھے پر سوار بھی ہیں۔ یہاں ناگون کی سواری روز رزل سے ہمارے نامہ اعمال میں لکھی ہو کر آپ کے</p>

کھی پتے کی اور بوکھلاہٹ تو آپ کے قریب نہیں چٹکنے پاتی
 فوراً میرے شیر نے ٹٹو کی باگ پھیری اور لگے اُسے چلنے۔ بایں
 بایں او حضرت کیا یہ لٹی گنگا بہائی۔ اسے میان یون جلو
 یون۔ اچھا دون سہی۔ یون سہی لیکن بیچ کنا کوئی بات نشہ
 کی پائی جاتی ہے۔ میان آزاد نے اپنے کان اٹھئے اور کہا بندہ نواز
 وہم کی دوا تو لقمان کے پاس نہ تھی۔ ایک دفعہ میں دفعہ پیاس دفعہ
 سمجھا دیا کہ آپ ہوش کی بوڑھا ہیں۔ پھر آپ بار بار کیون
 پوچھتے جاتے ہیں۔ خیر خدا خدا کر کے جانور کو پھر اگر نشہ نے
 اٹھرن کر دیا۔ مسافر۔ مسافر۔ مسافر مسافر دیکھیے کیا قدم ہے
 نہ کہو گے۔ بیچ کنا۔ جھوٹ بولنا اور سو رکھنا اپنے حساب برابر ہے
 ذرا بھی نشہ کی کوئی بات پائی گئی۔ کیا مجال۔ بالکل ہوش کی
 بایں ہیں۔ حضرت۔ خصوصاً اس وقت جو آپ نے گھوڑے کو
 پھیر دیا تھا یہ عین ہوش و جو اس کی نشانی ہو اور یہ بار بار ایک ہی
 بات کو دہرانا صاحب ہوش کی بایں ہیں۔ جیوشیر۔ ایک کچی اور
 چوڑھا لو تو تیش ہی ہو جاؤ۔ ایک دفعہ ہی آواز آئی۔ مسافر۔ مسافر
 و میان مسافر۔ بدحواسی کی بات تو میں نے نہیں کی۔ تمھیں
 قسم ہے اپنے دین اور ایمان کی۔ میان آزاد نے پھر اپنے کان
 اٹھئے۔ بدحواسی تو چھو نہیں گئی۔ معاذ اللہ جو کہیں آپ بہ ہوش
 ہوتے تو ممکن تھا کہ گھڑیا کا رخ پھیر دیتے۔ ایک ہی ہوش کی
 بات ہی کہ کوئی اٹھارہ کر در مرتبہ مجھ سے آپ پوچھ چکے کہ میں
 ہوش میں ہوں نہ پھر میان شہسوار نے چیخا شروع کیا کہو بھی
 مسافر دیکھنا ہم بھی کس خم و دم کے جوان ہیں چشم بد و در دم
 غنیمت ہے۔ اور یہ دیکھو ذرا نشہ کی بوتل نہیں آتی۔ بجا ہو
 مشفق میں خوب واقف ہوں نشہ ہوتا تو ایسے ٹھکانے کی
 بایں نہ سوچتی جب میان آزاد نے دیکھا کہ اب یہ عین ہے

اور گھڑیا پر سے روٹھکا ہی چاہتے ہیں اب خیر نظر نہیں آتی ہی
 جھٹ گھڑیا کو ایک کھیت میں ہانک دیا اور غل چایا کہ او کسان
 او کسان دیکھو یہ بڑا کھیت چرا لے لیتا ہو کسان کے کان میں جو یہ
 بھٹک پڑی تو بھٹک اندھے پر رکھ لاکھوں صلوات میں سناتا ہوا پھٹا
 آج چچا بنا کے چھوڑ دینگا۔ روز سوری چرا لے جاتے تھے آج ہی
 تو تھے چرھے ہو۔ بچہ جی۔ اب کیسے کیا درگت بناؤں قریب گیا
 تو دیکھتا ہی کہ ٹٹو ہی ہو اور ایک آدمی سپردا ہے۔ این این کل
 دیگر شکفت۔ اخاہ آپ ہیں چلیے گھرے جلون رات کو گھڑی
 یہ سوئے کسان گو کسان ہی تھا گنوار۔ مگر تیر طبع یہ جھانسا دیکر
 کہ تم کو گھرے جلونگا۔ سیدھا کانچی ہوس ہو چکا۔ تیچھے تیچھے
 ٹٹو۔ ایک دفعہ حضرت جو چونکے تو ہانک لگائی میان مسافر
 میان مسافر بھی بیچ کہہ دو ذرا نشہ کی چھاتھ تک نہیں ہے۔
 او چچا جی۔ یہ اپنے حساب ابھی راہ میں میان آزاد ہی کے ساتھ
 چلے جاتے ہیں۔ اس وحشت کو ملاحظہ فرمائیے۔ الغرض ٹٹو کی
 اور سوار دونوں کو کانچی ہوس میں ڈھکیلا اور چپت ہوے
 ادھر میان آزاد نے راہ لی۔ یہ بیچارے رات بھر کانچی ہوس
 میں رہے صبح کو دس آنے کے کر بیچھا چھوٹا۔ خدا اس شراب
 خانہ خراب کو غارت کرے۔ آمین آمین۔

اپنے حلوے مانڈیے کام

میان آزاد کے تو پاؤں میں آنڈھی روگ تھا۔ ادھر ادھر
 چکر لگائے راستہ ناپا اور پڑ کر سو رہے ایک دن حسب معمول
 تلوے کھجلائے تو چلے سر کی طرف۔ وہ تو کیسے خیر گذری کہ جوش
 جنون نے جگ نہ دکھایا۔ دونوں وقت سے سرا میں
 ہو چکے۔ بڑی جیل پہل ہے۔ ایک طرف روٹیاں پک رہی ہیں

دوسری طرف دال بکھاری جاتی ہو بھٹیاریاں مسازدن کو گھر گھر کر لارہی ہیں صاف ستھری کوٹھریاں دکھا رہی ہیں۔ حضرت ادھر ادھر خوب گھومے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک کوٹھری کے پاس ایک صاحب نجم و شمع فرخ و جیم جیسے ہی چار بالی پر بیٹھنے لگے پٹی ٹوٹ گئی اور حضرت غراب سے جھینگے میں ہوسے ہائے موٹا پا بھی کیا بری چیز ہے۔ اب سینے کہ گرسے تو اٹھا نہیں جاتا آخر کار دایان ہاتھ بھٹیاریوں نے لیا۔ بائیں طرف میان آزاد نے ہاتھ دیا اور بھڑائی بصرہ حضرت کو نکالا۔ جھانگے سے باہر آئے تو نہایت ہی خفیف پہلے تو بی بھٹیاری سے خوب گلخپ ہوئی۔ واہ اچھی چار بالی دی اور جو میرا ہاتھ پائون ٹوٹ جاتا سر بھوٹ جاتا تو کیسی ہوتی۔ اے واہ میان! اٹھا چور کو تو ال کوڈانٹے ایک تو چھپر کھٹ کو چکنا چور کر ڈالا۔ پٹی کے ہترنگڑے ہو گئے دینگے نکا۔ اور چھ گنڈے پر بیانی پھیر دیا دوسرے میں کو لکار تے ہیں۔ الغرض لوگوں نے سمجھا اٹھا کر جھگڑا پاک کیا تو حضرت شل شل کر یہ شعر پڑھنے لگے۔

رواے دل حزن نہ تپ جبریا میں | بیمار کو مضر ہے نہانا بخار میں
میان آزاد نے پوچھا یا حضرت کہاں سے تشریف لائے کا اتفاق ہوا۔ فرمایا میں تک آیا ہوں معقول اسوال کی جواب دیگر قبلہ آپ آئے کہاں سے ہیں جی وطن سے آتا ہوں انھی وطن کا کچھ نام بھی ہو۔ یا گننام جو جی گوپاؤ میں مکان ہے اناہ آئے آئے۔ واہ خوب لے۔ تو یہ کیسے حضور کا دولت خانہ گوپاؤ میں ہو خوش آمدی۔ خوش آمدی۔ یہاں کس غرض سے آنا ہوا۔ حضور جی بندہ حکیم ہو۔ یہ کیسے تو آپ طبیب ہیں کیا طبیب طبیب آپ خود ہونگے ہم حکیم ہیں۔ طبیب کہیں اور رہتے ہونگے خیر صاحب وہ طبیب نہیں۔ آپ حکیم بلکہ سلطان الحکما ہی

خفا کیون ہوتے ہو صاحب۔ کیا یہاں مطلب کرنے کا قصد ہے اور نہیں تو کیا بھڑکھونکنے آیا ہوں یا سینچو پائون پر سوار تھا بھلا یہ فرمائیے کیسا مقام ہے لوگ کس فشن کے ہیں آپ ہوا کیسی ہو حضرت یہ نہ پوچھیے۔ باشندے ستورہ پشت۔ چاق و چوبند آنکھوں کا ٹھکیت۔ اور آب دہوا کا تو خیال ہی نہ کیجئے برہمن رہے اگر کسی دن سو ہضم کی شکایت ہو تو جہانہ دون پاؤ بھر کی غذا ہو تو تین پاؤ کھائیے۔ ڈکار تک لیجئے تو مجھے سزا دیجئے یہ سکر حکیم صاحب نے صف بنایا اور گولا کھنٹ کیا مگر بے اختیار بول اٹھے لا حول ولا قوہ۔ بڑے بڑے پھنسے! این بڑے پھنسے! یہ کیوں کیوں۔ اجی آب دہوا مرغوب ہو۔ بیماری کا نام نہیں یہ تو اچھا مقام ہے لا حول چہ معنی دارد! حضرت آپ بڑے کورٹھ مغز ہیں۔ ایک تو آپ نے یہ گولا مارا کہ آب دہوا اچھی ہو اتنا نہیں سمجھتے کہ آب دہوا اچھی ہو تو ہم سے کیا واسطہ۔ یہاں کون پوچھ گیا بس ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے کھیمان مارا کرینگے۔ ہم تو ایسے شہر جانا چاہتے ہیں جہاں بیٹھے کا گھر ہو۔ بخار چھانہ چھوڑتا ہو۔ ڈنگور دز ٹیٹو ادب بوجے۔ قبض اور عیش کی سب کو شکایت ہو آب دہوا میں سم کی خاصیت ہو۔ جیپک کا دہ زور ہو گولا مارا جب البتہ ہماری ہنڈیا چڑھے۔ آپ نے تو اللہ آتے ہی گولا مارا بیٹھے ہی پر ٹوک دیا اور ماشاء اللہ کس ہمدردی آپ فرماتے ہیں کہ سو ہضم کی شکایت ہوگی۔ واہ سونہ ہضم کی شکایت ان کو ہوتی ہوگی جو ضعف معدہ کے عارضے میں مبتلا ہیں اور آپ سطرہ یہ کہ پاؤ بھر کے غرض میں تین پاؤ غذا کھانے لگوں۔ واہ دادا۔ پڑا ہی کر دیا۔ آمدنی کا نہیں اور کھائیں جو گنا تو فرمائیے مرے یا جیے نا صاحب بندہ سویرے ہی بولیا بدھنا اٹھنا کر چپٹ ہوگا۔ ایسے مخوس شہر میں میری بلار ہے

جہاں سب ہٹے کٹے ہی نظر آتے ہیں جسے دیکھو ڈیڈ پیل -
سند بنا ہوا اچھلا کوئی خاص عارضہ بھی یہاں ہی عارضے کا اس طرف
گزر ہی نہیں ہوا۔ حضرت یہاں کے پانی میں یہ تاثیر ہو کہ برسوں کا
مریض آئے اور ایک قطرہ پی دیا چاہے بس خاصہ ہٹا کٹا لا حول !
پانی کیا آب حیات ہو۔ تو سہی جو پانی میں نہ نہ ملا دیا ہوا ہے تو
قبلہ ہزاروں کنوئین سیکڑوں اندازے پچاسوں باؤلیاں کس کس
میں نہ ملاتے پھرے گا۔ خیر بھی سمجھا جائے گا مگر بڑے پھنسے
والہ بہت بڑے پھنسے ہیں وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہو
مہترانی۔ مہترانی۔ بی مہترانی ذریعہ ہم کو بیماری کی دکان سے
تو لہ بھر سبب نہیں تو لا دینا اس وقت جی قابو میں نہیں ہے۔ اے
یہاں بیماری یہاں کہاں کسی فیکری دعا ایسی ہو کہ یہاں
حکیم اور پسناری جتنے ہی نہیں پاتا۔ کئی حکیم آئے مگر گور میں
ہیں کئی پسناریوں نے دکان جمائی مگر جتا پر پھونک دیے گئے
یہاں تو بیماری نے آئے کی قسم کھائی ہے۔ اسے تو بہ ارے
تو بہ ابھی واقعہ کیا تھا شہر ہے خداوند اچا یو اس طرف شرف
جو آج سے کرے اس پر صحت ے یارو خدا کے لیے ہمیں
ٹوٹ کر لے کر دو تو رنچو ہو جائیں پیچ پی ہزار نعمت کھائی
ایسے شہر کی ایسی تیزی غضب خدا کا یہاں پسناری کبریا مہر
کا حکم رکھتا ہو۔

میان آزاد نے انکو چھوڑا تو سرا سے دوسرے گوشے میں ہوئے
کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگوار گوشہ میں بستر جمائے فوق بستر
کپڑے پنے کھڑے ہیں۔ یہ بے تکلف آدمی۔ اسلام علیکم لکھ
گوشہ میں داخل ہو گئے۔ وہ بھی بڑے تپاک پیش آئے
ہاتھ ملایا بغیر ہوئے تعلیم کی۔ نطفہ و اخلاق سے بڑھایا مزاج
اقدم الحمد للہ۔ جناب کا مزاج عالی شکر ہو۔ میں تو ایک مسافر

غریب الوطن ہوں۔ آپ نے بڑی بندہ نوازی فرمائی راور غفلت
احسان کیا۔

زقدر شوکت سلطان گشت چیز کم از اتفاقات بہ ہمان سر در ہٹانے
کلاہ گوشہ دہقان بہ آفتاب سید کہ سایہ بر سرش نداشت چون تو سلطان

میان آزاد سمجھ گئے کہ یہ کوئی بڑے سان آدمی ہیں پوچھا
آپ یہاں کس تقریب سے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا عرض کروں
پیر و مرشدین وکیل ہوں۔ قصد ہو کہ یہاں وکالت کروں کیسے
یہاں عدالت کی کیا کیفیت ہو۔ میان آزاد نے فرمایا یہ نہ
پوچھیے یہاں کے باشندے بھیگی ملی ہیں۔ لڑنا بھڑنا جانتے ہی
نہیں۔ سال بھر میں دو چار مقدمے شاید ہوتے ہوں چوری
چکاری یہاں کبھی سننے ہی میں نہیں آتی۔ زمین آرا ضعی
لگان پٹی داری حقیقت کے مقدمے کبھی سننے ہی نہیں فرض کوئے لے
نہے۔ وکیل صاحب کارنگ زرد ہو گیا۔ مگر حکیم جی کی طرح مجبوظ
تو تھے ہی نہیں کہ بلبل اٹھتے نہایت متانت سے فرمایا کہ
سبحان اللہ بڑے مسکین آدمی یہاں بستے ہیں مگر دل میں
افسوس ہوا اس نیم نام دھوم دھام سے آئے اور
یہاں وہی ڈھاک کے تین پات انکو بھی چھوڑا اور یہاں
اور طرف چلے۔ دیکھا کہ چار پائی پچھائے شہوت کے پیڑ
کے تلے ایک صاحب بیٹھے حقہ اڑا رہے ہیں پوچھا آجکا
اہم شریف۔ فرمایا گنام۔ پوچھا مسکن فرمایا۔

در ویش ہر کجا کہ شب آمد مرے دوست

پوچھا پسند فرمایا خون جگر کھانا۔ آغا آپ شاعر ہیں۔ یہ لکھنویان
آزاد بھی چار پائی کے ایک کونے پر بیٹھ گئے حضرت حقہ تو بندے
کے حوالے کیجئے اور آپ اپنا کلام سنائیے۔ بسم اللہ شاعر
موصوف نے بہت کچھ حسین و چنان کے بعد پرایا کلام

اپنا لکھریوں سنایا۔ ۵	ٹال جاتے ہیں جو بوسہ مانگو	بات مطلب کی چبا جاتے ہیں
گفتش لے مہ شیب از من رہے تا بدین چہ سود	بارک اللہ خدا کی قسم زبان جو مے بہ بوسے کے لئے چبا نا بھی کیا خوب ہو ۵	
گفت گستاخانہ برے من آن دیدن چہ سود	پھول کا جام پلا اوسا قی	کمانٹے تالو میں پڑے جاتے ہیں
گفتش رویت گل ست دگل برے دیدن ست	ابا بابا۔ پھول کے لیے کانٹے ۵	
گفت برویدن وکان عاشقی چیدن چہ سود	لنگھی کے نام سے ہوتے ہیں خفا	بات لکھی ہوئی اچھاتے ہیں
گفتش عشق گل رویت مگر باشندگہ	ننگہ رسم کبھی تو کیجئے	کوئی دم رحم بھی فرماتے ہیں
گفت این رفزیت بہان فاش نالیدن چہ سود	ساتھ لاتے ہیں رفیوں کو ضرور	
گفتش نالیدہ ام کز جور تو رنجیدہ ام	دل دکھانے کو وہ عقل آتے ہیں	
گفت چون عاشق شدی بر جور رنجیدن چہ سود	اسکے بعد شاعر نے پوچھا کیوں حضرت یہاں کے روسا میں کوئی	
گفتش بر جور نا فمیدہ گشتم مبتلا	قدردان شعر سخن بھی ہے۔ یہ نہ پوچھیے یہاں مار ڈاڑھی البتہ ہتھ	
گفت این رسم قدیم ماست فمیدن چہ سود	میں کتاب یا کتب فروش شاعر۔ یا منشی کی صورت سے نفرت	
گفتش فمیدہ نا فمیدہ گشتم مبتلا	ہی یہاں کے روسا سے کچھ بھروسہ نہ رکھیے وہ شعر و شاعری کے	
گفت بس لے عقل مغز ماخراشین چہ سود	قریب نہیں بٹکتے۔ لاول ولاقوہ۔ تو بہ آنا ہی بیکار سوا اجی	
سبحان اللہ حضرت آپ تو شاعر غرا ہیں۔ عرض کروں حضرت	اسمیں کیا شک۔ لاول ولاقوہ۔ لے صاحب آخر کوئی صافی مذاق	
شاعر غرا ہونا تو حال ہی مگر آپ قدردان آدمی ہیں۔ ورنہ شاعر غرا	بھی ہی۔ اب آپ تو ملتے ہی نہیں۔ یہاں قدردان خدا کا نام ہی۔	
تو عرب میں مبتنی اور امرا اافیس۔ فارس میں سعدی خاقانی		
فردوسی و انوری۔ ہند میں کالیداس اور کبراج اور اردو میں		
انیس و دبیر آتش و قیر گز رہے ہیں باقی خیر صلاح۔ اچھا حضرت		
کچھ اردو کلام تو سنائیے۔ بہت خوب۔ ۵		
داغ دے جاتے ہیں جلتے ہیں	یہ شگونہ وہ نیا لاتے ہیں	
سبحان اللہ داغ کے لیے شگونہ کیا خوب۔ (تسلیم)		
یار تک بار کہان پاتے ہیں	راستہ ناپ کے رہ جاتے ہیں	
کیا بول چال ہی کیا روزمرہ ہو (اداب)		
بہر جنون وشت نہ دکھلائے کہیں	آج تلوے مرے کھجلائے ہیں	
اوہو ہو۔ کیا زبان ہو۔ سبحان اللہ حضرت۔ (کوئٹہ)		

آٹھون کا میلہ

وہاں سے جو میان آڑو تیر کی طرح روان ہوے تو راہ میں دیکھا کہ کئی مسافر لڑے پھندے جا رہے ہیں۔ کیوں بھی ہو وقت کہان لکھنؤ لکھنؤ ایہ کیوں کیوں کیا! آٹھون کا میلہ ہی یا نہیں اس دھوم دھڑکے کا میلہ دیکھنا نہ سنا ہاں اتنا اب ہم بھی چلتے ہیں مجرم الحرام ہم بہار بسنت کے تو خوب مزے اڑائے اب چلیے یہ میلہ بھی دیکھ لیں۔ کیا جانے پھر باقی چھوٹے کھوڑا چھوٹے۔ یہ لکھنویان آڑا بھی لکھنؤ چلے۔ نور کے ترکے داخل سبحان اللہ کیا صبح ہے۔ عارفان حق پرست کے دل کی طرح نورانی۔ اور باطن میں اہل تصوف کے

مثل مہبط فیض ربانی جہد و کھیت کی اور نور۔ جہد و جہاد و لطف اور
سرور سلطان خاوری کے تاج زرین کی چمک اور اشعہ زرنگار
سے ذرون کی جھلک نمودار۔ درو دیوار سے آئیہ و جھلنا آئیں
ضیاء آشکار۔ شنبہ کا دن جسکی شان میں نصی نے کہا ہی۔ دکھ
مکتب خانہ ہار روز بازار از دست و اطفال دبستان بقی آمو
او۔ الفت اچھ زبانان ست و لفظہ اولیں پرکار دوران و دیکھتے
کیا ہیں کہ صبح ہی سے میلے کارنگ جہا ہی۔ نخل بہار کی نشوونما
غٹ کے غٹ غٹ کے غٹ۔ شہدے لفظ۔ ٹوٹے بچے
گرہ کٹ جیب کرتے۔ چریسے مدکیے۔ گنجیے بھنگیے۔ شریف و
زیرک و دبیب سب جوق جوق اندھے آتے ہیں۔ تادان ہواد
رہوار باد رقا رفس زرنگار۔ ٹوٹھوڑا سب خرا مان خرا مان
پوقدے آتے ہیں۔ گبھی بر گبھی ٹوٹی پڑتی ہے۔ گاڑی سے گاڑی
لڑتی ہی۔ ٹیلیون جھیل جھیلون کی بن آئی۔ گاڑھی بوٹی چڑھائی
بن ٹھون کے چھیلا بن کے میلاد کھنے چلے۔ بالون میں خاکا تیل
چھوڑے کچل سیٹ کا دھائی رد مال اڑھے دو انگل مانگ
کھوے بانڈی سے پٹان جامے گھڑی لگائے۔ وارھی چوٹھا
کلے میں گلوبند و لفریب شربی کا انگر کھان کا زیب پانون
میں مخملی جوتی۔ کاشانی یا سوتی بقمے اڑائے آنکھیں لڑاتے
جا رہے ہیں ادھر ادھر نظارہ بازی کر کے مسکرا رہے ہیں
فس پر ہار و ٹھٹھے سے میٹھی ہیں۔ مگر بند۔ ہٹو بچو کا شور بلند
ساقیوں کا بازار گرم کسی نے دوکش پیے نکا ہتھیا یا۔ ساقیوں
کی دکانیں دھوان دھار۔ تنبلیوں کے بیڑے مزے دار
کان میٹھے کی سرگوشی۔ حجام کی رو نمائی۔ برف داے کی سرد مہر
سکر لون کی ہانک۔ آنب کے مجے کی مکھ ہیں۔ کابل کا میوہ
رس بھری۔ تابے گلابان شہوت۔ بوٹ لوہرے بھرے

بوٹ۔ کسی طرف سرمہ سی شیشہ کنگھی دیا سلائی کی ڈیا ہے
بخشی بھولا ناٹھ کا باغ میلے کا چشمہ چراغ ہے۔ ٹکیٹ لے کا
تالاب ہزار دن میں انتخاب لاکھوں میں لاجواب ہی جو سبیل
و کوثر کو شرمائے۔ تسنیم دیکھے تو پانی پانی ہو جائے۔ عجب
لطف و سما ہے۔ ہزار ہا تاشانی تالاب کے ارد گرد بستر چائے
کوئی دری کوئی زین پوش بچائے بیٹھا میلاد دیکھ رہا ہے۔ کوئی
جہانیاں جہان گشت چکر لگا رہا ہے کوئی ہوا کھاتا ہے۔ ایک
فس پر ایک جوان رعنا ڈھوہ کا ڈھوہ کچپس برس کا سن چلنے
پھرنے کے دن لدا ہوا جا رہا ہی۔ کوئی ٹٹو کو رخ فتح کرتا آ رہا ہے۔
امر کے لڑکے زیور سے گوندنی کی طرح لڑے ٹھائی خریدنے
میں معروف ہیں مگر ہنگار دیکھ بھال رہا ہی۔ کہ کوئی دست
چالاک ہاتھوں ہاتھ پانون کے گونگر و نہ اڑائے عورتیں لگ
زیور سے متجی گھونگھٹ کاڑھے دیکھی جلی ہیں کہ کوئی بچہ دیتا
نہ موس بچائے۔ تحت اردان آئے ہیں سوانگ کرتب دکھاتے
ہیں۔ شعبہ باز سوانگ لاتے ہیں۔ کوئی دھکتا انکار کھا گیا
کوئی لوہے کے چے کر کر کے چبا گیا۔ برہمن ڈول بے گشت
لگاتے ہیں۔ سقے اور ہشتی کٹھے کھنکھاتے ہیں سپر
نک خوب جھگڑا رہا۔ چراغ روشن ہوئے اور یار لوگ
کھسکے کسی نے مٹی کا ہوا یا کسی نے روٹی کا سنگور۔
اتنے میں ایک ریل آیا تو کھلنے چکنا چور۔ ایک غل چایا کہ
وہ ہاتھی آیا پھیر چھٹ گئی اور وہ دراتے ہوئے چلے۔ مگر
بگڑے دل اپنی جگہ سے نہ ٹلے شربی کا انگر کھا چاہے ان
گاؤ زوریوں میں چرے نکل جائے مگر ممکن کیا کہ بل جائے
اس بھڑ بھڑ میں پولیس کا انتظام خوب رہا چوٹے اچکے جا کر
بچتائے بھلے مانس مزے سے گھرائے۔

ایک رئیس کی صحبت	خزن رازست دھرے بدہان	اہل دل باشند یا رکونار
ہمارے دقیقہ رس اور صبح نفس سلاج میان آزاد کج شرم سے مگر گشت کے لیے چل کھڑے ہوئے ہیں اور اتو فضل بہار میں خون کے پینگ بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ شام کہ شام اودھ بھی اسکے مقابل میں گرد۔ وہ نور کہ صبح بنارس کا رنگ اسکے آگے زرد۔ طو شام روکش زلف مہوشان فرخار۔ سواد سر مکش دیدہ خوبان گلزار۔ ماہ مثل محبوب چارہ سالہ فلک جلوہ افکن۔ حیرت تھی کہ اتنی یہ شام ہی یار و روشن یہ قمری یا محفل طرب کا چشمہ چراغ۔ یہ شب ہی یا نور کا جھلکتا ہوا ایاغ آسمان ہی یا فوان خواہر انوان۔ میان آزاد بادل شاد سیر کرتے پھونک پھونک کر قدم دھرتے مئے مئے چلے جاتے تھے اور بہا ربیع تو تھے ہی قدم قدم پر و جدین آتے تھے۔ چلتے چلتے ایک چمنستان پر بہار گلزار بخار میں گذر ہوا۔ بجان قد جان بود و دیوار ہے لطافت بار ہی کہیں اورد کے ہرے بھرے درخت کہیں تختہ انار ہی جس گل کو دیکھتے ہیں شگفتہ طبع کشادہ حبیب۔ جس بھول کو سونگھتے ہیں مشکبو عنبرین۔ عنادل پر سوز زمرہ پرداز۔ ہر روش گلستان سعدی شیراز جس غنچے کو دیکھو ناز پر درد۔ کوئی سبز کوئی سرخ۔ کوئی زرد کہیں رنگس حیران و قتان۔ کہیں ارغوان و عشق بچان گل شبو صنای مصور بہار کا گواہ اور شمیم شکبار سے معبر از آہ تا بہار۔ گلنار انتخاب فصل بہار۔ کونار خال عارض شاہان فرخار۔	سنگ بر سر نیزند از تنگ آن	نیک تنگ آمد ز کار کوکنار
ناشپاتی کی آبداری و سیرابی۔ شفتا لے آردی و کاروی کی شادابی کچھ سبز کچھ سرخ۔	تو گوئی کہ گل چہرگان فرنگ	کشیدہ بسر چادر سبز رنگ
انارعل آبدار شیرین کار۔ عنبالبالب و ہیران و رشک آب بر روش رشکستان۔ ہر قطعہ روکش روضہ رضوان۔	درد امن ہر شگوفہ باغ	ہر برگ گلے چو شب چراغی
گہما گہما شگفتہ جام ہر دست در ہر چنے بہ چشم بینا	سیرابی سبزہ ہاے نوخیز	از نو تو تر زمرہ انگینر
وسط باغ میں سنگ مرمر کا ایک صاف و شفاف چوتھو اور اسپر فرش مکلف بچا ہی۔ اور ایک رئیس باوقیر صدر محفل خلد نظیر مع رفقاے فرمان پذیر و خرمیٹھے ہیں شعر خوانی ہو رہی ہو اپنا اپنا رسوخ پیدا کرنے کے لیے ہر ایک صاحب اساتذہ بے ہمتا اور شعراے غرا کے چیدہ چیدہ اشعار پڑھ رہا ہی۔	۱۔ دشت عیان ہواک سجھے خاک کا دوسرے صاحب بوئے بھی یہ رنگ پسند نہیں۔ پھیکا رنگ ہی دیکھیے شعر ہم سنایں	بھڑکے ہرن بھی سونگھ کے مٹی نرا کا
۲۔ آبداری تو کہیں خجھر قراں پیدا دو چار حاضرین نے گردن ہلائی۔ مگر ایک صاحب جل مگر کامیاب ہو یہ رئیس گردون مدار کے فراج میں ذیل ہو جائیں تو ہم بھٹی ہی رہیں اٹھوں نے یہ شعر پڑھا۔	۳۔ غنچہ شک دیا ربکار در گرانست	چون غمہ سوال کہ عید رمضانست
در چمن بنگر بہار کوکنار گر چہ انیون و لیش را برین کشید نشہ وارد معرہ از خار	لالہ غلطان در کنار کوکنار کم نشد زان اعتبار کوکنار شوخی پر کارے نگار کوکنار	

<p>خاک پاک شیراز وحش اللہ - خیرہ شعر تو سناؤں سے</p>	<p>اکثر مصاحبین نے سپرد وجد کیا سبحان اللہ - چون غرہ شمال</p>
<p>تا گرد ماہ سنبل مشکین نہادہ</p>	<p>کہ عید رمضان ست ہکتا خوب کہاؤ -</p>
<p>بر عارض قزاق زلف سمن چاکست</p>	<p>اتنے میں رئیس والا تبار نے فرمایا کہ جام و مینا کی تعریف میں</p>
<p>دان خال نازنین تو رہے دفتر</p>	<p>کچھ شعر سنائیے -</p>
<p>جانہا حیات یا نت زحس کلام تو</p>	<p>۴۔ ساقی سرقد باجوز جابر خیزد</p>
<p>اور زیر لب چہ شیوہ شیریں نہادہ</p>	<p>۵۔ میر و دغندہ زنان باز صراحی بکھ</p>
<p>فریاد ہائے قاسمی از آسمان گذشت</p>	<p>۶۔ اعجاز باجمی کہ مسیحی بصد نیاز</p>
<p>زین جو رہا کہ شیوہ آئین نہادہ</p>	<p>۷۔ کہنہ بہر چہ شود پیشترش میخواست</p>
<p>رئیس با وقار نے اس غزل کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ بھی</p>	<p>۸۔ مے شراب ارغوانی ساقیا</p>
<p>ہمیں تو آتش اور حافظ کا رنگ دل سے پسند ہے -</p>	<p>اتنے میں ایک صاحب کو جام و مینا کا کوئی شعر اس وقت یاد</p>
<p>مردوں کا کچھ مجنون کے مثل طوطا</p>	<p>نہ تھا فراتے کیا ہم جنور گردن کی تعریف میں بخف قلی بگئے</p>
<p>جیال برکی چلا جو گستاخین جھوم کر</p>	<p>کیا جادو بیانی کی ہے - اہا ہا -</p>
<p>رفقا اور نیموچڑ ترے بول اٹھے کہ بجا ہو خداوند آتش کی سی</p>	<p>از لطافت یتوان چون لور در فانوس بی</p>
<p>زبان کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی - یہ روز مرہ کمان سے پائیے</p>	<p>از بیاض گردن او شعلہ آواز را</p>
<p>وہ تو وہ آگے تلمیذ سعید و رشید صبا کے محاورات اور بول چال کو تو</p>	<p>سبحان اللہ کا دنگلدا برسنے لگا - اور کئی منٹ تک لوگوں نے</p>
<p>دیکھے -</p>	<p>تعریف کی تب تو ایک بزرگوار نے اونکا رنگ بھیکا کرنے کے لیے</p>
<p>نہایت جوش پر دریا ہوا اپنی طبع موزوں کا</p>	<p>یہ شعر فرمایا -</p>
<p>جہان میں شور و طوفان آب و زمین کا</p>	<p>خون عشاق بران گردن ہمیں باشد</p>
<p>ایک صاحب نے کہا خداوند نعمت فصاحت اور جادو و طرازی</p>	<p>چون بیاضے کہ پیراز معنی رنگین باشد</p>
<p>میں ایسے مہرور - بول چال میں آتش مغفور - خیالات میں ناسخ -</p>	<p>واہ وا سبحان اللہ خون کے لیے معنی رنگین - وا اللہ اس لفظ</p>
<p>میں ذوق - عاشقانہ رنگ میں مومن - بلاغت میں دبیر - ستارہ</p>	<p>سے شعر میں جان بڑی - اچھی طبیعت لوگنی خداوند یہ کسی کا</p>
<p>میں میان امانت - مثنوی میں نسیم لکھنوی - واسوخت میں عیشی</p>	<p>ہمیں - حضور پر ہشتار سینے کا - میں نے ایک شیرازی کے سنے</p>
<p>ریختی میں بیدل - محلات کی بول چال میں حکیم نواب - خدا جانتا ہو</p>	<p>پرٹھے برب کہہ کہنے لگا کہ این قال شماست - میں نے جو کی راہ سے</p>
<p>کہ قلم توڑ گئے - اور سرور میر و تو خدا سے نترختے - ذرا اس</p>	<p>کہا کہ بابا کہ شاعر نیستیم - منیدائیم کہ کیستیم - پھر اصرار کیا کہ کلام</p>
<p>بول چال کو دیکھیے -</p>	<p>خوش بر خوان - عرض کیا بندہ کم کم می گوید نہ قابل سماعت نفسا</p>
<p>وہ مسخ مسخ پیاز سے ہناری کا بکھار - سڑیلی جھکا - شیر مال</p>	<p></p>

<p>سپرستم عطار و قلم - آسمان خیم - ستودہ شیم - عالی ہم - کیوان ایوان - فریدون مکان - دادرس مظلومان - سبحان طلا انوری بلاغت - بوعلی ذکاوت - حاتم سخاوت - ہسند یار شجاعت - زینت و سادہ دولت - زیب انجمن خست - صفا اخلاق - عیم الا شفاق - ۵</p>	<p>شکرت کے رنگ کی خستہ بھڑی ایک بار کھائے نان نعمت کا مرہ پائے - ہر کنجش کی وہ تیکھی حقون کہ آدمی صورت دیکھتا ہے عجب حسن سے بات نہ کر سکے - سنگرین پرزادہ سر و قامت رشک شمشاد کا لون میں انواع و اقسام کے میوے ترینے سے چنے - محاورے اُنکے دیکھے نہ سنے کبھی کوئی پکار اٹھٹی میان یہ ٹکے کو ڈھیر لگا دیا ہی - خواجہ حیدر علی آتش کی آتش بانی شرافشانی سے دل جلون کے سینہ میں سوز و گداز ہی مرد قانع شاعر متاثر ہی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے اُٹھ کر ایک کاغذ رئیس جم جاہ کی خدمت میں پیش کیا - رئیس - یہ کیا ہی بندہ نواز -</p>
<p>نیر آسمان عز و علا کو کب برج دولت و انبال زیرک و درک و فہم و عقل در دریا سے بہت و جرات گل شاداب بوستان نقا آفتاب سپہر مہر و وفا گو ہر برج غنیمت و اجلال منشی بے بدل شکیل و جمیل سردن جو دو مخزن نصفت لبیل شاخسار بزل و عطا</p>	<p>شاعر - حضور کی شان میں کچھ نثر پریشان کہی ہو اور کچھ شعا موزون کیے ہیں - اب لگے فارسی میں گفتگو کرنے - خداوند چہ گویم از نفسی و تنگدستی نوبت کار و باستخوان رسیدہ نان گریہ بر تیری دوزم اگر قصیدہ ہذا کہ بیش از مرخفات نیست پسند خاطر عاطفانہ و مولد و در نہ فیض خدا حافظ و ناصر ست زیادہ بجز دعا سے دولت بندگان عقبہ عالیہ متعالیہ چہ گویم رئیس نے ایک مصاحب کو اشارہ کیا کہ بڑھو - اُٹھو یون پڑھنا شروع کیا -</p>
<p>اتنے میں میان آزاد چپکے سے بول اٹھے کہ یہ چورن والے کی باقی ہی یا امیر خروہ کی کمائی ہے حضرت دم پھرانے لگا - اب اکبھن ہوئی ہی - یہ دُجالہ توصیف - اتنی خیر - حاضرین جلسہ نے تہقیر لگایا - اور اُنکو بھی چوتروہ بڑھایا اور پھر وہ زٹل قافیہ شروع ہوا - والا نزا - پاک ہذا - سر و قامت گل خیار سہی قدماہ غدار سنبل مو - خورشید رو - کاکل درج و تاب بلبل را دل از مشاہدہ جمال کباب - یا قوت لب سیم غنیمت - ماشا اللہ لب فوق از ظہور برت و تماشا گاہ حور - چاہ ز نندان از نمود و پیش مصدق نور علی نور - از خجالت ابروان خدا تو س فرج گوشہ پذیر و از خوف سنان قمرگان تیر بہ دامن زگرسان گیر چشمانش رشک غزال ختن و شیر فگن - سلک ندانش خجالت وہ در عدن و عقیق مین ماہ کامل بمقابلہ عارض صاف آن دریا دل و اغدا و ہر زرنگار پیش رے آن والا تبارش سر سار چکی کی کہ اسطوبہ الیوس بقراط و بطلمیوس را در مطبش لیاقت نسخہ نوشتن نیست و بوعلی بن سینا را پیش او مجال دم زدن نہ بہ تصدیق می گویم کہ در علم</p>	<p>تعالی اللہ چہ دولت از مشب کہ آمد ناگهان و لدا رم مشب روزے بپائے رسیدیم دیدم کہ بلبل خوش نوا برگ گل در نقا داشتہ دروے سخن بمانودہ می سراید کہ می مرد خدا ما کہ سبب جنت و حیوانیت دور از تصور حضور موفور السرور سرتاپا نور حاجت روا جمہور اکلیل تاج ارجندی در رخسار سر بلند ی - کان سخا - جان وفا - مزین مسند علم و افضال - رونق محفل ہنر و کمال حمیدہ فضائل پنجستہ جمال - مرتخ جلال - سکندر اقبال - ماہ خدم</p>

منطق بہ تصورم در اشکال انواع انسانی مثل آن صاحب کمال
کسے نتیجہ بخش بدیہی نہ گذشت - ۵

اگر رفیع المرتبت عالی نسبت مقام
مہر تابان دائم با اینہما شکوہ
حسن بود و قیاسے رخ چون باہ نو
از نیب قہر تو ز لال شال شاخ بید
گرد ہی ترتیب ہم راحت عیش و سرور
از ادب پیش تو کے ہر کس انداستا

ایافتہ از فیض بایت زین ہم چشم
برور دولت سہریت مینا لیتہا
چون لہنی با ہزاران دیدہ مانید ام
زیر قدرستم و سفند یار و زائ سام
چون گداجشید کید و ریت محجاج
چون کند اقبال بانی در شغل غلام

اسپر ایک شخص نے جبے دان توں فرمایا در بانی در کی ایک ہی کمی ہے
چون نیکو دام از خلق تو یاد شمال
ایک مصرع کی کٹ گئی ہو دم
گر کئی جولان سمند باد پار اور نرو
از صبا و سپگلہ نت سہی فرق ستا

واہ واہ اسپ گلگون کیا خوب فرمایا اور ہاں بھی کلمہ تنبیہ چھایا
نفرہ طے الحفیظ والا مان گرد و بلند
دشمنت در بر جو را گرد جو بد حفظ جان
ابا ہا ہا - کھیر خوب موقع پر یاد آیا اس سے تو یوں ہی کہا ہوتا کہ
چون خیال ترک نہ دو نیم تیغ سبز فام -

شیر می رسد چو ز از خوف عدل داو تو
حاتم طوطی میدان بخشش پیش تو
بارک اللہ مصرعہ ثانی کیا مختصر موزون ہوا ایک فقرہ ابن السخی اور کیا
تو مصرعہ ابن الشیطان کی آنت بن جاتا - ۵

عادہ غریبا و از جو ہر دم شناس
ماشاء اللہ جو ہر دم شناس چھی ترکیب ہی - شیخ نہیں کہ گئے ہیں
در زبان آفرین غریبا کی لے مہلک سکون عین لطف شاعری اور ثروت

کمال شاعر ہو - ۵
فخر شعرے زبان حال دم چین ہند | اسیکند ختم دعا و ختم کل ختم کلام
اس مقطع کے قربان - یہ تعالیٰ تو جائز ہی ہو - نظامی ہمیں کہ گئے ہیں

نظامی بسا صاحب آوازہ
کہن گشتہ و ہمچنان تازہ

ضعیف الاعتقادی

کوچہ گردون کے پشت پناہ - رہ دور دون کے قبل گاہ قہر و
وحشت کے شہنشاہ دیہا میان آزاد کو ایک دن شوق چرایا
کہ کسی مسجد میں جا کر نماز دو گانہ پڑھیں - سوچے کہ آج یوم النجہ
روز آوینہ ہی کیتون میں یہ آزادی کا سکے بٹھاتا ہی - مسجدوں میں
اسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہی - آج کے مبارک دن سے سبزہ
وکل بھی ہزار زبان سے دحدہ لا شریک لہ گویاں ہے بلبل
رنگین گفتار کو وظیفہ معشوق حقیقی در زبان ہی - طاؤس طائر
فرط طرب رقص کنان ہو طوطی مش حلہ پوشان جناب سبز پوش
ہو - صوفی صافی نشہ بادہ ما عرفناک حق معرفتک میں سرخوش
و دہوش ہو - جہر دیکھو تسبیح کھٹا کھٹ چل رہی ہیں شراب
عرفان کی ٹھوہرین جوش سے ابل رہی ہیں - بارک اللہ کیا روز
برکت آثار ہو کہ ہر وہ دیوار فیض بار ہے - جمعہ رہ گم کردگان
بادیہ ظلمت کے لئے چراغ سراغ ہے - جمعہ عرفان کا چھللا
باغ ہے -

میان آزاد ایسے مزے میں آئے کہ معا جیل کھڑے ہوئے
دیکھتے کیا ہیں کہ بڑے بڑے زبا و اور مولانا با عالم و فضل دلنا
اور قاضی مفتی شیخ و شاب عمامہ فضیلت بر سر اور قباے
معرفت در برابر جہہ و دستار بعد فخر و افتخار چلے جاتے ہیں
چہرے سے نور آتی برستا ہی - اتنے میں دوزبان ساغر نوش

بھد جوش و خروش جن اور چڑیل کی باتیں کرتے انکے قریب آئے ایک عجیب و غریب دوسرا لاغر۔

لیجیم۔ یا تم تو مغز کے بھیجے کے گودے کے کپڑے تک چاٹ گئے بڑے بکلی ہو۔ لاکھوں دفعہ سمجھا یا کہ یہ سب ڈھکوسلا ہی مگر بھین تو کچے گھر کی جڑھی ہے۔ تم کب سب سننے والے ہو۔ مرد آدمی یہ سب لغو باتیں ہیں واللہ بنی ہوئی باتیں ہیں۔

لاغر۔ قبلہ مرد آدمی تو خواہ مخواہ آپ ہی ہیں۔ ماشاء اللہ صاحب تن و توش واللہ کینڈے بنے ہوئے ہو۔ یا کس چکی کا پیسا کھاتے ہو موٹے آدمی تو بہت دیکھ ڈالے مگر اللہ ہی جو ایسی کلائی ایک کی ہوشا پاپٹا پڑتا ہے مگر استاد یاد رکھو۔

اسپ لاغر میان بکار آید | روز میدان نہ گاؤ پر داری

جیسے تم بھدے ویسی بھاری عقل بھدی۔ لیجیم۔ بجا ہی پیرو مشد۔ یونان کے حکما کا سرتاج تھیو لزیجی بڑا تن و توش کا آدمی تھا۔ مگر اچھے اچھے حکیم اریبا و علمائے ادب اسکے سامنے زانوئے ادب نہ کرتے تھے۔ یہ بحث میں موزوں اور دبلے سے کیا واسطہ اگر آپ بھوت پریت دکھا دیں تو ٹانگ کے راستے نکل جاؤں۔

لاغر۔ ہاں۔ یہ دعویٰ بھی پرہیزوں ہی کا تذکرہ ہی کہ میرے ایک ساتھی نے آدھی رات کے وقت دیوار پر ایک چڑیل دیکھی جو بی تابان اور چیخے کامو بان۔ بال بال موتی پر دے ہوئے یہ سب مار پرے رہے منکے تک نہیں مگر آپ کہہ دیجئے بھوت ہے۔

لیجیم۔ بھائی یہ سب غیب ہے۔ یہ وہاں وہ بلا ہی جو صورت بنا اور سناٹے حس و حرکت دکھائے۔ چلا پھراے۔ واہمہ خلاق ہو آپ کیا جانیں۔ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن کی تو پیدائش ہے آپ کی۔ اور میان کو رو با تون کی ایک بات یہ کہ بے دیکھے

ایجانب نہ پتیا میں گے لوگ بات کا بتنگڑ سوئی کا بھالا۔ بڑو کا نالہ بنا دیتے ہیں۔ ایک بھی تو سنا تو لے لغو۔ پتا کھڑکا اور بندہ سرکا اور آپ ایسے ڈھمل یقین حضرات کا تو کہیں ٹھکانا ہی نہیں جو سنا فوراً تسلیم کر لیا۔ برہان و دلیل سے سرکار نہیں۔ رات کو درخت کی پھنگی پر بندر دیکھا اور روح فنا ہو گئی کہ پریت جھانک رہی ہوئے اور ٹیڈو لیا۔ کلبلائے اور گلا دلوچا۔ ذرا بے اور پتا آئی اندھیرے گھپ میں تو یوں انسان کا جی گھبراتا ہی۔ اور جو بھوت پریت کا خیال جم گیا تو ساری چوڑی بھول گئے۔ ہاتھ پاؤں سب بھول گئے۔ بلی نے میاؤں کیا اور مرغ روح نفس تن سے پردہ اڑ گیا۔ چوہوں کی کھڑ بڑ سنی اور بل دھونڈھنے لگے اب جو چیز سامنے آئے گی پریت بن جائے گی۔ اس حشر قربان۔ میان بندہ درگاہ سب پڑیل چکے ہیں۔ کئی جن ہم آتا ہے کئی چڑیلوں سے ہم نے محلے خالی کر لئے جہاں بس بونے کھوڑی پر جمائے اور پریت لچہ سینھا لاریاں ہم جیتے جاگتے بھوت ہیں اور پڑھے لکھے جن۔ یہ سب ڈھکوسلا ہی ڈھکوسلا کوئی ہم پر بلائے تو خائیں اور یوں گپ اڑانے کو کیسے تو ہم بھی بے پر کی اڑانے لگیں یاد رکھو یہ عامل اہل سب رنگے سیار ہیں۔ ۶۔ روٹی تو کھا کھائے کسی طور چھندر + بندر نہ پائے مرغ نہ تو پتا پتنگ نہ چھپکائے۔ بھوت پریت ہی جھاڑنے لگے اتنا نہیں سوچتے کہ بھوت پریت چڑیل برمجہ راکس کو مانو تو پھر لونا جاری اور شا تیتا بیتا کی بھی بیعت لاؤ۔ اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ لونا جاری کو کوئی بھی مانے گا۔ ارے غضب۔ ارے ستم۔

لاغر۔ خیر اس تو تو میں میں سے کیا واسطہ۔ چلیے ہمارے ساتھ یاں سے کوئی دو تین کوس کے فاصلے پر گانوں کو دہان ایک صاحب ہتے ہیں اگر آپ کی کھوڑی پرانے عمل سے بھوت نہ چڑھ بیٹھے تو گدھے کے

پیشاب سے مونچھ مٹا ڈالوں کہنے کا شریف نہیں چارہ پیل ب
چلے۔ دعویٰ بے دلیل کے مہل ہوتا ہی۔ بندہ بدیہی بنوٹ دیگا۔
آپ نے تو جہان ذرا سی چڑھائی اور بس کہنا شروع کیا کہ سب
پوچ۔ سب پہنچ۔ پیرو پیرو۔ دیوی دیوتا۔ جلوت پریت۔ جو قصو
شیطان۔ غیبت۔ ہشت دوزخ تک آپ قائل نہیں لیکن
آج ٹھیک بنائے جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ دونوں اُس گائون کی طرف
چلے۔ میان آزاد تو دنیا بھر کے بھیکرے تھے ہی۔ شوق چرایا
کہ چلو سیر دیکھ آؤ۔ ابھی دل لگی ہوگی۔ یہ بھی ان خیالات قیاد کی
کے جانی دشمن تھے اب کہاں تو مسجد جاتے تھے کہ نماز دو گنا نہ
بڑھیں کہاں چھو چھکے کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ مسجد کو دور ہی
سے سلام کیا اور سیدھے سراچلے۔ ارے کوئی اگر کرا یہ کو
ہوگا۔ کوئی ارے والا ہے۔ ارے میان کوئی بھٹیا راگہ بھاٹے
کر گیا۔ جی ہاں کہاں کو جائے گا۔ کہاں کو۔ سک جلدی پور
کیا دیکھئے گا۔ پہلے گھوڑا کہہ تو دیکھیں۔ گھر گھوڑا انخاس مول
وہ کیا کمائی دار کہہ کر اٹھتا ہے اور یہ سرنگ گھوڑی ہے۔ اے اے!
تو یہ۔ مرل۔ دُبی تلی۔ ہڈی ہڈی گن لو۔ یہ تو کوئی نو دن میں
اڑھائی کوس چلے گی۔ کون ہا۔ یہ گھوڑی۔ واہ ہور۔ ہوا سے
بائیں کرتی جاتی ہے۔ بیٹھے اور وں سے پہونچے داہ وا۔ گھڑیا کیا
ریل کا بجن ہو کہ چلتے ہی الوپ بجن ہو جاتی ہے۔ اچھا اسو چار گنے
دینگے۔ دھیلی کے پیسے لین گے۔ میان آزاد دوسری طرف چلے۔
پھر پلٹے اچھا پانچ آنے۔ ناہین کھداوند۔ سات گندے سے
کوڑی کم نہ لین گے۔ اچھا اسو۔ اتنے میں میان آزاد نے ایک ص
سے بوجھا کیوں حضرت اس گائون کو سک جلدی پور کیوں
کتے ہیں۔ بندہ نوازا سکی بڑی داستان ہی ایک صاحب تھے
شیخ جمال الدین اُنھوں نے گائون بسایا۔ اور شوق چرایا کہ

اپنا پورا نام رکھ دین۔ شیخ جمال الدین پورا نام رکھا۔ گنوار آدمی
شیخ جمال الدین کیا جانیں۔ اُنھوں نے شیخ کا سک اور جمل
کا جمل اور الدین کا دین کر دیا اتنے میں ارے واے نے
آواز دی کہ یکہ تیار ہے۔ میان آزاد جلدی سے ارے پر سوار
ہوے اور کہہ کر کھڑا تاجلا۔ اٹناے را۔ زین اُنھوں نے
بوجھا کہ کیوں بھئی دن بھر میں کیا مل رہتا ہوگا۔ اے ہجور اب
رُجگا کہان صبح سے شام تک جو ملا پرند پرندم۔ دوڑھائی
آنے جو رکھا گیا۔ دو تین گندے گھر کے پنج میں گئے دھیلے
پیسے کا سلپھا تا فوڑا یا۔ پھر موچی کے موچی۔ مہاجن کے
چپیس رو پیچھ مینے سے بیاک نہ ہوے اور جو کہیں کچی میں
چار پانچ کوس لے گئے۔ تو پھیان دھنس گئیں پنجنی ہال فھر
ورے انجنر سب نکل گئے۔ دو چار کے ماتھے گئی۔ اور میان
رُجگا تو تھاری سلامتی سے تب ہو جب یہ ریل اڑ جائے۔
اسے سب رُجگارے ڈالے۔ اب آپ ہی نے سات گندے
جلدی پور تک کے دیے مل تین چکر لگا کر۔ یہ تو رُجگارہ گیا ہے
مل مل کے پسینہ نکلتا ہے۔ کوئی دو دو نے دو گھنٹہ میں میاں آزاد
سک جلدی پور پہونچے۔ پتا تو اتنا کچھ معلوم ہی تھا۔ سیدھے
چلے اور عامل کے مکان پر کھٹ سے داخل۔ اٹھا اٹھا بڑی
بھڑ ہے۔ خلقت ہو کہ اٹھی چلی آتی ہے۔ عورت مردوٹے
بڑے ہیں تماشا میون کا تانا لگا ہی۔ ایک آدمی سے اُنھوں نے
بوجھا کیا آج بیان میلا ہی۔ ناہین میلا ویلا ناہین۔ ایک نہی کے موڑ
پر آج پریت آئے ہے۔ تون مہارو وینر و سب دیکھے آوت میں
ہاں ہے دل لگی۔ اس جھنڈ میں اُنھوں نے اس سیم سیم آدمی
کو ڈھونڈھ نکالا۔ جو دعویٰ کر کے آئے تھے کہ بھلا ہم پر
تو کوئی پریت بلا دے اور تنہا ایک گوشے میں

لے جا کر یوں کہا۔

آزاد۔ میان ہم اسوقت مسجد کے پاس تمھاری چھوکیاں
کان دھڑکے سن رہے تھے۔ برب کعبہ جو آج تک ہم بھی بھوت
پریت کے قائل ہوئے ہوں۔ یار اب کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیے
کہ اس عامل کی فلمی کھل جائے۔

لحیم۔ اور میں آیا کس فکر میں ہوں۔ آپ خاموش زمین دیکھیے
میں ابھی ابھی ٹھیک بناتا ہوں۔ ساری مشیخت کر کر لی ہو جائے
تو سہی آج ہی تو پھنسے ہیں چٹا گلخرو۔ ایسا دباؤن کر چھٹی کا
دودھ نکل پڑے۔ اب ہم ایک سے دو ہوئے۔

اتنے میں عامل صاحب عباسی تہ بند باندھے لمبے لمبے بال
برٹھائے حنا کا تیل پڑا ہوا۔ پٹیاں جمی ہوئیں۔ مانگ نکالے
کھڑاؤن پہنے تشریف لائے۔ آنکھوں سے جلال برستا تھا جسکی
طرف نظر بھر کر دیکھا وہی کانپ اٹھا۔ کسی نے قدم لیے کسی نے
سری ٹیک کی اور آنکھوں نے غل مچا نا شروع کیا کہ دھونی میری
جلتی ہے۔ جلتی ہو اور جلتی ہو۔ دھونی میری جلتی ہو۔ کھڑی ٹھوہن
اور چہرہ دھبی داڑھی لمبے گیسو والا ہے۔ لمبی زلفوں والا ہے۔ میرا
درجہ اعلیٰ ہے۔ جھوم جھوم کر جو آنکھوں نے ہانک لگائی تو حوالی
موالی سب سناٹے میں ہو گئے۔ ایک دفعہ ہی باؤر لینڈ پکارا
کہ کسی کو دعویٰ ہو تو آکر کشتی لڑے۔ ہاتھی کو کر دوں تو جنگلہ لڑ کر
لوک دم بھاگے (خم ٹھوک کر)۔ کون آتا ہے۔ اب سنیے کہ
پہلے سے ایک شخص کو سکھا پڑھا رکھا تھا وہ تو سدھا ہوا تھا ہی
جھٹ کھڑا ہو گیا۔ ہم لڑنے لگوں نے دیکھا کہ ایک ڈنڈ بیل
کشتی گیر مقابلے کے لیے کھڑا ہوا ہے۔ تین انچ کی دبیز گردن۔
گینڈا بنا ہوا۔ فدا ہی خیر کرے۔ مگر عامل کی وہ ہوا بندھی
تھی کہ لوگ اس پہلوان کی حالت پر افسوس کرتے تھے

کہ میدھا ہے۔ عامل جنگیوں میں زور سے چڑھ کر ڈالے گا
الغرض دونوں آنے سانسے آئے۔ اور عامل نے گردن
بکڑے ہی زمین پر پڑے پکا۔ وہ مارا کا دو ٹکڑا برس گیا اور
پہلوان پندرہ منٹ تک بیہوش بنا رہا۔ میان آزاد نے
لحیم سے کہا کہ یہ ملی بھگت ہے اسی طرح گنوار مقصد ہو جائے
آنکھوں نے کہا جی میں ایسے مزدوروں کی قبر تک واقف
ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میان عامل نے پھر اڑتے
ہوئے ہانک لگائی۔ کوئی اور زور آزمائے لگا۔ میان آزاد نے
آؤ دیکھا نہ تاوچٹ لنگوٹ باندھ دھم سے کود پڑے۔ آؤ استاد
ایک ایک پکڑم سے بھی ہو جائے تب تو عامل صاحب چکرائے
کہ یہ اچھے بکڑے دل لے۔ پوچھا اب انگریزی خوان ہیں۔
آزاد نے کڑک کر کہا حضرت میں مفتخوان ہوں۔ بس اب
سنجیدگی میں آ گیا۔ یہ کہہ کر گھٹنا ٹیک کر قدامت کے سج پڑا
چارون شانے چپ۔ عامل زمین پر دھم سے گرے انکا ٹرنا
تھا کہ میان آزاد چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ اب بتاؤ بچا کاٹ لون نا
کرت لون کان۔ باندھوں دم میں مندا۔ ہاتھ تیرے کی عامل
بنے ہیں۔ لحیم نے جھپٹ کر آزاد کو گود میں اٹھا لیا وہ استاد
کیون نہو۔ میان عامل کی ساری شیخی خاک میں مل گئی گنواروں
کا عقیدہ جاتا رہا۔ بیچے کو اسی دن گائون چھوڑنا پڑا
صحراے دشت نوردی کے گرد باؤزی جو دت وقاد میان آزاد
اس رنگے سیار عامل کو ٹیخنی بنا کر اور گائون کے ڈھلے پھین
گنواروں کو سیدھے ڈھرے پر لگا کر میان لحیم نہیم کو ساتھ
لے ہاتھ میں ہاتھ دے شہر کی طرف چل کھڑے ہوئے راستے
میں اسی عامل کی باتیں مزے مزے کی جیگولیوں کھلی بازیاں
ٹھٹھے ہوتے جاتے ہیں کیون سچ کہنت کیسا لڑکھا دیا بہت

بلبل رہے تھے جیڑا۔ ۵

مجھے تھے ایک کوئی مرکوب ہی نہیں | فرعون کے لئے کوئی موسیٰ نہ اُسکا

یمان اُستادوں کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ پورے زمین بیتی کوٹ کوٹ کر

بھری ہو۔ ایک ایک بیج کے دو دو سو توڑیاد ہیں۔ گھنٹوں لڑوں

ہانے کا نام نہ لوں ٹھن کیا کہ دم ٹوٹے۔ ریتیں کا تو کینڈا ہی اُسکا

نہ تھا۔ گردن موٹی نہیں چھاتا جوڑا نہیں۔ بدن کٹا چٹا نہیں

کان ٹوٹے نہیں۔ چوڑوں سے تاڑ گیا کہ کھامڑ ہو۔ گردن پر کرتے ہی

چمڑ کر ڈالا۔ مارا چاروں شانے چیت دھڑ سے زمین پر گرا۔

ارا ارادھوں۔ بہت بلوں پر تھے بچہ جی۔ عامل کی دم بنے تھے

یاد ہی تو کرتا ہو گا قسم حسین کی جوان باتوں کی ذرا بھی اصلیت

ہو۔ کیسا پریت۔ کسکا بھوت کمان کی چڑیل سب ڈھکوسلا

سب گپ گخلقت بھی کیا پیر یا دھسان ہو سن لیا چاہیں

بس فوراً ایمان لائیں۔ اور سنیے ایک تہ ایک بنے ہوئے سدھ

بلیٹھا مار کر بیٹھے اور لگے بیکار نے کہ کوئی چھپا کر ہاتھ میں پھول لے

ہم چٹکیوں میں بتا دیں گے۔ آگ لگ گئی واہ شعلے بدن سے

نکلنے لگے۔ میں نے کہا اچھا ہن پھول لیا آ پتائیے تو ہسی پہلے تو

آنکھیں نیلی بلی کر کے مجھے ڈرانے لگے۔ میں نے کہا میان ٹھل

کے ناخن لو میں ان گیسٹری پھیکوں میں نہ آنے کا۔ یہ تیلیوں

کا قاشا کسی نادان کو دکھاوے تاؤ بس تاؤ تھوڑی دیر سوچ سچ

ہوے زرد پھول جو میں نے کہا کہ میں ہوں نہ زرد اتنا کتنا تھا کہ کمان

پھول کا رنگ زرد بتاتے تھے کمان خود حضرت کا چہرہ زرد

ہو گیا۔ رنگ فی۔ ۶۔ کاٹو تو لوہہ نہیں بدن میں + پھر گھر کر

فرمایا کہ ارے دھوکا ہوا سہر پھول ہو۔ میں نے کہا واہ بھی

لال بھل کر کیوں نہ ہو۔ بھینس نہ کو دی کو دی گون یہ تاشا

دیکھے کون۔ ہر ا پھول آج تک دیکھا نہ سنا۔ این گل گر شگفت

اچھا شکوہ چھوڑا۔ واہ یہ نیا گل کھلا۔ واہ چھپی میرا مقدس
کہ اُنکا گلاب سا چہرہ کھلا گیا۔ میری باتیں کانٹے کی طرح چھنے
لیکین اور ادھر ۶۔ لوگوں کو شکوہ ہاتھ آیا + واہ کوئی اس وقت
اُنکی بیکلی دیکھتا اور میں جاے میں پھولے نہ سماتا تھا غنچے گلچ
کھلا جاتا تھا۔ ان باتوں سے اُنھیں ایسا خراب ہوا کہ گولاب کے
وہاں سے پتا توڑ بھاگے۔ یحیم نے کہا اُستاد واہ اللہ بالہ ایک
تم کو اپنا مصیفر مہر دیا۔ یاد ہم بھی یہ سب معرکہ کھیلے ہوئے
ہیں سب کھیل کھیلے ہوئے ہیں۔

سنیے ایک دفعہ ایک صحبت میں جاے کا اتفاق ہوا تو کیا
دیکھتا ہوں کہ ایک نیم ملا خطرہ ایمان لسان العیب بنے بیٹھے
ہیں اور چچے اچھے تربیت یافتہ اُنکا کلمہ پڑھتے ہیں۔ پوچھا آپ کی
تعریف کیجیے ایک صاحب نے جو اُس خور کا ایمان لا چکے تھے
دبے دانتوں کا شاہ صاحب غیب دان میں آپ کے کمالات
ظاہری و باطنی کے جھنڈے گرے ہوئے ہیں۔ دس پانچ نے تو
اُنکو آسمان ہی پر چڑھا دیا۔ میں نے کہا تو زندہ جو ہے جھنڈے
ہی پر نہ چڑھاؤں پوچھا کیوں شاہ جی صاحب قبلہ یہ تو بتائیے کہ
ہم اُسے گھر میں لڑکا کب تک ہوگا۔ شاہ جی سمجھے کہ یہ بھی نہ
پوچھنا ہی ہیں۔ چلو انا پشناب بنا کر پوچھنا کرو اور کچھ لے مرو
میرا اور میرے باپ دادا اور اُنکے باپ کے پرداد کا نام پوچھا بیان
حافظے کی یہ کیفیت ہو کہ باپ کا نام تو اکثر باہمی رہتا ہو دادا جان
کا نام کس بلوں کو یاد ہو مگر خیر جو زبان پر آیا اول جلول بتایا
تو حضرت فرماتے کیا ہیں۔ بچہ دو مینے کے اندر ہی اندر بیٹھے
ہائیں شاہ صاحب قبلہ ذری سنھلے ہوئے۔ ابنو کہا اب نہ
کیسے گا دیکھئے میں بتاے دیتا ہوں کیا خوب آپ اچھے لے
اجی حضرت کچھ خیر ہے۔ پندرہ دن تو بندے کی شادی کو ہوئے

اور آپ فرماتے ہیں دو مہینے کے اندر ہی اندر لڑکائے واقعہ ہوا
 کہتا تو خون پی لیتا۔ اس فقرے پر بار لوگ کھلکھلا کر ہنس پڑے
 وہ فرمایا شی تمہارے پڑا کہ گھر کو بخ آٹھا اور شاہ جی کے آئے جو اس
 غائب ہو گئے۔ دل میں تو کروڑوں ہی صلواتیں سنائی ہوئی
 اے حضرت، کیا عرض کروں اس جواہرین لوگ انھیں معاذ اللہ
 خدا سمجھتے تھے۔ شاہ جی بھی روپیہ برساتے تھے کبھی بے فصل
 کامیوہ منگاتے تھے کبھی گھڑے کو چکنا چور کر کے پھر ثابت
 کر دکھاتے تھے۔ غرض کہ سیکڑوں ہی سیٹھیں یا دھنیں گریبان
 میرے سامنے تو ایک نہ چلی۔ نام سنا تو ہکا بکا ہو گئے۔ صورت
 دیکھی اور تھرا آٹھے جیسے شاہ چور سے اور سانپ مور سے
 ڈرے۔ میان آزاد نے مسکرا کر کہا کہ واللہ شاہ اور چور کا اچھی
 تشبیہ دی بھی سنو آزاد ہم گنوار آدمی تین پانچ تو جانتے نہیں
 ہمیں بات کرنا کیا آئے۔ یار ہم تو دوست کے دوست
 ہیں گرا ایسے قابو چیون کے البتہ دشمن ہیں۔ جہان میں ہوں
 بھلا کسی سدھ یا شاہ جی یا عامل کا رنگ جم تو جائے۔ کیا
 مجال۔ رگیدر گیدر کر اور کھدیر کھدیر کر ماروں ادھر کروں تو
 وجہ کیا میں تو زمانہ بھر کا نیار یا۔ چھٹا ہوا شہدا۔ ایک ہی گائیٹا
 ہوں نہ۔ مجھ سے اڑ کر جائیں گے کمان پنجے پاتال تک کی تو
 خبر میں لاؤں۔ اور آسمان میں تھکلی لگاؤں مجھ پر بھلا وہ بچا کر
 کیا ہاتھ صاف کر نیگے۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ کیوں یہ دشمن
 آپ انگوڑی پرٹھے ہیں۔ میان آزاد نے کہا جی ہاں کچھ شہرہ
 جانتے ہیں آپ اپنا مطلب کہیں۔ یا حضرت ایک ٹیٹھی عرضی
 کا ترجمہ منظور ہے۔ میری ہفتاد و پست پرا حسان کچھے سکون نصیب
 انگریزی میں خوب نمک مچ لگا کر لکھ دیجیے۔ نمک مچ با

نمک مچ لگانا میں کیا جانوں۔ یہ کسی گول پگے والے سے کیسے
 بندے نے کالج میں یہ علم پڑھا ہی نہیں۔

مصاحبت

ہمارے ندیم بافرہنگ۔ ہم سنگ دانایان فرنگ والا
 فرخ نہاد میان آزاد کوڑی کمان کے زیر کی طرح جل پھڑے ہوئے
 اور سیدھے ریل کے اسٹیشن پر پونچے لگے پلیٹ فارم پر چیل قوی
 کرنے بل مارنے کی دیر ہوئی تھی کہ سامنے سے نور کا بکا نظر آیا
 چکا چوندا کا عالم تھا۔ انکے کان پھڑے ہوئے کہ این گلی دیگر
 شگفت۔

اتنے میں دیکھتے کیا میں کہ اغل بغل مشعل دستی روشنی ادھر
 مصاحبین رفقا و شاہد خورے لیونچو ٹریج میں ایک کیریر رئیس
 ابن رئیس بڑے ٹھٹھے سے آ رہے ہیں۔ ہٹو بچو دور باش ادب
 کی آواز بلند ہے۔ سب کے پہلے اس جھنڈ کی نظریاں آزاد پر پڑی
 جو ہے انھیں کو گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ یہ سہوت و شہت میں جو
 تو اور بھی ڈبل چال چلنے لگے۔ رئیس کے مصاحبین سب حاضر جواب
 تیز طبیعت زبان دراز فقرہ باز پھٹ پھٹ ضام جگت میں طاق پھیتی
 کہنے میں مشاق آوارہ کہنے میں شہرہ آفاق تھے نصیحتی نہ کہیں تو
 ذہن کند ہو جائے۔ ایک سے کہا حضور دیکھیے گایہ فرنگی بھی دوا عقل
 کے پتلے ہیں۔ آسمان میں اچھون ہی نے تھکلی لگائی ذری کیسے
 تو بے پری کے چھوٹا موٹا انجن چوہ ترے پر چلا دیا۔ دوسرا بولا
 خدا کی قسم کیا لاگ ہے۔ تیسرے صاحب نے فرمایا خداوند یہ چلتا پرزہ
 ہے۔ چوتھے ماشاء اللہ ذری اس وحشت کو ملاحظہ فرمائیے گا
 یہ احتباس یہ گرمی اور آپ سیاہ بانات کا دگلا ڈانٹے گھوم رہے
 ہیں۔ پانچواں بادہ انا نیت کے نشے میں جھوم رہے ہیں چھٹا یہ سزا
 یاد دہیلے والا کہو یہ توند ہو یا بانگر موکا تر بوز۔ سا توان ماشاء اللہ

کیا چہرہ نورانی ہے۔

میان آزاد نے دیکھا کچھ بتیوں کا گراب ہی بڑے لگا۔ جسے دیکھوئی سنا تا ہی۔ جو یہ وہ بنا تا ہی تو پر پرنے جھاڑ کر یہ بھی جواب ترکی برکی دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جیسے ہی ایک مصاحب نے کہا کہ ماشاء اللہ کیا چہرہ نورانی ہے۔ میان آزاد ٹپ سے بول اٹھے واللہ اچھا غول بیا بانی ہے۔ اب تک تو سیار اور سگنے رد و بارو شغل ہی دور دور سے ہو ہو کیا کرتے تھے اب برہمہ راکش بھی اسٹیشن پر آنے لگے۔ مین تو اس روشنی ہی تاڑ گیا تھا کہ غول بیا بانی ہے۔

مصاحب۔ اندھیرے میں بہت دور کی مچھی۔

رفیق۔ اس کالی بانات کے دگلے پر مجھے دھوکا ہو گا کہ تم کے کھیت سے بند پلا نکل آیا۔

لیمو پوٹ۔ ۴۔ سب صورت نکلور و رادم کی کسر ہے۔

میان آزاد نے اسکا مصرع اولی پڑھ دیا۔ ۴۔ لاول و لاوۃ

یہ کون بشری۔ ایک اور صاحب نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ اسم

نامبارک۔ میان آزاد نے کہا آپکا مزاج پلید ہا دوسرے نے

تقریر لگا کر کہا کس کھیت کے ہو یہ بولے پھر پے کے بھائے سے

کب نکلے بھی۔ رئیس کو میان آزاد کی باتیں ایسی بھائیں کہ باس

بلوایا حضرت آپ سوقت جو کچھ لڑ ہے تھے یہ آپ ہی کا کام ہے

میان آزاد جھک کر ایک فراشی سلام بجالائے۔ رئیس باتو فر تو

ایمر کیر تھے ہی جس سے خوش ہوئے دم کے دم میں نہال کر دیا

فرمایا کہ آج سے آپ ہمارے ساتھ رہا کیجیے۔ خانہ احسان آباد

بہت خوب ہمراہ رکاب ہوں۔ جہاں حضور کا پسینا گرے میں

خون گراؤں۔ کوئی نیکی چتون سے دیکھے تو نکھین چوڑو لاون

مصاحبوں کو میان آزاد کا نذر ہونا کانٹے کی طرح

کھٹکا۔

ایک۔ (دبے دانٹوں) پیرو مرشد۔ استخارہ تو دیکھین واجب آئے تو کیا مضائقہ۔

دوسرے۔ (جل بھنکر) خداوند بے سمجھے بوجھے کیونکر یہ

رکھو یہ گئے۔ خدا جانے چور میں اچھے مین۔ خونی مین۔ مین

کون بلا اور یوں صورت سے قوم و آدمی سب ہی معلوم ہوئے

مین مگر کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔

تیسرے۔ بیشک کیا جو ٹون کے سر پر دو سینگ ہوتے مین۔

چوتھے۔ حضور والا یہ ایک دفعہ جعلی دستاویز بنانے کی

علت میں ماخوذ ہو چکے مین۔

پانچویں۔ اجی یہ تو برف بچا کرتے مین۔ گرو اللہ اچھا

نقشبہ چایا۔

چھٹے۔ خداوند انکی چشم ارزق پر نظر ڈالین یہ عین دلیل

طوطے چنپی کی ہے۔

ساتواں۔ ناصحاب انکا یہاں کمان ٹھکانا۔

میان آزاد سب کی ہانگ سنکر بولے۔ پیرو مرشد یہ سب جو

اٹھائی گئے ہیں۔ جانا زون میں بندہ درگاہ ہی مین۔ اچھا

ایک کام نہ کیجیے اسٹیشن پر کوئی کام بتا دیجئے۔ دیکھیے کون

حسن لیاقت سے انجام دیتا ہے۔

مصاحب۔ تو آپ تو ریل کے خلاصیوں میں کام کر چکے

ہیں آپ سے اس میں کون بھرے۔

آزاد۔ اچھا حضور عرض میں کچھ سوال و جواب ہوں دیکھیے

ان سب کا قافیہ تنگ کر دیتا ہوں یا نہیں۔

اتنے میں ایک مصاحب نے جھلا کر کہا۔ ابے واہی ہوا ہے۔

یٹن ٹن لگائی ہے۔ کہیں میں ایک گدا نہ دون حضور کو بھولا بھالا

سادہ مزاج دیکھ کر بہت چل نکلا ہے۔ چل الگ ہٹ۔

میاں آزاد پر ہری خون ہی کی بین نے بھی آنکھیں دیکھی ہیں
میں ڈر جاؤنگا آنکھیں دکھائیے نہ مجھے

میاں آزاد۔ یہ گیدڑ بھیکیان! ای کیوں نور شان خدا۔
آپ اور ہمیں گدا دین سن ادکا دی ہم گدا کھانے والے نہیں
کیا کمون ایک میس کے مصاحبین ہوتا تو اسی دم میں گردن
ناپتا۔ مگر کل تم کو ٹھیک بناؤنگا۔ ہمیں ایک در رفیق نے
ڈپٹ کر کہا آپ ہیں کس بھکوکے رئیس کے صاحب! میاں آزاد
نے کہا دیکھیے خداوند نعمت! ایسے مصاحب ہیں حضور کے
ایک تو حضور کے سامنے گدا دینے پر آمادہ ہیں۔ دوسرے
بوجھے جھاڑ کر پیچھے پڑ گئے۔ تیسرے نے آپ کے دشمنوں کو بھکوا
بنایا۔ چوتھے صاحب نے فرمایا کہ ہمارے آقا بھولے سامنے
آدمی ہیں اب کون نہیں جانتا کہ بھولا اور سادہ ہر زمانے میں
گاودی احمق گھاڑتے مراد ہی۔ (احول دلاقوہ رئیس کو یہ
کلمے ایسے برے معلوم ہوئے کہ فوراً مصاحبوں کو لٹکا راجسے
بھکوا کہا تھا وہ تو کھڑے کھڑے موقوف ہو اکیون بے نمک حرام
یہ کیا بات چیت تھی۔ جسکا نمک کھائے اُسی کو بھکوا بتائے ابھی
موقوف۔ انکو نکال دو۔ میاں آزاد نے (بہت خوبیر و شہر)
کھڑا انکو تو سیشن کے باہر نکالا۔ اب انکی شامت آئی جو سادہ
مزاج بتاتے تھے۔ کیون بے مردک ہم احمق ہیں بھولے ہیں
گدھے ہیں۔ ابھی در رہو سامنے سے اگر ڈیوڑھی پر آیا تو
رہیس نے تو کہا ہی تھا کہ میاں آزاد نے فقر پورا کر دیا (تو وہ
بے بجاؤ کی بڑائی کی جگہ کہ سر پر ایک بال نہ رہے گا) رئیس نے پوچھا
کوئی ہے حاضر پیرو مرشد کمر آزاد نے انکی بھی گردن ناپی اور
اسیشن سے بدر کیا۔ خیر دار جو ڈیوڑھی پر آیا تو جانے گا اب

ان حضرت کی باری آئی جو گدا دیتے تھے۔ ہاں جی کیا تم نے کہا تھا
ذرا پھر تو کھنا۔ گدا دو گے۔ میری طرف دیکھو۔ گدا دے گا اللہ
اب آپ اتنے ہو گئے۔ کہ جسکو ہم نوکر کہیں اسکو آپ گدا دین
ہٹ سامنے سے۔

میاں آزاد نے دیکھا کہ سب کے سب کا موقوف ہونا اچھا
نہیں تو کس مزے سے کہتے ہیں۔ ای خداوند! انسے مجھ سے مذاق
ہوتا ہو جانے دیجیے۔ دیکھو جی تم کو رئیسوں کی ابھی صحبت نہیں رہی۔
ہی۔ کوئی اپنے آقا سے نامدار کے سامنے ایسا کلمہ منہ سے نکالتا
ہے اب خطا معاف اور کدورت صاف کرادو ہاتھ جوڑو قدموں
ٹوپی رکھو۔ بچا سے نے ناچار ہاتھ جوڑے اور کانپتے ہوئے
کہا خداوند تصور ہوا۔ از خردان خطا و از بزرگان عطا۔

اب سنیے کہ میاں آزاد نے کہا چلیے حضور ہوٹل گھر دکھاؤ
رئیس گردن ملازم مشعل دستی و رفقا چلے تو آزاد نے کہا
حضور اگر میرا کھانا میں تو اس غلط کے غلط کو ساتھ نہ لے
چلیں۔ ان لوگوں کو حکم دیجیے کہ باہر جان نکرو والا بیٹھا ہو۔ ہاں
مٹھریں اور دستی گل کو بچائے۔ حضور تشریف لے چلیں۔ کترین
ہمراہ رکاب ہو اور ایک دم باادب لبں دھڑ رئیس مع میاں آزاد
مصاحب حاصل و رخا دم باادب کے ہوٹل کی طرف چلے اور مصاحبین
میں ہنڈیاں پکے لگیں۔ وہ بھی واقعہ ہم سمجھے تھے کہ ہم ہی زمانے
بھر کے فقرہ باز ہیں مگر یہ ہمارے بھی چچا نکالے۔ آدمی کیا بلے بے دریا
ہے۔ یہ وہ کالی ناگن ہی جسکے کاٹے کا منتر نہیں اچھی سونگے جانے
تو انسان یٹن کر کے رہ جائے۔ ارے بارہم جانتے تو نہیں تھے
پر آواز سے ہی کیوں کہتے۔ کیا کہیں۔ شہد فی شہد فی دیکھو اور
چٹکیوں میں رنگ جمایا۔ آتے ہی دو کو کھڑے کھڑے کھڑے
اور تیسرے کی خطا معاف کرانی ایسے ذلیل ہو گئے۔ اور سنیے

تو کبھی بیچتے تھے آج حضور کے مصاحب خاص ہوئے۔ ایا زقدر خود شناس۔ کیا مزے سے گرا ہے مین۔ گوشت بیچتے بیچتے عمر گذر گئی۔ اب بایقن بناتے ہو۔ اور رئیس زادوں کو بہکاتے ہو اب میان آزاد حیران ہیں کہ یہ سردست ابھی بچی۔ خوب بچھاڑا کیا دل گردہ ہو کہ کلمہ بکھ بوجھ بنا رہے ہیں۔ الغرض میان آزاد کارنگ پھیکا پڑ گیا۔ مصاحبین کا داؤن چل گیا۔ میان آزاد بیچا سے بوجھ بنا کر نکالے گئے۔ اور مصاحبین نے کہا شروع کیا کہ حضور تو اس بوجھ والے کے دم میں اچھے آگئے ہم برسوں کے جان نثار۔ پشت ہا پشت کے ناک خوار لکڑ والے کے سپرد کئے گئے اور وہ حضور کے ساتھ ساتھ سٹیشن کی سیر کر رہا تھا صاحب لوگوں نے دیکھا ہو گا تو کیا کہا ہو گا کہ یہ امیر آدمی اور بوجھ کے ساتھ ہوا کھا رہے ہیں۔ الٹی تو بہ۔ الٹی تو بہ۔

کیا کمال ہے

زعفران کشمیر کو چم گردی۔ گیسوے غدار دشت نوردی دیتا جنوں کے مسلم الثبوت استاد میان آزاد ایک روزیادہ طرب کے نشہ میں چور سرخوش و مخمور نور کے ترش کے سبز ان چمن اور خوبرویان گلشن کا جو بن لوٹے چلے جاتے تھے۔ ہرمت باغ و بہار انفاس نسیم سحری عطر بیز و عنبر بار۔ آب جو بُبار کا جھلکتا مرغان خوش الحان کا چمکنا۔ غنچوں کا پیاری ادا سے چمکنا چکور کے تھقے۔ بلبل کے چمچے۔ ابر کی اٹھکیاں برقی کی بتیا بیان ہنرے کی لہک کھنی کی دمک سے فلک لافلاک پر باغ تھا سینہ فطرت سے باغ باغ تھا۔ ایک نعم ہی چاروں طرف سے اترتے دہر پشور گھرا یا۔ فیل مست کی طرح جھوم جھوم کر گھٹا آئی اور سیر باغ کی کیفیت دہ چند بڑھائی۔ پہلے تو ٹپ ٹپ

کس فقرے سے ہم سب کو موت ٹھلایا۔ اور لکڑ والے سے مصاحبت گرا نے کا حکم دلوایا ہات تیری دم میں موٹا سار سا باندھوں مصاحب خاص بنے ہیں۔ چڑا۔ یارو بیٹھ بھائی اب اس مردود کا نکلتا مشکل ہی۔ اس پر فقرہ چلنا سخت دشوار ہی پرے درجے کا مکار طرار عیار ہی۔ واہد ہنسی آتی ہی۔ جی تو آپ کو ہنسی آتی ہوگی۔ ہماری روح تو رو رہی ہی۔ بھلا ہنسی کا یہ کون موقع ہو جس طرح دودھ سے کھنی نکالی جاتی ہے۔ اس طرح ہم آپ برسوں کے رفیق نکال دیے گئے۔ کٹ جائے کا مقام ہے بیچے اس ملعون نے خدا سے غارت کرے آتے دستی گل دو مصاحب غائب۔ خود مصاحب خاص الخاص بن بیٹھے۔ اب کوئی ایسی فکر کرنا چاہیے کہ اب یہ جتنے نہ پائیں۔ ہم بتائیں مشہور کردہ بوجھ مین پنج قوم۔ ہمارے حضور کو اسکا بڑا خیال ہو بھی جو بھی موت نہ کر دین تو ہاتھ کٹا تا ہوں ناک ناک بدنا ہوں۔ واہد بوجھ کی خوب سوچھی مگر کہے کون کسی ایرے غیرے بوجھ کلیان کو لگا دو۔ اُدھر رئیس خورشید کلاہ کو آزاد شیخوخت بناہ نے ہول دکھایا لونیٹ کا ایک جام پلایا اور خرامان خرامان سٹیشن کے باہر سہ کرانے لائے مصاحبوں نے دیکھا کہ مصاحب خاص سے بھی میٹھی باتیں کرتے آتے ہیں۔ ایک شخص کو پہلے ہی سے سکھا پڑھا رکھا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر آوارہ کسا کہ واہ سے زانے کے اُلٹ پھر۔

اسپنازی شدہ مجروح بزیر بالان | طوق زرین ہمہ در گردن خرمی نیم شریفین بیچا سے تو کالے جابین اور قوم کے بوجھ رئیسوں کی مشا پائین۔ اتنا سنا تھا کہ رئیس کے کان کھڑے ہوئے۔ انکو بیخ قوم خصوصاً بوجھوں سے بہت نفرت تھی نورامیان آزاد سے بیانیہ بوجھ بیٹھے کہ کیا آپ بوجھ ہیں۔ اتنے مین ایک مصاحب پلا آ کہ حضور نہیں تو اور مین کون۔ دوسرے نے موقع پا کر کہا ابھی کلنگ

نہنی نہنی بوندیں پڑنے لگیں اور پھر چشم زدن میں دم چم موسلا ہوا
 دو نگار ابریں پڑا۔ آسمان پر ابر محیط نا پیدا کنارا اور سحاب پر
 میزحر کا دھوکا ہوتا تھا اتنے میں ہوانے وہ زور باندھا کہ
 اٹھیاں پھٹ پڑیں اور برق نے چشمک زنی کی اور ہر مرد
 گر جنے نگاہتے جلتے بجاتے تھے۔ سازنگ گاتے تھے۔
 کالی کالی گھٹائیں لال لال انگارسی بجلی کا لونگنا ایسا معلوم
 ہوتا تھا جیسے کسی حبشی کے جسم سے خون کے شرٹے بہ رہے
 ہیں۔ یا کسی گنوارن نے مانگ میں سیندور بھرا ہے۔ یا سونا
 کسوٹی پر کسا ہے۔ میان آزاد ایک، کان میں دیک دیک لے
 بیٹھے تھے جب پانی کسی قدر کھل گیا اور سبزے کا غبار دھل
 گیا تو میان آواز خراخان خراخان چلنے لگے۔ اتنے میں کیا
 دیکھتے ہیں کہ ایک یورپین مغز سوداگر ایک گلزار کو غل میں
 بٹھائے براندھی کے نشے میں ڈکری دوڑے زن سے بھگلیا
 پھر دور ہوا صبارتار ایک اسب پارنیتہ پرفرائسیسی سلج
 اور دوسرے گلگون آہوشکار پر ایک خاتون زہرہ جبین
 کو کڑا تے اور چکاتے چلے جاتے ہیں ایک جٹلمین باجر باوقا
 زن جمیلہ طرحدار کو ساتھ لیے ہاتھ میں ہاتھ دیے یہ میٹھی میٹھی
 باتیں کرتے وہ نازداد اسے قدم دھرتے میان آزاد کے قریب
 سے نکلتے۔ زن حسین و جمہین کی زلف پر شکن مشکبار ہوا کئی
 یہ زلف ہی باعرق بہا ریافتہ روزگار۔ سانسے سے متن چار
 لیڈیان غنچہ وہن سیتن عجولین سے چہل کرتی اٹھلا اٹھلا کر
 آ رہی ہیں اور ایک عالیشان سپہر تو مان کوٹھی میں جٹلمین
 پیالے پیالے اوپنے سردن میں کچھ لاپتے ہیں اور آگے
 بڑھے تو دیکھا کہ ایک احاطہ دکشا اور فرح بخش میں چار بانیج
 لڑکے اور رطکیان سبز زار پڑ بہار پر آچک پھاندین مصروف

میں میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ بہار عمر عین کو حاصل
 ہو زندگی کے فرسے ہی لوٹتے ہیں۔ کمین بلانج رہا ہو۔ کمین
 گانا ہوتا ہو۔ کوئی گنجی پر ہوا کھاتا ہے۔ کوئی پیدل جاتا ہو
 سہانے وقت اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھوکوں اور پھولوں
 کی بھینی بھینی مہک کی یہی داد دیتے ہیں۔ نوعر و سان چمن کا جو بن
 دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔ میان بیوی خوش و فرم خندان
 فرحان تر دماغ و غزل خوان یہ اسپر عاشق وہ اسپر فہتون۔ ع
 دغم دزد و غم کا لالہ سچی خوشی اسے کہتے ہیں۔ اب شہر کی طرف
 پلٹے تو بوسے بد و باغ میں آنے لگی۔ کوئی پڑا سور رہا ہو۔ کوئی
 اپنی قسمت کو رو رہا ہو۔ ایک شخص نے ذرا سی بات پر اپنی بیوی
 کی کمر پر ایک لات کس کے نگائی اور پھر ایک چٹری جمائی اور
 لے گی۔ حلوائی اور حلوائیں نانبائی اور اسکی بیوی میں جوتی بیزار
 نند بھاج میں گلخپ اور کرار۔ دیورانی جھٹائی میں ماروھاڑ
 پٹوے اور پٹوون میں گالیوں کی بوچھا رہا ہو ہی جس گلی کوچہ
 میں نکل جاتے ہیں شور و خروش پیالے اور چو طرف سے ہی آواز
 آتی ہو کہ ٹکا ہوا اور لڑنے لگے صبح صبح آدمی رام کا نام لیتا ہے
 خدا کی یاد کرتا ہے۔ پیر پیچہ کو مناتا ہے۔ یہ نہیں کہ ترے ترے کے
 جوتا چلنے لگا۔ خیر یہ تو تیج قوموں کی بات چیت تھی۔ اب شرفا
 کا حال سننے کوئی تو دروانے پر بیٹھا حقہ پی رہا ہو۔ کوئی لمبی
 تانے پڑے خرائے لے رہا ہو۔ کوئی بیوی کو ڈپٹ رہا ہو۔ کوئی
 لہسن پیاز گوشت کی فکر میں ہو۔ اور کمین میان بیوی میں
 جج چل رہی ہو۔

میان آزاد نے اپنے دل میں افسوس کیا کہ واہ سے ہم اور
 ہمارے شغل کجا وہ سبے سجائے بنگلے۔ وہ میٹھی میٹھی باتیں وہ
 پیاری پیاری ادائیں۔ وہ اودی گھٹائیں۔ آبی لباس کی جھلک

وہ مل جل کر گانا۔ وہ مزے مزے سے باجا جانا۔ وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جھونکے وہ چین اور روشوں میں اٹھلانا۔ کجا یہ جنوں خیر گلیاں۔ یہ وحشت انگیز کوچے۔ یہ عفونت بزموا۔ یہ کچڑ یہ جوتی پزار۔ یہ میان ہوئی میں تکرار جسے دیکھئے گھر سے باہر نکلنا ہی نہیں جانتا۔ کوئی مردوں سے شرط کر کے سویا ہو۔ کوئی انگڑائیاں لے رہا ہو۔ کوئی کر دٹ پر کر دٹ بدلتا ہو۔ یہ بین تفاوت رہ از کجا ست تاجہ کجا ہاتھ اتنے میں میان آزاد ایک مکتب کے قریب ہوئے بیس بائیس لڑکے جھوم جھوم کر بیٹھے پڑھ رہے ہیں۔ اور ایک کسین طالب علم کو مولوی صاحب یہ پڑھا رہے ہیں۔

اُن عشوہ گر کرشمہ سنج شیوہ ساجی بکار بردہ و شعبہ ساجی آشکار کردہ مرا تے از بغل بر آوردہ در ویش بکب اندر وہ در محاذی آن بیدل لٹھ گلاشت و بر گے چند از نار و آب ریختہ منزل من جھنی ست جھینی حصار ی ست بلند چون چرخ برین کہ در ہوا نش پرواز کم کند و سیرغ در غیہ را ہش بال جلال بیزد ہر ہ ہون ہوس بسوی اجل متازد مہودہ بکام ہنگ گام منہ عبت باد پھائے باد کہ جنون مباحش و چون مجنون بزخیر رسوائی سرور کن کہ ذرہ بغراک خورشید دست نتواند زد ویشہ بر بام آسمان نتواند پوز این بگفت و راہ منزل خود پیش گرفت زگر کہ خدنگ دل دوز عشق اُن جادو فطرت ماہ فریب تا سوافر در دل نشستہ بود برخاک بقراری بر افتاد۔ میان آزاد کے کان کھڑے ہوئے کہ این! یہ تو بہار دانش ہے آگے بڑھ کر علیک سلیک کے بعد مولوی صاحب پوچھا کہ جناب مولانا صاحب آپ کیا درس پڑھتے ہیں۔ فرمایا بہار دانش کا سبق پڑھا رہا ہوں۔ کیا بہار دانش!۔ اور مکتب میں۔ افسوس۔

کیسے بید نہج بھی پڑھایا۔ جی دوڑے تو ملک زادہ ختن اور عشق مہربانو کا سبق پڑھتے ہیں۔ اور ایک نے ابھی کوئی چالیس صفحہ تک پڑھا ہی۔ مولوی صاحب کیا بال دھوپ میں سفید کیے ہیں گردن پرانہ سالی کے سب سے ہلنے لگی مگر ابھی تک عقل نہ آئی یا یوں کہوں کہ آپ سٹھیا گئے۔ اوتقلہ بھلا یہ کتاب اس لائق ہی کہ مکتب میں تعلیم دی جائے۔ سن شریف شصت و شش نام میں ریش و فیش اس میں کہیں عشق جنون خیر کا قصہ۔ کہیں بہتان جادو فطرت کا نسانہ کہیں گل فروش خرمین نگاہ کا ذکر۔ کہیں معشوقوں کی کج ادائی۔ کہیں عورتوں کی یوفانی کا مذکور یا جادو گروں کی حکایت دیو اور جن کی شکایت ہو۔ از سر تا پا فحش بلکہ افحش الافحاش۔ کم سن طلبہ کے دل پر اس کے مطلب کا کیسا خراب اثر ہوگا۔ حضرت از برائے خدا اس کتاب کی نہ پڑھائے واہ صاحب آپ کیا جانیں۔ یہ تو ہمارا علم ادب ہو۔ پھر آخر پڑھائیں کیا۔ میان آزاد نے افسوس کیا کہ بعض گاودی مدرس کیسی کیسی واپس کتابوں کا طلبہ کو سبق دیتے ہیں کہ معاذ اللہ

چلو میں الو

میان آزاد ایک روز چلے جاتے تھے تو دیکھتے کیا ہن کہ ایک چور اس کے کمر پر بھنگ والے کی دکان ہی۔ اور اُس پر لگے ایک لنگوٹے یا ریٹھے ڈینگ کی سے رہے ہیں کہ ہم نے جو بیچ کر ڈالا وہ کسی کو پیرا کرنا بھی نصیب نہوا ہوگا۔ لاکھوں کما لے کر ورن لٹائے کسی کے دینے میں نہ لینے میں۔ اتنے میں میان آزاد نے جھک کر کان میں کہا۔ وا بھئی اُستاد کیوں ہنو۔ لفظی کے صدقے اچھی سن ترائیاں ہیں۔ بابا تو آپ کے ٹھہرنا لوہہ بیچا کیے اور دادا جوئے کی دکان رکھتے رکھتے بوڑھے ہوئے آپ نے کیا کیا اور لٹایا کیا۔ یاد ہو کہ ایک دفعہ ساڑھے چھ روپیہ ماہواری کی

محرری پائی مگر اس سے بھی نکالے گئے۔ اب آپٹینگ کی لے رہے ہیں اسے کہا آپ بھی نہ گاوڑی ہیں لے میان اب گپاڑے سے بھی گئے گزے۔ جھنگ والے کی دکان پر بندہ درگاہ تہذیب کو رنچ کر رہے ہیں۔ تہذیب آئے تو جھنگ گھونے کا سوٹ ہی لگاؤں۔ اور پھر اتنا تو سمجھو کہ میان ہمیں جانتا کون ہے۔ بھی خیر بیٹھو یا جاؤ مگر اڑے خدا تھے پر نہ تو کو میان آزاد تو ایک سیلانی آدمی تھے۔ خود بھی تپائی پر ٹک گئے۔ تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک درخت کے تلے چھپر پڑا ہو مگر سر کی کا۔ صاف ستھرا ایک تخت بچھا ہے۔ دو تین تو لیان دو ایک گھرے ڈول رسی لوٹے کو نڈی جھنگ بھری دھتورا شکر کالی مرچ یہ سب سامان موجود ہے۔ جھنگ والا اسل پر گر گئے نگاہی۔ نگے رگڑا جھکڑا۔ دوچار بگڑے دل دینا وایہا سے بھر۔ نہایت تپائی سے غل جھا رہے ہیں کہ داتا تیری دکان پر ہیں برسے ہاں ہاں ایسی چکی پلا جھین جوتی کھڑی ہو۔ آج تو دھتورا بھی چاہے ڈرا سا گڑھے۔ ہاں جھین خوب سر دھکھن اے تیری دکان کے تو جو ہے بھی بھنگی ہو گئے۔ جھنگ والے نے دو تین کو خوب گاڑھی بوٹی پلائی وہ رفوچر ہوئے تو دوچارے۔ اتنے میں میان آزاد کے دوست نے جھنگو لوگ موٹاپے کے سبب سے بھد بھد کہا کرتے تھے یوں ہانک لگائی۔ استاد آج تو دودھیا پلاؤ۔ مگر خوب چکی ہو۔ پتے ہی اٹے چلو میں اُٹو ہو جائیں۔ استاد تو ان ایسوں کی قبر تک سے واقف تھے دو دھیا بیٹھی کیوڑے سے بسی ہوئی پلائی۔ پہلے تو میان آزاد نے کہا کہ کیا بھنگ بٹشے کی چیرا صاحب تو بہ تو بہ۔ عطاے تو بلقاے تو بخشیدم۔ بندہ ورگڑا۔ بلی عٹشے چوہا لٹوڑا ہی جی جائے گا۔ نشے کا تو میں جانی دشمن ہوں۔ زرداد و دوسر

خزیدن۔ کونسی دانائی ہو دام خرچ کر کے آؤ بتنا۔ زی ہوش ہو کر بیہوشی کو ترجیح دینا آدمی سے ادبٹ بنجانا انسانیت اپنے کو خارج کر دینا حماقت ہو یا ہنر۔

بھد بھد۔ تو یہ کیسے۔ چین و چٹان کے بھندین بھٹس گئے اور پرٹھو کہتے ہیں رفتہ رفتہ پاگل ہو جاؤ گے لے اب پہلے تو آپ بھد بھد لکھو ایں پھر داغ کا علاج کریں۔ میان

ہمارے ملاقات دوست اراں ست۔ | چم خطرہ خطرہ عمر جاودان تنہا ایک کلچر ہو۔ دیکھو تو کیسے سرد رکھتے ہیں۔ نہ بے تو ہاں ہی تو ہاں بھد بھد نے اپنے ایک دوست بھج کو پلا دی اور سب ملکر کمر بھد بھد۔ یہ چھوٹے کپڑے۔ آزاد۔ ہاں ہم خراب ہم ثواب۔ بھد بھد۔ کیا خوب۔ آزاد۔ تسلیم۔

راستے میں ہر بھج نے پوچھا کیوں یا یہ کون محلہ ہے۔ جی چینی بازار سے واہ کہیں ہونہ۔ یہ چنیا بازار ہے۔ ماشاء اللہ یہ نیا نام سنایا۔ چنیا بازار کیسا چینی بازار ہے۔ آپ تو کتنا نہیں مانتے کہتے ہیں کہ چنیا بازار ہے۔ کیا کہتے ہیں۔ آپ ہاں کون جو کہتے ہیں ہم گلی کو چے کو چے چے سے واقف ہیں۔ آپ جھین راستہ بتاتے ہیں۔ اے تیری قدرت اسی شہر میں پیدا ہوئے اسی میں عمر بھر رہے اسی میں اتنے ٹٹے ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں چنیا بازار دشمن تو کیا آپ کی طرح چینی بازار کہیں۔ ناقابل بندہ درگاہ کی زبان سے غلط لفظ نہ نکلے گا۔ جی ایسے ہی تو آپ بڑے محقق ہیں لے جڑواں آپ چنیا بازار نہ کیسے گا۔ میرے سامنے گوار سا ہے۔ لے چنیا بازار کے کیا معنی مروک۔ ہاں کیا بکا۔ مروک! ہر مروک کسے کہا۔ میری شان میں اور یہ کلمہ شہید مردوں سے بھی دل لگی

اچھا کسی ثابت سے پوچھو۔ آزاد نے دونوں کو سمجھایا کہ کیوں روکے
مرتے ہو۔ مگر سنتا کون تھا۔ ہوت سائنے سے ایک آدمی چلا
آتا تھا آزاد نے بڑھکر پوچھا کہ او میان جانے والے ہوت
بھلا یہ کون محلہ ہو۔ اُس نے کہا کہ چنیا بازار اب بھد بھد اور ہر بھج
دونوں نے اُس کو دق کرنا شروع کیا چینی بازار کہ چنیا بازار
بولو۔ جلد بولو۔ چنیا بازار کہ چینی بازار۔ بتاؤ جھٹ پٹ چنیا بازار
کہ چینی بازار چینی بازار یا چنیا بازار۔ سو سو دفعہ پوچھ رہے ہیں کہ
چینی بازار یا چنیا بازار اور ادھ کوں تک اُس کے ساتھ گئے اس چار
کو ان بھٹا سلاطون سے چھپا چھوڑنا مشکل ہو گیا۔ بار بار ڈپٹ
رہے ہیں کہ چینی بازار یا چنیا بازار۔ اس نے صد ہا مرتبہ کہہ دیا کہ چنیا
چنیا بازار اور چینی بازار دونوں صحیح ہیں۔ مگر انکو تو کچے گھر سے
کی چڑھ ہی تھی۔ انھوں نے سوائے اسکے اور کچھ بات ہی نہ کی
کیچینی بازار یا چنیا بازار۔ جب ادھ کوں تک اُس جیپ سے
رہو کو رگیدے گئے اور چینی بازار اور چنیا بازار سنتے سنتے
اُس کے کان تک پہنچ گئے تو وہ جھلا یا اور ڈانٹ کر بولا کہ چینی
بد معاش چینی بازار اور چنیا بازار دونوں کی ایسی تپسی اور
بھاری ساتھ لے کر۔ اب بولے تو ہم کھوڑی پر ایک ڈنڈا
جھامین گئے نامعقول۔ ہم کو بتاتا ہی۔ ہم کوئی گنوار نہیں۔ تم اپنے
دل میں سمجھ کر کیا ہو۔ ابھی آزاد دونوں تو تین سو تلورے تلوارین
سوت سوت کر آن موجود ہوں۔ ایک گھنٹے سے جان غذا
میں کر دی کہ چنیا بازار یا چینی بازار۔

ہر بھج۔ بہت ترے بھد بھد کی ایسی تپسی۔ کہتے تھے مردک
سے کہ ہم کو نہ بلانا۔ دیکھ بھنگ سے کسی ست بھنگ ہوئی

صنعت اور تجارت کرتے

ادھر خاتون شبے شکست فاش بائی اور عامل روز کی سواری

بصد کرد فر آئی۔ چراغون نے برطانی کا پروانہ پایا اور سفید صبح
نظر آیا۔ ادھر مجھون لیلے دیاے دون۔ حدت تیغ کشور
کشایان معرکہ جنون۔ وحشت کے نہنگ کرا شام شیطان سے
زیادہ مشہور خاص و عام شیخو فیت پناہ میان آزاد و خوش احمد
چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بستی سے کوئی دو گولی کے پٹے پر ایک چوہا
اور لب چشمہ سارنگیوں کی قطار ہو اور ہر گلبن پر لبیل رنگین نقار ہو
غزل خوان گلشن کی زبان صرف قصیدہ ہاے نوروزی۔ ہر سمت
سامان طرب ہو اور اسباب عشرت اندوزی۔ ہر مرغ خوش الحان
ترانہ سنج ہو اور مرغبان مرغ۔ سبزہ مثل ساکنان خلد بنر پوش ہو
رند عالم سوز بھی بادہ وحدانیت کے نشے میں سرخوش و مدہوش
ہو۔ درو دیوار سے دجلنا انہار معاشا آشکارا اور مفہوم دجلنا
سراجا و باجانو دار۔ چان چان اور خزان خزان حضرت بھی
گلگشت چن کرتے چلے جاتے تھے اور تماشے نسرین و نسرین
سے دل بہلاتے تھے کہ دفعہ ایک مقام پر پہنچے مینو سواد ہر کوئی
دبرزن آباد۔ چپچہہ رشک بہشت شداد۔ فکور حسیٹ و چالاک
اُنات مست و فرخناک۔ مکانات فرخ بخش و فخر آراستہ۔ رنگین
بصد فرینہ پیراستہ۔ دلبر مودہ فروش۔ بہتر گلگون کی پیاری
صدانگی جیون بانکی ادا جس گل زمین میں اُسکی دکان ہے
وہ رکش باغ نعیم رشک خزان ہے۔ شریا دور سے خوشہ
انگور کوتا کے۔ امرو دھواے بیدود۔ سیب دافع اسید
بھی قوت دل۔ انار راج ریح۔ تبنولی کی دکان پر شوقین آدمی
مصرف جان سپاری ہیں اور ایک عالم مشغول خریداری
اور کیون ہو سرخوردی کا بیڑہ اٹھایا ہو۔ بہر بخت کا خطاب پایا
ہے ادھر ٹکا ہاتھ میں لیا ادھر چاندی کا ورق لگا کر بیڑہ دیا
کتھا کیوڑے کا بسا ہوا ایک گوری کھائے تو غذا سے

نقیل ہضم ہو جائے۔ گھٹے کا منہ کالا۔ مہو باگہ دکڑا۔ تبا کو دے
 کی دلکش دکان پر اور ہی آن بان ہی۔ نرالی سج دھج انوکھی شان
 ہی جسے دیکھو اُسی کا دم بھرتا ہے۔ ناکے پر پیے تو منال درواز
 تک تڑاتے کی آواز جائے۔ بچہ کیا ہزار داستان ہی۔ ہر فصل
 میں چمک رہا ہے۔ تبا کو مشک و عنبر کی طرح مہک رہا ہے آتش بانی
 میں فرد۔ دو افکن کی گرم بازاری۔ اسکے مقابلے میں سرور
 پھول ہے سدا بہار۔ یا کوہ ہی آتش بار۔ بقول رسا گل بھی
 بلبل بھی ہی۔ نقل بھی ہو مل بھی ہی۔ گیند لطافت کا سڑوق چنبر
 ہے حلیم گویا کلاہ ناز بر سر ہے۔ چیمپڑنی پر آدہ ہوا تو چھ اچھونکے
 دھوین اڑا دیے۔ آتش نفسوں کے چھکے چھڑا دیے محفل کی
 رونق اسکے دم سے مجلس کا لطف اسکے فیض قدم سے۔
 خوبان شکر لب کے ساتھ دساز ہی۔ ہوا خواہوں کا سرمایہ ناز ہی۔ دو
 عنبرن سرکش چشم بری رخاں فرخار۔ چاند ڈوبازوں کا نگوٹیار
 گندھی کی دکان عنبر بار کی طرف جو گز رہا۔ تو داغ طبلہ عطار بن گیا۔
 خوشبو کیا فتنہ روزگار ہی۔ کسی کشر میں عرق عروس کسی میں عرق ہار
 ہی خراج خطا و ختن اسکا مول ہی قنوج اور جو پورا رہی چاہ میں
 ڈانوان ڈول ہی۔ نخلخہ دراکھ سے دماغ عنبر ہے دور تک شمیم عنبر
 عطر روح پرور ہی۔ دلدار چوڑی فروش بلا سے بیدار ہی۔ چوڑی
 سیاہ رکش سرمہ آلودہ چشم خوبان ہی۔ سبز چوڑی سبز ان ہند کی
 یاد دلوائے۔ سُرخ چوڑی کے رشک سے یا قوت احمد بہر لکھائے
 صورت دیکھ جی لپچائے زاہد صد سالہ بھی دیکھ پائے تو بیدار
 چکائے خریدید لپچائے رعب محسن سے مول تول کا لفظ زبان پر نہلا
 چوڑی کیا مشاطہ چابک دست ہی جو ساعد سیمین کے جون کو بھر کاو
 بانک دیرینہ روز کو محبوب چارہ سالہ بنائے پھر جوہری کے
 وکا کچہ زنگار۔ چو نظر ٹپری تو گویا پکھراج بری سے آنکھ لڑی نلک

دیکھے تو لالی آبدار پر انجم شمار کرے۔ ایک ایک دیریم کا مول خراج
 بدخشان ہو۔ حاصل ہر ایک درکنون کا ہما نہو۔ پھر بڑائے
 کی طرف جو کھل گئے تو آب روان کی جھلک پر خریداری کا شوق
 چرایا روپیہ گاڑھے وقت کا آیا۔ زربفت گلبدون کو بھجایا۔
 لالہ نین سکھ سے بھاؤ چکایا۔ انھون نے کبھی دمن کبھی پانچ دام بتایا
 دھوپ چھانڈنے گرگٹ کے ایسے رنگ بد لکڑ شربایا۔ حلوئی کا
 میٹھا کیوان غصیب کا آب و تاب۔ ہم خرم ہم ثواب۔ برنی دیکھے
 تو منہ میں پانی بھرا ہے۔ گر سنہ چشم کا جی چاہے کہ تھال کے تھال
 کھا جائے۔ کتب فروش کی دکان پر شائقین علم و ہنر کی گرم بازاری
 شمع کتب پر اہل قلم کا پروانہ وار ہجوم ہے۔ شعرا کے تذکرے
 دوادین مذرت طراز آغٹوی کتب خلاق۔ طب کے نسخے۔ نسخہ علم ہیات
 اور طبیات کے رسالے۔ شعراے گرانما یا ایران کا کلام فصاحت و بیاد
 علمائے عرب کے مصنفات۔ عاشق مزاجوں کے مطالبات
 ظرافتوں کے ہزلیات مزاح سات۔ جدھر کھل جاتے ہیں خوشی کی
 کھانچیاں بھری ہیں۔ مسرت کے انبار لگے ہیں۔ بازار نشاط کی گرم
 بازاری نے غم دزد و غم کلا۔ عیش و عشرت کا بول بالا میان آزاد
 دل ہی دلمین سوچتے جاتے ہیں کہ اسی یہ شہر ہی یا غلدرین۔ زمین
 ہی یا سواد اعظم عرش ملکین۔ راستے صاف۔ شکرین شغاف۔ کوئی
 خوشی کے شادیانے بجاتا ہی۔ کوئی رنگ رلیاں سناتا ہی کہ میں دھنگانہ
 فساد ایک کو دوسرے سے رنج نہ غنا دے جلتے جلتے ایک شخص سے ٹو بھڑ
 ہوئی علیک سلیک کے بعد پوچھا کہ یا حضرت یہ کون گھر میں ہی میں تو
 اسپر ہراجان سے عاشق ہو گیا۔ یہ سمان دیکھا نہ سنا۔ باشندے
 سب حرفہ حال سیم دزد سے مالامال بشر سے خوشی پکتی ہی۔ چہرے سے
 مسرت برتی ہی میان یہ شہر تقدس بنیادینو سواد (شمش مراد) چنگ
 روز سے آباد ہی لیکن اسی ساعت سعید اور ان حمیدین کی بنیاد پڑی

سینے کہ کرکڑاتی دھوپ پڑ رہی ہے۔ کھوڑی جچی جاتی ہو ٹھیک پہر
چیل انڈے پرانڈا چھوڑ رہی ہو۔ لون کے پھیرے وہ زنائے کے
چل رہے ہیں کہ الامان۔ دانہ زمین پر گرتا تو جھن جاتا جو طوف
سناٹا۔ ہو کا عالم پرند اپنے اپنے گونسلوں میں دیکے دیکے
حضرت انسان مکانوں میں جان بجائے بیٹھے ہیں معلوم ہوتا ہے
کہ قیامت آگئی آفتاب سوا نہ رہا ہو رہا مگر واہ رے میرے
شیر کیا کہنا۔ میان آزاد گلی کوچن میں چکر لگانے سے کب
بند۔ گو۔ ۵

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے مائے کچھارے | آہو نہ منہ نکالتے تھے سبز زار سے
آئینہ مہر کا تھا مگر رغبار سے | گردن کو تپا بھی تھی زمین کے بنار سے

لیکن میان آزاد بے غل و غش شہر کے صدمے ہو رہے تھے
آخر کا دھرتے پھرتے جلتے جلاتے ایک جوہری کے دکانیہ از نگار کی
طرف جو گزرتے تو کیا دیکھتے ہیں کا ایک سن لڑکا جھکا ہوا کچھ کھڑا ہو
میان آزاد گھومتے گھومتے جہان دیدہ ہو گئے تھے ہی جوتونوں سے
تار گئے کہ یہ جوہری بچہ نوکری کی تلاش میں سرگردان ہو۔ نفاذ سے
دیکھتے ہی خط کا مضمون بھانپ لیا۔ سوچے کہ اس سے کسی طرح
طین گاجان نہ پہچان خارجہ سلام۔ ملاقات کے لیے کچھ تو فرمایا
چاہیے آپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پوچھا کیوں صاحبزائے اس
گائون کا کیا نام ہے۔

جوہری بچہ۔ گائون یہاں سے کوئی دس بارہ گولی کے پٹے پر ہے
گائون کہیں اور ہو گا۔ گائون کی ایک ہی کھی یہ شہر ہی کا گائون
آزاد۔ ہاں وہی شہر۔ لا حول۔ کیوں میان میان بیٹھا
حلو ابھی بکتا ہے۔

جوہری بچہ۔ (مسکرا کر) اور کیا آپ کے گائون میں کھٹا حلو
بھی بنتا ہے۔ کیا کر لے کا حلو بناتے ہیں یا نیم کا۔

کہ صناعی نے روز بہ ترقی پائی تجارت خوب ہاتھ پاؤں بھیلے
دستکاری کو دن و دن نارات چوگنا فروغ ہوا حضرت یہ سب صنعت
و تجارت کے کشتے ہیں۔ علم و فضل میں بھی بیان کے باشندوں نے
یہ بیضیے ناموری حاصل کیا۔ شازی میں بمثل عدیم و سہیم شاعری
میں فقید المثال۔ نثر نثر شاعر شعری شاعر الغرض کسی فن کسی
صناعی میں کم نہیں۔ سیم و زر کا عدم نہیں۔ ہاں ایک بات فردر
نوکری کا کوئی شائق نہیں اور نوکری بھی کی تو علی افون کی اسٹٹ
سرہن۔ ٹیکھل اسرا بخیر۔ اکوٹٹ تاجرو دستکارانہ یہاں بکرت ہوئے
ہیں کشمیر سے شال۔ ڈھاکہ سے ٹیل۔ مالوا سے افیون متعرا سے پیر
لکھنؤ کی کاٹلی اور چکن۔ دہلی سادہ کاری انگوٹھیاں۔ اگرہ کی
دریان کا پورے منڈے۔ بسوان کا تبا کو بیلی کی اشیائے غریبہ
عرب کے گھوڑے۔ شہر کے چاؤ۔ مینیسٹر کا کپڑا۔ کابل کے انار بھیاں
کشمیر کا بنفشہ راجو و خراسانی ساری خدائی کی مشہور چیزیں یہاں
آتی ہیں اور دم کے دم میں بجاتی ہیں۔ ایک ایک لال نے کوٹھیاں بنائیں
کھوتی ہو گیا۔ میان آزاد ایسے خوش ہونے کے جامے میں پھوٹے نہ سکا
واہ ری تجارت تیرے قدم دھو دھو کر پے پے تیرے ہی دم کا نظریہ ہو
یہ خدا کے مقبول بندے ہیں۔ یہ نہیں کہ انف بے پڑھی اور منڈا سا
باندھ کر کچھ ہی ہوئے۔ پیر ختم کی اور خچہ ڈانٹ کر کلار کی دکان پر اٹھا
کھا بیٹھے۔ برسوں ایڑیاں رگڑ رہی ہیں مگر نوکری نہ ملی نہ ملی چاہی
اوھر کی دنیا اوھر ہو جائے تو وہ نوکری ہی یہ لیو نہیں گئے۔ ہائے نسو
یار و از بے خدا ذرا اس شہر کی حالت پر نظر ڈالو۔ نوکری کے
چھندے سے چھوٹو۔ یہ چیل پیل یہ رونق یہ کیفیت یہ لطیف تازہ اور
سرور بے اندازہ نوکری میں کہان۔

میان آزاد مترجم
اُس شہر مبارک بنیاد سے چلے تو ایک نئے مقام پر پہنچا

آزاد۔ میان میں سفر غریب وطن ہوں سرا کا بتا دیجیے تو لوسان ہوگا۔
جوہری بچہ۔ پورب کی طرف ناک کی سیدھ پر چلے جاؤ یا میں ہاتھ
کو راستہ کیا جو دس ہی قدم پر چوراہہ ہے جس سامنے سرا کا پھاٹک
نظر آتا ہے۔ یہاں آپ کا کس غرض سے آنا ہوا کسی بھٹیاری
رشتہ داری ہے۔

آزاد۔ کیوں صاحب شہید مردوں سے بھی دل لگی۔ ہم یہ فقہ بازی
اکثری قدرت آپ بھی اتنے ہوئے غدار کھے میان صاحبزادے
ابھی نام خدا اٹھا رہے کاسن ہی۔ جو جمعہ آٹھ دن کی پیدائش رکھ
ہوش سنبھالا آج ہم پر کھڑے لگے سینے بندہ نواز ہم یہاں
مسافرانہ طور پر آئے ہیں اگر ترجمہ در ترجمہ کہیں ملے گا تو مولانا
در نہ چلتا دھندا۔ سو اگر آپ کے امکان میں ہو تو آپ ہی ترجمہ
دلوادین چہارم آپ کی بھی نذر ہے۔

کوشش کرو کا ریف ہے یہ

جوہری بچہ۔ واہ وا ازین چہ ہتر نیکی اور پوچھ پوچھ کر ترجمہ
ایسا ہونکہ تو یا فرستادو دھونی رسید اور نہ ایسا کہ کھے
موسیٰ پڑھے خود آئے۔

آزاد۔ اچھی ایسا ترجمہ کروں کہ آنکھیں کھل جائیں۔ ہم کیا
کو دون دے کر بڑھے میں خط دیکھے ہوتی پروتا ہوں۔
جوہری بچہ۔ اچھا تو ہماری عرضی کا ترجمہ کر دیجیے جوئی نذر
کرؤنگا۔ ابھی ابھی دو گنا۔ کھری فردوری پوچھا کام۔

آزاد۔ جوئی اتوا ایسے مترجم بہت بھائیوں گے اچھا آپ لائیں تو
سہی صبح بوسنی سہی۔

جوہری بچہ۔ اچھا جی۔ ابھی آپ کے نزدیک تو کاہی ہی۔ تو بس
معاذ کیجیے۔ دوہر ڈھل گئی۔ آپ کے یہاں ابھی پوچھنے ہی کا
وقت ہی۔ دن دہاڑے یہ اندھیر تو ترجمہ کیا بڑے کاسر کیجیے

بس قبلہ بس۔ غیر سن تو لیجیے۔
عرضی۔ کرم پرورد غریب گستر نو شیردان ثانی عادل زمانی سلامت
فدوی کے چنگی بوٹے ماشاء اللہ کھانچون بھرے ہیں کوئی رتی بھر کا
کوئی ماشہ بھر کا کوئی تو بے بھر کا کوئی چھٹکی کوئی پیسری۔ دونی چونی
اٹھنی گنی سب ہی رقم کے ہیں۔ میری مصیبت پر نظر ڈالکر کوئی عمدہ
عطا فرمائیے تو اسکے جلد وین خدا حضور کو فرانس کا پریسیڈنٹ کر دے
فدوی نے ایک کنڈیے داے کی زبانی سنا ہی کہ کھل داؤنگی ہم پولیس
بمشاہرہ تیس روپیہ ماہواری خالی ہی چونکہ کترین کو صفائی کا بہت
خیال ہو۔ لہذا اس استحقاق کے بموجب عرض رسان ہی کہ عمدہ
مذکور پاؤن۔ واجب تھا عرض کیا۔ فدوی۔

آزاد۔ سبحان اللہ۔ عرضی کیا لکھی کہ قلم توڑیے کیوں بھی کتنی
صاحبزادیاں اور صاحبزادے آپ کے ہونگے۔ ہیں کوئی آدھے دین
جوہری بچہ۔ سہنس کر اچھی یہاں تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی
ہم اسے چھوٹے بھائیوں تک کا بیاہ ہو گیا۔ چہا چم کرتی بیویاں آئیں
مگر ہم ترس ہی رہے ہیں۔ رٹکے کیسے۔

آزاد۔ پھر یہ آپ نے کیا لکھ دیا کہ کھانچی بھر چنگی بوٹے ہیں۔
جوہری بچہ۔ اچھی تو اب لکھنے سے بھی لگے گئے۔ چور چوری سے کیا
ایرا پھری سے بھی گیا۔ اب صاحب کو تو یہی پڑی ہی۔ کہ تحقیقات کرتے
پھر میں میر محلہ سے پوچھیں تحصیلدار کے ذریعہ سے دریافت کریں۔ اور
تو کچھ انھیں کرنا ہی نہیں آپ کی باتیں بھی داند لکھ رکھنے کے
لائق ہیں۔

آزاد۔ عمدہ بھی چشم بدور وہ تجویز ہو کہ زانے بھر کا کوڑا تو کا
ہوا اور ہم پولیس جھانکنے لگے۔ کبھی بھنگیوں سے جج بل رہی کبھی
بھنگیوں سے گلاب ہو رہی ہو۔ بھائی ابھی جوان ہو پڑھو لکھو جرم کھنت
کر دوزخ کی پھٹیں کیا فکر ہی لکھ پتی آدمی۔ جاہرات کے ڈھیر

ادب پر زبان میون کے لاتاہے۔ لہذا سند یا پردہ از ہوا اگر عمدہ تحصیل کی عطا ہو تو پرورش ہو۔ اور کمترین ماہ مین سے بندوبست مین محرر ہو۔ کمترین کے بڑے بھائی کی بیوی یعنی کمترین کی چھوٹی جس سے مذاق کا رشتہ ہوا اسکے باپ کے پہلے خسر کا چچا زاد بھائی داروغہ نیر مشاہیر الہی دہم ماہواری تھا چونکہ حکم ہو کہ عالی خاندانان کی پرورش ہوگی لہذا اس استحقاقیت پر ملحوظ رہے۔ اور نیرہ آبکاری کے کام سے بخوبی واقف ہو۔ اراچی کہ کارگراران کی پرورش اور چالکان کے خدو اندہ مجازی انکو خواص و عوامان کہتے ہیں اسی طرح لازم ہو جس طرح مسلمان کو حج عتبات عالیات اور ہم ہندوان کو تیرتھ (گنگا توری) ہر سال سے سن بھائی۔ گنگا توری (ہر) واجب ہو اگر عمدہ مسطورہ بالا عطا ہو تو خدا حضور اور حضور کے بال بچوں اور بابا لوگ اور قبیلہ کو ایسا س کی عمر دے۔ اتنی دولت کا ستارہ بلند رہے۔ فردی۔

میان آواز دے جو یہ عنسی سنی تو لوٹنے لگے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے
 ہقدر ہنسے ہقدر ہنسے کہ آنکھوں سے دھنگ جاری ہو گئے۔

عقل کے ناخن لیجئے۔ ہوش کی دوا کیجیے۔ پیش پا افتادہ افکار کے اطالین تو ہزار جگہ آپ غلطی کی۔ معروض کو معروض (یہ نئی گریٹ کا غلط ہو۔ انتظام کی خرابی (انتظام) تصدیق کے عوض (تصدیا) ملحوظ کی حکم (ملحوظ) ماشاء اللہ۔ اور یہ دوسرا ردی اور سر آمدی کی ایک سو فی

بعد ازاں آداب بجا آورہ) سب افسع محاورہ ہے۔ عالی خاندان کے لیے (عالی خاندان) بہت ہی خاصہ (استقامت) باب استقامت سے ہے۔ اور واللہ (گنگا توری لہر ہمارے من بھائی تیرا)

ایسی اڑائی کو صاحب بھی سمجھ جائیں گے۔ واہ استاد اچھے گروا میں
مال خانہ دانی کا ثبوت بھی کتنا صاف ہو کہ حضرت کے بڑے بھائی کی
علاج کے باپ کے پہلے شہر کے چچا زاد بھائی انہی روپیہ مہینے کے
ذکر تھے۔ اے اللہ! حضرت آپ تو بڑے عالی خاندان تھے

سالہ حضور پر نور دام۔ بعد ازاں آدابِ بجا آورہ معروق لے
فیضِ بخل لے گردائندہ می اکید کہ چون فی زمانہ بفضلِ قادرِ یگانہ
ہر ہاے چند و چندِ صبورہ انتہازم دریا بُردنی و دریا بُردنی خلکو
واہر شد اور فردی جانِ نثار کئی ماہ سے سحر اور مسافرِ طیفہ ترقی آپ کا

اور یہ سمجھا دینا تو آپ پر فرض عین تھا کہ بھالوج سے آپ کو دل لگا
کارشتہ ہو۔ اسکے بغیر عرضی پھکی رہتی۔ قبلہ بندہ سے اس کا
ترجمہ نہوسکے گا ذری اتنا تو بتا دیجیے کہ آپ ہین کون ٹھاکر۔
لالہ۔ جی بندہ تو اگن ہو تری ہو۔

آزاد۔ اگن ہو تری ایہی بھڑ بھونجے۔ یہ کیسے تو بھر آپ کی
عالی خاندانی مین کیا شک ہو۔ میان آدمیت سیکھو۔ سات کی
حرری سے تحصیلداری کے طالب ہو۔ بھلا کوئی بات بھی ہو۔

میان بھڑ بھونجے بڑ بڑاتے ہوئے چلے کہ واہ ادیچی دکان
پھیک پکوان۔ نام بڑے درشن جھوٹے۔ مترجم بنے ہین بڑا ساتھ
دروازے پر لگا دیا اور موٹے حرفوں مین لکھ دیا کہ میان آزاد مترجم

اکرٹ فون

میان آزاد زمین کے گز بنے ہوئے ادھر ادھر گھوم رہے تھے
کہ اتنے مین ایک بڑے کھوسٹ نے ایک بانکے سے کہا کہ کیا
سیدھے آئے ہو یا جان و بال ہو یا زندگی دو بھر ہے۔ یا چھینکتے
گھر سے چلے تھے یہ اگر نا اور برنا کیا معنی۔ میان گردن جھکا کر حلا
کیجیے ورنہ کوئی پہلوان گردن نا پے گا۔ تو یہ شیخت ساری خاک
مین لمبائے گی۔ تشارنڈ نا بھول جائے گا ہفت مین کرکری ہوگی
اس سے کیا واسطہ۔ یہ شہر کشتی پٹے بانک لکڑی کی ٹکسال ہو۔
بہت سے رٹنیے آئے مگر پٹنی کھائے۔ ہاتھ ملاتے ہی میان کے
پہلوان پکڑ لائے۔ اور مارا چارون شانے چت تنکڑی برائے
مین طاق سواری کسے مین شاق۔ کو لے پر لائے مین پڑا۔ یہ
سنے ہی وہ میان بانکے آگ بھوکا ہو گئے۔ جی۔ تو مین اس بھروسے
بھی رہے گا بندہ بھونجی کھانے والا آدمی نہیں ہو ہیچ کھیت پھاڑن تو
سہی فریان اپنے استاد کے جھون نے ہین لکڑی سلکھائی۔ ٹالون کی
نکڑی پھینکنا تو سب ہی جانتے ہین۔ مگر میدان کارزار مین ٹھہرنا

البتہ کاسے وارد۔ اور زبانی داخلہ تو ادھر ہی بات ہو ہائے استاد
میس میس آدمیوں سے گمارٹتے تھے اور کون لوگ۔ ایسے ایسے
گنوار گھاڑن ہین۔ پڑھے ہوئے پٹھے جنہر نکوناز تھا۔ پھر یہ خیال کیجیے
کہ نہیں گنگے برابر پڑتے تھے مگر تیسوں کی خالی جاتی تھیں کیجی آئے
ہو گئے کیجی گنگے سے چوٹ کاٹ دی کیجی بدن کو سمیٹ دیا کیجی تیرا
بدل دیا۔ شاگردوں کو لٹکا رہے جاتے تھے کہ لگا بڑھ کے ہاتھ آگھس کے
اور وہ جھلا جھلا کے چوٹیں لگاتے تھے۔ مگر صفحہ کی کھاتے تھے۔ اور
اپنا سامندرے کر رہ جاتے تھے۔ جب سب کا دم ٹوٹ گیا اور لگے
ہا پٹنے تو گنگے ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ سکھ گھراہے استاد۔ اُن کے
وہی خم دم وہی جتوں۔ وہی تاؤ بھاؤ۔ پھون لکڑی بھیکن مین دم
نہ پھوئے اور جو کمین بھڑ پڑے تو بات کی بات مین پرے صاف تھے
کسی پر بانٹ کا ہاتھ جایا۔ کسی کو چاکی کا ہاتھ لگایا۔ پھر بس ہی معلوم ہوتا
تھا کہ بھلے بھری چھوٹ رہی ہو۔ یا آتش بازی کی چھچھو ندرناچ رہی ہے
(استاد کی اچھی تعریف کی) یا چرخ جکر مین ہو۔ جنیو کا ہاتھ تو آج تک
چاروانگ ہند مین کوئی روک ہی نہ سکا وہ ملا ہوا پڑتا تھا کہ ادھر
اشارہ کیا اور ترٹے پڑ گیا جنیو کا ہاتھ کیا قضاے مبرم ہو یا مملکت
آفت ناگمانی ہے۔ بلاے بدیر مان ہے۔ گنگا ہاتھ مین آیا
اور معلوم ہوا کہ بجلی روکنے لگی۔ ممکن نہیں کہ انسان کی آنکھ نہ چھپکنے
پائے اور آدمی تو رانہ جائے۔ لاکا رو دیا کہ روک چاکی۔ پھر لاکھ جتن
کیجیے بھلا روک تو لیجیے۔ نشانہ تو کبھی خالی ہی جانے نہیں پایا۔ تاکہ
اور بھر پور ہاتھ لگایا۔ پھر عمر بھر نہ چھوٹی۔ ایک آگ ہی رٹا سکے
آنکے ٹھاٹھ ہی نرے ہین۔ پھر ریا بدن سادہ فراج۔ آدمی صورت کچھ
تو قہقہے نہ آئے کہ یہ استاد بے بدل ہین۔ مگر ایک ذرا سی بانس کی کھیلچ
وہیچہ چوڑ لگی دیکھیے کہ کیسے جو ہر کھاتے ہین میان ہم ایسے استاد
کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہین پٹے۔ بانے نوٹ کشتی لکڑی کسی مین

بند نہیں۔ جی چاہے کسی سے بھڑو کر دیکھ لیجئے اتنے میں ایک گنوار کا روکا جلا جاتا تھا انھوں نے پکارا کہ اسے ذرا ادھر آنا۔ ادھر ادھر کی بات سننے جاؤ۔ روکا قریب آیا تو پوچھا کہ اسے دو چوٹیں ہوتی ہیں اُسے نظر بھر کر دیکھا اور کہا ہاں ہم کسی سے دب کے نکلے والے نہیں جب کا جی چاہے ارمان نکال لے۔

پانکا۔ اے جالیسے دیہاتی چھو کرے ہم نے بہت چرائے ہیں گنوار۔ جی تو کہیں سوریان چرائی ہوگی۔ دیہاتی چھو کر دن سے شیطان نے پناہ مانگی ہے۔ آپ میں کس شمار و قطار میں ہم نے بھی شہر ہی میں تعلیم پائی ہے۔ ان گیدڑ بھیکوں میں اور آتے ہوئے گنوار تو یہ فقرے سننا کہ چلے یا میان آزاد اور پانکا بھر شہر میں چلے لگانے لگے چوک میں پہنچے تو حیرت پڑی ہو پانکا ترجہا تیکھا چنٹا لنگر کھپنے کے دار کٹی ہوئی ٹوپیاں سر پہ جہائے چیت کھٹنے ڈانٹے آندو پڑے ہوئے ڈھانٹے باندھے ہوئے تھے چلے جاتے ہیں تنچے کی جوڑی کر سے لگی ہوئی دو دو لاتیان پڑی ہوئیں باوہیں چڑھی ہوئیں۔ سزا بنیچہ۔ پیش قبض۔ کٹار۔ سر وہی۔ شیر نیچہ۔ سب سے لیس۔ خاصے ادبی بنے ہوئے۔ ایک بانے کو دیکھ کر ایک دکاندار شامت اعمال سے کہیں نہیں پڑا۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دن سے تنچہ داغ دیا۔ مگر حسن اتفاق سے خالی گیا لوگوں نے پوچھا کیوں آکا کیوں بگڑ گئے تیکھے ہو کر فرمایا کہ ہم کو دیکھ کر بچہ جی مسکرائے تھے ہم نے گولی لگائی کہ دانت پر پڑے اور اس جواب دندان شکن سے اُنکے بھی دانت کھٹے ہو جائیں۔ مگر زندگی تھی کہ گولی سے بچ نکلا میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ یہ بانے تو بالکل ناخدا ترس ہیں انکو زیر کیا تو کچھ بات نہیں۔ ایک بتولی سے پوچھا کہ کیوں بھی اس شہر میں بانے بہت ہیں اُسے کہا میان بانکا ہونا تو دل لگی نہیں۔ ہاں یوں کیسے کہ بیگ سے بہت ہیں اور ان سب کے

گرو گھٹال وہ ذات شریف میں جب کو لوگ یک رنگ کہتے ہیں۔ وہ صندی رنگا ہوا جوڑا ہیں کے نکلتے ہیں۔ مگر مجال کیا کہ شہر بھر میں کوئی صندی جوڑا ہیں تو لے یک رنگ صندی جوڑا کوئی ہیں نہیں سکتا کوئی اپنے تو کوئی بھی سر کر دین اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔

میان آزاد سوچے کہ اس یک رنگ کا ٹیٹوانہ لیا تو کھانا حرام دوسرے دن حضرت بھی صندی بوٹ صندی گھٹنا صندی انگر کا صندی ٹوپی لے کر نکلے۔ میان بھی صندی۔ اب جس گلی کو چے بازار سے گزر ہوتا ہے لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہ آج اس ڈھب سے کون نکلے ہیں بھی جو طرفہ انگلیان اٹھنے لگیں شدہ شدہ حضرت یک رنگ کے چیلے چا پڑنے اُنکے کان میں بھی بھنک ڈال دی۔ سننے ہی منہ لال چقدر ہو گیا۔ کپڑے ہیں ہتھیار لگا جل کھڑے ہوئے۔ میان آزاد بتولی کی دکان پر جا کر رنگ کئے اُنکی وضع دیکھتے ہی اُسکے ہوش اُڑ گئے۔ لگا ہاتھ جوڑنے اور منت کرنے کہ از براے خدا میری ٹوپی بے سیجیے۔ یا جوتا بدل ڈالے ورنہ وہ آتا ہی ہوگا مفت کی ٹھالیں ٹھالیں سے کیا واسطہ انکو تو کچے کھڑے کی چڑھی تھی یہ مانتے کب تھے گلوڑی لی اور اکڑ کر کھڑے ہو گئے ارد گرد تماشا بینوں کا ہجوم ہے اور شہر بھر میں دھوم ہے کہ آج یک رنگ سے تلوار چلے گی۔ اتنے میں حضرت یک رنگ بھی نمودار ہوئے۔ بتولی نے میان آزاد سے کہا کہ سنبھیلے وہ ۶۔ آتے ہیں تنچے کو چڑھا لے ہوئے کل پر ۴ اُنکے آتے ہی بھر چھٹ گئی۔ ہر۔ کوئی ادھر تر گیا کوئی ادھر دیک رہا۔ کوئی گلی میں گھسا۔ کوئی کرے پڑھ گیا یک رنگ نے جو انکو دیکھا کہ از سزا یا صندی پوشاک پہنے ہوئے جل ہی مرا۔ نظر قہر آؤ دڈال کر کہا۔ اے او ہولا خبطہ۔ اتار ٹوپی بدل جوتا گستاخ ہاے ہوتے ساتھی تو صندی جوڑا پہن کر نکلے

تیرے اور یہ غم و دم - اتار - اتار - نہیں مین بڑھ کر کام تمام کر دوں گا
میان آزاد پستیر بدل کر تیر کی طرح چھپت بڑے اور نہایت پھرتی
سے یکرنگ کی توند پر پیچہ رکھ دیا - اور تیرا شخص جنش کی اور
دھوان اُس بار - ہلا اور دین کی آواز آئی - بولا اور لاش
پھڑکنے لگی - مردک بڑا بانکا بنا ہے - صد ہا شرفا کو بے عزت کیا
تم جیسے بد معاش اور بانگین کا دم بھرو - اتنے چابک باز ڈنگا کہ
یا دو کو گے بچہ - ابھی اتار ٹوپی - اتار اتار نہیں دھوان اُس بار
اتفاق سے کہیں ایک درزی کا ادھر سے گزرا ہوا - میان
خلیفہ کی لڑی اتار یکرنگ کی چپت گاہ پر رکھی اور یکرنگ کی صندوق
لوٹی اپنی جیب میں رکھ لی بات تری ایسی تھی - بڑے بانکے
بنے تھے شہر بھر میں کوئی یکرنگ جوڑا نہ پنے - نادری حکم لگا دیا -
زیر دستون غریبون شریفون کو بہت ستاتے تھے - ہم سے ایک
نہ چلی - حوصلہ ہو تو آؤ دو دو ہاتھ بھی ہو جائیں خبر دار جو کج سے
صندوقی جوڑا پہنا تو تم جانو گے -

شہر بھر میں یہ دھوم ہو گئی کہ میان آزاد نے یکرنگ کے چھلکے
چھڑا دیے گھٹی بندھ گئی چپ چاپ درزی سے لوٹی بدل بیچ ہی
دبے پر بلی چوہے سے کان کٹاتی ہے - اب تو میان آزاد پر
بانگوئی بھی نظر پڑنے لگی جس لکڑی مین جاتے تھے لوگ بہ تعظیم
پیش آتے تھے - ایک دن انھوں نے منادی کر دی - آج
میان آزاد بچے صبح سے آٹھ بجے تک اپنے فن کے کرتب دکھائیں گے
جن اصحاب کو شوق ہو آئیں اور خط اٹھائیں روز معینہ کو ایک
فراخ دو سب میدان میں غٹ کے غٹ جمع ہوئے اور میان
آزاد نے طرح طرح کے جوہر دکھائے - لیون پر نشان بنایا اور
تلوار سے آرا یا تو نشان کے پاس کھٹ سے دو ٹوکے گیسٹ
اچھا الاور پانچ چھ مرتبہ مین چھیل ڈالا - تلوار کی بارٹھ سے دس

بارہ کی آنکھوں میں سرمہ لگایا - چرخ جلا یا اور کھانڈا پھیکے پھیکے
گل کاٹ ڈالا نو انگ بتی انگ - ایک پیالے میں دس کوڑیاں
رکھیں اور دو پر نشان بنا دیا دونوں کو تلوار سے پیالے ہی میں
کاٹا اور باقی کوڑیاں نلوہ بچ نکلیں - لکڑی ٹکی اور چھت پر
ہو رہے گنگے کا ذرا اشارہ کیا اور مین ہٹا گئے - چالیس چالیس آدھون
نے گھیر اور یہ صاف نکل بھاگے - پلنگ کے بچے ایک جنگلی
کبوتر چھڑو یا گیا - انھوں نے اُسکو نکلنے نہ دیا وہ لاکھ کوشش
کر تا رہا مگر پھڑپھڑا کر رہ جاتا تھا - اتنے میں ایک پھکیت
بوئے اچی یہ شعبہ بازی ہو میرا ان کا رزار مین سامنا ہو تو
جائیں -

آزاد - ہاں یہ دعویٰ - اچھا فہمیدہ خواہ شد تمھارے یکرنگ
رنگے سار کا رنگ تو بھیکا ہو گیا اب تم منھ آتے ہو کسی دن
گردن ناپو گنا -

پھکیت - جو بیخ سنبھا لو نہیں ہم تمھاری خبر لے لیں گے -
آزاد - یہی دلی خواہش ہے کہ تم جتنے گوکھے بانکے ہو سب کو بیچا
دکھاؤں اور تمھارا بل کالوں - دیکھو صبح دسٹام تمھاری بھی قلعی کھلی
جاتی ہے - تم لوگ بانکے نہیں مردم آزاد خوجا رانا خدا ترس ہو جس
طرف سے نکل جاؤ ادھر آدمی کا نپ اٹھیں کہ کہہ پڑیا آیا کوئی ہنسنا
اور تم نے بندوق چھتیائی - کسی نے بات کی اور تم نے چوٹ لگائی
بھی واہ اچھا بانگین ہو تو دھج کیا جہان دسٹ ڈنڈ پیسے اور بل پر
دسٹ بارہ دن لکڑی پھسکی اور جگہ واہون پر شیر ہو گئے ورنہ بالکل
کو ہمیشہ بردبار ہی دیکھا تم ایسے تو -

باد شونہ از بجز را غی رسند | او د شونہ از بد را غی رسند
جیسے رذیلون مین پھکیتی نیکی با نا شرف ہو گیا تب سے
شرفا اُسکو میوب سمجھنے لگے اور یون ادیچی بن کر اور غبتن کر

ہائیکے - دادہ میان خلیفہ تم نے تو زمین اُسے ہترے سے مونڈا
واللہ عجیب قطع کے آدمی ہو بھی - مین تو زمین کا گز بن گیا جب
کہین یکسوئی ہاتھ آئی اور جو شے سلوانی ہوئی تم سے سلوانی

کلنا تو سب ہی جانتے ہیں مگر فن کا جانتا اور ہی نہیں ہے
 اتنے میں میان آزاد کے قریب سے ایک پہلوان ایڈٹ
 ہوئے نکلیے۔ چٹ لنگوٹ باندھے مل کی چادر اوڑھے دو تین چٹے
 ساتھ ایک کیسہ روائے کی چپت گاہ پر پہلوان نے خدا واسطے کو
 دھب لگا دی وہ پیچھے پھر کر دیکھتا ہی تو ڈھوکا ڈھوہ آدمی۔ تہ درویش
 برہان درویش۔ بوئے تو خوب پتھا جائے۔ کان دبا کر دھپکھا کر
 دل ہی دل میں کوستا ہوا بھلا گیا ایک تھوڑی ہی دیر میں
 میان پہلوان نے ایک فوانچہ دے کا فوانچہ اُٹ دیا۔ تین چار
 روپیہ کی مٹھائی خاک میں مل گئی۔ جب اُس نے خوب ہی غل غپاڑا
 مچایا تو شاگردوں نے سر سہلایا۔ دو تین گدے گھونسنے لگے لگاؤ
 دو چار پڑ جادیے وہ پیچھا روتا جلاتا دہائی دیتا جلاتا دہائی ہی
 میرا فوانچہ لوٹ لیا۔

میان آزادانہ دل میں سوچے کہ یہ تو کوئی بڑا ہی شور مچا رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کسی پر پٹرکسی پر تھپڑ۔ واہ کیا پہلوانی ہو اسکی خیرنی تو کچھ نہ کیا۔ اُسے تو شہر بھر میں تملک بجا دیا ہی یہ سوچتے ہی میرا شیر چیپٹ پڑا اور پہلوان کے پاس جا کر گھٹنے سے ایسا دھکا دیا کہ میان پہلوان نے بائیمہ تن و توش ہمیں روٹھکیان کھائیں اور سنبھلتے ہی اُنکی طرف ڈبٹ پڑے یہ بھی شیر نرکی طرح ڈکار تے ہوئے چلے۔ تماشا لائی تو سمجھے کہ پہلوان قوی ہو گیا کس بل کا آدمی ہو چمڑمڑ کڑائے گا۔ لیکن آزاد نے پہلے ہی سے وہ داؤ بیچ کیے کہ پہلوان کے چھکے چھوٹ گئے۔ ایسا دبا یا کہ چھٹی کا دودھ حضرت کو یاد دیا پہلوان نے جیسے ہی میان آزاد کا بایان ہاتھ گھسیٹا اُنھوں نے داسے ہاتھ سے اُسکا ہاتھ باندھا اور اپنا چھڑا لیا اور چنگیوں میں کوہ پر لا دگھٹنا ٹیک کر مارا چار دن شانے چت۔ یا علی پہلوان اب تک کورا تھا۔ کسی دنگل میں آسمان دیکھنے کی نوبت نہیں

مگر تم خدا جانے کس کتر بیونت میں رہتے ہو سینا پر دنا بخیر۔
ہاں زبان البتہ کترنی کی طرح چلا کرتی ہو۔ تم سے کٹر اسلوا نہ اپنے
کو انگشت نما کرنا ہو۔ تمہارے رشتہ دار سب استاد ہیں مگر تم
سے گھامڑ کھلے۔ ہاں دم دھاگا دینا خوب جانتے ہو۔ ٹوپی سی
بھونڈی بنائی کہ یاران سر پہل نے پھبتی پھبتی سنائی۔ وا اللہ
ہم سے ایک شفیق کا درزی کیا ٹوپی سیتا ہے کہ سر پر قالب کا
دھوکا ہو جاتا ہے۔

خلیفہ۔ ای تو حضور میں اسکو کیا کروں۔ میرا بھلا اس میں کیا
قصور آپ کا سر ہی کاواک ہو۔ میں ٹوپی بناتا ہوں سر بنا نا
ہنیں جانتا۔

بانکے۔ او گیدی جو رخ سنبھال۔ بہت بڑھ بڑھ کر بایتن بننا
ہنیں مارتے مارتے اُلو کر دو گکا جائے سے باہر ہوا جاتا ہے
بانکون کے منہ آتا ہی اور سینے ہمارا سر کا داک ہے۔ تیرا سر
ساخے کا ڈھلا ہی۔ چوغرا نا معقول ابے تیرے ایسے ایسے
درزی میری حیب میں پڑے رہتے ہیں جی چاہتا ہی لکڑی
کھونس دون لمون کے حلق میں۔ منہ بند کر نہیں دو گکا اٹھا ہاتھ تو
منہ پٹھا ہو جائیگا اور قاشاد کیجیے۔ ہمارا سر گویا کدو ہو گیا ہم
چوغرے ہیں کان کتر تو گکا پچ۔

درزی۔ حضور مالک ہیں مل میری کھتا نہیں جیسا سر کی ٹوپی
ایسا سر تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ یہ نئی گڑ بہت کا سر ہے جب
چینچی ہزار نعمت کھلا۔ آپ پھیریں بس میں سی چکا بھڑ پالا۔
جب دام دینے کا وقت آیا تو یہ فقر اسنا یا۔ یہ سنتے ہی بانکے نے
درزی کو چیر غوگیا۔ اور اس ورجہ پٹیا کہ وہ بچا رہہ بیہم ہو گیا
آخر کار کفن پھاڑ کر چیا کہ دہائی میان آزاد کی۔ دہائی میرے
استاد کی۔ میان آزاد دور سے کھڑے سر دیکھ ہی رہے تھے۔

جھٹ تلوار سوت عین موقع واردات پر پہنچ گئے۔ سنبھل
او آکا کی دم بانکین کا رجوی اور تم۔ پیچھے پھر کے دیکھا تو میان
آزاد جگت استاد۔

آزاد۔ اس ڈنڈیل کے قربان۔ واہ بھی ہیلوان۔ تم تو تم
داستان ہو۔ خلیفہ بچا سے پر ساری چوٹیں صاف کر دیں کبھی
کسی کڑے خان سے بھی بالا پڑا ہے کہین گمار بھی رڑا ہی پانچو پانچ
ہی پر شیر ہو۔ بڑے دیر ہو تو اوہم سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں
تم ڈھیر ہو جاؤ یا ہم چوکھا میں آئیے پھر تیرا بدیے۔ ای ہو تو
اب تامل کیا ہے۔ لے تیغ دو دم۔ اور نگاہ ہک ہاتھ ادھر
یا ادھر۔

بانکے۔ ہائیں ہائیں!۔ استاد۔ ہمیں پر ہاتھ صاف کرنے کا
داعیہ ہو۔ ہماری تلوار تم پر اور تمہاری سر ہی ہم پر چلے۔ کیا بیل ہم
ابھی نو سکھے تم کو گھنٹال۔ کجاچر کہ کجا طائوس نہ مودین بال
اور اس کیمنے درزی کی طرف سے آپ بولتے ہیں اور غیور
تلوار تو لیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ آئیے آپ سے کچھ کہنا ہی آگے
اپنا اپنا لہنا ہو۔ شاد بایز رستین ناشاد بایز رستین مصیبت
تکلیف سب کچھ سہنا ہے۔ اگر تم کمک کرو تو پڑا پا رہو ورنہ
ہم ہیں اور منجھد ہمارے ہی۔

آزاد۔ اچھا تو بہ کرو کہ اب کسی غریب زبردست کو نہ دھکا لیں گے
بانکے۔ اچی حضرت دھکا ناکیسا ہم خود بلا میں پھنس گئے۔ خدا ہی
بچائے تو بچیں۔ صاف صاف یوں ہی کہ بیان ہمارا ایک بیٹ ہو
کمیلان۔ بلا کا پھکیت۔ ستم کا بنکیت۔ قیامت کا ہاتھ ہی۔ اس سے
ہم سے لاگ ڈانٹ ہو گئی کل نو چندنی جمعرات کو ہمیں درگاہ
میں کھیرے گا۔ کوئی دوسو بانکون کی جماعت سے ہم پر حربہ
کرنے کا قصد ہو۔ ہم اس طرف ساری فدائی ہو ادھر کچھ بھی نہیں۔

ہم سوچتے ہیں کہ درگاہ بنائیں تو بانگپن میں حرف آتا ہے
جائیں تو کس برے پر یار تم ساتھ چلو تو مزے ہیں۔ ورنہ
بے موت مرے۔

آزاد۔ بس اتنے ہی کے واسطے تو تمہارا ساتھ دیتے ہیں
بڑا اٹھا لیا کہ تم کو کل ے چلین گے۔ اور سب سے بھڑکے
وہ تنہا ہوں خواہ ہزار۔ ہم ہیں اور ہماری تلوار۔ فخر ہو اور
کٹار۔ اتنی کٹاریں بھوکوں کہ دم بند ہو جائے۔ مگر یہ بتا دو کہ
تمہارا قصور تو نہیں ہے۔

بانگے۔ نہیں اُستاد شہید کر بلا کی قسم۔ جو میری جانب پہل
ہو تو ناک کاٹ لیجئے اور جو چاہیے سزا دیجئے مجھ سے اُنھوں نے
ایک دن اکر کر کہا کہ تو تلوار نہ باندھا کر میں بھی آپ جانے انسان
ہوں بشر ہوں فرشتہ نہیں ملک نہیں مجھے بھی غصہ آ گیا۔ میں
کہا۔ دت۔ تو اور ہم سے ہتھیار رکھوالے۔ اسی تیری قدرت
اتنے میں لکھے لفظ سنانے اور سپردہ میں آدمی اُسکی طرف سے
ہونے لگے مصلحت وقت سمجھ کر میں نے بھی دو چار باتیں کہیں
دبا نہیں۔ مگر پڑنا خلافت عقل سمجھا۔ بانگہ ہوں تو کیا ہوا کہیں
بے نیچے برجھے بات نہیں کرتا۔ خیر اُسے آواز بلند کہا کہ اچھا
چند درگاہ میں سمجھ لیں گے ابکی نوچندی میں یا ہمیں نہ ہونگے
یا تم ترقی نہ ہو گے۔

آزاد۔ اچھا تم لیس رہنا میں دو گھڑی دن ہے آؤنگا گھر آؤ
نہیں تمہارا بال بیکا ہو تو موچند نہ ڈاؤن۔ یہ دو آدمی دیکھنے
ہی بھر کے ہونگے جانا اُن میں دو ہی دو چار ہونگے جو آزادی کی تیغ
کی چمک اور آج جگر کی جھلک کا سامنا کریں ورنہ ایک چھپاؤ
لو کہ ہم بھاگیں تو سی۔ اجل کا تھا بلکہ ناول لگی نہیں ہے۔ مرد
میدان باید۔ ے بس اب رخصت کل لیں گے۔

میان آزاد دوسرے دن ہتھیار باندھ کر کوچی بنے مجھے
چلے راستے میں وہی بانگے ملے۔ علیک سلیک کے تیرے دونوں ساتھ
ساتھ چلے جھپٹے وقت بٹتے ہوئے درگاہ پہنچے۔

نوچندی جمعرات جسکے آگے بنارس کا بوڑھا مشکل بات چو طرف
چل پہل کہیں ہوشان غنچہ ہیں۔ کہیں پری رویاں سمیت
مناشا کیون کا ہجوم مٹو بچو کی دھوم پھٹکے کے ٹھٹھکے لگے ہیں آدمی پر
آدمی ٹوٹے پڑتے ہیں کوسوں کا تناٹا لگا ہوا ہے۔ میوہ فروش
صدانگا رہے ہیں۔ تنہا بیڑے بنا رہے ہیں۔ گنڈیریاں ہیں
کیوڑے کی۔ کچھے ہیں کباب۔ میان آزاد خزانہ خزانہ میں
کرتے گھورتے گھارتے پھاٹک پر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ سنے
یتس چالیس آدمیوں کا غول ہے۔ بانگے نے کان میں کہا۔ یہی
حضرات ہیں۔ دیکھ لیجئے دنگے پر آمادہ ہیں یا نہیں اور لطیف
یہ کہ کوئی نہ تھا نہیں۔

آزاد۔ بھلا یہاں تمہارا بھی کوئی جان پہچان ہے۔ ہو تو دس پانچ
کو تم بھی بلاؤ۔ پھر پھر کا تو ہو جائے۔ لڑنے والے ہم کیا کم ہیں
مگر ذرا دو چار جالی خبر ہے بھی چاہیں ڈالی کی رونق ہو جائے
باقی باقی کے کھانے کے دانت اور دکھانے کے اور
ہوتے ہیں۔

بانگے۔ ابھی لایا۔ دس میں اچھے چوٹ آدمی کٹ مرنے
والے آپ ٹھہریں میں دم کے دم میں آیا مگر باہر ٹپلے تو اچھا
ہے۔ یہاں جو کھم ہے۔

میان آزاد پھاٹک کے باہر ٹپلے لگے اور انکے پار چلے
چوٹ آدمیوں کی تلاش میں۔ کیدان نے جو دیکھا کہ دونوں
بھسکے تو باہم ہنڈیاں پکے لگیں۔ وہ بھگا یا وہ ہٹا یا
بھاگا ہے تو کہم ہات تیری دم میں مندا۔ ایک شخص نے کہا

دلاقہ ہم ملتے ہی رہ گئے اور حریف جھانسا ہے ہی گیا
تلوار کو ذرا ٹیکا اور زن سے اُس پار آن ہوئے بھی کھلاڑی
خبردار ناڑی - ہاتھ اٹھایا اور مین نے چیر غٹو کیا اور ٹیٹو لیا
بانکے کے دل میں ڈھارس ہوئی کہ شکر ہے خداوند - جان
بچائی - از سر نو زندگی پائی - اتنے میں میان آزاد نے کہا
روکو اور -

یہ کہہ کے لی نیام سے تیغ شمشیر نکالنے لگا
آواز دی زمین نے کہ یا خدا جہاں
دہشت سے تھر تھرا گیا مریخ آسمان

تلوار کا چمکتا تھا کہ سب ساتھی رفیق نام کے بانکے ہر ہمتے - میدان
خالی فقط میان آزاد اور بانکے ایک طرف کیدان اور دوسری طرف آزاد
دوسری طرف - باقی رفو چکر - ایک آزاد پر پیچھے چلا یا دایک - مگر
خالی گیا پھر کل پر چڑھایا اور داغ کر بجک چاٹ گئی - آزاد نے
جھپٹ کر انکو تو ایسا چرکا دیا کہ مل کر گر پڑے - دوسرے حضرت
دس قدم پیچھے ہٹ گئے بانکے تنگ گئے اب میان آزاد اور
کیدان - وہ کروک پر جھکے انھوں نے نہایت خوبصورتی سے
چوٹ روک کر سر پر ہاتھ لگانا چاہا اُسے روکا اور چاکی کا ہاتھ دیا انفر
آدھ گھنٹے تک انکے اُنکے شپاشپ تلوار چلائی - آخر کار انھوں نے
بڑھ کر صیوکا وہ کافر ہاتھ لگایا کہ جھڈا رات تک کھل گیا - مگر کیدان
بھی گرتے گرتے باہر دے ہی گیا - طرفین سے خون کے شرابے
بہنے لگے - ادھر یہ ادھر وہ دھم سے گرے انھوں نے کہا یا علی
وہ بولے الا اللہ -

بھولے بھالے نواب

کمال بھی کیا چیز ہوا اللہ انکے تھاٹھ دیکھیے کہ کیا آن بان ہے
جدھر گزرتا ہوا انگلیاں اٹھتی ہیں شدہ شدہ نوابوں رئیسوں
میں بھی اکھاڑ کر خیر ہو چکا - رئیسوں کو دھم ہے کہ پہلوان بھگیت

حضور وہ بھاگنا نہیں ہوا اللہ ایک ہی کا بیان ہو کسی فکر میں گیا ہی
ذری کسی آدمی کو دوڑا دیجئے تو خبر لائے ایک بگڑے دل باہر
گئے تو دیکھا بانکے کچھم کی طرف شتر بے مار کی طرح گردن اٹھائے چلے
جاتے ہیں اور میان آزاد بھاٹک سے دس قدم پر چل قہقہ
کر رہے ہیں اُسٹے پائونٹن آکر خبر دی کہ واللہ بس یہی موقع ہے
چلے چلے مار لیا ہوا ناڑی کو - بانکے ہاتھ چلا جاتا ہوا اور اکیلا ہی
بہیک بینی و دو گوش - تلوار آزاد کے پاس ہے - وہ سب دوسرے
بھاٹک سے بھڑ بھڑ کر چڑھ دوڑے - ٹھہرے ٹھہرے - ادھر دوسرے
بس رک جا - آگے قدم بڑھایا اور تلوار کا زخم کھایا جنبش کی در
دیا تلا ہوا ہاتھ - بچہ آج نوچندری جمعرات ہے - پندرہ مہینہ دینا
نے جو طرف سے گھیر لیا - اور لگا لگا لیون کا چھڑ چلنے - کیدان کی
آنکھیں لال انگارے خون چٹک رہا تھا - بدن اسے غصے کے
تھر تھرا رہا تھا - بانکے کو اکیلا باکرہ نقاب بھی شیر میں کوئی اکڑتا ہی کوئی
برتا ہی - اتنے میں دس پانچ نے مشیخت میں آکر تلوار کھینچ ہی تو
لی ہائیں ہائیں ہائیں ہائیں - اور لوگوں نے دیکھا کہ ہم ہی پھر ہی
رہے جاتے ہیں سڑ سے سرد ہی میان کے باہر جی - بانکے کا رنگ
نق کہ غضب ہی ہو گیا - اب کتے کی موت مرے - کس کس سے
لڑو لگا - ایک دوادو نہ کہ سو - خیر - بھر سچہ بادا باد - بچا بے
میان آزاد کو کوئی خبر کو دیتا تو وہ جھپٹ ہی پڑتے - مگر اب موقع
کچا - جب تک کوئی جائے جائے ہمارا کام تمام ہو جائے گا - ایک
یار نے بڑھ کر بانکے بچا بے مصیبت کے اسے پر ایک لٹھ لگایا
تو ہائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی - سمین غل غباٹے کی آواز میان
آزاد نے بھی سنی انھیں کیا معلوم کہ انکے یار پر کیسا وقت
گزر رہا ہی ملتے ہوئے چلے اور بھڑکات کودرتے ہوئے
ہوئے - اہو ہو ہو - یہ بانکے یہاں پھنسے ہوئے ہیں - لا حول

نبوٹے کو ساتھ رکھیں۔ کبھی پر لیکر ہوا کھانے مکھن۔ ایک البصا
نے انکو بھی بلوایا۔ یہ اونچی بنے ہوئے دو دو دلا بیتان کمر سے
لگائے تھے ہوئے جا ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نوا البصا
اپنی مان کے لاڈلے۔ اندھیرے گھر کے اُجائے بھولے بجائے
مسند پر بیٹھے پوجان گڑ گڑا رہے ہیں۔ تمام عمر زنان خانہ ہی میں
حضرت نے پرورش پائی تھی کبھی گھر کے باہر جانے تک کی نیت
نہ آئی تھی گویا باہر قدم رکھنے کی قسم کھائی تھی۔ دن بھر کمرے میں
بیٹھا یا روتی دو سنتوں سے گپیں اڑاتا کبھی چوسر کارنگ جلیا
کبھی بازی لڑی۔ کبھی پوپر گوٹ اڑی۔ کبھی سہ بازی دینی پڑی
کبھی حکم اڑانے لگے۔ ۶۔ آفتاب آیا ہی سورج کندھ میں نہ
۷۔ بزن بیٹے کہ فرستان بلرزو تاج کی کھیل اعلیٰ غلام ندارد برات
کاسر۔ یہ فقرے اڑے۔ پھر شطرنج کبھی شاطر اپنے اپنے منصوبے
کرنے لگے کسی نے پیادین کی کسی نے گویلا۔ مہرے کھٹ
کھٹ پٹتے تھے کشت بادشاہ کہ پھر کشت۔ وہ گھر ٹاپٹ لیا
وہ پیادہ چپک لیا۔ رخ چھڑا دیے۔ فکر کے میدان میں عقل
کے گھوڑے دوڑ رہے ہیں جب دل گھرایا تو دمک کا دم لگایا
چاندو کے چھینٹے اڑائے۔ افیدن کی چسکی پی۔ اُس دن حضرت
اپنے صاف ستھرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں
میر آغا میر کو موٹو کرتے ہوئے تشریف لائے اور آداب بجا لا کر
دوڑا نو بیٹھ گئے۔ میر آغا ابھی اچھی طرح بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ
اچھے مرزا بونڈا چھینٹے ہوئے آہی گئے اور ایک کونے میں جا ڈٹے
میان جھین انگر کے کے بند کھڑے گری پر لٹپی رکھے کھٹ سے
موجود۔ آکا دانی دن سے داخل۔ پھر کیا تھا تو آ۔ میں آ۔ دمن
پندرہ حضرات جمع ہو گئے مگر سب جھڑے تلے کے شہدے
چھٹے ہوئے گئے۔ کوئی چینی کی پیالی میں افیون گھول رہا ہی

کوئی چاندو کا قوام بنا رہا ہے۔ کسی نے گنڈیرین بنائیں
کسی نے امیر حمزہ کی داستان چھیڑی۔ سب اپنے اپنے
دھندے میں مصروف ہوئے۔ اتنے میں نواب صاحب نے
میر آغا سے پوچھا کہ میر صاحب آپ نے خشکے کا درخت بھی
ملاحظہ فرمایا ہی۔

میر آغا۔ حضور قسم ہے جناب میر علیہ السلام کی ستر اور دو چہتر
(وہ بہتر لاجل مجھے تو گنتی بھی نہیں آتی) بہتر برس کی عمر ہونے کو
آئی غلام نے آج تک آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن حضور ہوگا
درخت بڑا تو دیکھا۔ ایک عالم کی اس سے پرورش ہوتی ہی
جسے دیکھو خشکے پر ہتھے لگاتا ہی۔ پھر آخر یہ آتا کہ مان سے ہی۔

اچھے مرزا۔ قربان جاؤں درخت کے بڑے ہونے میں کیا
منت ہی۔ کشمیر سے لے کر قربان جاؤں بڑے گاؤں تک اور
لنڈھن سے تا بلوایت سب اُسکے خوشہ میں ہیں مگر حضور بنگال میں
خشکے کے پیسٹ بڑے بڑے کوئی بلنڈی کے برابر ہوتے
ہوئے۔ وہاں تو اسی پروردگار ہے۔

نواب صاحب۔ میرا قیاس بھی یہی کہتا ہی کہ درخت ہوگا
عظیم الشان لیکن مان دریافت طلب یہ بات ہو کہ خرکس درخت
سے زیادہ مناسب ہی۔ اگر یہ دریافت ہو جائے تو پھر جانے کہ
ایک نئی بات ایجاد ہوئی اور بھی سچ پوچھو تو تحقیقات کے بھی
یہی معنی ہیں کہ جب تک ایک ایک بات کی خوب چھان بنان ہو
تب تک ایک لطف نہیں۔

مسٹر ایک۔ حضور برگد سنا بڑا عظیم الشان درخت ہوتا ہی
واحد عالم بالحدیث۔ نیم کا پیر تو ہم نے بھی دیکھا ہے۔ کتابتین
ابن پڑھا ہی کہ ۶۔ برگد کی جٹا میں بال اُسکے۔ اگر درخت بڑا
نہو تا تو شاعر مثال کیوں دیتے۔

چھٹن۔ ہم نے کیدے کا پڑا مرد کا پیر گیندے کا پڑا خروڑے کا
پیر یہ سب انھیں آنکھوں دیکھ ڈالے۔
آزاد۔ بھلا یہاں کسی صاحبے واہ واہ کی پھیلیوں کا پیر
بھی دیکھا ہے۔

گپتی۔ جی ہاں حضرت۔ ایک دفعہ نیپال کی ترائی میں دیکھا تھا
مگر شیر جوڑا راتو میں گیندے کے درخت پر چھپے چڑھ گیا۔
کچھ یاد نہیں کہ پتی کیسی ہوتی ہے۔

منے میان۔ بھی خشکے کے درخت کا کچھ تو حال دریافت
کرنا چاہیے۔ یہ بھی فرمیشن ہو گیا ہو کیا کہ لاکھ جتن کیجیے پھیری
نہیں کھلتا۔ اوریوں گدے بازیوں سے کام نہیں چلتا۔
پیل سے بڑا درخت تو آج تک نہ ہی نہیں حتیٰ کہ لوگ اس کے
سایہ تلے کے لوگوں کی قسم کھاتے ہیں مثلاً۔ پیل تلے کے
بھتنے کے شیطان کی قسم نہ انتہا اس کے گئے ہیں۔

اچھے مرزا۔ قربان جاؤں ان لوگوں کی باتوں کا اعتبار کیا
سب سنی سنائی کہتے ہیں۔ شینہ کو بودا مندیہ۔ قربان
جاؤں غلام نے وہ بات سوچی کہ سنتے ہی پھرک جائے۔
قربان جاؤں کہتے ہوئے لب بندھے جاتے ہیں۔

نواب صاحب۔ ہاں داماد میر صاحب۔ آپ کو قسم ہے پنجتن
پاک کی جو نہ کیے۔ حضرت اب اشتیاق بڑھتا جاتا ہے۔
مے داماد ہے مجھے یقین ہو گیا کہ اپنے اسکی لم دریافت کرنی
ہوگی داماد دور کی کوڑی لائے ہو۔

اچھے مرزا۔ قربان جاؤں اکتے کو ٹیک کر اور نیم تیر ہو کر
اگر خشکے کا درخت ہو گا تو اس کتا سے کے برابر ہو گا جو بھر
بڑا نہ بل بھر چھوٹا۔

نواب صاحب۔ داماد وہ میر صاحب کیا بات نکالی ہے۔

مصباحین۔ سبحان اللہ واہ اچھے مرزا وہ میر صاحب
قربان اس سوچو بوجھ کے۔ کیا شیریں بیانی ہو داماد اس کتا سے
کے صدقے۔

آزاد۔ آپ تو اپنے وقت کے لال بھیکو نکالے کیا بات پیدا کی ہے
بھی معلوم ہوتا ہے سفر بہت کیا ہو۔

اچھے مرزا۔ کون۔ میں نے سفر۔ اسے تو یہ قسم دو جو نخاس سے
باہر گیا ہوں۔ گریبان میں روکین ہی سے لگی تھا۔ والد مرحوم تو
بالکل بیوقوف تھے مگر آجان بلا کی عورت تھیں افسوس۔ وہ بات
میں بات پیدا کرتی تھیں کہ اچھے اچھے مردوں کی عقل دنگ
ہو جائے۔ سترہ برس کی عمر تک انھوں نے ہمیں بالاپروسا۔ پھر بھلا
ہم برق کیوں ہوں۔

اتنے میں غل غپائے کی آواز آئی۔ ہائیں اخیر تو یہ بھی آخر
ماجر کیا ہوا اندر سے مبارک قدم نوٹھی پاؤں ننگے سر پٹی ہوئی
آئی حضور حضور میں صدقے واسطے خدا کے جلدی چلیے یہ ہنگامہ
کہاں ہو رہا ہو۔ پروس میں مئے سندے خون کیے ڈالتے ہیں
بڑی بگم صاحب کھڑی رو رہی ہیں کہ میرے بچے پر آج نہ آجائے
اور سنیے کچاس قدم پر تو جھگڑا ہو رہا ہو انکے چان کھل بلبی جج گئی
نواب صاحب جو تیان چھوڑ کر اندر بھاگے دروازے سب بند
اب کسی کو حکم نہیں کہ زور سے بولے اتنے میں ایک مصاحب نے
ڈیوڑھی پر سے پکارا کہ پیر دمر شد میان آزاد پھر آخر کس مرض کی دوا
ہیں۔ گندیری چھیلنے کے کام کے نہیں۔ قوام بنانا نہیں جانتے
پیر مٹھیانے میں جاں گلو انکو بھیکو دریافت نہ کر لیں کہ یہ دنگا
کہاں ہو رہا ہے۔

مبارک قدم۔ ہاں ہاں بھیج دیجیے۔ کیسے ستے کی چال جائیں
اور بلبی کی چال آئیں۔

میان آزاد نے ایک خدنگار کے ہاتھ میں تیغ اصفہانی دلی دے
خود کٹارے کرانڈتے ہوئے چلے راہ میں لوگوں سے پوچھتے
جاتے ہیں کہ کیوں بھی یہ نسا دکیا ہو۔ یہ دنگا کمان ہو رہا ہے۔
ایک نے کہا جی چکنڈی میں بز قصابوں میں چھیچھڑے پر
چھری چلی۔ ایک شخص گوشت لینے آیا تھا اسکو سروسٹ یہ سوچھی
کہ اپنے کتے کے لیے چھیچھڑے بھاگے۔ جب بوجڑنے دو بوجا
تو سب بوجڑوں کے نام لے لے کر کوسنے اور صلواتیں سنانے لگا
اس چھیچھڑے پر چھری چکنڈی ایک نے پچھا تو دوسرے نے تنگڑی
لی اور وہ تو جھپٹنے سے چوری چکاری میں برقی ہو گیا ہی اس دل
گرتے کو تو دیکھیے کہ دن دہائے آنکھ میں خاک جھونک کر دکان پر سے
مال غائب کیا۔ یہ چوری ہی یا سینہ زوری یا نچ چار قدم آگے بڑھے
تو دو چار آدمی بایتیں کرتے جاتے تھے کہ میان ہوا ایک مپساری نے پریا
جا لگوٹہ باندھ دیا پس انھوں نے آتے ہی گردن ناپی کہ مغز کدو کے
عوض جا لگوٹہ ملا دیا۔ اور دس قدم چلے تو ایک شخص نے کہا وہ تو کیے
خیریت گذری کہ جاگ ہو گئی نہیں تو پیڑ یا گھر بھر کو اٹھا لیجاتا۔ ہاں چھڑیا
کیسا جی حضور ایک منہار کے گھر سے چھڑیا تین بکریاں دو مینڈھے
ایک خرگوش اور ایک خالی خچر اڑا لے گیا اسکی عورت کو بھی پیو پر
لا دیا تھا کہ منہار جاگ اٹھا۔ اب میان آزاد پکڑا لے کر بھی یہ
عجب بات ہو جو ہی سنا تا ہی انکی روایت بتاتا ہی قریب ہو پنے
تو معلوم ہوا کہ پندرہ بیس آدمی ملکر چھیر اٹھاتے ہیں اور غل بچا رہے
ہیں لا حول ولاقوۃ۔ کوئی کہتا تھا کہ چھیچھڑے دن پر چھری چلی کوئی
پنساری اور جا لگوٹے کی کمائی سنا تا تھا۔ ایک گرگ باران
دیدہ پھیرے کی روایت بٹ لائے سبس دس ہی قدم میں
بچا سون بایتیں سننے میں آئیں اور قریب آئے تو ٹائیں ٹاٹیں
نش۔ معقول جتنے ٹھکانے بایتیں۔ جتنی زبان اتنے ہی

بیان۔ الامان۔ الامان۔ اور واسطہ ہنسی تو یہ آتی ہو کہ نوا بھاب
کیسے بدعاس ہو کر غراب گھر کے اندر ہو رہے اور گھر میں کرام
مچ گیا رفقا اور صاحبین نے دروازے بند کر لیے۔ آخر کار ہم
اس میدان میں چن کنہیچھے گئے۔ اندری دہشت واہ میان واہ
باکین ختم ہے۔

ایک دن کوچہ گردوں کے پیر پہلوان کشتی گیر منازل و حشت
کے ہفت خوان۔ لڑتے جو ان میان آزاد اور اوروں کی لڑائی
بانکے بنے ہوئے۔ اکڑے اور تنے ہوئے اپنے آقا نوا بھاب
ہمارے کے یہاں پہنچے۔ مجرا عرض کرتا ہوں حضرت۔ آئیے
آئیے۔ آج تو میان آزاد پورے آدمی بنے ہیں۔ آپ ڈھال
نہیں باندھتے؟ ہیر و مرشد ڈھال تو زنانوں کے لیے ہے۔
ہم عمر بھر ایک انگ لڑا کے تلوار ہی سے چوٹ لگائی اور اسی
پر چوٹ روکی۔ یا خالی دی یا کاٹ گئے یہ بوٹ کے
ٹھاٹھ ہی نزلے ہیں۔ کون ایسا فن ہی کہ حسین ہم طاق نہیں
شہرہ آفاق نہیں۔ واہ آکا کیوں نہ دھوم ہے۔ یہ سب صفوی
کی جوتوں کا صدقہ ہی۔ ایک دن حضور کو تلوار کے کچھ ہنر دکھاؤنگا
اور حضور کی آنکھوں میں آب شخیر سے سرمہ لگاؤنگا ناما صاحب
بندہ در گذرا۔ یہ کھیل اُجڑ پین کے ہیں۔ میری روح کا بیتی ہو
تلوار کی صورت دیکھیے جو ٹی چڑھا آتی ہے۔ ہاں میرزا
صاحب جیوٹ کے آدمی ہیں۔ آنکھوں پر رنگ کیجیے وہ اُف
کرنے والے نہیں۔

مرزا جی۔ خداوند۔

مرزا جی۔ خداوند۔	مرزا جی۔ خداوند۔
مرزا جی۔ خداوند۔	مرزا جی۔ خداوند۔
مرزا جی۔ خداوند۔	مرزا جی۔ خداوند۔
مرزا جی۔ خداوند۔	مرزا جی۔ خداوند۔

<p>اور اب تو وہ وقت پیری شباب کی باتیں ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں</p>	<p>بڑوں کے نشے ہرن ہوئے ہیں۔ آپنے تو جہان انیون کا ہوگا کھایا اور آنکھیں بند کیں بس پھر لوں قسم کسی نے بات کی اور ایک بینک میں فرق آیا۔ جب پہلی تاریخ آئیگی تو آپکی آنکھیں کھل جائیں گی۔ آئے دال کا بجا و معلوم ہو جائے گا۔ اور دو چار دن بڑھ کر باتیں بنالو۔ ما پختیان اڑو بیجے صاحب ہم تو ڈھونڈو ڈھانڈو کر خبریں لائیں آپ دن بھر بینک میں اونٹھا اور مٹھائی ٹونگا کرین اور ہمیں کو اتو بنائیں۔ اینڈی بینڈی سنا لیں۔ پہلی کو قلعی کھلے گی بچہ صورت بگڑ جائے تو ہسی۔ نواب۔ کیا کیا پہلی تاریخ کیسی۔ اے میان تم تو پہیلیاں بجھواتے ہو کچھ حال تو کہو۔ آخر پہلی کو کیا ہونے والا ہے۔ مطر گشت۔ اے حضور یہ نہ پوچھیے۔ بس کچھ عرض نہیں کیا جاتا یہ ایک حلوائی بھی جوان جہان ہی۔ پوری کے لیے پھولے پھا لے گال آنکھیں جیسے تار پھینکیں کہیں اتفاق سے اونٹا ہوا دودھ جو مائے ہو کے کے بی گئی۔ تو بیٹ پھول کے کپتا ہو گیا۔ کسی نے کچھ بتایا کسی نے کچھ نسخہ بلایا۔ مگر وہ اٹا غفل ہو گئی۔ اب سنیے کہ اسکا میان سکوت چاہتا تھا جب چنا پر جانے لگی تو ایک دفعہ ہی کلبل کر اٹھی۔ آئیں۔ اے رام۔ اے باپ اے باپ تو بہ تو بہ۔ جیو کا دھو۔ حلوائیوں اور گنواروں نے وہ ہم چائی کہ تو بی بھلی اے چپی ہو۔ یو دیکھو۔ لباس ہلت ہو۔ آخر کار دو چار حلوائیوں نے جی کر کر کے لاش کو چپکے سے گھسیت یا تو آہستہ سے کہتی کیا ہو۔ (اے یو کاؤ اندھیر مچا یو۔ اے میں جلی جات ہوں رے جھٹ پٹ کفن بچا کر سکون کا لا تو تیاں سنی جھٹ بیٹھی۔ حضور قسم ہے خدا کی آسنے وہ وہ باتیں بیان کیں کہ سننے سے تعلق رکھتی ہیں کہنے لگی کہ جب مری تو فرشتوں نے مجھے فرش گل پر چلایا۔ اور میری پیاری پیاری صورت پر عائن</p>
--	---

اب بال پاک گئے۔ دانت چوہے کی نذر کیے۔ گالوں پر پھر
پڑ گئیں۔ مکر و ماہوئی بصارت نے نکاسا جواب یا۔ ہوش و حواس
چھپت ہوئے۔ بس ایک گرسٹ تو عصاے پیری ہے۔ باقی خدا
کا نام کیا کہوں حضور حقیقت یاران سر پہ گنڈیریاں چوستے ہیں
منہ دیکھ کر رہ جاتا ہوں۔ اور گنڈیری والا جب صدا دیتا ہو تو
کلچر پکڑ کر رہ جاتا ہوں۔ اتنے میں عالی موالی میسان دنی
میان کمالی۔ آن موجود ہوئے۔ دربار گرم ہے۔ اور طرح طرح
کی چیمگیوئیاں ہو رہی ہیں۔

مطر گشت۔ خداوند آج تو بڑی تشویش کی بات سنی میرے
تو اس فقرہ ہو گئے۔ شہر بھر میں کھل بی مچی ہو اٹھ جائے۔ اب کی
گرمی کی فصل خمر سے گذرتی نہیں سوچتی۔ آخر بڑے ہیں۔

نواب۔ کیوں کیوں غیر باشد کیا قیامت آنے والی ہے یا
آفتاب سوانیرے پر ہو رہا۔ یا دوسرے طوفان نوح کا فیصلہ ہو گیا
ہی۔ یہ کھل بی کیسی مچی آخر باجرا کیا ہو کچھ بتاؤ تو سہی۔ یہ تو بڑی بڑی
سنائی۔ اللہم حفظنا من کل البلیات۔

میرزا۔ اے حضور یہ جب آتے ہیں ایک نیا شگوفہ چھوڑتے ہیں
خدا جانے کون فرشتہ انکے کان میں پھونک جاتا ہے۔ اس وقت ایسی
سنائی کہ واللہ نشہ ہرن ہو گیا۔ جمائیاں آنے لگیں۔ ابھی
انیم گھولی تھی ابھی ابھی ڈبیا گھولی تھی حضور کے سامنے ہی چسکی
پنی۔ مگر انکے آتے ہی نشہ ہرن ہو گیا۔ انکی عادت ہو کہ جب
آئیں گے کچھ نہ کچھ حادث پٹانگ ہر در سنائیں گے۔ مفت میں
نشہ اڑ گیا۔

مطر گشت۔ اچی آپ کس کھیت کی مولی ہیں سے تو بڑے

ہو گئے۔ دو تین مین غوب گدے بازی ہوئی۔ دو نے تو دھکنی کھائی۔ ایک نے مجھے اٹھا کر خدا کے پاس پہنچایا خدا ان بیٹھی پوری بلیت راہین (نقل کفر نباشد) ہم کا دیکھ کر خدا ڈپٹا کہ اسکو بچاؤ۔ اتنے مین تم نے چتا ہی پر رکھ دیا حضور مجھے اُسکی بولی تو یاد نہیں مگر مطلب ہی تھا۔ پھر اُس نے کہا کہ پہلی کو بڑا اندھیرا گپ چھا جائیگا اور طوفان آئیگا۔ جتنے گنہگار بندے ہیں سب اُس دن منکر نیکر سوال کریں گے اور انہی جس گھر میں ہونگے شکوہ فرشتے جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔

نواب۔ میرزا صاحب بے پوریا بدھنا اٹھائے۔ ایک بیان ٹھکانا نہیں۔ ناحق کہیں فرشتے میری کوٹھی چھونکدین تو کہیں نہ ہوں بھی نہ ہو سکے۔ قبلہ اب میرا بھیا چھوڑیے بس بچہ سنبھالیے کہیں اور بستر جائیے۔

میرزا۔ پروردگار یہ بڑا اڑی مارے ایمان آدمی ہے حضور تو بھولے بھالے رئیس ہیں جسے جو کما فوراً یاد کر لیا۔ جو اسکی کچھ بھی اصلیت ہو۔ بھلا کہیں فرشتے گھر چھونکا کرتے ہیں۔ ذرا تو سوچو اس ضرور کے بھڑدن میں آنکھ مجھ بڑھے کونہ نکالے۔ غلام ہشتا پشت سے اسی دربار میں پرورش پایا کیا ہو۔ اب کس کا دامن پکڑوں۔ حضور کا سایہ دامن کافی ہے۔ اس مردک کی افترا برداری پر نہ جانیے۔ یہ تو میرا جانی دشمن ہے۔ پائے تو کچا ہی کھا جائے۔ اے واہ بے فقرہ باز ابھی ہی حلوان کی چھو کری مری بھی اور جی بھی اٹھی۔ جھوٹے کی ایسی بیسی بھلا کسی نے بھی یہ باتیں سنی تھیں اور سینے کہنے لگے آنکھیں جیسے بتاں پھینکی واہ بھی واہ کیا مثال دی ہے۔

ظریف۔ حضرت یہ افیون کا تار نہ تھا۔

میرزا۔ جی بس آپ بیٹھے رہیں کونے میں۔ نیل لگی کا موقع نہیں ہے

آج کو تو سوائے مسخرے بن کے دوسری بات ہی نہیں آتی۔ نواب۔ میرزا صاحب یہ جھگڑا تو ہوا ہی کر گیا آپ اپنا سمجھتا کریں میرے باپ دادا کی ملکیت مفت میں فرشتے چھونکدین تو مین کہیں کا بھی نہ رہوں۔ آپ مین کس مرض کی دوا۔ چار پائیان توڑا کرتے ہو۔

میرزا۔ واہ ری قسمت۔ برسوں ریاض کیا۔ جان رٹا دی بکری کی جان گئی کھانے والے کو مرہ نہ آیا۔ اس ملعون سے خدا سمجھے جسے میرے حق میں یہ کانٹے بوئے۔ خدا کرے اسکا آج کے ساتویں ہی دن جنازہ نکلے۔ جیسے ہی یہ آکر ٹھٹھا اور میری بایں آنکھ پھرنے لگی۔ سمجھا کہ کچھ دال مین کالا کالا ہی سو یہ گل کھلا۔ اچھا بچہ چاہی بنا کر چھوڑوں تو سی۔

نواب صاحب مصاحبون کو یہ نادری حکم دیکر زنا خانہ میں گھس گئے کہ میرزا صاحب کو نکلا دو۔ وہ تو داخل دفتر ہوئے یہاں میرزا صاحب کی لے لے شروع ہو گئی۔

ہمارے بھولے بھالے امان والے نواب صاحب کا زنا خانہ مین داخل ہونا تھا کہ ان نے چٹ پٹ بلائیں لین۔ ماما اسیلوں دعا مین دین چھوٹی بیگم صاحبہ نے آٹھ آٹھ آنسو رونا شروع کیا سب سے منیتن مین۔ اب کی نوچندی خیر سے گدے تو مسیح مین لگی کے چراغ جلا مین۔ کمال شاہ کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی ہوئی پہلی تاج کیا آتی ہو جیسے کال آتا ہو۔ اسی خدا کے لئے اس نگوڑے انہی کو ٹھارو۔ معے نے انہم گھول گھول کر اتنے دن سیدہ کاری کی جب دیکھو سوگ نشینوں کی طرح ماتم مین رہتا ہو ادھر باہر نقا اور مصاحبین نے میرزا بچا سے کاٹٹو ادبچا اور زکرم کر دیا۔

مگر گشت۔ میرزا جی افیون کا ڈبا بغل مین دبا ہے اور

چلتے پھرتے نظر آئے۔ سرکار کا نادری حکم ہو۔ اور چھوٹی بیگم صاحبہ منامتھ چارہی ہیں کہ اس بڑے خبیث کو کھڑے کھڑے شہر بدر کر دو۔ سواب کھینکے ورنہ بُری ہوگی۔

سیتا بیگم۔ واجبی بات ہو۔ سرکار چلتے چلتے حکم دے گئے تھے ہم لوگ مجبور ہیں۔ اب آپ اپنا بیعتا کیجئے۔ ابھی سویرا نہیں ہم پریش پڑے گی۔ اور بھی جب فرشتوں کے آنے کا ڈر ہو۔ تو کوئی تم کو کیونکر اپنے گھر میں رہنے دے۔ جو حکم ہو نہ اور جو فرشتوں نے ایک نفی سی جنگاری رکھ دی تو کیسے مکان جل بھٹک کر خاک سیاہ ہو جائے گا یا نہیں۔ پھر کیسی ہوگی۔

میرزا۔ ابے تو نام مقول فرشتے کہیں گا توں جلا یا کرتے ہیں وہی اوٹ پٹانگ باتیں بکتا ہو جنگا سر نہ بیر۔ لو صاحب ہمارے رہنے میں جو حکم ہو۔ جو اٹھوں پہر ڈیوڑھی پر بنے بہتے ہیں منے اٹھائی گیرے اور ہمیں نکلو ایمن۔ خدا کی شان۔ تم سب کی ملی بھگت ہو۔ اے میں تو تمھاری قبر تک سے واقف ہوں اچھا اڑنگا دیا۔

جھٹن۔ اڑنگا وڑنگا میں نہیں جانتا اب آپ کھسکتی کی ٹھہرائیں قبلہ بہت دن میٹھے ٹکڑے اڑائے چل خورہ یس کا مزاج بگاڑ دیا۔ ذرا سی خطا کسی سے سرزد ہوئی اور آپ نے جڑی جیس میں چنگی ڈال جا لو الگ کھڑی۔ صدمہ تو خدا نگار تو نے موقوف کرائے۔ اور پچاسون بھلے ماسون کی روٹی لی۔ بندہ بشر ہو غلطی ہو ہی جاتی ہو۔ یہ چنگی کھانا کیا معنی ۶۰۔ اصل بازار خطا خطا نکندہ تو سی جو جنم میں نہ ملا دون عرسٹری تو صاحبی اسپر جو ترہ گچ کا ہلکے کا آدمی اور نگا فرعون سے ٹکڑے لڑنے پہلے اپنی ہستی کو دیکھ۔ غفور! میان غفور! میرزا تمھاری بھی تو بیخ کنی کی فکر کی تھی۔

غفور۔ (خندنگار) کون۔ مرزا جی۔ یہ تو اپنے باپ کی جڑ کو کھودنے والے آدمی ہیں۔ اندر سے باہر تک کوئی ماما کوئی اکیل کوئی آدمی ان سے خوش نہیں۔ ایسے چرچرے تو دیکھے نہ منے۔ آج ہی تو ہتھے جڑھے ہیں انکے سر پر تڑپے پڑیں۔ پھر سیر دیکھیے جیسے نینڈک کی کھوڑی پر ننگ چمک دیا۔

سیتا بیگم۔ مرزا اگر غیرت ہو تو اس مصاحبت پر پامردی سے لات مار جس اللہ نے تمھیں ایوہ رزق بھی پہنچائے گا۔

مبارک قدم۔ (دونڈی) غفور۔ غفور۔ چھوٹی بیگم صاحبہ کا حکم ہو کہ اس موے انبیجی کو شہر بدر کر دو۔ فرماتی ہیں کہ جیتک یہ دفان ہو گا دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے۔

میرزا۔ شہر بدر کیا شہر شملہ ہو کچھ لوٹ پڑی ہو۔ تمام شہر پر بیگم صاحبہ کا کیا اجارہ ہو وہ بھی کل آئیں یہاں اس گھر میں عمر تیر ہو گئی۔ اب وہ ہمیں گھر پر سوار کر کر شہر بدر کر داتی ہیں جیسے نواب ویسے مصاحب ویسی ہی بیگم صاحبہ۔

اتنے میں یاروں نے جو شہ پائی تو جو طرہ سے لٹکا رکھے۔ ابے اونکو رام۔ چھوٹا منہ بڑی بات بیگم صاحبہ کے کہنے کو دکتا ہے اتنی پڑی بے بھاؤ کی کیا کردے گے بچہ بہت سن ترانیاں ابھی نہیں ہوئیں کیسے بلون پر تھے۔ جب دیکھو نتھنے چھلائے بیٹھے ہیں بات کی اور پک کے چکلت دی۔ آپ ایسے شیر ہو گئے کہ بیگم صاحبہ کو بُرا چھلا کہنے لگے۔ چاند گچی کر ڈجائے گی۔ جو زیادہ رٹائے۔

میرزا۔ اب جو یہاں پانی پئے تو کسی ہفتا دہشت پر لعنت۔ جو طرہ سے ہمیں پر بوچھا رہوئے لگی۔ اٹھائی گیروں کا یہاں طوطی بولتا ہو خدا حافظ۔ نظم

نواب کی چاہ دیکھیے گا	مرزا کا نباہ دیکھیے گا
پچوں سے کھڑے کھڑے سمجھوں	انشاء اللہ دیکھیے گا

<p>ہو رہی ہے اور علما قرأت کے ساتھ عمل پڑھ ہے ہیں اس میں محبیب المصطر اذا دعاہ ویکشف السور کھرچھڑیں چراغان کی بہار۔ اور چراغوں کی قطار۔ ہزاروں لمب جھاڑ کھول رو ہیں۔ اور محفل رقص و سرود آراستہ ہے۔ قدسی تماشہ دیکھیں تو لاہوت کو جھول جائیں۔ سہ</p>	<p>جوتی تو سے ہمیں بنا میں ایفون کی لم میں یان سے نکلتے مرزا کی اتج انیم کارنگ ماشا را اند دیکھئے گا تقصیر و گناہ دیکھئے گا سبحان اند دیکھئے گا</p>
<p>جب تک کہ نڈل کی بیکلی جائے اودارہ دے گت چلی جائے</p>	<p>مصاحبین۔ واہ کیا زعل قانیہ ہو۔ بڑے شاعر کی دم بنے ہیں بات تیرے کی چلیے نہیں گردن ناپی جاویگی بے بڑھو نہیں دو گھا دھکا سین لڑھکیان کھاو گے۔</p>
<p>ہان اور چھڑے جائے یہی آہنگ۔ یہی رنگ۔ فرشتہ کو چھاننا کچھ خالہ جی کا گھر تو ہی نہیں سوت تو حضرت جنون ہمارے مرشد کامل ہیں سیر بھی کر گھنچھوئی کی دھن ہے۔ سنائی کہ سبحان ملا اعلیٰ اسی راگ پر فتون ہیں۔ اور اب اُسے فوت ہی کیا ہو۔ وہ تو میں جیون کی تلاش میں آتے ہیں یہاں کو سون انہی کا پتا نہیں مرزا سدھارتے نہیں تو معاذ اللہ کا مقام ہوتا اس وقت خدا جانے کیا کچھ ہو گیا ہوتا۔</p>	<p>میرزا تھے تو یہ فرقت گر تھکے۔ جھٹ بھرا ہوا پنچہ لیکر کھڑے ہو گئے پاجیو یہ لام کاف چہ معنی دارد۔ میں بھی ہمایون کی نسل سے ہوں کوئی ایسا ویسا نہیں تم ٹکڑ گدون کی یہ مجال کہ ہکو مارنے اٹھو اسپر سبکے سب کھل کھلا کر منس پڑے کہ واہ سے بڑھے بڑا تیکھا ہے۔ رسی جھلکی۔ رسی کابل نہ گیا۔ انقصہ میرزا نے انیم کی ڈبیا اٹھائی اور چلے۔ لوہی۔ سہ</p>
<p>لناب۔ ہوتا کیا کو بھی کی کو بھی بھکتے اڑ جاتی۔ تو بہر کی کہ اب کسی ایفونی کو آنے تک نہ دو گا۔ اس کالی بلا سے اندھ بچائے چاند تک غیریت ہو۔ انیم کا بندہ دشمن ہو گیا۔ خبردار آج سے ایفونی دہلیز کے پار نہ پائے ہی ہو جکیں مرزا ہوتے تو فرشتوں نے وہ دند چھانی ہوتی کہ تو بہر ہی بھلی دل مسوس کر رہ جاتا۔ پہلی تاریخ کے انتظار میں آنکھیں پھرا گئیں۔ باہر صد شکر کہ بغیر گذشت۔</p>	<p>رفیقہ یاران تحفین تصدیق خدا نگاروں نے اُنکے جلائے کے لیے فقرہ جست کیا کہ مرزا صاحب کبھی کبھی آجایا کجھے۔ ایک بولا لایے ڈبیا میں پہونچا دون۔ دوسرے نے کہا کیے تو گھوڑا کسوا دون۔</p>
<p>میرزا سہ جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا تو سلفے کا اور اُسکو کوڑا لگا</p>	<p>میرزا تو چارنا چار سبوت داران نکلتے۔ ادھر پہلی تاریخ آئی تو مٹ گشت پکرائے کہ اب میں جھوٹا بنا اور سا کھ گئی۔ لوگوں نے لناب کو جنگ پر چڑھایا کہ حضور جو ہم کہیں وہ کیجئے تو آج کی بلا ٹل جائے لناب صاحب نے مصاحبون کو سیاہ سفید کا اختیار دے دیا۔ اب سرشام سے کیفیت قابل دید تھی۔ ایک طرف تو برہمن بیٹھے استت بڑھ رہے ہیں۔ اور کٹھا کھٹ جا پکر رہے ہیں سوا سوا ہاکی گداز آ رہی ہو۔ دوسری طرف قرآن خوانی</p>
<p>مسیما بیگ۔ حضور میان شوری کا پٹا سینے گا۔ یا کوئی غزل چھڑ دی جائے اچھا غزل ہی سنئے۔ ذرا اشاعے کی دیر تھی دو مین طوائفون نے ملکر یہ غزل گائی۔ سہ</p>	<p>مرگھر کمان اُنکے آنے کے قابل بلاؤن اگر ہوں ہلانے کے قابل</p>

<p>حکم پر و مرشد۔ ذرا پچوان تازہ کر کے بھر لانا۔ بھائی ہماری شک بھی لاؤ۔ میان ایک ابھی سی حلیم پلاؤ۔ مین ترٹے حقہ بھر لایا اور مشکبو متبا کو دھوان دھار رئیس کو پلایا۔ پینا دینا پھر مینال منہ سے لگائے او نگور رہے تھے جب پھر ہوش آیا تو دو چار کش پے آکھین کھل گئیں۔ باچھین کھل گئیں۔ یہ حقہ کس خدنگار نے بھرا ہوا؟ اسکو ہماری دلائی انعام سے دو تب تو بندہ درگاہ ہاتھ جوڑ کر سامنے آن کھڑے ہوئے۔ خداوند یہ غلام کی کارگزاری ہو خدنگار کو اشارہ کیا تو دلائی انجانب کے کاندھوں پر جھک کر سات مرتبہ فراشی سلام بجالایا۔ حق تعالیٰ ایسے رئیسوں کو مست رکھے۔ دم غنیمت ہے۔ اس وقت حضور کا بار احسان ہر دوش ہو۔</p>	<p>کبھی بوسہ مانگا دھن کا تو بولے چلو تم نہیں منہ لگانے کے قابل ہنسائیں تو ہنس کر کہا اسنے مجھ سے ہوئے آپ بھی مسکرانے کے قابل کہا کچھ عین نے تو بولے وہ صغیر ہوئے تم بھی بائین بنائیکے قابل</p>
<p>رئیس۔ یہ انیم بھی تو آپ نے گھولی تھی داند مزہ آگیا۔ بندہ۔ قربان جاؤں حضور ایسی انیون پلاؤں کہ قیامت تک پینک رہے دغل کیا کہ بے کیف ہو جائے۔ ہاتھ تے بے مین۔ سانچے کے ڈھلے بے مین پر و مرشد کمال یہ ہو کہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں سرخاسخ ہو جائیں۔ لال لال ڈورے رنگ جمائیں مبل کے زیر بال کا لطف حاصل ہو۔ کیا جمال کہ کسی دوسرے کے ہاتھ کی انیم بجائے۔ اب غلام کو حکم ہو تو غلام بھر دلائے۔ رئیس۔ غرور! شام کیا معنی اب مین آپ کو جلنے نہ دوں گا۔ آپ تو داند بیا ہی مین بند رکھنے کے قابل ہیں۔ انیون تو کو درو رو پیہ کی پی ڈالی مگر ایسی کبھی آج تک نصیب ہی نہ ہوئی داند کیا ہاتھ مین جی چاہتا ہے چوم لون۔ مین نے پھر جھک کر فراشی سلام کیا۔ حضور کا سایہ دامن مجھے کافی ہے۔ مگر بھائی! سو وقت جتنے خوشامد خورے بیٹھے تھے سب کا رنگ فق اور کلیجہ شق ہو گیا پیٹ مین چوہے چھوٹے کہ اسنے اچھا رنگ جمایا</p>	<p>بھئی واہ داند کیا دور کی سوچھی کہ محفل رقص و طرب آراستہ ہو فرشتوں کے پھسلانے کا نیا طریقہ ایجاد ہوا۔ ماشاء اللہ۔ میان آزاد کئی دن سے ساری کیفیت چپ چاپ بیٹھے دیکھ رہے تھے سوچے کہ ایسے رئیسوں کی سرکاری نوکری کرنا بڑی ٹیرھی کھیر ہے چنلوری کا بازار ہر دم گرم ایک کا ایک دشمن۔ ایک دن مرزا جی مٹھی مین پونڈے چکا ہے تھے اور سامنے سے میان آزاد بانڈی ہاتھ مین لیے جھومتے جھاتے گھومتے گھاتے آ رہے تھے۔ جب دو چار ہوئے تو باہم یون گرم گفتا رہوے آزاد۔ تسلیم کا پھر پھیکتا ہون۔ سن سے نیچے۔ مسیرزا۔ ہان! تو مین بھی آداب دانتا ہوں۔ دن سے سنبھیلے۔ آزاد۔ انداند۔ ابھی تک چشمہ نفاطی جاری ہے۔ مسیرزا۔ مگر یا رخیل خوردن سے عقل عاری ہو۔ آزاد۔ کچے اب کیا شغل کیا رنگ بٹھنگ مین۔ مسیرزا جی۔ تیجکل پر چڑھے مین آمادہ جنگ مین حضرت بیچنے دھوپ مین تو بال سفید کیے نہیں مین ایک در بند تو در کھلے۔ مگر ۶۔ بہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیدا است + ایک اور رئیس کے بیان کیا اور جاتے ہی چینی کی رنگ برنگ پیاری پیاری پیالیوں مین اس حکمت کے ساتھ انیم گھولی کہ رئیس پتے ہی پینک مین آگئے جسے جسکی لگائی آنکھیں بندان ہاتھوں کے قربان اجی مجھ مین تو وہ جو رہے کہ جہان جاؤں قدر ہو۔ انیم کا بول بالا اور پینک کا منہ کالا۔ جب رئیس اصرار کے رفیقوں کو ذری ہوشس آیا تو حقے کی پکار ہوئی۔ کوئی ہی۔ دنل پانچ آدمی بول اٹھے حاضر</p>

بس دم میں آگئے۔ خدا جانے ان ذات شریف نے انیم میں کیا کیا ملا یا تھا کہ سب کے منہ پر ہوا یان چھوٹے لگین کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے۔

رفیق۔ کیا پتے کی بات کہی ہے۔ واغذیری زبان سے لے گئے جسے انیم پی جی متلانے لگا۔ اور ایک ہم پر کیا فرض ہے۔ سب کا یہی حال ہو۔

لیمو نچوڑ۔ میں کہنے ہی کو تھا کہ یہ انھیں تازہ وارد حضرت کے کانٹے بونٹے ہوئے ہیں اور حضور سچ کون مجھے تو یہ کوئی اٹھائی گئے سے معلوم ہوتے ہیں دیکھئے آنکھوں ہی سے چوٹا بن برتاوی اور خدا جھوٹ نہ بلائے۔ تو یہ چمپر کی فکر میں آئے ہونگے۔ فردو انیم میں کچھ ملا دیا انکو تھا نہ پر لے چلئے۔

خدمتگار۔ میرے سامنے انھوں نے کچھ حبیب سے کالا اور انیم کے ساتھ گھولا۔ پھر حقہ بھرا تو تبا کو میں بھی کچھ ملا دیا۔ اب مجھے انکی نیت کا حال کیا معلوم تھا بھلا شکل صورت سے تو بھلے آدمی معلوم ہوتے ہیں کوئی کسی کے پیٹ میں تو پیٹھا ہی نہیں ہو۔

رئیس۔ وہ صاحب آپ کے جوہر تو اب کھلے۔ بھلے کو جلد آپ کی ذات پہچان لی ورنہ آپ تو ایک آدھ کی جان لیتے اور سنگینا دے دیتے اب خیر اسی میں ہو کہ آپ چپکے سے کھسک جائیں ورنہ بری ٹھہرے گی۔

مصاحب۔ ہم تو انکو بغیر ٹھیک نٹائے جانے دینگے۔ وہ تو کچھ حضور کی نیک نیتی میں گاڑے وقت آٹے آئی۔ ورنہ اسنے تو قسم تک نہیں باقی رکھا تھا۔ انکو کوٹھڑی میں بند کر کے خوب ٹھونکے اور پھر راہ خدا پر چھوڑے۔ گروڑی خیال رکھے کہ خون نہ نکلنے پائے۔

حضرت تب تو میرے ہوش اڑ گئے کہ خدا ہی میرے لئے ہے پھنے

ایسا انہو ہم نظروں سے گرجا میں۔ کل کہ ہمارے کو کہیں دھتا بولد یا جائے تو آتے قیامت ہی کا سامنا ہو۔ واللہ عوادہ تدبیر کی کہ ہمارا جاجا یا رنگ بھیکا پر گیا (سینے افرا پر دازوں نے کیا شیطانی حرکت کی) ایک شخص نے کہا۔ حضور کی آواز اسوقت کچھ بھاری ہو دوسرے نے فقرہ چست کیا کہ آواز سے کچھ صنف بھی پایا جاتا ہو تیسرے صاحب بونے نصیب اعدا کیا طبیعت بے لطف ہو گئی۔ چوتھے نبض پر ہاتھ لے گئے۔ آخا تپ چڑھی ہو۔ پانچویں نیم حکیم پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ اُف فوہ ما تھا کیسا جلتا ہے چھٹے صاحب نے فرمایا کہ حضور کی آنکھوں بھی نصیب دشمنان عداالت پائی جاتی ہو۔ اب چوتھے سے ہی ہانک سنائی دی کہ رئیس علیل ہیں۔ جب سب نے ملکر کہنا شروع کیا تو وہ بھی گھبرائے فرماتے کیا ہیں۔ ہاں آج تو کچھ بدن بھی ٹوٹ رہا ہے آنکھیں بھی جلتی ہیں اور نبض میں بھی سرعت ہے اتنے میں ایک مصاحب نے کہا خداوند کیا عرض کروں کلیجہ بیٹھا جاتا ہو۔ خدا کا کیا ہو گیا دوسرے نے سرکپ کے کہا اُف سر پٹھا جاتا ہو۔ تیسرے نے آنکھیں ملکر کہا بھی آنکھیں نکلی پڑتی ہیں۔ الغرض سب نے ایک نئی بیماری بتائی۔ کسی کو بخار آیا۔ کسی کو جوڑی کسی کا بدن گنگنا ہو گیا۔ کسی کا جی متلایا۔ سب سیکمان بن بیٹھے۔ ایک کھٹنے لگا دوسرا باے ہائے کرنے لگا۔ ہم چکر لے کر بار خدایا یہ کیا بات ہو یہ سب کے سب ایک دم سے بیمار کیونکر پڑ گئے۔ اسے ابھر تو میں سوچا کہ یہ یاران سرپ کی کارستانی ہے۔ اُکھا را ملکر۔

رئیس۔ آخر کچھ سوچیے تو کہ یہ بیٹھے بٹھائے کیا لگ بھلا ابھی تو ہم سب بھلے چنگے بیٹھے تھے۔ آٹا فانا میں کیسی سوجا چلی کہ دوسرے در دکر تپ رزفنے آدو بچا۔ ہمیں کچھ فیہ ضرور ہو۔

مصاحب۔ حضور تو جہاں کسی نے دو چار کچنی جڑی باتیں سنیں

<p>حقوق خدمت صد سالہ لعبہ طفل ست بکشوئے کہ درو کو دکان خداوند</p>	<p>دلانی کیا پانی کہ شامت ہی آئی۔ اب کروں تو کیا کروں۔ بھاگن تو جو رہنوں بیٹھوں تو چھا جاؤں گمراہی تشفی تھی کہ کو توانی کوئی نہ دکھائے گا انہیں اتنی جرات کہاں ایک دفعہ ہی میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی غنیمت سمجھے کہ ازین چہ بہتر۔ ایک دلانی پر ہاتھ مارا۔ دوسرے نے ہر دلی چھین لی تیسرے نے کہا بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی سہی۔ چھپے کہاں تو دلانی انعام میں پائی تھی کہاں شجاع الدولہ کے کوٹھن کی ہر دلی بھی ہاتھ سے دی قہر درویش برجان درویش۔ بھاگا تو میان آکر دم ہلا رفتہ فی امان اللہ۔</p>
<p>افیمچیوں کے پشت پناہ۔ مکیوں کے قبلہ گاہ دام لنتہ۔ لاکھ سکھا بڑھایا مگر تم لونڈے ہی بنے رہے۔ ابھی جمعہ جمعہ اٹھو اسے کی پیدائش اور ہمہ غتاب۔ بچھے دادا جان تک کی تو میں نے آنکھیں دیکھی ہیں اور تمہارے لکڑدادا کے دادا پیر تک کی قبر سے واقف ہوں۔ اس بڑھوتی وقت تم نے جھک کر کالا ناچ بچاؤں تو سہی۔ سینہ صاحب ایک بدعاش نے آکر زٹل قافیہ اڑایا اور حضرت کو جنگ پر چڑھایا کہ یکم کو فرشتے گھر چھو نکیگے۔ ہات تیرے چھوٹے کی دم میں رسا۔ اور نواب کو تو کیا کون وہ تو بچیا کے تاؤ ہی نکلے جسکو اتنی عقل بھی نہیں کہ فرشتے کہیں چھوڑے جلایا کرتے ہیں واہ ری عقل قربان اس فہم و دانش کے۔ لومہا اب فرشتے جس میں چنگاری ڈالنے لگے۔ اسے تو بہ۔ اسے تو بہ۔ ان بے ایمانوں پر آسمان نہیں پھٹ پڑتا۔ اور دل لگی دیکھے گا کہ حلو اس مکر کی اٹھی اس کذب پر شیطان کی ٹھیکار۔ نواب اب ذرا تو دل میں غور کرو کہ ساری خدائی بھروسہ کس میں بھی اندھیرا گھپ چھایا۔ کوئی بھی فرشتہ آیا ایک بھی گھر جلایا آپ کے یہاں مفت خوردن نے میری بیخ کنی کے لئے یہ بلی گرا آپ تو سادہ لوح ہیں سنتے ہی نادری حکم دید یا کہ نکال دو۔ انوس ۶۔ گو سادہ مایہ پر شد و گاؤ نشد + نام خدا سب نے ہو گا مگر ہو نہ دیوانے ہو۔ ذرا تو عقل سے کام لو۔ ذرا تو ان خوشامدیوں کے منہ میں کالک ملو۔ کل کو کہیں بچاؤں کی بگم بگم نہ آجائے ایسا ہنوکہ کسی لم میں لکھو بھی شہر بد رکرا میں۔ واہ چھٹی واہ۔ کیوں نہ آئے نہ جھانسنے میں کھا گئے نہ پنا چڑھ گئے نہ جنگ پر۔ ابھی کیا ہے دیکھنا جو کہیں نو مینے یہ</p>	<p>میان آزاد دل میں سوچے کہ بھی رسیوں کے دربار میں جفل خوردن کی بڑی گرم بازاری ہو ان ملعونوں کی دم میں رسا نہ بانڈ تو آزاد نہیں۔ اس وقت سے بڑا اٹھالیا کہ کوٹھیک بناؤنگا۔ پھر سوچے کہ کوشش ٹھکانے لگنا معلوم۔ ریل گھر ہو تو ایک دفعہ بوجھ بن چکے ہیں اب کہیں منہا ریاچار نہ بنائے جائیں کہ ساری مشیت نکل جائے بھی کہ کھائے غم نہ کھائے۔ اتنے میں میان آزاد اپنے آقا کے نامدار کی کوٹھی پر پہنچے۔ تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے نواب صاحب کو ایک خط دیا اور کہا حضور میرزا جی نے یہ خط بھیجا ہے اسکو ملاحظہ کر کے جواب عنایت کیجئے مہا صہن کا چہرہ زرد اور دل سرد ہو گیا کہ اب اُس نے یہ تدبیر نکالی کہ چٹھیاں بھیجنے لگا۔ اسو حضور اس ردی کو چاک کر ڈالیے۔ وہ اور خط بھیجے۔ اتنے ہوئے اسے تیری قدرت یہاں تک آتے کیا بانوں کی منہ ہی منہ تھی ایسے بڑے مشیت پناہ ہو گئے۔ نواب صاحب کہا اچھا پڑھو تو دیکھو لکھا کیا ہے۔ میرزا صاحب کا خط</p>

لوگ جم گئے تو کوٹھے پر بھنڈی کا پھریرا اڑ رہا ہوگا۔ ڈگڈگی بجے تو سہی کسی کا دل دکھانا اچھا نہیں۔ اب تھامے یہاں تو بندہ آنے سے رہا۔ لاکھ روپیہ دو آنے والے کی دم میں نمدا۔ ۵

گر مرد ہزار لعل و گہرے دیہی چہ سود
دل را شکستہ نہ کہ کوہر شکستہ

اب دل لگی دیکھیے تمھاری قلعی نہ کھولوں تو میرزا نہیں مجھے تو اندر باہر سب کا حال معلوم ہو نہ۔ وہ پتے پتے کی سناؤں کہ یاد ہی تو کرو۔ دریا میں رہ کر گرسے پر۔ اے نادان نواب یونانی کے ٹھکانے ہی اور ہوتے ہیں ریاست کے یور ہی اور ہیں وہ خم و دم ہی اور ہیں۔ تم تو دمڑی کے بوبے ہی بنے رہے۔ نام کے نواب۔ میان نواب بننے کا شوق چرائے تو ہم ایسوں کو نوکر رکھو۔ داستان گوئی میں ہم بند نہیں لٹا ملی میں ہم بند نہیں۔ خوشامد میں ہم بند نہیں۔ خیر اب کہے کون۔ آدمی ہو تو سمجھ جاؤ گے۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔

ہمارے گول مول نواب صاحب ایک دن دونوں وقت ملتے اپنی خوش سواد کوٹھی کے ایک زنگین کمرے میں بیٹھے صاحبان رفیقوں سے چہ میگوئیوں کر رہے تھے کہ اتنے میں میان آزاد نے دروازے میں سے گردن نکالی مجرا عرض کرتا ہوں بیوہ مرشد آئے میان آزاد۔ کیسے کمان سے سواری آتی ہو۔ سوقت تو کچھ چہرہ تمنا یا ہو اہی کیا کسی سے جھوڑ ہوئی ہو۔ اے حضور آپ کی جوتیوں کے صدقے میں اس جوار میں تو کوئی آنکھ نہیں ملا سکتا دھاک ہی حملہ حملہ ہو ابندھی ہے۔ اچھے اچھے پہلوانوں نے بچھاڑیں کھائیں۔ ہم نے وہ وہ ٹخنیاں بتائیں کہ چھٹی کا

دودھ یاد آیا ہوگا۔ سوقت بندہ ایک نانابائی کی دکان پر گلو پہلاؤ بنا نا سیکھتا تھا۔ آج کے سامنے جو جم کے کچھ دیر بیٹھنا پڑا تو چہرہ لال انگارا ہو گیا۔ خاصے تو یہ کیسے نانابائی گری کا بھی شوق چڑایا۔ ۶۔ دماغ بیدہ بخت و خیال باطل بخت ۷۔ خیر صاحب ۸۔ روٹی تو کھا کھانے کسی طور چھندر ۹۔ کیوں بھی معقولات میں بھی کچھ دخل ہی یا انگوٹا باندھ کر کشتی اور دھینگا مشتی ہی جانتے ہو۔ کون! میں! معقولات! ہونٹہ۔ عمر بھر کیا کیا کیے۔ اس فن کی وہ کونسی کتاب ہے جس پر انجان بنے نکتہ چینی نہیں کی۔ فقہ امامیہ اور فقہ حنفیہ اور کتب تفسیر و تفہیم جیسے چاہیے بحث کیجیے۔

مصاحب۔ حضور اس شہر میں ایک عالم آیا ہی کتاب دینا بھر کی کتابیں چاٹ گیا ہوں خصوصاً علم مناظرہ میں تو بیٹھ کر رکھتا ہی منطق کے زور سے جھوٹ کو سچ کر دکھائے مگر خدا کو نہیں مانتا ہے۔ بکا ملحد اور منکر ہے۔

آزاد۔ وہ منطق کی اچھی قدر کی۔ حضرت اُنکے تو ہم بھی شائق ہیں۔ واللہ خدا کا وہ کامل ثبوت دون کہ وہ خود پھر کجا ہیں ذری یہاں تک لایے تو سہی۔ بھاگے راہ نہ ملے۔ جو پھر اس شہر میں منہ دکھائیں تو آدمی نہ کہنا۔

نواب۔ ہاں ہاں میر صاحب ذری اُنکو چھانس چھانس کر لیتے تو۔ میان آزاد کے جوہر تو کھلیں۔ مگر میان ان منکروں سے بھڑاندل لگی نہیں کسی کے قابل ہی نہیں۔ بس ایک ماٹے کے قابل ہیں۔

اس پر میر صاحب نے زور سے دو چار دم لگائے اور لڑھکے پھو گئے اور جھپٹے اُس دہریے کو لائے یہاں ہجوم عام تھا وہ اثر دھام تھا کہ تھالی اُچھالنے تو سر ہی سر جائے ملحد نے۔

<p>مر جائے کوئی قبر کی نگاہ سے گھور رہا ہو کہ اتنے میں میلان آنا دے کنا یا غریزہ ایسی باتیں نہ کر دہنم میں جلانے جاؤ گے جہنم میں اُسے بکرا کر کما کہ۔ ۵</p>	<p>آتے ہی پوچھا کہ کون بزرگوار بحث کریں گے۔ میان آزاد بولے ہم۔ اب سب تنظر ہیں کہ دیکھیں کیا سوال جواب ہوتے ہیں جو طرفہ کچھ ہی بک رہی ہو کہ یہ ملحد تو کسی سے آج تک قائل ہی نہیں ہوئے انھیں کوئی بند کیا کریگا۔</p>
<p>ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال چھاپی</p>	<p>میان آزاد تو حیدر میں مقام نہیں قائل و قیل کا ہو کس کو ناطقہ تھے ذکر جمیل کا</p>
<p>اس پر میان آزاد نے ایک ڈھیلا کھنچ مارا کھٹ سے اُس منکر کی کھوپڑی پر پڑا۔ ہائے کر کے بیڑ گیا۔ اُن لالچ و لالچہ دہشی سے پالا پڑا میں بحث کرنے آیا یا پتا ڈگی۔ جب تقریر میں ہائے تو کلوج اندازی کرنے لگے اور جو میں بھی ایک پتھر کھنچ مارا تو پتھر کیسی ہونچھ جی۔ جاہلون کا قاعدہ ہو کہ ہاتھ پانی پر آگاہ ہو جاتے ہیں دہانی ہے نواب صاحب کی جو جہ بے سبب ہم پر ایک چماک چما کر کھنچ مارا۔ سر بھٹا گیا۔</p>	<p>یا ایہا السامعین۔ اس دہریے کے دل گرنے کو دیکھیے کہ اللہ میان ہی کے قائل نہیں۔ یہ شکل اور یہ صورت اور یہ خیال اے صفت۔</p>
<p>نواب بھی آزاد ہمیں یہ تمھاری حرکت پسند نہیں آئی۔ یہ ڈھیلا بازی کے کیا معنی۔ مانا کہ یہ ذات شریف کشتنی سختی گردن زدنی میں مگر بحث کر کے معقول کیجیے۔ یہ نہیں کہ جوتا کھنچ مارا یاتان کے ایک ڈھیلا لگا یا۔</p>	<p>ملحد۔ پانی پی پی کر کوسنا اور بات ہو اور بحث کرنا اور بات ہو ہمیں کوئی معقول کرنے تو اہستہ جانیں۔ یہ کیا کہ لگے گالیان دینے۔</p>
<p>آزاد۔ پیر و مشرین نے تینوں سوالوں کا وہ جواب دیا کہ اگر کوئی قدر دان ہوتا تو اس وقت گلے سے لگا لیتا اور کروڑوں روپیہ انعام کے دیتا۔ سنیے۔</p>	<p>آزاد۔ نامعقول کو معقول کون کرے۔ کوئی سوال کیجیے تو ہم جواب دین شک ہو رفع کر دیں۔ ملحد۔ اچھا پہلے تو ان تین سوالوں کا جواب دیجیے پھر اور بحث چھیڑیں گے۔</p>
<p>پہلا سوال۔ خدا ہو تو ہمیں کیوں نظر نہیں آتا۔ جواب۔ اگر اس ڈھیلا سے انکو چٹ لگی تو چوٹ نظر کون نہیں آئی۔</p>	<p>سوال اول۔ خدا ہو تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا۔ سوال دوم۔ شیطان ناری ہو اور وہ دوزخ میں جلایا جائیگا۔ واد واد وہ بھلا ناری کو آگ کا کیا ڈنڈہ ہو۔ اس سزا سے وہ ضرور نڈر ہے۔</p>
<p>سبحان اللہ کا ڈونگا ابرس گیا۔ واہ اُستاد۔ واہ کیا جواب ترکی ترکی دیا ہے۔ دوسرا سوال۔ شیطان کو نار جہنم میں جلانا بیکار ہے وہ</p>	<p>سوال سوم۔ جو کرتا ہو خدا کرتا ہے۔ پھر انسان کا قصور کیا جو طرفہ سناٹا پڑ گیا۔ کہ اللہ کیا عالم ہو۔ اہو ہو ہو۔ کیا اگر سوال کیے ہیں سب کا اوسان خطا۔ ہوش اڑے ہوئے۔ بگڑے دل لوگ دانت پیس رہے ہیں کہ باہر نکلے تو گردن ہی نہیں کوئی دل ہی دین کو کس رہا ہو کہ خدا کرے یہ مردک ابھی ابھی</p>

تو خود ناری ہے۔

جواب۔ اسے پوچھیے کہ یہ مٹی ہی کے پتلے ہیں یا مہین۔ انکی کھوپڑی مٹی ہی کی بنی ہے یا سو بڑکی۔ پھر مٹی کا ڈھیلا لگا تو سر کیوں بھٹا گیا۔ بات ترے کی۔ واہ میان آزاد کیا جواب دندان شکن دیا کہ دانت کھٹے ہو گئے۔

بیسرا سوال۔ جو کرتا ہے خدا کرتا ہے۔

جواب۔ پھر ڈھیلے لگانے کا جرم ہم پر کیا۔

نو بیان جو طرفہ اچھلنے لگیں۔ کہ واہ میرے شیر کیا کہنا ہے۔ اُہو ہو ہو کو چڑا گلیو۔ اب خدا کے قائل ہوں یا اب بھی کچھ مین میکھ ہے۔ کرو روں باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ جب آپ ہی خاکی ہیں اور مٹی ہی کا ڈھیلا بار تو آپ کی کھوپڑی کیوں بھٹائی۔

بیچھے صاحب اب تک تو میان آزاد پہلوان اور بھکیت جی تھے اب صوفی صافی اور مولوی بھی مشہور ہو گئے۔ نواب نے میان آزاد کی پیچھے ٹھکی۔ واہ کیوں نہ ہو۔ پہلے تو مین جھلا آیا کہ یہ ڈھیلا بازی چہ معنی دارد مگر پھر تو پھر ٹک گیا کہ واہ کیا نازک خیال آدمی ہے۔ یہ بابتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک مصاحب بڑی سی رزائی جبین کوئی دس سال سیر روئی تھی اور ذکر تشریف لائے این! یہ رزائی کیسی رزائی کیا لحاف کیے۔ کیوں میان یہ بے فصل رزائی اوڑھنا کیسا واہ قبلہ اس بھید کو آپ نہ سمجھے۔ اسے بھائی رزائی تو طالب علم کی ننگی ہڈی اور پیچھے تو گرم بچھائیے تو نرم۔ دیجیے تو دھرم باندھیے تو بھرم۔ واہ بھی قافیہ بھی ہو تو اتنی۔

ایک دن ہمارے بارغ دہار جوان لڑتیے پہلوان میان آزاد اپنے آقا سے نامدار نواب گردون مدار کی کوٹھی مین دولاؤ بیٹھے مصاحبین سے گپ اڑا رہے تھے۔ کسی کو لکڑی کی چوڑی کسی کو کشتی کے داؤ بتا رہے تھے کہ اتنے مین نواب صاحب کما

کیوں آزاد کبھی بیڑن بھی لڑائی مین۔ نیت شب بخیر۔ اب کی ربیع الاول مین وہ گھما سان کی لڑائی ان دکھائیں کہ واہ جی واہ۔

مصاحب۔ میان آزاد تم تو اپنے کو بڑا جانیان جہان گشت سمجھتے ہو مگر واہ یہ لڑائی نہ دیکھی ہو گی۔ سطر کھٹ جاتے ہیں تو یہی بھلی بیڑن لڑائی کے آگے تو پتہ نہ تھک بھی گری ہو اور پھر ہمارے نواب صاحب کے بیان کی پالیان۔ اُن فوہ آج

ہماری سرکار مین جتنے بیڑن اتنے تو میا بچ کے چڑیا خانہ مین بھی ہونگے ایک ایک بیڑ ہزار ہزار کی خرید کا۔ نوک دم کے بنانے مین توڑے کے توڑے صرف ہو گئے۔ سرون موتی مرداویہ تو مین نے اپنے ہاتھوں میں کرکھلا دیے ہیں۔ کچھ دنوں روز

کھل چلتا تھا۔ مگر واہ آپ بھی کہیں گے کہ ہم آدمی ہیں اس ڈیوڑھی پر اتنے دن سے ہوا اب تک بیڑ خانہ بھی نہ دیکھا ہے اوچلو تلو سیر کر ایں۔ یہ کم کو بیڑ خانہ لے گئے۔ میان آزاد کیا دیکھتے ہیں کہ

جو طرفہ کا بکین ہی کا بکین نظر آتی ہیں۔ اور کا بکین بھی وہ پیش ہا کہ اُہو ہو ہو۔ ہاتھی دانت کی تیلیان۔ اپر گنگا جمنی گزیاں اور کارچو بی چھتین اور نقیش کی جھال اُس پر کا در خلی غلافین۔ رنگ

برنگ سونے چاندی کی ننھی ننھی کٹوریاں جسمین بیڑاؤنی پاری پیاری نکلی چوچون سے پانی بیٹیں۔ پانچ پانچ چھ چھ سو کی گت کی کا بکین ہر سمت ٹنگی ہیں۔ کھوٹیاں بھی رنگ برنگی۔ مصاحب ایک ایک کا بک اُتار کر بیڑ دکھا کر تعریف کرنے لگے

تو بے باندھ دیے ایک بیڑ کو دکھا کر کہا کہ واہ رکھے کیا منھولا جنور ہے۔ صفت شکن جو آپ نے سنا ہو یہی حضرت مین لندن خبر کے کاغذ مین اسکا حال چھپ گیا میری جان کی قسم ذری اسکی آن بان کو تو دیکھئے گا (بوسہ لیکر) ہاے کیا بالکا بیڑ ہے۔ یہ نواب صاحب

کے دادا جان کے دقت کا ہی۔ ایسے رئیس پیدا کمان ہوتے ہیں دم کے دم میں لاکھوں بھونک دیے۔ روپیہ تو ٹھیکریاں سمجھائیے پتنگ بازی کا شوق ہوا تو شہر بھر کے پتنگ بازوں کو ہال کر دیا کنگوے والے بن گئے۔ اجی اور تو اور لونڈے جو گلی کو چون میں ننگا اور گئے کر ڈور لوٹا کرتے ہیں روز دو بیچ بیکر چکھوتیاں کرتے تھے۔ عیاشی میں بھی وہ نام روشن کیا کہ کوئی ڈوم ڈھاری غریب نظر نہ آیا۔ چاندو کا شوق ہوا تو قیافوس کے وقت کی نگاہیں ہزاروں روپیہ کو خریدیں اور فی سبیل اللہ دو دو ڈھائی ڈھائی سو آدمیوں کو ایک ایک دن میں چاندو پلا دیا۔ افیم اتنی خریدی کہ ٹکے سیر سے سولہ روپیہ سیر کئے گئی۔ مالو اخانی جین کھکھ۔ دن رات تو ام کے چوٹے کاٹھ کالا۔ افیم کے ست کا بول بالا۔ جب دیکھو لمپ روشن جاگتی جوت کھیاں تک فیض سے محروم نہیں رہیں۔ عجبی تک گئے آتے تھے اور ہاتھی کے قد آدم چھلکوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا۔ آزاد۔ ہاتھی کے قد آدم بھی کتا خوب۔

مصاحب۔ اشد کی عنایت سے جو شوق کیا ایسا ہی کیا پھر بیڑ بازی میں انکے سامنے کون ٹھہرتا۔ لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالا اب یہ ایک صف شکن انکے وقت کا باقی رہ گیا ہے۔ یہ بزرگوں کی نشانی ہے۔ بیڑ کیا ہفت خان منازل پہلوانی ہی ہفت اقلیم میں لاثانی ہے۔ اٹھی وفات کو کوئی بیس بیس برس سے ہو گئے ہیں سمجھیے کہ محمد علی شاہ کے وقت میں خریدا گیا تھا۔ اب کوئی تلوہ برس کا ہو گا دو کم یاد اوپر گر اس بڑھوتی وقت بھی وہ ہٹے تو ہٹے ہیں کہ مرغ کو نیک کر لاتے تو وہ بھی جین بول جاوے جیسے باز اور پٹے کی رٹائی۔ اور کیوں نہ ہو نیک کس شوکا کھاتا ہی اور نواب صاحب کے جیوٹ پنے کو تو آپ جانتے ہی ہیں شاہی

میں جب دنگے والی بلٹن بگڑی تھی تو ہائے حضور ہی بھجے گئے تھے پارسل کی دل لگی سینے نواب صاحب کے مامون تشریف لائے انہیں بھی ریاست کی بوجی۔ کنگو آتا ایسا رواتے ہیں کہ میان ولایتی انکے آگے پانی بھریں دو دو توے افیم بی جائیں اور ہی خم و دم۔ بیڑ بازی کا بھی پرے سرے کا شوق ہے۔ آپ کا نظریہ بیکر تو بلا کا بیڑ ہے۔ بیڑ کیا شیدی اندھور ہے۔ ڈھوہ کا ڈھوہ۔ جیسے خاصہ چھوٹا تیر۔ خیر آتے ہی نواب کو لیکر بیڑ دیکھنے گئے میرے منہ سے بیباختہ نکل گیا کہ حضور کو تو بیڑ دن کا مدت سے شوق ہی کرو رہا ہے بیڑ دیکھو ڈائے ہو گئے مگر صف شکن سا بیڑ تو حضور نے بھی نہ دیکھا ہو گا۔

مامون۔ ہوو۔ اسکی اصل وحقیقت کیا ہے ظفر بیکر کو دیکھو تو آنکھیں کھل جائیں عقل کے ناخن لیجئے بڑھ کر ایک لات سے تو صف شکن کیا معنی آپ کو نو کم پالی باہر کرنے۔ حوصلہ ہو تو منگو اون۔

نواب۔ اچھا مامون جان پھر کل شد ہو جائے۔ دو دو جو بچیں تو ہوں۔

مامون۔ کیا مضائقہ۔ مگر اپنا بیڑ آپ نفٹ میں کٹوائیں گے آپس کی رٹائی سے فائدہ یا اچھا کل ہو ہی جائے۔ ادھر یا ادھر۔ الغرض دوسرے دن پالی ہوئی۔ ہزاروں آدمی جوت جوت ان موجود۔ شہر بھر میں دھوم تھی کہ آج بڑے معرکہ کی جنگ ہو چکی قسم ہے رزق کی دو چیزیں جسے نہیں دیکھیں اُسے دنیا میں کچھ دیکھا ہی نہیں ایک تو یہ پالی۔ دوسرے پیروں کی سوگھی۔ ادھر ظفر بیکر اس ٹھاٹھ سے آیا کہ زمین ہلگئی اور حیران و کلیجہ ہلنے لگا مگر صف شکن نے اُس دن آبرو رکھی۔ جب ہی تو نواب صاحب اسکو کچن سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں پہلے اسکو دانہ کھلا لیتے ہیں

پھر کہیں آپ کھاتے ہیں ایک دن خلا جانے ملی دیکھی یا کیا ہوا کہ اپنے آپ پھر کئے لگا۔ نواب سمجھے کہ بوندا ہو گیا پھر تو ایسے دھماکوں دھماکوں سے کہ گھر بھر میں کراہ مچ گیا۔ میں نے نواب صاحب کو کبھی روتے دیکھا نہیں۔ مجالس عزائیں ایک آنسو نہیں نکلتا۔ جب بڑے نواب صاحب انتقال کیا تو اشک کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ بھئی یہ بیٹری ایسا انمول ہے۔ اور سچ تو یوں ہے کہ اسے سندن نواب کی شات پڑھیں پڑھیں پڑھیں کیا اللہ جو کہیں گھٹ جاتا تو بندہ تو جھک کی راہ لیتا۔ میان جنگ میں آبرو ہی آبرو تو ہے۔ اور ہر کیا۔ خیر صاحب جیسے ہی دونوں بھی کھا چکے ظفر بیکر کی طرح صف شکن کی طرف چلا۔ یہ ٹوری وہ گھاگر۔ آتے ہی دلوچ بیٹھا اور دلوچ کو سوچ سے بڑا کر ایسی ایسی مڑوٹیاں دین کہ دوسرا ہوتا تو ایک گزٹے میں پھر سے بھاگ پڑتا ہوتا۔ نواب کا اُس دم چہرہ فق ہو گیا۔ اور کالجہ شوق منہ پر ہوا بیان چھوٹے لگیں۔ نصیب اعدا زہر کھانے کا وقت پہنچا کہ اتنے میں صف شکن قلعی کر کے لوٹ ہی تو پڑا۔ واہ میرے بستر۔ خوب پھرا۔ پالی بھر میں آواز گونجنے لگی۔ کہ اہو ہو ہو وہ مارا ہے۔ ہاں بیٹے دے بڑھ کر لات۔ ایک لات ایسی جالی کہ ظفر بیکر نے منہ پھیر دیا۔ منہ کا پھیرنا تھا کہ صف شکن نے اچک کر ایک جھنجھوٹ تیلی واہ واہ۔ اسی مقام پر ایک لاکٹ اور کس کر اہو ہو ہو شاباش۔ واہ پٹھے۔ اہو ہو ہو۔ اسی جگہ ایک اور اہو ہو ہو لگا ایک اور مڑوٹی۔ اہو ہو ہو۔ اتنے میں میان ظفر بیکر فیچ کر کے نوک دم پالی باہر۔ پھر سے اڑ گیا۔ پالی بھرنے کہا وہ بھگیا۔ وہ مارا۔ چو طرفہ نو بیان اچھل گئیں۔ اور زینل بنجنے لگیں واہ رے صف شکن۔ ظفر بیکر گھٹ گیا تو صف شکن کا دل اور بھی بڑھا۔ آج یہ بیٹری اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

میان آزاد نے دیکھا کہ نواب کا ہزار ہا روپیہ بیڑوں کے پھیر میں ناسق گھوما جاتا ہے۔ ذہن کے پکے تو تھے ہی سوچے کہ آج ان سب کو اڑا دین تو چھی دل لگی ہو یہ سوچتے ہی مصاحب سے کہا کہ یا راج اچھی سی افیون گول کر بلا دو تو ہم بھی بسم اللہ کر دیں۔ مصاحب کی باجھیں کھل گئیں کہ اچھے کو چیلایا۔ بڑے مٹھ کو مونڈا دوڑتے ہوئے گئے کہ افیون گول لکرائیں۔ ادھر میان آزاد نے میدان خالی پا کر کاکون کی کھڑکیاں کھول دیں۔ بیڑ سب پھر سے بھاگ گئے۔ صف شکن کو اٹھون نے چھپا لیا۔ باقی سب ہوا میں موجیں لے رہے ہیں۔ ہات ترے کی گھر بھر میں کتاب کا نام نہیں کاغذ قلم دوات سے کام نہیں کہیں اور کاکبک اور بیڑ کے سو اچھے نظری نہیں آتا۔ نو بچہ اور بالو بیڑ۔

ہمارے رئیس نامدار یعنی نواب عرش وقار جھپٹے وقت اپنے باغچہ پر بہار میں فرش مکلف پر بیٹھے رنگ رلیاں منارہے تھے مصاحب اور رفقا خوشامد کی باتیں بنا رہے تھے اور میان آزاد صحبت گوارا ہے تھے اتنے میں دریا سے اظفر فلک پر کشتی ہلال نظر آئی۔ یعنی مہ نو نے اپنی پیاری پیاری صورت دکھائی چاندنی کا چمکنا تھا۔ کہ مصاحب بیل کی طرح چمکنے لگے۔ نوابوں کے درباروں میں مسخون کا کال نہیں۔ ایک انجی بلاؤ کی چاٹ پر مسخوے بن گئے۔ چو طرفہ اُن پر بوچھاڑ ہونے لگی۔ ایک شخص نے بوچھاڑ کیوں یار۔ واہ علی تمھارے کون میں بھائی گریہ تو فرماتے کیا ہیں۔ جی واہ علی! میری خالہ جان کی بہن کے میان کے رٹ کے کے باپ کے بیٹے میں اسپر وہ فرامیشتی تمھارے بڑا کہ فلک ہفتم تک آواز پہنچتی۔

بھی والد یہ نیا رشتہ ہی ابھی اُلٹا پھیر ہی۔ اور کیوں میان
تھاے باپ تھاے کون ہوے۔ واہ واسمین کوئی مشکل
بات ہی بھلا۔ ہوے کون بابا ہوے اچھے رہے اب ہمیں
ایسا کھانا کھا دیا ہے مجھے بھی کوئی گوارا مقرر کیا ہو۔ نواب صاحب
نے کہا خوجی اس عوض میں نہاؤ تو ایک اشرفی دیتا ہوں
پیر دم شد اشرفیان تو حضور کی جو تبوں کے صدقے میں بہت سی
مل جائیگی مگر پھر عینا دودھ ہو جائیگا۔ وہ نہ مرے سہی لیکن نکلا
جیائے احوال۔ نواب صاحب مجھے تو کوئی فی غوطہ ایک اشرفی
مے تو بھی پانی میں نہ پیٹھوں۔ پانی کی صورت دیکھے بدن کا پ
اٹھتا ہے اور روح لرزے لگتی ہے مجھی واہ کیسے مرے ہو
جی۔ میان نہاتے نہیں۔ تو آپ کوئی قاضی ہیں۔ ہم نہیں نہاتے
پھر آپ کو کیا۔ اجمی سرکار کا حکم ہے۔ چلیے آپکی بلا سے کتنے لگے
سرکار کا حکم ہے۔ پھر کوئی اپنی جان دیدے۔ حضور جو یہ ہوت
دھم سے عوض میں نہ کو دپڑیں تو انیم ٹھیں نہ ملے۔ آپ بہت
چل سکے ہیں۔ کھلا میں حضور کھا میں ہم۔ آپ کون بیچ میں ہونے
دائے اسٹھ برس سے تو میں انیم کھاتا آیا ہوں اب آپ کے
کنے سے چھوڑ دوں تو کیسے مرا یا جیا۔ نواب صاحب نے کہا اچھا
بھی جانے دو۔ دودھ کھاؤ گے۔ واہ خداوند نیکی اور پوچھ پوچھ
دودھ تو وہ شے ہے جسکو انسان مان کے پیٹ سے نکلتے ہی غٹ غٹ
پیتا ہی۔ لیکن ذری مٹھاس خوب ہو۔ شاہجان پور کی سفید شکر
یا روہر کی کوٹھی کا نڈیا کاپلی کی مہری گھوڑے کا اور تھوڑا سا کیوڑا
بھی گڑ دجیے تو پیتے ہی آنکھیں کھل جائیں نواب صاحب نے حکم دیا
کہ بھی انکے واسطے دودھ لاؤ۔ کیون جی تم طوائی کا دودھ پیتے
ہو یا گھوسن کا۔ حضور جو لیجائے۔ آم کھانے سے کام ہو یا پیر
کنے سے۔ غفور خدا کا رجا نہی کے کٹورے میں دودھ لایا

خواجہ صاحب دودھ پیچھے۔ چپ نامعقول اتنا براوٹر ہوا ہے
ابھی تک تیز نہیں آئی۔ یہ دودھ پینا کمان کا محاورہ ہے گوار
دودھ کھانا نہیں کتا۔ کٹوری یہاں رکھ دے میں ابھی آیا ذری
کتے۔ ملی کو دیکھتے رہنا۔ کمان کمان۔ خوجی کمان۔ ای دودھ تو
کھائے جاؤ مرد آدمی۔ کہیں نہیں حضور ابھی آیا۔ خوجی جب نظر سے
اوجھل تھے تو میان آزاد چپکے سے آدھا دودھ کھا گئے اور کٹورا پنا
کرنے کے لیے عوض سے پانی لے کر بھر دیا۔ اتفاق سے ایک
چھوٹی سی مچھلی بھی پانی کے ساتھ کٹوے میں آ رہی جب خواجہ صاحب
کھوڑی دیر میں بھونک بھونک کر قدم اٹھاتے ہوئے برآمد ہوئے
اور کٹورے کو دودھ سے لبا لبا پایا تو باچھین کھل گئیں جلتے ہی
منہ ڈال دیا۔ اتنے میں مچھلی بھی منہ میں آئی تب تو چکر لگے کہ اتنی بے
کیا اسرار ہو۔ غفور پر بہت ہی جھلائے۔ اور نواب صاحب سے
بڑی شکایت کی حضور اسکی کان گوشی راجب ہے۔ ایسا غافل
ہو گیا کہ عوض سے مچھلی اچک آئی اور انھیں کالون کان خبر نہیں۔
اوکیدی اتنی قریب ان بھونکی ہوئی کہ مچھلی کا دودھ یا داجائے گا
حاضر میں نے خوب تہقیر لگایا جسے دیکھ کر لڑ رہا ہو کہ والدہ ابھی
دل لگی ہوئی۔ اسپر میان آزاد نے کہا۔ اے کھا جائے شیر ماری ہو
تب تو میان انہی نہایت ہی انسوس کرنے لگے کہ ہاے ہاے
سونے کی جڑیا ہاتھ سے کلنگی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ شیر ماری ہے
ورنہ کچا ہی جبا جاتا۔ اس قسم کی مچھلی میں یہ خاصیت ہو کہ اسنی
برس کا بڑھا کھائے تو جوان ہو جائے نئے سرے دانست نکل
آئیں سپر گھنٹوں دل لگی رہی اتنے میں ایک صاحب نے پوچھا کہ
خواجہ صاحب لوگ آپ کے پدر بزرگوار کو باورچی بتاتے ہیں
والدہ ہم تو آپکو شریف زادہ سمجھتے تھے مگر آپ باجی ہی نکلتے
باجی آپ اور آپ کے باپ۔ کچھ سیدھے تو نہیں ہو یہ باجی کہ

کوئی بات چیت ہو رہی تھی تو میری بھرپور چوٹا ہنسن پھونکا۔ باب دادا کا حال ہنسن معلوم کون تھے۔ کون ہنسن تھے۔ واہ میلان تو یہ کہنے آپ کو اپنے باب دادا کا حال ہی ہنسن معلوم۔ لایعلیٰ توبندہ نواز آپ کی عالی خاندانی کی قلعی کھل گئی۔ بس بس اب آپ اس دربار کے لائق ہنسن۔ نواب صاحب نے مسکرا کر کہا۔ اے میان خوبی تلو اپنی زبان سے بھی ہنسن یہ تم تک کیا گئے۔ کوئی اپنے باب دادا کو بھی ہنسن جانتا تھا پاگل ساٹھ برس کا ہوا آدمیت نہ آئی سمجھا گیا ہی میان آزاد نے پوچھا کیوں میان صاحب آپ پٹھان ہن یا شیخ جی میں تو ہندوستانی ہوں۔ این ایہ بھی کیا خوب اسے بھی مسلمان ہو یا کافر صاحب پیدا کمان ہوے۔ ہندوستان کے بیچ میں پھر اس سے کیا واسطہ۔ اگر اصطبل کے بیچ میں پیدا ہوتے تو کیا لوگوں کے بیچ میں گھوڑے کھلاتے۔ اس معاملہ کے بیچ میں انصاف تو کیجیے۔ پھر ایک فریادیںی تمہارے پڑا۔ اور حاضرین لوٹنے لگے۔

اب سینے کہ ایک اور مسخرہ دلہ آئے حضور کو حیرا۔ افادہ میر مذاق ہن آئے شفق کیسے کوئی تازہ خبر۔ تازہ خبر یہ ہو کہ آج سے اینجانب تارک اللحم ہو گئے۔ گوشت اب نہ چھوئیں گے۔ نباتات ہی بردانت لگائیں گے۔ کیوں کیوں خیر باشد۔ یہ کیا بد پر بیڑیاں ہن۔ کیا باورچی نے گوشت ہنسن دیا۔ غفور حضور۔ مجھ کو بلاؤ۔ مجھو آیا۔ آداب بجالایا۔ کیوں جی تم سے تو ہنسنے کو دیا ہے کہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھا کرو (اتفاق سے میان مجھو واحد اعین تھے) حضور غلام سب کو اسی ایک آنکھ سے دیکھتا ہی چھوٹا کہتا ہو تو یہ (کافی نو دکھا کر) آنکھ اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پھوڑا لیئے (بائیں ہاتھ کی چھنگلیا نواب صاحب کی نذر رہتی) اسپر نواب صاحب ہنس پڑے۔ اُنکا ہنسن تھا کہ مصاحبون

نے بھی کھلکھلا نا شروع کیا۔ مسخرہ دلہ بولے کہ خداوند اسکا قصور ہنسن۔ میں کچھ اور ہی عرض کرتا ہوں۔ وہ فرمائیے۔ حضور ایک بڑے عالم نے لکھا ہی کہ نباتات کھایا کرو گوشت کھانا بُرا۔ سو حضور کچھ دن آپ بھی اسکا تجربہ کریں مصاحبون نے جو یہ سنا تو پیٹ میں چوہے چھوٹ گئے کہ میں ایسا ہنوں کہ نواب سیدھے سادھے تو ہن ہی گوشت و دشت کا کھانا چھوڑ دیں تو پھر ہم منہ ہی تا کا کریں یہ شیخ اور شامی کباب اور قورما اور کوفتے اور دوپازا اور کوکو پلاؤ کھانے ہی میں نہ آئے۔ واہ بے بھانجی نور۔ اچھا آیا۔

۱۔ حضور انکو تو سودا ہو گیا ہو۔ گرمی کے دن آئے اور ان کے سر پر شیخ سرد سوار ہوے کہنے لگے گوشت نہ کھائیے پھر کھائیں کیا بُرے کا سر۔ آپ تو کھانسن کھائے ہن۔

۲۔ پیر و مرشد یہ ایسی ہی بے ٹھکانے بات ایک دیا کرتے ہن جسکا سر نہ ہر ایک عالم گوشت چکھتا ہو۔ انکے یہاں ممانعت ہو نواب صاحب گوشت نہ کھائیں تو پھر کیا بھوسا کھائیں سانی کھائیں میلا کھائیں چھپر کا بھوس کھائیں۔

۳۔ اجمی انکی نصیحت کھلوائے۔ قطرب کی علامت پائی جاتی ہے حضور گوشت کبھی نہ چھوڑے گا۔ یہ بڑی نعمت ہو۔

۴۔ میان کیسی بائین کرتے ہو۔ حضور چھوڑیں بھی تو کہیں چھوٹ سکتا ہے۔ رئیسوں سے گوشت بغیر ایک لقمہ تو کھایا بجائے نہ کہ ترک کرنا۔ اور انکی نہ کیے۔ یہ تو دیوانے مشہور ہی ہن۔

پائین تو بکرے کا بکرہ کچھ جائیں اور ڈکارتک نہ لین۔ مگر نصیحت کرنے میں آندھی ہن۔ آپکو قسم ہے جو آج سے گوشت کھائیے۔ گوشت کھاؤ تو مردار۔ حرام۔ سور۔ کوبیش باد بس رہ گئے۔

مسٹر الدولہ۔ میان نتو برس کے بعد گھوٹے کے بھی دن ہوئے
ہیں سو کئی صدی بعد گھانٹاں پھونس کی بھی رتی چکی۔ لے
دیکھ لینا جو دسٹل برس میں ایک گوشت خور بھی نظر آئے سب
گھانٹاں خور ہو جائیں تو ہسی۔

میان آزاد ایک دن سویرے منہ اندھیرے بازار میں ٹکرت
کر رہے تھے۔ بازار بھر میں سناٹا۔ حلوانی بھی میں سو رہا۔
مگر نانباتی برتن دھور رہا ہوا براہ بند۔ کنجڑوں کی دکان پرادی
نہ شکر قند۔ جو ہریوں کی دکان میں قفل لگا ہوا۔ مگر تبا کو دالا
جگا ہوا۔ خاکروب سڑک پر جھاڑو سے رہا ہے میدے والا
پسٹناریوں سے جائزہ لے رہا ہے۔ ادھر صدقہ مرغ سحر
ادھر ندائے اللہ اکبر۔ سوائے کاٹھنا ٹھن ٹھن بج رہا ہے
کوئی اپنی دکان سج رہا۔ میان بڑھاب دکان پر ڈٹے
ہوئے کھٹا کھٹ پھری چلا رہے ہیں۔ کتے دم ہلا رہے ہیں اور
بویوں کی خیر نہا ہے ہیں۔ اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک
شخص ٹنگی باندھے انیم کی پینک میں جھوم رہا۔ اور بو کھلایا
ہوا جو طرفہ گھوم رہا ہے ہاتھ میں حلیم۔ دکان کے مددے ہو رہا
کہ کہیں سے ایک چنگاری بجائے تو دم لگے دھوان دھار
حقہ اڑے۔ جان جاتے ہیں پھر مانگ کی آواز آتی ہو بہت ہی
چکرائے لا حول ولاقوہ۔ بھی ایسا شہر نہیں دیکھا منحوس
جان آگ مانگے نہ لے۔ جانو اسمیں بھی کوئی چھپن ٹکے صرف
ہوتے ہیں۔ یا گرہ سے کچھ جاتا ہو۔ الغرض محلے دانوں کو صلوٰۃ
سناتے اور دل ہی دل میں جھلاتے ہوئے نانباتی کی دکان
پر حضرت پہنچے۔

حضرت۔ بڑے بھائی اک ذری آگ تو جھپکے دیدینا
میرا یا لا تو جھپٹ پٹ۔

نانباتی۔ اچھا اچھا تو دکان سے الگ رہو۔ چھاتی پر کیوں
چڑھے بیٹھتے ہو۔ میان ننو دھندے کرنے میں۔ آپکی طرح کوئی
بیفکرا تو ہو نہیں کہڑا ہو اور حلیم لی اور لگے کوڑی دکان مانگے۔
ملگئی تو خیر نہیں تو گالیان دینی شروع کیں۔ صبح صبح اسکا نام
نہ رسول پیغمبر سے کام نہ رام رام حلیم لے دکان پر ڈٹ گئے۔ راہ
اچھی دل لگی مقرر کی ہے۔ ایسی ہی طلب ہو تو ایک کنڈی کیوں
نہیں گاڑ رکھتے کہ رات بھر آگ ہی آگ رہے۔ اب ہم اپنا کام
کر میں گا ہوں کو سودا دین یا آگ نیتے پھر میں۔ اب کیا کوئی
خوان لے بھاگے گا۔ یا کھڑا تاکا ہے یا سب پر دانت ہی۔ ایسے ہی
اچکے تو چوری کرتے ہیں۔ آکھ چوکی اور بال غالب۔ کیا سہل لکھا
ہو کہ حلیم لیکر آگ مانگے آئے ہیں کسی دن میں حلیم ولم نہ توڑتا تو کے
بھینک دے۔ تم ترکے ترکے دکان پر آیا کر دجی۔ نہیں سخت میں
کسی دن ٹھائیں ٹھائیں ہو جائے گی۔

حضرت کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا جی چاہا کہ بھیڑی ہی میں سر
کھولیں دین مگر سوچے کہ ہم ایسی آدمی وہ نانباتی گوشت پر لٹھے
کھا کھا کر کپے کی طرح پھول گیا ہے ایسا نو کہ ایک پٹنی بتائے۔
خیر دانت پس کر رہ گئے۔ وہاں سے چلے تو حلوانی کی دکان پر
پہنچے۔

حضرت۔ میان ایک ذری سی آگ دینا بھائی ہوت۔
اسوقت حلوانی کا دودھ بلی بی گئی تھی جھلا یا بیٹھا تھا بھڑک
میں سمجھا کہ کوئی فیتر بھیک مانگے آیا ہو۔ کوک کر اور بھڑک کر بولا
کہ اور دکان دیکھو۔ سویرے سویرے کوڑی کی پڑ گئی۔ جاتا ہوں کہ
دون دھکا۔ رہیں کہیں میں کہیں۔ کوڑی مانگتے ہیں موجود
دینا بھر کے مرنے نا نا کو گھاٹ۔ اب کھڑا کھڑتا ہے کیا۔
دونوں کہیں پھوڑنے ڈالوں میں۔

مین چوری کرنے آیا تھا۔ مین چور ہون چور کی ایسی ہی صورت ہوتی ہے۔

لوگ۔ کون! تم! ہمیں تو تم شاہین چور معلوم ہوتے ہو۔ کال جوری۔ اچھا پھر تم انکی دکان پر گئے کیون۔ دکاندار نہیں تھا تو وہاں تمہارا کیا کام۔ اور جو سونا چاندی کا گہنا بے بھاگتے تو یہ بھتین کمان دھونڈتے پھرتے۔

سنا۔ تو بہ کرو صاحب انکا پھر تیا کمان ملتا یہ چانڈ دھانے مین جاتے یا جمنائیں پار۔ جلو تھا نہ پر۔

لوگ۔ میان اب جانے دو۔ تم اپنی طرف دیکھ جاؤ خبردار اب دکان پر نہ چڑھ جانا۔ مینن پیچھے جاؤ گے پیچ۔

انیچی کی جان اس شخص سے جی تو سبک پہاچیم کی فکر ہوئی این اچلم کون بے بھاگا باسے خدا خدا کر کے چلم ملی سنا رنے کہا اچھا آؤ آگ لیتے جاؤ۔ حضرت نے آگ پائی اور گھر کی راہ لی ترے ترے اچھی بہنی ہوئی۔ چور بنے مار کھائی جھڑکے گئے تب کہین بعد خرابی بھرہ آگ پائی۔ ایسی طلب کو آگ لگے۔

میان آزاد یہ دل لگی دیکھ کر آگے بڑھے چلتے چلتے نواب کی ڈیوڑھی پر آئے اور آداب بجالائے۔

نواب۔ آج اتنا دن چڑھ گیا کمان تھے۔ کیا دربار لگے تھے۔

آزاد۔ حضور آج بڑی دل لگی دیکھتے میں آئی۔ داندہ ہتے ہتے نوٹ لوٹ جایئے گا۔ طلب بھی کیا بڑی چیز ہو اور یہ انیچی تو ادھی ستم ڈھاتے ہیں (ساری داستان کہ سنائی)۔

نواب۔ (کھلکھلا کر) داندہ اچھی دل لگی ہوئی۔ آگ کے عوض چیتین پڑیں ارے میان ذرا غوجی کو بلانا ہاں ذرا غوجی کے

حضرت۔ کچھ دہی ہوا ہی ہے۔ ابے ہم کوئی فقیر مین۔ ایک گھسن پٹی نہ بناؤں پیچ۔ لوصاحب ہم تو آگ مانگنے آئے ہیں یہ ہم کو بھک شکا بتاتا ہے۔ اندھا ہے بے کون۔

حلوئی۔ (دکان سے اتر کر) بھک شکا ناہین تو ہی کون شگوئی باندھ لین اور چلے آگ مانگے تمہارے بابا کا کج (قرض) دھرتا ہی جب انھوں نے دیکھا کہ یہ پتا دگی پر آمادہ ہو ہی گیا اور رنگ

کس کر دھم سے کود پڑا تو سوچے کہ بولے اور پیچے گئے۔ یہ ہوتت جھٹلایا ہوا ہوا ایسا ہنو کہ دو چار گدے کس کے لگا دے تو بھر کس ہی

کھل جائے ٹپکے سے کان دبائے جل کھڑے ہوئے آج ترے ترے کر کا مٹھ دیکھا تھا کہ جہاں جاتے ہیں جھوڑ ہو جاتی ہی۔ آگ نہ ملی نہ ملی۔ اتنے مین دیکھا کہ ایک سنا ر کی دکان پر آگ دہک رہی ہی

اوہو ہو ہو جی یہ بیچارہ بھلے مانس آدمی ہی ہے عذرا آگ دیدیگا۔ اتفاق سے موت سنا ر دکان پر نہ تھا۔ یہ تو حقے کی فکر

مین چو نہ دھیا لے ہوئے تھے ہی چھپ سے دکان پر چڑھ گئے انکا دکان بہ چڑھ تھا کہ سنا ر بھی اسی وقت آگیا اور ان کو

دیکھ کر آگ بھجھو کا ہو گیا تو کون ہے بے۔ دیکھو بے تے نہ کرنا۔ سنا ر نے جھٹلا کر ایک چپت جمائی بے تو ہے کون۔ اور نیچے صاحب

خالی دکان پر کیا مرے سے چڑھ گئے (ایک اور دھپ جا کر) اور جو کوئی عدد جاتا رہتا۔ میان انیچی نے دیکھا کہ اسنے تو

”ایجانب کا سر پنچن کا سر مقرر کیا“ مٹا چلم چیک کر سامنے کھڑے ہوئے جھٹلا اب کی تو ہاتھ چلا۔ سنا ر نے

دیکھا کہ منحنی سا آدمی دُبلتا پٹلا اور اتنا کوتاہ ہے۔ بڑھ کر ایک چانٹا اور رسید کیا اور لے گا۔ اتنے مین بتیں چالیس

آدمی جمع ہو گئے۔ کیا ہو میان کیا ہی۔ ہو کیا یہ ہمارے دکان پر چوری کرنے آئے تھے۔ ہم نے گردن ناپی۔ تو

سامنے سنانا۔ کسی دن وہ بھی بہکین گئے۔

اتنے میں خواجہ صاحب تو دبھرنیم پکرنے میں غن جھوٹے جھانستے لڑھکتے پڑھکتے آئے۔ غلام کو حضور نے یاد کیا ہے۔ جی ہاں اس وقت کس فکر میں تھے۔ ایدلادند انیم گھول رہا تھا۔ اور فکر تو حضور کی بدولت قریب ہی نہیں پھٹنے پانی۔ میں فکر کیا جانوں جو رونہ جاتا اندر سیان سے نانا۔ دو وقتہ بلاؤ اگنا اور انیم کی چسکی لگانا۔ حضور اب تو لٹ گیا نوابی میں غلام پر بھی جون تھا۔ چوک میں انگلیان اٹھتی تھیں۔

مصاحب۔ (تمتہ لگا کر) ابھی بے تکی سنانی اس وقت جون اور ڈنڈ بل کا کیا ذکر تھا جی۔

اتنے میں ایک چوبدار برہنہ سر پریشان نہ۔ تارکیتا ہوا آیا۔ خداوند بڑا غضب ہو گیا۔ کیا۔ کیوں کیا کمون۔ کو۔ این خیر ہے۔ بولوتو۔

سب کارنگ فوج کہ خدا ہی غیر کرے۔ نواب کا کلیجہ دل گیا میان کچھ منہ سے بولو۔ سر سے کھیلو۔ آخر کیا آنت آئی۔ کچھ معلوم تو ہو چوبدار۔ (ہاتھ جوڑ کر) جان بخشی ہو تو عرض کروں بیٹر سب اڑ گئے۔ نواب۔ (ہاتھ ملتے ہوئے) سب!!! ارے سب اڑ گئے۔ ہائے میرے صف شکن کو جو ڈھونڈ لائے ہزار تھانہ کھائے اس وقت میں جیتے جی مرنا۔ اُن اُن بھی ابھی ساندنی سوار ہو حکم دو کہ پنجکوسی دورہ کوں جہان صف شکن ملے سمجھا بوجھا کر لے ہی آئیں۔

مصاحب۔ خداوند سمجھانا کیسا۔ وہ بھی کوئی آدمی ہو کہ سمجھ جائیگا۔ جنور لاکھ پڑھے پھر جنور ہے۔

نواب۔ کوئی ہے۔

رفقا۔ حاضر۔ پیر و مرشد خداوند جی حضور۔

نواب۔ اپنہ جوتے پڑین۔ لوصاحب ہم تو ہوت گھرا لے ہوئے ہیں۔ یہ بات کاٹتا ہے۔ صف شکن کو تم ایسے گروہوں سے زیادہ تیز ہو۔

رفقا۔ حق ہے۔ ایدلادند وہ تو عربی سمجھ لیتا ہے۔

دوسرے بولے خداوند اسکو قرآن کے کئی سپاے یاد ہیں۔

بیترے نے کہا قسم ہی بچن پاک کی میں نے اسکو نماز پڑھتے دیکھا ہے

جو تھے۔ ایک دن ہنس رہا تھا۔ پانچوین۔ اچی ہنہ ڈنڈ پیتے دیکھا ہے

نواب صاحب کو ان کل باتوں کا یقین آ گیا۔ اس مصاحب

بیچاے کی گدی پر دوچار گدے پڑ گئے۔

بیٹر کیا اڑ گئے کہ نواب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ آنکھوں

سے اشک جاری ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں۔ کلیجہ بلیوں اچھل رہی

چہرے پر ہوا سیان اڑی ہوئی ہیں۔ ہائے میرا صف شکن۔ پیارا

صف شکن۔

اگر انستم از روز نزل اغ جلالی لا | منکر دم بدل روشن چراغ آشنائی را

مجھے تو اس سے عشق ہو گیا تھا جی۔ میں تو اسکی بانگی ادا پر جان

دیتا تھا۔ یارو۔ وہ نیکی جوچ۔ وہ بیتیابی سے کاکن جگنا۔ چلھی کھائی

اور ڈٹ گیا۔ سیکڑون معرکوں میں بڑا یا مگر کور آیا۔ ڈوڈو چوچین

ہوئیں۔ اور بیٹر دم و باکر بھاگا۔ چہر۔ سامنا ہوا اور منہ پھیر دیا۔

کس بانگین سے جھپٹ کر لات دیتا تھا کہ پانی بھرتا اٹھتی تھی اور

اسکی بساط ہی کیا تھی۔ منجھو لا جنور۔ لیکن بلا کا کس بل۔ اور قسم ہی

صف شکن ہی کی اسکی خویان تو مجھ پر آج کھلین۔ یہ تو میں پہلے

ہی سے جانتا تھا کہ وہ تھانی جانور ہی صورت بیڑ کی۔ مگر سیرت

فراقی۔ اور ایک ہنڈت نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ کیا جانے کیسی کھنڈت

ہوگئی نہیں تو اسکا بڑا درجہ تھا۔ اب سنا کہ نماز بھی پڑھتا تھا۔

مصاحب۔ حضور کو یاد ہوگا کہ رمضان شریف کے مہینے میں

اُسے دن کے وقت دانہ تک نہ چھو حضور سمجھے تھے بوند ہو گیا
مگر میں تاڑ گیا کہ پابند صوم و صلوٰۃ ہی۔

خوجی۔ جل جلالہ۔ جل جلالہ۔ کیا شان کبریائی ہو۔ خداوند اب
میں حضور سے کہتا ہوں کہ دس پانچ دفعہ میں نے انیم بھی پادی
و اعدا بلکہ باعد جو ذرا بھی نشہ ہوا ہو۔ ہاں انکھریوں میں لال
لال دورے تو پڑ گئے تھے۔

میر صاحب۔ پیر و مرشد تعین جائے پچھلے پہر سے سو کا ذکا
حق حق کی آواز کا بکسا آیا کرتی تھی غفور تم کو بھی تو ہم نے کمی بار
جگا کر سنا یا تھا کہ صفت شکن یا خدا میں مصروف ہیں۔

غفور۔ ہاں میان پچھلے سے حق کیا کرتے تھے اور اکثر
دیکھا تھا کہ سجدہ کر رہے ہیں۔

خوجی۔ جل جلالہ۔ جل جلالہ۔ وہ میان صفت شکن علی شاہ۔
نواب۔ بھی ہم نے اُسے پچا نا ہی نہیں۔

افسوس کہ عمر نت و ہیشاری شیت اور داکہ خیال خولیتین داری شیت

آف اُن بھی کوئی پنکھا اچھلا۔

مصاحبین۔ (غل جچا کر) پنکھا لاؤ۔ جلدی۔ سانس کھڑے ہو کر چلو

نواب۔ ۵۔ پیتم جو میں جانتی کہ بیت کیے دکھ ہوئے
انکھریوں میں پیتی کہ بیت کرے ناکوئے

خوجی۔ (پتیک سے چونک کر) ہاں ذری اوپے سردن میں۔ وہ
استاد چھڑے جا۔ ہوت تو میان شوری کی روح پھڑک گئی ہوگی۔

نواب۔ چُپنا معقول۔ کوئی ہو۔ انکو میان سے ٹملاؤ۔ یہ ریسوئی
صحت کے قابل نہیں۔ مجھ کو بھی کوئی گویا مقرر کیا ہی۔ یہاں تو جی

جلتا ہے اور اندر ہی اندر ٹھیک رہا ہوں اُنکے نزدیک قوالی ہو رہی
ہی کہنے لگے اوپے سردن میں میان شوری یاد آتے ہیں تم ایسے

صفت خورون کو کسی کے درد دکھ سے کیا سروکار۔ تم کو تو کچھوتیوں سے

مطلب ہو ادبیں۔ فیرفی ہو کھیر پکے۔ مرغفر ہر ہاتھ پڑے۔ ٹکڑے
کھائے دل بہلائے کپڑے پچھے گھر کو آئے۔

خوجی۔ خداوند غلام تو اس دم اپنے آپے میں نہیں۔ ہاے
صفت شکن کی کابک خالی ہو اور میں اپنے ہوش و حواس سے
چوکس رہوں۔ میرا معشوق نظر سے غائب ہو تو طبیعت کیونکر حاضر ہو
حضور نے اسوقت مجھ پر کہا۔ افسوس ہاے افسوس۔ اے
یار و صفت شکن کو کہیں سے تو ڈھونڈھ لاؤ کوئی تو تپا لگاؤ چور
گیدی سے خدا سمجھے۔

نواب۔ شاہ باش۔ خوجی شاہ باش۔ ہوت طبیعت بہت ہی
خوش ہو گئی۔ بیشک تم نک حلال تھا ہے باپ دادا نک حلال
ارے بھئی ملانڈنی سوار دوڑائے گئے یا نہیں۔

مصاحب۔ شجاعت علی سے کہو ابھی سانڈنی تیار ہو۔ اور
پنکھوسی چکر لگائے۔ جہاں صفت شکن ملین انکو سمجھا کرے ہی آئے۔

شجاعت۔ جاتا تو ہوں مگر تو منطق پڑھے ہیں میری کیا سینگ
کوئی مولوی بھی تو ساتھ بھیجیے اُسے بچے گا کون۔ غلام تو کچھ اونٹ ہی
چلا نا خوب جانتا ہو۔ اُسے دلیل کون کرے بھلا۔

خوجی۔ خداوند قربان جازن۔ انیم چاند نو مدک چرس کی بحث
ہو تو بندہ درگاہ کو بھڑا دیجئے گرد ہاں تو بقائی بایتیں ہوگی اسپین
انجانب کو واجبی ہی واجبی دخل ہے پھر دخل در معقولات دیکر
اُنو ہنوں مفت میں۔

میان آزاد۔ پیر و مرشد۔ بانک بنوٹ لکڑی پٹے کا چرچا ہوتا تو
بندہ بھی تلوار سوت کر عین موقع واردات پر جا ڈٹتا اور ہر کے
پر چرکا نشتر پر نشتر لگاتا۔ مگر منطق کی بحث کچھ خالص کا گھر تو نہیں
کسی خدا درمی مولانا کو بلوایے۔

مصاحبون نے ایک مولانا صاحب کو تجویز مولانا بیچارے

بچے حالوں تھے سمجھے کہ جو بے غنیمت ہی مگر یاران سریل نے اُن سے کل داستان نہیں بیان کی۔ چوہدری مکان پر گیا اور کہا کہ نواب صاحب نے آپ کو یاد کیا ہے چلے کسی بڑے عالم سے بحث ہوگی مولانا۔ السلام علیکم۔ حضور نے آج یاد فرمایا ہے؟ نے نصیب نواب۔ وعلیک السلام۔ آپ کو اسوجہ سے تکلیف دی کہ میرا قرۃ العین بخت جگر نور پھر ناراض ہو کر چلا گیا مگر منطقی آدمی ہی اسرار خدائی سے واقف۔ علم منظر میں طاق۔ پابند روزہ و نماز آپ بحث کیجئے اور معقول کر کے لے آئے۔

مولانا۔ انشاء اللہ۔ والدین کا بڑا حق ہوتا ہے وہ کیسے نادان آدمی ہیں کہ والد سے غلام ہو گئے تمام استعجاب ہی۔ خو جی۔ مولانا صاحب۔ وہ بیڑے۔ مگر خوش تمیز۔ عارف زاہد۔ عفت کوش۔ متقی۔ متشرع۔ منطقی۔ فلسفی۔ بیات دان۔ عربی خوان۔

میر صاحب۔ کیا صف شکن کا نام مولانا صاحب نے نہ سنا ہوگا وہ تو روم و شام تک مشہور تھے قبلہ حقیقت حال یوں ہی کہ سرکار کا بیڑ صف شکن کل کا بکس اُڑ گیا۔ اب تجویز یہ ہوئی کہ ایک ساندنی سوار جائے اور سمجھا اُچھا کرے آئے مگر شتر بان پھر شتر بان ہی۔ لاکھ صحبت یافتہ ہو تو کیا لہذا آپ بلالے گئے کہ ساندنی پر سوار ہو جیے اور اُنکو بلطائف اُچھل بلالائے۔

مولانا۔ درست۔ آپ سب کے سب نشے میں تو نہیں ہیں۔ ہوش کی باتیں کیجئے۔ خود مسخرے بنتے ہو یا مجھے مسخرہ بناتے ہو بیڑ منطقی کیسا لاول ولاقوۃ۔ آپ نے مجھے بھی کوئی نقل محفل بنایا ہے اور سینے بیڑ اُڑ گیا اسکو سمجھا اُچھا کر لاؤ۔ وہ بھی کوئی مولوی ہی یا آدمی ہے صف شکن؟ کون لڑائی سر کی تھی۔ ہستغفر اللہ ہستغفر اللہ اچھے گاؤ دیوں کا جمع ہے بندہ رخصت ہوتا ہی۔

نواب۔ یہ کس کوڑھ مغز کو لائے تھے۔ خاصہ جا بگلو ہی۔ آزاد۔ اچھا حضور بھی کیا یاد کریں گے کہ اس اتنے بڑے دربار میں ایک بھی منطقی نہ نکلا سے اب غلام نے پیر اٹھالیا کہ جاؤ نکلا اور لاؤنگا۔ ایک تو ساندنی دیتے باورفتار اور دودن کی غمراکت عیے اور ایک خطا اپنے دستخط مبارک سے لکھ دیتے۔ تیسرے دن غلام مع صف شکن خان بہادر کے دیوڑھی پر موجود ہوا تو موچھین منڈوا ڈالیے۔

نواب۔ اچھا آپ جائے اور لیں ہو کر آئے۔ میں یہاں بندہ کیسے دیتا ہوں۔ مگر ابھی آئے۔ دیر نہ ہونے پائے۔ اتنا خیال ہے میان آزاد گھر گئے تو اور مصاحبوں میں کھڑی پکے لگی۔ یاد رہے تو بازی جیت لے گیا۔ بالاسی کے ہاتھ رہا۔ اور جو ہمیں صف شکن کو لے آیا تو پھر ہم سب پر شیر ہو جائے گا۔ پھر آزاد ہی آزاد چو طرف نظر آئیں گے ہم کو آپ کو کوئی نہ پوچھے گا۔ اسکی فکر ضرور کیجئے۔

خو جی۔ حضور جان بخشی ہو تو عرض کروں۔

نواب۔ کہئے نہ یہ جان بخشی کا کون موقع ہے۔ کوئی عمدہ صلاح بتائیے۔ کوئی معقول تدبیر نکائیے۔

خو جی۔ حضور میان آزاد ابھی دودن سے ہیں دربار میں گئے ہیں اُنکا اعتبار کیا۔ خدا جانے اُچکے میں۔ اٹھائی گئے ہیں۔ چور ہیں۔ گرہ کٹ ہیں۔ کوئی کیا جانے۔ اور جو ساندنی ہی لے کر رفوچکر ہوں تو پھر کوئی کہاں اُنکا پتہ لگا تا پھرے۔ انصاف سے کیسے گا کہ ایک خانہ برباد خانہ بدوش آدمی کا ٹھکانا کیا۔ اور وہ کچھ بیدار ہو کہ پھر واپس آئے گا۔

مصاحب۔ ہاں خداوند کہتے تو بیچ ہیں۔

رفیق۔ یہ درم شد سڑی ہو گیا ہوا اگر کتابت کی ہی۔ میر صاحب۔ یہ خو جی صورت ہی سے ایسے معلوم ہوتے تھے مگر

بات کہی ٹھکانے کی۔ اسی دن ایسے آزاد کا ٹھکانا کیا۔ ساندنی کے کوڑے کرے اور اپنی راہ لے۔

مسیتا بیگ۔ ہم تو حضور کو صلاح نہ دینگے کہ میان آزاد کو ساندنی دیجئے اور راہ خدا پر چھوڑے جو حکم سے خالی نہیں۔

نواب۔ چلو بس بہت نہ کہو۔ تم اٹھائی گئے مفت خودے ہونے سب کو اپنا ہی سیانہ سمجھتے ہو۔ آزاد کی جوتوں کے دیتی ہو کہ وہ وزارت کے قابل ہو۔ تم میں سے کوئی اُسکی جوتی کی پھٹ پھٹ کو نہیں ہونچتا اور فرض کرو کہ ساندنی جاتی ہی رہے تو کیا میں بھی کوئی ٹھکانہ گدا ہوں کہ ساندنی کے کھونے سے مجھے بھیک مانگنے کی نوبت آئیگی اور ہزار بات کی ایک بات تو یہ ہو کہ صفت شکن پر سے لاکھون صدقے ہیں ساندنی کس میں ہے۔

پیریون کا دنگل (مجبئی کے پارسیوں کا تماشہ)

ہمارے سیلابی جوان۔ رنگیلے پہلوان۔ ظریفوں کی جان زندہ دلوں کی روح روان میان آزاد نے ساندنی پر کاٹھی کسی اور بھولے بھالے دیوانے متوالے نواب سے رخصت ہوئے پیر و مشر رخصت خدا حافظ و ناصر ہے میان آزاد۔

بہ سفر رفتنت مبارکباد

خوجی۔ فی امان اللہ۔ میان آزاد حسب طرح پیر اٹھا کر جاتے ہیں خدا اگر اسی طرح سُرخ رو آئیں۔

میر صاحب۔ ذری ساندنی سے چوکس رہے گا ہاں ایسا انوکھ۔ چور جاتے رہے کہ اندھیاری کا ایسا نقشہ ہو۔

آزاد۔ خداوند رخصت۔ مجرا عرض ہو۔ غلام کے حق میں دعا غیر دیجئے۔

نواب۔ خدا حافظ و ناصر ہے اور میرا تو رنگٹا رنگٹا دعا دے رہا ہے۔ بے بسم اللہ کیجئے۔

میان آزاد نے پشت پھیری تھی کہ اتنے میں پٹ سے چھینک پڑی۔ بات ترے کی ناک کا ٹون ہے پر ٹوکا بکھٹ خے لویان ذری جو تابدل ڈالو اور یہ گلوری کھا لو۔ میان آزاد پھر سب سے رخصت ہوئے۔ فی امان اللہ۔ خدا حافظ اللہ کو سوچا۔ مگر ساندنی کی خیر نہیں نظر آتی۔ بی مبارک قدم نوٹری اور طامہ اسیلون نے چٹ پٹ بلائیں میں اور دعائیں دین۔

الغرض میان آزاد ساندنی پر سوار ہو کر ہوا ہوئے۔ یہ جاوہ جا تھوڑی ہی دیر میں نظر سے اچھل۔ بانکا صندی عامہ بر سر اور جامہ پہلوانی دربر شتر بے ہمار زیران۔ صرصر تک و سبک غنان گھونکر چھین چھین بولتے جاتے ہیں۔ کاٹھی پر قمری زرین پوش اور کارگری گوٹ سے اونٹنی کا جوہن دو بالا ہو گیا چلتے چلتے ایک پھانک پر بڑا لمبا چوڑا شہتار دیکھ کر ٹھٹک رہے پڑھا تو باچھین کھل گئیں۔

بڑے بڑے کھیل اور بڑے بڑے تماشے

راؤ کھلاڑی آؤ (پریون کے پون دیکھ جاؤ۔ مجبئی کے پارسی لکھنؤ چتر منزل میں اندر سجھا کا وہ تماشہ دکھاتے ہیں کہ اس فن کے مہر تک وجد میں آتے ہیں۔ وہ پیاری پیاری صورتیں مٹی کی صورتیں دکھائیں کہ ناظرین دنگ ہو جائیں۔ درجہ بندی تو ضرور ہے۔ پھر جیسا گڑ ڈالو گے ویسا مزہ پاؤ گے۔ مگر دیکھیں گے سب براے خدا آؤ آؤ اور ضرور کوڑہ پھٹاؤ گے۔

آزاد تو سیر سپاٹے پر ادھار کھائے ہی ہوئے تھے جھٹ ساندنی کو لکھنؤ کے رخ سبک پور کیا جہان تماشا ہونے کو تھا ساندنی ہلاکی باورفتار ہوٹکا روغاپسند و سر بلند۔ گردن اٹھائے دم دبائے بلبلائی اور شتر غمرے دکھائی شہ گام جانے لگی۔ اور دن لکھنؤ کے پکے پل پر کچی دو گھڑی میں داخل۔ میان آزاد کا دماغ فلک لافلانک

<p>کہ میری اُنٹی کی کچھ نہ پوچھو۔ یہ بے برکی پر یوں کومات کرتی ہو وہاں سے ایک طرارہ بھرا تو چتر منزل میں ٹھٹ سے اُن موجود۔ اُہو ہو ہو کیا مقام مینو سواد ہو۔ اُنہی یہ زمین ہو یا بہشت شداد ہو۔ یہ رنگین وردانے ہیں یا باب گلستان۔ یا ابواب الجنان۔ اہا ہا اے عجرات ہو مشتری کی کرامات ہو۔ رزادینہ پر اُسکو تقدیم بازمان ہو سعدا کبر مشہور جہاں ہو۔ لیلے شب کا کل پریشاں۔ نوعوسان چمنست وغرخران۔ اُدھر چشمہ سار کی روحانی۔ اُدھر مخرطرب کی طغیانی۔ متاشانی بوقت دُٹ رہے تھے۔ ٹکٹ ٹکٹا ٹکٹ بٹ ہے تھے اتنے میں گھنٹی بجی۔ اور محفل دُھن کی طرح سچی سیانے پردہ رنگار اور پُرس کُسا اور دامن کوہ میں سبزہ زار اُدھر اُدھر اشجار پر بہار عقل دنگ ہو کہ اُنہی یہ پردہ ہی یا نکار خانہ ارژنگ ہو۔ وہ گل بوٹے کہ وہاں جی اہ وہ نقش دنگار کہ سبحان اللہ۔ متاشانی پرانے رسیا تار گئے کہ کوئی معشوق ہو اس پردہ رنگاری میں بٹاتے میں پردہ اٹھا۔ تو آنکھ جھپک گئی۔ وہ چکا چوند کا عالم کہ نظر کا باؤن پھسل جاتا تھا۔ راجہ اندر تخت جواہر نگار پر بڑی شان اور بان سے ٹمکن میں تخت فیروز تخت کو دیکھ کر حیرت تھی کہ یا للعجب یہ جواہر عین کی دکان ہو۔ یا تخت ودان ہو۔ تاج مظل کے گوہر شاہوار انشان جبین خوبان ینمائی۔ او عکس پوا قیت ابدار نور مر در بائی۔ بزبائی اور خود غنائی چہرے عیان۔ شان کشور کشائی بشرے سے نمایان۔</p>	<p>اون۔ اون۔ این! یہ کیا ہجی کاے دیو کی اندر۔ ماشاء اللہ۔ انکھی قطع اور زالی وضع کے علاوہ خوش گلر بھی کتنے بڑے ہیں۔ اس گلے پر ٹڈیاں اور چوہے نثار۔ یہ ٹڈیوں اور چوہوں کی خصوصیت کیسا تھی۔ کتنے کیوں نہ صدقے کر دیے۔ واہ واہ ٹڈیاں اور چوہے تو کھیت کے کھیت ستیا ناس کر جاتے ہیں اور کتنے رات بھر جو کی پہرہ دیا کرتے ہیں۔ اُنھوں نے آتے ہی وہ داند چاکی کہ ساری محفل لوٹ گئی۔ ماشاء اللہ خوش نقاہی نہیں خوش ادا بھی ہیں اللہم زدو۔ راجہ اندر نے حکم دیا کہ میری پر یوں کو بلاؤ اور کو اپنا اپنا جوہر دکھاؤ۔ پردہ پڑ گیا۔ اب متاشانی رنگس کی طرح دیدہ حیران ہیں کہ کہیں پردہ اٹھے۔ زبان حال سے پکار رہے ہیں کہ۔</p>
<p>کیسا حجاب کسکی حیا اور کمان کی شرم پر سے سے ہاتھ ہاتھ سے پردہ اٹھائیے</p>	<p>اتنے میں پل مارنے کی ہونی جو دیری سبحان اللہ شان تیری</p>
<p>یہ پردہ ہلا۔ وہ اٹھا۔ جل جلالہ۔ علم نولہ۔ اُہو ہو ہو۔ کیا پیاری پیاری صورت نظر آئی ہو۔ کیا شان کبر بائی ہو۔ جھم جھم جھم۔ وہ برق دم وہ غم وچم کہ نہاد صد سادھی آئیہ قبار کا قند احسن الخالقین پڑھیں کیوں نہیں قدرت حق کا نمونہ ہو یا بایتن استعجاب تھا کہ یہ باد باری ہو۔ یا پھر اج پری کی سواری ہو۔ یہ انسان ہو یا چمچ کی پری آؤ مزاد اور پھر شان دلبری۔</p>	<p>اس طراقتے سے تھی وہ مہ پارہ کہ پھسلتا تھا پائے نظارہ بوسے تابان چراغ گلشن نور صبح رخسار روکش رُبخ حور</p>
<p>سبحا میں دوستواند کی آمد آمد ہو پری جہانوں کے افسر کی آمد آمد ہو</p>	<p>محفل راجہ میں پھر اج پری آتی ہو سائے معشوقوں کی سرتاج پری آتی ہو</p>

<p>ابرو بسم اللہ سورہ نور یا پیش طاق منظر سرور زلف سیاہ کے قریب کانون میں دُرخش آب - جیسے اندھیری رات میں کوکب شب تاب وہ جزاؤں یا زیب لالاک نک نظر فریب - ۵</p>	<p>چھم چھم چھم چھم - ہاں گت چلی جائے گت - پھر پردہ پڑ گیا - دیکھیں اب کی کس کا جھکڑا نظر آتا رہی کس برق و شمع رو کا حسن گل و سوز خرمین دل کو جلاتا رہی - کھٹ سے حجاب مرتفع ہوا - چھا چھم کرتی ہوئی نیلم پری آئی - ہنس مسوکر صدقے جس نے یہ نورانی صورت بنائی - ۵</p>
<p>خشمگین برق خرمین دل و جان غیرت چشمہ حیات دہن سرد جسم فدا دہ قامت ہی نشہ بادہ شباب میں چور چون رہن متاع توان روزن کوزہ نبات دہن تازہ پردہ قیامت ہے چال ستانہ حسن پر مغرور عکس نور عذار جلوہ فردش</p>	<p>سبھا میں آمد نیلم پری ہے سراسر وہ نرکت بھری ہے نہ دیکھا ہو گا ناچ ایسا کسی نے بلا ہی سحر ہے جادوگری ہے</p>
<p>پھر دسے پیر جو نظر پڑی تو بے اختیار محفل کی محفل زبان حال سے کہنے لگی کہ - ۵</p>	<p>پھر پردہ پڑا اور دم میں غائب - یا منظر العجب - لال پری چمکتی ہے اور سرخ سرخ پوشاک دیکتی ہے -</p>
<p>خوش و کشم کشیدی خم ابرو دو تارا کری چہ سہ تاب مہ تیغ تھارا جب اس ٹھٹھے سے سبز پری آئی اور سوہنی کی دھن میں امانت کی غزل گائی تو درود یوار نے یہ صدا سنائی - ۵</p>	<p>سبھا میں لال پری کی سواری آتی ہے جھانے رنگ اب اندر کی پیاری آتی ہے</p>
<p>تو بدین جمال خوبی سو طور گزرا می ارنی بگو دیا کن کس گفت لب تری لب شمع پر بر سر پوشاک ہری - بقول استاد - چہرے میں زرد سے سوا جلوہ گری فیروزے سے خوش رنگ اور کھری - اب گوہر سے منہ دھوئے ہوئے بال بال موتی پڑے ہوئے وہ چمک دیا کہ الامان - وہ شوخی کہ تحفیت - وہ قہر آلود نظر غلط انداز کہ لہجہ محفل کا رنگ ایسا جما اور وہ سماں بندھا کہ واہ جی واہ - وہ نازک آوازی وہ لحن داؤدی وہ صورت بارشیدی کہ وہ ہو ہو ہو - ذرا سکرادیا تو عجی بول اٹھے کہ بابا این قسم نازست - نظامی گنجوی نے تربت سے آواز دی کہ - دکان شکر فروش بازست - ناچنا شروع کیا تو دل عشاق پا مال ہو گیا - شجر عاشقی نہال ہو گیا - ۵</p>	<p>پھر پردہ پڑ گیا - ابی تو کچھ ٹھاٹھ ہی نہ لے ہیں - پردہ بھی فرط مستی سے جھوم رہا ہے - اور اندر کے اکھاڑے کو بار بار چوم رہا ہے اتنی یہ کس مست مہلبا سے نازت طنازی آراہدی - کہ شاخیں جھومتی ہیں نامہ نیل ہی ستانہ + خدای خیر کرے - ابی تو تھکا سا مٹا ہے - ابھی سے دل دھکک دھکک کرنے لگا - پس پردہ نگارین کوئی ترک زین کمر ستر فردی بغیر دم نوازیہ کامی آید کہ در گوشہ وہ پردہ اٹھا اور نور کا بکا نظر آیا جیسے دامن دیکے یا بجلی چمکے - اتنی یہ نور کی سواری ہی یا خاتون حسن کا ہنر و لاہی - نہیں نہیں میان یہ سبز پری کا آرن کھٹولا ہے جل جلا نہ جل جلا نہ اتنی یہ طوطی زردین ہر بال ہے - یا اٹھوس رنگین خط و خال ہی یا بت جادو جمال ہی قیامت کی چھب قمر کی چال ڈھال ہے - انکھریاں لگاوت باز مست خوبی و خوبی گورا گورا کھنڈر چاند کا ٹکڑا غامیہ مو - توس ابرو نازک ترام - گلغام وہ سبک روی رفتار کہ نسیم فردوسی پیرشار - خرام نام موج تسنیم ہمار</p>
<p>زرقنس سبز پوشی مدہ زریخاک قشند زرقنس چانقرا - نغمہ روح افزا -</p>	<p>لوگوئی در باس خضر میرا شہ سبھا زرقنس سبز پوشی مدہ زریخاک قشند</p>

جان بھین۔ مگر سبز پری سائے مشوقون کی سرتاج تھی۔

پارسیوں کا عجیب و غریب تاشا

میان آزاد پھر آپ جانیے ترنگی آدمی۔ پرے پرے کے سیلابی
بلا کے رنگیے۔ غصے جھیل جھیلے مہی کے پارسیوں کا تاشا
دیکھا تو لوٹ ہو گئے پیاری پیاری ادائیں آنکھوں میں کھپ گئیں
دوسرے دن ساندی کو اہلی کے پیر میں باندھ گھڑی بقیہ
بھٹیاریں کو سوپ بھائے کی گھی پر سوار ہو کر چھتر نزل ہوئے ٹھٹ
ٹھٹ لے جھپٹے درجہ اول میں داخل بگھیاں کھر کھرائی ہوئی چلی
آتی ہیں فٹن آئی اور شہزادے آتے۔ نواب زادے آئے۔ یورپین
جنتلیں اور عمائد و سوار عوام جو حق اُٹھے چلے آتے ہیں۔
ادھر ٹھٹ سے نوبے ادھر دن سے تاشا شروع ہوئے۔
پہلے جھیل بٹاوا اور موہنا رانی کا دلچسپ قصہ شروع ہوا۔

موہنا وہ پری چم کامنی کہ شیخ و شاب تک کا بے اختیار پیار
کرنے کو جی چاہے۔ چاہ زرخیزان وہ جو کنوین جھکائے وہ چیلہاٹ
وہ اچلاہٹ۔ وہ سجاوٹ۔ وہ لگاوٹ۔ وہ بناوٹ کہ ایک ایک
ادا پر انسان عش عش کرے۔ یوسف مصری بھی دیکھے تو غش کرے
خجاری اکھڑیاں ریلے نینان۔ نیکی۔ گلزار حاضر جواب
طراز شوخ و شنگ گلزنگ۔ رشک پری رخان فرنگ۔ فرط مستی
میں خیال ناموس نہ پاس تنگ۔ طاؤس رنگین خط و خال کی ہی
مستانہ چال خرام ناز سے دل عشاق بالال۔ ۵

چہ گردن کشتہ او شمع کا نور۔ بلورین دستہ نوارہ نور۔
نباید گردش راداشتق دوست۔ کہ خون عالمی بر گردن دوست
مراحمی تا نظر گردش گردن۔ سرش فرسودا ز بس سجدہ گردن
موندہ موج رنگ پان ز سینہ۔ برنگ موج سے درآ بگینہ
خوشا آئینہ بے رنگ زانو۔ کروشد طوطی طبع سخن گو

الغرض سبز پری کا شہزادہ گلغام کو خواب ناز میں دیکھنا اور شہزادہ
خسار شہزادہ شہر سے آنکھیں سیکنا۔ انگوٹھی کا بدلتا۔ اور
فرط عشق سے چلنا۔ کالے دیو کو سکی تلاش میں بھیجا۔ اور شہزادہ
کا مع پلنگ آنا اور سبز پری کا شانہ بکڑ کر بلانا اور خواب جگانا
شہزادے کا بیدار ہو کر نظر حیرت سے چوہ فر دیکھنا۔ سبز پری کا احرا
شہزادے کا انکار۔ پھر سبز پری کے ساتھ اندر کے اکھاٹے میں جانا
اور لطف اڑانا اس خوبی و خوش سلوپی سے ادا کیا کہ ہر سمت شور
تحسین بلند تھا۔ ہر تاشائی فرم و فرسند تھا۔ سبز پری نے راجہ اندر
کی سجھانیں پرچ کی دھن میں (موری انکھیاں پھر کن لاگین ہے)
اس ٹھری کو گایا۔ اور راجہ کو بھایا۔ اتنے میں لال دیو چل خورے
چغلی کھائی۔ اور گلغام کی شامت آئی اور سزایا۔ سبز پری
با دیدہ مطروح و سینہ مجروح جو گن بن کے (شہزادے کو ڈھونڈ چلیاں)
ہاتھ میں سمن دباے منہ پر بھجوت رماے سر پر لٹو اجمائے
گردن میں سیلیان پڑی ہوئی درو دیوار سے آنکھیں لڑی ہوئی
لت چھٹکا کر بھیس بنا کر شہزادے کو ڈھونڈ چلیاں) اُت ری
لگاوٹ اور راہ ری بناوٹ نقل کو اصل کر دکھایا محفل بھر کو
زار زار لایا۔ اس جو گن بن پرادر ہی عالم تھا شہزادہ راجہ اندر
کو خبر ہوئی کہ ایک جو گن بن بن متوائے کی طرح گھوم رہی ہو انھوں
نے طلب کیا اور محفوظ ہو کر بان دیا۔ گلغام اور سبز پری کا
وصل ہونا یہ سما قابل دید بلکہ دیدہ نشیند ہو اور صوبت سب پرین
ملکر مبارکباد گامین ہو وقت تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ رانگ
اور رنگی ہاتھ باندھے سامنے کھڑی ہو سہ پریوں کی چکڑ بیاوکی
تھپک اور پازیب کی چھک اور نیلی ہری لال پوشاک کی جھلک اور
طلے کی ملک ستم ڈھاتی تھی۔ ہر سمت سے جدلے احسن آتی تھی
الغرض جھیل بن ناچنے کانے تھرک کر بتانے میں سب پرین بلا

اب سنیے کہ یہ جادو جہاں مشتری خصال رانی راہب جو سنگھ راہپوت کے ساتھ کہ جو ان رعنا بلند بالا تھا منسوب ہوئی۔ مگر ایک عورت دلالہ نے کچھ ایسا اچھا دلا کر دیا اور پڑھ کر وہ افسوں پھونکا کہ جسے سنگھ سے اس پریری روکا دل پھر گیا اور ایک جوان نوخیز و طراز۔ سرست صہبائے ناز پر جانکے اثر سے ایسی مفتون ہوئی کہ یہ غزل گانے لگی۔

ساقیا برغیز و درہ جام را	خاک بر سر کن غم ایام را
ساغرے بر کفم نہ تاز سر	بر کشم این دلق ازرق فام را
گر چہ بدنامی ست نزد عاقلان	مانی خواہیم ننگ و نام را

ادھر چھیل بٹاؤ کو سحر نے وہ بیٹی پڑھائی کہ تیر عشق کلیجے کے پار ہوا اور وہ زخم کاری لگا کہ بلبلا اٹھا۔

کس سے کون میں مجھے دل کے بخدا | ولادہ زکفر رخ و برنیدہ ہون

سچ ہے

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد	بساکین دوست از گفتار خیزد
در آید جلوہ حسن از رہ گوش	از جان آرام بریاید ز دل ہوش

ہاے اس عشق کا بڑا ہونے نہاد کی جان شیریں لی جسے محزون کو بن پھر بھرایا جسے دامن کو کونین جھنکائے جسے خسرو پرافت دھانی۔ چھیل بٹاؤ بھی جو ان نازک بدن سیتن غنچہ دہن تھا دلمین ٹھان لی کہ پیاری موہنا رانی نہ ملی تو دم توڑ دنگا۔ زندگی سے منہ موڑ دنگا۔

شدہ شدہ چھیل بٹاؤ کی بوڑھی مان کو پاس پڑوس کی عورتوں نے خبر دی کہ تمھارا لڑکا چل نکلا کسی رانی کے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے

مان کی محبت باخون نے جوش کیا اور ڈھارین نار مار کر ڈونے لگی۔

ہی ہو دنیا میں ایک لڑکا اور اسکا یہ حال! اتنے میں چھیل بٹاؤ بھی سر پر خاک اڑاتا۔ رسیان مڑاتا۔ انسان و خیران زار و فالان۔

حیران و ششدر بقرار مضطرب اپنی مان کے پاس گیا دونوں کا مکالمہ سننے کے لائق ہے۔ مان بیٹے جو ملے تو رو رو کر یوں کہنے لگے

چھیل بٹاؤ۔ میری پیاری امان دودھ ہمیں بخش دیرین صدرتے میری امان۔ دودھ بخش دو۔ قسم لو جو پھر کچھ مانگوں۔

اسی ہی مادر مہربان سے مادر نامہ زبان نہ بن جاؤ۔ امان میری تو جان پر بنی ہے۔ ہاے عشق کے خیر نے مجھے گھالی کر دیا میرا لہا

مانو دودھ بخش دو۔ اُف۔ اُف۔ ہاے کلیجہ یوں اچھل رہا ہے۔ ضعیفہ۔ میری جان کوئی ایسا نادان ہو جاتا ہے۔ ہلکی ہلکی باتیں

نہ کرو۔ یہ تو موے شہدے گورون کی صحبت میں بیٹھ بیٹھ کر چل نکلا ہے۔ باپ نہ مائے پیڑی بیٹا تیر انداز۔ اچھا نام جگاؤ گے

شاہباش بر ضرور دار۔ آخرش کچھ منہ سے بو تو کس چڑھائی پر جاؤ جو تیر کمان سے جوڑے کھڑے ہو۔ اسے رے کے جھجہ جھجہ اٹھ دن کی

پیدائش۔ ذرا ہوش کی باتیں کرو۔

چھیل بٹاؤ۔ امان میں اپنا گلہ آپ گھونٹ کر مر جاؤ گا۔ سنگھیا کھاؤ گا۔ مگر دودھ بخشو! لگا۔ ہاے میرا دل تو موہنا نے موہ لیا

بیچارہ عشق کا بس یہی علاج ہے کہ شربت دیدار نصیب ہو۔ امان خدارا دودھ بخشو۔ تو میں اپنی موہنا پیاری موہنا کو ڈھونڈھ نکالوں ہے

وہ تو میری پتلیوں کی تار ہے پری رخسار ہی میرا رہ ہے موہنا! موہنا!! موہنا رانی!!! ہاے موہنا واسے موہنا! بار خدایا

کسی درو دیوار سے موہنا پیاری کی پیاری صورت دکھا دے اسے خضر پے خستہ راہ ہی بتا دیجیے۔

یہ کمکر چھیل بٹاؤ دیوانہ وار عشق کی ترنگ اور رجنون کی

انگ میں بعد صرت مستون کی طرح جھونے لگا۔ کبھی کونان جھانکا اور پکارا موہنا۔ کبھی اوپر نظر کی اور آواز دی موہنا

کبھی موہنا موہنا کرتا لوٹ گیا کبھی موہنا کی یاد میں سر دھنے لگا ابھی رو دیا ابھی مسکرائے لگا۔ کبھی خاک سر پر ڈالی۔ کبھی کہا

جنون کی دہائی ہے۔ یا شکل کشا وقت مشکل کشائی ہے

یاعلیٰ مددے۔ مرقضی علی مددے۔ ایک دفعہ ہی تنکے چنے لگا اور گرہ بیان کو چرتے چاک کر ڈالا۔

ضعیفہ۔ لوگوں کو ڈر دھڑکایا (کر) ارے لوگوں کو ڈر دھڑکایا (کر) ہو، میری شہر بس کی کمالی لٹی جاتی ہے۔ میرے لال مجھے چھو کر کہاں جا بیگا۔ ارے تو تو پتہ نہ دے کہ کون سے ہو، ہوں میں کون کون کھلائیگا یہ کھنڈا کھنڈا پانی کون پلائے گا۔ یہ جلتی ہلتی نفل یہ گرا کر مہ لوں۔ یہ چلچلاتی دھوپ کہ ہرن کالا ہو جائے۔ مجھے نصیب نہ جلی کو موت بھی بھول گئی اسے نادان وہ راجا تو پر جا۔ کجا راجہ بھوج کجا گنگا نیلی۔ آدمی آدمی انتر کوئی سیر کوئی کنکڑ۔ وہ بت مہوش تو رند سبوش۔ وہ شوخ عیار۔ تو ناگروہ کار۔ وہ بلاے جان تو نادان وہ اپنے حسن و جمال پر مغرور۔ تو شراب عاشقی کے نشے میں چور۔ وہ راجہ کی رانی مہارانی۔ تو زمین گیر کوے پریشانی وہ نازک اندام و گلفام۔ تو نامراد و ناکام۔ وہ گلزار جانا نہ تو نام بردیوانہ۔ تیرا اُسکا سامنا۔ مٹھی میں ہوا کا تھا مناسکی چاہ نے اچھے اچھے شہزادوں کو کنوین جھنکائے۔ تو اوڑھ لے پائے۔ نادان نہ بن اُسکا نہ نام لے۔ بات مان عقل سے کام اُسکا مکان پرستان۔ تیرا جھوٹا کلبہ اُخران۔ تیرے سے سیکڑوں سودائی اُسکے در پر پٹو کر بن کھاتے ہیں۔ مگر اُس کی گلابن سیلیوں کی چھانڈ ہنیں پاتے ہیں۔ بیٹا اس خیال خام درگزر و اور میری ضعیفی پر نظر ڈالو ایسی سنانی پھر نہ سنانا تھا کہ ابا کو خدا بخشے مرنے وقت مجھے تمھارے سپرد کر گئے۔ اب مجھے اس بڑھوتی وقت کہاں چھوڑ جائے گا۔

بچھیل بٹاؤ۔ امان۔ اُنھیں کی روح پاک کی قسم۔ اب بن جا زیست مجال اور زندگی و بال ہو۔ اری مہنا پیاری میں ہندے ایک جھلک تو دکھائے۔

ضعیفہ جب سمجھاتے سمجھاتے ہار گئی تو تھک کر پڑوس کی پٹار جوان حسین عورت کو پک کر بلا لائی۔ وہ برق و برق چلی کی طرح چمکتی آئی اور پڑا اٹھا لیا کہ میں سمجھا بچھا کر پٹی پڑھا کر مہ جانے دوں گی نہ جانے دوں گی۔

حسین چھیل چھیل۔ ہائین ادا دہ میان یہ آج آپکا حال کیا ہو وہ رنگ نہ وہ رخ۔ نہ وہ جون۔ وہ شباب نہ وہ آب و تاب چہرے پر ہوا لیاں اڑی ہوئیں۔ بال بکھرے گرہان چاکلہ من کا پتہ نہ نہیں انکھریاں لال انگارادادہ اچھا سوانگ ہو۔ اب رنگ لالی لگھری۔ ہم نے سنا آپ مہنا رانی پر عاشق ہئے ہیں سچ ہی حبسی روح ویسے فرشتے۔ جو عشق ہی چڑایا ہے تو پیارے ہم کیا برے ہیں۔

چھیل بٹاؤ۔ پیارا تھا را کوئی اور ہوگا میں تو پیاری مہنا کا پیارا ہوں ہاے اس وقت پری خانہ میں سیلیوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہی ہوگی۔

حسین۔ (جھڑک کر) بس جائیے دیکھ لیا ہم پر رئیس زادوں بادشاہ وزیروں کی نظریں پڑتی ہیں۔ تم اپنی مہنا کے پیر میں کیا میں چھیل نا چھیل چھیلی کامنی نہیں ہوں۔ مہنا کہاں کی لسی پڑی ہو۔ جو بے جانے بے دیکھے بھائے اُسپر چھو گئے۔ اتنی دور جانا کیا دل لگی ہو اس سے پردہ ہی میں کوئی شعلہ رو غبر مولا تو دور کیوں جاؤ۔ کہا مانو۔ ہمارے ساتھ بیاہ کر لو مہنا کو اپنی ایڑی چوٹی پر سے قربان کر دوں۔ میری رگ رگ میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔

چھیل نے قہر کی نگاہ سے اپنی زبان دراز اور بیاک ہمسائی کو دیکھا اور ایک نعرہ مار کر وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ بن بن جگ جگ کوہ دہا مون میں گھومتا ہوا مہنا رانی کے راج میں پونچا۔ ایک گنوار

سے یار نہ پیدا کیا۔

چھیل۔ کا ہے ہوتا بھلا مہنہ لائی بھین گھر کے باہر نکلت مین
یا گھر ہی مان رہت مین۔ سنت مین بھل سندر مین۔ ناگھنچی

گنوار۔ کو۔ مہنہ رانی۔ ارے۔ وہ آکھن کا اس شکاوت
مین جس کنہیا کا کیا رہیو۔ بھائی اس شکت چکت ہے جیسے گویا

اب سینے کو ہی سارہ جس نے یہ کانٹے بولے تھے آن موجود ہوئی
اور جادو کے زور سے وہ کرتب کیا کہ ابو ہو چھیل یکدن چھیل

بنے بھے جوش عشق اور خامہ بایں خون سے نگرے بھر مین گھوم
رہے تھے۔ گویا اپنے دنت کے میان آزاد ہو گئے اور مہنہ رانی

نے شب کو خواب مین چھیل بناؤ کی صورت دیکھی اور خواب ہی مین
ہزار جان سے عاشق زار ہو گئیں نیند اچٹ گئی اسی وقت

سہیلیوں کو جگا یا ذری میرے کلیجے پر تو ہاتھ رکھنا۔ دھک دھک
کر رہا ہو۔ آج سپنا دیکھا کہ ایک جوان سیلا چھیل چھیل رینگلا

ایک کنوئیں کی جگت پر کھڑا ہے جیسے ہی چار آنکھیں ہوئیں جی
چاہا بلائیں لون۔ ہاے دیکھتے ہی کنوئیں مین دھم سے گر پڑا

اور دھماکے کی ایسی آواز ہوئی کہ آنکھ کھل گئی۔ ہاے اب اسے
کہان سے لاؤں۔ کیونکر پاؤں مین تو جیتے جی مرٹی۔ نوجوان

سہیلیاں تو باہم آنکھوں سے اشارے کرنے لگیں کہ رانی کا کسی پر
آتش پر دل آگیا۔ مگر ایک بڑھی سہیلی نے بڑھ کر کہا کہ رانی

مین بتاؤں۔ وہ کنواں نہ تھا وہ تھا اسے پیار کی چاہ تھی
دیکھ لینا صبح و شام ہی تھا راندلدار تھیں ملا چاہتا ہے۔

نور کے تڑکے مہنہ رانی پیاری پیاری سہیلیوں کے ساتھ
باغ مین اٹھکیلیاں کر رہی تھی کہ اتنے مین چھیل بنا دھبی

سامنے سے آن موجود ہوا۔
مہنہ رانی۔ ارے! یہ تو وہی جوان سیم غنغ دلب غنغ رہی ہی

پیارا پیارا کھڑا تو مین نے خواب مین دیکھا تھا۔

چھیل۔ اتنی یہ ابرو ہو یا خوبروان یہ بحر لطافت ہی یا چاہہ رنڈا
یہ گردن ہی یا نوارہ نور۔ اتنی یہ رانی ہے یا حور۔ چشم بدور

نور اعلیٰ نور۔

منم کہ دیدہ بدیدار دوست کر دماں | چہ شکر گویت ای کار ساز بندہ نواز

موسنا۔ صد شکر کہ آفتاب مقصود

از برج امید چہرہ نمود

الغرض عاشق و معشوق مین دور ہی دور سے میٹھی میٹھی بات مین
اور رفو کنایہ کی گھات مین ہوتی تھیں کہ موسنا کی ساس برآمد ہوئی

موسنا موسنا کچھ خیر ہو۔ ناعی بن ناعی کلنگ کا ٹیکا لگائے گی۔
سات پیرھیوں کا نام ڈبائے گی۔ یہ محل کے باہر ہے حجاب افشاد

نقاب آنا اور اٹھلا نا!
موسنا۔ مہین ایک بات کی اجازت دیجئے کہ کل ہم دیوستان

جائیں مگر سہیلیاں سب ہمارے ساتھ ہوں۔
ساس۔ اچھا آج منادی کراؤنگی کہ کوئی مرد کل گھر کے باہر

نہ نکلے۔
موسنا۔ تو مین جا چکی کیا کچھ ڈر ہے۔ یا شہر شلمہ ہے وہ جاتی

جوت ہے کہ کوئی نگاہ بد سے دیکھے تو آنکھیں نکال لون
ہماری تو یہ خواہش ہے کہ ہم جائیں اور دن ہاڑے پہ کھیت

جائیں۔
ساس۔ اچھا بہتر تم خود مختار ہو جو چاہے سو کرو۔

دوسرے دن کھیلے پھر سے موسنا نے زرد فوق البھڑک ساری
زیب تن کی اور سونہ سنگھار بلا کا نکھار کر کے چھم چھم کرتی دیہی کے

مند گئیں۔ کم سن نو عمر نوخیز پری پیکر رشک فرسہیلیاں بھجیاں
ارد گرد مین۔ اور چل کرتی چلی جاتی مین۔

چھیل بٹاؤ سے تو کہہ ہی دیا تھا کہ کل فلاں تمام پر ملنا دونوں کی آنکھیں جو میں چار تو دل میں آیا پیار۔ یہ تیر گاہ غلط انداز کا گھٹاں اسکی طبیعت اسپر رائل۔ اتنے میں ایک سیلی نے جک کر کہا ای یہ مردوا بیان کون ہو۔

موہنا۔ (تک کر) ہائیں! ہائیں! کوئی ہوگا۔ تم کو کیا تم کوئی خدائی فوجدار ہو۔ وہ بیچارہ تو گردن جھکائے دیوا ستھان میں بیٹھا ہے تم کیون گھبرائی جاتی ہو۔

اس کے بعد موہنا رانی گردن نیوٹرائے پیش بہاساری پھر کائے ہاتھوں میں مندی لگائے۔ بیان جمائے کیسوی لٹ لگائے بوٹی بوٹی پھر کاتی۔ اینڈٹی۔ اٹھلائی۔ کنوین کے ارد گرد پھیرے لینے لگی۔ سہیلیاں پرستان کی پر بیان بنی ہوئیں ساتھ ساتھ گھومتی بھتین کوئی نو عمر اچھا ہٹ کے سبب سے پیش قدمی کرتی تھی۔ کوئی شوخ و شنگ فرط مستی سے جھوم رہی تھی کوئی چلبے پن کے ماسے ہجو لیون کو چوم رہی تھی۔ مگر بیاری موہنا نظر غلط انداز سے اپنے معشوق طناز چھیل بٹاؤ کو دیکھتی تھی اور اسی کے رخ آتشین سے آنکھیں سنکی تھی اسکا آنکھیں سے دیکھتا قہر ڈھاتا تھا حشر توڑتا تھا۔ ادھر سہیلیوں کی آنکھیں جکی اُدھر اُسے چٹ چٹ بڑاؤ میں لے لین جنوں نے سلسلہ صبا کی اور اُسے ہاتھ پھیر دیا۔

محفل بھڑکی اُچی سامان کی طرف نظر تھی۔ اور غلطہ جزاک اندر ہر سمت سے بلند تھا کہ واہ رے بارسیو۔ وہ تماشا دکھلایا کہ روح فرخاک ہو گئی۔ خصوصاً موہنا رانی کی پیاری پیاری صورت خاری آنکھیں بیاختہ پن۔ بلا کا بھین۔ جبین میں کی افشان اور بھی قیامت بپا کرتی تھی۔ چال تو ایسی مستانہ دیکھی نہ سنی۔ اس نازداد اسے قدم دھرتی تھی۔ کہ اہو ہو ہو۔ سگی

صنعت بانہ کے صدقے کہ ایسی ایسی رانیان بنائیں اور پارسیوں کے ہاتھ چوم لے جنھوں نے یہ نقلیں دکھائیں اور چشم فسون پر داز کو قتل عام کی گھاتیں سکھائیں۔ انھیں آخر کار جادو کا انجناتا رہا اور طلسم ٹوٹا تو راجہ جے سنگھ اور موہنا رانی اور چھیل بٹاؤ اور سب سہیلیاں بل بل کر خوب گائیں مگر واہ ری موہنا کہ لگا رہی ہی رہی۔

پارسیوں کا ناور تماشا

میان آزاد کو پارسیوں نے ایسا بھایا اور تماشا ایسا بھایا کہ دوسرے دن ادھر گھڑیاں نے ٹھن ٹھن آٹھ کا گرجا یا ادھر میرا شیر تماشا دیکھنے آیا۔ پارسیوں نے تماشے کے آخر میں ایک نقل ایسی دکھائی کہ محفل بھر بے اختیار کھلکھلائی۔ پہلے ایک سٹیجی دھتیا لٹکائے گال پھلائے۔ لال لال گیا مستک گاہ پر جمائے تشریف لائے ماشاء اللہ کیا قطع مبارک ہو۔ ترخ ترخ نور برس ہا ہو آدمی ہو یا کشت زعفران جسے دیکھا لوٹنے لگا۔ تو نہ کوئی پاپس ٹن کی کھوپڑی ٹمون کی۔ بوکھلا ہٹ بشریے نمایاں۔ کالیان پن چہرے سے عیان صورت سے تو بھپیا کے تاؤ ہی معلوم ہوتے تھے لیکن بیٹے ہی گھاگ ایک ہی نیایے بڑے بڑے چالاک آدمیوں کو کھڑے کھڑے غاس میں بیچ لین۔ اور اچھے اچھوں کو چکیوں میں غیا دیدین۔ اس کے بعد انکی چاہتی ہوئی عجب ناز و دریا اور انداز معشوقانہ سے چان چان آئیں۔ مگر یہ رگ گل کا دھوکا ہوتا تھا۔ جو دیکھتا تھا عقل سے ہاتھ دھوتا تھا ہر ہوئی کی ایسی لال بھبھو کا ساری سرخائیں اور اس کے بیچے ستیون اور ہری ہری کرتی آستین بھنسی ہوئیں سیٹھانی جی تنی ہوئیں شوخی رگ رگ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے حیرت تھی کہ یہ

ہندنی ہے یا کوہ قات کی پری ہی۔ گل رخسار کی وہ رخنائی
 نہ گلاب پانی پانی ہو جائے۔ دست سیمین وہ حسائی کہ
 باقوت احمر ہیر اکھائے۔ آنکھیں وہ شمع کہ الامان یہ عورت
 ہے یا برق درمان۔ یا بلاے بیدرمان۔ یہ ابرو ہے
 یا قندہ دوران۔ بلا کی اداسم کا ناز۔ ایک ایک اشارہ سروجہ
 زیا چہ انداز۔ زاہد سنانہ کو مرید بنائے۔ گنگ جان میں نشتر
 لگائے۔ میان بوی میں خوب گھل گھل کر بیٹھی با تین
 ہونے لگیں۔

سیٹھ۔ پیاری آج تمہارا چہرہ اداس کیوں ہو مطلب
 کی بات بولو تو تم کو کھوش (خوش) کر دوں۔

سیٹھانی۔ (تنگ کر) اجی تم کو میری کیا پڑی ہو۔ میں تو
 دل ہی دل میں گڑھا کرتی ہوں۔ آج یہ کیا جاتی دنیا دیکھی کہ
 اتنا پوچھا یہ کدھر سے چاند نکلا ہے۔

راوی۔ اری واہری سیٹھانی۔ اللہ اللہ یہ خوش بیانی
 بلا کی شوخ و چالاک۔ غضب کی بیباک شین وقان سے
 درست چالاک و جہت۔

سیٹھ۔ اچھا تو کچھ کو ہو (کو) تو میرے سے۔ میرے کو تھا لا
 بڑو پیار ہو۔

سیٹھانی۔ ای آگ لگے تیرے ایسے پیار کو مومے لگوڑی کندہ
 وایان تک پچھو۔ ٹڑیان۔ ہنسلی۔ چڑیان پنہ ریتی ہیں گئے
 پاتے سے گوندنی کی طرح لدی رہتی ہیں۔ بیان لگوڑی کیل تک ناک
 میں نہیں۔ ناک چھوچھی یہ لاکھوں کھاتے ہو کس دن کے لیے
 جب دیکھو گاڑھے کی ننگوٹی باندھے ہیں۔ یہ ڈھالی تلے کا چڑھا
 جو تاکیا جانے انکے دادا کے وقت کا ہی یا لکڑ دادا نے بولایا
 یہ کانٹھ کانٹھ کے توڑے کس دن کے لیے رکھے ہو میری یہ جوانی

ہی ہو اٹھتی جوانی۔ پنہنے اورٹھنے کے دن۔ کھانے پینے کے
 دن تم ایسے قصائی کے پالے پڑی۔ سیکھ پنہ میں بھی نہیں دیکھا
 روٹی کا نہ کپڑے کا۔ سیت سیت کا بھڑا۔

سیٹھ۔ ناک چھوچھی کا ہے کھاتر خاطر ہی لاکھ کی کالی کالی کیل
 نہ بڑو دادوگا۔ اس گورے گورے مکھڑے پر کالی کالی کیل خوب
 (خوب) جھلکے گی۔

سیٹھانی۔ چڑی جائے رہا دمڑی نہ جائے کیل بھی ہو تو
 لاکھ کی۔ اچھا تم اپنا گنا رہنے دو۔ ہمیں ایک آدمی نوکر
 رکھ دو۔ یہ گورے گورے ہاتھ یہ پیاری پیاری ہیمان۔ روز
 ٹہل کرنے میں کالی نہ ہو جائیگی۔ ہمیں ایک آدمی رکھ دو۔
 میں صدقے اجی ہمیں تو کوئی چھپڑا لکے کا صرت نہیں ہو خاصی
 رانی بنی بیٹھی رہو گی۔

سیٹھ۔ شاستر میں لکھو ہے کہ گرت (گرمہست) کو کام کاج
 کرنا اچھا ہو وہ بے کاج بیٹھے تو بری باتان کا کھیاں (خیال)
 جاتا ہے۔

سیٹھانی۔ اجی بھین تو یہی سوچتی ہے۔ نامحرم مرد سے پر
 کبھی نظر بھی کی ہو تو تمہاری ہی آنکھیں پھوٹیں۔

راوی۔ دونوں۔ دائین بائیں دونوں۔ واہ بی سیٹھانی کیا
 قسم کھائی۔ سیٹھ بچا رے کی آنکھیں کیا مفت کی پڑی
 پائی ہیں۔

سیٹھ۔ اچھا آج ہی کوئی کھند مدار (خندگار) کی تلاش کرتا ہوں
 اتنے میں ایک بابو صاحب تشریف لائے یہ بڑے ہی
 رسیا نکلے۔ آئے تو تھے سیٹھ سے حساب کرنے انکی پری چم
 بیوی کو جو دیکھا تو ٹوٹ ہو گئے۔ اب سیٹھ جی سے بات ہی نہیں
 کرتے سیٹھانی سے لہر کا لگایا۔

سیٹھ - بابو صاحب میری چور کو ایک چھو کر اکی تلاش ہوئی
بارہ برس کا آدمی لادو گے مگر ایسا نہ ہو کہ کام تو کرے کم اور کھائے
بہت - کھائے سیر دست بارہ - اور کام میں تنہا چہارہ - مگر
بارہ برس کا ہو جی -

بابو - (مسکرا کر) بھلا چھوچھو برس کے دو نہوں -

سیٹھانی - (چپک کر) اجی بابو صاحب میں صدقے کوئی لادو -
سیٹھ - بش لبش اب متی بولیو - یہ صد کے بد کے کیوں بولی
پر اے مرد سے بولنا کیا بات ہے -

سیٹھانی - اجی بھلے مانس آدمی ہیں - دیکھو بیچارہ بچی نظر
کر کے دیکھتا ہے -

سیٹھ - تو بابو صاحب ایسا ہو جو سیٹھانی کی کھندہ رخصت
کرے اور لے کم -

بابو - اچھا جب تک کوئی اور لے میں ہی نہ رخصت کیا کروں
اور دینے لینے کی کیا بات چیت ہو - تمہاری چیز ہماری -
ہماری چیز تمہاری -

سیٹھ - نہیں نہیں آپ جا رہی ہم کھد خود تلاش کر لینگے جی -
سیٹھانی - اجی تکلیف تو ہوگی - رہا بابو جی تکلیف نہ تو
کبھی کبھی آدمی کو سکھا جایا کرو -

سیٹھ - (گال بھلا کر) ہجرا بار کدیا کہ پر اے مرد سے
نہ بول کتی جاؤتی ہو - بش اب نہ بات کرنا کدیا ہو - یہ سکھائے گا
آدمی کو - کیا میرے کو سکھانا نہیں آتا -

سیٹھانی - بابو جی کب تک آدمی لاؤ گے -

بابو - سیٹھ دوکان پر جا لین تو ابھی لادوں -

سیٹھ - ہم آج دوکان ہی نہ کھو نوکاجی - تم پرانی استری سے
کیوں باتیں کرتے ہو گے جی -

بابو - اجی سیٹھ جی تمہاری چور بڑی سیلا ہو تیار ہیں -
سیٹھ - (غصہ میں) بان بان شنو بابو صاحب میں بھی بڑا ہسیا
ہوں لے آپ ادھر کھڑے ہو جیے -

سیٹھانی - بابو جی صاحب اس وقت کے بچے ہونگے -
سیٹھ - (آنکھیں نکال کر) اسے میرے پاس تو ایک چھوڑ
دو دو گھڑی رکھتی ہے - تو بابو صاحب سے کیوں پوچھتی ہے -
بابو - سیٹھ جی تمہاری عورت سے چالانک ہو -

سیٹھ - نسان کھاطر (خاطر) رہو ہم اُس سے بھی چالانک ہو -
سیٹھانی - اجی بابو جی تمہاری طرف کیا سب ایسے ہی گوسے
ہوتے ہیں -

سیٹھ - (بگڑ کر) پھر تو بولی - اری تو بولی - تیرے کو گوسے کالے سے
کیا مطلب ہو رہی - بابو جی تم یہاں نہ آیا کرو دوکان پر آیا کرو -
سیٹھانی - اے واہ اچھے آئے - کوئی بھلے مانس آئے -
دوکان دین -

سیٹھ - ارے اُسنے ناک میں دم کر دیو رے (گدا لگا کر)
لے اور لے گی -

پھر بیچاری سیٹھانی نے رونا شروع کر دیا - ہا سے یہ بات ٹوٹ
جائیں اور نگوڑے کی ٹانگ بھی ٹوٹے - جب دیکھو مواد انا کل
کیا کرتا ہو کسی پچیل سے پالا پڑا ہوتا تو چاند گنجی کر دیتی جب دونوں
میں گھم گھماتھا ہونے لگا تو بابو جی کی بن آئی بڑی ہمدردی سے
بیچ بچاؤ کرنے لگے اب سینے کہ سیٹھ کے تو ہاتھ پکڑ لے اور سیٹھانی
کو اشارہ کیا تو لگی دھم دھم کوٹنے اور جب سیٹھ کا وار ہوتا تھا
تو حضرت بڑے ہی ہمدردی سے میر فیصل بنکر سیٹھانی کو چھپا لیتے
تھے - آخر کار بابو جی آدمی کی تلاش میں گئے اور میان بوی
پھر ایک ہو گئے -

بابو جی سسر پڑھ کر تے چلے جاتے تھے کہ اتنے میں دیکھتے کیا کہیں ایک آدمی بالہ سری بجا تاجلا آتا ہو۔ بے تو کون ہو۔ ہم کون ہیں ہم آدمی ہیں آدمی۔ ا۔ آدمی نہیں تو کیا جانو۔ جی۔ جانور نہیں تو کیا آدمی ہوں۔ آپ اپنا مطلب کہیں۔ اے چل نوکری کر۔ ہاں ہاں اچھا کر۔ اہو ہو ہو کس کے یہاں۔ ایک سیٹھ ہیں۔ ناجیان وہ چھواریگا پھیل سیٹھانی بھی ہیں۔ ہاں ہیں۔ اچھا چلو رہا صبح کو کھاؤنگا۔ دوڑو کھاؤنگا۔ دوپہر کو کھاؤنگا۔ تیسرے پر کو کھاؤنگا۔ شام کو کھاؤنگا۔ اور شام سے لمبی تانوں کا تو صبح کی خبر لاؤنگا۔ اور جو کچھ کھلی تو سیٹھ جی یا سیٹھانی کھانا دیا میں۔ اچھا چلو تو وہاں تک چلتا ہوں مگر کھانا بہت سا کھاؤنگا۔ ہزار خرابی بابو صاحب اسکو لے چلے۔ براہ میں کوئی اٹھارہ دفعہ ہی چلا۔ باسے خدا خدا کر کے پونچے۔ بابو۔ لوسیٹھ جی آدمی لے آئے۔

سیٹھ۔ کام اچھا کرے گا۔

آدمی۔ ہاں بہت کھاؤنگا دس دفعہ کھاؤنگا۔

سیٹھانی۔ اسے کچھ کام کاج بھی کرے گا یا دن بھر مٹھ ہی چلاتا جائے گا مو لے۔

آدمی۔ دس دفعہ کھاؤنگا۔

سیٹھانی۔ اب میں کہیں چپت نہ جاؤں بڑھ کر۔

سیٹھ۔ اسے تو پھر بولی۔ عورت جات اور چپت کی بات چیت

سیٹھانی۔ اچھی تو کیا یہ تھا را کوئی قبلہ گا ہو۔

الغرض وہ جھٹ سے نوکر ہو گیا۔ مگر برابر ہی کہتا گیا کہ دن میں اٹھارہ بار کھاؤنگا۔

سیٹھ۔ ہم اپنی دکان نہ جانا ہوں۔ سیٹھانی جو کہیں وہ چپے سے

کان میں کہ جانا۔

یہ کہہ سیٹھ جی تو دکان پر گئے اور بابو صاحب سے حساب پوچھنے لگا۔

سیٹھ۔ (بہی کھو کر) آپ پر پانچ سو ہیں جی۔

بابو جی۔ اسے پانچ سو ایہ ڈھائی سو کے پانچ سو ہو گئے۔

سیٹھ۔ اور سو دہین چڑھا۔

سیٹھانی۔ آدمی اور آدمی۔ اسے تیرا نام کیا ہو۔

آدمی۔ فضیحت۔ اچھی مجھ کو روٹی دو۔ بھوک لگی ہے۔

سیٹھانی۔ مہو لے آگ لے تیرے پیٹ کو۔ جاسیٹھ جی سے

دکان پر جا کر چپے سے کمدے کہ گھر میں چاول نہیں ہے رہا کان

میں کسنا انگ بٹلا کر۔

فضیحت۔ اچھی روٹی تو دیدو۔ بڑی بھوک لگی ہے۔

سیٹھانی۔ اولیٰ دور ہو گیا ہے۔ چاول تو میں نہیں کھایا کیا اگلا

فضیحت نے دکان پر جا کر دروازے سے تبا کر سیٹھ کو

علیحدہ بلایا اب سیٹھ جی جون جون آگے بڑھتے آتے ہیں میان

فضیحت پیچھے ہٹتے جاتے ہیں آخر کار کان میں غل چا کر کہا کہ

چاول نہیں ہیں۔

سیٹھ۔ دت گدھا۔ اسے گل رغل کیون چایا۔ ہاں میں

چاول نہیں اور تو سب کے سامنے جو رہا زور سے کہتا ہے۔

بابو۔ دیکھو فضیحت جو اب سیٹھانی جی پیچھیں تو انکے کان میں کسنا

جس میں کوئی اور نہ تھے۔ کھجور دار۔ کان میں کہو۔ کان میں۔

سیٹھانی۔ اسے فضیحت کہ آیا۔ جا اب اسے کمدے کہ تھا را

ان اچھی ابھی مر گئیں۔ جلدی جادوڑا ہوا۔ ہاں پری ساں

بیجاری اٹھ گئی۔ اسے جلدی جانا۔

فضیحت۔ اچھی مجھے کھانا تو دیدو۔ جلدی دوڑی بھوک لگی ہے

سیٹھانی۔ بھاڑ میں جاے تیرا پیٹ مہو۔ اسے مردہ

گھر میں پڑا ہو اور تو کھانا مانگتا ہو۔ اُن کی تو ان مر گئی اور تھک

پیٹ کی پڑی ہے۔

فضیحت - اچھا مردہ اٹھ جائے تو دوگی۔ تو لاؤ اُدھر سے اس بڑھیا کو بھی گدھیا میں پھینکتا ہی جاؤں اور انکو بھی لے آؤں جس میں کھانے میں دیر نہ ہو۔ اچھا جانا ہوں۔ دکان پر پہنچ کر اپنی بانسری بجائی اور چپکے سے اشارہ کیا کہ بیان آؤ سیٹھ جی قریب آئے تو کماکان پاس لائے اور کھسک آئے آپ کی بڑھیا دھلک گئیں۔ سیٹھ نے سر پٹیا شروع کیا اور بیان فضیحت پر ایک دو تہڑا بیاں لگایا کہ اُنکے پتھر گر گئے بابو بیچ بچاؤ کرنے آئے تو آپر بھی دو ایک پڑ گئیں۔

بابو - ارے بیوقوف (بیوقوف) یہ کون چھپانے کی بات مٹی کہ تو نے کان میں چپکے سے کہا اُنکی بان گئیں اور تو چپکے سے کہتا ہے جاگدھے روتے سر پٹتے کیوں نہ آیا۔

سیٹھانی - ارے فضیحت جا دوڑ کر کہہ آ کہ تمھارے گھر میں روکا ہوا اور ڈرتا جا۔

فضیحت - ابو ہو ہو۔ اہا ہا ہا۔ اب تو دلی کھلاؤ۔ اسی بھڑی بھوک لگی ہو۔ پہلے تو جانول نہ تھے غرے۔ پھر بڑھیا دھلک گئی فاقہ۔ اب روکا ہوا ہو۔ اسی بات پر کھانا کھلوا دو۔

سیٹھانی - ارے موصے میں تو زبانا میں ہوں۔ اُنکو بلا لا تو آج وہی منھ پھینکیں۔ لکڑیاں لیتا آنا۔

میان فضیحت روتے سر پٹتے غل مچاتے آنسو بہاتے دکان پر پہنچے۔ ہاے ہاے ارے یہ کیا ہوا۔ ارے دوڑو ہاے ارے آن آؤ۔ ارے آسمان پھٹ پڑا۔ ارے۔ اوہ اوہ سیٹھ جی بھی لگے سر پٹتے کہ کیا جانے کیا واقعہ ہوا۔

بابو - ارے بتا تو ہوا کیا۔ آخر کوئی مر گیا ہے۔

فضیحت - اسی بابو جی پہلے روتو۔ خوب روتو۔ ہاے ہاے ارے اُن یا خدا (اہل جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر) تم بھی روتو

(سیٹھ کے کان میں) آپ کی بیان روکا ہوا ہے جائے منھ پھینکے لکڑیاں لیتے جائے گا۔

سیٹھ نے فضیحت کو خوب ٹھٹھا اُس شخص کے بیان تو روکا گا وہاں سے روتا چلا تا چیتا غل مچاتا آیا اور کہتا ہو کہ منھ پھینکو چلکر اور لکڑی لیتے چلو۔

بابو - ابے تو بڑا گدھا ہے بے۔

فضیحت - واہ بابو بڑے تو سیٹھ میں اُسے اُتر کر آپ۔ بابو۔ جا اب اسی بات ہو تو شکر یا نشتا آنا اور خوب کھلکھلانا۔

سیٹھانی - ارے غضب۔ لو آگ لگ گئی۔ ارے فضیحت جلدی دکان پر جا۔ کہ گھر میں آگ لگ گئی۔

فضیحت - اچھی مجھے روتی تو کھلا دو ہاے میں تو مرنے لگا ہوں میان فضیحت دکان پر جانے ہی خوب کھلکھلائے۔ ابو ہو ہو اہا ہا ہا۔ تم تم تم تو شکر کھاؤ۔ محلہ بھر کو شکر بانٹتے اور دکان کھڑن سے جو نکلے اسے شکر کھلائے۔

سیٹھ - کیا ہو؟ کیا کوئی اور روکا ہوا۔

فضیحت - گھر میں آگ لگی ہو سیٹھانی گھر کے باہر منھ کھولے کھڑی سر پٹ رہی ہو سیٹھ جی ایسے گھبرائے کہ ہی کو دکان پر چھوڑ سیدھے گھر گئے اور بابو صاحب نے موقع غنیمت جان کر ہی غل میں دبا دی اور مع فضیحت کے چلے آگ بجھانے وہاں پہنچے تو وہی کوئی آگ میں بھسم کر دیا اور باغ سو کے باغ پیسے بھی نہ دیے۔

پارسیوں کا دریا مٹا شام

ادھر عروس عدن نے پرند فکین سرخ انور کی جھلک دکھائی اور لیلے شب زلف غنیمت کھولے بھجے آئی ادھر شام بندہ تخت رہ نور دی خدیو مھر کوہ گردی فلک سیر ملک نہاد میان آزاد کو تماشا کی دھن سہائی پھر کیا تھا وندہ اسبھالا اور ڈبل چال

چلتے چلتے راہ میں حسن اتفاق سے زمین الملوک سے چار انکھین ہوئیں پوچھا کہ دھڑکی سہیجان میں کسی لشکری نے ساری داستان کہ سنائی اور تاج الملوک کو گل بکاؤلی کی دھن مسائی پودہ پڑا اور جب حجاب مرتفع ہوا۔ تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ چار دن شہزادے بیٹھے شش درج کر رہے ہیں اور دہر میوہ انکو دہر چڑھا رہی ہے۔ کھیلے کھیلے اُن تک کو بازی میں جیت لیا تاج الملوک بھی گرتے پڑتے کہیں وہاں پہونچے اور انھوں نے دہر کے چھکے چھڑا دیے تب تو وہ چکر لائی کہ میان میں تو مرشد تھی تم ولی نکلے پھر پردہ پڑا اور اٹھا تو تاج الملوک کے سر پر قضا۔ ایک دیو سر نفلک کشیدہ کھڑا غرا رہا ہی دیو تو ایسا بنا یا تھا کہ بارہ صدی کے بنگالی صورت دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیتے۔ الغرض دیو کو انھوں نے ایسا چیتے یا رہنا یا کہ وہ بھی اُنکا دم بھرنے لگا۔ پھر پردہ پڑا اب کی کچھ اور ہی ٹھاٹھ نظر آتے ہیں وہ اٹھا جل جلالہ تیری بندہ نوازی کے صدقے۔ کیا گلزار پر بہار دکھایا۔ یہ بکاؤلی کا چنستان نفا ہو۔ باغ کیا ہی سچ جج باغ وہاں ہے۔ الا مدد کہہ کر انھوں نے چپکے سے پھول توڑا اور۔

گل لے کے چلا آیا غبرگن چوری سے چلا چراغ برکف

اک دن ہی دیکھتے کیا ہیں کہ۔

بارہ دری ایک سونے کی ہو
دہ خواب کہ بکاؤلی ہی
گول اسکے ستون سادھو
چلمن قرکان چشم مخور
پردہ جو حجاب سا اٹھا یا
آرام میں اُس پری کو پایا

شوق جرایا کہ اُس مست نشہ خواب ناز کو جگا لے مگر پھر۔

سوچا کہ یہ زلف کف میں لینی
ہو سانپ کے منہ میں اٹھکی دینی

ادھر کچھین توجیب دد اس کو گل مقصود سے بھر کر چین سے
بوسے گل کی طرح چل کھڑا ہوا ادھر سے

کھٹ کھٹ کرتے لمبے لمبے ڈگ بھرتے ٹھڈی ہوا کھاتے سیر
دریا کے مزے اڑاتے پھر نزل میں دھم سے آن کوٹے۔ دریا کی
روانی۔ بذلہ سخن کی نکتہ رانی۔ بگھیوں کی کھڑکھڑاہٹ۔ معشوقین کی
اچھا اہٹ۔ تماش بینوں کے ڈٹاؤ اور مفیکردن کے جٹاؤ دیکھ کر
میان آزاد ریشہ خلی ہو گئے۔ ایک جگہ بیٹھنے کی تو انھوں نے
قسم کھائی تھی سوچے چلو اس وقت دریا میں کھڑی لگائیں یا لاجی چرین یا
چڑھاؤ کاٹین۔ کپڑے دپڑے اتارنے ہی کو تھے کہ گھنٹی بجی مٹن مٹن
ارے بھلے کو دریا میں کود نہیں پڑا تھا۔ در نہ غضب ہی ہو جاتا
جھٹ تنگ تو برا چڑھا کر آپ بھی ایک کرسی پر جا ڈٹے۔ راستے
زرنگار اور پر بہار پردہ پڑا ہے یہ ہلا۔ وہ اٹھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک تاجدار
پڑیا جاہ زمین الملوک کج کلاہ تخت ہمایون تخت پر بیٹھا آنکھیں ناگ ہا
اوپر چتر سعادت اثر اور تاج مکمل زیب سراپے نور پھر شہزادہ۔
عالی مقام تاج الملوک گلفام پر جوشاہ گیتی بناہ کی نظر پڑی تو چشم زو
میں آنکھ کی مینائی غائب۔ یا منظر العجائب۔

مہرب شہ ہوئی خموشی
دی آنکھ جوشہ نے رونائی
کھڑکھڑی ذکر تھا یہی شور
کی نور پھر سے چشم پوشی
چشمک سے نہ بھائیوں کو بھائی
خارج ہو انور دیدہ کور

کوئی نسخہ نور لایا کوئی سرمہ طور لایا۔ مگر آنکھوں میں اُجالا
نہ آیا نہ آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سچ جج کوئی اندھا ہی بیٹھا رہا
حال سے پکار رہا ہے کہ آنکھوں والے بابا آنکھیاں بڑی نعمت ہیں
تو میں ایک کمال فریدالہ ہر دقیا نوس کے دادا کا ہمعصر آیا اور
اُسے خوب سوچ ساچ کر بتایا کہ۔

بے باغ بکاؤلی میں اک گل
ملکوں سے اُسی پر مار چنگل

یہ سنتے ہی چار خوش پوش خوش رو خوش اد اشہزادے بادشاہ
سے رخصت ہوئے اور بوسے گل کی طرح چین وٹن سے نکل کیڑن

<p>وہ سبزہ باغ خواب آرام جاگی مرغ سحر کے غل سے</p>	<p>یعنی وہ بکاؤلی گل اندام اٹھی نکلت سی فرش گل سے</p>
<p>بکاؤلی کا خواب ناز سے بیدار ہونا اور حوض لطیف پر منہ دھونا پھول کا ہوا بتانا اور گلچیں کا نیا گل کھلانا۔ بکاؤلی کا جھنجھلا نا سنبل سے تازیانہ دنگانا۔ تمشا کو سولی پر چڑھانا۔ ان سب باتوں کو اس خوش اسلوبی اور لطافت سے ادا کیا کہ تماشائی خوش کرنے لگے اور پارسیوں ہی کا دم بھرنے لگے اب بکاؤلی بھین بکھر گلچیں کی تلاش میں غلیں اور حضرت کو ڈھونڈ کھانا جب دونوں میں ملاقات ہوئی اس وقت کا لطفت قابل دید تھا پہلے وہ تہ کی نگاہ پھر پیار اور چاہ۔ پہلے وہ تکیجی جتوں۔ پھر عشق گلچیں گلبدن۔</p>	<p>گول گئے مصالح کے مڑ مڑ۔ گنڈیریاں لو پوندے کی۔ گلاب ٹریان اب جس دکان پر جاتے ہیں اور جو سودا چکاتے ہیں سب کے سیر چکرائے کہ ان یہ کیا اسرار ہی کے ہی سیر مڑاٹکے ہی سیر چاری۔ ایک خواجے والے سے پوچھا یہ کیا ہی۔ باباجی یہ ریوڑیاں ہیں اور یہ ۹۹ بیس کے لڑوہیں۔ اور یہ ۹۹ دال موت ہی اور یہ ۹۹ کھا جا۔ ہوبو کھا جا تو کھا جا۔ ایک کھا جا کچھ گئے پھر دوسرا اڑایا۔ اس طرح خوب مٹھائی ٹوٹی اور کچھ کھائی کچھ باندھی پوٹ وہاں سے ماری پوٹ تو باباجی کے پاس۔ بابا۔ کیوں کچھ کچھ شکر اٹھایا۔ چیل۔ ہو پھر۔ کھی کیا کرو گے کھا جا کھا جا۔ چکھو تیان کرو مٹھائی چکھو۔ بابا۔ اس نگری کا کیا نام ہے۔ چیل۔ باباجی مین تو مٹھائی کھانے سے کام ہے۔ اندھیر نگری چو پٹ راجا کے سیر بھاجی کے سیر کھا جا۔ بابا۔ ہاں! بچہ یہ نگری رہنے کے لائق نہیں۔ چلو بھاگ غلیں۔ چیل۔ واہ تم جاؤ مین تو مٹھائی چھوڑ کر نہ جاؤنگا۔ پروردہ پڑ گیا اٹھا تو اندھیر نگری کے چو پٹ راجا برآمد ہوئے۔ واہ بھی واہ اچھے راجا مین تو اندھیر نگری کیوں نہو۔ راجہ صاحب شرابی مد کیے۔ چریسے۔ گنجیرے۔ بھنگیرے۔ چاندی باز انچی نشے مین چور سیم ست دمخو کر سہی بریٹھے مین۔ مگر گے پڑے مین اتنے مین ایک فریادی آیا۔ وزیر۔ جہاں پناہ ایک فریادی آیا ہے۔ راجا۔ تمہارا دادی آیا ہے۔ وزیر۔ مین جہاں پناہ ایک فریادی آیا ہے۔ راجا۔ اچھا۔ ہون۔ تو پانچ بلاؤ۔</p>
<p>بول وہ پری بصد تامل</p>	<p>کیون جی تھیں لیگے تھے وہ گل</p>
<p>وہ شکر لب اس میا خستہ پن سے بول رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا لبوں سے فند گھول رہی تھی۔ تاج الملوک بیچارہ سرگردان و آوارہ نے۔</p>	<p>عاشق کی سزا جو بوجھتی ہو کالے ناگون سے جکود سواد ابرو کے اشائے سے کر چور</p>
<p>کی عرض رضا ہی جو خوشی ہو مشکین زلفون سے ٹسکین کسواد تلوار سے قتل ہو جو منظور</p>	<p>انقصہ ساری داستان کو اسطرح ختم کیا کہ حاضرین جلسہ ہرگز نہ اسکے بعد اندھیر نگری کی نقل چھیڑی۔ ایک رنگے سیار باباجی گھر سے پڑے پہنے ایک موٹے تانے چیلے کو ساتھ لے بھج گئے گھنچڑی بجاتے ایک نئی بستی مین وارد ہوئے۔ باباجی۔ بچہ جاؤ کچھ نون تیل لکڑی لاؤ۔ روٹی پکاؤ۔ خود بھی کھاؤ ہو کبھی کھلاؤ۔ اور دندناؤ۔ چیل۔ جلا بازار مین ہو پنے تو دوکان مین جی مومین۔ کراسے تل کے لڑ</p>

راوی - یہ ہنسی ہنسی باتیں یہ بے تکاپن -

فریادی - حضور کل دیوار گر پڑی میرا دکا دب کر مر گیا -

راجا - ہاں دیوار مر گیا - لکڑا دب گیا دیوار کو سولی دیدو -

وزیر - جہاں پناہ - دیوار گر پڑی اور اسکا رکھ مار گیا -

راجا - ہاں ہاں جہاں پناہ گر پڑا اور دیوار پر لکڑا مر گیا - اچھا

لکڑے کو پھانسی دیدو -

وزیر - یہ نہیں خداوند لکڑا دب کر مر گیا -

راجا - معمار کو سولی دیدو -

معمار - پیرو مرشدین بے تصور ہوں - یہ مزدور کی شرارت ہی

راجا - مزدور کو سولی دیدو -

مزدور - میں نے کیا کیا سقے کا قصور تھا -

راجا - اچھا جاؤ سقے کو سولی دیدو -

سقم - حضور میری کیا خطا - آپ کا کوتوال جو آیا تو اسے ڈر کے

پانی زیادہ گر گیا -

راجا - کوتوال کو سولی دیدو -

راوی - واہ رے چوہٹ راجا - تحقیقات کسی کی نکو جو ہوئی اسے

پھانسی دیدو - پھانسی پر کوتوال صاحب چڑھائے گئے تو چوہدار

نے عرض کیا کہ پیرو مرشد - پھانسی کا منہ بڑا ہوا اور کوتوال دہلا پتلا

راجا - اچھا تو کسی موٹے آدمی کو بکڑ کر پھانسی دے دو -

موٹا اس اندھیر نگری بھر میں باباجی کا چیلہ تھا دھڑے گئے

ہاے غضب بھی ہم نے کیا کیا کہ پھانسی پر چڑھائے جائیں گے

واہ تم سب میں موٹے ہو چورنگ کیے جاؤ گے - اسے تو یار و

یہ بھی کوئی جرم ہے کہ موٹا تازہ ہوں اتنے میں باباجی جی حریف

سلنے نکلے دیکھا کہ چیلہ رو رہا ہے -

بابا - کیوں بچہ کیا کہنا تھا کہ یہ اندھیر نگری چھوڑ دو - نہ مانا آخر

دہی آگے آیا نہ -

چیلہ - باباجی پچاؤ - میری طرف سے پھانسی پر چڑھ جاؤ -

بابا - ارے آج اچھا دن ہے جو پھانسی پر چڑھے وہ سیدھا

سُرگ لوک کو جائے میں پھانسی پر جاتا ہوں -

چیلہ - نہیں میں جاتا ہوں -

اتنے میں راجہ بھی گرتے پڑتے آ نکلتے -

راجا - وزیر پھانسی نہیں ہوئی -

وزیر - خداوند گروا درجیلے ٹرے ہیں کہ میں پھانسی چڑھوں

وہ کتاب ہے ہی میں پھانسی چڑھوں - آج بڑا تر تھکا دن ہی جو پھانسی

چڑھے وہ بکینٹھ میں جائے -

راجا - ہاں تو بھل میں پھانسی پر خود چڑھ جاؤں -

یہ بچے چوہٹ راجا کھٹ کھٹ کرتے پھانسی پر چڑھ گئے

لیلی مخبون

بیا ساقی بیا جان تاشا ہنار درپردہ تاک سیکشی ہا

بیا ساقی بیا ای من مریت بدہ جائے کہ خواہم شد شہید

بیا ساقی بیا ای عین جادو بدست ساغرے چشم آہو

بیا ساقی بیا ای ابر احسان بساغر کنی از خون رقیبان

سرت گردم بجائے ساز شادم

کہ رنگین قصہ آمد بیا دم

ہمارے آوارہ و آزادہ - سہجہ ارادہ - میان آزاد خانہ برباد

شب کو لو اب کی برق و شاد درنتار ساندنی پر سوار ہو کر بگوئے

کی طرح اڑے تو لب جو بجا چتر نزل کے ایوان جواہر گاہ میں ہوئیں

لینے لگے - دونوں ہاتھوں سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ لکھی

کہیں جلد گھنٹی بجے اور نقل سبے - اتنے میں پردہ زکا رہندھا تو

آ نکھین کھل گئیں -

مجنون لبش بدرفشانی	پروردہ بہ آب زندگانی	بیاسانی بیا ای جان حبشید	بدہ جامی داتش دہ خورشید
میان آزاد آپ جانے حسن پرست آدمی زند شاہد بار صورت دیکھتے ہی اس گل چین نزاکت پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے لوگوں سے بوجھا کہ کیوں حضرت یہ پری چہرہ خورشید تمام چین شیرین ادا۔ دختر گل رخسار۔ نازک اندام و طرار کون بت عیار ہی این! اچی واہ حضرت آپ کو ہی نہیں معلوم بہشت کی خبر ہی نہیں ای میان یہیلی مجنون کی نقل ہوتی ہو محفل بھر عقل سے باخود دھوتی ہے۔ اہو ہو ہوا ب سمجھا۔ اُس لیلی پر تو ایک مجنون کی طبیعت مائل تھی مگر اس بیاری لیلی کے تیز نگاہ سے ساری محفل گھائل ہو یہ میان جی لیلی کے پدر بزرگوار ہیں اور مکتب میں لوندے بڑھارے ہیں۔ ۵	کہ دارم از تنائے دل ریش خیال سیر مکتب خانہ در پیش		
مبارک باد مرگ نوباستاد اگر باشد معلم خود فسطاطون	اُس مکتب خانہ عشق کاشانہ میں مجنون بھی درس لینے آیا اس طفل سیم بدن غچہ وہان۔ سر تا بقدم آفت جان پر جو طلبہ کی نظر پڑی تو۔ ۵	واہ کیا پری بزم مکتب خانہ ہی۔ مدرسہ کیا عیش و طرب کا کاشانہ یہ بھٹل پر یزادوں دلبری میں بے بدل استاد۔ ستم ایجا و بلا سے جان دامت و فراد۔ میان جی شمس بارغہ کے عوض بدر نیز کا سبق یتے ہیں اور کھڑے بلا میں لیتے ہیں کج ادائی میں شہرہ آفاق دلربائی کے فن میں طاق۔ مولوی صاحب کی ریش محض تابان شریر لڑکوں پر شرط اپ شرط پچیان جاتے ہیں اور وہ افسانہ حضرت کو بناتے ہیں۔ اتنے میں سامنے جو نظر پڑی تو ایک بت غنیچہ میں سیم غیب سے آنکھ لڑی۔ گیسو لیلیہ القدر جبین مطلع الفجر نسیم گلشن دلربائی۔ نسیم زلف آشنائی پر افشان چین ناز۔ سراپا انداز خوش وضع خوش قد۔ قامت دلجو۔ زلف عنبر با چین اردو تیغ جو ہر دار۔ قیامت کبریٰ سے دوش بردوش۔ غارت گرد رہن ہوش۔ مصحف رخ سجدہ گاہ آتش پرستان ابرو سے کج قبلا کفر گزنیان۔ روکش خوبان فرنگ۔ نرگس محمود صبا سے گل رنگ۔ رنگین ادا۔ وہ بانگی ادا تو کبھی جتن وہ قہر بھری نگاہ وہ جو بن کہ محفل بھر چڑک گئی۔ یہ پیاری صورت اور خچل پدنی گھورنے ہی کے لائق تھی۔ گورا گورا کھڑا ایسا جیسے چاند بلکہ جو دھوین کا چاند بھی اُسکے مقابل میں ماند۔ بال بکھرے ہوئے بانگی ٹوپی سر پر دھرے ہوئے۔ عجب عجب و غرور سے ممکن تھی اسکی کم سنی اُسکے اڑھ پنے کے دن۔ نسلی نزاکت اور صباحت ستم ڈھانی تھی۔ ۵	
نطفان ہر طرف برخواست فریاد بگفت استادش اے محبوبہ ناز	کہ یاران آتشی در مکتب افتاد کہ سہم اللہ ز سہم اللہ کن آغاز		
اب سنیہ کہ میان جی نے اور سب لڑکوں کو توجھی دیدی اور خود بھی سرگشت کو طلبہ گریلی مجنون دونوں وہیں رہے لیلی کی نظر جو سرگلشن رعنائی پر پڑی اور مجنون کی آنکھ جو اس بحر طافت و خود نمائی سے لڑی۔ جوان طائر نے بت سراپا ناز کو پایا اور منہم پری چہرہ کو اور گلزار نے والدہ و شیدا بنایا خلوت میں دونوں نے بیون سے قند گھوٹے اور باہم یون ہنسے ہوئے۔	میان عشقا زانش علم شد ہر پیش اواف چون ال خم شد		
ہم سرکش حسن وہم سر انداز او بے خبر و نظارہ گر مست			

لیلیٰ ۵	سرست ناز آن بت بدست میرود خود میکند خرام و خود از دست میرود	معلت شہم غمی و دہری آموت من آدمی بچین خرد و قدر و حال	جفا و ناز و عتاب سگری آموت ندیدہ ام گر این شہوہ از پری آموت
مجنون ۵	دستے دہم بہ یار کہ بدست میرود دستے بدل ہنم کہ دل از دست میرود	لطف یہ کہ لیلی کے والد بزرگوار درودہ زن غیار و دون کئے پرکھڑے چکے چکے سب سُن ہے تھے۔ ہجوی یہ کیا آسمان پھٹ پڑا لیلی اور مجنون عاشق و معشوق کو داغ ہجران نصیب ہوا۔ پھر پردہ پڑا ۵	لطف یہ کہ لیلی کے والد بزرگوار درودہ زن غیار و دون کئے پرکھڑے چکے چکے سب سُن ہے تھے۔ ہجوی یہ کیا آسمان پھٹ پڑا لیلی اور مجنون عاشق و معشوق کو داغ ہجران نصیب ہوا۔ پھر پردہ پڑا ۵
لیلیٰ ۵	سبزہ دامن نسرین ترا بندہ شوم ابتداے خط مشکین ترا بندہ شوم	صحر او کوہ و درہ من خستہ و ضعیف اے خضر ز تجستہ مدد دہ بہ ہمت	صحر او کوہ و درہ من خستہ و ضعیف اے خضر ز تجستہ مدد دہ بہ ہمت
حرف ناگفتن و تکین ترا بندہ شوم اللہ اندر زکامین قاعدہ آموتہ کیست استاد تو اینہا کہ کہوتہ	طرز محبوبی دامن ترا بندہ شوم کیست استاد تو اینہا کہ کہوتہ	بہ ہمت بہ ہمت	بہ ہمت بہ ہمت
مجنون ۵	صد شعلہ جنون رعیت با شفقہ سرا زد پنچہ شرگان کہ بخون جگر ما	یہ باتین ہو ہی رہی یقین کہ ایک ماہک دیرینہ روز نے لیلی کے باپ سے کچا چٹا کہٹنایا۔ ضعیفہ۔ لیلی۔ پیاری لیلی میری آنکھوں کی تلی اب اور ہی من مین مین مجنون ہر اکا۔ کہتے کلیمہ لہرتا ہے اور اسے شرم کے گڑی جاتی ہوں۔ لیلی کو اب روکے مجنون نے اسکا دل منھ وہ لفظ نہیں نکلتا۔ میا بچی۔ دت نابکار۔ میری لیلی اور ایسی خوار و رویش عصمت کش ابھی نام خدا کس نے۔ عاشقی معشوقی کی باتین ضرور کنایہ کی لکھا میں کیا جانے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔ الفضل وہ ماہک دیرینہ ایک روز انکو ساتھ لے گئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ لیلی اور مجنون گلے مل کر مٹھی مٹھی باتین کرتے ہیں لیلی کا سر مجنون کے کان دھے پر اور مجنون کا ہاتھ لیلی کے دست خانی میں اور مجنون کہہ رہے کہ عمر بھر ترے اس کھڑے کی بلاتین لیا کروں برزینے کہ نشان کف پا تو بود وہ فرط محبت سے بولین ۵	یہ باتین ہو ہی رہی یقین کہ ایک ماہک دیرینہ روز نے لیلی کے باپ سے کچا چٹا کہٹنایا۔ ضعیفہ۔ لیلی۔ پیاری لیلی میری آنکھوں کی تلی اب اور ہی من مین مین مجنون ہر اکا۔ کہتے کلیمہ لہرتا ہے اور اسے شرم کے گڑی جاتی ہوں۔ لیلی کو اب روکے مجنون نے اسکا دل منھ وہ لفظ نہیں نکلتا۔ میا بچی۔ دت نابکار۔ میری لیلی اور ایسی خوار و رویش عصمت کش ابھی نام خدا کس نے۔ عاشقی معشوقی کی باتین ضرور کنایہ کی لکھا میں کیا جانے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔ الفضل وہ ماہک دیرینہ ایک روز انکو ساتھ لے گئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ لیلی اور مجنون گلے مل کر مٹھی مٹھی باتین کرتے ہیں لیلی کا سر مجنون کے کان دھے پر اور مجنون کا ہاتھ لیلی کے دست خانی میں اور مجنون کہہ رہے کہ عمر بھر ترے اس کھڑے کی بلاتین لیا کروں برزینے کہ نشان کف پا تو بود وہ فرط محبت سے بولین ۵
لیلیٰ ۵	دست جنون گزشتہ پورانہ میوم آخر کار دونوں کا وصال ہوا اگر قریب سرست سے لیلی نے ملتے ہی ابری جدائی کی اور ملک عدم کی راہی عشق صادق سے کہتے ہیں	صد باغ و بہر چشم براہ نیست من دست جنون گزشتہ پورانہ میوم	صد باغ و بہر چشم براہ نیست من دست جنون گزشتہ پورانہ میوم
لیلیٰ ۵	در ماتم تو دہر بے شہون کرد گل حبیب قباے ارغوانی بدید	لالہ ہمہ خون دیدہ و درامن کرد قری نند سیاہ در گردن کرد	لالہ ہمہ خون دیدہ و درامن کرد قری نند سیاہ در گردن کرد

بھلا اب یہ مجنون کیونکر زندہ رہ سکتا ہے معاذم توڑا اور دنیا دوڑا
سے کھڑوڑا۔ شہید خیر نازا پسے ہوئے ہیں۔ ۷

نیت پرے عدم و اندہ ہستی یا افسوس مرغ ہر جا کہ روستان

چیمکویان

آج میان آزاد سرزمین لمبی تانے پڑے خرٹے رہے ہیں
بھٹیاریں۔ (پانوں ہلا کر) اٹھیے اٹھیے۔ ای اٹھو بھی۔ آج تو جیسے
گھوٹے بیج کرسوئے ہوئی وہ آٹھ کا گرجا۔ ای واہ میان
انگڑائیوں پر انگڑائیوں سے رہے ہیں مگر اٹھنے کا نام نہیں لیتے
اجی میان مسافر (شانہ ہلا کر) ای میان مسافر آپ تو کہتے تھے کہ
ایک دن تاشانہ دیکھیں تو کھانا نہ ہضم ہو۔ یہ آج بد پر نہیں
کیسی لے اٹھو بھی بہت خڑے نہ بگھارو۔ ای ہوش کی دوا کر
مردے۔ اوئی۔

چاندو باز۔ ای بی تو تم کو کیا پڑی ہو سوسے نہیں دیتیں کیا جانے
کس موج میں پڑے ہیں۔ ترنگی آدمی تو یہی ہیں مگر بیچ کنا کیسا
دھات پیلانی ہو۔ اُف فوہ۔ کچھ ٹھکانا ہی۔ دوسرا اٹھو
تو ہاکان ہو جائے انکا تلو اٹھتا ہی نہیں۔ کوئی خاکی ہوتا ہی کوئی
ناری۔ یہ سیما ہی ہے۔ اور جو جگہ نا ہی منظور ہو تو آتا ہے کی
ٹوٹی سے ذرا سا پانی کان میں چھوڑ دو دیکھو کیسے کلبلا کر اٹھ
بیٹھے ہیں۔

بھٹیاری نے چلو سے منہ پر قطرہ افشانی شروع کی۔
دسل ہی باجی بوندین ٹپ ٹپ گری تھیں کہ میان آزاد ہائین!
ہائین! ہائین! ہائین! اکرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔
آزاد۔ واہ خوب اچھی دل لگی نکالی ہو کیسی میٹھی بند سورا
تھا کہ واہ جی واہ خواب میں وہ بری چھ صورتیں نظر آتی تھیں کہ
بس کچھ بوجھ نہیں۔

بھٹیاری۔ واہ وا۔ تو نقدیرہ ادھارا تو بری چھم آنکھوں
سامنے ہے۔

آزاد۔ کون؟ آپ نہ!

بھٹیاری۔ اسے آج حضور کی سواری چھتر منزل نہیں گئی
وہ دیکھو ساندنی بللا رہی ہے۔

آزاد۔ ارے آج تو اتوار ہے۔ بنی بنی۔ آج چھٹیاں منائیں
کل سمجھا جائیگا۔

چاندو باز۔ کیون میان جٹاؤ تو خوب ہوتے ہو گئے بھی کل
ہمیں بھی ساندنی پر بٹھالینا۔

بھٹیاری۔ میں داری میان مجھے ٹکٹ لے دینا۔

آزاد۔ ارے یا ریس ہی تو افسوس ہو کہ آدمی عفوٹے ہی آتے
ہیں جو سب کے سب ملکر حلیں تو خوب ہی نقشے جمن اور وہ
دل لگیان ہوں کہ آدمی لوٹے لوٹے فرش ہو جائیں۔

چاندو باز۔ سنیے بندہ نواز رات کا وقت۔ نو بجے شروع ہو
بارہ بجو تم ایک بجے گھر پہنچے۔ محلہ بھر میں آگ ڈھونڈھے سلگائے
حقہ بھرے تو اچانک کھٹا بھر گڑ گڑائے۔ پلنگ پر جائے تو نیند
اُچاٹ کر وٹیں پر کر وٹیں سے تب کہیں چار بجے بجتے آنکھ لگے
پھر فرمایے جو بھلے مانس چار بجے ترط کے سوئے وہ دو تیر بج گئے
کا نام لے گا بھلا بیچے دن یوں گیا رات دون گئی۔ اب

انسان چاندو کب پیے۔ داستان کب سنے۔ تو ام کب بنائے
پینک کے مزے کب اڑائے بھی کون جائے۔ مفت میں مٹی
پلید کرنا اس سے فائدہ کیا کلا بوشا بکے تاشے سے اچھا ہوتا
ہوگا۔ اجی بس بیٹھے بھی جو وقت وہ ٹک ٹک کہتی ہیں
(جنیالال لونگی) واہ بے چاندو پیے نشہ چڑھ جاتا ہی جو وہاں
جائے تو اس سے رکھو واسے ہی کا تاشانہ دیکھے وہ چننی دی

آزاد۔ جی بجا ہے۔ سو بھی تو خوب۔ چشم بد دور۔ دور کی کوڑی لاتے ہو۔

بھٹیا رن۔ ہاں ہاں۔ اچھے آزاد پھر تو ہم بھی روز چلا کر ہوں آزاد۔ کتنی سادی ہو۔ یہ تو بھنگیا گئے ہیں۔ رہا تھاری عقل بھی دیک جاٹ گئی اُنکو کیا پڑی ہو بھلا۔ کہ مہی سے انگر و کھنگڑے کر کو سون اتنی دور آئیں پھلتے چلتے اندھی روگ آجائے اور یہاں اُن کر آپ کو مفت تماشے دکھائیں چڑی اور دُودو دہی بے ٹھکانے بات کتنی ہو جبکا سر نہ بیر۔ ایسے آنکھوں کے اندھے گانٹھ کے پورے اُٹھ کے بندے کہیں اور رہتے ہونگے ایسی تو فو بصورت بھی نہیں ہو۔

چاندو باز۔ اچھا تو تھاری خاطر ہی سمہ تم بھی کیا یاد کر دے بھلا۔ ایک دن ہم بھی چوٹی گلا میں گے پر اسے کا خون ہی سہی کمان تماشہ ہوتا کمان ہے گول دروازے میں نہ۔

آزاد۔ ہن گول دروازہ نہ لمبا چاک چھتر منزل میں یہاں سے دس قدم پر ہے۔

چاندو باز۔ ہو تو بندہ جا چکا دس قدم کی ایک ہی کہی۔ ہاں تم کو البتہ پاس ہی بندہ خان کی سراسے نکلے اور کھٹ سے داخل یہاں ساٹ بجے سے چلنا شروع کریں تو دس بجے ہو پچیس ادا تماشہ ہو چکا ہو مفت میں اٹو بنیں اور جو کہیں بنائے نہ لیا تو خود تماشا بن گئے۔ گجھی کرایہ پر کریں تو آٹھ آئے آئے کے اور آٹھ ہی آئے جانے کے ایک روپیہ ہوا اور جو تین گھنٹے گجھی روک لی تو دو روپیہ آئے اور ٹھونک دیے فلسفی میں اٹا گیا۔ تین بجے گھر پچیس تو حج چلے کہ اب تک میان تھے کمان ناصحاب ہم نجائی میں گئے اور میان اتنی عمر تماشے ہی دیکھتے دیکھتے گذری ہے اب تین اور ساٹ برس کے ہوئے گری بار سنا ہے کہ سہری بری پر بلا کا نکھاری جو شوقین

اور وہ دے مارا رجا رون شانے جت۔ میان انیٹھا سنگھ کے مرنے نہ اڑائے۔ بکری پر تنے بیٹھے ہیں۔ چھینک پڑی اور کھٹ سے پھندے دار ٹوپی الگ۔ آجھیں۔ وہ ہونچی ڈگڈگی بج رہی ہو بندر یا تھرک رہی ہو۔ ناچ بھلا رتی دھنک دھنک۔ جی کوئی میرا ہی ہو جو وہاں جائے ہم تو نچائیگے۔ اور میان لوگ آئیں کمان سے خلقت تباہ خستہ ہو کسی میں دم کمان اور جب سے انیم سو نہ روپے سیر ہو گئی تب سے تو اور بھی خلق خدا کا دوا نہ نکلیا اور رہا سہا یہ یہ چاندو کی ٹھیکوں نے مارتیا ناس کر دیا جائے تو دام کس کس گھر سے لائے۔ سیلائی تو یہاں کا جو ہاچہا جسے دیکھو سیر سپاٹے پر لٹو۔ گولٹ کا نام نہو۔ اور بھی صاف تو یوں ہو کہ ہم لوگ مفت کے تماشا دیکھنے۔ اون میں ہیں میلا اٹھلا تو کوئی اچھوٹے ہی نہیں پاتا ایک بندہ دکان میں کہ سادوں بھڑیش باغ کے میلا پھوٹے کبھی املیون میں جھول رہے ہیں کبھی بند روں کی سیر دیکھ رہے ہیں۔ بہت بڑھکر عاتق کی قبر پر لات اری تو ایک گزڑے کے پونڈے پر۔ ایک گنڈا اور بڑھایا اور بی ساقن کی دکان پر دم لگایا چلیے پانچ چھ پیرے میں سیلا ہو گیا۔ بھلا یہ بات یہاں کمان جھٹ نوشی کی پیلے ہی سے قطعی ممانعت ہو گئی۔ نادری حکم ہے کہ دھوان کوئی نہ اڑائے نہیں تو ہم سوچے تھے کہ چاندو کا سامان سب لیٹے چلیں گے اور مرنے سے کسی کو نہ ہیں لیٹے جسے اڑاتے جائیں گے سہیں کسی باپ کا کیا اجارا۔ بندے کو خدا نے فعل کا حق رکھ دیا پھر اپنی اپنی سب بھگت لین گئے ٹکٹ تو کر دیجیے معاف اور چنڈو کی دکان بیٹھے کمر اور دس دن پہلے ڈھونڈھو را پڑا ہے کہ فلان تاریخ کو سر شام سے بڑے بڑے کھیل اور بڑے بڑے تماشے ہونگے ٹکٹ نہ ارد۔ کرم دھم کرم دھم پھر دیکھیے جو لکھنؤ بھر نہوٹ پڑے۔ تینا نام بدل ڈالوں۔

یہ جاوہ جا۔ شہر بھرمین دھوم ہے ہر سمت ہجوم ہے۔ چہے چہے کو معلوم ہے۔		ہے تو کسی روز چاندو پیسے آئے ہی گی دیکھ لینگے۔	
بشہر مشب رسیہ طرفہ جمعے		آزاد۔ جی ٹھو دھور رکھے۔ یہ مداری لال کی اندر بھا نہیں ہے کہ	
مقلد پیشہ با طرز انداز		چاندو نہ تو آواز ہی نہ سکھارے نادان یہ سب تربیت یافتہ لوگ	
مرد و خاتر عشرت نزا دان		مہینے گاؤدی ہی رہے۔ اچھا بھی اب انکو صلاح دینگے کہ	
گئے مرد و گئے زن گاہ فگار		شہر میں بھی دو ایک دن کے لیے چلین۔ وہاں تو آؤ گے۔	
گئے اسلامیان اہل ایمان		چاندو باز۔ مچھون پرتاؤ دیکر انشا اللہ تعالیٰ ضرور خیال	
بدست دایہ گریبان زادہ او		کیجئے کہ کجا چھتر منزل اور کجا نگریان۔ دینا کے اس سرے چلتے چلتے	
بہر رنگے کہ کوئی جلوہ بازند		پانوں سوچ جائیں تین دن تک کھٹیا سے اٹھنا مشکل ہو گئی تو یہ	
اچھو ہو۔ آج تو محفل جگمگاتی ہے۔ آنکھ چھپکی جاتی ہے۔ ہر دیوا		کیون جی سنا اڑن کھٹوے آتے ہیں اور بیچ جج کی پر بیان آن کر	
پرستان کا لطف دکھاتی ہو۔ باد غنیر سے باغ نعیم کی پٹ آتی ہے		گور گور اکھڑا دکھاتی ہیں بھئی جا ہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے	
سامنے پردہ زدوگون اور اُپر نقش و نگار بوقلمون۔ دامن کوہ چین		ایں جانب کل ضرور دھین گے۔ مگر یہ قید تو نہیں ہو کہ کوئی باہر جا	
لالہ زار سراپا ہمار قلعہ کوہ پر سپہ زر نگاری والا اعتبار ایک نعم ہی		ایسا نہو جا رہے تھک قید میں پڑے رہیں۔ بلا سے ہم باہر چھوڑ	
پیرہہ میں سے زعفرانہ سحر آمیز اور نعمت فسون انگیز سامعہ افروز ہوا		اڑائیں گے اسیں کسی کا کیا اجارہ ہی اندر بھا تو دیکھنے کو بے اختیار	
اور دل سامین رنگین طبع مصروف آہ جگر سوز ہوا۔ ہر سمت شور		جی جاتا ہے کل تلوکا مچھوڑ کر جاؤنگا۔	
تسکین بلند تھا۔ ہر فرد بشیر آرزو مند تھا کہ کہیں کھو گھٹ کا طلسم ٹوٹے		بھٹیا رن۔ واہ تو شہر میں ہم کیونکر جائیں گے اتنی دو بھلا اچھا	
چاندن چھوٹے نازک آوازی اور جاوہ طرازی کے دیتی ہو کہ یہ		آزاد کی ساندلی پرانے ساتھ ہی سوار ہو لینگے۔ مزے دل لگی	
پیرے والی ابھی کسں ہو۔ نام خدا الٹھینے کے دن ہیں یہ		دیکھ کر دو بجے تک سر میں آجائیں گے۔ پیدل جانا کٹھن ہو۔	
بیجا جان کہ من از خوش رقم		مبسل بہار	
زخو چندین بیابان بیش رقم		بیاسا قی کہ خلوت خانہ ما	
چہرہ ہی کرد با من وقت دیدار		بیاسا قی کہ شوق صحبت یار	
خدا خدا کر کے وہ کافر پرہ اٹھا۔ تو یہ		بدہ جائے کہ چون چشم کشاید	
نظر پڑا اک بت پرست نرانی سچ دھج نئی ادا کا		نگاہ ہم برجہاں دوست آید	
جو عمر دیکھو تو دس برس کی یہ نہ دانت غضب خدا کا		ہمارے جوان مرد و جوان نور و میان آزاد فرخ نہاد درمیان	
زہرہ کا کیا زہرہ کہ تاب جلال لائے مہ نور کو شوق دیدار چرائے		مکٹ بانٹ زرق برق کپڑے ڈانٹ۔ ساندلی پر کاٹھی کس کس	
تو پہلے تنو بار آب کو ترستے تھو دھو آئے۔		عطر و عنبر میں بس کر لی بھٹیاری کو چھچھے بٹھائے اونٹنی کو جکائے	

فروزان شمع باحسن گلو سوز
پر پروا نہائش صبح نوروز
برویش طرہ پر سچ و تاب ست
سیر مستی ز جام آفتاب ست

اُس بت شکر لب اور دہر سیم غنیمت کا بلبل بیمار نام ہے۔ اور
واقعی اُسکی پسلی آنکھ نرس بیمار ساقی زندان سے آستانم ہی اس مجسم
چار دہ سالہ کو اُسکا داد بچیا کا ماما ایک پیر فروت کے سپرد کر گیا
جنسے دقیا نوس کے باپ کو گودیوں کھلایا تھا اور بابا آدم کو یوں
سکھایا تھا بھئی ہم تو سفر کر چلے۔ ایک مہینے میں جیتے بھوے تو
فہوا لڑا در نہ تم جانو اور یہ پیر زاد۔ فی امان اللہ یہ کمکر اُس پر زاد
بار بند زاد پری چہرہ کے جدا جدا تو سدھا ہے۔ اور ایک مہینا
بات کرتے گزر گیا انھوں نے آنے کا نام نہ لیا۔ او ہڑھے میا
کو یہ بڑھ بھس ہو کہ اُس برق دم پری چم تدر کو ہسار دہرائی
جدت تیغ رعنائی کے ساتھ بیاہ ریجے۔ ۷

پیر یکہ دم ز عشق زند و غنیمت ست
از شاخ کہنہ میوہ نور غنیمت ست

واہ بھئی بوڑھے میان۔ واہ میان لال خان۔ بڑھوئی وقت
ان سفید بالوں میں کا لک لگاؤ گے۔ کمر بٹرجگہ سے خم۔ گریہ دم
ماشاء اللہ منہ بچ رنگ فٹ۔ خاصے ہونے۔ گالوں پر کوردن
چھریاں آنکھیں اندھا کنوان کا نکھو نکھو کے ٹھیا ٹکے ہو کر اڑا
تو بے پھلن کے پھل پڑے۔ دانت متیسون چوہے کے بل میں
اور خیال گدگدایا کہ اس پری سیکر عقد میں لائیں اور بوی بنائیں
عقدہ دل کھلے۔ ایک دن کرو مکر کس کس سفر کی تیاریاں کر دیں۔

پیر ناباغ۔ اوبت عیار۔ ترک ستمگار۔ نیکی گلزار۔ پیاری بلبل بیمار
میں اس چاند سے کھڑے پواری۔ میری جان میری پیاری۔ وہ تو
آج تک آتے ہی رہے اور ہم نہاتے ہی ہے۔ آج ہم سوچے کبھی
نا خدا ترس کے پائے پڑو گی تو میری روح بصد دم ہو گا اس سے کبھی
شبستان کو اپنے چاند سے چہرے سے منور کر دو تو کیا۔ ہم اپنی پانی

کھو پڑی پرنی نئی پگیا جائے نوشہ بنائے ٹوٹ پر سوار ہو کر میں
کرتے آئیں تم سولہ سنگار کئے گردن یو ہڑائے بیٹھی رہو۔

بلبل بیمار (مسکرا کر) واہ میان (واہ میان کا ڈونگر ابریں گیا)
پیر ناباغ۔ ادھر ساون بھادون کے چھائے ہوں۔ ادھر ہم میں
تم میں پینگ بڑھیں۔ دونوں جھوٹے پڑھیں۔ بانس گڑے ہوں
امریوں میں جھوٹے پڑے ہوں۔ بوی ملا گائیں میان بخلیں بجائیں
بلبل بیمار بخلیں نہیں میان تالیان بجائیں۔ امریوں میں بور جائیں
پیر ناباغ۔ اشرفی قلم کھلاؤں۔ پھولوں کی سیج پر سلاؤں۔

بلبل بیمار۔ واہ ری چاہ۔ بس اتنے ہی کے لئے بیاہ۔
پیر ناباغ۔ تمھارے دم کے لیے گرمی کی فصل میں سخا نہ دہر خانہ ہو
اور سردی کے دنوں میں شراب ناب اور کرما گرم نرگسی کباب ہو
بلبل بیمار۔ یہ ٹھنڈی گرمیاں!

پیر ناباغ۔ رات کو کمانیاں سناؤں۔ فراموشی تھتھے لگاؤں۔
بلبل بیمار۔ یہ سوکھے ٹھٹھے۔

پیر ناباغ۔ رات کو ہم مال کی کوٹھری میں تم مہتابی پر سرور ہو۔
بلبل بیمار۔ (گردن نیو ہڑا کر) پھر آگے کیا۔

پیر ناباغ۔ کہا مان میری جان۔
بلبل بیمار۔ (دقہہ لگا کر) واہ جی میان۔

پیر ناباغ۔ میں نہاں عاشقی ہوں۔
بلبل بیمار۔ گر غل بے ثمر۔

پیر ناباغ۔ میں شمع محض عشق ہوں۔
بلبل بیمار۔ گر چراغ سحری۔

پیر ناباغ۔ میں آفتاب سپر سرور ہوں۔
بلبل بیمار۔ مگر آفتاب لب بام۔

پیر ناباغ۔ اب تو عشق چرایا سوچا یا۔

<p>مبھ کر گانا شروع کیا (پیا کے اون کی بھی بریان درو جو اٹھا لاگ رہی) بلبل بیمار نے جو یہ آواز سنی تو بمقرر ہو کر دروازے کی سلاخوں کے پاس سے تاک جھانک کرنے لگی۔ ادھر بڑی بی نے لٹکارا۔</p>	<p>بلبل بیمار۔ کس برتے پر۔ پیر نابالغ۔ بیا ہونگا۔ ضرور بیا ہونگا۔ بلبل بیمار۔ شرط جو اندری ہی ہے۔ پیر نابالغ۔</p>
<p>عصمت۔ پیٹے پیٹے آر رہے پیٹے کیا ہے یہ طوفان پیٹے۔ عاشق اور عشق کے پیٹے ہیں پیٹے ہونادان</p>	<p>کوچ کی اپنے اب تیار ہے تیرا حفظ جناب باری ہے بلبل بیمار۔ (انگلیاں ٹٹکا کر) اپنے دور۔</p>
<p>عصمت۔ منہ کالا ہو تیرا پیٹے کیا بکتا ہے بدنام بدٹھا ہلو سوپ کیا ہے یہ دفت گفام</p>	<p>اُس بہت غبرین مو۔ قوس ابرو کی اس حاضر جوابی اور بڑے میان کی بمقاراری دیتا ہی پر محفل عشقش کرتی تھی۔</p>
<p>عاشق۔ کیا ترتر کر رہی ہو بدھی تجھ کو اس سے کیا کام پیٹے۔ ارے یہاں تلف لگا ہی۔ اور قلفا۔ تلف کا بھی باب۔ عصمت۔ یہ ہے اس بدھے نے میرا بھی اعتبار کیا۔ تو عصمت جو اس فیاض جوان طنا کو گھر میں داخل نہ کروں قفل لگا کا لگا ہی رہے یہ کہکھ عصمت نے دوستوں کی پتیلی سیدھی کی اور چھوٹے کے دروازے سے عاشق زار کھٹ سے بلبل بیمار سے ہلکا رہا۔ عصمت۔ اسے جوانی میں ہی آنت کی پرکا لگی تھی جھجھجھی عالم تھا۔ اتنے میں پر نو سالہ سفر سے واپس آئے۔ دروازے کو دیکھا تو افینون کی آنکھ کی طرح بند۔ میان پیٹے کہیں اتفاق سے شراب لینے باہر گئے تھے انکی انکی چار آنکھیں ہوئیں۔</p>	<p>بلبل بیمار کی ٹیکھی چٹون اور بیماری ادا پر دل لوٹ لوٹ تھا کلچے پر چوٹ تھی۔ کس ناز و اداسے تھرک تھرک اور جھک جھک کر پیر فرقت کو دندان شکن جواب دیتی تھی کہ واہ جی واہ عنفوان شباب اور آت تاب اٹھتی جوانی اور خوش الحانی نازک آوازی اور زبان درازی نے ستم ڈھایا بشر بپا کیا۔ ستم بپا کرنے اور کفٹ ڈھانے والی تھی ساری خدائی سے مزانی تھی۔ بوڑھے میان نے بوڑھی خراٹھ ماما عصمت کو بلایا اور کہا کہ تو عصمت ہم تو کچھ دن کے لئے باہر جاتے ہیں گھر بار اور بیماری بلبل بیمار کو سوپ چلے پیٹے غلام حبشی کو طلب کیا اور کہا خبر دو چوکس رہنا عہدے پیری تھام کر رہا لی۔</p>
<p>پیر۔ پیٹے پیٹے ارے کبخت گھر بار کس پر چھوڑ گیا تھا۔ پیٹے۔ بلبل بیمار کے عاشق زار پر۔ پیر۔ ہائیں بلبل بیمار کا عاشق زار تو میں ہوں۔ کیا اور بھی پیدا ہوا۔</p>	<p>اب نیسے کہ وہ گل سدا بہا یعنی بلبل بیمار ایک جوان سادہ کار گل رخسار پر فزون تھی اور وہ اس پر ہزار جان سے عاشق سمجھا کہ نامک دیرینہ روز گریگ باران دیدہ ہے۔ چلو مطرب سپر اوغیاگر کے بھیس میں چلیں۔ بڑھیا رنگین مزاج چین طبع ہے شاید ترجہ جائے ساز گئی بجائے اور خوش الحانی سے شمریان</p>
<p>پیٹے۔ ہوئے۔ اب چار دن میں میں سن لینا کہ لڑکا پیدا ہوا۔ پیر۔ (سر پیٹ کر) آف۔ باے ستم۔ داے ستم۔ گھر میں گھسے تو بلبل بیمار اور عاشق زار کھٹے رنگ ریان نماز میں</p>	<p>گاتے بلبل بیمار کے ایوان جو اہر نگار کے پھانک پر ہوئے پیٹے کو مغرب کی بوتل بطریق رشوت دی اور</p>

اُس وقت اُنھوں نے تو یہ کہ اب اس سن میں شادی کرے تو میری

نواب صاحب اور رفقا کی چیمگیوں

اب ادھر نواب کے بیان کا حال سنئے کہ وہ ان کیا ہوتا تھا جب
کئی دن گزر گئے تو خوشامخروں نے جنگ پر چڑھایا کہ یہ وہ مشد دیکھا
ہم نہ کہتے تھے کہ میان آزاد خانہ برباد کا ٹھکانا کیا حضور نے نہا
آخر ش ساندنی کی ساندنی گئی اور رنج کا رخ ہوا۔

خوجی۔ اور بیوقوف کے بیوقوف بنے۔

میر صاحب۔ اور انعام و زار راہ جو دیا گھاتے میں سکی
گنتی ہی نہیں۔

غفور۔ ہجو راب وہ پھرتے پھیرتے آتے۔ دو تین سو کی
ساندنی پر بانی پھر گیا۔

خوجی۔ ہونہو یہ دو ہی تین سو یہ پھرتے ہیں۔ اسی میان وہ
ساندنی ہلاکی دھاوا کی ہوئی ہے۔ ریل کی دم میں باندھ دو دیکھو چوکی

ہمک برابر چیم چیم کرتی چلی جاتی ہو یا نہیں۔ ہندوستان سے ملک میں
ایسی ایک تو نظر آتی نہیں۔ کیا دم خم کی بھی میں دو ایک دفعہ

سوار ہوا۔ واٹھ ہی یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہوا پر جا رہا ہوں وہ ٹھمک
ٹھمک جال کہ ہو ہو ہو۔ سواری اور اونٹ بھی گھوڑا پالکی ہاتھی

سب اُسکے مقابل میں گرد ہیں۔ اور بھی سچ پوچھو تو میان صفتیں
سے اُسکے کھونے کا زیادہ رنج ہوا۔

میر صاحب۔ واہ خواجہ صاحب آپ بھی واٹھ کیا بے نیکی بائیں
کرتے ہیں۔ کجا بیز بان جانور۔ کجا ہا سے صفت شکن سلہند قاتل

پاجی اور بھلے مانس کا مقابلہ کیا ارے وہ اشرن الجوانات ہو
ایسی ایسی ہزار ہا ساندنیان سکی ایک لات پر شمار کئے گئے

ساندنی کے کھونے کا زیادہ رنج ہوا۔

نواب۔ اتنے بڑے لوہڑ ہوئے مگر گو کھے ہی ہے جو بات کر گئے

بے ٹھکانے ساندنی ٹکے کا جانور۔ گئی گئی اب اُسکا روٹا گیا۔ ہا
رج تو یہ ہو کہ میان صفت شکن اب ہاتھ نہ آنے کے میرا ہی دل جانتا ہو
کہ کلیجے پر کیسی چوٹ لگی ہے بھی اس سے تو مجھے ہی موت آجاتی
تو سمجھتا بڑا خوش نصیب ہوں۔ افسوس۔

مصاحب۔ حضور صبر کیجیے۔ غم صبر تلخ ست و لیکن بر شیرین دارد
آتش کہ گئے ہیں۔ بڑے نواب صاحب مر گئے تو حضور نے کیا کر لیا

چچا حضور کو چھوڑ کر چل بسے تو حضور نے کیا کر لیا داد ا جان ساری
ثروت سے ننھو موڑ کر داغ جدائی دے گئے حضور نے کیا کر لیا۔

اب صبر کیجیے۔ صبر کیجیے۔

نواب۔ میان بات یہ ہو کہ باپ دادا تو سب ہی کے مرا کرتے ہیں
مگر صفت شکن سے وفادار جانور کا ایک دم بھی جدا ہونا کھلتا ہو

نہ کہ کابک سے اڑ جانا۔ خیر خدا اُنکو بخشے ہو وقت دل ہو کہ بے اختیار
اُڑا چلا آتا ہے۔

خوجی۔ یہ کیا بک دیا کہ۔ صبر تلخ ست و لیکن بر شیرین دارد۔
آتش کہ گئے ہیں۔ واہ ری ملومات۔ ای حضرت یہ سعدی کا

شعر شیخ جی کا کلام ہے۔

نواب۔ کیا خرافات بک رہا ہو۔ یہ شعر شاعری کی تحقیقات کا
بھلا کون موقع ہو وہ سعدی نہیں رو دو کی کہ گئے کسی پھر اس سے

واسطہ معلوم ہے کہ آپ بڑے شاعر کی دم ہیں۔ عجب نامعقول
اڑی ہو بھی۔

مصاحب۔ اور خداوند یہ انہیں سخت عیب ہو کسی نے بات کی
اور اُنھوں نے چٹ کاٹ دی۔ یوں نہیں دون ہو دن نہیں یوں

ہو۔ آم نہیں الٹی ہو۔ یونہی ہے تم تو اپنے آقا کی تسلی کے لیے تشفی
آئیں باتیں کر رہے ہیں کہ صبر کیجیے۔ یہ ٹیٹوٹے پر چڑھے بیٹھے ہیں

کہ آتش نہیں سعدی کا کلام ہے حسین لوگ سمجھیں کہ آپ بھی بڑے

شاغر غراہین اور املا تک درست نہیں۔ بھلا صف شکن تو اس کا غزیر لکھ دیتے۔
خوجی۔ چلیے صاحب وہ ہم کو کھے گھاڑ کاودی سی۔ آپ تو اپنے وقت کے افلاطون ہیں نہ بس چھٹی ہوئی۔

نواب۔ چھٹی ڈوئی کے بھروسے نہ رہیے گا چھٹی نہیں ہوئی ایک بھلے مانس کو آپ نے دس آدمیوں کے سامنے ذلیل کیا آپ کو ہم ذلیل کرینگے۔ غفور قلم دوات کا غز خوجی کو دو۔ لکھیے قبلہ۔ صف شکن کا لفظ لکھیے۔

مصاحب۔ نہیں حضور یہ فقرہ لکھو ایسے کہ ہوت ہوش حواس درست نہیں۔

خوجی۔ نے یوں لکھا (اس وقت ہوش و حواس درست نہیں) مصاحب۔ (ہنس کر) واہ واہ۔ کیا بیانت ہی ہوش کو کا حطی اور حواس کو آپ ہاے ہوز سے لکھتے ہیں۔ یہ دیکھ بیچے نہ۔
نواب۔ اویسنت خدا۔ اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناؤ گے پھر کسی کو تو کو گے بیچ۔ اویس میان ہوش و حواس نہیں لکھ سکتے۔ اے پھکار شرما لے تو نو گے؟

میر صاحب۔ وہ شرما چکے۔ شرم چہ کتنی ست کہ پیش مردان ہائے شرم تو انھوں نے بھون کھائی ہے۔ تب تو شرما لے نہیں جب بڑی بڑی محفلوں سے کا لے گئے۔

خوجی۔ حضور کے مزاج میں انصاف تو ضرور ہے لیکن برکعبہ اس وقت حضور نے میری گردن کندھ چھری سے ریتی ملے ملے اتنا تو سمجھیے کہ اگر ہوش و حواس ٹھکانے ہوتے تو پیش پا افتادہ الفاظ کے املا میں بھلا کیوں غلطی کرتا۔ شاعر ہیں۔ نثار ہیں۔ مولوی ہیں۔ منشی ہیں۔ مگر جب ہوش بھی ہوں ہاے صف شکن کا پتا نہ لے اور ہم ماما چیتان اڑائیں۔

نواب۔ واہ خوجی واہ۔ ہوت طبیعت لٹھاری نمک حلائی دیکھ کر غش ہو گئی۔ شاہ باش۔ کوئی ہو؟

مصاحبین۔ کوئی ہو۔ حاضر ہو جلد۔ چلا۔ پیرو۔ پیرو مرشد (دست بستہ) کیا حکم ہے۔

نواب۔ داروغہ سے کہو کہ ہا سے رفیق خواجہ صاحب کو وہ عبا رومال اٹھا دین جو پرسوں خرید اٹھا۔ لو خوجی یہ ہم نے انعام دیا۔

واہ بھی واہ۔ گا ہے بر سلا مے بر خند و گا ہے ہشتا مے خلعت سند کمان تو خوجی پروہ عتاب تھا کمان اب انعام پایا۔ داروغہ

طشت میں رومال لا کر خوجی کو اڑھا دیا خوجی نے استاد ہو کر کیا دفعہ سلام کیا اور کہا کہ واہ حضور کیا ریاست ہو۔ اب خدا گواہ ہو کہ

ہوت تہ دل سے دعا نکلتی ہو کہ میان آزاد مع صف شکن علی شا کے کھٹ سے آجائیں اور حضور اللہ دل کو اہی دیتا ہو کہ آیا ہی

چاہتے ہیں بس صبح شام آئے داخل۔

نواب۔ تمھارے منھ میں گھی شکر۔

مسیتا بیگ۔ حضور ٹھائی کا اقرار کر لیں۔

خوجی۔ اور سنیں یہ بندہ شکم گر سترہ چشم فوب بولا۔ اب ٹھائی کی وہ جلسے اڑتین وہ جشن ہوں کہ واہ جی واہ۔ مہینوں طبلے پر تھاپ

پڑے اور دور دور سے طائفے آئیں۔ صف شکن کا آنا کوئی ایسی ویسی بات ہو۔ گیدی کہیں کا۔

نواب۔ انشا اللہ۔ پھر میں اپنے دل کا ارمان نکالوں وہ دھما جو گری مجھے کہ واہ جی واہ۔

مسیتا بیگ۔ (میر صاحب کے کان میں چپکے سے) نقل عیش بہ از عیش۔ آنا جانا ملنا ملا نا معلوم۔ مگر اللہ آزاد بھی بلا کا جوان ہو

وہ جھانسا دیا کہ نواب بھی ساری عمر نہ بھولیں گے۔ سناؤ مٹی تو بھی اُسے بیچ لی۔ اونے پونے دام سیدھے کیے صف شکن کی دم میں

میر صاحب - (آہستہ سے) کیون جی یہ ہمارے رئیس بھی کہتے
بھوئے ہیں۔ میر سے صف شکن ہوے اور صف شکن سے اب
صف شکن علی شاہ بنے (۱۱۱۱) لاجول دلاقوہ واندرا گادی ہی ہا
مسیتا بیگ - اجی خدا کرے ایسا ہی بنا رہے مگر یہ یا رنجی
کا عباسی رومال آنکھوں میں مٹکتا ہی۔ یہ مردک بگڑی بات کو ایسا
بنالیتا ہے کچھ پوچھیے نہیں۔

میر صاحب - ہاں مگر آزاد اُنکے بھی جیانکے اُنکے کان اُنکوں
ہی نے کاٹے۔ اور بھی آدمی بھی بیکالہ آتش ہی۔ پڑھا لکھا عالم
فاضل - شاعر بنار۔ پھر کشتی پٹے میں طاق۔

نواب - اب زمان خانہ میں جاتے ہیں ہم۔ رخصت۔

شکونی کی نقل

ہمارے رسیا یا رہے میان آزاد کے کان میں جھنک پڑی
کہ پونے نو کا عمل ہے۔ اسے تو بہ۔ آج ہم بے آؤ ہی بنے۔
بی بھٹیاری ایک سیلائی لگی لٹکارنے۔ اجی بس چلو میان۔
جاؤ بھی۔ آپ بھی کہیں گے کہ ہم آدمی ہیں۔ کنگھی چوٹی ہی سے
مہلت نہیں ملتی جب دیکھو ڈھانا بندھا ہو پٹیاں جانی جاتی ہیں
اوی انگوڑی بیسوائیں بھی اتنا سنگار نکرتی ہونگی۔ بے اب کمر
کسو چلو گے یا ٹھلے بازی ہی کیا کر گے۔

چاندو باز۔ اسی بی آخرش جوان جہان ہیں۔ آرائش سرود ستار
شوق پر پڑو ہیں۔ تم بھی توبے بال سنو اسے گھر سے قدم نہیں
نیکالیتیں۔

بھٹیاری - آپ بھی پینکے چرنکے۔ آج جسکی کم پی تھی کیا
لو ایک چھینٹا اور نہ اڑو۔ ہمارے تو سنگار نکھار کے دن ہی ہیں
میان - اُلٹا کیا دیتے ہو۔

میان آزاد نے سپا جھپ فوق ابھڑک کر بڑے ڈانٹا اور

بی بھٹیاری کو پیچھے بٹھا کر اونٹنی کو کڑا دیا۔ راہ میں بی صاحب
رنگ لائین ہی اس موٹی سواری پر خدا کی سنوارا مہر سوار سے
ہچکولوں کے ناک میں دم آگیا۔ میان آزاد ایک ٹھٹھول آدمی۔
ایک ایر کا اشارہ جوتاتے ہیں تو ساندنی اور بھی تیر ہوئی تبتا
اُنکے بھٹھو کا ہونگین۔ ای مرے کچھ خیر ہے۔ وہ اچھی دل لگی مقرر
کی ہے مجھے بھی کوئی اور سمجھے ہو۔ وہ میں لاکھوں ساندنی کے لب
سیدھی طرح چلنا ہو تو چلو نہیں میں جینجی ہوں۔ پیٹ کا پانی تک
ہل گیا ایسی سواری کو آگ لگے۔ میان آزاد نے ذرا ناکام کو
کھینچا تو ساندنی بلبلائے لگی۔ بی بھٹیاری تو سمجھیں کہ اب جان
گئی گزری۔ دیکھو یہ چھپر چھاڑ بیان کسی کو گوارا نہیں ہیں اتاری
دو بس پیچ بی ہزار نعمت کھائی۔ لو اور سنو ذرا سے ہچکے میں
منہ کے مصل آ رہوں تو چکنا چور ہی ہو جاؤں۔ تم ساندنوں کو اسکا
کیا ڈر ہو روکو۔ روکو روکو ہاں میرے اُٹھ میں کس بلا میں بھینس گئی میان
اپنے خدا سے خوف کرو۔ بس ہمیں اتار ہی دو۔ ساندنی کیا نگوڑ
جوڑی ہو۔ اتنے میں حسن اتفاق سے ساندنی ایک درخت کا سنا
دیکھ کر ایسی بھڑکی کہ چمک کر دم میں قدم پیچھے ہٹ آئی۔

میان آزاد تو ران بڑی جمائے ہی تھے وہ تو نو لودھ چنگلے آئی
گئی بی بی صاحب کے ماتھے لگی۔ ساندنی کا چکنا چکا کہ وہ بھی ساغر
ہی دھم سے زمین پر رار رہتوں۔ خدا کی مار اس موے موڈی
پر۔ وہ تو کو فیروزے کی سڑک نہ تھی نہیں تو سخت میں ہڈی
پسلی چور چور ہو جاتی۔

چاندو باز۔ شابش ہو تیری مان کو ٹیٹھی بھی کھائی مگر وہی تیر
وہی خم دم ہیں۔ دوسری حیادار ہوتی تو لاکھ برس تک سوار
ہونے کا نام نہ لیتی۔ سواری کیا جازہ روان ہو۔ مگر چھاڑ پچھ
پھر موجود بھیجائی بلاؤر۔

بھٹیاری۔ چلے آپ کی جوتی کی نوک سے۔ ہم جیسا ہی سہی۔
آپ اپنی خیا کو چھپر پر رکھیے۔ عورت کوئی اور ہی ہوگی۔ بندی
سوام دی سوار کو کھڑے کھڑے گھوٹے پر سے اتار لون۔ کیا جھانسنے
دینے آئے ہیں جسین میں اتر پڑوں اور آپ مزے سے جم جائیں منھ
دھور کھیے ہم نے کچی گولیان نہیں کھیلی ہیں۔

چاندو باز۔ بیوی تو سہی جا آپ کے ہاتھ بالوں نہ لٹے۔ سر نہ چھوٹے
انفرض بعد خرابی بصرہ میان آزاد داخل منزل مقصود ہوئے
تو دیکھتے کیا ہیں کہ محفل جمی جائی مثل نوعر وی سہی سجائی اتنے میں
ایک پڑوسی نے آن کر کہا کہ (صاحبان مجلس) علاؤ الدین اور اسکے
ناد چراغ کا ذکر آج ختم ہوا۔ اب شکر بی کی کمائی باقی ہو۔ بیٹھ
آپ لوگوں نے آج آسرا دیا اسی طرح ہمیں امید ہے کہ کل بھی
آیے گا۔

میان آزاد۔ ارے! ایک داستان کی داستان ختم ہو گئی اور
ہم نہاد راج مزہ ہی کر کر رہے ہو گئے۔ کہیں بی بھٹیاری سے لوک جھونک
ہوئی کہیں بالوں میں خاک تیل ڈالا کیے۔ کہیں ڈاڑھی میں چٹا
باندھاوا قد بڑا ہی فسوس ہوا۔

اتنے میں شکر بی کی کمائی شروع ہوئی۔ پہلے ایک غارام
آئے۔ واہ میان تبدیل۔ چشم بدور کیا قطع مبارک ہو۔ لال لال
پگیا پر لٹو۔ صورت دیکھی اور سنہی آئی اور حضرت کی بھونڈی ادا اور بھی
سم ڈھالی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سفر کی تیاریاں ہیں دساور مال
لینے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نگار شوخ و طرار چلتی ہوئی آئی صورت
سے چلبلا بن رہا ہے۔ رگ رگ میں شوخی۔ بوٹی بوٹی بھر
رہی ہو کبھی دھونئی کو سنوارنا کبھی بالوں پر ہاتھ پھیرنا کبھی آنکھیں
لڑانا کبھی شگنا کبھی اٹھلانا۔ ابھی یہ کھڑی تھیں۔ دم کے دم میں
ٹرپ کر وہ ہو رہیں۔ اُن ری شوخی چو طرف کٹاؤ تھا غصہ

کا بناؤ تھا۔

میان۔ ہم نے چھکڑا دکھایا کر رکھا ہی۔ اسباب سیاب لگیا ہی
سب سامان لیس ہو تم میری جدائی میں گھبرانا نہیں۔ جب جی بگھرائے
تو گرجی کو بلالینا دو گھڑی دل بدلانا۔ میں نے مال لیا اور لیا ہوا
اب کی دوبارہ ہیں۔

شکر بی۔ سبھ گھڑی جاؤ اور توڑے لے کر آؤ رہا مجھے نہ بھول جانا۔
نہیں میں یہاں کڑھ کڑھ کر مچاؤنگی۔ تھان سر پر اٹھاؤنگی۔ ہو ہی
تھاری دو گھڑی کی جدائی بھی شاق ہے جلدی آنا۔ میں واری
جلدی سے آجانا کسی کے کلپانے سے کیا ملے گا بھلا اچھا اب ٹھنڈ
ٹھنڈے تاروں کی چھا خد میں جاؤ۔

میان خوارام تو جو بردھے چھکڑے پر دم کر سدا رہے ادھر انکے
گرجی نے میدان جو خالی پایا تو اُن موجود ہوئے اور لگے غلط
کی باتیں عشق کی گھاتیں کرنے۔ شکر بی ایک طرار عورت۔ تاڑگی
کہ گرجی کی نیت ڈالوان ڈول ہو۔

گرجی۔ خوارام تو چلے گئے۔ ہم روز آئیں گے اور بیٹھی باتیں
اچھی اچھی کہانیاں تم کو سنائیں گے۔ گرجی واہ وا تم نے کتنی پیاری
صورت پائی ہے۔ دیکھو۔ میں صدقے۔ ذری کھڑا تو دیکھو
(چٹکی بجاکر) ادھر ادھر۔ پیاری ادھر دیکھو۔ اس جہن کے واری
کیا کامنی ہے چھب ادا سب میں برقی دم۔

شکر بی۔ ہم آپکا مطلب آپ کی چوونون ہی سے تاڑ گئے۔ ہا
ایک بات مان لو تو ہم بھی تمھاری بات مان لیں۔ سوقت تو ہوا
کھاؤ کل آٹھ بجے آؤ تو خوش روزہ سنالین خوب گالیں بجائیں
میدان خالی ہو۔

گرجی جو پورے گروتھے کھل گئے کہ کل آٹھ بجے اور دم
یہاں اُن کو دے۔ پیاری شکر بی اور ہم ایجا نب رسیا وہ

بری چیم۔ خوب منے سے کئے گی۔ آج کسی اچھے کی صورت دیکھ کر اٹھتے تھے گردی مہاراج جو اس لائق تھے کہ وہ ہی سے ڈنڈوت کرے خوش خوش گھر چلے مگر محل محل کر پھر کر دیکھتے جاتے تھے اور اشاروں سے بتاتے تھے کہ ہم اب مفتون ہو گئے۔ شکر بنی بجا کر منہ پھیرتی تھیں۔ مگر اس بجانے ہی میں وہ جو بن تھا کہ گردی ریشہ خلی سے جاتے تھے جب خدا خدا کر کے کو جی سدھارے تو شکر بنی ایک جگہ کھڑی ہو کر دھارین مار مار کر روتے لیکن ادھر کہیں کو تو ال شہر برآمد ہوئے۔ اس بت گلزار کا رخسار تابان اور چلی کرا اور نرگس جیادیکھ کر ہزار جان سے عاشق ہو گئے کو تو ال۔ ای بری بیکر تو رشک قر۔ جوان و طر حار شیوخ عیار ہے مگر سر بازار رو رہی ہے۔ کیا کسی نے ستایا ہے۔ یا کسی پر دل آیا ہے۔ پترے رونے سے اس وقت میرا کلیجہ پھٹتا ہے۔ از برائے خدا بتا تو یہ بات کیا ہے۔

شکر بنی میان میں کیا بتاؤں۔ اس وقت کلیجہ پر چوٹ لگی ہے کہ شرم آتی ہے میرے گردی جک جک ہونے لگے آپ فریاد کرنے لگی ہو کو تو ال۔ گرد اور تھپ تھپ۔ نکلی سی تپسی ایسا ٹھیک بناؤں کہ چٹھی کا دودھ یاد آجائے۔ ساری جو کڑیاں بھول جائیں میری عملداری میں اور یہ اندھیر تجھ سی پری کے لائق ہم میں یا وہ شیطان واہ کیا رنگین طبع مشوخ مزاج معشوق ہی اس وقت دیکھا تو جی خوش ہو گیا۔

حسن تو ہمیشہ درخزون باد | رویت ہمہ سال لالہ گولن باد

اس حسن کے قربان اس رخ کے صدمے جلو بھٹائے مکان جلیں۔

شکر بنی۔ اچھا کیا مضائقہ۔ آئیے مگر ایک بات مانو تو میں تو یہ ہو جاؤں آج تو رند پیر ہواؤں کل نونجے ملین گے اور گھل گھلکا متین کر نیگے۔ عورت مرد رانی تو کیا کر گیا قاضی۔

کو تو ال۔ مگر ادھر دیکھو۔ ڈرتے ڈرتے ایک عرض ہے۔ شکر بنی۔ ای بری تو اس میں ڈر کا ہے۔ کہہ تو دیا کہ کل نونجے آؤ بس سمجھ جاؤ۔

کو تو ال صاحب خوش خوش چلے ادھر شکر بنی نے ہزار زار دنا شروع کیا حسن اتفاق سے کہیں وزیر ریاست ادھر سے آئے ایں ایہ کون رو رہا ہے۔ بھئی۔ مگر آواز ہی کسی چلی کی۔ ابو ہو ہو کیا چاندی صورت ہے جان بھی دیکھے تو بلا میں سے عورت کیا پرکالہ آتش ہے کیون چیل مار کس نے دکھ دیا جو ڈار میں مار کر رو رہی ہو۔ میں اسی ستر کا وزیر ہوں جس نے بنا کارنے ستایا ہو اس سے کھڑے کھڑے سمجھ لوں اور میں تو تیری صورت پر دیوانہ ہو گیا جو حکم دے جالاؤں

شکر بنی۔ ہاتھ جوڑ کر عرض ہے کہ اپنے کو تو ال کو سمجھا دو وہ چھپر بری نگاہ ڈالتا ہے اب آپ کے سوا کس سے کہوں۔

وزیر۔ میرا کو تو ال اور ایسا بد اعمال کیا مجال۔ ابھی اس عین کو قتل کا حکم دیا تو وزیر۔ تیری اٹھتی جوانی اور یہ پھین تو اس لائق ہے کہ وزیروں کے محل میں رہے میں تو تیرا درم ناخبریدہ غلام ہوں جو حکم دیجیے جالاؤں اٹھائے کی دیر ہو کر۔

شکر بنی۔ ہاں ہاں میں سمجھی۔ زہے نصیب۔ یا گھر کیا معنی۔ اس وقت تو اب آپ جائیں کل دس بجے میرے مکان پر آئیں۔

وزیر۔ (دست بستہ) ذرا خوب بن چھن کر بیٹھنا۔ ہاں خوب نکھر کر کے اب ہم جاتے ہیں۔

یہ حضرت بھی دفنان گئے تو نیسے کہ بادشاہ سلامت تشریف لائے ہاں ہاں تو کون ہے۔ عورت یا پری۔ آج تیرے ترکے خدا نے اچھی صورت دکھائی۔ یہ کوہ قاف آئی ہے یا پرستان سے عورت چھوڑا نام کیا ہے بنی

شکری۔ مجھے شکری کہتے ہیں۔

بادشاہ۔ شکری! واہ کیا بیٹھا نام ہے اور کیوں نبوت کرتے وقت ہون سے قند گھولتی ہو۔ اپنے وقت کی شیرین ہو۔ اچھاری بکری یہ تو بتاؤ کہ صبح صبح یہ بقراری اور آہ وزاری کیوں ہو کیا کسی انگلی پکھلے کور دتی ہو۔ میرے کلیجے پر سانپ لوٹنے لگا۔

شکری۔ اچی حضور کیا کہوں آپ کے وزیر کی مچھیر بے طوطیت آئی ہو۔ وہ وزیر میں فقیر۔ میری عزت اب آپ ہی کے ہاتھ ہو۔ بادشاہ۔ اوہ تو بہ کتنی بڑی بات ہو وزیر کو ابھی بیڈل کیے دیتا ہوں تو کہاں میرے ساتھ بیاہ کرے۔ مرے سے راج کرنا میں اب والہ و شیدا ہو گیا۔

شکری۔ اچی واہ تم بادشاہ میں داد خواہ۔ تم راجا میں چڑا کہیں گزی میں زربفت کا پیوند لگا ہو۔ تمھارے یہاں ایک ایک پیش خدمت مجھ سے اچھی ہوگی۔ میں ہوں کس میں۔

بادشاہ۔ کوئی میرے دل سے پوچھے۔ یہ بگس غمزہ زن۔ یہ زلف پر شکن۔ اہم ہو ہو۔ بلاے جان ہو۔ اب تاناں لے کہ۔ شکری۔ بس بس۔ اچھا۔ تو اتنا کہنا اس گھڑی آپ بھی مان میں آج تو میں سب مان لیس کر رکھوں۔ کل آپ گیارہ بجے آئیں بس شکری اور بادشاہ سلامت گھل گھل کر باتیں کرینگے۔

بادشاہ اور وزیر اور کوتوال اور گروچی بشاش گئے کہ پالہ مار لیا کل ڈیٹن گئے ادھر آٹھ بجے ادھر گروچی برآمد ہوئے مائے خوشی کے چلے میں پھولے نہیں سکتے۔ شکری کے سراپا کی جو تعریف کرنے پر آئے تو بل باندھ دیے شکری اپنے دل میں سوچتی تھی کہ یہ گھانٹ تو نہیں کھا گیا ہے۔ مویا یہ تو ند جیسے نقارہ ہیں دسال۔ یہ صورت کالا کٹا اور میرا عاشق بنا ہے۔ میں مجھے کو تو ایسی چوٹی پر سے بھی نہ قربا کر دن۔ واہ سے گرو۔ تیرا ستیا ناس جائے یہ گرہستو نہیں آنے کے

لائی نہیں رہا۔ رہ جاتیرا منہ نہ جھلسا ہو تو شکری نہیں۔ کیا منے فریستے تھی باتیں بنا رہے ہیں اور خبر ہی نہیں کہ انکے بھی بابا آیا ہی چاہتے ہیں۔ اب گروچی ہشک زنی کرنے لگے۔ شکری ٹال ٹال جاتی تھی کبھی شرماتی تھی۔ کبھی مسکراتی تھی کہ واہ سے گرو۔ کیا بڑھوس ہو گروچی بڑے فریستے پلٹھا مائے اکڑے ہوئے بیٹھے تھے کہ اتنے میں کسی نے دروازہ کھڑکھڑایا۔ این! یہ کون آیا۔ اسے باپ باپ یہ ہو کون۔ کوتوال۔ اُف سے غضب اب جان بچی نظر میں آتی شکری ذرا ہلکے میں چلاؤ۔ یہ کیوں! یہ کیوں! آپ عاشق جوئے ہیں۔ بات ترے گرو کی دم میں مندا۔ رہ تو دیکھ تیری بوٹی بوٹی نہ چیلون کو دون تو شکری نہیں ای ہی اب کیا کروں شکری۔ شکری کہاں چلی کہاں۔ کہیں دروازہ نہ کھول دینا میں تو باتوں ہی تک کا گنگا ر تھا۔ شکری نے گروچی کی کھوپڑی پر جھلا کر دو تین بیٹیں زناٹے سے لگائیں۔ اور ایک بورے کے نیچے جھا کر دروازہ کھول دیا۔

کوتوال۔ شکری آج شام کو اس گرو کی خبر لوں گا اور قید کر دوں گا۔ تم میری معشوق ہو اس مودی کی ایسی تھی قبر میں باؤن ٹکائے بیٹھا ہے اور عشق چڑایا۔ تمھارے لائق تو ہم ہیں پیاری آؤ ادھر بیٹھو۔ واہ کیا جال ہو۔ کیا مستانہ جال ہو۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وزیر بھی آن موجود۔ دھم دھم۔ دھم دھم دروازہ کھولواچی شکری دروازہ کھول دو۔ کوتوال کے اوسان خطا کہ غضب ہی ہوا وزیر عظم آئے۔ اب میرا کہیں ٹھکانا ہی نہیں۔ اتنی خیر۔ خداوند اچا لیو۔ ٹائے کیا سے پھنسے۔ دیکھو بالیکا تو قابی کا خیال گدگدایکا اور بوٹی بوٹی نوح کھا لیکا شکری خدا چاؤ شکری بوٹی سے تیرا جنازہ نکالے یہ تو کوتوالی کرتا ہے میں تو گئی فریاد کرنے آپ مجھی پر بھی گئے اب خیارہ اٹھاؤ گے جھلے مانسون کی ہو بیٹھیں سے یہ بڑی تھی

کیا شہر شملہ ہے۔ جیل اس صندوق میں بیٹھا اور چپ چاپ بیٹھا۔
یہ کہہ کر شکر بی بی نے دروازہ کھولا تو وزیر برآمد ہوئے۔

وزیر۔ پیاری قسم کو جو کل رات کو آنکھ بھی جھپکی ہو۔ کو تو ال مردک
کو تو آج ہی موقوف کرتا ہوں۔ مگر قسم دو کہ آج سے تم ہماری ہو
میں تو میری ایک ایک اوپر عاشق ہوں۔ اب ادھر ادھر
لگا چکی کہاں پھرتی ہو۔ او ادھر او۔

اتنے میں کسی نے دروازہ کھڑکھڑایا کون ایہ کون نا بکا آیا۔
چپ جہان پناہ میں۔ اسے اسٹم ہی پسا ہو گیا۔ میں کہاں جاؤ
شکر بی بیچائے واسطے خدا کے کہیں پھپھائے۔ آف۔ آف میں
اس صندوق میں گھس جاتا ہوں تو بلائے۔ دروازہ کھولا تو جہان پناہ
برآمد ہوئے شکر بی جان میں داغ ہی ترے کھڑے میں داغ نہیں آتا اب

میں یہ چمک کہاں۔ تو بادشاہوں ہی کے لائق ہو یہ ادا کوئی کہاں
سے لائے۔ یہ بوٹی بوٹی کوئی کیونکر کھڑکھڑائے تجھے کیا دیکھا کہ خدا
کی قدرت جسم نظر آئی۔ جل جلالہ۔ اچی حضور میں آپ کے لائق
کہاں۔ آپ بادشاہ ہم غریب آدمی۔ این کسی نے دھم دھمایا
کون شخص ہو۔ سوقت کہاں سے یہ کجخت آیا۔ اسے ہٹو تو
ہٹو تو جی۔ یہ تو میرا بیان ہو خوب مال لائے ہوں گے۔ او شکر بی
او شکر بی۔ میری عزت اب تیرے ہاتھ ہو گرسی کی آڑ میں انکو بھی
چھپایا۔ دروازہ کھولا تو مخارام دن سے داخل۔

شکر بی۔ آئے آئے میان آئے۔ سب خیر دعائیت۔
مخارام۔ کئی آنکھ کے اندھے گانٹھ کے پوڑھے ملگئے اونے
پوڑے بچا اور دام کھڑے کیئے اور بیان تو سب خیریت ہی
گردی تو ابھی میں۔

شکر بی۔ آگ لگے موے گردو گھج پڑے سپر۔ وہ تو کسی رہی
گھات میں تھے (بورا اٹھا کر) بیجیہ درشن کیجئے۔

مخارام۔ لعنت ہو تجھ پر۔ مردک۔ ڈوب مر چلو بھربانی میں تھو
تیری اوقات پر (چپٹ لگا کر) اے بھکار (دھول جا کر) او بھکار۔
شکر بی۔ موزی جو تھی خورے۔ شرم نہیں آتی۔ دیکھ یا کد امن
عورتیں ایسی ہوتی ہیں۔

مخارام۔ تم نے کو تو ال سے کیوں نہ فریادی۔
شکر بی۔ بس چپ بھی رہیے وہ موالا سا بھی چپا نکلا (صندوق
کھول کر) یہ آپ کے کو تو ال صاحب ہیں۔ یہ اپنے ہی ڈوسے
ڈالتے تھے۔ یہ کیا حرکت تھی تھڑی ہو۔

مخارام۔ کیوں بے نالائق۔ جاؤن وزیر سے کہو۔
شکر بی۔ واہ وزیر ان کے بھی گرو گھٹال ہیں (صندوق
کی طرف اشارہ کر کے) یہ وزیر بیٹھے ہیں۔ او لعنت۔ دیکھ
حیا پروری اسے کتے ہیں۔

مخارام۔ سلام صاحب سلام۔ چلو بھربانی میں ڈوب
مر جا کرتی ہو۔ تم نے جہان پناہ سے ان سب کی کیوں
نہ فریادی۔

شکر بی۔ ہوٹو وہ بھی اسی پتیلی کے چٹے بٹے ہیں دکرسی شاہ
مجرع عرض کر د بادشاہ سلامت یہ چھپے ہوئے ہیں۔ واہ حضور۔
مخارام۔ ارے ستم! بادشاہ دقت اور یہ حال!۔
شکر بی۔ کیوں جہان پناہ میں نے انعام کا کام کیا یا نہیں۔
واہ ری شکر بی۔

نہ ہر زن زن ست دنہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد

دوسرے روز بیان آزاد نے ساندنی کی دم میں نمدا باندھا
اور کرایہ کی گاڑی پر لوہے چلے تماشا دیکھے۔ کوچیان کو چبان
گھوڑیوں کو کڑکڑا دو تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی غل غپاڑا

مچا یا کہ کوڑے چھکا رو۔ گھوڑوں کو لٹکا رو۔ واہ اچھی گلی بھی تو ہوں
چلے اڑھائی کوس۔ ای سحراب چلتے چلتے جلیں یا کہین اُڑنے لگیں
کیا ریل گاڑی مکر کی ہو۔ بھاسے کی گاڑی تو یوں ہی جالیگی۔ چاہا
اُتر پڑے ابھی سویرا ہو۔ میان اچھا اچھا باتیں چھیچھے بنا۔ چلو تیز
بائیٹ بائیٹ باسے خدا خدا کر کے پہنچے اور ڈٹ گئے لیلی مجنون
کی داستان شروع ہوئی۔ آج تو پارسیوں نے محفل کو راجھوڑا
مجنون کا بن جنگل ٹھوکرین کھانا جوش جنون میں ہر در دیوار
سے لیلی کو بلانا۔ دن کو گریہ وزاری۔ شب کو اختر شماری چلا جا کر
رونا اور اشک گلگون سے ہر دم گل رخسار کو دھونا ایسا ثابت کیا
کہ حاضرین جگہ جگہ گئے۔ کبھی کسی شجر ارف سے چبٹ کر پکارا
لیلی لیلی کبھی لب جو بار اشجار و سبزہ زار کا عکس دیکھ کر نل چایا
لیلی لیلی۔ پاؤں میں کانٹے چھبے مگر اُٹ تک نہ کیا۔ بدن گلا جاتا
تھا لیکن زبان پر فلفل یا دہنیں آتا تھا یوں نام کو مجنون بن جانا
تو سب ہی جانتے ہیں مگر وہی ادا وہی بقراری وہی عشق صادق
ظاہر کرنا کا سہ دارو۔ ادھر لیلی بھی ترپ رہی تھی آخر کار جذب
دل نے رنگ انثر دکھایا اور عاشق و معشوق کو باہم ملا یا سوقت
لیلی نے وہ ستم ڈھایا کہ الامان۔ اتنے میں مجنون نے اُنھ کو کھولی
معشوق پر ہی سیکر کو ملنا رہا یا دیکھتے ہی دم توڑا۔ اور لیلی بھی ساتھ ہی
چھری بھونک کر چلی بسی۔

پس مقام پر حاضرین جلسہ کا دل بھر آیا اور بعض رقیق قلب
آؤمی ڈھارین مار مار کر رونے لگے۔ محفل سکتے کی حالت میں تھا
بس شہر خوشنشان معلوم ہوتا تھا جسے دیکھو ماسے رنج کے بات
نہیں چھوٹی۔ آنسو ڈبڈبا آئے۔ کلیجہ دھک دھک کرنے لگا۔
افرض پارسیوں نے اس درجہ رقت اور عبرت ظاہر کی کہ جلسے
ایک قسم کی مجلس گرد دکھایا اور حاضرین کو زار زار روایا۔ سب کی

گردن ہل رہی تھی کہ ہو ہو ہو اور باہم ہی گفتگو چپکے چپکے ہوتی تھی کہ
آج تو غضب ڈھایا اتنے دن (سے) تماشا دکھایا مگر یہ حسرت کبھی نہ ہوئی
تھی جو اس وقت ہوئی واہ واہ واہ۔ رخصت گائی کا مجنون کی لاش پر
رونا اور بعد عرفان کہنا کہ ہاسے دل کی دل ہی میں رہی مراد ایک
نہ برائی۔ داغ جڈائی نصیب ہوا۔ مدد نہ ہو سہا۔ اویسے بخت
میان آزاد کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرتے تھے اور ارد گرد
کے حضار جلسہ رومال سے اپنے اپنے اشک پوچھتے تھے اور بعض تو
پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے۔ اس درجہ محو ہو گئے کہ دُشمن بدترین آدمیوں
کے عین ہوقت جبکہ لیلی نہایت حسرت میں جبر کے صدموں کو رو رہی تھی
ہنس دینے پر محفل بھر قہر کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔ جب پہلا تماشا ختم ہوا
تو جو طرف سے واہ واہ۔ سبحان اللہ۔ بارک اللہ۔ صل وصل ہو ہو ہو
کا غلغلہ بلند تھا۔

میان آزاد مگر شتی کے عادی۔ ڈھائی گھنٹے جم کر بیٹھا پڑا تو گھبرا
اُٹھے سوچے کہ جلو محفل بھر میں گھوم آئیں دیکھیں تو لوگوں کا کیا لہجہ ہو
اب سنیہ کہ بیس سنٹ درجہ دوم میں ادھر بیٹھے ۱۵ سنٹ ادھر ڈیٹے
پھر پھدک کر درجہ سوم میں ہوئے۔ وہاں چم میگو لیان کین اور چوٹے
درجے میں کھٹ سے موجود کئی آدمیوں کا مکالمہ سنا۔

ایک۔ یاران کے پاس سامان تو خوب لیس ہو۔
دوسرا۔ واہ کیا کتنا رزق برق پوشا کین اور لطف یہ کہ سب
بسی جھک جھک کر رہی ہیں۔ اور پرے تو ایسے دیکھنے سننے
پس ہی یقین ہوتا ہے کہ بارہ دری کا بھاٹک ہی یا پری خانہ ہے
جنگل کا سامان دکھایا تو وہی بیل بوٹے۔ وہی دوب۔ وہی پیر
وہی جھاڑیاں۔ وہی باڑیاں۔ وہی کسار۔ وہی لالہ زار۔
پس بالکل سندر بن معلوم ہوتا ہے۔
تیسرا۔ اور سبز پری کی تعریف ہی نہ کی۔

چمرو۔ اجمی واہ۔ اندر سجائی ایسی مٹی وہ لوگ کیا جانیں یہ چمکتی دکتی پوشاکیں۔ یہ روشنی یہ حسن و جوانی یہ سبز پری کی غزلوانی آنکھوں نصیب کہاں۔ آپ بھی گری اور مڑتی کو ملاتے ہیں۔
قنبر۔ ہان۔ اور نہیں تو کیا۔ اجمی یہ سیکڑوں تھیلے کرتے ہیں ایک اندر سجھا کیسی۔ لیلی مجنون کا قصہ چھیل بٹاؤ اور مہنارانی کی داستان۔ ساٹ پرین کا تماشا۔ گل بکاؤ کی شکری کی چٹک ٹک میان فضیحت کا مسخرہ پن۔ صدمہ تماشے یاد ہیں اور سب چوٹی کے یہاں سے چھٹک کر میان آزاد درجہ اول میں آئے۔

رئیس۔ ان لوگوں کو کمال حاصل ہے۔
مصاحب۔ ہان پر و مرشد یہ دیکھیے ہر شے بلا کے تقال ہیں۔ رئیس۔ بلا کے۔ اجمی یوں کہو کہ نور کی طبیعت پائی ہے۔
مصاحب۔ بجای خداوند۔ یہ دیکھیے گلے کتنے نورانی ہیں اور مانگ پر تو حضور یہ دیکھیے وہ جو بن ہے کہ واہ جی واہ حضور یہ دیکھیے محفل بھرئی کو گھور کرتی ہے۔

خانصاحب۔ ہان واللہ سچ کیے گا کتنی پیاری ادائیں ہیں۔ رئیس۔ دو ایک کی آواز بھی بہت اچھی ہے۔
مصاحب۔ ہان خداوند۔ یہ دیکھیے بہت اچھی ہی روشنی بہت ہی اچھی۔

رئیس۔ روشنی تو ہے ہی۔ میں آواز کو کتنا ہوں۔
مصاحب۔ بجایے حضور والا۔ آواز میں بھی نورانی ہیں۔ کوئی کیا گالے گا۔ اور گالے گا بھی تو یہ گلا کہاں سے لایگا۔ یہ خدا داد بات ہی۔ حضور کی قدر دانی برائے لوگوں کو بڑا بھر دسمہ ہو حضور نے بڑی جوہر شناسی کی یہ دیکھیے سب مدح ہیں۔
صاحب بہادر۔ دل لیلی اچھا بنی تھی۔ پسند کیا۔
میم صاحب۔ اولیں بہت پسند۔ کھوب کپڑا اور بات کہ سمجھاتا

چوتھا۔ کون! حضرت واللہ جو وہ کہیں لکھنؤ میں چھ مہینے بھی تعلیم پائے تو پھر آفت ہی ڈھائے۔ یہ نورانی گلا۔ یہ ٹیپٹار آواز یہ سن و سال یہ حسن و جمال۔ واللہ لاکھوں لوٹ بجائے لاکھوں ہر رئیس کے بیان سے بلو آئے اور جہان جائے کھنا کھن اشراف پائے اور جو شاطہ سنو اسے تو پھر دیکھیے جو بن دونا ہو جائے تیسرا۔ ابھر بجائی ہان کیا خوب بات کہی ہے۔ جو کہیں دو مہینے بھی بیان تک جائیں تو پھر واللہ کلیوں دار با تمام نہ پنہا دیا ہو تو لکھنؤ نہیں۔ اسیلین پانچے اٹھائے جاتی ہوں اور سبز پری جھوم جھوم کر آتی ہوں اور حاضرین جلسہ پکار رہے ہوں کہ خدا کر کو بجائے کہیں کلائی میں گن مونی نہ آجائے۔ بھئی لکھنؤ پھر لکھنؤ ہی۔ تھی لٹے گا تو کہاں تک۔

دوسرا۔ ابھر، بھئی انکے ساتھ میں وہ اپنے بڑا جید مسخرہ ہر پس پورا بھانڈ ہے سیان۔

ایک طرف تو یہ باتیں ہوتی تھیں۔ اب درجہ سوم میں جو گئے تو دو دن جاندو بارشمو اور بیان چمرو اور قنبر بیٹھے یہ میگوئی کر رہے تھے۔
چمرو۔ اجمی دھو باہی دھو باہی۔ کچھ ہیں نہیں۔
شمسو۔ ہان ٹن ٹن کی آواز تو آتی ہے۔ باقی خیر صلاح۔

قنبر۔ اجمی تم دونوں تو چاندو کی پدیک میں اونگ رہے تھے نہ نقل دیکھی نہ کچھ اور لگے گا بیان دینے بھلا قسم تو کھاؤ کہ لیلی مجنون کا سارا قصہ دیکھا آکھیں تو آپ کی بندھنیں آج سو جھا کیا خاک تم نے تو کچھ دیکھا ہی نہیں مزے تو ہم لوٹتے تھے سوقت اس سر سے اس سر سے تک کہ زام بچا تھا سب سب ڈھارین مارا کر رہے تھے آپ گھٹنا بھر کے بعد آنکھ کھولی تو بتا اٹھے کہ دھو باہی دھو باہی ہے ذرا آنکھیں کھولو لکھنؤ تو۔

شمسو۔ کیا پار کی اندر سجھا سے بڑھ کر ہے۔

<p>محبوب چار گاہ سالہ۔ ہمارے صوفی صافی طینت۔ ریاض جنوں کے زیرِ دزیت میان آزاد بی بھٹیاری کے ساتھ ایک پرسوار ہوئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتے خوش گیان اڑاتے چلے۔ راہ میں ایک فقیر نے پیچھا کیا۔ جوڑی سلامت میان بیوی کی جوڑی سلامت ان کو رے گورے ہاتھوں سے ایک پیسہ دلو ایسے سائین کو۔</p>	<p>اچھا۔ بلی کی شکل بھی گوری ہے۔ اتنے میں بہادر شاہ ظفر کا حال شروع ہوا۔ واہ واواہ۔ یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ سہین اور ہی لطف ہو چکی۔ ہمارے دہلی کی تباہی کو اس طرح بیان کیا کہ لوگ چھوٹ چھوٹ کر روئے جلسہ برخاست ہوا۔</p>								
<p>چاندو باز۔ مائین میان بیوی نہیں۔ بہن بھائی ہیں۔ فقیر۔ بھائی بہن کی جوڑی برقرار۔ مان کا کیونٹ ٹھنڈا رہے۔ میان آزاد بہت ہی جھپے۔ بی بھٹیاری خوب کھلکھلا کر ہنس پڑیں لواتو ہمارے میان ہوئے اور میان سے بھائی جان۔ اب کرنے کی سند نہیں۔ بولو دونوں میں کون پسند ہے۔ میان آزاد اور بھی سرمائے۔ لا حول ولاقوہ۔ بھی آج سے تمھارے ساتھ آئے تو تمھارا ہی بھائی۔ خیر قہقہے لگاتے اور اکا اڑاتے دن سے دخل محفل پر کاج تم کا جو بن ہو کہیں دلیان گلزار کہیں پری رُفان شمع و عیار۔ کچا کچ آدھی بھرے ہیں۔ اور شہر بھر ٹوٹ پڑا ہوتے میں نقل شروع ہوئی۔</p>	<p>تھانہ دار</p> <p>ادھر دھوم دھڑکے سے خاتون شب کی سواری آئی۔ اور چراغوں نے پروانہ تقریر کی خوشخبری بانی۔ ادھر قبلہ کے رخ سے جھومتی ہوئی گھنیری گھٹا چھائی۔ مورلیوں کی سرئی جھنکار اور پیہیوں کی پکار نے گھٹا کی کیفیت برہائی۔ اتنے میں بجلی ترپنی اور بادل گر بنے لگے ارے ادا کیا بوقت کی شہنائی ہو غضب ہی ہو گیا۔ اب تاشا و ماشا فیہ صلاح ہے۔ یہ پیچھے وہ ٹپٹا بوندین کرنے لگیں میان آزاد جھنجھلا کر کہنے لگے ے</p>								
<p>ایک سیٹھ جی دستار گلزار سر پر جمائے۔ دھوتی کی لانگ کھٹکا مچھدر کی صورت بنائے۔ دانتوں میں مٹی لگائے ٹٹکتے ہوئے آئے اور ساتھ ساتھ انکی نیکی نیکی اسیلی چھپ چھپ پی پی عجیبانہ دلربائی سے آئیں وہ پھین وہ بالکین۔ وہ نکھار وہ سنگار کہ لہر صد سالہ بھی دیکھے تو کیچے پر چوٹ کھائے۔ ہزار جان سے عاشق ہو جائے ے</p>	<p>کیا برستا ہوں برس کبخت کوہ سے لیکے ڈوب جائیں دخت</p> <p>بارے ایک دفعہ ہی ہوائے وہ زور باندھا کہ بادلوں کو اوپر اور پر اڑائے لیگی مطلع صاف۔ اہو ہو ہو۔ اہو بلی شب پر بٹکا نکھار ہے۔ غضب کا سنگار ہے ے</p> <table border="1"> <tr> <td>مستاب شبے جو وصل معمور</td><td>بروز کشیدہ پردہ نور</td></tr> <tr> <td>در راہبری جو دور میان</td><td>در پردہ دری جو مہر بینان</td></tr> <tr> <td>ابر دے افق گرہ کشادہ</td><td>افلاک صلاے نور دادہ</td></tr> <tr> <td>از خوش طرب زمانہ سیراب</td><td>بالغز نظر ز میں ز مستاب</td></tr> </table>	مستاب شبے جو وصل معمور	بروز کشیدہ پردہ نور	در راہبری جو دور میان	در پردہ دری جو مہر بینان	ابر دے افق گرہ کشادہ	افلاک صلاے نور دادہ	از خوش طرب زمانہ سیراب	بالغز نظر ز میں ز مستاب
مستاب شبے جو وصل معمور	بروز کشیدہ پردہ نور								
در راہبری جو دور میان	در پردہ دری جو مہر بینان								
ابر دے افق گرہ کشادہ	افلاک صلاے نور دادہ								
از خوش طرب زمانہ سیراب	بالغز نظر ز میں ز مستاب								
<p>بھبھو کا روپ سچ دھج قہر آنت چلبلا ہٹ ہے جھکڑ انور کا کھڑا غضب اسکی سچا وٹ ہے خبر لیجیو یہ کس کے بانوں کی اٹھ کھیل اہٹ ہے کہ ہر ٹھوکر یہ جسکی دل میں اٹھتی گدگد اہٹ ہے</p>	<p>امداد امدادات کیا لیلۃ ابرار ہے۔ بلکہ وہ بھی مات ہی چاندنی سینہ عارفان حق پرست کی طرح صاف۔ پر تو ماہ ارتقا خستہ تاقی پردہ دار عاشقان ہو۔ مضمون اتانہ نیا اسماء پر زینۃ الکواکب ہر در دیوار سے عیان ہے۔ شب معشوق سیر پردہ ہو۔ تو جان</p>								

چکا چونکہ نہ لگ جائے بھلا کس طرح اٹھو تو
لسان برق بتیایا نہ اُسکی اچھلا ہٹ ہے

بہار باغ رعنائی۔ افشان جبین و در بالی۔ تیز و گرم غیر شکستہ دلوں
کے لیے مویائی۔ پیاری مائی۔

میان۔ پیاری اسوقت تو رنگ فق اور کلیجہ شق ہو گیا۔ اب
جان پر بن آئی ہے۔ ملک الموت کی دہائی ہو۔ ہاے میرا یہ سن
سال اور موت کا خیال۔ کیا بُرا دھڑکا ہو کس مزے سے کھٹی تھی۔
بیوی۔ (روتی ہوئی) اچھی کچھ کو تو یہ ماجر کیا ہو۔ خاصے جیتے
جاگتے مٹے کٹے بنے کھڑے ہو۔ مرنا کیسا۔ ہو کیا۔ ہاے میرا
تو کلیجہ پھٹ گیا۔

میان۔ جس سوداگر کا میں کبخت نوکر ہوں اُسکی پیچھے بٹا کر کہا
کہ وہ چل بے اور کہہ گئے ہیں کہ سیٹھ کو میرے پاس بھیج دینا
سوا ب میں جاتا ہوں۔ رخصت۔ ہاے تیری محبت کا بانی بیٹ
میں چلنا رہا ہے۔ آؤ پیار کر دین یہ آخری پیار ہے۔ اب وہاں
ملین گے۔

بیوی۔ ارے میں تو کہیں کی نہ رہی۔ ہاے اسوقت آنکھوں
میں اندھیرا بھا گیا۔ مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔ کس کو سوہنے
جاتے ہو (گلے چپٹ کر) اب گلے کس کو لگاؤں گی۔ ہاے میرا
سوہاگ سوگ سے بد لگیا۔ رنڈا بادی کھنا سمت میں برا تھا
جبنی ہنسی نہ تھی اتنی اب روؤں گی۔

میان۔ آؤ پھر گلے مل جائیں ارے اب پیار کون کرے گا
یہ آخری ملاقات پیاری آخری ملاقات ہے۔ تمہارا پیارا
اب تم سے جدا ہوتا ہے کہا سنا صاف کرنا۔ یہ دم و سپین ہو
خوب نظر بھر کر دیکھ لو۔ بس پھر وہاں دیکھنا نصیب ہوگا۔
بیوی نے دھارون دھارونا شروع کیا۔ بچکان لگے لیکن

سر پر خاک اڑائی۔ چوڑیاں چٹ چٹ توڑ ڈالیں۔ تو کو دیکھو
رانڈ بیوہ کی صورت دیکھو۔ ہاے جیتے جی مرئی۔ ہی ہجھی کو موت
آئی ہوتی۔ ہاے میں جیانا نہ مرئی۔ نہ مرئی۔ اب اڑیاں رگڑ
رگڑ کر مروں گی۔

میان۔ واہ واواہ۔ توجہ میں مرد نکات رہو لینا۔ ابھی تو
سامنے کھڑا ہوں اور تو کہتی ہے کہ میں رانڈ ہو گئی۔ میں
سنڈا بنا ہوا ہوں تو رانڈ کیونکر ہو گئی۔

یہ نقل اتنی ہو چکی تھی کہ میان آزاد کو ایک سپاہی نے
بلایا اور کنا چلیے تھانہ دار صاحب نے بلایا ہے۔

میان آزاد مزے سے بیٹھے ہوئے تھا شاید دیکھ رہے تھے۔
سیٹھ جی کی دستار گلندار اور زوجہ شوخ و سنگار۔ سیٹھانی کی جوانی اور
خوش سیالی چلبلیاں اور بھین دیکھ کر غش غش کرتے تھے کہ دفعہ
عین کڑیال میں غلہ لگا سارا مرہ کر کر اہو گیا۔ برقعہ اڑنے
آن کر کہا کہ آپ کو تھانہ دار صاحب نے اسوقت بلایا ہے چلیے
ذرا جلدی اٹھیے۔

آزاد۔ کون تھانہ دار ہے مجھے تھانہ دار سے واسطہ۔ کوئی وجہ
بھی ہو یا یوں ہی بلایا ہو۔ چلو چلو ایسے بہت بلایا کرتے ہیں ہمیں بھی
کوئی ایسا ویسا مقرر کیا ہے۔ کیا دل لگی ہے۔ جاؤ ہلا لاؤ
اُنسے کہیے کہ آپ کو خود میان آزاد نے یاد کیا ہے ابھی
حاضر ہو۔

بھٹیاری۔ ہون ہون لے بس بیٹھے رہو۔ بہت اُجڑ پنا
بھی نہیں اچھا ہوتا۔ واہ کہنے لگے ہم نہ جائیں گے وجہ (وجہ)
مخت میں بیٹھے بٹھالے لڑنا بھگڑنا۔ بڑے وہ بنے ہیں اور
نہیں تو کیا۔ آخر ش ساندنی کی رپٹ لکھوائی ہے کہ نہیں۔
پھر اب دوڑو دوڑو گے نہیں تو بنے گی کیونکر اور وہاں تک

جائے کیا جوڑیاں ٹوٹی ہیں یا پاؤں کی مٹھری گھس جائے گی
میں تو مرد ہوئی تو اب تک ساندلی کی کھج لگا لی ہوئی اسنے ذری
تھانہ تک نہیں جایا جاتا۔ وہ یہ دھا جو کڑی تو روز ہی پچی رہتی ہو
کل آکے دیکھ لینا کیا تاؤ مارا جاتا ہے۔

آزاد۔ بھلا تمنا چھوڑ دوں۔ یہ پری چہرہ نازنین یہ گفلام
محبوبین پھر کہاں سے نظر آئے گی۔

بھٹیاری۔ اویان ادھی کے روغن میں تو وہ روپ نکل
آتا ہے کہ آدمی سجدہ کرنے لگے۔ اچھا ہم تم کو سراہی میں یہ
رنگ و روغن نہ دکھا دین تو آدمی نہیں۔

آزاد۔ اچھا چلو چلین مگر چلو تم بھی ساتھ چلو راستے میں دو گھر کی
دل لگی ہی ہوگی۔ ہاں خوب یاد آیا تھا نہ دار سے اور مجھے تو
لاگ ڈانٹ ہوا سدن جج چل گئی تھی نہ کہ میں ایسا نہ کہ وہ
کو توالی کے چوڑے پر بیٹھ کر غوغا بے سامان بن جائیں اور

ایک آدمی اوکھی سنائیں تو پھر میں بے ہی پڑ گھا اتنا سمجھ لینا
میں ادھی بات سننے کا روادار نہیں۔ ساندلی نے یا جنم میں
جائے اُسکی بدوا نہیں مگر کوئی اینڈ اینڈ فقرہ سنایا اور میں نے
کرسی کے پیچھے بیٹھا۔ میں آدمی مراقی ہوں اور پھر کیوں سننے لگا

سبب کیا۔ چور نہیں کہ کو توال سے ڈرون جلا رہی نہیں کہ
پیائے کی صورت دیکھ کر جان نکلے۔ دوڑ کا خوف ہو رہا تھا
نہیں کہ مٹھ چھپاؤں۔ مرہل نہیں کہ دو باتیں بہہ جاؤں کوئی
بولا اور ادھر بندے نے خنجر تولا۔ یا ہم نہیں یا وہ نہیں۔

بھٹیاری۔ تم کو تو نفخا (نفقان) ہی میں دیوانی تو ہو
نہیں وہ پچا رہ تو ایک ہنس کھو آدمی ہے۔ رنگیلا جوان
لڑائی کیوں ہونے لگی۔

کانسٹبل۔ چلیے یا نہ چلیے مگر میں تو دیر ہوئی ہو چلیے تو اچھا

نہ چلیے تو کمردن کہ وہ اسوت نہ آویگے۔ ہا ہم تو جانتے ہیں
چلیے ہی چلیے دو دو باتیں کیجیے گا اور پھر ہمیں آجائے گا۔
آزاد۔ ارے ہاں ہاں تم تو تھانہ دار کے مزاج سے واقف
ہو گے بھلا گالی تو نہیں دے بیٹھے ہیں۔

کانسٹبل۔ (دانت کے تلے انگلی دبا کر) ناہین گالی دینا کیا
کچھ ہنسی ٹھٹھا ہو آپ نشان کھاطر میں (نشان خاطر)

الغرض اس قیل وقال کے بعد میان آزاد اور بی بھٹیاری اور
کانسٹبل تھانہ پر چلے۔ راہ میں ایک آدمی اکڑتا ہوا جاتا تھا۔

میان آزاد دست آدمی اُسکا اینڈ نا دیکھ کر آگ ہو گئے قریب جا کر
ایک دھکا جو دیتے ہیں تو کوئی پچائش نہ ہکینان کھائیں اور بازار
بھرنے تالیان بجائیں۔ بی بھٹیاری نے حضرت کے ڈنڈل نیے
اور تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک شخص چا دی پچائے جڑی بوٹی پسر

پھیلانے بیٹھا گپ اڑا رہا تھا کہ اس بوٹی سے انٹی برس کا بڑھا
جوان ہو جائے۔ اس جڑ کے استعمال سے بال سفید ہونے یا بدن یہ
چوتیس دن ہمارا ہوا ایک ایک تولہ پیے تو بوا میر بھرنے ستائے میان آزاد

اُسکی طرف جھک پڑے کہ کبھی کھلاڑی یہ کیا کر کری خانہ پھیلانے
بیٹھے ہو۔ آج صبح سے کتنے کوکھے بھلنے کتنے عقل کے لوڈ سے
گانڈھ کے پوڑھوں کو غیا دیا کس کس کو مونڈا وادہ سو بھی خوب
بہت سے بیوقوف اُنو بنے ہو گئے کہ سلا جیت بھی ہو۔ ہا ہا ہا۔

وہ ایک کائیان مار گیا کہ یہ بڑے حضرت ہیں۔ کان میں
چپکے سے کہا کہ اُستاد جانتے تو ہو پھر یہ سب کے سامنے ہمارا
ہجو کرنا کیسی بیان ۶۔

روٹی تو کما کھائے کسی طور چھند

میان آزاد نے آہستہ سے اُنکی کھوپڑی سہلا دی اور چل کھڑے
ہوئے تو ایک تیلی جا رہا تھا۔ پوچھا کیوں میان تیلی کتنا دن ہوگا

تیلی جو نیچے پھر کے دیکھتا ہوتا ہے اس کے اوسان خطا ہو گئے چپکا چلدا یہ دس قدم آگے بڑھے تھے کہ غل غباڑے کی آواز آئی ایک حلوائی گاہک سے تکرار کر رہا تھا۔

حلوائی - کھالی بھجیا نامین بکت ہی مری دکان پر کس کس دے دی بھلا۔

گاہک - اب میں کتنا ہون کہیں ایک گداناہ دون آزاد - گدانا تو نیچے دیکھ گاہن ایک گدانا آپ کی گدی پر نہ ہاؤن کہیں۔

گاہک - آپ کون ہیں کہیں بیدھا تو نہیں ہوا ہوں آزاد - ان ہاتھ پاؤں پر یہ ٹیش - بھلا اس پیارے کو جو تم ملکا کرتے ہو تو اسکی دہ۔

بھٹیاری - اے تو میرے کو کوئی خدا کی فوجدار ہے۔ ادنیٰ کسی کے بچے میں تم کون پاؤں ڈالنے والے۔ میرا تو ناک میں دم آگیا۔ سکو سمجھانے سمجھانے تھک گئی اسنے نہ مانا نہ مانا۔ آزاد - وہ تو کوہلدا نہیں میں گھسن پٹی بتاتا۔

کانسٹبل - بھیا یو بڑے روکا بس کا دکھی۔ جہاں دیکھو اڑ پڑت ہیں بیان سے چلے تو بی بھٹیاری نے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور کسا جواب کسی سے تم بھڑے تو خون خچر کڑاؤنگی۔ ٹھوڑی دیر میں تھانہ پر پہنچے۔

کانسٹبل - اے آیا وہ کھڑے ہیں۔

تھانہ دار - اور یہ زناہ ساتھ کیسا۔ اناہی اللہ رکھی ہیں۔ میں تو اس جلیبی مست چال ہی سے سمجھ گیا تھا کہ بی چکوں ہیں۔ آؤ نہ کوئی بچہ بچھنے کو دو انھیں۔ بیچ کتنا بھاری چال سے کیسا پہچان لیا۔

آزاد - واہ بھئی واہ۔ واللہ دور کی کوڑی لائے اور اپنے

ابنوں کو سب ہی پہچان لیتے ہیں۔

تھانہ دار - یہ کون بولا۔ ہادی حسن۔ کون ہی بھئی۔

بی بھٹیاری نے دیکھا کہ اب بات بڑھے گی۔ اور رفت میں

ٹھائیں ٹھائیں ہوں گی۔ آزاد مست آؤی۔ تھانہ دار کو حکومت کا

غزہ۔ یہ ایک کہینگے تو میان آزاد دس سٹائیں گے عورت تھی چالاک

بگڑی ہوئی بات یوں بنائی

چمک کر تھانہ دار کی طرف چلی۔

بھٹیاری - اے بس چلو دیکھ لیا۔ منہ دیکھے کی محبت ہو یہ

گھر کی تھانہ داری اور تین دن سے مونی ساندنی نہ ملی۔ تم سے

تو بڑی بڑی امیدیں تھیں آزاد کی طرف مخاطب ہو کر آؤ

مولانا صاحب آؤ ادھر آن کر بیٹھیے (تھانہ دار کی طرف مخاطب

ہو کر) اے زری ہٹو جگہ دو۔ آخر بیٹھیں کمان زمین پر۔

میان آزاد نے مونڈھا اپنی طرف گھسیٹا اور ٹک گئے۔

تھانہ دار - کوئی وہ ساندنی تھاری ہونہ۔

آزاد - تم کی تقریر کا اینجاں جواب نہیں دیا کرتے۔ آپ کیسے

میں کوئی جہ کٹا نہیں ہوں۔

تھانہ دار - کیا!

بھٹیاری - (سر پٹ کر) ہاے میرے اللہ میں کیا کون یہ تو

جہاں جاتے ہیں دنگا چاتے ہیں۔ مجھ اجڑی ہوئی کو ان کے

پچھن کیا معلوم تھے بھلا۔

تھانہ دار - کیا کچھ ان سے تعلق ہے۔ بیچ کتنا بھینسم ہے اپنے

شیخ سرو کی۔

بھٹیاری - تو بھینسم ہی نہیں۔ اے واہ اچھی تھانہ داری

کرتے ہو میں تو ان کے گھر پر گئی ہوں نہ۔

تھانہ دار - لانا ہاتھ۔

آزاد۔ بس انگ کسی کی بیوی سے ہاتھ ملانا کیا دل لگی ہے۔
ذرا سنبھل بیٹھیے گا ہٹ کر۔

تھانہ دار۔ حضرت آپکو بیوی مبارک ہوں لے مجھے اس
رشتے کا حال کیا معلوم تھا بھلا یہ عقدہ تو اب کھلا کہ عقد ہو گیا۔
ہو مبارک مبارک۔ چین کیجیے۔ آج ہماری بائیں آنکھ
پھر دکھتی تھی۔

میان آزاد سمجھ گئے کہ یہ بڑے ضعیف لا اعتقاد ہیں۔ بولے
حق۔ حق۔ حق۔ اسد باقی والکل فانی۔

اسکو جو میان آزاد نے لہرا لہرا کر بہ آواز بلند پڑھا اور قرأت
کے ساتھ ادا کیا تو تھانہ دار کے ہوش اُٹ گئے پڑھے لکھے بھی
واجبی ہی واجبی تھے لگے تھر تھرانے۔

تھانہ دار۔ (ہاتھ جوڑ کر) یا شاہ اجنہ۔ اگر کوئی خطافہر ہوئی
ہو تو تو۔ وہ تو تو تو ہی کرتے رہے میان آزاد نے کڑک کر
کہا کہ سعید من وعظ لغیرہ۔

تھانہ دار صاحب نے کانپتے کانپتے کہا کہ جو حکم۔ بی بھٹیاری
بولین کہ سانڈنی کا بچی ہوس سے منگوادو تھانہ دار نے فوراً
حکم دیا کہ ابھی سانڈنی لاؤ۔

کھٹ سے سانڈنی آن موجود ہوئی۔ میان آزاد سوار ہوا
اور پیچھے بی بھٹیاری مزے سے بیٹھیں۔

بھٹیاری۔ میان تھارا بایان قدم لے۔ اغوہ۔ تم تو آدمی
کیا بلا ہو۔ ہم تو مان گئے۔ ایمان کی قسم آج سے مان گئے۔
وہ ڈانٹ بتائی کہ تھانہ بھر تھرا اٹھا۔

آزاد۔ (کڑک کر) القبح ضدوق العمل۔ الدال
علی الخیر کفایہ۔

بھٹیاری۔ ذرا سنبھلے ہوئے کہیں سانڈنی پر سے ڈھکیل

نہ دون مجھے بھی کوئی ڈر لوک سمجھے ہو مجھ سے ذری شیخی کی نہ لیجے گا
یہ خرے کسی اور ہی سے بھاریے۔

آزاد۔ بائیں تم ہم سے نہیں ڈرتا۔
بھٹیاری۔ یا دھشت۔

آزاد۔ ہم شاہ اجنہ ہیں۔
بھٹیاری۔ ہم تھارا بھی کان کاٹے گا۔

دونوں نے ملکر فوب قہقہے لگائے۔
آزاد۔ لے آج تو تم دس آدیون کے سامنے ہیں اپنا

میان بنا چکی ہو۔ مگر نہ جانا۔
بھٹیاری۔ پھر تھاری قسمت۔ ایسی قبول صورت بقی ہر مین کوئی

دکھلا دو بھلا۔ مگر ہمیں غرض کیا۔ ہمارے میان آپ جو جو دین جی
اتنے میں سراپونج گئے۔ روز تو میان آزاد سویرے نظر انداز

نور کے ترے کے گرد دم بلکے پھلے سے اٹھتے تھے آج کچھ ایسے گھوڑے
بیچکر سوئے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔ بی بھٹیاری جھٹ۔

صبح صبح اٹھنے کی عادی مگر نونج گئے دس کا عمل ہی ابھی تھا
ہی لے رہے ہیں۔ دونوں خواب خرگوش میں ہیں۔ دونوں

چار بایکون پردھوپ پھیلی ہوئی ہے۔ خرخرہ۔ خزار۔ خٹ خٹ
ایواہ یہ وزن ہی نرالا ہے۔ اچھی خٹ خٹ اور خرخر نکالی ہے

کیون نہیں۔ سانڈنی پانی ہے یا باتین۔
بی بھٹیاری کھلی جاتی ہیں کہ میان آزاد ہم پر زہر فیتہ ہو گئے

اب نکاح ہوا ہی چاہتا ہے۔ جب سے یہ خط ہوا تب سے وہ بھی
خرے بگھارنے لگیں۔ جاگی تو ہیں مگر مگر کیے پڑی ہیں منکیتی

یک نہیں۔
اتنے میں میان چاندو باز آئے۔ آتے ہی پکارا میان آزاد
میان آزاد۔ بی بھٹیاری بی بھٹیاری۔ صدمے برخواست

چاندو باز۔ (گدگد کر) اٹھو میری جان کی قسم وہ سہی آئی وہ مسکرائی۔

آزاد۔ اوگستاخ یہ کیا حرکت تھی۔ انگ ہٹ کر بیٹھ۔ ہمارے سامنے اور یہ بے ادبی۔

چاندو باز۔ اونٹ۔ اونٹ۔ بڑے وارث علی خان بن بیٹھے۔ بھائی آخر تم کو بھی تو جگا یا تھا۔ اب اُنکو جگانا شروع کیا تو تنکے کیون ہو بھلا۔ ہم تو سیدھے سادھے بھولے بھالے صاف طینت آدمی ہیں۔

آزاد۔ اس صفائی پر شیطان کی ٹھکانہ رہیں تو شانہ پکڑ کر جگا یا یہ معلوم ہوا کہ چار بانی کو جوڑی چڑھی یا بھونچال آگیا اور انھیں گدگد کر جگانے ہیں۔ کیون بچہ۔

یہ سن کر بی بیٹھاری جاگی تو تھی ہیں کھلکھلا کر سنس پڑیں اور ہٹ مردوس۔ یہ پلنگ پر آن کر بیٹھ جانا کیا معنی تجھے بھی کوئی وہ مقرر کیا ہے۔ چاندو باز نے نفی میں ہنسی کر کہا۔ واہ وا۔ پلنگ پلنگ کی اچھی کھی۔ رہیں جھوپڑوں میں اور خواب دیکھیں محلوں کا۔ کبھی با ماراج پلنگ دیکھا تھا کتنے لگین پلنگ اور تیری قدرت۔ میان مجھ سے یہ جلی کئی باتیں نہ کیجیے گا ڈری وہ ہم جھوپڑوں ہی میں رہتے سہی اور پھر اب تو ہم ایک بھلے مانس کے گھر پرٹنے والے ہیں۔ کیون میان آزاد۔ ہے نہ یہ بات دیکھو گرنہ جانا۔

آزاد۔ (مسکرا کر) واہ مگر نے کی ایک ہی کھی نیکی اور پوچھ پوچھ۔ بیچ کھیت۔ ایسی بات ہو بھلا۔ جو کہا وہ نہ کریں قول جہان کے ساتھ ہو۔

بھٹیاری۔ ہاں اور کیا۔ قول مردان جان دارد تھیں شرم نہیں آئی کہ اس ناعزم نے ہاتھ لگا یا اور تم مگر مل کر دیکھا کئے

یہ آج ہی کیا میان۔ خدا ہی خیر کرے۔ اُنوہ بھلا کچھ ٹھکانا ہے دس کا عمل اور ابھی تک کھٹیا ہی پر پڑے ہیں کل شب کو تماشائی بھی نہ تھا۔ پھر یہ کیا کیا کیے۔ درخت کی طرف نظر پڑی تو ساڈنی بندھی ہوئی۔ اہو ہو ہو۔ یہ بی ساڈنی آگئیں شکر ہے جی بھئی خوش خوش سو رہے ہیں۔ ارے بھئی آزاد ہوت ارے میان آزاد۔ ارے میان کیا سانپ سو گھٹ گیا۔ یہ باجر کیا ہو دانتہ ہارن اٹھے اٹھے۔ آخر کب تک خفتن کا صیغہ گردائے گا ہاں اسد کھلکھلا تو بیٹھ شا باش ہو میرے شیر۔

آزاد۔ (انگڑائی لے کر) اون۔ اووون۔ اووون۔ اُن کیا صبح ہوئی ہے۔

چاندو باز۔ صبح گئی کھیلنے۔ آٹھ تو کھو توڑ کے کا باب ہو یا صبح ہو۔ اب کوئی دم کے دم میں بارہ کی توپ دغا جا رہی ہو دن سے۔ دیکھنا آج دن بھر سستی نہ رہے تو کہنا۔ وہ تو جہاں ذرا دیر کر کے انسان اٹھا اور بس ہاتھ پاؤں ٹوٹنے لگے۔ اب ایک کام کرو سر سے مٹا ڈالو۔

آزاد۔ کیا بک بک لگائی ہے۔ سو نے نہیں دیتا۔

چاندو باز۔ اچھا۔ ابھی سونے سے پیٹ نہیں بھرا آجکا۔ تو یہ کیسے کوئی برس ڈوبس سوئے گا۔ ایسی نیند بھی کیا نیند نہ ہوئی روگ ہو بی بیٹھاری چپکے چپکے سب سن رہی ہیں۔ مگر اٹھی نہیں اتنے میں میان چاندو باز نے اُنکی طرف بھی نظر عنایت سے دیکھا۔ اور غور سے چار بانی کی پٹی پر جا بیٹھے اسے اٹھا اٹھا

کی بندی۔ ایسا سونا بھی کیا۔ بگھرے ہوئے بال جو زمین پر لٹک رہے تھے اُنکو اٹھا کر حضرت نے چار بانی پر رکھا ہاتھ سو گھٹا تو وہ بوسے خوش کہ دماغ مغبر ہو گیا اور میان آزادی آٹھ کھل گئی۔ اور جاگے تو پہلے ہی سے تھے۔

دوب نہیں مرتے جا کر چلو بھر پانی میں۔ پھر ہی منہ پر کوئی تو
کیا کرے گا کوئی۔ دوسرا ہوتا تو منہ ماتھ جمانا۔

چاندو باز۔ کیوں رطوائی ہوئے بھلا مفت میں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہاں نکاح کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

اتنے میں میان آزماحام گئے۔ تو چاندرو باز اور بی بی بیٹیا کی
میں لون باتیں ہونے لگیں۔

چاندو باز۔ آخر کو تو یہ بات کیا ہے۔ واللہ تھا را بایان قیام
لے پھانسا تو بڑے مڈھ کو۔ کیا بیچ مچ نکاح پر راضی ہی ہو گئے
جانے نہ دینا۔ ایسا نہ تو نکل جائے۔ بھی قسم خدا کی عورت کیا
بس کی گانٹھ ہے تو۔

بھٹیاری۔ مگر تم بھی کتنے بے شہور (شعور) ہو اسکے سامنے
آپ نے گد گدانا شروع کیا۔ اب وہ کھٹکے نہ کھٹکے تھاری
بھی جو بات ہو دنیا سے انوکھی بلینڈی ساقہ بڑھایا مگر تمیز
چھو نہیں گئی۔

چاندو باز۔ اب تم سے جھگڑے کون۔ میں کیا کچھ علم غیب
مختواری رہا ہوں مگر یہی کرو۔

بھٹیاری۔ ہان پٹی پوڑھی ہونی چاہیے کسی اچھے دیکھنے والے سے
صلاح لو۔ وہ کون دیکھیں ہین جو کید گھوڑے کی جوڑی پر بکھلتے
ہین اچی وہی گھمروے ہین ابھی۔

چاندو باز۔ اچی وکیلون کی نہ پوچھو۔ وکیل تو تین سو ساڑھین
کسی کے پاس بے چلین گے۔

بھٹیاری۔ نہیں واہ۔ ہو غصہ۔ کسی بوڑھے وکیل کے یہاں تو ہم نہ جائیں گے۔ ایسی جگہ چلو جو جوان ہو ابھی صلاح دے۔

یہ نہیں کہ عورت کو دیکھا اور دو دہک بتائی۔
چاندو باز۔ اچھا آج اتوار ہے شام کو میان آزاد سے کہنا کہ

ہمیں اپنی بہن کے یہاں جانا ہی۔ بس ہم بھانجک کے اُس مرن
دیکھ کھڑے رہیں گے۔ تم آنا ہم تم جیگر سب معاملہ جگتا دینگے۔
کیونکہ یہ نہ عقل رکھتا ہے۔

بھٹیاری۔ (تمتہ نگار) اچھا۔ اچھا۔ اچھا۔ اب وہ سو گیا اور سوجھی ہو
ادھر عامل روز نے بحر غلامت کا راستہ لیا اور مہ نور نے جلیباب
خفا سے رخ انور نکالا ادھر ہی بھٹیاری نے میان آزاں پر فقرہ
حیثیت کیا۔

بھٹیاری۔ ہمیں تو آج بہن کے ہاں نیو تاہو۔ کوئی کچی دو گھڑی
میں آجاؤنگی اب ہمیں جانے دو۔ تمھاری سالی نے بڑے
پیارے بلایا ہوں۔

آزاد۔ ذرا سالی کی صورت ہمیں بھی تو دکھا دو۔ ایسا بھی کیا پردہ ہے کہ تو ہم بھی ساتھ ساتھ نہ چلے چلین۔ تھک جاؤ گی تو گود میں اٹھاؤنگا۔

بھٹیاری - بس رہنے دیجیے یہ دل لگی تہ کر رکھیے۔ گو کسی اور کو ٹھائے۔

یہ کمکزی بھٹیاری تنک کر کوٹھری میں گئیں اور سولہ سنگار
کر کے نکلیں تو میان آزاد پھر دک گئے اسوقت اُس نے ظم تھا جو بن
پھٹا پڑتا تھا۔ پٹیاں جھی ہوئیں۔ گوری گوری ناک میں کالی کالی
لونگ پیاسے پیارے کھڑے پر زلف غبربو۔ ہاتھوں میں کڑے
پائوں میں چھڑے۔ چمچم کرتی ہونی اچلیں۔ میان چاندو باز توراہ
میں منظر کھڑے ہی تھے چھپ سے ہاتھ میں ہاتھ سے کرے چلے۔
چاندو باز۔ ذرا اُنکے سامنے چمک چمک کر باتیں کرتا۔ یہ نہیں
جھینے لگو۔

بھٹیاری۔ مجھے اور آپ سکھائیں چکان بھی کچھ کھانے کے لئے تاج
میری تو بوٹی بوٹی یوں ہی پھوڑا کرتی ہے۔ نہ کہ ایسی چکھا۔ آپ حلین تو

جو میری باتوں اور میری آنکھوں پر نہ عاشق ہو جائیں تو اندر رکھتی
ہنہیں۔ بات تو اٹھین کرنے نہ دون کچھ ایسا کر دکھ وہ بھی نکاح پر
رضا مند ہوں تو اُن سے اور آزاد سے ذری جوتی چلے۔

اتنے میں وکیل کے مکان پر پہنچے۔ اہو ہو ہو۔ مکان کیا
ہشت برین ہو۔ باغ نعیم ہو۔ وہ فرخ بخش بنگلہ۔ کہ روح خوش ہو جا
پائل جائے تو آدمی بن جائے باغچہ دلکش مین تخت کچھ ہیں اور
اُپر ٹاٹ اور اُسپوری اور اُسپر سفید چاندنی جیسے لگے کا پر اور
اُسپر یارن بذلہ سبز میٹھے رنگ ریان منار ہے ہیں۔ اعلیٰ نعل
کرسیاں اُسپر بھی اجاب مین طبع رنگین مزاج۔

خدمتگار۔ (وکیل سے) گریب (غریب) پرورد ایک عورت
آئی ہے کہتی ہے کچھ کہنا ہے۔

احباب۔ کون کون کیا۔ کون آیا ہے بھئی۔ اسے میان
عورت کیسی جوان ہے یا پیر زال۔

خدمتگار۔ اب ہجور یہ تو دیکھنے سے معلوم ہو۔ مل ابھی ہے جوان
وکیل۔ کہو صبح کو آئے۔ سوقت ہنہیں۔ آخر ہو کون۔

احباب۔ واہ واہ۔ صبح کی ایک ہی کہی۔ اچی بلاؤ بھی بھئی
ہمارے سر کی قسم بلاؤ ذرا واسطے خدا کے۔ کو ٹوپی تھارے
قدموں پر رکھ دیں۔

بی بھٹیاری چھرون کو چھچھم کرتی ہوئی عجب مستانہ چال سے
اٹھلاتی بوٹی بوٹی چھڑکاتی ناز و انداز سے قدم دھرتی ہوئی چان چان
آئین جسے دیکھا پھر تک گیا کوئی چال پر عاشق ہوا کوئی ناز و انداز
پر ہر نے لگا۔ کسی کو پیاری پیاری صورت دیکھ کر بلبل تصویر
کی طرح سکتا ہو گیا۔ لطف یہ کہ تخیل کی صحبت۔

یاران سر پیل جمع۔ سب رنگیلے عاشق تن سودا کی خزان
چھٹھول۔ بگڑے دل۔ مہذب شہدے ایسے ہی ہو کر تہین

نواب۔ (وکیل سے) یا حضرت آداب عرض ہو۔ اچی قبلہ تسلیم
با انہمہ تہذیب یہ شاہد پرستی۔ گرد آداب کے مذاق پر صا دی
خلکی قسم حسینان روزگار دھونڈھ نکالی۔

منشی۔ بھئی صورت سے تو بڑے مہذب معلوم ہوتے تھے لیکن
ایک ہی مرشد نکلے۔

ششم۔ میان عالم جوانی ہاست لیکن چیز خوب ہو۔ خوش و خوش
خوش سلیقہ خوش نیز۔

وکیل۔ بھئی اب ہم کچھ نہ کہیں گے اور کہیں کیا چھا لگی قسم
جوان کی صورت بھی دیکھی ہو۔ بی صاحب آپ کس کے پاس آئی
ہیں کمان ہے آنا ہوا۔

بھٹیاری۔ الٹی خیر ایسی اجیرن ہو گئی۔

جوان۔ اے ہنہیں۔ اوہ واہ۔ تم اور اجیرن۔ ۵

گر بر سر چشم من نشینی | تازت بہ کشم کہ ناز زینہی

بیٹھے اور تخت پر آئے۔ مزاج شریف۔ مین اور میرا خدا
رعب حسن سے بات کرنا دھبہ ہو۔

بھٹیاری۔ ان بنائے ہم تو سیدھے سادھے ہیں صاحب۔
جوان۔ ہاں ترے اس بھولے پن کے مدد سے۔ آپ بھولی
ہیں بجا ہے۔

وکیل۔ واللہ بڑی مغز معلوم ہوتی ہیں۔ عورت ہو یا پیرتان
کی پری ہے۔

احباب (تمقہ لگا کر) رتجھے۔ رتجھے۔ رتجھے۔ رتجھے۔
حضرت رتجھے۔ بولی اب پو بارہ ہیں۔

بھٹیاری۔ حضور ہم یہ پو بارہ اور تین کانے تو جانتے ہنہیں
ہمارا مطلب نکل جائے تو آپ سب لہجوں کا منہ میٹھا کر دینگے۔

احباب۔ آپ کی باتیں ہی کیا کم شیرین ہیں اور حُسن ہی کیا

کم نکین ہو۔
 بھٹیاری۔ کیا خوب شیریں نکین دونوں۔ تو یہ کیسے ٹھٹھی
 ہوں۔ واہ ابھی کڑوی تعریف ہو۔
 ٹھٹھول۔ اندری شوخی۔ آنری بھین۔ بلا کا نکھار ہو
 تقریر میں جادو ہی جادو ہے۔
 اتنے میں میان چاندو باز برآمد ہوئے۔
 وکیل۔ (گھر آکر) کون۔ باہر ٹھہرے سوقت۔ لا حول ولا قوۃ
 بھٹیاری۔ میرے بھائی ہیں سکے۔ آپ دروازے دیتے ہیں۔
 جوان۔ آئیے آئیے۔ آپ کی ہمیشہ جان تو اللہ بلا سے
 بے دربان ہیں۔
 چاندو باز۔ حضور عرض کروں یہ بی اندر کھی بھٹیاری ہیں۔
 آج دور دور تک اُنکا نام روشن ہو۔
 جوان۔ اور آپکا اور آپ کے باپ کا نام بھی انھوں نے
 خوب روشن کیا۔
 چاندو باز۔ بندہ نواز سر امین ایک خوش رو جوان کرارے
 پہلوان زندہ دل صبح نفس رشتہ نصیر بزرگوار سکے ہیں۔ وہ
 انکے اوپر جان دیتے ہیں اور یہ اپنرماتی ہیں۔ کئی آدمیوں کے
 سامنے وہ قبول چکے ہیں کہ انکے ساتھ نکاح کریں گے مگر آدمی ہیں
 تلون مزاج ایسا ہو کہ انکار کر جائیں۔
 بھٹیاری۔ حضور مجھ غریبی سے کوئی چھین سکے تو ابگوٹنے
 نہیں ہیں رہا اتنا ثواب کیجیے کہ کوئی تدبیر بنا دیجیے جس میں وہ
 شکستے میں جکڑ جائیں اور سرکار کے ذریعہ سے نکاح کرنا ہی پڑے
 اب اکیلے رہتے رہتے جی گھر آتا ہے۔
 ٹھٹھول۔ اگر نکاح ہی کرنے کا شوخ چڑایا ہو تو ہم کیا برسے
 ہیں میں صدقے ہمیں سے نہ نکاح پڑھاؤ۔

جوان۔ اچھا تم نہیں ہم سہی۔
 احباب۔ ایک تم پر کیا فرض ہو جی بیان سب جھٹھوتے
 کے شہدے چھٹے ہوئے بچے جمع ہیں تم جسکو پسند کرو اسی کے
 ساتھ نکاح ہو جائے یوں سہی۔ بان جواؤ۔ ذرا نگھر کر اور اکر کر
 بیٹھنا تو ہاں لے اب جیتیے۔ خدا کرے ہمیں پر نظر پڑے۔
 وکیل۔ اچھا کل آؤ تو ہم وہ ترکیب بتائیں کہ تم بھی یاد کرو۔
 یہ بتاؤ کہ تمھارے میان کمان ہیں۔
 بھٹیاری۔ خدا گنج ہو پئے۔
 وکیل۔ ادھ تو پھر کیا مشکل ہو۔ کل تم اُنسے کہو کہ چڑھے چاندو کو
 بیاہ ہو جائے۔ جو نہ مانے تو نالاش داغ دو۔
 بھٹیاری۔ (جھک کر سلام کیا) مگر نبی نے کبھی سرکار دربار
 کی سکل (شکل) تک تو دیکھی نہیں۔ آپ وکالت کیجیے گا۔
 جوان۔ ہاں ہاں جی۔ ہمیں منت ہی کیا ہو۔ مگر جانتی ہو یہ
 وکیل تو روپیہ کے آشنا ہیں۔
 بھٹیاری۔ واہ روپیہ بیان اللہ کا نام ہی۔ ہم میں چاہے پچ لو۔
 وکیل۔ اچھا تم کل آؤ پہلے دیکھو تو وہ کہتے کیا ہیں۔
 میان آزاد کی یاری اندر کھی بھٹیاری بیٹھے بیٹھے اکتائیں نام خدا
 خوش سلیقہ بھین۔ کچھ دیہات تو بھین نہیں کہ دفعۃً فتنہ کی طرح اٹھ
 کھڑی ہوتی ہیں طبیعت کو تو کلفت ہو گئی تھی لیکن مصرع ناموزوں
 کی طرح سکے تین رہ گئیں۔ جب بکلی بڑھی تو نکلیوں سے میان
 چاندو باز کی طرف دیکھا اور چشم فسون پر داز سے اشارہ کیا کہ اب
 بوسہ بدهنا اٹھائیے اور سر امین بستر جمائیے وہ ایک خراش
 آٹھوں کا ٹھکست چھوٹے ہی تار سکے کہ بی اندر کھی رفت مشا
 فرخا کی طرح پریشان ہیں تو یوں منمائے۔
 چاندو باز۔ اسی حضور ذری گھڑی کو کلین دیجیے گا دیکھیے تو کبھی

مذکابین کب کی بڑھ گئی ہیں ۸ بجے سے چاندو خانے میں جانے کا حکم نہیں۔ کوئی میدان چاہی جو اس وقت چاندو بیچے گا کتے بھونک رہے ہیں۔ سناٹا بازار بازار بھر میں پڑا ہوا ہے۔ چڑیاں جنگل تک سوتی پڑی ہیں۔ چوکیدار خربوزوں کے کھیت بچارہ ہیں باغبان گوندنی کے کٹھکٹے کو کھٹکھٹا رہے ہیں۔ اب کوئی دم میں چکیاں چلین گی۔

بھٹیاری۔ (تالیان بجا کر) ای ادنیٰ کیا ادنیٰ رات ڈھلگئی باتون باتون میں یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ رات کدھر گئی۔ بے باتون بند رہی رخصت ہوتی ہی۔

یاران سرپل۔ ای واہ۔ یہ اندھیری رات۔ آدمی نہ آدم ذات دراد ہٹو کرین کھاتی اس اندھیاری میں کمان جاؤ گی۔ ساتھ میں ایک مرد داسو بھی عورت سے تدر۔ کیا پدی کیا پدی کاشوربا آج رات ہمیں نہ تیر کیجیے۔ فجر کو اپنے چل دینا۔ ہم تمہارے ہی جھلے کے لئے کتے ہیں۔ نہیں تو ہم پونچا دین۔

چاندو باز۔ جی ہاں گودین اٹھا لیجئے نہ۔

جب حسن ہی تو عشق کا ہونا ضرور ہے
آنکھوں کی کچھ خطا ہی نہ دل کا قصور ہے

یہ چہرہ کیا پری کا گھڑا ہے۔ واٹھ کیا گور اکھڑا ہے۔
بھٹیاری۔ اب خوش گمیاں تو ہو چکیں۔ آنکھیں بند ہوئی جاتی ہیں نیند نے بوکھلا دیا بس اب رخصت حضور بھولے گائیں۔ اتنی دیر فریے باتن کی ہیں۔ یاد رکھیے گا لونڈی کو۔

یاران سرپل۔ وہ ہنستے آئے یہاں سے ہمیں رلا کے چلے
نہ بیٹھے آپ مگر درو دل اٹھا کے چلے

وکیل۔ دکھا کے چاند سا کھڑا چھپا باز فون میں
دورنگی ہلکوزمانے کی وہ دکھا کے چلے

بھٹیاری۔ میں تو جانوں کوئی بارہ بجے ہونگے اٹکل سے کہتی ہوں چاندو باز۔ میں بھی کہوں یہ جائیوں پر جالیان کیوں آ رہی ہیں۔ اگر جالیان انگ بدن کا جو مرکال رہی ہیں۔ ہڈیاں ہر اچھر ہورہی ہیں۔ اب تو میں بھس ہو گیا۔ نشے کا دخت ٹل گیا۔ بخت حلوائیوں کی دکان میں بھی بڑھ گئی ہونگی۔ بالائی سے بھی گئے۔ آج بے موت مرے صبح صبح میان آزاد کی منحوس صورت دیکھی تھی جب تک ان دھڑوں کو ہونچے۔ بے پیر و مرشد اگر پروا لگی ہو تو رخصت ہوں۔ اب تو چاندو کی لوگی ہی۔ مگر۔

بھٹیاری۔ اگر گرتو کھو چھپرہ۔ یہ میان آزاد کا نام کیسا لیا۔ ہوش کی دو اکرم دوسے۔ قدرت خدا کی باکی کہا تو کہا اب سی اینڈی نیڈی سنانی تو مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ دست پتاہ سے پکڑ کر زبان کھینچ لوں گی۔ چلو ہٹو ایسی باتن ایک آکھ بیان میں بھاتن خدا بھوٹ نہ بلائے تو آئیں میں سویرے اپنا ہی منہ دیکھا ہو گا ناعق بن ناعق کسی پر چھدا رکھنا اچھا نہیں۔

چاندو باز۔ کیوں مفت میں چھپرہ دن سے بے زار ہوئی جاتی ہو یہاں خود ستر ہوں کرم ہو گئے۔

بوی خطا معاف کر دین نشے میں ہوں
شیشے میں موی مین نشہ میں نشے میں ہوں

دے دیں صاحب۔ اب ٹھیک ٹھیک دخت (دقت) بتا دیئے یہ تو نندی کی خدی نکالا ہی کر نیکی۔ یہاں اپنا قتل ہوا جاتا ہو ایک آدھ چھینٹا اڑا میں تو جی میں آئے بے پئے نشہ چڑھ گیا۔

یاران سرپل۔ قدرت۔ اسے میان قدرت۔ دیکھو دکا میں بڑھو گئی ہوں۔ تو انکو چاندو میں پلوادین۔ ذرا دھکڑی بی اٹھ رکھی سے محبت گریا میں۔

قدرت۔ جانے کو کیسے میں جاؤں ایک نہیں میں دفعہ مل

جوان	دکھایا نصیحت زور اپنا جب مکان سے چلے مثال نبض وہیں رہ گئے جہاں سے چلے
ٹھٹھول	ہوئے عشق سے ہے شہر بھر میں اب شہرہ قلم کی طرح جدھر ہم چلے زبان سے چلے
دکیل	انیس بار علائق یہ اور بار گناہ وہ بوجھ اٹھا کہ جو اس مشیت استخوان سے چلے
داروغہ	نہ تھا جو کوچے میں اپنا قیام مد نظر تویرے بعد مری خاک بھی اڑا کے چلے
احباب	قسم حسین کی - سوقت دل مسوس کر رہ گئے کیا پیاری صورت بانی ہی - شان کبر بانی ہی - سدم تو سب کے سب شہید ناز مرغ بسمل ہو رہے ہیں (ہاتھ جوڑ کر) از برای خدا اتنا تو اقرار کرتی جاؤ کہ کل ضرور ملو گی - ہاتھ پر ہاتھ مارو - بھٹیاری - ہو ہی میرے دل کا تو عجب حال ہی - یہ کیا جادو کر دیا بھلے انسانو - بس رخصت -
احباب	یہ بھی کوئی ہنس ہی ہو کہ رخصت کا لیکے نام سزا رہیٹھے بیٹھے ہمیں تم رلا چلیں
دکیل	آنکھوں آنکھوں میں لے گئیں وہ دل کانوں کانوں ہمیں خبر نہ ہوئی
اتنے میں بی بھٹیاری چمک کر	انا برق کنتی ہوئی چل گھڑی ہوئیں - میان چاندو باز ساریہ کی طرح ساتھ ساتھ ہیں - ادھر وہ نظر سے اوجھل ہوئیں ادھر یاران بندہ سنچ ٹھنڈی سانسین بھرنے لگے عورت ہی باجھلاوا - جادو کر دیا - سحر کر دیا - ٹونا کر دیا - والہد مشوق تو بہت دیکھے مگر یہ آنے وارہ -
بسیار خوبان دیدہ ام	لیکن تو حیرت دیکری
خیر بی اندر رکھی میان چاندو باز کو	کر سرائیں ہو چکیں - راہ

میں وہ تو اپنے حسن و جمال اور کبک دری سی چال اور رگیں خود
خال اور پیاری پیاری بول چال کی تعریف کرتی جاتی تھیں
کیون سب کے سب ہماری ادھر لوٹ گئے نہ - میان یہ تو فقیہ کی
دعا ہے کہ جس محفل میں جا کر بیٹھ جاؤں وہیں کھٹاؤ ہوئے گئے
راہ میں سیکڑوں شریف رائے آوازے کستے ہیں - ہزاروں
عاشق مزاج ٹھنڈی سانسین بھرتے ہیں - کوئی کہتا ہی نہ اندر کو
بچائے کوئی کہتا ہے اگلی اس کھڑے کے صدرے اس چھپک داری
اس سج کے قربان - اس ناز کے شاعر - قسم بوجھ اٹھا کر کسی کو
دیکھتی بھی ہوں اور جو کہیں کسی سے آنکھ رو گئی تو کلیمہ پڑھ کر رہ گیا
بی اندر رکھی تو اپنے حسن پر اتنی تھین - ادھر میان چاندو باز
اپنی ہی سناتے تھے بیچ کتنا کیسے دکیل کے پاس لے گیا
صحبت کتنی اچھی ہے - میری جان کی قسم نہ کہو گی - ہم تو ہوا خواہ
ہیں - دونوں میں خوب جھج چلی - ہوتے ہوتے میان آزاد
سے سرائیں دوچار ہوئے -

بھٹیاری - اندر آپ جاگ رہے ہیں - آج کیا ہی - چمک
تک نہ چھلکی جی - یہ کسی یاد نے نیندا چاٹ کر دی - ۶ - دل میری
طرف نظر کہیں اور نہ اتنا تو کچھ بڑے ہیں -

آزاد - ہاں جلاؤ - جلاؤ - دو دو بجے تک ہوا کھاؤ اور ہم کے کمر
بایتن بناؤ - اور غراؤ چلے بس دیکھو یا - یہ چلتے بازیاں رہنے دیے
میں ایک گھاگ ہوں مجھ سے اڑ کر کمان جاؤ گی بھلا تم ڈال
تو میں بات بات - بندہ پُرانا سیارہ -

بھٹیاری - احوالہ - یہ بدگانی - تو میرا پٹ چکی - سفینے اب
انکے مائے کوئی بھائی بہن کو چھوڑے - آخر ہم نے کیا کیا وہاں
گئے تو شہر بھر کی بھٹیاریاں جمع - خوب ڈھکون کھینچیں چل پھل
رہی دھابہ کر رہی چلی اگلی تم کو بھی لے چلیں گے -

آزاد - ہاں ضرور اور میان چاندو باز کیا کیسے۔
 بھٹیاری - کون یہ ادکھا کیے۔ آنکھیں بند کروں زمین دوز
 یگرے وہ گرے چل چل چل - دھم - وہ گر پڑے۔ اے لعنت خدا
 اتنا ہی کیوں جاتے ہو جو پھر اپنے آپ میں نہیں رہتے۔ غیر جی یہ کھڑ
 تو ہوا ہی کرے گا۔ اب یہ بتاؤ کہ نکاح کا کون دن قرار پایا ہے
 ہم آج سب کہ آئے کہ میان آزاد کے گھر پڑیں گے۔ پھر
 جھٹ پٹ نکاح پڑھواؤ۔ کھڑا جائے یہ روز روز کی فکر کیسی
 گردن میں ہاتھ ڈال کر (اچھے آزاد۔ ابکی چڑھے جاند نکاح ہوگا
 صبح شام کیوں لگاتے ہو۔ نوجوانے (خدا جانے) ہاتھی چھوٹے
 کھوٹا چھوٹے۔

آزاد - تم یہ کہتی کیا ہو۔ کیا بیج تم سب کہ ہی آئیں غضب
 ہی کیا۔ واہد کہیں ایسا کرنا بھی نہیں۔ میں دل لگی کرتا تھا خدا
 کی قسم نقطہ دل لگی تھی۔ میں پر دہی آدمی۔ شادی سیاہ کے
 کیا معنی۔ اور پھر بھٹیاری کے گھر پڑوں۔ مانا کہ تم ہو پری چم مگر
 پھر بھٹیاری ہی تو۔ اپنی وضع کے خلاف ہی جاؤ گے کے لیے سزا
 میں آن کر ٹکے میان سے بلا ساتھ لے جائیں۔

بھٹیاری - (چمک کر) جو بچ سنبھال مردوے۔ اور نیٹے گام
 بلا میں جیسے سارے شہر کی نگاہ پڑتی ہو۔ بے تکا بن بھی تو کتنا۔
 دوسرا کتا تو خون خرابا کر ڈالتی مگر کیا کروں قول بار چکی ہوں۔
 برادری بھر میں کلنگ کا ٹیکا لگے گا۔ انگلیاں اٹھیں گی۔ ہلاکی
 اچھی کی۔ تھامے ننھے سے میری ایڑی گوری ہو چاہے ملاو۔
 آئے دبان بڑے مخا دین نیکے۔

آزاد - تو بی صاحب سُنیے۔ اس خیال خام سے درگزر
 تم کو میں دیکھتا ہوں گلے کا ہار ہو گئیں کیسی شادی کس کا کیا
 گمان کا نکاح یعقول۔

بھٹیاری - معقول معقول کیا تو ہی نامعقول کل ہی تو میں ناش
 داغتی ہوں۔ تو سہی جو بیچ نہ بچاؤں۔ کیا گلے جاتے ہیں اقرار
 کر کے مگر جانا خالہ جی کا گھر ہے۔ دیکھو یہ سٹی بٹی سب بھول جاؤ
 اے واہ (انگلیاں ٹٹکا کر) ذری ٹھہرے ہوئے۔ میان میں
 جو اپنی دالی پر لٹی تو بڑا گھر ہی دکھاؤنگی کسی اور بھروسے پر
 نہ بھوکتا چھ سے بڑا کوئی نہیں۔

آزاد - تو بہ۔ خدایا پناہ۔ میں اب تک سمجھتا تھا کہ میں ہی پڑا
 مقرر ہوں مگر اس عورت نے میرے بھی کان کاٹے بھلا دی
 ساری چوڑی۔ ہاری مانتی ہی نہ جیتی۔ خداوند اکین تر کا جلدی
 سے ہو تو میں دوسری کوٹھری لون۔

بھٹیاری - (ناک پر انگلی رکھ کر) روئے روئے۔ اس سے
 چھو کر ہی ہوئے ہوتے تو کسی بھلے مانس کا گھر بتا۔ واہ سے
 مردوے۔ بھلا مجال پڑی ہی۔ کہ کوئی بھٹیاری نکائے۔

آزاد - تو سارے شہر بھر میں آپ کی حکومت ہو کچھ۔
 بھٹیاری - ہئی ہئی ہئی۔ دیکھو لہنا نہ۔ کیا سنسی ٹھھا ہو۔ کل
 برسوں ملک آئے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائیگا۔

آزاد - چلیے آپ کی بلا سے۔

چاندو باز - بلاؤ لا کے بھروسے بھی نہ رہیے گا۔ اُٹی آئیے
 پڑیں گی۔ دو چار دن تاتھیا چھگی۔

آزاد - ذری آپ چپکے بیٹھے رہیے گا۔ تو
 بے کرنگہ جوتی خورے۔ یہ تو ناز میں کامنی۔ طی کو۔
 مفت میں شامت ہی آجائے گی۔

چاندو باز - میرے ننھے نہ لگے گا۔ ہاں اتنا کہہ دیا ہی۔
 میان آزاد نے اٹھ کر دو چار چائے پڑ دیے۔ بی بھٹیاری
 نے بیج بجا کر دیا۔ ہاتھ ہی ٹوٹیں موے کے۔ کیا نہ پا کر جب جیت

مارنے لگے۔ جانو۔ اسکی ہڈیاں مفت کی ہیں سے کے بہت ڈالا
چاندو باز کمر در کھانے کی نشانی بوے تو کیا بوے (میرے بھی
تو دو ایک پڑکین جی) سو وقت تو سب کے سب در جھگڑ کر سو رہے
ترکے کی بیٹھاری اور چاندو باز وکیل کے گھر پہنچے ساری داتا
سنائی اور میان چاندو باز نے اور بھی حاشیہ چڑھایا وکیل تو
بی بیٹھاری پر ریچھ ہی گئے تھے فوراً مسودہ عرضی تیار کیا۔

اندر رکھی۔ مدعیہ ساکن سرے میں ڈو خان۔ بنام میان آزاد
خانہ بر باد ولد نامعلوم ساکن وحشت آباد۔ اندکھی مدعیہ فیل
عرض کرتی ہے۔

۱۔ یہ کہ مدعا علیہ جو شکل صورت سے بھلا مانس معلوم ہوتا ہے اسنے
اس مہینے میں کئی بار مدعیہ سے شادی کر لیا اقرار کیا بھی کہاتم
پیدنی ہو کر بھی کہا رشک نگار رانی ہو بھی مستانہ چال پر ریچھا
کبھی لال لال گوے گوے گا لون کی تعریف کی کبھی پیاری بنایا
۲۔ یہ کہ مدعا علیہ کے وعدے پر مدعیہ نے ایک رئیس سے جنگو
اُسکے ساتھ بیاہ کرنے کا شوق چرایا تھا صاف انکار کر دیا تو وجہ کیا
اس خوش رو جوان کا حسن گلو سوز دل میں ٹھپ گیا تھا۔

۳۔ یہ کہ رئیس سے انکار کرنے میں اُسکا دو ہزار سات سو تیس روپیہ
۴۔ رائے بانج پانی کا نقصان ہوا۔

لہذا ادخواہ ہو کہ مدعا علیہ فرق کر لیا جائے اور مدعیہ کے ساتھ
بیاہ دیا جاوے اور زر مذکور سود حساب سے فی صدی مع
ہر چہ مدعیہ کو دلایا جاوے۔

میں کہ نام میرا عرضی دعویٰ میں درج ہو اقرار کرتی ہوں کہ
بیان دعویٰ میرے علم و یقین میں صحیح اور درست ہو اور اصل
اسکا یہ ہے کہ شوہر مستقل دلایا جائے۔

میان آزاد تو سر میں موجین سے رہے ہیں اور بی اندکھی

اس فکر میں ہیں کہ انکے ساتھ بیاہ رہے۔ اب صبح شام ناش و غاہی
چاہتی ہو اور کچھری جگاہی چاہتی ہو میان چاندو باز اور بھی ہشہ
مے رہے ہیں۔ وکیل اور انکے احباب بذلہ سنج گوگیا شگوفہ ہاتھ
آیا انھوں نے بی اندکھی کو وہ پٹی پڑھائی کہ کھل گئیں۔ اب یہ
فکر کہ میان آزاد فرق ہو جائیں۔ اچھی قرقی ہو انکو یہ حال معلوم
نہیں کہ وہ ان کیا ہنڈیا پاک رہی ہو۔ یہ تو میان کا حال ہوا۔

اب نواب نامدار کے دربار دربار کا کچا چٹھا سنیے۔ ایک دن
نواب صاحب زنان خانے میں بیٹھے بیگم صاحب سے بیٹھی تھی
باتیں کر رہے تھے۔

بیگم۔ ای ہان۔ آزاد کس کھوہ میں وٹنس کیا میں جانوں
کوئی دو مہینے سے کم نوے ہوئے ہونگے جس دن سدا بہار کی بڑکی
کل جن کی ہنسلی بڑھائی گئی تھی اسی دن لد پھنڈ کر گیا تھا۔
میں کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔

سدا بہار۔ ای وہ چپیت ہوا۔ مواچور۔
بیگم۔ بسا غنیں باتوں پر تو میں جھلا اٹھتی ہوں پھر کہتی ہو چھوٹی
بیگم جھج سے تنکھی رہتی ہیں۔ تیری باتوں سے میرا جی جلتا ہو۔

نواب۔ تو کئی کیوں رتی ہو بھلا۔ چاہے اُدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے
میرا آزاد میان صف شکن علی شاہ کو لا ہی چھوڑ گیا۔ ہم جانتے ہیں علمی
بحث ہو رہی ہو۔ اور پھر تم جانو علم تو وہ سمندر ہے جسکا اور نہ چھوڑ
بیگم۔ (توقہ لگا کر) علمی بحث ہو رہی ہوگی۔ کیوں صاحب
میان صف شکن علی شاہ علم بھی جانتے ہیں (پھر توقہ) میں کہتی ہوں
آخر اللہ نے تم کو کچھ رتی ماشہ تولد عقل بھی دی ہو۔ موا بیڑ ذری سا
جنور کا کن کے تین دنوں میں بیٹ بھر جائے اُس کو آپ بوڑھے
حافظ سے بھی زیادہ علم والا سمجھتے ہیں (پھر توقہ) میرے نیکے کے پڑوس
ایک سڑی سودائی دن رات وہی تباہی بکا کرتا ہی اُسکی اور تھاری

بائیں ایک سی ہیں۔

سدا بہار۔ نابوی (دانت کے تلے انگلی دبا کر) اون کی کوئی
ایسا کہتا ہوں سو دلی لگوڑے کو اپنے سے مدد کرنے کو۔ واہ۔

نواب۔ تم سمجھی نہیں سدا بہار۔ ابھی تو اٹھ بیٹے ہی کے دن ہیں
نہ ان کے۔ خدائی قسم مجھے انکی بھی بائیں تو بھاتی ہیں۔ یہ کسی کا سبھا
ہے اور دو تین برس۔ پھر یہ شوخی اور جھلپاؤ کمان۔ یہ
جب جھڑکتی یا گھڑکتی ہیں تو جی خوش ہو جاتا ہے۔

سدا بہار۔ ہاں ہاں پھر جوانی تو بادل کی ہوتی ہی ہے۔
بیگم۔ اچھا سدا بہار سے کہو کہ اُسکو اپنے بڑھاپے کی قسم جو چھوڑ
بوے۔ بھلا کیوں سدا بہار۔ بیڑ بڑھے لکھے بھی ہو کر تے ہیں
منہ دیکھی نہ کہنا اٹھ لگتی کہنا۔

سدا بہار۔ بڑھاپا! ہونہو۔ بڑھاپا کیسا۔ بیوی بس یہ بائیں
تو ابھی نہیں لگتی ہیں۔ میں بوڑھی کا ہے سے ہوگی بڑھانا
تو کہوں آپ ابھی ٹانھی ہوں۔

اتنے میں غفور خدنگا رنے پکارا۔ فرخندہ۔ فرخندہ۔ ای
ہو فرخندہ سرکار سے کہدو کہ بیچاں بھرا رکھا ہے۔ یہاں
بھی بدوٹن یا بیچے میں رکھوں۔ حضور باہر نہ آئیں گے کیا۔
نواب۔ وہ چاندی والی چھوٹی گڑ گڑی بیگم صاحب کے
واسطے بھراؤ کل لبوان سے تنبا کو آیا ہے۔ وہی بھرا اور
بیچاں باہر لگا دو ہم بھی آئے۔

یہ کہہ کر نواب نامدار بیگم صاحب کے ہنسی ہنسی میں آہستہ سے
ایک جگہ لے کر مسکراتے ہوئے باہر تشریف لے گئے اور چالی چالی
رفقا انکے جاتے ہی سرقد تعلیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آواز بجاتا
ہوں حضور۔ کوئی نہیں یہ یہ دیر میں تسلیات عرض کرتا ہوں خداوند
بجز عرض ہو حضور والا۔ جو طرف سے آواز تسلیات کے چہرے چلنے لگے

خوجی۔ اُن اسوقت ملک الموت سے سامنا ہوا۔ ایسا چمکا
لگا کہ کلیجہ بیٹھا جاتا ہوا اور بے اختیار رونا آئی۔ بات تیرے گیدی چوڑی
نواب۔ کیوں خیر باشد۔

خوجی۔ پیر درمشر اسوقت پٹیر خانے کی طرف گیا تھا وہاں۔

نواب۔ اُن (دھم سے گر پڑے)

مصاحبین۔ یا علی۔

نواب۔ بھئی دل بفرار ہو طبیعت بے لطف ہوگی۔ خوجی میں
تم کو تو ہماری تشفی کرنا چاہیے تھی کہ اُن سے خود ہی روتے ہو۔ حسین
ہم سے ہاتھ پاؤں اور بھی پھول جائیں۔ اب شاہ جی سے ملو
دھونا چاہیے۔ ہم جانتے نہیں کہ انکا دصال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ
راجعون۔

رفقا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

خوجی۔ (بیک سے چونک کر) اسی بات پر پھر کچھ مٹھائی نہیں
کھلو اتنے منگو اڈو تو کوئی دکان کی مٹھائی۔

نواب۔ کوئی ہے۔ اس مرد کی گردن تو پنا۔ ہم تو اپنی قسموں کو
رور ہے ہیں یہ مٹھائی مانگتا ہے بے مکانک حرام۔

خوجی۔ دیکھو دیکھو پھر سری گردن کندھ چری سے رتی جاتی
ہے میں مٹھائی کچھ کھانے کے واسطے تھوڑا ہی منگو اتا ہوں میں
تو اس لیے منگو اتا ہوں کہ فائدہ بڑھوں۔

نواب۔ شاباش جی خوش ہو گیا۔ خوجی مجھے معاف کرنا
بے اختیار نکورام کا لفظ نکل گیا تم بڑے۔

مصاحب۔ حلال خور۔ حلال خور ہو۔

اس پر وہ فریادیں قہقہہ پڑا کہ نواب صاحب لوٹنے لگے۔ اور بیگم صاحب
نے گھر سے لونڈی کو بھیجا کہ دیکھنا تو یہ کیا ہنسی ہو رہی ہے۔

نواب۔ بھئی کیا آدمی ہو وہ اللہ روتے کو ہنسنا اسی کا نام ہے

آن سید چرہ کہ شیرینی عالم با اوست چشم میگون لبان دل خرم با اوست	خوجی بیجا رے کو حلال غریبی بنادیا۔ خوجی۔ حضور اب میں یہاں نہ رہوں گا۔ کیا بوقت کی شنائی
گرچہ شیرین دہان باد شہانند اوسلمان زبان است کہ خاتم با اوست	سب کے سب بجانے لگے کہ تو بھی بھلی۔ افسوس صفت کن علی کسی کو بھی خیال نہیں۔
میان آزاد نعرہ حق سر ہ بلند کرنے ہی کو تھے کہ ایک ستمین اور غیچہ طفک دکھ سالہ آفت کے پر کالہ نے ایرانیوں کے لب و لہجہ میں ان اشعار سحر بار کواد کیا اور میان آزاد کو تباہ دیا	اتنے میں نواب صاحب پانگ پرور راز ہوئے اور رفقائے سے کوئی چاندو خانہ پہونچا کوئی اقیم گھونٹنے لگا۔
اسے نسیم سحر آرا گہ یار کجاست منزل آن مہ عاشق کش و عیار کجاست	رند سا غر خوش۔ فتنہ ہمدوش۔ ستم ایجاد۔ میان آزاد سر میں کھٹیا کی پانی پر مرنے سے بیٹھے سرور کے ساتھ بلبل شاخسار
اس پر میان آزاد کی پیاری بی اندر کھی بھٹیاری بھی انا ابرق کتی ہوئی آمین اور یوں گامین۔	معجز طرازی حضرت سان الغیب خواجہ حافظ شیرازی محل بیتواہ کی یہ غزل بہن داودی لہلہ کر پڑھ رہے تھے اور اس مرت
شب تاریک ورہ وادی میں پیش آتش طور کجا موعید دیدار کجاست	صہبا سے عرفان کے کلام سحر نظام پر احسن و مر جا کہ رہے تھے اگرچہ بادہ فرخ بخش دباو گل سیرت
ہم سے عارت با قدر ولی حق آگاہ میان آزاد درویش شیخوخت پناہ ترے کہ اٹھے۔	در آستین مرتع بیادہ ہسان کن کہ چو چشم صراحی پیالہ خون ریزت
دلزم از مومہ و صحبت زندان گرفت باز تر سایہ و خانہ خار کجاست	عراق و فارس گرفتاری بشعر خوش حافظ بیا کہ نوبت بغداد وقت تبریز است
سب کے آخرین میان چاندو باز بھی منمنائے۔ انھوں نے دیکھا کہ سب بلبل ہزار داستان کی طرح ہوت چمک رہے ہیں ایک ہم ہی پھٹی رہے جاتے ہیں کچھ بات نہیں ہوئی کے شدید دل میں داخل ہو گئے اور بوسے تو کیا بوسے	مقطع پر میان آزاد لوٹ گئے اور عین حالت وجدان میں غافلہ جزاک اللہ بلند کرنے لگے۔ اور چار پائی سے دس دس اگل چھین
اگر بیا بد ملک موت کہ جانم برد بے دوسم چھپنے کشتی روح زمینم	بار بار یہی شعر شیرین اور کلام رنگین زبان پر لائے کہ عراق و فارس گرفتاری بہ شعر خوش حافظ
اب میان آزاد چکر لائے کہ خداوند ایہ اسرار کیا ہی۔ ان بزرگ نے آکر حضرت خواجہ حافظ طاب ثراہ کا کلام معجز نظام پڑھا تو مقام استعجاب نہیں۔ گہری اندر کھی اور حافظ شیراز کا شعر اس آب و تاب سے پڑھیں اور شین فان درست۔ فقرے اور بندش چست۔ حیرت مندی کہ یا لمعجب یہ کیا بوالہجی ہو اور طرہ یہ کہ ذری ساوند اور بھی جھوم جھوم کر۔ ۶۔ اے نسیم سحر آرا گہ یار کجاست بن پڑھ رہا ہی اور میان چاندو باز جنکو تھک اور چاندو اور بسواور گرفت اور چھپٹے کے سوا دنیا و مافیہا کی خبر ہی نہیں وہ بھی مصروف	اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ حلقہ پوشان بہشت کی طرح جامہ سبز دربر اور شملہ بقدر علم بر سر سامنے آن کھڑے ہوئے چہرے سے نور آہی برستا ہی۔ ریش مبارک یک مشت دودا میان آزاد اور اس بزرگ قدسی نہاد کی چار آنکھیں جو ہوئیں تو اس بزرگ موصوف نے یوں فرمایا

جیب سے ایک روپیہ نکال دیا کھن سے بی اللہ رکھی بھین کہ ہوت
میان آزاد حاکم کی قبر پر لات مار رہے ہیں فرط شغفی سے چک کر
آگے بڑھیں اور ہاتھ ایک عجیب اداسے دلربا سے بڑھا کر کہا
(اور مہین، ۹)۔

آزاد۔ بھائے یہ جان حاضر ہے۔
چاندو باز۔ سب زبانی داخلہ خالی خالی باتیں۔ اور بوی کہ
یہ خبر ہی نہیں کہ دلالی انعام میں دیدی گئی۔ میان ہی کی جوتی
میان ہی کا سر۔ ہوتا اٹھی چلی مین مانگنے۔ لپڑی کی خبر ہی نہیں
بہروپے کو کیا جھٹ سے دلالی اڑھا دی یہ نہوا کہ بی بھٹاری کو
بھی ادوی اطلس کا پانچا مہ بنوا دیں۔ پڑتے کی چوڑی گوٹ لگی ہو
یہ نہ نہوا کہ چاندی کے چھڑے بنواتے کہ سرا بھڑ میں جھماچم کی آواز
گو بختی یہ نہوا کہ کسی دن ہکو دوچار روپیے دے ڈالتے کہ بھئی
اتنے دن ساندنی کی رکھوالی کی ہو۔ جاو میان بس تم کو بھی دیکھ لیا
گون کے یار ہو۔ چڑی جائے دمڑی نہ جائے۔

بھٹاری۔ (ہنستی ہوئی) او واہری تیری ہانک۔ کہیں گری تو
ہنیں چڑھ گئی۔ نذر چنڈیا کے پٹے کتر وادال۔ نرا گوکھا ہی رہا
یہ چڑی اور دمڑی کا کون موقع تھا۔

آزاد۔ انکی نہ کو یہ جوتی خورے مین پٹنے کا انھیں ڈر نہیں جوتے
کھانے کا انھیں خوف نہیں۔ گالی کھانے کا انھیں لحاظ نہیں
خاصے پاک مہاک چھٹے ہوئے ٹرے مین مردک کرکتے ہے
شرم نہیں آئی کہ ساندنی کی رکھوالی کی۔ اچھی رکھوالی کی۔ وہ تو کیے
قسمتوں سے ملگئی ورنہ ہم تو ہاتھ ہی دھو چکے تھے۔ اور اوپر
باتیں بناتا ہے شرمائے نہ شرمائے دے۔

بھٹاری۔ چلو یہ باتیں تو ساری عمر نہ ختم ہونگی اب کو نکاح
کی کب تیار بنائے ہیں۔

خوش الحانی اور شہنشاہ غورخانی ہو گئے۔ ایک نظر غلط انداز سے
انھوں نے سب کو آنکھ بھر کر دیکھا مگر بھیرت میں غوطے کھا رہے
ہیں کہ آئی مین یہ غلاب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ آخر یہ ماجرا کیا ہو
اس بھٹاری کو خالی کلام سے کیا سر دکاؤ اور یہ سبز پوش کون
بزرگوار مین جنکے چہرے نور آئی اور صفات لالکہ نورانی آشکارا
ہیں و اللہ قسمیوں نے لاہوت پر بھی یہ تماشا نہ دیکھا ہو گا جو ہم
میان مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خدا کرے کسی طرح یہ بھید ہم پہنچ جائے
و اللہ اس وقت تو پیٹ مین چوہے چھوٹے مہے مین کہیں یہ سب
ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اٹھائیں تو ہم بی اللہ رکھی کی خوشامد کرین کہ واسطے
خدا کے کچھ حال ہیں بھی تو بتاؤ انھوں نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا
کہ وہ بزرگوار رنگے سیار مین اور بی اللہ رکھی کی طرف دیکھ دیکھ کر
مسکرا رہے مین ایک دفعہ ہی اُسے حق حق تین بار کہا اور بھٹ سے
زمین پر گر پڑا تب تو یا علی انکر میان آزاد چھپے اور انکو ترسے اٹھایا۔
یا حضرت یہ جی آنا کہنا تھا کہ وہ بزرگ آنکھیں کھول کر مسکرائے اور
میان آزاد کو جھک کر سلام کیا اور کہا (ہنور میرا انعام ہوا) سچ کیے گا
ایسے بہروپے کم دیکھے ہونگے کیوں کیسا روپ بھرا۔ لونڈے نے کہا اور
بھٹ کیسی باری بولا بی اللہ رکھی مسکرا کر بولیں (ہم نے بھی کیا جلد تک
نہا دیا) میان چاندو باز موچھوں پر تاؤ دیکر فرمائے لگے کہ کیوں بھئی
شعر خانی مین بھی اپنے چاندو کو نہ چھوڑا۔ میان آزاد اس درجہ خفیف
ہوئے کہ گویا عرق خجالت کے سیکڑوں گھڑے ان پر ٹپکے۔ البتہ
خوش مہے کہ بھٹا کرنی اللہ رکھی کی فوق بھڑکے لائی مسکرا انعام مین
چٹ دیدی بی صاحب نے دیکھا تو دلالی گئی مگر ہشاش بشاش کہ
آزاد نے چھ چھڑ چھاڑ مین کی۔ بہروپے نے دلالی کو جھک کر سلام
کیا اور میان لونڈے نے دیکھا کہ مین ہی رہا جاتا ہوں بڑھ کر
میان آزاد کا دامن بکڑا نہیں کچھ بھی نہیں حضور! میان آزاد نے

آزاد۔ ابھی اس حال کی اسید آپ کو ہو۔ واللہ کتنی خوش عقیدہ ہو
سچ ہے دنیا بہ امید قائم۔

بھٹیاری۔ چہ خوش چہ رانا شہر معقول۔ کیا آپ کل بھی جائیں گے
ایمین تو چڑھو مٹی عدالت واہ کہہ کہہ کر کر جائے کیا ہنسی بھٹھا ہے
مجھے بھی کوئی ایسی دسی سمجھے ہو۔ مجھ سے بڑی کوئی نہیں۔

آزاد۔ اخاہ۔ یہ ختم چہم۔ یہ دعویٰ۔ واہ بی واہ۔ عدالت اچھا
کیا ناش کیجیے گا۔

بھٹیاری۔ کیوں! کیا کچھ شک بھی ہو۔ کریں گے اور بیچ کھیت کریں گے
ہم کیا کسی کے دلیل ہیں۔ یہ کبھی جیڑی باتیں وہاں ایک نہ چلیں گی
دیکھیے گا مزے۔ دیکھ لیا دیا نہیں ہو معلوم ہوگی قدرانیت
(عافیت)

چاندو باز۔ (ڈھکی برہاتھ پیر کر) اور گواہ کو دیکھ رکھے پرومٹ
ڈالائی کیا جھپٹ اٹھادی۔ برائی ڈالائی کے آپ کون دینے واسے
تھے یہی ثبوت کافی ہو اور میں تو وہ تقریر کروں کہ آپ کے ہوش
اڑ جائیں ایسے گواہ بھی نہ دیکھے ہونگے۔

آزاد۔ اچھا تو میان جھگڑا کا ہے۔ یہ شوق سے ناش کریں نہ
اور آپ کو بھی دین تو چشم ماروشن۔

چاندو باز۔ کیا! چشم ماروشن۔ یا چشم ماروشن کیا ایک ہی
آنکھ ہے۔

آزاد۔ اب ایسا انوکھ مین دونوں پھوڑوں۔

چاندو باز۔ ذری میرے منہ نہ لگیے گا۔ ہاں میں نے عرض کر دیا
میں پھر گدا ہی دوں گا۔

بھٹیاری۔ (جھڑک کر) چل ہٹ بڑا آیا دہان سے گدا دینے والا
ایسا ہی ہوتا تو نہ جانے کیا کرتا۔ گدا دینگے۔ ابھی میں جھٹ جاؤں
تو ٹخنہ کھا جائے گدا دینگے۔ اور پٹ چکا ہی تیرے بڑا بیجا ہے

غیر میان چاندو باز تو اپنے گھر سے اڑ رہی اندر بھی چھپر کھٹ
پر سرور ہیں۔ میان آزاد کے پیٹ میں چہ ہے چھوٹے دل ہی دلیں
سوچنے لگے کہ کیوں جی جو کہیں بیچ حج اُسے ناش داغ دی تو بڑی
ہنسی ہوگی دیکھ کا نام لیا ہو۔ ایسا انوکھی دیکھ چنگ پر چڑھ جائے
انکی دو گھڑی کی دل لگی ہوا اپنا کام تمام ہو جائے۔ اسی سوچ میں
میان آزاد سو رہے۔

شوخ مددش فتنہ ہمدوش۔ ستم ایجاد۔ جان آزاد بی اندر بھی بھٹیاری

جاگی مرغ سحر کے غل سے
اچھی نکلت سی فرش گل سے

میدان نشہ بازی کے یکہ تازہ بی بھٹیاری کے ہمارے میان چاندو باز
گرمٹ لیے۔ دے پھندے سامنے موجود۔

چاندو باز۔ لگی بھی کیا بڑی ہوتی ہو۔ ہوئے کمان تو اٹھ اٹھ بنے
ملک بلنگڑی پر دراز رہتی تھیں۔ راحت افزا پھولوں کی ٹنکھیا
جھلا کرتی تھی۔ خبر کو چاندنی تان دیجاتی تھی کہ دھوپ سے گورا گورا
کھڑا کھلا نہ جائے مگر پھر بھی جھین جھین کے شاعر آتی ہی تھی گل
چپی کرتی جاتی تھی۔ بی اندر بھی ہیں کہ مسہری ہی پرانگڑا لیان رہی
ہیں کبھی ادھر کر وٹ بدلی۔ کبھی ادھر لڑھک کر ہو رہیں ملجا لباس
اور سپر عطر فتنہ کی بوباس کو سون بھینی بھینی ملک سے دماغ مغنہ
ہوا جاتا ہو۔ زلف چلیپا کیا مشک اذفر تھی یا خلعہ وغیرہ تھی۔ یا آج
دیکھیے تو سویرے سویرے منہ اندھیرے آنکھیں کھڑا سی کھلی
ہوئی ہیں۔ کبھرے بال چہرے کی بلایں لے رہے ہیں۔

آزاد۔ (چادر کو منہ سے اٹھا کر) جھوٹے پر خدائی مار شیطاں کی ٹنکھیا
بلنگڑی! یہ نہیں کہتے ہو کہ ٹوٹی پھوٹی کھاٹ۔ اور وہ راحت افزا
اور گل شہو کمان ہیں۔ اپنے ہاتھ سے تو بوی پنکچیا بھلتی ہیں کہتے لگے
مشک اذفر ہے۔ اور خلعہ وغیرہ۔ بات تیرے خوشامخوڑے کی

دوم میں رستا باندھوں۔ دہلی بنے تک تو بیوی دھوپ میں پڑی رہتی تھیں سہری اور بھوپوں کی بچھیا کی ایک ہی کہی۔
چاندو باز۔ جی ہاں آپ جے پھوپھے بھوڑے۔ فریاد کیجئے آزاد
آزاد کیسی شکایت۔ کسا شکوہ۔ ۶۔ تقدیر سے گلہ ہی بتوں سے گلہ نہیں

میں نہ فریادی بتوں کا ہوں خدا کے سامنے
آشنا کا کیا گلہ نا آشنا کے سامنے

اللہ رکھی۔ اونیواس پتا بجی سے مطلب کیا جب سرکار کا پیادہ
ایک تباہ میان کی آنکھیں کھل جائیں گی یہ کہ کہہ کر کرنا۔ وہ کیا ہنسی ہی
چاندو باز۔ جلو بھرا ب دن چڑھتا جاتا ہی۔ وہاں ہوا میں نہ بھی
لنگھی جوئی میں بھین بھین لگتی تھیں۔ اور وہ سرکاری درباری آدمی
ٹھہرے ایک انار و صد ہمار۔ ایک انکو رو صد نور۔ مقدمہ واسے صبح
شام ڈٹے رہتے ہیں۔ جب دیکھو گھیاں مٹ مٹن جوڑی گاڑی
ٹھوڑے باقی پالکی۔ اکے یا بونس میانے دروازے پر موجود۔
آزاد۔ بس چپ نہ ہو رہے بکتے جاؤ نہ۔ آج سر در غب گھٹے
ہیں معلوم ہوتا ہے۔

چاندو باز۔ اجی ہیان بی اللہ رکھی کی بدولت رز ہی سرور
گھٹے رہتے ہیں میان آپ اپنی کیے۔ کہ ہر دم کچے گھڑے ہی کی
چڑھی رہتی ہے اب دیکھیے نشہ ہرن ہوا چاہتا ہی۔ انشا اللہ
بی اللہ رکھی نے کوٹھری میں جا کر سنگا کیا اور گھر کر حلیہ تو
میان آزاد کی آنکھ پڑ ہی گئی۔ ہائے حسن بھی کیا بڑی چیز ہے چار
آنکھیں ہوئیں تو دونوں سکرادیے۔ میان چاندو باز کن آنکھوں
سے دیکھ ہی رہے تھے بولے کہ

آنکو دیکھا تو یہ ہنس دیتے ہیں
آنکھ چھپتی ہی نہیں یاری کی

ہنسے چھپتی ہنسے۔ ۶۔ وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو سکر تے ہو

آزاد۔ رکھ کا شور ہو مورنگی صدمے پیا
قد کشی آج وہ سرور میں کرتے جاتے
اوشہ حسن تے عشق میں مئے کیلے
لڑکے ہوتے ہیں نفیرنگی دعا سے پیا

اتے میں بی اللہ رکھی ایک ہری ہری نازک سی چھتری لگائے
چاندو باز کو ساتھ لیے ہوے چھچھم کرتی چلیں۔ بازار میں جھڑ
جاتی بھین سیاراں سر پہل آوازے کہتے تھے۔ جسے دیکھو مصروف
نظارہ بازی ہو مگر وہ غور حسن سے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں
دیکھتیں۔ چاندو باز ہٹو چودت دیک کرتے جاتے ہیں۔ ذری ہٹ
جانا سامنے سے۔ این اواہ میان۔ کیا چھکڑا آتا ہی۔ ہٹ جاؤ بین
کو یا وحشت آخر کیا ہی کیا۔ کچھ معلوم تو ہو۔ آغا۔ یہ کہنے یہ انکی آمد کر
تھی۔ کیون نہیں۔ تو صاحب ہٹ گئے بس۔ مگر وہ سے زمانے
اب بجلے بانسوں نے بس یہ شیوہ اختیار کیا ہی کہ ایک کو ساتھ لیا
کئی کے وارث بنے۔ بازار بھر میں غل جاتے چلے جاتے ہیں۔
ایلا حول ولاقوہ۔

عاشق تن۔ اسوقت تو بازار بھر مرغ بسمل کی طرح تڑپا ہی
بی اللہ رکھی اور میان چاندو باز آگے آگے پو قدمے جا رہے ہیں
اور میان عاشق تن بڑھکے پڑھکے نیچے آ رہے ہیں طبع موزوں کا
دریا ہو کہ ادا آتا ہی۔ شعر پڑھ رہے ہیں تک سے مطلب نہیں
کبھی دیوان ناسخ کا مطلع پڑھ دیا۔ کبھی عمر خیام کی رباعی بک دی
کبھی مایقما یاد کرنے لگے۔ کبھی خالق باری کے شعر و زبان میں
۶۔ چیل ہو درگوش کن گفتار میں۔ اور سمجھاتے بھی جاتے ہیں
کہ اس ذرا سے مصرعے میں۔ ہو درگوش کن گفتار میں بپا
برائے بیت ہی۔

چاندو باز نے دیکھا کہ یہ اچھے بگڑے دل لے ساتھ جو ہوا تو
پچھیا ہی نہیں چھوڑتے۔ اور ٹھہر جو کھولا تو دیوان کے دیوان

بڑھ دے۔ اسے کسی طرح بچھا چھڑانا چاہیے۔ اتنے میں شوق
نے کہا۔ ۵

چھپر خوبان سے چلی جائے اس کے چہرہ میں اور تو حسرت ہی سہی

چاندو باز بولے کہ حضرت آپ کون ہیں اور یہ ساتھ ساتھ آواز
کتنے ہوئے آپ کیوں آتے ہیں۔ یا آگے بڑھیے یا پیچھے چلیے۔
کسی بھلے مانس کو ستانا کیا معنی۔ سپر ہی انڈر رکھی نے چاندو باز کے
کان میں چپکے سے یوں کہنا شروع کیا۔ سنو تو بھلا۔ یہ بھی تو شکل
صورت سے بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں اسے کچھ کہنا ہو پس
یا تو انھیں اپنے یہاں لے چلو۔ یا انکے یہاں چلو۔ ہاں تو یہ کیسے
اب آپ اپنی ریچھ گئیں۔ اچھا ہمارا برج ہی کیا ہے۔ ہم تو حکم کے بندے
ہیں موی جی کو منظور۔ مگر جیتی تو وکیل کے پاس تھیں۔ کمان رضی
دینے کی فکر میں تھیں کمان اس سڑی سودا سے بال و پر ملا
کی فکر ہوئی سچ ہو معشوقوں کے مزاج کا ٹھکانا ہی کیا تو آخر یہ تو
بتا دو کہ اس سے کون کیا۔ کہنا اور سننا کیا معنی ہی کہو کہ انکو
آپ سے کچھ کہنا ہو۔“

چاندو باز۔ یا حضرت ذری اوھر کلی میں آئیے گا۔ آپ سے
کچھ کہنا ہے۔

عاشق تن۔ واہ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ چلیے اس گلی میں مگر نہوہا
بیچ سڑک پر اکیلا کمان چھوڑ جائیے گا۔ انھیں بھی ساتھ لیتے
چلیے بی تم بھی چلی چلو نہ۔

عاشق تن اور چاندو باز اور وہ تینوں گلی میں گئے تو دیکھا کہ
اُس گلی کے اندر ایک اور گلی ہو سہیں دھنسنے۔ اس کے اندر ایک
گلی تھی سہیں گھسے کیسے چھوڑ کیا حکم ہو، اُجی انکو آپ کچھ مشورہ
کرنا ہے ہاں۔ زہے نصیب زہے نصیب اس وقت تو سہنے
منہ مانگی مراد پانی دل کی آرزو برائی۔ یہ اور میں ہلا میں آج اپنی

قسمت پر ناز ہو۔ کیسے بی صاحب جو حکم۔ او تو اس گلیاں میں
کیا کہوں۔ کوئی آئے کوئی جائے۔ کھڑے کھڑے کہیں بائیں
کرتی میں ہمیں اپنے گھرے چلو تو خیر۔ کیا مضا تہ (مضا تہ) چلیے
واہ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ چاندو باز سوچے کہ دوسرا گل بھلا چاہتا ہے
پوچھا کہ میان تھا راکمان بیان سے کتنی دور ہو چکا ہے کو سون
ہو تو میں لپک کے بھی کرایہ کروں۔ اسنے اتنی دور چلا نہ جائے گا
عورت ذات اور نازک اور دھوپ اب زیادہ ہوتی جاتی ہے انکو تو
مائے نزاکت کے چھری ہی کا سنبھالنا دیکھ رہا ہے۔ اتنی دور
جائے گا کون۔ آندھی روگ۔ نا صاحب دور نہیں۔ بس کوئی دس
قدم۔ ایسے ایک لمحہ میں پہنچتے ہیں۔ چلیے تو عاشق تن نے
چھری لے لی اور خدنگا رکھی طرح چھری لگا کر ساتھ ساتھ چلنے لگے
چاندو باز نے دیکھا کہ اچھا گا ددی ملا۔ اپنا بوجھ بھی اُن پر لادا
اور خود بھی چھری کے سایہ میں رکھیں بنے ہوئے چلنے لگے گلیوں
سے نکلے سڑک پر آئے۔ سڑک سے بائیں کو مڑے مائے
میں گئے پڑھا ہی اُترے پھر بازار ملا۔ چلیے کھٹ سے عاشق تن
مکان پر تھے۔ صحن میں چوکیوں پر صاف ستھرا فرش بچھا ہی جا کر
بیٹھے۔ خدنگا رکھیا جھانے لگا۔

عاشق تن	وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
	کبھی ہم انکو بھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
چاندو باز	عشق بٹل میں اترے تو قفس میں آتش
	بوئے گل پھاند کے دیوار گلستان آئی

عاشق تن۔ جب ہم چھپے ہوئے گر گئے بد معاش تھے تب تو ایک
بھی معشوق پری پیکر نظر نہ آیا۔ اب جو توبہ کی تو یہ صورتیں دیکھنے میں
آتی ہیں ۵

یوں تو لے ابر تبا بھی ہمیں لتا تیرا
تو بہ کرتے ہی جھنگتی ہو سیاہی تیری

مگر اپنا عشق بھی دُنیا سے نرالا ہو جسکو دل دیا شکو دیا۔ پختہ مغز
جنون ہوں۔ جان جائے۔ مال جائے۔ عزت جائے۔ بدنام ہوں۔
ستم سوں۔ یہ سب گوارا ہے مین تو ہزار جان سے عاشق زار ہوں
کو تو بانی مین کو دیر بٹن کو جلتا بلتا انگارا اٹھانوں ہمارا عشق خام
ہنیں جان کا دینا یہاں بائیں ہاتھ کا کرتب سمجھتے ہیں۔ ۵
تو عاشقانِ مسلمِ ندریدہ جائے کہ تیغ بر سرِ غمِ بندہ دار در پیشِ اند

چاندو باز۔ اب انکا مطلب سنئے۔ یہ جاری ابھی کوئی اٹھا
ایشن برس کی ہوئی۔ ۶ ابھی کل تو پیدا ہوئی مین مگر ملاکی شوخ
طبیعت اور چپقل در بات ایسی تار تری مین کہ جسکا حق ہو حسن جمال پر
تو آپ ہی سمجھتے ہیں۔ اب سنئے کہ اُنکے میان یہاں سے لڑھکے لڑکے
اور شاید کچھ بڑا ابھی کیا تھا غیر غرض کہ بھاگ کے حیدر آباد کن
گئے وہاں کسی کو گھر مین ڈال لیا۔ اب یہ اکیلی مین۔ انکا جی بکھرتا ہو
اور پھر آپ جلنے یہ شباب یہ سن عشق ہو کہ بیاہ کریں۔ ادھر
اُدھر مین اور یہ دونوں لکڑو شر و گھرو جان ڈھونڈتے تھے
کہ حسن اتفاق سے سر امین ایک جمیہ کراچوان لایا ابھی سہجی مین
بھٹیاری۔ ہان گلے گلے کے جوان مین اور میان آنکھیں تو ایسی
ریسی دیکھیں نہ سین مین کیا کہوں تم سے بس دیکھنے سے تعلق ہو
چاندو باز۔ او تو بھی کو اب کہنے دو۔ تم تو بات کاٹے دیتی ہو
ہاں تو حضرت مین کیا کہتا تھا۔ ہان اُنی انکی جا را آنکھیں ہو مین تو
اُدھر وہ ادھر یہ دونوں گھائل ہو گئے۔ پہلے تو آنکھوں ہی آنکھوں
بایتن ہو اکین پھر گل کے صاف کمدیا کہ ہم کو بیاہیں گے مگر پھر
نکرتے۔ رہا ایک بات یہ تو ہو کہ جب اُنکو دیکھتے ہیں تو ٹھنڈی
سانسین بھرتے ہیں اور اُن اُن کرنے لگتے ہیں۔ اب انکا
قصہ ہے کہ اپنا لاش جڑوین۔

عاشق تن۔ اُجی اُنکو بھاڑ مین جو نکو۔ جو بیاہ ہی کرنا ہو تو ہم سے

نکاح پڑھوانو اُنکو دھتا بناؤ۔ واہ چاہے تھا اُنھیں عاشق ہونا
اُننے تم ہی عاشق ہوئی جاتی ہو۔ ہمارے ساتھ عقد کرو۔ دونوں
کے دونوں منے سے رہیں۔ پھر دو بیوی کیا مرضی ہو۔
اُندر کھی۔ بیج کہوں۔ تم مردوں کا ہمیں اعتبار و مڑی بھینیں
رہا اب جی نہیں چاہتا کہ کسی سے دل ملائیں اور محنت کا
(مفت کا دکھ لیں۔

عاشق تن۔ تم نے ابھی مین بچا نا ہی نہیں۔ باپچون اُگلیا
برابر نہیں ہوتیں۔ بھلا ہمیں بھی آزاد دیکھیے۔ ہم شریف زارے
ہیں بیوی۔

اُندر کھی۔ بیج کہوں۔ لوگ ایرے غیرے تو ہمیں ساری خولی
یہی سمجھتی ہو کہ اُندر کھی بڑی خوش نصیب مین۔ مگر میان مین کسے
کہوں دل کا حال کوئی کیا جائے اُنھوں نے چمک دمک دیکھی اور
مرنے لگے۔ اب مجھ سے سنو کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی بد قسمت ہی نہیں
اس سن مین میان ندارد۔ اُٹھی جوانی اور یہ حیرانی کہان ماری
ماری پھرون۔ دن رات اسی سوچ مین رہتی ہوں کہ کوئی
بھلے مانس ملین تو نکاح پڑھوانوں سو میان اپنے سوچ سمجھ لو
اور مجھے قول دو۔

عاشق تن۔ قول مردان جان دارد۔
چاندو باز۔ یہ دیکھیے عرضی دعویٰ ہے۔

عاشق تن۔ ارے یہ کس ہاگل نے لکھی ہو جی۔ یہ اکین ایسا
ہو سکتا ہے بھلا۔ سرکار یہ نہیں کر سکتی ہو کہ آزاد کو خواہ مخواہ تھیں
دوا ہی دے۔ ہاں اتنا ہو سکتا ہو کہ ہر تہہ دوا دے سو اسکا
بھی ثبوت مشکل ہو ذرا۔

بھٹیاری۔ اُجی ہو گا بھی مسودا (مسودہ) پھاڑو۔ اب
میان آزاد سے مطلب ہی کیا رہا۔

عاشق تن۔ ہم بتائیں۔ نالش تو داندو۔ ہر جہ ملا تو بہر ہی
کیا ہی باقی بیاہ کسی کے اختیار میں نہیں ادھر تم مقدمہ جیتیں ادھر
ہم ہرات لے کر آئے اور تم کو سسکچیاں پر بٹھا کرے چلے۔
اقتدر رکھی۔ تو جوتم بھی دکیل کے یہاں تک چلے چلو نہ۔
عاشق تن۔ ہاں۔ ہاں۔ چلو۔ چلو۔
عاشق تن اور میان چاندو باز اور بی اندر کھی جلیں کھیل
کے یہاں۔

میان آزاد ایک دن خواب نگر گوش سے بیدار ہوئے تو سوچے
کہ وہ اللہ راہ سے ہم بغیر ہی بھی تو کمان تک۔ آزادی تاکجا و اللہ
آئے تھے تماشہ دیکھنے لیکن خود ہی تماشہ نگے پہلے تو وہ فکر
ہوئی تھی کہ ساندنی شتر غرنے کرنی ہوئی سدھارین۔ داہر
اٹھی کے سننے والے۔ اور اسکی کاٹھی اپنے ہی اوپر کسی بڑتی پھر
یہ گاج بڑی کہ بیاہ کا قول ہاے۔ مگر کھکھلی تو بے نشانہ ہاتھ میں
برات نکل گئی خود بدلت نئی شکر پر بتا پوجتے چلے جاتے ہیں
اور جو کہیں نواب کے آدمی جھوٹیں تو پھر خدائی بھڑن اپنا ٹھکانا
نہ رہے چور کے چور نہیں اور انوکھے اٹو بنائے جائیں اور طرہ
یہ کہ کسی کے منہ دکھانے کے لائق نہ ہیں۔ کوئی کمان تک
بدنامیوں کا نوکر اٹھاے۔ اس آزادی نے تو کلنگ کا ٹیکا
نگایا۔ ابرو پر بانی پھر گیا۔ عزت خاک میں لگئی۔ ابھی دیکھے
کیا کیا ہوتا ہے کس کس کی ناز برداریاں کرنی پڑتی ہیں کس کس
آگے سری ٹیک کی نوبت آتی ہے۔ کمان کمان ٹھوکرین کھاتے ہیں
کیسی کسی زکین باتے ہیں سلجھی ہوئی بات ہم نے الجھائی دل کا
دل دکھایا اور داغ کا داغ پایا۔ جب دیکھو تلوے کھلایا کرتے
ہیں۔ دنیا بھر کا راستہ ناپتے پھرتے ہیں۔ اس جنون
کے صدقے جس نے ہمیں دشت دکھلایا فلک بے مہر

نے کبھی نگہ رحم نہ فرمائی۔ کوئی دم چین لینے ہی نہ دیا مگر پہلے کاٹھا۔
چھبتا ہی پھر کہیں بھول ہاتھ آتا ہی خدا کو اسی میں کچھ عجیب کی بہتری
منظور ہوگی۔ ۵

دور دہر کسے بہ گلزاری نرسید	تا بر دلش از زمانہ خاصے نرسید
در شانہ مگر کہ تا بعد شاخ نہ شد	دستش بسر زلف نگاے نرسید

دفعہ سر میں غل مچا۔ لینا۔ لینا۔ لینا۔ یہ گڑبڑا کر کوٹھڑی کے
باہر نکلتے ہیں تو۔ ۶۔ کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہی نہ ساندنی نے ہی
وسی توڑتا کر پھینکی ہی اور سر بھر میں اچکتی پھرتی ہی گر حقیقت
حال حضرت نہ سمجھے کہ ایک ٹھٹھول نے دل لگی دل لگی میں رسی کو
چاقو سے کاٹ ڈالا اور جس میں جنگی ڈال جا لو بھاگ کھڑی ساندنی
پہلے تو ایک مسافر کے ٹوٹی طرف جھکی اور اسکو اسے پشکون کے
بوٹھلا دیا مسافر بچا رہ ایک لگا لے ہوئے کھٹاکھٹ ہاتھ صاف
کر رہا ہی مگر کہیں کھپا بچون سے اتنے بڑے جانور مانتے ہیں
پھر جو وہاں سے طرارہ بھرا تو دوتین بیلون کا کچھ مڑی نکال ڈالا
گاڑیاں ہائیں ہائیں ہائیں کر رہا ہے لیکن اس آئین ہائیں
شائیں سے بھلا اونٹ سمجھا کے ہیں۔ یہاں سے بلا کی
طرح چھٹی تو ایک کھار حبیب میں آگیا۔ دھم سے منہ کے
بھل زمین پر۔ مٹی کے بھوے بھالے کھلو نے سب چکنا چور
پھر دم دبائے ہوئے ذقند بھری تو دو چار اکون کو گردیا کسی کی
کمانی توڑی۔ کسی کے انجیر بخرانگ۔ سر میں چو طرف غل مچا ہوا
ہے۔ ٹوٹ والا اپنا سر پیٹا ہی۔ گاڑیاں کھڑا رو رہا ہے کھار
ادھر اہو گیا۔ چاندو باز تو بڑا دکھاتے پھرتے ہیں منہ سٹوٹ
آدمی فقرے پر فقرے جست کر رہے ہیں۔ تھان ہی تھان
واہ ری اونٹنی کیا کنا ہے دے بڑے کھکھلات چبا چا ایک کھکھ
چاندو باز ساندنی کو پکڑنے دوڑتے ہیں تو یار لوگ دور ہی

تالیان بجا دیتے ہیں وہ اور بھی بوکھلا گئی بلکی بلیوں اچھلتے جیب
چوڑے سے یاران سربیل نے خوب ہی دق کیا تو پک کر اس نے
ایک ذات شریف کو دانتوں سے دبا کر اٹھالیا اور پٹیکہ کا دم
ہائے کچھ مزل کیا۔ گرے تو بیدم زخموں سے خون کے شرٹے بنے
لگے اور حوالی موالی سب نفرد ہو گئے۔ ساری پھیر کانی کی طرح
چھٹ گئی تب تو چاندو باز بچے کے کھیل لون۔ وہ نام پوچھتی ہی
باسے جب خوب ہی شل ہو گئی تو اُنکے ہاتھ آئی۔ اُنھوں نے
چمکار کر باندھ دیا کھار بھی جھاڑ پونچھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ بیل بھی کھنکرا
بھوسے کی طرت جھکے گھر ٹوکی بڑی نوبت ہو۔

اودھڑا تو یہ حال تھا اب اُدھر کا ذکر سنئے کہ میان چاندو باز اور
عاشق تن اور بی اشد بھی ملکر وکیل کے یہاں گئیں۔ لیکن
بڑی دیر تک تینوں کے تینوں باہر ہی ٹاپا کیے۔ یہ رئیس آئے
وہ امیر آئے۔ کبھی کوئی مہاجن آیا کبھی کسی بیوی باری نے اپنا مقدمہ
سنا یا خیر عرصہ کے بعد اُنھوں نے بار بایا۔ وکیل جو دیکھتے ہیں تو
آج وہ رنگ دروغ ہی نہیں۔ وہ جو بن ہی نہیں۔ وہ مسکرانا
وہ بجانا سب بھولی ہوئی ہیں۔ کیوں غیر باشد۔ آخر ماجرا کیا ہو بی۔
آج چہرہ اتنا اُداس کیوں ہے۔ خدا ہی خبر کرے۔ ہماری جان کی قسم
بیچ بیچ بتا دو مقدمہ تو کیا جہنم میں یہ دوہی دن میں ہو گیا کیا کمان
وہ چمک دمک تھی۔ کمان یہ حال۔ کمان وہ شگفتگی تھی کمان
ملاں۔ کمان وہ جوش جوانی۔ کمان یہ سراپا کی دریشانی۔ کمان
وہ رخ نور غیرت ماہ۔ کمان لب برفان واہ۔ کمان وہ جھپٹ
کمان یہ رخ و معن۔ زلف برشکن کا دھبہ تاب نہیں۔ چہرہ پر وہ آب
تاب نہیں۔ آنہی کیسی ہوا بندھی کہ حسن کا چراغ ہی گل ہو گیا۔ شوخی
مستی کا قتل ہو گیا۔ اتنے میں بی اشد بھی کا دل بھرا آیا اور ٹپ ٹپ
آنسو گرنے لگے۔ خوب چھوٹ چھوٹ کر روئیں آنسو کا تار بندھ گیا

روتے روتے چکیاں بندھ گئیں وکیل سناٹے میں کہ انہی یہ کیا
اسرار ہی اس دن تو کھلکھلا کر سنستی تھی آج اُٹھ اُٹھ آنسو روتی ہو
یا تو داسے دریا میں لاکھ انداز تھے کبھی سیاہی زلف چلیا کی
جھلک دکھائی۔ کبھی در دندان کی چمک دکھائی۔ مسکرا مسکرا کر باتیں
کرنا ناز و انداز سے قدم دھرنا۔ آج بیکاری اور راکشکاری اور
گریہ و زاری ہے۔ انکی آنکھوں میں آنسو ڈب ڈب آئے لاکھ ضبط
کیا مگر دامن تر ہی ہو گیا۔

وان جھوٹ موٹ تم نے بنا دیکھ غش کیا
ہم سچ مچ ایسے روئے کہ باں جیت غش کیا

میان چاندو باز تو کل کار روئی سے واقف تھے بی اشد بھی
کے در و دل کو وہی خوب سمجھے اور وکیل کی پریشانی دیکھ کر بے کہ
حضرت یہ بڑی پاکباز عفت کوش حیا پر و عورت ہیں۔
بھٹسار می۔ جی وہ تو میری دزا (وضع) کہے دیتی ہے۔ اُت۔
چاندو باز۔ انکی ظاہری وضع پر نہ جائے گا یہ واقعی بڑی وضعدار
ہیں جیسی گلزار باغ و بہار طرہ دار ہیں ویسی ہی خدا کی قسم وضعدار
ہیں گو سرا بقدم نور ہے۔ پرستان کی عورت ہی خیل رنگین مزاج بہار
طبع رنگین ادا نازک آواز فصیح نکتہ پرداز حسبت و طرار۔ عالم فریب
تم گما کر گمراہ اذاد میں کہ بڑی راہ چلتے آج تک نہیں دیکھا۔ ان کی
پاکدامنی کی قسم کھانی چاہیے خیر اتنا فرمایے کہ مقدمہ کی کیا صورت کیجا
عاشق تن۔ جی ہاں پروم شد۔ کوئی فکر معقول بتائیے گزربودتی
تو یہ شادی نہیں کر سکتیں۔ ہاں۔ ہر جے کا ثبوت ہو تو بیشک ملجا
پھر ہرج ہی کیا ہو۔ بھاگتے بھوت کی ٹنگوٹی ہی سہی کچھ تو بے ہی ٹانگی
چاندو باز میں انکے دشمن آپ بھی کتنے پھوٹ رہیں۔ واہ۔

وکیل۔ اچھا تو یہ بتائیے کہ وہ رئیس کمان سے آئیں گے
جو عدالت میں بیدھڑک کہہ گذرین کہ ہم سے اور ان سے بیاہ کی

دوسرا کتاب ہے نہیں نہیں بایں بایں تیسرا ابولاسیان کیون
ہمکارتے ہو بیچاری کو دیکھو وہ سانسے کراہے۔

الغرض بی صاحب چمکتی ہوئی منصر می میں پہنچیں بعضی
دیا منصر صاحب پرانے رسیا۔ خوب گھوراکے۔ خیر اسنے پرچہ
لیا اور یہ چل پھری ہوئی۔

دوسرے دن نوز کے تڑکے میان آزا چھپرٹ پر لیٹے تھے
لہذا اگر عین حالت وہیں پڑھ رہے تھے کہ

شگفتہ شد گل چراو گشت بلبل مست	صلوات سرخوشی امی عاشقان بادہ
بیار بادہ کہ در بار گاہ استغنا	چہ یاسبان چہ سلطان چہ ہشتیا

اتنے میں عدالت کے مذکور نے سمن لاکو یا اور بی اندر کھی
سکرانے لگیں۔
مذکورے۔ سمن آیا ہے۔

آزاوے شب صحبت غنیمت دان ودا خوش ملی بہتان
کہ متا بل فرورست و طفر لالہ زائے خوش

مذکورے۔ حضور سمن آیا ہے گانے کو تو دن بھر پڑا ہے۔ لیجیے
رستخط تو کر دیجیے۔

آزاو۔	بغفلت عمر شد حافظ سیا با ما بہ میخانہ
	کہ شکر لان مسرتت بیا موزند کاسے خوش

مذکورے۔ اچی صاحب شعری پڑھا کیجیے گایا میری بھی سینے کا۔
آزاو۔ کیا ہے کہتے ہو۔

مذکورے۔ جی اور نہیں تو کس سے کہتے ہیں۔ یہ لیجیے آپ کے
نام سمن آیا ہے۔

آزاو۔ (سمن سے کر) سپین کیسا بھی۔ ذرا پڑھیں تو۔
ازانجا کہ بی اللہ کھی نے تم پر نالش کی ہے لہذا حکم ہوتا ہے کہ حاضر عدالت
ہو اورے واہ واواہ۔ یہ سچ سچ نالش ہی جڑ دی۔

ٹھہری تھی پہلے کوئی تجیز تو کر لیجیے ورنہ عدالت میں جانا کچھ
خالی جی کا گھر تو ہے نہیں۔

عاشق تن۔ اب بتا ہی دون۔ بندہ سمجھے صاحب۔ بندہ دگاہ
کمیں گے کہ ہم سے مہینوں سو بات چیت بیچ میں میان آزا کو دیر
ہم تھکا کر رہ گئے۔ واٹھو وہ جواب دون کہ آپ بھی خوش ہو جائیں
وکیل۔ راہ تو بھر کیا پوچھا ہے۔ ہم آپ کو دو ایک کنایہ بتا دیں گے بھر آپ
فراتے بھرنے لگیں گے۔ گورو ایک گواہ تو ٹھہرا لیجیے بس ایک روپیہ
گئے۔ بی بی ہم انھیں پڑھا دیں گے۔

چانڈو باز۔ ایک گواہ تو یہی بیٹھا ہوا ہوں۔ فراتے باز
خیر اب بات کو طول کون سے بی اللہ کھی سیدی کچری پہنچیں
بس پیر کے بچے جا کر مٹھیں وہاں وہ بٹاؤ کہ الامان۔ جہد کو زور دیا
کڑا کر دیا۔ کچری بھر کے آدمی تو پڑے پڑے ہیں۔ میان چانڈو باز
عظیم افتخانی حقہ گڑ گڑا رہے ہیں۔ اور وارث علی خان بنے بیٹھے
ہیں دجاو بھی اپنا کام کرو۔ آخر بیان کیا سیلا بھی وہ اچی دل لگی
مکالی۔ کیا بیڑ یا دھسان خلقت ہو!

ایک۔ جی بیڑ یا دھسان خلقت ہو۔ آپ لائے ہی ای ہیں۔
دوسرا۔ اچھا ہم کھڑے ہیں۔ آپ کچھ اجارہ ہو۔ راہ اچھے آگے۔
تیسرا۔ آپ کوئی خدائی فوجدار میں۔
چوتھا۔ بجائی ذری ہنس بول لیں۔ آخر مارتا ہے ہی۔

خیر جب ایک بجاتو بی اللہ کھی نازداد اسے اٹھلاتی دوپا چڑھاتی
چھڑوں کو چھچھم کرتی ہوئی چلیں غرضی نے چانڈو باز ایک ہاتھ میں حقہ لے
میں دوسرے میں چھتری خدنگا رہنے چلے جاتے ہیں اب سینے کہ
کچری کے دروازوں پر یا ران سر پہل ٹھہر کے ٹھٹھو لگائے کھڑے ہیں
چانڈو باز تو برآمدے میں ٹھٹھک رہے۔ اب بی اللہ کھی کو کوئی
بتا تا نہیں کہ غرضی کہن لہجائی ہو۔ ایک کتاب ہے دہنے ہاتھ یاد

چاندو باز۔ کیوں میان مذکور کی اگر ہم نہ جائیں تو کیا ہو۔
مذکور کی۔ جی کچھ بھی نہیں وارنٹ آنے سے رہا ایک طرف
ڈگری ہو جائے گی۔

آزاد۔ اور جو روپوش ہو جائیں۔

مذکور کی۔ تو ہو کیا۔ وارنٹ جاری ہو۔ بس دیوانی کے
مذکورین کی حراست میں آئیں۔ مزید دوپہر اسی ساتھ
مذکور کی نے دستخط کرائے اور بی افسر کی کوٹھیر۔ آج تو ہاتھ
گراؤ ایک چہرہ شاہی لاؤ۔ اسی تو ابھی سوت نہ کیا س کوری سے
لٹھ لٹھا ہتھین تو نام نہ نام میں سخت سخت میں کون دے بھلا
اجی تم جیتی داخل ہو بی بی۔ ہمارا کراہت مارو۔ اچھا کراہت
نوتے جاؤ۔ اچھا۔

میان آزاد کے سر پہ میں چہرے چھوٹے کہ بڑی بیٹھ ہوئی
شوہر نہ تو مرے ہیں جب چاہیں گے بوی کوٹھا کر جیت ہو جائیں گے
لیکن وہ کہیں جہان نہ ہو تو کس کے گھر سے دینگے یہ بڑی میٹھی مگر ہے
ا ہو ہو ہو۔ خوب یاد آیا۔ نواب کی ساندنی کے کوڑے کریں گے
بوا رہ ہیں۔ ع۔ انیم اندر عاشقی بالائے غم ہاے دگر بیکین بی
اندھ کی ہشاش بشاش جو طرہ چلنے لگیں اور اس پاس کی بھٹیاریوں
جلا جلا کر کہنے لگیں۔ اتو چاندی جو جیتے تو گھی کے چار ملا لیں گے
نہ کہا کہ منہ میٹھا کر نیگے گلے کھلائیں گے۔ دوسری نے کہا اندر سے
جیتو تو نہ کھلاؤ گی تو نکاح والے دن ڈھولک کون بجائے گا۔

میان آزاد وحش آمد نے جب سمجھا پاتیاں ان کے ہوش
پتیر اٹھے۔ آزادی کا نشہ ہرن ہو گیا سوچے اب کریں کیا جائے
ماندن نہ پائے رفتن۔ بھاگ کھڑے ہوں تو مذکورین کی حرا
ت میں آئیں نواب صاحب کے مصاحب حمد کے ماسے خوب ہی
ٹھاکا اڑائیں۔ ٹپے رہیں تو میان والے قہقہے لگائیں کچھ کرتے

دھرتے بن ہی نہیں پڑتی۔ یار نہ مددگار۔ ع۔ زمانہ برسر جنگ است
یا علی مردے۔ ع۔ یا علی مشکل کشا مشکل کشائی کیجیے ہذا ایک
دفعہ انہیں خیال آیا کہ سو سوچ کا ہے کاہی۔ چپکے سے چلتا ہوا
کرو۔ کوئی کہاں ڈھونڈھتا پھر بکاٹھور نہ ٹھکانا۔ یہ سوچتے ہی
انکا چہرہ بشاش ہو گیا۔ ادھر بھٹیاری کی آنکھوں کی ادھر جھپاک
سے کاٹھی کس بقیہ سنبھال ڈنڈا سے یہ جاوہ جاتا کے تک تو
انکو کسی نے نہ ٹوکا۔ مگر جب ناکے سے کوئی کوئی بھر کے پٹے
پر باہر نکل گئے تو میان چاندو باز سے چار آنکھیں ہوئیں۔
ارے! غضب ہی ہو گیا اب دھریے گئے۔

چاندو باز۔ ای بڑے بھائی کہہ کر تیار ہیں۔ یہ بھاگ جانا
ہنسی ٹھٹھا نہیں ہی بندہ پرور کیا کٹھی کسی اور چل کھڑے تھے۔
مگر تھیں انھوں نے بھاگنے کیا سمجھ کر دیا بھی۔ یا آنکھوں میں
خاک جھوک کر چلے آئے بس اتر پڑو۔ آؤ ذری حقہ پونی لو
دم تو لگاؤ۔

آزاد۔ اس دم میں ہم نہ آئیں گے۔ یہ فقرے کسی گنوار کو دیکھے
آپ اپنا حقہ رہنے دین بس اب ہم خوب پی چکے ناکونم
کر دیا بدعا شون نے۔ چلے تھے مقدمہ دائر کرانے۔ اب جو ہماری
چھا خوبھی باؤ تو آزاد نہیں۔ بات تیرے کی کس مزے سے
کہتے ہیں کہ حقہ پیے جاؤ۔ ایسے ہی تو بڑے ہمدرد ہیں۔ آپ اپنی
ہمدردی نہ کر رکھیے۔

چاندو باز۔ نیکی کا زمانہ ہی نہیں۔ ہمنے تو کما اتنے دن ملاقات
رہی ہے۔ آؤ ابھی تو وضع تکریم خاطر دار کریں اب خدا جلے
کب ملنا ہو۔

آزاد۔ خدا نہ کرے کہ تم ایسے منحوس بے ایمانوں کی صورت
بھر کبھی خواب میں بھی نظر آئے۔

اتنے میں چاند بوز نے غل مچا کر شمع کی ایک دوڑ چور ہو گیا
 چور چور چور۔ میان آزاد نے ادھر چاند بوز پر شراب سے
 کوڑا بٹکا مارا اور ادھر سائڈی کو جو ایک ایڑ لگاتے ہیں تو چھین چھین
 چھین چھین یہ پونچ وہ پونچ۔ شہر سے باہر ہوئے تو میان آزاد
 کی روح فرخاک ہو گئی۔ صبح کا سہانا وقت صبا نافع نسیم غریب
 طرف چین غالیہ بار بہرمت باغ وہار۔ سائڈی اٹھ کھیلان
 کرتی جاتی ہیں۔ سوچے کہ اللہ اللہ آج بعد مدت روح نے غذائی
 اور میدان کی صورت نظر آئی چلو بڑے نفطے سے جان بھیستے
 چھوٹے میان آزاد سر کی سرگزشت سوچتے چلے جاتے تھے کہ
 راہ میں دو مسافر باہم یوں باتیں کرنے لگے۔
 ایک۔ ارے میان آجکل کھنڈ میں ایک نیا گل کھلا ہے
 کسی ذات شریف نے کڑوں روپیہ کے جعلی اسٹامپ بنائے
 اور لکھن تک میں جا کر کوٹے کیے۔ سنا کابل میں دو جعلی
 گرفتار ہوئے مشکین کس کی گئیں اور ریل پر بند کر کے میان پونچ گئے
 مگر میان اللہ جانتا ہے کیا جعل کیا۔ جو جو بھی فرق معلوم ہو تو چھین
 منڈا ڈالو۔ سنا کئی برس سے بچا گئے۔ کوئی ڈیڑھ سو دو سو برس
 سے بیچتے تھے اور کچھ چوری چھپے نہیں کھلم کھلا۔ اور نیلے ایک
 میان حسین بخش ہیں منصور اور فوٹو گراف کی تصویر کھینچتے ہیں
 بھی اس چھپٹ میں آگے کی بھیا لال نامے ایک جلیا ہے
 وہ بھی دھڑکیا اور اس کے چیلے جا رہے ہیں۔
 دوسرا۔ واہ دنیا میں بھی کیسے کیسے کاٹے پڑے ہیں ایسوں
 کے تو ہاتھ کٹوا دے۔
 ایک۔ واہ وا۔ کیا قدر دانی کی ہی کہنے لگے ہاتھ قلم کو ادا ہے
 یہ نہ کہ بھالسی دیدے۔ واہ یہ کہ اٹھوں نے تو وہ کام کیا کہ
 ہاتھ چوم لے۔ جاگیر میں لے۔ کاسے کردہ ست بردار کاسے کردہ ست

واہ کارے کردہ ست۔ اس سوچ بوجھ کے مدد سے۔
 میان آزاد کو پہلے مسافر کے مبالغہ اور تعریف پر بے اختیار
 ہنسی آئی اور سوچے کہ ایسے ہی ذات شریف تو بات کا تکرار کرتے
 ہیں۔ کیا جیسے جلیوں کو کابل تک پہنچا دیا۔ اور ہندوستان کے
 اسٹامپ لندن میں بکوائے۔ واہ ری عقل اچھی جی۔ اٹھوں نے
 اُسے پوچھا کہ کیوں جی کیا کروں کے اسٹامپ بیچے یہ بھی کمال کیا
 ہی واہ۔ وہ دونوں سمجھے کہ یہ کوئی پولیس افسر ہیں اور بھیس بدل کر
 سائڈی پر سوار ہو چلے ہیں توہ لینے۔ ایسا انوکھین ہکھی گشتار
 کر لیں کوئی کہے کہ (ایم پی شہرست) تو پھر بیڈ صوبہ ہی ٹھہرے
 صاف مگر جاؤ۔ اگر یزی ہو دل لگی نہیں ہو کہ بیچ میدان میں کھڑے
 ہو کر سرکار دربار کی باتیں کرنے لگے۔ اس سے بالکل انکار ہی
 کرنا اچھا۔
 آزاد۔ کیوں صاحب کتنے کے جعلی اسٹامپ بیچے۔
 مسافر۔ جی!۔
 آزاد۔ آپ ابھی کتنے نہ تھے کہ جعلی اسٹامپ بیچنے والے
 دھرے گئے ہیں۔
 مسافر۔ کون؟ ہم نہیں تو۔
 آزاد۔ اہی آپ باتیں نہیں کر رہے تھے کہ اسٹامپ کسے بنائے
 اور ڈیڑھ سو دو سو برس سے بیچتے چلے آئے مگر اب کپڑے گئے
 کیری پتون کی آڑ میں کب تک چھپے گی۔
 مسافر۔ (کا پتہ ہوے) حضور ہم کو تو کچھ معلوم نہیں۔
 آزاد۔ (ڈانٹ کر) ابھی تباہ سو زمین ہم تم کو بڑا گھر دکھائے گا
 اور بیڑی پہنائے گا۔ تم بدعاش۔ ابھی تباہ۔
 میان آزاد تو انکی جوتون سے تاڑ گئے کہ دونوں کے دونوں
 جوتا گاہیں۔ ماسے ڈر کے اسٹامپ کا لفظ زبان پر نہیں لاتے

کچھ اچھی بات تھوڑی ہی ہے۔

میان آزاد کا ایک دلکش باغ کی روح افزا بہار دیکھ کر جی ملیا یا کہ ذرا ٹپک جائیں۔ ساندنی پر سے دھم سے کوئے ایک سخت کے قریب اُسکو باندھا اور زین پوش اتار کر ایک صاف شہرے مقام پر پیڑ کے سایہ میں بچھا کر ٹھک رہے تو کیا سنتے ہیں کہ ایک گانوں میں دُعا آدمی بیٹھے ہوئے باہم مزے مزے سے یوں گفتگو کر رہے ہیں۔

ہندو۔ ارے میان کچھ اور بھی سنا۔

مسلمان۔ اب سونے دھبی۔ آخر منزل طو کر نی کچھ دل لگی ہو۔
بک بک بک لگاتی ہے یہ سنو وہ سنو۔ یہاں آج مارے گرمی کے پتھر بگڑے ہوئے ہیں۔

ہندو۔ اچی وہ بات سناؤں کہ نیند خواب میں بھی نظر نہ آئے
یاد ہو گا کہ اُس بوڑھے کھوسٹ نے ایک جوان طنز شوخ سراپا ناز کو بیاہا تھا نہ اور خود جا کر دوسرے شہر میں بسے تھے وہ اٹھائیں
ہوئے اور انکی بیوی نے سر میں کچھ دکان میں سی بند کر رہا اور
مسافر دن کو بسنا شروع کیا۔ میان آزاد نامے ایک بھلے انس
اُس پر ایسے ٹوٹے ہوئے کہ روز اپنے ساتھ ساندنی پر بٹھا کر تاشہ دکھانے
لے جاتے تھے۔ ایک دن ایسے رتھے کہ اُسکے ساتھ بیاہ کر لیا
اقرار کر لیا۔ اور پھر بگڑ گئے اب اُس نے نالش جڑ دی تو وہاں سے
بھاگ کھڑے ہوئے یہ دیکھیے یہ لیٹے ہوئے ہیں۔

مسلمان۔ ہوٹھ کھنے لگے بھلے نالش بھلے نالش ہوتے تو چھوڑ
بھی دیتے۔ اچی مزے سے کچل پڑھواتے۔ اور اُسکی جم جتھانیکر
دھوا بول دیتے۔

میان آزاد کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ یہاں بھی ہمارے
پچانے والے موجود ہیں۔ جب ٹھنڈا وقت ہوا تو میان

آؤ انکو ذرا دق کریں۔ جیسے ہی اٹھون نے ایک ڈانٹ بتائی
اور اُنکے اوسان خطا ہوئے۔ ایک تو بکٹ چیم کی طرف بھاگا
دوسرا کھڑکڑا ہوا پورب کے رخ۔ اٹھون نے ساندنی کو ذرا تیز
کیا تو وہ بھی دوڑنے لگے۔ اس وحشت کے قربان۔

میان آزاد چلے جاتے تھے تو راہ میں دو چار مسافر ایک پیر کے
سایہ میں بیٹھے تھے پی رہے تھے یوں گفتگو کرنے لگے۔

جوان۔ کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ ٹونہ لگے۔ آج کل کے دن
بڑے ہی بُرے ہیں۔ اب دوپہر یا کسی باغ میں مناسیے چلکر۔
پیر مرد۔ ٹونہ لگنے کی سہل ترکیب یہ ہو کہ پیاز کی گٹھی پاس رکھے
جب تنی ٹوچے گی وہ سب اُس گٹھی میں جذب ہوتی چلی جائے گی۔
یادو چار کچے آم توڑ لو اور ایک کنکری نمک کی یا ذرا سی شکر ڈالکر
اور ایک آبخوہ پانی ملا کر پی جاؤ۔ گرمیوں کو پہلے بھون لینا
جب خوب پیلے ہوں تو گو دانکا لکر چھلکا پھینک دو اس سے
سہل لٹکا ہی نہیں۔

جوان۔ اور جو کہیں اس وقت برف ملجائے تو پانی میں ڈال کر
غٹ غٹ پچھاؤں کلیجہ تک ٹھنڈا ہو جائے۔

پیر مرد۔ کہیں ایسا غضب بھی نہ کرنا۔ نئے صاحبزائے ہی رہے
پانی میں تو برف ڈالنی ہی نہ چاہیے۔ برف کے پانی میں آبخوہ
رکھ دیا جب خوب ٹھنڈا ہو جائے تو آبخوہ کا پانی پیے ورنہ مفرق
جوان۔ واہ لاکھون آدمی پیتے ہیں۔

پیر مرد۔ اچی لاکھون آدمی جھاک مارتے ہیں۔ لاکھون چوریاں
بھی تو کرتے ہیں بس دیکھ لیا کہ لاکھون آدمی ایسا کرتے ہیں۔ پھر
اس سے مطلب۔ صد ہا آدمیوں کو ہم نے دیکھا ہو کہ گڑھیاؤں اور

مالابوں کا پانی سفر میں پیتے ہیں آپ پیجیے گا۔ ہزاروں آدمی دھوپ
میں کوسوں چل کر کھڑے کھڑے پتھر چار لوٹے پانی کے پی جاتے ہیں مگر یہ

آزاد پھر چلے مگر افسردہ اور پژمردہ چلتے چلتے خدا خدا کر کے
نواب کے منہ کے قریب پہنچے۔ جب کوئی دو دو دھانی کوں شہر گیا
نو ایک کنوین بر پانی بیا کہ اتنے میں ایک بھڑری آنکلا۔ ساعت
پچا رین ساعت۔ سگن پچا رین۔

بھڑری۔ (پوچھی سنبھال کر) تمھاری نواب صاحب کے یہاں
بڑی تلاش تھی جی۔ تم گائب کہاں ہو گئے تھے اونٹ لے کے
اب میں جا کے کوں گا کہ میں نے پریش دیکھا تو نکلا کہ آج (آزاد)
یاؤں کوں کے اندر ہی اندر میں جب تم ٹپ دینی ہو چنچاؤ گے
تو پھر ہماری چڑھتی کلان ہوگی۔ تم کو بھی آدھوں آدھوں بٹا دین گے
مگر بھانڈا نہ پھوڑنا چڑھ باجی ہے۔ جو تم راضی ہو جاؤ تو چاندی ہی
آزاد۔ (واحد کیا سو بھی ہو۔ منظور سے بس اب تم جاؤ۔ ہم بھی تم
کے دم میں ہو بچتے ہیں۔

بھڑری نے پشتک بغل میں داب کر راہ لی اور نواب کے
یہاں دھر دھکے۔

خوجی۔ اچی جاؤ بھی تمھاری ایک بات بھی ٹھیک نہ نکلی اب
کو کچھ حکم لگاتے ہو۔

نواب۔ برسوں ہمارا نک تم نے کھا یا ہی برسوں۔ ایک دن
نہیں برسوں برسوں۔ اب اس وقت کچھ پریش درشن بھی دیکھو گے
یا باتیں ہی بناؤ گے چکنی چیری۔ ہم کو تو مسلمان بھائی تمھاری دھم
سے کافر کہنے لگے اور تم ذرا محنت کر کے کوئی اچھا سا حکم
نہیں لگاتے۔

بھڑری۔ وہ حکم لگاؤں کہ بت ہی نہ پڑے۔

خوجی۔ اچی جاؤ بھی دیکھ لیا۔ بس زبانی داخلہ ڈینگے ہونا
کہیں کسی روز میں قرولی نہ بھونک دوں۔ سواے بے پر کی
اڑانے کے بات یہ سیکھی ہی نہیں۔ مرد آدمی سال بھر میں ایک دفعہ تو

بیج بولا کر د۔

مصاحب۔ واہ بیج بولتے تو قصائی کے کتے کی طرح پھول نہ جاتے۔
نواب۔ یہ کیا داہیات گفتگو ہے۔

بھڑری۔ ناہیں ہم سے انے سنسی ہوتی ہے۔ یہ ہیں کہتے ہیں
ہم انھیں۔ اب آپ کوئی پھول من میں لین۔

نواب۔ یہ ڈونکو سے ہیں اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ میں من
صاف بتا دوں کہ میان آزاد کب تک آویں گے۔

بھڑری۔ (کچھ بڑبڑا کر) پانی کے پاس ہیں۔
مصاحب۔ واہ آسون برکھا گھم گھم برے۔ واہ اُستاد پانی کے

پاس ایک ہی کمی۔ لڑکی نہ لڑکا۔ دونوں طرح اپنی ہی جیت۔
بھڑری۔ یہاں سے کوئی تین کوں کے اندر ہی اندر میں جو

نہوں تو ناک کٹا ڈالوں۔

خوجی۔ آؤ اُنک ناک بدلتے ہیں وہ منزلوں کی راہ ہیں انڈی
کے کورٹے کیے ہونگے۔ کچھ سے اڑا رہے ہونگے آپ تین کوں

یہ پھرتے ہیں۔

رفقا۔ حضور یہ بھڑری بڑا فیلیا ہو۔ آپ تو پوچھتے ہیں کہ میان آزاد
کب آئیں گے وہ کتاب کی تین کوں کے اندر ہی اندر ہیں۔ واہ سے

جھپ جھاپے۔ سواے جھوٹ۔ سواے جھوٹ۔
بھڑری۔ تو بتاتے بتاتے بتائیں گے۔ یا ایک دم سے بتا دین بیون

پچا رین بھی تو۔ لے ناک ناک کون بدلتا ہے۔ کاٹ ہی دوں گا۔ ناک کے
کے پاس گوندنی والی نفیہ میں میان آجادیٹھے ہونگے جاؤ دیکھو

پوچھی جلا دوں ناک کٹا ڈالوں جو جھوٹ نکلی۔

نواب۔ چاہک سوار کو بلواؤ اور حکم دو کہ ابھی سُرنگ گھوڑی پر
سریٹ جائے اور دیکھے میان آزاد ہیں یا نہیں۔ ہوں تو اس

بھڑری کا آج گھر بھر دوں۔ بس آج سے اسکا عقیدہ ہی ہو جائوں۔

انسان جان دیتا ہے آرام کے لیے رہتا ہوا آدمی کا نشان اس جہان ای خاک تیرہ خاطر صمان نگاہ دار	نچستہ مکان کی طرح سے ہو فکد گور بھی بنی ہے قبر بعد فنا نام کے لیے کین نور چشم راست کہ دربر گرفتہ	جاک سواری نے بانٹا منڈا سا بانڈھا اور سرنگ گھوڑے پر کاٹھی کس یہ جاوہ جابجاس ہی قدم گئے ہونگے کہ گھوڑی بھڑکی اور عین تیزی میں دوسرے ناکے کی راہ لی۔ جاک سواری بہت اکلڑے بیٹھے تھے مگر روک نہ سکے۔ دھم سے منہ کے بھل شرک پہ گھوڑی
حق مغفرت کرے عجب آزاد مر دھتا		چھپت۔
میان آزاد نے جو یہ پڑھا کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ یہ کیسے نالہ لوگوں نے تیر بھی بنوا دی۔ دانش کیا ناقصے باز ہیں۔		خوجی۔ حضور گھوڑی نے نادر علی خان کو دے پکا اور کیا جانے کس طرف بھل گئی۔
ادھر جاک سواری نے شہزادہ ہوشیار سے ٹھنی کھائی ادھر ایک نوندے نے تانی بجائی۔ مگر وہ اسے شہسوار کو فرما گیا لیکن وہی دم دم کہ درجھے جھاری پہلے نواب کے صہیل میں گئے اور ایک خوش خرام وزیر گام کیت پہ کاٹھی کس سواری ہوتے ہی کرکڑا دیا۔ ہوا بایتن کرتے جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے گوندنی والی بغیر میں دھم سے جا کوڑے دیکھا تو سانڈنی پر کانگریز جھول جھلاک رہی ہے اور اونٹنی گردن جھکائے چو طرف منگ رہی ہے کارامیان آزاد۔ میان آزاد ہوت۔ اخاہ۔ آپ ہیں۔ آئیے ذرا انگلیہ تو ہو جیے معافہ معافہ دونوں میں سے ایک تو ہوسم اند کیسے مزاج معالی اجی ہاے مزاج کی پوچھو۔ گھڑی میں ماشہ گھڑی میں تولہ۔ ابھی شیطان انگلی دکھائے تو دلی ہو رہیں وہاں وحشت ٹپٹو لے تو دھماکے سے جبل پور ہوئیں۔ آپ کہئے نواب کے یہاں تو خیریت ہی جی ہاں خیر صلاح کے ڈھیر ہیں۔ مگر آپ کی راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پھرا گیں اسے میان کچھ اور بھی سنا اس بڑی کی قبر بنائی گئی ہے۔ سمجھے صاحب یہ سامنے وہی تو ہو وافر لانا تو ہاتھ۔ یا نکھائی ہی کسختی کہو جسے سناؤں گلچرے اڑائے چلو پھر اب نواب یاد کیا ہو این اٹھین ہاے آسنے کی کمان سے خبر ہوئی کھلی۔ اجی اب یہ ساری وستان راہ میں سنا دیں گے۔ اچھا تو پہلے آپ ہمارا خطا دبا کے پاس لیجا کین۔ لائیے ایک نہیں دسل۔		نواب۔ چلو خیر سمجھا جائیگا۔ تم شرعہ مانگن کسو او اور دوڑ جاؤ۔ خوجی۔ پیر و مرشد میں تو بڑھا ہو گیا اور رہی سہی سکت انیم نے لے لی۔ مانگن ہو بلا کا شریہ کہیں پھینک پھانک دے ہاتھ پاؤں ٹوٹے تو دین و دنیا دونوں سے جاؤں۔ آزاد خود بھی گئے اور ہم سب کو بھی بلا میں مبتلا کر گئے حضور مجھے معاف کیجیے شرعہ تو ہوا ہی اور یہ مانگن برسوں سے بندھا ہو اور کاٹ کھاتا ہو تپک چھلتا ہو دولتیاں جھاڑتا ہو۔ خدائی بھر کے عیب تو آئیں کوٹ کوٹ کر بھرے میں میرا تو بھر کس ہی بھل جائے گا۔
میان آزاد ذرا ادھر ادھر ٹپٹنے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سنا گھوڑی دور پر ایک نچستہ مکان بنا ہے مختصر و موزوں۔ خوشنادر دکشا۔ ارگردنگلبن بھی ہیں۔ دو بھٹی چو طرف جی ہوئی ہو۔ سڑک پر سرخ بھی کئی ہو شوق چرایا کہ دیکھیں تو یہ کیا ہو جب ہم تھے تب تو یہاں اسکا نام و نشان بھی نہ تھا حال میں بنا ہو خیراں غراں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتے لکڑی ہلاتے ہوئے تو دیکھا کہ کسی کا مقبرہ سا ہے اخاہ یہ کسی بڑے شخص کا مقبرہ ہے کتبہ پڑھا تو یہ لکھا تھا		شوے شد و از خواب عدم حشر کشویم فرار برانوار قبول بالکام لم یزنی ولی حق آگاہ عارت باقت حضرت صف شکر علی شاہ۔ بردادہ مضجعہ و انار اشد بہانہ۔

میان آزاد نے ترسے خط کھینچ ڈالا۔

آج قلم کی باچھین کھلی جاتی ہیں۔ دماغ فلک لافلاک پر سیمینہ
تختہ گل بن گیا۔ اور کیوں نہ ہو۔ میان صفت شکن علی شاہ خرم کا
قدس سرہ انشرفیت کی سواری آتی ہے۔

ساقی بنور بادہ برافروز سام	مطرب بگو کہ کار جهان شکر کا
چندان بود کہ شمع و ناز سہی قدان	کاید جلوه سرو صنوبر خرام
ای یاد اگر بنگاشن احباب بگذری	ز نمار عرضہ وہ بر جانان پیام

حضور کے ننگ کی قسم اور تحریک اثری اُدھر نہ کر سی آسمان تک
ہو آیا تب کہیں جا کے کھینچ پایا۔ شاہ جی صاحب ہر روز ڈارھین
مار مار کر دیتے ہیں اور الحق مگر الحق مگر کیا کرتے ہیں کل میں
عند التذکرہ الائی ذکر فی حضور بہ سلک بیان پر دے تو آہ سر و کھنجر
فرمایا کہ یہ خداوند سے شخصے کہ رحیم ست و کریم ست و علیم ست و علیم
ست و حکیم ست و عظیم ست و سلیم ست و قدیم ست و شریف ست و لطیف
ست و خیر ست و نصیر ست و کبیر ست و رؤف ست و غفور ست و
شکور ست و ودود ست و مخلص ست و مودت ست و بود خالق و فاعل و قیوم
اکنوں مرابیح از ہر تو سر کار نبود ست دلی از وفیت گشت شروع
این ہمہ اقوال فخرت شنولے مرگ نادان اندر دہشت آب زفر
و مہدم یاد اللہ کی دم پر دم۔ خم اور خم۔ خم اور خم۔ خم اور خم۔

ہو غطر سہاگ کا لگا کر مسرور	آرام محل رکھ اسم دل کا اور
وہ طور دکھا ہو کہ کل ہو معلوم	موسے کا عالم اور وہ معلوم

سینے حضور پر نور۔ نبی جان نثار نے وہ کام کیا ہے کہ خلعت و
انعام و اکرام دیجیے۔ زرو جو ہر دیجیے۔ یا قوت اور جہاں است
میرے اوپر سے صدقے دیجیے۔ اللہ اللہ کیا فرمایاں کیا کہ صفت شکن علی
غازی کو سمجھا بچا مانا سو کرے آیا۔ بڑی بڑی دیلین چھٹے تھے
پہلے فرمایا کہ ۶۔ درین بزم رہ نیست برگیا نہ را بنین نے چھوٹے ہی

جواب دیا کہ شاہ جی ۶۔ کہ پروا کی داد پروا نہ را بکھلا کھلا کر منہ پر
اور شاہ سے سے بکلا لیا۔ رو برو کیا تو خود ترنگار سے کہا ۶۔ رمضان
گسان می آیند میں نے بڑھ کر عرض کیا کہ پیرو مرشد ۶۔ ناکسان
بیش کسان می آیند بی بیٹھ کھڑکی اور فرمایا کہ شاہ باش پر خور
نواب صاحب کی محبت میں آپ بہت برق ہو گئے ہیں۔ عرض
کامل دو بیٹے تک مجھ سے روز بحث رہی۔ آخر کار فرمایا کہ تھاری
سر مغز سے یاد الہی میں فتور پڑا ہے۔ میں نے قدم بے اور دست
عرض کیا کہ آپ چلیے ورنہ میں زہر کھا کر مر جاؤں گا مجھے سمجھا یا اور کہا
دیکھو یہ زندگی بہین عطیہ نردان ہی اسکو صفت میں راہیگان کرنا خلافت
عقل و وسعت ہو۔ مگر خیر تھاری خاطر سے چلتا ہوں لیکن وہ خوبی جو
نواب صاحب کے مزاج میں ذیل میں اُس نے میری طبیعت نفور ہے۔
میں ایک شرط سے چلتا ہوں کہ حیوت میں وہاں ہو چوں تو نواب
صاحب کے سامنے خوبی بنیں مشکین پڑیں عرض کیا میں نہیں بادل فرمایا کہ
قول دو عرض کیا کہ قول جان کے ساتھ ہو۔ تب کہیں آئے۔ اب آپ
لوگوں کو ٹھانڈے بھیجیے تو وہوم و صام سے میان آزاد کو ساتھ لائیں
اور اہل شہر کی زیارت سے استفادہ اٹھائیں۔ میں بالکل چپ رہ گیا
ہوں لیکن حضور کا سایہ دامن مجھے کافی ہے۔ اب جلوس جلد
بھیجیے تو شاہ جی صاحب تشریف لائیں۔

یہ خط لیکر جا بک سوار روانہ ہوا۔

نواب کا کامل فن شہسوار شہدیز بادرقہ کوران کے تلے
دبائے باگ اٹھائے آسن جاسے عین کا اشارہ کرتا کرتا برتا رکھتا
جبار ہاتھ اور پٹیا پٹیا کھڑے جارہ تھا۔ صیل گھوڑا۔ اور سر کھڑا
تاب کہاں بلا کی طرح جھپٹا بگولہ بن گیا۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ دریا
لہریں مارتا ہے۔ ہوا بھی مقابلہ کو آئے تو چچاڑیں کھا کے لگی تو فکرت
نہ پائے کیوں نہیں۔ نواب کے صیل کے گھوڑے خاصے کے گھوڑے پر یاد

<p>ایک ایک ابر سے شیشے کے ہو گیا تھا۔ دنور نور سے خورشید جام ناب طلوع ہوئی۔ خداوند جان بخشی ہو تو غلام کچھ عرض کرے۔</p>	<p>گھوڑے دیونڑا دگھوڑے ہیں کہ باقین۔</p>
<p>نواب۔ جان بخشی کیسی۔ آج تو وہ خوشی ہو کہ بادشاہ قید یوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہاں تو سوقت شادی مرگ کی نوبت ہو گئی ہے قدسیوں نے لاہوت پر وہ نہ دیکھا ہوگا جو جتنے ان آنکھوں سے اس دارالغور و مین دیکھ ڈالا۔ ایسی خوشی کے وقت جان بخشی بھی کیسی بے مکی بات ہے۔ کمونا۔</p>	<p>انقض میان آزاد کا خطے کر چاہک سوار نواب کی خدمت میں حاضر ہوا۔</p>
<p>توحی۔ پیر و مرشد۔ اور تو میان آزاد نے جو کچھ لکھا اس میں سبھی فرق نہیں مگر غلام کا جو حال لکھا ہے وہ سب ڈھکوسلا ہی جو ذری بھی اصلیت ہو تو ہاتھ کٹا ڈالوں۔</p>	<p>چاہک سوار۔ مجر عرض ہے۔</p>
<p>بھڑری۔ بس بیٹھے رہیے۔ تم پہلے بھی تو ناگ کٹاتے تھے۔ اب کاٹ لوں جوڑ سے ناگ۔ جو غلام کا برشن کیسا ٹھیک نکلا جو ہی سو مانو نشانے پر تیر۔ کھٹ دینی ٹھیر گیا۔</p>	<p>نواب۔ سلام۔ کو بیٹا کہ بیٹی۔ جلدی سے بولو یہاں پیٹ مین چو ہے چھوٹے ہوئے ہیں۔</p>
<p>نواب۔ ہاتھی گھوڑا جاگیر انعام اکرام خلعت جو کو دینگے گردزا میان آزاد کو آئے تو دوا در کیوں بھی رٹاں نے تو بیان کیا تھا کہ سبب شکن علی شاہ کے دشمن خدا غواستہ خدا غواستہ داخل خلد ہوئے یہ میان آزاد کو کہاں سے مل گئے میرت ہی۔ کیوں میرت صاحب واحد اعلم یہ کیا امر ہے۔</p>	<p>چاہک سوار۔ حضور غلام نے راہ میں دم لیا ہو تو جویا نہ دن لبس گھوڑے کی پیٹھ پر آیا اور کرکڑا لایا۔</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>سین پھلیان کی۔ بھلا اپنی کار گزار کی جتنے کا یہ کون موقع ہو جی آزاد کا پتہ بتاؤ مائے شیخت کے ڈبے ہی ہوئے جاتے ہیں۔</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>چاہک سوار۔ حضور گوندنی والی بنیا کے پاس زین پوش بچھائے بیٹھے ہیں اور حضور کو یہ عرضی دی ہو۔</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>نواب۔ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ جی ناؤ کہین لاؤ تو۔ کوئی ہے۔ منشی صاحب کو آواز دینا۔</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>منشی۔ تسلیات عرض کرتا ہوں پیر و مرشد۔</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>منشی صاحب نے خط پڑھنا شروع کیا تو حاضرین جلسہ رنگ فٹ ہو گیا۔ ۶۔ کاٹو تو ہونہیں بدن میں۔</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>خیز دلا صبح سعادت و مید فصل گل و باد بہاری و زید</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>از مرد شیر خداے دود و دمہن و ذکا رقص چو طاووس کرد</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>سایہ فغن گشت بساں ہما</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>بوقت صبح ہو یوں نشہ شراب طلوع کہ جیسے شرق سے کرتا ہوا قتاب طلوع</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>ہے تھک جو خون کی قسم اسے جذب محبت اُس نور تجلی کی جھلک جھک دھک دھک</p>
<p>میر صاحب۔ خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہنچنا امر محال ہو۔ جناب باری کے مہر موز کا کنگرہ رفیع اسدر جہ بلند ہوا کے لب بام تک کمند اوہام کا پہنچنا دشوار ہے۔ از بس دشوار ہی ماعرفناک حق معرفتک۔ ماعبدالناک حق عبادتک۔</p>	<p>رفیق۔ قربان جاؤں حضور ہمیں تو پھر دال میں کالا کالا معلوم</p>

ہوتا ہی شق القمر تک تو جناب رسالتؐ نے کر دکھایا اور سہ راج
برا اعتبار ہو تو سمندر بھانڈ بھانڈ گئے ہیں لیکن یہ ہمارے فرشتوں
نے بھی نہیں سنا کہ مردہ بیڑا زمرہ زندہ ہو جائے کیا لوٹ پوٹ گئے
پر پر رزے بھاڑ کر اٹھ بیٹھے ہیں تو بہ کیجیے جو بیچ ہو تو ڈال دیا
منہ لٹاؤ اولوں -

اتنے میں اندر چھوٹی بگیم کو خبر ہوئی - مبارک قدم نے
کچا چٹھا کہ سنایا -
بگیم - ہاں سے میان کا ایسا سست اعتقاد کوئی خدائی بھرم تو
ہو دے گا نہیں - لوہے کے برابر تو موٹی اور خوشامد خد
نے اُجھلا بھلا کر مقبرہ بنوایا - میری باتیں تو انھیں بُری لگتی ہیں
میں خواہی خواہی روز روز کا تک بکون مجھے تو ڈر ہو کہ کوئی بھیر
کچھ طوفان نہ بانڈھوے - اسی سے میں چھپر خالی نہیں کرتی انکے
پاس جو آتا ہی چھوٹوں کا سردار -

مبارک قدم - بیوی برا نا بھلا - بھین وہ راہیں ہی نہیں
معلوم کہ میان کا بون آجائیں - ہم نے تو نیک قدم کے آبا کو
شیشے میں اتار لیا تھا رہا بھین تو بھرنی مونگ سمجھتے ہیں
جھوٹے خوشامدیوں کی دھاڑ کی دھاڑ جمع رہتی ہی - نوج ایسے
کسی کے میان ہوں آپ تو جان بوجھ کے انجان بنی جاتی ہیں -
بگیم - تم نے تو مبارک قدم دھوپ میں یہ چونڈا سفید کیا ہی - میری
جوتی کی نوک کو کیا غرض پڑی ہوئی ہے - جب تو میں ان دھاڑوں
کو پونجی بول کر درازی کرتی تو جانے کیا ہوتا - ایک دن ذری نہ بھلا کر بھٹی
تھی تو جڑا کیل اگلے نے نہ بنوادی نہ بنوادی - تم ابھی پڑھاتی ہو -
ادھر تو بیوی اور نوڈی میں یہ سچ چل رہی تھی اُدھر سینے
کہ نواب قمر کا بے گل رنقا اور مصاحبین اور حوالی موالی کو
بلا کر حکم دیا کہ اصطل کے سب ترکی عربی تازی گھوڑے اور

فیل خانے کے دیو نژاد مستیوں کی دھتت ہاتھی اور فیلش اور
بکھیاں اور خاص بردار اور جھڑی بردار سپاہی جتنے ہماری سرکار
میں ہیں سب سے کہیں ہو زمین اور شہر بھر کے امیرون اور
رئیسوں سے جلوس طلب کرو اور سجا کر جاؤ نصف شکن علی شاہ کو
ساتھ ہی لے آؤ مگر انتظام ایسا ہو کہ لوگ دور دور تک تعریف کریں
سب چیزیں اپنے اپنے قریب سے - انگریزی باجاء وریو
خوجی - او میری درشد انگریزی باجا تو آج کل دھوپیں بھنگیوں
تک کی برات کے ساتھ تو ہا ہی اس میں کیا منت ہو - رہا جو دھوم عام
چاہتے ہوں حضور تو غلام کو انسر مقرر کیجیے اور میر صاحب کو میری
نیابت میں دیجئے - پھر وہ دیکھیے انتظام کا -

میر صاحب - جی جی - یہاں بادشاہوں کی مصاحبتیں کیا
کیے ہیں اور آپ کے نائب ہوں -
نواب - اچھا تم دونوں مل جل کر انتظام کرو -

پھر کیا تھا - اتنا اشارہ بانٹا کہ لگے ہاتھوں سب بند بست
ہو گیا کیل کانٹے سے درست - چھوٹی بگیم کو ٹھے پر کھڑے کھڑے
جلوس دیکھ رہی ہیں اور دل ہی دہین ہنس رہی ہیں کہ نواب کے
داغ پر گرمی چڑھ گئی ہی - سوقت کوئی خوجی کو دیکھتا - دماغ ہی
نہیں ملتے تھے اسکو ڈانٹ اسکو ڈپٹ کسی پر وصول جانی کسی کو
چائٹا رسید کیا - اسکو کپڑا - اسکو گرفتار کرو کیجیے شعلی کو گامیان
دین کبھی پشائے داسے کو بے نقط سنائیں -

الغرض جد جہد اور اہتمام لینے کے بعد جلوس اس ترتیب سے
چلا سب کے آگے نشان کا ہاتھی - ہری ہری بھول پڑی ہوئی مسک
پر سینہ در سے گل بوٹے بنے ہوئے ایک ڈنٹا کٹا ہاتھی جو ہم
کر جا رہا ہی - اسکے بعد ہندوستانی باجا - گھڑ جھیر - تیر تیر تیر
دھم دھم دھم دھم - اس کے بعد آتش - بھونوں کے تحت جھیلی

کھلا ہی چاہتی ہے۔ گلیاں چمکنے کو ہی ہیں کیشی اب مہکی اور اب مہکی جو ہی پر نیا عالم ہے۔ مگر اگر کاغذتہ جوین پر ہی گل لالہ کھلا ہوا ہی رہیں منڈل وہ بنایا کہ جسے دیکھا ہی خوش ہو گیا۔ چاندو بازوں کے تحت میں قلم توڑ دیے (ماشا اللہ کیا تعریف کی ہی) دو چار تو پینک میں غنیمت ہیں۔ دنیا کی خبر ہی نہیں دس بائیس اوندھے پرے ہوئے منہ سے دھوئیں کے پتے اڑ رہے ہیں۔ کوئی بھی کا پوند ایسے ہوئے چاندو باز انداز سے چھیل رہی ایک گھڑی جس رہا ہی۔ گرمٹ ٹھگ۔ افیم سنگالی ریتل کی کپی۔ سب ہی کچھ ہے شکار کا وہ سان باندھا کہ واہ جی واہ۔ ایک شکاری بندہ چھتیا لے کھٹنا ٹیکے آنکھ دبا لے نشانہ لگا رہا ہی۔ دائیں کی آواز بس آیا ہی چاہتی ہی۔ ہرن وہ چوڑا بیاں بھرتے جاتے ہیں خرگوش وہ کان دبا لے پکے آتے ہیں۔ اس کے بعد اگر نری باجا تال ہم دوسرے درست اس کے بعد گھوڑے۔ کیت کاٹھیا وار کچھ سرنگ۔ کرنگ۔ تھرہ خنگ۔ کیت سبزہ۔ دیلا چم چم کرتے منے جا رہے ہیں۔ دو دو آدمی تعینات گھوڑے وطن بنے ہوئے منہ کی کارنگ رجاے پے جائے۔ کرنازک فدا سی تھوٹی۔ جوڑی پیشانی۔ کینتیاں بدل رہی ہیں۔ اس کے بعد پھر ارگین باجا قول کے غول۔ اس کے بعد تان فانس۔ پالکی۔ نالکی۔ سکھیاں اس کے بعد پھر باجا اس کے بعد بیرون کے تحت۔ نازنینا عرسہ جو اور پری پکیر ان غنیمتوں پر تھک رہی ہیں۔ صد ہا تاشانی اس کے شمع رخسار کے پردانہ ہیں۔ اس کے بعد روشن ہوئی ٹالے سم ڈھار ہوئی

مطرب خوش نوا کو تازہ تبارہ نو بنو
باوہ دگشا بھرتا زہ تبارہ نو بنو
با صنف چرعتے خوش بنشین بخلو تے
بوسہ ستان بکام از و تازہ تبارہ نو بنو

اس کے بعد ہاتھوں کی قطار جھومتے جھومتے سوڑے کھلتے جاتے ہیں۔ روشنی کا انتظام بھی جو کس تھا۔ پینٹاٹم اور لائٹین جھک جھک کر رہی تھیں۔ سوئی گڑے تو اٹھا بیچے۔ رائی کا دان صاف نظر آئے۔ اس تھتے سے برات چلی۔ ارے تو بہ۔ برات کیسی جلوس چلا کہ میان صف شکن علی شاہ کو لاکین جلوس کا جانا چکر کھاتے شہر بھر کو دکھاتے ۵

آہستہ خرام بلکہ خرام زیر قدرت ہزار جان ست شنائی میں گانے بیفیکے بے تکی اڑاتے۔ اڑھائی چانول نکلاتے چلے گو ندنی والی نیا۔ راہ میں جو دیکھتا ہی چکر میں اتار دے واہ اچھی برات ہی۔ دوٹھا کا تباہی نہیں۔ برات کیا گورگ وھندا ہو ٹیم نام دھوم دھام سب کچھ۔ مگر نوشہ ندارد۔ دوٹھا غائب تمام شہر اور شہر کے گلی کوچوں۔ اور گلی کوچوں کے مکانوں اور مکانوں کے در و دیوار کے صدفے ہوئے جلوس میں گو ندنی والی نیا پر خیا اب سینے کے میان آزاد اپنی ساندنی پر سو اصف شکن علی شاہ کو کابک میں بٹھائے سڑک پر ڈٹے ہوئے تھے۔ این اصف شکن علی شاہ کہاں سے آگئے۔ اچی کسی ایڑ بیڑ کو ادھر ادھر سے خرید لیا ہوگا۔ نا صاحب وہی صفت شکن۔ ناقلہ میں کو یاد ہوگا کہ میان آزاد نے اور پ بیڑوں کو توڑا دیا تھا مگر صفت شکن علی شاہ کو چھپا رکھا تھا اب موقع پر انکو نکالا۔ غیر خوجی آتے ہی اسے بغلیں ہوئے اور یہ صاحب گلے لے اور غفور خدنگار نے سلام کیا اور اتفاقاً صاحبین سے مصافحہ ہوا خوجی مثل شہور کہ کہ تو میرے بعد گوسے کے بھی دن ہو رہے ہیں سو ہمارے تو آج دن بھر کے کہ آپ آئے اور شاہ جی کو لائے خواب کے بیان سنا تا پڑا ہوا تھا۔ وہ چیل چیل ہی نہیں وہ دل لگی ہی نہیں۔ صفت شکن کے سوگ میں سب پروردنی چھائی تھی۔ خواب چوہک چوہک پڑتے تھے۔ کھٹ ہوا اور پوچھا آزاد آئے دھم ہوا

اور کھنٹا لے کر آپ نہ آئے نہ آئے۔ حاسروں نے توجہ دی تھی کہ حضور وہ سائنس دان بن گئے تھے۔ کیسے آزاد اور کمان کے صف شکن وہ ہو چکے یہاں سے تو منزل پر۔ مگر یا ہم تھا را جنبہ کرتے تھے۔

میر صاحب۔ جی ہاں اور ہم بھی آپ ہی کی طرف سے لڑتے تھے۔ ہم اور خواجہ صاحب دونوں۔

آزاد۔ بھائی کچھ پوچھ نہیں۔ واللہ آسمان میں تھکلی لگائی تب کہیں انکی زیارت نصیب ہوئی خدا جانے کن کن جنگوں میں جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کیا کیا فتاوین پڑیں۔

خوجی۔ جی اسمیں کیا شک ہو حضرت۔ یہاں لوگوں نے وہ گھنٹے اٹرائی تھیں کہ تو بہی بھلی کسی نے کہا باندھ ڈون کے یہاں نوکری کرنی۔ کوئی طوفان باندھتا تھا کہ کسی بھٹیاری کے گھر پر مگر سب بہتان۔ لوگ تمہیں تراشتے تھے۔ لیکن اب سب نے منہ کی کھائی بات تیرے گیدی کی۔

خلاصہ یہ کہ خوجی اور میر صاحب اور رفقا اور صاحبیں سب سب ملکر میان آزاد کو چیتے یا رہاتے تھے مگر ہمارے آزاد ایک استاد۔ ان مردوں کی قربت سے واقف تھے خوب سمجھے کہ اب نواب کے یہاں جو ہمارا طوطی بوسے گا اس سے یہ سب ہمارے چچے بن رہے ہیں۔ تھوڑی دیر تک خوب کھل کھل کر باتیں ہوئیں۔ تو میان آزاد نے کہا حضرت اب رات جاتی ہو یا آتی ہو چلیے نہ بس اب انتظار کر کا ہو۔ اچھا بسم اللہ کیجیے۔ پشائے چڑھاؤ لائٹیں جلاؤ گھوڑے چلاؤ۔ ہاتھی کے پرے جاؤ۔ باجا جاؤ۔ تاملان بڑھاؤ۔ قرینے سے لگاؤ۔ جب جلوس آراستہ ہوا تو میان آزاد ایک فیل فلک شکوہ پر جا ڈٹے۔ اور صف شکن علی شاہ کی کابک کو آگے رکھ دیا خوجی اور میر صاحب کو حکم دیا کہ خواصی میں بیٹھیں۔ بائیں اور ہم

بھی کوئی چوڑے چار چکے ہیں جو خواصی میں بیٹھیں گے۔ آپ بھی خوب کہتے ہیں۔ لوگوں نے سمجھا یا کہ ابھی کچھ دہائی سے معلوم نہیں ہو بیٹھ نہیں لیتے خواصی میں۔ کیا مشیخت میں بٹا لگے گا۔ یا شان کر رہی ہوگی۔ غیر تو درویش برجان درویش دونوں کے دونوں پیچھے بیٹھ لیں اور جلوس چلا۔ شہر میں تو پہلے ہی لڑتے تھے کہ نواب والا بیڑا ہٹے ٹھٹے سے آ رہا ہو۔ لاکھوں آدمی چوک میں تماشہ دیکھنے کو ڈٹے ہوئے تھے جھٹیں جھٹی پڑتی تھیں۔ وہ بیڑا بھڑکا کہ شاد سے شاد چھلتا تھا باجکی کو از جو کالون میں بڑی تو تماشائی چشم در راہ نظر ہوئے نشان کا ہاتھی جھنڈے کا پھر برا آٹا تا اٹھیلیاں کرتا سٹانے یا پھولوں کے تخت آگے تھے۔ انگریزی باجے نے کالون کو سرور نازنیناں پرلوش کے رخ انور نے آنکھوں کو نور بخشا۔ جیسے ہی عین چوک میں میان آزاد کا ہاتھی پہنچا ویسے ہی دیوانی کے ہونکے کو نے ٹانٹ کر کہا کہ ہاتھی روکے۔ آزاد کے نام وارنٹ آیا کہ ارے!۔ اوسان خطا ہو گئے۔ فیلبان نے جو دیکھا کہ سرکاری آدمی لال لال کیا باندھے کالی کالی وردی ڈانٹے۔ خاکی تلوں پہنے چیراس ٹنگائے وارنٹ یہ ہاتھی روکے کھڑے ہیں تو اس کے ہوش پران ہو گئے اور ہاتھی کو جھڑکھنوں نے کہا اُدھر ہی پھیر دیا۔ میان آزاد مع خوجی اور مع میر صاحب مع میان صف شکن علی شاہ اور مع فیلبان اور مع ہاتھی اور مع ہاتھی کی دُم ہر گوریوں کے ساتھ ساتھ چلے جلوس ترتر۔ کوئی تخت لیے بھاگا جاتا ہو۔ کوئی جھنڈے لیے دجا پھرتا ہو گھوڑے تھان پر ہو چکے۔ تاملان اور باکیوں کو چھوڑے ہو کر گمار اڈے پر ہو رہے۔ جلوس کا پتا نہیں۔ برات و رات سب غافل اب نئی سڑک کا پتا پوچھتے جاتے ہیں خوجی ابھی انیم کی بنک ہی میں ہیں میر صاحب چاند کے نشے میں ہیں۔ ابھی دل لگی ہوئی آگے تیس ہو ابندھی کہ ایک ہی جھونکے میں برات کا چراغ گل جلوس

دہی بوقت کی شنائی بجار ہے ہیں۔ اس جھگے میں آپکو بہاگ کی دھن سائی ہے۔

خوجی۔ پنشاخے چڑھاؤ۔ پنشاخے نہیں میں کچا پیا تو دھن کا نہیں جھپ سے چڑھانا تو پنشاخے رشا باش ہی بیٹا۔

میر صاحب تو جلے بٹھے ہی تھے خوجی نے جب کئی بار یہ ہانک لگائی کہ پنشاخے چڑھاؤ تو وہ جھلا اٹھے۔ ایک دفعہ ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ خوجی بچا سے کو دھم سے ہاتھی پر سے نیچے دھکیل ہی تو دیار را دھون کون گرا۔ کون گرا۔ ذری نوہ تولیا کون گرا کون ای حضرت

ٹوہ کیا لین آپ ہی توڑھکے۔ اے امین۔ ہاے ہاے وہ تو کیسے بڑی پسلی بیج گئی۔ نہیں شیطان نے تو قسم تک باقی نہیں رکھا

تھایا روزری دیکھنا تو ہمارا سرجا یا نہیں۔ واہ سے میرے گرنے بس یہی معلوم ہوا کہ کوئی ڈوہ کا ڈوہ ہاتھی گرا۔ اللہم حفظنا من کل البلیات

مذکورہ جیلوس کل بلیا رہنے دو۔ ہو جو کلبلیا۔ وہ تو کو تیل ہٹانا نہیں کلبلیا نکل جات۔ پھر میں ستھنا اور چلے کلبلیاے۔ ادھر

آؤ اٹھاؤ اٹھاؤ۔ اپنا بوجھ ایک مذکورہ نے خوجی پر لاد ا۔ خوجی۔ امین! کیا کوئی مزدور مقرر کیا ہو۔ یا سر بوجھیا بنایا ہے۔

شریف اور باجی کو نہیں پچا بتاے اب اتارنا ہو بوجھ یا میں ناے میں پھینک دوں۔ یا باپ کا سر سمجھ کر بوجھ لاد دیا جانو ہم گرے ہیں

او گیدی لانا قرونی۔ میر صاحب۔ گدھے نہیں اور ہو کون رقم نے بوجھ اٹھایا ہی کوئی

بڑا یا نکل ہی۔ جب بوجھ سر پر رکھ دیا تب جھگڑتے ہیں نظر نہ سرتا ہوا اور سنیے گا بوجھ سر پر رکھ لیا اور لگے گالیان دینے۔ مزدور کہیں کا

دوسرا مذکورہ سے تین کو ہسے۔ ارے تین کو ہسے۔ اترا ہاتھی پر تیرا تر ت ہی۔ کہ ہم ہو چنے پھر۔ ہا میں منھ میں ناہیں بولت ہی یو تو اسے ہم بکبت ہیں اور دن پھر۔ تین اس نہ منھے۔

غائب۔ میان آزاد لہرے پھندے خوجی اور میر صاحب خواصی میں بندھے میان صنف شکن علی شاہ جو رجھا سستے ہوئے اور

فیلبان بری اور دھت کہتے تھے چلے نئی سڑک کا پتہ پوچھتے پنشاخہ ہاتھ میں دو مذکورہ ساتھ میں۔ اب سنیے کہ ہاتھی اک دن تاست

گو یا خیر طوم اثر دہاتھی صورت دیوار تھمتھتی

سنان بیابان۔ ہو کا عالم۔ پرند کہیں پرندین مارتا تھا اتنے میں ہاتھی جو گر جا تو جھل بھر میں ہوک پڑ گئی اور خوجی اور میر صاحب

ایک دفعہ ہی پینک سے چونک پڑے۔ خوجی۔ امین پنشاخے چڑھاؤ۔ پنشاخے۔ ابے یہ کیا اندھیر بچا یا ہو

(آنکھیں ابھی نیم باز ہیں) اور سنیے گا۔ ذری یون ہی آنکھ جھپک گئی تو کی کرائی محنت ساری خاک میں ملا دی۔ اب میں اتر کر کوٹھے

چھکار دینگا تب امین گے۔ تو وجہ کیا باتوں کے آدمی کہیں لاتوں سے مانتے ہیں (کہتے کچھ ہین منھ سے نکلتا کچھ ہی)۔

میر صاحب۔ ہائیں! ہائیں! ہائیں! او فیلبان۔ یہ کہاں گلی میں آیا۔ یہ کیا آتش بازی سے بھڑکتا ہی ہاتھی۔ بڑھائے چلو۔

میل میل۔ دھت۔ دھت (آنکھیں کھول کر) امین! اسے میان چھپا کیس جھٹیل میدان میں آکھلے۔ ذری خواب خرگوش سے جاگو۔ جھاگو

جھاگو۔ آخر یہ ماجرا کیا ہو پھٹی میان ذری دیکھو تو آتھی خیر اللہم حفظنا من کل البلیات۔ یا مڈیا یو۔

یا علی مشکلا کشا مشکل کشائی کیجیے خوجی۔ (چونک کر) پنشاخے چڑھاؤ پنشاخے۔ اور یہ باجے

والوں کو کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ ذرا زور زور پھیرے جاؤ۔ اب تو بہاگ کا دقت ہو باگ کا۔

میر صاحب۔ آنکھیں تو کھویسے روشنی کا چراغ گل ہو گیا۔ آپ کا اور زور دونوں کا قتل ہو گیا۔ باجے والوں کی دُرگت ہو گئی۔ آپ

میر صاحب - کتنا کس سے ہو۔ اے کس سے کتنا کچھ بیہا تو نہیں ہو۔ اور سینے کا صاحب - اے کی یہ کیا تقریر ہو مجھ - اے ترے کیسا - اور آنے میں کیا ہم کچھ بنا رہے ہیں تو اے (دھم) دوسرا مذکور ہو - اٹھا یہ بوجھ اٹھا - لکڑی ہے - ایک تھرا ایک لوٹیا رکھ موڑے پر اور آگوا -

میر صاحب نے نیچے اتر کر دیکھا تو سرکاری پیادہ لال گیا جا وردی ڈانٹے کھڑے - اوسان خطا ہو گئے گئے تھر تھر کانپنے چپ چپاتے تھالی لوٹا اٹھایا اور چل چل کر چلے گئے - مذکور دو لون کے دونوں خواصی میں جا بیٹھے - اب فوجی اور میر صاحب دونوں مزدور بنے ہوئے درے پھندے کرتے پڑتے جانے لگے - فوجی - واہ ری قسمت - کہاں تو فیصل نشین تھے کہاں اب سر بونے چلتے ہیں - واہ کیا زمانے کا نشیب و فراز ہو - کیون جی میر صاحب ہم تو یاد آئی میں تھے - یہ تم کو کیا ہوا تھا تم کہاں تھے - میر صاحب - جہاں حضور تھے وہیں بندہ بھی تھا - آپ بھی پنک میں تھے میں بھی پنک میں تھا - دونوں غین و اللہ باللہ تم باللہ یہ آزاد چکا لے گیا - یہ اُسی کی ساری کارستانی ہو -

فوجی - خدا سمجھے ایسا شریر آدمی تو دیکھا ہی نہیں واللہ ہے - آزاد - ذرا چوتخ سنبھالے ہوئے نہیں اترتا ہوں پھر اون کردون مرمت -

فوجی - بھائی فیلبان ہوت - تم کو خدا کا واسطہ اتنا بتا دو ذری کہ یہ ہوا کیا - یہ برات کہ دھرو چکر ہوئی انشا خے پشاخے سبائب غلہ باجا و اجا سب تین تیرہ - نہ وہ رشتی نہ وہ گھر - فقط ہم اور بار و خر و اللہ طلسمات کا سامان نظر آتا ہو - یہ سب جادو کی کرات ہو - چلتے چلتے ترکا ہو گیا تو فوجی بولے بھی ہمارا تو بھور ہی ہو گیا اب جو جھوٹا کھڑے چلے اسکی بقا و پشت پر لعنت (بوجھ پھینک کر) لے

جسکا جی چاہے اٹھائے مذکور یوں نے بوجھ ترے سے اٹھالیا - اور ان دونوں کو بھی ہاتھی پر بٹھالیا - جب ذرا دن چڑھا تو ایک مذکور نے کہا بھی پھیلان سامنے ہاتھی روک لینا ہم ایک دو گوتے (غوطے) تو نگالین بھیاک سے بے نائے چین نہیں -

فیلبان - یہ کیوں - کیا کتیا گھسیٹی ہے - مذکور - ہاں تم کو کیا تم تو چاہے بیٹل بیٹل دن نہ نہاؤ - ہم تو جات باہر کر دیے جائیں -

فیلبان - اچی تو ایسا نہانا بھی کیا - تالاب دیکھا اور گودیرے گرھیا ملی اور بچا نڈ پڑے - واہ نہانا بھی کچھ تھنا ہو کہ طلے ہی نہیں اچھے رہے - تم گنور دل ہی رہے -

مذکور - ہاں تھرے تر دن (طرح) عید یکریہ نہا میں تو گنور دل نہ رہیں -

آزاد - فوجی کو یا رچے نہاؤ گے - بھئی ایک غوطہ لگاؤ ہماری خاطر سے واسطے خدا کے -

فوجی - یوں ہی نہ رہ کر پڑیا دیدو - گلا گھونٹ ڈالو نہ - یہ دل لگی ہمیں پسند نہیں -

میر صاحب خدا خدا کر کے کہیں شہر میں داخل ہوئے آزاد نے متحیر ہو کر کہا کہ امین اتنا دن چڑھ گیا -

اب سینے کہ سب سے پہلے تو میان چاندو باز کی منحوس صورت نظر آئی

چاندو باز - بڑے بھائی سلام - کو خیر سلا چینگ کی پوٹے کچ سج سب اچھے بار کرو روٹن تین مائیں تب میرے اللہ نے تھاری صورت دکھائی بھائی آنکھیں تم کو ڈھونڈتی تھیں - ترس گئے یا ترس گئے - اب کہو بناؤ کی بھی کوئی صورت ہو - ہمارا کہا مانو تو اس فتنہ جی سے بچ جاؤ - بی اللہ رکھی نے یہ خطریا ہو چکے سے پڑھ کر خراب لکھ دو اب کہا مانو اپنا خاکا اڑانا مفت میں اپنے تین منسوانا اس سے فائدہ -

میان آزاد نے خط لیا کھول دیا۔		دیکھو میان چہرہ زرد۔ دل سرد۔ کپڑوں میں ٹوسن گرو۔ رہ نورد	
بنی اشد رکھی کا خط		عورت سے بدتر نام کا مرو۔ میں بت طائر سر پایا انداز۔ سرست غنہ	
صدقے آنکھوں کے تیرے ساتی		مخوناز۔ نازک آواز۔ گلزار۔ گلبدن۔ گلرخ گلنگ۔ رنگین ادا	
ایسی ہی شراب نے دھواں		شوخ و تنگ چست و طرار مردم زار۔ آتشیں رو۔ یاسمین بو	
اطراف حبش میں جو بنی ہو		میں آستوب دوران توست چان۔ ۵	
تیزی میں سیاہ مرتج سی ہو		نمی گویم کہ تو نامردی آزاد	
جس سے جھٹ چاندنی کھست		بجان من بلا آوردی آزاد	
بادل آئے ہین عیش کے جھوم		ترا من ناخدا دانستہ بودم	
جس سے کہ سرور یاد آئے		زجورت جان من برب رسیدہ	
گہری دلدار سے چھنی ہے		جگر خون گشتہ از مرگان چکیدہ	
میان مجرا عرض ہو۔ کیون جی اسی منہ سے کہتے تھے کہ میان		بدن کارم از دست رسیدہ	
آزاد کی پیاری بنی اشد رکھی بھٹیاری۔ کیون ہنور ندی کا قصور		نہ کا فر ماجرا دانستہ بودم	
آپ تو صفت کے بھپائے دیکر سدھائے گرا پنا دل کرا کرتا ہو		پاک پروردگار کی قسم جو ہمارے میان بنو تو وہ پیاری پیاری	
ہی ہو اندر دے کو کوئی کمان تک سمجھائے یہ کسی کے مان ہی کا نہیں		صورتین دیکھنے میں آئیں کہ پرستان کو بھول جاؤ۔ دھاڑے کا	
انھیں کر تو تون تو اس درجہ کو پہنچا۔ ہاے یہ کیسا ازغیب کا پھیرا		دھاڑا راجہ اندر کا اکھاڑا۔ جو ہو وہ بری چیم۔ جو ہو وہ جان عالم سگرم تو	
خدا کے واسطے کا بکھڑا ہو۔ دیکھیں ابھی کیا کیا جھک جھوڑے		وہی ہیر پھیر کے وحشت ہی کی لیتے ہو پہلے اتنے ہو تو کو کوئی ناز کبر	
جھیلنے اور کیسے کیسے باپ بیلینے ہین۔ بن بیاہ کے تو میان یہیں		محبوب چار ڈاکہ سالہ تم پر مرے۔ سچ ہو۔ ۵	
منڈھے نہ چڑھے گی۔ یہ عشق بھی حد بڑھ کر عارضہ ہی خدا جانے مجھے یہ ہوا کیا		غالب ان سیمین تنزن کے واسطے	
گھر گھاٹ نہ سوچا اور ساری آبرو کھاری کنوئین میں ڈبائی۔ اور نہ		چاہنے والا ابھی اچھا چاہیے	
کی دانتا کلکل اور ان تھائے چھپون سے اور بھی میرا جی جلتا ہو		خاتون جنت کی قسم جو کہیں ہم سے تم سے بیاہ رچے تو کیسی	
جو ہمارے ساتھ بیاہ رچے تو تمہارا نصیب جاگ اٹھے میان۔ میں		مرے سے کٹے۔	
شوخ محبوب۔ تم مست و مجذوب۔ میں چندے آفتاب چندے		اور پھر ٹھٹھ یہ کہ جہان کہیں ہکو اپنے ساتھ لجاؤ وہاں خدائی	
مہتاب۔ تم خانہ بدوش خانان خراب۔ میں مہ بارہ۔ تو ہیکارہ		بھر بھرتاری ہی خوشامکرے اور نہیں تو کیا۔ اور کیون صاحب یہ	
میں باغ و بہار تو دفکار میں ستم یاد۔ تو خانہ برباد میں فتنہ ہمدوش		دھاندلی کیسی۔ بھلا نہاد ہو کر اور صاف پاک ہو کر قرآن شریف پر ہاتھ	
تو خود فرمودش۔ میں برق شر بار۔ تو زند بادہ گسار۔ وری اپنا منہ تو		دھر کہ بیاہ کا وعدہ نہیں کیا تھا ہر فریاد میں گنجائش شکوہ بنی ہو	
		یا نہو کیون ناحق انصاف کا گلہ اند چھری سے زیتے ہو چلو اب	
		ہنسی دل لگی تو بچکی کیسے اب وحشت دور ہوئی یا نہیں تم بھول	

کی سیج پر سوو گئے سوئے کو خانہ۔ پنے کو برن آب صبح کو شراب
شام کو کباب۔ چٹری اور دو دو۔ بھرت اب اس خط کا جواب تو
لکھ دینا۔ نہیں میں اپنی جان دوں گی۔ اب جواب کے بدلے کہیں
شکا سا جواب نہ دے بیٹھنا۔

میان آزاد کی پیاری بی اندر رکھی بھٹیاری۔

میان آزاد پھر آپ جانے عاشق تن آدمی۔ اور بی اندر رکھی
کی پیاری پیاری ادائیں تو دل میں کھپ ہی گئی تھیں۔ وہ چلا
وہ چلا ہٹ آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ خط کو سر پر رکھا آنکھوں
سے لگایا اور جواب میں لکھا مگر دوپٹی بایتن۔

سنبوی ہم بٹلین میں کوئی اٹھائی گئے نہیں میں تم میڈی
ہو تین تو خیر مضائقہ نہیں۔ مگر ٹھہرین بھٹیاری۔ بھلا پھر ہم سے
کیونکر رہے۔ مانا کہ آشوب دوران بلاے جسم و جان ہو سکیں
شریف زادی تو نہیں۔ زلفت میں زلفت ہی کا پیوند لگتا ہی
گاڑھے کا پیوند بے تکا پن ہی۔ اندر اندر آپ بھی اتنی ہوئیں کہ
ہاری چاہتی ہو بیٹن۔ اسے تیری قدرت شان خدا۔ مگر تیج
کہوں جس وقت وہ زلف چلیا یا داتی ہے کلچے پر سانپ لٹنے
لگتا ہے۔ وہ چال۔ وہ بال۔ اچھا پھر اب کیا کہتی ہو۔ بیاہ کرو گی
تو خیر ہم بھی موجود ہیں۔ جب کو سر اندر رہے۔ بس اب خوش ہوئیں
وہ ہنس دین۔ اس مسکراہٹ کے قربان۔ تو قول دیا اب
بیاہ رہے چلو اس مقدمے کی بھینچٹ ہی سے بچے سہی۔ اب کوئی کہا
کے بہوت تو نیند آ رہی ہی۔ آنکھیں کھلی بڑتی ہیں۔ والسلام

خانہ بر باد میان آزاد

چاندو باز نے جو یہ خط پایا تو۔ ع۔ بتا ہوا اور پتے پہ آیا۔

چاندو باز۔ بی اندر رکھی۔ ای بی اندر رکھی۔ ای سو رہیں ای واہ
دن دہاٹے خیر خیر لٹے لینے لگیں۔ دیکھو تو میں لایا کیا ہوں۔

اندر رکھی۔ دور کی کوڑی لائے کیا ہوا اپنا سر بیٹھی نیند میں جگا دیا
لے کے بڑے وہ بنے ہیں۔

چاندو باز۔ بڑے چھوٹے کے برتے پر نہ رہیے گا دیکھو تو میں کیا
لکھو لایا۔ آزاد نے تو اپنے ہاتھ ہی کاٹ دیے نواب کیا پوچھا ہے۔

اب تو چڑھ بنی۔ آج کے دنوں دن دولہن بنو میان پائے۔ بیاہ

مبارک۔ ہمارے دلواؤ جس طرح وکیل صاحب نے پٹی پڑھائی
تھی اسی طرح کل کارروائی بھگت گئی۔

اندر رکھی چین کر دیہ لکھا کہ نکاح کرونگا ہجو یہ نہیں لکھا تو پھر کچھ
بھی نہیں۔ جاؤ وکیل کو خط دکھا دو۔ اور چہ کہیں وہی کرو۔

قسمت کو دیکھنا کہ کمان ٹوٹی جاگنر
دلو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

نواب پھول کے پتیا ہو گئے تھے جیسے خامہ ہاتھی کا پا بھٹ
مائے خوشی کے ایسے پھولے کہ تیج جمع جانے میں نہ سمائے۔ بند
چٹ چٹ ٹوٹ گئے۔ اور کیوں نہ غیہ دل کھل گیا تھا۔ بڑے
ٹھٹھے سے نیچے میں جھوم جھوم کر ٹل رہے تھے۔ آنکھیں بھاڑ بھاڑ کر
دیکھتے جاتے ہیں کہ جلوس اب آیا اور اب آیا۔ کرک دھون کی
آواز اب آئی اور اب آئی۔ نشان کے ہاتھی کا پھر براب سامنے آڑا
اور اب آڑا اب اڑا رصف شکن علی شاہ کی زیارت اب نصیب ہوئی
اور اب نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ ہی چوہدار بدحواس دوڑتا ہوا آیا
چوہدار۔ خداوند لٹ گئے لٹ گئے لٹ گئے۔ ہائے لٹ گئے
وہ دیکھو صاحب تمھارے لٹ گئے۔

نواب۔ ہائین ہائین! یہ کوئی بہرہ سپا تو نہیں ہی۔ میان لٹ
کیا گئے کچھ ہو گئے بھی۔ یا لٹ گئے۔ لٹ گئے ہی بکا کرو گے کہیں
پاگل خانے سے تو نہیں بھاگ آیا ہی۔

چوہدار۔ خداوند برات کو اٹھائی گز دن نے لٹ لیا۔ ہاتھی غائب

نواب - ہوں۔ برات ابرار کسکی کہیں شاہ جی صاحب کی سواری سے تو نہیں مطلب ہوا ہے یا روجلدی تباؤ۔ اُف ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

چاہک سوار۔ غلام عرض کرے جو جان بخشی ہو تو۔

نواب - اے ہی تو اب ان چوہوں کا بھلا کونسا موقع ہی میری بائیں آنکھ پھڑکنے لگی۔

چوہدار۔ وہ دیکھو صاحب تمہارے۔ برات پھرتی پھرتی گھومتی بڑے ٹھٹھے سے آرہی تھی۔ چوک میں تماشائیوں کا یہ عالم کہ چھتین چھٹی پڑتی تھیں ایک پردہ اور دس پڑتو گرے پڑتے تھے شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ تھالی اُچھالے تو سری سر جائے آتش بازی سے

برات کا جوبن اور بھی دونا ہو گیا۔ کوئی پھل پھل پڑ پڑ ہے۔ کوئی چرخ کو دیکھ دیکھ فرش ہوتا ہی اور تخت روان۔ اُجی وہی دیکھو صاحب تمہارے پر یوں کا تخت تو بس اُڑن کھڑے تھے۔ وہ دیکھو صاحب تمہارے بس جیسے بادشاہوں کی سواری نکلتی ہے

مدا میان جیسے ہی بیچ چوک میں پہنچے کہ بس دو چار سیون نے لٹکارا کہ ہاتھی رک نہا ہاتھی ابھی پھرے۔ ہاتھی پھر ادھر۔ بس وہ دیکھو صاحب تمہارے ہاتھی ادھر جھک پڑا۔ اب ادھر صاحب

تمہارے بے نشانے تو یار لوگ اُڑے اور دو چار چوٹے بھانٹوں نے ٹوپیاں دیوان بھی اتار لیں۔ سب ترتر غائب غلہ۔ وہ دیکھو صاحب تمہارے کمان تو باجے بج رہے تھے کمان ستانا۔

نواب - بھلا شاہ جی کمان ہیں۔

چوہدار۔ اُجی حضور شاہ جی کو لیے پھرتے ہیں یہاں دیکھیے صاحب تمہارے۔

نواب - کوئی ہو؟ ادھر آنا۔ ان کے کٹے پکڑے ہو جتنی مرتبہ (وہ دیکھو صاحب تمہارے) انکی زبان سے نکلے اُتے جوتے

اپر پڑیں۔ وہ دیکھو صاحب تمہارے۔ اُنھوں نے کہا اور جوتا پڑا ترسے۔ نامعقول۔ ایک لفظ بولتا ہی تو تین سو ساٹھ (وہ دیکھو صاحب تمہارے)۔

چاہک سوار۔ اُجی خلدند۔ اب اسوقت غصے کا موقع نہیں ہے اب کوئی فکر ایسی کیجیے کہ شاہ جی صاحب تو چھوٹ آئیں۔

نواب - این! کیا وہ بھی گرفتار ہو گئے۔

چاہک سوار۔ جی اور میر صاحب بھی۔

چوہدار۔ اور غبی بھی۔

غفور۔ اور میان آزاد بھی۔

چوہدار۔ اور ہاتھی بھی اور اُسکی دم بھی۔

نواب - اخاہ تو یہ کیسے بڑے کا بیڑہ کیا ہوا ہے۔ ۶۔ کا سے کہ خدا کند فلک را چہ حال اب ہمیں یہ کیا معلوم تھا بھلا۔ ورنہ ایک گار د ساٹھ کر دیتے۔ چلو خیر۔ اتو جو ہوا سو ہوا افسوس صفت شکن علی شاہ کی زیارت نصیبوں میں نہیں ہے۔ آخر کچھ معلوم بھی ہوا کہ یہ دھڑکڑ کیسی تھی تھی۔ بیچ تو یوں ہی کہ اسوقت ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہم سے تو کچھ امید نہ رکھو رو پیہ ہم سے نوادر فکر تم کرو۔

مصابین کی بن آئی اب کیا پوچھنا ہی چین لکھا ہی۔ پانچون لگی میں اتو چاندی ہی آپس میں ہنڈیا پکنے لگیں کہ واہد ایسا موقع پھر تو کبھی ہاتھ نہ آئے گا جو کچھ لینا ہو سے نوادر عمر بھر چین کرو۔

اسوقت یہ بوکھلایا ہوا ہی جو کہو گے بیدھڑک دے نکلے گا لیکن ایک کام کرو۔ دست باج آدمی مل جلکر بائیں بناؤ اور جنگ پر چڑھاؤ ایک آدمی کے کیے کچھ بھی نہوگا کہیں بھڑک گئے

تو پھر غضب ہی ہو جائے گا کیلی تو لکڑی بھی جو طے میں نہیں جلتی۔ چلو سب کے سب ہم صیغہ ہو کر اُلو بنائیں

آج تو اللہ تعالیٰ کے بھانوں چھینکا ٹوٹا ہے۔ خدا کرے روزِ آخر وارنٹ جاری ہوں تو دل لگی ہے مگر اتنا یاد رکھیے گا جو کہیں زنان خانے میں خبر ہوئی تو چھوٹی بیگم اللہ چھچھو ندر ہی کی طرح سے ناچنکی اور بااچھو چھو اسیلین اور بھی مناتھو چائینگی۔ پھر آپ کے کرتے دھرتے کچھ بھی نہ بن پڑے گی۔ ہاں اتنا سمجھ رہے گا ذری۔

اب سنیے کہ مبارک قدم دروانے کے پاس کھڑی سب سے رہی تھی۔ نواب تو بیچے میں ٹٹلتے تھے اور صاحب ادھر چہ میگوئی کر رہے تھے اور بی مبارک قدم چپکے چپکے ساری داستان سن سکر مسکراتی جاتی تھیں لپک کر گئیں اور چھوٹی بیگم کو بلالائیں ذری چلیے تو سہی میں صدقے۔ ذری جلدی جلدی قدم اٹھائے آئے آپ کو کچھ باتیں سنوالائیں۔ یہ موے خوشامد خورے کیا دہی تباہی بک رہے ہیں منہ مجلس سے بکڑ کے اور نہیں تو بیگم دے پاؤں گئیں۔ ذرا چاہ بھی نہ معلوم ہوئی۔ اہٹ کیسی وہ بفکری سے نواب کو صلواتیں سنارہے تھے اور گھاتین باہم تبا رہے تھے۔ بیگم صاحب نے تھوڑی دیر میں مبارک قدم سے بوجھا۔ کیون مبارک قدم یہ گورا گورا جوان سامنے کون بیٹھا ہے وہ کیا ہیں سامنے چہرہ پر چہرہ مراد بن ہو اور ابھی مسین بھگتی ہیں۔

وہ بولی ای حضور یہ بھی رئیس زادے ہیں۔ کوئی ایسے ویسے تھوڑا ہی ہیں۔ ان کے یہاں ابھی کل کی بات ہی ہزاروں حساب نوکر چاکر تھے۔ انکے باپ فیل نشین تھے۔ یہاں چھوٹا بڑا ایسا کون ہی جو انھیں نہیں جانتا۔ اب نواب صاحب سے سب باتیں کوئی کہ نہیں میں تو ابھی ابھی جڑ دیتی۔ تو جس پتل میں کھائیں اسی میں چھید کریں۔ بیگم کو کوڑا گرو لین۔ ابھی مبارک قدم اور سب کی جھٹنا۔ رہا اس بیچا سے کا نام نہ دینا بھلا انکی عمر کیا ہوگی

مبارک قدم نے مسکرا کر کہا میں تو جانوں کوئی ہونگے برس نہیں ایک کے۔ اسی ابھی کل کارڈ کا ہے مسین بھگتی ہیں رہا نہیں ہونگے اور بانکے آدمی۔ انکا نام نواب سے ہم نہیں گے۔ بیگم۔ ہاں مفت میں کسی کی روٹیاں کیوں لوبھلا۔ انے میں بی مبارک قدم گئیں نواب کو بلالائیں۔

بیگم۔ ای میں کہتی ہوں آخر یہ ماجرا کیا ہی۔ منہ دیکھنے کو لگو راجی ترس گیا۔ دن رات کڑھا کرتی ہوں۔ اوپر سے بچے اور بچے سے اوپر سے جی کا حال اللہ ہی جانتا ہے یا میں جانتی ہوں۔ آپ کا یہ حال ہو کہ جو بیسویں دن صورت بھی دکھائی تو جیسے آگ لینے آئے تھے۔ آخریش یہ کس گانوں کی ریت نکالی ہو۔ اور وہاں چلیے زبانی اختلاف دیکھ لیا آپ کا۔

مبارک قدم۔ یہ حضور کے مصاحب اللہ جانتا ہی کہ ایک ہی ارٹی مار میں جنکے کاسے کا منتر ہی نہیں۔ پلاؤ پر ہتے لگائے اور اگر چھوٹے۔ جو وہ جھوٹوں کا سردار۔ مگر حضور انکو کیا جانے کیا سمجھتے ہیں۔ میری تو عقل کم ہے جو فرورزا دھرا پڑیاں رگڑتے تھے وہ لگے گھیسوں پر آپ کی بدولت سوار ہونے۔ پھر ان کا دماغ کہاں سے ملے۔ ایسے ہی چھوٹے خوشامدیوں نے تو لکھنؤ کو ستیا ناس کر دیا۔ پچھو اہوا چلتی تو ٹھنڈا پانی پیتے اب دن بھر شورے کا جھلا پانی ماتا ہے پینے کو اور خدا نے نیامت (نعت) کھانے کو دی۔ پھر انھیں دور کی نہ سونجھے تو کسے سوچھے۔

نواب۔ یہ آج کیا ہو کیا۔ بیوی بھی ناک بھون چڑھائے ہیں لونڈی بھی منہ پھلاے ہے۔ کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے۔ آتے ہی شکایت کے دفتر کھل پڑے۔

مبارک قدم۔ ہونڈی لوندی! آجک کسی نے لوندی نہیں بنایا تھا

بڑے نواب صاحب کو خدا بخشے جب کہانی مبارک قدم صاحب
ہی کہا۔ آپ نوڈی بناتے ہیں۔ سنتی ہو ماجی۔ ذری سنو تو
ہم نوڈی ہیں۔

ماجی۔ بیٹا انھیں آنکھوں آصفت دولہ (اصف الدولہ) کا زمانہ
دیکھا۔ انھیں آنکھوں امجد علی شاہ کی عمارت دیکھی ان آنکھوں
جانے کیا کیا دیکھ ڈالا۔ بڑے بڑے شہزادوں نے ہماری گودھونوں
سے بھری۔ ہمارا بھی کوئی زمانہ تھا جسوقت گلابی پشتواز بہن کر
نکلتی تھی اچھے اچھوں کی آنکھیں بڑی تھیں۔ جب ہماری یہ
بھیدی ہے تو تم کس کیفیت کی مونی ہو۔

مبارک قدم۔ جی ہاں۔ درین چہ شک۔ شہر چہ کھا کے
بائی حج کو چلی۔ ہم کوئی ایسے دیسے ہیں۔ آپ بڑی وہ بنی ہیں۔
بلکم۔ اسی تو اس جھنجھٹ سے کیا مطلب (نواب کی طرف متوجہ)
ہو کر چلو ہمیں تھیلے میں کچھ مشورہ کرنا ہی۔

میان بیوی دونوں کے دونوں تھیلے میں گئے۔ کیا جانے چکے
چیکے کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ اب کہیں کل بات پھوٹے گی۔

میان آزاد میں دن شہر میں داخل ہوئے صدق اتفاق سے
تعییل تھی۔ دوسرے دن پھر تعیل۔ کچر یاں بند۔ لیکن جس گلی

کو چے بازار کی طرف سے کل جاتے ہیں انگلیاں اٹھتی ہیں لوگ
آپس میں پوچھتے ہیں کہ کیوں بھی یہ کہاں کے رئیس ہیں ایک

بولارا جہ ہیں کہیں کے دوسرے نے کہا کہ کوئی ٹھا کر ہیں اور صفت
تو یہ رئیس ابن رئیس ابن رئیس بنے ہی تھے فیل نشین خرمی

میں دوشرف بیٹھے ہوئے اغل اغل چیرا سی کسی کو معلوم ہی نہیں
میان کے نام وارنٹ جاری ہوا ہی مذکور یوں نے حضرت کو

ایک باغ میں اٹا لایا آپ الا اللہ کہہ رہی ہے دم سے کو
خوجی۔ میان فیلبان۔ بھی ذری زینہ لگا دینا۔

فیلبان۔ کیا زینہ اچھے آئے اب آپ کے لیے زینہ
بنو اؤن ایسے تو خوبصورت بھی نہیں ہیں آپ۔

میر صاحب۔ ہوٹھ۔ زینہ ڈھونڈتے ہیں۔ پاڑنہ بندھواؤ
ہاتھی پر سے کودنا کتنی بڑی بات ہے۔

یہ کہ میر صاحب بہت ہی بر کر دم کی طرف سے کوئے۔ تو
اس بوکھلاہٹ میں کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر! روک۔ روک۔

ہات تیرے فیلبان کی بیچ ہو گا ریشبان۔ شہر بان۔ کو چبان۔ فیلبان
یہ جتنے بان ہیں سب شہر سب مغنی۔ لاکھ بچے مگر وندے ہی

ہو گئے واہ ہمارا ہی کھ جانتا ہی۔ کھٹ سے بولا۔ وہ تو کیسے میں ہی
ایسا بیجا ہوں کہ باتیں کرتا ہوں۔ ورنہ دوسرا تو بانی نہ مانگتا جی

بہت کھل کھل کر سنس بڑے ہات تیرے کی۔ بننے جو زینہ مانگا تو ہمیں
بنانے لگے۔ مگر جیانی کی بلا دور۔ دوسرا موتا تو کھنڈون سینکا کرتا

انکے بھاؤ میں کچھ بھی نہیں۔ میان اترتے ہو کہ میں دون دھکا
خوجی چچا سے جان پھیل کر جیسے ہی اترنے کو تھے کہ اتفاق سے

ہاتھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ یا علی۔ یا علی۔ یا علی یا علیو۔ خداوند خداوند میں گنگا
بندہ ہوں۔ گنگا گار۔ گنگا گار۔ تو رحیم وغفور ہی۔ ہمارا جبار ہی

رحمت کا تری امید دار آیا ہوں | منہ ڈھاپنے کفن سے سرسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بار گمنے۔

(نے) تک کھ چکے تھے کہ فیلبان نے سچ جج ڈھکیل ہی دیا۔
دھر ڈر دھم ارے او ظالم۔ فیلبان کا ہی کو شہر ہوم دک اور جوی

بڑی پسلی ٹوٹ جاتی تو پھر کیسی ہوتی۔
ہوٹھ۔ ٹوٹ جاتی ٹوٹ جاتی۔ ہوٹھ وندو کے بھروسے نہ رہے

ذری بان میں نے جتا دیا ہی۔ اچھا تو بڑی پسلی ٹوٹی تو سمجھ لیتے۔
اب بڑے تے لوٹ ماریے۔ بان بھی پھر لوٹ نہ مانگے تو کئی

کیا بھلا یہاں کچھ کھانے وانے کو بھی ملتا ہی۔ جی ہاں گھاس

برید و درید و شکست و بستی	بلان راسر و سینہ و پا و دست
شمشیر کے لیے برید اور خنجر کے لیے درید اور سینہ گز کے لیے شکست اور پانکند کے لیے بہ بستی اور دست بعض کو تفسیر جلی بھی کہتے ہیں اور مثال دون ؟ لیجیے	
امین ہلاہل مذہب سے سویت شیا م رتناہ	جیت مرت جھک جھک پرت اچہ جیت اکبار
ہاے قربان اس کتباتی کے۔ واہ واہ۔ واہ واہ۔ واہ واہ۔ امین کے معنی آب حیات کے اُسکے لیے سویت یعنی سفید اور جیت لائے ہلاہل یعنی زہر۔ اس کے لیے شیا م۔ یعنی سیاہ اور مرت لائے رتنا یعنی بادہ احمر۔ اُسکے واسطے جھک جھک پرت۔ اہو ہو ہو یومشوق کے آنکھ کی تعریف ہو۔ اب لف و نشر غمر تب کی مثال سنئے	
روئے پیٹے مرے ماتم میں وہ اتنا اوقدر	ہاتھ کی مٹھری چھٹی آنکھ کا سچھوٹا
پہلے مصرعے میں روئے پہلے ہی پیٹے اُسکے بعد روئے سے آنکھ کا سرمہ چھوٹا ہو۔ وہ مصرعہ ثانی میں دوسرے نمبر پر ہے۔ اور پینے میں ہاتھ کی مٹھری چھٹی ہے وہ مصرعہ ثانی میں اول نمبر پر ہے۔ یا س	
یاد میں اُس طرہ و رخسار کے	ہاتھ سر پر مارتا ہوں صبح و شام
مجھے صاحب۔ طرہ کے لیے شام اور رخسار کے لیے صبح لیکن پھر بھار کے ساتھ۔	
پیر مرد۔ شاہنشاہ تم تو اپنے وقت کے عربی ہو بھائی۔	
آزاد۔ آپ کی صاحبزادی نے جو میری پیاری بہن ہے بونی کے بھی کان کاٹے۔ یہ سن و سال اور اس درجہ بدیع الخیال	
پیر مرد۔ جہان آزاد راہبان آؤ۔	
چھیل چھیل کے کھائیے۔ ہم تو آج میان آزاد کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ اُستاد دیکھو کلیف نہ کرنا بس اپنے اور ہمارے برابر بکوانا۔ کوئی دوسرا تو رہے ہو۔ ایک تین پاؤ کی سیخ اور شامی کباب اور کوئی سیر بھر کا پلاؤ اور دھنیے کا دو پیاز اور کچھ پراٹھے اور نان باؤ ہون۔ بس زیادہ بکھڑے سے مطلب سنا بھی آزاد آج تھا سے ہی ساتھ کھائیں گے۔ میان آزاد ایک کانپے ہوئے کہ ہم سوقت کھانا ہی نہ کھائیں گے سو نہ ہنی کی شکایت ہو شام کو منگچی اور دو ٹھکے کھالیں تو کھالیں ورنہ غرہ۔	
یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میان آزاد نے دیکھا کہ بلغ کے ایک گوش محل میں ایک دفترہ سالہ لعل کا دوپٹہ اوڑھے چھڑکے پہنے ہوئے ایک پیر مرد سے پوچھ رہی ہو کیوں اب صاحبان و نشر کے کہتے ہیں۔ سکی کوئی مثال تو دیجیے۔	
پیر مرد۔ لف کے معنی لیٹنا۔ اور نشر کے معنی پھیلانا یہ ایک صنعت کا نام ہے۔ مثال س	
لیٹ کر جو چلا کوئی چاندنی اپنی	اکھلا یہ راز کہ اب راہ اسنے لی اپنی
آزاد۔ اغلط۔ اغلط۔ اغلط۔ لف و نشر کی یہ مثال ہی نہیں اور واللہ شعر بھی کتنا برجستہ پڑھا ہے سچہ خوش گفت است تلمسی داس درضو کا لالہ اجملا سیہ سفید اس پینے اور کھلنے نے شعر میں جان ڈال دی۔ لف و نشر کی دو قسمیں ہیں۔ مرتب اور غیر مرتب۔ مرتب کی مثال لیجیے۔ س	
سرد و گل شوق میں ترے قد و عارض کے سدا	نالہ کرتے ہیں بہم قمری و بلبل کی طرح
سرو کے لیے قمری۔ اور گل کے لیے بلبل۔ یہ اس پر فدا ہو گیا شیدا۔ اور مثال سنئے۔ س	
بروز نروان یل ارجبند	بہ شمشیر و خنجر بگز و کند

جہان آرا۔ حاضر ہوئی ابا جان۔ ابھی آئی۔

جیسے ہی جہان آرا نے باہر قدم رکھا اور میان آزاد سے چار آنکھیں ہونٹیں دیسے ہی نامحرم کو دیکھ کر دیوار سے ٹھٹھک ہی لیکن عجب لڑکھن کی اداس۔

پیر مرد۔ آؤ آؤ۔ شریف زادے ہیں۔ آؤ بیٹا۔ اتنا نہیں سمجھتی کہ بھلا میں نامحرم کے آگے تم کو خدا واسطے کیوں بلا تا۔ کیا ستر برس بھار چھوٹا کیا ہوں۔

جہان آرا۔ حاضر ہوئی (میان آزاد کو) آداب بجالاتی ہوں۔ آزاد۔ زندہ باش۔ جان برادر زندہ باش۔

کچھ دیر تک آزاد نے خوب گھل گھل کر باتیں کیں اور دل میں سوچے کہ واہ ری لڑکی جیلا پرور۔ پاک نظر۔ اور بلا کی ذہین۔ نازنین حسین و مہربین خدائی بھر کی صفتیں سین کوٹ کوٹ کر بھری ہیں بھی تم کو یہ بجا لے تو ہم سکو خوب ہی پڑھائیں اور جو کہیں پڑھ جائے تو واہ واہ ہندوستان بھر کا نام روشن کرے۔ جہان آرا۔ اچھا آبا کوئی اور صنعت بناؤ۔

آزاد۔ ہم سے پوچھو۔ ہم ہم تائیں۔ جو بلیج یعنی اس طرح ہجو کہ بادی انظر میں وہ تعریف معلوم ہو مگر سمجھنے والا سمجھ جائے کہ ہجو کر رہا ہے۔ مثلاً

یک قطرہ بود پیش دہانت یم قلم
وصف دہن تنگ ترا بیج نہ بگفتہ

ظاہر میں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا معشوق کے دہن تنگ کی بڑی ہی تعریف کی کہ اس کے منہ کے سامنے ایک قطرہ گویا یم قلم ہے۔ اتنا سا منہ۔ مگر درپردہ مطلب یہ کہ تیرا منہ سمندر کا تیل گاہ ہے جس کے مقابل میں یم قلم ایک قطرہ ہے۔

پیر مرد۔ اگر آپ کو تکلیف نہ تو مشہور صنعتیں مع مثالوں کے

جہان آرا کو لکھ دیجیے تو یہ یاد کر لے۔

آزاد۔ یہ سب دینم ضرور بالضرور چشم مارو مشن دل ماشاد۔ جہان آرا۔ خانہ احسان آباد۔

میان آزاد اس فکر میں تھے کہ اسی دم جھپ سے ایک رسالہ کا رسالہ لکھ ڈالوں۔ کیونکہ اس پیاری لڑکی کی بھولی بھالی ادا آنکے دل میں کھپ گئی تھی بے اختیار جی چاہتا تھا کہ اپنی سگی بہن کی طرح ہسکو پیار کرین پڑھائیں لکھائیں اور اچھے گھر بیاہیں۔ اتنے میں لونڈی نے آنکر کہا کہ میان کھانا پکا ہے چلیے پیر مرد نے میان آزاد سے کہا کہ آپ کو تو سوڑھنی کی شکایت ہے۔ آج کل کے دن ہیں خراب بندہ اصرار نہ کرنے کا مگر شام کو کھڑی یا مونگ کی دال اور چھلکا غریب خانہ ہی پر تنہا دل فرمائیے گا۔

یہ کہہ کر وہ تو گھڑیں گھس گئے اور انکی دفتر ڈال سامہ دوپٹہ سنبھالتی ہوئی بیچھے بیچھے اٹھکھیلیاں کرتی چلی میان آزاد نے اپنے دلیں سوچا کہ واقدار چھ بیچھے۔ زبان سے نہنا ہی نہیں۔ ہمنے تو دل لگی دل لگی میں کہا تھا کہ ہوت سوڑھنی کی شکایت ہی یہ اگلے وقتوں کے لوگ بیچ مج ہی سمجھ بیٹھے۔ اور لطف یہ کہ شام کو بدعو بھی ہوئے تو کھڑی اور دال مونگ واہ ری قسمت اب ہوت روزہ ہی شام کو بھی غرہ مرے بے موت۔

میان آزاد اپنے دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ سامنے سے ایک جوان طائر اکرٹے ہوئے آئے۔ علیک سلیک کے بعد وہ بھی کرسی پر جا ڈٹے این ایہ اجنبی کون ہو بھی۔ ہو تو آدمی سننے و سفید۔ اور سفید پوش۔ مگر یہ یہاں کہاں پہونچے۔ جوان۔ آپ کا کہاں سے آنا ہوا۔

آزاد۔ بندہ آسمان کے بچے اور زمین کے اوپر رہتا ہی نہیں ایک ضرورت سے یہاں باغ میں فروکش ہوا تو پیر مرد کی

<p>مان - ادنیٰ بیٹا تھا رسے ابانے خود بھڑائی ہے۔ جب منگنی ہو گئی تو پھر ان سے کہا کہ۔</p>	<p>پیارے بیٹی کی بھولی بھالی باتیں سن کر جی خوش ہو گیا۔ ذرا دیر گھڑی ہاں ہی آ بیٹھے۔ ۵</p>
<p>مان - بے بیٹی مبارک ہوا تو منگنی بھی ہو گئی۔ لڑکی - اماں جان مجھے تو ابھی ہرگز برگزین نہیں آتا۔</p>	<p>جوان من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت کہ عشق از پرده خصمت بردن آرزو بخارا</p>
<p>مان باپ بھٹ پٹ سامان درست کیا اور مانچے بٹھایا۔ مان - بوٹیا اب تو بٹھکے بھی بٹھین۔ لڑکی - نا اماں مجھے یقین نہیں آتا۔ آٹھ دس دن کے بعد ساپخت آئی چڑھاوا چڑھا۔ مان - بوٹی مبارک اب تو ساپخت بھی ہو چکی۔ لڑکی - (شرما کر) اما جان مجھے تو اب بھی یقین نہیں آتا۔ دوسرے دن منہدی کی رسم ہوئی۔ دھن کے منہدی لگائی گئی اور وہی بھوٹی بھائی دوٹھا کو بھیجی گئی۔ مان - بے بیٹی - اب تو منہدی رچی - اب تو مبارک ہو۔ لڑکی - (لجاکر) اما جان کہہ عتقاری خاطر سے کہ دو دن ورنہ مجھے تو ابھی یقین نہیں آتا۔ راوی - یقین کیونکر آوے۔ ۵</p>	<p>میان یہ تو بھولی بھالی لڑکی ہے۔ ہلکی بہن کو آپ نے نہیں دیکھا اسمین معشوق پن کی ساری باتیں خدانے کوٹ کوٹ کر بھری تھیں اور اسی خندہ پیشانی ہنس کچھ عورت تو دیکھی ہی نہیں لیکن بوڑھے میان اس سے ناراض ہیں۔ وجہ سنئے۔ اچھی یہ تو تیرہ صدی ہو اور وہ ٹھہرے حضرت نوح کے رقت کے۔ اُن ری جوانی کی کشتک اور ہائے بے شباب کی نرنگ ہاں زمانے کی نادان لڑکیاں داند چھاتی ہیں آسمان سر بڑھاتی ہیں سسرال جانے کی خوشیاں سناتی ہیں ان بڑے میان کو دیکھ کر بڑھ بھس لگا کہ بھڑا ہے اپنی بڑی صاحبزادی کی شادی نہ کی۔ تب تو اس شوخ فتنہ ہمدیش نے ایک دن اپنی مان سے کہا کہ اماں جان اب تو تم صاف مان کھواتی ہو۔ آخر میرا کیا چار ڈالو گی جو ایک مہینے کے اندر سنائی کی آواز دروازے پر نہ آئی تو ہم میرے کی کئی کھا کر مچا لینگے۔ خاتون جنت کی قسم پھر آپ کو اپنی صورت نہ دکھائیں گے پاس پڑوس کی عورتوں نے سمجھا یا کہ بیوی اب یہ ماشاء اللہ سیانی ہوئیں کھیلنے کھانے کے دن ہیں۔ اب بیاہ ہو گا تو کیا جب سر ہانے لگے گا تب ہو گا۔ اسکی یہ کیفیت کہ چٹاخ پٹاخ بھولیوں میں کسی کو منہ چڑھایا کسی کو بنایا۔ اُسے تیری شرارت افسوس تیری شوخی۔ افسوس غمہ جگہ ایک اونچے گھر میں نسبت بھڑکی تو مان نے کہا۔</p>
<p>وعدہ و صل چون شود نزدیک آتش شوق تیر تر گردد</p>	
<p>اے صاحب دوسرے دن بڑے دھوم دھام سے برات آئی دروازے پر دھماچو کڑی مچی ہوئی۔ سہ سہین زرق برق پوشاک پہنے ہوئے چھاچھم کرتی اترنے لگیں۔ ادھر گالیوں کی جھجھک ہوئی۔ ڈوٹلیوں نے قہرک قہرک کر گانا اور دست خانے سے گہری گہری ندیا تانا شروع کیا! ہر ناچ ہونے لگا مولوی صاحب آئے نکاح پڑھا گیا دوٹھا اندر آیا ریت رسم ہوئی وقت رخصت مان نے چپکے سے بیٹی کے کان میں کہا کہ۔</p>	<p>مان - بے بیٹی مبارک ہو۔ تیری شادی ٹھہر گئی۔ لڑکی - اماں ہیں یقین نہیں آتا۔</p>

مان - بے بیٹی مبارک ہو ابو دودھا کے گھر چلیں۔

لڑکی - (مسکرا کر) اما جان - ابھی یقین نہیں۔

انفرض برات چلی - یہ گئی وہ گئی - دوسری صبح کو دھن اپنے میکے آئی۔

مان - بے بیٹی مبارک ابو شادی ہو گئی۔

لڑکی - (آنکھیں نمی کر کے) اما جان بندگی - (بے دانتوں)

جی ہاں بندگی سمجھتے تہلہ وہ ایسی تھیں۔

آزاد - حضرت خدا انکے مکان کا پتا تو ہمیں بتائیے - واحد کیا

گیا گرم فقرے سنائے ہیں - وہ تو خدا کی قسم زیارت ہی کے قابل

ہوئے ہاں یا ایسی ہی بیوی تو ہم بھی چاہتے ہیں تو پھر بیچ بیچ

تھاپے کیا بیچ بیچ بیاہ پھر ہو ہی گیا۔

جوان - اندری بدگمانی - حضرت اسکو تو یقین ہو ہی گیا۔

لیکن آپ کو اب تک یقین نہ آیا اندری بدگمانی - اندری بدگمانی

اجی بیاہ ہو گیا اب - ۶ - پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا + اور ۷ -

امیر کے غل نے دیا بار۔

آزاد - بیچ کہو اندوہ تو اس ہی لائق ہے کہ اس کے قدم

رہو نہ کرے۔ کیون نہ کہے صاحب جب مان باپ باگل پنا

کھڑن تو کیونکر نہ کہے۔

وہ جوان تو یہ داستان دلچسپ بنا کر اور بیان آزاد کو دلا

شہا باکر لبا ہوا ہیان کیا سنئے ہیں کہ دو آدمی باہم یہ باتیں

کر رہے ہیں۔

کس - بھئی آخر منہ کھلا لے کیون بیٹھے ہو - یا کیا منہ ایسا ہی

ہے باں عشرے کے دن تو پیدا ہی ہوئے تھے۔

وہ عمر - مان یا جسکو نووے بوائی وہ کیا جانے پیر پائی

یہاں جان پر نبی ہے - آپ عشرہ محرم لے پھرتے ہیں اجی

ہمنے بی اندر رکھی سے دو تنو رو پیہ میں بھر کے دھڑے پر یہ

تھے سوٹھو آج کوئی دو برس ہونے آئے اب وہ کہتی ہیں کہ یا تو

ہمارا رو پیہ دو یا ہمارے قدرے کے گواہ ہو جاؤ نہیں تو ہم

داغ دینکے اور جبل خانہ دکھائیں گے وہاں چکی بستی ہوگی اور

سڑک پر درمٹ چلا نا ہوگا - رام بھج - رام بھج - سوا بھم

سوچتے ہیں کہ کریں تو کیا کریں مصیبت میں پڑ گئے بھائی۔

گواہی دین تو کس برے پر میان آزاد کی تو صورت ہی

آشنا نہیں اور نہ دین تو وہ مالش جڑے دیتی ہیں اور

یہاں دوٹھو کیا معنی پچاس رو پیہ کا دینے والا بھی کوئی نظر

نہیں آتا پس سوچ لیتے ہیں کہ آج شام کو چھپ سے

چل کھڑے ہوں ریل کو خدا سلامت رکھے بھانوں تو

پتا بھی نہ ملے۔

دوسرا - ارے میان وہ ترکیب بتاؤں جس میں سانپ مرے

نہ لالچی ٹوٹے تم میان آزاد سے ملجاؤ - اور انھیں کے مفید مطلب

گواہی دو ادھر اندر رکھتی سے بھی ملے رہو اور میرے دونوں

کہتے ہوئے عدالت سے سرخرواؤ تمھارا اٹو کہیں نہیں گیا ہو اور

چھ تم ہو کس بھروسے پر چار چار گندے میں تو وہ گواہ ملتے ہیں جو

ترسے جھوٹا قرآن یا گنگا اٹھالیں اور جھوٹ کے پل باندھ دیں

آپ ہم کس میں ہلو کوئی دوسری روپے سے قرآن اٹھوائے جو

جا ہے کوالے آخر ہماری طرف سے کوئی دلیو ہوگا یا ہوگا۔ پھر

واہی ہو خالص میان دو ٹوٹتے ہیں دونوں - اندر رکھی کی طرف سے

خضر گواہی دو اور بیچ کھیت گواہی دو جھوٹ بیچ سے واسطہ

بیچ دہی جس میں دو ٹوٹیلین بھئی یہ تو کلنگ ہی سین بیچ بونا حرام ہے

اور جو کتے نے کاٹا ہو تو بیچ ہی بولیں۔

ایک - حضرت سینے بیچ پھر بیچ ہے اور جھوٹ پھر جھوٹ ہی

آنا یاد رکھیے گا۔

دوسرا۔ ابے جا۔ لایا وہاں سے جھوٹ پھر جھوٹ ہی آئے ان اس زمانے میں جھوٹ ہی سچ ہی۔ اک ذرا سے جھوٹ بولنے میں دوڑو چہرے شاہی آئے گئے ہوتے ہیں۔ ذرا زبان ہلا دی اور دوڑو مضمین۔ دوڑو کا خیال کیجیے کتنی رقم کثیر ہی دل لگی نہیں ہی دوڑو کیا کچھ ٹھوڑے ہوتے ہیں نہیں کسی سے تم دوڑو دے ہی لاو دے دیکھو حلف اٹھا لیتے ہیں یا نہیں سوچائی جو عقل سے کام لے تو ہمارا کہاں تو در نہ تم جانو تمہارا کام جانے۔

آزاد۔ کیوں بھی جوانو!۔ اور جرات کر کے کر جائے تو کھیری ہو عورت کی بارت کا اعتبار کیا۔ اس سے بہتر تو کہ اللہ رکھی سے اسٹامپ کے کاغذ پر لکھواؤ۔

ایک۔ اچھا اچھا واللہ کیا سوچی ہے۔

دوسرا۔ کیا میان۔ کیا کہتے ہو۔ اسٹامپ کیسا ہم کیا جانے کیا مشورہ کر رہے ہیں۔ آپ آئے وہاں سے۔ اسٹامپ پر لکھواؤ۔ ہم کیا کوئی چور ہیں۔

ایک۔ اچی وہ تھا سے ہی بھلے کے بے کہتے ہیں تم تو سمجھتے ہی نہیں۔

دوسرا۔ (چپٹ لگا کر چپ گو کہے نامعلوم ایسی باتیں کہیں راہ چلتوں سے کہہ دیا کرتے ہیں۔ آخر وہ آپ کے ہیں کون پھر بھلا ان سے راز دل بتانا حماقت ہی یا نہیں۔ مجھ کو بھی لیکر دھرواؤ گے معلوم ہوتا ہے۔ بس اب تم سے مشورہ کرے تو اس پر حسرت۔

آزاد چپکے سے جا کر دونوں مذکورین اور خوجی اور میر صاحب اور فیلیبان کو بلالائے تھے اور کہا تھا کہ ساری داستان سن رکھیے گواہی دینی ہوگی۔

خوجی۔ سننے کو تو سب سنا لیکن میان گواہی دواہی ہم نہ دینگے

اور جو زبردستی کرو گے تو تم کو دھروا ہی دینگے۔

میر صاحب۔ اچی ہم گواہی دینگے اور دنگے کی چوٹ۔ فیلیبان۔ جو سنا وہ کہہ دینگے۔

میان آزاد مذکورین کی آنکھ پکا کر چلے یہ جاوہ جاسٹیشن پر داخل اور جھٹ سے ٹکٹ لیکر ریل کے ایک درجے میں بیٹھے جاوے تھے کہ اتنے میں ایک بڑے سٹیشن پر ریل ٹھہری اور آپ کھٹ سے اتر پڑے رات کا سامان۔ جو طرفہ اندھیرا ٹھپ ٹھپ ٹھپ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوچتا۔ انھوں نے ریل سے اترتے ہی داند مچائی کہ کوئی قلعی ہی۔ کوئی فردوس ہی۔ خدا کے فضل سے زمانہ بھر کو ٹھگ کر لائے تھے کپڑے کی ٹھہری چینی کی بیانی دوڑھائی سو روپیہ کی پوٹلی میوہ کا ٹوکرا۔ بیگ۔ بچہ۔ چھوٹا۔ الم غلم۔ کئی گدھوں کا بوجھ ان کے پاس تھا قلیوں کے سر پر لاد کر باہر نکلے۔ آئے حضور ہم گاڑی دین۔ بیجیے یہ پاکی گاڑی آپ ہی امیروں کے لائق ہی۔ اچی یہ کافی دانہ لیکر کر بیجیے۔ ہوا کے موافق مشکلی یا بوجاتا ہو چھین چھین کرتا ہوا اچی ادھر آئے میان ہم گھبی دین کہاں چلیے گا کہاں۔ کیا لوگے۔ کہاں جائے گا۔ سرا۔ سرا تو بیان ایک چھوڑ دس دن میں ہیں۔ جو سب میں بڑی ہو گئی صاف ستھری۔ اچھا ایک روپیہ ہوا۔ وہ پہلے گھٹے کے ۶ روپے گھٹے کے ۳ روپے پندرہ منٹ کی راہ جسے سوڈا گندے مانگتے ہو۔ ہم پانچ آنے دینگے ہزار دفعہ غرض ہو چو نہیں نہ سہی اچھا چلیے ہو پانچ دین۔

میان آزاد نے اسباب کو گھبی پر لادوا۔ اور چل کھڑے ہو کھٹ سے سرا میں داخل۔ سر کے مٹے اور چھٹیا روں کے ہتھکڑوں سے تو یہ خوب ہی واقف ہو چکے تھے ایک کو ٹھہری میں جاوے تھے اور چھوٹا بچا کے خوب لالہ لہرا کے باواں بلند گانا شروع کیا۔

بنی ساقی آن کر کہ حور بشت عمیر ملا ٹنگ دران می سرشت

ابو اس مردار کو چھوڑا سوچوڑا آپ پیتے ہوں تو سچے ۵	میان آزاد ہرے ذوق اور بوش شوق سے گاتے تھے کہ
نہ قاصم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ مراچہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم	ایک آواز آئی۔ بس زبانی داخلہ ہی یا اور کچھ ہی۔ اسکے بندہ درگاہ قائل زمین ایسا کرو کھائے تو جانیں۔ اگر شوق چرایا ہو تو دوں ایک
شاہ جی۔ ناچہ۔ توبہ کیسی۔ یاد رکھ توبہ توڑنے کے لیے اور قسم کھانے کے لیے ہی بار توبہ شکن ہی ساقی گلخدا توبہ شکن ہے۔ یہ مرغزار توبہ شکن ہی۔ یہ رودبار توبہ شکن ہی۔ وہ جھومتی ہوئی گھٹا آئی۔ وہ گھنگھور گھٹا چھائی۔ ۵	ساغر آب اندیشہ و بادہ جان پرور۔ گلگون احمر قح ارغوانی۔ لطیف زندگانی کیماے فتوح جو ہر روح۔ صبح کا سہانا سماں ہی میان آزاد نے جو یہ آواز سنی تو جو کتنا ہو کر لگے ادھر ادھر کھینچے کوئی بھی نہیں بچھی یہ کس گوشے سے آواز آئی۔ ہو کوئی طرآدی
توبہ نے کردم و آمد ہمار ساقی توبہ شکنم آرزو دست	افلاک چیست۔ لب و لہجہ درست۔ معجز بیان طلیق اللسان بلبل ہزار داستان ہوائے میں ایک صاحب برآمد ہوئے۔ فاسی تہ
یہ اکبر شاہ جی نے جھولی میں سے سونف کی دالنتی میٹھی شراب نکالی۔ دھانی قبول اور کہا کہ۔ ۵	شرقی کا زعفرانی پیریزن زیب تن کیے۔ مانگ نکالے پٹون میں خنا کاتیل ڈائے آنکھوں میں سرمہ لگائے۔ ہاتھوں میں منھری رجا
سبز توئل میں لال لال شراب شاہ جی میکہ میں بیٹھے ہیں اس مسلمان کا خدا حافظ	ایک زن ملیح و سبزہ رنگ جو ان شوخ و شنگ کی طرف مخاطب ہو کر حضرت نے یون فرمایا۔ ۵
آزاد۔ یا حضرت اینجاب نے تو قسم کھائی ہو کہ جب تک کوئی زن جو ان و نہرہ جبین گلرخسار نازنین اپنے دست خنائی سے شراب آتش خواص نہ بلاے گی اور سیکڑوں تسمین نہ کھلائیگی کہ اگر یہ پیالہ غٹ غٹ کر کے نہ پی جائے تو ہمارا ہی ہو پیے تب تک ایک قطرہ نہ پیونگا۔ ۵	ای بیک پڑجستہ چہ نامے فدیت ملک ہرگز سیاہ چروہ ندیم باین نمک علیک سلیک کے بعد آزاد کے چھپر کھٹ پر ڈٹ گئے۔ بابا شاہ جی ہیں قدسی شاہ ہمارا نام ہی عشق تباں ہمارا خاص کام ہی اس وقت جو آپ نے ہمارے مرشد کامل حضرت حافظ شیراز زندہ ہونے کا شعر لجن داودی پڑھا تو طبیعت مسرور ہو گئی اور دنیا و مافیہا کی فکر دور ہو گئی لیکن بابا کبھی بادہ آتش فشان کا جام نوشین دان بھی دیکھا تھا سچ کہنا معلوم ہوتا ہے چوری چھپے پیائے ہو۔ مگر فصل نیک میں محتسب کا ڈرنہ قاضی کا خوف۔ ۵
کردہ ام توبہ بدست صنم بادہ فروش کہ دگر سے نہ خورم بے رخ بزم آرائے	زیادہ خوردن بہان ملول شد حافظ بابا بگ بربط دی رازش آشکارا کنم
شاہ جی۔ اسپر بے جھٹ پٹے میں مصرعے لگائے تھے سینے کا ذری۔ ۵	آزاد۔ شراب تو بندہ درگاہے ترک کردی۔ کب کی توبہ کر چکا۔
واغلا چون بطم خند درائی بخروش گیرم آن خود ہمہ نوش ستو لیکن نوش کہ یاد در چمن خلد می کوثر نوش کردہ ام توبہ بدست صنم بادہ فروش کہ دگر می خورم بے رخ بزم آرائے	

آزاد۔ بارک اللہ خوش گفتی بلکہ درستی	دور چلے دور چلے ساتیا اور چلے اور چلے ساتیا
قدسی بہ فصاحت و بلاغت گویا سلمان ساؤجی ہے	اتنے میں میان آزاد تو عین ہو گئے۔ مہوش و سیمت مڑا
قدسی شاہ سمجھے کہ اب میان نیم راضی ہو گئے اشارہ سے اس	کی ضربین۔ ایک دفعہ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اٹھتے ہی دھڑ سے
جوان سراپا انداز سرست مہرباے ناز کو بلایا اور وہ ایک ادے	گرے گرے تو پادست و گریے دست بدست دگرے۔
دور با سے قدم دھرتی چھا چھم کرتی میان آزاد کے چھپر کھٹ پر غراب	ادھر شاہ جی تو اسی گھات میں آئے ہی تھے چھپاک سے کپڑے
موجود ہو گئی۔ اتنے میں بھٹیاری نے جو یہ حال دیکھا تو بجلی کی طرح	و پڑے باندھے جمع جھانی اور چلتا دھندا کیا۔ سین میں بھی ان کے
چمکتی ہوئی آئی اور اس درجہ جی جلائی کہ الامان نہ آو وہ میان	ساتھ ساتھ ٹہری ہوئیں۔ میان آزاد رات بھر بیہوش پڑے ہے سحر
اٹھاڑا اٹھاڑا سندوں کو کیا کھٹیا پر بیٹھتے ہیں۔ اور جو پائی کھٹ	کا دیک وقت انکی آنکھ کھلی تو حال تیرا۔ یکہ و تنہا۔ نہ قدسی شاہ نہ وہ
لوٹ جائے تو کس کے ماتھے۔ ایسے بھی مسافر نہیں دیکھے ایک	گوہر درج و در بانی فقط میان آزاد اور انکی چار بانی۔ س
ماشا اللہ سے خود بخود سے آدمی ہیں دوسرے دس دس کو	حریفان بادہ باخورد و در فتنہ
لے کر بیٹھے ہیں۔ بے چار پائی خالی کیجیے ہم ایسے کر ایسے دگر	اتنی خفا نہ کرو در فتنہ
چربائی گلوڑی کی بساط ہی کیا ہو، میان آزاد کی تو بھٹیاری کے	پیاس کے مارے گلے میں کانٹے چبے جاتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں
نام سے روح تھرتی تھی چپکے سے چار بانی خالی کردی اور پانی	لوٹ رہے ہیں۔ جی مالش کرتا ہے طبیعت گھبراتی ہے۔ س
چھڑ کو کر دی بچھو کر مزے سے شاہ جی اور اس نوغروس سراپا	دوشینہ بکوع میفر و شان پیما نہ بے زرخسری دم
ناز کو لے کر بیٹھے اور دور چلنے لگا۔	اکنوں زخماں سرگراں زرد دام و در دس خرمی دم
وہ گلبدن اپنے پیاسے ہاتھوں سے بھر بھر کے جام شراب	اٹھتے تو دیکھ کر اسٹانے پاؤں لیے۔ دیکھ گئے پھر اٹھ
ناب بلاتی جاتی تھی اور میان آزاد کے جسم میں گویا جان تازہ	پھر منہ کے بھل گئے۔ با سے خدا خدا کر کے ہزار خرابی آفتاب سے
آتی جاتی تھی شاہ جی نے ایک جرعه دیا اس غنچہ دین نے ایک	پانی دیا۔ آب سرد و شوگر نے کسی قدر تقویت بخشی۔ لیٹے تو
گھونٹ پیامیان آزاد نے مزہ چکھا اس طرح جام پر جام لٹھعایا	آنکھ لگ گئی۔ پھر اٹھتے پھر پانی پیا۔ پھر پیا۔ پھر پیا۔ پھر پیا
جاتا تھا۔ اور دونوں کو شیر مادر کا مزہ آتا تھا۔ س	تو کا ہو گیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ سر جھانے پر ایک خط رکھا و کھولا پھا
دور چلے دور چلے ساتیا اور چلے اور چلے ساتیا	خط
اور سی۔ پھر دور چلا۔ اب کی گورے سکوت میں انگوڑی	ساتی ہوش باش کہ غم در کینست
شراب ہو یہ بھی سی۔ پہلے اس سین نے چپکی لگائی پھر جھوٹی	مطرب نگا ہمار ہیں رہ کہ میزنی
جھانی میان آزاد نے اڑائی نہی جانی میان قدسی شاہ کے	کیوں چہ اور پیو گئے اب پیو گئے تو پھر جیو گئے بھی نہیں۔ ہاں اسکے
حصے میں آئی۔ ابھی دور کا قتل نہیں ہوا ہوش باقی ہو۔	

<p>ابو اس مردار کو چھوڑا سوچوڑا آپ پیتے ہوں تو پیجیے ۵</p>	<p>میان آزاد بڑے ذوق اور جوش شوق سے گاتے تھے کہ</p>
<p>نہ قاضی نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیر مرا چہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم</p>	<p>ایک آواز آئی۔ بس زبانی داخلہ ہی اور کچھ ہی۔ اسکے بندہ درگاہ قائل نہیں ایسا کر دکھائیے تو جانیں۔ اگر شوق چرایا ہو تو دون ایک</p>
<p>شاہ جی۔ ناچہ۔ تو بہ کیسی۔ یاد رکھ تو بہ توڑنے کے لیے اور قسم کھانے کے لیے ہی بہار تو بہ شکن ہی ساتی گگذار تو بہ شکن ہے۔ یہ مر غزار تو بہ شکن ہی۔ یہ دربار تو بہ شکن ہی۔ وہ جھوٹی ہوئی ٹھٹھا آئی۔ وہ ٹھٹھو رگٹھا چھائی۔ ۵</p>	<p>ساغر آب اندیشہ و بادہ جان پرور۔ گلگون احرار قرق ارغوانی۔ بطن زندگانی کیماے فتوح جو ہر روح۔ صبح کا سہانا سماں ہی میان آزاد نے جو یہ آواز سنی تو چونکا ہو کر لگے ادھر ادھر دیکھنے کوئی بھی نہیں بچھی یہ کس گوشے سے آواز آئی۔ ہی کوئی طرار آدمی</p>
<p>تو بہ نے کرم و آمد بہار ساتی تو بہ شکنم آرزو ست</p>	<p>افراط حست۔ لب و لہجہ درست۔ معجز بیان طلیق اللسان لیل ہزار داستان ہی اتنے میں ایک صاحب برآمد ہوئے۔ فاسی تہ</p>
<p>یہ کہ شاہ جی نے جھولی میں سے سوف کی دلائی میٹھی شراب نکالی۔ دھانی بوتل اور کہا کہ۔ ۵</p>	<p>شرابی کا زعفرانی پیر میں زیب تن کیے۔ مانگ نکائے پٹوں میں خا کاتیل ڈالے آنکھوں میں سرمہ لگائے۔ ہاتھوں میں منھری رجا</p>
<p>سبز بوتل میں لال لال شراب شاہ جی میکے میں بیٹھے ہیں اس مسلمان کا خدا حافظ</p>	<p>ایک زن ملیح و سبز رنگ جوان شوخ و شنگ کی طرف مخاطب ہو کر حضرت نے یوں فرمایا۔ ۵</p>
<p>آزاد۔ یا حضرت اینجاب نے تو قسم کھائی ہو کہ جب تک کوئی زن جوان و زہرہ جبین گلخسارنا زین اپنے دست خانی سے شراب آتش خواص نہ بلاے گی اور سیکڑوں تسمین نہ کھلائیگی کہ اگر یہ پیالہ غٹ غٹ کر کے نہ پی جائے تو ہمارا ہی لو پیے تب تک ایک قطرہ نہ پیونگا۔ ۵</p>	<p>ای بیک پڑجستہ چہ نامے فدیت ملک ہرگز سیاہ چروہ ندیم باین ملک علیک سلیک کے بعد آزاد کے چھپر کھٹ پر ڈٹ گئے۔ بابا بگ شاہ جی میں قدسی شاہ ہمارا نام ہی عشق بنان ہمارا خاص کام ہی اس وقت جو آپ نے ہمارے مرشد کامل حضرت حافظ شیراز زندہ باد</p>
<p>کردہ ام تو بہ بدست صنم بادہ فروش کہ دگرے نہ خورم بے رخ بزم آرائے</p>	<p>کا شعر لجن داؤدی پڑھا تو طبیعت مسرور ہو گئی اور دنیا و مافیہا کی فکر دور ہو گئی لیکن بابا کبھی بادہ آتش نشان کا جام نوشین روان</p>
<p>شاہ جی۔ اسپر ہنہ جھٹ پٹے میں مھرے لگائے تھے سینے گاڑی۔ ۵</p>	<p>بھی دیکھا تھا سچ کہنا معلوم ہوتا ہے چوری چھپے پیائے ہو۔ مگر فعل نیک میں محتسب کا ڈرنہ قاضی کا خوف۔ ۵</p>
<p>واعظا چون بطم و خیر دگائی بخروش گیرم آن خود بہ نوش ست و لیکن نوش</p>	<p>زیادہ خور دن پسان ملول شد حافظ بابا بگ بر بطم و رازش آشکارا کنم</p>
<p>کہ یاد چمن خلد و می کوثر نوش کردہ ام تو بہ بدست صنم بادہ فروش کہ دگرے نہ خورم بے رخ بزم آرائے</p>	<p>آزاد۔ شراب تو بندہ درگاہ ترک کر دی۔ کب کی تو بہ کر چکا</p>

آزاد۔ بارگ اللہ خوش گنتی بلکہ درستی	دور چلے دور چلے ساتیا	اور چلے اور چلے ساتیا
قدسی بہ فصاحت و بلاغت	انگو یا سلمان ساؤجی ہے	
<p>قدسی شاہ سمجھے کہ اب میان نیم راضی ہو گئے اشارہ سے اس جوان سراپا انداز سرست مہرباے ناز کو بلایا اور وہ ایک ادلے دربا سے قدم دھرتی چھا چھم کرتی میان آزاد کے چھپرے پر غراب موجود ہو گئی۔ اتنے میں بھٹیاری نے جو یہ حال دیکھا تو بجلی کی طرح چمکتی ہوئی آئی اور اس درجہ جچی چلائی کہ الامان۔ ای وہ میان اٹھارہ اٹھارہ سنڈون کو لیکر کھٹیا پر بیٹھتے ہیں۔ اور چو پائی کھٹیا ٹوٹ جاتے تو کس کے ماتھے۔ ایسے ہی مسافر نہیں دیکھے ایک ہاشا اللہ سے خود نچے سے آدمی ہیں دوسرے دسل دسل کو لے کر بیٹھے ہیں۔ بے چربائی خالی کچیجے ہم ایسے کرایہ سے دو گزر چربائی گوری کی بسا طہی کیا ہی! میان آزاد کی تو بھٹیاری کے نام سے روح تھرتی تھی چپکے سے چار پائی خالی کردی اور پائی چھڑ کو کر دی بچھو کر مزے سے شاہ جی اور اس نوغروس سراپہ ناز کو لے کر بیٹھے اور دوڑ چلنے لگا۔</p>		
<p>وہ گلبدن اپنے پیالے ہاتھوں سے بھر بھر کے جام شراب ناب پلاتی جاتی تھی اور میان آزاد کے جسم میں گویا جان تازہ آتی جاتی تھی شاہ جی نے ایک جرعه دیا۔ اُس غنچہ ہن نے ایک گھونٹ پیامیان آزاد نے مزہ دیکھا ہی طرح جام پر جام لٹھھایا جاتا تھا۔ اور دونوں کو شیر مادر کا مزہ آتا تھا۔</p>		
دور چلے دور چلے ساتیا	اور چلے اور چلے ساتیا	
<p>اور سی۔ پھر دور چلا۔ اب کی گورے سکوت میں انگو رکی شراب ہو یہ بھی سہی۔ پہلے اُس سینت نے چپکی لگائی پھر جھوٹی جھانی میان آزاد نے اڑائی نہی بجائی میان قدسی شاہ کے حصے میں آئی۔ ابھی دور کا قل نہیں ہوا ہوش باقی ہی۔</p>		
<p>اتنے میں میان آزاد تو عین ہو گئے۔ مدہوش و سیمہ ست مڑا کی خبر نہیں۔ ایک دفعہ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اُٹھتے ہی دھڑ سے گرے گرے تو پا بدست دگرے دست بدست دگرے۔</p> <p>ادھر شاہ جی تو اسی گھات میں آئے ہی تھے چھپاک سے کپڑے دپڑے باندھے جمع جھانی اور چلتا دھندا کیا۔ سینت بھی ان کے ساتھ ساتھ ہی ہوئیں۔ میان آزاد رات بھر ہوش پڑے ہے سحر کا ذب کے وقت انکی آنکھ کھلی تو حال تیرا۔ یکہ و تنہا۔ نہ قدسی شاہ نہ وہ گوہر درج و درباری فقط میان آزاد اور انکی چار پائی۔</p>		
<p>حریفان بادہ باخوردند و رفتند اتھی خنجانا کردند و رفتند</p>		
<p>پیاس کے مارے گلے میں کانٹے پٹے جاتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹ رہے ہیں۔ جی مالش کرتا ہے طبیعت گھبراتی ہے۔</p>		
دو شینہ بکوے میفر و شان	پیمانہ بے برزخ و یدم	اکنوں زخماں سرگراںم
<p>اُٹھے تو رٹ کھڑا سٹا نے پاؤں لیے۔ روتھک گئے۔ پھر پھر منہ کے بھل گرے۔ باسے خدا خدا کر کے ہزار خرابی آفتاب سے پانی لیا۔ آب سرد و شوگر نے کسی قدر تقویت بخشی۔ لیٹے تو آنکھ لگ گئی۔ پھر اُٹھے پھر پانی پیا۔ پھر پیا۔ پھر پیا۔ لیٹے تو کا ہو گیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ سرھائے پر ایک خط رکھا ہو کھولا پڑا</p>		
خط		
<p>ساتی ہوش باش کہ غم در کین نیست مطرب نگا ہمارہین رہ کہ میزنی</p>		
<p>کیون بچہ اور پیو گئے اب پیو گئے تو پھر جیو گئے بھی نہیں۔ ہن اسکے</p>		

ساتھ یہ بھی ہو۔ ہوکا ہی تو کتنا۔ بوتل کی بوتل منہ سے لگالی اب
خمیازہ کھینچا۔ بات تیرے کی۔ کیا مرے سے معشوق پری پیکر
ریشک تیرے پاس بیٹھے ہوئے غٹ غٹ اڑا رہے تھے گھڑی
دھڑکی گھوم گئی نہ بات تیرے کی اب کہو اُستاد صبحی نہ اڑی گی
بھئی ہماری خاطر سے ایک جام تولو۔ کو تو تھی کے ہاتھ بھیجوں
بات تیرے کی مثل مشہور ہو کہ انسان کچھ کھو کے سیکھتا ہو مگر تم
کھو کے بھی نہ سیکھے یاد ہو ریل پر بیٹھے تمہارا بچہ اڑا دیا تھا اب جیتے
مجھ ہی۔ وہی شاہ جی ہم ہیں۔ مگر ہاں تب اور روپ میں تھے
اب او بھیس ہو۔ تب بھی چکھا دیا تھا۔ ابھی غپا دیا جو تم انسان ہو
تو ہمارے بھڑون میں نہ آتے تھے اب ہم جتا لے دیتے ہیں خبردار
مسافر کا اعتبار نہ کرنا اور سفر میں تو کسی پر بھروسہ رکھنا ہی نہیں
دیکھو آخر ہم نے شے کے چلنے نہ مئے عمر سفر کیا مگر آدمی نہ بنے
”درویش مشیخت پناہ قدسی شاہ“
یہ خط پڑھ کر میان آزاد پر گویا غرقِ خیالات کے سیکڑوں گھڑے
بڑھ گئے اور اتفاقِ وقت بنی ہنسنا کھلوان بھی اُدھر سے چمکتی ہوئی
گذرین۔

بیچے چور کے گھر چور پیٹھے ڈاکو کے بیان ڈاکہ پڑا۔ گٹھ کٹے کی
جیب کتری گئی۔ بڑے نیاریے نے غپا کھایا۔ میان آزاد سب کو
موس لائے تھے مگر میان بچہ دقچہ گھڑی دھڑکی۔ روپیہ بیس جمع
جتھا سب غائب غلہ ہو گیا دیکھن کی کمانی کا ندو کے نائے میں
گنواں ساری چوری سر میں لٹائی اب ٹکا کفن کو یا س نہیں
کوڑی کوڑی کو محتاج۔

بہت کچھ غل غپا اچایا۔ سراپہ کو سر پڑا کھایا۔ بھٹیائے کو
دو چار حیتیں لگا تیں۔ بھٹیاری کو بے نقط سنائیں۔ مگر ال نہ بلا
نہ بلا شاہ جی رفوچکر ہوئے مگر نام کیا متبرک کھا تھا قدسی شاہ۔

شاہ یا چورون کے پشت و پناہ اور ڈاکوؤں کے قبلہ گاہ۔ لوگوں نے
صلاح دی کہ جاؤ تھانہ پر رپٹ لکھاؤ گرتے پڑتے چلے تھانہ پر۔
اٹنا راہ میں پساری کی دکان پر ایک شخص اخبار پڑھ رہا تھا۔
میان آزاد اپنا نام نیکی زبان سے سنکر چوکتا ہوئے۔ میں ہمارا
ذکر خیر اخبار میں کیسا۔ سنتے ہی ٹھٹھک رہے کیون قبلہ راہ اخبار
ہم بھی پڑھ سکتے ہیں۔ جی ہاں جو پڑھے لکھے ہیں آپ تو پڑھ سکیے گا
ورنہ خیر صلاح کے ڈھیر بیچے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ تو گلفند آفتابی
لے کر رفوچکر ہوئے۔ یہ اخبار پڑھنے لگے۔

میان آزاد! میان آزاد! میان آزاد!!!

نگوڑی جا بہت کو کیون سیٹا عبث کے جھک جھوٹے بھیلے کو

دوکانہ پڑ جائے بٹکی ایسی تمہارے اٹھکھیل کھیلے کو

نصیب جاگین گے میرے جدم تو میں بھی اک رت جگا کرونگی

ابھی تو آزاد سے ہیں ہاں پڑے ہیں باپڑ سے بننے کو

پر بتی کون کہے۔ ہماری مٹی سنو۔ سر امین ایک گورا گورا لانا

لانا جوان خوب روڈا کر کا۔ ٹکا کیا بلکہ جم گیا۔ اور جتے ہی ہمسے نکاح کا

وعدہ کیا۔ ہم تو سیدھے سادھے ہیں۔ مہین اُسکے ہتھکھڑے کیا

معلوم ہم بھی نکاح پر چھپے راضی ہو گئے۔ اے جب نکاح کے دن

قریب آئے تو موٹا مگر گیا ہم نے نالش داغری تو بھاگ گیا سرکار نے

اُسکو پکڑا بلایا۔ پھر جہیز ہو گیا۔ تو جو کوئی ڈھونڈ لائے ہم سکے

ساتھ نکاح کر لیں گے۔ امد رکھی بھٹیاری

یہ اشتہار میان آزاد پڑھ ہی چکے تھے کہ دوسرا نظر سے گذرا

لوٹ لیا! لوٹ لیا! لوٹ لیا!!!

جل دیا نے کے جل جہنم کا۔ ایسے شیطان پر خدا کی مار

دہائی ہو۔ دہائی ہو۔ وقت مشکل کشائی ہو لیل بجان پر بن آئی ہو

میں بوڑھا مہاجن اگلے وقتوں کا ریزہ کچری دربار عدالت سرکار سے

<p>ٹھہر تو جا! ٹھہر تو جا! ٹھہر تو جا!!!</p>	<p>ناواقف - ایک چور دن کے قبلہ گاہ ڈاکوؤں کے پشت پناہ ذات شریف کے چنگ پر چڑھ گیا تو اُسکو اڑھائی سو روپیہ نقد کھنا کھن گن دیے اب سنیے کہ متسک تو ہمارے پاس ہی گلاس کا ستیاناں ہو گیا جانے کہاں چل دیا میان آزاد کے ساتھ یا بقا جو کوئی اُسکو کپڑا لے اُسکو ہم دور روپیہ انعام دینگے - لالہ گوہر جیل مہاجر اسکے بعد ایک تیسرا اشتہار پڑھا -</p>
<p>آزاد نامے ایک عروض دان اور سخندان ہمارے باغ میں ٹکے تھے دو چار دن ہمارے ساتھ خوب بیٹھے ٹکڑے اُڑائے آخر کار اُنکے دوست جو اُنکے ساتھ تھے کوئی باغ چھ روپیہ کے چینی کے پیارے بھی لے بھاگے سو بھی آزاد جو یہ اشتہار پڑھو تو واسطے خدا کے وہ پیارے اپنے دوست سے دلوا دو -</p> <p>پیر مرد</p> <p>ابھی ایک اور باقی ہے -</p>	<p>موس لیا! موس لیا! موس لیا!!!</p> <p>ہات ترے چور کی دم میں موٹا سار سا باندھن - ناکا چھوڑا روپیہ کامیوہ لے کر جھانسا دیکر چل دیا آزاد نامے ایک صاحب اُنکے ساتھ تھے صبح کو کافر ہو گیا - یہاں سے منزوں دور ہو گیا اگر کوئی صاحب اُنکا پتا لگائیں تو بے فصل کے آم کھلاؤں -</p> <p>جمالی مالی</p> <p>یہ تینوں اشتہار پڑھ چکے تو ایک چوتھا اور نظر آیا</p>
<p>پھنسا دیا! پھنسا دیا! پھنسا دیا!!!</p> <p>ہم ایک برات میں ہاتھی لے کر گئے تھے - شامت اعمال - یہ ایک اشتہاری مجرم اُسی ہاتھی پر سوار ہوا - سرکاری مذکور یوں اُنکو گرفتار کر لیا اور یہاں لے آئے اب وہ تو خود چل دیے اور ہم کو مع ہاتھی اور ہاتھی کی دم کے قرق کر گئے - یارو جو اُنکو پاؤں تولاؤ فیلبان</p> <p>اوپر میان آزاد تو اس جھنجھٹ میں پڑے تھے اوپر نواب کے یہاں کا حال سنیے کہ وہ کس مصیبت میں مبتلا تھے جب برات گٹ گئی تو لوگ رو رو کر یوں کہنے لگے - ۵</p>	<p>لینا! لینا! لینا!!!</p> <p>جائے نہ پائے - جائے نہ پائے - چور چور - چور بلکہ سینہ زور واضح ہو کہ میان آزاد کے ایک دوست نے ہماری کوٹھی سے کئی روپیہ کا مال جاکر خرید لیا اور وعدہ کیا کہ ٹرکے دام بھی دینگے -</p>
<p>ہوا آزاد پروارنٹ سرکار کچہری میں گئے ہو کر گرفتار</p>	<p>ہم تو ساوے غریب کیا جانیں اُس ضرور کو کیونکہ بچیا نہیں</p>
<p>غضب ہشیار تھے بیباک تھے وہ ازل سے نام جب اُنکا ہی آزاد وہ سہتے کس طرح محبس کی بے</p> <p>دوسرا گئے تھے ہو کے جس ہاتھی پر سوار ضمانت میں اُسے لکھوایا اکبار</p>	<p>سمجھے کہ شکل صورت سے بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں جھوٹ کیا بولیں گے وہ ٹرکے لے لے کے چل دیے تو آج تک اتے ہی ہیں اسی سے تو کسی کی ساکھ نہیں رہی - اگر کوئی بزدل گوار اُس بے ایمان کو گرفتار کر دین تو ہم دس گز ریشمی کپڑے سے کٹیں - کالا تھ اینڈ کپنی سوداگر</p>
<p>امانت میں بھین کے قرق ہو وہ ضمانت میں بھین کے قرق ہو وہ</p> <p>تیسرا گئے خالی دہان بھی نہ حشر ہر اک کو موس کرے بھاگے دولا</p>	<p>پانچواں اشتہار بھی موجود -</p>

<p>ماکارغیش راجہ اندکار ساز بیرہ ایم تا کرم اوچا کند</p>	<p>پوچھا کسی سے پیا لیاں جینی کی لی تھیں فقط ترٹ کے ہی کے دوسے پڑی تھیں</p>
<p>کہتے ہوئے تھانہ پردن سے داخل ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تھانہ دار صاحب چھپر کھٹ بچائے بیٹھے ہانک رہے ہیں کہ میں نے فلان کاٹون میں ۱۸ ڈاکوؤں سے مقابلہ کیا اور ۳۴ برس کی چوری برآمد کی اور گلاباز سے نامی چور کو گرفتار کر لایا۔ کانسل ہان میں ہان ہلاتے اور بھرتے دیتے جاتے تھے کہ آپ ایسے اور آپ ایسے اور آپ ڈبل پیسے۔</p>	<p>انہیں بھی ہضم نہ ہو گیا ہی وہ بوڑھا پیالی والا رو رہا ہی پانچواں رہے تھے ہزاروں سے جا کر مال لائے انہیں بھی خالی رہتے ہی بتائے چھٹا رہے مہاجن سے لیے تھے ڈھائی سو قرض ادائی انکی تھی آزاد پر قرض ساتواں رہے ہمیشہ سے یہی تھا انکا شیوہ لیا اک میوہ دے سے تھا میوہ</p>
<p>اتنے میں انکے اور تھانہ دار صاحب کے ساڑھے تین آنکھیں ہوئیں این! یہ ساڑھے تین چہ معنی دار دتھانہ دار کی ڈیر بھٹی آنکھ تھی۔ ادھی ڈاکوؤں کی نذر کر چکے تھے۔ آزاد۔ السلام علیکم تھانہ دار۔ دعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ مزاج اقدس۔</p>	<p>عجب کھوٹی کچھ انکی بھی نیت اُسے بھی آج تک دیتے ہیں قیمت انھوں نے سوار اک گاڑی پر ہو کر گئے تھے کئی گھنٹے اُسے جکڑ دیے تھے غضب کا پیٹ ہے اللہ اللہ اگر ایہ نوش اُسکا کر گئے وہ نواب بڑا فسوس ہوتا ہے ہمیں یاں نہ تھے ہر طرح کے ہرگز وہ انسان</p>
<p>آزاد۔ عالم بالا پرے اب گھڑی دواؤ استاد جی۔ تھانہ دار۔ استاد جی کس بھکوسے کا نام ہے۔ یہ استاد جی کہاں رہتے ہیں۔ اور گھڑی کیسی؟ یہ کیا ہلکی ہلکی باتیں کرتے ہو۔</p>	<p>نہایت ہی دیانت دار تھے وہ ان تھے خاکن امانت دار تھے وہ راوی۔ وہ اچھی بے پرگی اور رہی ہے اس شاعری کے صدقے۔</p>
<p>آزاد۔ وہ ری تیری تھانہ داری۔ ماشا اللہ صورت سے نہیں پہچان جاتے کہ مستغیث مظلوم ہے۔ تھانہ دار۔ کیا کوئی داروات ہو گئی۔ آزاد۔ جی اور نہیں تو کیا کتے نے کاٹا تھا جو میں خاک کھا لیتا ہوا یہاں آتا۔ تھانہ دار۔ اچھا پھر آپ روز ناچے میں رپورٹ لکھوائے منشی جی لکھو۔</p>	<p>سیا ان آزاد تھانہ تک جاتے جاتے راہ میں کوئی اٹھارہ ہی جگہ پر ٹپکے ہو گئے۔ تھانہ پر جانگوا جوے شیر لانا تھا۔ اخبار میں درجن بھر اشتہار پڑھے تو اٹھا کھکا کہ خدا ہی خیر کرے اور طرہ اُس پر کہ بی اللہ رکھی نے ٹوہ لگا کر خط بھی بیزنگ روانہ ہی کر دیا۔ اب جاے رفتن نہ پائے ماندن غصے میں جان ہی خوف یہ کہ تھانہ پر جائیں تو مبادا کوئی کلیہ ملائے مفت میں دھریے جائیں بارے۔</p>

منشی جی - آپ کا کیا نام ہے -

آزاد - اس سے آپ کو کیا کام ہو - آخر آپ کو ناؤں اور گائونوں سے کیا واسطہ -

میان آزاد اور تھانہ کے منشی سے اُدھر گھنٹے تک گلچپ رہی میان آزاد کو نام بتانے میں انکار منشی کو اصرار اور میان آزاد نام بتاتے تو بتاتے کیونکر میاؤں کا جوخت تھا -

خیر آخر کار بڑی غرض کے بعد نام بتایا مگر مصنوعی اچھا لکھو ہمارا نام جنٹلمین ہے -

منشی - کیا جنٹلمین؟ بھی واٹھ یہ تو اٹھا نام ہو - آپ کپٹان ہیں - ہندو مسلمان کا تو ایسا نام آج تک سنا نہیں -

آزاد - آپ کوئی قاضی ہیں -

منشی - آپ کا اسباب و سباب نہیں کھویا ہی نہیں معلوم ہو گیا آپ فقہہ باز آدمی ہیں - نو برس سے ہم منشی تھانہ میں ایسے منطقی دیکھے ہی نہیں جیسے آپ ہیں - سو اے سیدھ کے دوسری بات نہیں یاد ہو اگر بوجہ کسی سے پوچھیں کہ آپ کا اسم مبارک کیا ہو تو اسکو بتانے میں اغماض ہو مگر آپکی عقل کے قربان آئے ہیں رپٹ لکھانے اور نام بتانے میں محبت ہیں -

آزاد - مجھ سے زبان نہ ملایے گا اتنا میں نے کہہ دیا ہے ذری میں بیٹھا آدمی ہوں -

تھانہ دار - اچھے اچھے بیٹھوں کو تو جمنے سیدھا بنایا - آپ ہیں کس کھیت کی مولی - کوئی ہو - گیان سنگھ - وہ حلیہ تو ملاؤ - بالکل ویسی ہی شکل و صورت ہو -

گیان سنگھ نے حلیہ جو ملایا تو سر موڑ کر نہیں غضب ہی ہو گیا مگر اسوقت کر کیا سکتے تھے دھریے گئے فوراً حالات میں دندنہ لگے -

میان آزاد مصیبت رسیدہ ایک ہی گرگ باران دیدہ پرے سرے کے نیارے خزانوں کے قبلہ گاہ اُستادوں کے پشت پناہ بھلا وہ اور حالات میں رہیں - واہ رہ چکے - یہ ستم ہم چکے کانسٹبل کو وہ وہ بھڑے دیے کہ جنگ پڑ پڑ گیا - باتوں باتوں میں یار نہ پیدا کر لیا - دم کے دم میں وہ پینگ بڑھائے کہ اُن کا دم بھرنے لگا - اب اُسے فکر ہوئی کہ انگو حوالات سے ہٹا کر حوالی مولی سنتری گھر پالی کی آنکھ چوکی اور میان آزاد اس طرح غائب ہوئے جیسے جان تن سے یاوے گل چین سے - ۷

کب سبکدوش رہے قیدی زندان وطن
بوئے گل بھانڈی جو باغ کی دیواروں کو

دائیں بائیں دیکھتے چپ چاپ بے پائون جانے لگے ذرا آہٹ ہوئی اور انکے کان کھڑے ہوئے کہ کپڑے گئے کھٹ کی آواز آئی اور ہوش پر آن کسی نے کسی کو پکرا اور میرے شیر نے قدم بڑھایا - باسے خدا خدا کر کے وہ کافر سستہ طے کیا اور دُن سے سر میں داخل ہوئے - جاکٹ پتلون ڈانٹا ہاتھ میں ایک موٹا بید لیا - اسباب کا بقیہ سنبھال بیگ گلے میں ڈال بی بھٹیاری کو بھاڑا لے کر عینک چڑھا قدم بڑھا - یہ جا وہ جا اب راہ میں ایک ایک سے پوچھتے ہیں کہ کیوں حضرت اسٹیشن کی راہ کدھر ہے - کیوں میان ریل کا راستہ کس طرف ہے - دل لگی باز آدمی پھر آپ جانے ایک ٹھٹھول - کوئی بھیجیم بتاتا ہے - کوئی پورب - ایک فردور گٹھایے ہوئے اُتر کی طرف چلا - دوسرے نے دکھن کی راہ لی - سوچے کہ ابھی ہم پورے جنٹلمین نہیں بنے جھپاک سے ایک گاڑی کرایہ کی اب ٹھٹھ جنٹلمین بن گئے - گنجی کھڑکھڑاتے ہوئے اسٹیشن پر داخل ان کو تحقیقات کا عارضہ لگے ہر ایک سے ادھر ادھر کی گپ

یہی دعا مانگوں کہ اسی آج کی رات کی سحری نو سٹیشن کا پتہ ہی نہ ملے۔
آزاد۔ لانا ہاتھ۔ واٹا استاد کیا کتنا ہی۔ بھی ہم تو چوتون ہی
سے تار گئے تھے کہ اسٹیشن بھر پر ہائے مذاق کے پس ایک
تم ہی تو ہو۔ پھر چلے کوئی رنگین کمرہ ڈھونڈھیں۔ ۴۔ گہری
چھینکی آج کسی گلخزار سے دو واٹا پس ہمارا بھی یویشن ہو۔
یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک دفعہ ہی چھاپا جھمکی آواز آئی۔
آزاد۔ یادش بخیر۔

دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائی ہست
ہستی تفرہ دلیل مست کہ در یابی ہست

انہی یہ کس متوالی کی آمد آمد ہو کہ چھڑون کی جھنکار سننے ہی
ایسے مست ہو گئے جیسے بسنت کی رت میں بھونرا۔ گراے
لا حول ولا قوۃ۔ ہم سمجھے تھے کہ اس نقاب سے کوئی جھلکتا ہوا
سرخ انور غیرت شمس و قمر جلوہ کنان ہو گا مگر وہ حسن گلو سوز نہ نور
عالم افروز کا لاجبجکا ہفتہ کاروز۔

اتنے میں تیسری گھنٹی ہوئی اور میان آزاد اور میان موج پر
پر تر سے جا بیٹھے اور انجمن بھک بھک کرتا ہوا چلا۔ اب راہ کی لگی
سینے کے میان آزاد کے درجے میں بہت سے مسافر بیٹھے تھے اور سب
اپنی اپنی بات کہہ رہے تھے انھوں نے جو سب پر نظر کی تو ان کا فطرتیں
کوئی نہ نظر آیا اور بجز اپنے (ٹوپی کو تو انھوں نے تر سے پھینکا اچھیں
ٹانگین پھیلا کر ناول پڑھنے لگے (مانٹی کر سٹو) پندرہ بیس منٹ
میں ناول کو بھی پھینکا اور لگے ٹھٹھنے۔ گلاس نکالا اور لمینڈ کی
بوتل کو کھولا۔ گاک دن سے آٹا کر غٹ غٹ پی گئے۔ رومل
منہ پوچھا۔ پھر ٹھٹھنا شروع کیا پھر ناول پڑھا پھر شراب کی بوتل
بیگ سے نکالی (کار نوڈلز) چسکی لگائی کہ اتنے میں سامنے
دو باب بیٹوں میں تکرار ہونے لگی۔

اُڑانے آدمی تھے مسٹین جاٹ پتلون اور البرٹ فیشن کے بال کیکر۔
لوگ سمجھے کہ کوئی جلیل القدر عہدار ہیں دس بندرہ آدمیوں
سے ساری خدائی کے تذکرے کر کے ایک صاحب کے بیٹے ہوئی
یہ انکی آنکھوں سے تار گئے کہ آدمی جن طبع اور با وضع ہو انھوں
جو اپنے نظر ڈالی تو دیکھتے ہی بھاپ گئے کہ رنگین مزاج اور خوش فکر
باغ و بہار آدمی ہیں۔ یہ کتے ہیں کہ وہ پہلے بولیں۔ وہ کتے ہیں
یہ اقدام کریں۔ آخر کار میان آزاد نے سکوت کا کفر توڑا۔

آزاد۔ یا حضرت بیج کیے کا کیا فرمائی گری پڑتی ہے۔ ہر بن ہو
العطش گویاں ہی۔

جواب۔ عرض کروں حضرت العطش تک تو خیریت ہو جو کہیں خدا
نا کردہ ہفتہ عشرہ ہی چلی جاتی دھوپ پڑی اور ماسک باران کی
یہی کیفیت رہی تو ہر بن موسے الجمع البحر کی صدا کیلگی۔ غلہ
صاف جواب دیجائے گا۔ خداوند ایچائیو۔ اور جو کہیں چھڑی لگجا
تو پھر مرنے ہیں۔ بھیت ہلہلایں۔ لوگ مار گائیں۔ کسان
بقلمین بجائیں۔ امریوں میں جھوٹے پٹرین۔ اور اپنے موشان
طناز جھولیں۔ تماشائی سیر دیکھیں۔ عاشق تن آنکھیں سنکین
آزاد۔ اسم شریف۔

جواب۔ موج اور آپ کا اسم مبارک۔
آزاد۔ آزاد خانہ برباد۔ کیسے کس طرف کے غم میں مضائقہ ہو
تو ہمارا آپ کا ساتھ ہو۔ ایک ہی درجے میں بیٹھیں۔ خوب
گپیں اڑیں کسی طرح راستہ تو کٹے۔

موج۔ میان۔ ۴۔ ہم کو تو دل لگی سے غرض ہو کہیں سہی۔
لیکن حضرت راستہ کاٹنے کا یہ طریقہ ہی نہیں۔ بندہ ریشائیل
آپ چھا کھائیگ راستہ کٹنے کی یہی صورتیں ہیں۔ بھلا ہاں
اگر کوئی عروس فوجا ساتھ ہو تو راستے کے لطف دیکھیے واٹا

باپ - تو بڑا شہرہ ہے بے -

بیٹا - آپ تو نافع بن نافع کانٹون میں گھسٹتے ہیں قبلہ رکعبہ آپ کے ہوتے ساتھ بڑا مین کیونکر ہو سکتا ہوں - بڑے آپ چھوٹا مین -

باپ - محض بیوقوف ہے -

بیٹا - درین چہ شک - آپ کی بیوقوفی میں ہی تو ہوں -

باپ - اُتو کہیں کا -

بیٹا - اُتو نہیں اُتو کا پٹھا سہی -

درجہ بھر میں اس حاضر جوابی پر تھقے پڑنے لگے - میان آزاد کو تحقیقات کا مرض گھنٹوں دریافت کیا کہ آخر رے کے کی گستاخی کا سبب کیا - تو معلوم ہوا کہ تعلیم اچھی نہیں ہوئی مان نے لاڈ کیا - باپ نے طرح دی مولوی صاحب دن بھر اُدگھائیے لوڈا خدائی غار گدھے اسوار زمانہ بھر کے گنڈوں نقون شہر دن بچوں کے ساتھ پھرنے لگا -

میان آزاد دھانی مذاقوں کو اشعار ابدار سناتے - کن رسوں کو سُر ملی آواز سے بجاتے کشتی گیر دن کو بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھوں ہاتھ دوستی اور دروم تلا جنگ اور علقوم کے داؤ بیچ بتاتے ہنستے کھلکھلاتے ریل پر چلے جاتے تھے - ایک دفعہ ہی ریل بٹھری اور اسٹیشن کے پیچھے تیرے پر ایک شخص نے کفن بھاڑ کر چلا نا شروع کیا (ہو ہو ہو) این ایہ وزن ہی نرالا ہو - وحشت کا بول بالا ہو انکی سنیے کہ چوہرے کے اس سرے سے اس سرے تک اپنی ہی ہانک رہی میں (ہو ہو ہو) اتنی خیر ٹھٹھول مسافروں نے آزاد سے کسے شروع کیے داغ پر گرمی چڑھ گئی - شیطان نے دور سے انگلی دکھا دی یا وحشت بھرے ہوئے فیصد کھلواؤ فیصد آخر یہ ہو ہو ہو کے معنی کیا بھی تو کہتا کیا ہے کسی! واہ سنی! معنی! کیسے! معنی کسی مولوی

سے پوچھیے - ہو ہو ہو - مین ابھر وہی ہو ہو ہو اسٹیشن ماسٹر دیکھیے یہ پاگل ہو ہو ہو کر کے ہم کو ڈراتا ہے - مین (نہیں) پاگل نہیں چاپ راسی (چیرا سی) ہے اسٹیشن کا نام بتاتا ہے پھو ہو - کیا -! بھیو ہو! لاواں دلا - وہ تو ہو ہو ہو کر رہا ہو - ہان دل جلدی - جلدی (جلدی) پوتا ہے - اجی ایسی جلدی پر شیطان کی بھنگا - آخر گھبراہٹ کیا ہی باسے چلتے چلتے ایک اور اسٹیشن پر پہنچے اٹھا کچھ ٹھکانا ہی بیان تو مسافر پٹے پڑے ہیں - اسٹیشن پر بتا رہے تھے ٹھکانا نگل آگرے کی تیر کی کا ایسا جاؤ ہو -

اسٹیشن ماسٹر - (ایک مسافر سے) یہ لاکھون من کا بوجھ تم کیسے لے جانے پاوے گا -

مسافر - لاکھون من بوجھ تو سو بھاگ کر درون آدمی نہ سوچتے اسٹیشن ماسٹر - دل تو اتنا آدمی کہاں ہو -

مسافر - دل تو بھرا تا بوجھ کہاں ہو تم نے سیر دن بوجھ کو منوں کہا ہم نے چاسون مسافروں کو کروڑوں کہا - چلیے برابر ہو گئے نہیں تم لوگوں کا قاعدہ ہو کہ نافع بن نافع چلتے بیل کے سیگ پکڑتے ہو گیارہ آدمی اور چوبیس سیر بوجھ - کیا بہت سہا جھین چیر کر سہے ہو اتنے میں تیسری گھٹی ہوئی - گاڑی نے جھنڈی کے عوض ہاتھ دکھایا اور ریل کھڑکھراتی ہوئی چلی تو کھٹک اسٹیشن پر داخل اب ماسے پیاس کے مسافروں کے نگلے میں کانٹے پڑ گئے - چوہرہ چل پون چلی ہوئی ہو - پانی والا - پانی والا میان بھستا ہوت مصری مصری پانی دالے مصری - اتنے میں اسٹیشن ماسٹر نے غل مچایا مسافر لوگ کو پھورنگ (فور) جل (جل) پلاؤ - ایک طرف مصری دھوتی باندھے دوسری جانب میان بھستا پانچے چڑھائے پانی پلانے لگے - گلوٹھا لوٹا پلا یا اور دن سے دوسری گاڑی میں - پانی کی جھلک دکھائی اور چپاک سے چپانس قدم پر ہمد ہے اب مسافروں کا ریل آیا

میان آزاد کوٹ تیلون ڈائے جٹلیہن بنے ہوئے تھے۔ مجال کیا کہ کوئی آنکے درجے میں قدم تو رکھے پھر ریل چلی گھر گھر بھک بھک چھنک چھنک۔ دھمک دھمک۔ این! یہ چھنک چھنک۔ دھمک دھمک کے کیا معنی۔ جی یہ ریل گنگا کے پل پر سے جا رہی ہو بہت ہی خاصے۔ ایک دفعہ ہی ہندوؤں نے غل چایا کہ (بول سری گنگا جی کی جی) ریل بھر گونج اٹھی۔ جو۔ میان آزاد بھی لاپنے لگے۔ گنگا توری لہر جا لے من بھائی۔ گنگا توری لہر۔ بھاری بھاری ریل ہوا ہوئی اور دھماک سے سٹیشن پر موجود۔

میان آزاد کھٹ سے ہوٹل میں ہوئے حکم دیا کہ ایک گلاس شری ایک بوتل ٹونیڈ اور برٹ لاؤ۔ غٹ غٹ پی گئے کیا دام ہوے ہجو شری کے ۸ ملینڈ کے ۴ برٹ کے ۲ رائف اور چار بارہ بارہ اور دو چوڑے آئے ہوئے۔ روپیہ دیا دو آنے والے اور ریل کے درجے میں تھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک جوان رعنا بلند بالا بگ گئے میں ڈائے درجے کی تلاش میں گھوم رہا ہو گھر چہرہ اُداس ہید صرت ویاس آنکھوں سے جوے اشک جاری اور ایک غشی سی طاری۔ حیرت تھی کہ بار خدا یہ کیا اسرار ہو گھر و جوان تک سک سے درست۔ یہ رونی صورت کیوں بنائے ہوئے ہی جھپ سے اپنے درجے کی کھڑکی کھولی اور کہا آئیے یہاں آئیے وہ بیچارہ مصیبت کا مارا چپکے سے آن بیٹھا ریل چلی تو میان آزاد سے یوں مکالمہ ہوا۔

آزاد۔ کیوں میان صاحبزادے بھلا بتاؤ تو۔ ع۔ کس کے ستم رسیدہ ہو کس کے ستائے ہو۔ آخر یہ کیوں مھو بنائے ہو۔

جوان۔ جی صورت ہی ایسی ہے

دل ہی تو ہے نہ سنگ و شفت درد سے بھرنے کیوں

رومیں گئے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

آزاد۔ نا صاحب۔ صورت سے صاف برشا ہو کہ آپ شگفتہ جبین ہیں مگر اس وقت سرکہ جبین ہونے کا سبب کچھ اور ہی ہو۔ ہم نے بھی اس کو چہ میں خاک اڑائی ہو بس تاڑ گئے کہ کسی بت حور و ش پر حضور کی طبیعت آئی ہے اور کسی ترک ستنگار نے ناک کر میں چکر نظر کی بھی لگائی ہے۔

جوان۔ حضرت ہوت آپکی تقریر سے دل بھرا آیا۔ اور پرانا قصہ از سر نو یاد آیا۔ اصل حال یوں ہو کہ خدا ہر شریف کو صحبت بد سے بچائے۔

کم نشین بادران کہ صحبت بد اگر چہ پاکی ترا پلید کند

صحبت بد وہ کالی ناگن ہے جسکا کاٹا منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے آزاد۔ حق ہے مگر صاف صاف حال کیئے۔

جوان۔ عشق خانہ خراب نے ہمیں ادھر کا رکھا نہ اُدھر کا۔ دین کا رکھا نہ دنیا کا۔

این عشق ندانم از کجا خاست | کز ہر گز رشہ ام بلا خاست

اُن ایک روز گھنگھوڑ گھٹا چھائی تھی۔ بادل جھوم جھوم کر منڈلا رہے تھے یا ران سر پل ملا لگا رہے تھے اور بندہ درگاہ جو کہ چکر لگا ہے تھے کہ دفعہ ایک رنگین کرے پر نظر پڑی تو دل ہاتھ سے جاتا رہا صورت سے لوگ بھانپ گئے کہ عشق چڑایا۔ لاکھ چھپایا لگر کہیں عشق چھپائے سے چھپتا ہو۔ اسے تو یہ پھر صورت وہ کہ پری یا چاند کا ٹکڑا۔ یا ران ریل نے سمجھا نا تو درکنار اور اُٹا پھنسا دیا اور روز بندہ درگاہ شہر دن کے ساتھ وہاں پہنچے لگے۔ خوب گلچڑے اڑنے لگے۔ مگر زبانی داخلہ۔ ہاں اتنا تو ضرور کہو گا کہ اُسکو بھی گونہ لطف تھا۔

خیر ایک دن یا ران سر پل اُسکو میلے گئے اب سنئے کہ پتلی

دن پڑ کے تلے شرابین منڈھائی گئیں۔ انکا نمبر دن ایک بوتل

<p>جوانی کا یہ جوش اور کفن پوش - ہی ہی کیا ہوا - میں تو جیتے جی موات طبیعت بقرار - سینہ نگار - حالت زار - اکلیمن اشکبار - گونیا کی فکر یہ عقی کا ہوش - بادہ محن کے نشے میں مدہوش - میں خرقہ پوش خونابہ نوش - رند شاہد باز - بندہ بتان طراز - غور و راحت اب مصیبت سہنی بڑی جوش سودا نے وہ رنگ اثر دکھایا کہ فکر بیکانہ نہ خیال خویش میں اور دلریش سے</p>	<p>شاہین ایک بوتل - روز ایک بوتل - ہوسکی ایک بوتل - اولڈ ٹام ایک بوتل - اور پیل برانڈی ایک بوتل - کل چھ بوتلین اور میں آدمی پینے والے ساتی اور صنم بادہ فروش وہ خود ہیں سیائے چار بوتلین تو یاران سریل نے میں اور اسے ہوسکے کے وہ خود ڈیڑھ بوتل اڑا گئیں - شام کو گھر آئیں تو مخمور نشے میں پھر - بالابچے سے طبیعت گھبرائی - تنگی بہن ایک نفس پر سوار کر کے شکوہ ہسپتال لائی - مگر اتنے ہی آتے نور کے ترے دم توڑا دنیا سے دوست منجھ موڑا یاران سریل کو خبر ہوئی کہ جل بسین - سر پر خاک اڑاتے اور چلا تے وہ بھی پیونچے -</p>
<p>زہر غصوم طہیدن ز دینان سرا کہ شد پیل ہنم بال کبوتر اُن اُن - اوت - دوستوں نے سمجھا یا کہ مرد خدا عقل کے ناخن نو - دیکھو رسوا ہو جاؤ گے - اب معشوق کا زندہ ہونا معلوم پھر گریہ و بکا سے فائدہ - مگر جوش جنون اور غلطی چہ سے</p>	<p>قبر پر آئے بہت روئے کیا یاد مجھے خاک اڑانے لگے جب کہ چکے برباد مجھے</p>
<p>برہند عاقبت طلبان کوش کے ہیم کین مومیالی است کہ خواہر شکست ما</p>	<p>ہسپتال میں جو طرفہ کمرام تھا - نفس کے ارد گرد از دحام تھا جسے دیکھو مصروف گریہ و زاری - ہر آنکھ سے اشک جاری ہی ہو گئی نوخیز گلستان صبا ت مڑھ گیا - ہی ہو پھلا پھولا ہر اہل گلشن کھلا گیا -</p>
<p>کسی حضرت نے جڑی کہ زہر دیا گیا تھا - حکم ہوا کہ لاش چری جا ہاے ستم کہ یہ کام اُس نوجوان کے سپرد ہوا جو اس پر ہی بیکہ عشق زار میں سے تھا - مگر حکم حاکم مرگ مفاجات - ناچار قہر درویش بر جان درویش کہہ کے رخ دالم سہم کے پھری لیکر کمرے میں گیا تو اپنے معشوق زہرہ مثال شری خصل کی نورانی صورت گورے گورے کھڑے تشرکین آنکھ لب لعل شکر خاوست خانی کو آغوشہ خون و خاک دیکھ کر ایک چیخ ماری اور پھری پھینک رہا گا تو دم سے زمین پر - کسی اور نے جڑ دی کہ یہ بھی اُس جلسے میں شریک تھے حالانکہ ہاے فرشتہ خان کو بھی خبر نہیں - مگر مجرم میں تو مرن ہند کہ دو چار بار آئے گئے لیکن صحبت بد کا برا ہو کہ جس پر بنا کر وہ گناہ ایجاب کا نام بھی دج ہو گیا مگر خدا ہی خوب جانتا ہو کہ ہم بالکل بگناہ میں - ہاتھ بھی لگایا ہو تو ہاتھ ہی ٹوٹ گئی کبھی اشارہ بھی کیا ہو تو نصیب پھوٹن خدا صحبت بد سے چائے - شہد دن کی ٹکڑی میں</p>	<p>یہاں ہر حادثہ نا دیدنی اور سانحہ ناشیدنی کی قانون کا نمبر ہی نہیں مگر ترے بستر سے جو اٹھے تو بیٹھا بیٹھا درد سا ہونے لگا سوچے کہ ڈاکٹر سے رجوع لائیں اور دو اکھائیں - ہسپتال میں آئے تو انہوہ کثیر - جم غفیر ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع - کیوں کیوں خیر باشد حضرت خیر کیا - ایک بیچاری کی مفت میں جان گئی - ہائے ابھی اٹھتی جوانی تھی - حسن پھٹا پڑتا تھا - گر رہے نام امدکار ہمارا ما تھا ٹھنکا کہ خدا ہی خیر کرے کچھ دال میں کالا ضرور ہے -</p> <p>ندی کنا سے دھوان اٹھت ہی میں جانوں کچھ ٹٹے جکے کارن میں جو گن بھی وہی نہ جلتا ہوسے</p> <p>فنس کے قریب گئے تو شاک دور اور گمان کا نور ہو گیا - ہا</p>

بھلے مانس کو نہ بھنسا لے۔ ۵

لے طالب لذت غذا ہاے لذیذ | جو یاے حلاوت مرے لذیذ
با نان جوین بسا زو پیش دونان | کف کفہ کن ازو طو لے لذیذ

میان آزاد ریل پر بیٹھے ناول پڑھ رہے تھے کہ دوسرے درجے سے ایک شخص نے پوچھا (یا حضرت) وہ ایک دم لگائے تو چوڑا حاضر ہے۔ واٹھو وہ مشکبو دھوان دھار پلاؤں کہ چھٹا ناکی دکان کی مٹا کو کا فرو حاصل ہو۔ لیکن قبلہ اتنا یاد رہے کہ ۵

ہفتہ یک دم دووم سہ دم باشد | نہ کہ میراث جد و عم باشد

ایسا انوکھ آپ بھنسیا جو تک بجائیں۔ جی ذری اتنا خیال رہا امین! حقہ بیان ریل پر کیا۔ پیچھے پھر کے میان آزاد نے دیکھا تو ایک بگڑے دل مزے سے میٹھے ہوئے بے غل و غش پی رہے تھے آزاد۔ یہ کیا اندھیرے بھی واٹھو کیا کیا بگڑے دل جمع ہیں آپ ریل ہی پر گڑ گڑانے لگے دھوان دھار اور طرفہ اسیر یہ کہ حقہ بھی نہیں پہچان اور اینٹ کا جنگلی تو جو بیرون کی خبر لائے جو کہیں گا رڈیا اسٹیشن ماسٹر دیکھ لے گا تو اتنی آہستہ آہستہ گلی پر نیکی بھڑائے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ چڑا اور جو آگ لگ جائے۔

بگڑے دل۔ اور جو بیٹھ بھی ساتھ ہی برس پڑے اور جو آگ لگتے ہی کچھ جائے اور جو ریل ہی ٹکڑ جائے اور جو آسمان بھٹ پڑے اور جو بجلی گرے۔ اس (اور جو) کا تو جواب ہی نہیں ہے یہی ہے یا باتیں بنائے گا۔ دیکھیے کیا خمیو ہے کوڑی نہ دیجیے دم نو لگا لیجیے۔

آزاد۔ یہ دم کسی اندر کو دیجیے گا۔ بندہ منال دروازے میں تھا ہے آپ مناسن ہوتے ہیں کہ ریل پر حقہ بننا جرم نہیں ہے۔

بگڑے دل۔ اچی بیان تو بے حقہ گڑ گڑائے چین ہی نہیں آتا رونے جانے میں ایجا بن خوش کا ہے سے ہیں۔ اسی سے کہ وہاں

جلتے جلتے آگ لگائے ملین گے۔ یا ردن کے توے خوب منے دینگے سچے اور پکے کوئلوں کی انکے آگے اصل و حقیقت ہی کیا ہو ای تو بہ۔ اچی جائے بھی آپ تو باتوں میں لگاتے ہیں بیان حقہ بھڑکا جاتا ہے۔ دوچار مفکروں نے خوب منے سے حقہ پیا۔ دوچار نے چلم ہی برکفایت کی جب اسٹیشن قریب آیا تو آگ لگ چلم غائب۔

میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ دھت بھی کیا بڑی چیز ہے۔ چاہے جڑا نہ ہو جائے دھرے جائیں ذلیل و غوار ہوں مجرم بن مگر حقے کا دم نہ چھوڑے۔ ایسی دھت پر تین حرف۔

ایک اسٹیشن پر ریل ٹھہری تو خرپرے اور کم پٹے ہوئے کھانچوں کی کھانچیاں ندی پڑی ہیں۔ شاخیں آگ کے بوجھ سے بھٹی پڑتی ہیں۔ پکا لگا ہے۔ آم ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔ کوئل کی سُرلی جھنکا رستم دھانی ہی سپیوں کی پیاری پیاری صدا کا نون میں آتی ہے واٹھو یہ اسٹیشن ہے یا کم کی دکان۔ یا خرپرے کی کھان۔ کیوں بھی یہ آپسور ہے یا خرپرہ مگر۔ جدھر نظر اٹھتی تو کم خرپرہ ہی نظر آتا ہے۔

ایک سافر بولے اچی نظر نہ لگائے حضرت ابکی فصل تو کھالینے کیجی بیان اسی پر تو زیست ہے۔ خدا جھوٹ نہ بلالے ہم بھی کسرت کے بندے ہیں۔ غلط۔ اچھا خدا کے بندے سہی تلفظ ادرا غلط۔ اچھا اپنے آپ کے بندے سہی۔ انشا غلط اچھا صاحبان کے بندے سہی۔ از سر تا پا غلط۔ ارے بھئی کھاؤ پیر کے بندے سہی۔ پیٹ کے بندے سہی۔ ہاں یہ ہاں۔ اسکے ساتھ زبان کا چپکا بھی ایسا ہی ہے کہ خدا کی پناہ۔ دن بھر کوٹھو کے سیل کی طرح منھ چلا جاتا ہے۔ اتم غلم خدا جانے کیا کیا زہر مار کیا کرتے ہیں۔ سیال بھر کے چٹھے کا ست ہے۔ مگر خرپرہ اور کم کی فصل میں اور ہی مت ہے۔ اور سچ پوچھو تو درگت ہے۔ فالیز میں ہلی بڑھی اور

یہاں کچے گھڑے کی چڑھی۔ آم بازار میں آئے اور انجان ب
بورائے۔ این یہ بورا ناچہ بنی دار۔ لاول ولا۔ آپ بھی کہیں گے
میں آدمی ہوں۔ نہ سے چوہن ہی رہے واہ۔ بس جالی خربے
ہی نکلے۔ اس بھدی بھدی سمجھ پتین حوت۔ ذرا تو مغز سخن کو
پہنچ بندہ درگاہ تو خربے اور آم پر ادھار کھائے
بیٹھے ہیں۔ کپڑے بیچ کھائیں۔ باسن نخاس ٹیل لائیں بدن
پر تانہ رہے۔ چوٹھے پر تانہ رہے۔ ادھار لیں سوتھنا تک
گردھکھیں۔ بگڑا کرین۔ جھگڑا کرین مگر خربے پر چھری مزدور
تیر ہو۔ مابودت ہوں اور فایر ہو۔ تڑکا ہوا چاقو ہاتھ میں لیا
اور بندہ چلا۔ بازار ہے کہ ہک رہا ہو کھانچوں کی کھانچیاں۔
کھچا کھچ بھری ہوئی ہیں نو عمر کنکریں عجیب ناز معشوقانہ سے
ہانگ لگا رہی ہیں۔

لختے بردار دل گذر دہر کہ ز پیشیم
من قاش فروش دل صد بارہ خوشیم

خریدار ہیں کہ ٹوٹے پڑتے ہیں۔ رٹتے ہیں جھگڑتے ہیں
یہ کھانچی ہماری وہ ڈھیر ہمارا۔ دلبر میوہ فروش جوانی کی اُننگ
اور شاب کی ترنگ میں فرط غور حسن سے اچھے اچھوں کو ڈانٹ
بتاتی ہے۔ میان الگ رہو۔ کھانچی بر نہ گر پڑو۔ بس دوسری
سے بھاؤ تاؤ کرو۔ واہ محنت (مفت) کی جھنجھٹ۔ لینا ایک
نہ دینا دوا بھی کنجڑ ابوے تو دھب کھائے وہ دتل کے بین
ہاتھوں ہاتھ لیں۔ ایک تراشا دوسرا تراشا میسر تراشا۔
خوب چکھے۔ آنکھ چوکی تو دو چار ننھ میں دبائے اور چلتے پھرتے
نظر آئے واہ آدمی کیا بند رہ گئے۔ میان بیچ تو یوں ہے کہ لکھنؤ
کے ایسے کھرے خربے ساری خدائی میں نہیں دیکھے نہ سنے
لنیز دیشیر میں اور پھراب کی سل تو یاروں کے پو بارہ ہیں۔ گرمی

کی شدت آفتاب کی حدت۔ دھوپ کی تہارت۔ زمین کی حرارت
وہ اعجاز دکھایا کہ ایک ایک بھل کو کوزہ قند و نبات بنایا۔ کابل
کے سرفے کا بازار سرد ہے۔ کشمیر کا گلاس گردہ۔ ادھر خربوز دن
کا خانہ خیر ہوا۔ ادھر آم کی فصل آئی پھر کیا تھا۔ منھ مانگی مراد
پائی۔ جہد دیکھے ڈھیر کے ڈھیر چنے میں جس طرف نظر کیجیے انبار
کے انبار لگے ہیں عیبی۔ سلٹ۔ ملدا۔ شاہ پسند۔ زعفرانی
پیوندی تخی۔ قلمی۔ وزیر پسند۔ سفید۔ الفن۔ جعفر باغ
فیروز والا۔ نگر۔ اکچا کھچ کھانچوں میں بھرے ہیں۔ شیرہ
شیرین خوشگوار بوباس میں تارتار ہک میں طبلہ عطار۔
شیرینی میں شہد کی کٹی یا تنگ شکر۔ حکمت انگیزی میں کشت
زعفران یا مشک اوفر۔

معطر جہیب سمن غغبان
از ولب جشی کام شیرین بان

سفید رنگ و بومین ضرب المثل۔ یہ سرخا ہی یا گرمی رز کی
بول۔ پونڈے کا قلم بناؤں تب تو شیرینی کی تعریف لکھ پاؤں
واہ کیا بات ہے۔ آم کیا ہمیشہ قند و نبات ہی یا یوں کہو کہ چاشنی
بخش حیات ہے۔ شائع نبات ہے۔ بیچ تو یوں ہے کہ اُسکا شیرہ
آب حیات ہے۔ ریشہ ریشہ مسرت و سماے ریش میں دوتا ہے
شکر لیون کے منھ میں باقی بھر آئے۔ یہ اصل قند نقل ہے
عسل کی بھلا کیا اصل ہے۔ میان تو یہ کیفیت ہو کہ دیکھا اور
جھپاک اٹھایا۔ اٹھایا اور تراشا۔ تراشا اور کھایا۔ کھایا اور لٹ
ہو گئے۔ دم نقد آدمی بھڑے۔ مال اسباب کے کوٹے کیے
اور بے گنتی لیے۔ کھانے بیٹھے تو دو ڈاٹھی کھا گئے چار ڈاٹھی
کھا گئے۔ این یہ ڈاٹھی کھانا کیسا۔ اچی حضرت آم اتے
کھائے اتے کھائے اتے کھائے کہ۔ اتھی خیر کچھ کو گئے بھی۔ اچی

اتنے کھائے کہ ڈاڑھی اور ٹھوڑی تک انبار لگ گئے۔

حضرت گرسنہ چشم یہ ڈینگ ہانک ہی ہے تھے کہ ریل ٹھہری اور ایک اہلکار سرکار نے انکے درجے میں آنکر پوچھا کہ فلاں شخص کہاں ہے۔

میان آزاد آپ جانے ایک ہی کالیان آدمی۔ دینا بھر کے نیارے بھانپ گئے کہ ال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ بولے کہ ہم مسافر آدمی ہمیں بھلا کیا معلوم کہ کون کہاں ہے ہم کیا کوئی خدائی فوجدار ہیں۔ اس پر حضرت بندہ شکم نے چادر سے منھ لپیٹ کر روپوشی کی اور وہ اہلکار دوسرے درجے میں تلاش کرنے لگے۔

میان آزاد نے بے دانتوں کہا کہ استاد تم جو روپوش ہوئے تو ہمیں کچھ (فیہ) ضرور ہی بھی اور کسی سے کہو یا نہ کہو یا رتن سے تو نہ چھپاؤ اس نے کہا کیا۔ روپوشی۔ ماشاء اللہ ابھی کہی۔ کیا کسی کا فرض دھرتے ہیں۔ یا بل مارا ہو۔ یا کسی کا باپ مارا ہو یا کہیں خون کر کے آئے ہیں آزاد۔ آپ بہت تیکھے ہو جیے گا تو بندہ دھردا ہی دے گا۔ لے بس کچا چٹھا کہ سناؤ ورنہ میں پکا رہا ہوں پھر۔

ارے نہیں نہیں ایسا غضب بھی نہ کرنا یا رہے میان صاف صاف بتا دین ہم نے اب کی فصل میں خرپے اور کم خوب چھک کر چکھے گھر کا کفن کو باس نہیں۔ پوچھو لائے کس کے گھر سے پہلے تو قرض دام لیا پھر ایک دوست کا مکان اپنے نام پٹیل ڈالا۔ کوڑے کیے اور آم میے۔ اب نالاش ہوئی ہو سو ہم بھاگے جاتے ہیں۔

آزاد۔ ایسے آم کھانے پر بھی چار حرف۔ لے عن ت۔ ارے نادان۔

خوردن برا کرستین ذکر کردن ست

دیکھئے نادان وادان نہ بنائے گا۔ یہ جلے گئے فقرے کسی اور

کو سنا بیٹے گا۔ ورنہ بیڑ صب ٹھہرے گی۔

ہاں یہ کیسے تو بیڑ صب ٹھہرے گی اچھا بلاؤں چیرا سی کو دھرداؤں نا بھائی چاہے دو چار صلواتیں اور سناؤ۔

اتنے میں ایک مسافر نے کئی درجے پھاندے۔ وہ اچکا یہ کیا

یہ جھپٹا وہ پونچا اور دھم سے میا آزاد کے پاس ہو رہا۔

مسافر۔ (میان آزاد سے) غریب پرور۔ غریب پرور۔

آزاد۔ کس سے کہتے کس سے ہو۔ ہم سے؟ آج تو کہا اب کتنا

ہم غریب پرور نہیں۔ امیر پرور ہیں۔ رئیس پرور ہیں۔

مسافر۔ حضور امیر لوگ غریبوں کی بھی سنا کرتے ہیں۔

آزاد۔ ہاں تو جو امیر ہوں۔ اینجا تب تو امیر پرور رئیس پرور ہیں۔

امیر پرور ہیں کہ اب غریب پرور ہاں سے دشمن ہوں۔

مسافر۔ چلو صاحب وہ امیر پرور نہیں۔ امیر کے باپ پرور دادا

پرور سہی۔ ذری ہماری بھی تو سنو۔ ہم بھی امیر زادے ہیں۔

رئیس کے رشکے ہیں۔ ہوتے ایک سوال ہو۔

آزاد۔ سوال سکول کے لڑکوں سے کیجئے۔ یا دکان کے امیدواروں سے

مسافر۔ داتا دانا سنو تو۔

آزاد۔ داتا بھنڈاری باورچی کو کہتے ہیں۔ داتا کہیں

اور رہتے ہوں گے۔

مسافر۔ اکی تو بے اچھے سوم سے سوال کیا۔ کسی سخی سے مانگتے تو

گھر بھر دیتا۔

آزاد۔ کہو تو تمہارا منہ ہم بھی موتیوں سے بھر دین۔ اب کچھ

کہو گے بھی یا کہتے ہی چلے جاؤ گے۔

مسافر۔ کہوں کیا۔ صورت سوال ہو۔ ایک روپیہ دلاؤ۔

تو دعائیں دیتا جاؤں۔

آزاد۔ اوہ جی۔ دعا کے تو اینجاں قائل ہی نہیں۔

<p>اڑاتے لطیفے سناتے فہمے لگاتے جارہے تھے۔ ریل کیا ان کے حساب خالہ جی کا گھر تھا۔ ایک دفعہ ہی کیا دیکھتے ہیں کہ سہ</p>	<p>مسافر۔ اچھا تو پھر گالیان دون صلوایتین سناؤں۔ آزاد۔ گالیان دو تو سیتی حلق میں ہو۔ اہی آنتین کچے پڑیں مسافر۔ یا اہی یون چین نہ دون چین۔ اسے غضب۔ لے لو اسٹیشن قریب آگیا۔ اب مفت میں بے عزت ہونگے۔ آزاد۔ یہ کیوں۔</p>
<p>قطرہ زنان میرسد بہاری زراہ وقت گل ولالہ خوش مرودہ بخارو گیاہ نامیہ خیاط وار زرا طلس گلگون دگر فرق گل ولالہ را دوختہ رنگین کلاہ لشکر گرد غبار چون نگر یزد کہ باز بر سرش ابر سیہ راندہ زبان راسیاہ</p>	<p>مسافر۔ کیوں کیا ٹکٹ پاس نہیں۔ گھر سے دو روپیہ لیکر چلے تھے شامت اعمال بنارس کا لنگڑا آم نظر پڑا۔ بندہ درگاہ کھاؤ پیر کے مرید۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ دو روپیہ ٹینٹ سے نکالے اور آم پھجھری تیرکی۔ اب گرہ میں کوڑی نہ پاس تھا کتے کھائیں آتے آزاد۔ وہ بے بیٹو۔ بھلا پھر ہاٹک آئے کیونکر۔ مسافر۔ اسکی نہ پوچھیے۔ یہاں سیکڑوں ہی سیٹیں یاد ہیں۔ لیکن اب ایک نہ چلے گی۔ اب تو اسٹیشن آگیا۔</p>
<p>ہر سمت جوش بہاری۔ ہر طرف فیض سحاب آزار ہی زلاد پر ہیز شعاع بھی رند بادہ گسار ہی۔ ہر طرف چمن غالبہ بار ہی نسیم بھری کی مشک نیری اور بادہ طرب انگیز کی نافہ ریزی سے غنچہ دل تک چھلا جاتا ہی۔ ہر مرغ چمن ہزار زبان سے شکر لطافت خداوندی بجا لاتا ہی۔ عند سببالاں کوہ لطیفہ گل نوک زبان ہو طائوس ستار فرط ابتہاج سے رقصان ہی۔ قمر یون کا شمشاد پہنچم ہی۔ کو کو کا شور نالہ حق سر کی دھوم ہے۔</p>	<p>اتنے میں ریل کوئی اور اسٹیشن موجود۔ ٹکٹ بابو کی کالی کالی ٹوپی اور سفید کھوپڑی چمکتی ہوئی نظر آئی۔ ٹکٹ ٹکٹ۔ ٹکٹ۔ ٹکٹ۔ ہکا لو۔ میان آزاد تو ٹکٹ دے کر لمبے ہوئے۔ بابو نے اسے ٹکٹ مانگا تو لگے بغلین جھانکنے۔ دل تھا رائٹ کمان۔ صدک برخواست وہ سر کھجلا رہے ہیں۔ دل ٹکٹ نکالو۔ ٹکٹ کیا تو ہی۔ بابو جی ہم پر تو اب کی سال ٹکس وکس نہیں بندھا۔ یو فو ل اؤ آدمی معقول۔ اؤ آدمی کیسا ہو اکڑا ہی۔ آپکے بنگال میں ہوتا ہوگا اور تو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ تب تو بابو جھنجھلا یا کانسٹبل کانسٹبل۔ اسکو حالات کرو۔ ٹکٹ نہیں دکھاتا۔ اور اول فول بکتا ہے شالا۔ کانسٹبل نے حضرت کی گردن ناپی اور حضرت گھر نہ چشم۔ ۶۔ زندان کو چلے چل چل کر۔</p>
<p>عیش و شور از دور و دیوار پدیدست پدید خوش انداز من دور چہایون آشار</p>	<p>سر آمد محفل آرایان بزمہ نوری۔ جہ ہر شمشیر کشایان معرکہ کو چہ گردی میان آزاد و خانہ بر باد گردون دوی میں خوش گلیان</p>
<p>ریل پر جو بیٹھو ہر سے تو فرما کے لطف بے اندازہ ہو یا نہو۔ ریل پر موسلا دھار پانی پڑے تو مسرت تازہ ہو یا نہو۔ رنج و ملال کی گرد میان آزاد کے دل سے دھل گئی اور ریل ہی پر لگے ملاؤ اسٹیشن اور تان لگانے۔ اسٹیشن پر ریل بٹھری تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نور بصورت جوان کوئی بنش اکیش برس کا سن پڑھنے لکھنے کے دن۔ گیت کپڑے پہنے ہاتھوں میں تھکری باؤن میں پڑی ہے اور ٹوک کانسٹبل ساتھ۔ گردن نیوٹھڑے آنکھیں جھکائے منہ نہائے ان کے ساتھ چلا جاتا ہی اور پیچھے ایک پرفوت آٹھ آنسو روتا ہے</p>	

سن میں اسکو ایسی حالت ناز میں دیکھتا ہوں جو خدا کسی کو نصیب نہ کرے۔ اُن ساتویں دشمن کو بھی نصیب نہ کرے (دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر) ۵

انچہ کردی تو بہمن پہنچ بہ انسان نہ کند

مرگ با جان نکند کفر بہ ایمان نہ کند

اُن - ستم ستم - غضب غضب - جب اسکی شادی ہوئی تو یہ کوئی کیا لہ برس کا تھا مگر اسی سن سے اسکے ماں باپ نے اسکو بالکل مطلق العنان چھوڑ دیا تھا۔ بازاروں میں بے غل و غش گھومنا بات بات پر زبان سے گالی نکالنا - کسی کو دھول کسی پر چپٹ جمانا دو دو دن گھر میں نہ آنا - سہرات پر نچل جانا اس میں یہ خوب ہی طاق تھے - اس کے پیر زبگوار کو اس کا اصلاحیہ خیال نہ تھا میں نے جو دو چار بار سمجھا یا کہ بھائی دیکھو رو کا خراب ہوا جاتا ہے تو مجھے لگا رہے اور صلواتیں سنائے لگے کہ وہ آپ ٹوکنے دے کون - کیا خانہ داماد بنائے گا یا غلام بنائے کی فکر ہے آپ نے لڑکی کیا یا ہی کہ امالیق بن بیٹھے رفتہ رفتہ صاحبزادہ بلند اقبال نے چوری چوری اسباب کے کوڑے کرنے شروع کیے کبھی آفتابہ غائب - کبھی زریہ کا پتا نہیں - کبھی سیوہ فردش دروازے پر غل مچا ہے ہیں کہ دو مہینے سے دھائی روپیہ نہیں دیا اب باہر نکلو گے نہ چہ کبھی تنہولی نے نالش جڑ دی کہ کیا لہ روپیہ کی گھوڑیاں چکھو گے - دام مانگتا ہوں تو اوپر سے غراتے اور آنکھیں رکھتے ہیں -

آخر کار یہ نوبت پہنچی کہ آج باجوران میں فیوس صدائوس آزاد - جیت صدجین - پھر اب علاج -

پیر مرد - علاج اعلان اب کیا ۶ - علاج واقعہ قبل از وقوع

وہ گریہ تلخ کہ الامان سٹین بھر پر ایک کرام سماج ہی - جوان پیر جسے دیکھو مصروف آہ و بکا ہی - میان آزاد قیق القلب آدمی انکا بھی دل بھر آیا - اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اتنے میں میان آزاد کے قریب کے درجے میں کانسٹیبل اس نوجوان کو لے کر بیٹھے اور پیر مرد نے بخشوع و خضوع میان آزاد سے روتے روتے کہا کہ اگر مضائقہ نہ ہو تو میں آپ کے پاس بیٹھوں تاکہ اس کبخت لڑکے کی قربت رہے - میان آزاد کا تو دل بھری آیا تھا معاً بلا لیا - اور بڑے تپاک سے بٹھایا جب ریل کوئی - اور پیر مرد نے مٹی مٹی مٹی تو میان آزاد نے پیر مرد سے یوں گفتگو کی -

آزاد کیوں قبلہ - اگر بے ادبی معاف ہو تو بعد معجز دریافت کردن کہ اس اشکباری اور گریہ وزاری کا کیا سبب ہے - دل گواہی دیتا ہے کہ آپ نے دھوڑ کھائی ہے کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے - روتے آپ ہیں مگر آواز میرے کلچے کے بار ہوئی ہے اور خلق خدا یہ گریہ وزاری سنکر روتی ہے ۵

پیر مرد - دست الم سے لے لے ویلا

سونے نہ پائے ٹمک یا توں پھیلا

کیا کمون - کل تک بھلا چکا تھا آج مجھ سے زیادہ مصیبت ستم رسیدہ ساری خدائی میں کوئی نہیں - آنکھوں میں نور نہ رہا تو سامعہ سے بے بہرہ ہو گیا - تاب و طاقت نے نکا سا جواب دیا مگر پیرانہ سالی کے سبب سے تو خم ہو ہی گئی تھی اس سانحہ نا دیدنی نے اور خم کردی یہ جوان بد بخت میرا داماد ہے - ریاض خاندان کا زب و زین - دل کا چین - ایک لڑکی کے سولے اور کوئی اولاد نہیں - لیکن صحبت بد سے خدا سمجھے جس نے اسکی مٹی پلید کردی - اور آج یہ دن دکھایا کہ میں اس اتنی برس نے

باید کرو بگڑدگیوں نے اسے دی ہو کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے
مقدمہ جان دار ہے۔ اپیل میں رہا ہو جائے گا۔
آزاد۔ خدا بچائے۔

پیر مرد۔ پھر۔ بازپہ۔ اب کی اگر رہا بھی ہوے تو آگے چل کر
کیا ہونا ہے۔ آگے ہی حرکتیں ہیں تو خدا ہی حافظ ہو۔ ان کے
ہتھکھنڈے نہ چھوٹیں گے۔

خوف بدر طبیعت کہ نشست
مرد جز وقت مرگ از دست

میان آزاد بڑی دیر تک اس نوجوان کو سمجھایا کئے بعد ازاں
دوسرے سیشن پر وہ نوجوان اور پیر مرد دونوں اتر گئے۔

بیا ساقی بیا اے من مریت
بدہ جائے کہ خواہم شد شہیدت
سرت گردم بجائے سازشادم
کہ رنگین قصہ آمد بیا دم

مشاطگان عرائس روایات و نشین از نگارندان عرائس
حکایات رنگین نے شاہ معنوں کو یوں جلوہ پردازیاں کیا ہی
کہ عروس و مشت کے برقع کشا۔ جرعہ نوش جام بنانگ پاش
متاع خوان عشق۔ اسیر زندان عشق۔ میان آزاد خانہ برادریں
پر سے اترے تو اندھیرا گھپ۔ سیشن بھر گپ پپ۔

بود شبے چون دل گرہ سیاہ
یترہ درون چون ترہ شمع نگاہ

اُئی یہ رات ہی یا نہ ظلمات ہی۔ بلکہ وہ بھی اس کے مقابلہ
میں مات ہی۔ گھٹا ٹپ اندھیرا چھایا ہو کا لامتناہی بادل جھوم جھوم
کر قبلہ کے رخ سے آیا۔ بدہ گھیزی گھٹا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ ٹو جھے
بار خدا یا یہ شب تاری یا طالع عشاق زارہ ہی۔ یا زلف مشران

فرخار ہی۔ تاریکی نے کچھ ایسی ہوا باندھی کہ چرخ ماہ گل ہو گیا۔
فوج انجم کا تل ہو گیا۔ یہ شب ہی یا تیرہ درون کا دل۔ شب
ہی یا جنوں کی پہلی منزل۔ ہر فرد بشر حریب ٹیکتا ہوا چل رہا ہی مگر
کلیجا دہل رہا ہی کہ کہیں ٹھوکر نہ کھائیں۔ کہیں منہ کے بھل نہیں
پر نہ روٹھک جائیں۔

اب میان آزاد کے آئے عواس غائب۔ کہ یا منظر العجب
پر دیس کا واسطہ مسافر آدمی جاؤں تو کدھر جاؤں۔ سر کا پتا
پاؤں تو کیونکر پاؤں۔ ایک دن ہی کسی شخص سے سر کاٹا یا
کھٹ کھٹ ہائیں بے اندھا ہی۔ کون۔ تو کون۔ جاتا ہی کہ دون
ایک کہیں بیٹھا تو نہیں ہی ایسا نہو ایک جاؤں تو پھرتے ہیے جاؤ۔
میان آزاد نے جو دوچار گراں رقم فقرے چست کیے۔ تو انکی عقل
سرد ہوئی۔ تاڑ گئے کہ اس سے بونوگنا تو خوب چھا جاؤنگا او چھکے
ہو رہو۔ اور دو قدم بڑھے تو ایک مسافر نے لٹکا رکھنا آنا
میان ذری سنبھلے ہوے دیکھو تنگ رکھے ہیں دب کے جانا۔
آزاد۔ این معقول۔ راستے میں تنگ کیسے۔ واہ اچھی
بے پرکی اڑائی۔

پتنگ باز۔ بھی ریل پر بھی دائرہ کیا کیا بگڑے دون سے
سابقہ ہو جاتا ہے۔ ہم تو حاجت سے کہتے ہیں کہ میان ذری
دب کے جاؤ آپ ٹیکھے ہوے جاتے ہیں۔

آزاد۔ دب کے جاؤ۔ ہوو د ب کے کوئی اور جاتے ہونگے
ہم د بے والے آدمی نہیں۔ اور دائرہ کتنے گوتھے ہو۔ ارے
نادان بیان ہاتھ کو ہاتھ سوچتا ہی نہیں پتنگ کس بھکے کو سنبھلے
پتنگ باز۔ کیا رتندی آتی ہے۔

آزاد۔ اچھی کوی۔ ۶۔ اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی
سوچی کیا پتنگ نیچے جا رہا ہو۔

تینگ باز۔ لامل ولاقوہ کتنے بے تکے آدمی ہو۔ ہم خود
 گھر کے امیر ہیں تینگ بھین ہمارے دشمن۔ کوئی اور کتنا تو گروں پاتا
 آزاد۔ گروں تو بھیجے ناچے گا ذری ڈنڈ بل میرے دیکھ بیجیے۔
 تینگ باز۔ اسے بھی بیان سے کوئی کجا کوس پر ایک تھبہ ہے
 وہاں ایک رئیس زادے ہمارے لشکر ٹیپے یا رہیں اسے ہم سے
 پتنگوں کا میدان بدایا تھا ہم نے رنقا کوڑے کر ایک بارہ دری
 کے کٹھے پر تھے وہ اپنے دیوانخانے کی چھت پر حوالی موالی کو
 یے لے گئے۔ کوئی سات بجے ہے اور بھی تینگ چھپکے اصر بھی
 بڑے خوب لم ڈورے لڑے۔ پانچ روپیہ فی بیج بدایا یا
 ایک تینگ خوب لڑا اپنے مانگدار بڑھایا تھا اور دھڑ سے گول
 دوپٹا نکل پتا چھپکا دیا دس بارہ منٹ داؤ گھات کے بعد بیچ لڑکے
 پہلے تو ہمارے کٹے غرقے۔ ہاتھوں کے طرے اڑ گئے تھے کو اب
 کٹے اور اب کٹے گواہ سے استاد ایسے کٹے چھڑائے کہ وہ جی
 پھر بیچ لڑ گیا خدا جھوٹ نہ بلائے تو بیرون دود پلا دی لنگو آسمان
 جا لگا جو کوئی دم اور تھتا تو بل بھن کے خاک ہو جاتا کرہ نار تک
 پہونچنے ہی کو تھا اتنے میں ہم نے غوطہ دیکر ایک بھپکا جو دیا تو
 وہ کاٹا وہ کاٹا۔ فرق ثانی (ارے) کر کے رہ گئے اب کوئی کتا تو
 کہہ رہے ہیں اکر گیا کوئی کتا ہو ڈور کھج گئی تھی مگر یہ باتیں ہیں
 اب نیسے حماقت نے جو گھر تو چلے چلنے نے کھٹ سے الگ تھا
 سوئی گئی تھیں ناز بختا نے روزے گلے پڑے۔ ایک تھوڑے
 گنگو سے ہم نے کوئی نو دس کے قریب کاٹے مگر تھوڑے جیسی
 سو اچلی کہ تو بہ ہی بھلی۔ اسی طرف کوئی بلا کا استاد آگیا اسے
 تو حضرت گھینچ گئے وہ وہ ہاتھ دکھائے کہ الامان۔ ہاتھ ہی تو میں
 مردک کے چھکے تھوڑا دیے کبھی شرسر کرتا ہوا نیچے سے کھینچ
 گیا کبھی اوپر سے تینگ پر چھاپ بیٹھا کبھی دھوکا دے کر

دھوکا لے گیا۔ آخر میں نے حساب جو لگا یا تو چائس کے بیٹے
 میں گئے اور بیان لگا پاس نہیں ہم نے بھی ایک مال تک لیا ہی
 گھر کے سونے کے کڑے کسی کے ہاتھ پٹیلین کے کوئی دسل تو سکا
 ہوگا چپکے سے اڑا دینگا کسی کو کاؤن کان خبر ہو تو ہاتھ کٹوا دالو
 آئی گئی نو کروں ماؤن اسیلون کے ماسھے
 جانے لگی۔

آزاد۔ آپ کے والد کیا پیشہ کرتے ہیں حضرت۔
 تینگ باز۔ جی زمیندار ہیں مگر انجانب کو زمینداری سے
 نفرت ہے۔ زمیندار کی صورت نفرت۔ اس پیشہ کے نام سے نفرت
 شریف آدمی اور لٹھیے ہوئے میٹر ٹیٹھوم رہے ہیں ہم سے
 یہ ہوگا۔ انگریزی فارسی پڑھ کر کسان کو زنا پر معنی دار وہ ہم کوئی
 مزدور سے تو ہیں نہیں۔ یہ گنواروں ہی کو مبارک رہے۔
 آزاد۔ حضور نے تعلیم کمان پائی ہو۔ دلائل کے خیالات تو
 حکما نہیں آپ تو لندن کے عجائب خانہ میں رکھنے کے لائق ہیں
 تینگ باز۔ میں نے تحصیل سکول میں کچھ دن گھاس چھلی ہو۔
 آزاد۔ کیا گھاس سے بننے کا شوق چرایا تھا۔ کہیں گھاس تو
 نہیں کھا گئے ہو۔

تینگ باز۔ بھائی کوئی کچھ ساٹ برس پڑھے مگر گنڈے دار
 بڑھائی ایک دن حاضر تو دسل دن غرہ۔ اتنے میں پہلے درجہ کا
 امتحان دیا مگر رٹھک گئے پھر دیا پھر اپنا سامنہ لیکر رہ گئے
 وظیفہ ملا نہیں اور ابائے کہا کہ بلا وظیفہ ہم نہ جانے دینگے ورنہ
 اسکول میں ہم تعلیم پاتے۔ خیر اس جھنجھٹ سے نجات پائی تو
 پیشہ کا مصاحب کے منجھلے صاحبزائے سے دوستی بڑھائی تینگ
 ہم نے جانگلو ہی تھے بس انتہا یہ ہی کہ حقہ تک پینا نہیں جاتے
 تھے۔ تو وہ کیا اچھی صحبت میں کبھی بیٹھے ہی نہ تھے۔ چھوٹے میرزا

بیچارے نے ہمیں حقہ پینا سکھایا۔ شدہ شدہ چانڈو کے چھینٹے انکے ساتھ اڑائے پہلے آپ مجھے دیکھتے تو کہتے قبر میں ایک پائون لٹکائے بیٹھا ہو بدن میں گوشت کا نام ہی نہیں ہڈی ہڈی کن لیجیے اب جب سے چھوٹے مرزا کی صحبت میں تاڑی بینا شروع کی تے ذری ہر ہون۔ پہلے ہم بالکل گاد دی ہی تھے یہ پتنگ اڑانا تو اب آیا ہے گراب کی چانس کے پیٹے میں آگے۔ منجھے میان سے ہم نے تدبیر پوچھی داند تر سے بتایا کہ جب ہم یا جواد ج یا بیوی کی آنکھ جو کے تو کوئی طلافی عدد صاف اڑا دو بھی ضلع اسکول میں پڑھتا تو ایسی اچھی صحبت نہ ملتی یا رچہ آزاد۔ داند آپ تو خرا د پر چڑھ گئے اٹھون کا ٹھک کیست سب گنوں پورے یقین کون کہے لندورے۔

پتنگ باز۔ آپ بیان کمان فروکش ہونگے چلیے اس وقت غریب خانے ہی پر احضر تنادل فرمائیے اور شب باش ہو جیے۔ شان چہ عجب گربنوا زندگوارا بد سرا میں تو تکلیف اٹھائیے گا مان جو کوئی تعلق ہو یا پیدا کرنے کا شوق چرایا ہو تو کیا مضامین (مسکرا کر) سچ کہنا استاد۔ کچھ سر کا ہے۔ یا ڈھکوسلا ہی ڈھکوسلا ہی۔

آزاد۔ میان بیان۔ دل ہی نہیں ہی پاس محبت کرنیے کیا بد مگر خیال خاطر احباب ضرور چاہیے چلیے آپ ہی کے ممان ہوں۔ میان تو بیفکری کے ہاتھ بک گئے ہیں۔ مگر استا و اتنا یاد رہے کہ بہت تکلیف نہ کیجیے گا بندہ تکلف کا دشمن ہے۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر

آرام سے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

پتنگ باز۔ اے داند یہ تو وہی مثل ہوئی کہ بس ایک دس سیر کا

بلاؤ تو بنو ایے گا مگر تکلف نہ کیجیے گا اور کوئی اٹھ دس قسم کا گوشت بھی ہو۔ مگر میرے ہی برابر۔ داند انا ہوں آپ کا بیان قدمے۔

اتنے میں میان آزاد اور پتنگ باز رتھ پر سوار ہوئے تو خوشام خور دن یوں پھر دنوں نے کہا آداب بجالاتا ہوں حضور نہضت ہوتا ہوں بیروم شد۔ کورنش عرض ہو خداوند کل نور کے ترے حاضر ہو گا۔ جناب میں بھی دوپہر کو کھانا کھانے کے قبل ہو جی جاؤنگا۔ رتھ چلا تو ہوا سے باتیں کرتا ہوا کھٹ سے مکان پر داخل۔ آئیے آئیے منجھے میان آئیے۔ اندر سے باس تک نمبر ہو گئی کہ منجھے میان تشریف لائے۔ میان آزاد اور وہ دونوں اترے۔ صاف ستھرے کمرے میں مکلف فریش پر جا کر بیٹھے اتنے میں ایک لونڈی اندر سے آئی۔

لونڈی۔ منجھے میان چلیے بڑے صاحب آیکو اندر یاد کیا ہو۔ منجھے میان۔ (وہی پتنگ باز) اسی ہاں کین دم کر دیا۔ آتے ہیں ہین ہوئی بلاتے ہیں۔ چلو آتے ہیں بنی بخش آپ کے حقہ بھر لاؤ اور خاصلان میں گلوریاں تیار کرو۔ (آزاد سے آپ اجازت دین تو ذری والد سے مل آؤں ابھی آیا۔ آپ تب تک حقہ نوش جان فرمائیے۔ گانا انا سنئے تو بلواؤں کسی کو۔ یعنی ہو مٹرب ہو قوال ہو صنم خوش جمال زہرہ تنال ہو۔ شراب ناب ہو۔ نرگسی کباب ہو یہ کمکر منجھے میان تو ایک خادم باادب سے علیحدہ چپکے چپکے چہ میگو بیان کرنے لگے اور لونڈی اندر پہنچی۔

لونڈی۔ میان۔ میان۔ اُنکے پاس تو کوئی اُنکے درست مسد تکیا لگائے زانو سے زانو بٹرائے بیٹھے ہیں۔

میان۔ اُنکے دوستوں کی نہ کوئی شہر بھر کے خدائی خوار گرے سوار بد معاش عیار چور مکار چھوٹوں کے سردار اُنکے لنگوٹے یا رہ ہیں۔ جھلے مالش سے تو ملتے جلتے اُھین دیکھا ہی نہیں۔

لوندی۔ نامیان شکل صورت و فضا (وضع) سے شریف خاصے
بچلے ہنس معلوم ہوتے ہیں گل بن گئے لسان۔ ابھی جوان جہان
کلے ٹھلے کے گھروہین اور قبول صورت ہنس کھین تو جانوں کہین
باہر سے آئے ہیں بی بی انھیں ابھی طرح کھانا پلانا دور دور کو مین
موجود ہوں اور لوندیوں اسیلوں کی دھاڑ کی دھاڑ موجود ہے
رہا نچھلے میان سے دوستی نہ دیکھی چاروں کی چاندنی
پھر اندھیرا پاکھ۔

خیر شرب کو میان آزاد اور نچھلے میان نے خواب ناز کے
لطف اٹھائے صبح کو حوالی موالی جمع ہوے۔

لفاظ حضور کل تنوع خوب بیچ رٹے اور ہونچے خوب ہی موافق تھی۔
نچھلے میان سچے کیا رٹے پچائش کے اٹھے گئی۔ خیر اسکا توہیان
غیم ہی نہیں مگر کرکری بڑی ہوئی۔

طرار۔ واہ حضور کرکری کی ایک ہی قسم خدا کی وہ لم ڈورا بیچ
نکالا کہ باید و شاید۔ ہزار بیچ بھی جوٹ جاتے تو اُسکے آگے گودھے
نقرہ باز۔ درین چہ شک۔ حق ہے حضور۔ واہ واہ قدم با قدم ناز بھر
یہی کتا تھا کہ بھی بیچ کیا کاٹا کہ کمال کیا۔ کچھ انعام دوائے خداوند
لسان۔ خداوند آپ کے قدموں کی قسم ہے۔ آج شہر بھر میں اُس
بیچ کی دھوم ہے اور فرہان جاؤں پیرو مشد۔ چالیں پچائش روپیہ
کی بھلا کوئی اصل حقیقت ہو ای یہ تو ہاتھ کامیل ہو۔

رند۔ حضور آج نچھلے آغا کے بیان شاعرہ ہو تشریف لے چلیے گا
آزاد۔ ضرور

مشاعرہ کی دھوم اور شعر کا ہجوم

در نظم بیچ و در فن او

چون کذب دست حسن او

شاہ کے وقت میان آزاد اور اُنکے حبیب بلبل شاہسار
مخبر ازلی حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شرازی نور اللہ

مرقہ کے مطاببات رشیقہ اور غزلیات اینقہ با معان نظر مطالعہ
کر رہے تھے۔ شیخ مبارک ہناد کے کلام نذرت التیام نے
آزاد کو کہ خود سخن منج ملیح الکلام شیرین عقل ذکی الطبع بدیع الخیال
ہیں ایسا مست المست کر دیا جیسے بسنت کی رت میں ہونز کھیلوں
کے رس سے مست ہو جاتا ہوں عین حالت وجد میں جھوم جھوم کرے
اشعار ابدار بلجن داؤدی پڑھ رہے تھے۔

اے نقش خرم باوصبا از بریار آمدہ مرحبا
قافلہ شب چہ شنیدی ز صبح مرغ سلیمان چہ خبر از سبا
بر سر ختم ست ہنوز آن رقیب یا سخنے میرود اندر قفا

کہ یکا یک ایک مرد معروض رسیدہ۔ گرگ باران دیدہ بلیوایا
قطع بنائے بیٹی دستار کھوپڑی پر جائے۔ کانی آنکھ کو اُسکے
خم و بیچ میں چھپائے دوسری میں سرمہ بریلی کا نٹائے عقیق کا
کنٹھا ہاتھ میں دبائے کھٹ کھٹ کرتے کرتے میں دراتے
پلے آئے۔ السلام علیکم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف
الحمد مد علی کل شیء قدیر۔

خیر ان تکلفات ضروری کے بعد حبیب سے ایک شہزاد نکالا
اور آزاد کی خدمت میں بعد ادب بطریق نذر شیکیش کیا۔

اشہار

فصحاے گر نامیہ کو مرثیہ تازہ اور شعراے بلند پایہ کو نوید
بے اندازہ ہو کہ ۳۔ فردری کو روز آدینہ وقت شام نواب بلبل الد
بہادر کی گلابی بارہ درمی میں صحبت مشاعرہ قرار پائی ہے
خاکسار میر مشاعرہ نے انصرام و انتظام کا فریضہ بڑی محنت شاقہ
اٹھائی ہے لہذا ناظرین تقدس آئین کی خدمات رفیعہ ابرکا
میں بعد مشورع و خضوع التماس عجز اساس ہو کہ بروقت
مقررہ و تاریخ معینہ تنو کا مچھوڑ کر عبادت الہی سے منحوس ہو کر

مشاعرے میں قدم رنجہ فرمایا۔ عزت بخشین۔ رتبہ بڑھائیں
مصرعہ ہائے طرح درج ذیل ہیں۔
۱۔ ہم سے اُس شوخ نے عیاری کی ۲۔ پریشان گشتہ ام جانان
زنجبٹ واژگون خود

مولانا صاحب تو اشتہار دیکر اور اشتیاق دلا کر اوداع کہتے
ہوئے اُسے پانوں لیے ہوئے بیان حیرت دامنگیر ہو کہ یا للعجب
فروری تو ۲۹۔ اور کبھی ۲۸۔ ہی دن کا مہینہ ہوتا ہی یہ ۳۱ فروری
چہ معنی دارد۔ بارے معلوم ہوا کہ اسی وقت مشاعرہ تھا۔
خیر میان آزاد اور اُنکے دوست نہایت شوق اور غایت ذوق
سے پتا پوچھتے ہوئے گلابی بارہ درمی میں داخل ہوئے حبیب
لبیب نے اس دلکش بارہ درمی کی تعریف میں زبان فیض ترجمان
سے شاعر آتش زبان خواجہ آتش لکھنوی جل اللہ مقامہ
فی الجنان کا یہ معرکہ کا شعر فرمایا ہے

یکس رشک سیحا کا مکان ہی | زمین جکی چارم آسمان ہے
آگے بڑھے تو ایک گلزار پر بہار لطیف و خوشگوار روکش فرما
نظر سے گذرا۔ ۵

درد امن ہر شکوفہ باغے | ہر برگ گلچہ جوش چراغے
سیرابی سبزہ ہائے نوخیز | از نو تو ترزم و انگیز

غرض کہ عجب سماں ہو بارہ درمی کیا ہفت آسمان ہوش کلفت
سے آراستہ اور تکلفات اہل لکھنؤ سے پیراستہ۔ شمع کا فوری
نور بخش چشم نابیناے مادر زاد چہ چہ فصحاے نکتہ پرور کے
فیض قدم سے آباد۔ در دیوار سے نور برتا ہے۔ اس
زمین کی لطافت دیکھ کر ہر قلک ترستا ہے۔ نئی نئی وضع نئی نئی
قطع نئے نئے لباس نئے نئے نقش کے لوگ جہ میں کسی کا رخ ہی نہیں
ملتا جئے کھو اپنے خیال میں مست تانا شاہ بنا بیٹھا ہی۔ ہفت اقلیم

کی بادشاہت کو جوتی کی نوک پر راتا ہو عظیم اقتداری خانی ہتھوں کے
ترطاون سے لطف محبت دیرینہ آنکھوں میں پھر گیا۔ ۵

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ سے نگر م
کر شمع دامن دل می کشد کہ جاں بجا است

ارباب صافی مذاق و آزادہ۔ اصنام شعر و سخن کے عاشق و
دلدادہ سیر خیمہ میلایے نظم کے والد و معنون۔ دبیر نظم طرازی کے
مفتون۔ جوق جوق اُمد سے چلے آتے ہیں۔ شعر اور سائین
کھچا کھچ بھرے ہیں۔ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہیں۔ تھالی اُچھالیے
تو سر ہی سر جائے غرض کہ جب رات بھیگی۔ اور چاندنی خوب
نکھری شاعرہ شرع ہوا ہے

طرہ دستار کلام کلیم | بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعر اے طلیق اللسان اور فصحاے رنگین بیان کے گذشتہ
اشعار لطافت بارے وہ رنگ اندر دکھایا کہ گلابی بارہ درمی میں گل لالہ
کھل گیا جسے دیکھ بیل ہزار داستان کی طرح چمک رہا ہو۔ کوئی عالم
تصور میں نرس غمزہ زن سے چشمک زنی کرتا ہو کسی کا دل زلف پرین
کے چچ و تاب میں پھنسا ہو بیل کی خوش نوا کی گل کی کج ادائی
ایک پرائے مریے کو اُکھیر کر منصور کو از سر وار پکھینچتا ہے۔
دوسرا صد سال بعد سر مدبر دور کا گلا ریتا ہو۔ کوئی دُرُفدان کے
مقابل میں سلک ٹہر کر بے آبرو بناتا ہے۔ کوئی رقیب سیاہ
کو سگ حضور بناتا ہو۔ کوئی زلف چلیبا کو طول امل سے زیادہ
طول دیتا ہے۔ کوئی عالم خیال میں چاند سے کھڑے کی
بلالین لیتا ہے۔ قدر دان کی ہر جگہ خرابی ہے۔ ارباب دلو الالباب
داد سخن دینے پر آئے تو اس درجہ جھنجھے چلائے کہ لب اور گلو سوکھ
کر کاٹا ہو گئے اہو ہو ہو۔ اہا ہا ہا۔ ۱۰۱۵-۱۰۱۵-۱۰۱۵
نے پورا شعر بڑھا ہی نہیں کہ یا روگ سے اُڑے حاصل زمین

<p>واضح ہو کہ مارچال ہندی کی شاعری میں ایک صفت کا نام ہے۔ روز سیاہ کی قسمت اُلٹ گئی یعنی بخت خفہ سہارا ہو گیا چونکہ شاعر موصوف کتانی میں بھی دخل رکھتے ہیں اس سبب اُنکا کلام درد انگیز اور عشق خیز ہے۔ اس صفت مارچال کو تو حضرات سمجھے نہیں اور تعریف کے پُل باندھ دیے۔</p>	<p>واہ حضرت کیون ہو قسم حسین کی قلم توڑ دیے۔ واہ آج اس لکھنؤ میں یکتہ ہو۔ ایک لبتہ قامت زریبا اندام تیز طبیعت ملیح الکلام شاعر مکرّم تربیت یافتہ لکھنؤ نے طرح کے مصرع پر ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر درج ذیل ہے۔ ۵</p>
<p>میسرے شاعر غزائے فارسی طرح پر یہ مطلع دلکش فصحا خطہ پاک ایران کے لب و لہجہ میں پڑھا۔ ۵</p>	<p>ہم کو دکھا تو وہ ہنس دیتے ہیں آنکھ چھپتی ہی نہیں یاری کی</p>
<p>شستم تا کہ در خون ز چشم لالہ گون خود تو چون دشمن شدی من ہم۔</p>	<p>سامعین۔ گاڑی کی۔ بارگ اللہ کیا تابیاب سے فرمایا کیا گاڑی کی۔ اب جسے دیکھے غل چارہ ہو گاڑی کی گاڑی کی شاعر بیچارہ چیتا ہے کہ حضرت گاڑی کی نہیں یاری کی۔ مگر غل چارہ میں سنتا کون ہے۔ تب تو میان آزاد نے جھل کر کہا کہ صاحبو۔</p>
<p>سبحان اللہ۔ ارشد ک اللہ۔ میں اور میرا خدا کہ آپ نے مشاعرے بھر کی ناک رکھنی۔ میدان فصاحت میں کل فصحا دہرے گوے سبقت لے گئے۔ اب ذرا اس وحشت کو ملاحظہ فرمائیے کہ شاعر نے مصرعہ ثانی نصف بھی نہ پڑھا تھا کہ تعریف کی بوجھار ہونے لگی۔ توصیف کی جھڑی لگ گئی۔ پھر شاعر نے مجبور ہو کر دوسرا مصرعہ پڑھا۔ ۶</p>	<p>۶۔ آنکھ چھپتی ہی نہیں یاری کی ۶۔ واہ کیا بچہ ہے۔ شاعر بھی کھل گئے کہ غیر سچے کلام کی سچی داد دینے والے بھی موجود ہیں۔</p>
<p>تو چون دشمن شدی من ہم کمر بستہ خون خود</p>	<p>دوسرے شاعر خوش فکر و نکتہ سنج نے اپنی پُلنی غزلوں میں سے</p>
<p>اب سینے کہ خون کا خون کر کے اس لفظ کو ایک رکیک لفظ بدل دیا اور لکین ٹوپیاں اُچھلنے۔ بارگ اللہ کا غل فلک مقہم سے پار ہو کر لامکان تک پہنچ گیا کوئی ٹوٹ رہا ہے۔ کوئی ہوجت کرنا ہی شورش برپا ہے۔ واہ واک صداسے پڑوسیوں کی نیند حرام ہو گئی۔ شاعر نے غل مچانا شروع کیا کہ جناب یہ لفظ خون ہے مگر تقارخانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ من چہ می سر ائم وطنہ کہ من چہ می سر ائم انقض یقین بخت تک وہ دھوم اور وہ ہجوم تھا کہ باید و شاید مجال کیا کہ کان پڑی آواز سنائی دے ایک ایک شعر کے پڑھنے کی چار چار دفنوں فالش ہو رہی ہے اور سنیں سنیں مرتبہ اٹھا بیٹھی سلام پر سلام و آداب</p>	<p>ایک غزل پڑھی۔ پڑھتے پڑھتے یہ شعر فرمایا۔ امید روز وصل بھی کس بد نصیب قسمت اُلٹ گئی سرے روز سیاہ کا سامعین۔ نگاہ کی۔ صل وصل۔ حضرت یہ آپ ہی کا حصہ ہے شاعر۔ قبلہ نگاہ نہیں روز سیاہ۔ نگاہ تو بالکل وصل و بمعنی لفظ گوا آزاد۔ واہ کیا مارچال ہے اور کیا صاف بول چال ہے۔ شاعر صاحب جھک کر آداب بجالائے اور پھر اُسی شعر کو با آواز بلند فرمایا اس مرتبہ سیاہ کے لفظ پر خوب زور دیا کہ کوئی ذات شریف پھر نگاہ نہ کہہ اُٹھیں۔</p>

پر آداب۔ اور کورنش پر کورنش۔ اچھی قواعد ہونی غزل ختم ہونی
تو دم لوٹ گیا۔ ٹھنڈی سانسین بھرنے لگے۔ بعض بعض شعر آ
تلازم الرحمن معدن طبع وقادعالی خیال و خوش فکر نے البتہ وہ وہ
اشعار فصاحت بار سناے کہ سمجھنے والوں کو حال آگیا اور بے اختیار
بول اُٹھے کہ بھی یہ غزل نہیں خداے سخن کا کلام مجید ہے حسنت
و مرصع کی آواز گونج رہی تھی۔ خوشوقت رائے حمار اور
خرسند رائے بصیرت تین سو شعر کی غزل کہ لائے ہیں حبیب کا ایک شعر
درست نہ ایک مصرعہ چست۔ ساٹ بجے سے پڑھنے بیٹھے تو
اٹھ کا گرجا دیا لوگ کانوں میں انگلیاں دے دیکھتے ہیں مگر وہ
موجہیں لے رہے ہیں۔

حقیقت حال یوں ہو کہ جہر زور گوار شاعری کے روز سے واقف
ہیں وہ ٹیک موقع پر دوا خوش کلامی دیتے ہیں در نہ چپ رہتے
ہیں برعکس اسکے بعض کم علم کم عقل کم فہم فحواے۔ ہم بھی ہیں
پانچرین سواروں میں بے تعریف کے دریا بہا دیتے ہیں جسکے پاٹ
کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ جو مضامین منافی نیر اور خلافت طبیعت ہیں
انکو غیر باد کمر مشوقہ خیالات نغری کو اپنی زبان کے لباس
میں فرشتوں اور مشین کریں تو پھر دیکھیے شاعری کیسی چمکتی ہے۔
افسوس ہو کہ نوجوان نوخیز انگلیا اور جوئی اور موبان اور زارستان
اور موے میان پر اس درجہ لٹو ہیں کہ فن شاعری کے پنہتر
بگاڑ دیے۔ اکذہ احسنہ نے کیت وحشت پر اور بھی ایک
کوڑا جمایا۔ پھر کیا پوچھنا تھا لگے زمین و آسمان کے تلابے ملنے۔
قد کو تار اور زلف کو سبیل بنانے۔

وہاں سے میان آزاد کو نبجے اور نچھلے میان ترے آئے
صبح کو یوں بایتیں ہوئیں۔
آزاد۔ اچھی حضرت تسلیم۔ آج تو آپ بڑے سویرے اُٹھے ابھی تو

دس ہی بجے ہیں۔ بھی بڑے سونے والے ہو۔ آپ کے میان
گو یا اب تر کا ہوا۔

منجھلے میان۔ بجای کل تو مشاعرے میں تر کا ہی ہو گیا۔
اپنا تو عبور ہو گیا مگر واٹھ کیا کیا غزلین سنی ہیں کہ راہ جی واہ ابھان
کیجئے کہ جب انسان تر کے سونے تو دس بجے خواہ مخواہ اٹھا ہی
چاہے اور سچ تو یوں ہی کہ ابھی اور سونے کو جی چاہتا ہے لیکن کچھ
مشاعرے کے جھگڑے کا حال بھی سنا۔ اسے میان بڑی شکر رنجی
اور بے لطفی ہو گئی تم تو کوئی چار بجے سو رہے تھے ہم نے ساری
داستان سنی اور سنی کیا معنی آنکھوں دیکھی۔ لا حول و لا قوۃ بک
جج چلگئی۔ مولوی بدر اور منشی نثار میں تو لکڑی چلتے چلتے لگی
جو میان رنگین نمون تو دال میں جوتی بٹے۔ باسے بخر گذشت
لیکن ابھی دل کے بجا رہیں نکلے۔

آزاد۔ کیوں کیوں غیر تو ہے۔

منجھلے میان۔ آپ تو سہم اقد کے گنبد میں بیٹھے تھے۔ ہم سے
پوچھیے جو تر کے تک وہاں ڈٹے رہے۔ اُٹ۔ واٹھ میں تو
سمجھا کہ اب لکڑی چلی اور اب چلی۔ اور خرابی یہ کہ دوپہر پھلکت
بھی موجود تھی۔ انکو اپنی پھلکتی کا دعویٰ۔

آزاد۔ تو مشاعرہ کیا پالا تھا۔ پوچھیے شاعری کو لکڑی اور بانک
سے کیا واسطہ زور قلم دکھانا چاہیے تھا یا زور بازو۔ افسوس ہو
کہ مشاعرہ بھر بھنڈ ہو گیا اب جتنا حال ہو کسی طور پر بدر اور
نثار میں ملاپ کر دیجئے۔

منجھلے میان۔ ای تو بہ۔ ملاپ۔ کیا مجال۔ ملاپ ہو چکا۔ بدر کے
چہرے سے جلال برستا ہو۔ ایسے غلوب انضوب تو بھر آنکھوں سے
نہیں دیکھے۔ بات کی اور غصہ آگیا۔ اور میان نثار لگے بھی جی ہیں
یہ بات پیچھے کرتے ہیں چانٹا پہلے رسید کرتے ہیں۔ پھر پھوٹ کر بھڑک

نہو۔ میل کی اب کون صورت ہی۔ ۵

اگر در ہر دو جانب جا ہلا نہا | اگر زنجیر باشد گیسلا سند

ایک حلیم الطبع ہو تو بات بجائے اور جب دونوں طرف سے
اجہل ہوں تو بات بن چکی۔

آزاد۔ آخر کھڑے کا سبب کیا۔

منجھلے میان۔ حضرت اس بعض اور حسد کا بُرا ہونکہ انسان کی

آنکھ برچی باندھ دیتا ہی۔ ہوا یہ کہ فشار نے پہلے پڑھا۔ اس پر

مولوی بدر بگڑ کھڑے ہوئے شوق تو کچھ دے نہیں جب اُنکے

پاس یکہ (اکہ) گیا تو جھٹ ہی گرائے کہ وہ ہم پہلو کیوں ترجیح دی

گئی انہیں کیا بات ہی۔ ہم بھی تو استاد زادے ہیں آخر۔ یہ بچا ہے

ہیں کیا۔ آپ بھی اتنے ہوئے۔ پھر فشار بولے کہ میان صاحب زادے

ابھی بوسے شیریں سے آتی ہے۔ ۴۔ اک ذرا ہوش سنبھالو ابھی

دنیا دیکھو تم بھی پیش پا افتادہ الفاظ کے سچے تو جانتے ہی نہیں

شاعری کیا جانو۔ کچھ دن استاد کی جوتیان سیدھی کرو

خدمت کرو تو آدمی نہو۔ شان خدا آپ اور ہم پر مہر آئین

اسے تیری قدرت۔ ۵

بُست کرین آرزو خدائی کی | شان ہے تیری کبریا کی

بدر بہت گرائے اور خوب ہی جھلائے۔ ۳۔ ستین ان میں

اور چڑھ دوڑے۔ فشار کے شاگردوں نے بھی ڈنڈا سیدھا

کیا اس پر تو این! ہائین۔ ہائین۔ ہائین جانے دو۔ جانے دو۔

لوگوں نے پنج پانچ کو دیا مگر شاعر بھر آمادہ ہو گیا تھا کہ سچ چلے تو بڑا

بات ہی ہائے۔ ۴۔ رسیدہ بود بلائے دے خیر گذشت

ہائے وحشی مزاج میان آزاد کا بیٹھے بیٹھے جی گھرایا۔ لوے

کھجلائے اور دشت نے سیر معر کی یاد دلائی۔ اپنے شفیق با تحقیق

منجھلے میان سے کہا کہ قبلہ اب تو ایک جگہ بیٹھے بیٹھے پھونڈی

لگ گئی۔ چلیے ذرا چار پانچ کوس سیر تو کر آئیں منجھلے میان نے

چار پانچ کوس کا نام سنا تو چکر اڑے کہ خدا ہی خیر کرے۔ یہ بھلا

میں آدمی آدھ کوس چلنا بھی دو بھر تھا دس قدم چلے اور ہانپنے

لگے۔ ذرا چکر کھایا اور چکر آیا۔ بھلا دس میل کون جاتا۔ قدم

ڈمگمانے لگتے اور واقعہ ہی ہو جاتا۔ جو کہیں لگے بھی ہانگھیں

پر یا ففس پر لہیے۔ یا رفتہ کی سواری۔

آزاد۔ اب کیے چلیے گا نہ۔ بس اک پانچ کوس کا چکر لگائیں

اور دم کے دم میں واپس آئیں گے کھانے کے وقت یہاں

ہی ہوں تو سہی۔

منجھلے میان۔ حضرت بندہ اس سیر سے درگزر۔ آپ کو تو اک

کے ہر کارون میں نوکری کرنی ہی۔ بندہ درگاہ میں جھنجھٹ میں

نہیں پڑنا چاہتے۔ مجھے کیا کہتے نے کاٹا ہی کہ بے وجہ بے سبب

بجگو سی جگر لگاؤں اور آدمی سے ادٹ بجاؤں۔ آپ جائیں

مگر جلد آئیے گا۔ یا سچ کہتے ہیں کہ لمبا آدمی عقل کا دشمن ہوتا ہی

یہ گپ اڑانے کا وقت ہی یا جگل میں گھومنے کا۔

مصاحب۔ بجا ہی پر دہشت۔ بھلے مانوں کو کبھی جگل کی دھن

سالی ہی نہیں اور حضور کے یہاں رفتہ پاکی۔ گھوڑا۔ یا بوس۔ بگھی۔

سب سوار یا انہ کی عنایت سے موجود ہیں۔ پیادہ با جوتیان

چُختے ہوئے آپ کے دشمن چلیں۔ آپ ایک تازک

رئیس ہیں کبھی پیدل چلنے کا اتفاق کا ہے کو ہوا۔

آزاد۔ بھئی ان خوشامد خورون سے تو اور بھی ناک میں دم آگیا

یہ نزاکت نہیں اس کو تپ دق کہتے ہیں ای صاحب آپ پانچ

کوس نہ چلیے دو ہی کوس چلیے۔ آدھ ہی کوس چلیے۔ ایسی بھی

کیا نزاکت ہو۔ لاول و لا قوۃ۔

مصاحب۔ ناصاحب حضور نہ جائیں گے۔ آپ اپنے جائے

اور جو سوہنم کی شکایت ہو تو کھانے کا وقت ٹال جائے گا۔
ہو کا اچھا نہیں ہوتا۔

آزاد۔ کہیں اس بھروسے بھی نہ رہے گا۔ بندہ بلا نوش آدمی
ہی پاؤں تو آپ تک کو چٹ کر جاؤں۔

میان آزاد لیے لیے ڈنگ بڑھاتے۔ ڈاڑھی چڑھاتے پچھ
کی طرف چلے۔ اونٹ جب بھاگتا ہی پچھ کی سمت چلتے چلتے تنوں کی
پونچے۔ اس محلے میں قدم رکھا ہی تھا کہ وہ غل غپاڑے کی
آواز سنی کہ الامان شور محشر بپا تھا کان پڑی آواز کا سننا
زمین رزنے لگی۔ درو دیوار غل کی دھمک سے کانپ رہے
تھے گہرائے کہ یا امرد یہ کیا اجرا ہی۔ بجلی گری یا آسمان پھٹ پڑا
آگ لگی۔ یا بیڑیادون دہائے نکل آیا خداوند اچھا سوچے کہ کبھی
یہاں سے بھاگ چلو۔ انگریزی زمانہ ہی کہیں فوجداری ہو رہی ہو
تو گواہی میں دھرے جائیں اب وہ ہر لونگ کا دقت تو ہی نہیں کہ
ہر روز خانہ جنگیان ہوتی ہیں۔ چو طرف تلوار میان سے باہر ہو شراب
شراب شہر شہر کی آوازیں آرہی ہیں۔ خون کی ندیاں بہنیں اور
کسی کو قانون کان خبر نہیں۔ جب بانکے تلوار سے مار کوٹ کر
چل دیے تو روندائی دھو تو دھو تو۔ وہاں میدان مات۔
آدمی نہ آدم زاد۔ دو ایک ڈکان دارون کو دھمکایا۔ ذرا
غرفش کیا۔ چلیے تحقیقات ہو چکی۔ اب قضیہ بالکس ہی چکی
ہم گواہی شہادت سے منزلوں بھاگتے ہیں۔ یہاں سے پولیس
کی بھکی پر جائیں۔ وہاں سے تھانے پر۔ وہاں سے مجسٹریٹ
وہاں سے اگر گڑ بڑائے تو جیل خانہ۔ چلیے اس جگہ بیٹیں۔
آئے تھے سیر سائے کو مفت میں مصیبت جھیلین۔ بھاگتے ہی کو
تھے کہ ایک آدمی سے پوچھا کہ۔

آزاد۔ کیوں میان یہ غل غپاڑا کیا ہو رہا ہی۔ وہ شور ہو کہ کان

کے پرے پھٹے جاتے ہیں۔ اٹھی توبہ۔

آدمی۔ (دھنس کر کل طویل) احمق تو برسوں سے سنتے آئے ہیں
مگر آنکھوں آج ہی دیکھا۔ یہ بلندی سافد کس گاؤں میں بڑھا یا ہے
بائس بریلی کے پاگل خانے سے تو زنجیر توڑا کر نہیں چلے آئے
بیچ کننا استاد۔ کرسی میں مکان ہو گیا۔ ہوش کی دوا کیجیے۔
عقل کے ناخن بیچے کیسی لڑائی کیا جھگڑا۔ کہان کی گھنچ
کسکا بگڑا۔ نہ کہیں فساد ہی نہ کچھ۔ گرد جی رت کے پڑھا ہے ہیں۔
آزاد۔ ارے بالاول۔ گرد جی بھی بس نرے گرد جی ہی ہیں۔
بندہ ناخاندانہ تو ہی نہیں ہم نے بھی کئی مکتبوں کی خاک چھانی ہے
لیکن معاذ اللہ یہ غل غپاڑا۔ ایسے شور پر تین حرف۔ یہ گدڑی
با زار ہو۔ یا مکتب خانہ۔ یا دھشت کا کاشانہ۔ بالاول ولاقوہ
پاگل خانہ میں اتنا غل ہے تو مضائقہ نہادو۔ چلیے ذرا گرد جی کے
درشن تو کریں۔ واٹھڑیا رت ہی کے قابل ہونگے۔

آدمی۔ ہاں جائے۔ ضرور جائے۔

میان آزاد جو ادھر گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ گرد جی مہراج دھوپ
میں ایک پچھ کھٹ برا ٹاچٹ بڑے ہیں قطع وضع چال ڈھال
دیکھی تو اللہ ہی اللہ۔ ماشار اللہ آپ میں اسی لائق کہ بیان قدم
لے اور دور ہی سے ڈنڈوت کرے۔ نوڈون کی مٹی پلید کرنا
تو اس مکتب میں بھیجے۔ گرد جی مہراج ذرا چیتے۔ دیکھیے تو دیکھا
کہ کیا رہے ہیں۔

اتنے میں دو چار رٹ کے اور آئے۔ گرد جی رام رام۔ گرد جی
سیتا رام۔ جیتے رہو۔ آؤ بیٹھو۔ آج ایر کر کے کیوں آئے گرد جی
آج نیوتا تھا۔ دیا بھی رگھنا تھ کی تو چکی دونوں جن۔

یہ مقام لکھنؤ کے متصل ہے جہاں کے آدمی مثل بھونگا مشہور
دیار میں۔

نہو۔ میل کی اب کون صورت ہی۔ ۷

اگر در ہر دو جانب جاہلانہد اگر زنجیر باشد گیسلا سند

ایک حلیم الطبع ہو تو بات بجائے اور جب دونوں طرف سے اجہل ہوں تو بات بن چکی۔

آزاد۔ آخر کھیرے کا سبب کیا۔

منجھلے میان۔ حضرت اس بغض اور حسد کا بڑا ہوکہ انسان کی

آنکھ پر پٹی باندھ دیتا ہے۔ ہوا یہ کہ فشار نے پہلے پڑھا۔ اس پر

مولوی بدر بگڑ کھڑے ہوئے سوقت تو کچھ دیر نہیں جب اُنکے

پاس یکہ (اکہ) گیا تو جھٹ ہی گرائے گرواہ ہم پر لگو کیوں ترجیح دی

گئی انہیں کیا بات ہے۔ ہم بھی تو استاد زادے ہیں آخر۔ یہ بچا ہے

ہیں کیا۔ آپ بھی اتنے ہوئے۔ پیر فشار بولے کہ میان صاحبزادے

ابھی بولے شیر زمین سے آتی ہے۔ ۶۔ اک ذرا ہوش سنبھالو ابھی

دنیا دیکھو تم ابھی پیش پا افتادہ الفاظ کے سچے تو جانتے ہی نہیں

مشاعری کیا جانو۔ کچھ دن استاد کی جوتیاں سیدھی کرو

خدمت کرو تو آدمی نہو۔ شان خدا آپ اور ہم پر فہم آئیں

اسے تیری قدرت۔ ۷

بست کریں آرزو خدائی کی | شان ہے تیری کبر نیائی کی

بدر بہت گرائے اور غوب ہی جھلائے۔ استینین الٹ لیں

اور چڑھو ڈرے۔ فشار کے شاگردوں نے بھی ڈنڈا سیدھا

کیا اس پر تو این! ہائین۔ ہائین۔ ہائین جانے دو۔ جانے دو۔

لوگوں نے پیچ بچا کر دیا مگر مشاعرہ بھر آمادہ ہو گیا تھا کچھ چلے تو خوب

بات ہی بائے۔ ۶۔ رسیدہ بود بلائے دے غیر گذشت +

ہاے دشتی مزاج میان آزاد کا بیٹھے بیٹھے جی گھرایا۔ تلوے

لکھوائے اور دشت نے سیر صحرائی یاد دلائی۔ اپنے شفیق بالحق

منجھلے میان سے کہا کہ قبلہ اب تو ایک جگہ بیٹھے بیٹھے چھپو ندی

لگ گئی۔ چلیے ذرا چار پانچ کوس سیر تو کرائیں منجھلے میان نے

چار پانچ کوس کا نام سنا تو چکر اڑے کہ خدا ہی خیر کرے۔ یہ بچا

میں آدمی آدھ کوس چلنا بھی دو بھر تھا دس قدم چلے اور ہانپنے

لگے۔ ذرا چکر کھایا اور چکر آیا۔ بھلا دس میل کون جاتا۔ قدم

ڈمکنے لگتے اور واقعہ ہی ہو جاتا۔ جو کہیں گئے بھی ہانگھیں

پر یا فنس پر لڑیے۔ یا رتھ کی سواری۔

آزاد۔ اب کیے چلیے گا نہ۔ بس اک پانچ کوس کا چکر لگائیں

اور دم کے دم میں واپس آئیں گے کھانے کے وقت یہاں

ہی ہوں تو سہی۔

منجھلے میان۔ حضرت بندہ اس سیر سے در گذرا۔ آپ کو تو اک

کے ہر کارون میں نوکری کرنی ہے۔ بندہ درگاہ میں جھنجھٹ میں

ہنیں پڑنا چاہتے۔ مجھے کیا کتے نے کاٹا ہے کہ بے وجہ بے سبب

بچگو سی جکر لگاؤں اور آدمی سے اونٹ بجاؤں۔ آپ جائیں

مگر جلد آئیے گا۔ یا سچ کہتے ہیں کہ لمبا آدمی عقل کا دشمن ہوتا ہے

یہ گپ اڑانے کا وقت ہے یا جکل میں گھومنے کا۔

مصاحب۔ بجای یہ در شد۔ بھلے مانوں کو کبھی جکل کی دھن

سمائی ہی نہیں اور حضور کے یہاں رتھ پاکی۔ گھوڑا۔ یا بول۔ بگھی۔

سب سوار یا ان اللہ کی عنایت سے موجود ہیں۔ پیادہ باجو تیان

چٹھاتے ہوئے آپ کے دشمن چلیں۔ آپ ایک نازک

رہیں ہیں کبھی پیدل چلنے کا اتفاق کا ہے کہ ہوا۔

آزاد۔ بھئی ان خوشامد خورون سے تو اور بھی ناک میں دم آگیا

یہ نزاکت نہیں اسکو تپ دق کہتے ہیں ای صاحب آپ پانچ

کوس نہ چلیے دو ہی کوس چلیے۔ آدھ ہی کوس چلیے۔ ایسی بھی

کیا نزاکت ہے۔ لاهول ولا قوۃ۔

مصاحب۔ نا صاحب حضور نہ جائیں گے۔ آپ اپنے جائیے

اور جو سوہنم کی شکایت ہو تو کھانے کا وقت ٹال جائے گا۔
ہو کا اچھا نہیں ہوتا۔

آزاد۔ کہیں اس بھروسے بھی نہ رہیے گا۔ بندہ بلا نوش آدمی
ہی پاؤں تو آپ تک کو چٹ کر جاؤں۔

میان آزاد بے لیے ڈگ بڑھاتے۔ ڈارمی چڑھاتے پچھم
کی طرف چلے۔ اونٹ جب بھاگتا ہی پچھم کی سمت چلتے چلتے رہتا ہے
ہونچے۔ اس محلے میں قدم رکھا ہی تھا کہ وہ غل غپاڑے کی
آواز سنی کہ الامان شور محشر پاتھا کان پڑی آواز کا سننا
زمین رزنے لگی۔ درو دیوار غل کی دھمک سے کانپ رہے
تھے گھبرائے کہ یا امیر کیا ماجرا ہو۔ بجلی گری یا آسمان پھٹ پڑا یا
آگ لگی۔ یا پھر پادوں دھاڑے کل آیا خداوند بچا یو۔ سوچے کچھ بھی
یہاں سے بھاگ چلو۔ انگریزی زمانہ ہی کہیں فوج داری ہو رہی ہو
تو گواہی میں دھرے جائیں اب وہ ہر لونگ کا وقت تو ہی نہیں کہ
ہر روز خانہ جنگیاں ہوتی ہیں۔ چوڑے تلوار ریان سے باہر ہو شراب
شراب شمشیر کی آوازیں آرہی ہیں۔ خون کی ندیاں بہنیں اور
کسی کو کانون کان خبر نہیں۔ جب بانکے تلوار سے مار کوٹ کر
چلے دیے تو روند آئی دھو تو دھو تو دھو تو۔ وہاں میدان صاف۔
آدمی نہ آدم زاد۔ وہ ایک ڈکان داروں کو دھمکا یا۔ ذرا
غرفش کیا۔ چلیے تحقیقات ہو چکی۔ اب تفتیش بالکس ہو چکی
ہم گواہی شہادت سے منزوں بھاگتے ہیں۔ یہاں سے پولیس
کی چوکی پر جائیں۔ وہاں سے تھانے پر۔ وہاں سے مجسٹریٹ
وہاں سے اگر گڑ بڑائے تو جیل خانہ۔ چلیے اب چکی پیس ہیں
آئے تھے سیر پائے کو مفت میں مصیبت جھیلین۔ بھاگے ہی کو
تھے کہ ایک آدمی سے پوچھا کہ۔

آزاد۔ کیوں میان یہ غل غپاڑا کیا ہو رہا ہو۔ وہ شور ہو کہ کان

کے پرے پھٹے جاتے ہیں۔ اسی تو بہ۔

آدمی۔ (ہنس کر) کل طویل احمق تو برسوں سے سنتے آئے ہیں
مگر آنکھوں آج ہی دیکھا۔ یہ بلندی سافد کس گاؤں میں بڑھا یا ہے
بائس بریلی کے پاگل خانے سے تو نچر توڑا کر نہیں چلے آئے
بیچ کنا آست و کرسی میں مکان ہو گیا۔ ہوش کی دوا کیجیے۔
عقل کے نافن بیچے کیسی لڑائی کیسا جھگڑا۔ کہاں کی گھنچ
کسا بگڑا۔ نہ کہیں فساد ہی نہ کچھ۔ گرو جی لڑکے بڑھا ہے ہیں۔
آزاد۔ ارے بالکل۔ گرو جی جی اس نے گرو جی ہی ہیں۔
بندہ ناخاندانہ تو ہی نہیں ہم نے بھی کئی ملکیتوں کی خاک چھانی ہے
لیکن معاذ اللہ یہ غل غپاڑا۔ ایسے شور پر تین حرف۔ یہ گڑی
باز رہی۔ یا کتب خانہ۔ یا دھشت کا کاشانہ۔ بالکل دلاقوہ
پاگل خانہ میں اتنا غل چھ تو مضائقہ نہاد۔ چلیے فساد گرو جی کے
درشن تو کریں۔ وامند زیارت ہی کے قابل ہونگے۔
آدمی۔ ہاں جاپے۔ ضرور جاپے۔

میان آزاد جو ادھر گئے تو دیکھے کیا ہیں کہ گرو جی مہراج دھوپ
میں ایک چھپر کھٹ برا شاجت بڑے ہیں قطع وضع چال دھال
دیکھی تو اللہ ہی اللہ۔ ماشا اللہ آپ ہیں اسی لائق کہ باپان قدم
لے اور دور ہی سے ڈنڈوت کرے۔ نوڈون کی مٹی پلید کرنا
تو اس مکتب میں بھیجے۔ گرو جی مہراج ذرا چیتے۔ دیکھیے تو
کہ کیا رہے ہیں۔

اتنے میں دو چار بڑے اور آئے۔ گرو جی رام رام۔ گرو جی
سیتا رام۔ جیتے رہو۔ آؤ بیٹھو۔ آج امیر کر کے کیوں آئے گرو جی
آج نیوتا تھا۔ دیا بھی رکھنا تھا کی تو چھٹی دونوں جون۔
یہ مقام لکھنؤ کے متصل ہے جہاں کے آدمی غل بھونگام مشہور

دیار میں۔

بھلا ہمارے کھانہ کیلئے۔

رام اوتار۔ کچھ نہ بن۔

گرو جی۔ دھب جا کر۔ دُست بیوقوف۔ سب رٹکے اس کے کان گرا دو۔

اشد سروپ۔ گرو جی دو پوریان اور گو جھے لایا ہوں۔

گرو جی۔ تم چلو بیٹھو۔ دیکھو نہ کو اندا ہماری کسی کھانہ کرنا ہی

ہو نہار بردار کے چکنے چکنے پات۔ اگلے دن کے پہاڑ تو خالی

سب رٹکے مل کے۔ کھڑار۔ آگے باچھوت رسو چلو۔ ار

چلو۔ ایکنا ایک دو نے دو ترکو تین۔ چوکے چار۔ پنجے پانچ

چھکو چھ۔ ستوساٹ۔ اٹھو آٹھ۔ نیا نو۔ دہام دس۔ دو کا دو۔

دو دنا چار دو تیا چھ۔ دو چوکو آٹھ۔ دو پنجے دس۔ دو چھکنا

دوست چودہ۔ دو اٹھ سو دہ۔ دونوان اٹھارہ۔ دودہام بیس۔

ایک ایک سو یان دوسری اڑھیان۔ تیسر پونے چار

چار سو یان پانچ۔ پانچ سو یان سوا چھ۔ چھ سو یان ساٹھ سو

سات سو یان پونے نو۔ آٹھ سو یان دس۔ نو سو یان سوا گیارہ

دس سو یان ساٹھ بارہ ایک ایک ڈیوڑھے دو ڈیوڑھے تین

چار ڈیوڑھے ساٹھ چار۔ چار ڈیوڑھے چھ۔ پانچ ڈیوڑھے

سات۔ چھ ڈیوڑھے نو۔ انچ

اوناماسی ڈھنگ۔ کاکھا کاکھا۔ چاچھا چاچھا۔ ماساٹھا ڈا

ڈھانا۔ پانچا بابھانا۔ چار الاواشا کھاسا۔

اسپر میان آزاد نے ہانک لگائی کہ میںو آئے دھم سے کھا

کھا لو سوم سے سوم سوم تو را بھلا ہوئی۔ ہاتھ کی ڈنڈی لاگی کائی

بھوٹیا کا چھوٹا بھائی۔ خوب تھمہ پڑا اور کئی بازاری جمع ہو گئے

اور گرو جی بچاتے پر آواز سے کہنے لگے۔

اتنے میں بارہ کی توپ دخی۔ دن۔ نوڈون غل مجا یا کہ

گرو جی جو آئین۔ کھائے آئین۔ ہان جاؤ۔ روٹی کھا کے چھپ آجاتا

دیر مت لگاؤ نا۔ پانی تیری کھڑی ہی کنول رام بدل لائیو۔ باپو

سے کیونکہ پانی بدل دین۔ رٹکے بھر بھر کر نکالے۔ کسی نے لکڑی کا

گھوڑا بنایا۔ کسی نے گھٹنوں پر دو تیر لگایا۔ غل غپاڑا چاتے

آسمان سر پر اٹھاتے چلے۔

میان آزاد ایک دکان پر ٹنگ گئے کہ انکی سیر فراتو دیکھیں

جب رٹکے واپس آئے تو گرو جی نے دو ایک سے پوچھا کہ کو پانی کھری

گرو جی کہن ہیں کہ دو چار روج میں کالھیا پردن جردر آجیے۔

دیر کیون لگائیں رے۔ گرو جی رسوئیان میں ابیرتی۔ دیکھو

گرو جی یو ہرے باب کا گریاوت ہو۔

گرو جی۔ بھلا بے کھانا میں مانتے چپائے رہ ہم تم کا

کھوب جانت ہیں جو ہے سر۔

آزاد۔ اوجھا۔ سر کی ایک ہی کھی۔ ۵

گرہین کتب ست واین ملا

کار طفلان تمام خواہ شد

جب چھٹی کا وقت ہوا تو گرو جی بوے چالبان کو۔ بری

گنیش جی کر باکرین لکھین چو کڑی۔ مان باب پوجین وہ گھڑی

ایسی گھڑی راجندر لادین۔ گرو جی آوین۔ ٹہرین پاوین دی

برنی کھائیں۔ کھائے کھوے کے دین اسبیس۔ رٹکے چوین

لاکھ برس۔ آئے بسنت مہاشکھ دانی۔ رچیا کرین کا کالانی۔

اور ڈنڈے بجاتے جاتے تھے کھٹاکھٹ۔ گرو جی منٹ بنے

ہوے سن ہے تھے اور سوچتے جاتے تھے کہ برنی دہی کی دعا

روز مانگی جاتی ہو مگر کھانے میں ایک دن نہیں آتی۔

ڈاک

میان آزاد خانہ برباد ہوے گل کی طرح سبک سیر۔ ایک دن

کیا معنی دو دن کہیں ٹنگ جائیں تو تلوے کھلانے لگیں دین

نگرس یاد آئے۔ سیر وشت کو جی چاہے۔ سیلانی آدمی سیر سب کے عادی۔ بچھلے میان کے میان چار پانچ روز جو ہم گئے تو بیت گھرانے لگی۔ کھانا پینا حرام ہو گیا۔ ہنسنا بولنا وبال سیر سب ملنا جی ہوا جنگل کی دھن سائی۔ دل میں ٹھٹھان لی کہ اب نہ ٹکیں گے نہ ٹکیں گے چاہے اوپر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔ بور یا بھٹنا اٹھایا اور مصافحہ کر کے ڈاکخانہ کی طرف چلے۔ راہ میں پوچھتے چلتے ہیں کیوں بھی امام بخش کا ڈاکخانہ کمان ہے۔ زمری صاحب کی ڈاک کا راستہ کس طرف سے ہو۔ پہلے تو امام بخش کے میان پہنچے آئیے کیسے کیا چیمے۔ ڈاک ہوگی۔ ہاں ایک سواری اچھا تو دور پیہ ہوے۔ دو دور پیہ؟ اچھا آپ ۲ کرم دیجیے۔ لائے بیجانہ بٹن ہاتھ سے داخل کیجیے۔ ہم سواری پیہ دینگے۔ ہمیں صاحب سواری نہ ہوگی۔ اچھا آئیے ڈیڑھ دو پیہ دیجیے۔ آئیے حضور آپ تو چلے جاتے ہیں۔ میان آزاد میان سے زمری صاحب کے ڈاکخانہ پہنچے ایک سواری کا کیا لوگے ڈیڑھ دو پیہ اچھا ہم چلیں گے بیجانہ داخل کیجیے۔ لو ایک دو پیہ اب کس وقت جائیگی ڈاک بس اب چالان چھوٹتا ہو۔ اسباب و سباب رکھیے۔ اچی بیانا اسباب خدا کا نام ہے فقیر دن کو انگوٹھ کھنڈ سے بھلا کیا کام ہو۔ اتنے میں سامنے سے ایک ڈاک نکلی یہ کس کے میان کی ڈاک ہو جی۔ کون! یہ وہ امام کس کی ڈاک ہے۔ پہلے ہی روانہ ہو جاتی ہے وہ چاہے جب روانہ ہو۔ کل ۱۲ بجے کے اوپر پہنچنے سے رہی اور آپ رات ہی کے چار بجے دن سے داخل ہو جائیے گا خیر میان آزاد اور دو مسافر ڈاک پر بیٹھے اور شکرم کھڑکھڑاتی ہرنی زناٹے سے چلی۔ تو راہ میں ایک گنوار جو میان آزاد کے قریب شکرم پر بیٹھے تھے لگے بے تکی اُڑانے۔ میان آزاد تو آپ جانے خوش گپ آدمی انھوں نے بنانا شروع کیا۔

گنوار۔ کا ہے ہو۔ ارے تم سے کت ہو کوچ کس۔ آزاد۔ (کوچین سے) بولو بھی کوچ کس۔ اسے میان کوچ کس بولتے تھیں۔ گنوار۔ کا ہے ہو تم سے پوچھت ہیں کہ یو اونٹ گاڑی ہے کہ بیل گاڑی۔ آزاد۔ گدھا گاڑی۔ جب رات ذرا بھیگی تو آزاد کی آنکھ جھپک گئی۔ آنکھ کا جھپکنا تھا کہ کھٹ سے داخل۔ این کیا ہوتا ہے گے۔ جی حضور۔ دیکھیے ٹھیک چار بجے ہو گیا۔ انعام ہو حضور۔ آزاد۔ انعام ہوا؟ بیشک ہوا۔ ہماری ڈاک بڑی تیز رفتی ہے۔ میان امام بخش کی شکرم تو ابھی راستے ہی میں ہوگی۔ مسافر (شکرم کی چھت پر سے) ہم سے سنیے شامت اعمال نے جو گھیرا تو ہم پر سون میان سے امام بخش کی ڈاک پر گئے تو بہری جھلی رو رو دیے راستے میں۔ خدا کسی بھلے مانس کو نہ لیجا لے لا حول ولاقوہ ہم سے کہا کہ سات بجے گاڑی چھوٹ جائیگی۔ آپ سات بجے ضرور آجائیے۔ ہم کوئی پونے سات بجے دے پھرنے مزدور دن کو ساتھ لے کر سے چل کھڑے ہوے مگر بدحواس۔ راہ میں لمبے لمبے ڈگ بھرتے مزدور دن کو لٹکارتے چلے آتے ہیں کہ تیز چلو قدم جلد اٹھاؤ اور جہان سنسان تمام پایا وہاں تھوڑی دور دوڑنے بھی لگے کہ وقت پر پہنچیں۔ ایسا نہ کہ دیر لگے۔ وہاں ٹھیک سات بجے پہنچے تو گاڑی اگاڑی نہ پھاڑی سناٹا پڑا ہوا۔ آدمی نہ آدمزاد۔ ارے میان چیرا سی۔ منشی جی اچی منشی جی کیا سانپ سو گھ گیا۔ اتنے میں ایک چیرا سی آیا۔ کیسے کیا ڈاک کیجیے گا۔ این! اور سینے ڈاک کیجیے گا کی تو ایک ہی کہی۔ میان بیجانہ کار پر

حسب معمول شراب شراب کوڑے جائے۔ بعد زلی بسیار کہیں چلے۔ دس قدم چلے تھے کہ پھوم لیا۔ اور لگے ہانپنے سائیس نے آنکھیں بند کر کے رسی پٹکارنی شروع کی پھر دس بیس قدم آہستہ آہستہ بڑھے اور ٹھہر گئے۔ خیر ہزار خرابی چوکی آئی۔

تیسری چوکی۔ ایک دُلا پلا کلا امر گھوڑا شکی رنگ کا۔ دوسرا فقرہ پہلے ذرا چین چیر کیا۔ مگر چلے۔ ایک آدھ کوس گئے تھے کہ کچھ ٹپلی۔ بس قبلہ پھر توقیامت کا سامنا تھا۔ گھوڑے تھان کی طرف بھاگتے تھے۔ کوچین راس تھا سٹخ کرنا جاتا تھا۔ بارگیر ہتھون پر زور لگاتے تھے مسافروں کو حکم ہوا کہ اتر آئیے ذرا ہوا کھائیے۔ اترے پیارے۔ آدھ کوس تک پہلے چلے اور گھوڑے قدم قدم پر بندھ موٹ دیتے تھے اور جی چھوڑے دیتے تھے وہ غل جتنا تھا کہ الامان۔ شور محشر بپا تھا آدھ کوس کے بعد حکم ہوا کہ اپنا اپنا بوجھ اٹھاؤ گاڑی بھاری ہے چلیے صاحب سب گھڑیاں سنبھالیں۔ بچہ سنبھالا۔ سرہر اسباب لاسے چلے جاتے ہیں۔ واہ میری اٹی کے سننے والے مانگا تھا پیچھے دیا اوپر۔ تین گھنٹے میں کہیں چوکی ٹپ ہوئی۔ مسافروں کا ادھر دم ٹوٹ گیا اور ادھر گھوڑوں کی ناک ٹل گئی۔ کوچین اور سائیس کے ہاتھ کوڑے مارتے مارتے اور پیوں پر زور لگاتے لگاتے تھک گئے۔ اب سینے کہ چھ سات گھنٹے گزر گئے اور ابھی تین ہی چوکیاں ٹپ ہوئیں۔ لیکن مسافر گھوڑے آدمی نوکر چاکر سب بیدم۔

چوٹی چوکی۔ ڈگا شرعہ دور کا فقرہ۔ ہان یہ جوڑی ہے۔ ابی کبھی تیز جائے گی۔ مگر ۶۔ خود غلط بودا پنہا پنداشتیم۔ یہ گھوڑے تو جالی خبر بوزے ہی نکلے بس دیکھنے ہی بھر کے تھے۔ نام بڑا

بھی دے چکے۔ ہان تو اس گھاس پر ستر جائے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھائیے مزے اڑائیے۔ یاد را بازار کی سیر کرائیے۔ این سیر کیسی؟ ڈاک چھوٹے کی آخر کس وقت۔ کیا معلوم۔ دیکھیے منشی جی سے پوچھوں۔ (منشی جی آئے) اے صاحب سات بجے بلا یا تھا جس کے ساڑھے سات ہو گئے۔ جناب آج تو آپ ہی باب ہیں۔ اور کوئی مسافر جی نہیں پھر ایک آدمی کے لیے چالان تھوڑا ہی چھوڑینگے این واہ وا۔ کہیں اس بھروسے بھی نہ رہیے گا۔ بندہ بیانا نہ ہے چکا ہے۔ اچھا ٹھہریے۔ آٹھ بج گئے نو بج گئے۔ دس بج گئے۔ یا اٹنی کب تک ٹھہرے رہیں اب طبیعت پریشان ہو گئی۔ جی چاہا کہ بھاگ جاؤں۔ کہ اتنے میں تین مسافر آئے ایک سے دُور دپیہ لے دوسرے سے سوار دپیہ۔ تیسرے سے پھر اور ہم دُور دپیہ خیر صاحب خدا خدا کر کے بیٹھے اور چلے۔ اب منزل منزل وہ خراب چوکی۔ جی کی کا حال سینے۔

پہلی چوکی۔ ایک سرنگ ڈگا۔ دوسرا سبزہ میانہ قامت۔ کوئی آدھ کوس تو دونوں گھوڑے تیزی کے ساتھ گئے۔ اور پھر سرنگ بول گیا۔ اب سبزہ تو گر آیا اور چلا۔ لیکن سرنگ کے جی چھوٹ گئے یہ گرا دہ گرا۔ کوچین نے گھوڑے پر کوڑے جانے شروع کیے مگر اتنے بھی عہد کر لیا کہ ٹھون ہی گانہیں۔ کھسکا اور وضع کے خلاف نہ ہلا۔ نہ ہلا۔ کوچین۔ بارگیر۔ گھیارا سب کے سب ٹھونک رہے ہیں مگر وہ کھڑا ہانپتا ہی۔ خدا خدا کر کے۔

آہستہ خرام بلکہ خرام | زیر قدم ہزار جان ست
کتا ہوا چھونک چھونک کے قدم رکھا۔ راہ میں ناکون دم آگیا
جان نڈاب میں ہو گئی۔

دوسری چوکی۔ ایک ٹوڑا پلا شرعہ۔ دوسرا گھوڑا مرا ہوا۔
ٹھان ٹھان ٹھان ٹھان۔ یہ پہلے ہی سے رنگ لائے۔ کوچین

درشن چھوٹے۔ کوچبان اور بارگرون نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ چلین مگر انھوں نے ذرا کان تک نہ ہلایا۔ کنوتی تک نہ بدلی۔ بت بنے کھڑے ہیں۔ میدان میں اڑے ہیں۔ اسے سوارے کوئی تو کھاس کا ٹھلا تا ہے۔ کوئی تو بڑا دور سے دکھاتا ہے۔ کوئی پیسے پر زور لگاتا ہے۔ کوئی اوپر سے کوڑے جاتا ہے۔ آخر کار مسافروں نے بھی اتر کے زور لگایا۔ مگر ٹائین ٹائین فٹ۔ ناچار گھوڑوں کے عوض بیل جو تے اور ملار گاتے میان نام بخش کو ہزاروں صلوات سناتے چلے۔ پیچھے صاحب دام دیے شکرم کے سوار ہوئے بلوں پر چلتے چلتے چوکی ملی تو جان میں جان پڑی کوچبن اتنے میں خوب سوچے تھے۔ انکی چاندی تھی۔ یہاں خوب حقے اڑاے۔

پانچوین چوکی۔ بابا آدم کے وقت کا ایک گھوڑا آیا۔ گھوڑا کیا اسب خرس نام تو نہیں معلوم ہے۔

لیکن مجھے زردے تو بیچ یاد ہی | شیطان اسی نے کلا تھا جنت ہو رہا

آنکھیں ہانگ رہی۔ کھیاں بھن بھن کرتی ہیں۔ رات کو بھی لکھیوں نے اسکا پیچھا نہ چھوڑا۔

مسافر۔ ارے بھی اب چلو۔ آخر یہاں کیا ہو رہی۔ راستہ چلنے ہی سے کٹتا ہے۔

کوچبن۔ اے بوجھ صاحب گھوڑے کا تو بندوبست کر لیں۔ ایک ہی گھوڑا تو اس چوکی پر ہی۔

آزاد۔ اجمی دوسری طرف بھینس جوت دو نہ۔

مسافر۔ یا ہم ایک سہل تدبیر بتائیں۔ ایک کام کیجیے مسافروں سے کیے کہ اتر پڑیں۔ بوجھ اپنا اپنا سر بردار دین اور زور لگائیں گھی کو ایک چوکی تک ڈھکیں لے جائیں۔

اتنے میں ایک بھٹیاریہ ٹوکوں ٹخ ٹخ کرنا چلا آتا ہے۔ کوچبان کی

جان میں جان پڑ گئی۔

کوچبن۔ کو بھی بھارا کرتے ہو جی جا ہے سو بانگو دینگے نقد دام لو اور گھی پر بیٹھ جاؤ۔ ایک چوکی تک تمھارے ٹوکوں گھی میں جوتیں نشان کھا تر (خاطر) ہوا آہستہ آہستہ لیجی ٹین گے ایک چوکی کے بعد تم اپنے چلے آنا۔ چارے آٹھ آنے روپیہ تک دینگے۔

بھٹیاریہ۔ واہ اچھے آئے سو اک بھی گاڑی میں جوتا بھی گیا ہے مرغی کے برابر۔ ٹو اور جوتے چلے ہیں شکر میں۔ یہ سلطانی آہی یون چاہو پیٹھ پر سوار ہو لو۔ مزے سے ایک چوکی دو چوکی چلے چلو۔ مداد اک گاڑی میں کیسے جاے سکت ہو۔

کوچبن۔ اسے بھی تم کو بھائے سے مطلب ہی یا نکر یہ (تقریر) کر دتے ہوتا ہی ترکیب جوت لینگے۔ بوجھ شاہی لو اور چلو۔

ہم نے بھٹیاریہ سے کہا کہ تم تو داہی سے ہو چکے ہو رہو۔ روپیہ ٹینٹ میں رکھو اور کھو اچھا جوتو۔ دل لگی ہو کچھ تھک چکا کر

آپ ہی ہار جائیں گے۔ روپیہ تمھارے باپ کا ہو گیا پورا بارہ ہیں۔

ہم نے دل لگی دیکھنے کے لیے بھٹیاریہ کو جنگ پر چڑھایا اور وہ گاؤ دی آدمی جھپٹے راہنی ہو گیا گھنٹوں تدبیر میں کہیں کہ ٹو

کوچبن۔ مگر اسے سیکڑوں ہی بارشنگ اچھالی اور دو لٹیاں بھاڑیں مگر گاڑی کے قریب نہ گیا نہ گیا۔ اس پر ایک شخص نے

ٹو کو کوڑا مارا تب تو بھٹیاریہ آگ بھجھو کا ہو گیا۔ اسی داہ میاں اچھے ملے۔ ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہارا جانور گھی میں نہ

چلے گا۔ آپ نے زبردستی کی اب مفت میں گدھے کی طرح گدگد پھینکا

کیا معنی بھلا خیر کسی نہ کسی طرح اسے تو اپنا پیچھا چھوڑا یا (اور ٹوکوں نفل میں داب لہا ہوا۔ یہاں شکر میں میدان میں

بڑی ہوئی مسافر بچاے مصیبت کے مارے اللہ بھیج مولا بھیج کہتے جاتے ہیں۔ سائیس چلم چلم اڑتے ہیں اور مسافروں کے

جلاتے ہیں۔ گھیاں شکر میں کھڑکھڑاتی ہوئی زناٹے سے آئیں اور
کل گئیں گل جھون پو پھون پون بج رہا ہے۔ یہاں پڑے آنکھیں
مانگ رہے ہیں۔ سب مسافروں نے ملکر قسم کھائی کہ اب
بھوے سے بھی امام بخش کی ڈاک پر نہ چڑھیں گے ادھر تو یہی
نہ کرینگے خدا جانے کیا کٹا ہوا تھا کہ یہ مصیبت سہی۔ اب تیغ
بلی ہزار نعمت بائی۔ کان پکڑے تو بہ کی۔ پیدل آنا۔ اس سے
اچھا۔ ایسی شکر میں پر تین حرف۔ سر بوجھے بنے۔ مزدور بنے
قلی بنے۔ گھٹی کو ڈھکیلا۔ پیوں پر زور لگایا۔ کچر میں لت پت
بیدم ہو گئے بیدم۔ لاول دلاؤ۔ تو بہ تو بہ۔ خداوند اچا یو۔
خلاصہ یہ کہ ہزار خرابی درود کے یہاں تک آئے۔ جیلخانہ
اچھا یہ ڈاک نہیں اچھی۔ اور بھی ہندوستانی کا رخا نہ ہے نہ۔
بس دو کوڑی کا۔ رخصی صاحب کی ڈاک اچھی داک کیا انتظام ہو
غواص محیط سد اور میان آزاد خانہ برباد نے دو دن اس شہر
مینو سوا دین خوب سیر سپاٹا کیا۔ دوسرے دن شیطان نے
انگلی دکھائی کہ سراب بھاگو دو دن کچھ تھوٹے تھوڑا ہی تھتے ہیں
کیا یہاں چھاؤنی ڈالنے کا قصد ہے۔ چلیے جب ان کے پیر
ڈاٹ بتائی تو پھر کیا تھا۔ بچہ سنبھالا اور بچے سے قسم کھائی بھی
کہ میان امام بخش کی شکر میں پر نہ جائینگے نہ جائینگے چاہے ادھر
دنیا ادھر ہو جائے۔ یہ مصیبت کون سے کہ دو دو کوں پیدل چلے
اور پھر نطف یہ کہ سر پر بوجھ رکھے اور اسپر بھی قناعت نہیں
چھاؤنی کو ڈھکیلا اور پیوں پر خوب زور لگایا۔ قلی بننا ہو تو البتہ
ایسی شکر میں پر جائے ورنہ اپنے صاحب پر تین حرف لاول دلاؤ
رخصی صاحب کی ڈاک خوب ہے۔ پیٹھے اور ترے سے چوکی پر ڈال
ڈالا آنکھ جھپکی اور کھٹ سے منزل مقصود پر۔ پوچھے رخصی صاحب
کے: اٹھانے گئے پوری گاڑی کچھ گے گا۔ نہیں مجھی ایک سواری

سوار پر یہ ہوا۔ لومبیا نہ پڑتی ہے۔ آئیے تو حضور اب آپ
جاتے کہنا ہیں۔ گاڑی چھوٹا ہی چاہتی ہو بس۔ ہاں تو رو پر یہی لو
لائیے اسباب میں رکھ دین اور کچھ ہو۔ ناصاحب اور درویش
کے پاس کیا خاک ہے۔ یہاں ٹکانفن کو نہیں۔ آپ اسباب
لیے پھرتے ہیں۔ چیرا سی نے اور مسافروں کو پکارا۔ رسالدار
صاحب آئیے۔ وہ کہنا ہیں لالہ پلٹو۔ آؤ جی گاڑی چھوٹی ہے
میں مسافر اندر بیٹھیں گے۔ ایک اوپر کے درجے میں ہاں تو
پھر تو چین ہی چین لکھتا ہے۔

الغرض شکر میں روانہ ہوئی۔ کوئی آدھ ہی کوس گئی ہوگی کہ لالہ
پلٹو نے گل کھلایا۔ ٹھٹ کے کی تول نکالی اور لگے کچی برکتی اڑا
میان آزاد کما مے بدبو کے دماغ پر اگندہ ہو گیا۔ گو مذہبی
خیالات سے انکو اصلا واسطہ نہ تھا۔ کیونکہ خدا کے سواے اور
کسی کو مانتے ہی نہ تھے۔ الہام اور وحی اور نہیات اور مصیبت
کے اصلا قائل نہ تھے۔ بہشت کو مانتے نہ دونوں کو جانیں لیکن
بوسے بد نے انکی طبیعت کو عجیب کر دیا رسالدار صاحب کی
جان عذاب میں تھی۔ یہ شراب کے نام پر لاول پڑھتے
تھے اور اسکی بوسے منزلوں بھاگتے تھے۔ لیکن قہر درویش
برجان درویش۔ میان آزاد سے رسالدار صاحب نے
چپکے سے کہا کہ۔

رسالدار۔ حضرت یہ تو بیڑا بھبھ ہوئی۔ اب کیسے تو اُن سے صاف
صاف کہیں کہ واسطے خدا کے اسوقت نہ بیجیے۔ معاف
کیجیے۔ ہم پرا حسان ہوگا ورنہ تھوڑی دیر میں ہم اور آپ
دونوں کو گالیان نہ دینے لگیں تو کچھ ہارتا ہوں۔ ذرا آنکھ
دکھا دیجیے ہمیں بہت بڑھنے نہ پائیں۔

آزاد۔ خدا کی قسم اسوقت روح پر صدمہ ہے اور دماغ تو

پھنسا جاتا ہے۔ مگر چائے ماندن نہ پائے رفتن۔ آپ ڈپٹ کر
لٹکا رہتے ہیں نہ مانے تو بندہ مستعد ہے کان گراؤنگا۔

رسالدار۔ کہیں ایسا بھی غضب نہ کیجے گا۔ نیچے بھاڑ کے
لوٹنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ شرابی کے منہ لگنا کس نے کہا ہے
بھلا کسی حکمت سے انکو راہ پر لائے تو خیر ورنہ چپکے ہو رہے۔

میان آزاد اور رسالدار میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنے مین
لاہ پلٹو نے ہانک لگائی بات تیرے کی۔ ہرے ہرے بلوغت

گولا۔ بولا۔ بولا۔ آن بولا۔ (سہنس کر) آگے آگے پیچھے۔ ہا ہا ہا

یہ بے تکی کہہ کر ایک دو تہڑ جو لگاتے ہیں تو رسالدار کی دونوں
ٹانگوں پر شراب کی چھٹیٹیں پڑ گئیں۔ ہائین ہائین! اونا معقول

مردود رخصیت۔ مردک۔ الگ ہٹ۔ دیکھتے ہو بد بخت کی
باتیں اور اوپر سے آنکھیں نکالتا ہی (پڑتانا کے) دونوں ایک مردود

اور سنیے اچھی دل لگی نکالی ہو۔ اٹھ جا ہان سے رسالدار نے
خوب ہی ڈانٹ بتائی۔ مگر وہاں سنتا کون ہی ہوش کسے۔ جواس

کجا بولے تو کیا بولے۔

پلٹو۔ ہمارا بیوقوف باپ جہنم کا باپ بڑا گدھا۔ بہت بڑا ہا ہا
ماشا اللہ وزن ہی بڑا لا ہی) سمجھے۔ دھنی کے برابر دیو۔ دیو

نہ دیو۔ اکبر اور بیربل۔ برسورام جھڑا کے سے رسالدار کی بڑھیا
مرگئی فاقہ سے۔

رسالدار۔ (گھونسا تان کر) چپ مردک۔ کھونس دون ہاں
منہ میں مردک۔

پلٹو۔ اچی تو ہنسی ہنسی میں روئے کیوں دیتے ہو۔ آپ تو ڈپٹے
لیتے ہیں۔ واہ ہمتو اپنے باپ کو برا کہتے ہیں۔ یہ اپنے تئیں

گدھا سمجھتے ہیں۔

آزاد۔ کیا تھا لے باپ گدھے تھے۔

پلٹو۔ ہو غصہ۔ یہ بھی کوئی چھپی ہوئی بات ہے اور نہیں تو تھکے کون
آخر آپ ہی بتائیے۔ عمر بھر ڈولی اٹھائی مگر مرتے دم تک

نہ اٹھائی آئی۔
آزاد۔ ارے غضب کیا مگر کیا بیچارہ۔ افسوس خراب آدمی تھا
بڑا رنج ہوا۔

راوی۔ جی بجا ہے۔ آپ کو رنج نہ ہو گا تو کس کو ہو گا گویا آپ
ملاقات ہی تو تھی نہ۔

رسالدار۔ اور ڈولی اٹھانا کیا معنی۔ کیا کہا تھا۔ ہ۔

پلٹو۔ اور نہیں تو کون چار تھا۔ یا سبیلدار تھا۔ یا چور چکا رکھا۔ یا
وہ بھی آپ کی طرح رسالدار تھا۔

آزاد۔ ہنسنے میں تو کیا ہوا بات کی کہتا ہے۔

رسالدار۔ جی ہاں درست ہو۔ آپ بچا کر کے بے نقط سنو آئیے
گالیان دلو آئیے۔

پلٹو۔ اچی اسمین چوری کیا ہے۔ ہم کہا۔ ہمارا باپ کمار دودا
کہا۔ پردا دکھا۔

آزاد۔ کہیے آپ کی مہری تو خیر و عافیت ہیں۔

پلٹو۔ چل شکرم چل گھوڑے۔ چل کوڑے۔ بچے گل بھون پو
بھون پو بھون پو۔ اگلے وقتوں کے لوگ سمجھتے کہ اور کیا۔

ہا ہا ہا۔ خد خد خد۔ یہ کہہ کر دم سے گرے۔ سر بولا کھٹ۔ پھر بچلے
پھر بڑھکے پھر اٹھے۔ پھر دم۔ اب لگے واہی تباہی کہنے۔ ہم

ہم۔ ہم کو کوئی جانے۔ سامنے کاٹا۔ مکان میں آٹا۔ کپڑے
کے میان بھاٹا۔ رسالدار کو لگاؤن چاٹا۔

رسالدار۔ اب ایسا نہ ہو کہ میں نشہ و شہ سب ہرن کر دوں
نامقول بیہودہ کہتا ہے۔ زبان کو نعام لے۔

پلٹو۔ کیا انعام! سائیس سا معلوم ہوتا ہے۔

آزاد۔ میان سبسی علم دریاؤ ہے۔

پلٹو۔ تیرا سرنائو ہے تو بن بلاؤ ہے۔

رسالدار۔ کوچمین بھی پھٹاؤ۔

پلٹو۔ کوچمین بھی جلاؤ۔ گھوڑو۔ او گھوڑو۔ اور گھوڑو یوٹوون اور

ٹوٹوون گراؤ۔ گراؤ۔ خوب گراؤ۔ تیز۔ تیز۔ تیز۔ تیز۔ تیز۔ تیز۔ تیز۔ تیز۔

جلی جلی چل خرس نہ کر۔ آٹا گوندھ گیا نہ کر۔

میان آزاد نے دیکھا کہ رسالدار کا چہرہ اسے غصے کے لال

انگھار ہو گیا جیسے جھنڈر۔ اور اب کوئی دم میں پلٹو مہر ابر ایک

اودھ پیٹ جایا ہی چاہتے ہیں۔ آنکھوں نے بات مالدی اور

پوچھا کہ کیوں پلٹو مہر اسچ کہنا اُستاد تم نے تو کبھی دودی نہیں اٹھائی

پلٹو بڑے نہیں کبھی نہیں۔ برتن البتہ مانگے ہیں مگر ہوش سنبھالتے

ہی مدرسے میں پڑھنے لگے اور اب تارکھ میں نوکر ہیں پلٹو

بیونگا۔ رسالدار جی لو پتے ہو۔ رسالدار کے منہ کے پاس کچی

لے جا کر کہا کہ پیو پیو۔ پی پی اتنا کہنا تھا کہ رسالدار جل جھن کے

خاک ہو گئے۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ تڑ سے ایک چائٹا سید کیا دوسرا

اور دیا۔ تیسرا پھر۔ چوتھا اسپر اور۔ پانچواں گھاتے میں بوکھلا دیا

لالہ پلٹو مرنے سے بیٹھے چپٹیں کھایا کیئے اور جب خوب تھک گئے

تو ایک تھمہ لگا کر فرمایا کہ بے جا بڑا رسالدار بنا ہی نام بڑا دشمن

جھوٹے ایک جون بھی نہ مری رسالدار ی کیا خاک کرتے

تھے تم رسالدار۔ رسالدار۔ رسالدار چلو اب تو ایک

کچی ہو۔ یقین قسم ہے اپنے بڑے سراد بستی آنکھوں کی۔ دون

پھر بولو جھٹ پٹ لو پیو نہ۔

رسالدار۔ بھئی اسے تو ناک میں دم کر دیا۔ پناہ خدا زندا

پناہ۔ باری ماننا ہو نہ جیتی۔ پیٹے پیٹے ہاتھ تھک گئے مگر

اس کے خم دم ویسے ہی ہیں۔ ذرا فرق نہیں۔

کوچمین۔ رسالدار صاحب یہ کیا غل مچ رہا ہے۔

آزاد۔ بڑی بات کہ تم جیتے تو پتے۔ ہم سمجھے تھے کہ سانپ سونگھ

گیا۔ بیان مار دھاڑ بھی ہو گئی مگر چین اطلاع ہی نہیں۔

کوچمین۔ مار دھاڑ ابر مار دھاڑ کیسی؟ دیکھو (اُتر پڑے)

رسالدار۔ دیکھو یہ سچیا سور بیٹھا شراب پی رہا ہی اور سب کو

بے نقط سنا تا جاتا ہے۔ میں نے خوب ہی درست کیا۔ ایسا

پیٹا ایسا پیٹا کہ یاد ہی تو کرتا ہوگا۔

پلٹو۔ جھوٹے پر لعنت کو بیش باد۔ کہو بس اب کو نہ۔ اوٹھ چکا

لعنت خدا بیان تو کان پر جون بھی نہ رہی۔

کوچمین۔ تھوڑی سی ہم کو نہیں پلاتے۔

پلٹو۔ او واہ۔ نیکی اور پوچھ پوچھ ہم تو چاہتے تھے کہ کوئی

ساتھی ملے۔

افرض لالہ پلٹو اور بیان کوچمین دونوں کے دونوں کچ کس

پر جا کر بیٹھے اور بچوں کا دور چلنے لگا۔ جب دونوں بدست

ہوئے تو باہم خوب ہی گلچپ ہوئی۔ اُسے اُسکو پٹر لگایا اُسے اُسکو

ٹاک کے ڈک جایا۔ پلٹو نے دھپ دی۔ اُسے ایک بیٹپ

جڑی۔ اُسے اُسکو لایا۔ اُسے اُسکو ڈھکیلا اور پلٹو زمین پر

ہور ہے۔ گرتے ہی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹا تو کوچمین بھی دھم

گرے گرتے ہی جھٹ گئے۔ جیتے ہی وہ بھی کٹھ گیا۔ ایک کولے

پر لالہ۔ دوسرا بغلی ڈوبا۔ اُسے دستی کی اُسے ہفتے گا ننھنے

کے لیے پیشدستی کی۔ اتنے میں دونوں جھٹ گئے۔ اور

لگا لگا چلنے۔ دائیں۔ دھائیں۔ دائیں۔ دھائیں۔ دھائیں۔ دھائیں۔

دھس دھس۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔ تر۔

کوچمین نے جھپٹ کے میان پلٹو کی ٹنگڑی لی۔ اُسے پٹے

پکڑے۔

اتنے میں رسالدار نے پلٹو کو بے بھاؤ کی چیتیں لگائیں ایک دو تین چار کر کے کوئی پچاس تک گن گئے۔ آزاد نے دیکھا کہ میں خالی کھڑا ہوں۔ اُنھوں نے کوچین کو چپتا تا شروع کر دیا اب سنیے کہ بارگاہ اور سائیس اور ایرے غیرے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ دونوں کا نشہ جب ہرن ہو گیا تب جا کے کہیں چھوڑا۔

آزاد۔ کیوں بچہ پھر پیو گے شراب۔ کیوں چڑا گلچرو۔ اور شراب منگو اوں۔ نامعلوم! گاڑی چلاتا ہے یا شراب پلاتا ہے ہاتھ پاتوں ڈھیلے کر دینگا۔

رسالدار۔ ہاتھ ترے کی۔

پلٹو۔ تو کیا آپ اکڑ رہے ہیں۔ آپ کی رسالدار کی کو تو ہم نے دیکھ لیا۔ آپ کے ہاتھ میں سکت ہی نہیں۔ دیکھو کوچین کے سر پر آدھے بال رہ گئے۔ یہاں بال تک بچا نہوا۔

رسالدار۔ بس اب ہم ہار گئے۔

اب سنیے کہ اس ٹھائیں ٹھائیں اور جھنجھٹ اور راپٹ کو کچھ عرصہ ہوا لیکن کوچین نے مائے خوف کے گھوٹے ایسے نیز چلائے کہ عین وقت پر بھی پہنچ گئی درادیر نوئی جو کہیں لالہ بھگوا یا میان امامی کی ڈاک ہوتی تو وہی دن میں پہنچتی لیکن ہندوستانی کا رفاہ پھر ہندوستانی ہے۔ دو قواعد کی پابندی کجا۔ ضابطے کی فکر کس کو۔

این سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل
آن شرح نثار و کہ بگفتار در آید

ہمارے شفیق نیک نہاد کوچہ گرد خانہ برباد جوشی در زاد اسم با سنی داورستہ و آن در نگلیے جوان بنے ہوئے بڑی آن بان سے

تے ہوئے شکرم پرستے اترے تو نے شہر کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئے ہر محلہ آباد۔ کوچہ و برزن خوش سواد۔ ہر سمت لطف و ہواد الہی یہ شہر ہے یا بہشت شداد۔ سڑکین صاف چپہ چپہ شفات۔ کوٹے کرکٹ سے کام نہیں۔ گندگی و دفونٹ کا نام نہیں۔ کہیں گرد و غبار۔ در دیوار ندیت بار۔ ہر سمت ہنر و زار ہر باغ رشک فرخار۔ چو طرفہ گلزار اور گلہاسے بے خار پت جھار سے واسطہ نہ خزان سے سر و کار۔ دماغ طلبہ عطار نسیم غنیمت بار اور درکش صدر ہزار نافہ تاتار۔ اسیمین ایک رنگین کوٹھی جو نظر آئی تو آنکھوں نے چشم بد و در و طراوت پانی کو داہجی واہ اسکی بناوٹ اور سجاوٹ ایسی ابھائی کہ سبحان اللہ۔ بس دل میں کھپ ہی تو گئی۔ روشن دنیا سے زالی سیلین ساری خدائی سے انوکھی۔ پودوں پر وہ بوبن کہ انسان برسوں گھوڑا کرے درختوں پر وہ بھین کہ دیکھنے سے سیری ہی نہو۔ سر و شل قاف مہوشان فرخار آزاد۔ سبز ان چمن خندان و شاد۔ زمین زمرود رنگ کوہ زمرود کے ہم سنگ۔

چمن زمرودین فلک اس زمرود رنگ کو دیکھے تو ترما جائے گل لالہ کے تختہ پر یا قوت احمر ہر اٹھائے۔ صبح ہوا و شام ہو یہ باغ زیبا ہو اور دل آرام گل فام ہو۔ تبارک اللہ یہ باغ نہایت فرما ہے یا عروس آراستہ۔ یہ گلشن پر فضا ہو یا نگار پیراستہ۔ گلزار آرام کے مقابل گرد ہے۔ باغ نسیم کا چہرہ زرد ہے۔ الہی یہ باغ جنان جو یار و ضہ و ضوان جو۔ جو نال ہو عشوہ ریز جو تیری ہے ہجرت خضر جو پھول ہو رنگ آمیز اور رشک بیز۔ رنگس مثل چشم اموشمان چگل ملائک نظر فریب سنبل مثل طرہ تابدار بری رخاں فرخان اسٹوبانہ وعدے مشکب۔ رضوان دیکھے تو کھلے شرم کے عرق عرق ہو جائے۔ فردوسی دیکھ لے تو گچھین نچائے

زمین زمین شمر کی طرح رنگین ہو اے میرا بار و عطر آگین۔
میان آزاد نے ایک ہرے بھرے درخت کے سایہ میں جسکے
زمر دین پتے حلقہ پوشان بہشت اور سبز انہد کی یاد دلانے
تھے۔ زمین پوش بچھایا۔ سبزہ بیکانہ کو اپنا مسکن خاص بنایا مٹھیا
ہو کے چھوٹکون سے مستون کی طرح جھومتی تھیں اور فرط میوہ
سے زمین کو بار بار چومتی تھیں۔ چو طرفہ فرش زمر دین اور گہما
رنگین بچھون کا چٹکنا۔ شاخون کا جھومنا۔ پھولون کی مک
سبزے کی لہک۔ سوسن کی زبان درازی رنگس کی نظارہ بادی
آہٹکون کو سرور بخشی تھی اور روح کو لطف موفور جہان تک
بیک نظر کی رسائی تھی قدرت نے عجیب کیفیت خدا داد دکھائی
تھی۔ اور ہر سمت نمایاں شان بکریائی تھی لیکن اس رنگین
کو بھی پر اور ہی عالم لطف دو بالا تھا اسکا بابا آدم ہی مزا لا
تھا۔ گلابی رنگ۔ سبز درازے لاجوردی پرے جن کے
دیکھنے سے با دام ترکی طرح آنکھ سبز ہو جائے اور قوت باہر
خفارت پائے ادھر ادھر دوب ہری بھری اور اسکے پچونچ
میں رنگین بارہ دری۔ چو طرفہ چشمہ اور ادھر ادھر سبزہ لہلہا رہا ہے
اور مرغ چھپا رہا ہے۔ گرد اگر چشمہ سار اور جو تبار پڑ بہار
سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ جزیرہ ہے۔ ایک رہرہ سے میان
آزاد نے پوچھا کہ۔

آزاد۔ یا حضرت ذرا ادھر تو آئیے۔

رہرہ۔ الام فرق الوب لیکن قبلہ کمین دہی سوار والی مثل
نہو کہ ایک مجہول آدمی نے ایک سوار کو جو فرس تند خو کی باگ
آٹھائے گڑ گڑاتا چلا جاتا تھا دور سے پکڑا میان سوار میان
سوار تھیں قسم ہے خدا کی جوا دھر نہ آؤ۔ سوار بیچارہ سمجھا کہ
کوئی شخص مصیبت کی حالت میں پڑا سسک رہا ہے چلو دیکھو

پہونچو۔ گھوڑا بھیر دیا۔ جب قریب پہونچا تو دیکھتا کیا ہو کہ ایک
آدمی صاحب تن و دوش خاصہ ہٹا کٹا مٹا تازہ ایک دست
کے نیچے لیٹا ہوا ہے مگر حیت آنکھیں آسمان کی طرف۔ پوچھا
کیون بلایا تو فرماتے کیا ہین کہ بھی پھلیندا ٹپ سے چھاتی پر
گر بڑاوری اتنا احسان کرتے کہ چھاتی پر سے اٹھا کر کھلاتے
تب تو سوار چکر میں آیا کہ لاول ولاقوہ اچھے ناسقول مجہول
آدمی سے پالا پڑا۔ دو کوس سے ہمیں بلایا۔ اور یہاں
بلا کر آؤ بٹایا۔ تو حضرت اگر کچھ ضروری بات ہو تو
خیر ورنہ رخصت۔

آزاد۔ یہ ندی کہاں سے نکلی ہے اور گرتی کہاں ہے
طول اور عرض کیا ہے اور اس پر کون شہر بتا ہے اور
پل کتنے بنے ہین۔

رہرہ۔ لے اب سیدھے چلے جاؤ اور دفعہ پاگل خانہ بچا کر
پر کیوں جرمانہ کراؤ گے مفت مین۔ واہ کیا سہل بات پوچھی ہو
ندی نکلی کہاں سے ہوٹھ۔ یہ اچھی سوچھی۔ اچی پہاڑ سے
نکلی ہے اور کہاں سے نکلی ہے۔ کیا املی کی جڑ سے نکلی ہے
گرنے کا حال خدا جانے۔

آزاد۔ اس کو بھی اور بارہ دری میں کون رئیس رہتا ہو
رہرہ۔ رئیس نہیں ایک رئیسہ رہتی ہین۔ بڑی مالدار ہین
اب تو کوئی ساٹھ برس کی ہونگی۔ رات کو روزجرے پر دیالی
سیر کو نکلتی ہین۔ اُن کی دونوں صاحبزادیاں بھی ہوتی
ہین اور دو تین ماما اسیلین۔ مغلانیان۔ ایک پیرکتا۔
دو اونچی روز بلاناغہ جاتی ہین۔

آزاد۔ تو مجھہ کیا حضرت نوح کی کشتی ہے (بلاشبہ)
بھلا کیوں صاحب صاحبزادیوں کی عمر کیا ہوگی۔ بیاہی ہین

کہ بن بیاہی۔

رہرو۔ اب سن و سال کا حال بندہ کو کیا معلوم مگر سیانی مین کوئی
یتیم تیرا جوڑو جوڑا برس کی ہونگی۔ بس اور کیا۔ شریف زادیاں
رئیس زادیاں مین۔ بڑی تیز دار۔ بڑی سلیقہ شعار۔ بڑی خوش فکر
اور بڑھیا تو بھراٹا ہے اپنے وقت کی۔ ایسی منظمہ تو دیکھی نہ سنی
بڑی پاکباز۔ بڑی راست باز۔ خیر۔ ہواد۔ غور۔ خوش خلق اور
تر بیت یافتہ۔ لڑکیاں بھی اپنی مان کے قدم قدم مین آنکھوں مین
شرم۔ مزاج مین آرم۔ روپوش۔ عفت کوش۔ بیا پرور۔ بیا
نظر۔ ناز و نعم پروردہ مگر غواندہ۔ یہ نہیں کہ افس کے نام ہے نہ جان
ہوں۔ رات کو بڑی سیر ہوتی ہے۔ حبوت بھرہ فراتے سے
ہماؤ پر جاتا ہے اہو ہو ہو۔ وہ لطف آتا ہی واہ۔ وا۔ شبہ
مین البتہ کیفیت مزید حاصل ہوتی ہی۔ ایک مرتبہ کھانا بھی بھرے
ہی پر نوش جان فرمایا تھا۔ بڑی دل لگی ہوئی۔ چھوٹی صاحبزادی
نے کھاتے کھاتے فرمایا کہ

دریا سے انھر فلک کوشتی ہلال
ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما

واللہ کیا کہی ہی۔ کیا برجستہ سوچی ہی۔ بڑی صاحبزادی نے ایک
لطیفہ غضب کا سنایا۔ اُنکی اما جان نے کہا کہ باقر و ثمان خوب
پکاتا ہے۔ باقر ان کے باورچی کا نام ہے تو اس پر بڑی صاحبزادی
سکڑ کر فرمائی کیا مین (ہاں ہاں ہاں جان وہ نہیں تو اور
کون پکا لے گا اسی کے نام سے تو باقر خانی مشہور ہی)
سبحان اللہ۔

آزاد۔ شادی ابھی نہیں ہوئی جلاک مین پیغام دیا م ہے۔
رہرو۔ ابھی شادی نہیں ہوئی نہ کہ مین بات چیت ہو دونوں
بہنوں کو مطالعہ کتب کا اہل بس شوق ہے۔ پڑھنے لکھنے اور سیر

دریا یا گلگشت مین کے سوا اور کوئی کام نہیں اصغری اور اکبری
کا قصہ اچھی دہی مرآۃ العروس اور نیا سائنس اور فسانہ حامد اور
ترک جرمی اور علی بند اور اخلاق کاشی وغیرہ کتب نو تصنیف
مطالعے مین رہتی مین اور ان کو دل لگا کر پڑھتی مین۔ سینے پر دے
کاڑھنے مین بھی دونوں بہنیں برق مین۔ کھانا بھی خوب پکا لیتی
مین صفائی کا دونوں کو خیال ہے۔ میلے کچیلے مکان مین دم بھر
نہ بیٹھیں۔ ہواد اور گردن پر لوٹ مین۔ خدا کرے ان کی شادی
اچھے گھروں مین ہو۔

غالب ان سین مین تنوں کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

آزاد۔ بندہ فواز ہم تو اس وقت رشید خطی ہو گئے۔ پوچھیے وہ
جہان ہم نے اپنے وطن کی کسی تعلیم یافتہ پر بھی لکھی لڑکی کا حال
اور بس باچھین کھلگئیں خدا کرے تعلیم نسوان اس ملک مین
روز بروز ترقی پائے۔ اور ہر ایک لڑکی فارسی یا انگری پڑھا
آمین۔ لیکن واللہ اب دلی خواہش یہ ہے کہ کسی ترکیب سے
بجے کو دیکھیں اور خدا کا شکریہ ادا کریں کہ اس ملک
مین بھی ایسی خوش فکر شریف زادیاں مین جو تعلیم و تربیت
کو گناہ نہیں سمجھتیں۔

رہرو۔ تو پھر اسی جگہ بستر جمار کھئے۔ مین سر شام ہی
آجاؤنگا۔

آزاد۔ حضرت مین مسافر غریب وطن آدمی ہوں ایسا نہ کہ
آپ شام کے عوض صبح کو بھی نہ آئے اور بیان میدان
نق و نق مین ایجانپ کو بھڑیا اٹھا لیا ہے۔

رہرو۔ آپ بڑے دل لگی باز معلوم ہوتے مین۔ آپ کو
تو ساتار مین سے بھی خوف نہیں۔ آپ ٹھہریں۔ مین

<p>دم کے دم میں آیا۔</p>	<p>شب شنبہ وعیدِ امربار</p>	<p>سرت گردم اوساقی عشوہ بار</p>
<p>نہین روزن جو قصر یار میں پروا نہیں ہلکو نگاہ شوقِ رخنہ کرتی ہے دیوار آہن میں</p>	<p>مومطرب از ہر چہ یدم خوش</p>	<p>شب شنبہ از روز عیدم خوش</p>
<p>غواص قلزمِ خمر نشانی۔ آشناے محیط پریشانی۔ مصباح مجالس و داد و جوشی مادر زاد میان آزاد خانہ بر باد زلف کی طرح خانہ بدوش و پریشان روزگار شام تک اُس یار و فادار کے انتظار میں سردھنا کیے اور مرغانِ خوش رنگ اور خوش آہنگ کے ترانے سنا کیے۔ تدرخِ خوش خرام کا قمقمے لگانا۔ عندلیب شیدا کا چھانا۔ موریلون کی سُر ملی جھنکار۔ پیپون کی پکار۔ رامشگری مرغانِ چین زار وستانہ ردی آب رود بار مرغزار پر بہار کی نمک ریزی نسیمِ بہت انگیز کی عطر بیزی شاخ گل کی ہلک۔ سبزہ زمردین کی ہلک۔ دریا کی روانی۔ بحرِ مسرت کی طغیانی۔ اہو ہو ہو۔ اہا ہا۔ جو مرغِ چین ہے رنگین ادغوش نوا ہر طرٹ مشاطہ صبا کی گلکاری تھی۔ اور نسیمِ غنیمت کی فیض باری چشمہ سار کا پانی جو نوش جان فرمایا تو گو یا قند و نبات کا فرہ پایا بلکہ آبِ حیات یاد آیا۔ ہر سمت نکلت روح افزا اور راحۂ دل آرا۔ امرد۔ حلوائے بے دود۔ سیب دافعِ آسیب ترنجِ مشک آگین۔ رشک آہوے چین۔ غلاب بالِ شکریاں و شکر ب شفقِ لولے کا ردی و آردی کچھ سُرخ کچھ سبز گویا سبز ان ہند گلابی پوش ہیں یا یادِ معشوق میں خوتا بہ نوش میں انبہ پیوندی نوش پیوند ہے دلند و بادشاہ پسند ہے۔ سبزہ ہیرہ جان شیرین۔ انار حقہ حقہ یا قوت نگار و حلاوت آگین میان آزاد و جوشی مزاج کو لطف بہار ایسا بھایا کہ بے اختیار نہرا ہر ایون گایا۔</p>	<p>میان آزاد کا جہون بہار فردش تھا اور ستم کوش سوچے کہ جناب باری نصیب آزاد و دیدار یار جانی کرے۔ دعا خیز گل زمین اجابت میں ریشہ و دانی کرے۔ کبھی دھنا دینے کا شوق چڑا یا کبھی بھاگ جانے کو جی چاہا۔ کبھی سردھنتے تھے کبھی تھکے پھنتے تھے۔ آشنا نہ بیگانہ۔ غلیش نہ یگانہ۔ ہر ہویہ بہار اور یار کا انتظار۔ فرقت کا دھڑکا۔ ہجران کا کھٹکا۔</p>	<p>میان آزاد کا جہون بہار فردش تھا اور ستم کوش سوچے کہ جناب باری نصیب آزاد و دیدار یار جانی کرے۔ دعا خیز گل زمین اجابت میں ریشہ و دانی کرے۔ کبھی دھنا دینے کا شوق چڑا یا کبھی بھاگ جانے کو جی چاہا۔ کبھی سردھنتے تھے کبھی تھکے پھنتے تھے۔ آشنا نہ بیگانہ۔ غلیش نہ یگانہ۔ ہر ہویہ بہار اور یار کا انتظار۔ فرقت کا دھڑکا۔ ہجران کا کھٹکا۔</p>
<p>سوختم از غصہ درین نو بہار</p>	<p>بادہ من در خم من در خار</p>	<p>دل ہی دل میں یون سوچنے لگے۔ وہ رہر و تو واقد جھانسا ہی سے گیا اب شام میں باقی کیا ہے۔ آنا ہوتا تو آگیا ہوتا بس آچکا اور بھرا دکھا چکا۔ ہاے یہ چاہ کنوین جھکے لے گی تھکے جھوٹے گی۔ مگر۔ ع۔ دل کو میرے آفرین یہ جو ڈٹا ڈٹا میں بھی نہ ٹلن گنا نہ ٹلن گنا۔ ع۔ اب تو آزاد نے اس پر جمایا زانو نہ۔</p>
<p>ہندوستان میں ایسی شریف زادیاں نظر کمان آتی ہیں جو زیورِ علم و فضل سے متعلی ہوں۔ حلی شایستگی سے متعلی ہوں کسی کو فکر پوری و دال ماش کسی کو شوق تراش و خراش اقتدار اس درجہ دنیا و دنیا سے بے خبر۔ ہندیون کا ادب بارگاہِ آٹھ آنسو رلاتا ہے۔ کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ ہمدردی کا جی جلتا ہے اور فرط جوش حب وطن سے سینہ مثل دیگ اُبلتا ہے۔ پرانے فشن کے اکثر بزرگ لیکر کے فقیہ ہیں۔ جبرٹ سے طبیعت نفور شایستگی کی باتوں سے منزوں دور۔ میان آزاد عین حالت پریشانی میں یہ سوچ رہے تھے کہ رہرو نے کہا اساکم اللہ بانچیر۔</p>	<p>ہندوستان میں ایسی شریف زادیاں نظر کمان آتی ہیں جو زیورِ علم و فضل سے متعلی ہوں۔ حلی شایستگی سے متعلی ہوں کسی کو فکر پوری و دال ماش کسی کو شوق تراش و خراش اقتدار اس درجہ دنیا و دنیا سے بے خبر۔ ہندیون کا ادب بارگاہِ آٹھ آنسو رلاتا ہے۔ کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ ہمدردی کا جی جلتا ہے اور فرط جوش حب وطن سے سینہ مثل دیگ اُبلتا ہے۔ پرانے فشن کے اکثر بزرگ لیکر کے فقیہ ہیں۔ جبرٹ سے طبیعت نفور شایستگی کی باتوں سے منزوں دور۔ میان آزاد عین حالت پریشانی میں یہ سوچ رہے تھے کہ رہرو نے کہا اساکم اللہ بانچیر۔</p>	<p>ہندوستان میں ایسی شریف زادیاں نظر کمان آتی ہیں جو زیورِ علم و فضل سے متعلی ہوں۔ حلی شایستگی سے متعلی ہوں کسی کو فکر پوری و دال ماش کسی کو شوق تراش و خراش اقتدار اس درجہ دنیا و دنیا سے بے خبر۔ ہندیون کا ادب بارگاہِ آٹھ آنسو رلاتا ہے۔ کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ ہمدردی کا جی جلتا ہے اور فرط جوش حب وطن سے سینہ مثل دیگ اُبلتا ہے۔ پرانے فشن کے اکثر بزرگ لیکر کے فقیہ ہیں۔ جبرٹ سے طبیعت نفور شایستگی کی باتوں سے منزوں دور۔ میان آزاد عین حالت پریشانی میں یہ سوچ رہے تھے کہ رہرو نے کہا اساکم اللہ بانچیر۔</p>

آزاد۔ عورت دراز باو۔ خانہ احسان آباد۔ آپ کے فراق نے کنوین جھٹکائے مگر خیر وقت پر آئے۔ پھر اس فرس زمرہ کو گون پر بستر جمائے۔ سبزہ بیگانہ کو اپنا مسکن بنائے۔ سچ کیے گا کیا سہانا وقت ہو۔ ہر عروس جن سبز بخت ہو۔	شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد ہندہ طلعت آن باش کہ آنے دارد
اکشیدہ ام ز جنوں ساغرے کہ ہوش نماند وگر معاملہ با پیسرے فردش نماند	رہرو۔ احمد قد۔ احمد قد لو منھ مانگی مراد پائی۔ وہ سامنے سے پا لگی آئی لے اب سجدہ کرواد ر نماز شکر یہ پڑھو۔
نرگس کی طرح دیدہ حیران ہوں اور مثل گل چاک گریبان ہوں۔	دیکھو وہ سامنے سکھپال ہی وہ میان وہ جس کا پردہ لال ہی آزاد۔ (عینک کو کپڑے سے صاف کر کے) کمان! کمان! کہ دھرمیان بتاؤ۔ بتاؤ۔
ماکوسن بادشاہی دشت جنوں دیم تخت روان آگہ در زیر پائے است آج اس بہار کا فرہار نے ہمارے سمند جنوں پر اور بھی تازہ پانے کا کام کیا۔	رہرو۔ اینٹ کی عینک لگاؤ۔ اتنی بڑی پا لگی نہیں دیکھ سکتے کیا رتوندھی آتی ہے۔
ہر صبح میزد چشوق جوش خون موقوف بر بہار بنامند جنوں ما رہرو۔ اگر یہی رنگ بہار ہے اور یہی لیل ہمار ہو تو مجنوں کا کوئی نام بھی نہ لے گا۔	آزاد۔ آنکھیں ہی پھوٹیں جو نظر بڑی ہو۔ اندھا ہی ہوں چہ پا لگی سے آنکھ لڑی ہو۔ ابا ہا ہا وہ دیکھی۔ این! وہ تو درخت کے سایہ میں رک رہی جی۔ یہ کیا۔
ہین وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں بھی ہمیشہ خمین قبلہ و کعبہ لکھا کرتے تھے اقباب مجھے	قسمت کو دیکھنا کہ کمان ٹوٹی جاگند دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا
آزاد۔ حضرت بہان تو جنوں نیک فال سے سرکار نہ عشق یہ یرغاک گل رخسار نہ شوق اصنام طر حدر مطلب سعدی دیگر گشت اصل منشا تو یہ ہو کہ ہندوستان کی عالی خاندان معالی دود بان نجیب الطرفین و شریف الجائین رئیس زاد یوں کو تربیت یافتہ اور شایستہ دیکھیں اور رخسار باری کی درگاہ میں شکریہ ادا کریں ہم تو ہندوستان کے نام پر فدا ہیں اسی کے عاشق و شیدا ہیں عاشقی و معشوقی روح مجنوں و وامق ہی کو مبارک رہے ہم ایسے ایسے محبوب کو دل نہیں دیتے دل کا سودا دل لگی نہیں ہے۔	رہرو۔ گہرائے ہین۔ آپ کے تو ہوش ہی پتیرا بنے جاتے ہین بیکار رہا تھ پاؤں پھوٹے جاتے ہین۔ اب کوئی اور ذکر چھیڑیے خمین معلوم ہو کہ دو مسافر تھک کر کھڑے باتیں کرتے ہین۔
	آزاد۔ سو جھی تو اچھی۔ اب میں کوئی اور ذکر چھیڑتا ہوں کیون صاحب اب کی ام کی فصل خوب ہوئی۔ جھد دیکھو پٹے پڑے ہین شیرہ شکریہ ہو ام پر پھیری تیز ہے۔ منڈی جاسیے کھا پھون کی کھا پھیان تر بوز کی دیکھو آئیے۔ کوئی ٹکے کو نہیں پوچھتا اور ام کے سامنے تر بوز کو کون ہاتھ لگائے ٹھہری ہین تو ہم ہی پسند ہے اور امن تو قیامت کی شیریں ہے۔
	رہرو۔ دیکھئے کہیں فرہاد کی روح کے منھ میں پانی نہ بھرائے

<p>کروٹ تک نہ لی نور کے ترے نسیم طرب انگیز نے جگایا اور ہمار تو بہ شکن نے ایسا بٹھایا کہ دل سیر کو چاہا خیال گلگشت چین و تماشاے نسیم و سترن نے گدگدایا۔ شوق چرایا کہ احباب بذلہ نسیم مرغان مرغ ہوں اور رباب لطیفہ گو و نکتہ نسیم ہوں اٹھے تو اشعار آبدار و در زبان غنچہ دل گل خندان۔ ۵</p>	<p>بھئی امسال تو ہم نے خوب ہی آم کھائے۔ کچھ دیکھا۔ وہ دیکھو۔ ہاتھی آ رہا ہے۔ ہاتھی کیسا کوہ کا کوہ ہے فیل فلک شکوہ ہے۔ ۵</p>
<p>لیکھو عاتقی چون من غواہد بود رسوائے ولم صدارہ دہر پارہ عاشق بیک چلے</p>	<p>اب سب آگئے وہ دیکھو بجز اتیار ہو رہا ہوا نسیم مست پر دونوں ہنسن بعد ناز و دلربائی و انداز زیبائی تمکین بین اور پالکی میں بڑی بیک صاحب جلوہ نگین ہیں۔ اب بجز پر سوار ہی ہوا چاہتی ہیں۔</p>
<p>رہرو۔ الہی خیر صبح صبح رسول پیغمبر سے کام نہ خدا کا نام بس ایک ذکر جام دوسرے خیال دلا رام۔ ۵</p>	<p>یہ بیٹھی بیٹھی باتیں ہو ہی رہی یقین کہ ایک دفعہ ہی قبلہ کے رخ سے کالی گھٹا ستوانی گھٹا جھومتی ہوئی اٹھی اور بجلی نے لو لکنا شروع کیا۔ رعد کی گرج سے کان پڑی آواز کا سنا حال تھا اور رم جھم لگا بیٹھ برسنے۔ ۵</p>
<p>محبت مرد و معشوق ترک کر آتش سفید بال ہوئے موسم خضاب آیا</p>	<p>ز فیض ابر سرخوش میگساران کند قوس قزح باران سرگاہ چنین باشندگان بر شنگالی صدائے رعد چون بانگ بابا فرغ برق بین درابر سیراب بعینہ ہیچو عکس لالہ در آب</p>
<p>آزاد۔ میان یہ سب بوڑھوتی وقت کے خیال ہیں۔ بیان تو حضرت دل خرام ناز کے پال ہیں۔ مگر ہم ترک زرین کمربو میان کے دلدادہ نہیں۔ عاشق جام و بادہ نہیں۔ یہاں رہی دھن ہو۔ اور ہی ادھیڑ بن ہو۔ ہندوستان کے عاشق زار ہیں اسی مرض میں گرفتار ہیں۔ دل سے لگی ہو کہ ہندی آدمی نجی میدان تہذیب میں علم و حدت اٹھائیں۔ ذکور حلیہ شایستگی سے مشین ہوں۔ اناٹ زریور علم سے مزین ہوں۔ ع۔</p>	<p>ادھر قطرہ افشانی ہوئی آدھو نیابان نے ہاتھی کا رخ پھیر دیا کہا ر دن نے پالکی کو لیا اور چلے گھر کی طرف۔ لے چرخ تہکار نے تھے ہی پر لوک دیا۔ آتے آتے روک دیا۔ بجز کی روانی اور دریائی طغیانی اور باران رحمت کی قطرہ افشانی کیا کچھ لطف نہ دکھائی۔ دل کی کلی کیسی کھلکھلاتی۔ مگر قسمت۔ ۵</p>
<p>ہمکو سودا بھلی ہوا تو میرزا یا نہ ہوا</p>	<p>ساتی و جام و گوشت و دیر ستانجا نکتہ عشق پر سید کہ ہوشم باقی است قد الحمد کہ احوال بخیر است اینجا سخن از یار گوئید کہ غیر ستانجا</p>
<p>بہارست لے ساتی لالہ رنگ بدہ ساغری مرا بید رنگ</p>	<p>اس وقت تو درو دیوار عشرت بار ہے۔ رند و جلو عالم ہمارو خزان کا بازار سنسان ہے۔ اٹھا ہندو فصل گل کی بجی کیا آن بان ہے۔ ۵</p>
<p>ہو شوقیون چمن طر حصار کجکل ہو شوقیون چمن طر حصار کجکل</p>	<p>اس شہر نشاط آباد و خوش سواد میں میان آزاد خانہ بر باد نے بادل شاد شب دلا دیر کو بستر استراحت پر آرام فرمایا تو رات بھر رہرو۔ بچے نہو دھوئے۔ حمام خانے چاہیے۔ ہاضمہ شاول</p>

<p>یا گیسو سے عور ہے۔ جدھر دیکھو سیاہ ہی سیاہ۔ مہر نہ ماہ ہے خونابہ دل کا یہ جوش۔ اور شب اس درجہ قیامت در آغوش ماتیوں کی طرح سیہ پوش۔</p>	<p>فرمایے اول طعام بعد کلام۔ راحت الروح فی قلة المنام۔ ہاں اب اللہ اکبر کہہ کر اٹھ تو بیٹھے۔ بسم الرحمن الرحیم سستا کر آٹا اور مونگی کرانیم۔ ادھر آفتاب نے رخ انور کی جھلک دکھائی اور میان آزاد کو سیر دریا کی دھن سنائی۔ رہرو کو ساغریا ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اشعار سناتے رہرو کو وجد میں لاتے گاتے لہراتے پھونک پھونک کر قدم جاتے باد بہاری اور قدرت گلکاری کے مزے اڑاتے چلے۔</p>
<p>آزاد سے آہ کیا تم کیا تفرقہ پر دازون نے کر دیا جلسہ ہی برہم غلغلہ اندازون نے</p>	<p>اب سنیے کہ شام کا سہانا وقت۔ ہر عروس چہنچہاں کام و شہرت ٹھنڈی ہوا میں۔ اودی ٹھنائیں کلیوں کا مسکراتا۔ پھولوں کا لکھلکھانا۔ رنگس شہلا کی چشک زنی جندلیب شیدا کی جانگنی ادھر جو بار۔ ادھر بگلوں کی قطار کہیں انہارا بدار کہیں ازار مست بار۔ کہیں فاختہ دستک زنان کہیں قمری کو کوکبان لا نہ کا لباس گلگون۔ کہیں نمونہ قدرت بیچون کہیں روشن کش کہیں بوسے خوش۔ ہوا فیض بیز غبار افشان و ہجت انگیز گل قدم کی زبان سے صدائے اللہ اکبر بلند ہو۔ مشک انہ کا لباس زعفرانی دلپسند ہو۔ گل چہنچہاں درغوش آب ہو۔ گل منھدی کی زنگینی اور طراوت لا جواب ہے۔ یہ تختہ گل فرنگی ہو۔ بارک اللہ کیا تازہ رنگی ہے۔</p>
<p>رہرو۔ یہ بھی اپنی قسمت کی خوبی ہے۔ اس تیرہ بجتی کے قربان کہ شب ماہ شب تار سے مبدل ہو گئی بس تو یہ صحرائے جنوں خیز و دشت و دشت ہار ہے۔ ہم ہیں اور دل داغدار ہے نہ لطف سیر نہ دیدار مہوشان برق رفتار ہے</p>	<p>لب جو دونوں دوستان صادق اور یاران موافق نے جا کر دم لیا اور حدیث حسن و عشق کو سر کیا۔ میان آزاد خانہ بڑا اس بہار روح افزا اور گھنگھوڑٹھا پر ہزار جان سے عاشق تھے۔</p>
<p>در دہر کسے بہ گلزار نہ رسید در شانہ نگر کہ تابعدار شاخ نہ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک دفعہ کچھ آواز سی کان میں آئی معلوم ہوا کہ بڑی دور سے کئی سوار ہو آ رہے ہوں شکار و برق رفتار گڑ گڑاتے اور چپکاتے ہوئے آ رہے ہیں میدان بھر گونج گیا این! اسوقت ہماری طرح کس کو تیا ہی آئی کہ سیر صحرائی دھن سمائی تر تر تر تر کرتے ہوئے بادر قنار گھوڑے چار تیلیوں سے اڑتے چلے آتے ہیں۔ یہ کھائی بھاندی دن سے وہ نالی پر اچک اے زن سے ایک دفعہ ہی بجلی جو بجی تو گھوڑے ان کے سر پر بٹھے دیکھا کہ چار پانچ سوار حسب چالاک طور میں پر سوار سبزہ زار پر بہار میں اشجار تیار کے سایہ میں کھڑے ہیں گھوڑے ہنہنہ رہے ہیں۔ چمک رہے ہیں۔ یہ کوڑا گرائے وہ پونچے وہ چکے یہ آ رہے جو شہدینہ سبک خیز ہے۔</p>	<p>چون نکلت گل چمن در آغوش چون زلف نسیم خانہ بردوش خاتون شبنم برقع نیلی سحاب سے صورت زیبا چھائی آ کالے کو سون تک وہ تار کی چھائی کہ الخفیضہ اتھی یہ شبنم جو رہی</p>

<p>بنال بلبل اگر بانست سر یاری ست کہ مادو عاشق زاریم دکار مازاری ست</p>	<p>زمین پر قدم ہی نہیں رکھتے۔ گھوڑے میں یا پری لٹھ اٹھ یہ شان دلبری۔ رگ رگ میں سرعت بھری ہے۔ جسے دیکھو برق دم پری چم</p>
<p>رہو۔ معقول! یہ ابھی ہوئی واقعہ۔ دونوں سودا کی ملگے اب دیکھیے کوئی دیر میں دال میں جوتی بٹا ہی چاہتی ہے۔ خوب ہی گلچن ہوگی۔</p>	<p>قدم باز ایسے گویا زیر پا موج دریا ہو سبک خیز اس قدر ہلنے نہ پائے پیک پانی</p>
<p>پانچون سوار گھوڑے پر سے اتر پڑے اور سب نے میان آزاد سے مصافحہ کیا۔ رہر دے ہوش پران کہ واہ سے آزاد کیا دم کے دم میں پردہ بال ملا یہ گویا برسوں کی ملاقات دانت کاٹی روٹی ہے۔</p>	<p>رہو۔ ادھر آسمان پر ادھر زمین پر بجلی چمکے ہی ہو ابھی بھرمین تو فلک الافلاک پر ٹھکلی لگا میں لیکن حضرت یہ فوجی آدمی ان سے باتیں کرتے ہوئے ذرا روح کا پتی ہو۔ یہ لوگ بات پیچھے کرتے ہیں چائنا پہلے دیتے ہیں۔</p>
<p>اتنے میں موسلا دھار میچہ برسے لگا اور میان آزاد رہر کا ساتھ چھوڑ کر سوار دن کے ساتھ ہو رہے۔ آزاد۔ یہ باغ ہو اور چوڑی فراغ ہو اور احباب لطیفہ گو ہوں اور اصنام عربہ جو ہوں۔</p>	<p>آزاد۔ ہوٹھ۔ چائنا! اسکا تو ذکر ہی نہ کیجیے۔ یہاں مرد میدان میں دیکھیے ہم پر بال ملاتے ہیں۔ ابھی باتوں میں لگاتے ہیں دیکھیں تو میں کون۔ آئے کمان سے۔ غم کدھر کے میں یہ کمربان آزاد نے۔</p>
<p>شمسوار۔ حضرت آپ ہمارے ساتھ چلیے تو ساری داستان سینے۔ مگر رقابت کی سند نہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ ماریے۔ قول ہاں پرسوں یہاں ایک پری ویش نظر ٹری جسد م سے آنکھ بڑی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ فہم کو رو بیٹھا۔ دن ہو اور گریہ و زاری شب ہے اور آخر شماری۔</p>	<p>پوچھا تم لوگ خیل کے خیل جاتے ہو کدھر کو صورت سیل شمسوار۔</p> <p>نہیں تاب کہ دیکھوں جال صنم مجھے خوبی دیدہ دری کی قسم رخ حسن کی جلوہ گری کی قسم غم عشق کی پردہ دری کی قسم</p>
<p>صد شعلہ خون رخیت بہ آشفستہ سرا زد پیچہ خرکان کہ بخون جبگرم</p>	<p>اے صنم یہ قسم خدا سے ڈر قافلے والو اک ڈرا ٹھہرو</p>
<p>دوسرا سوار۔ آزاد کے کان میں چپکے سے (انکو بہت نہ لگا کیے گا۔ در نہ پچھتا ہے گا اور دست حسرت ملکر رہا ہے گا یہ گھر بار چھوڑ کر وطن سے ننھ موڑ کر خون کی انگلی درخت کی تنگ میں اس طرف نکل آئے ہیں۔ یہاں ایک کافر بزر نظر پڑ گئی اور بت عربہ جو غالیہ موت سے نظر لگ گئی لیکن وہ عقیقہ</p>	<p>ہاں سزاوار ہر سزا میں ہم حال میں اپنے مبتلا ہیں ہم</p> <p>عاشقا نہ مزاج رکھتے ہیں آزاد۔ اہا ہا ہا۔ آئیے مصافحہ تو کریں۔ آپ بھی عاشق مزاج چمن طبع باغ و بہار جوان طر حدار نکلتے۔</p>
<p>خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو</p>	<p>شمسوار۔</p>

و پاکدامن عصمت آب عفت قباب ہو چندے آفتاب
چندے مانتا ہے۔

قد و قامت آفت کا ٹکڑا نام | قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

اُس کے جال بالکمال نے آپ کی آتش جنوں پروا بھی دیا
کا کام کیا بلکہ انکا کام ہی تمام کیا۔ اب آپ ہاں میں ہاں
نہ ملایے گا بات ٹال جائے گا۔ ورنہ انکا خدا حافظ ہے
آئندہ اختیار بدست مختار۔

قیس اسوار رح حق یوں ہو کہ ہلاکی صورت پائی ہو۔ کیا آن بان
کیا شان دلربائی ہے۔ اول تو شباب سپرے آب تاب جوش
جوانی اور شکل لورانی۔ قادر مطلق نے کل خوبیاں جو ہوشان
ظنا زو سرا پا ناز میں جا بہیں اسین کوٹ کوٹ کر بھری ہیں
رگ رگ میں شوخی لیکن پاکباز پاکدامن۔ ۵

حیا بہ پیش رخت چشم بستہ سے آید

ادب بہ بزم تو صد جانستہ سے آید

ازاد۔ دیکھیے میں سراغ لگاتا ہوں کل ہی تو کچا جھٹا سنا تا
سیج کون۔ صورت دیکھی ہو تو آسمان بھٹ پڑے۔ لیکن ۵

کس کو رین غوی دل جا کے اغدا | دلدادہ گرفت مرغ دلبر ندیدہ ہوا
پوچھا سوار۔ کیا فوب بٹ شد و شد مسیحا فو مبتلا مرض ہیں تو
مرض اچھا ہو چکا بس۔ اب مرض عشق کا خدا ہی حافظ ہو۔ ۵

مژدہ بادا سے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیا رہیں

الغرض ہوا کھاتے او گبین اڑاتے ہوئے سب کے سب
داخل منزل مقصود ہوئے۔

میان آزاد تو جشیون کے استاد ادب آموز دامت و فرا د
تھے ہی رات بھر تو سوار دن کی ٹکڑی میں جبین سے بسر کی
لیکن ادھر مرغ سحر نے بانگ دی ادھر میرے شیر نے

کچھا رکی راہ فی۔

کہان کہان۔ اسی حضرت کہ ہر کی سدھیان ہیں۔ ترکے ترکے
کیا وحشت گھبرا کہ یا نون پر سپر سوار ہو گیا۔ خدا ہی خبر کرے
تو میان آزاد کیا کہتے ہیں۔ حضرت چلیے ذرا شہر کی توسیر کر آئیں
کسی سے پوچھیں کہین پتا لگائیں۔ جی چاہے تو آپ بھی چلیے
نہ دو ایک بگڑے دل سیلائی جوان مگر کس کے لیس ہو گئے۔ بس
چلیے چلیے۔ تو مست و غر نخوان۔ کبھی خندان۔ کبھی گریان۔
چلتے چلتے شہر میں داخل ہوئے۔ اہو ہو ہو۔ شہر تو خوش سواد ہو
لیکن بھی کھیلوں کی بھین بھین نے سم ڈھایا۔ ناکون دم آگیا
جس گلی کو پے بازار منڈی میں جاؤ بھین بھین۔ اسی توبہ۔
کیا جانے کھیلوں کو میان کے باشندوں سے کیوں عشق ہو۔ ایک
رہروئے سنا تو جوش وطن سے بولا کہ قبلہ یہ اس شہر کا قصور نہیں
آہ کی آنکھوں کا فتور ہے۔ عینک چڑھائی مگر بھڑکی بات سمجھیں
نہ آئی۔ این! سمجھو تو عینک سے کیا کام ہو معقول مار دن گھٹا چھوٹے
آنکھوں صاحب مطلب یہ ہو کہ عقل کی آنکھوں سے کام لیجئے
کھیاں کیونکہ نون بھلا۔ آخر آم کی فصل ہو کہ دل لگی اور بالکی آم
آم ہوا۔ ہمارے ہوش میں تو اس کثرت سے کبھی بور ہی نہ آیا
شاخیں بھٹی پڑتی ہیں منزلوں سفر کیجیے آم ہی آم چورفہ باغون میں
انظر آئیں اور بور کی خوشبو تو داہ جی واہ جی خوش ہوا جاتا ہے
بے اختیار جی چاہتا ہے کہ باغون ہی میں لوٹ لگائیں غلہ کی
گرانی سے جو مشر ٹوٹا تھا وہ آم کی ار زانی سے دور ہو گیا اب
غریب غرابا دو وقتہ آم ہی آم چکھتے ہیں۔ بہہ شہا بھی روٹی اولہ
گوشت کے ساتھ انہ شیریں پر چا تو تیز کرنے ہیں لیکن حضرت
جو لوگ باغون میں آم کھا رہے ہیں انکی برزاجی پر شیطان کی
چٹکا رام تو گلی کو چون میں چپے پڑے ہیں ٹکے سیر نہیں ٹکے نہ

لگا دیے لیکن جہاں کسی بھلے مانس نے راہ چلتے کوئی اکٹھا کیا اور بس جھٹ پڑے ابھی پرسوں ہی کی تو بات ہو کہ یہاں سے کوئی چار کوس پر ایک مسافر میدان میں راہ راہ چلا جاتا تھا اتفاق سے ایک کاناکھڑا آم ٹپ سے زمین پر ٹپک پڑا مسافر کو کیا معلوم کہ کون ادھر ادھر تاک رہا ہو۔ دیکھا تو سناٹا چپکے سے آم اٹھا لیا۔ لیکن ۶۔ مچھلی کو کیا خبر تھی کہ بانی میں سٹست ہو؟ اٹھانا تھا کہ دو گنور دل لٹھ کا ندھے پر ڈالے مار سارے کا۔ مار سارے کا۔ مار سارے کا کرتے ہوئے نکل آئے۔ کھڑ بڑکھڑ بڑ۔ مسافر نے آم جھٹ زمین پر ٹپک دیا لیکن ایک گنوار نے آتے ہی بے نقط سنانا شروع کیا اور دوسرے نے گونسا تانا۔ مسافر بھی چھری آدمی۔ آگ ہو گیا وہ ماسے غصے کے بدن تھر تھر کا پٹنے لگا۔ ایک دفعہ ہی آؤ دیکھا تاؤ بڑھ کے جو ایک چانٹا دیتا ہو تو ایک گنوار بڑکھڑا کے بڑھکیاں کھاتا ہوا دم سے زمین پر۔ دوسرے نے جو یہ کیفیت دیکھی تو لٹھ تانا۔ لٹھ کا تانا تھا کہ راجپوت غلی ڈوب کر جا پونچا اور ایک آنٹی جو دیتا ہے تو حضرت چار دن شانے چٹ جیسے گون کو کوئی شخص بھینسے پر سے لڑھکا دے ارار دھون بات تیرے کی پھر اٹھا پھر چھری نے اڑنگا دیا تو دم سے زمین پر آ رہا۔ دون دھون بات تیرے کی اغرض ایک گنوار تو چانٹا کھا کر اپنا سامنہ کر رہا اور دوسرے کا کچھ مر ہی نکل گیا اور کل ہم بھی بھینسے تھے رشتہ جو آئی تو ایک درخت کے سایہ میں دو پہر یا منانے بیٹھ گئے بیٹھنا تھا کہ ایک ترٹے گالی دی۔ اب سینے کہ گالی تو دی ہم کو لیکن ایک پہلوان بھی قریب ہی بیٹھا تھا۔ سنتے ہی جھٹ گیا اور چپتے ہی کو بے پر لاد اور کو بے پر لاتے ہی زمین پر پکڑا تو دھکا

سے گرے۔ مگر منہ کے بھل پہلوان تو داو پیچ سے واقف۔ معاً چھاپ بیٹھا اور فوراً ہٹے گاٹھ لیے اور ہل سینگڑا باندھ کر آسمان دکھا دیا۔ اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ چڑھ جاؤ پڑ پڑ اور آم پتے پور نہنی جو پاؤ تو پڑ پڑ کر چھینک دو پڑ پڑ ڈالو۔ لیکن لوگوں نے سمجھا یا کہ استاد جانے دو۔ اسی گالی دینا تو ان کا دل سا کام ہے۔ یہ تو ان کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں یہ اسی لائق ہیں کہ خوب دھین۔

آزاد۔ وجہ آخر کوئی وجہ تو دھننے کی بیان کیجیے۔ ای صاحب ایسا نہ کریں تو باغ بھر مسافروں ہی کے لیے وقف ہو جائے ایک ایک مسافر پڑ کا پڑ مع چڑ اور چھینک کے چٹ کر جائے۔ اور ڈکا رنگ تو بے نہیں۔ آپ تو سمجھے کہ یہ ایک آم پر کٹ مل کر اتنا نہیں سوچتے کہ ایک ہی ایک کر کے ہزار ہوتے ہیں اس کید اور احتیاط پر تو یہ حال ہو کہ ہزاروں آم مسافر لوگ نوش جان کر جاتے ہیں اور جو کمین اتنی تو تو میں میں نہ ہو تو معاذ اللہ خدا جانے کیا ستم برپا ہو۔ باغ والا تو بلیٹ ہی جائے۔

ظراف

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مرد آدمی اپنے لڑکے کو گودی میں پے ہوئے تھپکی دے دے کر سلا رہا ہو اور پہلا رہا ہو جاری نہ دیا تو آ کیوں نہ جا۔ میرے باپ کو گود سلا کیوں نہ جا۔ میان آزاد ایک دل لگی باز آدمی قریب جا کر اس سے پوچھتے کیا ہیں کیوں میان یہ تمہاری گود میں کسکا پلہ ہے۔ وہ بھی حاضر جواب آدمی۔ جیسے ہی اٹھوں نے پوچھا کہ کسکا پلہ ہے۔ ویسے ہی اُس نے کہا کہ مت بھونک بلا پڑتا ہے۔ ڈوریے کا انگرکھا پن لیا اور چلے میٹھ پناہ بن کر۔ بڑے نستعلیق پیدا

اٹھے اور روانہ ہوئے خراف کے مکان پر۔ کیون حضرت اب لمبی تانے پڑے سویا ہی کیجیے گا۔ یا اٹھتے گا بھی۔ یا آتی ۷

شب نیمہ گذشت و صبح سوزد | اے مرد خدا خواب تاکے

کیا گھوڑے بچ کر سوتے ہو بھئی اتنی خیر۔ واہ رے ماچا توڑا ہو ہو ہو کیا وقت بہار ہے۔ اور کس جو بن پر سبزہ زار ہے۔ اے غافل

اٹھو یہ وقت خواب نہیں۔ عالم بہار ہے نسیم سحری غنچہ باری ہے پڑے خرافے لیتے ہیں بارے میان خراف گھبرا کر اٹھتے اور

پھر دم سے چھ کھٹ پر۔ این ایشا اللہ میان خدا کا نام لیکر اٹھتے تو کھٹے ہونا چھپا ک سے شا باش ہر نیم خیز ہو کر بھیڑ کھٹک رہے۔ تب تو میان آزاد نے ہاتھ پکڑ کر ہلا یا شفق۔ مشفق۔

اے شفق میان ساتن بج گئے۔ اٹھتے مگر آنکھیں نیم باز۔ پھر کھٹ سے بانستی کی طرف سر کر کے پڑے۔ اتنے میں اُن کے دو چار

دوست آشنا اور آئے۔ اللہ اللہ ہم دو کوس سے آئے یہاں ابھی چھ کھٹ بھی نہ چھوٹا۔ بھئی بڑا سونے والا ہے۔ اُف فوہ

کچھ ٹھکانا ہے۔ ہم نے غسل کیا۔ حقہ پیا۔ دو چپا تیان کباب کے ساتھ کھا لیں۔ نیمہ ہاتھ دھو یا کپڑے پہنے۔ اُن سب کو ان کے

گھر دن سے لیا پو قدے خرامان خرامان بہان تک آئے یہ ابھی خفتن ہی کا صیغہ گردان رہے ہیں۔

دوسرے نے کہا اے انپریانی ڈالیے یاران سر پیل نے مٹھ پر

چھینٹے دینے شروع کیے۔ کسی نے کان میں پانی ڈالا۔ کسی نے بستر پر۔ تب تو حضرت گھبلائے اور انتہا کے جھلائے۔ دیکھو

دیکھو۔ بائیں بائیں نہیں ملتے۔ واہ ابھی دل لگی نکالی ہو گئے صلاواتین سنلے۔ اے صاحب ذرا آنکھ تو کھولے۔ نہیں

کھولتے آپ کا کچھ اجارہ ہے۔ دیکھیے یہ میان آزاد تشریف

ہوے ہیں میان آزادی باچھیں کھل گئیں کہ خیر سے ایک خراف تو ملا فوراً ہاتھ ملا یا گلے لگا یا۔ پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا یا اس وقت تمھاری حاضری جانی سے جی خوش ہو گیا واللہ خوش مذاق آدمی ہو کیون نہو استاد لے اب چلو ذرا اپنے شہر کی بہن میرے تو کرا لاؤ کچھ عجائب و غرائب کچھ حسن و جمال کچھ علمائے باکمال کا ذکر مذکور فرمائیے ہم غریب الوطن مسافر ہیں۔ ۷

خسرو غریب ست و گدا افتادہ در شہر شما | باشند کہ از بہر خدا سوے غریبان ہنگری

ظریف۔ ہم تار گئے۔ ہم بھانپ گئے شہر کے باہر دیکھیے گا لکھت یا اندر۔ آزاد۔ جہان جانیئے۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست | می بردہر جا کہ خاطر خواہ دوست

ظریف۔ سینہ قبلہ۔ اس شہر میں نوازدین ایک محلہ ہے خوش ہواد محاکا ہے کہ مکان ہے۔ بلکہ مکان کیا باغ جنان ہے۔ پھر جہان جنان ہو وہاں حور کیوں نہ ہو۔ لیکن حور دور از قصور ہے۔ شمن صبر و شکیب ملائک نظر فریب۔ مگر مجال کیا کہ کوئی تاب نظارہ لا سکے۔

آزاد۔ پھر کب۔

ظریف۔ کل شام کو چھٹے وقت۔

آزاد۔ اچھا رخصت۔

ظریف۔ فی امان اللہ۔

میان آزاد کی رگون میں خون کے عطر پارہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ پھر ایک جگہ انکو چین کمان کھچی اس محلے میں کبھی اس محلے میں چوہ طفرہ باولے گتے کی طرح گھومتے پھرتے تھے شب کو سوار دن کے پاس بستر جمایا۔ بسیرا لیا۔ صبح ترے گجس دم

کہیں بھرنہ ٹھک رہے گا۔ آپ کی نیند سے ہم ہمارے۔
معاذ اللہ لے اب رخصت۔

ظراف۔ ہر بفر رفت مبارکباد
بسلامت روی و باز آئی

سب صاحبوں کو خدا کو سونپا۔

نفاق کیا شیطان کی آنت ہے

ظراف۔ اور باتیں تو بیچے ہونگی۔ پہلے آپ اس بات کا جواب
دیجیے کہ آپ کھانے والے سے تو فرغت کر کے آئے ہیں نہ یا
یہاں ہی ڈھکی دبیجے گا۔ آج ماہا علیہل ہو گئی ہے اور گھر میں کچھ
طبیعت ناساز ہے۔ بندے نے روزے کی نیت کی ہے۔ آپ بھی
روزہ رکھ لیں۔ خوش روزے کا خوش روزہ دراج کا اجڑا دھیر
حکمت عملی کی رو سے بھی روزہ جائز ہے۔ (ع) بچے خوش ہو کہ برآمد
بیک کرشمہ دوکار ہے۔

آزاد۔ ایسے خوش روزے پر تین حرف۔ اجر کی یہاں خوش
نہیں اللہ میان ہمیں یوں ہی بخش دینگے اور حکمت کو آپ
گل حکمت کر رکھے اچھی سنائی۔ واللہ تم بڑے دل لگی باز
آدمی ہو۔

ظراف۔ جی تو کہیں دل لگی کے بھروسے بھی نہ رہے گا ہاں
بندہ کھرا آدمی ہے۔ اہو ہوں ہو۔ خوب یاد آیا مولوی صاحب خط
لکھنے کو کہ گئے ہیں۔ خیر دو پیسے کا یہ بھی خون سہی۔ کل بھی
روزہ رکھنا پڑا۔

آزاد۔ ہم تو آپ کے خیر خواہ ہیں۔ وہ تدبیر تائین کے ٹکے کے
غرض میں پیسا ہی صرف ہو۔ مگر ڈبل۔

ظراف۔ وہ تدبیر کیا ہے بھی ذرا بتائیے تو ہم بھی سن رکھیں
داشہ آید بکار۔

لائے ہیں۔ بے حقیقی بھی تو کتنی۔ اسیٹھے۔ ادھر مولوی صاحب
کھڑے ہیں اتنے تو پیسے۔ یار عزیز درع۔ نام خدا ہو جو ان کچھ تو
نیا چاہیے ہاں سو سو کے غصہ پھیلا رکھی ہے۔
مولوی صاحب ابھی حضرت۔

ظراف بھی دق نہ کرو ہمیں سونے دو۔ واہ لائے وہاں سے
اجی حضرت یہاں مارے نیند کے ہر حال ہی آپ کو دل لگی
موجہتی ہے بس اب ہم سے نہ بولے گا۔ آپ کو تو کچھ کرنا
نہیں ہے۔

آزاد۔ یا حضرت کورنش ہے۔

ظراف۔ اور نیپے یک نشد دوشد۔ آپ اور آئے وہاں سے
جان کھانے سویرے سویرے آپ کو بلایا کس نامعقول نے تھا
بھلے مانس کے مکان پر جانے کا یہ کون وقت ہے۔ پھلڑ کے
ترے مستند کچھ بندہ آپ کا قرض تو نہیں چاہتا ہے۔ چلیے بس
بوریا بدھنا اٹھائیے۔ ٹوٹا ہوا اور مستند کہیں اور جا کر نہیں ملتی
شاید رات کھین کھول کر اناہ آپ ہیں معاف کیجیے گا حضرت
آزاد میں نے آپ کی آواز نہیں پہچانی۔

مولوی صاحب۔ میں بھی مجر اعرض کرتا ہوں کیہے خاکسار
کی آواز تو پہچانی۔ یا کچھ میں میکہ ہے۔

ظراف۔ اناہ جناب مولانا ہیں تسلیمات عرض ہے معاف
فرمائیے گامین اپنے آپے میں نہ تھا۔

مولوی صاحب۔ اور حضرت اتنا بھی نیند کے ہاتھ یک جانا
کیا بھلا کوئی بات بھی ہے۔ آٹھ بج چاہتے ہیں اور آپ پڑے
سو رہے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ۔ کیا کل رت جگا تھا۔ خیر بندہ تو
اب رخصت ہوتا ہریل کا وقت قریب ہے آپ حکیم صاحب
کے نام خط لکھ بھیجیے گا مگر بھی ابھی۔ ہاں ایسا نہ ہو کہ دیر ہو جائے

آزاد۔ اچے اب پیسے والے ٹکٹ جاری ہوئے ہیں۔ پوسٹ کارڈ
لفافہ اور خط سب ایک میں ایک طرف مطلب لکھے دوسری
جانب لفافہ کوئی ایسی ہی پوشیدہ بات لکھنی ہو تو مجبوری پر درج
ایک پیسہ کافی ہے۔ چار دھڑی کا پیسہ ڈال دیا اور خط
روانہ کیا۔

ظراف۔ دانشدار سے میان۔ ایک ڈبل کا خط۔ بھی انگریز
بڑے حکمتی ہیں کچھ ٹھکانا ہے۔ وہ وہ ایجا دین کین کہ عقل خود رنگ
ہو۔ کلین وہ ایجا دین کہ وہ جی واہ۔ خود گراف میں وہ حکمت
نکالی کہ نہجان اللہ ایک روپیہ دیجیے۔ دم کے دم میں
تصویر بیچیے کیون صاحب وہ پوسٹ کارڈ کمان بکتے ہیں
ہم ابھی منگوا سینگے۔

آزاد۔ پوسٹ کا ڈنہ کیسے۔ پوسٹ کارڈ کیسے۔ ڈاکخانہ میں
ملین گے۔

ظراف۔ روشن علی۔ روشن علی۔ ڈاکخانہ سے جا کے ایک
آنے کے پوسٹ کارڈ کے آؤ۔

روشن۔ مسکرا کر میان میں دیہاتی آدمی ہون انگریز ہیں
پرٹھا ہون۔

ظراف۔ ارے بھی تم کتنا کہ حضور وہ لافے دیجیے جو پیسے
بکتے ہیں اور جس میں خط اور لفافہ دونوں ہوتے ہیں جا بھٹ
سے کتے کی چال جانا اور بلی کی چال آنا۔

روشن۔ اچے مجھ سے کیسے تو میں گدھے کی چال جاؤں اور
بس کھوپڑے کی چال آؤں۔ کل میان ڈاک والے بھکوا پگل
بنائینگے اور تم تو ہو ہی جس نے جو کمدیاں لیا بھلا آج تک
کبھو پیسے کو بچھا بچھا لافہ ملا ہے۔

ظراف۔ اے بے مرد و بے سحر اس محبت سے کیا واسطہ ہو بھی کیا

زمانہ ہے آدمی ملا وہ بھی منطقی۔

روشن۔ (تھوڑی دیر کے بعد) لوسیان لے آیا سچ کتے تھے
مل بچھا بچھا کیا کھلونا ہے۔

ظراف۔ لاؤ دیکھو تو۔ واہ واہ واہ۔ اہا بابا۔ اہو ہو ہو۔
کیا بات نکالی ہے کہ بس قلم دوات لاؤ جلد لاؤ ابھی لاؤ اسے
لایا۔ ہونچا۔ جلد قدم پرٹھا۔ چلا کہ میں ہونچوں۔

روشن جو جلدی جلدی دوڑے کہ میان ٹھوکیں نہیں تو کیچڑ
میں بانوں بھسلا اور دھم سے وہ گرے گڑ گڑ بھٹ گڑا دینا لگا
بچھڑا کی مار۔ ٹانگ کی ٹانگ ٹوٹی اور اچر سے گالیان کی
گالیان ٹھین۔ بکری کی جان گئی گل کھانے والے کو مجا (مڑا)
نہ آیا۔ چل بیٹھ دو رہو میرے سامنے سے۔ میں خیرے آؤنگا
میان ظراف بھٹ کے قلم دوات لائے اور بڑی خوشی سے
لکھنے بیٹھے۔ اب ذرا دل لگی دیجیے۔ حشر نے لکھنا
شروع کیا۔

بجناب فنسلیت انتساب حرمہ المتعین بدہ المتعین مجتہدات
صوری و معنوی واقعہ السنہ پہلوی دوری دبیر نکتہ دان۔ تبلیغ۔
طریق اللسان گل سرسبز بوستان فصاحت۔ کدیور گزار بلاغت
سیح الزمان۔ سبحان گیہان۔ افصح الفصحا۔ ابلاغ البلاغ۔ اکمل الکمل۔
المشہور فی المشارق والمغرب۔ زندہ دلون کی جان و روح
معزز من مدوح خلیل باصفا۔ دوست باد فامہر سپر نکتہ رانی
انسان جبین خوش بیانی۔ روکش بوعلی سینا حضرت حکیم مولانا جی
محمد سیح الزمان خان بہادر دام شمس ظلال کم لامعہ اے انشور
بعد تسوینج لوازم تعظیم و تبلیغ مراسم تسلیم و تعظیم کہ درخور ماند دیان
عقیدت شعارست معروض راے فیض انجلاے۔ ارے
لاحول ولا قوۃ۔ یہ تو پیسا ہی غارت گیا۔ مطلب خاک نہ نکلا

اب لکھیں کمان جگہ تو باقی ہی نہیں۔ بڑی ٹھہری صفت میں ایک پیسا گیا گذرا۔

آزاد۔ جلو جانے دو۔ اب غم کا ہے کاہی۔ دوسرے پر لکھے طراف۔ بہت خوب لکھ کر لکھے بیٹھے تو لکھتے کیا ہیں کہ حضرت طویل القاب اور لمبا چوڑا آداب اور تکلف کی باتیں اور نگین نویسی لوندنی گری اور لوک جھونک اور فصاحت و بلاغت سب بر طرف۔ ہم نے طول نویسی کو اب طلاق دے دیا۔ اختصار مد نظر ہی اور میان۔

کار دنیا کے تمام نہ کر دے ہرچہ گیر یہ مختصر گیر یہ

بس اب دوپٹی باتیں کر نیکی۔ توجہ میں آنا ہوں۔ لوٹیا فرستادہ صوفی رسید وہ دل کے ولولے وہ جوش و خروش کی باتیں وہ رمز و کنایہ کی نگاہیں سب کو بر طرفی کا پروانہ دیا وہ بیکے بھر کے آداب وہ دس دس کھیت کے برابر القاب وہ مزج پرسی وہ دعائے خیر سب پر اوس پڑ گئی۔ وہ کچا چٹھا کہ سنانا چینی کی پوٹوں کا حال بتانا۔ کچ بچ اندھے بچوں کی خیر دعائیں سب روانہ سوئے کالعدم کالعدم۔ اب ہم بالکل مختصر لکھیں گے قسم کھانی ہو کہ جب قلم اٹھائیں گے۔ دس سطروں سے زیادہ نہ لکھیں گے نہ لکھیں گے بھی قسم قرآن کی نہ لکھیں گے اس میں چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے چاہے آسمان کا آسمان پھٹ پڑے چاہے جو ہو سو ہو۔ بس قول مردان جان دارو۔ اور اب آپ بھی اس پرانے فشن کو چھوڑ دیجیے ہم تو صریح مطلب سے مطلب رکھیں گے۔ جھوڑا داند دور چنے دور۔ اخطاب جمل سے طبع خاکسار ملول۔ وہ خط لکھوں کہ عرض ہونہ طول۔ خیر اب حاصل مطلب تو سنئے وہ یہ کہ مولوی۔ اسے اب آگے آیت یہ خط بھی گیا گذرا۔ اب جگہ تو تمل رکھنے بھر کی بھی باقی نہیں

لا حول ولا اچھی کفایت پر کمر باندھی تھی۔ بیچے بات کر کے کرتے دو پیسے کا خون ہو گیا اور مطلب نہ نکلا۔ اس سے دو پیسے کا ٹکٹ لاتے تو واللہ ہر کھڑے کا کھڑا لکھ ڈالتے اور نہیں تو کیا۔

آزاد۔ میں دیکھوں تو آپ نے لکھا کیا ہے۔ اللہ اکبر یہ پورا کچھ ٹھکانا ہی یہ تو آپ نے اپنی جھٹی کا کچا چٹھا کہ مسایا ہے۔ اے صاحب مطلب سے مطلب رکھیے بہودہ نہ بہت بکے خیر اب آئے گھر سے آئے۔ اب بسم اللہ کر کے تیسرے خط کو داغی بیچے لکھنا شہید قلم کو رد کے ہوئے۔ ایسا نہ کہ اب کی بھجولا نی پر آجائے اور تھکے بھل کر کے وہ ٹھوکر کھائے کہ بول ہی جائے بس خاص مطلب لکھو۔ یہ بحر طویل مہی تباہی خرافات و اہیات مجنون کی سی بڑا آپ کیا لکھ مارا کرتے ہیں۔ اب کی سنبھل کے لکھیے دشت بھی تو کتنی۔

طراف۔ اچھا صاحب یون سہی اب کی خاص خاص باتیں لکھو۔ بس جھوڑا داند پر طلاق (لکھنے لگے)۔

جناب فضیلت آفتاب مولانا محمد مسیح الزمان خان بہادر مظلّم العالی الی یم الفشور سپس تسلیم بعد عجز و الحاح و ہزاران ظہر خشوع و خضوع التماس میرود کہ احوال اینجا بفضل ایزد متان مقرون صحت ست و اعتدال فزاج و باج از بارگاہ صمدت نیکو خواستگار۔ ما حاصل اس تحریر کا یہ ہے کہ اختصار کے ساتھ لکھوں حسین ایک ہی پیما صوفی ہو گل باتیں بالتفصیل و التوضیح لکھنا خلاف عقل و حکمت و منافی آداب و ذاک خانہ و مصلحت و کفایت میں اب اصل حال عرض کروں قبلہ و کہہ دو گنجائش خیالات بہت اس پیچھے نفاذ پر بہت خیالات بشمار کا لکھنا اب دریا بکوزہ بیودن ست و آفتاب بگڑتا ہم جس قدر لکھ سکتا ہوں اس سے

دریغ نکر دنگا۔ مگر میں لکھون کیا کاغذ کو جو دیکھتا ہوں تو ایک رخ
سب کا سب لب گیا۔ دوسرا رخ لکھنا پڑا مگر ع۔ ع۔ ع۔
تھوڑی حسرتیں دل میں بہت حاجی اب مطلب سنو۔ باتیں
ہوا ہی کرینگے۔ واللہ اس وقت جی چاہتا ہو کہ قلم کو کڑکڑا دوں
میں تو تو سن خامہ کو ایڑ لگاتا ہوں۔ اور جولا فی طبع دکھاتا ہوں
پھر اس میں ع۔ ہرچہ بادا باد مکتبی درآب انداختیم مگر یہ ڈوبی
وہ ڈوبی چل چل چل۔ ای لودہ نہ پرہیز گئی ارے !
ارے غضب! اوصاحب تین پیسے پیسے یہ سب میان آزاد
کے نام لکھے گئے میرے تین پیسے بات کی بات میں آپ
کی نذر ہوئے حضرت یاد رکھیے گا۔ آپ چاہیں دین کا نہیں
حساب دوستان در دل۔ لیکن صلاح حضور ہی نے
دی تھی۔

آزاد۔ ای حضرت ہوش کی باتیں کیجئے عقل کے ناخن تلجئے
میں نے یہ کہا تھا کہ آپ تاریخ فرشتہ خط میں لکھ کر بھیج دیجئے یہ خط
ہی باطوار یا طول امل یا شیطان کی آنت خط کیا رائد کا چرخہ
ہی خلاصہ۔ ماشاء اللہ اتنے بڑے ہوئے خط لکھنے تک کی لیاقت
نہیں چلئے بس چپکے ہو رہے کہ دیا، سمجھا دیا سکھا دیا پڑھا دیا
کہ بس مطلب سے مطلب رکھو۔ آپ نے جرات قاب شروع کیا
تو خط ہی لب ڈالا۔ ایسے خط کا نہھ کالا۔ تم لوگ پرانے منش کو
نہ چھوڑو گے نہ چھوڑو گے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں آخر
اس اتنے بڑے القاب کی کیا ضرورت تھی کہ دبیر نکتہ دان اور
بلین طلیق اللسان اور افشان جبین حماقت اور مہر ملاوت
وجہات یہ خط ہی یا کسی کتاب کی تقریظ اور پھر دعا بھی وہ دی
جسکے لکھنے کو دین تھے چاہیں۔ مادام شمس ظلالکم لامستہ
اسپر اکفانہیں۔ اُس میں الی یوم النشور اور بڑھایا۔ ابے

واہ بے نادان لا حول ولا قوۃ واللہ تمھاری صورت سے نفرت
ہو گئی بس بے تکے بن کا آپ پر خاتمہ ہو۔
ظراف۔ واہ ری قسمت تین پیسے گرہ سے گئے اور اٹو گئے اٹو
بنے اور میان آزاد الگ لکھانے لگے۔ سچ ہو کے نقصان مایہ
دیگر ثمرات ہمایہ۔ اس ہدایت کے صدقے کہ القاب نہ لکھو۔
آداب کو توپ۔ دو۔ مزاج برسی کو پھر پر رکھو۔ ماشاء اللہ بھلا۔
آپ ہی لکھے تو جانیں لیکن قبل اب ایک ہی ٹکٹ رہ گیا ہو۔
خدا کے لیے بندہ درگاہ پر رحم کیجئے گا ذری۔ سورن روشن علی کو پھر
ڈاکھانے دوڑنا پڑے گا۔ بسم اللہ پھر قلم اٹھائے دیکھیں تو سہی
آپ اس ذرا سے کاغذ پر کل مطلب کیونکر لکھتے ہیں۔ اسکے لیے
تو مانی و ہزار اور کامل فن استاد چاہیے جو پتے پر باقی اور شیر
اور گینڈے اور چیتے کی دس دس تصویریں بنا دیں۔

آزاد۔ آپ اپنا مطلب خاص مجھ سے فرما دیں تو بھی لکھوں میں کچھ
سٹری تو ہوں نہیں آپ کی طرح۔

ظراف۔ میرا مطلب نیسے۔ یہاں خیریت۔ اپنی خیریت مطلوب
مولوی ضامن علی صاحب خدمت شریف میں پہنچے ہونگے انکو
اُس میں روپے کی اسامی پر نوکر رکھا دیجئے آپ کا عمر بھرا احسان
ہوگا۔ اور دعاے خیر دوں گا۔ یہ لکھاتے ہیں۔ خیر و عافیت مزاج
سے اطلاع بخشنے رہتے ہیں۔ بس اسی کو خوب بڑھا دیجئے۔

آزاد۔ ماشاء اللہ۔ بڑھا دیجئے ہی پھر کہا۔ پھر ہی جھک مارا۔
یہ نہ کہا کہ بس اسی قدر مطلب ہو۔ اسکو ختمار کے ساتھ لکھے خدا
کی ماریں عقل پر لاؤ لافانہ دیکھو یوں لکھتے ہیں۔

حضرت سلامت۔ مولوی ضامن علی صاحب پہنچے ہونگے
وہ تیس روپیہ والا عمدہ انکو دلا دیجئے تو احسان ہوگا۔ خیریت
مزاج کا طالب۔ ظراف۔ لودیکھا۔ اتنی سی بات کو اس درجہ

طول دیا کہ تین تین خط لکھے اور چاک کپے اور دونوں منحنی لیب
ڈالے۔ لاحول دلاقوہ آدمیت نہ آئی۔

ظراف مقول یہ اچھا بریدہ دم کٹا لٹڈورا خط ہوا سر پہ پوچھو
تو خط کیا دیوان غنی ہو جس میں ایک دو دو شعر کی غزلیں لکھی
ہیں اچھا اب لفافہ بھی تو لکھیے۔

آزاد لایئے پتا بتائیے۔

جیلپور۔

جناب حکیم مسیح الزمان بہادر۔

نیچے لفافہ ہو گیا۔

ظراف سیکھوں۔ اشعار اشد۔ اچھی بعونہ تقائی کمان ہو۔ اچھی

لفافہ ہذا در شہر جبل پور کمان ہو۔ بجلا خط اشرف واقدر جناب

مستطاب حضرت حکیم مسیح الزمان خان بہادر کمان ہو۔ بوقت

نیک در کد کمان ہو۔ تاریخ کمان ہو۔ میر نام کمان ہو۔

آزاد کا نام ہو تو فون کی فہرست میں ہو۔ تاریخ کتب فروش

کی دکان پر۔ اگر بوقت نیک نہ لکھے گا تو شاید خط نہ پہنچے گا۔

کیون؟ واہ ری عقل۔

ظراف اچھا صاحب تو خط میں ابھی گنجائش ہوائیے میں بھی

دو چار سطریں بڑھا دوں۔

حضرت نے جو کھنا شروع کیا تو لفافے کی طرف بھی لکھ ڈالا۔

اور لکھتے کیا ہیں کہ۔

تھوڑے لکھنے کو بہت سمجھے گا۔ مختصار کو گستاخی پر محمول

نہ فرمائیے گا بندہ نیاز مند قدیم اور نمک پروردہ ہوں۔ اب

کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی۔

از دست گدا سے مینو ناید بھیج

یہ شعر کسی فصیح شاعر کا ہے۔ مگر مصداق حال خاکسار

جز آنکہ بصدق دل دعا کی کنند

یہ شعر کسی فصیح شاعر کا ہے۔ مگر مصداق حال خاکسار

آزاد۔ ہائیں۔ ہائیں۔ ہائیں۔ غارت کیا نہ اسکو بھی۔

ظراف۔ کیوں۔ کیوں آخر میں نے کیا کیا جگہ باقی تھی پیسا

پورا تو وصول کرنے دو۔

آزاد جی پیسا نہیں ایک آنہ وصول ہو گیا۔ اسکی بھی خبر آگئی۔

اب اور منگوائیے۔ ایک ہی طرف مطلب لکھا جاتا ہے دوسری

طرف نقط لفافہ۔ آپ سے تو عرض کر دیا تھا ہم نے۔

ظراف۔ لاحول دلاقوہ۔

روشن۔ میان اب میں نہ جانے کا۔ آپ ہی ڈاکخانے

جائیں میں یہاں گھر رکھانا ہوں۔

ظراف۔ رہا تھ مل کر تو۔ توبہ توبہ۔

میان آزاد اپنے شفیق نیک نہاد و فرخ نژاد ظراف کو ساتھ

لیے ہوئے سیر کو چلے۔

آزاد نئے شہروں میں جب جائے عجائب و غرائب ضرور

دیکھے خدا کی خدائی ہمارا تماشا۔ یوں ہی تو کامل تجربہ ہوتا ہے۔ ع

بسیار سفر باید تا پختہ شود خفاے۔ اگر سے میں تاج محل دیکھ کر روح

خوش ہو گئی مولوی غلام امام شہید نے خوب ہی کہا ہے کہ۔

پھر جو روضہ نظر آیا تو وہ سماں آنکھوں میں سما یا کہ نہ دیدنے

خواب کی آنکھوں سے کبھی دیکھا۔ نہ شنیدنے خیال کے کا نون

سے کہیں سنا۔ اگلی یہ روضہ ہے یا خلد برین۔ آسمان ہے یا زمین

شہر اکس ہے یا سوہج کی کرن۔ گنبد ہے یا نور کا مسکن قبرستان ہے

یا روضہ رضوان مکان ہے یا جواہرات کی کان۔ جو تپتہ ہے

جواہرات سے ہتر ہے۔ صبح نے مرمر کے ایسی صفائی پائی تب

سنگ مرمر کی صورت بنائی۔ سنگ موسیٰ کو شعلہ تجلی نے طور پر

جلایا تب اس درگاہ کے صرف میں آیا کلس کا ساہ دریا میں

ایسا رہتا ہے جیسا برج آبی میں آفتاب۔ حوض میں چاند ایسا۔

نظر آتا ہے جیسے دریا میں جہاں دیوار میں منہ نظر آتا ہے۔ گویا آئینہ ہو جلا کیا ہوا گنبد سے دماغ تازہ ہوتا ہو گویا قرابہ ہو گلاب سے بھرا ہوا۔ صبح کی طباشیر سترکاری کے صرف میں لائی گئی جواب تک وہی نور کا عالم دکھاتی ہو رات کا مشک اور شفق کی زعفران پیش کر گارے میں ملائی گئی جو آج تک وہی خوشبودار مغ میں آتی ہو آفتاب کے ترنج کا عرق بخور کر ہاتھ کے پیالے میں موتی کی آب سے ملایا تھا جو چوٹے میں یہ نور اور ایسی صفائی ہو بہشت کے کافور کو شفق کے ساتھ آفتاب کی کھل میں پس کر صبح کے دامن میں چھانا تھا جو رنگ نے یہ آب و تاب پائی ہو۔ جالیوں کی نزاکت میں عقل کام نہیں کرتی کہ تجھ کو موم کر کے بال کا قلم پار کر دیا یا خیال کا جالا سمجھ کر نگاہ کی نوک سے جیسا چاہا کام بنالیا۔ ہر ایک جالی میں وہ ملاحظت ہو کہ دیکھنے میں نیپر کی حالت ہو۔ کاغذ کی وصلی پر حرفوں کا ابھرا ہوا معلوم بھی ہوتا ہو یہاں تجھ پر تجھ کی بچہ کاری کا نہ جو نظر آتا ہے نہ پیوند۔ اور جو ٹہن کہیں سے بست ہو نہ بلند بس شہید بس کہ اب لکھنے کی مت ہوس کر کلام کو طول ہوا جاتا ہو حاکم کے حکم سے عدل ہوا جاتا ہو۔ سحر بیانی تیری مشہور تیرے قلم کو ہر طرز کی تحریر کا زور اور مقدور ہو پر فرمائش سے مجبور ہو کہ نہیں عبارت لکھنے کی اجازت نہیں نہیں تو تجھے کس طرز کی تحریر کی طاقت نہیں لیکن یہاں بھی عجب کام کیا ہو کہ سادگی میں رنگینی کا رنگ دکھادیا ہو۔ سو بہ دوستوں کے سیر کے لیے گلزار آئینہ بہار ہے۔ اور حاسدون کی نگاہوں میں کھٹکتا ہوا خار ہے دہلی میں جامع مسجد کی زیارت کرتے ہی ہم نے جناب باری کا شکریہ ادا کیا اور مٹا نماز پڑھی اور سر بسجود ہوئے۔ جے پور گئے تو صلہ جلیس صفائی کا اس شہر پر خاتمہ ہو۔ اسکی صفائی کی تو قسم

کھانی چاہیے ایسا نادار در دلکش شہر خواب میں بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ ایک ایک مکان نمونہ جنان۔ ایک ایک محلہ غیر گلستان ہو۔ وہ کیا بات ہو۔ باغ ارم بھی اسکے مقابلہ میں بات ہو بنارس سبحان اللہ۔

از بنارس نزد مہم عام سست نیجا | ہر برہمن سپر بھیم رام سست نیجا
صد ہا مندر جو ہر ہر فلک کشیدہ۔ آسمان سے باتیں کرتا ہوا صبح و شام گھنٹہ گھنٹہ ٹھنڈا ٹھنڈا بج رہا ہو۔ کوئی بچہ پری دیوتا کو سج رہا ہے کہیں نوبت کہیں نقارہ۔ پنڈتوں کے پوبارہ۔ جب دیکھو دریا سے گنگا پر تماشائیوں کا ہجوم ہو۔ ایک ایک بچہ وہ پرتا ہو کہ بارک اللہ کوئی کھڑی لگاتا ہو۔ کوئی شیر کی پیرائی سیکھتا ہو۔ کوئی ملاجی چیرتا ہو جس گھاٹ پر جاوے۔ وہ چل پہل کہ میلا سا جام ہوا آؤ جچا فو۔ گرے گھاٹ کشتی پر کشتی آتی ہو اور ڈونگی پر ڈونگی جاتی ہو اور کلکتہ تو بس دید ہو نہ شفیق ہو۔ اک دارو سے مرگ تو وہاں نہیں باقی چڑیا کا دودھ تک موجود۔ ہفت اقلیم کی نعمت وہاں لے بیچے لگراں ذرا گرانی ہو۔ چھوٹے شہروں میں گرانی تو ہوا ہی چاہے گوشت گرانی ترکاری گرانی۔ مکان کا کراہ گرانی۔ آدمی گرانی سب اتھا ہو اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔ بمبئی بھی قابل دید ہو ایسا بندر نہ دیکھا ہوگا۔

ظراف سوائے باتیں سن کر جی بے اختیار جھجھکتا ہے کہ ابھی ابھی چلین مگر سمندر کا سفر تو خوب بات ہو اور اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ۔

بدربارہ در منافع پیشا راست | اگر خواہی سلامت بر کنار است
آزاد و خیر صاحب یہ باتیں ہوا ہی کوئی پہلے آپ اس شہر کی تو سیر کر لائیے۔

ظراف! چچا چچا آپ بھی کیا یاد کیجئے گا۔ آئیے چلیے دونوں کے

دونوں ساتھ چلے۔

دیکھیے یہ اسکول ہی۔

اتنے میں دو چار لڑکے اسکول سے نکلے۔ سب ہم سن اور کم سن۔ مگر ان میں سے ایک بڑا شیر۔ انتہا کا متفنی کسی پر دھپ جمانی کسی کو چپٹ لگانی کسی کے کان گرادیے۔ اپنے سے ڈیڑھ دو ٹون تک کو جیتا تا تھا۔ اور کا لاکو بلا جیپ رو بد قطع بد وضع کپڑے سب پٹھے پٹھے پرانے دھرانے میلے گچیلے روشنائی سے آستین اسکی صورت کی طرح سیاہ ہاتھ پائون پر اس درجہ گرد کہ خدا کی پناہ معاذ اللہ آزاد نے ظرافت سے پوچھا کہ کیوں صاحب یہ حضرت تو بڑے مرشد پرے سرے کے بد معاش ایک ہی گرگے معلوم ہوتے ہیں۔ ذرا دیکھیے تو اپنے سے دو نئے تک کی خبر لیتا ہو۔ مگر دیکھ لیجئے گا کوئی انکا بھی گرد پیدا ہو ہی جائے گا کسی روز ٹھونکے جائینگے بس پھر یہ سب باتیں بنانا بھول جائینگے ظرافت نے مسکرا کر چپکے سے کہا کہ میان خدا کے لیے ان کے منہ نہ لگتا انکے کانے کا منتہی نہیں یہ اسکول بھر میں مشہور ہیں جس طرف نکل جاتے ہیں انگلیاں اٹھتی ہیں۔ دودھ تو چوری کی عیلت میں دھرے گئے۔ ایک مرتبہ مار پیٹ کی وجہ سے چالان کو کچھ پوچھیے نہ۔ انکے مارے محلے بھر کا ناکون میں دم ہو ایسا خدا کی خوار تو کوئی دیکھا ہی نہیں۔ ایک روایت سنیے۔ ایک دفعہ حضرت کو شوق شرارت چڑایا پھر سوچے اور غور و خوض کرنے کی حاجت نہ تھی ماسوحتی ہو مٹا۔ تو وجہ کیا انکی شرارت میں کچھ آورد تو ہر نہیں آمد ہو۔ اسکا ملکہ ہو گیا ہو۔ خیر صاحب فوراً سوچے ایک پائون کا جو انکا ل کر حضرت نے ایک الماری پر رکھ دیا اور اسی الماری پر ایک طالب علم کی کتاب میں بھی رکھی تھیں ان کتابوں پر آپ نے جو تا با احتیاط تمام رکھ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اسی طالب علم

سے کہا کہ ارے بارزوی اسوقت اقلیدس تو دینا شب کو سو رہا ایک شکل بھی نہیں یاد کی۔ آج ماسٹر صاحب بے طور ٹھوکنینگے اب بچنا محال ہو لاؤ بھائی ذرا بستے میں سے اقلیدس نکال دو سب نہیں تو کچھ تو یاد کر لینگے وہ سیدھا سادھا لڑکا۔ ۵

وہ تو سادہ غریب کیا جانے اس مزور کو کیوں کہہ چاہئے چپکے سے اٹھا کہ تحریر اقلیدس نکال دے۔ جیسے کتاب الماری پر سے اٹھائی بس دپے ہی جوتی مٹھ پر آئی اور اچھل کر قریب کے ایک اور طالب علم کے شانے سے چھو کر زمین پر گری تڑپے اور اکلاس میں فریادیں تمقہ بڑا سب لڑکے کھلکھلا کر ہنس پڑے ماسٹر صاحب یوروپین فٹلمین وہ الگ چونک پڑے کہ یہ ماجرا کیا ہو۔ انکا چہرہ سرخ ہو گیا سرخ کاٹو تو لمونہیں بدن میں بہت ہی جھٹلا کر پوچھا کہ یہ کسکی جوتی کا پائون ہو۔ اب آپ چپ چاپ بیٹھے جھڑپہ پڑھ رہے ہیں۔ گویا ان سے کچھ واسطہ ہی تھا کانون کا خبر ہی نہیں۔ مگر انکا تو درجہ بھر دشمن تھا۔ کیونکہ یہ سب کو چھڑا کرتے تھے۔ کسی لڑکے نے اشارے سے جڑوی کہ حضرت ہیں زور سے چلا کر نہیں کہا کہ ایسا نہو باہر نکل کر گڈے جمائے صاحب نے انکو نیز کے قریب بلایا اب قلعی کھل گئی۔ حضرت کی قطع مبارک ملاحظہ فرمائیے گا بال بکھرے ہوئے سر پر خاک۔ بدن پر مٹی۔ ایک پائون میں بوٹ دوسرے میں صفایا۔

ماسٹر۔ دل دوسرا پائون کمان ٹمارا دوسرا پائون کڈر (کدھر) جواب۔ جناب پائون تو میرے دونوں متعہ میں پائون کھلا کر لیجئے۔ ایک۔ اور یہ دوسرا پس دونوں ہو گئے یا نہیں۔ ماسٹر۔ دل جوتا جوتی۔ جوتا۔

جواب۔ بہت ہی خاصے جو تانڈ کر داندہ جوتی ٹوٹ نہانی اور جو توجیے چارکتے پھرتے ہیں کہ جو تو نوالو جو تو۔
ماسٹر۔ بھینانج پر کھڑا ہو۔

جواب۔ (گریگر کر) مین ڈونڈ پیل جوان سے ریش دراز اور کھڑا ہون بیچ پر۔ ناصحاب۔ کوئی اور سزا تجویز ہے۔
ماسٹر۔ اچھا کل کے سبق کو سو بار کاغذ پر لکھ لانا۔
جواب۔ کتنے کتنے کتنے مرتبہ؟ سو!۔ اور سبق کب یاد کرنا لگا۔
ناقبلہ۔ کوئی اور سزا تجویز ہے۔

ماسٹر۔ دل ایک درجہ ہم نے گھٹا دیا تھا را۔
جواب۔ دیکھیے انصاف کا خون نہ کیجیے قصورین کروں مجرم درجہ ہو درجہ بچا رہے نے کیا کیا۔ وہ تو اپنی جگہ سے ہلاکت نہیں ماسٹر۔ اچھا آٹھ آنہ جریمانہ (جرمانہ)

جواب۔ اس طالب علم کی طرف خطاب ہو کر جس بچا رہے پر بوٹا گرا تھا۔ بوجھی بھرنے کون۔ کہو تو پورا روپیہ ہی نہ لیتے آئین سمجھے اس پر ایک در فرما لیتی تہمتہ پڑا اور درجہ بھر لوٹے لگا اب صاحب حیران ہیں آخر یہ سب کے سب ہنسے کیا کچھ کو گروہ اس روایت کو کیا جانیں۔ بغیر جب چھٹی ہوئی تو آپ ہاتھ باندھ کر صاحب کے سامنے کھڑے ہوئے حضور آپ بجائے میرے باپ کے ہیں۔ استاد اور باپ کا ایک درجہ ہوتا ہی جریمانہ مین نہ دے سکو لگا۔ آپ کل ضرور ضرور یاد کر کے آٹھ آنے ساتھ لیتے آئیے گا بھولے گا نہیں۔ خیر دوسرے دن آپ جرمانے کے آٹھ آنے ساتھ لائے تو موٹے پیسے کھٹ کھٹ کر کے منیر پڑا دل دے دیے این باب کیا حضور ہے ہیں۔ دل اٹھنی کیوں نہیں لایا قبلہ دیکھ یہ شرط نہ تھی۔ اور لطف یہ کہ لائے بھی تو پورے آٹھ گندھے مگر موٹے پیسے زیادہ چلتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے ایک گتے کی دم میں کپڑا باندھا اور اس میں بچھو ندر باندھی اور آگ دکھادی پھر لطف دیکھیے کہ جو طرف گتے نا چتا تھا سگ پا سوختہ آپ نے سنا ہوگا مگر ان میان نے دکھا ہی دیا کئی چتر پھونک دیے کئی دکانیں مجلس دین۔ کئی آدمیوں کے کپڑے جلا دیے بستی بھریں شور مچا ہمارے خدا خدا کر کے آگ بجھی مگر اس بے زبان بچا رہے کی جان ہی پر بن آئی اور سب سے ایک بھلے مانس کے یہاں کتے کتے تھارے کے کو اسکول میں بیٹھ ہوا۔ جلدی جاؤ اور ابھی لاؤ ان کے گھر میں رونا پینٹنا مچ گیا اس کے کا باپ اور بھائی اور چچا اور ماموں سب دوڑتے ہوئے اسکول پہنچے اور عورتوں نے آٹھ آٹھ آنسو رونا شروع کیا۔ کوئی سر پٹتی ہی۔ کوئی نام لے لے کر کپڑا رتی ہو وہ لوگ جو اسکول گئے تو دیکھتے ہیں کہ لٹکا مڑے سے باتیں کرتا ہوا اور طلباء کے ساتھ ساتھ آ رہا ہو گئے اور خدا کا شکر یہ ادا کیا آخر کا معلوم ہوا کہ یہ انھیں ذات شریف کی کارستانی ہو۔ انتہاے شرارت یہ ہو کہ اپنے باپ کو ایک مرتبہ تمک کے عوض پھٹکری کھلا دی اور جان بوجھ کر خطرہ اُس پر یہ کہ بڑے فخر سے آپ نے فرمایا کہ اب بیچ کنا کیا اگر اچکا ہوا ہو کیوں نہ کہو گے۔ آزاد دادہ دایہ تو ایک ہی مرشد نکلے۔

یہ وہ درد کہ جس درد کا چارہ ہی نہیں
دان لڑی آنکھ جہان ابے ناگزیر ہی نہیں

جیسے بغیر مرغ دلکشائی
روشن چو جبین صبح خیزان
بگداختہ شب بروشنائی
فیض از دروہام چرخ ریزان
دریا سے حضور موج در موج
غور شید ظہور اوج در اوج

بارتہ ہفت اخترہ نوردی افشان جبین کوچ گری ادب موز
وامق دفرا د۔ میان آزاد خانہ بریادلو خوش اللہ نے عروس بہار کی

جوانی اور صبح سسرت کی گلفشانی جو دیکھی تو غنچہ دل بہتر از نسیم بہت
سے کھل گیا گویا قارون کا خزانہ مل گیا۔ نقش مراد گری نشین ہوا
تیر و ماہد فاجابت قرین ہوا آرزو سے دل برائی کٹھ مانگی مراد
پائی۔ سیر دریا کا مزہ آیا گلگشت چین کا شوق چڑایا۔ چلے تو
نوجوانان چین مونا رگرس کی چشمک زنی میں لاکھ لاکھ انداز۔
باد بہاری صبح غیر نکمت گل عطریہ چرخ کمن فرط طرب رقص
سیان آزاد کے لیے عشرت خاص ہی زمانہ محو خود آرائی خلق خدا
تماشائی غایت مستی سے نسیم سحری لکھڑاتی ہوئی چین میں قدم
دھرتی کی شمع گل جھوم جھوم کر کورنش پکورش کرتی ہوئی بلبل اگرچہ
کاہلی نہیں لیکن بقول غنیمت فارسی زبان ہو۔ زبانی نہیں مگر ستم
ہزار داستان ہو طاؤس طائر کے زدن پر وبال نیرنگی قدرت
حق پر وال۔ جو عروس چین ہی ستم کا جو بن ہو۔ قیامت کا بھینٹ
شگفتہ جبین۔ نازک آئین کمین گل ریحان کمین عشق بیچان وہ
حسن برشتہ پر مغرور۔ یہ رشک طرہ خود۔ ادھر گلنارا ادھر
سدا بہار۔ دھڑلہ زربیاک۔ نہبت الغیب چست و چالاک۔ انگور
کی ٹٹیوں سے نوجوانان ساغر نوش کی تاک جھانک ہو رہے ہر گز
طراوت سبزہ تو دمیدہ کی خضارت۔ اسی یہ کشمیری یا بلغ مینو
نظیر ہو۔ جو مقام ہی بہشت بہت۔ جو شجر ہی طوبی طراوت۔
گلزمین ہو۔ یازمین شعر کی طرح دلکش نسیم ہو یا مثل آب غلماہ
ردان روح افزا۔

ٹھنڈی ہوائیں ہنر و صحر کی وہ لہک
وہ جھومنا دختوں کا چھوٹا لہک
شرائے جس سے طلس نگار غلک
ہر برگ گل پتھر و شبنم کی چھلک

ہیرے نخل تھے گوہر کستا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

پھر جو چشمہ سار نظر آیا تو اکھوں نے وہ نور پایا کہ وہ جی لہ دم

خمر و ملک سید مست جھوم رہا ہو۔ ناطقہ زبان کو جوم رہا ہو۔ میان
آواز نے ٹوپی اچھالی شیخ و شاب نے پکڑی سنبھالی۔ رندان ساغر نوش
کوئے کی گلابی یاد آئی۔ آزاد چلا اٹھے کہ رند و چلو فصل بہار کی لہر
ایک دفعہ ہی کالی متوالی گھٹا چھائی۔ بادہ کشوں کی بن آئی دور
چلنے لگے قراپے اُٹنے لگے۔ رندوں نے دن سے کماگ اُڑائے
اور خبکی لگائی۔ اب سنبے کہ بچوں بیچ میں جو بہار اور لب چشمہ سار
عشاق زار اور گرد باد گسار جو طرفہ سبزہ زار اور اشجار پربار اور
دشت جنون خیز میں بہار نسیم مشک بنو و عنبر باز اور دیدار یار کا
انتظار۔

آزاد ساج تو سیان اردحام عام ہو مگر جسکو دیکھو رندے آشام ہو
کیا تیرا کی کا میلہ ہو جسے دیکھو نقارہ پاؤں شاہی دشت جنون بجا رہا
ہو روح مجنون و فرہاد کو شرم رہا ہو۔

گر جنون آید سویم رہدہ بیگانہ نیست | اور خود پیر سرخ من بگور خاتہ نیست
طراف سیان آمد یاد راجانی ہو وقت جانفشانی ہو جی تیرا کی
کا میلہ کیا۔ یہ کچھ اور ہی جھیلما ہو۔ آن دونوں تو عروسان زہرہ مثال
اور موشان مشتری خصال کی چشم فغان اور موسے میان اور گل
رخسار اور ناز کی نقار نے ایک عالم کو مفتون کر دیا۔ لیلائے لطف
تاہار و عنبر بار نے خلق خدا کو مخون کر دیا۔ دیکھو یو اقیات رشک
چشم خنیاہت روان ہن لعل اشک ہر سودوان ہن غشی سی
سب یہ طاری ہو عقل عاری ہو کبھی اشکباری کبھی گریہ وزاری
کبھی دل کی بیکاری۔

نہ اشک ست اینکہ از چشم من بھورتے آید
برائے دیدنت شخصے غریب از دورے آید

جب شام ہوئی تو وہ پانچون سوار نوجوان طر حدار افراس
چندو کو کڑکڑاتے اور چمکاتے آن موجود ہوئے کالے

کی طرح آشفٹہ دستار اور بکر اگر مر رفتار۔ ادرہ پر خون سمیر سوار۔ اور موج خیز گریہ زار۔ اتنے میں میان آزار کو ایک۔ ۵	کوسون تک بجلی لوٹنے اور عدد گرنے لگا اور تاریکی بھاگتی وہ گھنگھور گھٹا کہ الامان ایک دفعہ ہی دور سے گھڑوں کی ٹاپوں کی آواز آنے لگی اور تماشائیوں نے نعرہ فتبار کہ شد حسن الخاقین بلند کیا اتنے میں گھوڑے قریب آئے تو شک دہر ہو گیا۔ اور شبہہ کا فور کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شبہہ زیر سبک خیز ہر ایک نوع و سہ سہ پایہ نازت شیریں انداز ملائک نظر فریب بلاے جان عدوے شکیب مبت شکن کفر گزینان۔ روکش ہرہ جینان چست و طر آبر باغ و بہار عنبرین ہو توں ایرد سوار اٹھکیلیان کرتی چلی آتی ہر میان آزاد نے اس مبت رنگین ادا مہ لقا کو پشت تو سن پر دیکھا دوسرے سمند و غا پسند پر ایک حسین مہ جبین زن نازنین آفت جان ناتوان۔ بلاے بیدرمان نادک نگاہ مگر پاک دامان۔ ترش رو مگر شیریں زبان۔ تہذو خاں مہر تاپا جاو سرو قد یا سمن بوتنی ہوئی بیٹھی۔ فرس سبک عنان کو جولان کرتی ہوئی آتی ہو۔ ۵
نمک پروردہ ملاح علیے چو کلک نکتہ پر دازان فصیح نظر پڑا اور اس سے انھوں نے باوا بلند بعد حسرت و حرمان نالان و گریان بون کہا۔	مبت رنگین سمند ناز جولان کردہ مے آید کلہ برس کج و کا کل پریشان کردہ مے آید
آزاد ۵ دریا زکوہ در رہ من خستہ و غریب اے خضر پے خستہ مدودہ ہستم زر جو ہر لو مگر مدودہ ۵	فرس مند خوار شبہہ چنگو سے دونوں بنیں لیک عجب اداے دلربا سے اتر پڑیں اور اترتے ہی بگردن پر چڑھیں۔ ادرہ چشمہ سار لطافت بارین بجرے روان تھے۔ ادرہ سبوزار میں عشاق و فکار دوان تھے۔ ادرہ بہاؤ پر بجرے فرائے سے جاتے تھے ادرہ قدم رکھڑے تھے ادرہ شباب اور آب و تاب ادرہ دل پر اضطراب وہ حسن جمال کے چشم و چراغ۔ یہ خوبا بادل دریاغ۔ ادرہ بادہ جوانی کا سرور۔ ادرہ نشہ شراب خم عشق سے آنکھیں چور۔ ادرہ دریا کی طغیانی اور بگردن کی روانی اور جوش جوانی۔ ادرہ شراب رغوانی آب زندگانی اور شوق نظارہ یا مہ جانی۔ ادرہ موج مستون
جو داغ لالہ اے آشفٹہ کردار زر خود را بدست خود نگہدار	
یہ مسکرملاح خرو پرورے لب پر انگلی رکھی اور اشارہ کیا کہ خاموش ۵ درین درہ کشتی فروشد ہزار کہ پیدا شد تختہ ہر کنار	
اب سننے کہ میان آزاد نشہ میں ایسے عین ہونگے کہ سرو پای کی جر نہیں یہ گرس وہ گرس۔ ع۔ پاد بست دگرے دست بست دگرے بملاح جع نفس دقیقہ رس چتون سے تاو گیا کہ یہ جوان طلاق و نازک آواز ان دونوں مہوشان گلزار رشک شاہان فرخار کا عاشق زار ہوا و تیر عشق کیجے کے بار ہو۔ ان دونوں مہوشان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ۵	نمایان شد باورج آفتابی فروزان اخترے از برج آبی رخسہ چون برگ گل بسیار نازک تنے ہجون دل بیمار نازک ہنوزش خلزستہ از بنا گوش ہرک عاشقان لطف سپہ پوش
بس یہی کہا کہ ان دونوں پر جان جاتی ہو۔ ہاے موت بھی نہیں آتی ہو۔ بلکہ المرحلہ کیسومین دل بچس گیا۔ خدا گواہ اور صداقت مقالہ کا گاہ ہر کہ ایسا جوان طلیق اللسان فصیح البیان شاعر غر	

دوباکے گھوڑے ہیں۔ ۷	سخندان بہت خوش رو خوش خو حسین مہ جبین دیکھنا مسارا اور
اشاروں پر چلا کرتے ہیں یہ شاید گھوڑے ہیں	نام خدا بھی اٹھتی جوانی ہے ۷
کہ صورت انکی جوانی ہے سیرت ان کی انسانی	ہنوز گدگل نارسہ شمشاد رخوبی سردا چون سرو آزاد
ٹھوکر کوئی اور کھاتے ہیں یہ طرہ بھر کے شیر گردون کوٹا بین مارا تے ہیں۔ ۷	آن بتان جاو جمال ذرہ ہر مثال نے فرط شوق سے جانب لعل ایک نظر غلط انداز ڈالی تو میان آزاد شکر خواب میں تھے نشے
تصویر کچھ اسکی صورت تو بڑے دھوم مسرت قدم تو سن تصویر کو بے چوم تصویر کچھ اسکی صورت تو بڑے دھوم اکٹن میں تصویر کا سب گٹ مٹ مٹ کوڑا پے تفریح جو چاہے کرے مرقوم	نے وہ زور باندھا کہ سبزہ زار پر دھم سے گر پڑے۔ ہاے کس موقع پر کیا ہوا پیر مرد بھانپ گیا کہ ۷
نقاش کا دل نقش پر آمادہ ہی رہ جائے بس ہاتھ میں اُسکے درق سادہ ہی رہ جائے	نہ نہما عشق از دیدار خیرد بساکین دولت از گفتار خیرد
ظراف۔ چلو بس چپ بھی رہو گے۔ یا فرٹے ہی اڑا یا کر دو گے کہنے لگے صحبت باغ و بہار اور طرفہ جو تیار درے خوشگوار۔ اے پھکار کچھ انہی حالت بھی دیکھتے ہو۔ یا زندان ستہری کی یاد پر لٹو ہو۔ حیا دار ہو تو ایک چلو کا فی ہر گز بچیا کی بلا دور یا بے حیتی تیرا ہی آسرا ہو۔ ہاے جسکے عشق میں خون تھو کا اُس سے آنکھیں بھی چار نمونین عین وقت نظارہ بازی بیہوش اور دین و دنیا فراموش۔ ہاے کن لکھیوں سے نظر ڈالنی تھی مگر یہاں میان لکھائیں پر لٹ رہے تھے۔ اس شراب خانہ خراب سے خانا کچھ ہمیں تو روٹا آتا ہے۔ اور تمھارا تو دل روتا ہو گا۔ اب ہمارے سامنے کبھی ساقی مہوش اور بادہ دلکش اور وقت خوش اور بادہ ناب اور ارغوانی شراب کا ذکر نہ کرنا۔ آب زندگانی شراب ارغوانی ہو تھو۔ اچھا آب زندگی ہے۔ جسکے پیتے ہی انسان زندہ درگور ہو جاتا ہے۔ اور اچھی شراب ارغوانی ہے جسکا ایک چلو انسان کا منہ کالا کر دیتا ہے۔ واسطے خدا کے اب دیوان حافظ کو طاق پر رکھے۔ بادہ گلگون کو مصفا جواہر نہ سمجھے۔	دگر خیر جان طائر سکر اُنکو بھی شوق دیدار چڑایا۔ مگر محبوب مطلوب کو نہ پایا۔ ہاے اس شراب خانہ خراب کو خدا غارت کرے جس نے میان آزاد کے ساتھ وہ کیا جو مرگ جان اور کفر ایمان کے ساتھ کرتا ہو۔ ہاے کس شوق و جوش صادق سے اُسے تھے اور کیا حالت ہو گئی۔ ۷
ہاے صیا دجھا پیشہ نے کیا گل کرتے دُور لیجا کے چمن سے پر بلبل کرتے	میان آزاد نشے میں چور سرشار مخمور سبزہ نود میدہ کے فرش زم زم دین و رنگین پر خدیو مصرستی اور شاہنشہ ملک بادہ پرتی بنے ہوئے غین پڑے تھے اور اُنکے جبب لبیب میان ظراف سر جانے بعد حسرت و حرمان کھڑے تھے۔ ایک دفعہ ہی میان آزاد ذرا اُٹھائے اور کفن بچاڑ کر یون چلائے۔ ۷
خوشتر ز عیش و صحبت باغ و بہار چیست ساقی کجاست گو سب انتظار چیست	ظراف۔ بس بس ذرا شبدر سبک خیز زبان کی باگ روکے ہوئے دیکھیے سنبھلے کہیں ٹھوکر نہ لے۔
ظراف۔ بس بس ذرا شبدر سبک خیز زبان کی باگ روکے ہوئے دیکھیے سنبھلے کہیں ٹھوکر نہ لے۔	آزاد لے رہا تھا اللہ اکبر بھٹیاریے کا ٹھوکر کیا ہو یہ قبلہ

آزادہ صد غنچہ بگشت الاول من اسے وادل من آوادل من	گر خور و خون دلم مردیک دیدہ دوست کہ چوادل بگر گوشہ مردم وادم
اس دل کی کلی نے چکنا بکھا ہی نہیں۔ یہ کمر میان آزاد خانہ برباد اٹھ کھڑے ہوئے اور بتیا بانہ اس یوان یوان نشان کی طرف چلے جو ان بتان نازنین روکش تبتان چین کامر بچھا اد جس کی کل زمین کا چپہ چپہ جرج برین اور خلد علیتین پٹھن تھا نظرات نے جو یہ کیفیت دیکھی تو جھپٹ کر میان آزاد کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور یون سمجھا نا شروع کیا اس ہرقاری اور شکبازی سے مطلب براری معلوم۔ ناعن ناحی سر و صفتا اور تنکے صفتا فعل عبت ہو۔ اسوقت جنون کی انگ اور عشق کی ترنگ نے تھیں دیوانہ بنا دیا۔ آخر یار عزیز فراتودل میں سوچو کہ جلتے کمان ہو۔ کوئی تھیں جانتا بھی ہو کوئی پہچانتا بھی ہو آشفہ دستار خدائی خوار بنکے جانا اور درو دیوار سے سر ٹکرا نا یعنی چہ۔	ظراف۔ تم تو آیا پانا بی کر نشے میں چور اور سیہ مست و مخور لوٹکر اگر سبے میں لوٹ گئے مگر ہم پر تم ڈھایا اپنا تو کلچہ عتھ کو آیا اس ملاح بلع ووجیہ نے تھارے حسن و جمال اور خط و خال اور ستانہ چال اور اٹھتی جوانی اور نکتہ رانی عالی خاندانی اور معالی و دودمانی کی اس درجہ تعریف کی کہ وہ دونوں پری رضان نہرہ جبین و نازنین نظر غلط انداز سے بصر شوخی و ناز دیکھنے لگیں انکا دزدیدہ نگاہ دیکھنا اور فرط شوق سے چپکے چپکے آنکھیں سکیں ستم پکرتا تھا حشر ڈھاتا تھا۔ آخر کار ملاح عتبار استکا مل تن سخندان پروردہ پیر کس نے بگڑی ہوئی بات بنائی اور کہا کہ آزاد پر غشی بچائی۔ تاب نظارہ نہ لاسکا۔ اب صلاح یہی ہے کہ پہلے اس ملاح سے پرو بال ملاؤ۔ کچھ چٹاؤ بچر اسکے شورے کے مطابق عمل میں لاؤ۔ ورنہ بے سمجھے بونجھے جانا اور اپنا سامنے لے کر واپس آنا نشان بالغ خردی نہیں۔ ع۔
آزاد۔ اب تو یہ سرور اور وہ درہو۔ پس آزاد ہو اور کوئے بتان ستم ایجا دیو۔ دل ہو اور بیتابی عشق ہو اور خانہ خرابی۔ چشم ہو۔ اور خونباری۔ طبیعت ہو اور بقراری۔ سر ہو اور سودا ہو سودا ہو اور پریشانی ہو۔ سرگرائی اور گران جانی ہو۔ ظراف۔ اسکا نیچہ پشامی ہو۔ یہ محض نادانی ہو۔ یاد رکھو پس یہی حماقت کی نشانی ہو۔	چرا کارے کند عاقل کہ باز آرد پشامی الغرض میان آزاد وحشی ماوراء اور ظراف نیک نہاد و دون ملک و چشمہ سار کی طرف چلے۔ تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہی پیر مرد ملاح بلع ایک ڈونگی کھیتا ہوا آ رہا ہو۔ ان کو دیکھا تو اشارہ کیا کہ ٹھہرنا میں آتا ہوں ڈونگی کو دم کے دم میں کنارہ چسبنا لانا ہوں میان ظراف کی باچھیں کھل گئیں۔ دل کی ملاوین مل گئیں اور آزاد تو ریشہ خطی ہی ہو گئے۔ شادی مرگ کی نوبت آئی سمجھنا نگلی ملاو پانی پیر مرد ڈونگی سے آتا تو آزاد نے یون کہا۔
آزادہ فاش میگویم وازگفتہ خود دل شادم بندہ عشقم وازہر و دھان آزادم	خیر مقدم مرجا و طایعہ یون قدم تا باندنی کو کہ بجران خون عاشق بخور
سایہ طوبی و دنجونی و حور لب خوش کو کب بخت مرا بیچ تم تن ساخت نیست بر لوح دلم جز الف ناست یا	شادمان کردی مرا نام تر تر تا قدم انارہ شکیبہ دو کارست و آہ صہدم

<p>پیر مرد۔ کیسا ناز و شکیر کیسی آہ صدم کیسا طاق کسری کیسا جام جم بھی گھر دم تو تھارے پتے مدو گار اور کچے طرفدار ہیں لیکن جس و عشق کا جھگڑا چکانا عاشق و معشوق کا ملنا ناخالصی کا گھر نہیں بخون پاک حسین اور یحییٰ دین محمد وہ دونوں شکر لبان زہرہ تمثال اور موشان مشتری خصال حیا پرور ہیں پاک نظر ہیں۔ عفت کوش ہیں۔ روپوش ہیں۔ وہاں پر ندوں کے پر چلتے ہیں فرشتے سر کے جھل چلتے ہیں۔ زہاد و صد سالہ سجدے کرتے ہیں سچان ملار اعلیٰ چھونک چھونک کر قدم دھرتے ہیں۔ بوسے گل کو خیر نہیں یا و صبا کا گند نہیں اس سرزمین کا بابا آدم ہی نرالا ہے۔ اس ایوان سپر تو امان کا درجہ فلک الافلاک سے بھی اعلیٰ ہے۔ مگر میری گود کھلائی ہیں۔ میں تقریب کرونگا۔ نکاح کا منشا ظاہر کرونگا۔ دونوں بہنیں ہری زار ہیں اور طرہ اسپر یہ کہ تربیت یافتہ اور عالی نژاد ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ایک اوپے گھر سے پیغام آیا ہے۔ انکی بان کو شوق چڑایا ہے کہ وہاں ہی بیاہ ہو بشرطیکہ داماد خرد گاہ ہو۔ تم خاطر جمع رکھو خدا کی عنایت پرست اگر رہو۔</p>	<p>آزاد سے منم غریب دیار توئی غریب نواز دے بجال غریب دیار خود پر دواز</p>	
<p>بہر کند کہ خواہی بگیر و بازم بند بر آستین خیال تو میدم بوسہ درون سینہ دلم چون کبوتران طیبید چہ آتشی ست کہ بر جان نہادی باز</p>	<p>بہر کند کہ خواہی بگیر و بازم بند بر آستین خیال تو میدم بوسہ درون سینہ دلم چون کبوتران طیبید چہ آتشی ست کہ بر جان نہادی باز</p>	<p>بہر کند کہ خواہی بگیر و بازم بند بر آستین خیال تو میدم بوسہ درون سینہ دلم چون کبوتران طیبید چہ آتشی ست کہ بر جان نہادی باز</p>
<p>جھروکے مین سے ایک صدائے دلربائی کہہ رہے برو منال ز شامے کہ صبح در پے اوست کہ نیش و نوش بہم باشد و نشیب و فراز</p>	<p>جھروکے مین سے ایک صدائے دلربائی کہہ رہے برو منال ز شامے کہ صبح در پے اوست کہ نیش و نوش بہم باشد و نشیب و فراز</p>	<p>جھروکے مین سے ایک صدائے دلربائی کہہ رہے برو منال ز شامے کہ صبح در پے اوست کہ نیش و نوش بہم باشد و نشیب و فراز</p>
<p>استان سنا تھا کہ میان آزاد کی جان پرین آئی اور انکھ فرط شادی سے آنسو ڈبڈبلائی وہ دونوں نظر سے اوچھل ہو گئیں میان آزاد کو حیرت تھی کہ کیا العجب یہ کیا بوالعجبی ہے یہ چھلاوا تھا۔ ٹوٹا تھا۔ سحر تھا۔ جادو تھا۔ آخر تھا کیا طلسمات کا سا سمان ہے عقل خود حیران ہے۔ اتنے مین پیر مرد نے اشارے سے کہا کہ بس اب جاؤ اور حسب مشورہ ترکے گجروم آؤ۔ دونوں یاران موافق اور محبان صادق خوش و خندان مست و غزل خوان چلے۔</p>	<p>استان سنا تھا کہ میان آزاد کی جان پرین آئی اور انکھ فرط شادی سے آنسو ڈبڈبلائی وہ دونوں نظر سے اوچھل ہو گئیں میان آزاد کو حیرت تھی کہ کیا العجب یہ کیا بوالعجبی ہے یہ چھلاوا تھا۔ ٹوٹا تھا۔ سحر تھا۔ جادو تھا۔ آخر تھا کیا طلسمات کا سا سمان ہے عقل خود حیران ہے۔ اتنے مین پیر مرد نے اشارے سے کہا کہ بس اب جاؤ اور حسب مشورہ ترکے گجروم آؤ۔ دونوں یاران موافق اور محبان صادق خوش و خندان مست و غزل خوان چلے۔</p>	<p>استان سنا تھا کہ میان آزاد کی جان پرین آئی اور انکھ فرط شادی سے آنسو ڈبڈبلائی وہ دونوں نظر سے اوچھل ہو گئیں میان آزاد کو حیرت تھی کہ کیا العجب یہ کیا بوالعجبی ہے یہ چھلاوا تھا۔ ٹوٹا تھا۔ سحر تھا۔ جادو تھا۔ آخر تھا کیا طلسمات کا سا سمان ہے عقل خود حیران ہے۔ اتنے مین پیر مرد نے اشارے سے کہا کہ بس اب جاؤ اور حسب مشورہ ترکے گجروم آؤ۔ دونوں یاران موافق اور محبان صادق خوش و خندان مست و غزل خوان چلے۔</p>
<p>غم مخور حافظ بہ سختی روز و شب دل کو ڈھارس دو بہت دشت کی ندو۔ اب سوکت تو جاؤ مگر گل نور کے ترکے بیان آؤ میان آزاد الوداع لکھ چلے ہی کو تھے کہ اتنے مین۔</p>	<p>غم مخور حافظ بہ سختی روز و شب دل کو ڈھارس دو بہت دشت کی ندو۔ اب سوکت تو جاؤ مگر گل نور کے ترکے بیان آؤ میان آزاد الوداع لکھ چلے ہی کو تھے کہ اتنے مین۔</p>	<p>غم مخور حافظ بہ سختی روز و شب دل کو ڈھارس دو بہت دشت کی ندو۔ اب سوکت تو جاؤ مگر گل نور کے ترکے بیان آؤ میان آزاد الوداع لکھ چلے ہی کو تھے کہ اتنے مین۔</p>
<p>پل مارنے کی ہوئی جو دیری سبحان اللہ شان تیری کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں بتان یہ غم غیب و نوش لب جاؤ گناہ غیرت نہروا ہ جھروکے سے جھانک رہی ہیں۔</p>	<p>پل مارنے کی ہوئی جو دیری سبحان اللہ شان تیری کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں بتان یہ غم غیب و نوش لب جاؤ گناہ غیرت نہروا ہ جھروکے سے جھانک رہی ہیں۔</p>	<p>پل مارنے کی ہوئی جو دیری سبحان اللہ شان تیری کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں بتان یہ غم غیب و نوش لب جاؤ گناہ غیرت نہروا ہ جھروکے سے جھانک رہی ہیں۔</p>
<p>منم کہ دیدہ بدیدار دوست کدوم باز چہ شکر گویمت اے کار ساز بندہ نواز</p>	<p>منم کہ دیدہ بدیدار دوست کدوم باز چہ شکر گویمت اے کار ساز بندہ نواز</p>	<p>منم کہ دیدہ بدیدار دوست کدوم باز چہ شکر گویمت اے کار ساز بندہ نواز</p>

<p>سچ کتنا کیا صورت زہیا پائی ہو۔ کیا کچ ادائی اور درباری ہو۔ خدا نے یہ صورت پیاری پیاری مورت اپنے ہاتھ سے بنائی ہو۔</p>	<p>میرے گھر پر یہ حرکتیں نہ کیجئے گا کہ بیٹھے بیٹھے کودنے لگے یا یہ اچکے وہ آئے۔ وہ کودے یہ پہونچے۔ اب آپ بچوں میں</p>
<p>ای خوش آن صبح کہ عاشق رشک خواجہ صال دست در گردن محشوق جملہ بر خاست</p>	<p>نہیں ہیں جوان ہو۔ مسین بھیکتی ہیں تو کیا ہوا۔ ایسی فکر نہ کیجے گا کہ میری بیوی کو خبر ہو جائے کہ میان بھی عاشق زار بن بیٹھے</p>
<p>آزاد سے چٹان شادوم کہ غم ہا من درین غم خانہ می قصد</p>	<p>ہیں در نہ ہماری زندگی تلخ ہو جائے گی اور جان پر بن آئے گی۔</p>
<p>عروس وحشت کے برقع کشا۔ جرعہ نوش جام بلا روح روان عشق نیکباز متاع خوان عشق میان آزاد خانہ برباد ایسے</p>	<p>آزاد سے طلب دنیا کی کر کے زن مریدی ہونہیں سکتی خیال آبرو سے ہمت مروانہ آتا ہے</p>
<p>بتاش ہو کے کہ ابوان سپہر تو امان جب نظر سے او جھل ہوا اور سنسان بیابان کف دست میدان آیا تو خوب اچکے بھانڈے اور پھر پھر کے اسی طرف جھانکنے لگے اور آپ ہی آپ مجذوبوں کی طرح یوں بڑھانے لگے۔ ایک دوسرے اور دلی بانی دوسری افشان جبین خوش ادائی۔ ایک کے رخ انور سے نور سعادت عیان دوسری کے سر پر مال ہوا کا سامان ایک چست چالاک دوسری شوخ و بیباک۔ میان ظراف نے سمجھا یا کہ دیکھیے دیکھیے پھر وحشت کی موصن سہائی پھر شیطان نے دُور سے انگلی لکھائی پھر وہی بے تکی باتیں پھر وہی حرکتیں جس میں شہر بھر واقف ہو جائے کہ (یعنی یہ بھی ہیں پانچویں سواروں میں) تم تو خدا جلنے کہان کے خدائی خوار ہو آج آئے کل ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاؤ گے چلتے پھرتے نظر آؤ گے۔ یہاں اسی شہر میں رہنا ہو تم سے پڑوسیوں کے طعنے نہ مننے جائیں گے۔ یاران سربل ضرور منہ آئینگے۔ اس سے وہ بات کرو کہ سانپ مرے نہ لاکھی ٹوٹے آخر تانت بھی تو کوئی چیز ہی یا بالکل عشق ہی کے ہاتھ یک گئے آج جل کر غریب خانے پر شب باش ہو نور کے ترکے ہم تم دونوں آئینگے۔ لیکن حضرت واسطے خدا کے</p>	<p>کیا بیوی سے آپ اس درجہ خائف ہیں۔ خدا ہی خیر کرے۔ ارے میان اتنا خوف۔ روح ہی فنا ہونی چاہتی ہو کچھ ٹھکانا ہے۔ ماحول دلا۔ ایسے زن مرید بھی کم ہونگے۔ آخر خوف کا ہے گا۔ ظراف۔ خیر آپ کو اس جھگڑے سے کیا سروکار۔ گردن جاکر مناات سے رہیے گا یہ نہیں کہ غل بچانے لگے۔ چلانے لگے۔ مذاق میں مضائقہ نہیں لیکن سنجیدگی ضرور ہو۔ آزاد۔ یاد رہتا ہے کہ یہی ہم پر حاوی ہیں مگر خیر ہو یا کی ماری سے کام۔ اس کے فعل سے کیا واسطہ۔ آم کھانے سے مطلب ہو کہ بیڑ لگتے سے۔ انفرض میان آزاد اور ظراف گھر پہونچے روشن نے کہا حضور بلکم صاحب آپ کو کوئی بیس بیرو پھر چکی ہیں اتنے میں لونڈی اندر سے آئی (میان گھر میں بلاتی ہیں) میان ظراف نے دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا کہ انگلی جڑی سے آڑے ہاتھوں لیا۔ یہ دن دن بھر آپ غائب کہاں رہنے لگے۔ اب تو خیر سے بڑے سیلائی ہو گئے صبح کے نکلے نکلے شام کو خبر لی۔ چلو میرے سامنے سے جاؤ مجھے ان باتوں سے نفرت ہو پس آج کھانا دانا خیر صلاح ہو یہاں کچھ لگا دگا نہیں علوانی کی دکان پر داداجی کی فاتحہ پڑھو</p>

شوری روٹیاں اُڑا دیں کسی کو گتے نے نہیں کاٹا ہر کھجور
میرخت جو کھے کاٹھ کا لایا جائے بچلے مانس آدمی دو ایک
گھڑی کے لیے کمین ذری گئے تو گئے یہ نہیں کہ دن دن بھر چاہی
نہیں اچھے شکمٹ یکھے ہن طرف نے چپکے سے کہا کہ
نیکخت ذرا آہستہ آہستہ باتیں کر رہا ایک بھلا مانس ٹکا ہوا ہے
اتنی بھی کیا بچائی اس پر وہ چمک کر بولیں کہ بس بس زبان نہ
کھلاؤ بہت تمہیں چور سے ملتا ہے خدا کی خوار گھر نہ بار۔
جائے کہاں سے افسے انکو بلجائے ہن کبھی کسی شریف زادے
سے بیوقوفی کرتے دیکھا نہیں چلے اب دور ہو جے نہیں تو ہم
سے طرہ پیش نیلے مجھ سے بڑا کوئی نہیں میان ظراف بچارے
کی جان عذاب میں کہ گھر میں بیوی بے نقط ستاری ہن اور
باہر میان آزاد لاکھوں ہی گالیوں دینگے کہ آپ کی بیوی نے
آپ کو تو خیر جو کچھ کہا تھا وہ کہا ہی تھا مجھے کیوں سے ڈالا
میں نے کیا اُنکا بگاڑا تھا۔ اپنا ساٹھ لے کر باہر نکل کر آئے
اور آواز سے کہا کہ یا آج روزے کی نیت کر لو بیوی فوجاری پر
آنا وہ ہن بھی ایسی ترش مزاج سرکہ جبین تو دیکھی ہی نہیں۔
بات ہوئی اور تنک گئیں عینون روٹھی ہی رہتی ہن۔ مگر
کیا کروں امیر کی لڑکی ہو ورنہ میں ایک بھلا۔ مجھے یہ بد مزاجی
پسند کہاں لیکن۔

باہین مردان بنایا ساخت

سو بھئی آج فاقہ ہر فاقہ ہی سہی چہرہ رویش برجان درویش
آزاد بولے کہ فاقہ آپ کے دشمنوں کو چلے نانہائی حلوائی کسی کی
دکان پر مزے سے چل کر کھانا کھا لیں اور مدنائیں انھوں نے
آہ سرد کھینچ کر کہا۔ اتنے ہی ہوتے تو بھر بیوی کی کیوں سنتے
میان پسا ٹکا پاس نہیں حلوائی کیا ہمارا مانوں ہو آزاد

ایک ہی خزانہ گرگ باران دیدہ بولے کہ واہ اسکی فکر کسے ہے
آپ ہمارے ساتھ چلے اور مزے سے ٹھائیاں کھجے۔ مگر جو تدبیر
بتا دیں اس میں سرسوزی نہ آنے پائے۔ ہاں ذری اس کا
خیال رہے۔ چلے بس اب ہمراہ رکاب۔ وہ سوچتی ہے کہ کبھی پٹہ ہی
نہ پڑے۔ سونے کی چڑیا بٹھے چڑھے۔

الغرض میان آزاد حضرت ظراف کو لے کر بازار پہنچا اور حلوائی
کی دکان کے قریب سے یہ آگے بڑھ گئے آزاد فراتھے رہ گئے ظراف
سکھائے پڑھائے بچائے بچائے تو تھے ہی جاتے ہی حلوائی سے
کہا کہ میان آٹھ آنے کے پیسے دو اور آٹھ آنے کی بیج میل ٹھائی
حلوائی نے بیج میل ٹھائی خاصی تازی تازی تول دی اور
آٹھ آنے ڈبل گن دیے پیسے تو میان ظراف نے ڈوٹے میں
باندھے اور ٹھائی اُسی کی دکان پر کھنے لگے۔ اتنے میں میان آزاد
بنو دار ہوئے۔ بھئی لالہ ذرا عمدہ تازہ لڈو تو ایک روپیہ کے تول بنا
مگر غودی کے ہوں۔ اُسے ایک روپیہ کے لڈو تول کر چنگیل اُنکے ہاتھ
دھری اتنے میں حضرت ظراف نے پیسے اور ٹھائی جو حلوائی سے
پہلے لی تھی سنبھال کر چلنے کا قصد کیا اور رسم اللہ کہا آٹھ کھڑے ہوئے
تب تو حلوائی نے لکارا کہ میان چلے کہاں ذری پہلے بائیں ہاتھ
سے پیسے تو رکھے جاؤ۔ وہ پیسے کہتا ہوں۔ روپیہ۔ خوب اچھا مزہ ہے
این! بے روپیہ کیا تو نے پایا نہیں پہلے روپیہ دیا پھر سودا لیا کیا
چورون اچکوں سے سابقہ رہا ہے۔ اور سنیے صاحب چھٹے

دو دو مرتبہ روپیہ دین لیے مرتے ہو کمین میں رہتے نہ کھوادوں مجھے
بھی کوئی گوار نہ تھے ہمارے نامعقول چہرہ شاہی تو ابھی ابھی دے
چکا ہوں اب کیا کسی کا گھر لیگا۔ اسے حلوائی اور نظافت میں تکرار
ہونے لگی اور اسد جڑ پٹی کہ تو تو میں میں ہونے لگی لوگوں کو شکوہ فرما رہے
کیا انکی دو گھڑی کی دل لگی ہوئی۔ یاد رکھو سبھی والی بازار کی تلاش ہے

ٹوٹ گئے۔ ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے ہیں کوئی کتا، ہولالہ کھانس کھائے ہو۔ کوئی کتا، ہومیاں ایک روپیہ کے یہ نیت ڈال ڈال کر اتنے میں میان آزاد نے کہا کہ میان حلوائی اب کہیں اسی طرح میرا روپیہ بھی نہ بھول جائے گا۔ کیا آپ کا روپیہ! آپ نے روپیہ دیا کہ کو چلیے یک نشہ دوشد اب جو سنتا ہو وہ اس حلوائی ہی کو تو بتاتا ہو جو طرف سے اُسپر دے ہونے لگی۔ اور لوگوں نے بہت کچھ لعنت ملامت کی کہ شریف آدمیوں کو بے عزت کرتے ہو۔ روپیہ لے کے خوب لگ جاتے ہولالہ ساکھ جاتی رہے گی۔ اتنے میں اس حلوائی کا بڑھا باپ جو آیا تو دیکھتا کیا ہو کہ دکان کے ارد گرد ازدحام عام اور جرم غفر ہو پوچھا کیا ماجرا ہو کیا دکان ٹٹ گئی ہے۔ ایک بگڑے دل نے کہا۔ اجی ٹٹ تو نہیں گئی مگر اب تمھاری دکان کی ساکھ جاتی رہی۔ ابھی ایک بھلے ماس نے کھن سے روپیہ پھینکا۔ اب کتا ہو کہ ہم نے روپیہ پایا ہی نہیں اسکو چھوڑا تو دوسرے بیچارے شریف کا دامن پکڑ لیا کہ تم نے بھی روپیہ نہیں دیا حالانکہ وہ بیچارے سیکڑوں قسم کھاتے ہیں کہ میں دے چکا ہوں حلوائی بڑا سیکھا بڑھا تھا۔ سنئے ہی آگ ہو گیا اور جھلا کر اپنے لڑکے کی کھوپڑی پر تان کے ایک ٹیپ لگا بیٹھا ہاتھ ترے کی کتا ہوں کہ بھانگ نہ کھایا کر سنا تا ہی نہیں۔ کیوں بچہ کھائے گا بھانگ۔ جا بیٹھ دکان پر۔

ظراف اور میان آزاد نے مزے سے ڈیڑھ روپیہ کی مٹھائی بانڈھ لی اور آٹھ آنے کے پیسے مزید بران راستے میں قہقہے لگاتے چلے جب گھر پہنچے تو خوب لٹو اور برنی اور پڑے چلے پچے بجائے اندر بھیجے۔ اب آزاد سے میان ظریف نے کہا یا سید صاحب روپیہ کی فکر نہیں کرتے کہیں سے روپیہ دلواد تو جانیں انھوں نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہے استاد ہمارا ذمہ۔ ابھی ابھی

چلو مگر کسی سے مانگ مانگ کر کچھ اشرفیان یا روپیہ بے چلو شرفی ہو تو نور علی نور ظراف نے دوسوا اشرفیان کلدار نکالیں اور کہا بیچئے۔ مع ہمیانی کے موجود ہیں اسکے بعد ہمیانی اٹھائی اور آزاد و میان روشن علی کو ساتھ لیا۔ بازار چلے پہلے ایک مہاجن کو اشرفیان دکھائیں اور برکھائیں نیچے ہیں کھری کھری ٹیکھ بیچئے مہاجن نے انکو خوب کسوٹی پر کسا اور کامل عیار پایا اور کسا انیس کے حساب سے لینگے ظراف دوسری دکان پہنچے اور میان بھی اشرفیان گنوائیں اور پرکھوائیں اور چلے ہوئے اب اتناے راہ میں میان آزاد سے کہا کہ میان ایک کوٹھی بھی ہو۔ ایک کوٹھی کیا بلکہ میں چلو وہاں چلیں۔ الغرض ایک مہاجن کی کوٹھی پر پہنچے مگر اشرفیان راستے میں آزاد کو دسے دین اور کام سیدھے گھر کی راہ لو۔ کوٹھی پر پہنچ کر کہا کہ ہم کو دوسوا اشرفیان خریدنی ہیں۔ مہاجن نے دیکھا کہ آدمی متین ہیں اور ریاست چہرے سے برتی ہو۔ کپڑے بھی نفیس اور قیمتی زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ نوڑا دوسوا اشرفیان انکے سامنے ڈھیر کر دیں۔ ظراف نے پوچھا کہ در کیا ہو۔ بولے خریدتے ساڑھے انیس کے حساب سے ہیں اور نیچے بیس روپیہ کے در سے ہیں۔ آقاہ اتنا فرق اچھا دوسوا اشرفیان کا حساب ساڑھے انیس کے در سے کسی کا غنہ لکھ تو دو مہاجن کے غیب جی نے ایک پرچہ پر حساب لکھ دیا حضرت نے وہ کاغذ توجیب میں رکھا اور اشرفیان بانڈھ کر کھڑے ہوئے اور طرارہ بھر کے کوٹھی کے باہر تھے۔ ہائیں۔ ہائیں ہائیں ہان لینا لینا۔ کہاں کہاں ظراف تیرا بدل سامنے کھڑے ہو گئے بس دوسری سے بات جیت ہو سامنے آئے اور میں نے تلا ہاتھ دیا۔ اے صاحب روپیہ تو دیجیے کیسے روپیہ۔ آخر وہ کیسے ہم نہیں بیچتے۔ کیا کہا؟ نہیں بیچتے۔ کیا اشرفیان آپ کی ہیں

یا ساڑھے انیس سے ملان کر لیجئے یا انھین کے ہاتھ کا پرچہ ہے
یا اس سے بھی انکو انکار ہو مفت میں ایک شریف کے پیچھے پڑے
ہیں لینا ایک نہ دینا دو۔

جمعہ دار یہ تو خوب ثبوت دیا۔ لالہ جی افسوس ہو کہ آپ اور یہ
بگڑا آخر یہ آپ کے نیب کے دستخط ہیں یا کسی اور کے پھر جھگڑا
کھا ہے کا بھلا سو بات کی ایک بات تو یہ ہو کہ بازار میں چلے
و کیجئے انکے پاس اشرفیان تھیں یا نہ تھیں۔ اچھا اس وقت وہاں
اور بھی کوئی تھا۔

روشن۔ جی ہاں میں تھا۔

جمعہ دار۔ تم نے کیا دیکھا۔

روشن۔ یہ بیان آئے اور جرد جرد (زرد) اشرفی (اشرفی)
انڈیل دی۔ لالہ سے بھاؤ تاؤ منوا بس باندھ کے لے گئے۔ تو
لالہ نے غل مجایا کہ لوٹ لیا۔ لوٹ لیا۔ بس اور کچھ نہیں دیکھا
ایمان نہیں چھوڑنا ہی۔

جمعہ دار تو اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوگا۔ اب چلو بازار
بھی چلیں۔

الغرض میان ظراف اور ساہوکار۔ انکے نیب اور جمعہ دار اور
تماشائی سب ملکر بازار چلے وہاں تحقیقات کی تو دلائل و ماہجون
نے گواہی دی کہ بیشک انکے پاس اشرفیان تھیں اور انھوں نے
پرکھوائی بھی تھیں۔ ابھی ابھی یہاں سے گئے تھے۔

جمعہ دار۔ لالہ صاحب بخیر اسی میں ہو کہ چپکے ہو رہے۔ ورنہ
بیڑھب ٹھہرے گی۔ ثبوت کافی موجود ہو۔ آپ کی سلکھ کی سلکھ
جائیگی اور نیب کی تو شامت ہی آئیگی۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔
مہاجن سکینا اندھیر ہو۔ چار ہزار روپیہ پر پانی پڑ گیا ہے کھاتے
میں اتنا روپیہ کبھی عمر بھر میں نے جمع ہی نہیں کیا تھا۔ آج تک

جی اور نہیں تو کیا آپ کے باپ کی ہن ہم نہیں بیچے آپکا اجارہ
ہو کچھ۔ آپ ہن کون زبردستی کرنے والے اتنے میں آنا دھبی
آن پہونچے۔ ظراف بولے ساڑھے انیس کے حساب سے ہم
کیون بیچنے لگے بھلا۔ مہاجن انکے نیب جی اور چیلے چاہو غل
مچار ہے ہن کہ تم اشرفیان لائے گب تھے۔ وہ ایک نہیں
ستے اتنے میں کوئی دوسوا آدمی جمع ہو گئے اور اہل پولیس بھی
آن موجود۔

جمعہ دار۔ یہ کیا فساد ہو لالہ چٹا مل وہ نہیں بیچتے تو زبردستی
کیون کرتے ہو اپنے مال پر سب کو اختیار ہو۔ وہ میں چھوڑا بس
کے حساب سے دین پھر آپ کون مفت میں دروازے پر فساد
کرنا کو نسی دانائی ہو بھلا۔ چلو اب جاؤ اپنا کام دیکھو۔

مہاجن۔ آپ اچھے میر فیصلی بنے۔ یہاں چار ہزار روپیہ پر
پانی پھرا جاتا ہو آپ کہتے ہیں جانے بھی دو یہ تو ہماری اشرفیان
ہیں یہ خریدنے آئے تھے ہم نے گن دین۔ بس باندھ بوندھ
چل کھڑے ہو۔

تماشائی۔ واہ بھلا کوئی بات بھی ہو۔ یہ اکیلے آپ دس۔ جو
ایسا ہوتا تو یہ کوٹھی کے باہر بھی آنے پاتے۔ آپ سب مل کر
انکا چار نہ نکال ڈالتے۔ اب تک انکا کچھ مرکل گیا ہوتا۔ اتنے
بڑے مہاجن اور دوسوا اشرفیوں کے لیے ایمان چھوڑے دیتے ہو
جمعہ دار۔ حد بھر پوری بات ہو۔

ظراف۔ دیکھئے آپ بازار بھر میں دریافت کر لیں کہ ہم نے کتنی
دکانوں میں یہ اشرفیان دکھلائیں اور پرکھوائیں۔ بازار بھر
گواہ ہو کچھ ایک دو آدمی وہاں تھوڑے ہی تھے۔ اسکو بھی جانے
دیجئے۔ یہ پرچہ پڑھے اس میں ساڑھے انیس کے در سے حساب لگایا
یا کچھ اور اگر یہ بیچتے ہوتے تو ہمیں کے در سے حساب لگاتے

اور جو زمین کو آؤ بناتا ہو۔ خیر بامعہ دھویا۔

سیان آزاد تو کھلے اور روشن ہتاش ہتاش اُنکے ساتھ چلے۔ میان ظراف کے گھر پہنچے تو چہرہ گلنار۔ باچھین کھلی جاتی ہیں۔ جاتے ہی دوسوا شرفیان کھن کھن کر کے سامنے ڈال دیں دیکھا یوں لاتے ہیں لوہ اب اشرفیان ہماری بھابھی جان کے پاس رکھو۔ خدا کی قسم تم نے وہ جل کیا ہے کہ واہ جی واہ تم سے بڑھکر نیاربا اور کون ہوگا بھلا۔

ظراف۔ بابا ان قدم لے۔ واللہ ہم سب گن پورے ہمیں کون کے لئے پورے۔ اُن فوہ واہ سے استاد بھائی یہ فن تم بھی سیکھ لو آج سے ہمارے شاگرد ہو۔

آزاد۔ یہ زبانی داخلہ پسند نہیں۔

ظراف۔ بھائی! ارکھو سامنے۔ دل لگی نہیں ہو۔ ڈیڑھ روپے کی مٹھائی۔

آزاد۔ لے بھابھی سے تو خوشخبری کہ دو۔ بہت منہ پھلے لائے بیٹھی تھیں۔

ظراف۔ دگھر میں جا کر کہاں ہو کیا سو رہیں۔

بیوی۔ کیا کمائی کر کے لائے جو ڈیڑھ رہے ہو سو نہ رہیں تو کیا تمہاری طرح رات بھر چوکی پہا دیں۔

ظراف۔ (اشرفیان کھٹکا کر) واہ واہ آؤ۔ بہت صلواتیں سنناؤ یہ لودس ہزار کی اشرفیان۔

بیوی۔ واہ یہ جیسے کسی اینٹلی کو دیکھے گا۔ یہ تو وہی اشرفیان ہیں جو چچا جان امانت رکھو گئے ہیں۔ اُڑتے ہیں آپ۔

شان خدا !!!

ظراف۔ وہ یہ ہیں۔

بیوی۔ دیکھو! دیکھو! کرنا واہ واہ کیا کسی کے یہاں بچا نہ

تھے آخرش یہ لائے کسے گھر سے۔ بس چپکے سے صندوقے میں ہمارے رکھ دو۔

ظراف۔ جی بجا ہو۔ آپکا صندوقچہ ایسا ہی تو بڑا ہو۔

بیوی۔ سدھنس کر واہ واہ الایچی رکھنے والا نہیں وہ بڑا صندوق جس میں ہمارا زیور رہتا ہو۔

ظراف۔ یہ اشرفیان وہی لائے ہیں جنکو تم اٹھتے اور اٹھتے بناتی تھیں اور ہم نے مدد دی۔

بیوی۔ (بامعہ جوڑ کر) میان قصور معاف کر دو۔ ہماری خاطر کہا میںاں بھول جاؤ۔ انسان کی طبیعت ہمیشہ ایک سی تھوڑی ہی ہوتی ہو۔ میں تو تمہاری لونڈی ہوں۔ بیوی پیاری بیوی ہوں۔

آزاد۔ (باہر سے) ہم بھی سن رہے ہیں بھابھی صاحب ابھی تو آپ نے ہمارے بھائی بیچارے کو ڈیڑھ لیا تھا۔ اور خدا جانے

کیا کیا صلواتیں سنائیں گھر سے باہر کر دیا۔ کھانا نہ دیا۔ کھڑے کھڑے نکال دیا۔ اور ہم کو جو بے نقط سنائیں وہ گھاتے میں۔

گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا۔ اب جو زردا زردا اشرفیان دیکھیں تو پیاری بیوی بن گئیں خبر چلو بھائی تو بچ گئے۔ اب

نہ لگا رہے گا۔ اب انکا بھی پوٹا نہ ہو۔ اور جو کہیں ہم برس چھ مہینے ٹھک گئے تو سونے کی اینٹوں سے مکان بنوا لیجئے گا مگر

ذری انکے کان نہ گرایا کیجئے۔ یہ بیچارے بے باپ کے ہیں۔

بیوی۔ (نقہ لگا کر) اب آپ ہمارے مہمان ہیں آپ کو کیا کمون آپ تو ہنسی ہنسی میں دو چار فقرے جست کر گئے۔ مگر ابکی ہنسی ہمارے سر اٹکھوں پر۔

بے دیکھے بھالے شادی

چہرہ پر داز ہو لاسے رہ نور دی جگر عہ نوش جام کوچہ گردی سر بھر ادا دہ۔ میان آزاد آواہ۔ سحر کاذب کے وقت خواب

کیا دیکھتے ہیں کہ مہر جان تاب نے جلاب خطہ سے رخ انور نکال کر
اور ظلمت شب دور چوڑا آجلا کر۔ اور ان کے سر بالین ایک کھیل
ہزار داستان نشہ راح ریحان نسیمین سرخوش و مخمور چمک چمک
ہوں کہ رہا ہے۔

صبح ست ساقیا قدح پیر شراب کن
دورے فلک و رنگ نادر شتاب کن

ایک دفعہ ہی آنکھ کھلی تو نہ نغمہ عندلیب بے تاب نہ رہا بے فقط
میان آزاد اور دل پر اضطراب۔ آسمان کی طرف نظر پڑی تو تیرہ
وتار بجلی یہ جھکی وہ آسمان کے پار سوچے کہ ہم مانین یا نہ مانین تو
فال نیک۔ اللہ لکھ کر خواب سے اٹھے۔

اتنے میں شوالون میں ٹھنٹھٹھ گھنٹوں کی آواز آنے لگی
امر کے یہاں فوتی نوبت بجانے لگے۔ مسجدوں میں مؤذنوں نے
نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ بادہ گساروں کو صبحی یاد آئی مرغ سحر خیز
نے لکڑوں کون کی بانگ لگائی۔ چلیے تڑکا ہو گیا۔ ادھر میان
آزاد بن ٹھن کر تیار ہوئے اور ادھر میان ظراف مکرس کروانے
آن موجود دونوں چلے۔

علی الصباح کہ مردم بکار دبار روند
ہلاکشان محبت بکوے یار روند

آپس میں میٹھی میٹھی باتیں ہوتی جاتی ہیں کہ ملاج ملیج کیا میزانش
بزرگ ہو۔ دیکھیں آج کیسی گذرتی ہو۔ خدا نے چاہا تو گہری چنے
آج پو بارہ ہیں۔ اس بہار اور لب جو مبار اور طرف
گلزار اور قدرت کے نقش و نگار کا لطف بے گعداد
گجا۔ بیچ ہے۔

گل بے مرغ یا رخوش نباشد
بے لالہ عذار خوش نباشد

اب ادھر کا ذکر مٹھیے کہ وہ دونوں بہنیں نام خدا سیانی تھیں اور
مست بادہ جوانی تھیں۔ لیکن ابتداء ہی سے انتہا کی چپا پرور
اور پاک نظر۔ اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ تعلیم اعلیٰ درجہ کی پائی کتب
اخلاق و ہندو معنویت کی خوب ہی سیر فرمائی۔ لیکن انکی بڑھتی
انسان جان پرانے فن کی رئیس زادی ضعیف الاعتقاد سی تو انکا
خاص حصہ تھا انھیں پرانی باتوں پر لٹو تھیں۔ بلی اگر گھر میں
کسی روز آوے تو تم ہو جائے۔ اُتو پولا اور ان کی روح فنا
ہوئی اب صبح تک تالیان ہی بجا کر گئی۔ جو تے پر جوتا دیکھا اور
اگ ہو گئیں کسی نے سیٹی بجائی اور انھوں نے کوسنا
شروع کیا۔ پانٹوں۔ پانٹوں پر رکھ کر کوئی سویا اور آپ نے لکھارا
ہجر یا غم و الم کا شعر کسی نے زبان سے نکالا اور انھوں نے فوراً
روک دیا۔ گتا گلی میں رویا اور انکا دم نکل گیا۔ گتیا نے کان
پھٹے پھٹائے اور انھوں نے ٹھوٹھو کرنا شروع کیا راستے میں
کانا ملا اور انھوں نے ففس پھیر دی۔ تیلی کی شکل دیکھی اور دوپٹی
خون خشک ہو گیا۔ کسی نے لکیر بنائی اور اس کی شامت
آئی۔ جو کمین جاتی ہوں اور کوئی ٹوک دے تو بھر اللہ
دے اور بندہ ہے۔

ہندوؤں کی طرح سانوں کے مینے میں چار پائی بنوانے کی
قسم کھائی تھی۔ دن رات بوڑھا چونڈا ہلانا اور باتیں بنانا
مگر تھیں بڑی مالدار۔ الغرض اس بوڑھے پے میں بھی
آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا اور منہ سے انگارے برستے تھے
جب دیکھا کہ لڑکیاں سیانی ہو گئیں تو سوچیں کہ کنوار پن کے
دن کب تک کاٹینگلی بڑی لڑکی کی شادی کی فکر دامن گیر
ہوئی اُونچے اُونچے گھروں سے پیغام آنے لگے اور کیوں
نہ آتے ایک تو نوجوان دوسرے آن بان۔ تیسرے

مالدار چوتھے شوخ و طائر پانچویں نمیدہ و سنجیدہ چھٹے کلفام
نازک اندام۔ ایک زمانے کا دل آئینہ آیتھا کچھ چاند۔ بلکہ
بن گیا چاند بھی اُنکے مقابل میں ماند۔ قامت زیبا سوا آزاد
بلکہ رشک شمشاد زلف چلیا بلا سے بیدرمان۔ غارت گردین
وایمان۔ ابرو شمشیر بران یا تیغ اصفہان۔ ۷

بر قامت از قامت مرثوہ دادہ	ہر بالا از بلا حرفے زیادہ
بر اندامش فتد گر ہر تو ماہ	نزاکت سازدش و خواب گاہ
بفرقش گل کند گر سائبانے	قدش غم گرد و از بار گرانے
نگارین پائے اور نگین تندوے	شگفتہ لالہ بر پائے سردے

بڑی بیگم نے ایک رئیس یا تو قیر کے صاحبزادہ اکبر کے ساتھ اپنی
بڑی صاحبزادی کا عقد کرنا چاہا اور اُن کے پیغام کو قبول کر لیا
بڑی لڑکی حسن آرا بیچاری ششدر اور حیران و مضطر کہ یا الہی
اب میں کیا کروں میان جو ہونے والے ہیں اُن کی صورت
اکبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی بیجولیان مبارک سلامت
کہتی ہیں یہاں پلیون خون خشک ہوا جاتا ہو اور کلیجہ سٹھ کو آتا ہو
کہ خدا جانے بد قطع ہو بد وضع ہو پڑھا لکھا ہو۔ یا جساہل
ناخواندہ۔ واللہ اعلم خیالات کیسے ہیں۔ یا الہی کیا کروں کسان
جاؤں۔ راز دل کیسکو سناؤں۔ بولوں تو اڑوس پڑوس کی
عورتیں طعنے دین کہ واہ لڑکی کیا بلا سے بیدرمان ہے یہ تو سوار
کو کھڑے کھڑے گھوڑے پر سے اتارے۔ اے ہو ایسی لڑکی
فوج کسی کی ہو۔ یہ دیدہ دلیری!! ۸

عجب دروہست جانم لا اگر گویم زبان سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

دل ہی دل میں بیچاری کر لھنے لگی اپنی پیاری چھوٹی بہن سے
درد و کھ کہتی تھی اور کس سے کہتی وہ بیچاری بھی منکر اُداس

ہو گئی وہ اٹھکھیلیاں سب بھول گئی۔

ایک دن بڑی بیگم جو صبح کو بلنگ سے اٹھیں تو بیٹے سے
چھینک پڑی چھینک کا پڑنا تھا کہ اُنکے پائوں تلے سے مٹی نکل گئی
اور کلیجہ دھک دھک کرنے لگا ضعیف الاعتقاد تو تھی ہیں بھین کہ
قال بدرواب منیے کہ خواہ مخواہ یہ بھی سمجھ بھین کہ میری بائیں آنکھ
پھٹکتی ہو۔ اب تو ابھی بولنا ہو تو ماتھا ٹھٹکتا ہو کہ قال بدروے
تیو رآنے لگے۔ بڑی بیگم کی تو یہ کیفیت تھی۔ اب حسن آرا کا ذکر
منیے کہ وہ اور اُسکی چھوٹی پیاری بہن سپہر آرا شہ نشین میں فرش
مکلف پر بعد شان دہری بیٹھی ہوئی اخبار پڑھ رہی تھیں پڑھتے
پڑھتے کیا دیکھتی ہیں کہ ایک مضمون کی یہ سرخی ہو (شریر لڑکا)
کیا! شریر لڑکا۔ آؤ اسکو پھینک دو بھین کس شریر لڑکے کا
حال ہو۔

شریر لڑکا

کم سن لڑکوں کو تو حکما اور علما اخوان انشیا طین کہتے ہی آئے ہیں
لیکن جس شریر لڑکے کا ہم ذکر کرتے ہیں وہ شرارت میں شیطان
کے بھی بچا ہیں۔ ان نالائق کی حرکتیں اب اس لائق نہیں کہ ہم
اُسے اغماض کریں بلکہ ہم پر بحیثیت قاتل نگاری فرض ہو کہ اُن کو
طشت ازہام کریں تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور شریر بزرگوار ایسے
بد وضع لڑکے کی صحبت میں اپنے صاحبزادوں کو نہ بٹھائیں بلکہ
اُس سے احتراز و اجتناب کریں۔ یہ شریر لڑکا اسکول میں
پڑھنے جاتا ہے۔ مگر گنڈے دار پڑھائی۔ دو دن گئے چار دن
غائب تین گھنٹے درجہ میں بیٹھے رہے اور بس بھاگ
کھڑے ہوئے۔ پتا ہی نہیں گھر سے دس دن غائب عک
کنودن میں بانس پڑ پڑ گئے مگر وہ چاند ڈھلے سے نہ نکلے نہ نکلے
اور اگر برآمد بھی ہوئے تو جوا خانے پہنچے۔ مدر سے میں کل طلبا

اُن سے نالان کسی پر حسب جمائی کسی کو دھول لگائی کسی کی کتاب کو بھاڑھوڑ کر پھینک دیا۔ کسی کی سلیٹ کو توڑ ڈالا کسی کے قلم کو بانٹوں سے کچل دیا۔ کسی کے کپڑے چاک کر ڈالے۔ سائٹروں سے پھٹ کر دیتے تھے اور سڑے سخت دیتے تھے مگر وہ چکنا چکر پانی کی بوند پڑی اور ٹرے زمین پر۔ دو دفعہ قید بھی رہ چکا مگر عیال پاک بیباک۔ اور افسوس تو یہ ہے کہ ذات شریف ایک رئیس کے صاحبزادے ہیں خوب نام روشن کیا۔ افسوس صد افسوس اسکول میں کئی بار لڑکوں کی کتابیں بھی چورائیں اور قلم اور نیپل کے توانے بڑھ کر چور دیکھے نہ سنے درجہ بھر میں قلم بچنے ہی نہیں پایا۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہاں تک تو خیر خیریت تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ شرارت کی برسوں سب کو ایک مہاجن کے یہاں کودے اور کوٹھری کے قفل کو توڑ کر اندر گھسنے لگے۔ اتنے میں اُس مہاجن کی چارہ سالہ لڑکی نے جو آہٹ پائی تو اکھٹا کر ٹھٹھری ہوئی اور ڈرتے ڈرتے اپنی ماں کو بگایا۔ اتان۔ اتان۔ اداتان۔ ذری جاگو تو بلی نے تیل کا گھڑا گرا دیا۔ بھشت بھشت۔ بل بل۔ اُسکی ماں گر پڑا کر جواٹھی تو حضرت کوٹھری کے باہر ایک چار پائی کے بیچے دبک رہے اُس نے اپنے لڑکے کو بگایا۔ وہ ڈنڈ پیل جوان خم ٹھونک کے ایک مرتبہ دھم سے چار پائی پر سے کود اچر کے پائوں کتے۔ چار پائی کے بیچے سے گھبرا کر نکلا مہاجن کا لڑکا بھی اُسکی طرف بھٹ ہی تو پڑا۔ اُسکا جھپٹنا تھا کہ وہ ذات شریف ہا ہا کر کے اسکو ڈرانے لگے چھتری کٹ مرنے والے۔ اور مڑا اُسپر یہ کہ ڈنڈ پیل جوان خاصے پہلوان۔ ایک تو کڑوا کر بلیا دوسرے چڑھانیم اُنکو تاب کہاں جاتے ہی چٹ گئے۔ دونوں میں خوب پچیتیاں ہوئیں۔ آخر کار مہاجن کے لڑکے نے اُنکو اٹھا کر دے مارا۔ اتنے میں اُس کمبخت

لڑکے نے کمرے چھری لگائی اور بھونک دی بیچارے کی اکھٹیں نکل پڑیں۔ اُسکی ماں نے سر پٹینا اور جٹانا شروع کیا۔ پڑوسی اور خدنگار باری اور کہا رہا سی اور بر قند از فوراً دوڑ پڑے اور صاحبزادے صاحب کو ہاتھوں ہاتھ گرفتار کر لیا فاکسار اٹھ کر یہ بات لکھتے ہی بے اختیار رو دنا آتا ہے کہ مہاجن کا لڑکا دو دن کے بعد جان بحق تسلیم ہوا اور وہ رئیس زادہ جو چوری کرنے گیا تھا اب حوالات میں ہے اور ضرور چھانسی جائے گا۔ افسوس صد افسوس کہ اس رئیس زادے کی شادی ایک تربیت یافتہ اور حسین رئیس زادی کے ساتھ قرار پائی تھی جس کا نام حسن آرا ہے۔

یہ پڑھ کر حسن آرا اٹھ اٹھ آنسو رونے لگی اُسکی بیاری چھوٹی بہن گلے سے چٹ گئی اور اُسکی بہت کچھ تشفی کر کے اخبار پانی بوڑھی ماں کے پاس لے گئی اور روتے روتے بعد حضرت وحرمان کہا کہ اتان جان دیکھے کیا غضب ہو گیا تھا آپ نے بے دیکھے بھالے بے سمجھے بوجھے شادی منظور کر لی تھی۔ اسکے بعد اخبار کا کل مضمون از سر تاپا پڑھ کر سنا دیا۔ اُنکی اتان روتے روتے بولیں کہ بیٹا آج تر کے جب میں پلنگ سے اٹھی تو بیٹ سے کسی نے چھینکا۔ اور میری بائیں آنکھ بھی پھٹنے لگی ہے۔ اُسی دم پائوں تلے سے مٹی نکل گئی۔ میں تو سمجھی ہی تھی بابا کہ آج کچھ سنانی سنیں گے۔ چلو اللہ نے بڑی خیر کی حسن آرا کو میری طرف سے چھاتی سے لگاؤ اور کہہ دو کہ جو شریف زادہ تم کو پسند ہوا اسکے ساتھ نکاح کر دوں گی۔ مگر پٹھا لکھا ہو۔ عالی خاندان ہو۔ دس آدمی اچھا کہیں گواں اس بات پر اکثر آدمی ہم کو ہنسیں گے۔ مگر تم سوائے حسن آرا کے اور کسی سے ذکر نہ کرنا۔

مخافون نہ تھانیں آرا کی پیاری بہن سپہر آرا اپنی بڑھی مان
کے پاس سے آئی تو باچھین کھلی ہوئیں ہنسی ضبط نہیں ہو سکتی
آنکھوں سے خوشی برستی ہو کلیجہ گزبھر کا۔ گویا قارون کا خزانہ
مل گیا۔ آتے ہی بڑی بہن سے چٹ گئی اور کہا لو بہن
مبارک۔ پیاری بہن مبارک ہو۔ لو اب تو تھوٹا لگی مراد پائی
ولی تہنہ آئی۔ اب اداس کیوں بیٹھی ہو نہ بھی بہن ذری مسکراؤ
میری خاطر سے دگلے سے چٹ کر مین صدف نہ ہنسے تو ہماری
بھتی کھائے نہ کھو روئے آخرش اب سچ کا ہے کہ اللہ سون
وہ خوش خبری سناؤں کہ جی خوش ہو جائے۔

حسن آرا۔ ای ہر تو کچھ کہو گی بھی۔ یہاں کیا جانے اس وقت
کس غم میں بیٹھے ہیں ماضین دل لگیان سو جھتی ہیں۔ یہ خوشی
کا کون موقع ہو بہن۔ تم نے تو اور کچھ پیپ کر دیا۔

سپہر آرا۔ ادا۔ یوں ہم بتا چکے۔ بلا تھائی لیے نہ بتائیں گے
بات یہ ہو کہ مین نے انا جان کو جا کر سب مضمون سارا کا سارا
سنادیا وہ بھی اداس ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ دیکھا انا سویرے سویرے
میری بائیں آنکھ پھڑکتی تھی۔ سویرے سناں سننے میں آئی تب تو
مین نے کہا کہ انا جان اسکو آپ سناں سمجھتی ہیں شکر نہیں
بھیجتیں کہ لڑکی اتنی بڑی بلا سے بچی نہیں جانے کیا کچھ
ہو جانا۔ اللہ نے بڑی ابر در کھالی۔ ہو ہو غضب خدا آپ
تواندے کنوین مین لڑکی کو ڈھکیل دیا تھا۔ مگر خدا بڑا کار ساز
ہو۔ آپ تو آج گھی کے چراغ مسجد مین جلائیں کہ بڑی آئی
ہوئی ٹل گئی۔ کیا جانے کہ کادیا اڑے آیا۔ اُن مین جب
سو جتی ہوں تو میرے تو دو ٹکٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ سو بہن
پیاری انا یہ مسکراؤ مین کہ اب مین نے حسن ارا کو اُنکے
فعل کا مختار کرو دیا جس کے ساتھ جی چاہے شادی کو لیں

انکی پسند پر ہو۔ مین اب دخل نہ دوں گی۔ مگر شریف زادہ ہو اور
عالی خاندان مین نے جھک کر سلام کیا اور کہا کہ انا جان
اپنے قول پر رہے گا۔ انھوں نے چھوٹے ہی میری در تھاری
دونوں کی قسم کھائی کہ اپنے اپنے نکاح کا تم کو اختیار ہو لیکن
شریف زادہ ضرور ہو۔ خاندان کا نام نہ ڈبونا۔ پسند
تھاری منظوری ہماری۔ جسکو تم پسند کرو بشرطیکہ ہم بھی منظور
کر لیں اسی کے ساتھ نکاح ہو مگر باجی خبردار کسی سے ذکر نہ کرنا
کوئی مرد حسن تھارے واسطے تجویز کرینگے۔

حسن آرا۔ مسکرا کر یہ کیوں۔ حسن تو عورتوں کے لیے زیبا
مردوں کو اس سے کیا کام۔ ہاں سخن سنج ہو۔ سخندان ہو۔
سخنور ہو۔ خاندان کا اچھا ہو۔ بد قطع چپک روکا لا کلوٹا
نہو۔ بس۔

سپہر آرا بس دس مین نہیں جانتی۔ آپ اتنا یاد رکھیے گا کہ
جو دو لٹھا جانی کا لے بھجگا ہوے تو ہم سے نہ بنے گی۔ اللہ نے
حسن کو بڑا رتبہ بخشا ہو۔ آدمی آدمی انتر۔ کوئی ہیرا کوئی کنکر۔ اور
پھر تھارے چاند سا لٹھا۔ کیا چاند مین اُنکے لگاؤ کی۔ لوگ کہیں گے
کہ بی بی کا یہ حسن گلو سوز (سالی کا یہ نور عالم افروز) اور
میان کا لے بھجگا ہفتے کا روز۔

حسن آرا۔ (ہنس کر) ای تو۔ سوت نہ کپاس کوری سے
لٹھ لٹھا۔ خاطر جمع رکھو مجھے اس کا خود خیال ہو۔ مگر بات وہ
کرنی چاہیے کہ پاس پڑوس کی عورتیں ہجولیاں لٹھ نہ دیں۔
اتنے مین پر بخش بڈھے نے آواز دی۔ بیٹا کہاں ہو۔
مین بھی آون۔

سپہر آرا۔ آواز تو تھاری ہی تو کسر تھی۔ یوں آؤ۔ آج سویرے
سویرے کہاں تھے۔ شام کو ہم بھرے پر ضرور پہنچا

کھانگے گھر شرط یہ کہ جو مطلع صاف رہا تو اور جو کچھ پھر گھٹا
جھائی تو بندی نہ جلنے کی رکانون پر ہاتھ رکھ کر حاشا میں
نہ جانے کی کل تو بجز ایسا ڈانوان ڈول ہوتا تھا کہ میں سمجھی
اب ڈوبی اور اب ڈوبی یہی معلوم ہوتا تھا کہ جیسے تنکا ہوا
چلا جاتا ہو میں اُنکاٹھ تاکتی تھی یہ میرا اُن کیلئے دھک دھک
کرتا تھا اور بانی بلیوں اُچھلتا تھا۔

حُسن آرا۔ اُسوقت تو میری جان پر بن آئی تھی۔ بارے
بخیر گذشت۔

پیر بخش۔ تم سے کچھ کہنا ہی بیٹا۔ دیکھو تم ہماری پوتیوں سے
بھی چھوٹی ہو تم دونوں کو میں نے گود یوں کھلایا ہو۔ اور تمہاری
مان ہمارے سامنے بیاہ آئی ہیں۔ تمہارے ابا کو خدا بخشنے اُن
نک کو میں نے پالا تھا۔ مگر رہے نام اللہ کا۔ میں تو تمہارے
دادا کے یہاں داروغہ تھا۔ ملا جی تو شوقیہ لکھی کچھ میرا پیشہ تو
ہے نہیں۔ تم دونوں کو میں اپنے فرزند سے زیادہ چاہتا ہوں
جو میں کہوں اُسے کان دھر کے سننا تمہارے بھلے کو
کہتا ہوں۔ سنو تم اب سیانی ہوئیں اب تمہاری شادی
کی ہمیں فکر ہی پہلے تم سے مشورہ کروں پھر بیگم صاحب سے
عرض کروں یوں تو کوئی لڑکی آج تک بن بیاہی رہی ہی نہیں
لیکن دوٹھا انھیں لڑکیوں کو اچھا ملتا ہے جو خوش قسمت ہیں
تمہاری مان کو پردے کا کچھ کچھ خیال ہے۔ ہاں اور امور
میں پرانی ہی لکیر کی فقیر ہیں۔ وہی دقیانوسی خیالات مگر
یہ میرا ذمہ کہ جس شریف کو تم پسند کرو۔ اُس کو وہ بھی منظور
کر لین گی۔ اور تم بھی نام خدا سیانی اور نصیحت ہو تمہاری
پسند کچھ ایسی ویسی تھوڑا ہی ہو گی۔ آج کل یہاں
ایک جوان فوجی سردار ہوئے ہیں۔ صورت

شہزادوں کی سی سیرت فرشتوں کی سی وضع بھلے مانسوں
کی سی مگر بالکین لیے ہوئے حُسن کا یہ عالم کہ انسان گھٹنوں
گھورا کرے۔ بدن چھریا مگر کیلا۔ سین بھگیٹی ہیں۔ ڈاڑھی
موجھ کا نام نہیں۔ ابھی اُنھیں جوانی ہے اور طبیعت وہ نور
کی پائی ہے کہ اہو ہو ہو۔ شعر کوئی میں برق۔ بول چال
روزمرہ اُن کا حصہ ہے۔ علم و فضل میں کیٹا۔ خوشنویسی میں
دوسرے یا قوت رقم خان۔ تصویر ایسی کھینچیں کہ نقل کو
اصل کر دکھائیں بانک پٹے کشتی بوٹ میں نظر نہیں
رکتے۔ نثر نثرہ نثار۔ شعر شعری شعار۔ غرض کہ اس قدر
اوصاف حمیدہ جناب ہاری نے اُس جوان نوحہ کی رگ
رگ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں کہ شاید ایک تنفس
میں تو اتنے اوصاف نہ ہوں گے عالی خاندانی چہرے
سے برستی ہے۔ خدا ایسا کرتا کہ حُسن آرا کے ساتھ اُن کا
نکاح ہوتا تو خوب بات تھی۔ تم دیکھ لو جو تم کو پسند ہو تو
تمہاری مان سے ذکر کروں نہیں تو لکھ کر بات گوانے سے
خاندہ۔ ا۔ ہاں خوب یاد آیا یہ وہی جوان ہے جو بھرے
کے ساتھ تم کو دیکھتا ہوا باغ میں جا رہا تھا۔ سچ ہیں۔ یاد آیا۔
حُسن آرا اُنکھیں بچی کر کے) وہاں تو بہت سے
آدمی تھے۔ کیا جانے کس کو کہتے ہو۔ چلو خیر۔ بے دیکھے
کوئی کیا کہے۔

سپہر آرا۔ مطلب یہ کہ دکھا دو۔ بھلا دیکھیں تو ہیں کیسے
آپ نے تو تعریف کے پل ہی باندھ دیے۔ خوبصورت
اور تربیت یافتہ اور عالی خاندان اور کم سن ہوں
اور چاہے کوئی صفت ہو یا نہ ہو تو چشم مارو شن
ور نہ بخیر۔

پیر بخش۔ بابا جب دیکھو گی تو خدا کا شکر ادا کرو گی کہ ایسی پیاری پیاری صورت دکھائی ایسے جوان ہم نے تو جنگ کبھی دیکھے بھی نہ تھے وہ نور ہے کہ نظر نہیں ٹھہرتی۔ نظر کا پائون پھسلا جاتا ہے اور تربیت یافتگی تو انکی تقریر ہی سے ظاہر ہر قسم ہے خدا کی جو بات کرے رکھ جائے اور ابھی سین بھگتی ہیں۔ ابھی سن ان کا کیا ہے۔ حسن آرا کا اگر ان کے ساتھ نکاح ہو تو ان کی خوش نصیبی۔ ہم تو تم کو اپنی لڑکیاں سمجھتے ہیں۔ تمہارے باپ ہم کو دادا کہا کرتے تھے۔ تمہارے دادا البتہ ہمارے ہم سن تھے۔

سپہر آرا۔ یہ تو تم کو جب کوئی تمہارا کہنا نہ مانے۔ اچھا پھر انکو ب دکھاؤ گے اور وہ یہاں آنے کیوں لگے بھلا۔ ہم کسی کے مکان پر جایا نہ چاہیں۔ چلو بس دیکھ چکے تائیں تائیں فٹ۔

حسن آرا۔ ہم تائیں جب ہم بھرون پر ہوا کھانے چلین تو وہ بھی کسی ترکیب سے وہاں ہوں۔ بھرے پر تو ہم آنے نہ دینگے اگر وہ کنارے پر کھڑے رہیں ہم انکو بخوبی دیکھ لینگے تو امان سے کہیں اور پھر انکو مکان پر بلوائیں اور باتوں باتوں میں ان کا امتحان لیں دیکھیں تو پھر کتنا ہیں جو اچھی تعلیم نہ پائی ہو گی تو ہماری نظروں سے گرجائیں گے۔ جو میان اور ہوی دونوں تعلیم یافتہ ہوں تو خوب ہی مزے سے کٹے میں نے تو دل میں ٹھان لی ہے کہ تو عمر بھر بن بیابا رہو گی یا اگر شادی کرو گی تو کسی ایسے کے ساتھ جو زیور علم و فضل سے متجلی ہو اور حسین بھی ضرور ہو۔ وہ میان کیا جوالف کے نام بے نجات ہوں جنگو میں خود برسوں پر ٹھانے کا دم بھر دن مجھے تو مر جانے کے برابر ہے کہ میان بالکل جاہل گنوار ہیں اور ایک مجھ پر کیا فرض ہے

جو پڑھی لکھی ہو گی وہ پڑھے لکھے ہی کو چاہے گی یہاں مورکھ عورتیں چاہے اسکی فکر نہ کریں۔ مگر ہمیں تو شاق گذرے لطف یہ کہ میان کتاب پڑھ رہے ہیں ہوی مزے مزے سے سن ہی ہیں ہوی نے پڑھا کبھی میان کو سنا یا۔ کبھی اخلاق کی بحث ہو رہی ہے کبھی شعر شاعری کا چرچا ہے۔ کبھی کوئی دلچسپ قصہ پڑھ رہے ہیں مذاق کی باتوں پر میان ہوی دونوں کے دونوں ٹھکھلا کر ہنس پڑیں۔ یہ انکو صلاح نیک دین وہ انکو مشورہ دین۔ ان پڑھ لاکھ ذکی ہو پھر جاہل ہو عورت جب تک خواندہ نہیں کوئی صلاح معقول نہیں دے سکتی۔ وہ تو ہزار باتوں کی ایک بات کہہ دے گی کہ میں مورکھ جاہل یہ باتیں کیا جانوں بھلا میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ بن پڑھی ہوی سے تربیت یافتہ خوش کہہ کر رہتے ہیں۔ مگر بان انکو یہ ڈھارس ضرور ہوتی ہو گی کہ کریں کیا۔ تمام ہندوستان میں اگر شعل لے کر ڈھونڈیں تو بھی خواندہ اور تربیت یافتہ عورتیں شاید دو ہی چار ملیں گی۔ ہم نے دو ہی چار کا نام سنا ہے۔ ایک رامابائی۔ دوسری چند رکھی۔ اور دو چار ہو گی باقی اللہ اللہ خیر صلاح۔

حسن آرا یہ گفتگو کر ہی چکی تھیں کہ پیر مرد نے کما تم ٹھرو میں ابھی ابھی آتا ہوں۔ اور خدانے چاہا تو آج ہی سب معاملہ ٹھیک ہو جائیگا۔ اب دیر اچھی نہیں۔ کسی تدبیر سے میں ٹکود کھا دیتا ہوں۔ اُسے رخصت ہو کر یہ مرد باہر گئے اور انتظار میں کھڑے ٹھل رہے تھے کہ میان آزاد اب آئیں اور اب آئیں۔

اور انکی کیفیت سننے کے ظراف کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے چان چان چلاتے ہیں۔ چو طرف ادوی گھٹائیں اور ٹھنڈی ہوائیں۔ ہر سمت بہار اور لالہ زار اور طرف چمن غالبہ بار اور میدان بھر میں میان آزاد۔ اور ان کے یا ٹھٹھی ٹھٹھی باتیں

ہوتی جاتی تھیں۔
ظراف اب گھبراہٹ کیا ہو میان۔ اب تو کوسے دلا رہا
سانے ہی۔

آزاد۔ سنائیں۔

وعدہ وصل چون شود نزد یک | آتش شوق تیز تر گردد
ایک ایک قدم اسوقت ایک ایک منزل ہو چلتا دیکھ رہا گیا
بس یہی شوق ہو کہ پر لگا لیتا اور ڈھجکا لگتا۔ اور چھڑک کر اس
ایوان کیوان نشان پر ہو رہتا۔ جو اسوقت دھوپ نکل آئے
تو موت ہی کا سامنا ہو۔

ظراف۔ بار تمھاری وحشت سے ہم بہت ہی گھبرائے ہیں مگر
واسطے خدا کے وہاں وحشت کی نہ لینا۔ ورنہ کی کرائی محنت
سب خاک میں مل جائے گی۔ نذر آدمیت کے زمرے سے
خارج نہ ہو جائیے گا۔

اتنے میں سانے سے آٹھ دس گدھے آرہے تھے اور گدھے والا
تھوڑا کڑے اُن سب پر چھٹکا رہا تھا۔ میان آزاد نے کہا کیوں
بھئی آخر ان گدھوں نے تمھارا لگا لگا کیا ہو جو پیٹتے جاتے ہو۔
راہ راہ بیچارے جاتے ہیں اور تو خواہ مخواہ اُن کو اس برحی سے
ٹھونکتا جاتا ہو آخر کچھ خدا کا بھی خوف ہو یا نہیں۔ گدھے والے
نے اسکا تو کچھ جواب نہ دیا اور گدھے ایک اور جانی تپ تو
میان آزاد آگ ہو گئے اور انھوں نے بڑھکرا ایک ٹوک جمایا
اور پھر دوسرا دیا اور پھر تیسرا اور لے گا نا معقول۔ ابے آخر
تیرے نزدیک ان میں جان ہی نہیں ہو اگر نہ چلتے تو ہم کہتے
کہ بھی خیر یوں بھی سہی۔ خاصے جارہے ہیں کھٹا کھٹ اور
آپ پیٹ رہے ہیں۔

ظراف۔ بس اسی کو تو وحشت کہتے ہیں۔ کوئی بوجھے آپ

کون آخر۔ آپ کو کسی فعل سے کیا واسطہ۔ آپ کوئی تقاضی
ہیں کو تو ال ہیں مٹی ہیں۔ اُسکے گدھے ہیں وہ جو چاہتا ہے
کرتا ہی آپ بیچ میں بولنے والے کون۔ آخر کوئی وجہ بھی تو ہو
کننے لگے گدھوں کو کیوں بیٹھا۔ اُس نے خوب کیا آپ بولنے
والے کون۔

آزاد۔ بھئی پھر جو ہو ہم سے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی زبان
زبردست کو کوئی اظلم زبردست دق کرے اور ہم ٹھگ ٹھگ
دیدم دم نہ کشیدم کے مضنون پر عمل کریں۔

کوئی دس ہی قدم آگے بڑھے ہو گئے کہ دیکھا ایک چڑیا خٹکے
لاسا کہے میں لگائے جانوروں کے فریب دینے کو ٹٹی پر پتے
جمائے جال لٹکاتے ہوے جانوروں کو پکڑتا پھر تاتھا ایک دفعہ
ہی ایک طوطا چھنسا تو چڑیا نے حسب معمول بڑی ہمدردی سے
اُسکو جھولے میں ڈالا۔ میان آزاد آگ بھھوکا ہو گئے۔ اور
غل غل کر لٹکا رہا اور چڑیا چھوڑ دے اس طوطے کو باجی چھوڑ
اجی بھی چھوڑ چھوڑتا ہی مین اُون چڑیا رہکا لٹکا۔ کہ یا آئی مین
کروں تو کیا کروں۔ یہ تو عجب وحشی آئے۔ اُسے کہا صاحب یہ تو
ہمارا پیشہ ہی ہے آخر اُسکو چھوڑ دین تو کریں پھر کیا۔ آپ بولے
کہ بھیک مانگ کر مزدوری کر لے کر یہ چھوڑ دے تب تو میان
ظراف اور بھی بگڑے۔ لاجول دلاوہ۔ آخر آپ کوئی خدائی
نوجہا رہیں۔ آپ ہیں کون سنیے وہاں اُس گدھے والے
سے لڑ پڑے۔ یہاں چڑیا کی شامت آئی۔ ایسا تو مزاج
ہم نے کسی کا دیکھا ہی نہیں آج تک جس سے دیکھو لڑنے پر
آنا وہ خم ٹھونک کے گشتی کے لیے موجود۔ میان آزاد نے
جھپٹ کر چھو لادو لاکھا و نپا جال وال سب چھین چھان لیا
اور جھولے کو جو کھولا تو جانور سب پھر سے اڑ گئے ایک مشرق

دوسرا مغرب تیسرا شمال چوتھا جنوب کی سمت پھر پھر۔
جانوروں نے جو قید سے آزادی پائی تو جنگل کی خوب ہوا
کھائی مگر چڑیا کی آنکھوں سے خون پٹکنے لگا کہ اتنی دیر دوڑ
دھوپ کر کے چند جانور ملے تھے وہ یوں گئے۔ میان آزاد کو
صرف اتنے ہی پر قناعت کمان۔ کپے کو کھٹ سے کاٹ کوٹ
کے پھینکا۔ جال کو بھی ٹوچ نہ لے کے برابر کیا چڑیا قہر و ریش
بر جان درویش۔ مگر چپ ہو رہا۔ لیکن میان ظراف کا چہرہ
مارے ٹھٹھے کے سرخ۔ آزاد نے جیب سے نکال کر دوسرے
چڑیا کو دیے اور بڑی دیر تک فمائش کی۔

آزاد۔ کیوں قبلاب تو منزل مقصود قریب ہو۔
ظراف۔ قریب دریب میں نہیں جانتا۔ آپ کا دماغ صحیح
نہیں ہے ہماری تو یہی رائے ہو کہ آپ کسی طبیب حاذق سے
رجوع لائیں۔

آزاد۔ بھائی تم سمجھتے ہی نہیں کہ میرا اصل مطلب کیا ہو۔
ظراف۔ بس قبلاب اپنا مطلب آپ رہنے دیجیے۔ سلام۔
آزاد۔ نیسے تو نیسے تو کمان چلے کمان۔ خدا کا واسطہ جو آگے
بڑھے۔

ظراف۔ آپ کو شاید جو اور کھٹکا ہو تو مطمئن رہیے گا۔
آزاد۔ اچی لال حول ولاقوہ۔

قرار در کف آزادگان نگر و مال

نہ صبر و دل عاشق نہ آب در غزال

لے اب غصے کو تھوک دیجئے اور چلئے ہمارے ساتھ۔
ظراف۔ اب تو راستے میں نہ ٹر پڑیے گا
آزاد۔ کیا مجال۔

الغرض میان آزاد اور ظراف چلے۔ چلے تو دیکھتے کیا ہیں کہ

راہ میں ایک گاڑیاں بیل کی دم اینٹھ رہا ہے۔ آزاد نے آؤنگی
نہ تاؤ ایک دفعہ ہی لٹکا رکھ کر گاڑیاں خبردار جو آج سے بیل
کی دم اینٹھی ظراف نے غل جپایا کہ کیوں صاحب پھر وہی
کیوں صاحب اتنی جلد قول و قرار بھول گئے یہاں میان آزاد
چپ چاپ چلنے لگے۔ تھوڑی دیر میں دونوں اُس ایوان کے
قریب پہنچے۔

یہ نرالا امتحان ہے

دلدادہ جمال جانانہ میان آزاد موزون ترانہ اپنے شفیع بنفوق
اور خلیل بالتحقیق میان ظراف کے ساتھ اُس ایوان سعادت
تو اماں کے قریب چان چان اور خرامان خرامان جانے لگے
تو کیا دیکھتے ہیں کہ ملاح بلج یعنی وہی پیر مرد وجہ چھوٹا ٹھٹھا کہ
قدم رکھتا ہوا سانسے سے آ رہا ہے۔

آزاد۔ السلام علیکم۔

پیر مرد۔ علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ظراف۔ مزاج اقدس حضور کا۔

آزاد۔ مزاج معلیٰ۔

پیر مرد۔ آپ اپنے مزاج کی کیفیت فرمائیے میرا مزاج تو آج
ادج عیوق پر ہے۔

آزاد۔ ہاں تو پھر ہمارا دماغ بھی عالم بالاکسی سیر کر رہا ہے۔
بے پرکی آج اُٹا رہا ہے۔ آپ کے چہرے سے خوشی

برستی ہے۔

مرحبا کفرخ پے دفرخہ پیام

خبر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام

ظراف۔ راہ تو وہ نکالی ہے کہ ہم آپ کے لیے خضر ہو گئے
اور یار خواب ناز میں ہے۔

آنلاؤں سے کہتے ہیں کہ تو بڑا آدمی دس آدمی کے برابر ہے۔
آنلاؤں سے کہتے ہیں کہ تو بڑا آدمی دس آدمی کے برابر ہے۔

ظراف۔ درست تو قریب بندہ ہوا۔

آزاد۔ کیسے بھر کچھ کہے تو مڑہ سنانے میں اتنی دیر۔

پیر مرد۔ آئیے غریب خانہ تک قدم بچہ فرمائیے۔ وہ سامنے
کلیہ اخلاص ہی چل کر آکر ہم تمام تشریف رکھے اور داستان
سنیے۔ فتح ہی فتح۔

آزاد سے۔ اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی ہے۔
خانہ احسان آباد۔

پیر مرد۔ اے حضرت یون تشریف رکھے۔ میان ظراف صاحب
میری خاطر سے آپ ہی یون آئیے۔ یارو مجھ بڑھے کا اتنا تو کہنا
ماؤں صاحب سے۔ صدر رہ جا کہ نشین صدر سے پڑھیں
بندہ آج صبح کو ان دونوں کے پاس گیا۔ اور آپ کی اس درجہ
تعریف کی کہ قبل باندھ دیے۔ اور پھر آپ جانے بندہ کو عالم
نہیں۔ فاضل نہیں۔ نشی نہیں۔ مولوی نہیں۔ لیکن آخر علما اور
فضلا اور ملکا اور شعرا کی آنکھیں تو دیکھی ہیں بڑے بڑے
نکتہ برداروں اور جادو طرازوں کی صحبت میں باریاب رہا ہوں
اس سانی اور لفاظی سے تقریر کی کہ اب آپ کے جمال
باکمال دیکھنے کو نفل در آتش ہیں۔ کئی بار کہ چکین کہ صورت
تو دکھا دو۔ لو حضرت معاملہ تو سب یس ہی ذرا کسر نہیں۔
لیکن بڑی بڑی بیج ہی وہ آپ کا امتحان لینگی۔ سوالات
کے جوابات آپ کو دینے ہونگے ہاں یہ بڑی سخت شرط ہے
دونوں کی دونوں پر کالہ آتش ہیں۔ ایسا نہ کہ وہ کچھ بوجھ
بیٹھیں اور آپ بغلیں جھانکنے لگیں یہ البتہ بڑی بیٹھی کھیلتی
جورائے ہو اس سے اطلاع دیجیے۔ خدا کی قسم انھوں نے

قسم کھائی ہے کہ جابلہ مر کھان پڑھ کے ساتھ کلچ کر گئے کر گئے
ہرگز نہ کر گئے آپ سوچ سمجھ لیجیے۔

آزاد سے۔ اے خدا قربان احسانت شوم
این چا احسان ست قربانت شوم

واللہ اللہ مانگی مراد پائی جو تبتاے دلی تھی وہ برائی۔ ایک نہیں
ہزار بار امتحان لین تو کیا پرواہی۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ ہمیں بھی
آپ کوئی گڑھا سمجھے ہیں کیا ہم تو لاکھوں میں امتحان دین
ہمیں منظور ہے۔ بسم اللہ چاہے جو امتحان لے اور اگر وہ
خود امتحان لین تو اللہ روح خوش ہو جائے۔ ازین چہ بہتر
ہمارے جوہر کو کسی طرح انہر کھلین منطق میں فقہ میں ادب میں
فلاسفہ میں ریاضی میں ہیات میں نظم میں شریعت میں
چاہیں امتحان لین بھی جو کل جاؤں تو آزاد نہیں۔ عمر بھر
آخر کیا کیا کیے۔

ظراف۔ بھائی امتحان کا نام برا۔ شاید رہ گئے تو بھر۔
آزاد۔ پھر آپ کا سر رہ جانے کی ایک ہی کھی۔ اور امتحان کے
نام سے آپ جیسے گوکھوں کی روح فنا ہوتی ہی باریکاری۔ خیر
آپ چپ چاپ بیٹھے رہیں ہم اپنے سمجھ لینگے۔

پیر مرد۔ میں جا کر کہوں کہ وہ آئے ہیں بسم اللہ امتحان
لیجیے۔ انھیں بسم و شہم منظور ہے۔ لیکن انھوں نے ہم سے کہا
تھا کہ ہم بھرے پر سوار ہوں اور اس وقت اُن سے آنکھیں چار ہوں
مگر شرط یہ کر دی ہو کہ چاہے بدلی ہو لیکن مچھ نہ برستا ہو اور ہوا
بہت تیز نہ ہو۔ سو اس وقت بدلی بھی چو طرف چھائی ہوئی ہے اور
ہوا تو اس زقائے سے چلتی ہے کہ وہ بلا پتلا آدمی شاید پٹانے لگے
اچھا آپ بیٹھیں میں آتا ہوں۔

کہیں دو چل میں آتا ہوں، کے مطابق ہی

حکمر آند نہ کیجیے گا۔

الغرض پیر مرد رخصت ہو کر اور اجازت لے کر محل میں گئے
حسن آرا۔ کہیے آپ کیا خبر لائے؟ کچھ خوش خوش آرہے ہو۔
پیر مرد۔ وہ آئے ہیں امتحان کا نام سنئے ہی یا چھین کھل گئیں۔
کہیے تو بلا لاؤں بیٹی دیکھتے ہی جی نہ خوش ہو جائے تو سہی۔
سپہر آرا۔ نامحرم کا کھٹ سے گھر میں چلا آنا کیسا پہلے لائے
کہیے کہ چلیے باغ کی سیر کریں۔ روشن میں انگوٹے کرٹھیے۔ ہم
بچھو کون سے دیکھیں تو سہی۔ یہ نہیں کہ ایرا غیر اپکلیکان جو
آیا داخل۔ واہ۔

حسن آرا۔ ہاں کہتی تو سچ، برا بھی بے موقع ہو۔

پیر مرد باہر گئے اور کہا کہ ابھی آرام میں ہیں آئیے تب تک
ہم آپ مل کر گلشن چمن کریں۔ دیکھتے تو بلغ میں کیا فضا ہو
اور روشن میں مٹری پر قیامت کا جو بن ہو بھی چلو باغ میں
ٹھلین۔ ادھر میان آزاد اور میان ظراف اور پیر مرد باغ کی
روشن میں ٹھلنے لگے اور ادھر جھروکوں سے آن دونوں
زہرہ جبین نازنین رشک قمر پری پیکر خاتونوں نے دُوریدہ نگاہ
سے دیکھنا شروع کیا۔ میان آزاد دھرتی مہ نقاب سبزہ آغاز
شوخ و طناز حسین و مہ جبین ادبچی بنے ہوئے باغ میں ٹھل
رہے تھے۔ دیکھتے ہی پھرک گئیں۔ بڑی بہن نے تو ضبط کیا
مگر جھٹکی سے نہ رہا گیا۔

سپہر آرا۔ اہو ہو ہو۔ کیا رنگیلا جھیل جھیللا جوان ہو۔ کیا
نورانی صورت ہو بہن یہ تو مختارے ہی لائق ہیں۔ اللہ نے
یہ جوڑی اپنے ہاتھ سے بنائی ہو۔ میری ابھی باجی جان
ہماری خاطر سے اُنکے ساتھ بیاہ کر لو میں صدقے گئی مان لو
حسن آرا۔ واہ کیسی نادان ہو مہلا شادی بیاہ بھی

کسین کسی کی خاطر سے ہوا کرتے ہیں۔ یہ دل کا سودا ہی۔ ہم
بے بچھے بوجھے دل سی پیاری چیز کسی کو نہ دینگے دھچکا کر اور
پھر ایسی ہی تم گرویدہ ہو تو تم ہی سہی۔

سپہر آرا۔ (گردن نیچی کر کے) بڑی بہن ہو کیا کہوں۔

ادھر وہ سب سبزہ و لالہ دگل منبل کے جو بن لوٹے تھے
اور وہ دونوں گلبدن مستن دُوریدہ نگاہ میان آزاد پر ڈالتی
تھیں کہ ایک دفعہ ہی دوسوار سبک خیز اور بلا کے تیز گھوڑوں
پر سوار عجب بانگی ادا سے آن موجود ہوئے انھوں نے میان آزاد
کو اور میان آزاد نے انگوٹھی چڑھنے سے دیکھا۔

آزاد۔ (پیر مرد سے) یہ تو اچھے رقیب پیدا ہو گئے بنگلی گھولنا
انکو کسی ترکیب سے ٹال دیجیے۔

پیر مرد۔ یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہو۔ ان دونوں کے منہ سے تو انگارے
برستے ہیں فوجی آدمی ہاری مانتے ہیں نہ جیتی۔ مگر میں رُس نہ لو
یہ بھی اور فوج کے افسر ہیں۔ آپ ادبچی بنے ہوئے ہیں۔
آپ کی تلوار ہر دم میان سے دو انگل باہر رہتی ہو کج خون
ہوتا ہو۔ خدا ہی خیر کرے۔ اگر ایک بھی طیم مزاج ہو تو بات
بن جائے اور جو دونوں کے دونوں محروم المراج ہوئے تو
پھر وہی شعر صادق آتا ہو۔ ہ

وگر در ہر دو جانب جا ہلا مند

اگر زنجیر باشد ہگلا مند

ایک کام کیجیے آپ کا اور انکا سب کا امتحان لیا جائے۔ جو
اول رہے اُسی کے نام کی فتح۔ سچ کہیے گا کیا فیصلہ کیا ہو۔
آزاد۔ منظور۔

پیر مرد نے محل میں جا کر حسن آرا اور سپہر آرا سے کہا کہ وہ دونوں
بچھو جوان بھی سامنے گھوڑوں پر سوار کھڑے ہیں۔ میان آزاد

میں آت ہم تو اب حلو ا کھانے کے کام کے ہیں۔ لڑنے بھڑنے کا زمانہ اب کہاں رہا۔ ایک جوان نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ معاف کیجئے گا۔ دوسرے نے قدموں پر ٹوپی رکھی کہ تصور ہوا۔ خیر اب اصل حال اور کل داستان کا اب مباب مینے۔ کہ حُسن آرا سپہ آرا سولہ سنگار کر کے ایک چتر تکلف کرے میں جلوہ گر ہوئیں اور میان آزاد کو دہان بکھوایا۔ یہ مژدہ روح افزا سنتے ہی میان آزاد کے رخسار تابان پر فرط طرب سے آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے قدم بڑھاتے ہوئے کرے میں پہنچے تو دیکھتے کیا میں کہ کر اٹھیں کی طرح سجا ہوا ہو مشک و عنبر کی جو طرفہ خوشبو آتی ہو جو شے ہے بے بہا۔ جو چیز ہو دلربا۔ فرش مختلف کر سیان رنگین رو دیوا غیرت آگین۔ ۵

زفر قی تا بقدم ہر کہا کہ مے نگریم
کر شمع دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

سامنے جو نظر کرتے ہیں تو ایک زرنگار اور سپہا پر وہ پڑی اور وہ دونوں خواتین ملائک نظر فریب یہ تھا اور جادو نگاہ و رنگین شمع میں مگر پردہ حائل۔ نور نظر سے غائب تب تو میان آزاد بے اختیار بلعن داؤدی کہ اٹھے۔ ۵

دیدار می نمائی و برہیزی کنی | بازار خویش و آتش مایہ می کنی

طالب نظارہ ام پردہ بر افکن زرخ
پیش صف راستان شعبہ بازی کن

حُسن آرا۔ مزاج شریف۔

حُسن تو ہمیشہ درخزون باد
رویت ہمہ سال لالہ گون باد

حُسن آرا۔ یا آئی دیوان کے دیوان نوک زبان میں ہیں۔
میں مزاج شریف پوچھتی تھی۔

انگو اور وہ انگو قہر کی نگاہ سے دیکھنے لگے تو میں نے یوں فیصلہ کیا کہ تم سب کا امتحان لیا جائے۔ دیکھیں کہ سا ستارہ چمکتا ہے قسمت آزمائی ہو۔ انھوں نے میرے اس مشورے کو پسند کیا مگر سپہ آرا سوچ کر بولی نہیں بہن۔ آزاد ہی کے ساتھ بیاہ رچے تو کیا بات ہو۔ خیر پیر مرد خوش خوش باہر گئے اور ان دونوں جو انان روئین تن سے یوں گفتگو کی۔

پیر مرد۔ اتر بھیا گھوڑوں کو سائیس کے سپرد کر دو اور بیٹھو۔
الانکہ لکھو وہ دونوں دھم سے اتر پڑے تو پیر مرد نے کہا سنا بھائی ان دونوں مرد و شان جاہ و جلال پر اگر آپ کا دل آیا تو ہم ایک سہل سی تدبیر بتا دیں یہ بے سمجھے بوجھے بیاہ نہ کریں گی۔
اتنا شاکھا کہ ایک کرٹک کر بولا کیا کہا۔ دوسرے نے کہا داغ دے دھوان اُس پار ہو۔ پیر مرد کے ہوش پڑاں کہ برے پھنسے آہستہ سے کہا کہ وہ امتحان لینے کو کہتی ہیں۔ امتحان چہ معنی دارد ٹھٹھا گیا ہو پڑھے کیا۔ ارے صاحب۔ ارے ترے کہاں کی نکالی نامعقول۔ اچھی حضور وہ علم و فضل میں امتحان لینگی کیا؟ علم و فضل ہم کیا کچھ مکتب خانے کے لوندے ہیں۔ ہمارا علم ہماری تلوار دسترپ سے میان کے باہر نکال کر یہ چمکتی دکتی تلوار دوسرے یہ تلوار ترے میان کے باہر تھی (اب پیر مرد دھکا بگا کہ بات کرتے ہی تلواریں اگل پڑیں۔ خدا ہی خبر کرے بھی اچھے اچھلون سے سابقہ پڑا ہو۔ بویے کہ آپ امتحان دینگے یا نہ دینگے ایک نے کہا دینگے دوسرے نے کہا پہلے تیرا سر کاٹ لینے تب تو پیر مرد بھی کبھی ترس نہ ہوے۔ بس میان بس بہت بانگین کنی تو میرے پوتے کے برابر ہوا اور مجھی کو لٹکارتے ہوا در تلوار دکھاتے ہو پڑھوں کے سمجھ لگتے ہو در دانتوں کے تنے انگلی دبا کر تو بہ توہ بانگین کے یہ معنی نہیں کہ پڑھوں پر تیر ہو یہاں کھمین دانت بیٹھ

دوسو بارہ ہوئے۔ اور ناکے بچا پس اور ایک اکبادن لکھا وہ
اور دوسو بارہ کتنے ہوئے دوسو ترسٹھ۔ اور باکے تین۔ دوسو
چھپا سٹھ اور غ کے تیس اور ہزار ایک ہزار تیس اور دوسو چھپا
بارہ سو چھپا نوے ہوئے۔

حسن آرا۔ ماہ۔ واہ۔ واہ۔ سبحان اللہ کیا موزون طبیعت
پائی ہو چشم بدور کیا ذہن کی رسائی ہو کیا برجستہ تاریخ
فرمائی ہو وہ دونوں جوان سخت شرمائے اور گڑھے کرا رہے
اور طاقت اور فنون سپہ گری میں طاق تھے مگر آزاد پر نظر ڈالی
تو انکے حسن اور کس بل اور قد و قامت اور رعنائی کے مقابل
میں جھپ کے چل دیے۔

بیاساتی کہ فتح ماست امروں شکست تو یہ ہا بفاست امروں
بیاساتی کہ خلوت حنائی ما سنو گشت از جنانہ ما
بدہ جام نے از میخانہ عشق کہ بخود سر کفر افسانہ عشق

اب میان آزاد و فلک لافلاک پر تھکی لگا کر لامکان کے پار ہو گئے
اور کیون نہو۔ ایک ماہ بارہ شوخ و شنگ رکش پری رقص
فرنگ سے دو چار ہو گئے۔ ادھر آزاد و شیفتہ و دیوانہ و رخصار

آتشین پر پروانہ ادھر پری خانہ اور جان جانانہ۔ ایک دفعہ ہی
بادہ بہاری نے اُس پردہ زرنگاری کو چٹھایا۔ تو نور کا بگا نظر آیا
حسن آرا بجا بجا۔ سپہ آرا براگندہ نقاب۔ دونوں نکھری ہوئیں۔

نرفضین نکھری ہوئی۔ پردے کا گڑنا اور نامحرم پر نظر پڑنا ہی تھا کہ
وہ دونوں انا البرق کتنی طرارہ بھر کے بدن کو چھپاتی ہوئی وہ
ہو رہیں۔ اسوقت اُن دونوں کا بیتا بانہ چھرتی کے ساتھ۔

آجکلنا اور بجلی کی طرح چمکنا میان آزاد کی آنکھوں میں ٹھپ گیا
سپہ آرا کی تورگ رگ میں شوخی بھری تھی وہ تودم کے دم میں چمک
دک کر ایک ہی ذقنہ میں نظر سے اوجھل ہو گئی مگر حسن آرا کی قدرت

آزاد۔ خجالت آفتاب ہر نظر باد
زخوبی روئے خوبت خوبتر باد

سپہ آرا۔ کوئی فی البدیہہ شعر سنائیے۔

آزاد۔ کے شعر ترانگیہ و خاطر کہ خدیں باشد
ایک نقطہ درین معنی گفتیم ذہین باشد

حضرت اب تاب گفتگو نہیں روج پر صدمہ ہو واسطے خدا کے
ہمارا اور رقیب روسیہ کا امتحان لیجئے۔

الغرض پیر مرد اُن دونوں جوانان طناز دوسرا اپنا انداز کو بھی
لے آئے اور امتحان شروع ہوا۔

حسن آرا۔ اس مصرعہ کا دوسرا مصرعہ فرمائیے۔ مگر مطلع ہو سر

شب جو آمد ماہ ماہ بربام ما

جوان۔ شب جو آمد ماہ ماہ بربام ما

پیشہ از جو ہر دل جام ما

آزاد۔ الغلط شراب کو فصحاے نکتہ پرور۔ اور شرعاً ہی ہنر
نے جو ہر روح باندھا ہے۔ جو ہر دل نیا محاورہ ہے۔ لسان انجیب
حافظ شیراز کا شعر ہے۔

بدہ ساقی آن جو ہر روح را دوا سے دل ریش مجروح را

دیکھو مصرع یوں لگاتے ہیں۔

شب جو آمد ماہ ماہ بربام ما

خندہ زو بر صبح روشن شام ما

حسن آرا۔ بارک اللہ۔ ایک بوڑھا اپنی نئی شادی کرنے
کی ٹھانے مگر لڑکی چھوٹی ہو گئی تھی بھری میں بیاہ قرار پایا مادہ
تاریخ تو اسوقت موزون کیجئے۔

آزاد۔ پرنایا بخ۔

سپہ آرا۔ دیکھو پیر کے دوا و دوس بارہ اور دوسو۔

<p>من الرحمن التجمل من الشيطان کے مفہوم پر بھی نظر ڈالئے یہ پتی آمان جان سے تو بچھڑیں۔ یہ بھی کیا کوئی گڑیا گڈون کا بیاہ ہو۔</p>	<p>تسلیق حسین عدا درالکھڑا نے لکھیں اس بت طائر کو میان آزاد خانہ برانداز نے نظر بھر کر دیکھ لیا۔</p>
<p>آزاد۔ منم غریب دیار توئی غریب نواز وے بحال غریب دیار خود پر واز</p>	<p>نگارین و خیری بروش زہر ہوش تہان درگیسو ادیلہ القدر</p>
<p>سپہر آرا در قہقہہ لگا کر سائیں اس وقت پھر مانگیے۔ ہاتھ خالی نہیں ہو۔</p>	<p>غزال چشم تکلیف رم ہوش دراناز زلف او عمر تسلسل</p>
<p>غور حسن اجازت مگر نہ وادائے گل کہ پرستہ بکنی عندلیب شیدارا</p>	<p>بمش با آب حیوان در تکلم حنائی بچہ اش خورشید دلمہا</p>
<p>ملاح۔ آپ کا عشق اب دائرہ اعتدال سے قدم باہر نکالنے لگا۔</p>	<p>سپہر آرا اس ہو کو آگ لگے۔ اسپر پکی پڑ جائے۔</p>
<p>آزاد۔ فاش می گویم واز گفہ خود دل شادم بندہ عشقم واز ہر دو جان آزاد م</p>	<p>آزاد۔ اب تو آپ ہوا سے بھی لڑنے لگیں۔ خدا ہی خیر کرے۔ حسن آرا۔ جی ہاں آپ تو کیسے ہی گا آپ اسکی ہوا خواہی کا دوم نہ بھرنے تو کون بھر لگا۔ پردہ اٹھا دیا نہ۔</p>
<p>ملاح۔ آج تو آپ جائیں کل تشریف لائیں معاملہ سب ٹھیک ہو لیکن ذرا انکی بوڑھی مان کو بھی تو اطلاع دے دین کل کے سٹے ذرا خوب مولویانہ تقریر کیجئے گا اور ایک بات اور دیکھیے تیور لنگ ہی سے اپنا شجرہ ملائیے گا۔</p>	<p>آزاد۔ ہوانے در پردہ فہمائش کی کہ بچے مانسون سے بچے مانسون کو پردہ کیسا۔</p>
<p>آزاد وادہ یہ بھڑے کسی انیلے کو دیکھے۔ بندہ لنگڑے لوہون کا پوتانہ بنے گا۔ مگر پر دم سلطان بود ضرور کہو لگا۔ اب بندہ رخصت ہو تا ہی لیکن خدا کی قسم عمر بھر شکایت رہے گی کہ منہ دکھاتے ہی نظر پھیر لی۔</p>	<p>کسکا حجاب کیسی حیا اور کمان کی شرم پر دے سے ہاتھ ہاتھ سے پردہ اٹھائیے</p>
<p>رخصت۔ سپہر آرا۔ امام خامن کو سونپا۔ حسن آرا۔ فی امان اللہ۔ نظرات فرخ نہاد اور میان آزاد چلے تو آزاد کے انگرکھے کے بند</p>	<p>حسن آرا۔ تاشا را افتد ابھی شاید کیجئے من ٹھنڈک نہیں پڑی بے نقاب تو دیکھ لیا اب اور کیا چاہتے ہو۔ بندہ پرور کچھ تو فناعت چاہیے۔</p>
<p>دیواری نمائی و پر ہیز مے کنی بازار خویش و آتش ماتیز مے کنی</p>	<p>آزاد۔ ہاتف بہ تجلی نشود شائق دیدار پر واز نہ بہ متاب تسلی نہ توان کرد</p>
<p>حسن آرا۔ صاحب نیئے یہ دل کا سودا ہو دل لگی نہیں ہو تجمل کار شیطاں ہو۔</p>	<p>آزاد۔ آواز کا خیر حاجت پہنچ استخارہ نیست ؟ ملاح۔ سوچھی آزاد ایسی جلد بازی میں پسند نہیں خدا التا خیر</p>

ادھر تو یہ خوش گپیاں نہ ہوتی جاتی تھیں۔ ادھر کا حال سنیں
کہ سپہر آرا چل گئی کہ بہن تم دس دن کے اندر ہی اندر میان آزاد
کے ساتھ بیاہ کر لو۔ میں ایک نہ مانو نگی یہاں ساتھ بچاؤ نگی آسمان
سرب پر اٹھاؤ نگی۔ اب سپہر مرد اور حسن آزاد دونوں سمجھاتے ہیں کہ سنو سنو
ٹھہرو ٹھہرو کہ سننا میں ایک نہ مانو نگی میں روؤ نگی جب تک بہن
میری بات نہ مانیں گی۔ ہم کسی کی تو سننے کے نہیں پیر مرد نے
سمجھا کہ بہوت کہا کہ تم تو اس وقت ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہو
تم سے بچنے کون۔ آخر اس اسی برس والی بڑھی دادی سے بھی
بوجھو گی یا تھیں انکی بڑی بن ٹھیں اڑھ پنے کی باتیں کرتی ہو چلو
پہلے بڑی سلیم صاحب سے کہیں انکی رائے لین انکو سمجھائیں صلاح
مشورہ ہو بیاہ نہوا ہنسی ٹٹھا ہو گیا۔ سپہر آزاد اور سپہر بڑی سلیم کے
پاس گئے اور آداب بجالا کر یہ مرد نے کہا کہ حسن آرا آپ کے سلام
کو حاضر ہوئی ہیں اور کچھ عرض کرنا چاہتی ہیں انھوں نے گردن
ہلا کر کہاؤ باباؤ کہو۔ اب تو میں نے شادی تمھاری ہی رائے پر
چھوڑی۔ مگر شریف زادہ ہو۔ آج کیا جانے کیا خوشخبری سننے میں
آئیگی کہ فجر سے میری بائیں آنکھ پھٹک رہی ہے پیر وایک جہاں دیدہ
خراثٹ سوچا کہ بس یہی موقع ہو کہا کہ حضور اس سے بڑھکر اور بڑھ
کیا ہوگا کہ حسن آرا اپنے نکاح کا کچھ حال کہنے حاضر ہوئی ہیں مگر
شرماتی ہیں۔ بجاتی ہیں۔ کہ نہیں سکتیں یہاں ایک شریف زادہ
آجکل آیا ہوا ہے بس بلا تشبیہ یوسف ہی انتہا کا حسین مہ جبین
اور علم کا یہ حال کہ عجب نورانی طبیعت پائی ہو شاعری میں اُنکے
جھنڈے گڑے ہوئے ہیں نثر لکھنا انکا حصہ ہو۔ اور شریف
مسلمان نجیب الطرفین۔ تیمور کے گھرانے سے ہیں عربی فارسی
انگریزی حساب کتاب سیاق سباق سب میں برقی نادر تقریر سے

تو جادو ہی ٹپکتا ہے اور ابھی نام خدا میں جھینگتی ہیں بس اللہ نے یہ جوڑی بیچ بیچ اپنے ہاتھ سے بنائی ہو کیا خوب صورت کڑیاں
ہو کہ واہ۔ سپہر آرا بولی کہ میں نے تو آج تک ایسا خوب صورت
آدمی دیکھا ہی نہیں اور لطف یہ کہ شریف ہنس نکھ اور بڑھے
لکھے۔ اماں جان آپ بھی ایک دن دیکھ لیں اور آپ ان کو
اجازت دیجیے۔ اتنے میں حسن آرا کو بڑی بیگم نے بلوایا بیجاری
لجائی جاتی تھی اور فرط جفا سے ہان یا نہیں کچھ زبان نیلا لگتی
تھی بچی نظروں سے چپکے چپکے پیرال کے چہرے کو دیکھتی جاتی تھی
کہ بشاش ہیں یا لول۔ اتنے میں بڑی بیگم نے سپہر آرا کو چھاتی
سے لگایا اور ہنس کر کہا کہ لڑکی مجھ سے اڑتی ہو سکھائی پڑھائی
آئی ہو اچھا کل ہم بھی انھیں دیکھ لیں تو بھر غورہ کریں۔
حسن آرا اور سپہر آرا تو چلی آئیں مگر پیرم دھوڑی دیر تک ہیں
بیٹھے باتیں کیا کیے۔ جہاں تک زبان نے یاوری کی انھوں نے
سیان آزاد کی خوب ہی تعریف کی اور یقین دلادیا کہ حسن آرا
کے لیے آزاد ہی سا شوہر موزوں ہے۔ وہ بہت ہی خوش ہوئیں
اور دعائیں دین کہ حسن آرا کا جیسا تم نے خیال رکھا ویسا
خدا تم کو اجر دے۔

دوسرے دن میان آزاد یکہ دن تھا وہاں ہوئے نئے نظرات
کی دم میں بھی رسا باندھا پہلے تو پیر مرد کے یہاں گئے۔ ان سے
کچھ دیر گلچ رہی اور انھوں نے یہ مردہ فرح بخش سنایا کہ
بڑی بیگم نے بھی نکاح منظور کر لیا مگر ایک دفعہ آپکو دیکھنیگی
ضرور۔ آج یا کل چلیے ہمارے ساتھ۔ انشاء اللہ وہ بھی خوش
ہوں تو سہی۔

میان آزاد ملاح علیہ کو لے کر حسن آرا کے پاس گئے مگر
وہی پردے کی ملاقات۔

آزاد۔ بندہ حاضر ہے۔
حسن آرا۔ مزاج سلی۔
آزاد۔ الحمد للہ۔

سپہر آرا۔ بندہ پرور آج پردہ خوب مضبوط بندھا ہے آج تو
ہوا کیا معنی آندھی بھی آئے تو ذرا نہ ہٹے۔ گر پڑنا کیا معنی۔

آزاد۔ نہیں روزن جو قصر یا زمین پر وہاں نہیں ہوگا
لگا ہوا شوق رخنہ کرتی ہو دیوار اکہن میں

حسن آرا۔ کل تو آپ کے فیضان صحبت سے ہم نے بہت سی
باتیں سیکھیں۔ ہاں صاحب خوب یاد آیا۔ تقدیم کی دو چہار
قسمیں بیان کیجیے۔

آزاد۔ تقدیم بالزمان۔ تقدیم بالشرف تقدیم بالعلت
تقدیم بالمکان۔

حسن آرا۔ علم منطق کی تعریف کیجیے۔

آزاد۔ اَللّٰہُ قَانُونِیۃٌ تَعَصُّمُ عَامِلِی الدِّہْنِ عَنِ الْخَطَاۃِ فِی الْفَسْکِ
حسن آرا۔ جذب شعری کس قوت کا نام ہے۔

آزاد۔ تجاذب انابیت شعری اُس قوت کشش سے عبارت ہے
جسکے ذریعے سے پانی اور اسی قسم کی اشیا و رفیق چھوٹے چھوٹے
سوراخوں کے وسیلے سے اپنی سطح سے کسی قدر اوپر چڑھ جاتی ہیں
اور وہاں قائم رہتی ہیں شعر بالفتح عربی میں بال کو کہتے ہیں وجہ
تسمیہ یہ کہ جب قدر نے کا سوراخ چھوٹا ہوگا اُسی قدر اشیا و رفیق
زیادہ بلند ہوں گی۔ اگر بال کے برابر یا ایک ہوں تو اشیا و بہت
زیادہ اونچی ہو جائیں۔

حسن آرا۔ یہ اتنے بھاڑ اللہ میان نے دنیا میں کیوں پیدا
کر دیے آخر فائدہ!۔

آزاد۔ جو بیشمار اور غیر محدود فوائد بھاڑوں سے حاصل ہوتے ہیں

وہ خرابے پاک کے فضل و کرم پر وال ہیں۔

پہاڑوں کی چوٹیاں بادلوں کے پانی کو جذب کر لیتی ہیں جس سے انسان فائدہ کثیر اٹھاتے اور پودے نشوونما پاتے ہیں پہاڑ نہ تو کوئی فائدہ پانی زمین میں جذب ہو جاتا اور چوٹ پر دلدل ہی ہوتی۔ جو انجر کے کشت نشا قناب سے صودہ کر کے ہوائے جو میں منتشر ہوتے ہیں انکے سدراہ ہو کر انکو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور یہ تجارت اعتدال اور ہوائے محیط ارضی کے مطابق اوے یا برف یا بارش ہو کر زمین پر برستے ہیں جو رطوبات اس طرح حاصل ہوتی ہیں وہ پہاڑوں کی درزوں اور مسامات میں منجذب ہو کر زمین کے ابتدائی طبقوں میں جمع ہوتی ہیں اور انجام کار چشمون اور ندیوں اور نہروں وغیرہ کی مبداء ہو جاتی ہیں۔

حسن آرا۔ آپ کی دکاوت اور طباعی برصا دہی آپ بڑے ذہنی لیاقت آدمی ہیں۔

آزاد۔ بھراپ زکاۃ حسن تو دیکھیے۔

تو صاحب نعمت من مستحق ارکوة حسن وہ حق دارم شہب حسن آرا گھبرائے نہیں۔ ذرا استقلال بھی چاہیے۔

آزاد۔ عیشم مدام ست از لعل دلخواہ کارم بکام ست الحمد للہ

ای بخت سرکش تنگش بربکش کہ جام زرکش کہ لعل دلخواہ مارا بستی افسانہ کردند پیران جاہل شیخان گمراہ شوق رخت برز از یاد آنداد درویشانہ درس سحر گاہ

پیر مرد۔ (آزاد سے) حضور تشریف لائی ہیں۔ آداب بجالائیے بھک کر جس آرا کی امان جان ہیں۔ یہی میان آزاد ہیں حضور آزاد۔ (زمین دوز ہو کر آداب بجالاتا ہوں۔)

بیگم۔ جیتے رہو بیٹا۔ آؤ ادھر آکے بیٹھو مزاج اچھے۔

آزاد دعا کرتا ہوں ایک عرصہ دراز سے حضور کی قدیم سی کا تہ دل سے اشتیاق تھا بھلا اللہ کہ یہ سعادت مجھے نصیب ہوئی ہر گون کی زیارت بڑے خوش قسمتوں کو نصیب ہوتی ہے۔

بیگم۔ سپہ آرا تمھاری بڑی تعریف کرتی تھی اور بیشک تم سلمی لائق ہو کہ تعریف کی جائے چشم بد دور لیتے اور خوبصورت اور ابھی بچے ہو اسوقت تمکو دیکھا بہت ہی طبیعت خوش ہوئی۔ اچھا چہرہ پر سون ہم سے ملنا۔

آزاد۔ (دُکھو) آداب بجالاتا ہوں اور اسوقت رخصت ہوتا ہوں پرسون بشرط زیست ضرور حاضر ہونگا۔

بیگم۔ امام ضامن کو سونپا۔

میان آزاد اور پیر مرد دونوں باہر گئے پیر مرد نے کہا کہ دوسرا مبارک۔ فال نیک ہم اب پرسون آنا کل نہ آناے خدا حافظ اب آپ نے یا لاجبتا۔ ہو قسمت کے دھنی۔

بتوں کی گلی چھوڑ کر کون جاوے

یہین سے ہی کعبہ کو سجدہ ہمارا

ادھر مہر عالم افروز بصد کرد فرور نشان ہوا۔ ادھر سرتاج عشاق نار جواب مصرعہ زلف مہوشان فرخانی میان آزاد کو یار کی طرف سر کے بھل روان ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بہترین چند نکلے دھوئی بغل میں دبائے دریا سے نہا کر رہے ہیں اور بوجاری شوالون میں نکلے بجا رہے ہیں۔ ملا سرگرم گفتگو۔ زاہد بہ تہیہ وضو تو تہی نہت بجا رہے ہیں۔ بادہ گسار چھوٹے ہوئے میخانے جاتے ہیں برقعہ ازجا بجا ڈٹے کھڑے ہیں۔ بدست خواب خرگوش میں بڑے ہیں۔ حلوئی ابھی پر سوتا ہے کتا برون کی قسمت کو روتا ہے سافونی غن۔ چاند و بازوین نئی روشنی دے ہوا کھاتے ہیں۔ مسافر دے پھندے جاتے ہیں کوئی بھجن گاتا ہے

کوئی مشنوی سنا ہوت

سیدہ دم کہ صبا بے گلستان گروہ عین زلفن ہو لگت جنان گروہ
لڑے جنگ بد انسان زند صلا صبح کہ پیر صوہ راہ درخان گروہ
نہر گاہ چین رو کہ خود تماشائی ست کہ لالہ کاسہ سر نہی راغوان گروہ

اتنے میں ایک زند ساغر نوس بادہ گلگون کی بوتل دبائے لکھڑا نا
اور پیرے بدلتا ہوا نکلا۔

رند۔ استاد جام حاضر ہی۔ بادہ رنجانی شراب ارغوانی۔

آزاد۔ نوش جان۔ آپ ہی کو مبارک رہے۔ یہاں بے پیے
ہر دم کچے گھرے کی جڑھی رہتی ہو۔

رند۔	دقیقہ طلوع صبح ازرق باشد
	باید کہ بکف جام مروق باشد

میان خدارازد اتو چسکی لگاؤ۔ اس میں عجیب خاصیت ہو
کہ ٹھنڈک کے وقت پیو تو گرا جاؤ۔ اور لون میں پیکر لکھو تو چوڑی
پڑھ آئے۔

آزاد۔ جی بجا ہو۔ بندہ اسکی خاصیت سے خوب واقف ہو اور
ہننے تو سنا ہو کہ شراب پنی کرگ میں بچاند پڑے تو آگ کل ہو جائے
اور جو سمندر میں کودے تو انسان سے پل ہو جائے اور جو
زیادہ بنی جائے تو بس قل ہو جائے۔ بس دور ہی دور سے
باتیں کیجیے گا۔ الگ الگ۔

دس قدم آگے بڑھے تو دیکھا دوکان پر ایک افیونی نے چینی
کی پیاری پیاری چھوٹی رنگارنگ پیالیوں میں افیون کو کھولا
اور میان آزاد سے کہا کہ کھو بھی کمان کی سدھیاں ہیں۔ آؤ۔
فراچینا بیگم سے تو علیک سلیک کرتے جاؤ۔ میان آزاد نے
کہا جی بس چینا بیگم کو دور ہی سے سلام ہو اس کالی ہلا سے
یہاں کیا کام ہو۔ اور دو چار قدم بڑھائے تھے کہ ایک بھنگو سلطان

سے بڑھ بھیر ہوئی ایک چلو میں آتو بہر گج کی بوٹی آڑ میں دراز
ادھر تو آئے۔ خانہ احسان آباد یہاں کوئی جنگ نوش
نہیں ہو۔ آپ اپنی بوٹی رہنے دین۔ اور آگے چلے تو دو چار
آدمی اپنے بخت برگشتہ کی طرح اوندھے پڑے بھک بھک
چاند آزار رہے ہیں اور حق کے دم نگاہے ہیں۔ ایک چھینٹا
پئے جائے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھائے۔ جی بس عنایت خدا
اس ہلاے بیدرمان سے بچائے۔ یہ مرحلہ طے کر کے میان
آزاد کف دست میدان سنسان بیابان میں آئے تو چھ لون
کا مہکنا اور کلیوں کا چٹکنا ستم پیا کر رہا ہی شاید بہار کے خوب
جوبن لوٹے اور چلتے چلتے دن سے داخل منزل مقصود پیر مرد سے
چار آنکھیں ہوئیں تو دونوں مسکرا کر باتیں کرنے لگے۔

آزاد۔ کورنش عرض ہو قبلہ۔

پیر مرد۔ زندہ باش۔ آج بڑا کڑا امتحان ہو پڑی بیگم صاحب
امتحان لینگی اگر کوپے اترے تو ہاتھوں ہاتھ انعام دینگے۔

آزاد۔ یا قسمت یا نصیب آج بھی پالا جیتوں تو سہی خدا کرے
کو شمش ٹھکانے لگے حضرت بحق قوت جبریل و بحق صورت نزل
و بحق دین محمد و بحق خلیل کچھ بتاؤ دیجیے کہ کس میں امتحان لینگی۔
اور کیا انعام دینگے۔

پیر مرد۔ میان وہ پرانے فن کی آدمی ہیں کوئی دقیانوسی باتیں
پوچھیں گی۔ اللہ پر شاکر رہو بھائی۔ اور انعام کو کیا پوچھتے
ہو وہی جان آزاد بت ستم ایجاد انعام ہو۔ اس میں غور
دنکر کا بھلا کیا مقام ہو۔ یہ انعام بڑے خوش قسمتوں کو
ملتا ہو۔

غالب ان سین تنون کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

چلیے بھروسہ اللہ آپ کو بیگم صاحب تک لے چلون۔

آزاد۔ (بڑی بیگم سے) آداب بجالانا ہوں۔

بیگم۔ جیتے رہو بیٹا۔ ای فرخندہ۔ ذری بچھیا جھلو آپ کے اچکا سن شریف کیا ہوگا۔

آزاد۔ یہی کوئی انیس ہیں برس کا۔

بیگم۔ اللہ رکھے۔ بوڑھے ہو۔

آزاد۔ (جھک کر) آداب عرض ہے۔ اس وقت آپ نے وہ

وعادی کہ میری دل جانتا ہے۔ سچ ہے بڑے بوڑھوں کی کیا بات۔

بیگم۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر انسان کا سجدہ جائز ہوتا تو

بیویاں اپنے شوہروں کا سجدہ کرتیں۔ اور ان کے قدم پر سر

دھرتیں کیا شان کبر بانی ہے۔ صدقے صدقے۔

آزاد۔ جل جلالہ۔ ۵

صدقے اس بندہ نوازی کے ترے ہم جائیں
باپ مان ہوتے ہیں کب ایسے شفیق و شفیع

بیگم۔ کیوں بیٹا ہاتھی کو خواب میں دیکھے تو کیسا اسکی تعبیر کیا ہوگی

آزاد۔ برا۔ ہاتھی کی تعبیر بلاے جان۔ نگریاں ایک بات ہے

کہ اگر ہاتھی کسی پرانی سونڈ پھیر رہا ہو تو سمجھنا چاہیے کہ آئی ہوئی

بلاٹل گئی۔

پیر زال۔ شاباش تم بڑے لائق آدمی ہو چشم بدور۔ تھوڑا سا

کا لادنا انہر سے جلا دو۔

انفرض بیگم صاحب نے میان آزاد کو دن بھر ٹھایا۔ اور

ساتھ ہی کھانا کھلایا اور خوب دیکھا بھالا۔ جانچا برتا لایا میان آزاد

گرہ مسکین بنے ہوئے ہاں میں ہاں ملاتے جاتے ہیں اور

دل ہی دل میں کھیل کھلاتے جاتے ہیں جب دن قریب ختام

ہوا اور وقت شام ہوا تو پیر زال خجستہ خصال نے کہا کہ بھائی

اب دو گھنٹی حسن آزاد سپہر آرا کے پاس بھی جاؤ۔ دو گھنٹی

وہاں بھی خوش گپیاں اڑاؤ۔ پیر مرد کو نکلیوں سے اشارہ کیا

کہ سایہ کی طرح قدم قدم پر ساتھ رہو میان آزاد اور پیر مرد اٹھے

اور بڑی بیگم سے رخصت ہو کر حسن آرا کے کمرے میں گئے آزاد

نے پیر مرد سے کہا حضرت ہمیں حیرت ہے کہ باہمہ ضعیف الاعتقاد

اس قدر بے تکلفی کسی اور پر کرنے فتن کے خاندان میں یہ بے تکلفی

کب جائز رکھی جائے گی پیر مرد نے کہا یہ سچ ہے مگر مجھے نصیحت

ہو رہی ہے کہ خبردار ساتھ نہ چھوڑنا۔

آزاد۔ بندہ حاضر ہے۔

سپہر آرا۔ بسم اللہ آئیے بسر و چشم۔ کیسے امان جان سے کیا

بات چیت ہوئی۔

آزاد آپ کی امان تو بالکل سفید آدمی میں مگر بلا کی ضعیف الاعتقاد

آج تمام دن بھوت پریت چڑیل بن مانس چھلا دے جا دوئے ہی

کی باتیں کرتی رہیں میں بھی ہاں میں ہاں ملاتا گیا۔ آخر اور کیا کرتا

مصلحت وقت کا تقاضا ہی یہ تھا۔

حسن آرا۔ ای تو بوڑھی عورت اور بڑھی لکھی نہیں بھران باتوں

کو نہ کیسے مانیں۔

آزاد۔ اب تو اس گھونگھٹ کے طلسم کو توڑیے۔ مانا کہ آپ

مہ بارہ ہیں مگر ہم بھی طالب نظارہ ہیں۔ اتنا بھی بخل کیا روز

مصاحبت گراتے ہیں مگر صورت دیکھنے کو ترس ترس

جاتے ہیں۔

سپہر آرا۔ چلیے آج ساتھ ساتھ سیر دریا کریں۔

بھرے کی روانی اور جان جانی

شب کو گھڑی بھرات گئے حسن آزاد سپہر آرا

ہر صفت آرائش سے مجلی اور محلی۔ پیرائش سے مزین ہو کر اس برق
برق سے اور اس شان سے نکلیں کہ بس معلوم ہوتا تھا کہ پرستان
پر بیان اتر آئی ہیں مگر دونوں کے چہرے پر نقاب ہر امین حیا و حجاب
اتنے میں جُست رنگین اور احسن آرا اور مستحق دلریا سپہر آرا اور آزاد
ارنگ اور سرنگ اور نفور خنگ پر سوار گھوڑوں کو جمانے اور چکاتے
لب جو بار اگر اتر پڑے اور اترتے ہی بجرے پر چڑھے۔

ہمارا آئی سے ساتی گلغدار
مرقع ہین سبز سے دشت جبال
گھٹاؤں کی آمد ہر بارش کا تار
چمن ہین عنادل ہین جنگل ہین ہور
کمین جدول آب کی آب تاب
گلستان کا ہر آب سبق بر زبان
شکا ربطے ہی مد نظر
نہین دھڑر ز کو خلوت پسند

ادھر بچہ دریا میں روان ہوا ادھر میان آزاد کو گلستان کا
باب نجم در زبان ہوا۔ موریلوں کی چکار پیپوں کی پکار۔
تھوڑی تھوڑی بھو ہر جس آرا کی ہنستی پیشانی سپہر آرا کا جوش
جوانی چاہہ نہ نکلان وہ جو کنوئیں جھکائے۔ زینچا کا دل اس کی چاہ
میں ڈانوان ڈول ہو جائے رگ جان میں آفت اٹھائے۔ یوسف
مصری کو شرمائے مان دو گلبون کے عکس سے دریا کا بانی
گلاب ہو گیا۔ فرط خجالت سے گل آب آب ہو گیا۔ اکی یہ سرور
قامت ہی یا قیامت ہی۔ یہ سرور یا شمشاد یا الف جان آزاد
آدن رشک شمع کا نور فوارہ نور۔ رخسار سے گل تر رشک قمر
بینظہار دریا میں اچھل رہا ہی۔ فرط جوش سے سینہ مثل دیگ
اگل۔ اہی بچہ طرفہ ہمارا ہی۔ ادھر سبزہ نوید میرہ ادھر مرغزار

ہی بچوں پنج من چشمہ سار لطافت بار۔ اور بجرے پر وہ دونوں
پری رخاں طر حدار۔

آزاد سے
منم موسیٰ نقاب از چہرہ ہر وار
نئے آید خوشم این من ترانی

الہی یہ عارض تابان پر نقاب ہی یا مہر عالم افروز ترے سحاب ہی۔
سپہر آرا سے
حیا کتم نہ چہ از رخ نقاب ہنوز
مرا حجاب مذید ست بحجاب ہنوز

حسن آرا۔ حضرت وہ لگاؤٹ باز انکھڑیاں کین اور ڈھونڈھے
ہیان چشم حیا پر درادب آموز نگاہ ہی حیا بھی سلنے آئے تو
انکھیں بند کر کے بوسے گل تک گریہاں کو چاک نہ دیکھے۔
اب سنیے کہ ادھر استغنائے ناز ادھر کٹین نیاز۔ ادھر نقاب
و حجاب ادھر طالب نظارہ کا دل پر اضطراب۔ ادھر کلچہ فرط
ارتملاج سے بلغ باغ۔ ادھر نقاب رنگین سے دل داغ داغ
حسن آرا کا دھانی اور سپہر آرا کا ارغوانی لباس اور اس پر
عطر عروس کی بو باس۔

آزاد سے
لباس بندہ بر کردہ سرد من بر عنائی
بر آید آفتاب ظالم از چرخ مینائی

حسن آرا سے
توان شناخت بیک روز از شما کل مرد
کہ تا کجاش رسیدت پا نگاہ معلوم

وئے ز باطنش این مہاش غرہ شوا کہ جنت نفس نگاہ لباسا معلوم
آزاد۔ سبحان اللہ۔ یہ لب شیریں اور یہ جواب تلخ۔ تیوری چڑھاکر
یہ اچھی جھڑکی دی پس سخن طرازی اور نکتہ پردازی آپ پر ختم ہو۔
سمازون سے کوئی ایسی بدکلامیاں کرتا ہی۔

صبحہ مرغ جن با گل نوحات گفت
نار کم کن کہ دین بلغ ہے جن تو
گل بخندید کہ از دست نہ نیم دے
پنج عاشق سخن تلخ بمشوق گفت

کج

حسن آرا۔ (گردن نیوڑھا کر، آپ بھی کیسے انجان بنے جاتے ہیں ذرا سی بات پر ناک بھونچ جاتے ہیں۔ بادل کی ٹھکھیلیاں بجلی کی یہ شوخیان پھر میں نے بھی شوخی کی تو کیا گناہ کیا ہمارا حریفانہ جواب اور تمہارا عتاب۔ اور خیر سے آپ معشوق کس کے بنے ہیں۔ اسی تیری قدرت آپ بھی اتنے ہوئے خیر مہمان ہو کیا کمون۔

آزاد سے۔ خوب رو جتے ہیں دل لیتی ہر سب کی شوخی
ہر مگر ایک شوخی تو غضب کی شوخی +

سپہر آرا کے تو اس وقت بڑے کڑوے تیور پڑتے ہیں۔ ذرا ہماری خاطر سے مسکرا دیجئے۔ غریبوں کی ہفتاد و پست پر احسان کیجئے۔

بر آسمان چارم مسیح بیمارست
تبسم تو زہر علاج سے خواہد

پیر مرد۔ میان یہ عروس شریکین اور عصمتیان پر دشمن ہیں حیا اور مزاج جیسے بود گل۔ ادب اور طبیعت جیسے کیف در تل۔ خدا کا شکر کر دو کہ ایک رنگین دہر بہار بھرے پر ایسے سہانے وقت یہ روکش شادمان فرخار تمہارے قریب اس شان برنائی اور زیب و خود غمانی سے بیٹھی مذاق کر رہی ہیں پہلے کوئی اتنا ہو تو لے صبر کرو۔

آزاد سے۔ عاشق سے بھی ہوتا ہو کمین صبر و تحمل
وہ کام تو کہتا ہے جو آتا نہیں مجھ کو

اتنے میں وسط دریا میں ایک رنگین عشرت آمین و خوشنما اور باتوین کوٹھی نظر آئی اور سپہر آرا اسکو شاہدہ کر کے خوب ہی کھلکھلائی حسن آرا بول اٹھی کہ لودہ کوٹھی آئی وہ کوٹھی آئی پیر مرد نے کہا چلو اب بن آئی۔

سپہر آرا۔ یہ کوٹھی ہی بارود و رضوان۔ یہ مکان ہی پاؤں چھتا آسمان۔ یہ دریا ہی باسیل سمیل۔ یہ باغ ہی یا گلزار ظلیل سبزہ چو طرف لہلہا یا گلستان عالم پرابر سرست چھایا۔ کمین کوئل کی گڑگڑ کہیں موردن کی ہوک۔ ادھر ادھر دریا روان۔ بیچ میں ایوان سپہر تو انان چلیے یہاں لطف صحبت اٹھائیں سب سے الگ تھلاک بستر جائیں۔

آزاد۔ وہ کیا پری خانہ ہو کہ پرستان بھی اسکے آگے مات ہو یہ رات ہو یا شب برات ہو۔ اور کیوں نہ ہو سعدا گبر کی کرامات ہو بیچ تو یوں ہو کہ یہ سب طلسمات ہو ساری کلفت و در ہو گئی دل کی مینائی کا فور ہو گئی۔

نظر آیا کوثر کی موجوں کا نور | نہ ٹھہر لگا دل بے شراب مہور

میان آزاد اور پیر مرد فرخ نہاد اور وہ دونوں پیاری بہنیں لطف بہار اٹھاتی سیر دریا کرتی چلی جاتی تھیں بھرے بہاؤ پر فرار سے روان۔ باد ہماری چان ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں کالی کالی گھٹائیں سپہر آرا کی پیاری پیاری باتیں حسن آرا کی رمز و کنایہ کی گھٹائیں۔ بوندوں کا گراؤ اور آب جو مبارک کا جنبش کرنا عجب بہار دکھاتا تھا۔ دریا کا پانی لہریں مارتا ہوا جاتا تھا ایک دفعہ ہی ہوائے وہ زور باندھا کہ مینڈھا اچھٹنے لگا۔ اب بھرے کی یہ کیفیت ہو کہ ڈانوان ڈول ترو بانا ہو رہا ہو۔ یہ گرا۔ وہ گرا۔ یہ ڈوبوہ ڈوبا۔ یہ لہرائی وہ ہو رہا۔ وہ تھپڑ کھایا یہ آیا۔ پیر مرد بیچارہ گوجہان دیدہ اور خراٹ تھا لیکن اسکے بھی ہاتھ پاؤں چھوٹ گئے۔ سیر دریا کی کہانیاں سب بھول گئے چہرے پر عرق ہاتھ کا پ ر سہے ہیں۔ بدن بھر میں رعبہ حسن آرا کا چہرہ زرد۔ سپہر آرا کا دل سرد۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے کو حسرت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں سپہر آرا کی آنکھوں سے

جوے اشک جاری جس آرام صرف بگڑہ دزادی میان آزاد
خستہ و خراب بادل پر اضطراب حیران و پریشان کہ یا الہی کیا
برے بچھے۔ کنار دریا کو جو دیکھتے ہیں تو کائے کو سون بچون بچ
میں بجا رہا ہو۔ ایک مرتبہ ہی بجلی اس زور سے تڑپی کہ
حسن آزاد کو میان آزاد سے چٹ گئیں۔ میان آزاد اس وقت
بے اختیار رو دیے کہ معشوق گلے بھی ملا تو اس نازک حالت
میں یہ پہلا ہی مرتبہ تھا۔ کہ میان آزاد کو کسی نے روتے دیکھا
ہو۔ حسن آزاد میان آزاد خوب بچھوٹ بچھوٹ کر گلے مل مل
کے روئے۔ اتنے میں ایک دفعہ پھر بجلی لو ٹکی اور رعد اس زور
سے گرجا کہ سپہ آرا ڈر کر دوڑی اور افسوس صد افسوس کہ
مارے گھبراہٹ کے ندی میں گر پڑی۔ ڈوبتے ہی پہلے غوطہ
کھایا۔ اور لگی ہاتھ پاؤں بھٹ بھٹا۔ اور بھی پہنچے ہو رہی
اتنے میں ابھری اور پھر غوطہ کھایا۔ حسن آزاد کے عالم میں میان
آزاد نے جو کیفیت دیکھی تو جھٹ پٹ کپڑے اتار کر دم سے
کو دھڑی تو پڑے اب حسن آزاد بچاری سمجھی کہ سپہ آرا اور
میان آزاد دونوں کے دونوں ڈوبے لگی دو ہنر پیٹے۔

میان آزاد نے غوطہ کھایا تو سپہ آرا کی زلف پریشان ہاتھ آئی
انھوں نے جھپ سے زلف کو پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ ابھری۔ یہ
وہی سپہ آرا ہی جو پردہ زنگاری کے اٹھتے ہی عجب اداس دل رہا
سے بھاگی تھی۔ یہ وہی حسن آزاد ہی جو نامحرم کو مقابل دیکھ کر
بدن کو چھپاتی تھی۔ اور بھرتی سے بھاگ جاتی تھی کل یہ
پرودہ تھا آج گلے لپٹی تاغرض میان آزاد سپہ آرا کو ساتھ لے
ملا جی چرتے اور کھڑی لگاتے ہوئے چلے کہ بجرے کی طرف
لے چلیں۔ لیکن بجا رہی کہ ہوا سے بائیں کرنا چلا جاتا ہو اور
بانی بیون اچھلتا ہو۔ ایک دفعہ ہی آزاد نے باوا بلند پکارا

پیر مرد پیر مرد ملایح۔ ملایح بجرہ رو کو۔ واسطے خدا کے رو کو۔
پیر مرد کے اس وقت ہوش و حواس اڑے ہوئے تھے اور
حسن آزاد غش میں پڑی تھیں۔ بجا رہا کی راہ پر جدھر چاہتا تھا
جاتا تھا۔ ہوا ملایح اور خدا نا خدا میان آزاد کو پیر اک بہت
اچھے تھے لیکن برسوں سے مشق چھوٹی ہوئی تھی دم بچھوٹنے لگا
اتفاق سے ایک بھنور میں بڑکے اُسکے پانی نے ایسا پکڑا دیا
کہ یہ بخود ہو گئے لاکھ طاقت کی ٹکر ایک چل نہ سکی۔ اور ستم پر ستم
یہ ہوا کہ سپہ آرا جھٹ گئی۔ اور جھٹکتے ہی تہ پر تھی میان آزاد
کی آنکھوں سے پھر بے اختیار آنسو نکل پڑے اور یہ دوسرا مرتبہ
تھا کہ میان آزاد عمر بھر میں کبھی روئے۔ اب کی یہ بڑی بھرتی
سے جھپٹے اور معاً لاشیں کو ابھارا اور پھر لا کر چلے
لگے بجرے کا کمین پتا ہی نہیں۔ وہاں حسن آزاد سختے پر غش
میں پڑی ہوئی تھی اور ملایح نے بجرے کو راہ حسد پر
جھوٹ دیا تھا انھوں نے پھر پکارا کہ ملایح اور ملایح بجرے کو
رُودک لو۔ دل میں سوچے کہ معلوم ہوتا ہے بجا رہا ہو گیا
اور حسن آزاد اور ملایح دونوں کے دونوں نغمہ بہنگ اجل
ہوے۔ اب میں سپہ آرا کو لاوے لاوے کمان تک جاؤں
اور کیا کروں۔ لیکن آزاد نے دل میں ٹھان لی کہ چاہے
بچوں چاہے ڈوبوں جب تک جان میں جان ہی سپہ آرا کو
نہ چھوڑوں گا۔ نہ چھوڑوں گا۔ اتنے میں پھر پکارا کہ یار کوئی مدد کو
آؤ کیا دیکھتے ہیں کہ لب چشمہ سارا ایک ٹیکرے پر ایک مقدس
بزرگ کھڑا دیکھ رہا ہے اُس نے آزاد کو اس حالت زار میں
دیکھ کر آواز دی کہ شاہ اش برادر شاہ اش۔ ع۔ این کار
از تو آید و مردان چنین کنند؟ کارے کردہ بابا کارے
کردہ۔ باش باش کہ من ہم میرسم۔ اس کے بعد اُس پیر مقدس نے

کے دیکھنے کی انکو ذرا بھی امید نہ تھی۔ اب انکو حیرت تھی کہ کیا الہی رح ہماری طرح اور کس بیچارے پر مصیبت پڑی کہ اس وقت پیر تاج محل آتا ہو آزاد نے پکارا کہ جیتے بچے شکر ہو اے ربی تباہی اللہ نے عزت بجائی۔ کہو حسن آرا کہاں ہیں۔ پیر مرد نے بغور دیکھا اس پر یہ حسن آرا کا نام کس نے لیا پوچھا کہ آپ کون ہیں آئیے بجز احاضر ہی۔ ایک سے دو بھلے۔ ہاے داویلا۔ آزاد نے کہا آپ سوت مستقل مزاج ہیں میں آزاد ہوں اتنا سننا تھا کہ پیر مرد کی باچھین کھل گئیں سوچے کہ الہی یہ خوب دیکھ رہا ہوں۔ یا سچ کچ آزاد ہی ہی۔

جب میان آزاد فرخ نہاد بجرے کے قریب آئے تو پیر مرد یعنی ملح نے پہچانا اور فرط طرب سے تالیاں بجانے لگے آزاد نے سپہر آرا کو بجرے میں لٹا دیا۔ اور پیر مرد سے کہا کہ آئیے آپ اور ہم انکو کسی طرح ٹانگیں اور نکلے منہ سے پانی نکالیں یہ اتنی دیر میں کیا جانیں کہ قدر پانی پی گئی ہیں پیر مرد اور میان آزاد نے سپہر آرا کو خوب مضبوط پکڑا اور ٹانگا تو بہت سا پانی منہ سے نکلا اسکے بعد بجرے میں لٹا دیا اور بیگ کھول کر کسی دوا کا ایک ٹام اسکو فوراً بلا دیا۔ اب حسن آرا کی فکر ہوئی وہ بیچاری غش میں پڑی تھی آزاد نے اسکے منہ پر پانی کے خوب چھینٹے دیے تو ذرا ہوش آیا مگر آنکھیں بند ہوش آتے ہی پوچھا کہ پیاری سپہر آرا کہاں ہو آزاد جیتے بچے۔ پیر مرد نے پکار کر کہا کہ آزاد تمہارے سر پر بیٹھے ہیں اور تمہارا سر آنکھیں کے زانو پر ہو اور سپہر آرا صبح و سلاست تمہارے پاس لیٹی ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ حسن آرا نے میان آزاد کے زانو پر بوسہ دیا۔ اور یہ پہلا ہی مرتبہ تھا کہ حسن آرا نے اپنے سچے عشق کا حال کسی طرح منہ یا زبان یا لب سے ظاہر کیا ہو جب حسن آرا نے آنکھ کھولی اور آزاد کو دیکھا تو کہا۔

کپڑے اتارے اور لنگوٹ باندھ کر دم سے کود ہی توڑا لا اللہ اس لا اللہ کی آواز کا سننا اور اس پیر قدسی صفات کا کودنا تھا کہ میان آزاد کو ڈھارس ہوئی اور تیزی کے ساتھ چلنے لگے پیر مقدس بوڑھا سفید آدمی دوہری ہاتھ کھڑی کے لگائے تھے کہ ساکس جھول گئی اور پانی نے اس زور سے تھپڑا دیا کہ کپڑے لگنے کے فاصلے پر ہو رہے اب نہ میان آزاد کو وہ سوجھتے ہیں اور نہ انکو میان آزاد نظر آتے ہیں۔ ملح نے اس پیر مقدس کو اس کیفیت میں دیکھ لیا اسوقت اسکی آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا جب سمجھا کہ میان آزاد ہیں تب تو اسنے آواز دی کہ آزاد بھائی آزاد ارے بھائی ذرا زور کر کے بجرے کی طرف آؤ پیر مقدس نے بڑی کوشش کی کہ بجرے کی طرف جھپٹے مگر نہ جاسکا اتنے میں ملح نے ڈنڈا دار کو ہاتھ میں لیکر کھینا شروع کیا۔ قریب ہی پہونچ گیا تھا کہ ایک ناگ نے اس بوڑھے بیچارے کو بھاڑا منہ کھول کر ہضم کر لیا۔ ملح نے ڈنڈا دار کو بھینک کر سر بیٹھا شروع کیا۔ ہاے تم وائے تم۔ داحسرتا۔ آزاد۔ آزاد۔ آزاد۔ ہاے چل بے تم بھی چل بے۔ سپہر آرا بیچاری کا ساتھ دیا۔ یار داغ جلائی دے گئے۔ آزاد ارے میرے آزاد۔ سپہر آرا پیاری سپہر آرا ہاے ہاے تجھے کس ناز نعم سے بالاتھا۔ تیرے دم سے کھوکھلا جاتا تھا پیارے آزاد جو ان مرد آزاد آف۔ آف۔ آف۔ یہ آواز میان آزاد کے کان میں بھی پڑی لیکن بعد کے سبب سے کچھ سمجھ نہ سکے کہ کون ہو کچھ کہ وہی پیر مقدس جو ٹیلے پر سے کود تھا غل بچا رہا پھر تھوڑی دیر میں انکو بجز نظر آتا تو باچھین کھل گئیں۔ اب یہ بالکل خستہ اور شل ہو چکے تھے لیکن نہایت ہی استقلال اور جواغردی سے انھوں نے کھڑی لگائی شروع کی۔ ملح نے دوسرے دیکھا کہ کوئی شخص آ رہا ہو آزاد کو تو یہ سمجھ گئے کہ ڈوب ہی چکے تھے اور سپہر آرا

حسن آرا۔ آزاد میری روح اگر تم پر سے فدا ہو جائے تو اسوقت مجھے اُس سے زیادہ خوشی ہو جیسا کہ پہلے آرا کے بچ جانے سے ہوئی۔ سنو آزاد میں صدق دل سے کہتی ہوں کہ مجھے تم سے سچا عشق ہو یہ کہہ کر حسن آرا نے آزاد کا ہاتھ چوم لیا۔ اور یہ پہلا ہی مرتبہ تھا کہ میان آزاد کے ہاتھ پر کسی ہوش کے بوسے کا نشان پڑا ہو۔

اتنے میں دو کا انرجو ہو گیا تو سپہر آرا بھی اُسے سے اٹھ بیٹھی اور اٹھتے ہی حسن آرا کو چٹ کر فرط شادی و مسرت سے رونے لگی۔ حسن آرا بھی خوب دل کھول کر گلے ملی اور اشارہ کیا کہ میان آزاد نے جان بچائی سپہر آرا نے میان آزاد کا دل سے شکریہ ادا کیا اور رو رو کر کہا کہ میان آزاد میں تم پر سے صدقے میں تم پر سے طاری ہو جاؤں میں تم پر سے قربان ہو جاؤں تم نے آج وہ کیا جو

ساری خدائی میں کوئی ایک اجنبی کے ساتھ نکرتا۔ سپہر مرد نے سپہر آرا کی پیشانی پر بوسہ دیا اور میان آزاد کو صد ہا دعاؤں میں اس مصیبت ناک کارروائی میں عرصہ گذار دیا اور وہ ایوان کیونشان جو دریا کے بچپن میں واقع تھا نظر سے اوجھل ہو گیا۔ ہوا اب بندھ گئی تھی اور دریا میں مینڈھا بھی نہیں اچھلتا تھا بجز اُسے کہ آہستہ کنارے پر لگا اور سب کے سب اُس پر سے اُتر پڑے۔

آرا و دگھانس پر لٹ کر اُف مڑے۔ اُسے تو یہ ایک ناشکری کا کلمہ تھا کہ نکل گیا کال پر پھٹ پھٹا کر یوں کہنا چاہیے کہ جی اٹھے حسن آرا بیشک بے شبہ سپہر آرا کی جان بچائی میری جان بچائی امان جان کی جان بچائی اس بچارے بڑھے کی جان بچائی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا۔ تم تو ہمارے لیے سیجا ہو گئے خدا اسکا تمھیں اجر دے۔

آرا و دہنس کر شکر ہو۔

حسن آرا بجا کر خیر جان بچائی ہو۔

ملاح۔ میان آزاد۔ خدا تم کو ایسا بوٹھا کرے کہ تمھارے پوتے مجھ سے بڑے بڑے تمھارے سامنے کھیلین میں کچھ اور میری سمجھا تھا ایک شخص پیرتا ہوا جاتا تھا میں سمجھا تم ہو۔ آزاد۔ ہاں ہاں لو میں تو بھول ہی گیا تھا بچہ وہ کہاں گیا۔ ملاح۔ کیا کمون اُسکو تو ایک ناکا کھا گیا۔

آرا و۔ کھا گیا۔ ارے۔ تو یہ!۔ افسوس۔ کیا جری آدمی تھا جب میں سپہر آرا کو لیے ہوئے ملا جی چیرتا کچھ کچھ ٹھٹھی لگاتا جاتا تھا تو میں نے غل مجا یا کہ یارو دوڑو۔ وہ بیچارہ ایک ٹیلے پر سے دھم سے کودا اور اس طرف چلا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ملازم آئے اُسکو بھی کوئی پچاس ساٹھ گز کے فاصلے پر مٹا دیا ہاے اب سنا کہ وہ ڈوب گیا۔

سپہر آرا۔ ڈوب نہیں گیا ناکا کھا گیا ہاے کیا مرگ تھا جات تھی افسوس یہ مجھ کو سخت کے سبب سے اُس بچارے کی جان مفت میں گئی۔ میرا دل اسوقت بھر آیا میری آنکھوں میں تاریکی سی بچائی ہوئی ہو ہاے یہ دریا اسکا ستیا ناس ہو جائے اسوقت کال نظر آتا ہو اُف جو سخت میں اپنا گزنا اور غوطے لگانا یاد کرتی ہوں روٹنگٹارو لنگٹا کھڑا ہو جاتا ہو اور کلیجہ مجھ کو اتنا سو جیسے ہی میں گری میرے ہوش اُڑ گئے پہلے تو خوب ہاتھ پاؤں مارے مگر بھر جب تہ پر پڑھ گئی تو مجھ میں پانی جانے لگا مجھ کو میں نے دونوں ہاتھوں سے بند کیا تو ابھری۔ ابھری تو بھر پانی نے ٹھٹھا دیا۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں۔

حسن آرا۔ میان آزاد بڑے گاڑھے وقت میں کام آئے۔ آزاد۔ کس ملعون کو اپنے حسابوں یقین بھی ہو کہ جتنے بچیں گے دو مرتبہ سپہر آرا ہاتھ سے چھٹ چھٹ گئیں۔ بارے خدا نے بجا یا مگر اسوقت میرے بدن کا یہ حال ہے کہ میں ہی جانتا ہوں جیسے

کسی کو سینوں کا بخار ہو۔ بس وہی کیفیت ہی شل ہوں۔
شل مگر شکر ہی۔

ملاح۔ اب آپ فرما سوریے تو تھکاوٹ کسی قدر کم ہو جائے
اور بیگ یہ بیچے حاضر ہو۔ دم آپ سوریہ۔

میان آزاد اور سپہ آرا اور حسن آرا اسی سبزہ نود میدہ کے
قرش زمرہ گون پر بیٹے تو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی ہوا سے

خشک کا چلنا تھا کہ تینوں کی آنکھ لگ گئی ملاح نے انکی حفاظت
کی سوئے تو گھوڑے بچ کر دینا دیا فیہا سے بچہ ہوش ہی نہیں

چار گھنٹے کامل سویا کیے اسکے بعد اٹھے تو میان آزاد نے منہ
ہاتھ دھویا حسن آرا اور سپہ آرا نے سنگار کیا اور پیر مرد نے کہا

ہمکو تو تم اپنے حساب غرقاب سمجھ بیٹھے ہو گے۔
آزاد۔ قبلہ اب یہ تذکرہ ہی جانے دیجیے۔ وحشت ہوتی ہی

کتا بون بن کشتیوں کے ڈوبنے کا حال پڑھا کرتے تھے۔ آج
دریا کے مصائب کو اپنی آنکھوں دیکھا اور تجربہ کیا۔ خود اپنے

اوپر پتی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا اس گفتگو کے بعد پیر مرد نے
کہا کہ اس فرخ بخش ایوان عالی شان میں کیونکر جائیے گا بھرے پر

تو اسوقت سوار ہونا حماقت ہی میان آزاد نے تمقہ لگا با
اور فرمایا کہ واہ ایسا بھی کیا خوف ہر اب کیا ہر دم طوفان ہی

آیا کرتا ہے کچھ حسن آرا اور سپہ آرا نے کہا قسم ہو خدائے پاک
کی کہ اس وقت تو ہم بچے پر نہ چڑھیں گے چاہے ادھر کی

دنیا ادھر ہو جائے۔
آزاد۔ جو اسوقت جھپک گئیں تو عمر بھر خوف ہی دامن گیر رہیگا۔

حسن آرا۔ آپ کی بلا سے۔
سپہ آرا۔ چلیے رہنے دیجیے۔ اب تو مارے تھکاوٹ کے آپ

کے بدن میں اتنی سکت بھی نہ رہی ہوگی کہ کسی کی لاش کو

دو قدم بھی لے چلیے۔ نا صاحب۔ ہندی نہ جانے کی بھر پور
کی صورت دیکھنے سے بدن کا پتتا ہی۔ تم بڑے دلیر ہو۔ ہم تھیں

بھی نہ جانے دینگے۔
آزاد۔ واہ۔

سپہ آرا۔ دیکھ بیچے گا۔ آپ ادھر بچے پر بیٹھے اور ادھر ہم
دریا میں بھانڈ پڑے۔

آزاد۔ اچھا بھر بچہ پیر مرد لائیں آپ اور ہم کنارے کنارے
خشکی خشکی آئیں۔

ملاح۔ جی میں ہی تو ایک فالتو ہوں۔ اچھا بخوڑا۔
اقتضہ پیر مرد تو بچے پر گئے اور بہتین کے تینوں خشکی کی

راتے چلے۔
پیر مرد وجہ تو ادھر چشمہ سار میں بھرا جلا رہے تھے ادھر میان

آزاد ان دونوں شاہدان طناز اور سرایا ناز کے ہاتھ میں ہاتھ
دیے ہوئے کنارے کنارے جا رہے تھے دریا کی روانی دیکھ کر

سپہ آرا کانپ کانپ اٹھتی تھیں اور حسن آرا صرف آزاد کے
چھپنے کو نقاب سے منہ ڈھانپ رہی تھیں۔

آزاد۔ بس یہی تو فریاد اب ہم سے پر وہ کیسا۔
حسن آرا۔ ہم نامحرم سے بات کرنا وضع کے خلاف سمجھتے ہیں

آزاد۔ ہاں! ادھر جا کر انھیں تو بجیے پھر تو فرما پئے نامحرم!
ہم نامحرم ہیں۔ کیون سپہ آرا بیگم۔ انکی باتیں تو سنو ہمیں

نامحرم بتاتی ہیں۔
سپہ آرا۔ آپ اور نامحرم۔ اس وقت تو دریا کو دیکھ کر

میں سہمی جاتی ہوں۔ آف۔ روگٹا روگٹا کھڑا ہو گیا۔
اللہ بچائے۔

ملاح۔ ہمارا بھی خدا حافظ ہو۔

سینر بازی

[illegible]

سرخ بازی۔ چار چال میں مات کرے

آنا و چار چال مین مات ہری۔ اچھا پہلے کون چلے سبز یا سرخ۔
حسن آرا۔ واہ واہ تو آپ نقشہ حل کر چکے جبات کرتا ہو وہی
پہلے چلتا ہو۔ نقشہ کا یہ قاعدہ ہی پس آپ حل کر چکے۔ قابلیت
حضور معلوم کروم۔

آزاد۔ اچھا پیے کشت۔

حُسنِ آراء۔ (موقفہ نگار) واہ کشت کی اچھی کمی نقشے میں پہلے پانچ کشت تو دی نہیں جاتی۔

آزاد۔ لوہم حل کر چکے۔ مگر ذرا غور کرنے دیجیے چار چال کی

حسن آرا۔ (گھانس پڑھیں) اے بھی ہم سے تو اب ایک
قدم نہ چلا جائیگا۔ پانوں میں چھالے پڑ گئے۔ آپ جائیں
ہم نہ جائیں گے۔

آزاد۔ اللہ اللہ تیری آپ ہوئیں کہ اس چٹیل میدان سنان
بیابان میں تنہا گھانس پر لڑتیں چلیے بس اب تھوڑی دُور
تو ہوئی ہماری خاطر سے چلی جلو۔

حُسن آرا۔ اللہ جانتا ہی جو اٹھا بھی جاتا ہو۔ آپ کچھ فکر کیجیے
ہم سے تو ہمسایہ نہیں جاتا۔ آخر چلنے کا کچھ ٹھکانا بھی ہی۔
آنا دے۔ اب آپ بجرے پر سوار ہوں ہیں ساتھ ہوں۔

سپہر آرا۔ (کانون پر ہاتھ رکھ کر) معاف شدہ خدا کی قسم ہم
نہ جانے گے۔ مجھ پر سوار ہوتے تو روح فنا ہوتی ہرگز
بجرا و جراثیم دیکھے۔

حسن آرا۔ نہیں بہن بجرے پر تین خود ہی نہ سوار ہو گئی۔
یہ گفتگو ہوتی ہی تھی کہ میان آزاد نے پیر مرد کو کنارے کی طرف
دکھا دیا اور کہا کہ بجا روک کر آؤ۔ جب پیر مرد نے بجرے کو چھوڑا اور
کنارے پر آیا تو آزاد نے کہا کہ گھر جا کر گھوڑے یا فنس لے آؤ۔
حسن آرا تنہا گئی بہن۔ مگر واسطے خدا کے سپہ آرا کے ڈوبنے
ڈانے کا حال وہاں کچھ نہ کہنا۔

حسن آراء تم تنا کہنا کہ کل تک ہم سب ٹینگے اور سب خبر سنا
الغرض بیہودہ سواری لینے گئے اور میان آنڈا اور سپر آرا اور
حسن آرائیٹھ باتیں کر لے لگے شطرنج کا ذکر حسن آرا نے چھیڑ دیا۔
اور کہا کہ آپ تو علم صحبت کے بادشاہ ہیں کہیے کبھی شطرنج کا بھی
شوق رہا ہو۔ ایک نقشہ حل کیجئے تو جانیں خدا کی قسم رخ چھوٹ
چھوٹ جائیں نہج ہو جائے تو سی بڑی عجیبہ نقشہ ہو اور حباب
جال کا کچھ عجیبہ نتیجے تو کیا مضائقہ ہو۔

بج بڑی ہوا چٹھا سوچیں تو وہ حل کر لیا۔ نہ کوگی۔ اول
چال شاہ سُرخ بجائے دوم فیل کھیلے۔ دوم پیادہ سُرخ
ایک گھر چلے۔ سوم فیل سُرخ بجائے چار وزیر کھیلے۔ چہارم وزیر
کی شہ مات ہوگی۔

حُسن آرا۔ اسکی تشریح کیجیے۔

آزاد۔ اول چال شاہ سُرخ بجائے دوم فیل کی ہر طرح روٹگی اب
اگر حریف شاہ سبز کو بجائے چہارم بادشاہ سُرخ کھیلے تو مات
کرنے والا پیادہ سُرخ چلے اگر شاہ سبز بجائے وزیر یعنی جس گھر بچھا
جاوے تو شاہ سُرخ کو بجائے سوم وزیر چلے شاہ سبز کو حکمی پیادہ
چلنا پڑے گا اور فیل کی شہ مات ہوگی۔

حُسن آرا۔ سبحان اللہ۔ آپ واقعی بڑے ذکی الطبع آدمی ہیں
کیا چنگیون میں نقشہ حل کیا ہے۔ ہم نے تین دن میں بڑے غور
کے بعد کہیں حل کیا تھا آپ نے دیکھتے ہی دیکھتے نقشہ کال لیا
اتنے میں ایک آدمی سلنے سے اُٹکا تو حُسن آرا اور سپہ آرا
دو دنوں نے منہ پھیر لیا کہ اجنبی کی نظر نہ پڑے۔ میان آزاد نے
اُس سے پوچھا کہ کو بھی تم کون ہو اور کہاں جاتے ہو۔ ادھر
تھہرا کیا کام۔

اجنبی حضرت میں ایک ایرانی کے پاس نوکرتا پہلے تو کچھ عرصے
نہاں رہا ادھر مارا مارا پھر کیا کہیں روزگار نہ ملا۔ ایک دن گھومتا
گھومتا سرزمین جا نکلا تو ایک ایرانی بڑا ساعمامہ باندھے بیٹھے
تھے تین روپیہ ماہواری اور خوراک پر نوکروں کو اسکی گفتگو
میری سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ بک کیا رہے ہیں۔ ایک دن مجھ سے
کہنے لگے کہ لو یہ رکابی لو اور اسکو دو کر لاؤ میں نے پوچھا کہ وجہ
تو فرمایا کہ تم کون وجہ سے تم سے کیا واسطہ۔ جاؤ اسکو دو کر لاؤ
تب تو میں گیا اور ایک بٹا جو رکابی پر مارتا ہوں تو اتفاق سے

تین ٹکڑے ہو گئے میں نے کہا خدا ہی خیر کرے اب ما رہی ٹالے گا
اُسے کہا تھا دو کر لاؤ۔ ہم نے تین ٹکڑے کر دیے خیر میں نے کہا
کہ بھرا ب چاہے جو ہو میں ڈرنا ڈرنا وہ رکابی اُن حضرت کے
پاس لے گیا اور جا کر چپے سے کونے میں کھڑا ہوا اسوقت وہ
کوئی کتاب پڑھ رہے تھے جب میری طرف دیکھا تو آگ ہو گئے
پوچھا کہ یہ تم کیا کر لائے میں نے کہا خداوند کر کیا لائے ایک کے
تین کر لائے آپ نے دو ٹکڑے کئے تھے میں تین کر لایا۔ بٹا جو بٹا
تو ایک ٹکڑا زیادہ ہو گیا معاف کیجیے۔ اتنے میں ایک شخص نے
اُن سے پوچھا کہ آپ نے اس رکابی کے دو ٹکڑے کس غرض سے
مانگے تھے۔ اُنھوں نے کچھ فارسی میں جواب دیا تو معلوم ہوا کہ
اسکا مطلب یہ تھا کہ اُس رکابی کو دھو کر لاؤ مگر دھو تو منہ سے
نکلا نہیں۔ کہا دو کر لاؤ میں دو کے اور تین کر لایا جب سمجھا تو
بہت ہی ہنسنا۔ کہ بڑا دھوکا ہوا اسکی ایک لڑکی بھی تھی اُس
لڑکی کی جہان شادی ہوئی ہو وہاں میں جاتا ہوں۔

اتنے میں ملحق سواریان لے کر آئے فطس پر سپہ آرا۔
سوار ہو میں اور ایک ترکی پر حُسن آرا اور ایک عربی راہوار پر
میان آزاد سوار ہو کر پوچھے جانے لگے اب راہ میں وہ ہیں
اور حُسن آرا تیسرا کوئی نہیں۔ ملحق اپنے بجرے پر جاتے
تھے۔ راہ میں آزاد نے بڑی بے تکلفی سے گفتگو شروع کی اور درود
دل شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا اور کہا کہ اس مرض کی دو حکیم کے
پاس ہے نہ ڈاکٹر کے پاس فقط تمھارے ہاتھ میں ہی چاہو جلاؤ
جا ہو قتل کر ڈالو۔ مختار ہو جو چاہو سو کرو۔

چین ہی چین لکھتا ہے

پلا سانی گلبدن جام مل
کیا مست دور فرخاک نے
لکھا چاہتا ہوں اب اک در گل
لگی دخت رزجھا نکلے تاکنے

سمجھ دیکھ کر رنگ محبت ذرا
چٹکتے ہیں غنچے کھلا لالہ زار
اس ایوان سپہر توانا میں ہو بچے جو وسط چشمہ سار میں واقع
تھا۔ اس عالی شان اور دلکش فرح بخش و زمزمست انما
محل میں جو میان آزاد نے قدم رکھا تو بے اختیار کہہ
اُٹھے۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ سے نگر م
کر شمع دامن دل میکشد کہ جانا بجا است

فرش و فروش پیش بہا۔ شیشہ آلات خوشنما۔ یہ قالین ہی۔ یا
لگا رخا نہ ارژنگ۔ یہ سوزنی ہی یا تختہ تصویر فرنگ نگین سلیمان
چھت گیری زرفشان۔ پردے خوش نقش و نگار۔ درو دیوار
مسترت بار۔ پاندان مکمل و رنگین نشان ہوا کے نکلنے سے
بہشت کی لپٹ آتی ہو نسیم عبرتہ زولغ کو طبلہ عطار بناتی ہے
بزم طرب عطر مروج پرور سے مست ہونی جاتی ہو طائر کا ک
نسرین سلک تو صیغہ بزم طرب میں خس بدنان ہی۔ اور
کیون نہو ایک ایک ذرہ روش خورشید تابان ہی۔ روشنی کا وہ
عالم کہ مہتاب جگنو نظر آتا تھا۔ خورشید عالم افروز فرط خیرت سے
بحر ظلمات میں ڈوبا جاتا تھا۔ کمین چراغون کی قطار کمین کنول
اور جھار۔ جدھر نظر ڈالو جلوہ رعنائی۔ جدھر دیکھو رنگ و نمائی
ہر سمت فیض کا ظہور ہر طرف نور موفور۔ ہر شے سے
صناعان چابک دست کی صناعی نمودار ہو۔ اور حضرت
نور الانوار کی صنعت بالغہ آشکار چو طرفہ آرائش کا سامان اور
لطف کا سامان۔

مبارک ہو یہ جشن ہی دوسرا
ہو میں لبیکیں مست آئی بہار
کیا ربط ہوش نے آزاد سے
نہ اب تاب نے طاقت ضبط ہی
دم بے بجائی ہو اوی ذی شعور
ادھر ہو رنگ و ادھر جلتہ رنگ
صریحی کے ہیں قہقہہ عید ہی
نہ قاضی کا ڈر ہی نہ فکر حساب
خدا کے لیے اب تو صرف نہ کر

غنیمت ہے یہ ولولہ یہ شباب
یہ صحبت یہ جلسہ یہ دور شراب

بہار عاشقی کے رنگ و بود و لادہ جمال صنام سنبل مو
سیان آزاد خانہ بر باد اور نوع و ستم ایجا و بلا سے جان آزاد
تبت رنگین ادا یعنی حسن آزاد و رکابے گھوڑوں پر سوار لطف بہار
دیکھتے سنبل پرشکن اور نرگس غمزہ زن سے آنکھیں سینکتے
شبنم نرگس خیز چمکتے کبھی دوڑاتے کبھی چمکارتے چلے جاتے تھے
اور بہار گلکاری قدرت واداد اور کے مزے اڑاتے تھے۔ ادھر
معشوق زہرہ تمثال مشتری خصال سپہر آرائش پر خواب نازین
تھیں اور چشمہ سار میں پیر مرد مجرب سے ہر قدرت حق دیکھ دیکھ کر
وجد کر رہے تھے۔ میان آزاد نے جو حسن آرا کو بے نقاب و عجب
پایا تو مدعا سے ضروری الاظہار زبان پر آیا۔ مگر مزنایہ میں
حسن آرا چتونوں سے تاڑ گئی کہ جلد باز آدمی ہیں۔
مطلب کی بات چاہ گئی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں جواب دیا
کبھی لجائی۔ کبھی مسکرائی۔ کبھی شرمائی۔ کبھی بات بنائی۔
مگر نکاح کا لفظ زبان پر نہ لائی نہ لائی۔ اتنے میں سب کے سب

میان آزاد خانہ بر باد چاروں طرف حیرت زدوں کی طرح
گھومتے تھے اور شہ باوہ طرب سے ہر قدم پر چھوٹتے تھے کبھی
چھوڑ کے سے دریا کی روانی دیکھی کبھی چراغان کی نور افشانی
دیکھی حیرت تھی کہ یہ اللجب یہ جشن جمیدی ہی یا بزم فریدونی

<p>حسن کی بلائی، بچلیوں کو ساتھ لائی تھیں اور وہ بڑے شوق سے آئی تھیں کہ میان آزاد کے جمال پر نظر ڈالیں دیکھتے ہی عیش عرش کر گئیں کہ واہ کیا جوان رعنا بلند بالا ہو آدمی کیا آفت کا پتلہ آتش کا پر کا لہ ہو گیتی آرا بگیم جو حسن آرا کی خالہ زاد بہن تھیں کہنے لگیں۔</p>	<p>پرست بخت و شادمانی ہر جانب طرب کا مرائی بادۂ تہماج جام سرور میں موج زن ہر بزم طرب پر وطن کا ایسا جو بہرے</p> <p>اشبیلین مجلس نگین ترخا بند بست نتوان گفت بہشت مست کہ صد چند است</p> <p>اتنے میں۔ ۵</p>
<p>گیتی آرا حسن آرا بہن تھاری پسند پر صا دہ یہ انسان ہو یا پری زاد ہو جوش جوانی ہنسی پیشانی۔ طاؤس مست کی طرح جھومنا اور شیر زبان کے مانند تھا۔ ۵</p>	<p>پل مارنے کی ہوئی جو دیری سبحان اللہ شان تیری</p>
<p>شکر فی چاہے جست و دلیری بھر آہو بہ کینہ تند شیرے</p> <p>سپہر آرا۔ (حسن آرا سے) باجی سلام۔ ہم نہ کہتے تھے کہ میان آزاد سا طر حدار جوان کوئی کم نظر آئے گا۔ بے جناب شکل کشا علی کی قسم شعلے کو بھی ڈھونڈھے تو نہ پائے میں صرٹ ظاہری صورت اور چاند سے نکھرے کی نہیں کہتی۔ حسن باطن پر نظر ڈالو تو نور علی نور۔ اور حسن ظاہری تو ظاہری ہو ع۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہو، نظر سے تک کے پر جلتے ہیں۔ گیتی آرا بہن بھی دیکھتے ہی لوٹ ہو گئیں۔ اور میری تو بے دست و پائی کی حالت میں انھوں نے دستگیری کی ہو کفران نعمت اپنا شعار نہیں جب تک جیون کی ان کا دم بھرون گی۔</p>	<p>میان آزاد کیا دیکھتے ہیں کہ چار مہوشان گلر خسار حسن آرا۔ اور سپہر آرا کے ہنگنا رہتی ہوئیں چھا چھم کرتی چلی آتی ہیں۔ چاروں طرح دار باغ و بہار چاروں کم سن۔ المٹھ پین کے دن جسے دیکھو جوش شباب سے اکڑتی ہو جوانی پھٹی پڑتی ہو آرائش اس حسن پر جان دے اور حسن خود بلائیں سے کسی کے ماتھے پر افشان کیسی کے جبین مہین سے نور سعادت عیان ہو پری زاد ستم ایجاد سر و قامت رشک شمشاد۔ ایک کی بتلی بتلی کر بجکتی ہو۔ دوسری انالہ برق کنتی ہوئی بجلی کی طرح چمکتی ہو یہ کوہ قاف کی بریان ہیں یا جنت کی حوریاں۔ نہیں نہیں۔ پریون میں یہ خود نمائی گمان۔ حورون میں کج ادائی گمان ابرو قبلہ بے دل و دینان۔ سجدہ گاہ نہرہ جبینان آنکھ طریان لگاؤٹ باز سرست خوبی و محو ناز۔ ۵</p>
<p>جہان آرا۔ (گیتی آرا کی بہن) کیون جی (پریرد سے) اس سن سے سفید بالون میں خضاب کیون نہیں لگاتے پہلے منہ دی کا استر دیجیے پھر دسمہ کا ابرہ لگائیے۔ اب تو آپ نام خدا کوئی دوسرے اوپر ہو گئے کیا عاقبت کے پورے بٹور گئے یا مرنا بالکل بھول بیٹھے تھیں ملک الموت نے بھی چھٹے ساند کی طرح چھوڑ دیا۔</p>	<p>محفل ہو حسینوں کی یا کوئی مرقع ہو جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی</p> <p>حسن آرا کی زلف پریشان دیکھ کر میان آزاد آشفہ حال ہو گئے کیسے منبع جان کے و بال ہو گئے۔</p> <p>بتوں کے عشق میں اللہ کا جلوہ نظر آیا حقیقی عشق پیدا ہو گیا عشق مجازی سے</p>

ملاح - ماوخر جی - خضاب و ضاب سے کیا ہوتا ہے بہت کٹ گئی تھوڑی باقی ہے - یہ بھی کٹ جائیگی خضاب لگا کر رو سیاہ کون ہو -

من موخیش لہ انان میکم سیاہ | ابا ز نوجوان شوم و نوکم گناہ
گیتی آرا - کیون ہن - میان آزاد کچھ شعر بھی کہتے ہیں صورت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاعر آدمی ہیں -

حسن آرا - کیا خوب ما شاہد اللہ قیافہ شناس بھی آپ ہیں - پھر آپ انھیں سے نہ پوچھیے - یہ گھونگھٹ کیسا -

گیتی آرا - کبھی کی جان پہچان ہوتی تو خیر مضائقہ نہ تھا - بے جانے بوجھے نا محرم سے باتیں کرتے شرم آتی ہے -

آزاد فقیر بنو اسے جان پہچان کیسی - درویش گوشہ نشین سے جھجھک رہی ہے -

گیتی آرا - یہ فقیر بنو آپ کب سے ہوے -

آزاد جب سے سلطان خوبان کی صحبت میں باریاب ہوا -
گیتی آرا ایسا کر کہ چہ خوش سا چھی لٹی لنگاہانی - بادشاہوں کی صحبت میں تو گدگدائے مستغنی ہو جاتا ہے - آپ کے سلطان خوبان اچھے خسر ہیں کہ آزاد کو گدے بنوا کر دیں -

آزاد - دھبپ کر اپنی اپنی قسمت -

گیتی آرا سواہ یک نشدہ شد قسمت کو تو نہ الندا تیجیے

قسمت نے تو سلطان خوبان کے در دولت تک پہنچا دیا -

آزاد - پھر مٹھ کی کھائی اسوقت بلبلی شیدا کی طرح دلفگار ہون دماغ صیح نہیں -

گیتی آرا - دقہمہ لگا کر کیا خدا ناکردہ خشکی زیادہ ہے -

روغن گل ملیے -

آزاد - سبحان اللہ اس گویائی کے صدقے بلبلی کے لیے روغن گل

آزاد دماغ کے بے خشکی بھی اچھی رعایت ہے - یہ عروس نصیح البیان ہے یا طوطی ہندوستان - یہ بہت نازک آواز ہے یا بلبلی شیراز - میرا تو ناطقہ بند کر دیا -

گیتی آرا - دسکا کر آدمی ہیں نصف -

حسن آرا - دردن پھر کر چشم بد دور -

گیتی آرا - اگر طبیعت حاضر ہو اور دماغ چاق تو اس مصرعے پر

ایک غزل موزون فرمائیے -

مرض عشق لا دوا دیکھا

آزاد طبیعت کی تو نہ پوچھیے ہر وقت حاضر رہتی ہے غائب

ہونا تو جانتی ہی نہیں - باقی رہا دماغ اس میں شہیم زلف عنبرین

سائی ہے اسوقت اور شعر و سخن ؟ مگر الامرونی الادب

بسم اللہ منیے -

شیخ کہے میں تم نے کیا دیکھا ہم ہوں سے ملے خدا دیکھا

سوز نالہ نے کچھ اثر نہ کیا ہم نے یہ ساز بھی بجا دیکھا

آہ نے میری کچھ نہ کام کیا ہم نے یہ تیر بھی لگا دیکھا

آئینہ کب مقابل دل ہو ق گرچہ دونوں کو با صفا دیکھا

وہ دکھاتا ہے عکس کم یہ کیف اس میں روا میں دعا دیکھا

ہر مرض کی دوا مقرر ہے مرض عشق لا دوا دیکھا

شکل ناخن ہو گرچہ ابرو یار بر نہ اسکو گرہ کشا دیکھا

ہم نے دیکھا نہ عاشق آزاد ہے

اور جو دیکھا تو بتلا دیکھا ہے

گیتی آرا - بارک اللہ آپ تو شاعر غرائف کیون حسن آرا

اب ہماری قیافہ شناسی کی آپ قائل ہیں یا اب بھی شک ہے -

حسن آرا - قائلان ای ہیں ہم مقتدین قائل کیا معنی -

گیتی آرا - کیا طبیعت حاضر ہے - واہ واہ خصوصاً مطلع -

تو مطلع آفتاب سے روشن تر ہو سے

شیخ مجھے مین تم نے کیا دیکھا | ہم بتوں سے ملے خدا دیکھا

اور وہ آئینہ والا قطعہ کننا دلکش ہو کہ واہ جی واہ۔

آزاد۔ اب انصاف تو اسی کا مقتضی ہو کہ مین نے آپ کو خوش
کر دیا آپ مجھے مسرور کیجئے۔

گیتی۔ دل و جان سے منظور۔ آپ کچھ فرمائیں مین سعی

کو نگی۔ شاید میری ہی کو شمش ٹھکانے لگے۔

آزاد۔ صورت سوال ہو حسن آرا کے حسن گلو سوز نے
خرمن صبر طاقت جلا دیا۔ نکاح کا سوال ہو۔ ع۔ کو شمش

کو کار خیر ہو یہ۔

گیتی آرا۔ یہ تو بڑی طبعی کھیر ہو صاحب۔ دل کا سوسا

دل لگی نہیں ہو آخر حسن آرا مین کیا بات ہو جو آپ لٹو ہو رہے

مین یا نام ہی پر عاشق ہو گئے حسن آرا سے بہن مان لو۔

حسن آرا۔ اے واہ کیا سفارش ہو۔ کیون مان لسن یہی ہو

گوارا نہیں۔

آزاد۔

رہے ہدم ایو ستم ایجاد نہ کردی | ابن خانہ ویران شدہ آباد نہ کردی

دجوبی سن آہ زبیدا نہ کردی | کو شمشہ فغان دل آزاد نہ کردی

پشت ہمہ تن گر چہ زبانم چہ توان کرد

حسن آرا۔ بے خوش چرا نہا شد۔ اب ایسا عشق چہ پایا کہ

فراضط نہیں کر سکتے اس ناہ شور انگیز کو تہ کر رکھے۔ اور بٹھی

بیٹھی باتیں کیجئے۔

آزاد۔ تلخ کامی مین بیٹھی بیٹھی باتیں کسی۔

حسن آرا۔ سنبہ بندہ پرورد مین بے سمجھے بوجھے ہاں نہ کر دنگی

آزاد۔ تو نہیں بھی تو نہ کیجئے۔

حسن آرا۔ ع۔ عشق بازی را تحمل با بیدای دل پاسے دار پ

حسے (کان مین) مین آپ کی ادا۔ آپ کی وفا۔ آپ کے خطو

خال آپ کی چال ڈھال آپ کے حسن گلو سوز۔ آپ کے نور

عالم افروز آپ کی بناوٹ آپ کی سجاوٹ۔ آپ کے فضل و علم

آپ کی منان و علم آپ کی فصاحت آپ کی ذکاوت پر ہزار جان سے

عاشق ہوں جو ایسے گلبدن کے ساتھ میرا عقد ہو تو جاے

مین پھولے نہ سواؤں۔ باغ باغ ہو جاؤں۔ نہ رہے نصیب کہ

تھارا سا شوہر ملے رہے بخت کہ کوئی تمھاری بوی بنے۔ مگر

یہ یاد رکھیے گا۔ کہ مین وہ فعل کرنا نہیں چاہتی جس سے نہایت

عورتیں بدنام ہوں۔ اور وہی مثل صادق آئے کہ ایک بھلی

سارے تالاب کو گندہ کرتی ہو میری دلی خواہش یہ ہو کہ تعلیم یافتہ

شریف زادیاں ایسا چال چلن رکھیں جو اردن کے لیے نمونہ

ہوتا کہ اور شرفا زادیاں بھی ہمارے نقش قدم پر چلیں اور زیور

علم و فضل سے آراستہ و پیرستہ ہو کر اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں

بچان کی تعلیم مین مدد مین دیا پرورد ہوں پاک نظر ہوں عصمت

ہاتھ پاؤں بھیلانے۔ عفت دن دونی رات چو گئی ترقی پائے

مین جو بے سمجھے بوجھے آپ کے ساتھ نکاح کر لوں تو اس پاس

کی عورتیں طے نہ دنگی کہ واہ چٹ تیری منگنی اور پٹ تیرا بیاہ

آج دیکھا کل نکاح۔ بٹھری وادی کو طاق پر بٹھایا اور آپ

بیاہر چا یا میرے چال چلن پر ہزار دن کی نظر ہو اس شہر کی

سب مائیں اور سب بیٹیاں مجھے غور سے دیکھتی رہتی ہیں کہ

دیکھیں ان سے جو ایک نئی بات کی کہ فارسی عربی بھی تو اس سے

کیا نتیجہ نکلتا ہو ہمارے خاندان بھر پر لوگوں کی انگلیاں اٹھتی ہیں۔ ایک

مجھ پر کیا فرض ہو جتنی بہنیں مین سب پر بھی لگی کیا گیتی آرا بگم

کم ہیں۔ یا جہان آرا ان پر جو ہو۔ میرے خاندان اور میری

بجولین میں کوئی جاہل نادان شور نہ نہیں ہم جب کوئی بات کرتے ہیں آپس میں مشورہ کر کے یہ نہیں کہتا اور بے دوڑ میں ہم چاہے مرجائیں لیکن یہ نہ ہوگا کہ ننگ و ناموس میں وجہ بنا لگا کر شادی کرنے سے انکار نہیں لیکن خواص کر کے دیکھو میان اور بیوی کو عمر کا ایک معتد بہ حصہ یا عمر صرف کرنا پڑتا ہو اگر نہ بی بی یا چھوٹ ہو گئی یا بچ چلی یا شکر بچی ہوئی تو زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ میان نے کس کر بیوی پر ایک لات لگا کر بیوی کو دیکھا نہ تاؤ چٹ چٹ کو شام شروع کیا۔ وہ الگ تھک پھٹنے بیٹھے ہیں یہ الگ روٹھی ہوئی ہیں ایسے میان اور ایسی بیوی کو دور ہی سے سلام ہو نیکی ایک ایک ادا دل میں کھپ گئی ہے آپ سے اچھا بیشک مجھے نہ لے گا لیکن آپ کو میان کوئی جانتا بھی تو نہیں ہے۔ آپ دو تین مہینے یہاں رہیں اور جوین کہوں وہ کیجئے۔

۱۔ پندرہویں دن آپ کے یہاں شاعر ہوتا کہ اس صبح آپ کا نام ہوا اور لوگ آپ کو جانیں کہ آپ بھی کوئی ہیں۔
۲۔ کوئی عمدہ اور خوشنما نگلہ یا کوئی کوٹھی کریمہ برہمچے مگر سہراہ اور اسکو نفاست سے آراستہ کیجئے تاکہ لوگ سمجھیں کہ خوش سلیقہ آدمی ہے اور روٹیوں کو محتاج نہیں ہے۔

۳۔ شریف زادوں کیسے دون تلمنا فضل شعل کے سوا اور کیسے وہ سے صحبت نہ کر لیں شہدوں بد معاشران و باشون کو نہ آنے دیجئے

ہمنشین تو از توبہ باید تا ترا عقل و دین بیفزاید

۴۔ نماز جمعہ پڑھنے کے لیے ہر بار مسجد جایا کرو جس میں مسلمان یہ نہ کہیں کہ پابند صوم و صلوٰۃ نہیں۔ لاندہب آدمی کو کوئی اچھا نہیں سمجھتا۔ خیالات چاہے جو ہوں۔ لیکن دنیا پرستی اور ظاہر پرستی بھی کسی قدر ضرور ہے۔

۵۔ ایک سواری رکھے۔ اور صبح و شام ہوا کھانے جایا کیجئے۔
۶۔ سامان جان سے کبھی کبھی ملا کیجئے۔

اگر ان باتوں کو آپ پسند کریں اور میرا کہنا مانیں تو مجھے شادی کرنے میں اصلاً غدر نہیں۔ غور کر کے اسکا جواب لطف فرمائیے یوں تو میں اور بہر آرا دونوں منوں ہیں۔ آپ نے اسکی جان بچائی آپ کی عنایت سے اُسے دوبارہ زندگی پائی میں تو آپ کی لڑائی ہوں لیکن چونکہ آپ عالم آدمی ہیں اور فہمیدہ اور سنجیدہ۔ لہذا صاف صاف سمجھا دیا۔ جو آپ جاہل ہوتے تو بڑی مصیبت پڑتی۔

آزاد۔ ایسے عالم ہونے سے ہم درگزر ہم نے علم و فضل کو ابھی سے استعفا دیدیا ہم جاہل ہی سی بلکہ اور گنوار کا لٹھ کف و ناتراش اچھا آپ نے جو کچھ کہا یہ سب منظور لیکن واسطے خدا کے دوسرے تیسرے دن مجھ غریب الوطن کو اپنے پاس تاک تو آنے کی اجازت دیجئے اور یہ سب بھی آپ کے یہاں رونق افروز ہوں گیتی آرا نذر اچھ تو فرمائیے گا۔ چہ خوش ہو چکا دیتے ہی ہاتھ بکڑایا۔ آپ کو انہی حسن آرا سے کام لے کر یا ان کی مہنوں سے ذرا سمجھو بچہ کے کہا کیجئے حسن آرا نے جو تقریر دلپذیر کی اس کو گوش دل سے سنئے اور سمجھئے ہم اور وہ سب بات پر راضی ہیں کہ آپ کے ساتھ اُنکا عقد ہو لیکن ابھی جلدی نہ کیجئے گا بچ کیسے گا آپ شراب تو نہیں پیتے۔

آزاد۔ شراب، اتوبہ صورت سے اور نام سے نفرت ہے۔

کہا تھا کچھوں میں شادی کی سفید مہوے باز آسپاہ کاری
حسن آرا بھر آپ کے پاس بجرے پر کمان سے آئی جو
آپ نے سپہ آرا کو بلائی۔

آزاد۔ سبحان اللہ وہ تو دوا تھی۔

کیا ذکر شراب یا رتوبہ خاور دورخ میں جلیں گے کے پینے والے	رہ ایسا نہ شرمسار توبہ خاور توبہ خاور ہزار توبہ خاور	یہ روپیہ کون بھیا کے ہاتھ میں دے گیا ہے۔ واہ اچھا پیار ہے اور جو کھیتے کھیتے مٹھ میں روپیہ بچائے تو کیسی گزرتے چھین
میان آناد یہ کہہ رہے تھے کہ ہنسا کلوارن دھانی بھریا چھڑکاتی ہوئی لب چشمہ سار نظر آئی اور اسکو دیکھتے ہی انگوٹوں خرابوں کی درگت یاد آئی جو بسنت کے دن یہ سست ہو گئے تھے جہان آرا۔ ای باجی بھتیاب سے سوراہا ہے۔ ذرا جگا دو۔ دو گھڑی کھینے کو جی چاہتا ہے۔	گیتی آرا۔ نا کہیں ایسا غضب بھی نہ کرنا ہے جب سوتے ہوں تو انکو جگانا چاہیے۔ اب آج سے یاد رکھنا۔ کم سنی میں جب بچے سوتے ہیں تو انکی بارٹھ ہوتی ہے۔ انکو جگانا ان کی نشوونما کو روکنا ہے۔ اپنے آپ جگ ہی جائینگے یہی تو بڑی خرابی ہے کہ بچوں کی غور و پرداخت کا کسی کو خیال نہیں ہے تو کوئل ہیں کوئل۔ چاہے جس طرف جھکا دو۔ لیکن بڑھ کر بھر شکل ہے۔ تندرستی انکی صحت انکے چال چلن کا ابھی سے خیال چاہیے جس میں بڑھ کر توانا و تندرست چاق و چوبند ہوں یہاں کی عورتیں بچوں کو راہ خدا پر چھوڑ دیتی ہیں راسی سے تو اکثر بچے بیمار رہا کرتے ہیں۔	دل بہار دی حضور چھین تو سب کچھ لون جب وہ دے بھی وہ تو رونے لگتا ہے۔ حسن آرا۔ دیکھو ہم کس ترکیب سے لیتے ہیں۔ بھلا روئے تو۔ رجھا کر بھتیاب منس کر بھتیاب چھنا ہا کر بھتیاب (تالیاں بجا کر) بھتیاب ہونٹ پر آہستہ سے انگلی رکھ کر بھتیاب گدگد کر بھتیاب گدگد کر تھا کر بھتیاب کھل کھل کر منس بڑا اور روپیہ ترسے ہاتھ سے الگ حسن آرا۔ روپیہ چپکے سے ہٹا کر کہا کیوں دل بہار ہم نے روپیہ کیونکر چھٹا کر لے لیا رویا نہ دھویا۔ دل بہار جی ہاں۔ روٹا کیسا اور ہنسا گیا بڑا شہد ہے۔ دیکھ کر بڑا شہد ہے۔ ہات ترے کی خالہ کو کیسے چپ چیا۔ تہ روپیہ حواسے کیا اور ہم نے ہاتھ ہی لگایا تھا کہ عمل چلنے لگا۔ گیتی آرا۔ عمر بھر تھے لڑکے پالے۔ ہاتھیں سلیقہ نہ آیا۔ بچوں کی پرورش کچھ منسی کھیل تھوڑا ہی ہے۔
حسن آرا۔ اسوقت ہوا بڑے زور سے چل رہی ہے۔ آفت۔ جگر تک ٹھٹھرتا ہے۔ ایسی ہی باجی۔ یہ کیا باتیں ہیں تمھاری اور سنو۔ ہم بڑے بڑے توکانپ رہے ہیں زلزلے اوڑھنے کا جاڑا ہے یہ دولانی پھوٹنے کو جی جو چاہتا ہو۔ اور بھتیاب کو باریک شرمی کی آصفت خانی خالی خالی خولی پھادی ہے۔ اسی سے تو سروی کا مرض ہو جاتا ہے اور دل بہار فلائین کا کرنا ہے پناہ دوا کا لون میں دو ہر ایشمی رومال باندھو یہ گلاب کے پھول ہیں۔ کھلانے جائینگے۔ اس اتنی ہو اکی انھیں برداشت کمان	دل بہار۔ اومی کے بچوں کا پالنا تو ایک طرف اومی کہتے ہیں کہ کتوں کے پلون تک کا پالنا ذری دل لگی نہیں ہو سیک جنور کا پالنا شکل ہو۔ اور ابھی میرا سن ہی کیا ہے جو میں یہ باتیں جانوں بھتیاب کو کل سے دست بردست آ رہے ہیں اور ایک ہی دن میں اسکے دشمن گھل کر کاٹا ہو گئے۔ یہاں جنگل میں اوپر آسمان بچے سمندر نہ حکیم کوئی نہ ڈاکٹر۔ گیتی آرا۔ ہاں ہاں پھر دست تو آویں ہی گے۔ دانست، نکلتے ہیں نہ بجا اور دست تو قاعدہ ہی ہوا سکا اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ ہم دوا دے دینگے۔ رات کو درخت کے تلے بچوں کو نہ سلا یا کرو۔	دل بہار۔ اومی کے بچوں کا پالنا تو ایک طرف اومی کہتے ہیں کہ کتوں کے پلون تک کا پالنا ذری دل لگی نہیں ہو سیک جنور کا پالنا شکل ہو۔ اور ابھی میرا سن ہی کیا ہے جو میں یہ باتیں جانوں بھتیاب کو کل سے دست بردست آ رہے ہیں اور ایک ہی دن میں اسکے دشمن گھل کر کاٹا ہو گئے۔ یہاں جنگل میں اوپر آسمان بچے سمندر نہ حکیم کوئی نہ ڈاکٹر۔ گیتی آرا۔ ہاں ہاں پھر دست تو آویں ہی گے۔ دانست، نکلتے ہیں نہ بجا اور دست تو قاعدہ ہی ہوا سکا اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ ہم دوا دے دینگے۔ رات کو درخت کے تلے بچوں کو نہ سلا یا کرو۔

<p>حسن آرا۔ الامرفوق الادب۔ ہمیں عذر نہیں مگر دست بستہ التماس ہے کہ ہنسے گا نہیں۔</p> <p>آزاد۔ ہنسوں بھی تو ہنس نہیں سکتا میں خجک خجک بسم اللہ فرمائیے۔</p>	<p>حسن آرا۔ کیوں اسکا سبب۔</p> <p>گیتی آرا۔ لوگ کہتے ہیں کہ رات کو درخت کے نیچے سونا ہوا آدمی کو تیار کرتا ہے۔</p> <p>دل ہمارا۔ بیمار و بیمار تو کوئی بھی نہیں ہو جاتا یوں کہ کوہ سائیں کے سو کھیل۔ خدا جانے آسیب ہو بھوت ہو پریت ہو کیا ہو کیا ہو۔ لڑکا جھپٹے میں آ جاتا ہے۔</p>
<p>ایک نسبت تسلیم النساء مصنفہ صاحب طبع سا خاتون مہ نقاح حسن آرا زاد اللہ جنتہا</p>	<p>حسن آرا۔ تو تو بچھٹ کسی اور بھوت پریت کیا بلا ہے۔</p> <p>یہ سب دھوکو سلامی ٹوٹھکو سلامی تم ہی سہو کر عورتوں نے تو بھوتی باتیں مشہور کر دی ہیں رات کو درخت کے نیچے سونا ہوا بڑا بڑا کھشب کے وقت درخت سے ایک قسم کی خراب ہوا نکلتی ہے اور وہ صحت کے حق میں زہر کی خاصیت رکھتی ہے۔ سونا اور بیمار ہوا اسکا اثر رفتہ رفتہ تندرستی پر پہنچتا ہے۔ ہاں دن کے وقت البتہ درختوں کے سایہ میں سونا اچھا ہے دن کے وقت جو ہوا درختوں سے نکلتی ہے وہ صحت کے حق میں فائدہ بخش ہے باقی جبریل اور بھوت کے تو ہم قائل نہیں اور نہ یہ کوئی ان لوگوں باتوں کو ماننی ہوگی۔</p>
<p>ظرف سے بھرہ میں سے چار بزرگوار جن میں سہر ایک بڑا سنجی میں طاق اور لطیفہ گوئی میں مشاق تھا حضرت رابعہ بصری کے پاس گئے۔ ایک نے کہا۔ ای رابعہ ذکور کامل العقل ہیں اور انات ناقص العقل۔</p> <p>رابعہ نے پوچھا وہ۔ بزرگان۔ فرمایا کہ انکے نقصان عقل کی یہی کافی دلیل ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر سمجھی جاتی ہے۔ دوسرے صاحب نے فرمایا کہ جتنا کسی عورت نے پیغمبری کا درجہ نہیں حاصل کیا تیسرے بزرگوار بوسے کہ عورتیں مہینے میں تین روز روزہ و نماز سے باز رہتی ہیں جو حق بزرگ نے فرمایا کہ پس دلائل متذکرہ بالا سے ثابت ہے کہ عورتوں پر مردوں کو فضیلت ہے۔</p>	<p>حسن آرا۔ ہماری دلی آرزو یہ ہے کہ ہم یہاں مدرسہ نسوان قائم کریں یہاں ہندوؤں کی بستی زیادہ ہے ہمیں نے ایک لکچر لکھا ہے میان آزاد اگر اصلاح دے دیں تو میں کسی دن یہاں کی شریعت زادیوں کو جمع کر کے لکچر دوں شاید کسی کے دل پر اثر کرے اور کوئی نتیجہ نکلے۔</p>
<p>رابعہ نے کہا کہ آپ کی دلیلین اور اعتراض ہمارے سر آنکھوں پر لیکن تنہا پیش قاضی سوی راضی آئی کا نقشہ ہے۔ اگر کسی عورت سے پوچھیے تو وہ بھی عورتوں کی تین فضیلتیں بیان کر سکتی ہے۔</p>	<p>آزاد۔ ہاں ہاں۔ ذرا لکچر سنائیے تو آپ کا لکچر تو قابل دید ہوگا۔ باقی رہا اصلاح۔ یہ آپکا حسن اخلاق ہو میں زولیدہ بیان کج جج زبان جاہل آدمی اصلاح دینا کیا جانوں۔ ہاں اگر آپ اپنی زبان سے خیالات فاخرہ فرمائیں تو بجا نمنت۔</p>

بطن میں پرورش پائی تھی۔

جب سب پر ظاہر ہو کہ اناٹ کو ذکر پر جسدِ فضیلت ہو
اسے ذکر اپنے غرور کے سبب سے تسلیم نہیں کرتے ہیں۔
یہ برکتہ جوابِ سُکراں چاروں کے حواسِ خمسہ مختل ہو گئے
اب میری بیماری ہمنون کو غور کرنا چاہیے کہ ذکر ہلکوسُکراں
میرا کتنے تھے ہیں اور کس درجہ نظر حقارت سے دیکھتے ہیں جاہل
مورکھان پڑھنا قصِ العقل ناقص الدین یہ خطاب ہمارے
لیے تجویز ہوئے ہیں لیکن ہم اسی پر قناعت کرتے ہیں حالانکہ
یہ بھونڈی قناعت ہی ہمیں چاہیے کہ وہ تدبیر کریں جس سے
ناقص العقل ہونے کا دھبہ مٹ جائے بلور وہ تدبیریں جو کونہ پور
علم سے متعلی ہوں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم ناقص العقل ہیں سلیکنا
اور ناقص العقل ہونے کے سبب سے ناقص الدین بھی ہیں لیکن
یہ قصور کس کا ہو۔ ذکر کا وہ ہلکوسُکراں تعلیم و تربیت سے محروم رکھتے ہیں
ہمارے پڑھانے لکھانے کو کفر و خطا تصور کرتے ہیں اور پھر
ہمیں کو لٹکارتے ہیں کہ تم کم عقل ہو۔ ذکر ہلکوسُکراں ہی حقارت
کی نظر سے دیکھتے ہیں ہمارے دل پر داغ ہوتا ہے کہ وہ ہمیں بہائم سے
کچھ ہی بہتر سمجھتے ہیں لگو ہماری آنکھوں پر وہ غفلت کا پردہ چھایا
ہو گا کہ ہمیں اپنا نیک و بد کچھ نظر نہیں آتا اگلے وقتوں کے
لوگ تعلیم نسوان کو آتش زن کا لالے پار سائی اور فروغ بازار
جھپٹائی لگتے تھے۔ اور شریف زاد یوں کے تربیت یافتہ ہوئے
کو معائب شرافت خیر۔ اب نئی پود کے نوجوان البتہ اس
امر کی طرف کسی قدر مخاطب ہوئے ہیں لیکن زبانی داخلہ
بہت یہ نہیں کہ انہی اپنی بیوی کو پڑھائیں لکھائیں پس خالی
باتیں سن لیتے جو لوگ تعلیم نسوان کو اچھا سمجھتے ہیں وہ تین
سوال پوچھتے ہیں۔

اولاً کیا شرحِ محمدی اور دھرم شاستر کی رو سے تعلیم نسوان
ممنوع ہو۔

ثانیاً۔ ہمارے اسلاف فردوسِ آرام گاہ کے وقت میں
تعلیم النساء کا رواج تھا یا نہیں۔

ثالثاً۔ کب سے اور کیوں موقوف ہوئی۔

یہ تین سوال غور طلب ہیں اور اکثر اخباروں میں متنازعہ
ان کی بحث دیکھی۔

واضح ہو کہ امر اول کی نسبت سب ہی کہتے ہیں کہ تعلیم النساء

ممنوع نہیں ہو دھرم شاستر اور شرحِ محمدی دونوں کے رو سے

اسکا جواز ظاہر ہو۔ اگر شرحِ محمدی کی رو سے مورتوں کی تعلیم

نا جائز ہو تو اپنی اسلام کی وہ عورتیں جو وہ سب سمجھی جاتی ہیں

اور جو واقع میں اس لائقِ تحسین کہ انکے نقش قدم پر چلے

اور انکے چال چلن کو دستورِ العمل بنائے علم و فضل سے محروم

محروم رہتیں ظاہر ہو کہ علم کے بغیر شرحِ محمدی کو مرد و عورت

کوئی بخوبی سمجھ نہیں سکتا اور جب تک بخوبی نہ سمجھے گا ضرور

ناقص العقل رہے گا پس دین کی ترقی کے لیے لازم باکد ذکر ہے

نہیں بلکہ ناٹ بھی تعلیم پائین شریع کی رو سے ایسے امرِ حسن

کی مانعت یعنی جو باقی رہا دھرم شاستر اس کی رو سے جواز ظاہر ہے

میری ہندو نہیں جانتی ہونگی کہ منتری جی جو جاگ دک کھنڈ

کی استری تحسین وہ علم و فضل میں آج تک مشہور ہیں ہمارا جہ

دھر تراشت کی استری گندھاری جی اسد راجہ عالمہ بنو تھیں کہ

بیاس جی جیسے عالم اجل سے علمی بحث ہوا کرتی تھی لیلیا وئی جی

کے نام سے کون فرید بشہ واقف نہیں ہو حساب میں ان کو

اسقدر دستگاہ حاصل تھی کہ اچھے اچھے محاسب کو دیکھنے میں
راجہ بھوج کے عہد میں دریا دھری جی مدارس نسوان کی مغلطہ

مقرر تھیں۔ ایک اخبار میں میں نے پڑھا ہے کہ راجہ بھوج کی بیٹی نے راجہ پر تھی راج کے نام اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر بھیجا تھا اگر تعلیم نسوان خلاف احکام دھرم شاستر ہوتی تو ایسے ایسے منی اور شی اور مہاراجہ اسکو بجا نہیں رکھتے۔

اہل اسلام میں تعلیم نسوان کا رواج اس سبب سے کم ہو گیا کہ وہ رفتہ رفتہ کابل ہوتے گئے اور عیش و عشرت میں پڑ گئے عورتوں کی تعلیم کا بالکل خیال نہ رہا اب یہ کیفیت یہ کہ اہل اسلام کی خرافانہ دیان غماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتیں اور اہل ہندو میں شاید پردے کی رسم کے سبب سے موقوف ہو گیا۔

عورتوں کا ناقص العقل ہونا ہندو میں مشہور نہیں ہے۔ تریاچر الہتہ مشہور ہے لیکن یہ اسی سبب سے کہ وہ بچا پران جواب نہیں دے سکتیں اگر وہ بھی طرحی لکھی ہوں تو مردوں اور عورتوں کا اس میں مقابلہ کر کے ثابت کر دیں کہ مرد زیادہ خوش وضع اور نیک ہیں یا عورتیں۔ عورتیں اگر ناقص العقل ہوتیں تو مدارس نسوان میں لڑکیاں ایسی ترقی نہ کر سکتیں جیسی لڑکوں نے کیں بلکہ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ عورتیں مردوں سے ذہن و ذکاوت میں کسی طرح کم نہیں ہیں صاحب ڈاکٹر مدراس کالج مدراس وغیرہ افسران اعلیٰ کی رپورٹ سال تمام سے صاف ظاہر ہے کہ مدارس نسوان میں لڑکیوں نے بہت جلد ترقی کی اور لڑکوں سے بڑھ گئیں۔

عورت اگر تربیت یافتہ ہوگی تو اپنے بچوں کو ابتداء ہی سے عمدہ تعلیم دے گی۔ اخلاق سکھائے گی اچھی اچھی باتیں بتائیگی کیونکہ دس بارہ برس تک بچے کنار مادی میں پرورش پاتے ہیں اور ان کی خوبیاں میں زیادہ اثر کرتی ہیں اگر ان تعلیم یافتہ ہوتی تو اوائل عمر میں جب قدر عمدہ تعلیم لڑکے اس سے پاسکتے ہیں اس قدر

اور کسی طرز پر ممکن نہیں۔

اوائل عمر میں جب لڑکے اور لڑکیاں ساتھ کھیلتی ہیں تو انکی ذکاوت اور ذہانت میں فرق نہیں معلوم ہوتا ہے اور اگر محسوس بھی ہوتا ہے تو مفید یہ حق نسوان۔ لیکن پڑھ کر مد عالم و فاضل منطقی و فلسفی ہو جاتے ہیں اور لڑکیاں گویا گڈے کھیلے کھیلے محض جاہل رہتی ہیں عورتوں کی ناقص العقلی اگر تھوڑی دیر کے لیے تسلیم بھی کی جائے تو خلقی نہیں افسوس ہے کہ گویا کو تحصیل علوم اور اکتساب فنون کی قابلیت حاصل ہے تلمذ و فکر کی عدم توجہی ہم کو ان سے محروم رکھتی ہے یہ کہنا کہ عورتوں کو پڑھنے لکھنے کا وقت نہیں ملتا ایک عذر بہ ترازا گناہ ہے بعض عورتیں جو گھر کی اکیلی ہیں وہ البتہ مدیم الفرستی کا عذر پیش کر سکتی ہیں مگر یہ عذر عام نہیں ہے بہت سی عورتیں ایسی ہیں جنکو عجز فحشتی باز یا خوردنی ہکے اور کوئی کام نہیں ہانا کہ انوں علم برقی میں یراق نہوں۔ جز انقال میں طاق نہوں شاعری میں شہرہ آفاق نہوں شاعری میں شاق نہ ہوں لیکن اخلاق کی کتابیں تو پڑھیں کفایت شاعری کے رسالے معائنہ کریں۔ مذہبی کتب مقبول کی سپر کریں حساب میں ضرب تقسیم کسر راجہ تک سیکھیں گھر کا خرچ روزمرہ لکھ لیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ناگری یا اردو کی کتابیں تو پڑھا سکیں۔ اب انصاف کیجیے کہ کیا اس قدر تحصیل کے لیے خضر والیاس کی عمر چاہیے۔ ہم دعویٰ کر کے کہتے ہیں کہ چاہے کیسی ہی غبی لڑکی کیون نہ ہو چار پانچ برس میں یہ سب باسانی سیکھ سکتی ہے۔

یہ کہنا بڑا فائدہ ہے کہ اگر عورتیں طرحی لکھی ہوں تو اپنے شوہر کو کہیں زیادہ خوش رکھیں۔ ناخواندہ عورت دوست جاہل ہے

قریب یا فتنہ بی بی موس دانا پڑھی لکھی عورتیں عموماً گھر کا انتظام
ایسی چلی خوش سلوکی سے کر سکتی ہیں جیسے اہل انگلستان ملک کا
انتظام کرتے ہیں بعض اصحاب اعتراض جڑتے ہیں کہ
تعلیم و تربیت سے عورتیں بد وضع ہو جائیں گی۔ تو یہ تو یہ
کیا بھولتے خیالات ہیں یہ علم و فضل پر بڑا بھاری الزام ہے
اگر ایسے اعتبار سے ساقط اکثر صاحبوں کا مقولہ ہے کہ جب عورتیں
پڑھ لکھ جائیں گی تو خفیہ عشقیہ خط و کتابت شروع کر دیں گی۔ تو یہ
تو یہ کیا بدگمانی ہے جو عورتیں ناخواندہ ہیں کیا وہ زبانی پیغام
نہیں بھیج سکتیں۔ ایک صاحب نے بہت صحیح لکھا ہے کہ خط
کے بھیجنے میں تو خوف و اسکیہ ہو سکتا ہے کہ مبادا خط پکڑ جائے
اور پھر ساری قلمی کھل جائے انکار کی گنجائش بھی مطلق
باقی نہ رہے اور اگر زبانی پیغام ہوا تو کھلے گا کیا اور کھلے
بھی تو صاف انکار ہو سکتا ہے۔

بہر حال اب میری دلی خواہش یہ ہے کہ ایک مدرسہ نسوان
قائم ہو اور آپ سب مل کر مدد دیں کہ ہندو اور مسلمانوں کی
شریف زادیاں اس میں پڑھنے آئیں۔ بڑی اکیلا طبعی کجاوے کی
کہ اس مدرسہ میں کوئی مرنے والے ہائے پرندہ نہ مار سکے اور
عورتیں بھی وہی آسکینگے جو شریف زادیاں ہیں ایسی ویسی عورتوں
کو آنے کی اجازت نہ دیجائے گی۔

بس اسی طرح لکھا ہے ابھی صرف اسی قدر جو بعض خیالات
اس میں نہیں آئے وہ بھی بڑھادونگی باب آپ فرمائیے حضرت
آزاد کہ پسند ہے یا نہیں ایک بات اور سن لیجئے کہ لکچر ایک
جلسے میں پڑھا جائے گا ذرا بغور اصلاح دیجئے اور عجیب نہیں
کہ اخباروں میں بھی مشہور ہو۔

آزاد۔ بارک اللہ بارک اللہ یہ مضمون ہے یا فصاحت کا

جیون۔ اس وقت فرط طرب سے سینہ مانع مانع ہے چشم بدور کیا
طبع کی رسائی ہو اور کیا خدا داد و کافوت پائی ہو۔

ہاں آن محفود و نہیں خالق ہو تو ذی فہم و ذکی ذہن دلائق ہو تو
ہم سب یہ چرخ ہی تری فکر بلند حلال خواہش مد فائق ہے تو

لیتی آرا حسن آرا کی زبان چومے اللہ جانتا ہے کہ کیسا
طبیعت پائی ہو۔ آمد ہو آمد۔ اور وہ نام نہیں کیا خوب ثابت
کر دیا کہ تعلیم نسوان ضرور ہونی چاہیے۔ جی خوش ہو گیا سر
قائم ہو تو ایک گھنٹے بھر ہم بھی تعلیم دیں۔

جہاں آرا مد گھنٹے ہم بھی پڑھائیں۔

سپر آرا۔ ہم کو تو چھو کر یاں پڑھاتے ہوے شرم آئے لکھا
کہیں ہم بھی۔

آزاد۔ اور ہم۔

حسن آرا۔ جی بجا ہو آپ کا وہاں لکھ کمان رہے۔

انسان کو علم فائدہ دیتا ہے آئینہ عقل کو جلا دیتا ہے

دنیا میں چہ عزت ہو تو حق میں بہشت یہ دونوں جہاں میں مرنا دیتا ہے

وہاں سے علم ہندوستان میں کوڑوں عورتیں ہیں۔ گنوار میں

بھی ہیں وہاں تین بھی ہیں بگمیں بھی ہیں۔ شریف زادیاں بھی

ہیں لیکن سب کے خیالات مختلف پھر تو بنی بات ہو کر دنیا

میں جس طرح صورتیں مختلف ہیں اسی طرح سیرت بھی ایک سی نہیں

ہوتی۔ کوئی گور اور کوئی کالا۔ کوئی صبیح طبع۔ کوئی نازک زام کوئی

گھٹام کوئی بد قطع۔ کوئی خوب رو۔ گنواروں کو دیکھیے کہ لکلی ہاتھ

پر چپکائے لال لال چیز یا پھر کائے کھیتوں میں لہہ لہاتے

ہوے سبز کے نہانی لک پر لوٹ پوٹ ہیں۔ پٹیاں گوندے

جمائے اور سینہ دور کی لال لال لال لال لال اور سمجھیں کہ

بس ب ہم ہی ہم ہیں اور ایسی ہی زلو میں دنیا کے پردے پر

کم ہین شہر کی عورتوں کے ٹھاٹھ ہی ہین دنیا سے نراے ساری
 تھائی سے انوکھے۔ وہ فوق الجہک لباس زرق برق کے لٹکے کا
 پائون پھسل پھسل جائے۔ وہ تراش خراش کے زاہد صد سالہ تک
 انکی معیت لائے اور انھیں کا کھر چڑھنے لگے۔ لیکن اعف کے
 نام بے تک نہیں جانتیں۔ بالکل جاہل کاندہ ناتراش۔ ان پھر
 مور کھڑے ہائے یہ شریف زادیاں۔ اور جاہل مطلق فسوس
 شہر کی عورتیں عموماً بات چیت بول چال روزمرہ محاورے میں تو
 برق ہوتی ہین مگر پٹھنا لکھنا خیر صلاح پھر خالی خالی طاری اور
 لٹا خالی اور سانی سے کیا ہوتا ہر فرانس میں بھی لیڈیوں کو
 تراش خراش اور بناوٹ سجاوٹ کا ہرجہ اتم شوق ہے اور
 نئی نئی وضع نئی ٹی قطع ایجاد ہوتی ہونے سے نشن نکلتے ہین
 لیڈیاں بانگی پوشاک بانگی وضع سے ہین ٹھن کر سیر کو جاتی ہین
 لیکن بھی نہیں کہ خالی لباس پر ٹھوس علم و فضل میں مستگاہ ہو
 ہائے یہی تو رہنا ہو کہ بیان یا تو بالکل گنوار ہین ہر پانچ جامہ بی
 اور طاری کا شوق کھنے چڑھنے سے تو کوئی واسطہ ہی نہیں۔
 شریف زادی کے یہ معنی ہین کہ بھلے مانس کے بیان پیدا ہوتی ہو
 خیالات چلبے گنواروں کے خیال سے بھی بدتر ہوں اس سے بحث
 نہیں پڑی خرابی یہ ہے کہ اب ہ لوگ سوچ قوم کھلانے ہین انکی عورتیں
 پڑھنے لکھنے لگیں اور شریف زادیاں رئیس زادیاں امیر زادیاں
 بھلے مانسوں کی مستورات ابھی جہالت ہی کی تاریکی میں ہین۔
 اب چاروں میں میں ہیچے گا کہ پنج قوم کی عورتیں شریف زادیاں کو
 دھمکا مینا کی کہیکم صاحب پ جانین کیا۔ گریا اجبر بھینس برابر
 لا حول ولا قوۃ۔ شریف زادیاں ناحق اپنے کو داغ لگاتی ہین
 واہ ری حسن آرا حسن و جمال تو خد نے دیا ہی تھا اسی سے
 ساتھ طبیعت بھی وہ نورانی عطا کی کہ واہ جی واہ خیالات سے

تفاخ کہ باید و شاید۔ دل وہ نیک کہ آہو ہوں ہواے وہ زمین
 کہ سبحان اللہ۔ فکرہ متین کہ اسکی متانت فکر کی قسم کھائے اور
 یہ سب علم کی بدولت طبیعت ذکاوت و جناب باری نے
 کوٹ کوٹ کر بھری ہی تھی اس پر عمدہ تعلیم پائی لے اسی گویا
 آئینہ عقل پر جلا ہو گئی چمک گیا۔ کیون نہو حسن آرا کا لکچر
 قابل دید ہو بلکہ دیدہ ہو نہ شنیدہ زبان کیسی شستہ و رفتہ خیالات
 کیسے بدیع و شگرف ہائے کیسی فرخ اور نوادر ہمدردی ایک
 ایک لفظ سے چمکتی ہو ہی معلوم ہوتا ہے کہ اسکے دل سے لگی ہو
 اور ہندوستان کی عورتوں کو غریب بوجہ دل دیکھ کر اسکا جی جلتا ہو
 اسنے پیرا اٹھا لیا ہو کہ عمر پھر تعلیم نسوان کی ترغیب دیتی رہے گی
 آفرین صد آفرین۔ اب حسن آرا کے خاندان کی اور شریف زادیاں
 حسن آرا کی بہنوں کی حسن لیاقت دیکھے کہ کیسی خوش سلیقہ باتیز
 نوی جودت تربیت یافتہ اور ذی خلق ہین کہ انسان اگر ایک
 دم کے دم بھی ان کی صحبت میں بیٹھے تو اس کا جی خوش
 ہو جائے اور اخلاق و سلیقہ دیکھ کر عیش عیش کرنے لگے کہ
 واہ۔ ایسی شریف زادیاں تو آج تک ہندوستان میں
 دیکھی ہی نہ تھیں۔ کیجیے تربیت یافتگی نے کیا رنگ اثر جاسا کہ
 بچوں کی پرورش اور غصہ برداشت اور علاج اور دل جلانے
 میں حسن آرا اور سپہا آرا اور جہان آرا اور گیتی آرا سب کی
 سب طاق تھیں۔ بدتر عورتیں عموماً اپنے بچوں کی تندرستی کا
 اصلا خیال اور مطلق پروا نہیں رکھتیں گو بچوں کی عاشق زار
 تو ہوتی ہین لیکن اپنی بدتمیزی کے سبب سے وہ فصل
 کر گذرتی ہین کہ لڑکا بیمار نہ ہوتا ہو تو ہو جائے۔ حسن آرا اور
 گیتی آرا نے اس دایہ کو کیسا لٹکا راتھا کہ خبردار لڑکے کو جگانا
 نہیں ابھی سوچا ہو۔

نہ بھڑکے سونے دو جب لڑکا سوتا ہو تو اُسکو بھی نہ جگائے
خیر حسن آرا اور سپہر آرا اور انکی خالہ نادہن گیتی آرا اور
جہان آرا اور میان آرا اور پیر مرد سب کے سب نے مل کر
اُس یوان کیون نشان میں بڑے لطف و سرور اور مسرت
و صحبت سے دو روز کاٹے خوب خوش روزہ منایا اور حسن آرا
نے میان آرا کی چال ڈھال وضع قطع بات چیت کو میزان
خرد میں خوب تولا خوب جانچا پرتالا اور انکے زرشرافت کو کامل
عیار پایا حسن آرا کی دلی آرزو تھی کہ میان آرا کی خوب سے
بخوبی واقف ہو جائیں سو دن میں بیس دن میں ایک
بہینے میں دو بہینے میں جھڑے میں چاہے معلوم ہو کوئی تھپہ
باقی نہ رہ جائے۔

دو دن اُس یوان سپہر تو امان میں ہی خض سے رہی
تھیں کہ میان آرا کے چال چلن کو بخوبی جانچیں پرتالیں۔
جب دو دن تک خوب دیکھ بھال چکیں تو گیتی آرا نے کہا کہ
حسن آرا اب چلو گھر چلیں اور میان آرا سے کہو کہ کسی اور محلے
میں مکان لین لگایا جائے کہ میں بہن آرا کی ہلکودل و جان
سے محبت ہوا مقدورہ دن دکھائے کہ آرا کا اور تمہارا عقد
ہو جائے آرا ہم کو اپنی بڑی سالی کہیں اور ہم اُن کو اپنا بہنوئی
کیا آنکھیں ہیں اہو ہو ہو کیا رخسارے ہیں واہ واہ واہ۔
کیا قد و قامت ہے کیا شکل و صورت ہو کہ سبحان اللہ یہ ایک
طرف علم و فضل کو دیکھو شاعر کیسے غرا سخندان کیسے بے ہمتا۔
نشی کیسے بے بدل۔ تار کیسے بتمثل مورخ کیسے زبردست
کیا برجستہ غزل کہی ہو کتنی دلربا اور چیدہ ہو مطلع مجھے تہ دل سے
پسند ہے۔

شیخ کبے میں تم نے کیا دیکھا ہم بتوں سے ملے خدا دیکھا

اور لطف یہ کہ فی البدیہہ کہی اور فرمایش ہوئی اور غزل بہتر
موزون کر دی۔

حسن آرا نے کہا بہن سنو ہم تو اُن کے بڑے معنوں میں۔
اُنھوں نے تمھاری بہن سپہر آرا کی جان بچائی میں تو انکی لونڈی
ہو جاؤں خدا کی قسم مگر بیاہ میں بے جانے پرتائے نہ کروں گی
اب تم اُسے یہ کہو کہ کسی اور محلے میں فوراً نہایت ہی عمدہ مکان
کرایہ پر لین اور اُس میں رہا کریں اور بہن اُسے کوئی ایسی جڑی
بات کہو جو شریف زادوں کی وضع کے بالکل خلاف ہو دیکھو
یہ مانتے ہیں یا نہیں اُسے تم کہو کہ فلاں بات کر لاؤ جو بالکل
وضع کے خلاف ہو اور انکو ترغیب دو کہ اگر تم یہ بات کر دو تو
ہم حسن آرا کو بیاہ کرنے پر مجبور کر دینگے دیکھو مانتے ہیں یا نہیں۔
گیتی آرا نے کہا خوب سوچیں تم اب یہاں سے چلو تب کوئی
بات ہو تم نے تو یہاں خیمہ ہی نصب کر دیے حسن آرا نے
کہا بھڑ چلیے۔

گیتی آرا۔ (میان آرا سے) اب تو گھر چلنا چاہیے دو دن
ہو گئے۔

آرا۔ ہاں اب بوریا بدھنا اٹھائیے بچہ سنھالیے بڑی مکیم
صاحب اپنے دل میں کہتی ہوئی کہ دو دن غائب غلہ رہنا
چہ معنی دارو۔

گیتی آرا سا سکا تو آپ خیال ہی نہ کیجے حسن آرا کی والدہ
مجددہ کو اپنے کامل عماد ہی آپ اسکی فکر نہ کیجئے اپنے بچے بڑے
کے دانت سب ہی بچاتے ہیں۔ وہ حسن آرا کو خوب جانتی ہیں
حسن آرا بڑی نیک اور بارسا اور عقیفہ اور پاکدامن حیا پرور
اور عفت کوش لڑکی ہو گو مجھ سے اُسے دو ہی تین برس کی چٹائی
بڑائی ہو لیکن میں خوب سمجھتی ہوں کہ وہ مجھ سے علم و فضل بیاقت

تمیز سلطنت میں بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ انکی مان انہر جان دینی ہیں
آپ ہرگز یہ نہ سمجھیے گا کہ یہاں دودن رہنے سے حسن آرا کی
مان انکو بڑا بچھین یا ان سے ناراض ہو جائیں بیان ہونی بات ہے
آزاد نہایت طبیعت خوش ہوئی بی حسن آرا بیکم سے اور بھی
زیادہ محبت ہو گئی۔

الغرض سب کے سب بچوں پر سوار ہو کر چلے راہ میں یہاں
آزاد نے کئی بار گیتی آرا سے کہا کہ اگر یہ نہ مانیں گی تو میں زہر
کھاؤنگا میری توجان جاتی ہو میں کیا کر دن ہاے تم مجھے خدا نے
ایسی پاکیزہ صورت کیوں دکھائی۔ میں اور میرا خدا کہ انکی ذکاوت
اور جودت اور چال چلن اور عفت نے مجھے اور بھی ان کا
عاشق و لداہ کر دیا۔ اب میں کروں تو کیا کروں اگر یہ صرف اتنا
مجھ سے کہ دین کہ تو گھبرا نہیں تو میرا جی خوش ہو جائے مگر جیت
صد جیت کہ یہ بالکل انکار کرتی ہیں اور ذرا امید نہیں دیتیں۔
حسن آرا۔ (کان میں) آزاد ہم تم پر دل و جان سے عاشق
ہیں اور عاشق صادق ہیں مگر دیکھیے ذرا صبر کیجیے ذرا تحمل
کیجیے صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد۔ آپ میرے
جمال میرے حسن میری پیاری پیاری صورت میری سیرت
عاشق نار ہو گئے گو یہ غرور کے کلمے ہیں لیکن میں صاف
صاف کہتی ہوں کہ اگر کوئی سنے گا کہ اسطرح نکاح ہوا تو ہنسے گا
یہ نئی بات ہوگی اور جگت ہنسائی الگ۔

گیتی آرا ہم سمجھ گئے۔ بس میان آزاد اب زیادہ اصرار نہ کر د
حسن آرا نے صاف صاف کہہ دیا جو کچھ کہنا تھا اب بھی آپ
نہ مانیں تو افسوس ہے الغرض میان آزاد اور حسن آرا
اور گیتی آرا اور سپہ آرا اور پیر مرد سب بچروں پر
سوار ہو گئے۔

ہوا سے منڈھے اُچھل رہے تھے۔ دریا نوجوانوں کے
مزاج کی طرح بلیوں پر تھا موجیں لڑاتی ہوئی آتی تھیں۔ پانی مائل
کو چوم کر اٹھ کھیلایاں کرتا ہوا جاتا اور جوت انقمقری دایس
آتا تھا۔ اشجار پر بہار کا عکس جو بن دے رہا تھا۔ بعض بعض
شاخیں پانی کو چوم رہی تھیں۔ انہر طہور ذی شعور اور مرغان
خوش الحان کا مزے سے بٹھنا اور ہوا کے چھو کون کا اس
قدرتی چھوے کو پینگے بنا اور مرغان خوش نوا کا فطرت سے چھو چھو کر
چکنا عجب لطف بہار دکھاتا تھا۔ چھلی یہ اُچھلی وہ ہو ہی کسی
نے کہا نہ ہو۔ کوئی بولا بام ہے۔ وہ دریائی جانور نے
سر نکالا اور غراپ غوط کھایا۔ کچھو یہ تیرتا جا رہا ہے وہ گردن
غٹ سے پیٹ کے اندر چھپی۔ کنارے پر گھانس خوب جی ہوئی
ہے اور ایک کونے پر غوط خور بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہے۔ سرین لڑتی
ہوئی آتی ہیں اور اسکے پانوں کو چوم جاتی ہیں۔ یہو ایسی سرو چل
رہی ہے کہ جگر تک کرہ زہر میں گیا روح ٹھہری جاتی ہے۔
جسم کے لحاف میں دبی و بکائی پڑی ہے۔ نظر کے لیے چو طرف
خفا نہ بنا ہوا ہے نہ ہمت کی ہری بھری شاخ وہ تیری ہوئی۔
چلی آتی ہو سنانے سے کسی نے دریا میں چراغ بھایا اور اسکے
دیکھتے ہی دل بہار نے غل جپایا۔ ای بیکم صاحب دوڑو دوڑو
دیکھیے کل آپ جگت کرتی تھیں کہ بھوت پریت سب ڈھکوسلا ہی
وہ دیکھیے بر مھرا کھس دریا میں سنانے سے چلا آتا ہے۔ اس پر
فرمانی قہر پڑا۔ چراغ یہ آیا وہ بچھایا ٹٹھمایا۔ جا بجا ناندین
پڑی ہیں کہیں کہیں بھنور۔ یہ کیفیت دیکھنے سے غچہ دل
کھلا جاتا تھا اور بے اختیار جی چاہتا تھا کہ عمر بھر یہاں ہی بسر
کیجیے۔ جانے کا نام نہ کیجیے۔ ہر سمت قدرت بالعمہ نمودار
ہر طرف صنعت کا دلہ آشکار۔

<p>ہوئے معنی تلک جو صورت دیکھے صانع مجلے گرج صفت دیکھے قطرہ قطرہ جو آدمی غور کرے دریا دریا خدا کی رحمت دیکھے</p> <p>اور اس دریا کے بچوں بچ میں اس فرح بخش و دلکش عصمت آثار اور مدرت انما کوٹھی پر کچھ اور ہی عالم تھا ہر طرف سے دریا دیکھ لیتے تھے دریا پر رہا و شرق مغرب شمال جنوب جو طرف پانی ہی پانی اور ٹکف یہ کہ اوپر نظر اٹھائے تو بھی دریا سے اخضر فلک و کشتی ہلال اور زین پر تو نظر کا دامن چھو لیں سے لالہ مال تھا جہد دیکھو گلشن نگارین جہد نظر اٹھاؤ فرش زردین دھرم پہنھا رہا ہوا دھرم ہارے اتنے میں باد طرب انگیز خوب منشا ہوئی آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے کالی گٹھا چھائی اُس وقت دریا کی کیفیت قابل دید تھی بلکہ دید تھی نہ شینہ تھی سب کے دلوں سے رہی سہی کلفت دور ہو گئی فکر منزلوں کا فور ہو گئی دوچار دن پری رُخسان زہرہ مثال مشتری خصال جوانی کے نشے میں چور میان آزاد بادہ شباب سے سرخوش و مخمور ان کی توجیان اور اُٹنگ۔ اُنکی آہ سرد اور جوانی کی ترنگ۔ میان آزاد نے پیر مرد سے کہا کہ شراب خوری تو بلاے بے دریاں ہی ہم تو اس کے نام پر لالچل پڑتے ہیں جسطح ماہ کنعان کو خسوف چاہے غلامی بخشی۔ یونس و ایوب کو بچا یا خلیل پر شر ہاے جہندہ کو گلزار کر دیا۔ اسی طرح خداوند مجھے بھی اس آب کش خواص سے بچا۔ گیتی آرائے آزاد کا غم غلط کرنے کے لیے طرح طرح کے مذاق کی باتیں کرنا شروع کیں لیکن آزاد کی نظر حسن آرا کے رخ نور پر تھی اور وہ نکھیون سے آزاد پر نظر غلط انداز ڈال رہی تھی میان آزاد نے حسن آرا سے پوچھا کہ کیوں صاحب ہمارے بجرے پر کیوں نہ سوار ہوئیں بھلے مانسون کا اس زمانہ میں اعتبار نہیں رہا۔ اُس نے انکھوں ہی انکھوں میں جواب دیا</p>	<p>اس پر سپر آدا ہوئی۔ یا جی تھار تو اچھا سمجھاؤ ہوا سے واہ کوئی بھلے مانس بات کرے تو جواب تک نہ دو حسن آرا نے ایک عجب دلربا اداسے کسی قدر تنک کر کہا کہ بھلے مانسون کو دیکھ لیا بسم اللہ ہی غلط ہوئی رانکی بھل مٹی اٹھیں کو مبارک رہے۔ آزاد کا باز بلند گانے لگے۔</p> <p>کبھی نہ مت نہ ہوگی واعظ شراب گلگون کی نے کشوں سے زبان سگڑا کہیں کیا جسے نہ ٹھہرے گا مچکے ہین + حسن آرا جو دخت زر کوٹھ لگاتے ہیں انکو ہم نہ ٹھہرے لگائینگے۔</p> <p>اتنے میں بحر داخل ساحل ہوے وہ بتان جادو جال بدرو ہلال تو ایوان کیوان نشان میں گئیں اور میان آزاد نے اپنی راہ لی دور تک فسوں کا جھگڑا اور مہر یون کا جھگڑا دیکھتے رہے جب فسنیں نظر سے اوجھل ہوئیں تو حضرت اپنے شفیق بالتحقیق میان نظر آف کے یہاں چلے آنکھیں اشک فشان اور اشعار عشقیہ در زبان۔</p> <p>یہ گلیا کیا زخم عشق کاری ندون مرغ بسمل کی تڑپ ہی توری ندون واہ کیا جو بن پر جو حسن عروسان چین تار کرنی بھرتی ہی باد بہاری اندون فرقت دلازمین نصرت ہو چوچ کلا درواک کرنا ہو دلی نگساری ندون جا بجا سبز ہوئیں ہر دھن میں موج کیا گلستان میں ہو لطف بادہ بخاری ندون</p> <p>عاشق تو ہوے مگر مزاج دان نہیں اپنے ساتی لا ابالی کا بایان سین جسے ہمیں بادہ گساری میں پکا کر دیا۔</p> <p>چھکایا سے اک عالم کو ساتی تو نے محفل میں + ادھر بھی کوئی ساغر ہم بھی ہیں امیداروں میں +</p> <p>ہاے اتنا کہنا جھول گیا کہ فصل بہار میں مجھے حزن ہر جایا کرتا ہی بڑی سودا کی بانوں کا کیا بڑا مانتی ہو۔</p> <p>اب سنیے کہ ادھر میان آزاد تو اس موج میں تھرا دھر لٹا</p>
--	---

پلیج یعنی پیر بخش کو خط لکھوانے کا شوق جو چرایا تو تمام کو بکوا یا۔
 تھاموں کا قاعدہ ہو کہ تھ بناتے بناتے چہ میگوئیان بھی
 کرتے جاتے ہیں میان خلیفہ مللح پلیج کا خط بناتے جاتے
 ہیں اور ساری خدائی کی گرام گرم خبریں سناتے جاتے
 ہیں۔ میان میں لکھنؤ ایک دفعہ گیا تھا۔ تو وہاں سرزمین
 یہ بھی ملے تھے۔ اچی ہی جوان ہیں نہیں گھرو سے جون
 آپ کے پاس بیٹھے تھے اُس روح۔ (روز) ارے
 کون جوان گھرو۔ کچھ پتاوے۔ اچی ہجو رو ہی گورے
 گورے ہیں نہیں۔ وہ جون بھرے پر بھی گئے تھے۔ ہان
 ہان وہ ہی میان آزاد۔ جی بس بس وہی میان آجاو ہان
 پھر کچھ کچھ کا۔ وہ صاحب تمھارے ایک بھٹیاری سے
 شادی کرنے کو تھے مل پھر نکل گئے۔ اُسے اپنے نانش جڑوی
 تھی۔ کہ یہ مجھے روٹی کپڑا کچھ دیتے دیتے نہیں۔ اُس بھٹیاری کو
 یہ اونٹ پر سوار کر کے رات کو لیے پھرتے تھے اور کل پرسون
 اُنھوں نے ایک چڑیا کو مارا۔ اُس سے کمین کہ تو جال اور
 لاسا اور کیا پھینک پھانک کے چل دے۔ وہ کب مانتا۔
 آپ نے اُس پر دو تین چپتین جادین آدمی کچھ ٹھیک نہیں ہیں
 اور شراب بہت پیتے ہیں۔ مڈا بڑے علم کے آدمی ہیں اور
 قبول (قبول) صورت بھی ہیں۔ دہدا رو جوان۔ ملاج کا رنگ
 یہ داستان سنتے ہی فٹ ہو گیا۔ خبردار اور نہ کسی سے کہنا
 ہم سے کہا تو کہا اور کسی سے کہا تو بیڑا بھٹکے گی بس ب
 زبان سے نہ نکالنا۔ اچھا میں نے تو ہجو سے کہا اور سے گرج
 (غرض)۔ (ادھر میان ظرائف کے مکان پر حضرت آزاد پہنچے۔
 آزاد بھائی ہوت گھر میں ہو۔
 لونڈی۔ میان تو ابھی ابھی کہیں گئے ہیں۔ آپ کہاں سے

تشریف لائے۔

آزاد۔ اچی وہ ہم کہیں سے آئے تم کوئی قاضی ہو۔ تم
 بھابھی صاحب سے ہماری بندگی کہ دو اور کو مزاج پوچھتے ہیں
 بھانا یا بھول گئیں غریبوں کو۔
 لونڈی۔ (دروازے کے پاس آن کر بگیم صاحب سلام عرض
 کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ کیسے کہاں رہے اتنے دن۔
 آزاد۔ ادھر ہی ادھر۔

لونڈی۔ وہ کتنی ہیں جی بس۔ ہم سے نہ بہت اڑیلے۔
 یہاں کچی گولیاں نہیں کھلی ہیں۔ کیسے آپ کی حسن آرا تو اچھی
 ہیں۔ یہ چار چار روز بھرون پر ہوا کھانا اور یہاں آن کر
 بٹے بتانا۔

آزاد۔ کچھ کر کیا خوب۔ آخر آپ سے یہ کس نے کہا کچھ
 بھابھی سنا گیا یہ کن بزرگوار کی عنایت تھی۔

لونڈی۔ سفر ماتی ہیں کہ آپ کے بھائی ایک ہی جہانیاں جہان
 گشت ہیں۔ شہر بھر کا حال اُن سے پوچھ بیجئے۔ اب ہمیں تنہا
 بتا دیجئے کہ برات کس دن چڑھ گئی۔ ہم نے سنا کہ حسن آرا
 آپ پر فریفتہ ہو گئیں اور کیون نہوں آپ پر بھی ماشاء اللہ
 عالم ہو۔ نک سگ سے درست۔ ہاتھ پاؤں خوب صورت
 کھڑا پیارا۔ آنکھیں نشیلی۔ بن پیے ہر وقت کچھ گھر سے
 کی چڑھی رہتی ہو۔

آزاد۔ بھابھی بھائی کس کے ہیں جیسے وہ خوب صورت ویسے ہم
 لونڈی۔ فرماتی ہیں کہ بس دھاندلی رہنے دیجئے۔

آزاد۔ بھابھی صاحب یہ گھونگھٹ کا ظلم کیا۔ آپ اور ہم
 سے پردہ؟ سچ ہو یا نہ ہو۔

اتنے میں کسی نیچے سے میان آزاد کی آنکھیں بند کر دیں آزاد چلا اٹھے

کیا بزرگ ہو۔ واللہ مقدس۔ متبرک۔ پاک نظر
قدسی صفات۔

ملّاح۔ اب بھاٹ تو بیہنیں۔ باقی چلیے میں تقریب کروں
پیر بخش نے آزاد کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور بے چلے۔ حسن آرا بیٹی ہم
آئے ہیں اور میان آزاد بھی تشریف لاتے ہیں۔
آئیے آئیے تشریف لائیے اور جو کوئی صاحب ہوں ان سے
کیسے اسوقت تو معاف ہی فرمائیں ایک ضروری کام ہو۔
آزاد کو تاب کمان ترے اندر داخل جاتے ہی حسن آرا
کے قدموں پر ٹوپی رکھ دی۔

حسن آرا۔ روٹنی اٹھا کر اسے

گرددست زلف مشکینت خطائے رفت رفت

وزر ہندوے شمار با جفاے رفت رفت

گردلم از طربہ دلدار تابے برد برد

در میان جان جانان ما جرائے رفت رفت

اب آپ کل تشریف لائیں۔

میان آزاد خانہ برباد کچھ پرچٹ کھائے ہوئے روٹی
صورت بنائے ہوئے نماز مغرب کے وقت میان ظرافت
ساتھ گپ اڑاتے اور تندرین بتائے کوئے جانان کی طرف
سدھارے بھری برسات کے دن کوئی گولی ہی بھر کے پٹے
پر گئے ہونگے کہ قبلہ کی رخ سے متوالی کالی گھٹا جھوٹی ہوئی آئی
اور دم کے دم میں جو طرفہ وہ تاریکی چھا گئی کہ الامان۔
ڈکاندارو کاغذین جھٹ پٹ بند کرنے لگے۔ خواجے والوں نے
خواجہ بیٹھا لا اور بیٹھے ہوئے کوئی گجھی پر سوار کوئی گھوڑے پر
سوار شرب شرب کوڑے جمار ہا ہو۔ کوئی فرس تندو کوڑا کرتا
ہو اجار ہا ہو۔ فٹن کھڑکھڑاتی ہوئی یہ آئی وہ شن سے تباہ ہو گئی۔

کہ بجائی ظرافت بجائی ظرافت۔ دونوں گلے پٹ گئے۔

ظرافت۔ دیکھ ٹھوک کر شاباش سع۔ این کار از تو آید مردن
چنین گنبد کیوں نہو واللہ مان گیا۔

آزاد۔ قبلہ کچھ نہ پوچھیے۔ چلتے چلاتے سارا مزہ کر کر کر گیا اس
شراب سے خدا مجھے۔ اُس شیطانی کی چھکار دکل حال کہ سنایا
ظرافت۔ (دانتوں کے تلے انگلی دبا کر) ارے! آٹ لالہ
تو بہ تو بہ! کتنے نادان ہو تھاری صورت سے نفرت ہو گئی۔
لالہ لاف لاف کوئی ایسی حرکت کرتا ہو بھی حد بھر احمق رہے
تھاری صورت سے واللہ نفرت ہو گئی۔

آزاد۔ اجی مجھے تو اپنی صورت سے آپ نفرت ہو گئی۔ مگر
اب کچھ چارہ بتاؤ۔

ادھر آفتاب لب بام ہوا اور وقت شام ہوا اور میان
آزاد خانہ برباد اور ظرافت فرخ نہاد نے کوئے جانان کی لافنی
اور ملّاح یلح سے ملاقات کی۔

آزاد۔ السلام علیکم۔

ملّاح۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج اقدس۔

آزاد۔ (اور ظرافت) الحمد للہ۔ آپ کا مزاج مبارک۔ ہمارے
مزاج کی نہ پوچھیے۔

نئے بلبل جن نکل نو دمیدہ ہوں	میں موسم بہار میں شاخ سبز ہوں
خندان شکل شیشہ دگر یاں شکل جام	اس میکدے میں آہ جھٹ آفریدہ ہوں
میں کیا کہوں کہ کون ہوں وہ قبول	جو کچھ کہ ہوں ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

ملّاح۔ خدا پر شاکر ہو۔ وہی بیڑا پار کر لگا۔ ہم اب بھی ساعی
بالخیر ہیں۔

آزاد۔ (ہاتھ جوڑ کر) فرادو رہی سے وہ چاند سا گھر اٹھا دو اور
خدا کے۔ بندہ میں عمر بھر تمھارا غلام ہی بنا رہوں گا۔

ہر گے والا ٹٹو کو سناٹے پر سناٹا لگاتا ہو۔ کسی کا بیل دم دبائے
جھٹ بھاگا جانا ہو۔ کہا رفس اٹھائے قدم جمائے اڑے
جاتے ہیں دہنے جنگی بائیں چرخا ہو کھو کھو کھو ہو کھو ہو کھو۔
پیادہ ہار ہر وتیز قدم اٹھاتے ہیں۔ پانچ پچھڑھاتے ہیں کسی
نے جوتیان بخل میں دباؤ اور سر پٹ بھاگا کسی نے مکر
کسی اور یا بو کو ایڑی۔ کھٹ پٹ کھٹ پٹ تاریکی اس قیامت
کی کہ راہ سوچتی ہی نہیں ایک پر ایک بھد بھد کر کے گرتا ہو۔
اور میان آزاد تمھے لگا کر کہتے جاتے ہیں کہ (دب) (گڑ)
دجل جل دھم ارے! کیون حضرت پوچھنا نہ پانچھنا اور دھما
سے لڑھک جانا۔ اتنے میں تاریکی نے اور بھی زور باندھا ہند
اشلوک اور سلمان برابر آئین بڑھنے لگے اس عرصہ میں میان
آزاد ہستی کے باہر نکل گئے۔ وہاں کف دست میدان نسان
بیابان گروہ تاریکی کہ الامان۔ ۵

وہ شب تھی کہ ناگن بلا تھی کہ شام
وہ بہر وہ جگل وہ آفت کی رات
شربار تھا اثر دیا فلک
دیا باد صرصرے شب کو فشار
نہ تھا نور کا نام کو جس میں نام
کے تو کہ آئی قیامت کی رات
ساروں پہ تھا نیش عرق کا شک
زمین کی طرح ہل گئے کو ہسار

ظراف۔ ع۔ آہستہ کہ رہہ دم تیغ ست قدم راہی میان
کچھ خیر ہو بھلا یہ بھی کوئی موقع سیر ہو۔ سمک سے سماک تیرہ و
تار ہو۔ قدم اٹھانا سخت دشوار ہو مگر تمھیں تو کوئے جانان کی یاد
ہو۔ لب پر کہ وہ فریاد ہو مگر ذری دیکھ بھال کر قدم اٹھائیے گا ورنہ
تیجھے بچھائیے گا۔ یا آئی۔ یا خدا۔ آف ہوائے کیا زور باندھا ہو
میں تو وائے پتائے لگا اگر صلاح ہو گھر پلٹ چلیں۔

آزاد۔ باز گلبانگ پریشان مے زخم
آتشے در عند لیبان مے زخم

جملہ من بہر من بستند و من
در بن ہر خار خجری خورم
بسکہ لذت دو ستم یک سخت ل
بر متاع صد نمک ان مے زخم
اتنے میں بوندین پڑے لگیں۔

ظراف۔ وہ بیچے قطرہ نشانی ہونے لگی۔ اب کوئی دم کے دم
میں جل تھل کر دے گا۔

آزاد۔ ابرست دہارست دہوا ہم مزہ دار
برغیر کہ لغزیدن پا ہم مزہ دار

ظراف۔ کسی بھلے مانس کے پاس جانے کا بھلا کون موقع ہو۔
آزاد۔ عقل کی باتیں ہیں۔ اور یہاں عشق کی گھٹائیں ہیں پھر
عقل اور عشق میں بھلا کیونکر ہے۔ گنگا اور مدار کا ساتھ کیسا۔
یہاں تو کوئ شاہی دشت جنوں بجا رہے ہیں۔ اور۔
مزے مزے سے کوئے جانان کی طرف جا رہے ہیں۔
پیامبر کہاں جو راز دل کا اظہار کرے۔ خود ہی عاشق۔
خود ہی قاصد۔ ۵

سویت کہ پیام مار ساند
کو نکلت زلف عنبر نیش
سوے من مبتلا رساند
خود کیست کہ دردنا توانی
ایں قصہ مگر صبار ساند
سوے من مبتلا رساند
در جود کہ دوار ساند

اتنے میں ایوان کیوان نشان نظر پڑا۔ اور میان آزاد
نے فرط طرب سے ٹوپی اچھالی۔ روکی اور اچھالی پھیر
روکی اور پھر اچھالی دو قدم چلے۔ اور پھر اچھالی تب تو
ظراف نے ٹوپی لیکر مارے غصے کے ایک اندھے کنوین میں
بھینک دی اور کہا کہ بس یہی تو تم میں عیب ہو کہ اپنے آپے
میں نہیں رہتے اور چھپے کے گھر تیرا ہر رکھون کہ بھیر تیرا ہی
بات ہوئی اور گئے اچھلنے۔

<p>آزاد سے یا تنگ نہ کرنا صغ نادان مجھے اتنا یا لاکے دکھا دے دہن ایسا کر ایسی</p>	<p>آزاد منہ مانگی مراد پائے۔ آزاد آپ کی باجی کہاں ہیں۔</p>
<p>میان تم روکھے پھیکے آدمی۔ دماغ میں بیوست چہرے پھوسا اڑ رہا ہوں تم عاشقی معشوقی کی راہ میں کیا جانو۔</p>	<p>سپہر آرا۔ آج نعبب اعدا کچھ طبیعت ناساز ہے۔ دل ہمار جگا دو۔ کو میان آزاد آئے ہیں۔</p>
<p>کو چھ عشق کی راہ میں کوئی ہے پوچھے ایوان عالی شان کے قریب پہنچے تو چوکیدار نے لٹکا لڑکون)</p>	<p>جب اس گوہر درج رعنائی اختر برج خود نمائی کو خواب ناز سے جگایا۔ اور میان آزاد کے آنے کا مژدہ طرب انگیز سنایا</p>
<p>دربان بولا (بس دہن سے بات چیت) ظراف تو جھکے مگر میان آزاد نے بڑھکر کہا کہ (ہم) اور (بچہ) (ہم) (ہم) (ہم) (ہم)</p>	<p>تو باچہ کھل گئیں انگڑائی لیتی ہوئی بڑے ناز واداسے انھیں اور اٹھ کھلیاں کرتی ہوئی چلیں۔ اسیلون نے دعائیں دین</p>
<p>کون ہم کا نام بھی ہے۔ یا ہم ہی ہم۔ اچی ہم اور کون۔ بان بان ہم ہی ہم۔ ہم نہیں تو کیا تم۔ اسے صاحب ہم کا نام تو فرمائیے۔</p>	<p>اور چٹ پٹ بلائیں لین عجب ٹھٹھے سے وہ نعرہ دس سر ہائے ناز میان آزاد کے قریب آن کر بیٹھی تو لباس گران بہا سے</p>
<p>یا ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اٹھائیے ہم میان آزاد آزاد آزاد کون۔ اچی تم دل بہار کو اطلاع کر دو چوکیدار نے دربان سے کہا۔</p>	<p>بہشت کی لپٹیں آنے لگیں۔ آزاد۔ مزاج اقدس۔</p>
<p>دربان نے آواز دی۔ (درواہا) بہار ذری ادھر آؤ۔ کوئی صاحب تشریف لائے ہیں۔ اندر سے آواز آئی پوچھو کون ہو اس نے</p>	<p>حسن آرا۔ درد سبز ہے۔ آزاد سے</p>
<p>کہا آزاد نام بتاتے ہیں۔ میان آزاد کی مطبوعہ وہ تھا حسن آرا تو اس وقت خواب ناز میں تھیں لیکن انکی پیاری بہن سپہر آرا</p>	<p>صندلی رنگون سے مانا دل ملا دوسر کی کس کے ملنے جانے لگی</p>
<p>دیوان صفدر پڑھ رہی تھیں اور وجد کر رہی تھیں جب دل بہار نے میان آزاد کے آنے کی خبر سنائی تو سپہر آرا چھوٹے</p>	<p>حسن آرا۔ خیر سے آپ صندلی رنگ بھی ہیں۔ آزاد کوئی سپہر آرا کے دل سے پوچھے۔</p>
<p>نہ سائی کمان کمان کہہ رہا ہوا دانتے میں میان آزاد غراپ مکان کے اندر داخل ہوئے۔</p>	<p>سپہر آرا۔ کیا آسمن شک بھی ہو کچھ۔ لاکھون میں لاجواب کڑوٹوں میں انتخاب۔ یہ خسارے ہیں یا گلاب۔ اُف رے</p>
<p>سپہر آرا۔ وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہو کبھی ہم انکو بھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں</p>	<p>حسن اللہ ری آب و تاب۔ اس ادا کے داری۔ اس حق و حق کے صدقے۔ یہ ہٹ دھرمی باجی ابھی نہیں۔</p>
<p>آزاد۔ جی بجا ہو مگر خدا را ہمیں میان آزاد نہ کہنا۔ ہمیں دھسا بھائی کہا کیجئے۔</p>	<p>آزاد۔ ای ترک غمہ زن کہ مقابل نشہ دردیدہ ام خلیدہ و درد دل نشہ</p>
<p>سپہر آرا۔ انشاء اللہ خدا وہ دن بھی دکھائے تو میرا</p>	<p>کیا بیچ بچ ہماری صورت نہیں بھائی ایسے نظروں سے گر گئے۔ حسن آرا۔ درمارے شرم کے آنکھیں بچی کر کے بولی اب</p>

کوئی اور بھی تذکرہ ہو یا نہیں۔

آزاد سے سر پیش فگندہ بہ خجالت رنگا ہے
شرمندہ ام از مردی چشم سیاہست

آپ کی چشم بجا رجوفروش و گندم نماد ہوش رہا ہے۔ اصل
میں ظالم بلکہ انظم لیکن ظاہر میں مظلوم نما ہے۔

حسن آرا نے اپنے دست نازک سے ایک گھوری بنائی
اور اپنے ہی ہاتھ سے میان آزاد کو کھلائی۔ اُہو ہو ہو سپہر آرا
بولی تو میان آزاد نقشہ جم گیا اس پر میان آزاد نے پاندان
چھین کر ایک گھوری خود بنائی اور ہزاروں قسمیں دے دے کر
اپنی مطلوبہ مطبوعہ کو اپنے ہاتھ سے کھلائی سپہر آرا نے
کسین دیکھ لیا تو کہتی کیا ہو۔ اب ہمارے کلیجہ میں ٹھنڈک
بڑی کوئی لاکھ چوری سے پان کھائے۔ لیون کی شوخی
کب چھپ سکتی ہو حسن آرا کی پیشانی پر عرق آگیا مگر جب
ایک دفعہ چھوٹی ٹہن کی طرف دیکھا اور مسکرا کر گردن
پھیر لی میان آزاد اسوقت ریشہ خلی ہوئے جاتے تھے
جائے میں نہیں سماتے تھے۔ چہرہ گلنار۔ کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا
ہو۔ باچھین کھلی جاتی ہیں اور حسن آرا عرق عرق نیچے نظروں سے
ناک جھانک ہونے لگی۔

آزاد اسوقت ہمارے دل کی کلی کھل گئی۔

سپہر آرا۔ کیون نہیں پھر منہ مانگی مراد بھی تو مل گئی۔

اب سٹھانی کھلائے منہ بٹھا کیجئے۔ نہیں میں بجا نیچے خوری پر
کمر باندھوں گی۔

حسن آرا۔ اللہ یہ ان دونوں میں کیا مضر و کنایہ کی باتیں ہو رہی
ہیں۔ یہ شیرینی کسی ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔

آزاد۔ ہم محمد دین کیوں حضور۔

حسن آرا۔ جی نہیں بس صاف کیجئے۔

آزاد۔ آخرا ہم کب تک ترسا کریں۔ امتحان دیا پورے
آترے اب انعام تو ملے بس اب تکلف برف آج میں بے
قبولوائے اٹھوں تو آزاد نہیں ادب آموز فرماؤ نہیں لیاک حسن
گلو سوزا سیر طرہ ناز جگر و زور سے

آزاد نے حسرت شدہ از ناز و مالا | چون نغمہ کہ تکلفش شواہر ساز و دلا

حسن آرا۔ ہمارا تو اسوقت بہ حال ہو غینہ اٹھی جلی آتی ہو کھین
جھکین پڑتی ہیں۔ اُن جانی پر جانی آ رہی ہو بند بند ٹوٹا جاتا ہو۔
زخم خیز ہو کر اب ہمیں مٹونے جاتے دیکھئے۔

آزاد۔ رو دینا یا لوگوں سے دبا کر بسم اللہ آرام کیجئے۔ جائے
اب جائے ای صاحب تشریف لیجائے۔

حسن آرا۔ دنک کر چھیر خانی سے آپ باز نہیں آتے وہیں
تو دبائے ہیں اور کہتے ہیں جلیے جائے۔ اب جائیں تو کیونکر جائیں
آزاد۔ دوپٹے کو پھینک جائیے۔

حسن آرا۔ بجایہ کسی اور کو سکھائیے دیکھ کر اب صاف کہہ دوں
آزاد۔ ضرور مگر آپ کے تیرا اسوقت بیٹھ صاب میں۔ خواہی
خیر کرے کہ ڈلیے جو کچھ کہنا ہو خدا کرے میرے مطلب کی
بات منہ سے نکلے۔

سپہر آرا۔ آمین۔

حسن آرا۔ آپ لائق فائق علم و ہنر کے شائق معزز

ممدوح۔ زندہ دلون کی جان و روح۔ نوخیز نوجوان۔ خوش تقریر
خوش بیان فصیح و زبان دان۔ نکتہ سنج مرخان مرتجعی۔ عالی
خاندان معالی دو دوان خمیدہ و خمیدہ حسین مجاہدین سب کچھ ہیں۔
اور میں تو آپ پر ایسی کچھی ہوں کہ میرا ہی دل جانتا ہو فصاحت و
بلاغت میں آپ کو سلمان ساوچی پایا تو حسن و جمال میں یوسف صریح

دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار | گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد
گر آپ ساغر غریب الوطن اجنبی پر دلی آدمی۔ آپ کا ٹھکانہ
نہ ٹھکانا۔ گھر نہ بارخانہ بدوش خانہ برباد خانمان خراب میں
کسی سے آپ کا ذکر کروں تو کمون کیا کس کے لڑکے ہیں۔
کس کے پوتے ہیں کس کے نواسے۔ کس خاندان کے ہیں
مکان کمان ہو میں بتاؤں گی کیا شہر بھر میں ہی خبر مشہور ہو جائیگی
کہ حسن آرانے ایک پردیسی کے ساتھ نکاح پڑھوا لیا جس کے
حسب نسب کا پتا ہی معلوم نہیں مجھے تو اسکی پروا نہیں میں تو
خوب جانتی ہوں سر۔

کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزی نیست

لیکن مجھے ڈر یہ ہے کہ مبادا اس نکاح سے اور تعلیم یافتہ
شریف زاد یوں کو عوام حقارت کی نظر سے دیکھنے لگیں۔ اور
بھکو لوگ بد وضع سمجھیں جو بھکو مرنے کے برابر ہوگا۔ بات وہ
کرنی چاہیے کہ دھبہ نہ لگے۔ اور ہم اور تم لطف سے زندگی بسر کریں
اب ساری بات یہ ہے کہ اپنے مشہور کرنے کی فکر کیجیے مشہور
کرنے کے یہ معنی نہیں کہ آپ کسی کے گھر بچا دیے اور ڈکیتی میں
نام پیدا کیجیے مطلب یہ کہ نیکی کے ساتھ لوگ آپ کو یاد کریں۔
آزاد۔ درخوش ہو کر چشم مار دشن دل ماشا دیکھئے تو آگ
میں بھاند پڑوں۔

حسن آرا۔ ماشا اللہ کبھی بھی تو وہی دشت کی بات تم آگ
میں بھاند پڑو اور مجھے جلاؤ۔ کوئی معقول بات سوچو جس میں
نام ہو۔ اگر آگ میں بھاند پڑے اور بغرض محال بچ بھی گئے
تو لوگ آپ کو مٹھی سودائی ہی سمجھیں گے۔

سپہر آرا۔ کوئی کتاب تصنیف کیجئے۔
حسن آرا۔ نہیں کوئی حجت اور بہادری کی بات ہو کہ جو منے

عش عش کرنے لگے۔ اور بھرا جھی اچھی رئیس زادیان جاہن کہ
اُنکے ساتھ میان آزاد کا بیاہ ہو جائے لیکن پھر اس وقت ہمیں
آپ کا ہے کو پوچھئے لگے۔ پھر دماغ ہی نہ ملینگے۔

آزاد۔ اگر میرے ایسے خیالات ہوں تو خدا مجھے غارت کرے
حسن آرا۔ تو نیسے اب روم و روس میں جنگ چھڑنے والی ہے
روم کی مدد آپ پر فرض ہے۔ آپ روم کی طرف سے لڑئے
اور تیغ بسالت کے خوب جوہر دکھائیے تھے لٹکائے ہوئے
آئیے تو وہ نام ہو کہ ہندوستان بھر میں پھر گھر گھر آپ ہی کے چرچے
ہوں اور ہم فخر سے کہیں کہ میان آزاد غازی ہمارے شوہر ہیں
آزاد (ٹوپی اچھال کر) منظور منظور جاؤں اور سچ کھیت
جاؤں مرے تو خیر اسلام کے نام پر جان دی اور زندہ رہے
تو تم کو پایا۔

سپہر آرا اس تقریر کو سن کر آنسو بھرائی اور آزاد کے قدموں پر
ٹوپی رکھ کر کہنے لگی کہ واسطے خدا کے یہ خیال دل سے دُور کرو گجا
روم کجا ہندوستان۔ وہاں تک خیال بھی منزل منزل دم لیتا ہوا
جاتا ہے اور میدان کارزار کے تو نام سے میرے ہوش پران ہوتے
ہیں۔ میان آزاد نے کہا آپ ابھی بالکل کم سن لڑکی ہیں۔
میان آزاد وہاں سے رخصت ہوئے کہ کل ملین گے
اور برسوں کو ج۔

سپہر آرا کا اصرار

بتا ساقبا دخت رز کا نشان کہ ہر رخِ فرقت سے ہونٹوں چان
فرح بخش خاطر ہو وہ جام دے طبیعت ہی کس آرام دے
کہا تک یہ گردشِ دوران ہر سفر ہو گیا اب تو شکلِ سفر
یہ نفرت اور تفرقہ تا کجا کہیں رند ہیں اور کہیں میکدا
قیامت ہی ہر دم کی اُسید و یاس پہنچ جائیں منزل پہ منزل شناس

ناظرہ ملائک نظر فریب عروسہ ضرب و شکیب خاتون مرہقا
حسن آرائے جوان گلزار طرار و طرار میان آزاد کوڑکی جانیکی
نجر چوستانی تو سپہ آرائے مجھو لے بن کے سبب سے بہت ملول
ہوئی دھاڑوں دھاڑاں سوہائے اور گول گول اشک لڑھکتے
ہوئے دامن تنگ آئے ایک دفعہ اپنی بڑی بہن سے چٹ گئی۔
سپہ آرا۔ باجی ہم کیا کریں دل بقرار ہر چشم پریم اور اشکبار ہے
میرے تو کلیجے میں جیسے کسی نے برچھیاں چھو دیں رات کاٹے
نہیں کٹتی۔ ہاے تم کیسی بے رحم ہوئی جاتی ہو۔ آزاد کو بیکار
جنگ پڑھتی ہو۔ اس بچارے کے ابھی زلف چلیپا بھی نہیں
چھوئی مگر خدا نہ کرے کہ عشق کی کالی ناگن اسے ڈس جائے
اچھی طرح راز دل بھی نہ کہنے پایا لیکن تم نے وہ گرام گرم فقرہ سنایا
کہ دوسرے کی عقل سرد ہو جاتی۔ ہو ہو باجی۔ کہاں کالے کوسوں
بھیجتی ہو تھیں خاتون جنت کی قسم (گلے لپٹ کر میری باجی
میں صدمے اب اس خیال خام سے درگزر۔ آزاد جانیگے تو پھر
اکلی صورت دیکھنے کو ترس جاؤ گی سون رات آنسو بہاؤ گی زندگی
تلخ ہو جائیگی قیامت بہا ہو گی آزاد سونو عمر گل خسار شوخ و طرار
خلیق بلوغ و بہار نہ پاؤ گی نہ پاؤ گی اچھا ہمیں کیا تم ہی چھتاؤ گی۔ و
بڑا دلیر آدمی ہو مورچے سے آزاد کا پھر آنا ایسا ہی ہو۔ جیسا
ملائک موت کا واپس جانا کیوں مفت میں کسی کی جان کی
دشمن ہوئی ہو۔ ہاے اُس نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور
خدا نے اسکو یہ دن دکھایا۔

کنارہ دریا پوچھ کے پانی پیا نہیں ایک بوند تسپہ
چڑھی ہو جون کی ہم سے تیوری جا بکھین بدل ہے ہین

حسن آرا۔ ہائین ہائین ہین۔ امداد۔ یہ مفت کار و نوا ہونا
اچھا سوناگ ہو۔ وہ مبارک دن میری نظروں کے سامنے

پھر رہا ہو جبکہ آزاد تنہا لٹکائے ہوئے روم کی لڑائی سر کر کے
ہمارے دروازے پر کھڑے ہوئے۔ گھوڑا ہنسنا تا ہوگا اور آزاد
کھٹ سے اتر آئیگے اور ہم خوش خوش ملین گے۔
اتنے میں میان آزاد بھی دن سے داخل ہو گئے۔ اُس سے
میان آزاد پر ادھر ہی عالم تھا۔ شباب وہ جو بن دکھاتا تھا کہ ہو ہو
جوانی بھٹی پڑتی تھی آنکھیں سرخ جیسے خون کبوتر گورے
گورے رخسارے بیدہ گلاب کی رنگت اور لباس تو وہ
بانکا پنہ تھے کہ سر سے پاؤں تک ایک ایک عضو بدن قابلِ ملاحظہ
تھا تو پی وہ بانکی کہ بانکین بھی ٹوٹ ہو جائے جو اغوی خود
بلا میں لے شمشیر خوش غلات اور خیر خارا شکاف اور از سر تا پا
صندلی لباس۔ اسپر انگریزی عطر کی بوباس سپہ آرا تو اُن کو
دیکھتے ہی آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی لیکن حسن آرا نے ضبط کیا اور
بار بار آنکھوں سے آنکے گل خسار پر نظر ڈالنے لگی۔ اور ہنسی دل لگی
کی باتوں میں رنج فرقت ٹالے لگی ماسوقت آزاد کا چاند سا
کھڑا حسن آرا کو ایسا بھایا کہ بے اختیار اُسی وقت نکاح کرنے
کو جی چاہا مگر اندر سے استقلال و ضبط۔ ذرا اُٹ تک نہ کی۔
سپہ آرا نے کلیجے کو تھام آزاد سے روتے روتے پوچھا کہ یہ کہاں کی
تیاریاں ہیں کس پر چھائیاں ہیں مچھری کٹا رنج تلوار کے کر
کہاں چلے۔ تیور بڑے سخت پڑ رہے ہیں۔
آزاد۔ آج ہم موت کی تلاش میں نکلے ہیں۔ کفن باندھ کر
قاتل کی جستجو۔

سپہ آرا۔ (قد مون پر گر کر واسطے خدا کے اس خیال سے
درگزر۔)

آزاد۔ اب تو رہ

ایا ہاتھ توڑے جائینگے یا کھو لینگے نقاب

سلطان عشق کی یہی خوشگفت

حسن آرا سی بیوی پانا دل لگی نہیں ہو ایسی حسین معشوقہ
نازنین خوش رو خوش خو خوش سلیقہ خوش تمیز خوش
خوش قسمتوں کو ملتی ہیں۔

غالب ان سین تمون کیواسطے | چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

اب ہم حسن آرا سے اصل کرکے توجہ غور نہیں اب ہمارے
آنکے اسی روز شادی ہوگی جب ہم میدان کارزار سے سرخ رو
ہو کر واپس آئیں گے۔ حیمیت اسلام بھی اسی کی مقتضی ہو کہ روم
کے نام پر جان فدا کر دیں۔ سرکٹوائیں اور زخم بر زخم کھائیں
مگر میدان سے رخ نہ پھیریں قدم نہ ہٹائیں۔ ہم برٹش کچٹ
ہیں۔

آن سن باشم کہ روز جنگ بنی شمشیر | آن نم کا نہ دریاں خاک خون بنی

سپہر آرا۔ جو آپ نے دہلیز تک بھی قدم رکھا تو ہم درو کے
اچھی بھی اپنی جان دیدینگے۔ ہائے یہ کیا سانی سانی۔

آزاد و سوسوتم بھی ناگردہ کار اور کم سن ہو تم ہمارے دل کے
جوش و خروش کو کیا جانو مگر تم گھبراؤ نہیں جیتے بچے تو پھر

آئینگے۔ ہمارے دل سے حسن آرا کی اور تحاری محبت جانی
رہے یہ محال ہو بس ہمارا تانا کنا یاد رکھو۔ اور میری خاطر سے

اب رونا دھونا چھوڑ دیکھے چلتے چلتے رنج پر رنج نہ دو۔ خوب
یاد رکھو کہ حسن آرا میرے ساتھ نکاح نہ پڑھوائیں گی جب تک دم

کی لڑائیاں سر کر کے میں واپس نہ آؤں گا پھر سوچو کہ تمہارا اصرار
ہیجا ہو یا نہیں میرے دل سے لگی ہو کہ میں جاؤں اور سچ کھیت

جاؤں ماروں اور مروں۔ کاٹوں اور کٹوں تم روئے کیوں
جاتی ہو کیا لڑائی میں سب کے سب مر رہی جاتے ہیں۔ کیا

میدان جنگ سے کوئی واپس نہیں آتا پھر تم اپنی آنکھوں
کی کیوں دشمن ہونی ہو۔

سپہر آرا۔ ہا سیری بہن کو یہ کیا ہو گیا اس بیچارے نے تو
جان بچائی اور اس کے جلد و مین اپنی جان شیریں گنوائے کو جاتا ہو

اتنی دور جا کر واپس آنا معلوم۔ پس اب میری زندگی محال ہو
مجھے دفنا کے جانا۔ ہو ہوا شد جائے کن کن جگہوں میں بے آب

داند رہو گے کیسے کیسے پہاڑوں پر چڑھنا ہو گا۔ کمان کمان لڑنا
بھڑنا ہو گا۔ کس کس سے مقابلہ ہو گا۔ ذرا سی گولی تو ہاتھی کا

کام تمام کر دیتی ہو انسان کی کون کسے۔ ہاے یہ صورت یہ شکل
گو لیون سے چھلنی ہو بہن تو تھا را حال ہی معلوم ہو گا۔ دن

رات بٹھے کڑھا کر نیگے اور ایک ایک دن ایک ایک برس
ہو جائیگا۔ اور پھر کیا جائے آؤ نہ آؤ۔ لڑائی پر چڑھائی پر جانا

کچھ ہنسی ٹھٹھا تھوڑی ہی ہو یہ تو تمہیں مددوں کا کام ہو۔ ہم تو ہوا
ہی سے نام سن سن کے کاہنے ہیں۔

حسن آرا۔ بہن پیاری بہن۔ اب تم ہمارا کنا مانو کہ۔
سپہر آرا۔ رکازوں کو ہاتھوں سے بند کر کے ہنا۔ نہ مانو نگہ مانو نگہ

لاکھ برس تک نہ مانو نگہ۔ مہراجوں۔ رہا یہ نہ مانو نگہ۔
حسن آرا۔ سن تولو۔

سپہر آرا۔ جی بس سن چکی خون کیجیے اور کیسے سن تولو۔
حسن آرا۔ میں فقط یہ کہتی ہوں کہ۔

سپہر آرا۔ کہتی کس سے ہو۔ ہم ایسی سننے کس بہن۔
آزاد۔ اچھا اٹکی بھی خاطر کر دیتی ہیں بہن۔

سپہر آرا۔ واہ۔
حسن آرا۔ میں فقط اتنا کہتی ہوں کہ تم پہلے ہنھو دھو ڈالو۔

سپہر آرا۔ وہ آزاد سے ہاتھ دھو کر ہنھو دھونے کی بھی
طاقت رہے گی۔

حسن آرا۔ یہ کیا مری مری باتیں زبان سے نکالتی ہو بہن

پہر معلوم ہوتا ہے۔

سپہر آرا۔ جی اگر ایسی ہی محبت ہوتی تو توپ کے مہرے ان کو نہ بھیجتیں۔

حسن آرا۔ ہائین ابائین اور توپ کے مہرے ان کو پھینچتا ہی کون ہو گیا میں زبردستی تھوڑا ہی کرتی ہوں وہ تو آپ جاتے ہیں۔ ہان میں انکو روکوں گی نہیں وہ اسلام کے نام پر سرکٹا نے جاتے ہیں اور برٹش گورنمنٹ کی رعایا ہیں منع کروں تو کیونکر سلطان اعظم روم ہمارے ظہیر المذہب ہیں۔ ہم پر ان کی مدد ایسے نازک وقت میں فرض ہو اور ہماری ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کے دوست۔

آزاد وہاں انھوں نے مجھ سے اصرار کیا کہ تو ضرور جاہی۔ میں تو خود جاتا ہوں۔ یہ منع کر کے دیکھ لیں۔ دیکھیں میں کہنا مانتا ہوں کبھی نہیں جاؤں اور پھر جاؤں۔

سپہر آرا۔ محبت اور عشق اسکے معنی ہیں کہ زبان سے اتنا بھی نہیں نکالتے کہ قاتل ہمارا وہ ہے۔ ہاے مقتول ہونے چلے لگراف تک زبان پر نہ لائے بیچ ہے۔

عاشقان کشکان معشوق اند ہر نیا یز زکشتگان آواز

اے مرغ سحر عشق ز پر وانه بیا موز
کان سوخته را جان شد آواز نیا مد

تجھلا خشکی خشکی جاسے گا۔

آزاد۔ سمندر سمندر۔

سپہر آرا۔ ہر دو ہاتھ مل کر آف آف۔ سمندر ہر بڑی بڑی سنائی سنا بچائے۔ اللہ بجائے علی شکل کشا شکل کشائی کرے آف کلیمہ منہ کو آگیا آج۔

آزاد وہاں رات زیادہ آئی۔ آپ آرام فرمائیں ہم کل شب کو

یہاں سے کوچ کرینگے۔

سپہر آرا۔ ہر دو کوچ! آف! وہ بھڑول دکھانے ہمارے پاس آئے ہی کیوں تھے درامن زور سے دبا کر جاسے تو دیکھوں کیونکر جاتے ہیں آپ۔

حسن آرا۔ (ٹپ ٹپ آنسو بہا کر)۔

داغ آفت لگا دیا کس نے
لش ہستی مٹا دیا کس نے
گل سے شبنم بنا دیا کس نے
ہنس رہے تھے ملا دیا کس نے
زلزلت تیری اگر نہیں لیلے
بھٹکے مجھ کو بنا دیا کس نے

سپہر آرا۔ اللہ میں سکون سمجھاؤں۔ دل کو سمجھاؤں جو بچلا جاتا ہے آزاد کو سمجھاؤں جو دل غ فرقت دیے جاتے ہیں یا حسن آرا کو سمجھاؤں کہ اس نوجوان کے قتل کا بیڑا اٹھایا ہے۔

آزاد وہاں دل و جگر خون ہو چکے ہیں حواس تک نہ بچے جا چکے ہیں

وہی محبت کا حوصلہ ہر ہزار صدے اٹھا چکے ہیں

اسم سے دل اور شادمان ہو کبھی نہ سختی کوئی گران ہو

کسی کا اب اور امتحان ہو میں تو آپ آزما چکے ہیں

حسن آرا۔ ہاے کس غضب میں جان پڑی۔ اس وقت عجب حالت ہے۔ پنڈ پھیکا پڑ گیا۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹے جاتے ہیں آنکھیں جل رہی ہیں آزاد جو میں جھوٹ کہتی ہوں تو یہ دونوں آنکھیں پٹم ہو جائیں کہ دنیا میں اگر کسی کی چاہ ہے تو آزاد کی لیکن دل سے لگی ہو کہ تم روسیوں کو بچا دکھاؤ روم کی ملک کو جاؤ میرا جینا مقدر کے ہاتھ ہے۔ کون رہا اور کون رہے گا۔

غیرت حورہ جبین نہ رہے
ہیں مکان گر تو وہ کلین نہ رہے

جو کہ تھے بادشاہ ہفت اقلیم
ہوے جا جا کے زیر خاک مقیم

ریشک یوسف جو تھے جہان میں حسین
کھا گئے ان کو آسمان زمین

<p>ملج میں جکے ٹکتے تھے گوہر ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے یہ نہ شیریں نہ کوہکن کا پتا بوسے آفت تمام پھیلی ہے صبح کو طائران خوش الحان پڑھتے ہیں کل من علیہما فان</p>	<p>رہے نہ ادھر کے رہے۔ افعال بہکا نتیجہ دیکھا اعمال زیوں نے روز بد دکھا یا میان آزاد جب سے گھر سے نکلے گر گٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے کبھی درویش شیخ پناہ دلی اللہ عارف باللہ حق آگاہ شیخت دستگاہ۔ کبھی جریعہ نوش مغیجہ بادہ فروش رند سے آشام صبح کو شراب شام کو جام کبھی ہیلوان یا چھکیت بن گئے کسی لڑتے یا نیوٹے کو دیکھا اور تن گئے۔ اسکو دبوچا۔ اسکا منہ تو جا اسکو زمین پر دے پٹکا۔ اسکو گلا دیا کبھی پری خڑکا جمال دیکھ کر مفتون ہو گئے کسی لیلیٰ دیش بہ نظر پڑی اور مجنون ہو گلا سے بڑے بڑے کار نمایاں بھی سرزد ہوئے یکتبون کی انھوں اصلاح کی۔ مدرسوں اور کٹھ ملاؤں کی انھوں نے خبر لی پائتاؤں انھوں نے خاک اڑایا۔ ان پڑھ کر گون کو انھوں نے راستہ بتایا۔ مگر دو ایک حرکتیں فضول بھی سرزد ہو گئی تھیں جنکا اب خمیازہ اٹھا بیگے۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ میان آزاد نواب صاحب کے حکم سے میان صف شکن علی شاہ کو سمجھانے چلے تھے اور ایک سرا میں بی اللہ رکھی بھٹیاری سے آنکھ لکھی تھی مگر زانی داخلہ اللہ رکھی خود بھی انہر کبھی تھیں۔ اس بارے میں تو میان آزاد بڑے ہی خوش قسمت ہیں کیسی ہی گلخدا بربری خسار کیوں نہوا انکو نظر نہ کر دیکھا اور عاشق زار ہو گئی۔ اللہ رکھی نے انہر تالش چھپی اور حضرت کو کھانگتے ہی ہن پڑی اب سنئے کہ اللہ رکھی نے اسکی سی خبر پائی کہ میان آنکھ فلان شہر میں ایک خاتون ملاقات کی زلف چلیپا اور مخ زیا بہر ہزار جان سے عاشق ہو گئے ہیں اور وہ زہرہ تمثال بھی اُن کو چاہتی ہے دونوں عاشق اور دونوں عشوق ہیں سوچی کہ بھلا لینے کا اچھا موقع ہو میری زندگی میں تو میان آزاد شادی نہیں کرنے پاتے تو سہی جو وہ میں نہ ہو بخون اور سب معاملہ بھجھٹ نہ کروں۔ کیا دل لگی ہی میں بنے بتائیں اور اور دن کو</p>
<p>میرا دل گواہی دیتا ہو کہ تم سرخرو ہو کر آؤ گے۔ آزاد۔ یہاں کیا راضی برضا۔ جو مرضی ہو۔ ہم تو کفن ساتھ لے کر جاتے ہیں مورچے سے ہٹ جائیں کیا مجال۔ زندہ رہے تو خیر ورنہ رخصت۔ سپہر آرا۔ (سورکر) ایسی باتیں میرے سامنے تو نہ کرو ذرا رحم۔ ذرا رحم۔ آزاد۔ اب ایک کام کیجئے۔ بات کو زیادہ طول نہ دیجئے میں تو گھر جاتا ہوں اور شب کو مل کر کوچ کر دوں گا تم سپہر آرا کو سمجھا رکھو ورنہ راہ میں جب میں اُنکے پیار کی باتیں یاد کروں گا تو فم نہ اٹھے گا۔ بے روم جائے صورت نہ دکھاؤں گا۔ حسن آرا۔ سپہر آرا! اچھا اب انکو جانے دو کل آئیں گے۔ سپہر آرا! اچھا جائیے۔ آزاد رخصت کل لینے۔ سپہر آرا۔ نیت شب بخیر۔</p>	<p>رہے نہ ادھر کے رہے۔ افعال بہکا نتیجہ دیکھا اعمال زیوں نے روز بد دکھا یا میان آزاد جب سے گھر سے نکلے گر گٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے کبھی درویش شیخ پناہ دلی اللہ عارف باللہ حق آگاہ شیخت دستگاہ۔ کبھی جریعہ نوش مغیجہ بادہ فروش رند سے آشام صبح کو شراب شام کو جام کبھی ہیلوان یا چھکیت بن گئے کسی لڑتے یا نیوٹے کو دیکھا اور تن گئے۔ اسکو دبوچا۔ اسکا منہ تو جا اسکو زمین پر دے پٹکا۔ اسکو گلا دیا کبھی پری خڑکا جمال دیکھ کر مفتون ہو گئے کسی لیلیٰ دیش بہ نظر پڑی اور مجنون ہو گلا سے بڑے بڑے کار نمایاں بھی سرزد ہوئے یکتبون کی انھوں اصلاح کی۔ مدرسوں اور کٹھ ملاؤں کی انھوں نے خبر لی پائتاؤں انھوں نے خاک اڑایا۔ ان پڑھ کر گون کو انھوں نے راستہ بتایا۔ مگر دو ایک حرکتیں فضول بھی سرزد ہو گئی تھیں جنکا اب خمیازہ اٹھا بیگے۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ میان آزاد نواب صاحب کے حکم سے میان صف شکن علی شاہ کو سمجھانے چلے تھے اور ایک سرا میں بی اللہ رکھی بھٹیاری سے آنکھ لکھی تھی مگر زانی داخلہ اللہ رکھی خود بھی انہر کبھی تھیں۔ اس بارے میں تو میان آزاد بڑے ہی خوش قسمت ہیں کیسی ہی گلخدا بربری خسار کیوں نہوا انکو نظر نہ کر دیکھا اور عاشق زار ہو گئی۔ اللہ رکھی نے انہر تالش چھپی اور حضرت کو کھانگتے ہی ہن پڑی اب سنئے کہ اللہ رکھی نے اسکی سی خبر پائی کہ میان آنکھ فلان شہر میں ایک خاتون ملاقات کی زلف چلیپا اور مخ زیا بہر ہزار جان سے عاشق ہو گئے ہیں اور وہ زہرہ تمثال بھی اُن کو چاہتی ہے دونوں عاشق اور دونوں عشوق ہیں سوچی کہ بھلا لینے کا اچھا موقع ہو میری زندگی میں تو میان آزاد شادی نہیں کرنے پاتے تو سہی جو وہ میں نہ ہو بخون اور سب معاملہ بھجھٹ نہ کروں۔ کیا دل لگی ہی میں بنے بتائیں اور اور دن کو</p>
<p>حسن آرا نے کہا اُف اسوقت بڑی فہم آ رہی ہے۔ اب سو رہو سپہر آرا بولی باجی سونا کمو بہکو تو رونا کمو نہیں کسی سونا حرام ہے۔ آزاد آزاد۔ پیارے آزاد تو نے ہماری جان بچائی گلو اسکے صلے میں اپنی جان مفت میں گنوائی۔ خیر خدا مالک ہے۔ آج میان آزاد بڑے چھٹے پڑی ہی مصیبت پڑ گئی جان۔ غلاب بینائی شیخت خاک میں ملی سخت کر کری ہوئی۔ ادھر کے</p>	<p>رہے نہ ادھر کے رہے۔ افعال بہکا نتیجہ دیکھا اعمال زیوں نے روز بد دکھا یا میان آزاد جب سے گھر سے نکلے گر گٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے کبھی درویش شیخ پناہ دلی اللہ عارف باللہ حق آگاہ شیخت دستگاہ۔ کبھی جریعہ نوش مغیجہ بادہ فروش رند سے آشام صبح کو شراب شام کو جام کبھی ہیلوان یا چھکیت بن گئے کسی لڑتے یا نیوٹے کو دیکھا اور تن گئے۔ اسکو دبوچا۔ اسکا منہ تو جا اسکو زمین پر دے پٹکا۔ اسکو گلا دیا کبھی پری خڑکا جمال دیکھ کر مفتون ہو گئے کسی لیلیٰ دیش بہ نظر پڑی اور مجنون ہو گلا سے بڑے بڑے کار نمایاں بھی سرزد ہوئے یکتبون کی انھوں اصلاح کی۔ مدرسوں اور کٹھ ملاؤں کی انھوں نے خبر لی پائتاؤں انھوں نے خاک اڑایا۔ ان پڑھ کر گون کو انھوں نے راستہ بتایا۔ مگر دو ایک حرکتیں فضول بھی سرزد ہو گئی تھیں جنکا اب خمیازہ اٹھا بیگے۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ میان آزاد نواب صاحب کے حکم سے میان صف شکن علی شاہ کو سمجھانے چلے تھے اور ایک سرا میں بی اللہ رکھی بھٹیاری سے آنکھ لکھی تھی مگر زانی داخلہ اللہ رکھی خود بھی انہر کبھی تھیں۔ اس بارے میں تو میان آزاد بڑے ہی خوش قسمت ہیں کیسی ہی گلخدا بربری خسار کیوں نہوا انکو نظر نہ کر دیکھا اور عاشق زار ہو گئی۔ اللہ رکھی نے انہر تالش چھپی اور حضرت کو کھانگتے ہی ہن پڑی اب سنئے کہ اللہ رکھی نے اسکی سی خبر پائی کہ میان آنکھ فلان شہر میں ایک خاتون ملاقات کی زلف چلیپا اور مخ زیا بہر ہزار جان سے عاشق ہو گئے ہیں اور وہ زہرہ تمثال بھی اُن کو چاہتی ہے دونوں عاشق اور دونوں عشوق ہیں سوچی کہ بھلا لینے کا اچھا موقع ہو میری زندگی میں تو میان آزاد شادی نہیں کرنے پاتے تو سہی جو وہ میں نہ ہو بخون اور سب معاملہ بھجھٹ نہ کروں۔ کیا دل لگی ہی میں بنے بتائیں اور اور دن کو</p>

ہیاء لائین اللہ رکھی نے دل میں ٹھان لی کہ جاؤں اور پھر جاؤں۔ یہ سوچ کر اپنے رفیق میان چانڈو باز کو ساتھ لے کر چلین اور دم سے داخل۔ ایک سر امین بڑے ٹھٹھے سے رہنے لگیں۔ میان چانڈو باز جو طرفہ ٹوہ لپنے لگے کہ میان آزاد کہاں ہیں۔ ایک دن چانڈو کی پینک میں جھوٹے ہوئے چلے جاتے تھے اور سامنے سے میان آزاد اونچی بنے ہوئے آتے تھے۔

چانڈو باز۔ وٹس کر اللہ علیکم دگلے مل کر مخرج اچھے اللہ اللہ بعد مدت کے زیارت ہوئی لاکھیں لکھو ڈھونڈتی تھیں اللہ تبارک سے گئے۔ وہ جو چلتے وقت ناکے پوکھو آپ نے تان کر ٹاپ سے چابک جمایا تھا اسکا نشان اب تک بنا ہوا کئی کس کس عنایت کا ذکر کرنا بارے ملے خوب مینی اللہ رکھی تو گرین بچاری۔ ہاے غضب ہو گیا مرتے وقت خدا کی قسم اللہ اللہ کہا کین اور دم ٹوٹنے کے پہلے تین دفعہ آزاد آنا دانا کہا اور چل بسین۔ رہے نام اللہ کا۔

آزاد نے جو وقت چانڈو باز کی صورت مخوس پہلے دیکھی تھی تو جہرے کا رنگ تغیر ہو گیا تھا ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ روم کا جانا اور تینے ٹھکانا پھول گئے۔ سوچے کہ کچھ دال میں کالا کالا ہوا اب عزت خاک میں ملی اور ساری شخصیت نکل گئی۔ چانڈو باز نے جب آنے مصافحہ و محالہ کیا تو انکا جی جا ہا کہ قرولی بھرنک کر لکھارین لیکن چانڈو باز نے بیان کیا کہ اللہ رکھی رہ گرا سے عالم جاودانی ہوئیں تو کسی قدر خوش اور کسی قدر ملول ہوئے خوش اس وجہ سے کہ چلو بلا گئی جس کم جہان پاک اور ملول اس کے عین جھٹھوان شباب میں اس نے وفات پائی لیکن جب میان آزاد نے سنا کہ نزع کے وقت انکا نام در زبان تھا تو بڑا ہی افسوس ہوا پڑانی محبت نے جو شش کیا۔

اور انسو اکھوں سے جاری ہو گئے۔ چانڈو باز دل میں سوچا کہ کیا بھرون میں آگئے جھانسا کھا گئے وہ چکر دیا کہ یاد ہی تو کرینگے۔ آزاد۔

صد حیف کہ گھر خان کفن پوش شدند | و ز خاطر یکدگر فراموش شدند
آنالکہ بعد زبان سخن مے گفتند | آریاچ شنیدند کہ خاموش شدند

کیون حضرت ہم سے بڑی محبت تھی۔ اُف۔ اسوقت برا حال ہو ہاے مرتے وقت دو دو باتیں بھی نہ کرنے پائے۔

چانڈو باز۔ جی کیا عرض کروں۔ واللہ ہو اس پیار اور اس حسرت سے تھیں یاد کیا کہ بس میں کیا کہوں میرا تو اسوقت عجب نقشہ تھا۔ روتے روتے بچکی بندھ گئی اور سر مقدس گھٹنے پرے کرٹھا رہا۔ اور دم واپسین تک آپ ہی کی یاد کرتی رہیں بکھٹ ہوا اور آزاد آئے۔ دم ہو اور آزاد آئے آپ اپنا ایک رومال وہاں بھول آئے ہیں اسکو ہر روز دیکھتی تھیں کئی تولہ عطر اُٹھیں ملا اور مرتے وقت کہا کہ ہماری تربت پر یہ رومال رکھ دینا۔

آزاد۔ (رورور) اُف کچھ منہ کو آتا ہی کس مردود کو معلوم ہو کہ اللہ رکھی کو ہم سے اس درجہ آفت تھی۔ ہاے ہم اسکی پیار کی باتوں اور رمز و کنایہ کی گھاتوں کو ذرا نہ سمجھے۔

چانڈو باز۔ ایک گلہ سہ اپنے ہاتھ سے بنا کر دے گئی ہیں کہ اگر میان آزاد حسن اتفاق سے آجائیں تو انکو دیدینا اور کہنا کہ اب حشر میں ہم آپ کی صورت دیکھنے لیں۔

آزاد۔ بھائی اسی وقت دو۔ ابھی ابھی دو۔ واسطے خدا کے ابھی لاؤ بیار میں تو مرا بے موت۔ لاؤ تو گلہ سہ ذرا میں جو ملوں سر پر رکھوں۔ آنکھوں سے لگاؤں گلے سے لگاؤں۔

چانڈو باز۔ (انسو بہا کر) چلیے میں سر امین فروکش ہوں۔

گلدستہ ساتھ ہی اسکو جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ ہاں
کیا گلدستہ ہو۔

آزاد۔ سچ کہنا پیاری پیاری صورت تھی۔ اُہو ہو ہو۔ وہ
گھر آگے سبحان اللہ۔

آزاد اور میان چاندو باز ملکر چلے۔ راہ میں اللہ رکھی کے
حسنِ حال و رخصت و خال و بھٹی بھالی باتوں اور عشق کی
گھاتوں کا ذکر نہ کر رہا۔ چلتے چلتے دنوں سر میں داخل ہوئے
میان آزاد جیسے ہی آگے بڑھے اور چاندو باز کی کوٹھڑی میں
گھسے ویسے ہی دیکھتے کیا ہیں کہ بی اللہ رکھی بگے کے پکاسا
سفید لباس پہنے کوٹھڑی میں دیکھتے ہی میان آزاد کا رنگ
فق ہو گیا۔ اسے اے۔ کاٹو تو لونہنیں بدن میں۔ چُپ

اب پلتے ہیں نہ بولتے ہیں بیکر تصویر کی طرح بحیرہ حرکت پیشانی پر
عرق غرق آنکھیں جھپک گئیں اور ایک دفعہ ہی باہر بلند کہا۔
دُعا مر گیا یہ لکڑی میان آزاد دم سے گر پڑا اور پھر کہا (اُف)
اللہ رکھی سزور سے تالیان بجا کر مجرا عرض کرتی ہوں۔

ای بندہ پرورداری اور نہ نظر کیجئے یہ مہینوں کی راہ طے کر کے
ہم صرف آپ ہی کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اور ایک دم سے
ایسی نفرت ہو کر آنکھ تک نہیں ملاتے۔ واہ سی خوبی قسمت
اب خدا تو کھٹکے۔ گردن تو ہلایئے۔ وہ چاند سا گھر تو دکھائی
ہائے کیا ستم ہو جن پر ہم جان دینے ہیں وہ ہماری صورت
سے بیزار ہیں بھول صفدر۔

دل و جگر خون ہو چکے ہیں جو اس تک پہنچنے جا چکے ہیں
وہی محبت کا حوصلہ ہو ہزار صدے اٹھا چکے ہیں

کیسے آپ کی حسن آرا تو اچھی ہیں سزا ہم کو تو انکا جو بن دکھا دو
ہم نے سنا باد بھاری کی طرح کبھی چین میں ناز کرتی پھرتی ہیں۔

کبھی طاؤس طناز کے مثل جھوم جھوم کر پتی میں کبھی بحرِ دُن پر سیر دیا
کو جاتی ہیں۔ کبھی بھولیوں کو لے کر جشن اُڑاتی ہیں۔ اور
نام خدا بھی سولہ ہی سترہ برس کا سن ہو۔ اور ان دنوں تو
بناوٹ سجاوٹ پر اُدھار کھائے بیٹھی ہیں۔

مصابحن روزوں آئینہ پر سنگار کا انکو مشغلہ ہو

کبھی ہر سترہ کبھی ہر مستی کبھی ہر غاڑہ کبھی حسنا ہو

تو اُنکے آگے سے کھینچتا ہو وہ تیرے آگے سے نہیں

غرض کہ آئینہ کا بھی طوطی عجب حسینوں میں بولتا ہے

کیون بندہ پروردہم بک رہے ہیں یا بھونک رہے ہیں۔
درخساروں پر ہاتھ پھیر کر ہمارا ہی لہو ہے جو ادھر نہ دیکھے
ایک نظر ذرا ادھر بھی۔

آزاد و جناب ہاری کی قسم صرف تھیں کو دیکھنے آیا ہوں۔

چاندو باز کسی اور بھروسے نہ رہے گا۔ اسوقت بھائی آزاد
کی روتے روتے پچلی بندھ گئی تھی ان کو بھی تم سے دلی اُنس ہے
خدا کی قسم میں نے جو یہ فقرہ چُست کیا کہ اللہ رکھی نے
نزع کے وقت آزاد آزاد لکھو دم توڑا تو اُن کے چہرے پر
بھی موت کے سے آثار پائے گئے۔

اللہ رکھی بخیر اتنی تو دھارس ہوئی کہ مرنے کے بعد ہمارا
قاتل اُنسو بہائے گا لیکن کیا!۔

اُنے تربت بہت روئے کیا یاد مجھے اُنکا لڑنے لگے جب کر چکے برادر مجھے

آزاد اللہ رکھی ب ہماری غرت و اُبرو تھارے ہاتھ ہو تم جا ہو تو
جلاؤ جا ہو تو نہ جلاؤ۔ اگر ہم تھارے معشوق ہیں تو ہمیں دق نہ کرو
ورنہ اب ہم نکھیا کھا لینگے اور اسی دم جان دینگے اگر ہماری
موت منظور ہو تو خدا کی قسم ہم کمر کمر سے پرآواہ ہو جائیں
اور اگر ہماری زلیست جا ہو تو ہمیں آزاد کر دو۔

سہرم بتو مایہ خویش را | تو دانی حساب کم و بیش را
 اللہ رکھی۔ ستوا زاد ہم بھی شریف زادی ہیں کوئی ایسی مری
 نہ بھنا سگرا اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہم با جیون کی طرح سرا میں
 بھٹیاری بن کر رہیں میں ایک شریف کی لڑکی ہوں اداوان ہوگو
 اس قدر جلد بھول گیا۔ یاد ہو کہ ہمارے بوڑھے میان نے
 تم سے ہمارے لیے خط لکھوایا تھا اور تم ہمارے گھر کا پتا
 ڈھونڈتے ہوئے آئے تھے اور ہماری تمھاری چار آنکھیں
 ہوتی تھیں اور پھر ہم ایک دن ففس پر سوار تھتے سے جلتے
 تھے اور مہری ففس کا کونا دبائے چلتی ہوئی ساتھ ساتھ تھی
 اور کئی دن تک آپ ہم پر لٹورے۔ آخر کار آپ تو ففو
 ہو گئے۔ اور ہمارے بوڑھے میان نے انتقال کیا ہم کم سن
 کوئی اچودہ پندرہ برس کی عمر وہ دقیا نوس کے ہم عمر ہمیں
 انکی صورت سے نفرت تھی۔ پوپلا منھ۔ دانت جوہے کے
 نذر کر چکے تھے مگر بہتر جگہ سے خم بھول نکس سفید جلو ادن آ
 کھائیں۔ آنکھوں سے سوچتا نہیں قوت سامعہ سے بے بہرہ
 ہاے ہماری امان نے ہمیں کس موے بوڑھے کے ساتھ بیاہا
 تھا دن مات ہم کٹھا کرتے تھے۔ اور ہماری جوانی مفت میں
 ضائع جاتی تھی۔ آخر کار وہ تو قبر میں بانوں لٹکائے ہوئے
 بیٹھے ہی تھے چل بسے جس دن انکے مرنے کی خبر آئی ہم نے
 مسجد میں گھی کے چراغ جلوائے لیکن ہماری امان نے پھر
 ہماری شادی نہ کی اور ہم کو یہ سوچھی کہ گھر سے نکل بھاگیں
 اللہ جانتا ہے جو رنگ و ناموس میں فرق آیا ہو تم سے بیاہ
 کرنے کا بہت شوق تھا مگر تم یہ سمجھ کر کہ بھٹیاری کو کیا بیاہیں
 نکاح پر راضی نہوئے۔ اب ہم نے سنا ہے کہ حسن آرا کے ساتھ
 تمھارا نکاح ہونے والا ہو۔ اللہ مبارک کرے۔ سمجھ گھڑی

بیاہ ہو۔ ابھی ساعت نکاح ہو۔ اب ہم اپنے آپ جازت
 دیتے ہیں۔ خوشی سے بیاہ کیجیے۔ پیاری پیاری مٹھن کے ساتھ
 نکاح کیجیے چشم ماروشن دل ماشاد۔ لیکن ہمیں نہ بھول جانا۔
 لوٹھی بن کر رہوں گی۔ مگر تم کو نہ چھوڑوں گی نہ
 چھوڑوں گی۔

آزاد۔ آف اودہ۔ تم وہ ہو جکا اس بوڑھے خزانہ پر فروت
 کے ساتھ بیاہ ہوا تھا۔ آف اودہ۔ یہ راز تو اب کھلا۔ ہمیں
 خوب یاد ہو کہ تم جن میں کھلا کھلا کر چلتی تھیں۔ بات بات پر
 بچلتی تھیں وہ اچلا ہٹ۔ کہ الامان۔ وہ چلبلا ہٹ کہ الحذر۔
 وہ شوخی کہ الحفیظہ مگر ہاے افسوس تم نے یہ کیا کیا۔ اس وقت
 کلیجہ پاش پاش ہو گیا۔ یہ تھیں سوچھی کیا۔ ہاے ہندوستان
 کی ان رسوم مذموم کا برا ہو جنھوں نے تمکو غارت کر دیا اور
 اور کمین کا نہ رکھا تمھاری مان نے بڑی ہی ہوتوفی کی کہ تم سے
 جوان شوخ شنگ رشک شاہدان فرنگ کو ایک سن رسیدہ
 گرگ باران دیدہ کے ساتھ بیاہا۔

شادی ازیران خم گردیدہ قامت بدست
 جو ہر شمشیر کم گردو جو خندان سے شود

ہاے ستم تم اور بوڑھے کے ہاے پڑو واہ رے ہندوستان

بوے گل ناز دل دوو چراغ محفل
 جو تری بزم سے نکلا وہ پریشان نکلا

آزاد۔ میں اب جانا ہوں۔ کوئی چار پانچ گھڑی سین آجاؤنگا۔
 تم سے بھی بڑی باتیں کرنی ہیں۔

اللہ رکھی۔ اچھا جائے مگر جلدی آئے گا۔

میان آزاد چلے تو شائے راہ میں ایک مقام مجلس رقص
 سرود آراستہ تھی اور ایک زن نستین مکر رشک فمر لہو لہو کرتی تھی

وہ دھماکوں کی بج رہی تھی کہ واہ جی واہ طبلے کی تھپک وراکٹیں
کی گنگ نے انکو ایسا سرور بخشا کہ محاورہ خود رفتہ ہو گئے ایک
غزل ختم ہوئی دوسری شروع ہوئی۔ دوسری کا چنگی تیسری چھری
کبھی ٹھری کبھی پٹا۔ کبھی خیال کبھی کدرا طبلے اپنا کمال
دکھاتے ہیں۔ سارنگی تم بپا کرتی ہے۔ میان آزاد ایک ہی رنگین
آدمی جم گئے اب اس وحشت کو دیکھئے کہ غیر کی محفل و حضرت
اہتمام کرنے ہیں کسی حقے کی حلیم بھرواتے ہیں کسی گڑگڑی کو تازہ
کراتے ہیں کبھی ٹھری کی فرمائش کبھی تھانی غزل کی۔ بس
پندرہ گنواروں نے جو گانے کی آواز سنئی تو دھنس پڑے میان
آزاد نے سب کی گردن نابی۔ الگ الگ۔ باہر سے سنو
مالک خانہ نے جو دیکھا کہ ایک شریف مسخ و سفید شبن آدمی
انتظام میں مصروف ہیں تو انکو پاس بلایا تپاک بٹھایا اور
حقہ پلایا۔ اب سنیے کہ تڑکا ہو گیا۔ تب آزاد چیتے کہ ارے!
نہ تو حسن آلا کے یہاں گئے نہ روم جانے کا بند و بست کیا
نہ اللہ رکھی سے ملے۔ اور بھور ہو گئی۔

افشان حسین پریشانی کیسوے غدار سرگردانی۔ ماشطہ
عروس حیرانی۔ دلدادہ جمال جان جانی۔ خانمان خراب خانہ
برباد میان آزاد لوحش اللہ نے رات بھر محفل قصص سرور میں
خوب جشن اڑائے اور غنیمت میں مویان پر نیراد و مطربان بار بند نراؤں
اپنے اپنے کرتب خوب دکھائے۔ ارباب نشاط کی خوش الحانی
اور قوالوں کی غزلما سے تھانی نے کانوں کو سرور بخشا۔ اور
چراغان کی بہار اور گلابوں کے گل رخسار نے آنکھوں کو نور
موفور محفل طلسم کی طرح سچی سبائی لیکن ادھر کہ وہ شروع
ہوا ادھر تو سچی نے صبح کی نوبت بجائی تڑکا ہوتے ہی میان آزاد
کا بھور ہو گیا۔ جان سنسنانے لگی۔ وعدے کی یاد دل کھانے لگی

بدن پر رزاسا چڑھا آنکھیں پریم ہو گئیں۔ دل بھرا یا۔ ہاتھ
پائون پھول گئے۔ تانوں پر سر ہلانا پھول گئے۔ لطف صحبت
کر کر رہو گیا۔ اب وہ رنگ بہ نہ وہ ترنگ ہی۔ وہ جوش و
خروش نہ وہ آئینک ہو دست بھنگ عقل درنگ۔ پاسے
خود رنگ کیسا ناچ کسا رنگ میان آزاد اٹھے اور وہاں سے
موپریشان نادم و پشیمان بادل سرور برد چلے راستے میں
بصد حسرت و حرمان سوچتے جاتے ہیں کہ اللہ اللہ ہم ایسی بہت
بد میں اس درجہ محاورہ خود فراموش ہو گئے کہ دنیا و مافیہا
کی خبر نہ رہی۔ ۵

بے اعتدالیوں سے شب سب میں ہم ہو
جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہو

حسن آرا کے دل میں طرح طرح کے خیالات جاتے ہونگے
سپہر آرا کو غش غش آتے ہونگے پیر مرد و جیہ واللہ اعلم کیا
سمجھاتے سمجھاتے ہونگے۔ رقیب رو سیاہ کچھ اور ہی ٹپی بٹھاتے
ہوں گے۔ حسن آرا آٹھ آٹھ آنسو روئی ہوگی۔ سپہر آرا
رات بھر نہ سوتی ہوگی۔ گیتی آرا کو بھی ذکر جہان آرا کو بھی فکر
ہوگی کہ آزاد کے دل میں یہ کیا سمائی۔ کیا روم چلے گئے اور
ہمیں صورت بھی نہ دکھائی اللہ رکھی الانتظار اللہ الموت
پر تھمتی ہوگی۔ بیتا بانہ سر کی چھتوں پر چٹھی ہوگی۔

میان خوچی

میان آزاد خانہ برباد یہ سوچتے بصد حسرت و یاس سر ہم
و بدحواس جا رہے تھے کہ دفعتہ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک پر بہار کچھ
میں جھوٹے پڑے ہیں اور بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس کی
چھو کر یاں پٹیاں جھلے ہاتھ پائون میں منھدی رچائے مانگ
انکے گلے میں ہار ڈالے ہوئے پینگ لگا دی ہیں دردھانی و جھانی

وہ چون اور لال لال چنری کا جوین دکھا رہی ہیں اور سب کی سب پیاری ادا اور سوسیلی آواز سے لہرا لہرا کر یون گاری ہیں دنیا کنارے بیلا کن لے بویا۔ ندیا کنارے۔ بیلا بھی بویا۔ چنبیل بھی بونی بونج بونج بویا رے گلاب۔ ندیا کنارے میاں آزاد کو ان پیاری پیاری گوری گوری لڑکیوں کا گانا اور لہرانا ایسا بھایا کہ تھوڑی دیر اُس کنچہ میں ایک درخت کے سایہ میں ذرا ٹھہر گئے جب کبھی پیگ ٹرک جاتا تھا تو میان آزاد خود پیگ لگاتے تھے اور کبھی کبھی لنگناتے بھی جاتے تھے انکو ان پیاری معصوم لڑکیوں سے ایسی محبت ہو گئی تھی جیسے کسی کو اپنی سگی چھوٹی بہن کا پیار ہوتا ہو۔ انکے گانے اور لنگناتے بہت کم سن لڑکیاں کھل کھل کھل کر ہنس ہنس پڑتی تھیں۔ اتنے میں میان آزاد کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جسم شامت پستہ فست کوتاہ گردن۔ تنگ پیشانی۔ شرارت اور خیانت کی نشانی کھڑا دوڑ رہی سے جھولوں پر نگاہ بد ڈال رہا ہو جب انھوں نے کئی بار یہ کیفیت دیکھی تو اُن سے رہانہ گیا۔ اُو دیکھنا نہ تاؤ۔ ایک چپت نہنلے سے جہاں ہی تودی ٹیپ کھاتے ہی وہ جھلّا اُٹھا اور گالیان دے کر کہنے لگا کہ نمونی دلایتی اسوقت پاس نہ بھٹا سا سر اُڑا دیتا اور جو کمین جوان ہوتا تو اسوقت کھود کر دفن کر دیتا اور جو کمین جھوکا ہوتا تو کچا ہی کھا جاتا اور جو کمین نشہ کی جھلنجھوتی تو گھول کے پی ہی جاتا۔

میان آزاد نے نشہ کا نام جو سنا تو چونکے۔ غور کر کے دیکھا تو سن سے جان نکل گئی۔

یہ میان خوجی تھے۔ کون خوجی؟ نواب صاحب کے مصاحب کون نواب؟ وہی بٹیر باز۔ کون بٹیر باز۔ وہی صف شکن علی شاہ؟ کون صف شکن علی شاہ؟ وہی جنگی

تلاش کو میان آزاد نکلتے تھے چار انگلیں ہوتے ہی انھوں نے انہی اور انھوں نے اپنے نظر ڈالی۔

آزاد۔ سین! بھائی خوجی ہیں۔ اللہ اکبر برسوں کے بعد ملاقات ہوئی۔ مزاج تو اچھا ہی۔

خوجی۔ جی ہاں مزاج تو اچھا ہی۔ لیکن کھوپڑی بھنار ہی ہے واہ استاد بات کرتے ہی گال کاٹ لیا اور تو درکنار علیک سلیک بالاے طاق۔ آتے ہی وہ زناٹے کی ٹیپ جاتی کہ تو یہی بھلی بھلا آخر ہم نے تمھارا بگاڑ کیا تھا اُن کھوپڑی کے پرچے اڑ گئے نہ ہوئی فرولی۔

آزاد۔ (دست بستہ) بھائی معاف کرنا قصور ہوا۔ معاف کرنا۔

خوجی۔ جی ہاں جوتیان لگائے اور کیسے معاف کرنا اور دل لگی یہ کہ بیش بیش دفعہ معافی مانگتے ہیں۔ اچھی مزاج پُرسی کی کہ آتے ہی تڑپے ایک دھول جاتی وہ تو کہنے تھے جلدی سے معلوم ہو گیا ورنہ اسوقت میں آپ کو جان سے مار ڈالتا نا میری فرولی۔

آزاد۔ اس میں کیا شک ہی کیسے آخر آپ آئے کہاں۔

خوجی۔ آپ ہی کی تلاش میں آئے تھے آپ نے ملے ہی کھوپڑی سہلا دی۔

آزاد۔ نواب تو اچھے ہیں۔

خوجی۔ اچی وہ گئے جو ملے میں۔ یہاں سر بھٹا رہا ہی۔ اُن لے اب چلو تمھارے ساتھ چلیں۔ کچھ تو کھلاؤ یا رے اس وقت مارے جھوک کے بے دم ہوئے جاتے ہیں۔

آزاد۔ چلیے آئیے۔ بسم اللہ۔ مگر اسطے خدا کے بیچ کہنا ہماری گرفتاری کے لیے تو نہیں آئے ہو بھائی ہم ہرگز نہ جانے کے اب یہاں اور ہی دھن ہو۔

آزاد اور خوجی دونوں مل کر چلے تو کالی کالی گھٹانے وہ لکھت
لوکھا پاکہ آہو ہو ہو میان آزاد اپنے دوست خوجی کو ایک یونین
کوٹھی میں لے گئے۔ اور وہاں لیجا کرتی شراب پلا دی کہ خوجی
غین ہو گئے۔ تب میان آزاد نے دم دے دے کر ان سے
پوچھا کہ بیج بتاؤ کہ کہاں آئے ہو وہ تو اسوقت اپنے آپ ہی
میں نہ تھے سب حال صاف صاف موبہ کہ دیا کہ نواب نے
بھجوا ہوا اور حکم دیا کہ میان آزاد وہاں ہوں وہاں سے
لے آؤ۔ آپ سے بہت ہی ناراض ہیں جن آدمی اور میر
ساتھ ہیں۔ اب ہم آپ کو گرفتار کر لیا گئے۔

یہ سنتے ہی میان آزاد کے کان کھڑے ہوئے اور وہاں
بھاگے تو سیدھے میان خراف کے گھر ہو رہے اچھے بچے۔

انہی ایک دل کس کس کو دون میں
ہزاروں بت ہیں یاں ہندوستان میں

میان آزاد خانہ برباد صبح کو خراف کے مکان سے چلے تو
بحر حیرت میں غوطہ زن کہ انہی جاؤں تو کہاں جاؤں۔ ملوں تو
کس سے ملوں۔ ایک معشوق ہو تو اس پر جان دوں۔ ایک
مبت ہو تو اسکا سجدہ کروں۔ ایک دلبر ہو تو اس پر سے دل جان
دیں وایمان سب قربان کر دوں جب ایک انار و صد مہیار
بک انگوڑو ہزار زنبور کا نقشہ ہو تو کوئی کیا کرے حسن آرا
کے پاس جاؤں یا سپہ آرا سے حافی چاہوں۔ یا اللہ رکھی کی
خبر لوں۔ یا خوجی ہیجاری کے کوٹھی سے لاؤں۔ وقت تھوڑا
فرصت کہ مہلت غنقا مگر خواہشیں شیطان کی آنت سے بھی
زیادہ طویل معروض۔ ایک ایک خواہش سے اندازاٹ پائے
بلکہ سندرہ پٹ جلے۔ کبھی سوچے کہ حسن آرا سے ملیں۔
کبھی شوق چرایا کہ اللہ رکھی ہماری تلاش میں کا لے کو سون

سے آئی ہو تو پہلے اسی کی خبر لین پھر جی چاہا کہ سب کے پہلے
چل کر خوجی کو تو کوٹھی سے لائیں طرح طرح کے خیالات جود
میں جاگزیں ہوئے۔ تو جان عذاب میں ہو گئی۔ اتنے میں
دیکھتے کیا ہیں کہ میان چاند باز جھومتے جھومتے گھومتے گھومتے ایک
پچھی سی ٹوپی دیے ہوئے سامنے سے آرہے ہیں اور
دوسری طرف ملالہ علیج جریب ٹپکتے ہوئے پوچھ رہے ہیں
اتفاق سے تیغوں کی مٹھ بھیر ہوئی تو عجیب سی ہوئی چاند باز
اسوقت بینک میں تو تھے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ جھلا کر آؤ دیکھا نہ کہ
عجیب طرح کے آدمی ہو میان۔ اقرار کر گئے کہ ابھی آتا ہوں وہ
گھنٹے میں آیا۔ پل مارنے کی دیر نہ ہوگی اور میں دن سے داخل
ہو جاؤنگا ہونہ۔ اور تب کے گئے گئے اب تک صورت نہ دکھائی
واہ اللہ رکھی بیجاری ڈار حسین مار مار کر رو رہی ہو۔ خوب ملے
لے چلے آئے آتے تو پوچھتے۔ دامن سب تر تہر ہو گیا ہو۔ سر
ٹپک ٹپک کر جان دے رہی ہیں ملالہ نے جو یہ تقریر سنی تو
اُسکے کان کھڑے ہوئے حجام کی زبانی تو یہ سن ہی چکے تھے
کہ میان آزاد کسی سراب میں اللہ رکھی پر فریفتہ ہو گئے تھے
مگر انھوں نے حسن آرا سے پوشیدہ ہی رکھا لیکن جب دو دن تک برابر
آزاد کا ہتہ ہی نہ ملا یہ نلیج رنگ میں مزے اڑایا کیے۔ خوجی
سے گلچپ کرتے رہے۔ اللہ رکھی کا دکھڑا سنا کیے اور سر
دھنا کیے تیسرے دن انھوں نے ملالہ سے کہا کہ ذرا شہر جاؤ
دو چار چکر لگاؤ۔ دیکھو تو آزاد کو کیا ہوا ملالہ علیج نے دیکھا تو
اور ہی رنگ ور ہی ڈھنگ۔ اللہ رکھی کا ذکر مذکور ہے۔ آزاد کا
رنگ فق ہو گیا۔ اور ملالہ علیج کا کلیجہ شق ہو گیا اب نیسے چاند باز
خاموش ہو۔ تو ملالہ نے اپنی داستان چھڑی بھائی آزاد کہاں ہے
بھائی ایسا کوئی گناہ ہو بھلا حسن آرا کی خوناہ نشانی اور سپہ آرا کی

شکل فشانے کا حال ناگفتہ بہ۔ رات رات بھر نیند نہیں آتی
ہر دم آہ و ناری ہر دم بقراری جس آرا تو خیر کسی قدر ضبط بھی
کرتی ہیں مگر سپہر آرا بیچاری چھوٹ چھوٹ کر روتی ہیں مابھی
بے آب کی طرح تڑپا کرتی ہیں کلیجہ تمام تمام کر اٹھ اٹھ کے
بیٹھ بیٹھ جاتی ہیں خدا چھوٹ نہ بلائے تو جبار دفعہ تو غش آیا ہوگا
مگر واہ رے آزاد کہ یہاں کان پر چون تک نہ ریگی کیا بس منہ
و کیچے ہی کی جست تھی۔ چائے بس دیکھ لیا۔ ہم تو بھاٹ بنے
تعریفوں کے بل باندھ باندھ دیے۔ بگڑی ہوئی بات بنائی
چاندی صورت دکھائی اور آپ اب بتے بنانے لگے۔ کوئی
ایسا کرنا ہی نہ ذرا دل میں سوچو تو کہ سپہر آرا تمھاری کسی عاشق زار
ہو جس آرا کو تمھارا کس قدر پیار ہو گیتی آرا اور جہاں آرا
دن رات تمھارا ہی ذکر کرتی ہیں ہر دم دروازے پر نظر کر
اب آئے اور اب آئے اور آپ اپنی اللہ رکھی پر لٹو ہیں اور جو
خدا خواستہ کہیں وہ دونوں بہنیں سن لیں کہ یہ ذات شریفین
تو کسی ہوئیں اب بھل نہیں سی میں ہر کہ میرے ساتھ چلے چلے
ہیں چہ نہ کیجئے ورنہ جس آرا سے ہاتھ دھو بیٹے گا اور بھلائی
چھوٹی قسمت کو رو دیے گا۔ چاند باز نے جو یہ رنگ دیکھا تو
تو بگڑے کہ واہ جی تم کون ہو میان ہوش کی دوا کر دیکھلا
مجال ہو کہ اللہ رکھی کو چھوڑ کر یہ یہاں سے جائیں کیا خوب
اچھی دل لگی نکالی ہو۔ چلو اپنی راہ لو ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اکھاؤ
معقول! ہم تو منزلوں خاک پھانکتے سیکڑوں کنوئیں جھانکتے
یہاں آئے آپ بیچ میں بولنے والے کون۔ آزاد نے جو یہ
کیفیت دیکھی تو سمجھے کہ ادھر کے رہنے نہ ادھر کے جس آرا الگ
بدرن ہو جائیگی اور اللہ رکھی الگ سمجھ چلائیں گی اور سپہر آرا
ناک بھون چڑھائیں گی۔ تو گیتی آرا اگر گرم فقرے سنائیں گی

ملاح کا چہرہ سوقت چاند باز کی اکھ تقریر سے لال انگار ہو گیا
آزاد نے معاف فرما چست کیا اور چاند باز سے کہا کہ کیا ر
تم گھبراتے کیوں ہو۔ یہ پیر فرقت انہی آدمی ہے بازار سے
جا کر دوآنہ کی بالائی تو لپک کے آؤ۔ ان کو افیم پلا کر غین
کر دین اور ہم اور آپ مزے سے سر چلیں۔ کیوں
استاد۔ ہونہ معاملے کی بات۔ لانا ہاتھ۔ چاند باز تو بھر
آپ جانے نشہ باز آدمی۔ بالائی کا نام سنتے ہی گلقت
آفتابی ہو گئے۔ واہ خوب کسی جھپ سے دوآنے لے لے لے
پڑھکتے چلے بالائی لانے۔ ادھر میان آزاد نے اس موقع کو
غیبت جان کر ملاح بیچ سے کہا کہ چلے قبلہ۔ ہم اور
آپ چلیں۔ راستے میں باتیں ہوتی جائیں گی دونوں
ساتھ چلے۔ سادوں کے دن گھٹا جھومتی ہوئی آئی اور
ہر سمت تاریکی چھائی کہیں موج سبزہ تو خیر کہیں باو
عشرت انگیز میان آزاد مستون کی طرح جھومتے جاتے ہیں۔
اور ہر مرد جریب ٹیک ٹیک کر قدم اٹھاتے
ہیں۔ وہاں چلنے میں آندھی روگ یہاں
چھونک چھونک کر قدم رکھنے کا عارضہ ان کی
چال جیسے کڑی کمان کا تیرہ بیچارے ضعف
اور پیر جب آزاد نے ڈبل چال چلنے کا لگا لگا یا اور مرد کی گز
تیسچے رہ گئے تو انھوں نے باواز بلند کہا۔

بلبل کو کس کو دکھائی ہو عروج پر داز

ہم بھی اس باغ میں تھے قید سے آزاد بھی

آزاد۔ (گگ کر یہاں شوق نظارہ ہو قبلہ۔ ایک ایک
قدم چلنا ایک ایک منزل طے کرنا ہو۔ آپ اب بوڑھے ہو گئے
آپ کو یہ لطف کجا بس اب تمھے پر نہ ٹوکیے ہیں کہ بن جانے دیجئے

آپ تو چھونک چھونک کر قدم رکھتے ہیں اور بندہ شہ گام جا رہا ہے
 ملّاح۔ میان صاحبزادے ہم بھی کسی زمانے میں جوان تھے
 ہم بھی بہاڑے ٹکر لڑنے کا دم رکھتے تھے مگر یہ تو دوسری بحث
 ہو آپ تو یہ فرمائیں کہ تھے کہاں اور یہ اللہ رکھی کون ذات نہرین
 ہیں ہی جو کہیں جس اُراسن بائیں تو تھاری صورت یہ کہیں
 گیتی آرا پاس بٹھانے کی روادار نہوں اور وہ بڑھی تو تم کو اپنے
 محل کے ایک میل دھڑا دھر بھٹکنے نہ دین۔ اُف۔ خدایٰ خیر
 کرے۔ اب آپ در در دے جائینگے اور خود کردہ راجہ علّاح
 آپ نے اپنے پائوں میں آپ کھٹاڑا مارا مرد خدا تو سوچو کہ
 دو دو دن غائب اور پھر یہ بھی نہیں کہ خدا نخواستہ علّیل ہو گئے
 یا کوئی اور سانحہ ہوا ہو یہ کچھ نہیں۔ اللہ رکھی کے پھر میں ہے
 اتنے دن۔ اُف غضب اِردانتوں کے تلے اُگلے دبا کر ستم
 ڈھایا تم نے ستم ڈھایا۔ اب ہمیں شک ہو بھی۔ اب شادی
 دادی ہونا خیر صلاح۔ ذرا حُسن آرا کے کان میں بھنک پڑے
 تو قیامت ہی پیا ہو جائے۔ خدا گواہ ہو۔ جو بات کرنے کی بھی
 روادار ہوں فعل بد کا نتیجہ بد ہو۔

آزاد۔ ہرچہ بادا بادا کشتی درآب انداختیم۔

ملّاح۔ اب داب کے بھروسے نہ رہیے گا میان صاحب ایسی
 باتیں کیجیے گا تو بھر آپ کی جمیعت خاطر کی کشتی غرقاب ہی
 ہو جائیگی۔ اب آپ وہاں غیر حاضری کا سبب کیا بتائیے گا۔
 آزاد۔ بندے کو سوچنے کا مرض نہیں غور اور فکر سے نفرت ہو
 یہاں۔ اُسوقت جو زبان پر آئے اور انشاء اللہ ایسی وکالت
 کروں کہ آپ بھی دنگ ہو جائیں زبان سے ٹھٹھری چھوٹنے لگے
 باقی رہا اللہ رکھی اُسکا حال نہ پوچھیے۔ وہ پھر بیان کریں گے۔
 اتنے میں وہ کوٹھی سلنے نظر آئی اور دیکھتے ہی میان آزاد

کے دل کی کلی کھل کھلائی اور غل مچا یادہ کوٹھی آئی وہ کوٹھی آئی
 وہ آئی۔ وہ آئی۔ ملّاح بیچنے لگا آپ ذرا اس شہوت کے
 درخت کے سایہ میں دم لین میں دم کے دم میں آیا۔ یہ کسکر
 ملّاح بیچ کوٹھی میں گئے اور حُسن آرا سے خوش خوش کہا کہ لو
 میان آزاد آگئے سپہ آرا پلنگ پر سے چونک کر کھڑے آئے آئے
 ہلاؤ ہلاؤ جھٹ در پے میں بھانکنے لگی میان آزاد اندر داخل
 ہوئے تو سپہ آرا نے اٹھ کر استقبال کیا اور دیکھ کر پشاش ہو گئی
 مگر حُسن آرا اپنی جگہ سے نہ اٹھی نہ مٹھی جہاں بیٹھی تھی وہیں
 پیکر تصویر کی طرح خاموش رہی گویا وہیں میں زبان ہی نہ تھی۔
 میان آزاد بادب بیٹھے اور یوں بولے۔

حُسن آرا۔ بہن ان سے پوچھو کہ آپ کے آلے کا مدعا کیا ہو۔
 آزاد۔ اصلتا پوچھیے کیا لب نہیں ہر یا دہن نہیں ہر اور ہمارا
 مدعا کیا پوچھتی ہو۔

مترو دہی دل کمون نہ کمون	پوچھتے ہیں وہ مدعا میرا
ہر نگہ میں ہیں سیکڑوں ران	کوئی دیکھے تو دیکھنا میرا
پاس تم کو اگر نہیں تو نہ ہو	اسی تو کیا نہیں خدا میرا
یہ جاتے ہو تم کہاں دل کو	ہو یہ مدت سے آشنا میرا

سپہ آرا۔ جانیے بس خوب گفت آزادی آپ کی۔

آزاد۔ مزاج پر مسی بالائے طاق خیر وعافیت کا حال دریافت
 کرنا درکنار علیک سلیک چھپرہ آتے ہی چشم فسون پر داز کو
 غلیظ ناز وی گلگون جس پر اور بھی کوڑا جمایا آپ کیا پھر گئیں کہ
 اپنی قسمت ہی پھر گئی حُسن آرا کی آنکھوں سے اسوقت قہر برسا
 ہو۔ نیکی چون آفت ڈھائی ہو چلی سی آنکھوں کے سامنے کو نہ
 جاتی ہو۔ نگار میں عجیب بناؤ ہو۔ یہ بھی اچھا بگاڑ ہو۔
 سپہ آرا باجی کی آنکھیں روتے روتے خون بوتری سی مسخ

ہو گئیں کھانا پینا حرام تھا کلچر ہر دم دھک دھک کرتا تھا
طرح طرح کے خیالات آتے تھے لوگوں نے یہاں آن کر
کیا جانے کیا کیا کہا۔

آزاد سے پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے برنامہ
آدمی کوئی ہمارا دم تھمری بھی تھا

لگائی بچھائی باتوں کا خیال کرنا وضع داروں کی وضع
کے خلاف ہو۔

حسن آرا سرتنگ کر چھو کہ اب آخر آپ چاہتے کیا ہیں
آزاد پوچھے کون سا صاحب آپ خود کیوں نہیں پوچھتے آخر
اللہ سے عتاب۔ اُف ری تیری تکی جیون۔ اور اللہ سے
تیری لگاؤٹ بار لکھڑیاں ہم سے دریافت ہوتا ہو کہ اب آپ
چاہتے کیا ہیں نشان خدا ہم سے اور یہ سوال یہ

کہوں کیا میں تجھے کہ کیا چاہتا ہوں جفا ہو چکی اب وفا چاہتا ہوں
بہت آشنا ہیں زمانے میں لیکن کوئی دوست درو آشنا چاہتا ہوں

حسن آرا۔ ادا لے کہ دونہ کہ اس شعر خوانی کو چھپرے کھین
یہاں کسی کو واہی تباہی شعر کہنے کا شوق نہیں ہو معلوم ہو کہ
بڑے شاعر کی دم ہیں۔ اکذبہ احسنہ پر عمل ہو نہ شاعر
ہیں بس۔

سپہر آرا میں تم لکھنو۔ ہزار بگاڑ کی باتیں کرو لیون پسر کراٹ
ہی جاتی ہو۔ دل کی لگی کہیں چھپانے سے چھپتی ہو۔ از تو ہو۔

حسن آرا۔ چلو بس چپ بھی رہو بہت کلچر نہ پکاؤ اسوقت
دل پر جو دکھ ہو وہ ہم ہی جانتے ہیں تم تو نری الرصہ ہو

ہر جانیوں سے ملاقات کیا۔ ایسوں سے تپاک کیسا چلو اب ہم
مکہ خالی کر دیں۔ جسکا جی چاہے بیٹھے جسکا جی چاہے جائے

حیادار کے لیے ایک چلو کافی ہو۔

یہ مگر حسن آرا اٹھی اور سپہر آرا بھی ساتھ ہی ایک ناز دلربا نہ
سے کھڑی ہوئیں کہ اتنے میں میان آزاد نے سپہر آرا کا
پہونچا پکڑ لیا۔ اب دل لگی دیکھیے کہ اور تو میان آزاد اس
نازک بدن کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اور حسن آرا اس گھام
کو اپنی طرف گھسیٹ رہی ہیں حسن آرا بگڑ رہی ہیں کہ ہماری
ہیں کا ہاتھ کوئی پکڑے تو ہاتھ ہی ٹوٹیں۔ جب ہم نے
ٹکا سا جواب دیا تو پھر کوئی یہاں آنے والا کون۔ واہ
ایسے حیا دار بھی نہیں دیکھے۔ آزاد نے کہا صاحب آپ
اتنا خفا کیوں ہوتی ہیں واسطے خدا کے ذرا بیٹھ تو جائیے
ایسا غصہ بھی کیا مانا کہ ہم معیوب ہیں مگر ہم سے جواب تو
سنیے خدا گواہ ہو کہ ہم بقصور ہیں حسن آنے کے کہا بس بس
زبان نہ کھلوایے اور جو خدا ناکردہ کسی کی جان نکل جاتی تو
کیسی ٹھرتی یہاں نعل در آتش ماہی بے آب کی طرح
بیقرار۔ طرح طرح کا انتشار سیکڑوں افکار اور آپ کا پتا ہی
نہیں۔ خیر اب اسوقت ہم نہ بولینگے۔ آپ کل آئیے مگر آئیے
قبل اطلاع کر دیجئے گا۔ بس اللہ اب رخصت۔ آپ اب
چھ مہینے کے بعد صورت دکھائیے گا۔ خیر ہم بھی کلچے پر پھسر
رکھ لینگے۔ آزاد بصد حسرت رخصت ہوے۔

مزے مزے کی باتیں
اور عشق صادق کی گھاٹیں

آن سرو بن بہار پرورد

گل عین عشق و لالہ درد

یعنی میان آزاد خانہ برباد قدم قدم پر آہ سرد بھرتے
اور نفس مارہ پزیر ہیں کرتے میان ظراف کے مکان پہونچے
تو وہاں ایفونیون کے پشت و پناہ میان خوبی خوش اللہ

چاند کے نشہ میں غین پڑے ہوئے ہیں! یہ بلا بیان کہان سے
آئی۔ ای لا حول بھی اسنے توبے طور پچھا کیا ہو۔ مگر خیر اسوقت
بڑا رہنے دو۔ پھر سمجھا جائے گا۔ میان آناد پلنگ بریٹے تو
ادھر ادھر لوٹ مار رہے ہیں مگر سونا حرام بیند نہیں آتی ہلاک
جھپکنا مشکل ہو گیا۔ ہاے فعل بہر کا نتیجہ بھی بہر کس بری
گھڑی! اللہ رکھی سے آنکھ لڑائی کیا شامت آئی۔ اور تم پر تم
یہ کہ میان خو جی ساتھ نہیں چھوڑتے۔ رات بھر مٹونے کے
عوض رویا کیے یہ سوچ رہے تھے کہ اتنے میں غنچہ صبح
کھل کھلایا اور میان آزاد کو شوق چڑایا کہ چلو جس آرا سے
ملو۔ پیچ ہو۔ ۵

علی الصباح چو مردم بکار دہار روند | اہلکشان محبت بکوی یار روند
چلے تو ذرہ ذرہ گل خیز۔ قطرہ قطرہ بادہ مسرت سے
لہریز بادہ بارگ افشان۔ یہ بلبل زار مسرت غل خوان ساغ نوش
بدست بیغے طرب پرست۔ ادھر سبزے کی لہک۔ ادھر
قطرہ ہائے شبنم کی جھلک۔ میان آزاد نے ایک بھٹی کے
قریب دو شرابیوں کو لڑتے جھگڑتے دیکھ کر کہا کہ خدائی خواہ
گدھے اسوار تم دونوں پر شیطان کی بھٹکار خدا کی مار۔
یہ وضع اور یہ جوتی پیرار۔ سر بازار تکرار اور مار دھاڑ ذرا
تو دل میں شرماؤ۔ مارے خفت کے زمین میں گر جاؤ! میں
سے ایک نے کہا۔ ۵

رندان در میکدہ گسار میں ناہد | ز نمازہ و ناظران بآدوں
دوسرے نے اُسکو چھوڑ کر اُٹک پچھا کیا۔ انکو پچھا چھڑانا مشکل
ہو گیا۔ اب سنیے کہ اُسے اُو دیکھانہ تاؤ میان آزاد کی ٹوپی۔
اُچھال دی۔ میان آزاد جھلائے اور وہ دونوں بھی طیش میں
آئے اور لگا لگا چلنے۔ آزاد نے چپ لگائی اور وصول جمائی

ہات توڑے کی تڑا اور پھٹ۔ دھم اور کھٹ۔ تڑاق اور بڑاق
بازار میں ہلچا ہوا۔ تماشا کی اٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع۔ اتنے میں غل
جو ہوا تو میان خو جی پینک سے چونک پڑے نظرات کی
لوٹپی نے کہ میان ایسی نیند و ج کسی جھلے مانس کو کئے آزاد
سے باہر گئے بازی ہو رہی ہو اور تم میان خراٹے لے رہے
اتنا سنا تھا کہ میان خو جی آنکھیں ملے ہوئے اُٹھے۔ ادھر
ادھر دیکھا تو ٹھٹھ نہ ڈنڈا۔ آنکھوں نے جب سے چاند کی
لگالی اٹھائی۔ اور لپکے۔ اور لپکتے ہی غل مچایا کہ ابے او
گیدی ٹھٹھ جا میں کان پہنچا۔ شرابیوں نے جو اپنی نظر ڈالی تو
واہ جی واہ کیا قطع شریف ہوئے سے آدمی ٹیٹی فرسے
کے برابر قد اور یہ خم اور دم۔ آنکھوں نے آزاد سے اپنے
چھڑا کر اُنکی خبر لی جھلا کر آپ نے لگالی اٹھائی۔ ایک نے
لگالی جھپنی اور لگا کھٹا کھٹ جمانے میان ہی کی جوتی میان ہی کا
سر دوسرے نے کسی سے پوچھنا نہ پاچھا جھپٹ کر میان خو جی کو
کاٹ کھایا۔ اتنے میں میان آزاد نے جھکے سے اپنی راہ لی خو جی
بیچارے پٹ پٹا کر اُٹھے کچھ مرکل گیا۔ مگر واہ رے خو جی پھر بھی
وہی خم دم ہیں وہی ٹیگی جتوں۔ ماشہ بھر کا توفد شریف مگر
اُٹھے ہی جاتے ہیں اور دونوں شرابیوں کو اس طرح
گھور رہے ہیں جیسے کھامی جائینگے حوالی موالی حضرت کی قطع
دیکھ دیکھ کر لوٹن کہوتر ہوئے جاتے ہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں
بل پڑ پڑ گئے۔ اب خو جی ہیں کہ دنیا بھر کو گالیان دے رہے ہیں
آخر کار جھار پو پھل چل دیے۔ لوٹپی نے کہا واہ میان گئے تھے
سینے اور اُسے پٹ کر آئے۔ اتنی پڑیں بے بجاؤ کی کہ کھوڑی
گنچی ہو گئی سچانہ بریک مال تک نظر نہیں آتا خو جی بہت ہی
جھلائے اور لگ بھجھو کا ہو کر کہنے لگے کہ جب شہکارہ تو ہیں کیا جاتے

کھوڑی گئی کسی گنجی کھوڑی کے کیا معنی۔ آخر تو نے کہا کیا ہماری کھوڑی پر بال تھے ہی کب۔ یہاں پیدائشی ہی ایسے بال ہیں۔ اور صاف چاند تو خوش اقبالوں کی نشانی ہے۔ اُس نے قہقہہ اڑا کر کہا کہ اب ہٹو بھی۔ اُسے وہاں سے بڑے اقبال مند بکرہ واہ کیا اقبال ہے۔ صورت سے تو پٹکار برستی ہے اقبال والے بے ہیں۔ خوجی دانت پٹکار رہ گئے اور بو لے کہ بس چلی جا۔ نہ ہوئی جوانی۔ ورنہ کھود کر اسی جگہ دفن دیتا۔

میان آزاد کو اس قہقہے سے کیا واسطہ۔ وہاں تو ادھر ہی دھن تھی اور ہی اُدھیر ہیں تھی۔ مگر انکی طبیعت بگڑنے لگی اور رفتہ رفتہ ایسے علیل ہوئے کہ تپ چڑھ آئی۔ اب ایک قدم چلنا بھی دو بھر ہو گیا۔ ناچار پیل کے درخت کے سایہ میں جکے دھانی دھانی پیوں کی ٹنگ ریزی تم ڈھاتی تھی بیٹھے اور ع۔ بیٹھے ٹوگرے گرے تو ہوش، حسن اتفاق سے پیر مرد کا اُسی دم وہاں گذر ہوا۔ یہ ففس پر سوار چلے جا رہے تھے دُور سے دیکھا کوئی سفید پوش خانہ بدوش بیہوش پڑا ہوا ہے۔ جب قریب آئے تو کمارون کو حکم دیا کہ ففس لکھو۔ بسم اللہ لکھ لکھون نے ففس اتاری پیر مرد قریب جا کر چودہ گیتے ہیں آواز دارے! معاذ اللہ۔ یہ بیچارہ آزاد ہے۔ اے خوب ہوا ہم اس وقت آگے ورنہ انکا تو کام ہی تمام ہو جاتا۔ کمارون نے میان آزاد کو اٹھایا اور ففس پر لٹایا اور لے چلے۔ پیر مرد پیچھے پیچھے پیادہ پا جانے لگے کمارون نے جو قدم بڑھایا تو ہوا ہو گئے اور گھٹ سے ایوان سپہر تو امان میں تھے اتنے میں پیر مرد بھی کانکھے کو نکٹھے ہوئے اور آزاد کی نبض دیکھی تو سرعت پانی محل میں گئے حسن آرا

سے کہا کہ جلد پلنگ بچھو اسیان آزاد آئے ہیں۔ حسن آرا۔ بائیں! بائیں! پوڑھے میان ہوش کی دوا کرو تم تو اس وقت اپنے آپ سے گزر گئے ہو۔ اے واہ کہنے لگے آزاد آئے ہیں۔ پلنگ بچھو اویہ پلنگ کی کیا بات چیت ہے۔

سپہر آرا۔ دیکھ کر اچھے تو ہیں۔ پیر مرد۔ بیہوش پڑے ہیں خدایا خیر کرے۔ حسن آرا۔ ہاتھ مل کر، ہر یوہ کیا کہتے ہو پانوں تلے سے مٹی نکل گئی جی سننا لگا۔

سپہر آرا۔ دیکھو اس ہو کر کلیجہ دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ اُف۔ ایسی سٹانی اللہ ساتوین دشمن کو بھی نہ مٹائے۔ پیر مرد۔ کمارون ففس یہاں اٹھا لاؤ۔

کمارون نے ففس اٹھائی اور پلنگ کے پاس لگائی کئی آدمیوں نے مل کر میان آزاد کو پلنگ پر سٹا دیا۔ کمرے میں فقط حسن آرا اور سپہر آرا دل بہا رہے پیر مرد حسن آرا نے جو یہ کیفیت دیکھی تو سن سے جان نکل گئی۔ سپہر آرا کے گل زخا پر آنسو ہی آنسو نظر آتے تھے۔

دل بہار۔ بیوی اس سے کچھ نہ ہونے کا۔ دواور من کرو۔ دوڑ دو سو پ کرو حکیم جی کو بلاؤ تم سب کے توجہ سے ہاتھ پانوں چھول گئے۔ (پیر مرد سے) اوی جا کر حکیم صاحب کو بلا لاؤ۔

حسن آرا۔ حکیم جی کا یہاں کیا کام۔ اور یوں آپ چاہیں جسکو بلائیں۔

یار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج کہ اوی جلیب تو ہی کچھ تو کیا علاج۔ یہ لکھوہ خاتون نہ تھا آہستہ سے پلنگ پر جا بیٹھی اور سپہر آرا

<p>بجھتی ہیں۔ حسن آرا۔ یہی تھا بہت ہی تو بچہ ناز کون اٹھائے گا۔ چور و جفا کون سے گا۔ آزاد۔ اب کل روانگی کا غم ہے۔ کل اگر ٹک جانوں تو شریف نہیں۔ روم دروس میں اب کھلم کھلا چھڑنے والی ہے۔ حسن آرا۔ ہاں جیت تو اسی کی مقتضی ہے کہ جائے۔ اور ضرور جائے۔</p>	<p>چھوٹوں کی ہنسیا جھلنے لگی حسن آرا نے میان آزاد کا سر اپنے لافو پر رکھا۔ پیر مرد کسی کام کے لیے باہر چلے گئے۔ دل بہار دوسرے کمرے میں گئی حسن آرا نے فرط محبت سے میان آزاد کی نورانی پیشانی پر بڑے پیار سے بوسہ لیا۔ ہنوز جو بھی پیشانی کے پاس سے نہ ہٹی تھی کہ میان آزاد نے آنکھ کھولی اور کہا ایک اور حسن آرا کھل گئی سپر آرا ہنس پڑی۔ آزاد۔ مرے جنازے کو انکے کوچے میں ناحق احباب کے آئے</p>
<p>سپر آرا۔ جائے اور بخیر و عافیت والیں آئے۔ حسن آرا۔ بس فرقت مبارک۔ باو سلامت روے و باز آئی</p>	<p>نگاہ حسرت سے دیکھتے ہیں فرخ سے پر وہ اٹھا اٹھا کر سحر ہو نزدیک شب ہو آخر سے چلتے ہیں ہم مسافر جھینٹے ملنا وہ سب ہیں حاضر ہیں گدو کوئی صدا کر</p>
<p>اب ہلو ایک بات یاد دلانی لازم آئی وہ یہ کہ میان آزاد بیچ بچ بیمار نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ بیمار بن بیٹھے تھے وجہ یہ کہ انکو خوف تھا کہ مبادا اللہ رکھی کا آنا حسن آرا بھی کھل جائے تو بچہ قیامت ہی رہا ہو۔ لہذا انھوں نے یہ فکر کی کہ علیل ہو کر وہاں جائیں تاکہ حسن آرا انکی علالت دیکھ کر ترس کھائیں سوچے کہ پیر مرد فلان شکر کی طرف سے روز آئے میں لہذا حضرت آزاد موقع کو تاک کر ایک درخت کے نیچے لوٹ گئے کہ گویا جان ہی پرین آئی۔</p>	<p>حسن آرا کیوں بندہ پروریہ نگاری اخلا کی پناہ میری تو میری گت ہو گئی۔ سپر آرا۔ چلو بچہ گذشت۔ آزاد۔ ایک اور ایک اور بس۔ یہی درویش کی صدا ہے آج۔ حسن آرا۔ سائین اب پھر مانگیے بس وہ وقت اور ہی تھا اب۔ ہر روز عید نیست کہ حلو اور دسے +</p>
<p>حسن آرا۔ اب تو مزاج حضور کا اچھا ہے آخر نصیب طبعیت نامساں کیونکر ہو گئی آپ جاتے کہاں تھے۔</p>	<p>آزاد۔ میں نے کہا جو لئے کہ شب کو ہمیں رہو آنکھیں جھپکا کے بوئے کہ کس اعتبار پر</p>
<p>آزاد۔ آپ ہی کی قدم بوسی کو آتا تھا۔ اثنائے راہ میں جی گھبرانے لگا اور غش کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ درخت کے سایہ میں خدام نے بیٹھا تو بیہوش حسن اتفاق سے یہ بیچارے سنے ورنہ خدا جائے کیا گت ہوتی اوند کو کچھ اچھا کرنا منظور تھا۔ دن بھر اور رات بھر میان آزاد نے وہیں بسر کی اور ترکے</p>	<p>حسن آرا۔ آپ آخر میان تشریف کیوں لائے چھپائے نہیں صاف صاف بتائیے۔ آزاد۔ اب کہتی ہو کہ تم مری مغل میں آئے کیوں آتا تھا کون کوئی کسی کو بلانے کیوں کہتا ہوں صاف صاف کہو تو مری میں آئے کیوں آتا تھا کون کوئی کسی کو بلانے کیوں یہاں مارے تھا بہت کے جان لبوں پر لگئی۔ آپ مکر</p>

اٹھتے ہی تیاری سفر کی کہ اتنے میں میان خوچی لڑھکتے پڑھتے
پتہ پوچھتے ہوئے آن موجود ہوئے۔

خوچی۔ میان ہوت ذرا آزاد کو تو بلاؤ۔

دربان۔ کس سے کہتے ہو۔ آئے کہاں سے۔ جاؤ گے
کہاں۔ ہو کون۔

خوچی۔ میں! یہ تو کچھ تقریر یا سا معلوم ہوتا ہو۔ ابے
اطلاع کروے کہ خواجہ صاحب آئے ہیں۔

دربان۔ ہو بخیر۔ خواجہ صاحب! ہمیں توجہ لاپے سے معلوم
ہوتے ہو بھلے مانسون کی ایسی ہی صورت ہوا کرتی ہو۔

خوچی۔ اور نہیں تو بھیر کیسی صورت ہوا کرتی ہو۔
یہ تقریر میان آزاد نے سنی تو خوچی کو پردے کے پاس

بلا لیا۔

خوچی۔ اجی اک ذری آئینہ تو بھیج دینا۔ آئینہ بھیجے گا ذری
آزاد۔ یادداشت یہ آئینہ کیا ہوگا۔ بندگی نہ سلام نہ مزاج پڑی

نہ کچھ بات چیت۔ آتے ہی آئینہ یاد آیا۔ بندر کے ہاتھ میں
بھلا آئینہ کون دینے لگا۔

خوچی۔ اجی بھیجتے ہو یا دل لگی کرتے ہو۔ دربان سے ہم سے
چھوڑ پڑ گئی ہو۔ اس وقت۔ مردود کہتا ہو کہ تمھاری صورت

بھلے مانسون کی سی نہیں۔ اب کوئی اس گیدی خیر سے پوچھے
تو کہ بھیر کیا چار کی سی ہو یا باجی کی سی ذرا آئینہ بھیجے میں دیکھوں

تو مجھے خود شک ہو گیا۔

یہ فقرہ جو سنا تو حسن آزاد سپہ آرا کھل کھلا کر ہنس پڑیں اور
آزاد سے کہا کہ کون جان لگاؤ ہیں۔

آزاد۔ بھئی اگر سچ پوچھتے ہو تو صاف صاف یوں ہو کہ تمھاری
صورت سے ایک طرح کا باجی بن برسا ہو۔ خلا چاہے باجی

بنائے مگر باجی کی صورت نہ بنائے۔ مگر اب اسکا علاج کیا
خوچی۔ واہ اسکا کچھ علاج ہی نہیں آپ کے پاس ڈاکٹروں
نے مردے تک کے جلا لینے کا تو بندوبست کیا آپ فرماتے

ہیں کہ علاج ہی نہیں دیکھیے ہم بتا دینگے صورت ہی بدلتی ہو پھر
یہ کتنی بڑی بات ہو۔

آزاد۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اینڈ اینڈ علاج ہوا تو پھر ہی بگڑ جائے
اس سے تو باجی ہی بنا رہنا اچھا۔

خوچی۔ نہ صاحب باجی نہ نہیں گے۔ باجی بن کے جے تو کیا۔
آزاد۔ کل ہم روم جانے والے ہیں۔ چلتے ہو ساتھ۔

خوچی۔ نہ چلے اس پر بھی نصرت نہ لے چلے اس پر بھی (غم شک کی)
ہم خوش ہمارا خدا خوش۔

آزاد۔ مگر وہاں چاند نہ ملے گا۔ اتنا یاد رکھیے۔

خوچی۔ اجی انیم لیلی کہ وہ بھی نہ ملے گی۔ بس تو بھیر ہم
اپنے چاند نہ بنا لینگے۔ آپ ہماری فکر نہ کیجیے ہمیں ضرور۔

لے چلیے بالضرور لے چلیے۔

آزاد۔ حسن آرا۔ اب رخصت کا وقت قریب آتا جاتا ہو۔
اور کیجئے منہ کو آتا ہو کہ تم سے مفارقت ہوگی۔ لیکن جو اندرون کو

ان باتوں سے خوف کیا۔ زندگی شرط ہو خدانے چاہا تو پھر
ٹینگے اور جشن کریں گے اب ہمیں جانے دو۔

حسن آرا۔ (ٹپ ٹپ آںسو گرنے لگے)

سپہر آرا۔ رہیں سے چٹ کر کچھ تو منہ سے بولو۔ ہاں یہ
خاموشی کا کون موقع ہو جو مارے رنج مفارقت کے خاموش

ہو تو وہ بات ہی کیوں کرو جس سے دکھ ہو۔
حسن آرا۔ گال پر ہاتھ رکھ کر آف رچھرونے لگی۔

آزاد۔ آف دل بھرا آیا۔ مگر قدم پیچھے نہ پڑے گا۔ جاؤں اور

بچ کھیت جاؤں۔

سپہر آرا۔ ہائے اندر والا نہیں مانتا، سکو بھی تو سمجھاتے جاؤ
یہ کس کا ہو کر رہے گا۔

آزاد۔ ذرا تھوڑی دیر تک یہ بات ہی بھول جاؤ پھر میں ابھی
خوجی سے ذرا دو دو باتیں کر لوں۔

خصت ای زندان جنوں زخیر در کھڑ کا ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوار اٹھلا ہے

میان اُلاؤ کے مزاج میں وحشت تو جلی اور خفی تھی ہی اُن کو
ایک جگہ چین کمان سیما میں تو پھر بھی سکون ہے ان کی
طبیعت کو سکون نہیں اتنے دن یہاں رہے تو جی گھبرانے
انکا جھل کی دھن سمائی صحرائی یا کائی۔ اور سپر گرہ یہ ہوا کہ
انکی معشوقہ نقا حسن آرانے فرمائش کی کہ روم جائے
اور ترکوں کو رو سیون کی یورش سے بچائے ایک تو کڑوا
کر بیا دوسری نیب چڑھا پھر انکو فرار کیا۔ جب انھوں نے
دیکھا کہ خصت کا نام سنتے ہی سپہر آرا ابھی بے آب کی طرح
سڑنے لگی اور حسن آرا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ گیا
تو سوچے کہ مبادا انکی پریشانی اور اشک افشانی سے قدم
ٹوٹا جائے اور جانے کا نام زبان پر بھی نہ آئے اور خرابی
یہ کہ انکی حالت زار دیکھ کر نرسے خود کب جایا جاتا۔ سپہر آرا کو
اشفی دیتے یا حسن آرا کی تسلی کرتے آدمی تو ذکی الطبع اور
برق دم تھے ہی وہ تدبیر سوچی کہ جو کبھی پٹ ہی نہ پڑے
سیان خوجی سے انھوں نے صلاح لی کہ کیوں یار چراب
اسوقت کیا عداوت ہے آخر تم تو سن رسیدہ گرگ باران دیدہ
خفاٹ فقرہ باز آدمی ہو تم ہی کچھ سوچو۔ مگر وہ اسے دو کہ
سانپ مرے نہ لاشی ٹوٹے جاؤ اب تمھاری ہی راے

پر عمل کر گئے اس میں ہرچہ بادا بادا خوجی فحشی آدمی۔ ٹرکی کا نام
سنتے ہی ہکا بکا ہو گئے۔ ہاتھ پاؤں کا پنے لگے کہ خدا ہی خیر کرے
بھی ہم سمجھے تھے کہ دل لگی کرتے ہو یہ کیا معلوم تھا کہ بیچ بیچ
تنگ تو بڑا چڑھا کر بھاگا ہی چاہتے ہو میان تم لا کھو عالم
و فاضل سہی۔ پھر لڑکے ہی تو ہو۔ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن تو
پیدا بس آپ کی اور داعیہ یہ کہ ٹرکی جا کر رو سیون سے
لڑینگے۔ او تیری قدرت میان ہوش کی دوا کرو عقل کے
ناخن کو سو جی بھی ٹوکیا سو جی بے تکی۔ یہ خیال خام پختہ مغزی
کی دلیل نہیں ہے قبلہ ایک ذرا سی چنے کے برابر گولی پڑے گی
تو ٹائین سے مر جائے گا۔ آپ کو کبھی مورچے پر جانے کا پتہ
اتفاق نہیں ہوا۔ ارے میان خدا بھلے مانس کو نہ بچائے
غضب کا سامنا ہوتا ہو۔ وہ گولی پڑی یہ مر گیا۔ گھوڑے کی
پیشانی پر ججی دھم سے گرا۔ دائیں دائیں کی آواز بعد کی طرح
گو بختی ہو قریب سپاہی کھڑا ہو اور ایک دفعہ ہی لوٹ گیا۔ ٹوپ
کا گولہ آیا اور اٹھارہ آدمیوں کو گرا دیا گولہ چٹخا اور ہتھکڑے
اور ایک ٹکڑے نے دس دس آدمیوں کو دیکھتے ہی دیکھتے
اُڑا دیا گویا پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اور جو کمین تلوار چلنے لگی
تو اُن اوہ اہل سامنے نظر آتی ہو۔ بے موت جان جاتی ہو۔
کھٹا کھٹ تلوار چل رہی ہو اور ہزار ہا آدمی گرتے جاتے ہیں سوچی
وہاں جانا کچھ خالہ جی کا کھڑ تھوڑی ہو خدا کے بے ادھر کا قصد بھی
کمین نہ کرنا اور زندہ تو اپنے حساب جانوے کو کچھ کتابی اسے تو
ارے تو بہ خدا بھلے مانس کو جنگ کے میدان سجائے ہم ایک تریب
بتائیں آخر نشا تو تمھارا ہی ہے نہ کہ حسن آرا سے وصال ہو کر بھڑکا
اچھا منظور۔ اور اُن ہی کے کہنے سے آپ ٹرکی جاتے ہیں کیسے ہاں
خیر تو وہ کام کیوں نہ کیجیے کہ حسن آرا کو غور دیکھیں اور لا کمون ہوں

کہ جائے تو ہمارا ہی مردہ دیکھے۔ آپ وہاں جا کر بیٹھے اور ہم کو
 جوت کے پاس بٹھائیے اور جنگ کا ذکر چھڑیے پھر دیکھیں کسی
 لفظ کی کرتا ہوں کہ آپ کا بھی جی خوش ہو جائے جنگ کی
 مصیبتوں کو اس پر ایہ میں بیان کروں کہ دونوں ہتھکنک کا پ
 اٹھیں اور انکو یقین کامل ہو جائے کہ میان آزاد گئے اور
 انشا غفیل ہوئے اور میں صاف صاف کہہ دوں گا کہ بھائی آزاد
 ذرا اپنی تصویر تو کھینچو اور خراب جدائی کی گھڑی تو سر پر کھڑی
 ہو۔ دو تین مہینے میں سن لینگے کہ میان آزاد نے گولی کھائی اور
 دم توڑا۔ وائے جو کہیں یہ تقریر سن پائیں تو خشتک تھیں
 نہ جانے دین۔ اور جھپ سے شادی ہو جائے مزے سے
 چین کرو۔ اور ہمیں بھی نوکر رکھ لو۔ اور روم جانا بڑی ٹیڑھی
 کھیر ہو۔ فرض کیجئے کسی مورچے پر گولی لگی اور لوٹ گئے پھر
 حسن آرا سے کون ملیگا۔ تو یہ تو بہ۔

میان آزاد جب یہ داستان سن چکے تو بولے کہ بس اب
 آپ اور کچھ نہ فرمائیے گا۔ ٹرکی جاؤں اور پھر جاؤں۔ دن
 د ہار سے جاؤں ڈنکے کی چوٹ جاؤں۔ لاکھ میں جاؤں کر دو
 میں جاؤں باقی رہا نہ جینا یہ کسی کے اختیار کی بات تو نہیں
 مورچوں پر سے لاکھوں آدمی کو رہے آتے ہیں اور ہزاروں راہ
 چلتے چلتے لوٹ جاتے ہیں۔ اس میں کسی کا اجارہ نہیں حسن آرا
 ہم سے کہے کہ ٹرکی جاؤ اور ہم اغماض کر جائیں کیا مجال۔ اور
 پھر حسن آرا بیماری حسن آرا کو ایسا جل دین۔ اتنا بڑا جل دین
 کہ جسکو معشوق کیا اس سے یہ فریب۔ اینجا نب تو ہرگز گوارا
 نہ کریں گے چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔ آپ میان ظراف
 کے یہاں جائیے اور اسے کہیے کہ ہم بھی آتے ہیں آج ہی سفر
 کا غزم ہو سب سامان درست کر رکھیں ہم بہرے اور کھانا

کھایا اور لیے ہوئے۔ خوجی تو گرتے پڑتے چلے۔ مگر دو قدم جا کر
 پھر پلٹے۔ آزاد میان آزاد بھائی ایک بات سنئے جاؤ کیا ہکو
 بھی آپ کے ساتھ ہی جانا ہوگا۔ اگرے چلو تو خیر ہم بھی ہمراہ
 رکاب چلے ہی چلیں۔ لیکن واسطے خدا کے ذری صورت
 تو دکھاؤ۔ آزاد نے لکارا کہ دور ہو نا مقول یہاں اسوقت
 کچھ پر سانپ لوٹ رہا ہو خوجی پھر اٹھے پانوں بھاگے مگر
 دو چار قدم کے بعد پھر پلٹ پڑے میان آزاد میان آزاد
 ارے بھی آزاد ہوت ذرا سنئے جاؤ میان آزاد کی جان عذاب
 میں کہ لپچے دیوانے سے پالا پڑا بیٹے۔ کہو اب کیا یاد آیا۔ یار
 تم تے تو نا کون دم کر دیا خوجی بولے۔ استاد ایک بات
 جھول گئے تھے کھانا پکوا رکھیں ساتھ سے چلیے گا یا نہیں۔
 آزاد بہت ہی جھلٹا اور لکارا کہ کہا کہ نا مقول یہ بھی کوئی
 بوچھنے کی بات ہو بھلا۔ جواتی دور سے پلٹے جاؤ۔ ابکی پکارو گے
 تو گلا ہی گھونٹ ڈالوں گا۔ خوجی بھارے اپنا سامنے لے کرہ گئے
 اور بو قدے جانے لگے۔ ظراف کے گھر پر جو وہاں سے
 کوئی ڈیڑھ میل تھا سواتین گھنٹے میں پہنچے اور پہنچتے ہی غل
 مچانا شروع کیا کہ جلد تیاری کرو میان آزاد ابھی بھی جانو لے
 ہیں انھوں نے کہا کہ ایک پانچ سیر بیٹھے ٹکڑے اور سات سیر
 استعمالی چار سیر بلکہ اور تین سیر لے چاد ل کا پکاؤ اور دس سیر
 فیرونی اور دس ہی سیر کھیر اور کوئی جوہر سیر زرد۔ اور کوئی پانچ سیر
 مرئی اور بیٹھے اپار کی دوا چاریان یہ سب سامان جلد تیار ہو رہا
 وہ بھی خوجی کیون نہو کی بھی تو اپنے ہی مطلب کی۔ انیونی
 آدمی سب بیٹھے ہی بیٹھے چیرین بتائیں اور مڑھ یہ ہر کہ دس سیر
 اور پانچ سیر سے کوئی کم نہیں خیر میان ظراف کی بیوی تو کھانا
 پکانے میں طاق تھیں۔ اور گھر کی نوڈیاں بھی بڑی تھیں معنا

سببِ انتظام کر لیا اور ہاتھوں ہاتھ سامان ہوا۔

اب ادھر کا حال دیکھئے کہ میان آزاد نے دل بہار سے کہا کہ بوا چپکے سے ذری قلمدان کا غڈ تولے آنا۔ دل بہار چپکے سے آئین اور میان آزاد نے بیٹھ کر خط لکھا۔

میری پیاری حسن آرا بصد حسرت و سرت تم سے رخصت ہوتا ہوں حسرت اس سبب سے ہے کہ جدائی کی گھڑی ہے اور سرت یہ کہ اپنی پیاری حسن آرا کے حکم کی تعمیل کو جاتا ہوں میں اپنے دل کی کیفیت اسوقت ظاہر نہیں کر سکتا

بس میں جانتا ہوں یا میرا خدا میں روم جاتا ہوں اور اس غرض سے جاتا ہوں کہ وہاں سے سفر خرو ہو کر کون اور اس لائق ہوں کہ حسن آرا کے ہاتھ نکاح کر سکوں میں خوب جانتا ہوں

کہ ایسی شگفتہ جبین اور نازنین مہ پارہ پری چہرہ کے لیے کوئی حسین اور مشہور و معروف نوجوان شہزادہ چاہیئے مجھے کوئی

جانتا بھی نہیں کہ ہر کون مگر علم و فضل میں شرافت و نجابت میں حیثیت و مروت میں بانگ میں کشتی میں تقریر میں شریف و

سے بندہ کم نہیں۔ ہاں شہرت۔ وہ خدا نے چاہا اب حاصل ہوگی بہر کیف اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ اخباروں میں تم ہمارا حال پڑھو گی زندگی اور وفات کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے

اور جنگ و سردار۔ ایک گولی دیو کے بچے تک کو دم کے دم میں ہلاک کر ڈالتی ہو۔ اگر میں مر گیا تو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ تم کسی شریف زادے کے ساتھ ضرور نکاح کر لینا اگر تم۔

سوگ نشین ہوئیں تو یاد رکھنا کہ میری روح روئے گی اور اگر میں بچ نکلا تو پھر میرے سوا اور ہر کون میں ٹرکی میں وہ وہ کار نمایان کرونگا کہ میری بسالت کے چھڑے گڑ جائیں گے اور ساری خدائی میں میرا نام ہو گا یہ کچھ غور کی بات نہیں میں اپنے دکھ سچا

حال لکھتا ہوں اور قلم کو رحمان دل بناتا ہوں ہاں پیاری حسن آرا۔ مجھے دو باتوں کی دلی آرزو ہے ایک تو تم میری جدائی کا بے تکلف اور جب کبھی میرا خیال آئے تو اس مبارک گھڑی کو یاد کرنا جب میں ٹرکی سے فائز ہوا واپس آنکر تمہارے ساتھ ہجرون پر ہوا کھاؤں گا اور بیاہر جاؤنگا اور مرے سے دنناؤنگا واسطے خدا کے تم کٹھنا نہیں

نہیں ہاے اگر مجھے کوئی اتنی تسکین دے تو میں اور بھی خوش خوش جاؤں۔ دوسری بات یہ ہے کہ پیاری سہم آرا میری جگر گوشہ کو بھی گڑھنے نہ دینا ہے یہ وہ جب سننے لگا آزاد چل دیے تو رو کر

ڈھیر کرے گی۔ اور خدا جانے اس بیجاری کی کیا کیفیت ہو جائے گی آف۔ مفارقت کا صدمہ بہنا دل لگی نہیں ہے خدا عاشق و محشوق کو جدائی کا دن نہ دکھائے حسن و عشق کا جھگڑا بڑا ہی صعب ہوتا ہے

پیاری سہم آرا کو میں تمہارے سپرد کر کے جاتا ہوں۔ انکی خوب بھائی کرنا اور خوب سمجھانا کہ میان آزاد عنقریب ہی آنے والے ہیں۔

بس اب آئے داخل ہیں تیسری بات ایک اور یاد آئی۔ ذرا کان لگا کر سنئے دنیا میں طرح طرح کے آدمی ہیں مگر بد باطن بہت اور نیک کم۔ خدا کے لیے کسی کے لگانے بچھانے میں نہ جانا۔

اتنا کمنا ضرور یاد رکھنا اسوقت تو میں طومار کے طوار لکھ ڈالوں لیکن ہاتھ کا پتا ہی اور افسوس ہے کہ اسوقت گولا کھ ضبط کیا لیکن آنسو ٹپ ٹپ آنکھوں سے جاری ہو گئے پھر ساتھ ہی یہ بھی خوف ہے کہ

مبادا تم سن پائیہا سپہر آرا کے کان میں بھنک پڑے تو جانے نہ یاؤں تمہارے دل میں طرح طرح کے خیالات آئینگے اور تم فرض کر لو گی کہ اب آزاد کا واپس آنا محال ہے تم راتوں کو چونک چونک پڑو گی

کہ آزاد قتل تو نہیں ہوئے تھیں کھانے میں مزہ نہ آئے گا پانی بد ذائقہ معلوم ہو گا میری دلی تمنا تھی کہ رخصت کے قبل ایک دن ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاؤں اور پھر آرا کے ہاتھ سے

ہوئی اور کباب چھین چھین کر چکے چکے جاؤں مگر دل کی مل ہی
میں رہی خیر باز زندہ و صحبت باقی۔

اب اس خط کو تم چوم لوزندہ بچا تو ملو گا اور جو مر گیا تو اوداع
تمہارا پیارا آزاد۔

یہ خط لپ جھپ لکھ کر میان آزاد نے دل بہار کو دیا اور
کما دل بہار تجھے اپنے بچوں ہی کی قسم یہ خط حسن آرا کو
شام کے وقت دینا اور کہنا کہ میان آزاد ٹرکی گئے وہاں ہمارے
نئے آنکا دامن بکڑ لیا اور سمجھایا کہ میان یہ کیا غضب کرتے ہو
ہو رہے رخصت ہوئے جاؤ گے تو حسن آرا کا کیا حال ہو گا
سپرہ آرا قیامت بپا کر دے گی۔ گھر بھر میں کراہ مچے گا۔
پٹس بڑ جائے گی۔ منسی خوشی سے جاؤ نہ۔ امام ضامن تو
باندھنے دو۔

آزاد نے ہاتھ جوڑ کر گڑ گڑا کر کہا کہ بادل بہار تم کو اس
سے کیا مطلب جو کمون وہ کرو شام کو یہ خط اُن کو دیدینا۔
بس اب زیادہ کمونسٹو نہیں اُسے کہنا نہ میان مجھ سے یہ نہ ہو گا
میں نہ تمہیں جانے دوں گی نہ خط لوں گی اور نہ تمہارا دامن چھو دوں گی
اور جو تم نہ مانو گے تو غل مجا دوں گی۔ اور تم بدنام ہو جاؤ گے
اور نیچے پچھتاؤ گے۔ میان آزاد نے جیب سے پانچ روپیہ
نکالے اور دل بہار کو چپکے سے دے کر کہا کہ بس اب
جاؤ۔ یہ تمہارے چھوٹے لڑکے کے لیے ہے۔ مگر خبردار شام
کے پہلے نہ دینا۔

میان آزاد دیران سے چلنے کو چلے لیکن قدم نہیں اٹھتا
دل ہو کر اُٹھ چلا آتا ہے۔ آنکھیں نورانی خون نمی ہوئی ہیں۔
دو قدم جاتے ہیں اور نیچے پھر پھر کر دیکھتے ہیں پھر چلے پھر پھر
محل وہ نظر آتا ہے اسی کے نیچے اسوقت حسن آرا بیٹھی ہوئی۔

ہاے اب یہ ایوان کیوان نشان و اشد اعلم دیکھنے میں آگیا
بھی یا نہیں۔ کبھی جی چاہتا ہے کہ چل کر حسن آرا سے مل ہی
لین کبھی سوچتے ہیں کہ اب چلے سوچلے واپس جانا، امت
مردانہ کے خلاف ہے کبھی خیال آیا کہ پیر مرد سے تو رخصت
ہو میں۔ کبھی سوچے کہ سپرہ آرا کی صورت تو ذرا ایک نظر پھر کر
دیکھ لیں۔ کبھی و صم سے گر پڑے۔ کبھی بکچے کو تھام لیا۔ کبھی
آف آف کرنے لگے کبھی ہاے ہاے واے واے کا کلمہ
زبان پر جاری۔ کبھی جان عاسی کہ اتنی کیا کر دن دل
اور طرف جاتا ہے۔ بین اور طرف جاتا ہوں کس کس کو
سمجھاؤں خدایا اسوقت مدد سے تو بیڑا پار ہو ورنہ اب
غرقاب ہوے اور اب غرقاب ہوے۔ آخر کار خدا کر کے
میان ظراف کے گھر میں داخل ہو گئے۔ ظراف نے جوان کی
صورت پر نظر ڈالی تو پوچھا کہ میں! ارے میان تمہارا حال کیا
ہے۔ واہ تمہاری صورت دیکھنے سے ڈر معلوم ہوتا ہے
آف اوہ۔ جیسے کوئی برسوں کا بیمار ہو گیا ڈنکو آیا تھا کیا
بالکل مجرہ رہی ہو گئے تم تو واہ تو بہ تو بہ۔ زردی چہرے پر
چھائی ہو آنکھیں سرخ بیر ہوئی نئی ہوئیں۔

روم کے سفر کی تیاری

ظراف۔ کہے اب تو رخصت ہی ہو چکی۔

بہ سفر رفت مبارک باد! بہ سلامت روی و باز آئی

کھانا تیار ہو کہیے تو نکلوا یا جائے۔ بہن بھی نکلوا رکھی ہے۔

آزاد۔ کھانا تو ہم اسوقت نہ کھائیں گے۔ شہما نہیں

مطلق مجھوک نہیں۔

ظراف۔ این! کیا خوب۔ پھر اتنا کچا کیا کون۔ اچی دو

نوائے تو کھالو۔

آزاد۔ کیا اس نے مجھے توجہ سے کھٹی ڈکاریں آ رہی ہیں
یہ آپ سے کہا اس نے تھا کہ آپ کھانا بکوا دیے۔
ظراف۔ اور سنیے گا۔ کہا اس نے کی ایک ہی کمی۔ کہا آپ کے
خوجی نے اور کس نے۔ ہو تو میان خوجی۔ دس سیر فرنی
اور دس ہی سیر کھیر اور اٹھارہ سیر بیٹھے ٹکڑے اور خدا جانے
کیا الم علم بتائے گھر میں بڑے اہتمام مبلغ سے سب سامان
پیس کیا اب دو چار نوالے تو آپ کو ان کی خاطر سے
ضرور کھانے چاہئیں۔

آزاد۔ ملاحول، ولا قوتہ۔ خوجی بھی بس گرسنہ چشم ہی رہے۔
خوجی۔ لاحول کا ہے کی۔ آخر اس لاحول کے کیا معنی۔ آپ
نہ کھائے بندہ تو ڈٹ کے چکھ چکا۔
آزاد۔ کیا یہ کھانا کھا چکے۔

خوجی۔ جی نہیں تو کچھ آپ کی طرح بیوقوف ہوں۔ اور سب
بیٹھی بیٹھی خیرین بکوائیں۔ اور آج انیم بھی محمول سے زیادہ
پنی خوب چسکی لگائی اور مطمن برہتھے لگائے۔
آزاد۔ بس اب بھر بوریا بندھنا اٹھائیے چلے بسم اللہ کر کے
لے لیے پھندے۔

خوجی۔ قبلاب تو اس وقت یہ حال ہو کہ جیسے چوہے کو
کوئی پارہ بلا دے۔ چلنا چلانا معلوم۔ اب بندہ لوٹ مار لگا
اور سواری کیا ہو۔
ظراف۔ یکہ۔

خوجی۔ ارے غضب خدا کا۔ تو بندہ جا چکا کہے بر تو آج تک
کبھی سواری نہ ہوئے انجاناب اور کچھ کھانا کھا کر ارے تو بہ
مرہی جاؤنگا بھی۔ ذرا سا پانی بلانا۔ پارافمی تو بہت دیکھے
مگر بچ کنا ایسا بھی کوئی دیکھا جو پینک کا نام بھی نہ جانتا ہو۔

الغرض میان آزاد نے جھٹ بٹ کھانا کھایا اور اسباب
و حساب کس کر آمادہ سفر ہوئے۔ خوجی کو بھی ایک لات جمائی
کہ اٹھنا مقول! بس اب سونا دونا ہو چکا۔ تھر ویش ہرجان
در ویش لکھا اٹھے باہر جا کر دیکھتے ہیں تو ایک سمند گھوڑی پوری
دوسرا مریل لٹوٹو۔ پوچھا کہ یہ ڈگی گھوڑیا کس کے لیے آئی ہو
مگر یہ بیگوانا گھن کیا قدم باز اور بیک خیر ہو۔ آزاد سمجھ گئے کہ
ہمیں انوینا نا چاہتا ہر شان خدا۔ اچھری قدرت میان خوجی
بھی اتنے ہوئے۔ سمند گھوڑی ڈھائی سو روپیہ کی قیمت کی
اسکو آپ ڈگی بتاتے ہیں جس میں میری نظروں سے گرجائے
اور اس دہلے پتلے مریل ٹوکو بیگوانا گھن بتاتے ہیں آزاد
نے مسکرا کر کہا کہ پھر یہ بیگوانا گھن آپ ہی کو مبارک رہے
بندہ اس ڈگی ہی پر قناعت کر لگا آزاد میان ظراف کی بیوی
سے رخصت ہوئے۔ آداب بجالاتا ہوں۔ بجا بھی صاحبہ بھول
نہ جائے گا بھائی تو ایک بھو لکڑ آدمی ہیں۔ آپ نظر عنایت
رکھیے گا۔ آپ کے ہاتھ کا کھانا بھر نہ بھولو لگا۔ انھوں نے
بہت ہی افسوس کیا اور کہا کہ بھائی تمہارے سبب سے
دو گھڑی غم غلط ہوتا تھا اور تمہارے بھائی تو جیسے میں ویسے ہیں۔
ظراف ظراف جو لوگوں نے کنا شروع کیا تو سمجھ کہ ہم سے بڑھکر
کوئی ہو ہی نہیں۔ مگر خیر صلاح اچھا پھر اب منزل کھوئی ہوئی
ہو امام ضامن کو سو پناہ کرے جس طرح بیٹھے کھانے ہو اسی طرح
منہ بھی دکھاؤ آزاد نے کہا بندگی۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ میں
برس بھر کے اندر ہی اندر قدم بوسی حاصل کر ڈنگا۔ یہ کہ میان
آزاد باہر گئے اور ٹر سے گھوڑی کی پیچ پر تھے۔

اب نیسے کہ میان خوجی نے اپنے مریل ٹوکو جو دیکھا تو لگے
دو پیڑ بیٹھے۔ یار دودا سطر خدا کا ہمیں بچا تو بھی ہم ایسے جانے سے

خوجی۔ اب کیا روم تک بلبراس ٹٹو ہی رہ جاتا ہوگا۔
 آزاد بی اور زمین تو کیا۔ اور کیا آپ کے واسطے اڑن کھٹولا آئیگا۔
 خوجی۔ بندہ رخصت ہوتا ہی۔
 آزاد۔ بندہ گدا دیتا ہی۔
 خوجی۔ بھلا اس ٹٹو پر کون جائے گا۔

میان آزاد اور نکلے لنگوٹھے یا رسیان خوبی گھوڑوں کی
باگ اٹھائے چلے جاتے تھے۔ میان خوبی کی ٹٹوی بھی گرمائی
تو آزاد کی سمند گھوڑی سے دمن پانچ ہی قدم پیچھے رہنے لگی
چلتے چلتے شام کے وقت ایک گاؤں نظر آیا میان آزاد نے
کہا کہ یہیں بستر جماد آج یہاں پڑاؤ ہو کل دن سے لکھنؤ داخل
ہو جائینگے رات بھر وہاں رہے صبح تر کے گجر دم پھر چلے تو کوئی تین ہی جاہر
کو س گئے ہون گے کہ میان خوبی ارہر کے کھیت میں گئے اور
ٹٹوی کو راہ خدا پر چھوڑ دیا کہ جہاں جی چاہے آزادی سے چرے
ٹٹوی دیکھنے میں تو دو بلی بتلی تھی صورت حرام مگر انتہا کی شریر یہ تو
ارہر کے کھیت میں ہو رہے وہ سیدھی چلکے بوٹ کے کھیت میں
بہو پنچی اور لگی چرنے اتنے میں کسان نے جو دیکھا تو لٹھ لے کر
دوڑا اور لگا بُرا بھلا کہنے۔ اسکی جو رو بھی چمک کر لپکی اور کوسنا
شروع کیا کہ بلو بلور جائے۔ پلو یاکے کیڑے پڑیں ابھی ابھی پیٹ
بچھے۔ ڈارھی جار کی لباس (لاش) نکلے۔ اور کسان کا لیان
دین کہ ارے بوٹو کس سار کے آئے۔ سسر سر کے کھیت میں بیٹھا
میان خوبی جو باہر نکلے تو دیکھا کہ ٹٹوی بھاگی جاتی ہے اور پیچھے پیچھے
کسان کی جو زغل مچاتی ہے اور کسان لٹھ بے ہوئے چلاتا ہے

اُس نے گد سے لٹھ جھایا اور پھر تان کر دوسرا دیا اور پھر تیسرا اٹھانے
 ہی کو تھا کہ میان خوجی نے لکارا۔ اور گیدی ابے او گیدی۔
 خبردار اس حرکت ناشائستہ سے باز آ۔ ورنہ فردان ہر ایک
 بال باقی نہ رہے گا اور ضربت باپوش سے بوکھلا جائیگا وہ گنوا
 بلکہ اور گنوار کا لٹھ۔ عربی ترکی تو پڑھانہ تھا اسپہ جھلا کر جھپٹ پڑا
 اور اتنے لٹھ رسید کیے کہ ٹھوٹے کے پتھر پڑ گئے۔ میان خوجی میں
 ایک وصف تھا کہ بے سوچ سمجھے بے دیکھے بھلے لٹھ پڑتے
 تھے۔ چاہے اپنے سے دو گنا چو گنا ہو یہ جھپٹ ہی جائینگے۔
 غصہ کی یہ خاصیت ہو کہ جب آتا ہی مکرور پر۔ مگر میان خوجی کا
 غصہ بھی نرالا تھا انکو جب غصہ آتا تھا تو شہ زور پر۔ جو ان کو
 اٹھا کر پھینکے تو اٹھا رہ لٹھ کنیاں کھائیں جاہے کچھ مرنکھ جائے
 مگر یہ برزنا نہیں چھوڑتے۔

دوسرا وصف یہ تھا کہ پٹ پٹا کر جھار پونچھ کے اٹھ کھڑے
 ہوتے تھے مگر ممکن کیا کہ ذرا آفت کریں۔ وہی تیور۔ وہی خم دوم
 کسان نے اتنی بڑی گستاخی انکے حضور میں کی کہ ان کی ٹپٹی کو
 انکے سامنے اتنا مارا کہ اُسکا بھر کس ہی نکل گیا پھر بھلا اُن کو
 تاب کجا آقا بہ پھینکا اور تڑپے دوڑ کر کسان سے گتھ گئے
 وہ گنوار آدمی اور اتھا کا کرارا۔ یہ منحنی و بے پتے مسین آدمی
 ہوا کہ جھوٹے میں اڑ جائیں اُس نے اُنکی گردن دبوچی اور گد سے
 زمین پر پھینکا پھر پھٹنے کی کوشش کی تو کسان کی جورو اُن سے
 جھٹ گئی اور لگی ہاتھ پائی ہونے۔ اُس نے ایک گھونسا جھایا اور انکے
 پٹے پکڑ کر پھینکا تو چاروں شانے جت۔ دو پتھر رسید کیے ایک
 اوھر ایک اُدھر اور کسان کھڑا ہنس رہا ہو کہ مہارو سے جیت
 پاوت نازیں یو مسٹون سے کا لڑیے لے بھلا۔ کسان کی
 جورو تو ٹھونک ٹھانک اور پٹ پٹ پاٹ کر چلی آپ نے

اُپکارنا شروع کر دیا۔ قسم بابا جان کی جو کہ میں مجھرا پاس ہوتا تو ان
 دونوں کی لاش اسوقت کچھڑکی ہوتی۔ وہ تو کیے خدا کو اچھا
 کرنا منظور تھا کہ میں اپنے زعم میں آپ آ رہا ورنہ اتنی قزولیان
 بھونکتا کہ عمر بھر باؤ کرتے۔ ہات ترے کی نابکار عین کھڑا تو رہ
 او گیدی دوزخی اسپر گاٹون والون نے خوب قہقہہ اُڑایا۔ اور
 اتنا بنایا کہ میان خوجی جھلا کر سب کو گالیان دینے لگے۔
 او گیدی تم سب پر مین بھاری ہوں برسے برسے کے پٹ صا کر دوں
 وہ تو کیے مجھری ہوئی اس سے خیریت ہو۔ ایک پوچھا کہ کیوں میان
 صاحب مجھری ہوتی تو کیا بھونک کر مر جاتے یا اپنے پیٹ میں لگاتے
 آخر نتیجہ کیا ہوتا۔ اسپر میان خوجی ادبھی آگ بھجھو کا ہو گئے۔

میان آزاد کوئی دو گولی کے پٹے پر نکل گئے تھے جب خوجی کو
 ساتھ نہ دیکھا تو حیرت ہوئی کہ این ایہ کمان رہ گئے بھئی ایک مسافر
 سے پوچھا کہ کیوں جی تیجھے کوئی شخص ٹپو پر سوار آتا دیکھا اُس نے
 کہا جی ہاں ایک کسان سے لڑائی ہو رہی تھی اور اُسکی جورو نے
 اُسکو خوب مارا اب وہ کھیت میں پڑے قزولی دھونڈھ رہے ہیں
 اور کہتے ہیں کہ قزولی ہوتی تو مار ہی ڈالتا۔

میان آزاد نے گھوڑی پھیری اور دم کے دم میں ہوا ہو گئے
 تو کھٹ سے اس کھیت میں داخل۔

آزاد۔ ارے میان خوجی خیریت تو ہو۔ آخر یہ ماجرا کیا ہو یہ بیان
 کھیت میں پڑے رہنے کا سبب کیا۔ چلو اٹھو گرد جھاڑو آخسر
 کب تک پڑے رہو گے بھلا۔

خوجی۔ قزولی نہ ہوئی پاس ورنہ اسوقت دولاشین یہاں
 پھڑکتی ہوئی دیکھتے۔

آزاد۔ اچی وہ توجب دیکھتے تب دیکھتے۔ بالفعل تو تھاری
 لوتھو دیکھ رہے ہیں۔

پھر تو تھمبہ کو کے اٹھایا اور گھوڑی پر سوار کر لیا چلے تو گھوڑی
دوڑتک میان آزاد کا ساتھ رہا بعد ازاں کوئی ایک کھیت کا
فاصلہ ہو گیا۔ غوجی سے ایک بٹھان نے پوچھا کہ کیوں شیخ جی آپ
کمان رہتے ہیں۔ حضرت نے اُردو لکھانہ تاؤ جھٹ سے ایک
کوڑا چکھایا اور کہا کہ اب ہم شیخ نہیں خواجہ ہیں۔ وہ شخص غصے
سے آگ بھجھو کا ہو گیا اور ٹانگ بکڑ کر گھسیٹا تو غوجی کھٹ سے
زمین پر جا ہا کہ انکو کلا گھونٹ کے مار ڈالے مگر رحم آیا اور چھوڑ دیا
کہ صفت کا خون کون اپنی گردن پرے۔ اب انکی سنیے کہ مٹھی پر
سے گر کر جا رہا دن شلنے چت پڑے ہیں۔ آزاد نے جو تیجے پھر کر
دیکھا تو مٹھی پودھی چلی آتی ہو مگر غوجی ندارد سمجھے کہ دل میں کچھ
کا لالہ لپیٹے کہ دیکھیں اب کیا واقعہ ہوا۔ غوجی مٹھی پر سے
گر کر حسب معمول غل چالنے لگے کہ نہ ہوئی قرولی ورنہ اتنی قرولیاں
بھونکتا کہ یاد ہی کرتا مگر آزاد گھوڑی کوڑا کرتے اُنکے گلے چاڑھے
تو دیکھا کہ پھری طرح زمین پر پڑے ہوئے قرولی کی جستجو میں ہیں۔
آزاد مایہ نیکار شرم نہیں آتی سکرور مار کھانے کی نشانی بدن
میں سکت نہیں تو پھر کٹے کیوں مرتے ہو صفت میں جو تیمان
کھانا کون جو انردی ہو۔

غوجی۔ وادھ آزاد جو قرولی کمین پاس ہو تو بدن ہی چھلنی
کر ڈالوں دم تو لینے نہ دوں۔ مگر چلیے بچہ گذشت۔ ورنہ اسوقت
اس گیدی کی تجیز و تکلفین کی فکر پڑتی۔

آزاد۔ جلو اب اٹھو اٹھو گے بھی یا پرسوں تک یہاں ہی
پڑے رہو گے یا تم نے تو اچھا ناک میں دم کر دیا۔ اب یار
اسی کے ہو رہے کہ تم کو دھو دھو مٹھنے نکلیں۔

غوجی۔ ا جی ہم نہ اٹھیں گے تاؤ تیکہ قرولی نہ لاؤ و بس اب
بنا قرولی کے نہ بنے گی۔

آزاد۔ دھب لگا کر بس اب بیہودہ نہ کیو۔ اٹھو ورنہ ایک
لات بھی جاؤ لگا۔

الغرض میان آزاد اور میان غوجی پھر راہ راہ چلے۔
میان آزاد آج کچھ تھکے بہت ہیں۔ وادھ اعلم کیا سبب ہوا
طبیعت ہی تو ہے میان غوجی چاندو پنبہ گپ اڑنے خوشامد
کرنے کے عادی۔ لکھو یہ تاب کمان کہ منزلوں ٹھو پر جائیں۔
سفر کی صعوبت کون سے۔ دو دن جو منزلوں چلنا پڑا تو بول گئے
اور پٹے اتنا کہ پھر کس نکل گیا۔ بند بند درو کر تا ہے عضو عضو۔
لوٹ رہا ہے۔ میان آزاد اور غوجی دونوں باتیں کرتے ہوئے
پوقدے جا رہے ہیں۔

آزاد ملج طبیعت از بس علیل ہو۔ انتہا کی بے لطف۔
غوجی۔ یہاں جو طر جوڑ میں درو ہو اور تو خیر لڑائی ہوئی ہو مگر
اس کسان کی سٹنڈی عورت نے تو وادھ کچھ مہی نکال ڈالا
اُنکے کس بچہ کے ہاتھ بانوں میں۔ مگر قسم ہو خدا سے پاک کی
جو بھی کمین پھری یا قرولی پاس ہوتی تو غضب ہی بپا
ہو جاتا ایک کو تو جیتا چھوڑتا نہیں۔

آزاد۔ خدا گئے کو بچے نہیں دیتا قرولی کی آپکو عیشہ ہی
تلاش رہی مگر جب آئے پٹ ہی کے آئے جوتیان ہی کھائیں
لیکن برننا نہ چھوڑا بس انتہا کی بھائی ہو۔ مرد خدا ذرا تو دل میں
شرابے شرمی بھی تو کتنی کچھ ٹھکانا ہر خیرہ دکھڑا کوئی کمان تک
روئے۔ یہ تو بتاؤ کہ آخرا ہم کرم کیا طبیعت از بس
بے لطف ہو اور جی متلاتا ہڈا لگی ہو۔ اور بند بند ٹوٹ رہا ہو
انکھیں بھی جلتی ہیں۔ اور قلب کی کیفیت ناگفتہ بہ۔

غوجی۔ پیش خمیہ آگیا استاد بس آگیا اب حضرت بھی کوئی
دم کے دم میں دن سے دھو دھو کھینکے۔

آزاد کیا۔ اپیش خمیر کیا اور حضرت کون مین کچھ سمجھا دجھا
نمین ذرا بتاؤ تو۔

خوجی۔ ابھی صاحبزادے مین نہ آپ۔ اجی آئے کون بخار
تپ۔ احتراق۔ التہاب۔ اور پیش خمیر ہی اعضا شکنی۔

آنکھوں کی سوزش کیلئے کی دھڑکن ہے۔ اسوقت گھوڑے پر
سوار ہو کر منزل چلنا از بس مضر ہو تم ابھی صاحبزادے ہو۔

یہ کیا جانو ہم خراٹ ہو گئے ہیں۔ اب آپ گھوڑے پر سے
اتر پڑیے اور کسی گائون مین چل کر لیٹ رہیے ورنہ طبیعت

اور بھی بے لطف ہو جائے گی۔ اب کنا مانے عارضہ کوئی
خالہ جی کا گھر نہیں ہے یہ بھی کوئی ہنسی ٹھٹھا مقرر کیا ہے آپ نے کیا

آزاد بچہ بھی اتر کمان پڑوں جب کوئی گائون نظر بھی آوے
یا راب طبیعت مین انتشار اور بھی بڑھتا جاتا ہو اور ناکون دم

اگیا ہے۔ اُن۔ بدن بھر پھونک دیا۔
خوجی۔ بخار اگیا سوز لکھوڑی کو روک لیجئے گا۔ دہلی پر سے

اتر کر ذرا ہاتھ لائیے۔ نبض تو دیکھوں۔ اُن اوہ۔ بڑی
حرارت ہو ماتھا جل رہا ہے۔ مگر یا نون بالکل سرد ہیں۔

خدا کرے کوئی گائون ملے تو وہاں ہم اور آپ اتر پڑیں۔
لاحول ولا قوۃ۔ اس چیل میدان مین بخار کا آنا کیا ستم کی بات

ہے۔ اب اگر اتر پڑیے تو ٹھیکے کمان اور نہ اترے تو گھوڑی پر
سوار ہو کر منزل بمنزل جانا بھی غضب کا سامنا ہو۔ مگر خیر۔

سنگ آمد و سخت آمد قدر درویش بر جان درویش جسطح جلد
مکن ہو جھٹ پٹ چلی ہی چلی ورنہ بڑی دقت ہوگی اتنا کی پریشانی تو

آزاد یہ تو رآئے گئے دھوڑی روک کر مین تو اب اتر پڑا ہوں
حضرت اُن قلب کی عجب ہی کیفیت ہے۔ کمان جاؤن

کس سے کہوں۔

خوجی۔ ذرا صبر کیجئے۔ اب اسوقت بچہ اسکے اور کیا چاہہ ہو کہ
کھین چل کر آرام کیجئے۔ اور کچھ دوا در مین ہو۔ یہاں میدان مین

تو کچھ خاک نہیں ہو سکتا۔
آزاد۔ کسی سے بڑھتیے تو کہ گائون کتنی دور ہے خدا کرے

پاس ہو۔ ورنہ مین یہاں ہی گر پڑو گنا اور قبر بھی یہاں ہی۔
بنے گی خیر یا قسمت یا نصیب۔

خوجی۔ ہا کین بھی ذرا تو استقلال لازم ہے آدمی کو اتنا کوئی
گھر تباہ ہو۔ اور آپ تو فہمیدہ سنجیدہ ہیں۔ قبلیسی اور ترست کے

کیا معنی معقول! (ایک مسافر سے) کیون میان مسافر یہاں سے
بستی کتنی دور ہے۔ کوئی گائون بھی راستے مین پڑتا ہی یا نہیں۔

مسافر۔ یہاں سے! یہاں سے کوئی دیکھیے وہ کوئی ڈیڑھ کوس
بلکن کوس بھر پر ایک گائون ہے۔ کولا سوہ سلنے باغ شو جھتا

ہو ان درختوں کی آڑ مین سامنے سیدھر پر۔
خوجی۔ لو بھی مار لیا ہے۔ کوس بھر پر بستی ہو بس کچا کوس

اک ذرا دل کو ڈھارس دیجئے اور آپ گھبراتے کیون ہیں۔
آزاد۔ اور سنیے کہنے لگے آپ گھبراتے کیون ہیں میرا تو برا حال

ہو۔ یہ بوجھتے ہیں کہ گھبراتے کیون ہو گھبرائیں نہ تو کہیں کیا دل
بیقرار ہے۔ ہم تو لاکھ جاپتے ہیں صبر کریں مگر جب دل بھی مانے

طبیعت کا تو کچھ عجب حال ہے۔ اُن۔ واللہ بھنکا جاتا ہوں اور
بدن سے شعلے نکل رہے ہیں یا خدا کس مصیبت مین پڑ گیا کہ جی

ٹھکانے نہیں مگر قدر درویش بر جان درویش جس طرح ہو جتنا ضرور
چاہیے۔ وہاں تک پہنچ جاؤن کسی طرح سے۔ بس پھر سمجھا

جائے گا۔ ذرا کر تو سیدھی کروں۔
خوجی۔ جولو خدا کا نام لے کر اب سامنے ہی ہے۔ اور جو کنا مانو

تو ذرا گھوڑی کو تیر کر دو دم کے دم مین داخل نہ ہو جاؤ تو سہی

اک ذرا کھڑا دو بیس بھر منے سے لیٹنا۔
 آندے سمند گھوڑی کو ذرا تیر کیا تو وہ اڑ گئی۔ یہ جاوہر
 میان خوجی نے بھی کوڑے پر کوڑا جمانا شروع کیا۔ شراب
 ٹخ ٹخ ٹخ ٹیوی بھی بے دم ہو چلی مگر پھر لہو ٹیوی ہی تو تھی
 کمان تک جاتی۔ وہ بھی گھوڑی کوئی چار سو روپیہ کی اور پھر جان
 یہ پڑھیا۔ لاکھ دوڑی لیکن وہ ہوا ہی ہو گئی میان خوجی نے
 جھلکا کر جو ایک اڑوی تو ٹیوی بگڑ گئی ہوئی اور جھپٹی تو میان
 خوجی بھل نہ سکے ران کا جتنا مشکل ہو گیا اور دھڑکنے میں
 آ رہے تو بڑے ہی خفا۔ کہ بات تری ٹیوی کی دم میں رسا
 نہ ہوئی قردلی اس وقت پاس ورنہ اتنی چھو نکتا کہ بلبلانے لگتی
 اتنے میں ٹیوی نے چاہا کہ سپاٹو کی ہوا کھائے تب تو حضرت
 نے لکارا کہ او گیدی۔ او گیدی۔ سنبھل میں آن پہونچا سوچے
 کلا کر آج بھی شرک پر لیٹا رہا تو آزاد واپس آنے سے رہے۔
 اٹھ کھڑے ہوئے اور اٹھتے ہی ٹیوی کو پکڑا اور دل کر چلے تو پیچھے
 دو چار ٹھٹھول دل لگی باز آدمیوں نے تالیاں بجائیں اور کمانا
 شروع کیا کہ لدا ہو۔ لدا ہو۔ لینا۔ لینا۔ جانے نہ پائے خوجی
 بددماغ ہو گئے اور لکار کر کہنے لگے کہ او گیدی ابھی قردلی ہاتھ
 میں ہوتی تو پرے کے پرے صاف کر دیے ہوتے۔ گستاخ۔
 نامعقول بے ادب ان لوگوں نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ میان بگڑتے
 کیوں ہو۔ کہو تو تم اور تمھاری ٹیوی دونوں کو اٹھا کر پہونچا دیں۔
 خوجی کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا خون کیوتر کی سی مڑھ ہو گئیں
 کہنے لگے کہ ٹیوی یہ ٹیوی کیسی عراقی نہیں کہتے ہٹو سامنے
 سے نہیں ہٹو جاتا ہوں۔ واہ مجھے بھی کوئی ایسا ویسا کچھ
 ہو نہیں جانتے ہیں سپاہی آدمی ہوں۔ شاہی سن دودو
 ولایتیان کر سے لگی رہتی تھیں۔ اب لاکھ کمزور ہو گیا ہوں

تو کیا لیکن اب بھی تم سے بچاس سے اچھا ہوں۔ لوگوں نے
 خوب قہقہے اڑائے جی ہاں بیروم شمشیر۔ آپ ایسے ہی
 جو آخر دین ایسے جیوٹ کے آدمی ہوتے کمان ہیں۔ واہ پهلوان
 اور آپ کے تو ڈنڈیل کے دیتے ہیں کہ آپ سپاہی اور پهلوان
 ہیں۔ لا حول ولا قوۃ لا حول کا کنا تھا کہ میان خوجی اور
 اور بھی بگڑے۔ لا حول! یہ لا حول کیا آخر یہ لا حول کے معنی کیا
 اب میں اترون پھر۔ اون۔ یاران سہیل نے کمانا صاحب
 ایسا غضب بھی نہ کیجئے گا۔ کہیں مار ڈالے ان کر تو اور بھی تم
 ہو جائے۔ آپ ٹھہرے پهلوان اور اسپر طرہ یہ کہ سپاہی آدمی۔
 الغرض میان خوجی گرتے پڑتے ہوئے تو کیا دیکھے ہیں۔
 کہ میان آزاد گھوڑی پر کھڑے ہیں اور سامنے سر کا دروازہ ہو
 لیکن چہرے سے ایک فحش لال پایا جاتا ہو اور انتہا کی وحشت
 برستی ہو ٹیوی پر سے اتر کر میان خوجی نے پوچھا کہ۔
 خوجی۔ آئیے سر میں تشریف لائیے۔

آزاد بھائی تم جا کر کوٹھری دوٹھری تو پھر او میں ابھی آیا کچھ
 دیر تھوڑا ہی لگے کی لیکن کوٹھری صاف ہو اور بھٹیاری۔
 بڑھیا جس میں کام اچھا کرے اور بڑے نہیں میں اب تمہا
 ضیف ہو گیا ہوں۔ نانا اٹھانے کی طاقت کجا۔

خوجی سر میں جا کر کوٹھریاں دیکھنے لگے۔ سر ابھر میں چکر لگائے
 لیکن کوئی کوٹھری پسند نہیں آئی بھٹیاریاں پکار رہی ہیں
 کہ میان مسافر ادھر ادھر۔ دیکھو خاصی صاف ستھری
 کوٹھری ہو۔ ٹو باندھنے کی جگہ الگ اتنا کنا تھا کہ میان
 خوجی آگ ہو گئے۔ ٹیوی پھر کر کہا کہ کیا ابھر تو کمانا۔
 ٹیوی اہشت۔ یہ پیکو کا ٹانگھن ہو۔ ایک بھٹیاری
 نے چک کر کہا کہ میان ادھر آؤ۔ پیکو کے ٹانگھن کو ادھر

باندھو۔ دوسری مسکرا کر بولی اسے پیگہ کاٹنا گھن ہو یا خراسان کا
گدھا ادھر آؤ تو یہ جھلانے لگے اور جب اُن سب نے ملکر
خوب بنایا تو پھری اور فردی کی حضرت کو تلاش ہوئی۔ سپر
سرا بھر کی بھٹیاریاں تالیاں بجا بجا کر بنانے لگیں تب تو
میان خوجی چکرائے کہ تو یہی بھلی۔ اتنے دن ہوئے کہ ٹھوٹی کو
آنکھوں نے وہاں سے خیر کیا۔ اور سر کے باہر نکل آئے۔ باہر
جو آئے تو آزاد نے پوچھا کہ کوجگہ ہوئی تو آپ فرماتے کیا تین
کہ نہ بھی چلو آگے کے گاؤں میں رہینگے یہاں سب کے سب شریں
آزاد۔ اس کے بخت وہ شریہ ہوں یا نیکی اس سے کیا واسطہ
یہاں جان پرین آئی ہو۔ آپ کو دل لگی ہاتھ آئی ہو۔ واسطے
خدا کے کوئی کوٹھری تجویز دو۔ یا تم بڑو اپنی ایسی تہی میں۔ میں
خود جاتا ہوں۔ یہ کمکر میان آزاد لے گھوڑی کو تیز کیا اور بات
کرتے سر میں داخل ہوئے۔ ادھر ادھر گھوم گھام کر ایک
کوٹھری تجویزی اور اتر پڑے میان خوجی نے بھی ٹھوٹی سے
زمین پوش اتارا اور بستر جمایا۔ اب منیجے کہ سائیس پیچھے رہ گئے
تھے میان خوجی کو اپنے ہی ہاتھ سے سب کچھ کرنا پڑا۔ لیڈ بھی
اٹھائی اور گھوڑیاں بھی باندھیں اور گھانٹ بھی خرید لائے
اور کھریا بھی کیا۔ سہرا لے سمجھے کہ یہ سائیس ہے۔
بھٹیاریا۔ اس سائیس بھٹیاریا کو ادھر باندھو۔
خوجی۔ در گردن پھر کر کس سے کہتا ہے بے سائیس کو
بھٹیاریا۔ پھر اور سو کون۔
بھٹیاریا۔ اے تو تنکے کیوں ہو میان۔ سائیس نہیں گرا سٹ
سہی۔ چرکے سہی۔
آزاد۔ یہ کیا بیہودہ تقریر ہے۔ یہ ہمارے دوست ہیں
یا سائیس۔

بھٹیاریا۔ سچ دوست ہیں صورت تو بھلے مانسوں کی نہیں
خوجی۔ آزاد۔ باراک ذرا آئینہ تو نکال دینا۔ نہیں اٹھ گئی
آدمی کہ چکے ہیں مجھے کئی بار اپنے شریف ہونے کا خود شک ہو گیا
آج میں ضرور دیکھوں گا۔ بال ضرور دیکھوں گا۔ آخر یہ وجہ کیا
کہ جو کہتا ہو یہی کہتا ہو۔
آزاد۔ چلو وہاں نہ بکو۔ اُن میرا تو بڑا حال ہو بھی۔
بھٹیاریا نے چار پائی بچادی اور میان آزاد لیے تو بخار
کی وہ شدت کہ الامان آنکھیں جل رہی ہیں اور بے چینی اور
ببقاری بڑھتی جاتی ہو۔
خوجی۔ اب طبیعت کیسی ہو۔
آزاد۔ مر رہا ہوں۔
خوجی۔ الحمد للہ۔
آزاد۔ خدا کی مارتھیر دل لگی کا بھی کیا بھونڈا وقت ہاتھ
آیا ہو۔ جی چاہتا ہو اس وقت نہ کھالوں۔
خوجی۔ نوش جان اور اُس میں تھوڑی سنگھیا بھی ملائیے گا۔
آزاد۔ مر بخت۔
خوجی۔ اب بوڑھا ہوا مروں کس پر۔ مرنے کے دن تو لد گئے
اب تم ذرا سونے کا خیال کرو۔ دو چار گھڑی سو رہو تو طبیعت
ہلکی ہو جائے اور یہ انتشار کی کیفیت بھی نہ رہے تو نہ بات۔
آزاد۔ جو کہو۔
بھٹیاریا۔ میان کیسے ہو۔
آزاد۔ کیا بتائیں بی کیسے ہیں مر رہے ہیں۔
بھٹیاریا۔ کس پر۔
آزاد۔ تم پر۔
بھٹیاریا۔ علی کی سنوار۔

آزاد کس پر۔
بھٹیاری۔ (خوجی کی طرف اشارہ کر کے) اپر۔
خوجی۔ افسوس نہ ہوئی قردلی اسوقت۔
آزاد۔ ہوتی تو کیا کرتے۔
خوجی۔ بھونک لیتے اپنے پیٹ میں۔

بھٹیاری۔ ایسے حیا دار ہوتے تو اتنے بڑے نہ ہونے پاتے
آزاد۔ آب خنجر کی جنگو ضرورت ہوتی ہے وہ چلو بھریانی ہی میں
دوب مرتے ہیں آف بھی کچھ تو علاج کرو۔

بھٹیاری۔ ایک حکیم یہاں رہتے ہیں سکولپک کے بلا لاؤن
آزاد۔ جاؤ۔ احسان ہوگا۔ میں اسوقت مارے بخار کے
پھٹک رہا ہوں بی بھٹیاری جا کر بلا لائیں میان آزاد دیکھتے
ہیں تو عجب قطع کے آدمی۔ دھوٹی لگائے میزرائی پہنے
اور وہ بھی گاڑھے کی بند کھلے ہوئے۔ چہرے سے وحشت
برس رہی ہے۔ آدمیت جھوٹی نہیں گئی معقول اچھے حکیم ہیں
ایسے طیب دیکھے نہ مئے۔

آزاد۔ حکیم صاحب آداب۔
حکیم۔ ناہین دہواؤ نہیں بخار میں دابے نکسان (نقصان) ہے
آزاد۔ (دل میں) معقول الباقی ظاہر ہے۔ ہم کتے ہیں آداب
وہ کتے ہیں دہواؤ نہیں۔ آپ کا اسم شریف ہے۔
حکیم۔ ہمارا اسم سروپ۔ دانگلو۔

آزاد۔ رہنس کر بہت ہی خاصے۔ دانگلو۔ یا جانگلو۔
خوجی۔ پیچ نمیداند فمیدی برادر۔ این گیدی پیچ نمیداند
باشہ کراقر قردلی بدست مابودی سرش از تن جدا کردی
و مثل بھٹا اڑدیتا۔

آزاد۔ چلیے بس بہت فارسی کی ٹانگ نہ توڑیے معلوم ہے

آپ بڑے محقق طوسی ہیں۔

حکیم۔ نکھا لکھوں۔

آزاد۔ آپ نسخہ دیکھ رہے ہیں دین پس یہاں سے کثرت
لے جائیں۔

حکیم۔ بخار میں بکت ہیں۔ چاند کے پٹے تنک تنک کتر ڈالو
آزاد۔ کیا۔

خوجی۔ کچھ بید صا تو نہیں ہوا ہے۔ نہ ہوئی قردلی ورنہ تو نہ پیر
رکھ دیتا۔ پٹے کتر ناکسا۔ کیا کچھ پاگل ہیں یہ۔ جانا معقول۔

حکیم۔ بھائی! ہم سے انکا علاج نہو سکے۔ اب یاک (ایک)
ہو تو علاج کریں۔ یہاں یو پاگل کو ہے۔ یو بھکا الٹی کا پلو بکت
ہے سسر۔

خوجی نے جھلا کر انکو اٹھا دیا اور یہ نسخہ لکھا۔

ہوا اشانی۔ آلو بخارا ستر ہندی۔ عرق گاؤز بان۔ شب
در آب صاف خیسانیدہ صبح مالیدہ صاف نمودہ بنوشند۔

اس نسخے کو میان خوجی نے پٹاری کی دکان پر بچھا۔ اور
بندہ کر انکس اور خوجی نے انکو بھگو دیا۔ آزاد نے کہا ذرا ہم بھی
نسخہ دیکھیں۔ دیکھا تو بد دماغ ہو گئے۔

آزاد۔ شب در آب صاف خیسانیدہ صبح مالیدہ صاف نمودہ
بنوشند معقول رات بھر میں تو اپنا کام تمام ہی ہو جائیگا صبح

تک بیجے گا کون۔ اچی اسوقت پلاؤ۔ اسی دم۔ جب جانیں
کہ ہاں آرام ہوا۔ کل تک زندہ رہنا محال یہاں جان کے

لالے پڑے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ صبح مالیدہ صاف نمودہ
بنوشند۔

خوجی۔ بھرا بل اسوقت بندہ کچھ نہ دینے کا۔ ہرگز نہ دوں گا و اللہ
ہاں ایک بات ہے۔ انکو کا پانی پیجیے پانچ دانے بھگوئے دیتا ہوں

جب مانگو آب زلال دون پس کافی ہو۔

آزاد۔ خیر یون ہی سہی مگر بار۔ اُن چھونک دیا چھونک دیا۔
آخر یہ ہوا کیا کچھ سمجھ میں آنا ہی نہیں۔ اور جھوک کے مارے
اور بھی جان عذاب میں ہو۔

خوجی۔ کھانا اسوقت کجا۔

آزاد۔ واہ کھانا ندارد ہو تو بندہ آپ تک کو چٹ کر جائے
اس بھروسے بھی نہ رہیے گا۔

خوجی۔ واللہ ایک دانہ بھی آپ کے پیٹ میں گیا اور آپ
برس بھر تک یون ہی پڑے رہے۔ کھانا اسوقت تم کا اندر لگا
لاحول ولا قوۃ کھانا؟ اُن نام نہ تو۔

آزاد۔ خیر آلو کا آب زلال تو لایئے۔

خوجی۔ لو جرمہ جرمہ پینا۔ یہ نہیں کہ پیائے کو منہ سے نکالیا اور
غٹ غٹ نوش جان کر گئے ایسا نہ کرنا۔

آزاد۔ اُن ذرا تسکین ہوئی اور پیو لگا۔

خوجی ابھی نہیں ذرا ختم کر۔ ذرا دم تو لو۔ بخار میں زیادہ پانی
پینے سے طحال کے بڑھنے کا خوف ہو۔

آزاد قلب کی حرارت کیونکر رفع ہوگی۔

خوجی۔ ہم بتائیں صندل اور کیوڑے کی تہی قلب پر رکھیے
ابھی تخفیف نہ ہو تو سہی۔

آزاد۔ پیاس کی شدت ہو۔ ہر بن موسیٰ اطمش کی آواز نکلتی ہو
خوجی۔ آلو منہ میں رکھیے۔

آزاد۔ گرمی انتہا سے زیادہ ہو۔

خوجی۔ پالک کے پتے چار پانی پر چوڑے بچھا دیجئے۔ اور نمبر
آپ آرام کیجئے۔

آزاد۔ ماتھا دھک رہا ہو۔

خوجی۔ کھیر اکاٹ کر ماتھے پر رکھیے۔ اور اغل بغل بھی ایک
ایک کھیر رکھ لیجئے۔ اور پیاس معلوم ہو تو کھیرے کے بیج
چوس کر پھینک دیجئے۔

آزاد۔ جی گھبراتا ہو۔

خوجی۔ بخار میں یہ تو قاعدہ ہی ہے جی ضرور گھبرائے گا۔ یہ
کوئی نئی بات تھوڑا ہی ہے۔ مگر ذرا استقلال بھی رکھیے۔

آپ کے مزاج میں تحمل مطلق چھو نہیں گیا۔ ہاتھ پائوں پھول
جاتے ہیں اس سے تو چھو کری ہی ہوتے تو کسی بھلے مانس کا
گھری آباد ہوتا۔ کھیر اچھے اور میں نخلہ سنگھا تا ہوں۔ سائیس
سائیس اور پراؤ۔ ذری سانک باریک پس کر پائوں میں ملو اور
تلوے سلاؤ ذرا پائوں گرما لیں اور دماغ کے اخیرے کم ہوں
تو تسکین ہو جب تک پائوں سرد ہیں دو تین جلابون کے
بغیر آرام معلوم۔ مگر بیان تو حکیم بھی عقاب ہے۔ افسوس خیر ہم علاج کر گئے
آزاد۔ علاج تک مضائقہ نہیں۔ مگر مار نہ ڈالنا بھائی۔ ہاں
ذرا اتنا احسان کرنا۔

خوجی۔ سواہ ہم برسوں مرزا محمد علی مہرور کے بیان مطلب کیلئے۔

میان آزادات بھرے چین رہے طبیعت بگڑتی ہی گئی تپ

کی وہ شدت کہ الامان لہذا۔ ماتھا جل رہا تھا اختلاج قلب

کی وہ کیفیت کہ خدا شمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ بیان خوجی گو طبیب

نہ تھے مگر طلبا کی آنکھیں ضرور دیکھی تھیں۔ اُنھوں نے

مسکناں اور سہرات کا خوب استعمال کر لیا۔ اختلاج قلب

بیقراری کے لیے صندل اور کیوڑے کا چھایا قلب پر رکھا اور

بار بار اسکو ہلا خشک نہونے دیا اور ماتھے پر کھیر تراش کر کسی

تاش رکھی اور اغل بغل سلم کھیرے رکھ دیے اور پالک کی پتیان

بستر پر بچھا دیں جب میان آزاد کو تشنگی کا غلبہ ہوا تو سپنول ورز رشک

کی بولی چو پانی میں بھیگتی تھی ہونٹوں پر پھیری۔ اور تھوڑا تھوڑا پانی بھی وقتاً فوقتاً پلویا۔ میان آزاد نے جب بار بار پانی مانگا تو انھوں نے کہا کہ پانی حاضر ہی مگر تلی پڑھ جائیگی لہذا ذرا آپ بھی ضبط کیجئے میان آزاد نے کہا کہ بھائی جی مالش کرتا ہے استفرغ ضرور ہوگا۔ خوجی نے برابر لگا تا رہا اب آلو پلویا اور میان آزاد نے کئی بار استفرغ کیا۔

اس سے کرب کسی قدر کم ہوا اور میان آزاد کی آنکھ لگ گئی کہ دفعہ پڑوس کی کوٹھری سے آواز آئی کہ لا شراب لا شراب یہ چونک پڑے خوجی سے پوچھا کہ خیر تو یہ انھوں نے کہا جی ہاں فضل الہی ہی مگر فسوس کہ اس وقت قردلی پاس نہیں ورنہ ان بد معاشوں کو قتل ہی کر ڈالتا مردود دون نے شراب پی پی کر اس قدر غل مچا یا کہ لالہ مانا ابھی تمھاری آنکھ لگی تھی اور خدا خدا کر کے ذرا نیند آئی تھی کہ ان بد معاشوں نے شراب کٹے میں تم کو جگا دیا۔ چار پانچ نوجوان آدمی اس کوٹھری کے پڑوس میں کھلے ہیں شکل صورت سے تو پچھلے مانس معلوم ہوتے ہیں مگر اتھا کے باجی اور ردیل خدا نے پچائے خوب شراب میں لٹھھائی ہیں اب تھوڑی دیر میں جوتی پٹا ہی چاہتی ہو۔ وہ جوتی اچھلے کہ توبہ ہی بھلی۔ خیر اس سے ہمیں کیا۔ وہ جاہن جوتی پیرا کرین جائیں غل مچائیں مگر آپ رات بھر سونے نہ پائیگے واللہ اس وقت قردلی ہوتی تو ذرا کھانا دینا ہی بھٹیاری تم ہی ذرا انکو لٹکا دو اور کہو کہ ایک شریف مرض تب میں مبتلا میان پڑا ہوا ہے۔ واسطے خدا کے ذرا خاموش رہو بھٹیاری نے کہا میان خدا گواہی کہ اسکا مجھے خود ہی فسوس ہی ابھی ہمارے کی ذرا یون ہی سی آنکھ لگی تھی کہ ان موٹے شہمدون نے مجھ کو بھائی انہر علی کی سنوار مل میں جوچی ہوں کہ میں ٹھہری عورت ذات اور وہ مردوے اور پھر اپنے آپ میں نہیں

جو مجھی پر بیچ پڑیں تو میں کیا کروں۔ کو تو بھٹیاریے کو بھجودوں میان آزاد نے کہا اچھا تم نہ جاؤ۔ اپنے مرد کو بھجو بھٹیاریے نے جا کر کہا کہ بہت جگہ و زمین بہان ایک آدمی سو رہے ہیں مانس ہیں۔ آپ کے چلانے چھینے سے انکو نیند نہیں آتی یہ اتنا کہنا تھا کہ سب کے سب بھر پڑے۔ ایک نے کہا دت مردود بھاگ جا بہان سے دوسرے نے بھٹیاریے کی بگلی اچھائی قیسرے نے ٹپ چائی چٹخ کی آواز جوتی تو میان آزاد ہنس پڑے اور خوجی نے کہا نہ ہوتی قردلی ورنہ جہان کے ہیں دین پہنچاتا۔ اس بھٹیاری طیش میں آکر کٹھی اور غل مچا کر انگلیاں شکا کر اتنی صلواتیں سنائیں کہ ان شرابیوں کا نشہ ہرن ہو گیا اور اتنے ڈرے کہ کوٹھری بند کر لی جب غل نہ ہوا تو میان آزاد پھر مٹونے لگے تھوڑی ہی دیر میں پھر شور اور غل کی آواز آئی اور آزاد کی نیند ٹپاٹ ہو گئی میان خوجی بھی بینک میں تھے جاگتے ہی چلا آئے کہ ابے او گیدی۔ نہ ہوتی قردلی ورنہ تم سب کو ایک ہی چوٹ میں خدا گنج بھج دیتا۔ یہ مکر حضرت لیکے اور انکی کوٹھری کے دروازے کو اس زور سے دھم دھمایا کہ چول لکل گئی اور وہ سب شرابی جھلا کر باہر آئے تو میان خوجی بر بے بھاؤ کی بڑے لگین انھوں نے ادھر ادھر قردلی اور قرا بنچے کی بہت کچھ تلاش کی مگر بے سود۔ خوب ہی پٹے اور جھلا کر دو چار حضرت نے بھی رسید کر دیں تو بہت خوش کہ ہماری چوٹ بھی خالی نہ گئی۔ خیر اس کے بعد وہ سب سو گئے۔ مگر نشہ میں بد مست و خراب صبح کے وقت جبکہ مسافروں نے بچہ سمجھا لا تو ایک دفعہ ہی اس کوٹھری سے رونے کی ہی آواز آئی اور میان آزاد اور خوجی چونک پڑے۔ آزاد نے کہا کیوں یا خیریت تو یہ یہ رونا دھونا کیسا خوجی نے کہا جی اس فکر میں پڑو تیرنی آدمی ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ خوجی جو اس کوٹھری کی طرف گئے۔

تو دیکھا کہ ایک شخص مردہ پڑا ہوا اور باقی سب کھڑے رو رہے ہیں۔ این! خدا ہی خیر کرے۔ یہ مرنا جینا کیسا پوچھا کیوں بھائیو خیریت تو ہو ایک نے روتے روتے کہا کہ میان کچھ نہ پوچھو سارا نشہ ہرن ہو گیا۔

خوجی کیوں کیوں خیر باشد۔ آخر ہوا کیا۔ کچھ بتاؤ تو۔ یہ آفت کیا آئی۔

شرابی بھائی ہم سب نے لکر شراب پی تھی۔ اور ہم روز مرہ شراب پیا کرتے ہیں کل کی برائٹی بڑی تیز تھی جیسے سم قاتل اور اتھما سے زیادہ لڑھکائے۔ یہ شخص بڑا صداوت پیئے والا تھا اور ہم سب کے گرد گھنٹال اس سے لاکھ کہا کہ بس اب نہ پیو۔

اُسے ایک کی نہ سنی۔ اپنی ہی سی کیے گیا۔ اور خرابی یہ کہ چٹنی نہ کھائی نہ کباب چھوئے نہ پانی پیا۔ شراب ہی شراب اڑایا کیا۔ دو بجے ہم سب سوئے مگر وہ پہلے ہی صو رہا سوتے وقت اتنا البتہ کہا کہ بھئی اس وقت گرمی بہت معلوم ہوتی ہے اور

کھلچ پھٹکا جاتا ہے صبح کو جب ہم سب اُٹھے تو ع۔ کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے۔ آدمی نے حسب معمول حقہ بھرا اور سرھانے رکھ دیا خبر کے ہو۔ وہ تو تھے ہی نہیں۔ جب چلم جل گئی اور تبا کو جل ٹھنکر خاک ہو گیا۔ تو آدمی نے دوسری چلم بھری وہ بھی جل گئی تب اُسے جگا کہ میان حقہ بھرا کھا ہو اُٹھے اُٹھے جواب نہ دار

صدائے برنجاست۔ آدمی نے شانہ بکڑ کر ہلا یا چادر اٹھایا تو۔ ارے! مردے کی سی صورت ہو گئی ہے معاذ اللہ ہم سے کہا تو بدحواس ہو کر ہم نے دیکھا اور ہاتھ مل کر رہ گئے معلوم ہوتا ہے کہ کاشا لگ گیا کیوں خیر جا ہے جو ہوا ہوا تو مرے

سو مرے۔ ہاے داغ حسرت دے گیا خود مر اور بکو قتل کر گیا۔ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔

خوجی غضب ہو گیا مفت میں بیچارے کی جان گئی اس شرانجانہ خراب کو خدا غارت کرے۔ مگر استاد اب تم سب مرے جاؤ گے اور سزا پاؤ گے۔ لیکن ہم جو تیر تائین وہ کرد شاید بچ جاؤ۔

شرابی۔ ہم کہیں گے کہ سانپ نے کاٹا تھا۔

خوجی۔ کہیں ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔

شرابی۔ اچھا بھاگ جائینگے۔

خوجی۔ تو تو دھڑی پیے جاؤ۔ لوگ مار جائیں گے کہ کچھ مال میں کالا کالا ہو۔

شرابی۔ اچھا ہم کہیں گے کہ چھری مار کر مر گیا۔ اور گلے پر چھرا بھی بھونک دیں گے۔

آزاد۔ خوجی خیریت تو ہو۔

خوجی۔ دیکھیے عرض کرتا ہوں بھئی اب تم لوگ ایک کام کرو

خوب روؤ اور سر پیٹو۔ ایک تو اسکو اپنا حقیقی بھائی بتاؤ دوسرا

بسنوئی بتاؤ۔ تیرا مامون چوتھا سالہ۔ اور جو کوئی پوچھے کہ

کیا ہوا تھا۔ تو کہنا کہ درد گردہ کے عارضے میں مرے اور یہ بھی

کہنا کہ اس مرض میں وہ لڑکین سے مبتلا تھا۔ شام کو میٹھا میٹھا

درد بتاتے تھے صبح ہوتے ہوتے مری گئے بیچارے۔ فوس

خوب چلا چلا کر رونا اور انسوٹپ ٹپ کرتے جائیں جو اشک یوں

نہ آئیں تو مرچیں لگاؤ۔ خاک آنکھوں میں بھونک لو سمجھے ایسا

نہو کہ گڑ بڑا جاؤ۔ تو پھر جیلخانہ نصیب ہو۔

شرابی۔ آپ گواہی دیجیے گا کہ درد گردہ تھا۔

خوجی۔ دلکار کر بان بان جی کہتے جاتے ہیں پھر اب دیکھ کر کہیں

کسی ذات شریف نے جا کر پولیس میں جڑ دی کہ سر میں بعض

لوگوں نے مل کر ایک مہاجن کو نہ ہر دے دیا۔ اور اسکا روپیہ لیکر

چلتا دھنڈا کیا شہر میں مشہور ہوا کہ سر امین کسی ڈاکو نے ایک
بھٹیاری سے کو قتل کر ڈالا اور دیہات میں یہ خبر اڑی کہ ایک کلوار
نے کسی گاہک کو شراب نہ دی تو اس نے گولی ماری اور کلوار چل بسا
الغرض جتنی زبانیں اتنی افواہیں جو کہتا ہے ایک نئی بات
تھانہ دار اور دس بر قنداز اور دیان پنے رپ رپ کرتے ہوئے
سر امین اُن پہنچے۔ اری او مترا فی بتا وہ مہاجن کمان
لگا ہوا ہے۔ امین! میان کون مہاجر کسی کا نام تو لیجئے۔
بر قنداز۔ (جھٹاکر) تیرا باپ اور کون۔

بھٹیاری۔ میرا باپ ایسا واہ۔ اُن کی تلاش ہے تو
گورستان جائیے۔

بر قنداز۔ خون کمان ہوا۔

بھٹیاری۔ خون!۔ اے تو یہ کر بندے۔ خون یہاں منزلوں
کو خون کیسا۔ خون ہوا ہو گا تھانے پر۔
بر قنداز۔ تو یہ خبر جھوٹ ہی کہتا ہے۔

بھٹیاری۔ اللہ جانے خون بھی کوئی ایسی ویسی خیر یا
کھیا میں گھر چھوڑنا ہے۔

تھانہ دار۔ اس سر امین کوئی مرا ہی رات کو۔

بھٹیاری۔ ہاں! تو یہ تو یوں کیے۔ وہ دیکھے وہ بیچارے
کھڑے رو رہے ہیں۔ اُنکے بھائی تھے کل در دیوار رات کو مر گئے
تھانہ دار۔ لاش کمان ہے۔

شرابی۔ حضور یہ رکھی ہو۔ ہاے ہم تو مر گئے۔ ہاے بھائی
وہ بھائی!۔ اے داغ حسرت دے گیا ہمیں چھوڑ کر چل بسا
اُمّت میرے اللہ۔ اب گھر میں جا کر ہم کیا کھائیں گے۔ ہاے
کس کھانے سے اب گھر جائیں گے۔ تھانہ دار صاحب کسی ڈاکٹر کو
تو بلوائیے ذرا نبض تو دیکھ لے۔

تھانہ دار۔ افسوس ہوا۔ اس پر دس مین آپ برا سمان
ٹوٹ پڑا غضب ہی ہو گیا۔
شرابی۔ ہاے ہاے کیا کریں کس سے کہیں جان پر مین
آئی!۔ اُن!۔ اے بھائی! کمان چلا گیا۔ اُن مار ڈالا مار ڈالا
قتل کر ڈالا۔

میان آزاد اور خوجی نے جو یہ باتیں سنیں کھل کھلا کر
ہنس پڑے کہ بھئی اللہ کیا بات بتائی ہو۔ اتنے میں تھانہ دار
نے لاش کو دیکھا بھالا۔ اور میان خوجی سے پوچھا کہ آپ
اس بارے میں کیا جانتے ہیں۔

خوجی۔ عرض کروں غریب پرور۔ پرسون شب کو بندہ اہل
(چھا اس سے کیا واسطہ۔ خلاصہ یہ کہ ہم سب چلو یہ بھی نہ سمی۔
تھانہ دار۔ دہنس کر معقول۔ ای صاحب فرمائیے۔

خوجی۔ آپ تو بڑے جلد باز آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ قبلہ
کہتا ہوں کہتے کہتے کمون یا ایک دفعہ ہی اگل پڑوں۔ سنیے
جناب کہ کل شب کو میان آزاد کی طبع مبارک نصیب عدا کچھ
بے لطف تھی مسکنات و مبروات کے استعمال سے ذرا لکھ چکی

تو سنا کہ پڑوس کی کوٹھری میں ایک شخص چلا رہا ہے۔ قیاس سے
بجھا کہ کرب ضرور ہے۔ ورنہ اس قدر بیچینی نہ ہوتی۔ آدمی
ہوں خدا ترس اور رقیق القلب رہا نہ گیا۔ جا کر دیکھا تو در

گروے کے مرض میں اس مرحوم کو مبتلا پایا اور اس کے اغرہ کو
مغموم و طول تشفی اور تسکین کی باتیں جباتک یاد تھیں سب
بیان کیں مگر مطلق فائدہ نہ ہوا خیر تھوڑی دیر میں بعد حسرت

بندہ واپس آیا اور سو رہا۔ صبح کا زب کے وقت رونے کی آواز
کان میں آئی۔ اور ان لوگوں کو کمال مضطرب پایا۔ تو افسوس ہوا
اب انکو سمجھتا ہوں کہ دل کو دھارس میں صبر کریں کیونکہ جناب

صبر کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہو خدا انکو صبر جمیل کرامت فرمائے اور وہ تو اب آچکا۔ ۵

عرفی اگر یہ میسر شدی وصال | صد سال میتوان بہ تمنّا کرتین
تھانہ وار حضرت اب خدا کو یاد کیجئے۔ وہ پیارے تو راہی ملک بقا ہوے خدا انکو بہشت نصیب کرے۔

تھانہ دار نے روزانہ چھ مین لکھ لیا کہ سر امین بر سر موقع تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ درد گردہ مین مر گیا اسکے عزیز واقارب اور خاص حقیقی بھائی موجود ہیں میان خواجہ صاحب و میان آزاد دونوں گواہ ہیں۔ اور انکی گواہی معتبر اور مستند ہے۔ لہذا زیادہ تحقیقات کی چنداں ضرورت نہیں۔

میان خوجی ریشہ خلی ہوئے کہ بڑا بالاجبیا یہ سب شخصین کی رائے کا نتیجہ تھا۔ ورنہ خدا جانے کس مصیبت مین گرفتار ہو جاتے لاش الگ چیری جاتی اور نہ خورانی کا مقدمہ الگ قائم ہوتا۔ اور مہینوں تحقیقات ہوتی۔ اور حوالات مین رہتے اور بھڑا بھی ثبوت ہو جاتا تو آپ سب کا لے پانی ہی جاتے بلکہ بھانسی پاتے انھوں نے جو سبز باغ دکھایا تو وہ بیچارے کانپ اٹھے اور انکے ہاتھ جوڑے کہ واہ اُسا دکھایا جھانسا دیا۔ بابا ان قدم لے آپ کا۔ شاہابش رع۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند و غیرہ تھوڑے عرصہ مین لوگوں نے تجنیف و تکفین کی فکر کی۔ اور جنازے کو قبرستان لے گئے۔ میان خوجی بھی دس بلینچ قدم ساتھ گئے اور گئے پانوں واپس آئے۔

آزاد۔ اب یہ عمل کمان ہوتا ہو۔

خوجی۔ غل غل کیسا۔

آزاد۔ ذرا کان لگا کر سنئے۔ اُف وہ بڑا غل بچ رہا ہو۔

خوجی۔ ہاں ہاں ہم نے بھی سنا۔ بی بھٹیاری۔ ذرا سننا تو

لیک کے دیکھ نہ آؤ۔

بھٹیاری۔ رگئی اور واپس آکر کہا (دہان بھی اس موٹی شرب ہی کا ذکر ہے۔ اسکے ہاتھوں سب بھلے مانس بک گئے ہیں۔ ہاں چار پانچ آدمیوں پر شیطان سوار ہوا تو کئی بوتلین شرب کی خالی کر دیں۔ بڑی دیر تک ہو حق رہا۔ آپس مین کشتیاں بھی خوب ہوئیں۔ ایک نے دوسرے کو مارا۔ دوسرے نے تیسرے کو چپٹپٹایا۔ آخر کار نوبت بانجا رسید کہ دو ایک کا سر پھوٹ گیا اور ایک صاحب کے دماغ پر ایسی گرمی چڑھ گئی کہ بدحواس ہو گئے اور بے اختیار ہو کر ترپٹنے لگے۔ اب مٹنے کہ دہان سب کے سب شرابی کوئی نہ رہا ہو۔ کوئی سر پھوٹا ہو۔ کوئی سر کے زخم کو دھو رہا ہو۔ کوئی غین پڑا ہو۔ کوئی حیرت مین دیوار پر کھڑا ہو اور وہ بیچارہ سسک رہا ہو۔ کس غم پر سدا۔ اس پر ایک شخص کا جو دہان گذر ہوا تو اسنے رحم کر کے ایک حکیم صاحب کو بلوایا۔ حکیم صاحب مشرع آدمی۔ دہان جو گئے تو چلا اٹھے کہ شرب شرب۔ بوے شرب۔ کیا یہ لوگ شرب پئے ہیں کیا کہ جی ہاں سب شرابی ہیں اور اسوقت ایک سسک رہا ہو اسکا علاج کیجئے بڑی مصیبت مین ہو بیچارہ اور مر ہی جائیگا۔ خیر حکیم صاحب نے نبض دیکھی اور کہا کہ نبض مین اتنی کمی سرعت ہے۔ خلا ہی خیر کرے اچھا۔ کا ہوتا تھے پر ملو۔ اور استفرغ کراؤ۔ اسکے بعد نسخہ لکھا اور کہا جلد پلوائے۔ ورنہ برا حال ہو جائے گا اور یہ مر ہی جائینگے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک آواز زانی یا معبود۔ حق حق۔ آزاد۔ یہ کون بولا بھئی۔ کیا یہ بھی کوئی شرابی ہو۔ خلا ہی خیر کرے۔

بھٹیاری۔ ای نہیں۔ اب کیا شرابی ہی شرابی چوہرہ نظر آئیگے یہ ایک رئیس کی لڑکی ہے۔ اس پر ایک پریت آتا ہے اور وہ اس بیچاری

گوسنا کی راتوں کو اٹھ اٹھ بیٹھتی ہو اور اس قدر چلاتی ہو کہ اُن کاں بڑے آواز کا سننا مشکل ہو اور ذرا سی لڑکی لیکن اس درجہ زور آور ہو گئی ہو کہ مردوں کے کان کاٹتی ہو۔

آزاد۔ ادھی یہ باتیں کسی گنوار سے کیے۔ ہم نہ مانینگے واہمہ خلاق ہو۔ واپسے کو خدا نے وہ قوت عطا کی ہو کہ صورت اور سخن اور جسم اور جوارح قائم کر دے۔ باقی سب ڈھکوسلا ہو بھٹیاری۔ ای وہ ڈھکوسلا کیسا۔ آپ مٹینے تو ذری۔ اس لڑکی کا بھائی اگر وہ میں تھا اور وہاں سے پانچ سو روپیہ اپنے باپ کی کسی تھیلی سے چور کر لے آیا تھا۔ یہاں جو آیا تو اسے صاف صاف کہہ دیا کہ کیوں چور چوری کر کے آیا ہو اور باتیں بنانا ہو پانچ سو روپیہ لے کر بھاگ آیا ہو۔ خبردار چوری کر کے یہاں نہ آنا۔ اس لڑکے نے گڑگڑا کر کہا کہ ہائین! میں نے تو تجھ سے چوری سے کہا تھا۔ خفیہ طور پر۔ اور تو نے اہم نشر کر دیا۔

آزاد۔ تو صاف تو ہو۔ اب آئین میں دیکھ کاہے کی ہو۔ معلوم ہو گیا۔ کہ جب یہ لڑکا اپنے باپ کے پاس سے واپس آیا تو اس نے اپنی بہن سے کہہ دیا کہ میں پانچ سو روپیہ لے کر آیا ہوں اس نے بریت کی حالت میں ہک دیا کہ مجھے معلوم ہو گیا۔ گویا اس کے سوچے جو بریت ہیں۔ وہ عالم الغیب تھے لاجول ولاقوتہ۔

بھٹیاری۔ ای ہو آپ تو ہاری مانتے ہیں نہ جیتی۔ آزاد و خدا واسطے کو مان لین۔ کیا زبردستی ہو۔ مانیں کیونکر جو بات ماننے کی ہو تو مانیں یا یوں ہی مان لین۔ اچھا ماننا ہی ہونہر معقول۔

بھٹیاری۔ بھلا شعرین اسکو کہاں سے یاد ہیں۔ آزاد۔ اب تم ایمان سے کہو کہ تم کو کوئی شعر یاد ہو یا نہیں۔ بھٹیاری۔ ہاں کیوں نہیں۔ سہ

مخل باجہ میں گھرج پری آتی ہو اسکو مشوق کی سرتاج پری آتی ہو آزاد۔ چہ خوش چہ رانا شد تم کو تو شعر یاد ہوں اور کسی کو نہ یاد ہوں۔

بھٹیاری۔ یہ بھوت پریت کی سب واہیات باتیں مشور ہو جایا کرتی ہیں جی میں بھی نہیں مانتی مانتی۔ رہا یہ تو جی ہی پیچ ہو۔ میں تو اپنی آنکھوں دیکھ آئی ہوں نہ مالوں کیسے بھلا۔

میان آزاد کو خوجی نے ٹھٹھائی پلائی تو تھوڑی دیر میں ذرا اُنکی آنکھ کھلی جان میں جان آئی اور اشتہا معلوم ہوئی۔ میان خوجی نے بھٹیاری سے کچھ پی پکوائی اور میان آزاد کو کھلوائی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں کچھ پی نے وہ تھوڑی کہ الامان۔ لعش۔ پیاس۔ پیاس۔ پانی لاؤ۔ پانی لاؤ۔ خوجی سمجھ گئے کہ مونگ کی بھوئی کچھ پی نے بڑی تھوڑی۔ لو کا آب زلال دیا پھر کچھ کچھ برف کا ٹکڑا منہ میں رکھا۔ بارے خدا خدا کر کے ذرا میان آزاد کی آنکھ لگی تو خوجی چلے مگر گشت کو چلتے چلتے ایک محلے میں پہنچے اور وہاں گھانسن چکانے لگے۔

خوجی۔ اس گٹھے کا کیا لوگی۔

گھٹیاری۔ دو آنے۔

خوجی۔ بہشت۔

گھٹیاری۔ دھت۔

خوجی۔ نہ ہوئی قردلی ورنہ پیٹ چاک کر ڈالتا۔ اُسپر گھٹیاری نے کٹھا اُپر پھیکا اور یہ بیچارے اُس گٹھے کے جو تھوڑے دھم سے زمین پر رہے اور بالکل تپ ہی گئے یہ کٹھا کل ہو گیا اور لگے غل مچانے۔ او گیدی نہ ہوا قرا نیچ نہیں تو بتا دینا قلعی کھل جاتی ساری اچھے اچھے ڈاکو میرا لو ہا مانٹے ہیں ایک ڈاکو نہیں بچا سون کو ہم نے چپ غٹھو کیا ہو گھٹیاری۔ اور ہم سے

لوٹے۔ اب اٹھاتی ہو گھٹھ یا نہیں۔ آن کر قوی بھونکے دن
لوگوں نے گٹھا اٹھایا اور میان خوبی ہزار خرابی نکلے تو گرد
ٹوڑھی مچھ خاک۔ لت پت بالکل۔ بات ترے کی گھسیار
تک سے جیت نہ سکے۔

میان آزاد کی آنکھیں ابھی تک جل رہی ہیں۔ ہونٹھ کا نسا
بالکل خشک چہرے پر زردی چھائی ہوئی ہاتھ پائوں میں سکت
نہیں اٹھے اور تیر کھا کر دم سے گرے۔ گرے اور غش آگیا۔
کرب تھا کا ضعف اس قدر کہ معاذ اللہ غلیان صف سے ناک
میں دم تھا اب زلال آلوے بخار پیتے جاتے تھے اور پے در پے
استغفر کرتے جاتے تھے۔ ہاتھ گرم۔ ہاتھ اس قدر گنگنے لگے پائوں
بالکل سرد پھر میان خوبی نے سائیسوں کو حکم دیا کہ پائوں میں
نمک ملو اور نمک مل مل کر تلوے سہلاؤ۔ کھیرا برابر سونگھانے
جاؤ۔ اور اب آؤ شام تک پلاتے جاؤ جب شام تک رام نہ ہوا
بلکہ تشنگی کی شدت اور تپ کی حدت نے میان آزاد کو اور بھی
بیمیں کر دیا تو میان خوبی بھی گھبرا گئے۔ سوچے کہ اب بلا مذہب
کار روائی محال ہو اور مرض طول کھینچا جاتا ہو۔ بی بھٹیاری سے
پوچھا کہ خدا کیلے بیج بیج بتاؤ کہ کوئی طبیب بھی بیان ہو اپنے
کہا یہاں حکیم نہ طبیب۔ مگر ہاں ایک بوڑھے حکیم ہیں جنہوں نے
دکن میں طب کی تعلیم پائی اب وہ مطب تو نہیں کرتے لیکن مروت
میں ادھر ادھر علاج کرتے ہیں کہیے انکو بلا لاؤں۔ لیکن اتنا
سوچ بیچے کہ انکی تسلیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیے گا۔
وہ بڑے جھٹے اور ٹکھے آدمی ہیں خوبی نے کہا ہم سقدہ خوشامد
کریں گے کہ وہ بھی خوش ہو جائیں بی بھٹیاری نے جاکر حکیم صاحب
سے عرض کیا کہ سر امین ایک سلمان آئے ہیں میان مسافر ہیں
بیچارے پردیس کا واسطہ جان نہ پہچان کسی سے اور تین دن سے

بخار میں ٹپ رہے ہیں ذرا چین نہیں آتا اگر آپ چلے چلیں تو وہ
بیج جائیں نہیں تو خبر نہیں ہو۔ آپ کا بڑا احسان ہوگا۔
حکیم صاحب۔ ہم بخیر یاد آئی اور کچھ نہیں کرنے۔ لیکن اگر کسی
بندہ خدا کی ہمارے سبب سے جان بچے تو ہمیں دریغ نہیں
الاصورت یہ ہو کہ کوئی شریف زادہ بٹانے آتا تو مضائقہ نہ تھا۔
تمہارے بٹانے سے ہم نہ چلیں گے۔ انکے ساتھ کوئی ہو یا بالکل یک
تمہارے ایک بنی دو گوش آئے ہیں۔
بھٹیاری۔ کوئی بھی ساتھ نہیں ہو۔ ایک موافقی ہو اس نے
اور بھی الم اعظم دے دے کہ مار ڈالا اب وہ بالکل ہلکا ہو گئے
ہیں بدن میں ذری سکت نہیں۔ آپ چلے چلتے تو احسان ہو جاتا
اور وہ اچھے ہو جاتے ثواب کا کام ہو۔

حکیم صاحب۔ (استخارہ دیکھ کر) اچھا چلو ففس نکلواؤ جی۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تیر آپ ففس میں داخل چلے اور تین
دن سے ہو چکے۔ بسم اللہ کہہ کر ماروں نے ففس رکھی۔ اور
حکیم صاحب جاکر میان آزاد کے پلنگ کے قریب ایک سوڑھے پر بیٹھے
آزاد۔ آداب بجالاتا ہوں۔

حکیم صاحب۔ بندگی۔
خوبی۔ اتہا کا ضعف ہو حکیم صاحب۔ بات کرنے کی تاب
نہیں معاذ اللہ کا مقام ہو۔

حکیم صاحب۔ آپ کے کون ہیں۔
خوبی۔ جی حضور یہ بندہ زادہ ہو۔

آزاد۔ (دانت پیسکر خاموش ہو رہے)۔
خوبی ریل شام کو انھوں نے کچا لوانگے تھے۔ انکے معالج نے
تھوڑے سے دیدیے۔

حکیم صاحب کیا کچا لوانگے؟ یا اللہ ساری ڈالا تھا۔ وہ

معالج کون گدھا ہو۔

سائیس۔ یہی علاج کرتا رہیں۔ رات کو آلو اور چینی گڑ کر کھلائے دیں۔

خوجی۔ (دھلا کر) اوگیدی نابکار میرا نام ایسے موقع پر کیوں لیا مردود نہ ہوئی قرولی پاس ورنہ مزہ کھاتا۔ وہ تو بوجھے ہیں کہ معالج کون گدھا تھا اور تو نے چٹ میرا نام لے دیا اتنا نہ سمجھا کہ گدھا پن کسی طرف عائد ہوگا۔

حکیم صاحب۔ ایسا غضب نہ کیا کیجئے ورنہ ایک روز دھوکا کھائیے گا غضب خدا کا تپ صفراوی اور کچا لو معاذ اللہ خیر اور فرمایے جو جو حاکمتیں آپ سے سرزد ہوئی ہیں۔

خوجی۔ بس حماقت عمر بھر میں ہی ہوئی کہ آپ کو بلوایا۔ آزاد۔ ہائین ہائین سائیس سائیس۔ جا کر انگو بہان سے کھڑے کھڑے نکالو جناب حکیم صاحب قبلہ کنیزت میں گستاخی تیار ہے خوجی۔ کیا مجال مگر حکیم صاحب آپ نے اپنی بواسیر کا علاج کیا حکیم صاحب۔ (آزاد سے) حضرت آپ اپنے والد ماجد کو سمجھا دیجئے یہ اس وقت نشے کا استعمال کر کے آئے ہیں۔

آزاد جناب یہ مردود ایک مسخرہ ہی بجایا ہے شرم نہ اُس کو جیتیا لے جانے کا خوف نہ جو تیان کھانے کا ڈر آپ اسلے کہنے سننے کا تو مطلق خیال ہی نہ کیجئے۔ یہ ملعون ٹپے گا آج۔

خوجی۔ ارے! ہائین! باب کے حق میں یہ کلمہ کفر۔ حکیم صاحب۔ (دھلا کر) بڑے مسخرہ دل بہادر ہیں خیر دو گھڑی کی دل لگی ہی تھی لیکن آپ اب قلم دوات کا غدنگو لائیں ہون نسخہ لکھ دوں۔ اب دفعیہ مرض میں زیادہ تساہل نہ چاہیے۔ قلم دوات کا غذا لیا۔ اور میان خوجی کو حکیم صاحب نے نسخہ لکھ دیا اور کہا کہ اسی وقت اسکا استعمال کیجئے اور دیگر خصلت

ہوے چلتے وقت میان آزاد نے شکر پے نوازش ادا کیا اور کہا کہ میں غریب الوطن مسافر ہوں میرے حال زار پر رحم فرمائیے اور یہ نذر رو رو پیہ قبول کیجئے حکیم صاحب نے کمال اخلاق کہا کہ یہ نہونے کا میں دوستانہ آیا ہوں۔ کچھ روپیہ کی طمع نہ تھی حاشا۔ کیا مجال جب آپ صحت پا سینگے۔ تو سمجھا جائیگا ابھی آپ اسکا مطلق خیال نہ کیجئے بلکہ اس ملک بیگانہ میں اگر آپ کو کچھ ضرورت ہو تو بندہ حاضر ہی مطلب یہ ہو کہ آپ جو ہمارے شہر میں آئے ہیں تو تکلیف نہ اٹھائیں۔ اور اپنے گھر جا کر یہ نہ کہیں کہ کن پاجیون کی بستی میں گئے تھے لے اب بندہ رخصت ہوتا ہوں۔ خدا حافظ۔

حکیم صاحب تو رخصت۔ اور میان خوجی (لڑھکے پڑھتے عطا کی دکان سے) ادویہ لائے۔ اب منیے کہ نشے میں کھاتھا۔ (دروغن گل) آپ نے چڑھا۔ دروغن گل (عطاسے چھپا کیوں بھی ٹی کاتیل کہاں ملے گا۔ اُسے کہا ماٹواری کی دکان پر وہاں سے آپ کیورسائین اوئل یعنی ٹی کاتیل جو لمپون میں جلاتے ہیں اٹھا لائے۔ خیر دوا بھگوانی اور پلائی تو ٹی کے تیل کی بدبو آئی۔ آزاد نے کہا یہ بدبو کیسی ہو۔ آف دماغ پر گندہ ہو گیا۔ تو میان خوجی نے خوب ہی لکارا واہ بڑے نازک مزاج ہیں۔ آپ۔ آپ کو سب میں بدبو ہی آتی ہو۔ اب کوئی بھڑپائے آپکو یا زعفران کا کھیت چرائے تو آپ خوش ہوں۔ لا حول ولا قوۃ میان آزاد کو جو انھوں نے ڈپٹا تو وہ خاموش ہو رہے کہ بھئی ہم بیمار ہیں اور یہ بیمار داری جو کہا وہی کرینگے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد طبیعت بے چین ہوئی اور تپ کی وہ شدت کہ الامان الحذر میان خوجی حکیم صاحب کے پاس دوڑے گئے۔

حکیم صاحب (ہنس کر) کیے آپ کا صا جزوہ کیسا ہو۔

خوجی۔ جی قبلہ نہایت ہی کرب ہو۔ اور کیوں نہ ہو بھرا چلے
کہ مٹی کا تیل کمان تک کرب نہ کرے۔ وہ نفیس مزارع آدمی
حکیم صاحب۔ یہ مٹی کا تیل کیسا۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔
خوجی۔ جی ہاں آپ کا ہے کو سمجھنے لگے۔ آپ تو فحش ہیں۔
روغن گل لکھائے اور اب آپ اٹھا بھی کو ڈالتے ہیں۔
خیر صاحب حکیم ہیں آپ۔

حکیم صاحب۔ لا حول ولا قوۃ۔ کیا غضب کیا۔ انتہا کے
رحمن ہو کیسے جانگلوں سے سابقہ پڑا ہے۔ تو یہی بھلی۔ اور
سینے ہم نے لکھا روغن گل۔ آپ مٹی کا تیل دے آئے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ کوئی امیر زادہ ہے۔ اور آپ کوئی اٹھائی گئے کچے
ہیں۔ آپ نے تاکا ہو۔ رات کو کچا لو کھلا دیے آج مٹی کا تیل
بلا دیا۔ اسی طرح کسی دن زہر دے دیجئے گا۔ واللہ اگر اس
وقت میرے مکان پر آپ نہ آئے ہوتے تو کھڑے کھڑے
نکلوا دیتا۔

خوجی سر۔ ادویشن گم ست کر رہی کند۔ آپ کے حواس
تو ٹھکانے ہیں ہی نہیں۔ آپ سوچیے تو کہ آپ فرماتے کیا
ہیں اگر میرے مکان پر نہ آئے ہوتے تو کھڑے کھڑے نکلوا دیتا
معقول اس کے معنی کیا ہوے۔ آپ کے مکان پر نہ آیا ہوتا تو
آپ نکلوا کمان سے دیتے۔ قصد کھلوائے قصد پہلے اپنا علاج
کیجئے پھر علاج بنیے۔ رہا توں پر ٹوپی رکھ کر صاف کیجئے گا
ع۔ کر مہاے تو مارا کر دستاخ۔

حکیم صاحب بھی عجیب رنگ کا آدمی ہے۔ ہر دیا۔ تو اب
یہ نسخہ لوار پلوادو جا کر۔

میان خوجی نے نسخہ لیا اور عطار کی دوکان سے ادویہ
لیکر گئے اور آزاد کو دوا پلائی مگر تسکین نہ ہوئی تو شام کو آزاد

ڈاکٹر کی تلاش کرنے لگے۔

خوجی۔ ڈاکٹر مل کی دوا حار ہوتی ہے۔ تب کا علاج لیں لوگوں کو
معلوم ہی نہیں۔ تشریح کے البتہ بادشاہ ہیں سو خدا کے
فضل سے آپ کو بھڑا تو ہو نہیں۔ مگر آپ کی تیاری نے
میرے کلینے میں نا سورا کر دیا۔

آزاد۔ یہ جہلا کا قول ہے کہ صرف تشریح ہی تشریح ڈاکٹر جانتے
ہیں اور تب کا علاج نہیں کر سکتے۔ ابھی جاؤ اور کسی ڈاکٹر کو لاؤ
بھٹیاری۔ ڈاکٹر تو بیان ہو کر آسکے آنے سے حاصل حاصل
آزاد۔ جی حائل وائل ہم نہیں جانتے ڈاکٹر کو بلاؤ تو اچھا
ورنہ میں ابھی ابھی دم توڑ لوں گا۔

خوجی بچارے پتہ پوچھتے ہوئے ہسپتال چلے گئے بعض لوگوں
نے بکا دیا تو حضرت نے تھانہ کی شرک دھری۔ آدھ کوں
زمین نکل گئے تو لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ ہسپتال تجھے
چھوٹ گیا ہے بھکانے والوں کو گالیان دیتے ہوئے چلے۔

آخر کار خدا کر کے ہسپتال پہنچے۔

خوجی۔ (ڈاکٹر سے) کیوں میان ڈاکٹر کمان ہیں اسوقت
ڈاکٹر۔ آپ اپنا مطلب کیسے۔

خوجی۔ اچھی تو تم سے کیا واسطہ عجیب قطع کے آدمی ہو خلی
در معولات دینا کیا معنی تم بس اتنا بتا دو کہ ڈاکٹر کمان ہیں
ڈاکٹر۔ لا حول ولا قوۃ۔

خوجی۔ لا حول ولا قوۃ۔

ڈاکٹر۔ کوئی ہو تشر لاؤ ہم ان کی خبر لینے۔

خوجی۔ کوئی ہو تشر لاؤ ہم ان کی خبر لینے۔

کمپونڈ راجی کیا ایک ایک لگائی ہو یہی تو ڈاکٹر صاحبین ہیں۔
خوجی۔ آداب عرض کرتا ہوں۔ ذرا ملتا تشریف لے چلے

ہوگا نصیب اعدا سخت علیل ہی۔ تکلیف تو ہوگی مگر احسان اور اجر بھی ہوگا۔

ڈاکٹر۔ اچھا محمد و محمد۔ مندیلا لاؤ ہری۔ اور سفید چنہ ڈاکٹر صاحب چنہ دغہ پھر کا کر چلے۔ سرزمین پہونچے۔ اور پہونچتے ہی میان آزاد کو دیکھا اور کہا کہ۔

ڈاکٹر۔ جہان دکھاؤ۔ جہان۔

آزاد۔ رطرن کی راہ سے بہت کھوب سیجھے جہان۔

ڈاکٹر۔ آنکھیں دکھاؤ۔

آزاد۔ اتنی خیر ابھی آنکھیں دکھاؤں تو گھر کر چکا گو۔

ڈاکٹر۔ دل آنکھ دکھاؤ بات پیچھے کرو۔

خیر ڈاکٹر صاحب نے نسخہ لکھا اور دروپہ فیس کے پے

اور چیت ہوئے میان آزاد نے چار گھنٹے ڈاکٹر صاحب کی دکان

مگر تشنگی کا غلبہ ہی ہوتا گیا ہر بن موئے عطش العطش کی آواز

آنے لگی۔ اس دوانے وہ حدت کی کہ الامان۔ پانی۔ پانی۔

اور خوجی پانی لا۔ اسے کینخت کیا دشت کر بلا ہوا ہے ایک

ایک قطرے کے لیے ترسانا ہو خوجی بچارے بھی گھر گئے کہ

خدا ہی خیر کرے اس درجہ غلبہ تشنگی ہو کہ الامان۔ تھوڑا تھوڑا

پانی دینا شروع کیا مگر میان آزاد نے چپکے سے بھٹیاری کے

ذریعہ سے ڈھائی سیر برف منگوائی اور رات بھر استعمال میں

لائے اس وقت تو تسلی ہوئی۔ مگر پھر اس کثرت برف سے جان

عذاب میں ہو گئی ہاتھ پاؤں سر و پیش نے ناکون دم کروا اور پیٹ میں

ورم ہونے لگا صبح ہوتے ہوتے میان خوجی ایک بیدراج کو ملا

سید۔ مہاراج۔ باداس دکھت ناہین ہو۔

آزاد میں تو بچکا جاتا ہوں تم کہتے ہو جار نہیں آتا۔ کوئی دوا

ایسی بتاؤ کہ سوزش کم ہو۔ احراق اور التہمال و سوزش

جان عذاب میں کر دی۔

خوجی بیدجی کوئی جڑ بوٹی لاؤ۔ ہی یا نہیں ہو۔

بید۔ ہی سب کچھ۔ ہی کیا نہیں۔ پر نیو کھا دلے والے اور کد

کرنے والا چاہیے۔

الغرض بیدراج نے ایک گولی دی اور شہد کے ساتھ چلا

تھوڑی ہی دیر میں اجابت کی ضرورت ہوئی اور آئے ہی پلنگ

چارون شانے چت گر گئے میان آزاد میان آزاد بھائی آزاد

ارے میان آزاد ہوت صداسے برخواست میان خوجی بہت

ہی گھبرائے اور گھر کر چلے پھر بید کو بلانے تو راہ میں ایک میٹھی

ڈاکٹر ملے۔ یہ آنکھیں کو گھیر گھا کر لائے انھوں نے دو قطرے

دوا کے ایک چھوٹی سی شیشی سے پانی میں ڈال دیے اس کے پینے

کے ایک آدھ گھنٹے کے بعد طبیعت عین ہوئے لگی۔ تو اب جا کر

حکیم صاحب کو بلا لائے انھوں نے وہ نسخہ بدلا اور ایک

اسکی لکھ پڑھا اسی طرح بدلتے چلے گئے۔

میان آزاد نے چھ سات روز کے عرصہ میں تینے طیب دور

بید اور ڈاکٹر بدے کہ انہی ٹی ہی پلید کر دی۔ ہتھ رطاقت بھی

باقی نہ رہی کہ کھٹیا سے بلا مد وغیرہ کے اٹھ سکین۔ دو چار آدمیوں

نے سہارا دے کر اٹھایا تو بیٹھنا محال بیٹھے تو تھوڑی ہی دیر میں

تور آنے لگے۔ تکیے کا سہارا ہوا یا کوئی آدمی پیچھے بیٹھا رہا تو خیر

بیٹھنا محال تھا خوجی کی جان عذاب میں اور دونوں سائیوں

کا تو بھر کس ہی ٹکل گیا۔ بھٹیاری بڑی بھلی مانس تھی اسے بڑا

ساتھ دیا رات رات بھر میان آزاد کے سر جانے بیٹھی رہی اور

جس وقت جو کام اس کے لائق تجویز کیا گیا فوراً بجالائی ذرا غدر نہ کیا۔

میان آزاد راتوں کو تر پتے تھے اور دن بھر روتے جاتے تھے کہ میان

موت ہم کو نشان کشان کھینچ لائی اور یہ کیا نامت آئی کہ ہم یہاں

خوجی یہاں آنے سے کیا ہوا کیا سرائے آپ کو ماند کر دیا
یا چھپر کھٹ بیماری کا گھرو۔ آخر کچھ معلوم تو ہوا اس بیماری کا سبب
کچھ اور ہی ہو کہ بتا دوں اس کے دو خاص سبب ہیں۔ ایک
ایک کہ ہم اور آپ دونوں تین دن تک خوب پھیکے لیکن فرق ہم
میں اور آپ میں اس قدر تھا کہ ہم خالی چار پانی پر گرم کپڑے
پہن کر سو رہے تھے اور آپ پھیکے ہوئے بستر پر ننگے پڑے رہتے
تھے۔ ذرا سی ٹنگی ہاندھ لی اور اُن میں شور ہے یا بچھونا بالکل تر
ہو اور آپ اُسی پر تھپتھپا پر تک ٹٹا کیے پھر آپ بیمار نہ ہوں تو
کیا ہم ہوں۔ روز گستاخا کہ بھی اُس میں سونا بڑا لیلے بچھونے پر
لیٹنا سفر صحت ہو مگر آپ سنتے کسکی ہیں۔ اب جھٹکت رہے ہو
اور تمھارے ساتھ ہم بھی گرفتار بلا ہیں۔ تم کو کرب ہی یہاں سونا
حرام۔ بھند برائے نام۔ راحت نہ آرام۔ سائیسون کا ناک میں
دم آگیا۔ ذرا چین نہیں دن رات میں دو گھڑی سوئے بھی تو
آپ نے لگا لگا سالار بخش پائون دباؤ مداری پنکھا ہلاؤ میان
خوجی ادھر آؤ۔ بی بھٹیاری کو ابھی ابھی بلاؤ یا خدا انتہا کی سب کو
تکلیف ہو اور یہ صرف آپ کے اوس میں سونے سے پسند اور
کوئی وجہ نہیں۔ مگر آپ کے مزاج میں تو خدا اس قدر ہے کہ الامان ہماری
جیتی کچھ مانتے ہی نہیں اور وجہ کیا۔ وجہ یہ کہ اپنے کو تو آپ جالینوس
سمجھتے ہیں اور باقی سب کو گوکھا گدھا۔ دنیا میں بس ایک آپ ہی
بقراط ہیں اب واسطے خدا کے ایک تو بانی اس قدر نیچے دوسرے
جو کہ میں وہ مان لیجیے تیسرے ڈاکٹر ہو یا حکیم یا بید ایک کے
سر پر یہ نہیں کہ صبح کو حکیم صاحب کی دو اکھاٹی ڈیڑھ سیر کا
بیالہ بھر کر دوائی اور شام کو بید راج کی گولی استعمال میں لائے
اچھی رات کو ڈاکٹر کی رائے کے مطابق سیرپ من بنی لیا۔
لا حول ولا قوۃ۔ بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہو۔ اتنے بڑے

ملائق اور تعلیم یافتہ آدمی اور اس درجہ احمق۔ خدا کی ماریا تحمل اور
مضبوط تھا کہ مزاج میں چھو نہیں گیا۔

بھٹیاری نے تو تم بھی عجیب آدمی ہو بھلا کوئی بیمار کو اور بھلا یہ
بیمار کو لکھتا ہو وہ جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب اُن باتوں کا بکھانا کیا
جب اللہ کرے گا صحت پائیں گے تو خوب پھیکے کہ لینا اس وقت انکو
تسلی دوانکی تشفی کرو یہ نہیں کہ بڑا بھلا کہنے لگے اور اوس کی جو
کہتے ہو تو میان یہ تو عادت پر ہو۔ جیسی عادت ہو ہم تو دس
برس سے اوس ہی میں سوتے ہیں کوئی آٹھ نو برس کے سن سے
اُس ہی میں سونے کے عادی ہیں ہم۔ آج تک کوئی زکام بھی کبھی
ہوا ہو تو قسم لو۔

خوجی میان آزاد کچھ سمجھے بھی۔ یہ باتوں ہی باتوں میں کہ کیا گئیں
انھوں نے کہا دس برس سے اوس میں سونے کے عادی ہیں اور
آٹھ برس کی عمر سے اُس ہی میں سویا کیے آٹھ اور دس کے ہو کہ کو
جالینوس۔ اٹھارہ ہو۔ اب سمجھے۔ مطلب یہ کہ ابھی اٹھارہ سال
ہی سال ہو۔

آزاد اُن ادھ بچی یہاں اس وقت روح پر صدمہ ہو تھیں بل کی سوجھی ہو
یا انتہا کا کرب ہو کسی نئے طبیب کو لاؤ کہنا مانو۔ یا اُس آرا کے پاس
بھیجو کہ لکھو یہاں اگر دیکھ جائیں۔ اب یہاں چل جلاؤ لگ رہا ہے اب
زیست کی اُمید منقطع ہو گئی اب مرے بس تاج مرے کل دوسروں
اس وقت سہا میں لیٹے ہوے باتیں کر رہے ہیں کل پرسون تک
خواب میں ہونگے۔ کون خواب؟ خواب دائمی قبر ہوگی اور آزاد یہ

افغوش محمدین جبکہ سونا ہوگا
تمنائی میں کہ کون ہو لگا اُس
میر خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
ہم ہووینگے اور قبر کا کونا ہوگا

اللہ بس باقی ہو س۔ گل میں علیہا فان رہے
ہرگز نہ داؤد بنا چار بائیں نوشید
نظام دہرے گل میں علیہا فان

خوجی سافسوس ہو کہ آپ ہدیان بھی بننے لگے ہیں کتاہوں کہ کمین سرسام نہ ہو جائے۔

بھٹیاری۔ اے چپ بھی رہو۔ یہ کیا واہی تباہی بک بگائی ہو آخر کچھ عقل بھی ہو مردے۔ سرسام کیا خاصہ بھلے چلنے ہیں۔ نہ سرسام ہو نہ درسام۔ ہاں میان ذری بال کتر واہو تھوڑے تھوڑے پٹے کٹ جائیں تو گرمی چھینٹے۔

آزاد۔ یہ نہوئے کار۔ میں اپنے بالوں کو بہت عزیز رکھتا ہوں خوجی چھیلا بہت دیکھے۔ مگر میان آزاد کے سے رنگیلے کم مرستہ ہیں۔ لیکن پٹے نہ کتر وائیں گے۔

بھٹیاری۔ مر رہے ہو تم کچھ سودائی سا معلوم ہوتا ہو اور سونا کتنے وہ بچارے آپ حیران ہیں۔ دوسرے یہ اُنکو اور دق کرتا ہو کچھ کتاہو مر رہے ہو کچھ لکارتا ہو۔ کچھ کتاہو۔ اے واہ اچھے دوست ہو۔ گون کے یار بچہ علی کی سنوار۔

آزاد۔ کئی بار تنقید جو ہوا تو اور بھی پریشان ہو گیا۔

خوجی۔ یہ تو فاعدہ ہی ہو۔

آزاد۔ اب ذرا طاقت باقی نہیں رہی۔

سائیس حکیم تو لٹکائے رہتے ہیں۔

خوجی۔ لو گیدی چپ۔ تو کون پنج میں بولنے والا تو گھانس پھیلنی جانے یا حکمت جانے۔ آپ بھی بولے اے تیری قدرت۔

آزاد۔ سوچ تو کتاہو۔ اہا بے یونانی کام فیض مینوں میں کہیں شگاہوتا ہو بحر ان اور تو بہ اور تنقید ورمونگ کی کچھ چھی دے دیکر فیض کو ادھڑ کر ڈالتے ہیں میلاؤ اللہ۔ اور قرح کا قرح پتے ہوئے اسکی روح جسد

ہو بچنا ہو۔ اگر دو مینے میں بھی کھٹیا چھوڑی تو سمجھے کہ بڑا خوش نصیب تھا۔

عیا ذابا اللہ خدا نہ کرے کہ بھلے ناس لکے پائے پڑے تو یہی بھلی

خوجی۔ جی ہاں جب ڈاکٹر نہ تھے تب تو سب مری جاتے تھے

بنو غوا! سوائے وہی فضول بات کے اور کچھ نہیں۔

آزاد۔ جی بجا ہی۔ یہ کتا کون ہو کہ اگر ڈاکٹر نہ ہوں تو کوئی مرضی صحت ہی نہ پائے مگر کیا گنوار عیشہ ماندگی میں مری جاتے ہیں بخار میں برابر بھٹے کھاتے ہیں۔ سرزہ میں جنھری کی روٹی اڑاتے ہیں تو ہر عارضے میں مری جایا کریں۔

خوجی۔ آپ کے حواس تو ٹھکانے ہی نہیں کہ بات کیجیے آپ بحث کیا کرتے ہیں۔

آزاد۔ اسی چپ بھی رہو تم تو فر کھا گئے تشفی تسلی مینا در کنار لگے اول جلول کہنے۔ اب ہمیں سولے دو۔ مگر اب ایک ہی کے سر

ہو رہے ہیں۔ دس دس طبیب بد رنگے۔ کان بڑے بس جو طاقت ہوئی وہ ہوئی اب تو یہ کی بھر پایا اور سب سبکی عقل ہے ہوں تو

ٹھہر امراض اور علیل ہیں کیا اور میری رائے کیا۔ علیل کی رائے علیل غم کو روکنا لازم تھا۔ تم نے کچھ خیال ہی نہ کیا۔

بھٹیاری۔ ہاں سچ ہو مگر میان تمھارے مزاج میں بھی ضد

بہت ہو۔ تم کسی کی مانتے ہی نہیں۔ جو دھن سمانی وہ سمانی آپ

اب بھی یہ عادت چھوڑو۔ نہیں مینوں پڑے رہو گے۔

خوجی۔ نکون باتوں کیا دھڑلے کر رہے مطلب ہے یا کچھ اور

بھٹیاری۔ واہ اللہ کرے یا جج ہو جائیں کر رہے بتلے بیگانی

اتنے میں میان آزاد کی آنکھ لگ گئی سائیس نے بکھا جھلنا شروع

کیا۔ میان خوجی بھی ذرا اونگھنے لگے تھے کہ ایک شخص نے اُنکو جگایا

اور کہا کہ میں مسافر ہوں آپ سے کچھ کہنا ہو۔ ذرا اٹھیں میں آئیے۔

میان خوجی پہلے تو ڈرے کہ کبھی خلا ہی خیر کرے یہ کون شخص ہے

مگر جب بنور دیکھا تو اُنکی خاصی جوڑ تھی۔ وہ بھی بستہ قامت دُبلے

پتلے آدمی۔ یہ بھی۔ اور لطیف یہ کہ وہ بھی چاندو باز بھی۔

میان خوجی نے اُٹھ کر کہا۔

خوجی۔ کیسے۔ فرمائیے۔ میں نے آپکو پہچانا نہیں۔
مسافر۔ ہونہر۔ پہچاننا کیسا۔ آپ نے ہمیں دیکھا کب تھا۔
جو پہچانتے۔

خوجی۔ اچھا تو آپ بے کیوں پڑتے ہیں دور ہی سے کیسے
جو کچھ کہنا ہو۔ آپ کو ہم سے کام کیا ہے۔ ہم اسوقت خود ہی
مصیبت میں ہیں۔

مسافر۔ میان آزاد کہاں ہیں۔

خوجی۔ کیوں! آپ اپنا مطلب کیسے یہاں تو آزاد و آزاد
کوئی بھی نہیں ہیں۔ آپ اپنا خاص مطلب کیسے کیا کوئی آپکا
کچھ قرض چاہتا ہے۔

مسافر۔ جی ہاں ایسا ہی تو بندہ دھنا سیٹھ ہے نہ کہ سب کو
قرض دیتا پھرے۔ اچی آزاد ہمارے بہنوئی ہیں ہماری بہن
بھیجا ہے کہ دیکھو کہاں ہیں سو ہو کیا بیان پتا لگا۔

خوجی۔ بہنوئی! انکی شادی تو ہوئی نہیں بہنوئی کیونکر بن گئے
مسافر۔ معقول آپ بھی کتنے دشمن عقل ہیں بھلا کوئی بیوجہ کسی کو
بھی اپنا بہنوئی بنائے گا۔ اتنا نہیں سمجھتے۔ ماحول و لا قوت۔

خوجی۔ رہنس لڑ بھلا میان آزاد کی بیوی کہاں ہیں ہم کو تو۔
دکھا دیجئے ہم سے کیا بزدل ہے۔

مسافر۔ کہاں ہیں۔ ہیں کہاں۔ اچی اسی سرا کے اس کو نے
میں وہ سنے والے گوش محل میں چلو دکھا دیں۔ تم سے کیا
جوری ہے۔ تم تو گھر کے ہو۔ چلو پھر چلو نہ۔

خوجی۔ اچھا ٹھہرے چلتا ہوں۔

یہ لکڑی میان خوجی کو بٹھری کے اندر گئے۔ باون میں قیل ڈالا۔
سفید کپڑے پہنے۔ لال پھندے دار ٹوپی دی میان آزاد کا ایک
خاکئی فراک کوٹ ڈالنا اور جب خوب بن ٹھن چکے تو آئینہ کے کر

صورت دیکھنے لگے بس غضب ہی ہو گیا۔ آئینہ دیکھتے ہی ان کی وہ
کیفیت ہوئی جو طائوس کی ہوتی ہے کہ اپنے نقش نگار دیکھتے ہی پھر
گیا لکڑی بے زشت پر نظر پڑی اور دل گرے میں۔ ڈاڑھی کے بال

اوپر نیچے پائے۔ مونچھیں گری پڑی۔ آپ نے قینچ لیکر بال برابر
کرنا شروع کیے۔ تیز قینچی ایک دفعہ ہی ایک طرف کی موچہ بال
اٹھ گئی جل جلاہ چلیے چار بار و کا صفا یا تھا۔ خود کردہ راجہ علاج خیر

تھر درویش برجان درویش لکڑی چلے۔ مسافر اور خوجی ساتھ ساتھ
گوش محل کی طرف روانہ ہوئے مسافر نے تو خوجی کو پہلے ہی دیکھا تھا
لکڑی اور ہی قطع میں اور اب بھی دیکھا تو ادھر ہی وضع میں سمجھا کہ آدھی

پونچھ ہیں اور ایک طرف موچہ جو صاف کتری نظر آئی تو اسکو بے اختیار
ہنسی آئی لکڑی تھا چست و جالاک ضبط کیے رہا اور گوش محل
کے اندر میان خوجی کو لے گیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک عورت نہایت ہی

زرق برق لباس میں بیویوں عطر میں لپی ہوئی چارباٹی پر سو رہی ہے
زلف چلیا بل کھاتی اور کالی ناگن کی طرح لہراتی ہوئی گردن کے
ارد گرد پڑی ہوئی ہے اور دوپٹا جو کھسک گیا ہے تو گردن خوارہ نور نظر

آتی ہے۔ صورت تو انھوں نے دیکھی نہیں کیونکہ وہ کرٹ سے چھپی
تھی۔ مگر گوری گوری گردن دیکھ لی تو لوٹ ہو گئے مسافر تار گیا لکڑی
خاموش بلکہ اسنے انکو موقع دیا کہ انور دیکھیں و خود کسی کام کے چلا

گیا اتنے میں اس گلبدن نے کرٹ جو مدلی تو میان خوجی کو لٹکارا۔
گلبدن۔ تم کون یہاں کیا کام۔

خوجی۔ دکانپ کر آپ کے بھائی کو پکڑ لائے۔

گلبدن۔ قصور۔

خوجی۔ نا کردہ گناہ۔

گلبدن۔ بیوجہ بھی کوئی کسی کو گرفتار کرتا ہے۔

خوجی۔ میری خطا نہیں معاف کیجئے۔

گلبدن یہ آپ کی ایک مہچہ کیا دیکھا چاٹ گئی۔
خوجی بیٹھون تو بتاؤں۔

مسافر بیٹھے نہ بسم اللہ تشریف رکھے۔

میان آزاد کی آنکھ جو کھلی تو خوجی نثارو۔ ایک ایک سے
پوچھتے ہیں کہ خوجی کدھر گئے بھئی۔ آسمان کھا گیا بازین چٹ
کر گئی۔ آخر یہ چل کہاں دیے۔ سوچے کہ آدمی ہیں افیونی۔

افیم کی چاٹ میں دل اچاٹ ہوا ہوگا۔ پہونچے کسی دکان پر
گھڑی بھر ہو گئی۔ دو گھڑی گزری۔ گھنٹوں ہو گئے مگر خوجی نہ آئے
نہ آئے تب تو ان کا ہاتھ اٹھا کہ دال میں کچھ کالا کا لافروہرے بچھے
کہ جھلے آدمی ہیں اور کمزور۔ اور کمزور مار کھانے کی نشانی اور ابھر

لطف یہ کہ کوتاہ گردن تنگ پیشانی۔ ایک کڑا کرلا دوسرے
نیب چڑھا معلوم ہوتا ہے کہ کسی سے ٹرائے ہوئے اسے گردن پانی تو

اب جب تک ہم نہ جائینگے وہ سڑک ہی پر لوٹ نکاسینگے اس میں چلے
دودن ہو جائیں وہ سڑک کو نہ چھوڑنگے نہ چھوڑنگے دھن کے

بکے ہیں ہم جانے سے رہے یہاں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں
کھٹیا پر لدے لدے کہاں شہر بھر میں ہند میں۔ دونوں سائیسون

کو بھیجا کہ جا کر ذرا دیکھو تو میان خوجی کو ہوا کیا۔ آخر چپیت کہاں
ہو گئے ایک نے ہنس کر کہا کہ فیسے آدمی ہیں کہیں بھیریا وڑیا

اٹھائے گیا ہوگا۔ دوسرا بولا آج ہمارے اٹنے کی جتنی ہی معلوم ہوتا ہے
کسی طرف اڑ گئے۔ اب ہوا میں بتاتے پھرتے ہوئے۔ یوں جانے

کیئے جائیں مگر انکی کھوج خبر نہ ملے گی۔ اچھا ہم ہوتے آتے ہیں
شاید آپ سمجھیں کہ یہ دونوں کام چور نوالہ حاضر ہیں۔

اتنے میں انھوں نے بھٹیاری سے پوچھا کہ کیوں بی بھٹیاری
تھیں کچھ معلوم ہے بھلا خوجی کہاں چلے گئے۔ اسے کہا میان میں

اب کیا بتاؤں کہ کہاں غائب غلہ ہو گئے بل اتنا جانتی ہوں کہ

گلبدن۔ اچھا ذرا بیکھا تو جھلو۔ مگر آنکھ بند کر کے خبردار مجھے نہ دیکھنا
میں پردہ نشین ہوں۔

خوجی۔ (پنچھائے کر جھلنے لگے) اور اس گلبدن نے مجھے آنکھ بند
کر لی اتنے میں اس گلبدن نے تڑپے آنکھ جو کھولی تو دیکھا کہ

میان خوجی پنکھا تو قلی کی طرح جھل رہے ہیں مگر دیدے بچھاٹھا
گر نظارہ بازی میں بھی مصروف ہیں اسکا آنکھیں کھولنا تھا کہ

میان خوجی نے مارے ڈر کے آنکھیں خوب زور سے بند کر لیں
اور سہ کا ٹوٹو تو ہونہیں بدن میں۔ جان سن سے نکل گئی۔

گلبدن۔ کیوں جی یہ گھورنا کیا معنی۔ اب بتائیے کیا نذر دین
خوجی۔ اتفاق سے آنکھ کھل گئی۔

گلبدن۔ واہ اچھا اتفاق ہو۔ اور جو اتفاق سے ہمارا بھی
ہاتھ اٹھ جائے تو بھر۔

خوجی۔ جو مرضی۔
گلبدن۔ میان آزاد کہاں ہیں۔

خوجی۔ (ڈرتے ہوئے) بی انھوں نے مجھ سے کہ دیا ہے کہ جو کوئی
میرا حال پوچھے تو صاف صاف پتہ نہ دینا کہ یہاں سر رہا ہے۔

گلبدن۔ بھلا کہاں جانے کا قصد ہے۔
خوجی۔ انھوں نے حکم دیا ہے کہ اگر کوئی ہمارے غم کا حال

دریافت کرے تو اس سے یہ نہ کہنا کہ روم جانے والے ہیں۔
مسافر ہم بھی ان پہونچے اسے کچھ باتیں ہدیٰ ہیں۔

خوجی۔ میں کس لائق ہوں۔
مسافر۔ واہ یہ نہ کیے آپ بڑے نالائق ہیں۔

گلبدن۔ یہ کہتے ہیں کہ میان آزاد روم جانے والے ہیں۔
اور یہاں سر رہا ہے۔

مسافر۔ ہونگے۔ اس وقت انھیں کھانا دانا تو کھلاؤ۔

انہیں کاسا کوئی مردو آیا تھا دہلا تھلا کلا ہوا آدمی پھر کی رنگت بالکل زرد ہوا میان اُڑی تھیں۔ اور پتہ قد بھی تھا۔ اس سے اُنسے کچھ باتیں ہوئیں وہ تم کو بار بار پوچھتا تھا مگر باتوں سے ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسے خوجی اور اس کے کبھی پہلے کی ملاقات نہ تھی مگر تھا رانام کئی بار لیا اور پوچھا کہ کمان میں پھر کچھ کان میں پھسپھسایا تو میان خوجی کو ٹھہری میں گئے اور وہاں خوب سے ٹھنے لال ٹوپی دی اور تمھاری جربہ ہاتھ میں لی بال ستوار پٹیاں جمائیں۔ اور بڑے ٹھسے سے اکڑتے اور کندے بھاڑتے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیے مگر ہنستے ہوئے اُن مارے ہنسی کے بات اس وقت نہیں کی جاتی تھی کو ٹھہری کے باہر جب آئے تو میں نے دیکھا کہ ایک طرف کی موچہ بالکل صاف۔ دوسری طرف تو تھی موچہ کیا تر دا ہے کا تر دا ہا تھا مگر بائیں طرف بالکل صفاحت مجھے اتنی ہنسی آئی کہ کوٹنے لگی جی میں تو اتنی کہ تم کو جگا دوں مگر اجنبی آدمی کا ساتھ تھا تو کتنا مناسب نہ سمجھی۔

آزاد۔ نتیجہ ہو کہ کون تھا بھی۔ دہلا تھلا آدمی زرد دھجے جانتا ہی مگر خوجی کو نہیں پہچانتا۔ کون شخص تھا۔ اہا ہا ہا تاڑ گیا ہونہ ہو۔

یا نہیں وہ یہاں کمان پھر آخر یہ کون آدمی تھا دل میں سوچے کہ آف اور اسے کہیں نواب نے تو کوئی آدمی نہیں دوڑا دیا غضب کا سامنا ہوا اب دھریے گئے بھاگنے تک کی سکت نہیں کروں تو کیا کروں کچھ کرتے دھرتے ہیں ہی نہیں پڑتی یا شاید پیاری حسن آزلے آدمی بھیجا ہو کہ آزاد کی خبر لاؤ ہو ہو میں سمجھا کہ سپہر آرنے میں کوٹنے دے دے کر مجبور کیا ہو گا۔ کہ ہم کو واپس بلوالین بس یہی بات ہی مگر ع۔ دل کو دے آفرین یہ جو ڈٹا سوڈٹا۔ میں اور ٹر کی جانے سے باز رہوں۔

کیا مجال جاؤں اور پھر جاؤں اور پھر کھیت جاؤں جاؤں اور ٹر کی کی چوٹ جاؤں۔ واپس جانے میں ہماری کرکری ہوگی اب بلا فتح کیے ہوئے میان آزاد اپنے مشوق پری پیکر کو صورت دکھائیں تو شریف نہیں۔ خدا ہی خیر کرے۔ دیکھیں کون آدمی آیا ہو جو آیا ہو کہ میں جلد صورت دکھائے۔

میان آزاد یہ خیالی بلاؤ پکار رہے تھے مگر یہ خبر ہی نہ تھی کہ نواب کا آدمی نہ حسن آرا کا قاصد ہو وہ کوئی اور ہی ذات شریف میں۔ بڑی دیر تک میان آزاد نے بے چینی میں وقت کاٹا۔ طرح طرح کے خیال اُنکے دل میں آتے تھے مگر ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں پاتے تھے کہ آخر کون بزرگوار تشریف لائے تھے کس سے کہنے آئے تھے خوجی کو کیوں پکڑے گئے۔ اور اب تک خوجی غائب کمان رہے کھٹ ہوا اور انھوں نے پکارا خوجی۔ دھم ہوا۔ اور پوچھا آئے۔ ذرا کسی کی آہٹ پائی اور چونک ٹھے میان خوجی۔ مگر صدائے بر نہ خاست خوجی کہیں اور ہی ہیں۔ وہ ایک مردوش کے سر بالین کھڑے ہوئے نکلا بھل رہے ہیں اتنے میں شام ہو گئی اور خوجی کا کہیں پتہ ہی نہیں تب تو میان آزاد اڑ بس بغیر رہے کہ آخر یہ ماجرا کیلے۔ بھٹیاری سے کہا کہ چاہے جو ہو خوجی کو لاؤ۔ کسی سے پوچھو پاچھو۔ آئیں گئے کمان۔ ذرا جلد آنا۔ اس نے کہا میان اب جاتی ہوں حد بھر کوشش کرونگی۔ پھر اب آئیں نہ آئیں یہ اُن کو اختیار ہے۔ جانا میرا کام ہے۔ آنا نہ آنا اُن کے ہاتھ ملنا ملنا اتفاق کی بات ہو۔

خیر وہ تو چلین میان خوجی کی تلاش میں بارادھر خوجی صاف اور وہ حسین معجبین اور وہ مسافر دسترخوان پر تھے لگانے لگے خوجی کئی دن کے بھوکے تو تھے ہی انھوں نے خوب ہنسنے لگے۔

کھلتے جائیں اور تعریفیں کرتے جائیں کہ اہو ہو ہو۔ واہ واہ واہ
کیا لذیذ کھانا پکا ہو۔ تعریفوں کے پل بانڈھ دیے۔ ایک فہم
کھایا اور کئی منٹ تک تعریف کی۔ یہ تو تعریف ہی کرتے رہے
اُدھر میان مسافر نے دسترخوان صاف کر دیا۔ ارے کر کے
رہ گئے۔ دل میں پچھتائے کہ یہ ہم سے کیا حماقت ہوئی پہلے پہل
خوب بیٹ بھر کے کھا لیتے پھر دن بھر رات بھر چاہے تعریف ہی
کیا کرتے۔ اُس مہ پارہ نے پوچھا کہ کچھ اور لاؤں۔ شرمائے گا
نہیں یہ آپ کا گھر ہو میان خوچی کہنے ہی کو تھے کہ جی ہاں
منگوائے کہ اتنے میں مسافر نے جو خوب چھک کر کھانا چکھ چکے
تھے کما کہ نہیں جی اب کیا ہیضہ کراؤ گی خوب کھانا کھایا اب
ہضم نہ ہوگا۔ خوچی یہ گرا کر مرقہ سنتے ہی جل بھن کر خاک
ہو گئے مگر کہیں تو کیا کہیں۔ بولے کہ اچھا الام فوق الادب
لائے۔ اس پر مسافر نے جو انتہا کا شہرہ تھا کہ کا بیان اٹھائیں اور
دسترخوان ہٹا دیا اور خوچی بیچارے منہ ہی تاک کر رہ گئے۔ اس
جی میں تو کیا کہ مسافر پر برس پڑیں مگر خیر گذری کہ قرولی پاس
تھی ورنہ اُس گیدی سے سمجھ لیتے۔ شکریہ کہ قرولی کبھی پاس ہی نہ تھی
تھی ورنہ خدا جلے کتنے آدمیوں کو شہید کر چکے ہوتے۔

خیر کھانا دانا کھا کر بیٹھے تو مسافر نے کہا ارے لاجل ولا پانڈان
میں تو دو ہی گھوڑیاں ہیں۔ ایک اُس گلبدن کو دی دوسری
اپنے منہ میں رکھ لی خوچی پھنکھ دیکھا کہ گئے تب تو آپ بہت
ہی جھلائے اُدھر اُدھر دیکھا مگر خیر سے قرولی نہ پائی ورنہ
گیدی کا خون ہی پی لیتے اسکے بعد مسافر نے ایک اور حرکت کی
ان سے کہا کہ میان ہوت میان ہوت ارے بھائی تم سے کہتے
ہیں تم سے اُدھر اُدھر۔ خوچی تو جے جھٹھے ہی تھے انھوں نے
گھور کر دیکھا اور کہا کہ کس سے کہتے ہو جی یا کس سے اور سنے گا

کس سے کی ایک ہی کہی کہنے لگے کس سے کہتا ہوں تجھ سے کہتے ہیں
تجھ سے اور کس سے کہتے ہیں ذرا پلنگ سے اُتر کر بیٹھو کیا مرنے سے
برابر جا کر ڈٹ گئے۔ اُتر بیٹھے اُتر کر کہیں پہنچوں۔ اور دیکھئے گا آپ پلنگ
پر چڑھ کر بیٹھے ہیں۔ یہ دعویٰ اپنی حیثیت کو نہیں دیکھتا
خوچی۔ چپ گیدی نہ ہوئی قرولی۔ ہاں نہ ہوئی قرولی۔
گلبدن۔ قرولی بیٹھے ڈھونڈھے گا پہلے ذرا یہاں سے کھسک کر
بیٹھے بیٹھے۔ تم سے کس نے کہا تھا کہ یہاں آن کر تمارے پاس
بیٹھو ہاتھ دیتے ہی پہنچا پکڑ لیا۔

خوچی۔ (پلنگ سے بیٹھے اُتر کر) بہت اچھا اب بیٹھوں تو
توپ کے مہرے اُڑا دینا۔
مسافر۔ آخر میں کہتا ہوں کہ تم بیٹھے بیٹھے کیا بناؤ گے اُٹھ
بھاڑو دے۔

خوچی۔ اس گیدی نے تو ناگ میں دم کر دیا مگر شکریہ کہ یہاں
کوئی قرولی نہیں ورنہ کھیت کے کھیت صاف کر دیتا میدان
کے میدان جو پٹ ہو جاتے۔

گلبدن کیا لگا اس چھلے۔ گھبارے ہو۔ چرکے ہو۔ چنر
کھیت کے کھیت کلبے کے صاف کر دیتے۔

مسافر۔ بے جلو اٹھو۔ یہ بوجھاڑو ہو۔ ابھی بھاڑو دے ڈالو۔
خوچی۔ بھاڑو تم دو۔ ہم کو بھی کوئی بھڑھو بھڑھو کر دیا ہو یا کوئی
بیاجی سمجھے ہو ہم ایک عالمی خاندان آدمی گھر کے رئیس ہیں بیسوں
سے اس طرح باتیں کرتا ہو گیدی۔

گلبدن۔ حضور کی ریاست کمان ہو سوری ہم بھی تو سنیں آخر
کچھ معلوم تو ہو۔

مسافر۔ ہمیں تو ناہنائی سا معلوم ہوتا ہو یا شاید ناہی ہو تو بخون
پر جو بیٹھے تو لذیذ لذیذ کھانا سب چٹ کر گئے۔ کھا جائے۔

من دس بارہ اور کام کرنے میں نھما بچارہ چلیے اُٹھے جھاڑو دیکھا
دل لگی نہیں ہر کچھ بڑے رئیس زادے بن کر بیٹھے ہیں ریسون
کی ایسی ہی صورت ہو کر تھی ہر بھلا۔

خوجی۔ دھملا کر خدا جانے میری صورت میں کیا عیب ہے
جس سے ملتا ہوں سب یہی بے تکلی اُٹاتے ہیں کہ بھلے مانس کی
ایسی صورت ہی نہیں ہوتی یہ تو باجیوں کی سی صورت ہے۔
اکیں نہ میں دیکھتا ہوں تو مجھے خود شک سا ہوتا ہے اور اب تو جسکا
جی چاہے جو کچھ کہے۔ ایک طرف کی مچھہ ہی اڑ گئی ہر بھلے مانس
کہان سے رہے بھلا۔ کچھ نہیں اب ہم پہلے منھ بنوائیں گے پھر
کسی سے بات کریں گے یہ ہکر میان خوجی نے کہا بندہ
رخصت ہے۔

مسافر۔ (داسن پکڑ کر) واہ کیا دل لگی ہے۔ رخصت کی ایک ہی کھوپڑی
بیٹھے چلم بھر کے جائے گا اور یا ثابت کر دیجئے کہ آپ شریف زاد
ہیں اور یا پکڑ لیں گے۔

میان خوجی تو ناک پر کھچی تک نہیں بیٹھتے دیتے تھے۔
ایسے جھلائے کہ اُڈو دیکھنا نہ تاؤ چٹ ہی تو گئے۔ اب دونوں
میں خوب لپاؤ لگی ہوئی تھی۔ اور دل لگی یہ کہ دونوں کا ف
کوئی چھوٹا بشت کا۔ دونوں مشت استخوان۔ دونوں چاندو با
یہ آہستہ سے اُن کو چپٹ لگاتے ہیں۔ وہ ہلکے سے ان پر
دھب جاتے ہیں۔ انھوں نے اُن کے کان پکڑے انھوں نے
انکی ناک پکڑی۔ انھوں نے انکو کاٹ کھایا۔ انھوں نے انکو چپٹ
دی اور پھر یہ کہ دونوں رو رہے ہیں مگر میان خوجی قرولی کی جھن
باندھے ہوئے ہیں کہ نہ ہوئی قرولی ہے نہ ہوئی قرولی مسافر نے
انکے پٹے پکڑے اور انھوں نے انکے کان گرہائے۔ وہ جیتے نہ یہ جیتے
سکت دونوں کے بدن میں نہیں ہانپ گئے میان خوجی تو قرولی

وردی سب بھول گئے اور تیور اگر کرے تو چاروں شانے چت اور
اُس گلابدان اور سے دو تین حوسین بھی چکھائی دین۔ ادھر اُنکا تو یہ
حال ہوا ادھر مسافر کی یہ کیفیت ہوئی کہ چکر کھایا اور دم سے زمین پر
اتنے میں دونوں کو گلابدان نے اٹھایا اور کہا اب مل جاؤ بس
لڑائی ہو چکی اب کیا کٹ ہی مرو گے۔ چلو بیٹھو بس اب نہ بولنا۔
خوجی۔ بولنا دولنا میں نہیں جانتا قرولی نہ ہوئی ورنہ بھونک
ہی دیتا۔ بات ترے کی۔

مسافر۔ وہ تو میں ہانپ گیا نہیں تو دکھا دیتا آپ کو دل لگی پچھ
مجھے بھی آپ کوئی ایسا دسیا مجھے ہیں کیا۔ سیکڑوں ہی بیچ یاد ہیں
گلابدان۔ اب اگر دونوں میں سے ایک بھی بولا تو ہم درست کر دینگے
اسکے معنی کیا جب منع کیا تو پھر جھگڑا کیسا۔ اب زبان نہ کھلے۔
خبردار چلو اب چلین میان آزاد کے پاس اُنکی بھی تو خبر لین۔
خوجی اُٹھے اور مسافر نے بھی کپڑے پہنے اور چلے۔

شام تو ہو ہی گئی تھی میان خوجی ایک طرف اور مسافر دوسری
طرف ہاتھ پکڑے ہوئے آزاد کے پاس اُس گلابدان کو لے گئے۔
وہ پونچھی تو کیا دیکھتی ہو کہ بھٹیاری اُنکے سرھانے بیٹھی نکچا جھل رہی
اور کہہ رہی ہے کہ میں تو جو طرف تلاش کرتی کسی کا پتہ نہ ملا۔ اتنے میں
سب دن سے جا کھڑے ہوئے اور اسنے اُنکو دیکھا۔ انھوں نے اُسکو
اس گلابدان نے شانہ پکڑ کر بلایا تو میان آزاد کی آنکھ کھل گئی اور اُنکو
کھلنا تھا کہ اُسے دیکھا کہ بی اللہ رکھی سر بالین بیٹھی ہیں اور میان
چاندو باز سمنے کھڑے یا توں دبا رہے ہیں۔

میان آزاد خانہ برباد نے اُنکو جو کھولی تو دیکھتے کیا ہیں بی اللہ رکھی
عجب ناز مشوقانہ اور انداز دلربا یا نہ سے کھڑی سر بالین مسکرا رہی ہیں
دیکھتے ہی اُنکی جان نکل گئی کلبجہ دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ ہاتھ پاؤں کانپ
اُٹھے مگر اُس نرک سفاک کو مسکراتے اور کھلکھلاتے دیکھ کر

فراڈھارس ہوئی ورنہ ہوش و حواس تیرا ہو گئے تھے باپ اُنکے
دل میں خدائی بھر کے خیالات جاگزیں ہوئے لائق یہ بیان کیوں
آئیں۔ پتہ کس نے بتایا۔ اب انکا اصل نشان کیا ہی خدای شکر کے علا
نے ذرا بچھا چھوڑا تو اس دم نے اُن کو آدو بوجا۔

ایک فٹ سے تو مر کے ہو تھا جینا | پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اندھی
خوجی۔ پیروم شد اُٹھے۔ دیکھئے تو سر بالین کون کھڑا ہر ذرا اکھ تو
کھولے۔ دانش بچی خوش ہو جائے۔ پھر ک جاؤ تو سہی۔ ہاے کیا
نورانی صورت ہو رہی اندر رکھی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ
آپ ہی کی تعریفیں ہو رہی ہیں سگر آپ اس وقت جھپکی کیوں جاتی
ہیں۔ ع۔ رستہ کی دو طہا سے روز صحبت و مہن کر لگی حجاب کتنا
آزاد۔ رائد رکھی سے بیٹھی تشریف رکھے۔

خوجی۔ (جی بھی ہم سے اور آپ کے سلسلے سے بڑی ٹھانی ٹھانی
ہو گئی۔ وہ تو کیسے قرولی نہ تھی ورنہ سالار جنگ کے بچہ لگاڑ دیے
ہوتے بس گون کا یا نہ ہر شک کر دیکھ کر تم بیج گئے۔

آزاد جپ نام معقول سالاکسکا اور سسر کیسے منہ کھولا چاٹو کے
نشے میں لگا بے تکی ہانکنے بڑا قرولی باز بنا ہر جلو باہر ٹھہر۔ بی
بھٹیاری تم بھی مہربانی کر کے ذرا باہر ہی بیٹھو سیائیس چل پر وہ ڈال دے
جب تنہائی ہوئی تو میان آزاد لے پوچھا کہ کیسے کس تقریب سے
تشریف لائی ہیں آپ۔ ہم تو وہ آزاد ہی نہیں رہے وہ دل
ہی نہیں وہ حوصلہ ہی نہیں۔ وہ دن ہی نہیں۔ وہ دلولہ ہی نہیں
وہ جوش نہ وہ خروش۔ اب تو روم ہی جلے کی دھن ہو
بس یہی اُدھیر بن ہی۔
اللہ رکھی۔ خلا خدا کر کے ہم بہان تک تو پہنچے راہ میں سوجھ
جاتے جاتے تھے کہ۔

لایا تو ہی نصیب نہیں کوے یار تک | کچھیں گندہ ہو یا نہ ہو کس کا خدا رک

پیارے آزاد تم چلے روم کو ہمیں کس کے سپرد کیے جاتے ہو۔
زمین ہی کو سو نہ دوڑ دوڑ کر آؤ آزاد۔ اب ہم کس کے ہو کر
زمین۔ سریشکیش ہر جان نذر ہو۔ ہم تو مرغ بسمل کی طرح تریس
ہاے تمہارے عشق نے بے طور رسو کیا۔ آزاد تم خوب جانتے ہو
کہ میں بھٹیاری نہیں۔ شریف زاد ہی ہوں۔ مگر امان کو خدا
بخشے۔ جو میرے حق میں یہ کانٹے بو گئی ہیں۔ ہاے ایک بوڑھے
کھوسٹ کے مجھے حوالے کیا اور جیتے جی مجھے مار ڈالا جوانی بھر حسرت
کی لگ میں جلا کی اور جلا کر لگی۔

آزاد۔ اب ہماری عزت اور آبرو تمہارے ہی ہاتھ ہو اگر روم سے
جیتے واپس آئے تو تم کو نہ بھولینگے نہ بھولینگے مگر ہم کیا کریں قول ہاے
ہیں۔ جان جائے گرا بات نہ جائے۔ اللہ پر نشان کر رہو خدا بڑا پار
کر دیکھا۔ سچے عشق کے یہی معنی ہیں۔

عشق کامل ہو تو اتنا چاہیے | ناگوار اسب گوارا چاہیے
حسن آرا کا کچھ حال معلوم ہو تو بتاؤ۔ سپہر آرا کی خبر سناؤ۔ ہی
آپ کیسی گذرتی ہوگی۔

اللہ رکھی تو ایک بت پندار لفظ و جادو طراز تھی حسن آرا کی۔
داستان مصیبت کو اس حسرت سے ادا کیا کہ آزاد رو دیے اور کان
دھر کر کل روایت بغور سنا کیے۔ اللہ رکھی نے کہا کہ۔
ادھر تم نے گھوڑی کی باگ اٹھائی اُدھر ماما شام کے وقت
تمہارا نامہ حسن آرا کے پاس لائی۔

حسن آرا۔ بواہ کیا لائی ہو۔ دیکھو۔ ہاے آج اتنی دیر سے
آزاد کا پتا نہیں۔ ذری کھوج خبر تو لاؤ۔ کہاں روٹھ کر چلے
ماما۔ میان آزاد تو سویرے روم کو سدھارے بیٹھی دے گئے
زمین جانے کیا لکھا ہو۔

زنا سنا تھا کہ حسن آرا کے پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی یا پاک

<p>دامان نگہ تنگ گل حسن تو سیار گلچین بہار تو ز دامن گلہ دارد</p> <p>مگر آپ مسافر غریب الوطن اجنبی پردیسی آدمی۔ آپ کا گھر نہ ٹھکانا۔ گھر نہ بارخانہ بدوش خانہ برباد خانان خراب میں کسی سے آپ کا ذکر کروں تو کمون کیا کس کے لڑکے ہیں۔ کس کے پوتے ہیں کس کے نواسے۔ کس خاندان کے ہیں مکان کمان ہو میں بتاؤں گی کیا شہر بھر میں ہی خبر مشہور ہو جائیگی کہ حسن آرانے ایک پردیسی کے ساتھ نکل چڑھا لیا جس کے حسب نسب کا پتا ہی معلوم نہیں مجھے تو اسکی پروا نہیں میں تو خوب جانتی ہوں سر۔</p>	<p>عش عش کرنے لگے۔ اور پھر اچھی اچھی رئیس زادیاں جاہلین کے انکے ساتھ میان آزاد کا بیاہ ہو جائے لیکن پھر اسوقت میں آپ کا ہے کو پوچھنے لگے۔ پھر دماغ ہی نہ ملینگے۔</p> <p>آزاد۔ اگر میرے ایسے خیالات ہوں تو خدا مجھے غارت کرے حسن آرا تو نیسے اب روم دروس میں جنگ چھڑنے والی ہے روم کی مدد آپ پر فرض ہے۔ آپ روم کی طرف سے لڑے اور تیغ بسالت کے خوب جوہر دکھائے تھے انکائے ہوئے آئیے تو وہ نام ہو کہ ہندوستان بھر میں پھر گھر آپ ہی کے چرچے ہوں اور ہم فخر سے کہیں کہ میان آزاد غازی ہمارے شوہر ہیں آزاد (ٹوپی اٹھا کر) منظور منظور جاؤں اور سچ کھیت جاؤں مرے تو خیر اسلام کے نام پر جان دی اور زندہ رہے تو تم کو بایا۔</p>
<p>لیکن مجھے ڈر ہے کہ مبادا اس نکاح سے اور تعلیم یافتہ شریف زادوں کو عوام حقارت کی نظر سے دیکھنے لگیں۔ اور بھکھو لوگ بد وضع بھجین جو بھکھو مرنے کے برابر ہو گا۔ بات وہ کرنی چاہیے کہ دھبانا ملے۔ اور ہم اور تم ٹکف سے زندگی بسر کرنا اب ساری بات یہ ہے کہ اپنے مشہور کرنے کی فکر کیجیے مشہور کرنے کے یہ معنی نہیں کہ آپ کسی کے گھر بچا دیے اور ڈکیتی میں نام پیدا کیجئے مطلب یہ کہ نیکی کے ساتھ لوگ آپ کو یاد کریں۔ آزاد۔ درخوش ہو کر چشم مار روشن دل ماشا دیکھئے تو آگ میں بھانڈ پڑوں۔</p>	<p>سپہر آرا اس تقریر کو سن کر آنسو بھرائی اور آزاد کے قدموں پر ٹوپی رکھ کر کہنے لگی کہ واسطے خدا کے یہ خیال دل سے دُور کرو گجا روم کجا ہندوستان۔ وہاں تک خیال بھی منزل منزل دم لیتا ہوا جاتا ہو اور میلان کا رنڈار کے تو نام سے میرے ہوش بڑاں ہوتے ہیں۔ میان آزاد نے کہا آپ ابھی بالکل کم سن لڑکی ہیں۔ میان آزاد وہاں سے رخصت ہوئے کہ کل ملین گے اور پرسون کوچ۔</p>
<p>حسن آرا۔ ماشا اللہ کمی بھی تو وہی دشت کی بات تم گ میں بھانڈ پڑو اور مجھے جلاؤ۔ کوئی معقول بات سوچو جس میں نام ہو۔ اگر آگ میں بھانڈ پڑے اور بفرض محال بچ بھی گئے تو لوگ آپ کو مٹھی سودا ہی سمجھیں گے۔</p> <p>سپہر آرا۔ کوئی کتاب تصنیف کیجئے۔</p> <p>حسن آرا نہیں کوئی حقیقت اور بہادری کی بات ہو کہ جو سنے</p>	<p>سپہر آرا کا اصرار</p> <p>بتا ساقبا دخت رز کا نشان کہ ہر رخِ فرقت سے ہو ٹھون چان</p> <p>فرح بخش خاطر ہو وہ جام دے طبیعت ہی پیکل آرام دے</p> <p>کہا تک یہ گردشِ دوران ہر سفر ہو گیا اب تو شکلِ سحر</p> <p>یہ نفریق اور تفرقہ تا کجا کہیں رند ہیں اور کہیں سیکدا</p> <p>قیامت ہی ہر دم کی امید دیاں پہنچ جائیں منزل پہ منزل شناس</p>

بھر رہا ہو جبکہ آزاد تنہ لٹکائے ہوئے روم کی لڑائی سر کر کے ہمارے دروازے پر کھڑے ہوئے۔ گھوڑا ہنسنا تا ہو گا اور آزاد کھٹ سے اتر آئیگی اور ہم خوش خوش ملیں گے۔

اتنے میں میان آزاد بھی دن سے داخل ہو گئے۔ اُس سے میان آزاد پر درہی عالم تھا۔ شباب وہ جو بن دکھاتا تھا کہ ہم بڑے جوانی بھی پڑتی تھی آنکھیں سرخ جیسے خون کبوتر گورے گورے رخسارے بیہنہ گلاب کی رنگت اور لباس تو وہ بانکا پنہ تھے کہ سر سے پاؤں تک ایک ایک عضو بدن قابل دید تھا تو پی وہ بانکی کہ بانکین بھی ٹوٹ ہو جائے جو غریبی خود بلائیں لے شمشیر خوش غلات اور خنجر خارشنگاف اور از سر تا پا صندلی لباس۔ اسپر انگریزی عطر کی بوباس سپر آرتو ان کو دیکھتے ہی آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی لیکن حسن آرانے ضبط کیا اور بار بار آنکھوں سے اُنکے گل رخسار پر نظر ڈالنے لگی۔ اور منسی دل لگی کی باتوں میں رخ فرقت ٹالے لگی اسوقت آزاد کا چاند سا کھڑا حسن آرا کو ایسا بھایا کہ بے اختیار اُسی وقت نکاح کرنے کو جی چاہا مگر اللہ رے استقلال وضبط۔ ذرا ف تک نہ کی۔ سپر آر نے کلیجے کو تھام آزاد سے روتے روتے پوچھا کہ یہ کہاں کی تیاریاں ہیں آج کس پر چڑھائیاں ہیں چھری کٹا خنجر تلوار لے کر کہاں چلے۔ تیور بڑے سخت پڑ رہے ہیں۔

آزاد۔ آج ہم موت کی تلاش میں نکلے ہیں کفن باندھ کر قاتل کی جستجو۔

سپر آرا۔ (قد مون پر گر کر واسطے خدا کے اس خیال سے درگزر۔)

آزاد۔ اب تو بے

ناظور ملائک نظر فریب عدوے ضرب و شکیب خاتون مرہ نقا حسن آرانے جوان گلزار طرار و طرار میان آزاد کو ٹرکی چائیکلی خمر خوشانی تو سپر آرا اپنے جھوٹے پن کے سبب سے بہت ملول ہوئی دھاڑوں دھاڑاںسو بہائے اور گول گول اشک لڑھکتے ہوئے دامن تگائے ایک دفعہ اپنی بڑی بہن سے چٹ گئی۔ سپر آرا۔ باجی ہم کیا کریں دل بھرا ہر چشم پریم اور اشکبار ہے میرے تو کلیجے میں جیسے کسی نے برج بیاں چھو دن رات کاٹے نہیں کھتی۔ ہاے تم کیسی بے رحم ہوئی جاتی ہو۔ آزاد کو بیکار جنگ پڑھتی ہو۔ اُس بھارے لے بھی زلفت چلیا بھی نہیں چھوئی مگر خدا نہ کرے کہ عشق کی کالی ناگن اسے طوس جلے اچھی طرح لا زدل بھی نہ کہنے پایا لیکن تم نے وہ گرا گرم فقرہ سنایا کہ دوسرے کی عقل سرد ہو جاتی۔ ہر یو باجی۔ کہاں کالے کوسوں بھیجتی ہو تھیں خاتون جنت کی قسم رگلے پٹ کر میری باجی میں صدقے اب اس خیال خام سے درگزر۔ آزاد جانیگے تو پھر اُنکی صورت دیکھنے کو ترس جاؤ گی دن رات آنسو بہاؤ گی زندگی تلخ ہو جائیگی قیامت بپا ہو گی آزاد سا نو عمر گل رخسار شوخ و طرار خلیق بیاض و بہار نہ پاؤ گی نہ پاؤ گی اچھا میں کیا تم ہی پچھتاؤ گی۔ بڑا دلیر آدمی ہو مورچے سے آزاد کا پھر آنا ایسا ہی ہو۔ جیسا ملک الموت کا واپس جانا کیوں مفت میں کسی کی جان کی دشمن ہوئی ہو۔ ہاے اُس نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور خدا نے اسکو یہ دن دکھایا۔

کنار دریا ہو چنکے پانی پیا نہیں ایک بوند تسپر پڑھی ہو چون کی ہم سے تیوری جا بکھین بدل ہے ہیں

حسن آرا۔ ہائین ہائین بہن۔ اے واہ یہ مفت کار و نادر ہونا اچھا سوانگ ہو۔ وہ مبارک دن میری نظروں کے سامنے

ایسا تھوڑے جائینگے یا کھولینگے نقاب سلطان عشق کی یہی خوشکست ہے

حسن آرا سی ہوی پانا دل لگی نہیں ہر ایسی حسین بہ حسین معشوقہ
نازنین خوش رو خوش خو خوش سلیقہ خوش تمیز بڑے
خوش قسمتوں کو ملتی ہیں۔

غالبان سین نمون کیواسطے | چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

اب ہم حسن آرا سے اصرار کریں تو جو اندر نہیں اب ہمارے
آنکے اسی روز شادی ہوگی جب ہم میدان کارزار سے سرخ رو
ہو کر واپس آئیں گے۔ حیات اسلام بھی اسی کی مقتضی ہو کہ روم
کے نام پر جان فدا کر دیں۔ سرکٹوائیں اور زخم پر زخم کھائیں
مگر میدان سے سرخ نہ پھیریں قدم نہ ہٹائیں۔ ہم برٹش سکیٹ
ہیں۔

آن سن باشم کہ روز جنگ بینی پشت من | آن نم کا نہ ریاں خاک خون پی سر

سپہر آرا۔ جو آپ نے دہلیز تک بھی قدم رکھا تو ہم درو کے
ابھی بھی اپنی جان دیدینگے۔ ہائے یہ کیا سٹائی سٹائی۔

آرا ویستوستو تم ابھی نا کردہ کار اور کم سن ہو تم ہمارے دل کے
جوش و خروش کو کیا جانو مگر تم گہراؤ نہیں جیتے بچے تو پھر

آئینگے۔ ہمارے دل سے حسن آرا کی اور تمھاری محبت جاتی
رہے یہ محال ہو بس ہمارا تنا کہنا یاد رکھو۔ اور میری خاطر سے

اب رونا دھونا چھوڑ مجھے چلتے چلتے رنج پر رنج نہ دو۔ خوب
یاد رکھو کہ حسن آرا میرے ساتھ نکاح نہ پڑھوائیں گی جب تک دم

کی لڑکیاں سر کر کے سین واپس نہ آؤں گا پھر سوچو کہ تمھارا اصرار
ہیجا ہو یا نہیں میرے دل سے لگی ہو کہ بن جاؤں اور بچ کھیت

جاؤں ماروں اور مروں۔ کاٹوں اور کٹوں تم رونے کیوں
جاتی ہو کیا لڑائی میں سب کے سب مر ہی جاتے ہیں۔ کیا

میدان جنگ سے کوئی واپس نہیں آتا پھر تم اپنی آنکھوں
کی کیوں دشمن ہوئی ہو۔

سپہر آرا۔ ہاے میری بہن کو یہ کیا ہو گیا اس بیچارے نے تو
جان بچائی اور اس کے جلد وین اپنی جان شیریں گنوانے کو جاتا ہو
اتنی دور جا کر واپس آنا معلوم۔ پس اب میری زندگی محال ہو
مجھے دفنا کے جانا۔ ہو ہوا اللہ جانے کن کن جگہوں میں بے آب
داندہ ہو گے کیسے کیسے پہاڑوں پر چڑھنا ہو گا۔ کہاں کہاں لڑنا
بھڑنا ہو گا۔ کس کس سے مقابلہ ہو گا ذرا سی گولی تو ہاتھی کا
کام تمام کر دیتی ہو انسان کی کون کسے۔ ہاے یہ صورت یہ شکل
گویوں سے چھلنی ہو بہن تو تمھارا حال ہی معلوم نہو گا۔ دن
رات بیٹھے کڑھا کر شگے اور ایک ایک دن ایک ایک برس
ہو جائیگا۔ اور پھر کیا جانے آؤ نہ آؤ۔ لڑائی پر چڑھائی پر جانا
کچھ ہنسی ٹھٹھا تھوڑی ہی ہے یہ تو تمھیں مردوں کا کام ہے۔ ہم تو بھان
ہی سے نام سن سن کے کانپتے ہیں۔

حسن آرا۔ بہن پیاری بہن۔ اب تم ہمارا کہنا مانو کہ۔
سپہر آرا۔ لکازوں کو ہاتھوں سے بند کر کے ہٹا۔ نہ مانو نگلی نہ مانو نگلی

لاکھ برس تک نہ مانو نگلی۔ مر جاؤں۔ رہا یہ نہ مانو نگلی۔
حسن آرا۔ سن تولو۔

سپہر آرا۔ جی بس سن چکی خون کیجیے اور کیسے سن تولو۔
حسن آرا۔ بن فقط یہ کہتی ہوں کہ۔

سپہر آرا۔ کہتی کس سے ہو۔ ہم ایسی سننے کسب ہیں۔
آزاد۔ اچھا انکی بھی خاطر کر دہری بہن ہیں۔

سپہر آرا۔ واہ۔
حسن آرا۔ میں فقط اتنا کہتی ہوں کہ تم پہلے منہ دھو ڈالو۔

سپہر آرا۔ وہ آزاد سے ہاتھ دھو کر منہ دھونے کی بھی
طاقت رہے گی۔

حسن آرا۔ یہ کیا جبری جبری باتیں زبان سے نکالتی ہو بہن

<p>یہاں سے کوچ کرینگے۔ سپہر آرا سے ہی کوچ! اُن ادہ پھر دل دکھانے ہمارے باس آئے ہی کیوں تھے دامنِ زور سے واکر جائے تو دیکھوں کیونکر جاتے ہیں آپ۔ حُسن آرا۔ (ٹپ ٹپ آنسو بہا کر)۔</p>	<p>بڑا معلوم ہوتا ہے۔ سپہر آرا۔ جی اگر ایسی ہی محبت ہوتی تو توپ کے مہرے ان کو نہ بھیجتیں۔ حُسن آرا۔ ہائین ابائیں اور توپ کے مہرے ان کو بھیجتا ہی کون ہوگا کیا میں زبردستی تھوڑا ہی کرتی ہوں وہ تو آپ جاتے ہیں۔ ہاں میں انکو روکوں گی نہیں وہ اسلام کے نام پر سرکٹا نے جاتے ہیں اور برٹش گورنمنٹ کی رعایا ہیں منع کروں تو کیونکر سلطانِ اعظم روم ہمارے ظہیر المذہب ہیں۔ ہم پر ان کی مدد ایسے نازک وقت میں فرض ہو اور ہماری ملکہِ معظمہ کی گورنمنٹ کے دوست۔</p>
<p>داغِ اُفت لگا دیا کس نے نقشِ ہستی مٹا دیا کس نے گل سے شبنم بنا دیا کس نے ہنس رہے تھے رُلا دیا کس نے زلزلتِ تیری اگر نہیں لیلے بھٹکے مجنون بنا دیا کس نے</p>	<p>آزاد وہاں انھوں نے مجھ سے اصرار کب کیا کہ تو ضرور جاہی۔ میں تو خود جاتا ہوں۔ یہ منع کر کے دیکھ لیں۔ دیکھیں میں کسنا مانتا ہوں کبھی نہیں۔ جاؤں اور پھر جاؤں۔</p>
<p>سپہر آرا۔ اللہ میں کسکو سمجھاؤں۔ دل کو سمجھاؤں جو بچلا جاتا ہے آزاد کو سمجھاؤں جو دلِ غِ فرقت دیے جاتے ہیں یا حُسن آرا کو سمجھاؤں کہ اس نوجوان کے قتل کا بیڑا اٹھایا ہو۔</p>	<p>سپہر آرا۔ محبت اور عشق اس کے معنی ہیں کہ زبان سے اتنا بھی نہیں نکالتے کہ قاتل ہمارا وہ ہے۔ ہاے مقتول ہونے چلے مگر اُن تک زبان پر نہ لائے سچ ہے۔</p>
<p>آزاد وہ دل و جگر خون ہو چکے ہیں حواس تک نہ بچے جا چکے ہیں</p>	<p>ہاشقانِ اشتیاقِ اند بر نیاید ز کشتگانِ آواز</p>
<p>فری محبت کا حوصلہ ہو ہزار صدے اٹھا چکے ہیں</p>	<p>اے مرغِ سحر عشقِ زہرِ دمانہ بیا موز کانِ سوختہ را جانِ شدہ آوازِ نیا مد</p>
<p>اسم سے دل اور شادمان ہو کبھی نہ سختی کوئی گران ہو</p>	<p>بھلا خشکی خشکی جائے گا۔ آزاد۔ سمندر سمندر۔</p>
<p>حُسن آرا۔ ہاے کس غضب میں جان پڑی۔ اس وقت عجب حالت ہے پڑا پھیکا پگلیا۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹے جاتے ہیں آنکھیں جل رہی ہیں آزاد جو میں جھوٹ کہتی ہوں تو یہ دونوں آنکھیں پٹم ہو جائیں کہ دُنیا میں اگر کسی کی چاہ ہے تو آزاد کی لیکن دل سے لگی ہو کہ تم روسیوں کو نچا دکھاؤ رُوم کی کمک کو جاؤ مرنے کا جینا مقدر کے ہاتھ ہے۔ کون رٹا اور کون رہے گا۔</p>	<p>سپہر آرا سے ہی ہر دہاتھ مل کر اُن اُن۔ سمندر، بڑی بڑی سٹائی، خدا بچائے۔ اللہ بچائے۔ علی شکلِ کشتا شکلِ کشتائی کرے اُن کلیجہ منہ کو آگیا آج۔ آزاد اب رات زیادہ آئی۔ آپ آرام فرمائیں ہم کل شب کو</p>
<p>غیرت حورِ جبین نہ رہے ہیں مکانِ گروتوہ مکین رہے جو کہ تھے بادشاہِ ہفتِ اقلیم ہوے جا جا کے زیرِ خاکِ مقیم ریشکِ یوسفِ بوقتِ جہانِ حسین کھا گئے ان کو آسمانِ زمیں</p>	

تلج میں جنکے ٹکتے تھے گوہر
ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے
ہو نہ شیرین نہ کوہکن کا پتا
بوسے آفت تمام پھیلی ہے
صبح کو طائران خوش الحان
پڑھتے ہیں کل من علیہما فان

میرادل گواہی دیتا ہوں کہ تم سرخرو ہو کر آؤ گے۔
آزاد۔ یہاں کیا راضی برضا۔ جو مرضی ہو۔ ہم تو کفن ساتھ
لے کر جاتے ہیں مورچے سے ہٹ جائیں کیا مجال۔ زندہ
رہے تو خیر ورنہ رخصت۔

سپہر آرا۔ (سردوگر) ایسی باتیں میرے سامنے تو نہ کرو
ذرا رحم۔ ذرا رحم۔

آزاد۔ اب ایک کام کیجئے۔ بات کو زیادہ طول نہ دیجئے میں تو
گھر جاتا ہوں اور شب کو مل کر کوچ کر دوں گا تم سپہر آرا کو سمجھا دکھو
ورنہ راہ میں جب میں اُنکے پیار کی باتیں یاد کروں گا تو قسم
نہ اُٹھے گا۔ بے روم جائے صورت نہ دکھاؤں گا۔

حسن آرا۔ سپہر آرا! اچھا اب انکو جانے دو کل آئیں گے۔

سپہر آرا۔ اچھا جائیے۔

آزاد رخصت کل ملینگے۔

سپہر آرا۔ نیت شب بخیر۔

حسن آرا۔ کماؤ اس وقت بڑی نیند آرہی ہے اب سو رہو

سپہر آرا بولی باجی سونا کو بہکو تو رونا کو غینہ کسی سونا حرام ہے۔

آزاد۔ آزاد پیارے آزاد تو نے ہماری جان بچائی تو اس کے

صلے میں اپنی جان مفت میں گنوائی۔ خیر خدا مالک ہے۔

آج میان آزاد میرے پھنسے پڑی ہی مصیبت پڑ گئی جان۔

غلاب سانی شخت خاک میں ملی سخت کر کری ہوئی۔ ادھر کے

رہے نہ ادھر کے رہے۔ افعال بد کا نتیجہ دیکھا اعمال زہوں نے
روز بد دکھا یا میان آزاد جب سے گھر سے نکلے گرگٹ کی طرح
رنگ بدلتے رہے کبھی درویش شیخوخت پناہ دلی اللہ عارف باللہ
حق آگاہ مشخت دستگاہ۔ کبھی جبرے نوش منجھ بادلہ فروش رہند
سے آشام صبح کو شراب شام کو جام۔ کبھی پہلوان یا پھلکیت
بن گئے کسی لڑتے یا نبوٹے کو دیکھا اور تن گئے۔ اسکو دبوچا۔
اسکا منہ توچا اسکو زمین پر دے پٹکا۔ اسکو گلا دیا۔ کبھی بری خوں کا
جھال دیکھ کر مفتون ہو گئے کسی لیلی دش پر نظر پڑی اور مجنون ہو گئے
گلہ نئے بڑے بڑے کار نمایاں بھی سرزد ہوئے یکتبون کی آنکھوں
اصلاح کی۔ سدرسون اور کٹھ ملاؤں کی آنکھوں نے خبر لی پائشاؤں
آنکھوں نے خاک اُٹایا۔ ان پڑھ کر گون گون آنکھوں نے راستہ بتایا۔
مگر دو ایک حرکتیں فضول بھی سرزد ہو گئی تھیں جنکا اب خمیازہ
اٹھا ٹینگے۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ میان آزاد نواب صاحب کے حکم
سے میان صف شکن علی شاہ کو سمجھانے چلے تھے اور ایک سرائی
میں بیٹھ کر کھی بھٹیاری سے اُنکے لگی تھی مگر زبانی داخلہ اللہ رکھی
خود بھی ان پر کبھی یقین۔ اس بارے میں تو میان آزاد بڑے ہی
خوش قسمت ہیں کیسی ہی گلخدا بربری رشسار کیون ہوا انکو نظر پھر کر
دیکھا اور عاشق نار ہو گئی۔ اللہ رکھی نے ان پر نالش چڑی اور حضرت
کو بھاگتے ہی ہن پڑی اب سنئے کہ اللہ رکھی نے اُٹی سی خبر بانی کہ میان
آنند فلان شہر میں ایک خاتون ملہ لقا کی زلف چلیپا اور رخ زیا
پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے ہیں اور وہ زہرہ متال بھی
اُن کو جانتی ہے دونوں عاشق اور دونوں معشوق ہیں سوچی کہ
بلا لینے کا چھامو قہ ہی میری زندگی میں تو میان آزاد شادی
نہیں کرنے پاتے تو سہی جو وہیں نہ ہو بخون اور سب معاملہ بھڑھٹ
نہ کروں۔ کیا دل لگی ہے ہمیں بے بتائیں اور اور دن کو

ہیاہ لائین اللہ رکھی نے دل میں ٹھکان لی کہ جاؤں اور پھر
جاؤں یہ سوچ کر اپنے رفیق میان چاندو باز کو ساتھ لے کر
چلیں اور دم سے داخل ایک سرزمین بڑے ٹھٹھے سے
رہنے لگیں۔ میان چاندو باز جو طرفہ ٹوہ لپنے لگے کہ میان آزاد
کہاں ہیں۔ ایک دن چاندو کی بینک میں جھوٹے ہوئے
چلے جاتے تھے اور سامنے سے میان آزاد ادبچی بنے ہوئے
آتے تھے۔

چاندو باز۔ (دیس کر السلام علیکم دگلے مل کر مخرج اچھے
اللہ اللہ حدیث کے زیارت ہوئی لاکھیں لگو ڈھونڈتی تھیں
عائدہ ترس سن گئے۔ وہ جو چلتے وقت ناکے پوکھو آپ نے تان کر طلب
سے چابک جمایا تھا اسکا نشان اب تک بنا ہو چکی کس کس عنایت کا ذکر کرنا
بارے ملے خوب ملی اللہ رکھی تو مرگئیں بیجاری۔ ہاے غضب ہو گیا
مرتے وقت خدا کی قسم اللہ اللہ کہا کین اور دم توڑ لے کے پہلے تین
دفعہ آزاد آزاد کہا اور چل بسیں۔ رہے نام اللہ کا۔

آزاد نے جو وقت چاندو باز کی صورت نموس پہلے دیکھی تھی تو
جہرے کا رنگ تغیر ہو گیا تھا ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ روم کا جانا
اور تینے لکنا نا پھول گئے۔ سوچے کہ کچھ ڈال میں کالا کالا ہوا ب
عزت خاک میں ملی اور ساری شخصیت نکل گئی۔ چاندو باز نے جب
اُسے مصافحہ و محافقہ کیا تو انکا جی چاہا کہ قرولی بھونک کر لکارین
لیکن چاندو باز نے بیان کیا کہ اللہ رکھی رہ گراے عالم جاودانی
ہوئیں تو کسی قدر خوش اور کسی قدر ملول ہوئے خوش
اس وجہ سے کہ چلو بلا گئی خمس کم چہ ان پاک اور ملول اس سے
کہ عین عفتوان شباب میں اُس نے وفات پائی لیکن
جب میان آزاد نے سنا کہ نزع کے وقت انکا نام در زبان
تھا تو بڑی آنسو ہوا پڑانی محبت نے جوش کیا۔

اور آنسو آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ چاندو باز دل میں سوچا کہ کیا
بھرون میں آگئے تھانا کھا گئے وہ چکر دیا کہ یاد ہی تو کرینگے۔
آزاد۔

صد حیف کہ کفر خان کفن پوش شدند | و ز خاطر یکدگر فراموش شدند
آنکھ لبد زبان سخن نے گفتند | آیا چه شنیدند کہ خاموش شدند

کیون حضرت ہم سے بڑی محبت تھی۔ اُف۔ اس وقت بڑا
حال ہو ہاے مرتے وقت دود و باتیں بھی نہ کرنے پائے۔

چاندو باز۔ جی کیا عرض کروں سوا اللہ ہو اس پیا دل و اس
حسرت سے تھیں یاد کیا کہ بس میں کیا کمون میرا تو اس وقت
عجب نقشہ تھا۔ روتے روتے پہلی بندھ گئی اور سر مقدس
گھٹنے پرے کر ڈھٹھا رہا۔ اور دم والپسین تک آپ ہی کی یاد
کرتی رہیں کھٹ ہوا اور آزاد آئے دم دم ہوا اور آزاد آئے
آپ اپنا ایک رومال وہاں بھول آئے مہین لکھو ہر روز دیکھتی
تھیں کئی تولیہ عطر امین ملا اور مرتے وقت کہا کہ ہماری تربت پر
یہ رومال رکھ دینا۔

آزاد۔ (روز و کر اُف کچھ نہ کھو آتا ہی کس مردود کو معلوم ہو کہ
اللہ رکھی کو ہم سے اس درجہ اُفت تھی۔ ہاے ہم اسکی پیار
کی باتوں اور رزم و کنایہ کی گھاتوں کو فراموش تھے۔

چاندو باز۔ ایک گلہ سنا اپنے ہاتھ سے بنا کر دے گئی ہیں کہ
اگر میان آزاد حسن اتفاق سے آجائیں تو انکو دیدینا اور کہنا کہ
اب حشر میں ہم آپ کی صورت دیکھینگے۔ بس۔

آزاد۔ بھائی اسی وقت دو۔ ابھی ابھی دو۔ واسطے خدا کے
ابھی لاؤ بیار میں تو مر رہے۔ موت۔ لاؤ تو گلہ سنا میں جو میں
سر پر رکھوں۔ آنکھوں سے نگاہوں گلے سے نگاہوں۔

چاندو باز۔ (آنسو بہا کر) چلیے میں سرزمین فروکش ہوں۔

گلدستہ ساتھ ہوا اسکو جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ ہاے کیا گلدستہ ہو۔

آزاد۔ بیچ کنسا پیاری پیاری صورت تھی۔ اُہو ہو ہو۔ وہ نکھر کر سبحان اللہ۔

آزاد اور میان چاندو باز ملکر چلے۔ راہ میں اللہ رکھی کے حسنِ جمال اور خط و خال اور چھوٹی بھالی باتوں اور عشق کی گھاتوں کا ذکر نہ کر رہا۔ چلتے چلتے دنوں سر میں داخل ہوئے

میان آزاد جیسے ہی آگے بڑھے اند چاندو باز کی کوٹھری میں گھسے ویسے ہی دیکھتے کیا ہیں کہ بی اللہ رکھی ہلکے کے پکاسا سفید لباس پہنے کوٹھری میں دیکھتے ہی میان آزاد کا رنگ فوج ہو گیا۔ ارے ارے کاٹو تو موہنین بدن میں۔ چُپ

اب ہلتے ہیں نہ بولتے ہیں بیکر تصویر کی طرح جیسے حرکت بستانی پر عرق عرق لگھیں جھپک لگھیں اور ایک دفعہ ہی آواز بلند کیا۔ (اُف مرگیا) یہ لکڑی میان آزاد دم سے گر پڑا اور پھر کہا (اُف) اللہ رکھی سزور سے تالیاں بجا کر مجرا عرض کرتی ہوں۔

ای بندہ پرورداری اور نظر بچھے۔ یہ مہینوں کی راہ طے کر کے ہم صرف آپ ہی کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اور آپ کو ہم سے ایسی نفرت ہو کر آنکھ تک نہیں ملاتے۔ واہ ری خوبی قسمت اب خدا تعالیٰ ٹھیکے۔ گردن تو ہلائے۔ وہ چاند سا نکھر آؤ دکھائیے ہائے کیا ستم ہو جن پر ہم جان دینے ہیں وہ ہماری صورت سے بیزار ہیں بھول صفدر رہے

دل و جگر خون ہو چکے ہیں حواس تک اپنے جا چکے ہیں

وہی محبت کا حوصلہ ہو ہزار صدے اٹھاپکے ہیں

کیسے آپ کی حسن آرا تو اچھی ہیں خدا ہم کو تو انکا جو بن رکھا دو ہم نے سنا باد بھاری کی طرح کبھی چین میں نہا کرتی پھرتی ہیں۔

کبھی طاؤس طناز کے مثل مجھ مجھ کر چلتی ہیں کبھی بھون پر سرور یا کو جاتی ہیں۔ کبھی بھولیوں کو لے کر جشن اُڑاتی ہیں۔ اور نام خدا بھی سولہ ہی سترہ برس کا سن ہو۔ اور ان دنوں تو بناوٹ سجاوٹ پر اُدھا رکھائے بیٹھی ہیں۔

مصاحبان روزوں آئینہ پر سنگار کا انگوٹھا ہے

کبھی ہر سترہ کبھی ہر مٹی کبھی ہر غارہ کبھی حسنا ہر

تو اُنکے آگے سے کھینچتا ہو وہ تیرے آگے سے بچن میں

اغرض کہ آئینہ کا بھی طوطی عجب حسینوں میں بولتا ہے

کیون بندہ پرورد ہم بک رہے ہیں یا بھونک رہے ہیں۔ درخساروں پر ہاتھ پھیر کر ہمارا ہی لہو پیے جو ادھر دیکھے ایک نظر ذرا ادھر بھی۔

آزاد جناب ہاری کی قسم صرف تھیں کو دیکھنے آیا ہوں۔ چاندو باز کسی اور بھروسے نہ رہے گا۔ اسوقت بھالی آزاد کی روتے روتے ہچک بھوک لگی تھی ان کو بھی تم سے دلی انس ہے خدا کی قسم میں نے جو یہ فقرہ جُست کیا کہ اللہ رکھی نے مزع کے وقت آزاد آواز دکر دم توڑا تو ان کے چہرے پر بھی موت کے سے آثار پائے گئے۔

اللہ رکھی خیراتی تو دھارس ہوئی کہہ نے کے بعد ہمارا قاتل آنسو بہائے گا لیکن کیا!۔

آئے ترب بہ بہت روئے کیا یاد مجھے اناک اُٹھنے لگے جب کر چکر براد مجھے

آزاد اللہ رکھی اب ہماری مغرت و آبرو تمھارے ہاتھ پر تم چاہو تو جلاؤ چاہو تو نہ جلاؤ اگر ہم تمھارے مستحق ہیں تو ہمیں حق نہ کرو ورنہ اب ہم نکھیا کھا لینگے اور اسی دم جان ڈینگے اگر ہماری موت منظور ہو تو خدا کی قسم ہم کمر سے پرانہ ہو جائیں اور اگر ہماری زلیست چاہو تو ہمیں آزاد کر دو۔

سپر دم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را
 اللہ رکھی۔ سنوا زاد ہم بھی شریف زادی ہیں کوئی ایسی ہی
 نہ سمجھنا سگرا اند کو یہی منظور تھا کہ ہم با جیون کی طرح سر امین
 بھٹیاری بن کر رہیں مین ایک شریف کی لڑکی ہوں اونا دان ہوگو
 اسقدر جلد بھول گیا۔ یاد ہو کہ ہمارے بوڑھے میان نے
 تم سے ہمارے لیے خط لکھوایا تھا اور تم ہمارے گھر کا پتا
 ڈھونڈنے ہوئے آئے تھے اور ہماری تمھاری چار انگلیں
 ہونی تھیں اور پھر ہم ایک دن فنس پر سوار تھتے سے جلتے
 تھے اور مہری فنس کا کونا دبائے چلتی ہوئی ساتھ ساتھ تھی
 اور کئی دن تک آپ ہم پر لٹورے۔ آخر کار آپ توفرو
 ہو گئے۔ اور ہمارے بوڑھے میان نے انتقال کیا ہم کم سن
 کوئی وجود بندہ برس کی عمر وہ دقیانوس کے ہم عصر ہمیں
 انکی صورت سے نفرت تھی۔ بولہا منہ دانت چوہے کے
 نڈر کر چکے تھے مگر ہنر جگہ سے خم بھون تک سفید حلوادان آ
 کھائیں۔ انکھوں سے سوچنا نہیں قوت سامع سے بے برہ
 ہاے ہماری امان نے ہمیں کس موے بوڑھے کے ساتھ بیاہا
 تھا دن رات ہم کڑھا کرتے تھے۔ اور ہماری جوانی مفت میں
 ضائع جاتی تھی۔ آخر کار وہ تو قبر میں بانوں لٹکائے ہوئے
 بیٹھے ہی تھے چل بسے۔ جس دن انکے مرنے کی خبر آئی ہم نے
 مسجد میں گھی کے چراغ جلائے لیکن ہماری امان نے پھر
 ہماری شادی نہ کی اور ہم کو یہ سوچھی کہ گھر سے نکل جاکیں
 اللہ جاتا ہے جو تنگ و ناموس میں فرق آیا ہو ہم سے بیاہ
 کرنے کا بہت شوق تھا مگر تم یہ سمجھ کر کہ بھٹیاری کو کیا بیاہیں
 نکاح پر راضی نہوئے۔ اب ہم نے سنا ہے کہ حسن آرا کے ساتھ
 تمھارا نکاح ہونے والا ہو۔ اللہ مبارک کرے۔ مجھ گھڑی

بیاہ ہو۔ ابھی ساعت نکاح ہو۔ اب ہم اپنے آپ جازت
 دیتے ہیں خوشی سے بیاہ کیجیے۔ پیاری پیاری دھن کے ساتھ
 نکاح کیجیے چشم مارو شن دل ماشاؤ۔ لیکن ہمیں نہ بھول جانا۔
 لونڈی بن کر رہوں گی۔ مگر تم کو نہ چھوڑوں گی نہ
 چھوڑوں گی۔

آزاد۔ آف اوہ۔ تم وہ ہو جگا اُس بوڑھے خزانہ پیر قوت
 کے ساتھ بیاہ ہوا تھا۔ آف اوہ۔ یہ راز تو اب کھلا۔ ہمیں
 خوب یاد ہو کہ تم جن میں اٹھلا اٹھلا کر چلتی تھیں۔ بات بات پر
 چلتی تھیں وہ اچھلا ہٹ۔ کہ الامان۔ وہ چلبلا ہٹ کہ الحذر۔
 وہ شوخی کہ الحفیظ۔ مگر ہاے افسوس تم نے یہ کیا کیا۔ اسوقت
 کلیجہ پاش پاش ہو گیا۔ یہ تھیں سوچھی کیا۔ ہاے ہندوستان
 کی ان رسوم مذموم کا بڑا ہونچوں نے تمکو غارت کر دیا اور
 اور کمین کا نہ رکھا۔ تمھاری مان نے بڑی ہی ہوتوفی کی کہ تم سے
 جوان شوخ شنگ رشک شاہدان فرنگ کو ایک سن رسیدہ
 گرگ باران دیدہ کے ساتھ بیاہا۔

شادی از سیران غم گردیدہ قامت بدست
 جو بہر شمشیر کم گرد جو خندان سے شود

ہاے تم تم اور بوڑھے کے ہاے پڑو۔ واہ رے ہندوستان
 بوے گل نالہ دل دود چراغ محفل
 جو تری بزم سے نکلا وہ پریشان نکلا

آزاد۔ مین اب جانا ہوں۔ کوئی چار پانچ گھنٹی سین آجا ونگا۔
 تم سے بڑی بڑی باتیں کرنی ہیں۔
 اللہ رکھی۔ اچھا جائیے مگر جلدی آئے گا۔
 میان آزاد چلے تو اٹھائے راہ میں ایک مقام پر مجلس رقص
 سرود آراستہ تھی اور ایک زن زمین کر رشک قمر لہرا کر گاتی تھی

<p>دل کہوں۔ اسے میرے اشد بیٹھے بھائے ہو کیا۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ دشت کی شورش ہو۔ جنوں کی یورش ہو سخت مشکل آن پڑی ہاے ایسے جوان طر حار سے آنکھ ہی کیوں ٹری گردش فلک کا کشش سے اب پناہ ہو۔ اب دل سوزان کو بس ہی چاہ ہو کہ وہ بھوکا سا کھڑا نظر آئے۔ آنکھیں شعلہ نشان ہیں و دونوں دیدہ تر گریان ہیں۔ الہی اب ڈھونڈھو تو کہاں۔ تلاش کروں تو کدھر۔ پوچھوں تو کس سے۔</p>	<p>عجب حسرت کی نگاہ سے اُس کا غم کے پُرسے کو دیکھا۔ مگر چھوٹے ہوئے روح پر صدمہ ہوتا تھا کہ مبادا کوئی مٹانی سنوں تو جان ہی سن سے نکل جائے۔ حیران و پریشان بے سند و مضطر۔ دل کو ڈھارس دی کہ شاید میرے قانون نے مجھے دھوکا دیا ہو۔ ماما نے یہ نہ کہا ہو۔ پھر پوچھا کہ بوا کیا کہتی ہو۔ منتظر کھڑی تھی کہ ماما بس بات کو نہ دھیرائے مگر کہاں ممکن تھا۔ ماما نے کہا ہاں ہاں وہ تو کب کے گئے۔ اب تک تو دس کوس زمین نکل گئے ہونگے۔ اب نکالتا کہاں مجھے تمھاری جان کی کردار و قصین دیدی تھیں کہ جنابک میں منتظر سے اوجھل نہ ہواؤں نہ تک خبردار خبردار پیاری حسن ارا کو خط نہ دکھانا نہیں تو تو جانے گی حسن آرا دھک سے رہ گئی۔ سپر آرا آگ بھبھو کا ہو گئی آنکھیں مارے غضب کے خون کہو ترکی سی سرج۔ چہرہ تھانے لگا۔ بدن کا پٹنے لگا۔ اور لیا اُسے آڑے ہاتھوں۔ ماما مارے خون کے لوز گئی۔ روپیہ مرے گر پڑا کھنا کے کی آواز جو آئی تو حسن آرا تار گئی کہ اس خام پارہ شہ کارہ نے اپنا مطلب نکالا چاہا کہ جہان کی تھی وہیں پہنچائے مگر سوچی کہ جو راز فاش ہو گا تو دل پاش پاش ہو گا۔ خاندان بدنام ہو گا۔ عشق طلت از بام ہو گا۔ لاکھ ضبط کیا ضبط نہ ہو سکا جھڑک کر ماما سے کہا کہ چل دور ہو مرادار میں جل دیتی ہو تک حرام۔ اب میان آرا کی پیاری پیاری صورت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی۔ اُمٹھا اگر ٹنا اور ہر رنا اُنکی خوش بیانی اور نکتہ رانی۔ اُنکی فصاحت و بلاغت اُنکی شیریں زبانی اُمٹھا طرز غزل خوانی۔ اُنکی لگاؤ کی باتیں عشق کی گھانٹیں سب کی تصویر سامنے کھینچ گئی سو دانے زور باندھا تو جوے اشک آنکھوں سے جاری اور ایک غشی طاری ہوئی حسن آرا۔ ہر جو میرا قلب تو اُلٹا جاتا ہو۔ جی گھبراتا ہو۔ دیدہ گریان اور سینہ پر بیان کو کیا کروں۔ کدھر جاؤں۔ کس سے راز</p>
<p>لے جگہ ڈھونڈھیں اریخت خورشید بچھے تو تو رہتا ہر سدا صبح کہیں شام کہیں</p>	
<p>پیاری بہن ذرا ہمیں سنبھالو۔ اُن جیسی حال جو تو دم بھر میں سے</p>	
<p>قراری بردار خلق آہ وزاری ما پائین قرار اگر ماندہ بقاری ما</p>	
<p>شویم گرد و دہ ببال تو غمش رفتیم اگر برای چہ روز ست خاکساری ما</p>	
<p>ہر جہین بھی کتنی نادان ہوں۔ اُس شمسوار کے دنبال</p>	
<p>تو سن تک پہنچنا کیا آسان سمجھی ہوں۔</p>	
<p>درا من صبا نہ چھو سکے اُس تھلے کا ہو چکے کب سکوا تھ بکار غبار کا</p>	
<p>مگر واہ سے آزاد۔ ہر بات کا دھنی۔ جو اُمرد ایسے ہی ہونے ہیں</p>	
<p>سپہر آرا۔ ہر جو باجی اس نابکارا مانے تو غضب ہی ڈھایا</p>	
<p>حشر تو اُمردار نے۔ ہاے ہاے میان آرا پیاری بہن کے پیائے</p>	
<p>آرا کو چلتے وقت آنکھ بھر کے نہ دیکھنے پائی۔ حسرت ہی رہی اور</p>	
<p>مصیبت کی مصیبت سی اب صبر کرو اشد نے چایا تو تھوڑے ہی</p>	
<p>دونوں میں آتے ہو گئے۔ مگر میرا بھی قلب اُلٹا جاتا ہو۔</p>	
<p>حسن آرا۔</p>	
<p>شب جوانی ان رشک ہد پیش ست فراہم ہیں کہ چہ روز سیاہ در پیش ست</p>	
<p>تو فارغی ز غم ای چند گو برد کہ مرا دو صد من لہ با اشک داہ در پیش ست</p>	
<p>سپہر آرا۔ بہن اپنے کیے کا علاج ہی کیا ہو۔ خود کردہ راجہ علاج</p>	
<p>حسن آرا۔ ہاے ہی تو رہتا دھوننا جو ہی تو افسوس ہو سے</p>	

یاد میں جان ہی کھو گئی اور زندگی سے ہاتھ دھو گئی۔	بروز خضر پر دست مادر امن سا	نہج عشق بود خون ما بگر دن
گیرم بہ یار نامہ نو سیم بر نہ کسیت	فتادہ آتھے از آہ ما بخرمن ما	بپای خود تیر از دست خوشین زده ام
جو یہ بھڑکتے کی گری یہ لون کے پھیرے۔ یہ گرد و غبار اور میان آواز دشت سمندر پر سوار۔ اور میدان کارزار۔ ہم بیان چین سے بھینچیں درود ہماری خاطر مصیبتیں بہین۔ اے۔ تفت۔	کیا ناموری کہنت روم ہی جانتے پر موقوف تھی۔ جو بندوق اور توپ کا سامنا گولیوں کی بوجھار۔ ہر سمت ڈسال تلوار۔ میان آزادیکہ و تنہا۔ ساتھی نہ غمخوار۔ دوست نہ یار۔ جنگ کے میدان سے ایسا ہی کوئی قسمتوں کا دھنی چوتو آئے ورنہ ایک پنے کے برابر گولی دم کے دم میں کام تمام کر دے اور تباہک بیان بیچے ہی لگا کون سع۔ تا سال دگرے کہ خود زندہ کہ ماندہ دم میں روح ہوا ہوا چاہتی ہو دل ہو کہ اڑا جاتا ہو۔ جان پر بن آئی۔	
اے سینہ نبال نالہ کارمن دست	اے نالہ نبال روزگار من دست	
لے دل بر خیز تازہ دنیا بر دیم	دہریت کہ زندگیش عار من دست	
حسن آرا نے جو بہن کا یہ رنگ دیکھا بے اختیار گلے سے لپٹ گئی اور سینہ سے لگا یا مگر کلیجہ دھک دھک کر رہا جو بلیوں اُھلپتا ہو آنسو آنکھوں سے اُڑے آتے ہیں۔ دل سرد منہ زرد رنگ فنی کلیجہ خشن۔ بدن کانپ رہا ہو۔ تیور بر تیور آتے ہیں۔ پھر جو خیال آیا تو کلیجہ کچڑ کر رہ گئی اسے میرے اندر جم کر۔ گناہوں کو بخش۔ صبر عطا کر۔ ہاے صبر نہیں آتا۔ کہ صبر جاؤں کس سے کون۔ دل کو کیوں نہ سمجھاؤں۔	سہرا آرا اپنی بڑی بہن سے زیادہ بقیار۔ مگر بہن کا حال زار دیکھ کر آنسو پتی اور دلاسا دیتی۔ بہن اب صبر کا وقت ہے۔ چلو اسوقت ذرا باغ کی سیر کر آئیں۔ اُدھر ادھر کہیں دو گھڑی دل بہلا لیں۔ روناقوا بھی مینوں جو کس منحوس گھڑی تمہارے منہ سے روم جانے کا لفظ نکل گیا۔ اب صدمہ مفارقت اُٹھاتی ہو اور پچھتاہی ہو مگر وقت اندر دست رفتہ و تیراز کمان جتہ کا نقشہ جو اب دل کو تسکین دیکھے صبر کیجیے۔	
ندام تاب ضبط راز و میر سم زرسوائی	اگر جویم زہر ہمزبانی زبانی را	
ایسا صنعت طاری ہو کہ بے اختیار آنکھ جھپک گئی۔ سپر آرا چپکے سے کھسکی اور نکچھا جھلنے لگی مگر میان آزاد کی دھن۔ اتنے میں حسن آرا بے خبر سوئی۔ خواب کا قاعدہ ہو کہ جل مرکا دھیان کر کے انسان سوئے اسی کا خیال ایسا بندھ جاتا ہے کہ انسان وہی خواب میں بھی دیکھتا ہے۔ حسن آرا عین حالت اضطراب خاطر میں سوئی تھی تو دیکھتی کیا ہو کہ ریگ دشت بلاخیز و دشت انگیز میں میان آزاد ایک شجر رفیع و بلند کے سایہ میں زین پوش چھائے بیٹھے ہیں اور محاسن آہو شکار و صبا رخسار آزادی سے گھاس چر رہا ہو کہ اتنے میں ایک خوشخوار اور جبرار دسی آیا اور اُلو دیکھ کر خوب ہی کھل کھلایا۔ اور حلف سے تلوار نکال کر جھپٹا میان آزاد کا	سہرا آرا نے جو بہن کا کھال دیکھا تو ضبط نہ کر سکی بے اختیار رومی اور میان آزاد کی سچی محبت نے ایسا جوش کیا کہ کلیجہ منہ کو آیا اور چنچ چنچ کر رونے لگی۔ اُن اُن۔ میان آزاد تم سے تو یہ اُمید نہ تھی کہ صورت بھی نہ دکھاؤ گے اور چلے جاؤ گے میں تو تمہاری	مارا ہوا گلشن دباغی نازدہ است کسی سیر اور کمان کا بلخ۔ میں ہوں اور دل داغ داغ اور خون نابہ دل دریا داغ۔ سہرا آرا نے جو بہن کا کھال دیکھا تو ضبط نہ کر سکی بے اختیار رومی اور میان آزاد کی سچی محبت نے ایسا جوش کیا کہ کلیجہ منہ کو آیا اور چنچ چنچ کر رونے لگی۔ اُن اُن۔ میان آزاد تم سے تو یہ اُمید نہ تھی کہ صورت بھی نہ دکھاؤ گے اور چلے جاؤ گے میں تو تمہاری

پائون زخمی تھا پلٹش میں آکر اٹھے تو کمر اٹھتے ہی تیر رکھا کے
 گرے۔ گرے۔ تو وہ وہی فرط طرب سے اچھلنے لگا تنے میں میان
 آزاد تو لوار ٹیک کر بیٹھ گئے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ غنیم کلے پر
 ان ہی پہنچا تو خدا کا نام لے کر یہ اٹھے اور دوڑے گھوڑے
 کی طرف کہ سوار ہو جائیں۔ دیکھتے کیا ہیں کہ۔ دسیوں کی ایک
 جماعت کثیر و جوق جوق چلی آتی ہے۔ تب تو یہ اپنے فرس تند خو
 کیطون اور بھی دوڑ کر چلے تاکہ اسکو بچائیں۔ دسیوں نے دائیں
 بائیں کر کے بند و قین سرکین ایک گولی میان آزاد کے کان کے
 پاس سے سن سے نکل گئی دوسری گولی سینے کے قریب سے
 چلی گئی۔ تیسری گولی ٹوٹی کو چھوٹی ہوئی وہ پہنچی۔ چوتھی گولی
 گھوڑے کی ڈم کے قریب سے گئی مگر نہ بچ سکا۔ اسپر میان آزاد
 بہت گھبرائے اور ایسا جھلائے کہ تنگی تلوار ہاتھ میں لیکر سپکے
 اور دو تین دسیوں کو فی النار کیا اتنے میں ایک گولی دن سے
 اُنکے ہاتھ میں لگی اور میان آزاد اچک کر گھوڑے کی پیچھے ہر دوڑے
 اور ایک دفعہ ہی گھوڑے کو کڑا دیا۔ تو تاپون کی آواز سے حسن
 کی سیکھ کھل گئی دیکھا تو بہن سرعے سے بیٹھی نکلا جھل رہی ہے
 اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔

حسن آرا۔ داغک ہاگر، سپر آرا ہم نے پیارے آزاد کو خواب
 میں دیکھا۔ ان۔ ہاے گھولین کی بوجھار جو طرف غنیم خوشوار
 اور عدد سید کار چرکھی لڑ رہے تھے۔ اتنے میں ایک گولی نصیب
 اعدائے جسم پر پڑی اور گھوڑے کا رخ انھوں نے پھیر دیا
 ہاے تم و اسے تم دہاتھ مل کہ بہن اب میان آزاد سے ہاتھ
 دھو بیٹھو اب وہ نہ آنے کے۔ میں ہم تو بایوس ہو گئے ہاے
 مجھے یہ سوچھی کیا کس فرس سے اُنکے ساتھ زندگی بسر کرتی مگر حیرت ہی
 کہ کئی داغ مفارقت ہی دے گئے اور اب بکھو بھی دو دن کا حمان

سمجھو۔ جو جو تم اکیلی ہی رہ جاؤ گی۔ جو ہم چل بسے اور میان آزاد
 جیتے ہوئے تو بہن تھیں شہید کر بلا کا واسطہ ہماری تربت انہیں
 ضرور دکھانا۔ روح خوش ہو جائیگی۔
 سپر آرا چچ کر روئی تو انکی بوڑھی دادی دوڑتی ہوئی آئی۔
 بائیں بائیں بیٹا خیر تو ہے۔

میان آزاد نے جو پستان سنی تو بے اختیار رو دیے جو اس
 پیرازنگ فقی۔ ضعت تو تھا ہی اس غم نے اضعف کر دیا۔ اب
 کر وٹ لینے کی تاب و طاقت نہیں۔ ہاے ہماری بدولت اُن
 دونوں رشک فر پری پکیر نو جوان غا تو فون پر کیا مصیبت پڑی
 صید رنج و الم اور یہ سب ہمارے سبب سے افسوس پیاری
 صن آرانے یہ آزاد کی ملاقات کا پھل پایا کہ اپنے دل کو مرکز
 وارہ الم بنایا۔ ہاے افسوس و اسے افسوس۔

اشدر رکھی۔ اب اس غم کیے سے کیا ہو گا۔ تذبذب کرنی چاہیے
 میں سے کچھ مطلب نکلے۔ اب سب سے بہتر یہی ہے کہ تم میرے
 روم جاؤ اور وہاں سے سرخرو آؤ۔

آزاد۔ دو دن سے ذرا طبیعت اچھی ہو کل تو نہیں پر سون ضرور
 بالضرور روانہ ہو گا۔ اب زیادہ توقف نہ کرو گا۔ نہ کرو گا۔
 خوشی۔ بی اشدر رکھی ابھی پوچھ رہی تھیں کہ مجھ کو کس سیر کر کے
 جاؤ گے۔ اسکا آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر کچھ سوچیے آپ کوئی اعتبار
 آدمی تجویز دے۔ اور جو کوئی نہ ملے تو پھر خیر میں یہ مصیبت سہین
 میں ہمارے ہی سپر کر دیکھیے۔ آپ جائیے اور ہم اور یہ بہانہ رہینگے۔
 آزاد۔ معان فرمائیے بس آپ باگ ڈور اٹھائیے اور چلتے پھرتے نظر آئیے۔
 اشدر رکھی بڑی دیر تک میان آزاد کو سمجھایا کہ کہ روئے دھونے
 سے مطلب نہ نکلے گا۔ غم و الم بالکل فصول امر ہے۔ سنو میں کوئی
 بھٹیاری نہیں ہوں۔ میں ایک شریف زادی ہوں اور گو میں نے

دہ منظور اور جو کہا وہ منظور کرنے کے لائق ہو۔ تم اپنے پتے سے مجھے اطلاع دینا تو خط بھیجا کرونگا۔

اشدر کھی نے دو تین گھنٹے تک باتیں کیں اور نمائش کر کے روانہ ہوئیں تو دو دنوں کے دو دنوں خوب گئے بل کر زار زار روئے اور چلتے وقت آزاد نے اشدر کھی کی پیشانی پر پوسہ دیا اور نصرت ہو کر دوسرے دن میان آزاد روانہ ہوئے تو اتنا سا راہ میں ایک پرنسفا مقام پر گھوڑے سے اتر کر اہلی کے درخت کے سایہ میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں کھانے لگے اور خوبی سو رہے میان آزاد نے جو سبزہ زار اور چشمہ سارا درم غرار پر بہار دکھیا تو خوش ہو گیا اور روح فرخاک کی دن سے علالت نے انکو بالکل توڑ دیا تھا وہ جوش و خروش اب کجا۔ بدن میں سکت ہی نہیں مگر پہلے سے طبیعت صمیم تھی۔ بیان پر فضا اور ندرت اتنا مقام دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور چہرے کی رنگت ہی بدل گئی گویا کبھی آئینہ میں نہیں دیکھے۔ تھوڑی دیر تو میان آزاد لمبی تان کر سوئے۔

زینت النساء اور اخت النساء

سانے سے ایک کشیدہ قامت پیرمہ سفید پوش آئے اپنی راہ راہ جا رہے تھے مگر جب میان آزاد کو دیکھا تو ذرا اٹھکے اور یہ غور و تمقظ نظر ڈالی، مہنون نے بھی انکو غور سے دیکھا مگر دو دنوں میں سے ایک بھی نہ بولا۔ جب وہ پیرمہ کچھ عرصے تک کھڑا رہا تو خوبی تو ایک بے تکے آدمی لگا کر پوچھنے لگے کہ کیا ہو کیا آخر آپ کون ہیں کون کیا ٹوپی لے بھاگے گا۔ یا گھوڑوں کی کاٹھی کی فکر ہو آخر کچھ معلوم تو ہو۔ پیرمہ گو بڑے آدمی تھے مگر بڑے کرارے اور نیکی چہرہ سرخ ہو گیا۔ اتنے میں میان آزاد نے خوبی کے ایک چپٹ لگائی اور ڈانٹ کر کہا کہ نامعلوم شرفا سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہو۔ خوبی کی ٹوپی تڑے زمین پر آنحون نے فوراً پیرمہ کے قدموں پر ٹوپی رکھی

یہ حرکت ناشائستہ کی کہ گھر بار چھوڑ کر سر میں جا ہی لیکن میرا خدا اور میں آج تک اگر کسی نامحرم سے گفتگو بھی ہوئی ہو مگر ناشائستہ اعمال عیون دیکھنا بد تھا خیر ہم تو اپنی بھگت لینے اب تم کو جو کہیں وہ کر دے۔ سنو۔ ہمارا تو کچھ خیال نکرو ہم سمجھ لینگے لیکن حسن آرا تمھارے بغیر ہی جائینگے اور سپہ آرا کا تو دم ہی نکل جائیگا وہ دونوں تمھاری عاشق زار ہیں۔ انکو تم سے سچا عشق ہے تمھاری جوش جوانی اور خوش بیانی نے انکو والدہ و شیدا کر دیا۔ اب تم پر فرض ہو کہ روم جاؤ اور ضرور جاؤ ممکن ہو کہ تم روم کا غزم نہ کرو اور واپس جا کر حسن آرا سے ملو۔ اب کی وہ تھکو کہیں جانے نہ دینگے بس تمھاری ہی ہور ہینگے۔ چٹ تیری سنگی اور پٹ تیرا بیابان ہو جائیگا۔ لیکن اس نکاح میں وہ لطف کہاں۔ اب تو سو کام چھوڑ کر جاؤ۔ خدا نے چاہا تو سرخرو ہی آؤ گے اس میں تمھارا نام ہوگا اور ملکوں ملکوں سب تھکو اچھا کھینگے۔ میں جا کر وہاں ہی رہو نگے اور حسن آرا کی تفتی کرونگے اور سپہ آرا کو تسلی دینگے۔ ذرا جو کسی پر کھلنے پانے کے عرصے کیا تعلق ہو میرا وہاں رہنا ضروری ہو۔ مگر میرے ساتھ محبت چھوڑ باز نہ کرنا ہر ایک کیلین کیا کروں انکو مالوں کیوں کر اور مالوں تو پاس کون رہے۔ اتنا خیال رہے کہ جہاں جہاں ڈاک جاتی ہو وہاں سے خط تو برابر بھیجتے جانا ایسا نہ ہو کہ بھیرل جائیے ورنہ کڑھ کر مہر ہی جائینگے اور میرا تو جو حال ہو۔ اسکو خدا ہی جانتا ہی ہیں اپنی سرگزشت کس سے کہوں۔

عجب دردیت اندر دل اگر گویم زبان سوزد

وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

آزاد۔ اشدر کھی خدا سے پاک کی قسم ہم تم کو اپنا اسقدر سچا دوست نہیں جانتے تھے اشدر سے تھکو میرا اسقدر خیال اور میری اتنی محبت ہو یہ تو آج معلوم ہوا تمھاری صلاح سزا کھونچو جو کھو

اور کہا معاف فرمائیے میں اس وقت چاند زیادہ پی گیا ہوں پیر مرد نے کہا مال اخلاق ٹوپی اُنکے سر پر رکھی اور کہا خیر کچھ پر دنا نہیں آپ بیٹھے اور مجھے اب آپ سے لال نہیں ہو۔ میان آزاد نے کہا کہ اگر مضائقہ نہ ہو تو ازراہ عنایت تشریف لائیے اور حقہ پیجیے۔ پیر مرد تشریف لائے تو میان آزاد نے سر دندہ تعظیم کی اور کہا۔ حقہ پیجیے۔ بسم اللہ۔

پیر مرد۔ تسلیم آپ کو میں نے کہیں دیکھا ضرور ہے۔ مگر یاد نہیں آتا کہاں دیکھا ہو۔

آزاد۔ دستگیر ہو کر مجھے اُٹا لیں۔

پیر مرد۔ کچھ خیال سا ہو۔

آزاد۔ بجا۔

پیر مرد۔ چلیے ذرا غریب خانہ پر چلیے۔

آزاد۔ حضرت غدرہ سا فر آدمی۔ اس وقت یہاں درخت کے سایہ میں در آدم لیا مگر بستی اچھی ہو۔ جی چاہتا ہوں آج یہاں تک جاؤں اور میں علیل بھی تھا ابھی پر سون ہی تو بنجار نے مہارقت کی اگر آج دو کوس جاؤں تو شاید تکان ہو۔

پیر مرد۔ میان صاحبزادے تم نے بڑی جرأت کی کہ علالت کی حالت میں سفر کیا۔ اب اگر مناسب سمجھو تو یہاں غریب خانہ پر یا سرا میں دو دن تک ٹک جاؤ۔ اسی مبادرت بڑی غلطی ہے اب ایسا ہرگز نہ کرنا۔ خبردار بھائی دیکھو بوڑھوں کی بات یاد رکھنا آزاد۔ چلیے دو لٹخانہ اقدس پر چلوں۔ یہاں بیشک تکلیف ہوگی اگر دو چار گھنٹے اچھا رہا تو خیر ورنہ ہو جاؤنگا۔ ورنہ آج شب کو یہیں بسیرا کرونگا

میان آزاد اور وہ پیر مرد دونوں کے دونوں چلے جب پیر مرد کے مکان پر پہنچے تو باہر دروازے پر دو چار کر سیاں دو تین

مونڈے دو ایک لٹک بچے تھے اور ایک چمن میں غورنگا رکھڑا تھا میان آزاد ایک کرسی پر بیٹھ کر پیر مرد سے باتیں کرنے لگے۔ آزاد۔ سبحان اللہ حضرت کیا پر فضا مقام ہو۔ بہشت برین ہے چمن کیا ہو۔

پیر مرد۔ جی یہ کلبہ اخوان ہو۔ ہوا اگر اچھی نہ معلوم ہوتی ہو تو چلیے کمرے میں بیٹھیں بلکہ دو گھڑی لیٹ رہیں تو بہتر ہو۔

آزاد۔ جی نہیں ابھی نہ لیٹونگا۔

حسن اتفاق سے پیر مرد کی بھتیجی یہ سب باتیں دروازے کے پاس سے سن رہی تھی۔ ایک چھوٹی لڑکی نے گھر میں جا کر کہا تھا کہ بابا کے ساتھ کوئی آئے ہیں۔ گورے گوندے آدمی۔ بھورے بھورے بال۔ جیسے انگریز سے معلوم ہوتے ہیں اس پر پیر مرد کی نوجوان بھتیجی دروازے کی آڑ سے دیکھنے لگی۔ مکہ دیکھو کون تو کون آیا ہو۔ باتیں سنیں تو کچھ شک سا ہوا کہ ہم نے ان کو کہیں دیکھا ہے۔ غور سے دیکھنے لگی اور دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ اکی یہ کون ہیں۔ میں نے تو انکو دیکھا ہو اور آواز بھی پہچانتی ہوں۔

پیر مرد نے جوانی بھتیجی کو براغزندہ نقاب دروازے پر ایک اجنبی اور غیر مرد کے رو برو کھڑے دیکھا تو ٹال ٹول کر اُٹھے اور جا کر دروازے کے پاس سے کہا کہ بائیں۔ ہائیں یہاں کہاں کھڑی ہو۔ اُس گلفام نے کہا کیا کوئی دیکھتا ہو۔ پیر مرد۔ (آزاد سے) آپ کا اسم مبارک۔

آزاد۔ آزاد۔

گلفام۔ دینی وہی لڑکی جو دروازے کے پاس سے جھانک رہی تھی، چپا کون ہو۔

پیر مرد۔ چپ رہو ایک شریف زادے ہیں تم کو کیا کام

کلام - چا آخر کون ہیں کون -

پیر مرد - ایک مسافر ہیں بچا رہے - آزاد نام ہے -

میان آزاد خانہ برباد جو اس پیر مرد فرخ نداد سے باتیں کرنے لگے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک پر نرادل کم سن عورت دروازے کے پاس سے جھانک رہی جو اس پر نظر ڈالنا وضع اہل آبرو کے خلاف سمجھ کر یہ کنکلیوں سے گھورنے لگے - اُس پر یہی پکڑ کو حیرت تھی کہ اتنی یہ کون جو ان رعنا بلند بالا ہر جگہ آواز میں نجربی بچا رہتی ہوں - لب و لہجہ بات چیت - طرز گفتگو - طریق کلام سے کان آشنا ہیں مگر اس وقت کچھ بھولی ہوئی ہوں - یاد نہیں آتا کہ یہ کون ہیں - کہاں دیکھا تھا - کب ملاقات ہوئی تھی - دروازے کی دراز سے جو انکی صورت دیکھی تو ادھر بھی یقین ہوا کہ یہ پیارا پیارا کھڑا ہم نے ضرور دیکھا ہے جب پیر مرد نے پوچھا کہ اسم مبارک اور انھوں نے با دواز بلند آزاد نام بتایا تو اُس جیلہ کے کان کھڑے ہوئے کہ این - آزاد - آزاد - ہو ہو ہو - آزاد نکو تو ہم خوب جانتے ہیں پہلے تو کچھ سوچا کی - جب یہ خیال آیا کہ یہ غلام شخص ہیں تو مارے محبت کے دروازے کا ایک پٹ کھول کر مسکرائی اور کہا کہ دیکھیے بندہ پرور ہم کو پہچانا؟ پیر مرد حیران و ششدر کر بالحب یہ کیا بول رہی ہے یہ اسے سوچھی کیا کہ ہر دیکھنے - خویش نہ یگانہ جان نہ پہچان اور اس پر یہ کہ کم سن جوان اور اُس سے بید صراط ک گفتگو کی - شیشہ ناموس کو سنگ بیجائی سے توڑا شرم و آرزوم سے سندھوڑا پیر مرد سناٹے میں کہ یا خدا یہ کیا اسرار ہے - شرفا زادیوں کو تو اغیار سے ہم کلام ہونے تک میں عار ہے یہ اسکو سوچھی کیا کہ دروازے سے بھاگتے بھاگتے خود ہو گئی تھی کہ لڑکی ہر نوع - اور اس جوان رعنا کا حق حال

غیرت بدر شک بلال - عاشق و شیدا مفتون و محنون ہو گئی - مسافر سے دل ملا اور ایک نیا گل کھلایا - پس اب اسکو کھوٹھیے اور تنگ ناموس سے ہاتھ دھوٹھیے - اُس لڑکی کی چچی کو جو خبر ہوئی تو سنتے ہی تنگ ہو گئی - ہر اس لڑکی کا کیسا دیدہ و لیل ہے ناعرم سے بڑھے چپا کے سامنے اس بے تکلفی سے گفتگو کرنا - اور آف - آج آبرو خاک میں لگئی - اس وقت آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا - شیطان کجخت اپنی مراد پا گیا - اسے لوگو یہ تو یہی نہ تھی - میرے اشریہ اسکو سوچھی کیا - کہیں دیوانی تو نہیں ہو گئی - ماما بولی کہ صاحب ہو گیا - ہوتا کیا - جواہم خوب جانتے ہیں - ماشا اللہ دشمنوں کی آنکھ میں ناگ - جوان لڑکی - میں تو کتنی تھی کہ ایک دن - جلو خیراب پڑا نا دو کھڑا کون روئے یہ آئے کون ہیں بائیں سے آدمی ہیں - سمجھو جوان - میں باہر جا کر دیکھوں یہ ماجرا کیا ہے - کہیں میان سے اور اُن سے جوتی پزار نہ ہو جائے - اسے کریم اد کریم - جالپک کے جنگی خان کو نو بلا لا - کہنا جلدی جلدی قدم اٹھاؤ - ہاں خون خچر ہوا چاہتا ہے - آف اوہ - یہ بیٹھے جھائے رنگو سوچھی کیا بیوی -

ضعیفہ - ہونہ - میرے تو اس وقت ہوش بر جا نہیں - یہ مجھ سے پوچھتی ہو کہ سوچھی کیا - ظہور کے اباسے کہو کہ سورہ حمد کر میں پالا پر دسا - پڑیاں توڑیں - اتنا بڑا کیا - آج انھوں نے سب حق ادا کر دیے - باسے برسوں کی آس آج ٹوٹی - قسمت پھوٹی - اسی دن کے لئے پلا تھا کہ ہمارے سامنے ناعرم کو گلے لگاؤ - نام و ناموس کو خاک میں ملاؤ - ایسی بھی آبرو دہریسی کسی کی کم ہوئی ہو گی - دشمنوں کا لکھا ہمارے آگے آیا - اپنے کرتوتوں کا پھل پایا د ہاتھ مل کر اچھو لوگو یہ ہو گیا - اس سے تو مر ہی گئی ہوتی یہ تو ایسی دیدہ دلیر تھی نہیں - اس پر کسی کا سایہ تو نہیں ہے آف اب

میں کہاں جاؤں۔ اس پر دس مہینے گھبراؤں۔ خیر سے
نیزدہ سو برس کا سن ہو کوئی انجان نہیں۔ لکھی پڑھی میں
کچھ نادان نہیں کیا جانے میں کیا ایک رہی ہوں۔ کتنی کچھ ہوں
سندھ سے کچھ نکلتا ہوں۔

اما۔ بیوی بات ساری اتنی ہو کہ اس سن میں کنوارا پڑی
میر می کھیر ہے۔ اور بیاہ نہ کر دے۔ اسے کریم۔ بھائی دڑی دڑ کے
جنگی خان کو ابھی بھی بلالہ۔ اپنے ساتھ ہی لانا۔

مغلانی۔ میرا توکل ہی تھا تھا کہ سویرے کچھ سنانی ضرور
سینکے کل شام کو یہ لڑکی مہتابی پر گئی اور اس وقت در اسرور
دھو دھا کر تیل بالون میں ڈالا تھا۔ کپڑے بھی صاف ستھرے
پنے تھی۔ بال بھی سنوارے تھے۔ ایک عالم تھا اسپر بال کھرب
ہوے اور مہک رہے تھے۔ اسپر اپنے عطر فتنہ بھی ملا دیا بھی
نہ اڑھا حادہ مہتابی پر اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی چل خدی کرنے لگیں
میں بھی مہتابی پر گئی تو ابگو اس قطع میں دیکھ کر تین نے لکارا کہ
ابن کچھ خیر ہو چھوٹی لڑکی کا مہتابی پر اس وقت کیا کام ہے بھلا
طلوع نیچے چلو مگر تم جانو جو انی تو دیوانی ہوتی ہو وہ لگی مجھے انگلیوں
پر پچانے اہ نہانے کہ تم تو بڑی ہو گئیں نہ تم کیا جانو کہ ہم کس
دھن میں ہیں۔ اس کے بعد انان پیل کے درخت کے نیچے پرناے
کے پاس ایک بے ادبی کی تب تو میرے پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی
میں بنے ہاتھ مل کر کہا کہ بیٹا تم نے بڑا بڑا کیا۔ اس پیر پر ایک
شاہ جی رہتے ہیں انکو تم نے ستایا۔ اب اسد ہی مالک ہو۔
میرا دل تو تھر تھرانے لگا مگر اسکو ذرا ڈر نہیں۔ نہیں کو پیل کے
پیر کی طرف دیکھا اور ایک شوخی کے ساتھ کہا کہ ابھی شاہ جی ہوت
کیا کر رہے ہو۔ پیل کے پیر پر کیوں میرا لیا۔ آم کے درخت
پر جاؤ تو فصل بھر خوب چھک کر کھاؤ۔ شاہ جی اد شاہ جی

نستے ہو کہ برس ہو۔ تعین قسم ہو جو نہ ہو لویہ کہ ہی رہی تھی کہ درخت
کے پتے اسطرح پلنے لگے جیسے کسی کو جڑی آئے۔ مجھے تو ہوا لے لگا
اور اسکا بدن بھی تھر تھرتھرا کر ایک ایسی بات ہوئی کہ میری
جان ہی نکل گئی اور ایک ایک پتا گھوگر و کی طرح جھم جھمانے لگا۔
اور اسکا چہرہ تھمتھانے لگا۔ اسد کی سون میں تو کانپ اٹھی اور
چوڑھ اندھیرا چھا گیا۔ یہ بیٹھی اور اٹھی اور گر گر پڑی۔ میں نے
کانپتے کانپتے دعا مانگی کہ خداوند اس انجان معصوم کو بچا۔ یہاں
اسکا باپ ہو نہ چچا شاہ جی معاف کر دے۔ کہ درخت سے دلو صاف
کر دے جب دیکھا کہ حالت خیر ہو تو اسکا ہاتھ پکڑ لیا ہاتھ پکڑ گئے کھانا
کیا کھیل سمجھی تھی۔ تو مجھ کو کر کے میں اسکو نیچے لائی تو اس کے کان پر
جون بھی نہ پھری دوہرتان کر سو دی میری تو جان ٹھکان ہو گئی تھی
اور مجھے کھٹکا۔ چپ چاپ پڑے پڑے انکو دیکھا کہ مبادا۔ چہین
ہو جائیں تو بیوی اسد کی سون دیکھتی کیا ہوں کہ ایک سن ساسفید
بڑھا آدمی ہرے ہرے کپڑے پہنے ہوئے جیسے لمبر طوطے کے پر
انکے سرھانے آن کھڑا ہوا وہ چہرے پر سے دو ہر کھسکا کوکان میں کچھ
کہا ایمان کاٹو تو لو بندن میں ایک بوند نہ پاؤ۔ شام اسے پڑی رہی۔
مگر ہوائیاں اڑی ہوئیں۔ وہ بوڑھا ایک دفعہ ہی عائب ہو گیا تو یہ
اٹھی میں نے پوچھا خیر سلا ذخیر صلح تو ہو۔ بولی بان۔ مگر قلب
اٹھا جاتا ہو۔ جیسے کوئی کلیجہ مسوس رہا ہو۔ اور آج سینے پر ہاتھ رکھ کر
سوتی۔ تو عجب خواب دیکھا۔ اُن ادہ کہتے ہوئے روٹنے کھڑے
ہوتے ہیں۔ میں تو بیوی دل کی بودی ہوں ہی۔ میں مارے ڈر کے
پوچھا بھی نہیں کہ کیا دیکھا کیا نہیں دیکھا۔ مگر اسنے خودی آپ ہی
آپ کہا کہ جیسے کوئی آدمی میری پٹنگری کو اٹھا کر پیل کے پیر پر
لے گیا اور اس کے بعد مجھ سے کہا کہ تم نے جہن بے طور ستایا مگر
کیے کاغذ پایا اب تم ہماری ہو۔ آٹھویں دن ہم تمھارے

سر پر آیا کر نیگے۔ اچھا خبردار۔ جمہرات جمہرات خوب صاف تھریے
کپڑے پہن کر پاک جگہ پر بیٹھا۔ اور پاک رہنا۔ اور عطر پھیل خوب
لگانا۔ اور لوبان کی خوشبو اس قدر ہو کہ درخت کی چٹکی تک بو
بلند ہو جائے یہ کہنا تھا کہ آستے میری پلنگڑی اوپر سے پھینگی
تو اسے صدمے کے میری آنکھ کھل گئی۔

منلانی نے اس چرب زبانی سے یہ جھوٹی کہانی بیان کی
کہ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ سب عورتیں تو
تھی ہیں سب کی سب کانپ اٹھیں۔ اب پیل کیٹرن دیکھتے
ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہو۔ کوئی ہاتھ ملنے لگی کہ لڑکی ہاتھ سے لگی
کوئی آنسو بہانے لگی کہ آبروریزی ہوئی۔ ایک نے کہا شاہ جی
دہائی ہو۔ دوسری برلی میرے مشکل کشا ہی وقت مشکل کشائی ہو
اب ادھر کا ذکر سنئے کہ جبوقت اس نوجوان نے آزاد کا نام
سنا تو آواز بلند ہو چھا کہ دچا کون ہو، اس حسرت سے یہ کلمہ
زبان پر آیا کہ میان آزاد کو سنئے ہی اُسکا عشق ہو گیا۔ مگر یہ
سمجھے نہیں کہ یہ کس صفت عریدہ جو آئینہ زانو کی آواز ہے۔ اسے
پوچھا کہ دچا کون ہو کون، اور غور کر کے میان آزاد کو دیکھا
تو آنکھیں چار ہوتے ہی جھپٹ کر لپٹ گئی۔ میرے پیارے آزاد
آج برسوں کے بعد تمہیں دیکھا۔ اُن ہمارا دل عجب بھرا آیا۔
ہاے میں تو سمجھی تھی دشمنوں کی جان گئی مگر سچ کہنا کیا جلد پہچان گئی
کہ میرا پیارا آزاد ہو۔ میں تو تمہاری بانکی وضع ہی سے تار گئی تھی
کہ ہوں نہ ہوں یہ وہی ہیں۔ بانیں سنیں تو ڈھارس ہوئی کہ
اُنھیں کی سی آواز ہے پھر مجھے تاب کجا کہ دروازے کی آڑ میں
کھڑی ہوں۔ بتیاب ہو کر نکل ہی آئی۔ آج تو میں نے مفہ مالکی
مرا دپائی میرے یہاں کچھ مہینے پہلے ہی عید ہو گئی۔ آج اس
شہر کی ایک مسجد تو بے گلی کے چراغ جلائے چھوڑ دی گئی نہیں

دیوالی کا لطف دکھاؤں تو سہی۔

میان آزاد چکر میں آئے کہ یہ ناظرہ دل فریب کون ہے جو
اسل خطا سے پیش آتی ہو۔ اور ہمیں دیکھ دیکھ کر کھلی جاتی ہو
اور پیارے کے بغیر ہمارا نام ہی زبان پر نہیں لاتی ہو اب اگر صاف
صاف کہتے ہیں کہ ہم نے تمہیں پہچانا نہیں تو شرم آتی ہو کہ اسکا
یہ اضطراب اور پیار اور انکسار یہ بہت سوچے کہ یہ کون ہو
مگر پتہ نہ ملانہ ملا۔ آخر کار اُنکو کہنا ہی پڑا کہ ہم نے آپکو نہیں پہچانا
اُس مہوش نے یہ کلمہ سنکر ایک نعرہ بلند کیا اور مسکرا کر کہا کہ۔

ہم ایسے ہو گئے اندر کبریا تری قدرت! ہمارا نام سنکر ہاتھ دہ کا نوں پہ دھریں
اشد اشد آپ اور اتنی جلد ہمیں بھول جائیں اور ہمیں دیکھ کر حسرت میں
آئیں اور پوچھیں کہ تم ہو کون۔ اشدری غفلت ہم وہ ہیں جو
لڑکپن میں ساتھ کھیلا کیے ہیں۔ اب سمجھے آپ یا اب بھی نہیں
سمجھے۔ اب بھی نہ سمجھو تو آزاد خداتم سے سمجھے۔

میکر سے اٹھا ہے ابر بہار | میری دل کی لگی بھجا دے گا
آزاد۔ اہا ہا ہا ہا۔ اب سمجھا۔ اُف اودہ۔ اشدری برسوں بعد
جال بالکال کا نظارہ ہوا۔ اسوقت فرط طرب سے عرش برین پر
دامخ ہو میں بھی سوچوں کہ خدا یہ کون ہے کہ ایسی بے جھجک ہو کر ملی حیرت
تھی کہ یا آئی یہ کیا اسرار پر نخت خفتہ آج جاگا مگر پہچانتے ہم تو
کیونکر پہچانتے۔ تب میں اور اب میں زمین و آسمان کا فرق ہو۔
اب تو عالم شباب ہو۔ کچھ اور ہی آب و تاب ہو۔

حسیناں جہان مرستے میں کیا کیا اسکے جو بن پر
حیا پر حور قربان ہو پری صدقے ہو جتوں پر
مروش۔ اہو ہو ہو۔ کیا غزل ہو کیا روز مرہ ہو۔ کیا بول چال ہو
کیا کلام دلکش ہو۔ اور آپ کا طرز غزل خوانی اور اس پر یہ خوش الحانی
کچھ ٹھکانا ہو کہتے برسوں بعد کلام نصاحت التیام تمہاری زبان سے

<p>سنہ۔ یہاں اس طرح کا چہا ہی نہیں اب باتیں تو بھر کرین ہی گئے پہلے اب کوئی اور غزل سنائیے مگر مرصع ہو۔ ایک ایک مرصع سا بچے کا ڈھلا ہوا۔</p>	<p>طوق کر کسی مہر دست شوق اپنا طوق گلو کسی دم وہ زلف پر شکن ہنگام وصل جان ایسا ہو ربطا ہم وہ روح میں بدن بخون روح وہ بدن</p>
<p>آزاد ہاے یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی گشتی اگر موتا چمن اپنا گل اپنا باغبان اپنا</p>	<p>صفدر ریش مجھ کو ہر روز ہو میسر کیونکر اداسے شکر لطافت ذوالمنن ہو</p>
<p>مہوش۔ چلو اب تو اللہ نے سب سامان ہم پہونچایا۔ تم نے ہم کو ہم نے تم کو پایا۔ خداے پاک نے پاکباز عاشق و مشتوق کو ملایا۔ اسی طرح مع۔ پچھڑے ہوئے سب ملیں خدایا۔ آزاد سوچے کہ برسوں بعد اب تو زیارت نصیب ہوئی اگر ابھی کہ دو لگا کہ روم کی تیاریاں ہیں حسن آرا کے حسن گلو سوز اور سپہر آرا کے نور علم افروز پر جان جاتی ہو۔ توقیامت ہی ہو جائیگی اور یہ حسین مہ جبین اپنی بوٹیاں نوح نوح کھائے گی۔ بات کو چبا گئے اور کہا اچھا ایک غزل اور سنا دین تو بھر مزے مزے سے باتیں کریں۔</p>	<p>خیر اب یہ ذکر تو یہاں چھوڑا۔ اب یہ بتانا لازم آیا کہ یہ گل خسار کون تھی اور میان آزاد سے انکی کہان کی شناسائی تھی۔ فاصل ہو کہ میان آزاد خانہ برباد ایک روز اگر وہ سے لکھو آئے کو تھے ریل کے اسٹیشن پر ٹہل رہے تھے کہ دفعہ جوق جوق آدمی جمع ہو گئے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیون بھئی آج یہ جم غفیر اور جمع کثیر کیسا ہو۔ سنایا کہ لنگا جی کا نہان ہو۔ اور جہاں جہاں ہندوؤں کا استھان ہو وہاں جاتے ہیں۔ اور تجارتی جوق جوق آتے ہیں سرج کمی ریلیں جھوٹیں گی اور بڑی چپقلش رہیگی۔ ریل پر ریل آتی تھی اور ایک پر ایک بلا پڑتا تھا۔ کوئی ٹھکیلتا تھا۔ کوئی لڑتا تھا۔ اتنے میں ریل آئی اور گھنٹی بجی اور اس بھٹھ میں لوگ سوار ہوئے کہ لا مان۔ ایک ایک درجے میں بندرہ بندرہ بیس بیس بھرے ہوئے میان آزاد سوچے کہ اس بھٹھ میں جانا فضول ہو۔ ریلیں تاج کی جھوٹیں گی کسی پر سوار ہو جائیں گے گھبراہٹ کیا ہو۔ ریل دن سے چھوٹ گئی۔ اب سنیے کہ ایک ہندی عیسائی اپنی دو لڑکیوں کو ساتھ لے کر جاتے تھے ان دونوں کو ٹکٹ دیے اور کہا کہ زنانی گاڑی میں جا بیٹھو وہ بیچاری نادانہ زنانی مردانی گاڑی کیا جانیں جب ریل چلا ہوا تو وہ بھاگ کر چوڑوں کے کمرے میں دوڑ گئیں۔ اور دھڑلکا باپ ریل پر سوار ہو گیا اور کھٹ سے روانہ ہوا۔ یہ بیچاری کم سن نا کردہ کار باہر مل کر رہ گئیں اور گھبرانے لگیں کہ کیا اللہ اب ہم کیا کریں پر ایسا شہر یہاں اپنا نہ بیگانہ خویش نہ بیگانہ بڑی مصیبت پڑی میان آزاد نے</p>
<p>تب لطف زندگی ہو جب ہر چین ہو پیش نظر ہوسا قی پہلو میں گلبدن ہو مہوش۔ بارک اللہ کیا مطلع ہو شان تو یہی کہتی ہو کہ کسی غزل کا مطلع ہو جیسے آتش کی وہ غزل ہو جس کا مطلع یہ ہو</p>	<p>اس بھٹھ میں لوگ سوار ہوئے کہ لا مان۔ ایک ایک درجے میں بندرہ بندرہ بیس بیس بھرے ہوئے میان آزاد سوچے کہ اس بھٹھ میں جانا فضول ہو۔ ریلیں تاج کی جھوٹیں گی کسی پر سوار ہو جائیں گے گھبراہٹ کیا ہو۔ ریل دن سے چھوٹ گئی۔ اب سنیے کہ ایک ہندی عیسائی اپنی دو لڑکیوں کو ساتھ لے کر جاتے تھے ان دونوں کو ٹکٹ دیے اور کہا کہ زنانی گاڑی میں جا بیٹھو وہ بیچاری نادانہ زنانی مردانی گاڑی کیا جانیں جب ریل چلا ہوا تو وہ بھاگ کر چوڑوں کے کمرے میں دوڑ گئیں۔ اور دھڑلکا باپ ریل پر سوار ہو گیا اور کھٹ سے روانہ ہوا۔ یہ بیچاری کم سن نا کردہ کار باہر مل کر رہ گئیں اور گھبرانے لگیں کہ کیا اللہ اب ہم کیا کریں پر ایسا شہر یہاں اپنا نہ بیگانہ خویش نہ بیگانہ بڑی مصیبت پڑی میان آزاد نے</p>
<p>شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا انگل میں جنم تھا خدا مر بان تھا</p>	<p>شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا انگل میں جنم تھا خدا مر بان تھا</p>
<p>آزاد۔ تب لطف زندگی ہو جب ہر چین ہو پیش نظر ہوسا قی پہلو میں گلبدن ہو مہوش۔ بارک اللہ کیا مطلع ہو شان تو یہی کہتی ہو کہ کسی غزل کا مطلع ہو جیسے آتش کی وہ غزل ہو جس کا مطلع یہ ہو</p>	<p>آزاد۔ تب لطف زندگی ہو جب ہر چین ہو پیش نظر ہوسا قی پہلو میں گلبدن ہو مہوش۔ بارک اللہ کیا مطلع ہو شان تو یہی کہتی ہو کہ کسی غزل کا مطلع ہو جیسے آتش کی وہ غزل ہو جس کا مطلع یہ ہو</p>

آزاد و حسن اتفاق سے آپ دونوں کی آج زیارت ہوئی ورنہ ہم کہاں آپ کہاں سے

غیبت جان لول بیٹھے کو | جدائی کی گھڑی سر پر گھڑی ہو
بڑی بہن - جی ہاں مگر خدا نہ کرے کہ کسی شریف زادی کو ایسا دن دیکھنا نصیب ہو۔

چھوٹی بہن - آپ کی باتیں تو سنئے کہ ع غیبت جان لول بیٹھے کو ریل پر کیلا پاکر سیٹ سے ہاتھ نکالے ہیں۔
بڑی بہن - ہائیں ہائیں چھ خیر تو ہو۔

آزاد - کہنے دیجئے آپ اسکی فکر نہ کیجئے ابھی اطمینان کے دن ہیں
الغرض میان آزاد نے اٹھائے راہ میں ان دونوں تہان تم

ایجاد و نازنینان پر زیاد سے وہ تپاک بڑھایا کہ بالکل شہر شکر ہو گئے
چھٹکی سی قدر شیخ اور تکیسی تھی اسکی انھوں نے بڑی ہی خاطر
کی نوبت باغبار سے کہ بے تکلفی کی باتیں اور منہی مذاق تک پہلے

لگا اور میان آزاد نے گلوں پر گلوں پر گلوں پر نقشہ جمایا
اٹھائے راہ میں ایک مقام پر انھوں نے اٹکنا پوچھا اور کھلایا اور
دریافت کیا کہ اگر ہم آپ کے مکان پر آئیں جائیں تو کچھ مضائقہ

نہیں ہو چھوٹی بہن نے کہا کہ وجہ! آپ آنے جانے
وہ کون - واسطہ - ہاں ابّا سے پوچھیے وہ کہیں تو آپ
آئے مگر بڑی بہن نے بات کاٹی اور کہا کہ خانہ بے تکلف ہو

جب چاہیے تب آئے ہم عیسائی ہیں مگر ایسے بے تکلف
نہیں جب لکھنؤ پہنچے تو ریل کے اسٹیشن سے وہ اپنے گھر
گئیں اور میان آزاد اٹھائے رخصت ہوئے۔ دوسرے دن میان

آزاد ٹھیک وقت پر پہنچے۔ دروازے پر آواز دی کوئی ہے
جواب تو درکنار ایک کلڈ ٹک کتا آنکھیں نہلی ہوئی کر کے دروازے پر
آن موجود ہوا۔ میان آزاد کے ہوش اٹ گئے کہ درجہ چھٹے تو بس

جو انکی پریشانی اور جراتی دیکھی تو یہ بھی گھبرائے اور انکے قریب
جا کر بیٹھے کہ آپ گھبرائیں نہیں ہم آپ کو آرام کے ساتھ جہان
کیسے گا وہیں پہنچا دینگے۔ اب ذرا استقلال چاہیئے۔ خطرے
مطلب برآری معلوم۔ اور ہاتھ پاؤں پھول جا بیٹھے کرتے دھرتے
ایک نہ ہونے لگے۔ وہ دونوں شریف زادیان بھی گھر سے باہر تو
ملکی نہ تھیں انکے دلاسا دینے اور تشفی کرنے کو غیبت بھیلن ایک
نے زردیدہ نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ آدمی شریف اور جوان حسین اور
خوش وضع ہو۔ ذرا ڈھارس ہوئی۔ وہ دونوں بہنیں تھیں۔

بڑی بہن نے خاص دلان سے دو گلوں پر انکالین اور میان آزاد
کو دین انھوں نے دست حنائی دیکھا تو خون رونے لگے۔
اب شوق چرایا کہ صورت بھی دیکھیں مگر آدمی جلد باز تھیں ہی نہیں
سنکھلے اور سوچے کہ جلدی کیہ ہو اسے انکے باپ کا پتا پوچھ کر آکر

چھری ہو۔ یہ لفظ ایک روپہ دیا اور ریل پر وہ چھ لفظی تھے
We are safe will apart home
یعنی ہم خطرہ ن ہیں جلد روانہ ہونگے۔

خبر کوئی تین پر کے بعد میان آزاد انکو ریل پر لیکر بیٹھے اور ریل
چلی۔ اب وہ دونوں اسے بالکل بے تکلف ہو گئیں بڑی بہن برفلندہ
لقاب چھوٹی بہن بھاب۔ دونوں چندے آفتاب چندے ہمتاب
دیکھتے ہی بوٹ ہو گئے۔ ایک کا وہ حسن گلوں سے

حسن رسن بھی اسے آگے ماند | چہ زلفون میں صیبا برین چاند
جلوہ حسن رشک شعلہ طور | چشم بد دور آنکھیں موتی جو
رخ پہ وہ کچھ بکھرے زلف کمال | رگ گل سے وہ ہونٹھ پان سے لال

رگ گل سے کمر بچکتی ہوئی
چوٹی ایڑی تلک لکھتی ہوئی

مگر دونوں حیا پر در۔ دونوں پاک نظر۔

کھین کے نہ رہے پھر آواز دی مگر دور سے وہ ہوش ناؤ گئی کہ
میان آزاد ہونگے غرض کہ یہ ہر روز جانے لگے اور رفتہ رفتہ
رابطہ ضبط بڑھانے لگے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک ساتھ چین میں ہوا
کھانے لگین اور سرشام سے صحبت ہوتی تھی اور میان آزاد
اشعار آبادار اور غزلوں کے فصاحت بار پڑھ کر انکو وجد میں لاتے
تھے اور داد سخن پاتے تھے حتیٰ کہ وہ دونوں انکی عاشق زار
ہو گئیں اب گو کبھی میان آزاد کو آنے میں دیر ہوئی تو قرار نہیں
چاندنی رات ہی اور میان آزاد کے ہاتھ میں ہاتھ پیٹھی پیٹھی
باتیں ہو رہی ہیں۔ ورنہ دیکھ سب میان آزاد سے کتنی عقین اور
ہر دم انھیں کے پاس رہتی تھیں مگر ایک دن جبکہ میان آزاد اور
وہ دونوں خوب رویاں پری زاد میں لطف میں گلگشت چین
اور تماشا سے نسوین و نستر کرتے تھے تو کسی نے ان کو خط
دیا اور کہا گھوڑا سواری کے لیے لایا ہوں جلد چلیے۔ میان آزاد
نے خط پڑھا تو رو دیے اور بصد حسرت داربان اپنی معشوقہ
زہرہ شمال اور اس رعنہ صنف جادو جمال سے کہا کہ افسوس
صد افسوس اب مجھ کی گھڑی ابھی گئی اس خط کو پڑھو اور
مجھے جانے دو۔ زہرہ کی ہر تو پھر بلینگے ورنہ نصرت یہ کہ کر انکی
پشانی پر انھوں نے بوسہ دیا اور پشت تو سن رہے اور گھوڑے
کو کوڑا دیا جب تک گھوڑے کی ٹانگوں کی آواز آئی تب تک وہ دوڑتا
ہوئیں سنتی رہیں اور جب آواز نہ آئی تو غم و الم نے دامن پکڑا اور
زہرہ کی تلخ ہو گئی خط پڑھا تو معلوم ہوا کہ میان آزاد کے پدر بزرگوار
راہی ملک بقا ہوئے اور انکو انکے اعزہ نے جلد بلوایا تھا۔
میان آزاد تب کے گئے گئے اب اُن سے ملے۔ انکی زبان پر
اُس زمانے میں یہ شعر بہت تھا۔

جسکے سے اٹھا ہے ابر بہار میرے دل کی گلی بچا دے گا

جب میان آزاد نے انکو نہ پہچانا تو اسنے بھی شعر پڑھ دیا اور
میان آزاد سمجھ گئے کہ وہ کون ہیں۔ ایک مرتبہ میان آزاد نے بڑی
ہنس کی جان بھی بچائی تھی جس سے اور بھی عاشق و مفتون تھی۔
اب بعد مدت مدید و عرصہ بعد یہ پھر ملے پُراخی صحبتوں کا لطف
انکھوں میں پھر گیا اور وہ سب باتیں یاد آگئیں۔

پیر مرد نے جب دیکھا کہ آفتاب لب بام ہو اور وقت شام ہو
بادلوں کے عکس سے درو دیوار گلزار چین کی بہار پر گلزار فرخا
سہ دھانی گٹھا کا ایک سمت جگمگا رہی ہیں کبھی خلیان لکھلیان
کرتی ہوئی حسینوں کی برق دھمی کی تقلید کرتی ہیں اور کبھی چمک
اور ترپ سے نگاہ نازیم باز بتان طائر پر کماز سے کستی ہیں
ایک ایک میان آزاد کی طرف مخاطب ہو کر بولے کہ اب میرا وقت
وظائف و فرائض تم جھٹ پر جاؤ اس بہار کا لطف اٹھاؤ۔

میان آزاد پیر مرد کے مخاطب پاس سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے پیر مرد
کے حکم کے بموجب حقوڑی دیر میں میان آزاد چھت پر دوسرے
زینے سے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طرف بالائے بام چوکیوں پر
فرش مکتب بچھاوی دوسری سمت کوچ پر آسمانی اطلس منٹھاوی۔
آرام گریبان ایک سمت رکھی ہیں پیر مرد نے کہا کہ آزاد وہ آواز تم کو
تو خود معلوم ہو میں کیا تم سے چھپاؤں۔ آخر النساء اشواق کیسی
حسین مجھ میں ہیں یاقت خدا داد۔ زمین۔ ذکی ہیں۔ ہر فن میں
مشاق۔ ہر زمین طاق۔

زینت النساء نے کہا تم جانتے ہو کہ باوجودیکہ مجھ سے سن میں
کم ہو مگر اسکو زمانہ سادہی اور دنیا کے حالات سے محض واقفیت
تھی۔ اماں کی لاڈلی تھی۔ ایک روز پیارے نر کی عافی عافی میں
آئیں اسوقت آخری انتظام مطبخ میں مصروف تھی انکی جستی اور
تیزی دیکھ کر وہ دنگ ہو گئیں اور اسی روز مرزا گوہر کے لڑکے

پیارے مزا کی نسبت بات چیت کی امان تو جنم کی بھولی ہیں لگو
چپ سی لگ گئی اور ایک بات بھی زبان تک نہ آئی پیارے
مزا کی مافی نے شادی ٹھہرائی۔

انفرض خری کی تو شادی ہو گئی مگر مین نے شادی نہ کی۔
خاتون مدقا زینت النساء نے جو عرصہ بعید اور مدت مدید کے
بعد میان آزاد کو پایا تو اسکا دل جو مثل غنچے کے گرد انقباض میں
تھا گل کی طرح کھل گیا۔ کبھی فرط طرب سے جٹ جٹ بلائیں
بیتی تھی کبھی سیکڑوں قسمن دیتی تھی۔ کہ اگر اب یہاں سے
جائے تو ہماری تھی کھلے۔ آخر ش کیا ہمارا اتنا سا بھی پیار نہیں
کہ ایک ذری سی بات مان جاؤ۔ اور ادھر ادھر وہی تباہی ہو گشت
سے باز آؤ۔ ہم تمہارے تمہارے کھلاؤ بھلی صحبتیں یاد میں یا
جھول گئے وہ روشن میں گھومنا وہ فوطہ ستی سے کیا ریون
میں طاؤس طناز کی طرح جھومنا۔ وہ قیل و قال وہ بول چال
وہ شام کو چپ چپ کرنا اور دبے پاؤں چاؤ کا نامہ و پیغام
وہ صحبت صبح و شام وہ میٹھی میٹھی باتیں وہ انوکھی گھاتیں
بھلا کہیں جھول سکتے ہو۔ مگر پیارے آزاد ایسی زندگی سے
ہم باز آئے۔ رورو کے جیسے تو کیا جیسے چچانے ہمیں تباہ
کر دیا۔ ناکون دم آیا ہم دونوں ہنوں کی وہ گت بنائی۔ کہ
جان ہی بیرون آئی۔ دروازے پر ذرا کھڑے ہوئے اور چچانے
ایک ڈانٹ بتائی چچی نے سنا تو الگ جھلاٹیں۔ کوٹھے پر گئے اور
دانت پیسنے لگیں۔ اتنی براتیں آتی جاتی ہیں قسم لو کہ جو دروازوں
کی راہ سے بھی جھانکنے پائے ہوں یا برسوں کسی اپنے پرانے
کے یہاں جاتے ہوں۔ یہ درد اور یہ سر عیسائی اور بھی تو
ہیں مگر انکو روز بروز پردے کا اور بھی خیال ہوتا جاتا ہی ضرر
سے گھٹ کے مرطون یہ مرضی مرے اللہ کی ہر جگہ

ابا جیتے تھے تب تک انھوں نے بڑھایا لکھا یا کھلایا پایا میلے ٹیلے
لے گئے۔ مگر ہی کتنی جلد داغ حسرت دے گئے۔ دیکھیے جانے
کیا ہو گیا۔ ہاتھ مل کے رہ گئے۔ آپ انکے پائے پڑے ہیں جب
دیکھو سوٹا لے کلے پر کھڑے ہیں اٹھتے جوتی بیٹھے لات یہیہات
یہیہات ٹھٹھنے میں ہم پر یہ بجلی گری کہ امان الگ سدھار میں
ابا الگ چل بسے۔ خدا بخشے یہاں تو انکو کھولنے ہی رنج کی صورت
دیکھی اب چین کہاں آرام کہاں سے

آشیانہ نہ چین میں نہ نفس یاد آیا انکو کھلنے ہی نہ باقی تھی کہ صیاد کا

اختر النساء تھا رے دیکھنے کے لیے بہت توفی تھی راسن بیجاری
کو انھوں نے جان بوجھ کر کھاری کنوئیں ہی میں دھکسل دیا۔
ایک کم رو بد خو کے پائے پڑی ہر دن رات رویا کرتی ہو رورو
کے آنکھیں ہو کی بوٹیاں بن گئیں۔ کلیر پیپ ہو گیا۔ مگر کرے کیا
دم بخود تھر دوش بر جان درویش۔ ہاے یہ سب ہماری بھونڈی
رسموں کا فتور ہو۔ ٹپکی ٹپچائے ایسی موٹی رسم پر اس کے دل سے
لگی تھی کہ کسی حسین جوان کے ساتھ نکاح ہو۔ پڑھے کچے فہمیدہ
سنجیدہ مرد کے ساتھ بیاہ ہو۔ وہ سب رہا چھپر پر۔ ایسے کے
ساتھ بیاہ دیا جکا ٹھونڈھکا نا کوئی نام تک تو جانتا تھا کہ کون
ہو کون نہیں ہو میں یہ نہیں کہتی کہ کوئی روپیہ والا یا بہادر شاہ کے
خاندان کا ہو تا۔ غریب آدمی کی لڑکی کچھ غریبوں ہی کے یہاں رہتی
ہو۔ امیر دن میں میزان نہیں پٹی۔ کہ درین راہ غلام این
غلام چیزے نیست۔ عالی خاندان کا غور عالی دودمان کا فخر
شرافت کا ناز بجا بت کا گھنٹہ سب دقتیاؤں کے وقت کے خیالات
ہیں۔ بڑی شرافت تو یہ ہو کہ کچھ دار ہو۔ و خدار ہو نیک ہو جان ملن
اچھا ہو غنیمت کہ لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل الف کے نام بے
نہیں جاتے۔ اچھے بڑے کو خاک نہیں چپانے مگر اوٹل کے شہید دن

میں داخل ہو گئے۔ سچ ہم بھی بہن پانچوین سواروں میں۔ اسے
 اتف۔ ہمارے نزدیک جسکے فعل بُرے ہوں اُس سے بڑھ کر باجی
 کوئی نہیں۔ اختر النساء کے میان کا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔
 لکرا ب کیا ہو سکتا ہے۔ اب جو ہوتا تھا سو ہوا سچ کیسے گا کیسی نازک
 اندام کفام اور بھولی لڑکی ہے۔ وہ ایسے بد بخت بد وضع کے
 بابے پڑے تو جی چلے یا نہ چلے۔ چہرہ چاندرو باروہ شرابی وہ
 جواری وہ بگڑے بازوہ پنج عیب شرعی خاصہ چھٹا ہوا آدمی۔
 پاک پیاک شہد پھیری مٹھ پر لوٹی اور کیا کر لگا کوئی۔ عیانی۔
 کا جامہ بہن لیا تم خوب جانتے ہو آزاد کہ سالی کو اپنے بہنوئی کا
 کتنا پیار ہوتا ہے اور سالی کتنی محبت کرتی ہے مگر قسم لوجو اسکا نام
 لینے کو بھی جی چاہتا ہو۔ اور میان کتنا بھی کوئی روادار ہو۔ بیوی کا
 زیور سب بچ کر چٹ کر گیا کچھ داؤن پر رکھ آیا کچھ کے اونے پونے
 کیے۔ مکان دکان سب اسی جوے کے پھیرن گھوم گیا اب
 ٹکے ٹکے کو محتاج ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن میان آن کر
 آفتابہ۔ خاصداں۔ کپڑے تے نہ اٹھا لیجائے۔ دن رات
 شہدوں لقون بد معاشوں بچوں کے ساتھ رہتا ہے۔ کوئی غصہ
 جولاہے آپکے لنگوٹے یا رہیں چچا کو اسکا حال سب معلوم تھا
 کہ تو تون سے سب کو اطلاع تھی مگر لڑکی کو بھلا میں جھونک ہی دیا
 اب دیکھو آتی ہے۔ دیکھنا کیسی کھل کے کاٹا ہو گئی۔ ہڈی ہڈی
 گرن کو مضطرب گوشت کیا مشقت استخوان ہے۔ ابھی نئی نئی جوانی
 لکریہ حال ہے کہ اللہ ساتوین دشمن کو نہ نصیب کرے۔ میں نے آدمی
 بھیجا ہے۔ بڑا ہی ہوگی اتنے میں دروازے پر کماروں نے
 نے آزاد دی کہ اچی صاحب سواری آئی ہے۔ زینت النساء نے کہا
 لودہ آگئی میں تو کتنی ہی تھی کہ حققت تھا رانام سننے کی نور اجلی
 آئے گی۔ پھر کسی کی ایک تو سننے کی نہیں۔ بولوا بولوا۔ اسے بولوا

بہن آئی ہے۔ خدی بردہ کر کے اُتر والو میان آزاد نے جھانکا
 تو لال لال پردہ اور بڑی ڈولی۔ چو طرف پردہ ہو گیا اور اختر النساء
 اتوین گھر میں آکر چچی کو سلام کیا۔ چچی جان بندگی چچا جان کیا ہیں
 اور گھوٹیں سب خیریت چچی نے ہاس ٹھایا پان دیا اور کہا جاؤ کوٹھ
 بہن میں۔ وہ جو ریل پر ٹکولے تھے وہ بھی بھولتے بھٹکتے یہاں آن
 پہونچے۔ زینت النساء نے آزاد دی کہ اختر ہی بہن چچی جان سے
 مل کر میان آزاد آئے ہیں۔

اختر النساء تھوڑی دیر اُس ضعیفہ کے پاس پڑے اور بے چینی
 بعد ازاں رخصت ہو کر اور اجازت سے کمرادہ گئی میان آزاد
 نے اُسکو اور اُس پریرادہ نے اُنکو دیکھا تو دونوں کی باجھیں کھل
 گئیں۔ سبے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑے مگر مارے خوشی کے ہنسنے
 کی آنکھیں آنسو بھر لائیں اور گول گول موٹے موٹے آنسو ٹپ ٹپ
 کر کے رخساروں پر لڑھکتے ہوئے دامن میں گرنے لگے میان آزاد
 کی عجب کیفیت تھی اتنے میں آزاد نے دیکھا کہ پچھوٹ پچھوٹ کر
 رونے لگی۔ تو اُسکے دست نازک کو چوم لیا اور دلاسا دیا کہ پیاری
 اختر اتنی مدت کے بعد ملے کھل کھل کے ہاتھین کرنا۔ چاہیے یا
 ڈاڑھیں بار بار کر دنا۔ واہ اچھی اچھی لنگا ہائی۔ واللہ جواب
 رووگی تو اٹھ کر چلا ہی جاؤ گا۔ ہم تمھارا سب حال سن چکے بہن
 کیا کریں اب کچھ بس نہیں چلتا۔ مگر اللہ پر شا کرو صابر رہو سچ۔
 کسی رہی اور رہے گی کس کی دیکھو تمھارا بھی خدا مالک ہے کسی
 حالت میں انسان کو گھبراتا نہ چاہیے صابرین اور شا کریں کا بڑا راج
 ہے۔ اسپر اختر النساء نے اور بھی آٹھ آٹھ آنسو رونا شروع کیا اور
 زینت النساء کی بھی آنکھوں میں آنسو بھر آئے میان آزاد نے
 جو ان دونوں حسین جبین کیوں کو اس درجہ طول و خم پایا تو
 اُنکو سخت افسوس ہوا اور اُنکی حالت زار پر رحم آیا اور یوں سمجھا یا

آزاد۔ قریب جا کر پیاری بہن اختر النساء کو کھوٹتے ہوئے پیارے بھائی بہن ہر دن یاد دہن جب تم کو ہم چھایا کرتے تھے اور تم انگور کی ٹٹی میں روٹھ کر چھپ چھپ رشتی تھیں اور ہم ڈھونڈ ڈھونڈ کر تمکو منالائے تھے اور پھر چٹھانے تھے اور زینت النساء پر تم جھلاتی تھیں اور وہ تمکو بناتی تھیں یہ برسوں کی بات ہے سچ ہی ہے۔

وقت پیری شباب کی باتیں | ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

ہم کو جو تمھاری دونوں کی محبت ہو اسکا حال ہمارا خدا ہی خوب جانتا ہے یا ہمارا دل۔ خود تم اپنے دل میں غور کرو کہ جب برسوں کے بعد ہم یہاں آئیں اور تم کو رنجیدہ اور غموم پائیں تو کلیجہ پاش پاش ہو جائے ہو۔ قاعدہ ہی کہ مدت کے بعد جو کوئی سماں کسی کے یہاں آتا ہے تو اسکی خاطر کجائی ہو مگر تم نے ڈولی سے اترتے ہی وہ صورت بنائی کہ میرا قلب اٹھنے لگا۔ اے کاش یہ دن خدا نہ دکھاتا کہ میں تمکو اس مصیبت میں گرفتار دیکھتا ہوں۔ دل قابو میں نہیں رہا۔ مگر بہن ذرا اپنے دل کو مضبوط رکھو ورنہ تمھارے ساتھ تمھارے عزیزوں کا بھی برا حال ہوگا۔ اُف اودہ تمھاری صورت ہی بدل گئی چہرے کی وہ سرخی اب زردی سے تبدیل ہو بیشت استخوان ہو بس چون بازگ تو تم لو کہیں ہی سے ہو مگر سرخ نے تمکو کہیں کانہ رکھا۔ افسوس واضح ہو کہ زینت النساء اور میان آزاد میں چھپنے ہی سے ایک قسم کی محبت تھی مگر پاک اختر النساء اُس زمانے میں بالکل ہی کم سن تھیں وہ میان آزاد کو بھائی آزاد کہا کرتی تھیں اور آزاد کو اُسکی ایسی ہی محبت تھی جیسے کسی کو اپنی خاص چھوٹی بہن کی ہوتی ہو جب میان آزاد نے اختر النساء کے شوہر کی بد وضعی اور اُسکے غم و اہم کا حال سنا اُنکے کلیجے پر گویا ٹھیس سی لگی اور دل بھر آیا مگر بڑی اور تباہ سمجھایا اور دلاسا دیا کیے اُسکے بعد اختر النساء نے آہ مرد دل پرورد سے کہنے لگا کہ بھائی اسوقت تم کو کیا دیکھا جیسے جان

میں جان آگئی۔ تم تو میرے لیے سبھی ہو گئے اب پہلے تو یہ شہرہ سناؤ کہ تم یہاں سے جاؤ گے تو نہیں مگر ذرا سوچ سوچ کر جواب دینا جو تم چلے گئے تو سن لینا کہ اختر النساء اور زینت النساء دونوں کا جنازہ نکلا پس پھر ہم جان ہی دے دینگے برسوں بعد ایک غمخوار کو پایا ہے۔ اب اسکو چھوڑ کر بھلا کہاں جائیں یا چھا اسکا جواب پھر دینگے گا پہلے اپنا حال تو بیان کیجئے کہ اب کہاں سے آتے ہیں کہاں کو جاتے ہیں۔ یہاں کون لایا۔ کس نے بتا بتایا میان آزاد نے کہا تمھارے چاروں سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہاں جذب شوق لایا اور محبت نے بتا بتایا۔ باقی رہا ہمارا حال وہ ناگفتہ بہ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں یہ پھر بتا دینگے۔

جب دن قریب ختام و آفتاب لب بام ہوا تو میان آزاد خانہ بر باد وحشی مادر زاد کو سفر کی دھن سمائی اور حضرت نے بویا پیرنا اٹھانے کی ٹھہرائی مگر سوچے کہ اگر کوچ کا لفظ زبان پر لاؤں گا تو ان دونوں نازک بدن غنچہ دہن ہنوں کو خدا ناکردہ مردہ ہی پاؤں گا اور ابھی اچھی طرح بدن میں سکت بھی نہیں آنے پانی کہ ہماری شامت آئی کہ سر کو چھوڑا آرام و آسائش سے متحد ہوڑا عقوبت سفر سے ناتا جوڑا اب مناسب ہی ہے کہ آج شب کو ہمیں بستر جمائیں اور خوب لکھ کر خوش گئی اُرائیں۔ ادھر خاتون شب نے بڑے ٹھٹھے سے لکھا کیا ادھر گھر کی سلیقہ شعار نوٹیوں نے لذیذ و لطیف خاصہ تیار کیا۔ میان آزاد نے بعد مدت زینت النساء اور اختر النساء کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھایا اور لطف فرما اٹھا۔

فصل کل آئی ہو عشرت کا سا ان میں
ہر روش برسوینا جام گل غنچہ سو
لیکن غنچہ کی غنچہ کی کیا ہو سامان غنچہ
تھم کر چھینے میں گل بن فضل کتب طبع
باغبان ہر خوشن طبعی نگاہ کو نیم
نغمہ بین بلبلین طاق نصیب باغ میں
دختر گل ہے کہ سحر کی گلستان باغ میں
جھول چکے پھر لیا گلچینے و اماں باغ میں

<p>بزم میں پھر کھڑا غزل خاموش صفہ ہو گیا یا چھک کر چپ ہوا مرغ خوش الحان باغ میں</p>	<p>میں بہار بہا بابا بہا۔ یہ وہ روش ہے جس پر کارا پانوں نے پھیلا تھا اور ہم گرے تو اختر النساء خوب کھلکھلا کر ہنسی۔ یاد ہے اختر النساء کیون نہیں جب ہم جھلائے تھے تو تم ہنستی ہوئی جھاگین لکڑیہڑک چمک چمک کر جو طہین تو تھا را بھی پانوں پھیلا اور دم سے تم بھی گویا تمہارے بیان ایک بوڑھی عورت تھی زمین کی مان اختر النساء۔ تھی کیا معنی۔ کیا اب نہیں ہے۔ ای وہ ہم سے تم سے اٹھی کٹی ہو۔ خاصی کٹھو تاسی بنی ہوئی ہے۔</p>
<p>زنیت النساء۔ ہاے بُرائی صحبتوں کا لطف اٹھو کس سامنے بھر گیا آپے کھانا کھا کر چین میں چلین۔ اور چل قدمی کو رہن باب باع کیا خاصہ راغ ہو پھیلوں اور خوش الحان طارون کے عوض مسکن بوم ذراغ ہو۔ مگر چلے ذرا دل بہلا میں گھوم گھام کر پھر چلے آئیں مگر وہاں جا کر دل بھراے گا۔ کلیجہ دھڑ دھڑ کرے گا تسہم پیچھے جو مہنون چین کا نام بھی لیتی ہوں۔ وہاں جا کر کرین سنا نہیں۔</p>	<p>آزاد۔ کون از زمین کی مان! کیا وہ بوڑھی ابھی تک زندہ ہے اُن کیا عاقبت کے بورے پورے گی۔ اسکا تو ایک ایک بال سفید سن سا ہو گیا تھا۔</p>
<p>بے گلخدا رجا کے گلستان میں کیا کیا گلون کو دیکھ کر گلابن یاد آئے۔ مگر خیر سے پھول تو نام کو نہ پائے پھول وہاں کمان جنگل ہو یا چھستان وحشت مسکن جڑ پڑ آشیانہ ناز و زغن۔</p>	<p>غیر وہ اختر النساء کو اٹھانے لگی مگر اسکا پانوں بھی رپٹا اور دھم سے گری۔ غرض کہ تین چار آدمی دھم دھم کر کے گرے۔ چلتے چلتے باغ کی کوٹھی میں جو گئے تو وہاں رہنا لکھا دیوار پر دیکھا اسپر لکھا تھا کہ میان آزاد خانہ برباد نے آج اس باغ کو معائنہ کیا۔ یہ بڑھ کر میان آزاد بڑے سرور ہوئے دل ہی دل میں کھلے جاتے ہیں۔</p>
<p>نظر آتا رکھل آزاد وہ دشمن باغبان مجھ کو بنانا تھا نہ ایسے بوستان میں آشیان مجھ کو</p>	<p>اتنے میں بیر مرد یعنی اُن دونوں بہنون کے چچا جان بھی خرامان خرامان تشریف لائے۔</p>
<p>اختر النساء۔ ہاں جی ہم کہنے ہی کو تھے چلے کھانے سے فرغت پائین تو میان آزاد کے ساتھ برسوں بعد سیر کر آئیں۔ جب کھانے سے فرغت پائی اور تینوں نے مل کر گوری گوری کھائی تو زنیت النساء نے فرط طرب سے اختر النساء اور میان آزاد کو ہمراہ لیکر باغ پر فضا و ندرت اتما میں قدم رنجہ فرمایا۔ وحشت فرا ہوا ہر کچھ ایسی بہار کی اچھو لاج پھول اُسے قبائلا رکی ان دونوں بہنون کے والدین عیسائی ہو گئے تھے مگر نام نہیں بدلا تھا نہ وضع تبدیل کی تھی۔</p>	<p>پیر مرد۔ کیسے اب سوقت طبیعت تو نصیب عدا ناساز نہیں ہے خردار بجائی اب بیماری میں سفر کا نام نہ لینا ایسا کوئی کرتا ہے جھلا تو بہ تو بہ۔ جوانی بھی کیا دیوانی ہوتی ہے ہاے کچھ ٹو جھٹائی نہیں ہم نے کل آپ کو جو دیکھا تو کچھ خیال سا آیا کہ اس نوجوان کو ہم نے دیکھا خرم ہے جب بیان آئے تو زنیت النساء کی زبان معلوم ہوا کمان رہے اتنے دن۔ بس تو کچھ ایسا کرنا چاہئے کہ بیان ہی رہے زنیت النساء آپ کو روز یاد کیا کرتی تھیں۔ اُٹھتے بیٹھتے آپ ہی</p>

کا نام در زبان۔ ہمارے خدا کر کے آپ کی شکل خدا نے دکھائی کچھ مانگی مراد ان دونوں ہنوں نے پانی۔ اب آپ یہاں ہی رہیں۔ زینت انسا کو جو تم سے محبت ہو وہ انکا اور تمہارا دونوں کا دل جانتا ہوگا۔ اگر تم چلے گئے تو پھر کچھ لینا کہ اسیلین مغلانیان بھولیان لونڈیان باندیان طعنے دے دیکر انکی زندگی وہاں کو تنگی۔ اور انکو ایک دم بھی زندگی محال ہو جائے گی ہم لوگ گویا سیائی ہیں گویا سیائی اور سلمان ہیں شادی جائز ہو یہ تم کو نہ جانے دیں گی اور نہ تم انکو چھوڑ کر جاؤ گے اسی باغ میں ہم کمرہ یا بنگلہ بنوا دیں گے۔ مزے سے زندگی بسر کیجئے میان آزاد یہ گفتگو سنکر عرق عرق ہو گئے۔ ہاں کہیں تو نہیں جیتی نہیں کہیں تو شامت آئے چپ۔ لب بند۔ سناٹے میں تھے کہ کہیں تو کیا کہیں روم جانے کی دھن تو سما ہی تھی جس آرا اور سپہرا ہر دم اُنکے گویا پیش نظر رہتی تھیں اور دل سے لگی تھی کہ چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے ہم روم ضرور بالضرور جائیں گے۔ ہر جہاں بادشاہی درآب انداختیم۔ اسی ہی والا تمام سن اشد پیر مرد سے انھوں نے مسکرا کر کہا کہ قبلہ دکھ لے بھی تو میں یہاں ہوں ہی۔ آپ نے جو کچھ فرمایا اُسکا مشکور ہوا لیکن بعد غور و فکر جواب عرض کروں گا۔

پیر مرد گھر کی طرف جانے لگے پوچھا کہ کیوں بھی وہ تمہارے ساتھ پتہ قامت کون آدمی تھا کچھ اُسکی بھی خبر ہو یا یہاں اگر اس سے بالکل غافل ہی ہو گئے سواہ اچھا ساتھ دیا۔ تب تو میان آزاد چکر میں آئے کہ لاجول ولاقوہ غوجی دہان ہی پڑے رہے اور میں خیال بھی نہیں رہا لاجول ولاقوہ گالیان ہی دیتا ہوں گا پیر مرد نے اپنے ایک آدمی کو روانہ کیا اور پتہ دیا کہ فلاں مقام پر جا کر انکو اپنے ساتھ لے آؤ اور اس باغ میں ٹھہراؤ۔

میان غوجی کا حال نہار سینے کہ چار گھڑی دن رہتا تھا تو میان آزاد کے خیال میں غلطان پہچان رہے۔ اب آئیں اب آئیں مگر انکا پتہ ہی نہیں۔ نہار دہانے میں اُنکی گھوڑیا ایک کسان کے کھیت میں چرنے لگی۔ کسان نے لکھا کہ اسے کسکی ٹٹوی ہی رہے۔ اب آپ سن رہے ہیں مگر لوٹے نہیں اُسے خوب گالیان دیں آپ بیٹھے مساکے ٹٹوی پر دو چار ڈنڈے بھی پڑ گئے مگر حضرت خاموش جب اُسے ٹٹوی کو کپڑا اور کاغذی ہوس لے چلا تب تو آپ چونکے اور لپٹ کر اُس سے گلچپ کرنے لگے وہ جھلایا کہ ایک تو کھیت کا کھیت ہمارا ستیاناس کو دیا اس سرے سے اُس سرے تک چروا دیا۔ اُس پر یہ کہ غرتے اور آنکھیں نہ کھاتے ہیں ایک دھکا جو دیا تو آپ نے میں اٹھکناں کھائیں اور سنبھل کر اُٹھے تو اشارہ اللہ وہی خم دی دم ہو ہی بلون پڑیعت غل بجا کر کہا کوئی ہو لا نا تو قرو لی۔ وہاں تھا کون۔ کا ناٹھا اور بدھو نفر سودہ کا ناٹھا بھی کاغذی ہوس جاتا ہی جب غوجی نے دیکھا کہ وہ کسان ہاری جیتی ایک نہیں مانتا اپنی ہی سی کے جاتا ہی تو آپ کو یہ سوچھی کہ دھم سے ٹٹوی کی پشت پر کسان نے کہا اچھا جہان گدھے بندھے ہیں وہاں ہی تم کو بھی ہم باندھیں گے کاغذی ہوس کے ایک کونے میں تم بھی باندھے جاؤ گے۔ اور اپنے کو مفت میں الو بناؤ گے بغیر آپ مزے سے اُسکی پیٹ پر لپے ہو چلے اور بار بار قرو لی مانگتے جاتے ہیں آگے آگے کسان پیچھے پیچھے ٹٹوی اور ٹٹوی کی پیٹ پر غوجی۔ کہاں چلے میان چلے کہاں کاغذی ہوس چلے اور کہاں جائیں گے کسان بولا گدھے ہیں یہ کھیت کھلے جاتے تھے اب دھرے گئے پیر مرد کا آدمی جو گیا تو غوجی کا کہیں پتا ہی نہیں۔ وہ کاغذی ہوس پہنچے آدمی نے ادھر ادھر ڈھونڈھا اور جا کر کہہ دیا کہ وہاں غوجی نہ ٹٹھا سباب و گھوڑی و سائیس حاضر ہے

میان آزاد خانہ بر باد اور وہ دونوں اصنام پری زاد اسس
گلزار خوش سوادین جہان جہان اور خوامان خرامان تماشا سے
رجان ضیاء کرتے تھے کبھی میان آزاد نے اپنی پیاری زینت النسا
کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور ٹہلنے لگے کبھی اختر النسا کو ساتھ لیا اور
روشن پر سیر کرنے لگے کبھی پنج میں آزاد۔ اعلیٰ بلی پری زاد
سہر و قاست رشک شمشاد اسوقت ان تینوں بچہڑے ہوؤں کا
عجب حال تھا کبھی فرط طرب سے اشک جاری کبھی مارے ہوئے
کے گریے زاری کبھی کھلا کھلا کر ایک نے دوسرے کے چنگلی
اُسے تمہارا اڑایا۔ اُسے دُغ بھری جو طرف باغ میں اُچکنے لگے
اختر النسا بعد مدت آج اس قدر ہنسی تھی۔ ورنہ اُسکے شوہر نے
اُسکے دل کو مرکز دارہ اوبار اور نقطہ پر کار انتشار بنا دیا تھا
میان آزاد کا ساتھ جو گلزار پر بہار میں مطلق العنانی اور آزادی
سے ملا تو غیجہ دل نسیم بھت کے استاز سے کھل گیا گویا خزانہ
قارون مل گیا نعمت غیر مقرب ہاتھ آئی تمہانگی مراد بانی بھی
کہ بخت خفتہ بیدار ہوا بیڑا بار ہوا گھڑی گھڑی خدا کا شکر بجالاتی
تھی۔ اور بار بار کھلی جاتی تھی۔ چہرہ گلزار تھا۔ مگر دیدہ
اشکبار تھا۔ سکندر نے ظلمات میں وہ نہیں پایا جو زینت النسا
نے مشہور دیدار آزاد میں پایا۔ اختر النسا تو مریض عارضہ غم و الم تھی انگو
کیا دیکھا کہ گویا مسیح آسمان چہارم سے اتر آیا۔ بڑی دیر تک
بلخ پر فضا و گلزار و دلکش میں مجھوم مجھوم کر چل قیدی کی زینت النسا
مخودیدار۔ آخری باغ و بہار۔ مگر آزاد ظاہر میں خوش باطن میں
دلفکار۔ وہ دونوں بہنیں سمجھتی تھیں کہ میان اب یہاں
سے نہ جائیں گے نہ جائیں گے۔ اسی کلمہ احزان کو منور
فرما دیں گے۔

آخری سمجھی کہ اب زینت النسا کے ساتھ انکا نکاح ہوگا

زینت النسا کھلی جاتی تھی کہ اب ہمارا بیاہ ہوگا مگر آزاد کو حسرت آرا
کی دُھن تھی ہی اُدھڑھن تھی وہ یہاں تھے گردل کہیں اور تھا
سوچتے تھے کہ خداوند جس گھڑی ہم ان دونوں سے رخصت
ہوئے۔ وہ بھی کسی قیامت کی گھڑی ہوگی مگر اُمم جمع جائے گا۔ حشر
سامنے انھوں کے نظر آئے گا حشر بہا ہوگا۔ ہم کا سامنا ہوگا۔
اختر النسا کی جان خدا نا کردہ ہوٹوں پر آئے گی زینت النسا
اپنے دل میں شرمائے گی کہ یا اُئی یہ کیا ہوا۔ آزاد نے دُکھ گھڑی
کو آن کر مفت کا بیج دیا۔ عینا غم دے گئے دم بھر کر آکے
یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اختر النسا نے کہا کہ اب چلیے مستانی پر
جلگر ٹھیں گے تو لیٹے لیٹے خوب باتیں ہوں گی۔

میان آزاد سوچے کہ بھی ہم بھی واللہ کتنے خوش نصیب آدمی
ہیں جہاں جاتے ہیں جس سے ملنے میں جو دیکھتا ہے جس سے
ملاقات ہوتی ہے سب سے بھی پیغام سنا کہ نکاح پڑھو اور جو کہیں ہم
بیاہ کرنے پر مستعد ہوں تو ایک ایک شہر سے ایک ایک درجن بھر
بیویاں لائیں کھانچی کی کھانچی بوریوں ہی سے بھر جائے بقول
اچھی منڈی مقرر کی ہو۔ ایک دو نہیں کھانچی بھر کے حسن آرا
سہرا آرا۔ اللہ رکھی زینت النسا۔ اختر النسا جبکہ چاہیں بیاہ
لوں۔ مگر حسن آرا کے سوا اور سب حرام ہیں لیکن ہر مرد بھی اللہ
کیا بے تکلف بزرگ ہیں کیسے مزے مزے ہم سے کہا کہ
اس جنتان بخیران میں وہ طلسمات کا سماں ہو کہ چکا چونہ کاغذ
ہو نظر نہ ٹھہرے۔ زینت النسا فقاری عاشق زار ہو اور اُسکا عشق
صادق ہو بھلا ممکن ہو کہ تم اور اُسکو چھوڑ کر جاؤ خود ہی عہد
مفارت اٹھاؤ اور اُسکو بھی تیار کرو اللہ ایسے بے تکلف ہوئے
بھی نہ دیکھے ہوئے مگر وہ بھی سمجھے کہ ایسی ستین کے لیے شہر بھی
گلابن چاہیے اور آزاد ہی کا سا غنچہ دہن چاہیے مگر اسوقت

<p>ہم نے اختر النسا کا حال زار دیکھا تو کلیجہ ٹھٹھ کو آیا۔ ہندوستان کی رسوم مذہب سے خدا سمجھے یہ شادی ہے یا بیخ و مال کی خانہ آبادی ہے۔ یہ شادی ہی یا خانہ بربادی۔ میان کوہ اماجل کی سیر کر رہے ہیں بیوی مدراس کے بندر میں اچک رہی ہیں۔ اور یار لوگوں نے شادی ٹھٹھ لائی ہے شوہر سندر بن بن۔ جو رو بھالو لاپاٹن میں اور جھپ سے جہم پتری ملا کے اور کٹھلی دکھا کے بھونری کی تیاری کر رہی تودی۔ عخانہ ملاح در پین ست و کشتی در فرنگ بیہان تو والدین کی یہی نیت رہتی ہے کہ لڑکی کو کسی طرح بھاڑیں بھونک ہی دیں یا اندھے کنوئیں میں چھلکین اختر النسا کے چپانے سمجھ بوجھ کر شادی کی ہوتی تو یہ روز بیکون دیکھنی لاسکی کیون حالت اس درجہ زار ہوتی۔ بیخ و مال سے کیون دوچار ہوتی۔ زینت النسا کیون صیدا انتشار ہوتی۔</p>	<p>آزاد۔ اچھا بوجھے۔ اختر کلنگ بے دم آجے خورد زور یا بل فیضے دہد بہر دم</p>
<p>ان باتوں پر جب ہم غور کرتے ہیں توجہی جلتا ہے اور بے اختیار کلیجہ ٹھٹھ کو آتا ہے مگر بانیس ہی نہیں جلتا ہے۔ کریں۔ کیا کہیں کس سے۔ یہ سوچے کہ کل صبح کے وقت بیہان سے بستر اٹھائیں اور سیدھے روم ہی جائیں پس راستے میں کہیں بسیر نہ کریں اس میں جہن یا مین لیکن زینت النسا سے کیا کہیں اختر النسا سے کیونکر رخصت لیں وہ تو درود کے اپنا حال خدا بخواتین سے کیونکر نکالوں دم آجائے گا مگر بخت خفتہ نے یادری کی اور خدانے انکی سن لی۔ جب مہتابی پر جا کر فرش مکلف پڑٹھے اور چاندنی نے سبزے میں کھیت کیا اور ٹھٹھی ٹھٹھی ہوا میں چلین تو زینت النسا نے کہا کہ میان آزاد کہو ان پسیلیوں میں سے بھی کوئی یاد ہے۔ اختر النسا بولی ہاں ہاں میرے آزاد تھیں اللہ سون کوئی پہلی بھجواؤ۔ بہت دن ہوئے کوئی جیتان سننے میں نہیں آئی۔</p>	<p>اختر النسا جھٹھ ہے۔ زینت النسا۔ واہ کہیں ہو نہیں۔ ایسی بڑی بوجھے والی آئیں۔ ہم بتائیں سوکھو۔ بادل۔ کیون۔ آزاد۔ ہاں ابر ہے۔ اچھا اور پوجھے۔</p>
<p>ان جیت دہن ہزار دارد شاہیست نشستہ بر تخت در ہر دہنہ دو مار دارد آن را ہمہ در شمار دارد</p>	<p>اختر النسا۔ ہزار دہن ایہ بڑی طیرھی کھیر۔ زینت النسا۔ گنتی کیسی۔ آزاد۔ کچھ نہ بتائیں گے جو باندھ صوم و صلوة ہیں وہ خود بھی جائیں گے۔</p>
<p>اس میں جہن یا مین لیکن زینت النسا سے کیا کہیں اختر النسا سے کیونکر رخصت لیں وہ تو درود کے اپنا حال خدا بخواتین سے کیونکر نکالوں دم آجائے گا مگر بخت خفتہ نے یادری کی اور خدانے انکی سن لی۔ جب مہتابی پر جا کر فرش مکلف پڑٹھے اور چاندنی نے سبزے میں کھیت کیا اور ٹھٹھی ٹھٹھی ہوا میں چلین تو زینت النسا نے کہا کہ میان آزاد کہو ان پسیلیوں میں سے بھی کوئی یاد ہے۔ اختر النسا بولی ہاں ہاں میرے آزاد تھیں اللہ سون کوئی پہلی بھجواؤ۔ بہت دن ہوئے کوئی جیتان سننے میں نہیں آئی۔</p>	<p>اختر النسا۔ ہزار دہن ایہ بڑی طیرھی کھیر۔ زینت النسا۔ گنتی کیسی۔ آزاد۔ کچھ نہ بتائیں گے جو باندھ صوم و صلوة ہیں وہ خود بھی جائیں گے۔</p>
<p>اس میں جہن یا مین لیکن زینت النسا سے کیا کہیں اختر النسا سے کیونکر رخصت لیں وہ تو درود کے اپنا حال خدا بخواتین سے کیونکر نکالوں دم آجائے گا مگر بخت خفتہ نے یادری کی اور خدانے انکی سن لی۔ جب مہتابی پر جا کر فرش مکلف پڑٹھے اور چاندنی نے سبزے میں کھیت کیا اور ٹھٹھی ٹھٹھی ہوا میں چلین تو زینت النسا نے کہا کہ میان آزاد کہو ان پسیلیوں میں سے بھی کوئی یاد ہے۔ اختر النسا بولی ہاں ہاں میرے آزاد تھیں اللہ سون کوئی پہلی بھجواؤ۔ بہت دن ہوئے کوئی جیتان سننے میں نہیں آئی۔</p>	<p>اختر النسا۔ ہزار دہن ایہ بڑی طیرھی کھیر۔ زینت النسا۔ گنتی کیسی۔ آزاد۔ کچھ نہ بتائیں گے جو باندھ صوم و صلوة ہیں وہ خود بھی جائیں گے۔</p>
<p>اس میں جہن یا مین لیکن زینت النسا سے کیا کہیں اختر النسا سے کیونکر رخصت لیں وہ تو درود کے اپنا حال خدا بخواتین سے کیونکر نکالوں دم آجائے گا مگر بخت خفتہ نے یادری کی اور خدانے انکی سن لی۔ جب مہتابی پر جا کر فرش مکلف پڑٹھے اور چاندنی نے سبزے میں کھیت کیا اور ٹھٹھی ٹھٹھی ہوا میں چلین تو زینت النسا نے کہا کہ میان آزاد کہو ان پسیلیوں میں سے بھی کوئی یاد ہے۔ اختر النسا بولی ہاں ہاں میرے آزاد تھیں اللہ سون کوئی پہلی بھجواؤ۔ بہت دن ہوئے کوئی جیتان سننے میں نہیں آئی۔</p>	<p>اختر النسا۔ ہزار دہن ایہ بڑی طیرھی کھیر۔ زینت النسا۔ گنتی کیسی۔ آزاد۔ کچھ نہ بتائیں گے جو باندھ صوم و صلوة ہیں وہ خود بھی جائیں گے۔</p>
<p>اس میں جہن یا مین لیکن زینت النسا سے کیا کہیں اختر النسا سے کیونکر رخصت لیں وہ تو درود کے اپنا حال خدا بخواتین سے کیونکر نکالوں دم آجائے گا مگر بخت خفتہ نے یادری کی اور خدانے انکی سن لی۔ جب مہتابی پر جا کر فرش مکلف پڑٹھے اور چاندنی نے سبزے میں کھیت کیا اور ٹھٹھی ٹھٹھی ہوا میں چلین تو زینت النسا نے کہا کہ میان آزاد کہو ان پسیلیوں میں سے بھی کوئی یاد ہے۔ اختر النسا بولی ہاں ہاں میرے آزاد تھیں اللہ سون کوئی پہلی بھجواؤ۔ بہت دن ہوئے کوئی جیتان سننے میں نہیں آئی۔</p>	<p>اختر النسا۔ ہزار دہن ایہ بڑی طیرھی کھیر۔ زینت النسا۔ گنتی کیسی۔ آزاد۔ کچھ نہ بتائیں گے جو باندھ صوم و صلوة ہیں وہ خود بھی جائیں گے۔</p>

ایک نار بھامین جب آئے ساری بھامچوک رہ جائے
جائز چا تر داکے پار پڑا مورکھ دیکھیں موٹھ پسا
زینیت النساء۔ (تھوڑی دیر غور کر کے) اسکو کوئی بوجھ دے
تو مٹھائی کھلاؤں۔

آزاد۔ یہ اسوقت یہاں موجود ہے۔ بس تنا اشارہ بہت
ہوتا رہی سمجھ جائے۔

اختر النساء۔ ہم ہار گئے اب آپ بتا دیں۔

آزاد۔ بتا ہی دوں پھر یہ جیتان کی پہلی آڑ۔

زینیت النساء۔ ارے اُن کتنی موٹی بات پوچھی اور ہم
نہ بتا سکے۔ تو بہ۔ تو بہ۔

اختر النساء۔ اچھا بس ایک اور کہہ دیجیے پھر نہ کہیے گا بس ایک
ہندی کی پہلی ہویا خیر جانے دیجیے۔ آپ کو کہانیاں بہت سی
یا دیں۔ کوئی کہانی ہی کیے مگر اچھی کہانی ہو۔ لڑکوں کے
پھسلانے کی نہو۔

زینیت النساء۔ ان کہانی سنے کو بہت دن ہوئے۔

آزاد۔ ایک ملک میں جہاں ہر کوچ و برزن خوش سوا اور

چہ چہ آباد تھا دو ہشتین رہتی تھیں دونوں خواندہ و تربیت یافتہ

دونوں گلفام و نازک اندام۔ دونوں بری رو اور یاسمن بو۔

دونوں حسین و زہرہ جبین۔ دونوں حیا پرور اور پاک نظر۔

دونوں عفت مآب و محنت انساب۔ نہاد اُنکے شیدا۔ دیندارانہ

خداوہ عشوہ گری وہ شان دلبری کہ واہ جی واہ۔ ایک عالم اُنکے

گل عارض پر ہزار جان سے مفتون۔ وہ لیلی اور خلق خدا مجنون

انما معشوقانہ۔ چال مستانہ شورش و چالاک مثل جہل مست

و بیباک۔ باغ پر فضا میں بہار بروج افزا۔ اور چچون پنج میں

ایک قصر دلکش کہیں مخمخہ گلاب کہیں لالہ شا و اب

کہیں موریلون کی سرسلی جھنکار۔ کہیں پیپہون کی بیکار چو طرفہ
سبز و زار پر بہار۔ اور قصر فرخ بخش کے نیچے رودبار۔ آئین نگین
بجر سے چھوٹتے تھے اور صافی نزع جوان نظارہ بازی کے مزے
لوٹتے تھے حسن اتفاق سے اک جوان طنازی اُن بتان نازک
انداز سے اُنکے لڑکائی۔ اسکی انہر اور اسکی انہر نظر لڑکائی عشق نے
طرفین سے زور کیا اور صدمہ بجانے بالکل بھور کیا اُنکا دل
بہر اضطراب انھیں صدمہ مفارقت کی تاب نہ چلائی کی تاب
وہ اُدھر سر و صنین یہ اُدھر تنکے جنین۔ نہ اُنکو چین نہ ان کو کلام
عیش و عشرت کو دوسری سے سلام۔ آخر کار جذب دل نے
دونوں کو ملا ہی دیا۔ وصال نصیب ہوا کچھ دن بھر دن پر خوب
سیر و ریاضی اور ایک دوسرے کی محبت آزمانی مگر شادی کا حرف
فرط حیا سے لب تک نہ آیا۔ دونوں میں سے ایک نے بھی کچھ
عرصہ تک پناہ مافی الضمیر نہ بتایا۔ مگر اُنکھیں ہی ترجمان انھیں کہنا
سنا گیا تھا عشق بھی بھلا چھپانے سے چھپ سکتا ہے کیا محال
عاشق کا گریبان اور چاک نہو محال بلکہ محض محال۔ اُس جوان کو
عشق غلام نہ تھا اُنکو عشق برائے نام نہ تھا عشق صادق تھا مگر
بخت نہ مساعد و ناموافق تھا آخر کار ایک روز سعید بہتر از عید
جوان طناز نے اپنی ناظرہ ملک نظر فریب عدوے صبر و شکیب
کو باغ روح افزا میں تہا معروفت سیرچمن پاکو جی کڑا کر کے کہہ ہی
دیا کہ اب تو صاحب کو عرصہ ہوا۔ ایک تہا س عجز اساس ہر اگر
سُن لو اور قبول کرو تو شاہد آرزو سے ہم آغوش ہو جاؤں اور
گل مراد سے بھری جھولی لجاؤں اُسے مطلب کی بات چبائی
اور کسی قدر تنک ہو کر یوں زبان پر لائی کہ بس خدا دوسری سے
بات چیت رہے۔ اب تو آپ نے پیٹ سے پاؤں لکالے پناہ
آپ بھی پرکھنے لگے اتری قدرت خدا آئینہ میں نہو تو دیکھیے۔

یہ شکل یہ صورت یہ وحشیوں کی سی قطع یہ جنگلیوں کی سی وضع
اور یہ شوق یہ ذوق کرج سے آپ ہیں صورت نہ دکھائیے گا
اور دکھائیے گا تو باغین نہ آئیے گا جو ان طناز تو مزاج دان معشوقان
شیرین انداز تھے ہی تاڑ گئے۔ اور تھوڑی دیر سکوت کر کے
منہم بنا یا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے چلے۔

محفل سے تیری ادب نا آشنا چلے

آٹھ تھے در در و رنج اٹھانے اٹھا چلے

جب اُس سہمن نے دیکھا کہ اُس کا عاشق نار اٹھ کر چلا تو بگڑی
ہوئی بات یوں بنائی کہ اے ہے یہ کج ادائی۔ عاشق تو ہو
مگر خیر سے مزاج میں محشوق بن ہو۔ تو ہم پر چھدار کھکھرنے جلیے گا
جوان نے آہ سرد بھر کر کہا کہ

محفل سے تیری ادب نا آشنا چلے

آٹھ تھے در در و رنج اٹھانے اٹھا چلے

اپنے دل میں سمجھ گئے کہ مطلب لکل آیا اور آہستہ سے یہ شعر پڑھا۔

بہت نزدیک ہو ام عاشقوں کو جہان

تھکے ماندے سا فرنگے کس پاس منزل کے

وہ حسین و خوش ادا سکرائی اور یہ شعر پھر زبان پر لائی۔

ہوا بیہوش مجنون دیکھتے ہی جلوہ لیلے

پڑے غفلت کے پردے اٹھ گئے پردے جو محل کے

انقض کئی مینے تک یہی بات چست رہی آخر کار جوان طناز سے

اُس بت سراپا اندر سر مست خوبی عونا ز نے کہا کہ تم تم راضی تو کیا

کرے گا قاضی لیکن ایک شرط سے نکاح کرینگے اور وہ پوری

ہو تو ہم بھروسہ بیاہ کرینگے۔ وہ یہ کہ تم روم جاؤ اور وہاں سے

سرخ رو ہو کر آؤ۔ رویوں کے ظلم سے اہل اسلام کو بچاؤ

اور تمہی مجیدی لکھاؤ۔ جوان طناز نے یہ شرط منظور کر لی۔

اختر النساء۔ سچا عشق تھا عشق خام نہ تھا۔

آزاد۔ گروہان سے چلے نورہ میں نیت ڈالوان ڈول ہو گا
کسی اور کے ساتھ شادی کر لی اور اُس کو چل دیا۔
اختر النساء تو بہ تو بہ بڑا بڑا کیا۔ بڑی حماقت کی بڑی غلطی کی سچا
عشق نہ تھا بس زبانی ہی داخلہ تھا۔ یا وہ گرا کر می یا یہ سرور
مہری۔ یا یہ ان شور اشوری یا یہ این بے عملی۔

زنیت النساء۔ رنج ہوا جو اسقدر عاشق نار تھا تو جو پر
نہ ڈالنا روم جاتا اور بچہ جاتا۔ مگر کوئی فرق نہ مکار عیار فقرہ باز تھا
عاشق نہ تھا۔ عاشق ہوتا تو روم جاتا۔ ایک نہ ماننا۔

واہرے آزاد سفر کرتے کرتے ایک ہی کا یسین ہو گئے تھے

کس چکے سے اُن دونوں کی زبان سے قبول لیا کہ روم جانا

غور ہو۔ وہ بچا رہی کیا جانی تھیں کہ جوان طناز کے بچا رہے ہیں یہ

ایسا ہی حال کہ رہے ہیں اوجہ کو جہاں سادے رہے ہیں انھوں

سادگی سے کہہ دیا کہ روم ضرور جانا چاہیے تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میان آزاد نے زنیت النساء سے دست بستہ

کہا کہ پیاری زنیت النساء جو کوہ کروں یہ میں نے پی ہی دستان

در پردہ سنائی اور اپنی ہی حالت نہ بتائی۔ سب جو حکم دو وہ

منظور جو صلاح بتاؤ وہ قبول۔ ایک کافر بد دل آیا اور اُسی

وعدہ فرمایا کہ روم جاؤ اور وہاں سے نیک نام ہو کر آؤ تو شہنائی

ہمارے دروازہ پر بے اور برات بچے۔ یہاں تک وہ دیکھا تو اب قدم

نہیں اٹھنا لکھائی بات کا پاس ہو اب صلاح معقول دوا اور

قسم لوجہ خاری صلاح کے خلاف عمل میں لاؤں تو سوری

بن جاؤں۔ اسقدر سننا تھا کہ اختر النساء کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور

زنیت النساء کا رنگ فق ہو گیا۔ سکتے کا عالم تھا۔ ایک نور سے

کہا ہاے۔ دوسری طرف سے فرش پر گر پڑی اور گر بنے گی۔

اختر النساء ہاے تو پھر آئے یہاں کیا کرنے۔ نفرت کے

دھڑکے نے مار ڈالا۔ اب دن کو آہ دناری اور شب کو ہنر شکاری رہے گی۔

زنیت النساء۔ خدا کرے ہم خواب دکھ رہے ہوں۔ آلود تم ہمارے دشمن نکلے۔ آلود کی مکر توڑ چلے۔ ساری اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔

شکوہ نہیں ہر آبِ جواب پوچھتے ہیں || وہ شکل سٹ گئی وہ شبابت نہیں

آلود شکل وہی شبابت وہی عشوہ وہی وجابت وہی جرن وہی ملامت وہی شباب وہی آب و تاب وہی ہم وہی۔ مگر۔

زنیت النساء مگر چہ گروی کی دھن سامی ہو شیطان نے انگلی دکھائی ہو کسی پری رو پر طبیعت آئی ہو۔

لیے چہر تاپے مجھ کو جا بجا دل || مرابے چین میرا چلبلا دل

سنتھرائی ہے۔ باجی اب انکو بھی صلاح دو کہ دم جائیں مگر قول و قرار کر لو کہ جب واپس آئیں تو ہم سے بھی ملیں۔ ہمیں۔ مجھول نہ جائیں۔

آلود۔ کیا مجال۔

اتنے میں باہر سے آوائی کہ نہ ہوئی قرونی ورنہ خون شراٹے بنے لگتے کئی آدمیوں کا خون ہو گیا ہوتا۔ وہ تو کیسے خیر گذری ورنہ تم ہی ہو جانا میان آلود نے پکارا بھائی خوجی ہیں۔

سیان خوجی نے کہا واہ۔ واہ۔ واہ کیا ساتھ دیا ہو مجھ کو چھوڑ کر کھاگے اور بھاگے تو خبر بھی نہ لی یہاں کسان سے دنڈا چل گیا

کاجی ہوس میں ایک بر قنداز سے لالچی ہو گیا اور یہاں تک آئے آئے نہ جانے کتنے آدمیوں سے گلچپ ہوئی آپ کو کیا۔

آلود۔ اجمی جلو۔ صبح سلامت تو آئے اب تنگ تو بڑا آلود اور گھانس و انس کھاؤ اور یہاں تک آئے کیونکر آپ۔

خوجی۔ اجمی وہی بوڑھے بزرگ راہ میں ملے وہ یہاں تک آئے ورنہ کاجی ہوس میں واقع گھانس ہی کھانے کی نوبت کئی خوجی نے باہر پتھر جمایا اور کھانکھایا۔ اور حق گڑ گڑانے لگے۔

میان آلود خانہ برباد نور کے تڑکے نصحت النساء اور اخر النساء رخصت ہوئے زنیت النساء منوم و گریان۔ آخری مصروف آہ و فغان روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ میان آلود بھی

رفیق القلب دی زاندا سوئے لگے۔ آخر کار دونوں کو سمجھا پا کہ اس روتے دھونے سے بجز اسکے کہ خود بھی لکان ہو اور ہم کو بھی جیران کروادے کہ کوڑھا کیا نتیجہ نکل سکتا، اس سے یہی بہتر ہے کہ سکوت اختیار کرو اور زینت ایزدی سے انسان کو

مجبور سمجھ کر خاموش ہو رہو۔ و میں اپنی تصویر دیے جاتا ہوں اسکو جان سے زیادہ عزیز رکھنا۔ خدا سے پاک کی قسم میں خط طبرابر

بھیجتا رہوں گا اور جب واپس آؤں گا تو پہلے تم سے ملوں گا پھر کسی اور سے یہ کہہ کر پانچ اشرفیان زنیت النساء اور پانچ اخر النساء کو دین اور زنیت النساء کے چچا اور چچی کو ہلاک کروں مجھایا۔

قبلہ و کعبہ آپ بزرگ ہیں۔ اب کلمہ بکلا آپ سے کون لڑے

مگر جلسے آپ بزرگان میں چاہے بھلا۔ اتنا تو ہم ضرور کہیں گے چھٹ کینکے۔ ڈنکے کی چوٹ کینکے کہ آپ نے اخر النساء بچا رہی تو نہ نہ درگور کر دیا جیتے ہی مار چلا دین کار کھانہ دنیا کا۔ آخر سوچو تو

کہ تم کو سوچھی کیا اتنے بڑے بوڑھے ہوئے اتنا نہ سوچے کہ اس خدائی خوار گدھے اسوار کو جو لڑکی دوں گا تو اسکی ساری عمر مفت میں برباد ہوگی یا نہ ہوگی آدمی اپنی لڑکی کو بیابے تو ذرا

تو سوچے کہ دلا دیکسا ہو۔ سلیقہ شعار ہو یا بد تمیز شہدا ہو یا بد لغو یہ نہیں کہ شہدوں نقون او باشون بد معاشون کے حوالے کو دیا

اس بچاری کو ساری عمر آپ نے آتش غم میں جلایا اور اسکے

حسن و جوانی کو خاک میں ملا یا سنا اُنکے میان پاک و بی پاک چھٹے ہوئے شہدے ہیں۔ لاجول ولاقوہ یہ اپنے کیا تم ٹھہرایا خیر جو ہوا وہ تو ہلاری اب فرمائیے کہ اب بھی کوئی تدبیر ہے یا اختر النساء سے ہاتھ ہی دھو، ٹھہریں اور اپنی قسمتوں کو روٹھیں۔ وہ کچھ لکھا پڑھا بھی ہو یا بالکل کورا۔ الف کے نام بے نہیں جانتا میں تو ایک جنبی آدمی ہوں میں بلاتا تو وہ بھڑک جلتے اور کہنا بھی نہ مانتے مگر آپ بلائیے اور کسی روز سمجھائیے کہ آخر کار کچھ انجام بھی سوچتے ہو یا تمام عمر شہدوں ہی کی صحبت میں صرف کرو گے اور بند و فصل کی کیمچے شاید راہ راست پر آئے۔ اور اپنے دل میں اپنے افعال ناشائستہ پر شرمائے اور بچہ آئندہ کی حرکات لغو سے باز آئے۔ گفتہ گفتہ اثرے دارو۔ اور اگر وہ سیدھے ڈھرے پر نہ آیا اور آپ کا کہنا اُس نے نہ مانا تو خیر مجھ ہی کی ہمت یا نصیب یا نجات۔

پیر مرد نے یہ نصیحت سن کر ایک گھبراہٹ سے اُٹھ کر کہا کہ ہماری قسمت ہی جھوٹ لگی کیا ہم کو آخری کا پیر نہیں کیا ہم اس بیچاری معصوم کو گرفتار رخ و محن دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ہرگز نہیں مگر کہیں کیا اب توجہ ہوا سو ہوا۔ اور اُس بد بخت لڑکے کو سمجھائے کون۔ سنا نہیں رہے

حضرت ناصح گرامین دیدہ و دل فرس راہ
بر کوئی اتنا تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

بس وہ سمجھ چکے پڑھا لکھا بھی واجبی ہی واجبی ہے۔ ہم تو اختر ملکر رہ گئے اب آپ پوچھیے گا کہ آخر لڑکی دی ہو کیوں ایسے جاہل شہدے کو اسکا جواب بجز افعال کے اور کیا ہو سکتا اور شہبانی ہی اسکا جواب ہو۔ افسوس کیے سے اب کیا ہوتا ہو میان آزاد نے کہا کہ وہ رے انگریز و دوا اللہ انکے بیان

کتنی عمدہ رسم ہو کہ جب تک نوکر جا کر نہ تو بت تک شادی نہیں کرتے وہ تو شادی کر بھی لیں جاہل مگر انکو لڑکی کون دے۔ اور اگر کوئی بیوقوف لڑکی دینے پر آمادہ بھی ہو جائے تو لڑکی بھلاک منظور کرے۔ خلاصہ یہ کہ جب تک اُن کو بخوبی معلوم نہیں ہو لیتا کہ ہم اپنے ہال بچوں کی اچھی طرح سے پرورش کر سکیں گے تب تک ممکن نہیں کہ بیاہ ہو۔ اس سبب وہ مزے مزے سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ہندوستانی معیبت کے شکار ہیں اپنے آپ کو جکڑ دیتے ہیں۔ عاقبت اندیشی کی دم میں موٹا سا رہا۔ اور آخر تیری کی ایسی تیری چاہے فاقے کرتے ہوں مگر بیاہ ضرور کرینگے انجام یہ ہوتا ہو کہ جو رو بال اور لڑکے خجال اپنے ساتھ اسکی مٹی بھی پلید کرتے ہیں اور عمر بھر رنج و غم ستے ہیں شادی کے معنی خوشی ہیں مگر ہندوستان کی شادی کبھی کبھی غم کے معنی پر استعمال میں آتی ہے شادی کا مقابل لفظ یہاں خانہ برباد اور انگلستان میں شادی اور خانہ بربادی الفاظ متقابل سمجھے جاتے ہیں شادی اور خانہ آبادی الفاظ متقابل سمجھیں تفاوت رہا کہ کجاست تابہ کجا۔ افسوس ہو کہ اختر النساء سی نیک تہا در پرزاد والا نزا د اور ایسے مدعی خرد دشمن تہذیب عدو عقل کے پالے پڑے الامان للامان المحذر المحذر اب اس غلطی سے آگیا آئندہ کے لیے نصیحت حاصل کرنا چاہیے زینت النساء کی ذرا سمجھ بوجھ شادی کیجیے گا۔ ایسا نہ کہ اس بیچاری کو بھی کسی لٹے پٹے کے حوالے کیجیے۔ اگر زینت النساء کسی جھے گھر بیاہی جائے اور اسکا شوہر بھی فمیدہ و خمیدہ آدمی ہو تو اختر النساء کے بھی کسی قدر آنسو پچھیں کہ خیر میں تو دین و دنیا دونوں سے ایک کی بھی پرہیز تو خوش و خرم ہے۔ یہی سہی۔ چاروں جو کبھی بہن کے یہاں رہا جائے گی تو وہاں تو دو گھڑی جی خوش ہو گا بڑی ڈھارس

ہو گی ہم تو ہندوستان کی رسوم مذہب دیکھتے دیکھتے عاری ہو گئے
ہندوؤں کا قاعدہ ہو کہ جہاں کہیں انگریزی خوان نے عقل کی
بات کہی اور انھوں نے کافر اور خاکی مٹا شروع کیا جہاں کسی
رسم بد کا ذکر زبان پر آیا اور جھلٹا اٹھے۔ روز دیکھتے ہیں کہ ان
رسوم کا انجام کیسا بد ہوا ہے کس قدر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں
اور پھر نہیں مانتے نہیں جانتے۔ رسم کو مذہب پر بد جہاں چھوڑ
اور رسوم کا حال معلوم ہندوستان کی حالت پر ہیں افسوس
آتا ہے۔

بوس گل نالہ دل دو دجراغ بھل | چوتری بزم سے نکلا وہ پریان
اب بندہ رخصت ہوتا ہو۔ مگر آپ کو اپنے ایمان و سیری جان اور
قرآن کی قسم ہو کہ نہ رنیت انسا کی شادی دیکھ بھال کر کیجئے گا
اختری کی طرح اندھے کنوئیں میں نہ ڈھکیل دے کیجئے گا میں روم
سے واپس آ کر سیدھا یہاں ہی آؤں گا اور یہاں سے پھر جہاں
چلا ہو گا جاؤں گا۔ یا زندہ صحبت باقی۔

یہ لکھ میان آزادان دونوں نوع و سان پری زاور رشک
شمشاد سے رخصت ہونے لگے تو انھوں نے چلا چلا کر اس قدر
گرونا شروع کیا کہ خوجی تک کا بھی دل بھر آیا کہ ام جی کیا پیش
پر لگی لوندیاں اور اسیلین مغلانیان آؤنا۔ نوکر چا کر اپنے
برائے خویش و بیگانہ اور پیر و فرزانہ سب کی آنکھوں پر آشک
جاری اور ہر ایک پر ایک غشی سی طاری جسے دیکھنا لائی گریبان
جدھر دیکھو وہاں وفغان۔ الامان الامان۔

آزاد۔ پیاری اختری اور پیاری رنیت انسا خدا گواہ کہ سو
اگر مجھے موت آجائے اور تمھارے دروازے پر دم توڑوں تو
میں سمجھوں کہ جی اٹھا مجھے خوب معلوم ہو کہ میری مفارقت تمھاری
زندگی کے ساتھ وہ کرے گی خوشی گردن اور خبر تن کے ساتھ

کرتا ہے مجھے کسی ایسی جگہ جانا ہوتا ہے کہ مضاقت نہ تھا لیکن
ایسا ہی عظیم پر جانا ہو کہ کوئی سچا اور پکا مسلمان مجھے باز نہیں
رکھ سکتا۔ روسیوں نے ترکوں پر یورش کی ہو اور حیت اسلام
ایسی کی مقتضی ہے کہ ہم وہاں جائیں اور ترکوں کا ہاتھ چائیں
اگر مر گئے تو شہید ہوئے زندہ رہے تو سرخرو اور نیک نام ہوئے
دلی مراد بانی اور فائز کرام ہوئے لیکن جس وقت ہمیں تمھارا زار
زار و نایا آئے گا قدم نہ اٹھئے گا پہل کر مناسب سمجھو تو ہمیں
بدل جازت دو اور نہ ہی خوشی رخصت کرو۔

رنیت انسا۔ کلچہ تمام کرنا فی امان۔
فی امان اللہ کہنے کو تھی۔ مگر اسے بچ کے پورانی امان اللہ
زبان سے نہ نکلا صرف فی امان کہ لکڑیاں بند ہو گئی اور کوئی
کلمہ زبان سے نہ نکلا نہ نکلا۔

اختر انسا۔ آنسو پھیلایا اب منزل کھوئی ہوئی ہی ہم اللہ کیجئے خدا حافظ
میان آزادانے رکاب پر پاؤں رکھا اور پشت تو سن پر ہو رہے
خوجی بھی بیٹھی پر لہ نہ ہی کو تھے کہ رکاب سے پاؤں بھلا۔
زمین پوش کاٹھی واٹھی لام علم جو کچھ تھا مع میان خوجی کے ترے
زمین پر آ رہا اور خوجی لڑھکے تو زمین پوش اور زمین اوپر اور وہ بچے
گودہاں سب کے سب بچ و غم میں کھڑے میان آزاد کو حسرت کی
نظر سے بصدیاں دیکھ رہے تھے اور دعا مانگتے تھے کہ خدا وندا
یہ نوجوان سرخرو آئے لیکن ادھر خوجی جو لڑھکے تو ہنسی آہی گئی
سب ہنسنے لگے اب لطیفہ سنئے کہ خوجی قطب بن گئے جہاں گرے
وہیں پڑے رہے اٹھتے ہی نہیں۔ آزاد نے کہا کہ حضرت اب
اٹھئے۔ وہ چپ چاپ پڑے آنکھیں کھول کھول کر دیکھ رہے ہیں
اتنے میں پیرودنے آگیا اٹھایا اور گرد و جھار چھوڑ کر زمین کو
کسا اور گود میں اٹھا کر ٹوٹی کی بیٹھ پر بٹھا دیا۔ خوجی نے

ایک دفعہ ہی غل چایا کہ ہاے نہ ہوئی قردلی ورنہ ٹٹوی کی گردن اسوقت تن سے جدا کر دیتا۔ زینت انسانے کہا کہ لو آزاد تم نے تمہانگی مراد پائی ہنسی خوشی جاتے ہو جس طرح بیٹھ دکھائی اسی طرح اللہ کرے تمہیں بھی دکھاؤ۔ آخر انسانے کہا میں اور میان آزاد نے گھوڑے کی باگ اٹھائی تو دم قدم میں نظر سے اچھل غوجی بھی ٹٹوی کو ایڑ لگاتے چلے جاتے ہیں۔

آزاد۔ یار تم بڑے ہو گئے مگر تمیز نہ آئی مفت میں اپنے آپ کو ہنسوتے ہو اور ہمیں لیل کرتے ہو۔ بھلا یہ اسوقت آپ کی کیا غور کرتی تھی۔

خوجی۔ تسلیم پر مرشد۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔ اچھی غور کرتی تھی ایک شخص تو بہار سے گھر چلا چلا کی جوت آئی، اٹو کا آگوبنا آپ فرماتے ہیں کہ یہ کیا غور کرتی تھی ماشاء اللہ خراب کی توجہ ہو اور وہاں جو کرونگا تو آپ سے اجازت حاصل کرونگا۔

آزاد۔ لاجول دلاقہ۔ اسے بھی میں یہ تھوڑا ہی کہتا ہوں کہ آپ گرسے کیون اور گرسے تو چھو کیون نہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ پھر اتنی دیر تک اٹھے کیون نہیں یہ کیا غور کرتی تھی اور یہ آپ نے کیا فرمایا کہ بہار سے گرسے۔ یہ ٹٹوی آپ کے نزدیک کوئی گورنر ہے۔ فرما سا جانو بڑے کے برابر قد اسکو آپ بہار سے تھے میں معقول خوجی۔ بس اسی سے کہتے ہیں کہ آپ نے صاحب زاد ہی ہیں جی میں نے دیکھا کہ جو ہے وہ بوٹے بوٹے آنسو بہا رہا ہے۔ دور بہار پہلا رہا ہے۔ شور و غوغا چار بہار آسمان سے پھٹا رہا ہے سوچا کہ اگر ان کو دہنایا تو خوجی نام نہیں۔ زمین کسا تو ڈھیلا۔ اور رکاب پر اس زور سے پاؤں رکھا کہ زمین اوپر اور بندہ درگاہ بچے چلے پھر کیا تھا چوڑا قدمہ بڑے لگا زینت النساء بھی

مسکرائیں خیر النساء بھی کھلکھلائیں آپ اتنی حرکت ہی نہ تھی مع بیٹن تھر تھر برالسی غم تھے تو کیا تھے۔ آزاد۔ آپ نے دیکھا کہ ان دونوں حسین نازنین پری پکرون کو ہم سے کس درجہ محبت ہے۔

خوجی۔ دیکھا نہیں تو کیا کچھ اندھا ہوں۔ یا آپ کی طرح مجھے بھی دن کو اونٹ نہیں سوچتا۔ (بلا تفسیر) کنھیا ہو جہان جاتے ہو قدر و منزلت ہوتی ہے چہن لکھا ہو استاد۔ مگر یہ آپ وعظ کیا دیا کرتے ہیں جہان بیٹھے لگے پند و نصیحت کرنے لگے اس سے فائدہ۔ آپ کوئی قاضی ہیں یا پادری ہیں یا سادھو ہیں آخر آپ ہیں کون کوئی جلتے بڑے داغ۔

پیرائے فشن کے بزرگوار

میان آزاد اور خوجی بائیں کرتے ہوئے چلے کہ ایک سایہ دار درخت دیکھ کر درامد لینے کو ٹھہر گئے۔ وہاں اتفاق سے ایک پیرائے فشن کے بزرگوار بھی دری بچھائے بیٹھے تھے گنگر آ رہے تھے میان آزاد سے اور اسے صاحب سلامت ہوئی تو انھوں نے بھی اُنکے قریب بستر چلایا۔ اب باہم بائیں ہونے لگیں۔ بزرگوار۔ کسان کے غم میں برادر۔

آزاد۔ روم۔

بزرگوار۔ جہاک اللہ خدا کرے سرخو آؤ اور غنیمت دے کو بچا دکھاؤ عیس لالسان الاما سنی ہا زہد فی الدنیا عجیب اللہ دازہد فیما عند الناس۔ عجیب الناس۔

آزاد۔ ابو جاتے ہیں روم کو آزاد۔ پھر ملین گے اگر حشر دالایا

بزرگوار۔ حجت اسلام اسی کی مفتی ہے۔ افلاطون کا مقولہ کہ

احفظ الناس بحفظک حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

کہ مظهر انوار تعلیمات جلالی و جمالی و جلالی آثار عظمت اسی وہیت

نامتناہی ہیں ایسا ہی فرما گئے ہیں خدا جمیع اہل اسلام کو جو پر و خیر الانام علیہ التیمۃ والسلام ہیں ایسے ہی توفیق نیک عطا کرے۔ آمین۔ ومن اللہ العانۃ والتوفیق تمھارے چمن دل میں گلہائے توفیق نیک دمک رہے ہیں جتنا عمر وادار کرے اور در سعادۃ تم پر باز رہے۔ آمین آمین تم تین فلک الافلاک تک تمھاری ہمت بلند اور طبع ارجبند کا غلغلہ پہنچے گا۔

آزاد فلک الافلاک کے کیا معنی۔

بزرگوار۔ نہ گری آسمان ہیں کہ نہیں ہیں۔

آزاد۔ آسمان تو کوئی چیز ہی نہیں ہو بس وہم جو جلد ہر اور انتہائے کائنات ابھو کا نام آسمان ہو باقی ٹھکوسلا۔ آسمان جسے آپ کہتے ہیں وہ صرف کائنات الجو کی حد ہر باقی خیر صلاح بزرگوار۔ محاذ اللہ آسمان کا خراج آس اور مان ہے۔ آس محض سیامان یعنی مانند یعنی مانند آسما اسکی گردش بھی چکی کی گردش کی طرح ہے نہ بوضع گردش و دلاب و عرش اور اطلس وغیرہ وغیرہ اسکی دو قسم ہیں سطح مقرر فلک ختم کو اطلس اور سطح محب کو عرش کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آسمان کوئی چیز ہی نہیں بھرا آپ سے کون بحث کرے۔

آزاد۔ چہ خوش چرا بنائے۔ یک نہ شد و شد۔ ایک آسمان دوسرے اسکی گردش۔ بجان اللہ۔ گردش زمین کو ہے قبل گردش فلکی شعرا کا وہم و خیال ہے۔ اور بس جیسے عناق و پسے گردش فلک۔

بزرگوار۔ ہرگز نہیں استغفر اللہ زمین ساکن اور کرۂ خاک ہے اور آفتاب دائرہ۔

آزاد۔ یونان کا حکیم محقق اور فیلسوف مدقق فیثاغورث زمین کے

سکون کا قائل نہ تھا۔ انکے بعد جرنی کے ایک فاضل اکل اور عالم اجل نے نظام فیثاغورث کا سکہ بٹھادیا۔ اب نظام پلیموس کے چراغ پر زردی چھا گئی اور نظام فیثاغورث کو سہل ملک بجانے لگا۔ آفتاب البتہ ساکن اور مرکز ہوا اور اسکے گرد گردنہ اور مشتری اور مریخ اور زحل اور عطارد زمین اور فوون ہر شل وغیرہ دور کرتے ہیں۔ بھلا یہ بات بھی قرین قیاس سمجھی جائیگی کہ آفتاب جو زمین سے تیرہ لاکھ حصے بڑا ہے وہ اس قدر جلد زمین کے گرد گردنہ دورہ ختم کر دے۔ ع۔ این خیال است و محال ست و جنون پڑ۔

بزرگوار۔ اجمی یہ علم لائے کس کے گھر سے کسی علم کے موجد ہیں کیا سب اخذ کیا ہوا۔ حکماء یونان کے مہر لیاقت سے نور اقتباس کیا ہمارا علم خاص ہے۔

آزاد۔ انھیں پھر پوچھ پاؤر ہوا خیالات نے تو ہندوستان کو ستیاناس کر دیا۔ یونان کو آپ اپنا کس دعویٰ سے کہتے ہیں یونانی بھی تو پورے ہیں اگر آپ کی ایشیا میں یونان ہوتا تو خیر آپ کو شکار نے کا کسی قدم موقع بھی ملتا۔ اب آپ کیا سمجھ کر یونان کو اپنا قرار دیتے ہیں۔ یونان یورپ میں ہے۔ شاید آپ اسکو بھی اپنے ہندوستان ہی میں سمجھتے ہیں بجان اللہ علاوہ کشف و کمالات مورخ ہم بے بدل ہستند۔ بزرگوار۔ یونانی یورپین کیونکر ہو سکتے ہیں بھلا آپ جھک مارتے ہیں۔

آزاد۔ بجا ارشاد ہوا قبلہ و کعبہ کیا مقول دلیل آپ نے پیش کی ہو کبھی جھک گیا۔ نطفہ یہ کہ فیثاغورث بھی یونانی تھا اور حرکت زمین کا قائل لیکن آپ لوگ قیاس کے ہمعصر ہی مرغی کی ایک ٹانگ قائم رکھتے ہیں زمین ساکن ہو اور دعویٰ یہ کہ یونانی

ایسا ہی لکھ گئے حالانکہ دونوں کے اکثر حکم اگر دش زمین کے قائل تھے مگر آپ ایک نہ مانیں گے۔ لاجول ولا قوۃ۔

بزرگوار۔ شیخ رئیس کل کلام دیکھیے۔

آزاد۔ اچھی آپ اُنکے کلام کو لیون لگا کر چاہیے۔ یہاں اُنکے قائل ہی نہیں بیوٹن اور ہرس اور پروفیسر لاکیر اور گیو کی تصانیف لطیف کو دیکھیے تو انکھیں کھل جائیں قبلہ جھنڈے گرے ہوئے ہیں شیخ بیچارے کس ہیں تھے اُنکو ماننا کون ہے معدودے چند۔ دقیانوسی خیالات کے آدمی۔ اور جن بزرگوں کے ہم پیر وہ ہیں اُنکے کلام کی امریکہ اور یورپ کے کل علماء و حکماء پیروی کرتے ہیں شیخ تھے کس ہیں۔ آپ شیخ رئیس کو لیے پھر تین۔ بزرگوار۔ شیخ ابو علی ابن سینا۔ ۱۱۱۔

آزاد۔ جی ہاں شیخ شیخ ابو علی سینا۔ سینے قبلہ و کعبہ آپ نے انگریزی پڑھی نہیں کہ آپ اپنے اور اُنکے علوم کا باہم مقابلہ کریں بس آپ کی رائے پایہ اعتبار سے ساقط ہے جن لوگوں نے عربی انگریزی دونوں کو بخیر پڑھا ہے اور علوم پر حاوی ہیں وہ ڈنکے کی جوت کتے ہیں کہ جو تحقیق انیق علماء یورپ نے حال میں کی اسکے مقابل میں تحقیق عقیق بیچ ہے۔

بزرگوار۔ یہ آپ نے کیا فرمایا کہ علوم پر حاوی۔ حاوی تو علم پر کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ جب علم پر آپ حاوی ہوئے تو علم محوی ہو گیا۔ اور محوی صغیر ہوتا ہے علم دریائے ناپید اکنار ہے جسکی چٹاہ ہی نہیں خلاصہ یہ کہ آپ بھی عجیب چیز ہیں۔ نفوذ باللہ من الشیطان الرجیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

آزاد۔ یہ خوش شیطان کی ایک ہی کمی۔ کیا شیطان کی بھی فائل ہیں آپ۔ اچھی قبلہ شیطان کچھ مجسم تھوڑا ہی ہے نفس امارہ ہی شیطان ہے۔

بزرگوار۔ لاجول ولا۔ لاجول ولا۔ آپ تو دہریے معلوم ہو کر ہیں آزاد میں مومن پاک سچا اور پکا مسلمان ہوں آپ مجھے مرتد اور محدث بناتے ہیں پس ہو جب حکم جناب باری مطلق معصیت ہو بزرگوار۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ بھلا کیوں صاحبزادے بہشت اور دوزخ کو بھی جانتے ہو یا ان کو بھی ڈھکوسلا ہی جانتے ہو۔

آزاد۔ قبلہ بہشت اور دوزخ کو دور سے سلام اس میں ہم سب آپ ہی پیرین بندہ حاجی ہی حاجی ماننا ہے۔ ہاں اتنا ضرور کہیں گے کہ ڈرپوک آدمیوں کے ڈرانے کے لیے یہ بات خوب ہے۔ اور منہیات اور معصیات سے بھی انسان بچتا ہے شرع والوں کے باتیں تو واللہ خوب مکالی ہیں سب کی سب حکمت پر مبنی۔

بزرگوار۔ بھلا قوس کی نسبت علماء فرنگ کے کیا تحقیقات کی ہو میزی ہیں تو لکھا ہے کہ جب ابر کے عقب میں کوئی مظلم شے مثل کوہ یا ابر کثیف ہو تو آفتاب کا ذرا بر کو منور کرے گا۔ بس بعینہ سینے کا حال ہو کہ اگر اکینے کی پشت پر کوئی اور شے نہ تو صورت بخوبی مرئی نہ ہوگی یہ قاعدہ مسلمہ ہو کہ اگر جسم شفیق کے عقب میں کوئی جسم کثیف ہو تو اس سے شعاع بصر منعکس ہوگی بلکہ خارج ہو جائیگی اسی طرح جب اجزاء سے عقب میں کوئی جسم کثیف نہ واقع ہو تو ہماری بصر اس سے خارج ہو جائے گی۔

آزاد۔ الغلط از سر تا با غلط۔ اگر آفتاب جانب بافق قریب مغرب ہو اچھی لاجول ولا۔ قریب بافق جانب مغرب ہو تو قوس قزح مشرق کی سمت ظاہر ہو قوس علی ہذا اگر کہہ شمس جانب مشرق قریب بافق ہو تو ابر مغرب کی طرف ہو خلاصہ یہ کہ اگر آفتاب کے محاذات میں ہو اس میں سات رنگ ہوتے ہیں۔ احمر کبیری۔ صفیر کبودی۔ نیلگون۔ خضر بنفشہ۔ قوس قزح شب کے وقت بھی دیکھی ہے۔

بزرگوار راجی تو آپ کو مرنی ہوئی ہوگی یہاں ضعف بصارت
قریب بدرجہ فقدان بصارت ہو چکیا ہو۔ مگر آپ کے علوم اور ہمارے
علوم سے کبھی اتفاق نہوگا۔

آزاد عرض کروں قبلہ یہ امور علم مناظرہ و مریا سے تعلق رکھتے
ہیں اور آپ گستاخی معاف اس میں بالکل کور سے ہیں۔

میان خو جی بھی آزاد پر بہت جھلٹے کہ تم بالکل دہریہوں
کی سی باتیں کرتے ہو ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ ایسے مرتد کے
ساتھ رہنا بھی داخل مصیبت ہوتا ہے۔ آزاد نے کہا آپ بس
چپکے بیٹھے رہیے اخون گھول گھول کر آپ ہمیں چاند تو آپ
اڑائیں روزے آپ چٹ کر جائیں۔ نماز سے اصلاً واسطہ
نہیں عبادت پرستش خاک نہیں جانتے۔ اور اوپر سے عزت
ہو اور ہمیں کوٹا زمین بتاتے ہو۔ خو جی بولے کہ بھئی ایسے
مقدس بزرگوں کے سامنے اس قسم کے کلمات زبان پر لانا
سوز ادب اور خلاف ادب آداب ہو۔ اسے توجہ گفتگو کرے
وہی میرے خیالات کی زمین کی گردش غلط آفتاب مرکز نہیں
آسمان گردش کرتا رہتا ہے۔ شیطان کا وجود ضرور ہے یہ نہیں کہ
شیطان کے بھی قائل نہیں اور آسمان کو بھی حد بھر کہنے لگے
اور آفتاب کو ساکن اور مرکز بنا دیا۔ لاجول و لا قوۃ۔

الغرض میان آزاد اور میان خو جی دونوں چلے۔ اثنائے
راہ میں گھوڑوں کو خیز کیا تو دونوں سے داخل لکھنؤ۔

لکھنؤ۔

لکھنؤ میں میان آزاد خانہ بر باد اور حضرت خو جی افیونوں
کے مسلم الشہوت استاد نے دو دن پڑاؤ ڈالا اور شہر کے دو مختلف
مقاموں پر ایک ایک شب بسر لیا پہلی شب غامیری کی سرین
بسر کی چوک سیر کو گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ دورویہ بازار آراستہ

دکانیں قرینے سے سچی سجائی اشیا سلیقے سے چنی جنائی احوالی کی
دکان شہر و شکر کی کان تھالوں میں مٹھائی اور اُٹس پر ورق
نقرہ گاہک پر گاہک آ رہے ہیں۔ افیمی پر افیمی ٹوٹے پڑتے ہیں۔
گوٹے والوں کی دکانوں پر بھیر بھیر کاہو۔ کوئی لالہ سے مول تول
کرتا ہو۔ کوئی منیب جی سے جھکا تا ہو۔ صرافے میں کھانا کھن اور
چھنا چھن کی آوازیں آتی ہیں۔ دور تک دکان کی قطار ہے۔
اور ہر دکان میں اشرفیوں کا زہار ہے۔ اور جو یہ وہ کامل عیار ہے
زبان حال و قال سے پکار رہے ہیں کہ شرف الانسان بالمال
لا بالمال۔ دکانوں کی چاندی ہو دوا یک گاہک مل گئے تو دوبارہ
ہیں۔ بازار بھر میں کھڑے چکر لگا رہے ہیں اس سرے سے اس سرے
تک تاکتے جا رہے ہیں جو ہری کے دکا پنجہ جواہر نگار میں جواہر
کے ڈھیر لگے ہیں۔ لالہ پنابل کے دماغ ہی نہیں ملتے۔ جواہر نگارنگ
اور گوہر شاہوار دگالی آبدار دیکھ کر میان آزاد کی آنکھیں کھل گئیں۔
عمل گر نمایہ کے نور ضیا سے جکا چوندہ کا عالم ہو کہیں یا قوت
رمانی کہیں نہ رو سبر بجائی۔ بازار سرایا ناز کی دکان پر وہ متاع و نعمت
ہو کہ واہ جی واہ۔ انگریزی ہندوستانی شہری جامدانی جس قسم کا کپڑا
چاہو بے لوجھٹ۔ ڈریہ اطللس قائم۔ پنجاب۔ بانات قہریم کا
کپڑا موجود گلابا مول وٹیں روپیہ کر کہیں تو تین روپیہ گز چھین شانے
سے شانہ چھاتا تھا۔ باد صبا کو بھی دقت سے رابطہ تھا کہ ان کی طرف
جو نظر کی تو بشارت ہو گئے مگر میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ کبھی تو
خلاف تہذیب اس بازار سے ایک جگہ نکال دینا چاہیے ان کے لیے تو ایک
بازار خاص ہونا لازم ہو کہ لوگ وہاں جاتے ہوئے شرابیوں کی دروازے
خوف و لحاظ کے وہاں جانے سے باز آئیں۔ مسیرونگو دیکھا تو چھتین چٹی
پڑتی ہیں ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہیں۔ نمازی تلاوت قرآن میں مصروف
خیار اس طرف کے لطف تو انھوں نے خوب ٹھانے۔ اب دوسری

شب کو اس آباؤ کی سرزمین آئے۔ اللہ اللہ کیا شہر خدا ہے۔
 کو سون تک آباؤ کرورون مکان بدھون آدمی سکھوں باشندے
 اللہ اللہ۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ شاہی مین اور بھی زیادہ آباؤ
 تھی اب تو گول دروازے کے سلسلے صاف شفاف میدان ہو۔ اور
 ادھر ادھر اکثر محلے ویران اُچڑے ہوئے مکانات گرے پڑے۔
 مگر باں صد کی طرف خوب گلزار ہو۔ صدر بازار اور مین آباؤ
 مین وہ رونق ہو کہ وہاں سے جانے کو جی نہیں چاہتا۔ مکانات
 بھی عمدہ اور بچہ بنے مین۔ عمارات عالیشان نگلے صاف و شفاف
 اور باغ اس کثرت سے ہیں کہ اس سرے سے اُس سرے تک
 باغ ہی باغ نظر آتے ہیں۔ سکندر باغ سبز زار ہی سبز زار ہی
 بادشاہی باغ سرایا بہار ہو اور حیرت نکل جائے باغ کثرت سے ہے
 انقض میاں آزاد اور خوبی نے یہاں خوب لطف اٹھایا۔
 ہمارے رنگیلے جوان میاں آزاد اور اُن کے سیلانی یا بانی
 میاں غبی خانہ برباد نے لکھنؤ مین خوب مگر گشت کی خصوصاً لکھنؤ کی
 عالیشان کوٹھیاں اور خوشنماؤ دلکشائنگلے اور شاہی ایدان سپہر توامان
 اور گلزار رشک فرخار اور ہوشان طرحدار اور جوانان طناز
 باغ و بہار اور امر کی بارہ دریاں ایسی بھنائیں کہ عیش عش
 کرنے لگے۔ محمد و طبلچی کو طبلہ بجانے مین اُستاد بابا تو خوش الحانی
 مین صادق علی خان کو بار بند نراو پایا۔ باباجی نے وہ ستار بجایا کہ
 تان سین کو انگلیوں پر بچایا۔ فرنگی محل ہی یا خطہ یونان۔ یا علما
 فضلا کی کان جو عالم کو کمال کی جان و روح۔ معزز و ممدوح مفتی
 میر محمد عباس صاحب قبلہ کی مصنفات مسلمات کی عرب تک
 و معصوم ہو۔ مکہ منظر اور مدینہ منورہ اور کربلا سے معلیٰ اور مشہد
 مقدس تک کے بلغا آپ کے کلام فصاحت فرجام کی داد دیتے ہیں
 ایک ایک فقر پر احسن و مرجا کہتے ہیں جو بلیغ، ہوا و انقیس ثانی ہو

رشک جالینوس یونانی ہو۔ اطباء مین ایک ایک کئی حکیم مرزا محمد جعفر
 کی طبابت کے جھنڈے گرے ہوئے ہیں ہوا شافی نسخے مین لکھے ہیں
 نہ پائے کہ مریض نے صحت کامل پائی اور شفاے عاجل حکیم سید
 محمد خان صاحب کے جربات علوی خان دہلوی کے جربات سے
 کم نہیں معقولات مین اُستاد مسلم الثبوت خوش مذاق زندہ دل
 سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہیں حکیم مرزا محمد حسین صاحب حکیم محمد
 ابراہیم صاحب گھرانے نے وہ دستگاہ کامل ہمہ پہنچائی کہ او دھر
 بھر مین شہرت پائی۔ دور دور تک نام ہوا جو مریض اُسے رجوع
 لایا فائز برام ہوا شعرا بھی بالکمال ہیں تدبیر الدولہ منشی مظفر علی خان
 اسیر لکھنوی اصناف سخن پر قادر علم عرض کے ماہر طے شاعر غرا
 سخن دان بیہتا ملک شعرا مین اگلے شاعر مین اب ہی تو بانی
 رہ گئے۔ خدا خضر الیاس کی عمر عطا کرے۔ گو بوڑھے ہو گئے مگر
 طبیعت جوان ہو ایک ایک شعر سے سچا لطف شاعری ٹپکتا ہے
 جو سنسناہی حسنت و مرجا کتا ہو۔ اور داد سخن دیتا ہو آفتاب لہو
 خلق اس زمانے مین قیمت ہیں۔ ناسخ میر و مفعول کا نام لکھن
 نے خوب روشن کیا شنوی فصاحت محتوی وہ تصنیف کی کہ قلم
 توڑ دے کیا صاف روز مرہ کیا طرزیان ہو کیا بول چال کیا زبان ہو
 محمد جان سدا بھی بول چال اور روز مرہ کے اُستاد ہیں۔

انقض جس گلی کو چے کو دیکھتے ہیں کان علم جان علم حق مروان
 علم ہو چوک مین جو سیر کرنے گئے تو بے اختیار بول اٹھے۔
 خدا آباؤ رکھے لکھنؤ کو غیر غنیمت ہو نظر کوئی نہ کوئی اچھی صورت ہی جانی
 ایک ان پہلوانوں کی کشتی اور بچپن کی وصی نگاشت اور بکیتوں کی
 کثرت اور بچپن کی تونکے کرتب اور نبوتوں کے کمال دیکھے تو گردن پلائی
 کہ ان بھی بلکوں سے لکھنؤ خالی نہیں ہو۔ گتکے ٹپکا اور ہو رہے گتکے
 ٹپکا اور وہ اچک گئے۔ تراش خراش کا بھی لکھنؤ خانہ ہو یہاں

کی مشاطگان چابک دست کی قسم کھانی چاہیے۔ وہ وہ گراؤ
ہیں کہ وہ جی وہ ہندوستان کا فرانس لکھنؤ ہمدان مہینے میں ایک
فشن ہوتا ہو تو یہاں ہفتے میں بلایا میان آزاد اور خوبی لطف
تماشا دیکھتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ اتنا بے راہ میں ایک
صاحب نئی وضع اور انوکھی قطع کے نظر سے گزرے حیرت ہوئی
کہ اُبی یہ کس فشن کے آدمی ہیں بالکل نئی گرھت ہو اب ان
حضرت کی قطع ملاحظہ فرمائیے کہ از سر تا پا زرد اور وہ ڈھیلے
پانچون کا پاجامہ زعفرانی کچل لیٹ کاتین مکر توئی والا لگا کھا
کیسری۔ دوپٹی ٹنگے دار ٹوٹی بستی کا ندھون پر بہت بڑا جھیکہ
رومال عشاق زار کے چہرے کی رنگت۔ اور ان سب میں پکا ٹنگا
ہوا سا شاعرانہ سن شریف چل و شمش۔ نازم باہن ریش فشن
آزاد۔ کیون بھی خوبی بھلا بھلا تو یہ کس لایت کے ہیں۔
خوجی۔ خراسانی سے معلوم ہوتے ہیں۔ یا کامل کے ہوں۔
آزاد۔ کالیوں کی یہ قطع کمان۔
خوجی۔ واہ خوب سمجھے۔ اسے میان کیا کابل میں نہیں ہوتا
آزاد۔ فقہہ لگا کر خدا حضرت کی چال تو دیکھیے گا۔ کیسے کندھے
جھاڑتے ہوئے پوندے چلے جاتے ہیں کبھی پاپوش زردین ٹاٹ
بانی اولیٰ پر نظر ہو کبھی رومال بھر کاتے ہیں کبھی انکھ کھانکاتے
ہیں۔ کبھی نچکے کی جھلک دکھاتے ہیں چمکتے ہوئے چلے جاتے
ہیں۔ اس اٹھی موجہ کا بھی خیال نہیں یہ بھی دائرہ خروگوش
کی جھاڑی اور یہ نچکے کی گوٹ۔ لاجول دلاؤ۔
خوجی۔ آپ کو خدا خدا پھیر پھیرے تو دل لگی ہی سہی۔
آزاد۔ یا حضرت آداب عرض ہو خدا آپ کے لباس فاختہ پر تو
وہ عالم ہو کہ انکھ نہیں ٹھہرتی ہو۔ پاسے نظر پھسلا جاتا ہو۔
زرد پوش۔ (شرنا کر جی ایک وجہ خاص ہو۔

آزاد۔ وجہ خاص کیا؟ کیا کسی سرکار سے وردی ملی ہو یا سرکار
استاد کسی نانی سے تو نہیں جھین لائے ہو۔
زرد پوش۔ (اپنے خدنگار سے) رمضان ذرا بتا تو دینا میں
اپنے نمبر سے کہتے ہوئے شرم آتی ہو۔
رمضان جی ضرور میان کا نکل جھونے والا ہو۔ مانجھے کے
کپڑے پہنے ہیں۔ رسم ہو حضور۔
آزاد۔ لاجول دلاؤ۔ رسم کی ایک ہی کمی۔ کمان کی رسم
کنے لگے رسم ہو۔ واہ جی رسم ہو۔ یہ بدعت ہو یا رسم ہو۔ ڈھارٹی
موجہ والے آدمی اور پکا بخت پٹھا لگا کر کپڑے پہنے ہیں معاذ اللہ
یہ بھائی دھن کے لیے ہیں یا آپ سے بھلا کڑیگ کے لیے دے
خدا کہن کپڑوں کو اتارو مردوں کی پوشاک پہنو۔ لاجول دلاؤ
زرد پوش۔ یہ تو سب ہی پہنتے ہیں۔
خوجی۔ ذریعہ ہم سے تو جارا لکھیں کچھے۔ ہاں صاحب کون سب
پہنتے ہیں۔ آخر آپ نے کن سب کو دکھا ہو۔ ہم کو سکھاتے ہو۔
تھارے ہی سے دو چار زمان منتری پہنتے ہوئے۔ دور ہوا وضع اور
سجیدہ اور منشرع لوگ تو ایسی ضم کے قریب نادا داخل گناہ سمجھے ہیں
آزاد۔ اسے بار تم کو شرمانا چاہیے یا بتانا چاہیے۔ ستغفر اللہ
آپ اکڑتے جاتے ہیں۔ شاہاش۔ جیہا کی بلا دور۔
نیان آزاد اور خوجی آگے بڑھ گئے۔ اور حضرت زرد پوش
اور انکا خدنگار صاحب تن و توش ایک گلی میں کتر گئے تو راہ
میں خدنگار نے یون بھانا شروع کیا۔
خدنگار۔ میان بیج تو کہنے تھے۔ ذری دل میں سوچے تو۔
جس گلی کو بچے میں آپ نکل جاتے ہیں لوگ تالیان بجاتے ہیں
انگلیان آپ پر اٹھاتے ہیں اور فقہہ لگاتے ہیں۔
زرد پوش۔ ہنسنے دوجی۔ ہنسنے ہی گھر بستے ہیں

من خفاک فحک۔

خدمتگار رہے آپ تو عربی بھی پڑھے ہیں میں جاہل آدمی ہوں
مل بڑی بات بڑی ہی بات ہی ہم غریب آدمی تو ایسے کہ پڑے
پہنتے ہی نہیں۔ اور آپ لوگ رئیس اور پڑھے لکھے مل۔

زرد پوش۔ مل دل میں نہیں جانتا تم غریب غریب ایسے کہ پڑے
لاڈلہاں سے جو ہنوا چھا چل کر میان سے پوچھنے دیکھیں بھلا کیا
کہتے ہیں وہ تو ثقہ اور سن میں جو کمین وہ منظور۔

خدمتگار۔ اچھا ہزار بات کی ایک بات تو آپ نے یہ کمندی
بیچے گھر بھی آگیا۔ اور بڑے صاحب بھی ٹہل ہی رہے ہیں۔

زرد پوش۔ اباجان آج ہم کو ایک بد معاش نے رلا رلا دیا۔

پیر فروت۔ کون بد معاش؟ تم نے کچھ چھڑا ہو گا ایک ہاتھ سے

تو تالی بھی ہی نہیں۔ ابا بابا۔ میں سمجھا اس تمھاری الو بھی قطع بر تو

کمین نہیں منسے بھی ہم بھی ان سے متفق ہیں۔ ہم خود تم سے کہنے

تھے کہ بیٹا اس وضع کو نہ اختیار کرو مگر تم تمھاری امان بخت دے

ہیں بڑی تنک مزاج ہیں۔ اور ہم کو تو ذرا اسی بات پر لے ہی

ٹالتی ہیں سو بھی اگر تمھارا جی چاہے تو ان کہڑوں کو تارو لو اگر نہ

آتا تو باہر نہ جاؤ ورنہ مفت میں اپنے کو ہنسوانا کونسی دانائی ہے۔

میان آزاد اور میان خوبی راہ میں باہم تہمت لڑتے اور رسوم

مذہب ہند پر نظر میں کرتے اور لالچل پڑھتے ہوئے جارہے تھے تو ایک

وضع دار اور طر مدار جو ان سے اٹھوں نے پوچھا کہ کیوں حضرت

جب آپ کی شادی ہوئی تھی تو زرد کپڑے آپ نے بھی پہنے تھے اسے

کہا لا حول ولا قوۃ یہ زمانہ مٹریوں کو مبارک برہن یہاں دعا گل

ہر دم میان سے باہر رہتی ہے۔ آپ نے کسی زمانہ مٹری کو دکھا

ہو گا کمین کسی اور سے یہ سوال نہ کر بیٹھے گا۔ اور شفیع رسول کی

نہ کیسے بعض آدمیوں کے یہاں یہ رسم ہو کہ وطن کا جو تارو دکھا کی کھوڑی

پر پڑے لگاتے ہیں جو دو طھانقہ ہوا تو شیر جوتی چھوادی اور جو وہ
بھی ٹھٹھول ہنسوڑ گڑے دل ہوئے تو پھر وہ اور انکا سر اور گرگانی
مگر ہائے آدمی تو سر کاٹ کر پھینک دیں۔

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دگر کی سامنے سے آ رہی ہے۔

بڑی بیش بہا فٹن۔ دو کمیت دو رنگانی کھوڑیاں جتی ہوئی ہیں۔

دونوں برق۔ ہوا چھپے رہے وہ آگے جائیں شیر گردوں کو طرارہ بھر کے

لہا میں بار آئیں۔ کو چمن ہنر مندیل کھوڑی پر چماتے ہوئے کوچ

بکسن پر بیٹھا ہوا ہائیٹ ہائیٹ کر رہا ہے اور تین نوجوان تین ٹپے ٹپے

اور کو فرسے بیٹھے ہیں تینوں عینک باز تینوں طنار اور خوش انداز

شان ریاست جمیں مسین سے عیان طنطنہ امارت چہرہ نورانی

سے نمایاں اتنے میں ایک اور بکٹ بھی کھڑکڑاتی ہوئی سامنے سے

آئی اور جو ان رئیس بعد شان و آن بان تمکین میں گردوں عینک باز

سونکی تیلیاں ورنہ زنا تال سکے بعد تین چار گھوڑوں پر سوار جو ان اور

گلغام نظر سے گزرے۔ کوئی جاتا ہے کوئی قدم دکھاتا ہے کوئی کوئی لٹا ہے

کوئی چمکاتا ہے ان میں بھی دو عینک باز تب تو میان آزاد نے کہا

کہ کیوں بھٹا جو جی یہاں یہ عینک کاشن نیا رکھنے میں آجیے دیکھو عینک باز

یہ دانا بینا آدمی اور اندھے بننے کا شوق چڑائے بینا سے نابینا بن جائے

لا حول ولا۔ خوبی بولے کہ اتنی ہی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے اسکو بھی

جو ان عاشق تن ایک سجاوٹ اور بناوٹ سمجھتے ہیں اور چاروں میں

دیکھ بیٹھے گا کہ رنگین طبع آزاد مزاج عورتیں بھی عینک چڑھانے

لگینگی یہ تو فشن ہو بھی۔ یہ بھی وضع داری ہے۔

ایک رئیس کا دربار

میان آزاد گھومتے گھومتے اور خوبی افیون کی پینک میں

جھومتے جھومتے ایک نواب کے دولت خانہ پر پہنچے۔ کوئی بھی

سجائی متعدد دکرے سب آراستہ و پیراستہ سجے ہوئے وطن سجے ہوئے

ایک بڑے عالمی شان کمرے میں فرش مکتف بچھا ہوا دوسرے میں کمرے میں میز آرام چکیاں سریاں کوچ قرینے سے آراستہ مکان کہ نظر کو چکا چوندہ ہو جسے دیکھا دنگ ہو گیا خوچی اپنے نواب کے تیرک احتشام کو بھول گئے جا کر یہ ادب دونوں کے دونوں بیٹھے خوچی تو نواب زادوں کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے ہی دیکھتے ہی کوٹھی کی اسدرجہ ترفیت کی کہل باندھ دیے۔ خوچی حضور خدا و رضا کا رسول آگاہ ہے کہ کیا بھی سجائی کوٹھی ہے وطن ہو وطن قسم ہر حسین کی جو آجتا ایسی عمارت اور اس سج و سج کی تعمیر نظر سے گزری بھی ہو ہم نے تو اچھے اچھے رئیسوں کی مصاحبت کی ہو مگر داندہ ہو جو کبھی یہ ٹھاٹھ کہیں نہیں ہر خدا جہنم خرم سے چلے وائند بادشاہوں کے مثل رہتے ہیں اتنے رفیق اتنے مصاحب یہ شان یہ ریاست ہی کس میں تو یہ یہ بان کمان پائیے اور پھر اس عمارت پر خلق کس درجہ ہو کہ اخلاق محمدی کا پورا برتاؤ ہو۔ خلا ایسے رئیس کو سلامت و باکرامت رکھے۔ حق تعالیٰ ہمیشہ ہمارے کھانگی بدولت ہزاروں غریبوں شہفون کا بھلا ہوتا ہو اسکی ذات تو مجمع محاسن و کمالات ہی بہت دن بعد ایسے عالمی ہمت امیر دیکھنے میں آئے اسوقت جی خوش ہو گیا مصاحب ابھی ابھی آپ نے دیکھا کیا ہو یہاں دن عیدرات شب برات ہی۔ پرستان کی دم میں مندا بہشت بھی اسکے آگے مات ہی ہر دم طبلے پر تھاپ ہی۔ پری پیکوں کے جھگٹے ہر وقت زمزمہ چمچے اور قفقے کل کوٹھیاں اور بارہ دریاں اور عمارت عالیشان آپ نے ابھی دیکھیں کمان اور مصاحب لوگ تو اب کتے چلے ہیں شام تک سب آجائنگے۔ ایک میل کا میلہ روز جمنا ہی۔ نواب۔ کیوں صاحب یہ فراموش بھی جادو گریں شاید آخر جادو نہیں تو اور ہی کیا۔

رفیق۔ بجا ارشاد ہوا پیر و مرشد بس جادو ہی ہو جا دوہر حق کرنے والا کافر۔ یہ سب ساحر ملین۔ مصاحب۔ خداوند ایک فراموش سے مجھ سے ملاقات ہوئی تو میں آپ جاپنے ایک ہی کامیاب حضور میں نے اسے خوب یاد نہ پیدا کیا۔ بڑی گری دوستی ہوئی۔ ایک ن ہین نے پوچھا کہ کیوں باسچ کسنا یہ فراموش کیا ہے۔ آخرش اسکا راز تو بتاؤ بھی ہم تو جانتے ہیں جادو ہے۔ وہ بہت ہی جھلائے اور کہا اکیلی ہی سی جادو کسنا جادو کے تو بہان آجتا قائل ہی نہوے یہ سب دھوکو سلا ہو۔ باقی فری مشن تو وہ مذہب ہو جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مذہب ہی نہیں ہم نے کہا یا رب جانے تو خیر ہم کو نکر تم سے اتفاق کر لیں تو انھوں نے کہا تو پھر فری مشن ہی کیوں نہیں ہو جائے کہ کسی سے پوچھنے کی حاجت ہی نہ رہے میرے بھی دل پر آگئی ایک دن انکے ساتھ فری مشن ہوئے وہاں حضور کروردن لاشیں بھین اور شے سب بچھ گئے ملین اور تنسین میں بہت ہی ڈراگراں لوگوں نے دلاسا دیا کہ کچھ باگل برالے خوف کیا کرتا ہو لیکن خبردار کسی سے کہنا نہیں ورنہ یہ لاشیں کیا ہی کھا جائیں گی بتایا اور شہر پ کیا۔ اتنے میں خداوند آگ برسنکی اور میں جل بھن کر خاک ہو گیا اسکے بعد ایک شخص نے کچھ بڑھکھوٹا تو بندہ درگاہ بٹے کٹے ٹیان سے موجود تب تو بندہ کفن بچھا کر چچ اٹھا اور بچھا گئے لگا مگر سب کے سب چمٹ گئے اور گھبٹ لے گئے لیکن حضور تو یوں ہی کہ کوئی دوسرا ہوتا اور دیتا میں منتقل رہا لیکن یہ کہتا تھا کہ میں فراموش نہوٹکا ہوں گا تیب تو اک حجم و حجم آدمی نے مجھے اک حوض میں ڈھکیل دیا اور وہاں میں دو دن دورات رہا۔ بالکل مردہ و افسردہ۔ آخرش نکال لایا اور سب کی صلاح ہوئی کہ یہ کھوٹا آدمی ہو اسکو یہاں سے نکال دو ہم

لکالے گئے خلو وند گردن ناہی گئی خدا خدا کر کے بچے ورنہ جان ہی بہ
بن آئی تھی اور عزت ہی گنوا لی تھی۔ بارے خیر گذشت۔

میان آزد نے جو یہ چھوٹی داستان جیسی تو آگ بجھو کا ہو گئے
سوچے کہ اللہ اکبر ان لوگوں کے مصاحب بھی کیا ہے پر کی اڑتے
ہیں اور کیسے نرٹل قافیے ملاتے ہیں اور ریسوں کو کیسے جلد دم میں
لاتے ہیں اور وہ بھی کس سادگی سے ہر امر کو آمنا و صدقہ قنا تسلیم
فرماتے ہیں کہ الامان اس گپ کو تو دیکھئے سو دو دن دروات آپ
حوض ہی میں مردہ افسردہ پڑے رہے۔ سبحان اللہ کیا خوب تحقیقات
فرمیشن کی کی ہے کہنے لگے کرورون لاشیں پھیل اور سب کی سب
بول ہی پھیلن بس کذب پر شیطان کی بھٹکار۔ لاجول ولاقوہ
واللہ ان ریسوں کو دم میں لانا کوئی بات ہی نہیں۔ یار لوگوں
کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہوا درس۔

رفیق۔ حضور اس سحر کو بھی خدا نے کیا نور بخشا ہو مٹا کہ کام روپ
میں عورتیں جہان مرد سے ملتفت ہوئیں اور بس ماش ٹپھکڑ چھوٹے
اور بکرا بنا دیا۔ بیل بنا دیا۔ گدھا بنا دیا۔ دن بھر بکرے بنے
میں میں کیا کیسے بیل بنے سانی کھلتے یا گدھے بنے رہے رات کو
مرد کے مرد تو خداوند یہ جادو برحق ہے۔ ہاں جادو گر کا فریضہ کر کے
خوشامدی۔ پیر مرشد یہ ٹوٹھ کیا شے ہے کل شب کو حضور تو یہاں
پڑے آرام فرماتے تھے میں دو بجے کے وقت قرآن شریف پڑھ کر
ٹھٹھنے لگا تو حضور کے سر حائے پراو پر آسمان پر روشنی سی ہوئی۔
سیرے تو ہوش اٹھ گئے۔

رفیق۔ اور ہوش اٹھ جانے کی تو بات ہی ہے۔

خوشامدی جی امین کیا شک ہے بس خلو وند میں رات بھر
جاگتا رہا اور حضور کے پلنگ کے ارد گرد چوکی پر ادا کیا۔ ایک
ہانڈی ہی تھی اور اس میں کوئی شے ایسی چلتی تھی جیسے گیس کی روشنی

نواب۔ (کا پتہ ہے) تمہیں قرآن کی قسم۔
خوشامدی۔ پیر مرشد حضور کے طفیل میں میرے بال بچے پوش
پاتے ہیں بھلا آپ سے اور جھوٹ بولوں۔ نمک کی قسم سچ عرض
کرتا ہوں روٹا روٹا بدن کا کھڑا ہو گیا گھنٹوں سہارا۔ اگر صبر
باپ بھی سوتا ہوتا تو پھر نہ دیتا مگر حضور کا نمک جوش کرتا تھا
رفیق حضور ان باتوں کو جانے دیجئے اب یہ فرمائیے کہ سمنہ سیاہ
زانو جوڑی بکاؤ ہے۔ حضور خریدیں تو دکھاؤں۔ کیا جوڑی ہے
کہ اُہ ہو ہو۔ ڈیڑھ ہزار سے کم نہ دے گا۔ حضور ہی کی سواری
کے قابل ہے۔

مصاحب۔ اے تو آپ نے خرید کیوں نہ لی مانتی تعریف
کرتے ہو۔ اور پھر ہاتھ سے دیدی۔ پیر مرشد انکو اجازت دیجئے
کہ بس خرید لی لائیں۔ شاہی میں ان کے یہاں بھی کئی گھوڑے
تھے۔ سواری بھی خوب ہوتے ہیں اور ماشاء اللہ چابک سواری
اور شہسواری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں۔
نواب۔ کوئی ہے۔

مصاحب۔ ارے کوئی، ارے کوئی، ارے کوئی، کوئی کوئی چلا اٹھے
خدا متکا رہے حاضر خداوند پیر مرشد۔ حضور۔ (دس بندہ آوازیں)
نواب۔ دو ہزار روپیہ روشن علی کو ابھی دو۔ اور دو سائیس
انکے ساتھ بھجواؤ۔ اور ایک سپاہی ابھی جائے ابھی۔

نواب کے حکم کی دیر تھی کہ اُن لالہ نے مہاجن کے گھر کی راہ
لی روشن علی ساتھ دو سائیس اور ایک سپاہی پیچھے پہنچے مہاجن کے گھر
لالہ۔ لالہ جواہر مل سرکار نے بھیجا ہے۔ اسوقت ایک دو ہزار
کی ضرورت ہے جلد لائیے۔ میرا بھائی دیر نہ لگانا۔ ورنہ میں نکال دے
جاؤں گا۔

جواہر مل۔ تو جلدی کا ہے کی ہے ذرا دم لو مجھے وقیر ہو۔ آخر یہ

یہ روپیہ کیا ہو گا کیا۔

لالہ - ایک جوڑی لچاویگی روشن علی کی معرفت۔

روشن علی - دلالہ کے کان میں اُستاد دیکھو ہلکو بدنام نکر دیا بھی چار سو کی جوڑی ہے باقی رہے سولہ سو۔ اس میں سے آٹھ سو اور حوالی موالی کو جائینگے کسی کو سو کسی کو پچاس باقی رہے آٹھ سو۔ چھ سو ہمارے۔ دو سو تمہارے بھی معاملے کی بات ہے۔

لالہ - تم تو چھ سو اور ہم لین دو سو اچھا معاملہ ہے میان بھائی ہے نہ۔ ارے یار تین سو ہم کو دے پانچ سو تو اڑا یہ البتہ محلے کی بات ہے۔

روشن علی - اچھی میان بھائی کی نہ کیسے میان بھائی تو نواب صاحب بھی ہیں آخر۔ مگر اللہ میان کی گائے اور یار تم لوگ تو وہ بس کی گانٹھ ہو کہ تمہارے کاٹے کا تو منتر ہی نہیں لکھوں روپیہ کھا جاؤ مگر گڑی کی لنگوٹی لگائے ہوئے چھٹی ٹوپی سر پر ہنائے ہوئے۔ لالہ بھائی ہو۔ اور میان بھائی ہو۔ اور میان بھائی کہانے کو ہم بھی کہانیسے مگر شہزادی کے انگر کے ڈانٹے ہوئے خود نواب بنے ہوئے گلورین پر گلوریاں چکر رہے ہیں تو رہا اور روٹی اور پلاؤ روز و ستر خان پردہ کھینچے گا تم ابالی کچھ ہی کھاؤ گے اچھا بھی تین سو تمہارے پانچ سو ہمارے۔

آنحضرت لالہ جواہر مل نے دو ہزار چہرہ شاہی بڑے گن دیے اور لالہ نے روشن علی کو تین سو کم دو ہزار یعنی سترہ سو روپیہ دیے میان روشن علی نے سو چار سو کی جوڑی خریدی اور اسی وقت ایسا کہ نواب نامدار کو دکھائی اور کہا کہ کوڑیوں کے مول خریدی ہے مصاحب اُہو ہو ہو گھوڑی کیا پرستان کی پری ہے ایسی ہمرنگ جوڑی دیکھی نہ تھی۔

رفیق - کیا ذریعہ تھو تھی ہے۔ کیا جوڑی پریشانی ہے۔ خوشامدی۔ واللہ کنو تیان تو دیکھے ہاے پیار کر لینے کو جی چاہتا ہے۔

زمانہ ساز حضور ایسے جانور قسمتوں سے ملتے ہیں۔ واللہ جناب باری کی قسم شہر بھر میں اس ساتھ کی دوسری جوڑی نہیں نکلے گی خود مطلب اس میں کیا شک ہے۔ مگر بھی بڑے سستے داموں میں آئی واللہ دو دو ہزار کی ایک لکھوڑی ہے۔ کیا خوبصورت ہاتھ پاؤں ہیں۔ واللہ اور لطف یہ کہ کوئی عجیب نہیں۔

نواب - بھی اسکو حفاظت سے بندھاؤ۔ کل شام کو فٹن میں جو تباہ دیکھیں کیسی جاتی ہے۔

زمانہ ساز - خداوند سبحان اللہ آندھی کے موافق جائے بلکہ لانجائے کیا دلگی ہو کچھ رہے۔

قد سباز ایسی گویا دیر یا مراح دریا ہے

نواب صاحب نے ایک دمی کو حکم دیا کہ قلم و دوات کاغذ لاؤ اب دلگی دیکھیے کہ کس میں تباہی نہیں۔ خدا شکار چوڑا ڈھونڈھتا ہے قلم نہ دوات نہ کاغذ۔ ٹیرون کی کابک۔ پتنگ۔ ڈور کے گولے آپکے۔ چاند ٹوکی نگالیاں کثرت سے موجود مگر قلم غار و کاغذ کا نام نہیں دوات کا کس میں رہتا ہے نہیں آخر کار لالہ بھاری کا قلم ان جبین لائے تو نواب صاحب نے ایک پرچہ ایک صاحب کے نام لکھا اور لکھا اسکو دیا کہ چیکے سے پڑھ لو۔ اتفاق سے جلدی ہیں اس مصاحب کو دینا تو بھول گئے میان آکر لالہ کو پرچہ دیدیا۔

اب ناظرین ہائے علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہم کو وہ سطور جو صاحب نواب نامدار کے قلم سے نکلی تھیں مجھے گنے کی اجازت دیں اور ہماری تحریر کو خطاں تہذیب نہ سمجھیں تو ہم پر بڑا احسان ہو۔ میان آزاد نے وہ پرچہ پڑھا اس میں لکھا کہ یہ گھوڑی میں جانتے تھا

ایس کی خرید ہیں۔ یہ آبادی جان کیواسطے لین ہیں اور فتن بھی ایک دن کو لے دینگے لے کن تم کو نیٹو سے یہ راز نہ کھول نام میان آزاد نے داخل کمرہ پرچہ نواب صاحب کو دیدیا اور خوبی کو لے کر چل کھڑے ہوئے۔

راز کے بدلے (راز) اور لیکن کو (لے کن) اور شخص کو (شخت) اور لی ہیں کہ (لین ہیں) اور انکو (دون کو) اور کسویا (کھول نام) اور گھوڑیاں کو (گھوڑیاں) لکھا ہے یہ تو نواب صاحب کی لیا کا حال ہے آبادی جان کا اس درجہ خیال ہے کہ نیشن اور کوئی بی

ہوٹل

میان آزاد خانہ بر بادو یہاں بستر جمائے یا کسی مکان کا قبلا لکھوانے تو آئے تھے نہیں۔ راہ راہ آئے دو تین دن رہے چلے گئے۔ لکھنؤ کے اسٹیشن پر پہنچے تو وہ چل سہلہ بھیڑ بھڑکا۔ وہ دھکم دھکا کہ شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ بہرین دیوتا ڈول لے کھٹ کھٹاتے چلے جاتے ہیں چل ٹھٹھے۔ کٹورالک کھٹک سہاڑ میان بھٹا مشک یا مشکیزہ لے ہو چل قدمی کر رہے ہیں ایک سمت ساتی دوسرا خیمہ بھر کر کوڑی لے کر گڑا رہا ہے وہ مشکیزہ دماغ طباخ عطار ہو جائے چوہرے کے سامنے کھار برتن چن کر بیٹھا ہے۔ مٹی کے کھلونوں پر وہ جوہن کہ باہر والے بصد شوق خرید بجاتے ہیں خریداروں پر خریدار ٹوٹے پڑتے ہیں میا چھینکا اور حقہ لیا۔ نوہر میان بھٹا نے تازہ کر دیا اور ساتی نے چلم تیار کی دھواں دھار اڑانے لگے۔ کھٹک نے آواز لگائی ٹکابی سیوہ شہوت امس ہو آم کے رسوں کا قلعی آم کے رسوں کا۔

فقیر محمد خان کے باغ کا سفیدہ۔ بنارس کا لکڑاچار باغ کا مہمی رنگرے سنگرے کو لے۔ اناس۔ نارنگیان شریفہ۔ امروہ۔ سیب جو چاہئے خرید لیجئے۔ ایک طرف حلوائی کی دکان مٹھانی کے خوان

برنی کے تھال۔ ورق نقرہ لگے ہوئے پنے کی ہوائیاں۔ لوس کے چراغ تلکے ہوئے ہیں۔ دکان جھک جھک کر رہی ہے اتنے میں آواز آئی بگٹ بگٹ اور بگٹ کباب کچے اور اودھر گھومے۔ تو ٹوپی والا سامنے آن موجود ہوا۔ دوپہلی ٹوپیاں شرتبی جامدانی چکن مری کے کام کی کرٹھی مندریل گول ٹوپی۔ نئے نئے فشن نرالی اور انوکھی وضع کی ٹوپیاں جھڑ جھڑ کھار ہاڑ اور گاہک برگاہک بصد شوق دام چکار ہاڑ سوسا پنج ہاتھوں ہاتھ بگٹیں۔ درود درود تک مسافر بستر جمائے کوئی زین پوش کوئی درسی بچھائے بیٹھا ریل کی راہ تک رہا ہے۔ کوئی گنوارا کرڈن بیٹھا اناپ شاپ بک ہے میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ اللہ اللہ ریل کا اسٹیشن کیا خاصہ ہے کچھ ٹھکانا ہے یہ بھیڑیہ دھوم۔ یہ رونق بھی واہ رے لکھنؤ اللہ اللہ اسٹیشن بھی نہیں دیکھا میان آزاد چلتے ہوئے اسٹیشن کے اندر گئے ہوٹل دیکھا تو باجھیں کھل گئیں۔ اہوہوہوہو کیا صاف و خفاف ہی ہر شے قرینے سے چنی ہوئی۔ درود دیوار سے صفائی برس ہی برس سمست نور کا عالم ہوا اس سرے سے اس سرے تک میز اور اس کے گواگروا کر میان گل اس چنے ہوئے۔ لب۔ اور کنول ہر طرف روشن ہیں میان آزاد بھی گری پر جا کر ڈٹ گئے۔ کھانا لاؤ۔ مگر شراب کا لگاؤ نہ ہو اور لحم خوک قریب نہ آنے پائے۔ ایک چپراسی صاف تھکے ہوئے پہنچے ہوئے چوبداروں کی سی بگڑی باندھے ہوئے سامنے آن کھڑا ہوا حضور شراب تو نہ ہوگی مگر اور کیا آپ نے حکم دیا۔ میان آزاد نے کہا لحم خوک (آہستہ سے) یعنی سوز کا گوشت نہو (چپراسی) نا حضور کیا محال۔ یہ کمکر چپراسی نہایت ہی قیمتی ہیں ہا پلٹون میں طح طرح کا انگریزی کھانا لایا میان آزاد نے چھری کانٹے سے خوب مزے سے چکھا اور سوڈا واٹر اور لیوینٹ پیا اور باہر پہنچے تو کیا دیکھے ہیں میان خوبی بھی بستر جمائے ہوئے پراٹھے اور کباب کچے چکر رہے ہیں

آزاد وہ استاد تم کو خوب مزے سے کباب اڑا رہے ہو۔

خوجی۔ پھر کوئی شراب اڑائے کوئی کباب کھائے۔

آزاد۔ میں شراب لالہ ولالہ۔ ای میان شراب کس نے
مٹھ سے لگائی کس کی شامت آئی یہاں دخت رز سے واسطہ ہی
نہیں رکھتے بنت العنب کے عاشق دلدادہ کوئی اور ہی ہونگے
ع۔ کرم ز شراب ناب توبہ ۶۔

خوجی۔ اور آگے تو کیسے ع۔ کرم ز شراب ناب توبہ ۶ اور
آگے ع۔ ذکر کردہ ناصواب توبہ۔

آزاد۔ قسم قرآن کی کس مردک نے شراب کا ایک قطرہ بھی چھو
شراب پی ہو تو سو رہی کا گوشت کھایا ہو۔

خوجی۔ (شکر اگر تسلیم۔ ایک نہ شد دوشد۔ آپ نے سور کا
گوشت بھلا کب چھوڑا ہو گا واللہ مانتا ہوں۔ کہنے لگے شراب
پی ہو تو سور کا گوشت کھایا ہو معقول! یہ تو آپ تب کہیں جب
اسکو حرام یا مکروہ بھی سمجھیں۔ آپ دونوں کو حلال اور مکہ استعمال
کو تحسن سمجھتے ہیں یا آج تو تم نے غضب ہی کر دیا۔

آزاد۔ ارے بھی آخر کیا کیا کچھ کو گے بھی یا ملا جی ہی مسائے
جاؤ گے سبحان اللہ قسم لو جو ہم نے شراب کو ہاتھ بھی لگایا ہو یا سور
کے گوشت کی صورت بھی مکی ہو۔

خوجی۔ ہاں یہ آپ نے خوب کہی کہ سور کے گوشت کی صورت
نہیں دیکھی ہو گی۔ مگر بار مزہ تو خوب چکھا ہو گا اور شراب کو
ہاتھ آپ کیوں لگانے لگے لگائی ہو گی گے۔ اور آپ کی قسم کا
کس مردود کو اعتبار ہے قسم کو تو آپ مانتے ہی نہیں مجھے آج تک
یہی نہیں معلوم ہوا کہ آپ کا دین ایمان کیا ہے یا بھارا تو بابا آدم
ہی نر لاہی خیر جی اپنی اپنی سب بھگت لیں گے ہم کو اس بھکیر طے
سے کیا واسطہ۔

آزاد۔ نہ ہاری ملتے ہو نہ جیتی۔

خوجی۔ مانتین کیا خاک۔ مانتین کیا ہم نے اپنی آنکھوں دیکھا کہ
چھری کاٹا کٹا کھٹ چل رہا ہو۔

آزاد۔ تو بھائی چھری کاٹنے سے کوئی شراب پیتا ہو۔

خوجی۔ ہم کیا جانیں ہماری جانے جوتی۔ کہ شراب کیونکر پیتے
ہیں یہ کسی نے ایسے بیگسار یا دہ خوار سے تحقیقات کیجئے فوس
واللہ بس تم گئے گذرے ہاے تم خیر مضی مضی۔

آزاد۔ آپ ایک کام کیجئے ہوٹل میں جا کر۔

(خوجی۔ ای لالہ۔ ای لالہ۔ خدا ایسی جگہ کسی سچے اور نیکے مسلمان
کو نہ بچائے توبہ توبہ (اپنے کان پر کرا کر) خداوند بچائیو۔ گنہگار بندہ
ہوں۔ ارے توبہ۔ ہوٹل میں اور ہم جائیں۔ لالہ ولالہ بس
آپ ہی کو مبارک رہے قبلہ بندہ در گذر۔

میان آزاد ٹپٹنے لگے اور خوجی نے کباب اور کلچون پر خوب
تھپتھپے لگائے جب صفا چٹ کر چکے تو حلوائی کی دکان سے برقی
لائے اور انیون کے نشے میں ٹونگارنے لگے تو اتنے میں ایک صاحب
بارش دراز یک مشت دینچہ انگشت نے میان آزاد کو مخاطب
کر کے کہا کہ کیوں حضرت آپ کا اسم مبارک یہ بولے میان آزاد
وہ شکر لے اور کہا کہ ہاں واللہ۔ آپ کے قد و قامت اور وضع قطع
پر یہ نام موزون ہے آزاد دی اور آزادہ روی صورت سے
برستی ہو ملت کیا ہو۔

آزاد نے کہا۔

ازند ہم میرس نہ مومن نہ کافر
اسم رسم این دیار نام سازم
حضرت بندہ مسلمان ہو اور مسلم ایمان ہو پابند شرع۔ آپ کا
اسم شریف جناب مولوی صاحب۔

مولوی صاحب۔ اسم شریف تو چھپر پر رکھے ہو وقت مجھے فوس کرنے دیجئے

آزاد۔ بسم اللہ آپ فسوس کر بیٹھے بلکہ رو بیٹھے مگر سنبھلے تو سہی محرم الحرام کے دن قریب بہن خوب پیٹ بھر کر رو بیٹھے گا ایسی بیانی کیا ہو۔

مولوی صاحب۔ آپ مسلمان اور پابند شرع اپنے آپ کہتے ہیں اور ہوٹل میں جا کر شراب خانہ خراب استعمال میں لاتے ہیں عیاذ باللہ مرد خدا آخر انجام کی بھی فکر نہ کریں یا سگ دنیا ہی بنے رہو گے۔

آزاد۔ قبلہ بس اب کیا کہوں۔ بجز سکوت کے اور کوئی کلمہ زبان پر نہیں آنے پاتا۔ لاجول دلاقوہ۔

مولوی صاحب۔ بے ادبی معاف۔ لاجول تو آپ اپنے ہی اوپر بڑھتے ہیں آپ سے حرکت شیطانی ہی ایسی سرزد ہوئی مگر بھگت اللہ کہ ایک نفس لوامہ کہ جو ملا مت تو کرتا ہو۔

آزاد۔ مولانا خدا کی قسم میں نے ہوٹل میں صرف کھانا کھا یا مگر وہ افندیہ جو شرع کی رو سے حرام نہیں۔ پس نظر انصاف دیکھیے تو اس میں قباحت ہی کیا ہو۔ آخر روم میں بھی تو صغیر و کبیر اور بڑے بڑے علماء و عمرہ عیسائیوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ بھر یہاں ہندوستان کے مسلمان اسکو داخل گناہ کیوں سمجھنے لگے ہیں لے کیا کفر کیا کہ مردود اور مردود اور نہ ندیق اور ملحد اور مرتد بنا یا جاتا ہوں۔

مولوی صاحب۔ مجھ سے سینے میں عرض کروں نہ ہوٹل میں جانا ہل سلام کے لیے مستحسن نہیں جو کھانا آپ نے ہوٹل میں کھیا ہو اگر باہر سنگو گرا اور فرش بچھو کر کھجے تو چند ان مضائقہ نہ تھا گو یہ بھی معیوب تھا اگر اس درجہ نہیں پھر آپ لاکھ قسین کھاتے قرآن اٹھائیے یقیناً کس ملعون کو آہنگا کہ آپ نے شراب نہیں پی یا سوکا گوشت نہیں کھایا کاجل کی کوٹھری میں جو جلے گا وہ ٹھوکا لا

کر کے آہنگا کوکھون کی دلالی میں کھانے کا لے ہی ہوتے ہیں۔ روم کی نہ کیے شاہ ایران مزے سے شراب ناب ادویش بہا برانڈی نہیں اڑاتے۔ پھر اس سے بادہ خواری کا جواز نہیں ثابت ہوتا۔ رومی لاکھ عیسائیوں کے ساتھ نفعی لگائیں اور بے تکلفی سے کھائیں ہم کو تو ایسا نہ چاہیے ہمارے روم کے خلاف ہو۔ بیکور روم میں رہنا ہی یا ہندوستان میں۔ روم کی بات روم کے ساتھ ہندوستان اور ہندوستانیوں کے خیالات کا تذکرہ ہو یا روم اور ہندوستانیوں کی عادات کا۔ آخر باہر بھی تو کباب کھجے شیر مال پر اٹھے۔ ہاتر خانی۔ روغنی روٹی۔ بسکٹ۔ سب ہی کچھ کھتا ہی پھر وہاں کھانے میں کون بہتری تھی مفت میں اپنے آپ کو نکو بنانا اور ہنسوانا کو کسی دانائی ہو۔

آزاد۔ حضرت وہاں اول تو کھانا عمدہ اور لذیذ۔ دوسرے مقام صاف و شفاف جس لطافت یعنی وہاں کھانا کھایا وہ یہاں کجا قلی کھڑ بکھا جھل۔ یا وہ صاف ستھرا بکھا جھل رہا ہی پلیٹیں صاف میز شفاف چار چار چیرا سی خدمت کے لیے کھڑے ہیں یہاں یہ باتیں کجا۔ لاجول دلاقوہ۔

مولوی صاحب۔ کھانا عمدہ تو آپ سمجھتے ہوں گے۔ باقی رہا بکھا ایک پیسہ دے دیجئے گھنٹہ بھر بکھا جھلو ایجئے۔ اور صفائی کو سافرت سے کیا کام سوائے ازین یہاں بھی کوئی غفلت نہیں ہے یوں وحشت کی بات ہی اور رہی۔ خیر حضرت آپ جانیں آپ کا کام جانے سے۔

الصیحت گوش کن، جانان کلازبان دوست جوانان
جوانان سفاوت مند پند سپردانارا

مازنا نہ مانو۔ اس سے یہاں غرض نہیں بنانا ماننا آپ کے ہاتھ ہی ہم نے کہہ دیا۔

میان آزاد نے اپنے دل میں سوچا کہ آج سے ایسی حماقت نہ کریں گے کہ ڈنکے کی چوٹ ہوٹل میں جائیں۔ اور مفت میں اپنے آپکو ہنسوائیں۔ یوں تو ہمیں اختیار ہی کہ چاہے ہوٹل میں جائیں یا چوکھائیں مگر خاموشی کے ساتھ یہ نہیں کہ اسٹیشن پھر میں گھومتے پھر میں کہ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں +
خوجی۔ کیون بھلا خیر ایک ہمیں کو آپ اُتو بتاتے تھے۔ اہو ایک مولوی صاحب نے آپکو قائل کر دیا۔ بات ترے کی اور ہوٹل میں کھاؤ۔ اور ایک آپ کیا فرض ہو۔ ۷۱۷

ریل کا سفر

میان آزاد اور خوجی بڑی دیر تک اسٹیشن پر ٹھلکے ایک کانسٹیبل سے پوچھا کہ کیون جی آج ریل کو دیر کیون ہوئی۔ اب تک تو روانہ ہو جایا کرتی تھی آج ابھی تک آئی ابھی نہیں۔ آفریاج کیا کہ کیا وقت بدل گیا۔ کانسٹیبل نے کہا کہ آج تار آیا ہو کہ ایک جگہ ریل ٹوٹ گئی۔ ایک مسافر گاڑی اُدھر سے آئی تھی اور ایک ل گاڑی دھڑ سے جاتی تھی گاڑی شراب کے نشے میں لیا چور ہو کہ کچھ خبر نہ تھی اسکو تار دیا گیا تھا کہ خبردار فلان اسٹیشن سے آگے تیزی کے ساتھ نہ بڑھانا اور فلان پٹری سے نہ لیجانا۔ گاڑی تو اسوقت نشے میں غین تھا ہی آؤ دیکھنا تاؤ ریل کو تیر کر ہی دیا اور اُسی پٹری پر چلائی کہ جبر چلنے کی ممانعت کر دی تھی ریل تو بے چلے جب پل کے پاس پہونچے تو مسافر گھڑ گھڑا ہٹ کے بے جا لٹھے اور جیسا قاعدہ ہو اُنہیں سے اکثر دریا کی کیفیت دیکھنے لگے ویسے ہی اُدھر سے مال گاڑی نمودار ہوئی۔ اب ڈراپور لاکھ لاکھ روکنا ہو مگر ممکن کہاں ریل کا دفعہ روک لینا کچھ ہنسی ٹھٹھا تھوڑا ہی ہو۔ خلاصہ یہ کہ عین پل پر دونوں ریلیں ٹکرائیں کئی منٹ تک دونوں انجن لڑنے رہے اور چونکہ دفعہ لڑ گئے اس تصادم سے سخت

نقصان جان مال ہوا۔ دو آدمی ریل پر بچے دریا میں غرق ہو گئے۔ ایک آدمی نہایت ہی زخمی ہوئے اور پندرہ بیس آدمی باہم لیا لکڑائے کہ انکے سر اور دھڑ ہاتھ پاؤں آپس میں خوب لڑا کسی کا کان کھٹ سے الگ کسی کی ناک نڈر کسی کا چہرہ بگڑ گیا کسی کا ہاتھ ٹوٹا۔ کسی کا سر چھوٹا۔ ستم بپا ہو گیا۔ بس قیامت ہی ہو گئی۔ تو اس سے ریل وہاں رُک رہی ہو اب کوئی اُچار گھنٹے کی دیر ہوئی انجن گیا ہو۔ بس دم کے دم میں آئی وہ دیکھے گھنٹی بجی۔ ٹھٹھا ٹھٹھ۔ اب تیار ہو رہے اور چلے۔

خیر میان آزاد اور خوجی سوار ہوئے اور ریل تھوڑی دیر میں چلی۔ تو انکے کمرے میں کئی آدمی بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے سب سے پوچھنا شروع کیا کہ کیون بھٹی قطب کا منار دہلی میں کسی نے دیکھا۔ اب سب خاموش ہیں۔

ایکٹ۔ حضرت ہم تو عمر بھر آگرے میں رہے دلی جانے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ ہمارے یہاں نیل کا بیوپار ہوتا ہو۔

دوسرے ہم گنوار آدمی قطب کے منار کو کیا جانیں دیہاتی بھائی گئے تو دہلی ہم تین چار بار اور وہاں دو دو چار بار دن بھی مگر منار دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوئی اور کون جانا نصت کی جھنجھٹ۔

تیسرے دلی ہم گئے تھے ۱۹۵۷ء میں۔ اسکو کوئی اکیادہ برس کا زمانہ ہوا۔ جب ہم لڑکے سے تھے۔ اٹھارہ سال اسی سال تھا۔ وہاں چھ سات مہینے رہے۔

چوتھے۔ قطب کا منار ہم نے دُور سے دیکھا ہو پاس سے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔

پانچواں۔ ہمارا مکان دادرے میں ہے۔ مل دلی جانے کا اتفاق نہوا نہوا۔

<p>یامیدان رو بسو کعبہ چون آریم چون رو بسوے خانہ خمار دارو پیر</p>	<p>میان آزاد اپنے دل میں ہنسنے لگے کہ لاجل ولاقوہ۔ دھرے</p>
<p>مصاحب۔ چون آئیم خون۔ واہ واہ کیا کلام تھا۔</p>	<p>ہندوستان اتنے آدمیوں میں سے کسی نے قطب کا منار دیکھا ہی</p>
<p>رفیق۔ دوست از مسجد ان اغظون کو تو دیکھئے۔</p>	<p>نہیں اور لطف یہ کہ ایک حضرت دادرے کے رہنے والے ہیں</p>
<p>خوشامدی ایچھی شعرین ہیں۔ سعدی بڑے شاعر تھے اور علمائے</p>	<p>جو دہلی کے پڑوس ہو لیکن منار آج تک نہیں دیکھا بلکہ دہلی ہی نہیں</p>
<p>میر صاحب۔ اور سنا علم موسیقی میں بھی دخل تھا بھاگ کی</p>	<p>گئے۔ اور دو ایک صاحب جو گئے وہ قطب کے منار کو دیکھنے نہ گئے</p>
<p>دھن پر سردھنتے تھے۔</p>	<p>ایک بزرگوار نے دور سے منار دیکھا مگر پاس نہ پہنچے ایک ات شریف</p>
<p>راوی۔ اوجھاجی۔ واہ ری صحبت ایک سے ایک زبان دان</p>	<p>امیر آدمی ہیں مگر تمام عمر اگرے میں رہے اتنی توفیق بھی نہ ہوئی کہ</p>
<p>اور طلیق اللسان بذلہ سنج و لطیفہ گو۔ اور چشم بدو و شر و سخن</p>	<p>چلو بھی دہلی تو ہوا میں۔ لاجل ولاقوہ۔ ۵</p>
<p>میں کتنا عمدہ مذاق ہو۔ خدا چشم زخم حادث سے بچائے تعریف</p>	<p>بابہ بنشین باش بیگانہ او پنا۔ در دام افق الزخوری دانہ او پنا</p>
<p>بھی کی تو بھونڈی سیج ہو۔</p>	<p>میان آزاد خانہ برباد اور افیونیوں کے استاد میان خوبی بنوا</p>
<p>صائب و چیرچی شکند قدر شعرا۔</p>	<p>دوسرے دن پھر نواب نامدار والاتبار کے عالی شان اوسپر تالان</p>
<p>مصرع ہو کر س۔ بامیدان رو بسوے کعبہ چون آریم چون اسکو</p>	<p>ایوان میں جاوٹے۔ دونوں وقت ملتے یاران سرپل گپ کے</p>
<p>فرماتے ہیں کہ چون آئیم خون اور فرمایا کہ کیا کلام تھا۔ تھا کی ایک</p>	<p>یاد کو خوش بیانی کے میدان میں سرپٹ دوڑا رہے تھے اور اڑ پر</p>
<p>ہی کمی۔ اب شاید مفقود ہو گیا ہے۔ دوسرے صاحب نے بھجوائے</p>	<p>ایڑ لگا رہے تھے کہ اتنے میں مؤذن نے اللہ اکبر کا نعرہ مسجد سے بلند</p>
<p>من چہ چشم برادر فلان من بسیارش ست۔ فرمایا کہ دوست از مسجد</p>	<p>کیا۔ اب سنیے کہ یہاں جتنے فات شریف بیٹھے ہیں سب جھنڈے</p>
<p>ای سچان اللہ دوش کو دوست اور مسجد کو مسجد اور طرہ یہ کہ دوست</p>	<p>تالے کے شہرے چھپے ہوئے کر گئے۔ ایک بولاروزہ افطار کرنے کا</p>
<p>اور مسجد انھیں الفاظ کی تعریف ہو رہی ہو تیسرے صاحب بوے</p>	<p>وقت آگیا۔ دوسرے نے کہا جی ہاں آگیا۔ چنیا بیگم کہاں ہیں۔</p>
<p>ایچھی شعرین ہیں شعر کو ان حضرات نے منوٹ کر دیا اور۔ جی سن سے</p>	<p>اسپر ایک فریاشی قہقہہ پڑا۔</p>
<p>اسکی جمع بنائی اور اسپر تم یہ کہ ان اشعار کو مسکند سعدی شیرازی کی</p>	<p>نواب قسم قرآن کی ہیں آج تک معلوم ہی نہوا کہ روزہ رکھنے</p>
<p>توصیف کر رہے ہیں۔ گو یا سعدی کا کلام ہو جس پاگل کو اتنا بھی</p>	<p>سے فائدہ کیا ہوا ہر مغیت میں اپنے کو ہلاک کرنا کو نسا نواب بھجھی</p>
	<p>واللہ جو آج تک ہماری سمجھ میں بھی آیا ہو ہم تو حافظہ شیراز کے</p>
	<p>چیلے ہیں۔ انھیں کی معیت لائے۔ وہ بھی روزہ و نماز کے</p>
	<p>پابند نہ تھے۔</p>
	<p>آزاد۔ آفرین کیا خوب بات کہی ہو۔ صابر پروم شد۔ ۵</p>
	<p>دوش از مسجد سو بخانہ آمد پیر ما۔ چیست یاران طریقت بعد ازین پیر ما</p>

انہیں کسی تذکرہ ہی میں دیکھا ہوگا کہ شیخ علیہ الرحمۃ بھاگ کی صحن پر سردھنٹے تھے (چلو سورہا دھی رات بھی)

مصاحب - خداوند میں پوچھتا ہوں کہ آخرش اس فاقے سے فائدہ ہی کیا ہوتا ہے۔

نواب - دیکھ کر کیا خوب - اسی یہ تو کسی روزہ دار سے پوچھو مجھ سے اسکی تحقیقات فضول ہے یہاں جب سے پیدا ہوئے قسم لیجئے جو کبھی ایک دن بھی فاقہ کیا ہو۔ ارے میان اول تو روزہ رکھنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے پھر بھوک میں نماز اور عبادت اور پرستش کی کس کو سوجھتی ہے۔ توبہ توبہ کیجئے۔ دوسرے یہ کہ جب دن بھر کڑکے کا فاقہ کیا ہو تو مرات کو شل ہو کر سو رہے اور مار لوگ تو سحر گئی الگ اڑتے ہیں اور شام کو الگ دو تین سیر ستیا ناس کرتے ہیں۔ لگربان دو چار مولوی بڑا ریاض کرتے ہیں کھاتے بھی کم ہیں اور سوتے بھی نہیں اور دن رات عبادت ہی کیا کرتے ہیں مگر ایسے ہیں کہ فجر سے کیسے تو انگلیوں پر گرن لوں۔

رفیق - بجا ارشاد ہوا پیر و مرشد۔ اور یہ دیکھیے آپ ہی کے نمک کی قسم ہے کہ دن رات کھانے ہی کی فکر رہتی ہے چار بجے اور نوٹھی پر پڑنے لگیں۔ بے بھاؤ کی۔ اٹھتے جوتی اور بیٹھے لات بسن لا۔ پیاز لکھار۔ کباب پکین۔ بیٹھے کڑے پکین۔ اکی تو یہ - ع چون گوش روزہ دار برافتر اکبر سیت۔

ہندو مصاحب - جی ہاں ہمارے یہاں بھی کت لکھتے ہیں لوگ مگر ہم نے تو ہر برت کے دن گوشت کھکا۔

رفیق - شاہاش ہو لالہ شاہاش۔ واللہ کیا پکا مذہب ہو تمہارا۔ نواب - تربیت یافتہ ہیں نہ بھی کچھ گنوار جلیل تو ہیں نہیں۔ لیہوں نچوڑ۔ واہ حضور کیا خوب بات پیدا کی ہے۔

راوی - اس تعریف کے قربان پیدا حضور نے کیا اپنی ایسی

تبی کی کہنے لگے کیا خوب بات پیدا کی۔

خوجی - قسم حسین کی۔ کیا خیالات ہیں حضور کے۔ واہ۔ وہ بات پیدا کی ہے کہ توبہ ہی بھلی۔

مصاحبین - درتقہ نگار واہ حضرت واہ کیا تعریف کی ہے کہنے لگے توبہ ہی بھلی۔ واہ ری تری توبہ ہی بھلی یہ توبہ ہی بھلی کی ایک ہی کھی حضرت کس جنگل میں حضور تولد ہوئے تھے آپ نے تودہ بات کہی کہ توبہ ہی بھلی۔ یا رخدا کے لیے ذری سمجھ بوجھ کر بولا کرو۔

رفقا۔ اے حضرت بولیں کیا بس اب بولنے کے دن گئے برسات ہو چکی نہ۔

خوجی - دوزانو ہو کر میان ایک ایک آؤ۔ یا کو جو کھی اڑیں۔ ہم اسین بھی بند نہیں میان سنو۔ یہاں عمر بھر رئیسوں امیرون نوابوں ہی کی صحبت میں رہے۔ تم لوگ ابھی کچھ دن سیکھو۔ ابھی بچے ہو جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش۔ ابھی خدا جھوٹ نہ بولائے تو دودھ کے دانت بھی نہ ٹوٹے ہونگے۔ آپ اور ہم پر مٹھا آئین شان خدا۔

بُت کرین آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

واللہ ایک بار ہمارے نواب صاحب کے یہاں ایک فاقہ تھا تشریف لائے بڑے طرصار اور زبان اور میان آزاد انکا نام تھا آتے ہی فقرہ بازی کرنے لگے۔ بس قبلہ میں نے جوازے ہاتھوں لیا تو جھیب کر نوک دم بھاگے۔ واللہ وہ آڑے ہاتھوں لیا کہ انکی تانی ہی تو مر گئی۔ آزاد۔ آزاد بڑے آزاد بنے تھے۔ ایسے جھیبے کہ جہرے پر ہوائیان اڑنے لگیں نواب کے یہاں جو آبا اُس نے منہ کی کھائی۔ دم دبا کر بھاگا۔ میرے مقابلے میں کوئی ٹھہرے تو بھلا۔ لے بس آپ ایک کو بلایے۔ دودھ چو نچیں ہوں مٹی پالی سے

نوک دم نہ بھاگے تو مونچھیں منڈاؤ لون۔

مصاحب۔ آگے بڑھ کر آئیے بس آئیے دود و نمین چار چار
چونچیں سہی۔ آپ بھی کیا یاد کریں گے۔ بندے کی زبان بھی وہ زبان
ہے کہ کترنی کو مات کرے۔ زبان آگے جاتی ہے۔ لفظ پیچھے رہے
جاتے ہیں۔

خوجی۔ زبان کیا چڑھا رہا ہڈ کا۔ واہ ری زبان فریاشی زبان
ہے۔ مگر خدا جھوٹ نہ بلائے تو۔ رے اور رے اور رے اور رے
زبان سے نہ نکلتا ہوگا۔ روٹی کو تو حضور روتی کہتے ہوں گے۔

مصاحب جب خدا جھوٹ نہ بلائے نہ۔ آپ اور جھوٹ نہ بولیں
خدا وضع کے خلاف ہے۔ ماشاء اللہ آپ کو وضع کا کس درجہ خیال
ہوے جب سے ہوش سنبھالا کبھی سچ بولے ہی نہیں مگر بھر میں ایک
دفعہ دھوکے سے سچ زبان سے نکل گیا تھا جس کا آج تک
افسوس ہے۔

خوجی۔ اور وہ واقعہ میں بتاؤں جب آپ ایک دفعہ سچ بولے
تھے ایک شخص نے انکے باپ کا نام پوچھا۔ انھوں نے جلدی
میں صاف صاف بتا دیا۔ اسکا آج تک رنج ہے۔

اسپر سب سب ہنس پڑے اور خوجی مونچھوں پر تاؤ دینے
لگے مصاحب ایک چٹے ہوئے گرگے وہ کب جھینے لگے جب مغل
نکالے گئے تب تو جھپے نہیں اب بھلا کیا شرمائیے شرم چو کھتی
سیریش مرغان آید شتاباش جھپین تو نواب کی مغل سے نکالے
جائیں اسی دم گردن ناپی جائے اور چلتے پھرتے نظر آئیں۔

خوجی کیون حضرت کچھ فرمائیے تو آپ تو خاموش ہی ہو رہے
مصاحب۔ اہی تم کو کھوں سے کیا بحث کریں۔

خوجی گالیان دیکھ گالیان پانی پی پی کر کوئے پنجے جھاڑ
کے لڑنے لگے۔ لاول ولا قوہ۔

التماس۔ راوی اپنے ناظرین اولی الابصار خصوصاً متین اور
مہذب بزرگواروں کی خدمت میں التماس ہے کہ ذیل کے حصے کو
بدتمیزی پر نہ معمول فرمائیں۔ ہم اپنے ملک کے رسوم بد اور عادات
خلاف تہذیب کو عمدہ طور سے لکھ رہے ہیں۔ ہمیں سکتے تا وقتیکہ ہم کل
مذہب کا خاکہ نہ اٹرائیں پس ہم مجبور ہیں۔

اب سنئے کہ یہ گھنگو تو ہو رہی تھی کہ ایک دگر ٹی گھر گھرائی
ہوئی آئی اور اُس پر سے ایک نیک بخت بصدشان دلربائی اُتریں
دیک بخت کا ہے کوید بخت کیسے اخیر اب سب کی نظر اُسی طرف
ہو چھا جھم کی آواز نے شور مچا رہا کیا۔ اور نواب تو ریشہ خطی ہو گئے
اور وہ تلی کر کو بچکا تھی ہوئی تشریف لائیں۔ اور نواب نامدار
نے سب شرفاء پر مرتقام برکات کو جگہ دی۔ اُس نے نواب کا
مسند گھسیٹا اور بڑے ٹھٹھے سے شکن ہوئی۔ اور چو میگو بیاں
ہونے لگیں۔

نواب۔ مزاج شریف۔

(-)۔ آپ کی بلا سے۔

نواب۔ خطا۔ قصور۔ گناہ

مصاحب۔ حضور خدا کی قسم۔ اسوقت آپ ہی کا ذکر خیر تھا۔
(-)۔ اچل جھوٹے علی کی سنوار تیرے اوپر اور تیرے نواب پر۔
مصاحب۔ کلام اللہ کی قسم۔

(-)۔ اب ہم ایک چیت جمائیں گے۔ دیکھو نواب اپنے ان
گرگوں کو رخ کرو میرے منہ نہ لگا کریں۔ جھوٹ کی روٹیاں
کھاتے ہیں یہ تک حرام۔

رفیق اور یہ تو جھوٹوں کا سردار ہے۔

(-)۔ بجا اور تم۔ او تم سب کے سب ایک ہی تھیلی کے چٹے پیٹے
اتنے میں ایک مہری پانچ چھ برس کا ایک لڑکے کو گود میں لائی ہے۔

نواب۔ یہ بھتیجا کسکا ہے۔

(-) ہماری بہن کا۔ اللہ رکھے۔ لڑکا کیا پہاڑی مینا ہے۔ بھتیجا
نواب کو گالیان تو دینا تم تو شرماتے ہو۔ بس یہی تو ہم کو اچھا
نہیں معلوم ہوتا درجوم کر شاہاش بھتیجا گالیان دو۔ نواب کو
انکو مٹھائی دو گے پھر۔

نواب۔ ہاں ہاں ابھی ابھی۔

(-) لے گالیان دے دو تو نواب مٹھائی دین درجوم کر اچھا
دو گالی۔

لڑکا۔ پہلے مٹھائی لاؤ بھل ہم دالی دیندے دھرم گالی نینگے
مصاحب ماشاء اللہ چشم بدور کیا بیٹھی بول چال ہے۔
اب جو طرف سے مصاحب بولتے ہیں۔ آؤ ہمارے پاس آؤ
ہم دین۔ اور لڑکے کے کان میں انھوں نے کچھ سکھا دیا تو اسنے
نواب کو وہ بے نقط سائیں اور وہ گالیان دین کہ تو ہی بھلی
نواب صاحب خوب کھل کھلا کر ہنسے اور محفل بھر لڑکے کی
تعریف کرنے لگی اور اللہ رکھے کیا بیٹا کی طرح بول رہا ہے چشم بدور
خداوند اب انکو مٹھائی منگوادیتے۔

نواب۔ اچھا ابھی انھوں نے کسنا کیا ہمارا۔ کوئی ہے۔
ارے کوئی ہے۔

خدمتگار۔ حاضر کوئی اٹھام آدمی ایک دم سے بول اٹھے۔
نواب بھی انکو پانچ روپیہ کی مٹھائی تولادو۔

(-) ایڑی مٹو بھی۔ آپ اپنے چہرہ شاہی رہنے دین کیا کوئی فقیر
ہو۔ خدا نخواستہ (نخواستہ)۔

نواب۔ اچھا ایک اشرفی کی مٹھائی تولادو۔

(-) بھتیجا سلام کر لو۔

راوی۔ ضرور۔ اب تو سلام کا موقع ہی ہے۔ ایک بار گالی دی تو

ایک اشرفی پائی۔ اب دو چار بار اور گالیان دو تو لوٹ بھاؤ۔
واہ رے نواب کس لطف سے آپ اس لڑکے سے فرماتے ہیں
کہ ہاں کہو کہو۔ کہو تو مٹھائی منگوادین۔ لا حول ولا قوۃ۔ اے
لغبت خدا۔ توبہ توبہ۔ کتنا بھونڈا مذاق ہے۔ عاذا اللہ۔

نواب۔ کوئی چیز تو کہو اسوقت پیلو کی کوئی چیز کہو تمھیں اللہ
(-) ایڑی مٹو بھی۔ سواور سنو۔ خدا کی قسم دیتے ہیں آج شب بین
ہیں۔ آپ کو گانے کی سوجھتی ہے۔

نواب۔ اے جی شب بین ہی ہیں۔ کہو بھی۔ ذری جی بھلے گا۔
اتنے میں دو چار لیون جو سامنے پڑے تھے بی صاحب نے اٹھا لیے
ایک لیون داہنے ہاتھ میں لیا اور دوسرا لیون اسی ہاتھ سے اچھا لا
اور روکا پھیکا اور روکا۔ پندرہ منٹ تک اسی طرح اچھا لا اور
روکا کہیں محفل بھر میں شور تحسین مچا ہوا ہے کہ واہ کیا
تلے ہوئے ہاتھ میں واللہ اس کمال کو تو دیکھیے۔ وہ بولیں
کہ بھلا نواب تم تو اچھا نو جب جانیں کہ نیو کرنے نہ پائے تو
بیچارے نے بھی ایک لیون ہاتھ میں لیا اور دوسرا اچھا لا تو ترے
ناک پر گرا پھر اچھا لا تو کھوپڑی پر کھٹ سے پھراچھا لا تو ناگ
پر پھٹ سے۔ تب تو بھلا کر نواب نے لیون پھینک دیے۔

(-) ماشاء اللہ سے کتنے برق دم ہیں آپ۔

نواب۔ ہم کیا کچھ۔

(-) بس جاؤ بھی جی۔

نواب۔ اور یہ انگلی میں کپڑا کیسا بندھا ہے۔

(-) بوجھو۔ دیکھیں کتنی عقل ہے۔

نواب۔ شان خدا۔ اے اس میں شکل ہی کیا ہے۔ چھ لیاں
کترتی ہوگی۔

(-) ہاں وہ خون کے شرابے ہے کہ توبہ بین نے پانی ڈالا اور

کھڑا ہاتھ دیا۔ اب کبھی جھالیان نہ کرتے تھے۔ واللہ قسم کھاتے تھے۔
مصاحب۔ حضور آج اس شہر میں انسی دوسری (دہائی) ہیں
ہنس کچھ خلیق خندہ پیشانی۔

نواب۔ جھلا کبھی نواب (دہائی) کے بھی ہاں جاتی ہوں سچ کہتا
(دہائی) علی کی سنوارا نیر۔ نواب۔ تو جھلا خیر جرح کر کے اللہ میان کے
گھر سے پھرتے ہیں۔ اس منحوس سے کوئی اتنا تو پوچھے کہ آپ
کمان کے ایسے بڑے مولوی بن بیٹھے۔

نواب۔ جی، بجا ہی جو آپ کو نہ بلائے وہ منحوس ہوا۔
(دہائی) بلائے! بلائے! یا سری ٹیک کرے جسکو غرض ہوگی آپ ہی دوتا
آجکال تے میں میان آزاد اور خوبی دہان سے چھپت ہوئے۔
آزاد۔ خوبی بھی آج تو طبیعت کچھ بے لطف ہے اعضا شکنی
ہو چکی اب جان شکنی ہو۔

خوبی۔ آپ سے تو کہتے کہتے مرے کہ ابھی بے احتیاطی نہ کیجئے
تبرید پیتے جائے مگر آپ نے نہ مانا نہ مانا۔ اگر آپ تبرید کا استعمال
کرتے جاتے تو آخر جرح ہی کیا تھا مگر تم سنتے کسی ہو۔

آزاد۔ یا رانگھین جلتی ہیں۔

خوبی۔ بخار کی آمد و پس ب سورہیے لاول دلاؤۃ۔ مجھے
خون ہو کہ میا و بیماری بڑھ جاوے اور طول کھینچے تو پھر غضب ہی
ہو جاوے۔ لاول خاصے اچھے ہو گئے۔ مگر وہ اسی بے احتیاطی
سے یہ نوبت پہونچائی پھر خود کردہ راجہ علاج۔

آزاد۔ کسی حکیم کو بلائے۔

خوبی۔ ابھی حکیم کیا کرے گا۔ اب دو تو کمین کل نیچے گا۔
پھر حکیم کو کیوں بلواتے ہو ابھی سے مگر ابکی ایسا نہ کرنا کہ صبح کو
حکیم شام کو بیدر۔ دوپہر کو ڈاکٹر۔ ابھی بھی جنسی باتیں میں سب حماقت
کی اور جلد بازی کا آپ پر خاتمہ ہو پس۔

آزاد۔ کل نواب کے یہاں تو بڑی دل لگی رہی۔ اور آپ کچھ
سمجھ بھی یہ ڈگری وہی تھی جو روشن علی خرید کر لائے تھے۔
معلوم ہوتا ہے فتن بھی ترسے خرید ہی لیا۔

خوبی۔ ہونو۔ یہ کون بڑی بات ای جی اسی میں تو لے لے نواب
کار و پیہر خیر ہوتا ہے۔ انکی محبت میں جب بیٹھے خوب گپ اڑا
اور جھوٹا اس قدر بولے کہ زمین اور آسمان کے قلابے ملائے
اور بات بات پر خوشامد کرے۔ مگر شکل اتنی ہو کہ مصاحبوں کے ہر دم
عمدہ برا کیونکر ہو چلے غور بھرے ہوئے بات ہوئی اور چٹلی
کھائی اور رئیس کے مزاج کو براہم کر دیا۔ جمنافرا طیر سی کھیرے
اور جو جم کے تو دونوں وقت پلاؤ اور باقر خانی اور شیر مال اور
پراٹھے اور کباب اور قورما اور دو پیازہ اور مرماے لذیذ چکھے اور
دنڈائیے اور جوریس کے مزاج میں زیادہ دخیل ہوئے تو پھر تو
یو بارہ ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے لوٹے اور سونے کی آستینیں ہوا کر
صند دے میں رکھ چھوڑے لیکن حضرت واللہ ہر کر ایسے مال کو
رہتے نہ دیکھا معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کدھر آیا کدھر گیا پس دھر آیا
اُدھر صفایا۔ مال حرام بود بجاے حرام رفت۔

آزاد۔ ہاں میں تو بھول ہی گیا تھا۔ خوب یاد آیا۔ یہ کل آپ نے
نواب کے یہاں تو ہم کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ اور میں اسوقت
خاموش تم نے آزاد کا نام لے لے کر وہ سنائیں کہ میں جھلا
جھلا کر رہ گیا لے اب اسوقت چھوٹ۔ آپ کو۔

خوبی۔ واہ! اٹھنے کی توطاقت ہی نہیں آپ کو اور خرم دم یہ کہ
چھوٹا اور بھائی نوابوں کی محبت میں ایسی ہی باتیں کرنی چاہیں
مجھے اپنی خوب تعریف کرے۔

آزاد۔ لاول دلاؤۃ۔ ایسی محبت پر تین حرف۔ کیا بھونڈی
باتیں ہوتی تھیں اس لوٹے نے کیسی بے نقطہ صافی ہیں کہ تو بہ

یہ نواب بھی بالکل چنگا ہی رہے۔

خوجی اور نہیں تو کیا ترے چونچ۔

آزاد۔ خدا کرے یہ رئیس زادے پڑھ لکھ مہذب اور متین فہمیدہ اور سنجیدہ ہو جائیں۔

خوجی۔ ارے خدا کرے بھائی یہ تو جاہل ہی ہیں تو اچھا دانشور جو کہیں پڑھ لکھ جائیں تو پھرتے بھلے مانسون کی پرورش کون کرے۔

آزاد۔ جی بجا ہی جھوٹ بولنے والے خوشامد کرنیوالے بے ایمان دنیا باز جلسا از تو مزے اڑائیں اور علماء و فضلا و مکملات جو تیان چٹائیں بس لب ہکمونیندا آتی ہر ذرا سونے دو۔

دوسرے دن گل آزادی کے رنگ دبو۔ بذلہ پنج لطیفہ گو میان آزاد فرخ نناد اور انکے شفیق با تحقیق میان خوجی خانہ بزم پھر نواب قمر کا ب کی محفل عشرت منزل میں شریک ہو گیا میان آزاد کو تودل سے لگی تھی کہ ترکی جائیں اور انکے دشمنوں کو غیبا دکھائیں۔ مجیدی منہ لٹکائیں اور سرخ رو ہو کر واپس آئیں اور

بیت ملائک نظر فریب عدوے صبر و شکیب خانوں مہ لقا پیاری حسن آرا کو بیاہیں۔ لیکن طبیعت کا اضحیٰ اور جرمی کے اشتعال نے ٹنگڑی لی۔ سوچے کہ خیر۔ ادھر چلے ہوئے ادھر روانہ باشند اور کھٹ سے داخل منزل مقصود۔ اور ترط سے

شبدیز سبک خیز کی پیٹھ پر سوار۔ اور دن سے داغ دیا۔ یہ مارا۔

وہ مارا یہ لیا وہ لیا۔ ادھر چپھوڑے۔ ادھر دھڑکے۔ بس

میدان کارزار ہوا در میان آزاد کی تلوار تیغ خوش غلاف چلے

توپرے کے پرے صاف ہو جائیں۔ خوجی اپنی اور ہی وین میں

تھے۔ وہ افیون اور پوہست ہی کی اوجھڑ بن میں تھے۔ دن رات

یہی فکر ہر دم ہی ذکر کہ بار خدایا وہاں افیم ملے گی یا نہیں۔

چین تو وہاں سے قریب ہی پھر کیا چینی افیم دستیاب نہوگی۔

راوی۔ ماشاء اللہ اس واقفیت کے صدرے اس جزافہ لانی

کے قربان میان خوجی علاوہ کشف و کمالات مورخ بھی بے

بدل ہیں خدا عین الکمال کے اثرے مصون رکھے آئیں یہ کیا دور کی

سوچھی ہو۔ کہنے لگے چین تو ترکی کے پڑوس ہی ہو۔ کیا ہمسایہ

کی افیون نہ ملے گی تمھو دھور کھئے مل گئی۔ کجا چین کجا روم قریب

ہونے کی ایک ہی کمی ان کو بس افیون سے سروکار ہے۔

مذہب کا جوش نہ خروش بس ایک افیونی اور دوسرے

چاند ڈنوش (یعنی دھوان تک بی جائیں) بلکہ اسی تک پھوڑیں

خیر دونوں کے دونوں ذابطا ملا کی کوٹھی پر بہادرین پہونچے اور

علیک سلیک کے بعد ادب کے ساتھ بیٹھے۔ خوجی نے تو

بیٹھے ہی مفاض زبان سے جامہ سکوت کو کترا شروع کیا۔

خوجی۔ حق تعالیٰ ایسے رئیس باوقار کو سلامت اور باکرمات

مصابین دباؤ از بلند آئیں تم آئیں۔

خوجی۔ کیوں پیرو مشد۔ آج کچھ چل پھل نہیں ہو۔

مصاحب چل پھل ہی کی آپ کو سوچتی ہے چل پھل کیا

خاک ہو ایک ساخہ جگر دوز ہو گیا۔

خوجی۔ اکی خیر راتھی خیر بھی بڑی بڑی سنائی۔ خداوند انجام

بخیر کرنا۔ پائون تلے سے مٹی گل گئی (آہستہ سے) کچھ حال

تو کیے خیریت تو ہو۔

آزاد۔ خدا خیر کرے۔ حضرت کچھ تو فرمائیے۔

نواب۔ کیا عرض کروں۔ بس کچھ پوچھئے نہ جب دن پرے

ہوتے ہیں تو ہر چار طرف سے بڑی ہی بڑی باتیں سننے لگی ہیں

ابھی اٹھواریے کا عرصہ ہوا کہ گھڑیں وضع حمل ہو گیا۔ ایک مصیبت

آزاد۔ پھر یہ آپ کیا فرماتے کیا ہیں۔ پیرو مشد وضع حمل

ہونا بھی کیا خدا خواستہ کچھ بڑی بات ہے۔ اجمی وضع حمل کے معنی لڑکا پیدا ہونا۔ شکوے معالیٰ سین اگر فرزند دلہند تولد ہوا تو رہے نصیب جشن کیجئے۔ یہ افسوس آپ کیسا ظاہر کر رہے ہیں معقول کہنے لگے وضع حمل ایک مصیبت اچھی مصیبت ہے۔ مصاحب ہمارے حضور کا منشا اسقاط حمل سے تھا۔ آپ سمجھے نہیں۔

راوی۔ کیا خوب واہ نواب صاحب۔ کیونکہ نہ ہو۔ اسقاط حمل اور وضع حمل ہی میں آجنگ حضور کو فرق نہ معلوم ہوا۔ لا حول ولا قوۃ کیا خاصی مصیبت بتائی ہو کہ کھر میں وضع حمل ہو گیا۔ والدہ پچھڑ کا دیا بھی اب تو ہنسی ضبط نہیں ہوتی اور طرہ اسپر کہ مصاحب نے اسپر در بھی جلادے دی۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضور کا منشا اسقاط حمل سے تھا۔ سبحان اللہ اچھا منشا ہے کیے کچھ منشا کچھ ہو۔ اور اُلٹے میان آزاد ہی کو لکھارتے ہیں کہ آپ سمجھے نہیں بجا ارشاد ہوا پیر و مرشد۔ وہ ایسے ہی نا سمجھ ہیں وانا اور جالینوس تو بس ایک آپ کے نواب دوسرے انکے مصاحبین منخوس۔

رفیق۔ آزاد کی طرف مخاطب ہو کر اجمی وضع حمل بھی کہتے ہیں شیخ لکھ گیا ہے۔

راوی۔ ایک نہ شدہ دوشد۔ نواب صاحب تو اسقاط حمل کو وضع حمل بتایا۔ مصاحب الدولہ بہادر نے آزاد کو نا سمجھ بتایا۔ اور رفیق بولے کہ اجمی وضع حمل بھی کہتے ہیں۔ اس مردک سے کوئی اتنا تو بوجھ کہ تلفظ تک تو درست ہی نہیں تیرا وضع کو تو وضع کہتا ہے شیخ رئیس بیچارے کو کیوں بدنام اور مطعون کرتا کہ لکھواہ ری جالال کی کس پھرتی سے زبان چلتی ہے۔ زبان کیا بیگو کا یا بڑی اور کسی جلدی جھٹ پٹ شیخ کا حوالہ بھی دے دیا۔ لا حول

ولا قوۃ۔ اس خوشامد کی دم میں موٹا سا رستا۔ آزاد۔ ہاں پیر و مرشد فرمائیے تو خدا نا کردہ کیا رنج نصیب ہوا کہ عیش و عشرت کی محفل میں وہ چل پھل ہی نہیں۔ وہ رونق ہی نہیں۔ وہ جو بن ہی نہیں چھپا چھم کی آواز کان میں نہیں آتی وہ تھکے کیا ہوئے وہ چھپے کیا ہوئے۔ مصاحب بگبلوں کی طرح چمکتے تھے دیوار دور مہکتے تھے ہم تو دو گھڑی اب کی صحبت میں دل بہلانے آئے تھے مگر دیکھا تو محفل خرم خاموشی جیسے چپ تغیر نکلنے والا ہے۔ ہر سمت سناٹا پڑا ہوا ہے۔ نواب۔ (اے سر کھینچ کر خاموش ہو رہے۔) مصاحب۔ (انسردگی کی صورت بنائے ہوئے گردن۔ جھجکائے ہوئے۔)

رفیق۔ (سر کھینچ چپ چاپ بیٹھے ہوئے افسوس کر رہے ہیں گرام مچا ہوا ہو کہ بھی غل غپاٹا کبھی لب بند۔) اتنے میں ایک صاحب بولے تھے کہ حضرت کیا عرض کریں بس کچھ پوچھیے نہ آج تو بڑا سا خندہ ہوش رہا ہو گیا۔ ایک مینڈھا مگر کیا کیسا تیار تھا کہ میں کیا کھوں۔ گینڈا بنا ہوا۔ مصاحب واہ کیا بھونٹی تعریف کی ہے کہنے لگے گینڈا بنا ہوا ای یوں نہیں کہتے کہ گینڈے کو ٹکرا دیتا تو قبیلہ کر کے نوک دم۔ بھاگتا پٹا توڑ۔ ایک دفعہ میں اپنے ساتھ عیش باغ لے گیا۔ وہاں دو چار آدمی مینڈھے لیے کھڑے تھے ہفتے کا دن سادان کا مینڈا۔ میلہ جما ہوا۔ ساقون کی دکانوں پر دھوان دھار چلمیں اڑ رہی ہیں ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے۔ اتنے میں ایک راجہ صاحب پانچے پر سوار ہوئے کروڑ سے آ رہے تھے اور غبار درگاہ مینڈھے کو عین سڑک پر لیے ہوئے ڈٹے کھڑے ہیں۔ اتنے میں خاص بہادر نے لکھاراکہ ہٹا کر کی کو سامنے سے بھائی پچ

انکا کتنا تھا کہ میرا چہرہ مارے غصہ کے تھماتے لگا۔ آگ ہی تو ہو گیا میں نے پوچھا کہ کیا کہا بھی پھر تو کہنا۔ خاص بردار ایک جی ہاں دے ہوئے دو پائیوں پر چڑھائے ہوئے وہ کسی سننا ہی آنکھیں نیلی پیلی کر کے کتا کیا ہو ہٹا بکری کو سامنے سے سواری آتی ہے تب تو قبلہ رگ ہاشمی جوش زن ہوئی۔ اور میں نے بیٹھ کر کو لٹکا تو ایک دفعہ ہی بلا کی طرح جھپٹ کر ہاتھی کی مشک پر ایک ٹکر لگائی کھٹاک۔ وہ آواز آئی کہ جیسے کوئی تناور درخت ارار کر زمین پر آ رہا۔ بندر تو آپ جانے عیش باغ میں ڈال ڈال لگے چیخے۔ بندر یائین بچوں کو چھاتی سے لگائے وہک رہیں۔ بندر اور بڑے بڑے جھادری بندرون نے کھین بند کر لیں تو وجہ کیا انکو بندھے پر بھڑپے کا دھوکا ہوا۔

خوجی قطع کلام ہوتا ہی آپ کا بندھے کو بھڑپا سمجھے مگر اللہ آپ کو بے دم کا لنگور سمجھے ہوئے جب ہی آنکھیں بند کر کے چُپ چاپ بیٹھ رہے تہ بہ تقدیر۔

مخمل بھر یہ لطیفہ سکر لٹنے لگی۔ اور مصاحب الدولہ نے بھی تعریف کی کہ بھی خوب کہی اور بھر داستان یون شروع کی۔ بس حضرت سلامت۔ ایک ٹکر لگا کر بیچے ہٹا اور بیٹھے ہی ڈپٹا اور بدن کو تول کر ایک دفعہ ہی طرارہ جو بھرتا ہی تو پھر تنک پر ایک در ایک دو ٹکڑیں لگائیں اور بھر بھر تو اچک کر فیلبان کے لٹھے پر ایک ٹکر لگائی مگر آہستہ سے۔ اس تہیز کو دیکھے گا۔

سمجھا کہ ان میں ہاتھی کا ساز در کمان۔ یہ انسان ضعیف البنیان لہذا آہستہ سے ٹکر لگائی کہ کورے نہ بچیں۔ مگر راجہ کا ادب کیا۔ اب میں لاکھ لاکھ زور کرتا ہوں وہ سننا کسی پر غصہ آیا سو آیا جیسے بھوت سر پر سوار ہو گیا۔ چھڑکے پھر لپکا اور ایک دو تین چار بس خدا جانے کتنی ٹکڑیں لگائیں کہ ہاتھ بولا گیا اور چنگھ اڑ کر

تو کہم بھاگاہ جادہ جا۔ آدمی پر آدمی گرتا ہی آپ جانے پاٹھکا بکڑا کچھنسی ٹھٹھا تو ہی نہیں۔ تو قبلہ وہ بندھا آج صبح کو جل بسا مصاحبین۔ نانا لہ وانا الیہ راجون۔

مصاحبین نے راجون کے عین کو قرأت کے ساتھ ادا کیا مگر خدا جھوٹ نہ بلوائے ایک کو بھی (نانا لہ وانا الیہ راجون) کے معنی نہیں معلوم ہیں پڑھنے کے اس طرح گویا پڑھنے عربی داپن آزاد کمال افسوس ہوا۔

خوجی۔ افسوس۔ سن شریف کیا تھا۔

نواب۔ اے ابھی بچ تھا۔ جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش مگر داغ حسرت دے گیا۔

مصاحب۔ حضورہ آپکا دشمن تھا دوست نہ تھا۔
نواب۔ ارے بھائی کسا دوست کیا دشمن اُس بیچارے کا کیا قصور۔ از دست اجل بے جگر پا خون شدہ
خوجی۔ حق ہے۔

کس آمدان جہان کہ تائیم اندا کا حال مسافران عالم چون شد

نواب۔ وہ تو اچھا کیا ملو سب کو جیتے جی مار ڈالا۔
آزاد۔ عرض کروں پیر و مرشد یہ عالم کون و فساد ہو اس دنیا کے دون سے جو گیا اچھا گیا۔ مگر جوان کی وفات کا سخت رنج اور اس کے انتقال کا بڑا ہی ملال ہوتا ہے۔ ع۔ ابن تم سخت است کہ گو بند جوان مردہ

مصاحب۔ اور بھر جوان بھی کیسے کہ ہونہار۔ ہاتھ مل کے رہ گئے یا۔ کیا کرین کچھ بس چلتا ہو۔

آزاد عارضہ کیا تھا۔

رفیق۔ اے عارضہ کیا بتائیں۔ بس قسمت ہی پھوٹ گئی۔

مصاحب۔ مگر کیا وفات پائی ہے۔ رمضان المبارک شبیں

کروج بہشت میں ہوگی۔ طوبی کے تھے جو گھانس پر وہ چر رہے ہو گئے کیا نیک مخلوق تھا مگر انہوں نے۔

انے میں ایک مہری گلبدن کا لنگا جس میں اٹھ اٹھ انگل گھومتی تھی پھر کاتی ہوتی اور گلابی دوپٹے کو چمکاتی ہوتی انہیں نور نواب صاحب کے کان میں جھجکا کر کہا کہ بیگم صاحب ذری حضور کو بلاتی ہیں۔ کہا کہ ابھی ابھی آئیے کچھ ضروری بات کہنی ہے۔ نواب۔ اللہ اللہ یہ نادری حکم۔ اچھا صاحب چلیے۔ یونان تو بیگم اور مہری دونوں سے ڈرتے ہیں۔

نواب صاحب محل میں داخل ہوئے تو بیگم صاحب نے خوب ہی اڑے ہاتھوں لیا اور جھگو جھگو کر گلائیں (زربانی داخلہ) ادھر انہوں نے دہلیز میں قدم رکھا اور وہ پلچ پلچ جی کہ باہر تک آواز آئی بیگم صاحب آدھین کہنی ہوں آخرش یہ زار زالی کسی پر کہاں کی ایسی مصیبت خدا نا کردہ بڑی کہ تم ٹھنڈی سانسین بھرتے ہو مینڈھے گھوڑے مراہی کرتے ہیں۔ آج سواکل دوسرا دن ایسی عقل پر ٹپکی پڑ جاے تو موے جانور کی جان کو رو رہے ہیں واہ رے آپکے شہور (شعور) دن پہ دن عقل کو دیکھ چلے ٹھانی ہو اور ان محنت خوروں نے اور بھی آپ کو چنگ پر چڑھایا۔ اللہ سون اگر آپ نے رنج و غم کیا تو ہم زمین و آسمان ایک کر دیں گے۔ بیکار بیکار غصہ پھیلا نا (آخر وہ مینڈھا کوئی آپ کا بس اب کیا کہوں کیا۔ بھگی بلی بنے غطر غطر سن رہے ہو۔

نواب بھگی بلی بنے غطر غطر سنا کیے اور جب بیوی خوب اڑے ہاتھوں لے چکیں تو انکے سر کے چھپکے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا ہر سر کی قسم اب ہم اسکا ذکر بھی نہ کریں گے جب آپ کی بلی مر گئی تھی تو آپ نے کیوں دن بھر کھانا نہیں کھایا تھا اور بھڑم نے آپ کو منایا تھا اور قسین دے دے کر کھانا کھلوا یا تھا اور بڑے تکلف سے

آپ نے نعمہ اٹھایا تھا۔ اب ہمارے داؤن آپ غراتی ہیں۔ مصاحب در پرے کے پاس سے) واہ حضور بلی کے لیے غراتا بھی کیا خوب واللہ ضلع جگت سے تو کوئی فقرہ آپ کا خالی ہی نہیں ہوتا۔

بیگم۔ دیکھو ان موے مستند دن محنت خوردن کو منع کر دو۔ ڈیوڑھی پہن نہ آتے پائین۔

دربان نے جواتی شہ پائی۔ تو ایک ڈانٹ بتائی بس جی سنا چلتے پھرتے نظر آؤ ٹھنڈی ٹھنڈی ہو لکھاؤ۔ اب ڈیوڑھی پر کتکا نام لیا تو تم جانو گے بیگم صاحب ہم پر خفا ہوتی ہیں۔ تمھاری گرہ سے کیا جائے گا۔ ہم سپاہی آدمی ہماری نوکری کا خون ہی ہو جائے گا۔ مصاحب بھی بڑے زبان دراز اور تیکھے آدمی تھے۔ سپاہی سے تو کچھ نہ بولے مگر بڑھاتے ہوئے چلے اور مصاحب نے پوچھا کہ کیوں بھی کیوں اسوقت ناک بھون کیوں چڑھاؤ۔ غیر تو ہی بولے کہ ابھی کیا کہیں ہمارے نواب تو بس موم کی ناک چھپا کے باواہی رہے۔ بیوی نے ڈبٹ لیا زن مرید ہیں جی۔ آبرو سے ہمت مردانہ کا خیال ہی نہیں عورت ذات اور بچہ چرو اور اٹھی دھکیان دے اور ڈاڑھی مٹھو والے ہو کر چپ چاپ سنا کریں دیکھو جو کہیں میری بیوی کہتی تو گلابی گھونٹ ڈالتا یہاں ناک پر کھینک تو بیٹھنے ہی نہیں دیتے اسوقت نواب کو لکار رہی تھیں اور خضرے لکھار رہی تھیں اتنے میں نواب بیچارے بوسے کہ میں نے اپنے مینڈھے کی وفات کا جو اتنا رنج کیا تو کیا کناہ ہوا تھا ہری بلی مری تھی تو تم نے نہیں جھڑپ کیا تھا پھر اب کیوں غراتی ہو۔ اسپر میں نے کہا کہ واہ حضور بلی کے لیے غراتا بھی کتنا برجستہ لطیفہ ہو بس قبلہ پھر تو اللہ دے اور تیرہ لے۔ انکو چھوڑ چھوڑ پلچ پلچ اور کہا ڈیوڑھی سے اسکو نکال دو۔ اور نواب گرہ مسکین بنے ہوئے

مجبب چاپ کھڑے ہیں یہ نہ کہا کہ ہمارے رفیق ہیں مرنے کٹنے والے آدمی جہاں ہمارا پسینا گرے وہاں یہ خون گرائیں اور لہو کی ندیاں بہائیں۔

راوی۔ واہ سب زبانی داخلہ لہو کی ندیاں بہانے والے جیوٹ کے آدمی آقا کے خیر خواہ ابھی آپ نے دیکھے ہی نہیں اس نمک حرامی پر خدا کی مار کہ تم پھر تو تعریف کریں اور پٹھیں پٹھیں نواب اور بیگم دونوں کو صلواتیں سنائیں۔ کسی کو گریہ مسکین بنائیں کسی کو رن مرید بنائیں۔ لاحول ولاقوۃ۔ اس بے شکے بین کو ملاحظہ فرمائیے کہ پردے کے پاس زنا فی ڈیوڑھی میں جا کر نواب صاحب کے لطیفے کی تعریف کرتے ہیں اور باوازل بند داو دیتے ہیں کہ واہ حضور بلی کے لیے عزنا خوب برجستہ فرمایا اس جگت بازی کے حدتے پھر فرمائیے بیگم صاحب برامین یا نہ نائین سوہ نواب کی طرح دشمن عقل تو ہیں نہیں کچھ انکو تو ان مصاحبوں کے نام سے نفرت ہے۔ جب یہ زنا فی ڈیوڑھی پر جا کر لطیفوں کی تعریف کریں تو انکو برا معلوم ہو یا نہ ہو۔

آزاد بھی غصہ کو تھوک دو غصہ حرام ہوتا ہے۔ انکی بیوی ہیں وہ چاہے کھڑکیاں سنیں۔ چاہے جھڑکیاں سمیں۔ آپ بیچ میں بونے والے کون۔ اور پھر جسکا کھاتے ہو اسی کو بے نقط سناتے ہو۔ لاحول ولاقوۃ۔ اس لیاقت کے قربان اور با اہم یہ دعویٰ کہ ہم نمک حلال اور کٹ مرنے والے لوگ ہیں۔ اتنے میں نواب صاحب اندر سے تشریف لائے اور مصاحبوں نے استاد ہو کر سرقہ تعلیم کی۔ ہمدون کے دربار میں چائے پکا ایک دشمن سیکڑوں خیل خور۔ ہر دم بھی فکر رہتی ہو کہ ایک دوسرے کی خچلی کھائیں اور سب کو ایس دربار سے نکلوائیں خود بددلت جم جائیں۔ داروغہ کی پائیں۔ اور چوڑی ہڈی ہم نظر آئیں۔

مصاحب لدولہ چپردے کے پاس سے گالیان دیتے ہو آئے تو دو مصاحبوں (حافظ جی اور میان ندرت) نے باہم صلاح کی کہ آج نواب برآمد ہوں تو اسکی خچلی کھائیں اور اسکو کھڑے کھڑے نکلوائیں۔ دونوں نے دل میں ٹھان لی کہ خوب شیشے چڑھائیے اور نواب کو بھر دیں گے۔ نواب کو جاتے دیکھا تو چلا کر کہنے لگے۔ حافظ جی۔ میں ابھی خدا یا رخاں نہ اُن صاحب کا نام تھا خزانہ ڈیوڑھی سے نکالے گئے تھے میں ابھی خدا یا رخاں بس اب جو کوئی کلمہ کہا تو ہم سے نہ بنے گی جسکا کھائے اسی کا گائے نہ کہ جسکا کھائے اُسکو بے نقط سنائے نواب صاحب کو چاہے آپ پٹھیں پٹھیں زن مرید بنائیں چاہے گریہ مسکین کہیں مگر خردار جو کج سے بیگم صاحب کی شان میں کوئی نام لائے گا کہ کھاتا تو خون ہی پی لوں گا۔

نواب۔ (چوکتا ہو کر) کیا۔

حافظ جی۔ کچھ نہیں حضور خیریت ہے۔

نواب۔ نہیں کیا معنی کچھ تو ضرور ہے۔

میان ندرت۔ تو چھپاتے کیوں ہو سرکار سے صاف صاف کیوں نہیں کہتے۔ حضور بات یہ ہو کہ میان خدا یا رخاں چاہے کچھ حضور ہی کی ہو کیا کرتے ہیں لکھ لکھ سمجھایا کہ یہ بری بات ہے میان لکھ بھائی لکھ بیٹا باد لکھ پٹھو جوڑ کر ہر طرح سمجھایا مگر یہ تو لاتون کے آدمی ہیں باتون سے کب مانتے ہیں ہم بھی چپکے ہو رہتے تھے کہ کبھی خچلی کون کھائے مگر آج زنا فی ڈیوڑھی سے حضور بس کیا کہوں۔ اب اور نہ کہو ایسے۔

نواب۔ انکو ہم نے موقوف کر دیا۔

معشوق رنگین ادا مس در جینا کا حسن و جمال اور نواب فرخ نہاد و میان آزاد کا شوق وصال

بیاساتی کہ شوق صحبت یار | علم را بچون برداشت از کار

بدہ جائے کہ چون چشم کشاید
نگاہم بر جمال دوست آید
بدہ جائے کہ کردم بحسب بابا
شکار چشم آہوے بہر جا

ادھر فوجی نے ڈبل صبح بجایا اور عامل روز نے تخت زمین پر
بصد کرو فرجوس فرمایا۔ ادھر نواب نامدار فلک اقتدار کے
رفقائے سلیقہ شعار نے بنم طرب کو دھن کی طرح آراستہ کیا۔
خود بدولت نے ایک مسند زرنگار انتخاب روزگار پر تشریف
شریف ارزانی فرمائی مصاحبوں اور رفیقوں نے اغنیاں بین
بائیں فرش مکلف پر جگہ پائی۔ اتنے میں میان آزاد اور نئے رفیق
خانہ بریاد میان خوجی بھی تشریف لائے۔ دیکھتے ہی رفقا بول اٹھے کہ آئے
نواب۔ یہ آئے آئے کیا معنی۔ محفول! کیا ہولی مقرر کی ہو یہ
رنگ ہمیں پسند نہیں۔

مصاحب۔ قربان جادون حضور میان خوجی ہنگوٹی ہی میں
بھاگ کھیلنے ہیں۔ مگر لاکھ پاڑ پڑ پڑتے ہیں۔ یاروں کی بھتیجی کا جواب
نہیں دے سکتے۔ ہم تو ضلع جگت کے بادشاہ ہیں نہ۔

خوجی۔ ساجی آپ ہولی کے بادشاہ سہی۔
نواب۔ بھئی خوب کہی دانند خوب کہی۔

رفقا۔ ہان پرو مشد۔ دانند کیا جڑتہ سوچھی ہر میان فہری
خوجی کے ڈنچہ مل دینا۔ واہ استاد۔ آج اس جگت بازی کے
فن میں بکے ہو دانند۔

مصاحب۔ بکے کا ہے کو بلکہ بچکے۔

نواب۔ یہ کیا بے تکی اڑائی۔ یہ کیا بھونڈی ہانک لگائی بکے
توپکے۔ یہ بچکے کیا معنی۔

مصاحب۔ اسے پرو مشد ہولی کے لیے بچکے۔

نواب۔ لاجل ولا قوہ بے تکی بھونڈی۔

مصاحبین۔ بجا پرو خداوند۔ بالکل بے تکی محض بھونڈی بات

انہیں بات کرنی عمر بھر نہ آئے گی بے پر کی اڑانا خوب جانے
ہیں۔ دو گز اڑے اور تڑ سے زمین پر آدھی کیا گئی ہو۔

راوی۔ بھئی ان ہان میں ہان ملانے والوں کا بیان قدم لے
نواب نے ذرا کسی کی تعریف کی اور یہ لے دوڑے۔ آسمان پر
چڑھا دیا اور ذرا کسی کی بھو کی اور انھوں نے تحت الثریٰ کو
سپونچا دیا دانند کیا چڑھا و اتار ہو۔ آدمی کیا ستار ہو۔ ذرا کان۔
کیسے بھڑ دل لگی دیکھیے۔ رفقا میں باہم نزل قافیہ اڑی ہاتھا
کہ میان مگر گشت وارد ہوے۔ آئے ہی زمین دوز ہو کر ایک
فراخی سلام کیا اور یوں گویا ہوے۔

مگر گشت۔ خداوند آج خوب سیر سپاٹا کیا۔ رہ نور اور
جہانیمان جہان گشت تو پھر آپ جانے بندہ ہی ہر فلک سیر
آج اتنا گھوما کہ ٹانگوں کے یا بوی کا بچیان درد کرنے لگیں۔
کوئی علاج بتائیے۔

مصاحب۔ گھاس کھائیے۔ یا کسی سا لوتری کے پاس جائیے
یا علاج الموشی ملاحظہ فرمائیے۔

نواب۔ خوب یا بوی کھاس لے در سا لوتری اور موشی
العلاج کی اچھی کہی۔

راوی۔ انھوں نے تو خیر اچھی کہی یا بھک مارا مگر حضور نے البتہ
خوب کہی۔ علاج الموشی تو یاد نہ رہا کہنے لگے موشی العلاج

واہ ری لیاقت۔ واہ بانو کیا داد دی ہے۔ میں اب یہ بانو کیا معنی
نواب میں یا بانو۔ ساجی انھوں نے علاج الموشی کو اکٹ کر اور

موشی العلاج کہا۔ ہم نے نواب کو اکٹ کر بانو کیا تو کیا گناہ کیا
بیچ کیے گا۔ کیا اکٹ پھیرا ہو۔

نواب۔ کوئی تازہ تازہ نو بنو خرنائیے باسی نہ ہو۔ گرا مگر۔
مگر گشت۔ وہ روایت سنائیں کہ محفل بھر کو ٹاؤن۔

رکھل کھلا کر کھینچے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
راوی افسانہ رنگین بیان
نقل کند کز بے سامان کار
نقد فرومایہ بانہر شان
شاد و شکستہ ہمہ بایک دگر
از مرغ شان نور سحابت عیان
بہت عصا رہ طبع سلیم
طوطی پر خیتہ یعنی زبان
قافلہ آمدہ بلغ و ہزار
جنس صباحت ہمگی ہار شان
خندہ ہر یک چو گل از روئے زر
بر سر شان ہال ہما سائبان

حضور کسی ولایت میں سواد سے چند نوجوانان پری زاد شکستہ
و شاد آئی ہیں جنہوں میں وہ بصدنا زواندار متکلم اور ارد گرد اور
سیکڑوں تماشائی ہیں۔ یہاں کہ ٹھیکر میں ناچتی ہیں اور ایک ایک قسم
اور ایک ایک ٹھوکر میں دل عشاق با یکمال کرتی ہیں ان میں
سے ایک محبوب چارہ سالہ جودن سے نکل گئی تیس میری
جان تن سے سن سے نکل گئی۔

نواب۔ اور فرد کش کہاں ہیں۔

مشرکشت۔ اہو ہو ہو پس یہ نہ پوچھیے۔

سلیہ فگن خمیہ از ہر کنار | بر طرف دشت چو ابر بہار

نواب۔ بجلا تماشاک سے شروع ہوگا۔ اسوقت تو بس
یہ نقشہ ہو کہ۔

دہنہما عشق از دیدار خیزد | بساکین دولت از گفتار خیزد

مشرکشت۔ بس آج شام کو نوبے سے حضور قابل دیدی
بلکہ دیدہ ہو نہ شنیدہ ہو۔

مصاحب سب کو دکھائیے گا اکیلے اکیلے مرے لڑنا تھا
نہیں سہ۔ بہار دیتی نہیں سیر وستان تنہا۔

خدایا رخاں۔ حضور فردی وادخواہ جو کل خداوند نعمت
نے برطرفی کا حکم سنایا۔ آج میری جود نے مجھ کو طلاق دیدی

روٹی کا نہ کپڑے کا سیت نیست کا بھڑا۔

آزاد۔ پیر و مرشدانہ نظر رحم فرمائیے۔ نوکری کی نوکری گئی اور
بیوی کی بیوی۔

نواب۔ حافظ جی ادھر آؤ میان ندرت کو بلاؤ کل حال
ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔

میان ندرت حضور۔ کہا کہ نواب تو نہ بچیا کے تادی ہی۔
ہین زن مرید۔ اور بیک صاحب کو اس نابکار نے وہ باتیں کہیں

کہ بس کچھ نہ پوچھیے نقل کھر کھر نہا شد عجب نامعقول آدمی
ہے مرد و آنگو یقین نہ آئے تو اسے پوچھ بیٹھیے۔

نواب۔ میان آزاد سے (کیون حضرت سچ کہتا ہے آپ نے
کیا سنا۔

آزاد۔ بندہ بددراپ جانے دیجئے تصور ہوا میں نے سمجھا دیا کہ
حافظ جی یہ بیچارے تو ابھی سمجھا ہی رہے تھے کہ اوگیدی جس

اپنے آقا کے نامدار کو ایسا کہتا ہے اور بیک صاحب کو ایسی ایسی صلا
سناتا ہے کہ اتنے میں حضور برآمد ہوئے۔

نواب۔ حسین علی۔ (خدا شکار) آج سے اگر خدایا کو یہاں آنے
دیا تو تو جانے گا کھڑے کھڑے نکال دو۔ پہرے کے جوانوں سے

کہہ دو کہ خدایا رخاں موقوف۔ پھاٹک میں قدم رکھنے کا حکم نہیں
خدایا رخاں۔ خداوند مجھ سے بھی تو سنیے آج حافظ جی اور

میان ندرت نے دھوکے میں تاڑی پلا دی۔ اور یہی منصوبہ تھا
کہ ٹٹے میں چہرہ ہو تو اسکو کسی لم میں نکلوا دیں۔ سو حضور ان کی

مراد برآئی۔ آپ روشن علی سے پوچھ لیں چاہیں اور میں اس
دور کو چھوڑ کر جاؤنگا کمان حق تعالیٰ آپ کے بال بچوں کو سلا

رکھے یہ سر اور یہ در و رنگار و رنگار و ناگوئے دولت ہو اور
حضور تو پوٹروں کے امیر ہیں مگر چنل خور و نکان بھر دیے

خدا کے غضب کے ذرا دل میں کانپ چلنے کے لئے کھڑے ہیں سناپ
نواب - ہاں یہ بات یوں ہے۔ الغیب عند اللہ چھا حسین علی
پہرے پر نہ کو۔ خبردار خدا یا راج سے ایسی بے ادبی نہ کرتا تم کمال
ہوے مصاحبوں نے غل مچایا اور آسمان سر پر اٹھایا کہ وہ
حضور کیا ترحم ہے۔ ایسے رئیس پیدا کا ہے کو ہوتے ہیں۔ مگر
خدا یا رخاں کو تو انکی بھوی نے بچا لیا۔ نہ وہ طلاق دیتی نہ یہ
ٹوکے ہوتے۔ واللہ جو رد بھی قسموں سے ملتی ہے۔ خیر اس دن تو
یہ گپ شب بھر رہی دوسرے روز شام ہی سے ٹھیکڑ میں جانیکی
تیار بیان ہونے لگیں۔

ٹھیکڑ کی پیری

التماس - اب ہم اپنے ناظرین متین سے پھر معافی مانگتے ہیں
کہ ہمیں ایک فرقہ ناپاک ذکر بیان لانا پڑا افسوس ہے کہ بعض رؤسا
وہ دن پرورد کے گردہ میں ارباب نشاط کی گرم بازاری ہے۔ اور انکی
عقل حلیہ عاقبت اندیشی سے عاری ہے۔

نواب - بھی آبادی جان کو بھی ساتھ لے چلیں گے۔

مصاحبین خیر و ضرر و حضور بے انکے مزا کر رہا ہو جائیگا اسنے
میں فتن گھر گھڑائی ہوئی آئی اور وہ عجب ناز و انداز سے چم چم
کرتی ہوئی اگر سند پر شکن ہوئیں۔

نواب - یادش بخیر اللہ ابھی آپ ہی کا ذکر تھا۔

آبادی جان - تم سے لاکھ دفعہ کہ دیا کہ ہم سے جھوٹ نہ بولا کرو
ہمیں بھی کوئی دہاتن مقرر کیا ہے۔

نواب - ضلکی قسم کھاتے ہیں جلاوتم کو تماشا دکھا لائیں مگر
مردانے کپڑے پہن کر چلے کہ نہ ہماری بے عزتی ہوگی عمامہ
منگو اون سب سامان انکی عنایت سے موجود ہے۔

آبادی جان - تنک کر جو سارے چلنے میں بے آبردی ہے۔

تو سلام (اٹھ کھڑی ہوئیں)۔

نواب - درود پڑے کو دیا کر ہمارا ہی خون ہے جو ایک قدم بھی
آگے بڑھائے۔ ہمیں کو روئے جو روٹھ کر اٹھ جائے۔ عاف ظہی کو
بلاؤ۔ مردانے کپڑے لاؤ۔

راوی - کیا خوب حافظ جی کے تعلق اچھا کام ہوا۔ لا حول لا قوۃ
الغرض صندلی عمامہ زیب سر اور جست انگر کا زیب بڑھ گھٹنا

پھنسا ہوا ٹاٹ بافی بوٹ بچھنا پھلکنا ہوا۔ نواب صاحب اور
بی آبادی جان فتن پر سوار اور رفقا اور مصاحبین کوئی گنجی کوئی
ٹم ٹم کوئی پالکی گاڑی پر لدے ہوئے تماشا گھر میں داخل ہوئے
مگر جلدی اور دشت میں پازیب اتارنا بھول گئے۔ وہاں پہنچے

تو نواب صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ اور رفقا پیچھے پیچھے ساتھ نواب
مقرر کا بے درجہ اول کے دو ٹکٹ لیے اور سر کس میں دن دخل
اب سینے کہ پازیب نے وہ شور مچایا کہ خھگان تہ خاک کو جگایا۔

چم چم چم چم چم۔ اب جمہور اسی طرف دیکھتا ہے۔ ہر فرد شکر کی نظر
نواب اور انکے خوش رو اور توسل پرود دست طہارہ کی جانب ہے
تارٹنے والے تارٹ گئے۔ بھانپنے والے بھانپ گئے۔ نواب صاحب
اگرٹے ہوئے ایک کرسی پر جا ڈٹے اور انکے عنبرین موجدہ ساتھی

نے بھی انکے قوب کی کرسی کو رونق بخشی۔ تو دیکھتے ہیں کہ بہت بڑا
خیمہ نصب ہوا اور اگرچہ۔۔۔

بود شبے چون دل گمراہ سیاہ تیرہ درون چون مزہ شمع نگاہ

گشتہ زبیں ظلمت شب رو کاہ ہچو رخ کاغذ شقی سیاہ

تاہم ہرست جھاڑ اور کنول اور لمب کاہ نور کسج۔ دیکھتے خوش

کرے ارنی گوے اوج طورہ

جملہ فتاویل دے دھمکان | چون دل عاشق شدہ وقع کسان

الہی میسکن نورہ یا کوہ طورہ چکا چوندہ کا عالم تھا بچہ بچہ

ایک میدان اور ارد گرد کوئی دو ہزار کرسیاں خیمہ بھر جگ جگ کر رہا تھا۔ اتنے میں دس بارہ گھوڑے کڑکڑاتے ہوئے جو انان لٹا زمین آئے اور	چلا جاتا تھا۔ اور ایک دی کوڑے سے اُسکو دھکا دیا تھا ایک قسم سے چون آن بہت سب خود رکھ کر وہ عین اداں شد اشک عاشق ہم جلو پر
بل ارنے کی ہوئی جو دیری سبحان اللہ شان تیری ایک نوع و س سرمایہ ناز سرست خوبی سراپا انداز چہارہ سالہ آفت کی پرکالہ۔	دھٹ (مگر ترے زمین پر شہدیر باد رفتار ہوا ہو گیا۔ مگر یہ پرکالہ آتش جھپٹ کر بھڑکھڑ پر سوار۔ اسپر فراطرب سے لیڈ یون اور جنٹلمینوں نے اتنی تالیان بجائیں کہ خیمہ بھر گونج اٹھا۔
نگاہیں ساقی رندان بدنام نر آب تیغ کردہ بادہ در جام بچشم مست دیدار رگ خواب بیا دشوخی اور برق بیتاب دہن رمزے حدیث لہر تانی زبان حرفی زاسرار نہانی شہید جلوہ، و طاقت و ہوش خرام مستی او عید آغوش	بس ایک چشم زدن میں سمند آہو شکار و صبار رفتار کو چمکا کر شے سے باہر یہ جاوہ جا۔ اتنے میں ایک یوہین نے محفل کو مخاطب کر کے کہا کہ مس و جینا کل بھر تماشا دکھائی گئی اور باکی بڑے ٹھٹھے سے گنگی ہے بیا ساقی بیا اسے ناز پرورد اگر یارم وعدہ زود آمدن کرد بدہ جائے کہ باشد غارت ہوا غم حیران کن ز خاطر فراموش
آئی کہ محفل بھر چھا آفت ڈھائی۔	اسکے بعد انواع و اقسام کے تماشا ہوئے اور انبجے برخاست اب سینے کے نواب قمر کا ب اُس گھوار صباحت و نو بادہ حدیقہ و جاہت پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے اور اُدھر میان لٹو ہوئے بکھیر کر گھر چلے۔ پونچے لوگو یا بیہوش دین و دنیا فراموش۔
نہ گویم تو سن سرعت نزا دے نسیم دل کشی باد ہمارے نوشتہ بر زمین نقش سیم او جواب شوخ چشمی ہاے آہو چو شوق عاشقان در گرم تازی چو ناز دلبران مشتاق بازی ندیدہ عقل سرعت آزمائش چو مضمونے ز خاطر جہ جاش	دل پر درد سے کھینچ کر کہا کہ۔
اُدھر پشت ادھم پردہ آتش پارہ اُدھر ساری محفل محو نظارہ اُدھر حسن از سر تافرق اور زبان حال قال سے صدائے انا ابرق نظر جاوہر از نگاہ غلط انداز گردن شمع کا فور بلکہ فوارہ نور زرخندان نمک دان بلور۔ ابر و تیغ صفحہ ان شمشیر بران۔	ہنوزش نو بہار حسن در جوش ہنوزش زگر س ظالم قبح کو شس ہنوزش غمزہ در جادو طرازی ہنوزش عشق گرم بے نیازی ہنوزش تیر مرغگان ستم زاد جگہ ہلکا ہوا ہی نشتر آباد ہنوزش آمد نہار فن ہوش زجورش شکوہ ہا بر لب فراموش
بصورت توبتے کتر آفرید خدا ترا کشیدہ دوست از ظلم کشید خدا چو کر نقش تو بر صفحہ وجود قسم صد آفرین زبان قلم شہید خدا گھوڑے پر سے عجب پھرتی اور حبشی کے ساتھ اچکی اور بھر پوریت پرنطرت واہ واہ غلغلہ خراک اللہ ہر سو بلند تھا اور لطف تماشا شہوت و دچند تھا اور طرہ یہ کہ کھیت خوش خرم و تیز کام عین راہواری میں	تندرست حضور ابھی سا کر کے کوئی تیرہ چودہ برس سن اور لٹھ پٹنے کے دن اور کس بھرتی سے اچک کر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھتی تھی۔ کہ واہ جی واہ۔ اور بھر کبھی وہ ران پٹری جاتی تھی کہ سبحان اللہ میان روشن علی بہت شہسواری کی لیا کرتے تھے قسم خدا کی جو ان کے

باب بھی قبر سے اٹھ آئیں تو یہ کرب دیکھ کر ہوش پران ہو جائیں
خوجی۔ اور پھر اس شکل و شبہ است اور صفت جاہست کو تود دیکھیں
پری کا ٹکڑا ہاے کیا کھڑا ہے۔

نواب۔ کیا چاند سا کھڑا ہے۔

آبادی جان۔ واہ اچھا دکھڑا ہے۔

نواب۔ کھڑا کیا بن گیا چاند ہے۔ بلکہ چودھویں کا چاند بھی ہاں ہے۔

آبادی جان ہم جاتے ہیں۔

نواب۔ بسم اللہ چائے۔ یہاں اور ہی دھن ہے۔

مہ صاحب۔ نہیں حضور ایسا نہ فرمائیے بیٹھے بیٹھے ہم حضور کو

سنائے لیتے ہیں۔ اس دستار پر بہار کو دیکھیں کس جوبن پر ہے۔

برگوشہ دستار تو ای لالہ سیراب | اخت جگر گیسٹ کہ بر سر زدہ

میان آزاد دستار کی تعریف ہم سے سنئے۔

میزند ناخن بدل بن طوطا خمار تو | مصرعہ حمیدہ باشد شوق من ستار

رفیق۔ احمی ہم اس سے بڑھ کر سنائیں۔

بل حمیدہ رنگین مہنی سرستہ مضمون | اگر گیسٹ آن صنم امرو دستار گلانی

خوجی۔ اسکا بھی چچا جان سنئے۔

خوش گردو سر توے گردو | جگر م خون ز رنگ دستار ست

نواب۔ اچھا اب ہمارا آرام کرنے کا وقت ہے آپ سب صاف

بھی آرام کریں۔ فی امان اللہ نیت شب بخیر کل طین گئے

مصاحبین۔ ورفقا۔ آداب کو نش (مفرو)

واہ رے نوابی ٹھاٹھ عاشق ہوئے تو بس مرنے ہی لگے۔

دین کی فکر ہی نہ دنیا کی۔ دامن و مہنوں گرد و برد و فراد کے

عشق کی گرم بازاری سرد۔ یہ بھی ایک فقرہ کہ ہم عاشق ناز بن

غلان بری ناز بدل آیا ہر شہر چھوڑ دھوم ہو جائے کہ نواب

صاحب کو عشق چرایا ہے۔

تاکہ مشہور ہوں ہزاروں میں | ہم بھی ہیں پانچویں سوار علی بن

اب کچھ چھکائے غم عالم کی صورت بنائے بیٹھے آہ سر کھینچ رہا ہیں

تو آئینہ کسی نے کھجایا۔ کسی نے اونچ بیخ دکھایا مگر حضرت

مجنون کی قطع بنائے ہوئے تو بڑے ہی فسوس میں ہیں۔ اب

زندگی و بال ہر جان خجال ہر کھانے پینے کا لطف نہیں بلکہ جو

ہو گئے دین و دنیا سرد یا کی خبر نہیں جی بجاری ایسے ہی تیر ہو گئے

جب جانیں کہ تک کی عوض کھجکری کھا جائے اور فائقہ نہ معلوم ہو

یا عطر کے بدلے کچھڑیل لیجئے یا ساری ثروت کسی کو لٹا دیجئے

اور لٹوٹا ہاں نہ کر چنگل کی راہ لیجئے۔ نواب نامدار پہلے تو اس

بت پندار کے ہزار جان سے عاشق ناز ہو گئے۔ کبھی نہف چلیا کا

خیال کبھی بروکے کچ کا ذکر۔ مگر ایک دفعہ ہی مصاحبوں نے

وہ ہوا بانہ جی کہ عشق و شوق سب غائب غلبہ ہو گیا بھی یہ مصا

ہو چاہیں سو کر بن لیلان سے خلا پناہ میں رکھے۔ خدا نہ کرے

کہ کسی شریف نادے رئیس زادے کو اسے یا لاپڑے مصاحبوں

اور رفیقوں نے جو نواب صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو سمجھے کہ لٹو

ہو گئے اور ساتھ ہی اسکے آپ جانے ایک ہی کا بیان سوچے

کہ اگر ہم شہ دیتے ہیں تو یہ ہاتھ سے جاتے رہیں گے ان معاملات

میں ہماری مال گئے گی نہیں۔ اور اسلئے احمق بیٹنگے لذتہ جال

چلیے کہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے اس سرکس الی بری پیکر شک

قمر کی اس رچ بھج کی کہ نواب کی نظروں سے گر گئی۔ ایک نے

کہا بھی جادو کا کھیل تھا۔ دوسرے بولے جی ہاں۔ دن کے

وقت جو دیکھا تو وہ رنگ نہ وہ روغن۔ چمک دمک نہ وہ جوبن

رات کی بری۔ دن کو وہ جمال نہ وہ دلبری۔ دھوکے کی ٹٹی

ہو چلیے نواب کا عشق رسیان توڑا کر گٹ بھاگا جب نواب نابار

نے خود اپنی زبان سے کہا کہ جانے بھی دو۔ واقعی اس قابل نہیں

کہ کوئی دل ملائے اور خون جگر کھائے۔ تو مصاحبون کی جان میں
جان آئی کچھ مانگی مراد پائی۔ نواب صاحب کے ہاں سے رخصت
ہوئے تو راہ میں باہم یوں چہ میگوئیان ہونے لگیں۔
ایک مصاحب بھی دانشدار سے نواب بھی کتنے بھولے
بھالے رئیس ہیں۔

دوسرا مصاحب۔ ہونٹ بھولے بھالے اجی نرے کچھیا
کے تاؤ میں خدایا رخاں نے ٹھیک تو کہا تھا۔

خدایا رخاں۔ اور نہیں تو کیا کچھ چھوٹ بولے تھے۔ یا رہیں
اگلی بیٹی نہیں آتی چاہے جان جاتی رہے مگر خوشامد نہ کریں گے
جب ہی تو ہم کو لوگ منہ چھٹکتے ہیں نوکری رہے یا جاے
بندہ درگاہ کلمہ حق ہی بولینگے اس میں ہر جہ بادا باد۔

مراوی۔ درست صحیح آپ ایسے ہی ہیں بیان جو چاہے کہ بیٹھے
نواب کے سامنے سٹی سٹی سب جھو لجاتی ہو نوکری گئی تو رنگ
فح ہو گیا جہرے پر ہوا بیان اڑنے لگیں سفارشیں اٹھوانی
پڑیں خوشامد کرتے کرتے زبان گھس گئی مگر وہ جھون پرتاؤ دیتے
ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم کلمہ حق ہی بولینگے۔ لا حول ولا قوہ۔
میان ندرت بھی یہ آزاد نے بڑا لڑکا مارا ہو۔ اس کو نہ بچھاڑا
تو ہم سب نظروں سے گرا بیٹھے۔

حافظ۔ اجی ہم ترکیب بتائیں جو بٹ پڑے تو نام نہ رکھوں
نواب ڈرپوک آدمی تو ہیں ہی۔ کوئی اتنا جا کر کدے کے میان آزاد
اشتماری مجرم ہیں بس پھر دکھیے کیا تاقتیا جتنی ہو خود بدولت
تو مارے خوف کے گھر میں گھس رہیں اور زنانے میں وہ بیس پڑے
کہ کرام ہی تھ جائے اور قسم والدہ مرحوم کی میان آزاد اور وہ
انکا ساتھ ہی وہ افیمچی کھڑے کھڑے نکلوا دیے جائیں۔

یہ سب مصاحب واہ اُستاد کیا ترے سوچ لیتے ہو۔ واللہ

ایک ہی ذات شریف ہو۔

حافظ۔ پھر ان جہانسون کے بغیر کام بھی تو نہیں چلتا میان
ندرست۔ جی اور نہیں تو کیا۔ اور پھر ایسی سرکار میں جہان اندھ
بچار ہوتا ہی۔ کس نمی پر سد کہ بھیا کون ہو۔

رفیق۔ ہاں خوب یاد آیا واللہ پرسون تیغ بہادر دکن سے
آئے ہیں انھوں نے تو وہ ہوا باندھ رکھی ہو کہ اللہ کبریات بات
پتیرے بدلتے ہیں۔ سنا بوٹ وہاں سے خوب سیکھ سا کر آئے
ہیں وہ ہمارے دوست اور بچے دوست ہیں اگر سب سب ملکر
چاہیں تو انکا اسم ہو جائے آپ میں سے کوئی چھڑے ذرا
بس پھر میں نے اڑو لگا کر تعریف کے پل باندھ دیکھے۔ نواب
کو جھانے میں لانا کوئی بڑی بات تو ہے نہیں تو حمل اٹھیں
آدمی تھالی کے بیگن جس نے جو کہا فوراً تسلیم کر لیا۔

حافظ۔ ایک کام بھیجے آج جسوقت جگر بیٹھیں تو ہم پہلے چھڑیں
کہ اس دربار میں خدا کے فضل سے ہر فن کا باکمال آدمی موجود ہو
اور ریاست کے معنی ہی یہ ہیں کہ باکمال آدمیوں کی پرورش
کجائے مگر ایسے رئیس ہیں کمان جسے دیکھو اپنے حلوے مانڈے
سے کام ہو۔ شریفوں کی پرورش حضور ہی کا حصہ ہے۔ بہر کوئی
شخص بول اٹھے کہ خداوند ایک بنوٹے کی بس بیان کر سہ
باقی تو سب موجود ہو پھر کوئی کہے کہ آج کل دکن سے ایک حاکم
آئے ہیں بس نیوٹ کے فن میں تو بے نظیر ہیں ثانی نہیں کہتے
بھلیکٹ اور بھلیکٹ اور بیٹیت سب کے سب گروہ میں اس فن
میں وہ بھی فروہ میں انکی دو جا آدمی تائید کریں کہ ہاں یہ میرا شہ
وہ سچ یا ہیں کہ تلوار چھین لین کٹا چھین لین چھری سے آدمی
تیلے ہاتھ پاؤں مگر مقابلہ پر کئے اور برقی ہو گئے ہم یہ کہتے کہ اللہ
اچھے اچھے لوگ یہاں جمع ہیں ارے میان ایسے شخص کو اور ہمارے

حضور کے سامنے اب تک پیش نہیں کیا اور جو کوئی رئیس قدر والی کو
انھیں نوکر رکھنے کو بھیجے کسی ہو یا لاہی جیت جائے بس اس پر دیکھ لینا
نواب خود اصل کر گئے کہ ابھی لاؤ۔ جاؤ۔ ابھی جاو چلیے مطلب
حاصل مگر ان سے کمد تہیے کا در خوب بانگے بن کر تین اور کر
اگر تین مگر گفتگو لامنت سے کریں جس میں ہم لوگ کمین کہ دیکھیے
خداوند کمال کو بھی خلائے کیا درجہ بخشا ہو کس نرمی سے گفتگو
کرتے ہیں گویا کچھ جانتے ہی نہیں اور جن لوگوں کو کچھ آتا جانا نہیں
وہ اگر فون بن کر چلے ہیں زمین پر قدم ہی نہیں رکھتے تو وہ
کیا۔ خامی گلے کا بار ہو جاتی ہو۔

رفیق بس اب زیادہ ہم کو نہ سنائے یہ ہم سمجھ لیں گے کہیں
تیج بہادر کے آدھ سیر لے کی فکر ہو جائے۔

مصاحب مگر یوں میان یہ تیج بہادر ہندو ہیں یا مسلمان
تیج بہادر تو اہل ہندو کا نام بھی ہوا کرتا ہے۔ جیسے لالہ امام بخش ولد
لالہ حسین بخش کسی ہندو کے گھرمیں عین محرم کے دنوں میں لڑکا
تولد ہوا امام بخش نام رکھ دیا۔ ہندو بھی بعض بعض کتنے بے تکے
ہوتے ہیں کہ تو بہی بھلی اور ڈھل لیتین اتنے بڑے کر اپنے
دیوی دیوتاؤں کے علاوہ ہمارے پیر پیغمبر کو بھی مانتے ہیں پوچھیے
کہ تم تو تعزیر کو سجدہ کرتے ہو اور درگاہوں میں جا جا کر شربت
پلاتے ہو اور اپنے لڑکوں کو حضرت امام حسین کا غلام بناتے ہو اور
امام باقرؑ تعزیر کرتے ہو تو مشرف بہ اسلام ہی کیوں نہیں ہو جاتے
رفیق۔ بھلی یہ اعتراض چاہو۔ آخر تم لوگوں میں بھی تو ایسے
گو کہے ہیں جو چپک میں مالن کو بلاتے ہیں چوراہے پر گدھے کو
بچنے کھلاتے ہیں خیمہ پیری بنواتے ہیں۔ بخوم کے قائل ہیں
پھر یہ بدعت نہیں تو اور کیا ہو۔ اور ہندوؤں میں جو بعض بعض
جگہ مجلسین ہوتی ہیں تعزیر رکھے جاتے ہیں۔ اسکی نہ کیے قبل

یہ ضعیف الاعتقادی عالم کی ہے۔

رفیق اور مصاحب نے اپنے گھر گئے۔ اب ادھر نواب صاحب
کا حال سنئے کہ انھوں نے ایک خدمتگار کو بلایا اور کہا کہ جعفر
اسوقت ہمارا ایک کام نہیں کرتے جعفر نے دست بستہ عرض کیا
کہ جو حکم ہو۔ فرمایا کہ جہاں ہم گئے تھے وہاں جاؤ۔ اُسے پوچھا کہاں
حضور کسی جگہ کا نام تولیں۔ بوسے کہ وہیں میان جہاں تاج شاہ
ہوتا ہے وہاں جاؤ اور جو کمین وہ کرو۔ جعفر نے جمائی لیتے ہو
کہا کہ خداوند وہاں تو اسوقت سناٹا پڑا ہے۔ آدم زاد کی شکل
بھی نظر نہیں آتی کتے البتہ لوٹ رہے ہیں ترکے جہاں فرمایا
وہاں جاؤں۔ نواب صاحب (اچھا) مگر سو رہے۔

میان آزادی حسرت و حیرانی اور عشق و رجینا میں
ناکامی و پشیمانی

خیر مقدم اسے جنون نیک فال | ای تو ام شیر پستان خیال
ای خرابی خانہ ناز کشورت | وشت و صحر فرد ہاے دقت
جسم از فیض دست ز آدم آب خاک | فارغ غم کردی ز خود روحی فداک
حضرت تجلی نے خود ہی کہا ہو کہ عشق معراج کمال آدم ہو اور
اس میں تاثیر اسم عظیم ہو۔ واہ۔ اسی یوں کہو کہ عشق بھوت ہے
پریت ہو عشق چڑیل ہو کو کہن کے سر پر آئے تیشہ ملا جنون کو اُسے
ہیں میں پھر آیا۔ دامن کو اسے دیوانہ بنایا۔ لہجہ کو اسے کنوان
بجھایا۔ آپ فرماتے ہیں خیر مقدم اور اس پر یہ کہ جنون نیک فال
اور روحی فداک۔ ہاں یہ صحیح ہو کہ خرابی خانہ ناز کشورت۔ نواب تو
سٹ پٹا گئے مگر میان آزاد و بختہ مغز جنون تھے اور اس صفت بقا
شیریں اما محبوب مطلوب پر دل و جان سے مفتون تھے لہٰذا
ترکے گجروم طراہ بھر تو سید سے اُس مہ پارہ سراپا انداز شوخ و طائر
کے خیمہ زنگار میں داخل ہوئے اسوقت سہانا سماں دھن دھن

تو بنگن کفر گزینان پھولوں کی جھینپی جھینپی مہک سے اسی سست ہو گئی تھی۔ جیسے بسنت کی رت میں بھونرا۔ کلیوں کا شوخی کے ساتھ جھکنا اور پھولوں کا مہکتا قوت باصراہ اور قوت شامہ کے ساتھ وہ کرتا تھا جو سنگار و دھن کے ساتھ اور اٹھتی جونی جو بن کے ساتھ۔ اُس عروس رعنا شمائل زیبا خصائل کو میان آنڈے تنہا گلگشت چمن اور تماشاے نسربین و نسران میں مصروف پایا تو شوق چرایا کہ آگے بڑھ کر مخاطب ہوں۔ سوچے کہ مبادا بد دل غ ہو جائے معشوق مزاج ہو لیکن اُسکی اٹھکھیلیوں کی چال اور کچرے بالوں نے ان کے سمند شوق پر تازیانہ کا کام کیا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے خرامان خرامان آگے قدم بڑھایا۔

یاما تھ تو رجا بیگے یا کھو لینگے نقاب سلطان عشق کی ہی قہر شکستے اُس شیخ بہم ایجاد آفت جان آزاد خانہ برباد نے ایک نظر غلط انداز سے بعد شوخی و ناز جوان کی طرف دیکھا تو تیر نظر کچے کے پار ہو گیا۔ دل اور بھی مضطرب و بقرار ہو گیا۔

بیک نظارہ شوخ ستمگار چو عضد فتنہ از جاماند بیکار جگر و صوفتین دل و تپشما رگ جان دست مسودہ کششما چوزلت اوسرے افکنده در پیش بیاپوش تو گوئی رفتہ از خویش سر و سودا ہم در کاسہ بازی دل دجگرت شہید جان گدازی ادا فہم آن نگار فتنہ تمثال چو خواند از صفی خسارش اچال

تو ناگہی کہ ہمارے چلنے والے ہیں مجنون ہیں متولے ہیں جن لوگوں کے دل پر چوٹ لگی ہو وہ خوب ہی جانتے ہیں کہ جب معشوق کو معلوم ہوا کہ فلان ہمارا عاشق ناز ہو اور خدا کے فضل سے خوش رو جوان اور طرحدار ہو۔ تو چشم فسون بردار کو اور بھی تعلیم ناز دیتے ہیں اور ایک ایک قدم پر دل عاشق

خستہ جان کو با کمال کرتے ہیں اُس پر ناز دے جو میان آزاد کے بشرے سے انکا سودا اور جنون بھانپ لیا تو اس طرح چمکتی ہوئی چلنے لگی کہ انکی جان پر آفت ڈھانی کبھی کسی جوش میں انا البرق کستی ہوئی اٹھکھیلیاں کرنے لگی کبھی ناز و انداز سے سبز و نو میدہ پر قدم دھرنے لگی کبھی زلف عنبرین کو رخ انور سے ہٹایا تو حجاب سے بن گیا چاند نظر آیا۔ کبھی سر کے جھکنے سے زلف مشکین کو رخ زیب سے چھپایا تو معلوم ہوا کہ چاند گمن میں آیا۔ وہ پیاری کلائی وہ دست حنائی کہ واہ جی چہرہ غیرت مہرواہ۔

میان آزاد کے کچے پر سانپ لوٹے لگے۔ مگر عجب حسن میں ایسے آئے کہ زبان قال بند ہو گئی زبان حال کو ترجہ جان بن بنایا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں سارا مدعا کہ سنایا لیکن حرف مطلب لب تک نہ آیا۔

دجوش گرہ کرد انگیز طوفان | شد از چشمش روان خون غزالان جب اُس رشک قمر فرخندہ اختر نے یہ کیفیت دیکھی تو نگہ ریزی تو طوطی زبان کو یوں زمرہ ریز بیان کیا۔

مس در جینا۔ ایسے مردوس بھی کسی نے کم دیکھے ہونگے یہ رونا و صونا تو چھو کر یوں کا فعل ہو دارھی موچہ والوں کو روتے ہم نہ تکتک دیکھا ہی نہیں سنا کہ وہ کیسے کیا موٹے موٹے آنسو بہا رہے ہیں۔

آزاد۔ کچھ کہنے کو تھے مگر انہما کے جوش نے زبان بند کر دی، مس در جینا۔ دو باتوں سے خالی نہیں یا تو تم باگل ہو۔ اور ابھی ابھی باگل خانہ سے رسیان توڑا کرتے ہو یا میری ہم شکل تمھاری کوئی بہن گھر سے نکل گئی ہوگی یا شاید خدا نکر وہ جل بسی اور مجھے دیکھ کر وہ یاد آئی ہو۔

آزاد۔ باگل تو میں ضرور ہوں۔ مگر تمھاری ہی جھپا اور تمھاری ہی

ادا کا دیوانہ ہوں۔ اور تمہارے ہی شمع رخسار کا پروانہ ہوں۔

میان آزادانگیزی بولنے میں مشاق تھے اور محاورات گہرے
نقرات دلنشین میں طاق تھے۔ لگائے شمع پرست کے سامنے
سٹی بی جھول گئے اور ایسے رعب میں آئے کہ ہاتھ پاؤں پھول گئے

نگارین مختبہ بردار سرش ہوش	چہ دختر باقیامت دوش بردوش
نہان در گیسو اولیاء القدر	عیان از جہہ او مطلع الفجر
کمان ابروان آفت جان	رگب ابرسیاہ تیر باران
حنائی بخیہ اش خورشید دہلا	ہلال ناغش عید تماشا
خراب باز دوش تاب تو انہا	سیر افگندہ زور شش کمانہا

ادھر گرم جوشی ادھر خود فراموشی۔ ادھر دین کی فکر نہ دنیا کا ہوش
ادھر نگاہ مست میں شراب کا جوش۔ ادھر مرغ دل بقرار ادھر
دام زلف مشکبار۔ قریب تھا کہ میان آزاد ہاتھ میں ہاتھ دین اور
بے تکلفی سے عرض مدعا کوں کہ دفعۃً آستین تلخی چٹون اور قہر آلودہ
نظر سے ان کی طرف دیکھا تو انکے ہوش اڑ گئے۔

پھری چشم بت بے پردہ دیکھو	ہماری گردش تھیں دیکھو
نہیں ہر گرد اس سرخ بخت	ہمارا خون ہے دامنگیر دیکھو
انھیں ہر طوق منت کا گراں	ہمارے پاؤں کی زنجیر دیکھو
زبان شمع کے لیتا ہے بوسے	کھلی ہے قسمت گلگیر دیکھو

پھری چشم بت بے پردہ دیکھو
ان آخار کو میان آزاد نے فرط مستی میں جھوم جھوم کر گایا
اُس بت بندار کو بھایا۔ دھڑک سکو ایسی بھائی کہ بے اختیار
کھٹکھٹائی وہ رنگین نگار عاشق زار کی خود عاشق زار ہو گئی اور
بجھا بھگتا رہی۔

آزاد نے شنیدم نام تو از خوش قسم
برے خود بلا اندیش قسم
میان آزاد نے جو اس قدر کہا تو۔

نمک افشانہ چون شور تکلم

کوئی تین گھنٹے تک چمنستان پر فضا اور حشر نہرت انما میں دھون
عاشق زار و عاشق طرصار میں حسن و عشق کی گفتگو پر ہی اُس کے
بعد اُس نو ہمار گلشن خونی و چرخ دودہ مجبوی نے ایک فقہ

لگا کر کہا کہ میان کدھر تمہارا خیال ہو۔ اور ایک تم پر کیا فرض
ہو۔ برسوں سے ساری خدائی میں چکر لگائے اور رنج مسکون کو
تماشے دکھائے دیار و امصار سے میرے پاس اچھے اچھے
تاجداران کجکلاہ اور امرائے شریا جاہ کے خط آئے جہاں جانی

اتفاق ہوا ایک عالم کو صید عشق پایا جس نے صورت دیکھی
اُسکو اپنا دیوانہ بنایا۔ روس کے تین جنرل ہم پر عاشق ہو گئے
یونان میں ایک رئیس با توقیر ٹو ہو گئے۔ سپانیہ کے وزیر لاوہ
نے بہت زور مارے انگلستان کے بانکوں نے نالہ پرورد بلند کیے
جرمن کے امیر کبیر ملکوں ملکوں سایہ کی طرح میرے ساتھ گھومنا کیے
روم کے کئی مغز پاشا جان و مال سے حاضر تھے۔ ہٹریا کے کئی

کونٹ نہر کھانے پر آمادہ ہو گئے۔ دنیا میں جل سازی اور
دوغا بازی کی بڑی گرم بازاری ہو اور چشمہ زور ہر ملک میں عجب
روانی کے ساتھ جاری ہو اس سبب سے ہم نے کسی سے دل نہ لایا
کسی کو ٹھنڈہ نہ لگایا۔ ہمارے چاہنے والے کو لازم ہے کہ پہلے آئینے
میں اپنا منظر تو دیکھے۔ لے اب منو مگر قسم کھاؤ کہ کسی سے کوئے نہیں

آزاد۔ کیا مجال میں اور کسی کے راز کو افشان کر دوں مگر آپ کی
تقریر جلد و تحریک معلوم ہو گیا کہ کسی جوان طناز پر دل آیا ہو۔ راہ سرد
کھینچ کر خیر عمار بھی خدا حافظ و ناصر ہو۔

پیریز اور بین عورت نہیں ہوں مرد ہوں جو تم سو میں میں نے
کئی سال سے عورت کا بھیس بدلا ہے۔ اور دنیا بھر میں سب مجھے
دو شیرازی سمجھتے ہیں میں جس دنیا میں نے اپنا نام رکھا ہو اخبار دن میں

برابر میری تعریف چھپ رہی ہو جو لکھتا ہی بھی لکھتا ہو کہ کیا پیاری لڑکی جو غضب کی شوخ رگ رگ میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہو بھجان اللہ کیا شان دلیری ہو عورت کیا پرستان کی پری ہو دل ہی دل میں ہنستا ہوں کہ ان لوگوں کو یہ ہو کیا گیا ہو جو عشقیہ خطوط اور اشعار لطافت ہار میرے پاس آتے ہیں۔ انکو بے شک روشنی آتی ہو کہ میں خود مس روز کے ساتھ بیاہ کر لیا ہوں یہ لوگ مجھی کو مس بنائے دیتے ہیں۔

ادھر میان آزاد ہوش فراموش آدھروہ بہت پندار آفت ہوش یہ ششدر حیران۔ وہ مست و غرغروان یاد عشق بازی ادھر بے نیازی یہ خوابہ نوش۔ وہاں ہمارے حال درجوش یہاں تاب دوری نہیں۔ وہاں خیال حضوری نہیں جب اس فخری شکر وخت شیون حرکات نے میان آزاد کو صید مصائب و آفات اور اسقدر دلدادہ و از خود رفتہ پایا۔ تو باوازل بلند ایک فریاشی قہقہہ لگایا۔ اور اس تیر جگہ دوز سے میان آزاد کے مرغ دل کو اور بھی تر پایا۔

از آنسو ناله در آتش عنانے	وزین سو عشوہ گرم مہربانی
از آنسو گریہ طوفان تلاطم	وزین سو آب در چشم ترجم
از آنسو التماس چارہ سازی	وزین سو وعدہ عاشق نوازی
از آنسو بر جگر آہ جگر پاش	وزین سو ہر زبان برب کہ خوش

اُس آزاد و فریب طاؤس زیب نے مسکرا کر کہا اب آخر اس جنون کا علاج کیا ہو۔ بتا دیا سمجھا دیا کہ میں نے کئی سال سے عورت کے بھیس میں اُمرا کو بھانسنے دیے اور ایک ایک ناز واد کے ہزاروں روپیہ لیے۔ یہ راز سر بہتہ آج تمہاری بیقراری اور موعج خیر گریہ و زاری دیکھ کر زبان پر لایا۔ اور تم کو صاف صاف بتایا اور سمجھایا کہ میں کیا ہوں۔ اب تم ناحق تنکے چھتے ہو۔ اور

بیکار میری چاہ میں سر دھنتے ہو تحسین یقین ہی نہیں آتا تو میں اس بدگمانی کا کیا علاج کروں۔

آزاد۔ اچھا مردائے کپڑے پہن کر ہمارے سامنے آؤ تو ہم اپنی حاکت پریشیاں ہوں اور خیال خام سے درگزرین عشق کو برداشت بر طوفانی دین۔ در نہ چال ڈھال تراش خراش بناوٹ بھاوٹ سے کون کہہ سکتا ہو کہ تم دخت شکر بزنیم غیب نہیں۔ یہ لگاوٹ باز انکھڑیاں مرد کمان سے لائے گا۔ یہ قہر آؤ چوں کہیونکر لائے گا۔ یہ دلف پر شکن اور زگر سر غمزن عورتوں ہی کا حصہ ہو۔ مرد اس سے ضرور بے بہرہ ہو۔

آخر کار جب اس مرد عوس غمانے میان آزاد کو اسقدر منتقل اور لیلایے زلف کا مجنون اور انکی چشم ترکو پر خون پایا تو مردانہ کپڑے پہن کر آیا۔ کلاہ کج سر پر اور جاگٹ کوٹ زیب برب تو میان آزاد کو کچھ یوں ہی یقین ہوا کہ واقع میں ہم آلوہے اس نوجوان کو دھن تکھے۔ لا حول ولا قوۃ۔ مگر بھیس بدلے تو ایسا اور کمال ہو تو اتنا سحر خود غلط بودا نیچہ با بنداشتیم۔ توبہ۔ توبہ۔

اللہ اللہ نہ کہ این قاعدہ آموختہ اکیست اُستاد تو اینہا زکرا موختہ

پوچھا کہ اب اپنا نام بتاؤ۔ اور وہ عشقیہ خطوط دکھاؤ جو تمہارے عاشقوں نے تمہارے پاس بھیجے تھے۔ تو البتہ یقین کامل ہو اسنے ہنس کر کہا کہ میرا نام اومر کنگزلی ہو اور خطوط تو دفتر کے دفتر ہیں جسے کہا یہی کہا کہ ہماری بیوی ہنوم سے بیاہ کر دیکھے بے اختیار ہنسی آتی تھی۔ مگر چپ اسکے بعد طومار کے طومار عشقیہ خطوط و مراسلات کے دکھائے جن میں سے بعض دلچسپ تحریریں درج ذیل کی جاتی ہیں۔

۱۔ پیاری در جینا میں نے اپنے جنازہ اٹھانے والوں سے کہہ دیا کہ آج در جینا نے باؤں میں ہنسی لگائی ہو آج جنازہ

ہے اٹھائیں کل تابوت اٹھے گا تمہاری زلفت کی کالی ناگن مجھے
ڈس گئی یہ وہ ناگن ہر جس کا کٹا سر سے کھیلے نہ منہ سے بولے لہرنگ
نہ اٹھے تمہارے تیر نگاہ نے مجھے گھائل کر دیا اور اس زخم پر تمہارے
ہتھم نے وہ نمک پاشی کی کہ مزے سے میں نے جان دی تمہاری
برق ادا نے میرے خرمین زندگانی کو جھلسا دیا۔ لیکن گو تمہاری
ادا کا کشتہ ہوں اور کباب حسن پرستہ ہوں مگر رع۔ رفتم اندر
تہ خاک نش تبانم باقیست ہا اگر گور غریبان پر بھی آؤ تو جلاوہ
تم فہم کہنا میں خود ہی اٹھ بیٹھو لگا۔ یا اگر ہماری تربت ہی سے
دل خوش ہو تو ٹھوکر ضرور لگانا میں نے جنازہ اٹھانے والوں
سے بصد حسرت کہہ دیا ہے۔

جنازہ میرا گلی میں انکی جو پونچے ٹھہر کے اتنا کہنا

اٹھائیے تو اے ہوئے میں ماندے سوچھکے کا نہ جا بدل رہے ہیں

یوں تو خدا کی خدائی میں گلوں کا قحط نہیں بلبلوں کا کال نہیں
ایکے ایک مشتوق رشک فخر ترک زرین مکر موجود ہو مگر یہ چھب یہ
ادایہ نازیم اندازہ حسن گلو سوزیہ نگاہ جگر دوزیہ خم و خم کہاں ہے

خوبصورت یوں تو بہت سے ہیں لیکن بایسا اناؤں نازک بدن نازک مگر کوئی نہیں

اب دل سے لگی ہو کہ تم ہماری تم تمہارے ہوں پس اب
اور کچھ نہ لکھو لگا۔ راقم پنجان۔

اس صحیفہ رشیقہ کو بڑھ کر میان آزاد اور وہ پری زاد و دونوں خوب
بھل کھلا کر ہنس پڑے۔ اُسکے بعد دوسرا خط پڑھا۔

ہر نیرنگ حسن عشق کی اللہ ہی بہار اے کار کوئی نعل نہیں کار ساز کا

سرو جو بیارغبی و نوبادہ باغ محبوبی گل صباحت کی رنگ بو
حسین و خوش روشیرین حرکات و رنگین اداس در جہتا۔

حسن تو ہمیشہ در فزون بادا۔ رویت ہمہ سال لالہ گون باد

عشق کو بھی جناب باری نے کیا رتبہ دیا ہو۔ تاہ وہاں ہم کو کسی پر

عاشق ہوں۔ مگر حسن گلو سوز نے خرمین صبر کو جلا دیا۔
سودا کھنکھن میں ہی شان خواجگی محمود بندہ ہو گیا حسن ایاز کا
اب تو ہم نے عشق کے دریاے بیکران زرف میں غوطہ لگایا۔ رع۔
ہر جہ بادا بادا کشتی در آب انداختیم۔

ساعل مجھے ہیں تو دریا عشق کو طوفان ناخدا ہی ہمارے جہاز کا
کل شب کو جو تمہارے شعلہ دیکھے۔ تو کیجیے پر سناپ لٹے لگا۔
ہو تلمیذ شعلہ دل سترے آسمان سفید۔ اڑتا ہو رنگ چروہ نیرنگ کا

آخرا یہ اس درد دل کی دوا بھی ہو یا مرض عشق لا علاج ہو یا ایک
گردے بینوا میں تم مسکین نواز بنو۔ حال زار عشاق خستہ جان پر
نظر رحم کیجیے خلوت میں ہیں غار نہیں۔ گھر وہاں تو خلوت میں
بھی بار نہیں کل تم اتنے رنگ بدل کر آئیں کہ۔ رع۔ سبحان اللہ
شان تیری ہے۔

ہم بھی کشتہ تری تیرنگی کے میں یاد رہے۔ اوزمانے کی طرح رنگ لے دے

اس خط کا جواب ملے تو جاے میں نہ سداؤں انکھوں کے بھل میرے
بھل دوڑاؤں غیر اکلیدہ انوار ہ مقام ہو جسکی صبح کا شام کو رشک جنکی
شام میری تیرہ بختی کی آنکھ کا ایک شک میری بزم وہ بزم ہو کہ۔ رع۔

ہوئے گل نالہ دل و در چراغ محفل۔ چو تری بزم سے نکلا وہ پریشان نکلا
تیری شوخی اور بیباکی اور ترک چشم کی سفائی کا حال کوئی میرے

دل سے پوچھے۔

تیری زرخون کا زمانہ بتلا ہو جائے گا۔ دیکھ لینا ہاں لں سکلا ہو جائیگا

تو وہ خورشید قیامت ہو کہ تیرے ساتھ۔ گورا گورا چاند کا منہ سا نواہو جائیگا
اس خط کو بڑھ کر ادھر کنگری نے کہا کہ یہ آپکے ہندوستان سے خطوط
آئے ہیں اب یورپ کے خطوط عشقیہ ملاحظہ فرمائیے۔

سہ پیاری مس در جہتا۔ خلادہ دن کھلے کہ لوگ تم کو مس در جہتا کے
عوض منہ کر دیکھیں۔ اور ہم کو یہ فخر حاصل ہو کہ ہم تم کو اپنی چاہتی

چاہتی

بیوی کہیں منسوبیاری درجینا۔ تم حسن و جمال میں لاجواب ہم
 فنون سپہ گری میں انتخاب ہم فوج کے کپتان میں سوال مرحوم کی
 تربت کو خدا عین کرے۔ جنگ کریمیا میں انھوں نے وکٹوریہ
 کراس پایا تھا اور میرا بھی کئی لڑائیوں میں نام ہوا میرا ستائشوں
 سال ہر خواہ کے علاوہ گاؤں سے میں پونڈ ماہواری کا منافع
 ہوتا ہوا اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ نقد پر لٹن بنک میں جمع ہر اپنی
 تصویر بھی آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں سہ گری قبول قدر ہے
 عز و شرف بہ میری تم پر جان جاتی ہے۔ فرقت میں اندھیرا سا
 آنکھوں پر چھا جاتا ہے اور بے اختیار جھوٹ جھوٹ کر رہتا ہوں اگر
 کوئی وقت خاص ملاقات کے لیے مقرر کر دوں سرور چشم آؤں مگر
 تھلیہ ہوتا کہ ظاہر دل بخوبی کر سکوں اور یوں تو یہ تحریر ہی ترجمان ہے
 ۴۔ ڈیر مس درجینا کل اسٹیج پر تم نے وہ وہ تماشے دکھائے کہ جان
 سن سے نکل گئی تھا راشوخی سے پشت شبہ زیر جہنا اور
 پھرتی سے اچکا اور گلگون خوش کام کو کھڑا نا اور چکا نا اور جانا
 جوق یا آتا ہے۔ دل بھرا ہو جاتا ہے چشم گریان سینہ بریان لب پر
 آہ و فغان الامان الامان شوخی تو تمھاری ایک ایک رگ پے
 میں بھری ہے جسے دیکھا بول اٹھا کہ پرستان کی پری ہے۔ جو
 سہ پروں یہ بلند پروازی کرتی ہے۔ تم نے ایک عالم کو اپنا دار و شیدا
 بنایا کلیو بیڑا کا نام صفحہ روزگار سے مٹایا۔ ایسی جادو و جمال و ذوق
 شمسواری اور شجہہ بازی میں باکمال عورت تو آج تک دیکھی نہ تھی
 لکھو شمع رخسار آتشیں سے لو لگا کر جلنے کے سوا اور کیا حاصل ہوگا۔
 خاک نہیں میں ایک دولت مند سوداگر کا لڑکا ہوں میرے باپ کے لاکھ
 چالیس ہزار روپہ (یعنی چودہ لاکھ روپیہ) کی جائیداد ہو اور بندہ
 ایک دلاور ہے۔ اب کوئی کام کاج سب میرے متعلق ہے میں نے
 مائیس برس کے سن تک کلچر میں علوم و سنہ کی تعلیم پائی اور

ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اب میرا پچیسواں سال ہے تصویر
 ہمدست حامل بھیجتا ہوں کہ اسکو اپنے اہم میں رکھو۔ اسی طرح
 خطوط آزاد نے پڑھے اور لکھے والوں کی ناکامی پر افسوس کیا۔
 اسکے بعد امرنگری نے کئی تصویریں دکھائیں میان آزاد
 نے کہا اللہ اللہ کیسے کیسے جو انان وجیہ صبیح نے شادی کا پیغام
 بھیجا تھا مگر افسوس کہ سب نامزدنا کام رہے۔ کوئی فائز ہر نام نہوا
 اور کیونکر ہوتا وہ تو دھوکے کی ٹٹی تھی۔

اور امرنگری۔ ایک دفعہ طالبہ میں گیا وہاں جو تماشا ہوا تو
 دل ملی بھی فریفتہ ہو گئے اور ایک ایک انداز نازیر ہر جان
 سے شیفٹ ہو گئے۔ اکثر امر اور رولنے دو تھانوں میں بلوایا اور
 اپنی دختران نیکل خزاں بیوی اور عیال اطفال سے ملاقات کر لی
 اور کئی دن تک ہم نے ان پر یوں کے ساتھ خوب ہوا دکھائی انکو
 کیا معلوم تھا کہ مس درجینا اصل میں امرنگری ہی وہ لکھنؤ میں تھی
 اور ایک لطیفہ سنئے ایک نوجوان امیر نادری نے میری پیشانی پر
 بوسہ لیکر کہا کہ ہمارے میان تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور ہم نے
 انکو اجازت دے دی کہ منظور مجھے بے اختیار ہنسی آئی کہ واہ ابھی
 بیوی میں سو تیا ڈاہ کا نام تک نہیں جانتیں ہوتے ہوتے یہاں تک
 نوبت آئی کہ شاہ اطالیہ ڈاکٹر ایمانول نے مجھے طلب کیا اور ایک
 مروح افزا اور دلکش بالغ لطافت انعام میں میرے ہاتھ میں ہاتھ دیکر
 چہل قدمی کیا کہ اور اکثر باتیں اس قسم کی زبان پر لائے کہ میں
 بڑی وقت سے ہنسی ضبط کرتا تھا پہلے دن تو مارے عجب کوئی
 کلمہ صاف نہ کہا مگر دوسرے روز ادھر چاندنی نے سبزے میں
 کھیت کیا اور مر شاہ اطالیہ نے ہمیں طلب کیا میں خوب ہنسنے
 گیا تو بادشاہ دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور باغ فراغ کے ایک
 گوشہ میں کہ از بس سر بندہ چہرہ بارتھا لے گئے روشن میں چلنا

شروع کیا۔ اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے کہا کہ پیاری ورجینا۔
اسکے بعد کچھ اور کہنے کو تھے کہ میں نے تیکھی جوتن سے دیکھا اور
ہاتھ جھٹک کر کہا کہ ورجینا کے پہلے کون لفظ آپ نے فرمایا یا بٹا
نے آہ سر دھنچ کر ڈرتے ڈرتے کہا کہ معاف کیجئے گا غلطی سے پیاری
کا لفظ نکل گیا میں نے تنک کر کہا کہ بس اب نہ فرمائیے گا اگر میری
ہمیں قدر بس ست۔ آپ کا دھوکا بھی اچھا دھوکا ہے تب تو اور
بادشاہ سلامت کچھ دیر خاموش رہے اور پھر میری طرف ہاتھ
بڑھایا میں نے چپکے سے ہاتھ دے دیا۔ اور ٹھٹھنے لگا۔ اس سے
ان کو کسی قدر تسلی ہوئی اور جی میں جی آیا آہستہ سے میرے ہاتھ
کو دبایا میں خاموش ہو رہا۔ میرے سکوت سے انھیں جرأت
ہوئی تو جھپکی لی اسپر میں نے کہا کہ حضور بادشاہ ہیں ایسا نہ چاہیے
ورنہ آپ کی بدنامی ہوگی اور میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ یہ سنکر
وہ اور بھی مضطرب قرار ہوئے اور کہا کہ ورجینا۔ پیاری ورجینا۔
میں تو تم پر عاشق ہوں۔ اب تم اٹالیں ہی کو اپنا وطن بناؤ
اسی دلکش و پر فضا باغ میں بستر جمائیں میرے ساتھ شادی کر لو
اسمیں بدنام ہوں چاہے نیک نام ہوں۔

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان اما تم خواہم ننگ و نام را
میں نے دانستون کے لئے انگلی دبا کر کہا۔ ہائیں! اگر ہر ایک کا خیال
شادی کیسی۔ یہ کیا کلمہ آپ زبان پر لائے میں نے تو عمر
کر لیا ہے کہ جب تک میری مرضی کے موافق کوئی طرہ دار اور حسین جوان
نہ ملے گا میں بیاہ نہ کروں گی نہ کوئی۔ اس میں چاہے ادھر کی دنیا
ادھر ہو جائے اور ایسی میری قسمت کمان کہ بادشاہ ہوں گھر بٹن
شہزادی سلیم بنوں۔ آپ کا خیال تھوڑی دیر کا ہے بٹا ہوں گے
مزارع میں تلون ہوتا ہے۔ آج کچھ کل کچھ پر سون کچھ چرس صورت
کو میں ڈھونڈتی ہوں وہ نظر ہی نہیں آتی اور میں نے عہد کر لیا ہے

کہ یا تو شادی ہی نہ کروں گی یا اگر کسی کے ساتھ بیاہ ہوگا تو وہی جو مرضی
پسند کے موافق ہو۔ انھیں بادشاہ ہو یا وزیر۔ رئیس ہو یا میرے باشند
بادشاہ۔ ہم پسند نہیں! لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلان شخص بادشاہ پسند
ہے۔ مگر اندر سے ناز اور آفت ری بے نیاز یاں کہ تم بادشاہ کو پسند
نہیں کرتی۔

اللہ کے کارمیں کی یہ بے نیازیاں بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں
غور و حسن اجازت مگر ندادے گل! اگر پرستے بکنی عندلیب شیدارا
انھوں نے لاکھ لاکھ جتن کیے مگر میں نے ایک بات بھی نہ مانی اور
مانتا کیونکر وہ تو میں ورجینا کو بیاہنا چاہتے تھے۔ میں کچھ مس
ورجینا تو ہوں نہیں میں تو خوب واقف تھا کہ ہم اور مرکنگزی ہیں
لہذا انکا امر اور میرا انکار عجیب ٹھٹھ دکھاتا تھا۔ بڑی ہی لگی
ہوئی بس یہ کیفیت تھی۔

وہ میری سنتے نہیں بجا ہی میں انکی سنتا نہیں ہرگز
اور بھی ہاں ہاں کا غل بچا ہے جو شور ادھر وہ نہیں نہیں کا
الغرض آخر کار میں نے جھٹاکر کہا کہ تم بادشاہ ہو حکمران ہو۔
ثریا جاہ ہو۔ زبردستی چاہو قید کرو۔ مگر میری مرضی کے خلاف ہے۔
اور بھلا یہ کونسا انصاف ہے کہ زبردستی کسی کو بیاہو اگر ایسا ہو تو
جان دیدہ نگلی۔ اسپر وہ بہت ہی متوحش ہوئے اور کہنے لگے کہ تو متوہ
کہیں جان دینے اور خودکشی کرنے پر آمادہ ہو جانا۔ میں ظلم
بادشاہ ہوں میں نہیں ہوں تھوڑی دیر کے بعد میں روانہ ہوئی تو
رخصت کے وقت خلعت کا ایک کیت گھڑا دیا جو کوئی نہیں نہار
کا ہوگا وہی چسپ کل میں سوار تھا اور دس ہزار سدا پیہ نقد اور کوئی
آٹھ ہزار کا اسباب گرانمایہ دیا اور بعد حشرت و حرمان رخصت کیا۔
ابھی کیا ہی دیکھے گا اسوقت کیسی لگی ہوگی جب ہم دس روز کو
بیاہیں گے اور دنیا بھر کے اخبار اس خبر سے مطلع ہو کر حیرت میں آئیں گے۔

اب کی امریکا جائے ہی ہم ان کو عقد نکاح میں لائینگے۔
آزاد۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں آج شب کو ٹھیک میں آؤنگا۔
اومر کنگری۔ اے کو آئیے اور ضرور آئیے مگر اب وہ ٹکٹ آپ کو
نہ آئیگا۔ لیکن پھر بھی وہ سچ دیکھ کر ضرور دنگ ہو جائے گا
وہ تو موقع ہی اور ہوتا ہے۔

میان آزاد وہاں سے چلے تو دل میں سخت پشیمان کہ لاجول
ولاؤ کہ کیسے اچھے بنے مگر ہم ہی حق میں فردین ہیں ہمارے
ساتھی اور بھی بہت سے ہیں حتیٰ کہ بڑے بڑے رؤساء نامدار
شاہانِ فلک! مقدار چکے میں اگر فریفتہ و شیفہ ہو گئے۔ یہ سن
بھی کیا بلا ہے بیدار مان ہو حق تو یوں ہو کہ آفت جان ہو نواب
سے جو کمین یہ لطیفہ کہوں تو محاذِ اشد ہتے ہتے لٹ لٹ جائیں
اور مصاحب سنیں تو ہم کو اور نواب کو دونوں کو خوب بناؤں
اور تالیان بجاؤں کہ اچھے عاشق ہوئے تھے۔ مگر ممکن کیا کہ یہ راز
زبان تک آئے۔ کیا جمال۔ یہ باقین دل میں سوچتے ہوئے
سرا میں پہونچے۔ تو بچاٹک ہی کے پاس سے آواز آئی کہ
لانا تو میری قزول۔ ہاے نہ ہوا قرانیچہ ورنہ دکھا دیتا تھا شاہ
استے میں میان آزاد نے لکھا کہ کیا ہو بھی کیا ہو ہم ان پہونچے
گھبرانا نہیں۔ دیکھا تو خوجی ایک گئے کو دکھا رہے ہیں مقبول۔
اب میان خوجی کتوں پر بھی قزول چلانے لگے شاہ اش بھی کیا۔
افیون سلامت رہے کل کو ہوا سے بچے جھاڑ کر لینگے۔

عید سعید

عید دست دوم گل ساقی بیار بادہ ہنگام نے کہ دیدہ شے سے قہقہہ
آج تو زالی سماں ہے۔ درو دیار نور افشان ہے۔ غریب امیر سب
رنگ رلیان منار ہے ہیں صغیر و کبیر خوشی کے شادیاں بجا رہے ہیں
جسے کچھ سرت جیر نظر ڈالو عشرت پرست یکمین بلبل نگین گفتار

کے چھ کمین درو خوش رفتار کے تھے۔ اللہ اللہ یہ عید
سعید کی تیاریاں ہیں۔ ابا با جب ہی یہ چل پھل ہے۔ نواب
خمر کا پ کی بزمِ طرب کا حال نہ پوچھیے۔ روزے تو حضرت پہلے
ہی چٹ کر گئے تھے۔ لیکن عید کے روز سعید بزم جمشیدی آراستہ
ہوئی نور کے ترخے سے مصاحبون رفیعون نے آنا شروع کیا اور
مبارک مبارک کی صدالسی بلند کی کہ کروہیوں نے عرش برین
کو تھام لیا در نہ آسمان اور زمین کے قلابے مل جاتے اور دونوں
کے کنگرے ہل جاتے۔

مصاحب۔ خدا عید مبارک کرے میرے نواب جم جم جمین۔
رفیق۔ برس دن کا دن مبارک کرے۔

روشن علی۔ یہ بھانہ آمدت عید عشرت افزوست مبارک
است کہ امروز روز نور دست +

ندرت۔ حضور مجر اعرض ہے۔

گردن بجا درخت فیروزت باد خورشید فلک بندہ و سورت باد
ہر روز تو خوشتر ہر روزت باد در ہفتہ سے عید و جانا روزت باد
حافظ جی۔ یہ ویر شدہ نذر دکھا کر ارع۔ مگر قبول فتنہ ہے غو
شرف بہ خدا حضور کو عید مبارک کرے۔

سب نمی آید ہم از خندہ این شادیم آفتاب از آسمان گید مبارک بایم
نواب۔ (نذر قبول کرے) آپ کو بھی مبارک ہو مگر سنا آج
تو عید میں اختلاف ہو بھی آہا تنیر آدھا بیڑ نہیں اچھا۔

مصاحب۔ حضور فرنگی محل کے علماء اہل تسنن نے تو آج
ہی پنجشنبہ کو عید کا فتویٰ لگایا ہے لیکن جناب قبلہ و کعبہ نے فرمایا کہ
کہ ہماری عید کل ہے چلیے دو دھڑ کا معاملہ ہو گیا۔

نواب۔ بھلا چاند کل کسی نے دیکھا بھی ہمارے یہاں تو کسی نے
دیکھا ہی نہیں۔

مصاحب۔ بیرو مشد یکے پل پر چار بھشتیوں نے دیکھا اور ابا کی بالائین حافظ امان علی صاحب نے دیکھا اور فرنگی محل میں ہولی عہد الہی صاحب قبلہ کے اسوہ میں سے ایک صاحب نے دیکھا اور میری ہونے دیکھا۔

نواب۔ اپنی ہو کاس شریف کیا ہے میں کوئی چودہ بند رہ برکی صاحب۔ دشمار کو حضور رسکرا کر گردن بھجائی۔

نواب حضرت آپ اپنی ہو کی عمر تو مخفی رکھتے ہیں اور بھراں کی شہادت ہی کیا باقی رہے حافظ جی بھٹی شل شہر ہو کہ حافظ بھراں کی انگلیں کثرت توغل و مطالع سے چوندھیا جاتی ہیں انکے دن کو تو اونٹ بھٹتا ہی نہیں بھلا سر شام دونوں وقت ملتے ناخن کے ہنڈیر پانڈ کیا سوچھے گا۔

آزاد۔ حضرت میں نے اور میان خوبی نے کل شام کو اپنی گھون دیکھا اور سامعی شہادت تو سراچہ دے گی۔

نواب۔ تین گواہ بیان معبر ہو میں۔ آپ اور خواجہ صاحب اور حافظ جی صاحب ہماری عید تو ہر طرح آن ہو۔

اتنے میں فلن برس وہی ہمت الشیطان کو ٹھکانی ہوئی اور سکلاتی ہوئی آسین۔ (آبادی جان)

نواب۔ آئے آئے کیے آپ کی عید کس دن ہے۔

آبادی جان۔ کیا کوئی بھاری جوڑا بنا کر کھا ہو۔ پچھلے سے منہ شرم نہیں آتی۔

نواب سے

عید قربان یہی دن تو ہر قربانی کا آج نکوار کے مانند گلے بل قاتل اور ہم کو کیا یہاں تیسوں روز سے چٹ کے بیٹھے ہیں دودھ تو ہر اور پلاؤں کا تھا یہ تو ان کو فکر ہوگی جو دین کا فکر اس پر لا دے لاکھ پھرتے ہیں یہاں تو یہ شعور و زبان ہو۔

تھی رمضان میں مری حالت تباہ خوب ہوا شہر بد رہو گیا۔

آبادی جان۔ انھیں بھنوں تو دوزخ میں جاؤ گے۔

نواب۔ خیر تو ایک تسکین تو ہوئی آپ سے تو وہاں بھلیکے ضرور ہونگے

رفقا۔ (غل جاکر) اعجاز۔ اعجاز بیرو مشد۔ بھان اللہ کیا برجہ

کئی ہے۔ واللہ خوب سوچھی۔ ذری دیکھئے تو سہی طرف ثانی کا رنگ

فق ہو گیا کیا اگر مارگم لطیفہ کہا ہو۔

یہ قصہ اُٹھی رہے تھے کہ چپا اونٹنی اندر سے گھیرائی ہوئی

آئی۔ لٹ کے لٹ گئے۔ دسر پیٹ کر او حضور چوری ہو گئی سب

موس لے گیا۔ ہاے کہیں کانہ رکھا موے چور نے۔

نواب۔ کیا کیا چوری ہو گئی۔ ارے کب !

چھیا سرات کو اور کب اسوقت جو سگ صاحب کو ٹھریاں جاتی ہیں

تو روشنی دیکھتے ہی اندر میرا آنکھوں تے چھا گیا ہاتھ مل کر غل بھلا کر

ارے دوڑو وہاں جا کر دیکھتے ہیں تو ایک بلو کا اور کپڑے لے

سب ترتر پڑے ہیں بتیا ناس ہو نگڑے کا جو برس برس کے دن

مصاحبین۔ پائون تے سے مٹی نکل گئی انہوں نے خود اندر کل

ایک بھنگ یہاں دربار گرم رہا کوئی بارہ بجے ہار نویم بند ہو معلوم

ہوتا ہے کہ کوئی پہلے سے گھس بٹھا تھا۔ اور رات کو جاگ بھی ہوئی

نواب۔ (ذری ہماری تلوار تولانا) بھی احتیاط شرط ہے۔ شاید

کہ پانگ خفتہ باشد۔ (تلوار لیکر گھر میں داخل ہوے) دیکھتے کیا ہیں

کہ سگ صاحب ایک نازک پنڈی پر سر پکڑے بیٹھے ہیں اور بواغفران

بھجھا رہی ہیں کہ بیوی نواب کی سلامتی رہے ایک ایک بڑھیا

جوڑا بن جائیگا۔ آپ گھراتی کا ہے کو ہیں۔ نواب نے جا کر کوٹھری کو

دیکھا بلوک کو خوب غور سے معائنہ کیا مگر تلوار ہاتھ میں ہی اور

پتیرے ہاتھ ہوئے گھر بھر کا جائزہ لے رہے ہیں۔

نواب۔ (دنگ سے) ہمارا ہو چہ خود لے آخیر دونا کا ہو گیا

بواز عرفان۔ اربابان سے تو فرماتے ہیں۔ جان کی سلامتی
چاہئے مال بھی کوئی بڑی چیز ہو۔
سیکھ آج عید کے دن خوش روزہ مناتے۔ ڈونیاں آئین مبارکباد
گاتین سون بھر و صبح جو کڑی بجتی۔ رات کورت جگا کرتے سوا آج
ایک نیا شگوفہ کھلا۔ مگر گنے کی صند و فچی چھوڑ گیا اتنا ہی احسان کیا
کوئی دہزار کا البتہ خوردم بزم کیا۔ اب اس وقت کلیجہ دھک
دھک کر رہا ہو۔ سوے چور کی ہیبت سے جیسے مرنی چھا گئی۔
نواب۔ ہمارے سر کی قسم۔ اے اٹھو بس اب تمھو دھو ڈالو۔
عید مناؤ وہ جوڑا پھر کاؤ ہمارا ہی جنازہ دیکھے جو چوری کا سوگ
کرے دو ہزار بھی کوئی بڑی کائنات ہو۔

الغرض بڑی جد و جہد کے بعد حکیم صاحب بصد ناز واداعے
دلربایانہ اٹھیں اور بواز عرفان نے قسین دے دیکر تمھو دھلایا
نواب صاحب نے کہا تمھیں واللہ نہیں تو وہ ہنسی آئی لب پر
آئی۔ تاک پر آئی۔ ع وہ لب پر آئی ہنسی کی جو مسکراتی ہو۔ حکیم صاحب
بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑیں اور گھر بھر میں فحشے پڑنے لگے
جو وہ لوٹن کو ترنا جاتا ہو۔

خیر بوی کو ہنسا کر نواب صاحب نے باہر قدم رنجہ فرمایا تو
مصاحب رفیق حوالی مولیٰ خدمتگار۔ اہلکار۔ دروازے کے
پاس ٹپے ہوئے جلتے ہی غل نجایا کہ خدو نہ فریت تو یہ کچھ تو
بتائے تو یہ معاملہ کیا ہو۔ آخر کدھر سے چور آیا۔ کوئی گمنا ہو کہ حضور
بے گھر بھیدی کے چوری نہیں ہوتی ہاں جس حش بشک ہو چش اندر
گالیان کے رہی ہو کہ اللہ کرے چھوٹے پر بجلی گرے آسمان بھٹ پڑے
جو جھوٹ موٹ کسی کا نام لے کسی نے کما خدو نہ چکیا کی سازش
خود ہو آخر یہ کل رات بھر کیا کیا کیا جو کیدار ہو کہ لاکھوں قسین کھلا کر
کانوں پر ہاتھ دھرنا ہو غرض کہ گھر بھر میں عجب ہر لونگ ہو۔

اتنے میں ایک مسخر الدولہ نے بڑھکر یون مخاطب کیا۔
مسخر الدولہ۔ حضور قسم کہ کلام اللہ کی ہمیں معلوم ہو کہ یہ کس ملعون
ناہنجار کا کام ہو۔

نواب۔ بھرتاؤ بتاؤ۔ کچھ معلوم تو ہو۔

مسخر الدولہ۔ قسم حسین کی ہم تار گئے واللہ مجاہد کیا گیا۔

قربان جاؤں خداوند۔ ہونہ ہو اسی مرد کا فعل ہو جھلا بے جھلا
ہم بچان گئے لاجی آسمان پر تو ہم تھکلی لگاؤں گے ڈیا کا دو ورتک
ہم ہو چائیں عشا کا اندامک لائیں ہمے اڑا کر کوئی جاہنگامان
مصاحب ملاحول ولاقوة۔ معلوم ہو تو پھر بتائے کیوں نہیں
مسخر الدولہ اجی بتانے سے آخر فائدہ کیا مگر معلوم ہو چکا
ہو ہمیں اصلا شبہ نہیں بس اسی مردود کی ساری کارستانی ہر
لے بھی جو غلط ہو تو ہاتھ ہاتھ دتے ہیں۔

نواب۔ عجب طرح کا ناحقول آدمی ہو کبھی ہاتھ ہاتھ دتا ہو کبھی
ناک ناک بدتا ہو۔ آپ بھی غلہ بھون ہیں اللہ آخر یہ اس قدر ہل
تم کیوں کرتے ہو چہرہ ٹکوشک گذرتا ہو۔ اسکا نام بتا کیوں نہیں
دیتے یہ بھید ٹپے خھرے یہاں کس کو بھاتے ہیں۔

مصاحب۔ اجی ان بوڑھے چو چلون کو پھر پھر رکھو ع ناز
پر ان کن کہ خیر یار تست۔ بتاؤ تمھیں خدا کی قسم کس پر تم کو
شک ہو۔ آخر کس کو تا کا ہو بھی ہو کہ بچا دینا استاد۔

مسخر الدولہ۔ تو اب صاحب کے کان میں آہستہ سے خدو نہ
کیسی چور کا کام ہو قسم کلام اللہ کی۔

نواب۔ رفقہ لگا کر اہشت ناحقول خدا کی مار پھر۔

اس وقت بھی مسخر بہن سے باز نہیں آتا۔

مصاحب۔ کیا کہا حضور کس کا نام لیا۔

نواب۔ دہر زور سے تمھہ لگا کر آپ چپکے فرماتے

ہیں کہ خداوندی کسی چور کا کام ہو۔ اور کلام اللہ کی قسم کھائی
محل بھر کی کیفیت تھی کہ جسے دیکھو ٹوٹ رہا ہی نہیں تھے
پیٹ میں بل پڑ گئے۔ اتنے میں ریل کا ایک چرپسی تار لیکر آیا۔
چرپسی۔۔۔ چور تار آیا ہو۔

نواب۔ تاراؤں خدایا شرافات سے بچاؤ۔ خداوند روزید
نکھائیوں سے جان نکل گئی اس وقت بھی انکو اچھی طرح بٹھاؤ
اور کسی انگریزی خوان کو بلاؤ۔ اور تار پھوٹا خدا جانے کہاں سے
گولہ آیا ہو۔ اس وقت دل قابو میں نہیں ہے۔

مصاحب۔ کیوں میان جوان یہ تار تو بڑے صاحب کے
دفتر سے آیا ہو نہ۔

چرپسی۔ سناہن ریل گھر سے آوا ہو۔

رفیق۔ واہ رے انگریز۔ اللہ جانتا ہی یہ بھی بلا تشبیہ خدائی
کرتے ہیں۔ اور سینہ جلدی کے لیے اب تار کی خبر بھی ریل پر آنے
لگی۔ واہ رے اُستاد عقل کام نہیں کرتی۔

دوسرے مصاحب۔ واللہ اعلم یہ تار بولتا کیونکر ہو۔ آخر
تار تو بچان ہی نہ بھی۔

راوی۔ اچھے اچھے جمع ہیں۔ جو ہر جالینوس بطیموس۔ اسط
بقراط اور سقراط ہی ہونے کا دم بھرتا ہی۔ مگر لیاقت یہ کہ چرپسی سے
جو سوال کیا بھونڈا لیک صاحب نے پوچھا کہ کیا یہ تار بڑے صاحب
کے دفتر سے آیا ہو۔ اس گاودی سے کوئی اُتار تو پوچھو کہ بڑے صاحب
کے دفتر کو تار سے کیا واسطہ۔ خیر جب چرپسی نے کہا کہ نہیں خدائی
ریل گھر سے آیا ہو تو فرمایا کہ جلدی کے لیے تار کی خبر ریل پر آنے لگی
واہ ری عقل۔ لا حول ولا قوۃ۔ اتنا نہیں جانتے کہ ریل تو کانپور
سے لکھنؤ تک تین گھنٹے میں پہنچتی ہو اور تار کی یہ سرعت
ہو کہ ادھر کھٹ ہوا اور خبر کلکتہ میں داخل۔ بھروسہ قدر

نہیں سمجھتے کہ جتا ریل کی خبر ریل پر جاتی تو تار ریل سے بھر گیا
فائدہ تھا۔ خدا نگار کسی انگریزی خوان کو لے آیا۔ مگر حاجی ہی ہی
لیاقت۔

لفافہ کھولا تو بہت غور سے پڑھنے لگے۔

نواب۔ کیا لکھا ہو بھئی۔

انگریزی خوان۔ لکھنؤ دس منٹ تک تامل کیا۔

مسخرالدولہ۔ میان کیا کو دون دے کے پڑے ہو کیا کچھ اور

بھی لکھا ہو۔ یا لکھنؤ ہی لکھا ہو۔ اور بس۔

انگریزی خوان۔ لکھنؤ میرزا پڑ۔

مسخرالدولہ۔ واہ ری تیری بڑ بھیا مرزا پور کو مطلب کہ

لکھنؤ کو خبر بھی ہو اور مرزا پور سے آئی۔

انگریزی خوان۔ لکھا ہو کہ کل جاؤ دیکھنا اور ایڈ ہونا۔

مسخرالدولہ۔ بس آپ پڑو چکے اور ہم سمجھ چکے خدا نگار

سے اس گاودی کو بکڑ لائے میان۔

انگریزی خوان۔ (شرما کر) ایڈ ہونا تو صاف لکھا ہو۔

مصاحب۔ بچے کچھ بھیجے۔ انگریزی زبان کی آپ

بن نافع ٹانگ توڑتے ہیں۔ بس رہنے دیجئے۔

رفیق۔ اہا ہا۔ نہ کیسے گا واللہ ہم تار لگے۔ یہ جو ایڈ لٹک رہے

ہیں یہ عید ہو۔ پوچھا ہو گا کہ چاند کل دیکھا یا نہیں۔ آج عید ہو یا

کل یہ تو وہی مثل ہوئی۔ واللہ کہ ہاتھ میں چکی کا پاٹا ہو۔

نواب ہاں خوب سمجھے واللہ کسی نے مرزا پور سے پوچھا ہو گا کہ

آج عید ہو یا کل ہوگی۔ اچھا یہ تو فرمایے کہ بھیا کس نے

ہو۔ آخر کسی کا نام تو بتائیے۔

انگریزی خوان۔ ناسر ہو سین۔

مسخرالدولہ۔ ماشاء اللہ کیا نام بتایا ہو۔ ناسر ہو سین۔

ترکی نام ہی یا فرانسیسی معقول۔

رفیق سیم بتائیں۔ ناسرہو سین نہیں۔ نثار حسین ہوگا۔ کیوں نہ کیے گا۔

نواب۔ شاباش خوب سوجھی۔ مرزا پور میں چارے ایک دست ہیں نثار حسین بڑے متشرع آدمی۔ یہ انھوں ہی نے نا بھیجا ہوگا پھر اب اسکا جواب کسی سے لکھوائے اور پھجوائے مگر جلد جائے تاکہ انکے پاس آج ہی پہنچے وہ بڑے بھرارہ ہونگے۔ ایک روپیہ دور روپیہ جو صرف ہوا دروغ سے دلواد اور میان ندرت کو بھی ناکھڑچھڑا کر دواں صاحب یا کوئی بابو ہوتا اس سے کہیے کہ ذرا جلد پیچیدیں اور کان میں چپکے سے اگر کچھ مانگے تو دیدینا مگر اتنا کہ دنیا کہ خبر ضرور پہنچے ایسا نہ ہو کہ راہ میں کمین مرگ رہے تو غضب ہی ہو جائے۔

میان ندرت لکھنؤ کے آدمی اور وہ بھی پرانے فتن کے خناس کے باہر عمر بھر قدم رکھا ہی نہیں وہ کیا جانیں کہ تار گھر کس بلا کا نام ہے غیر قہر درویش برجان درویش لکھنؤ چلے تو راہ میں ایک ایک سے پوچھتے جاتے ہیں کہ کیوں بھی تار گھر کمان ہے۔

نان بانی۔ اسی ہم سے روٹی کباب کچے کا بھانڈا پوچھتے تاردار کسی بابو سے دریافت کیجئے۔

پٹوا۔ اب بھورہم تو بس چکھا کا تناخو چاتے ہیں اور کچھ ہم کیا جانیں نانی۔ تار گھر اہلو تو کھت بنانا اور موٹا بنانا کیسے تو اچھا بھی نہیں بنانا آخر کار ایک چہرہ ہی نے کہا کہ کل کی برف کے سامنے ہے۔

بھائی ہم کل کی برف درف توجاتے نہیں یہ بتاؤ کہ ادھر خناس ادھر پاٹہ نالہ اور پھر اس طرف سعادت گنج سے کس رخ جائیں پھر پھنسے یا راور تار گھر میں خدا جانے کیا واردات ہو ذری انگریزی قانون والوں سے ہم ناواقف بھی ہیں دیکھئے آج کیا اقتدار پڑتی ہے

فیض خدا مالک ہی چلے تو دھنیا مہری کے پل پر ہو رہے ہیں جہاں سے چھوڑا اور ناکے کی راہ لی۔ لاجول ولا قوہ دہان ایک آدمی سے پوچھا کہ یہاں سے تار گھر کتنی دور ہوگا۔ اس نے کہا تین کوس این رے میان ہوش میں ہو۔ ہاں ہم تو ہوش میں ہیں تم اپنی اہو تم بھی ہوش میں ہو یا مدہوش ہو۔ آئے کمان سے ہو۔ خیر حسین گنج پوچھتے چلے جاؤ وہیں تار گھر بھی ہے بھی کیا آدمی ہو حسین گنج کا نام تو ہم نے سنا ہے مگر سو اب چوک۔ رستم نگر کا شمیری محلہ۔ درگاہ۔ رانی کٹرہ بجلی گنج۔ آغا میر کی ڈیوٹی کے اور تو کوئی محلہ جانتے ہی نہیں یا اور دو چار جانتے ہوں مگر حسین گنج تو آج تک دیکھا ہی نہیں۔ بارے چلے چلے کوئی دو گھنٹے میں جھانک پھوٹے توجان میں جان آئی کہ جیتے بچے یہاں سے پتا پوچھتے پوچھتے چلے حسین گنج۔ حسین گنج میں ایک بابو ٹرک پر کھڑے تھے ان سے پوچھا کہ کیوں بابو جی تار گھر کمان ہے انھوں نے کہا سامنے چلے جاؤ پھر پلٹے۔ بابو جی ایک روپیہ لایا ہوں اور لکھواتا یہ ہے کہ آج عید سنہیوں کی ہے۔ کل شیون کی ہوگی بھلا دہان بیٹھا رہوں جب خبر پہنچ جائے تب واپس آؤں۔ بابو نے کہا ایسا کچھ جبرور نہیں۔ خیر تار گھر کی کوٹھی پر داخل ہوئے تو کھجور دھک دھک کر رہا ہے کہ دیکھے جان کیونکر جیتی ہو خدا جانے کیا اقتدار پڑے۔ ہاتھی جھوٹے گھوڑا چھوٹے۔ تھوڑی دیر بھاگ پر کھڑے رہے اور دہان سے مارے ڈر کے بیزنگ واپس راہ میں دونوں روپے تو انھوں نے جھٹانے اور بیوی کے لیے پیسے میل ٹھائی جنگل میں لے چلے اور راستے بھر ہی سوجھتے رہے کہ نواب سے یوں چمکے چلین گے یوں جھانسا دیں گے چین کرو استاد خدا بدہ کا نقشہ ہے۔ اب میان ندرت کے پورا رہے ہیں۔ دو چہرہ شاہی جوئی گڑھت کے

چکے دکتے پائے تو خوب گلچڑھے اڑائے۔ مزے سے مٹھائیاں
جکھین۔ حلوائی کی دکان اور دادا جی کا فاتحہ گھر میں جو خوش
خوش گھسے تو ہاتھ میں جگلیل اور اس میں مٹھائی بیچ میل بیوی
دیکھتے ہی کھل گئیں کہ آج البتہ جکھوتیاں ہونگی جھپٹ کر جگلیل ان کے
ہاتھ سے چھینی اور دیکھا تو مٹھے میں پانی بھر آیا۔ برنی پر جاندی کا ورق
لگا ہوا۔ امرتیاں تازہ تازہ۔ لٹو گرما گرم۔ پیڑے وہ جو متھرا کے
پیڑوں کے دانت کھٹے کر دیں۔ دو تین لٹو اور ایک ٹی تو دیکھتے ہی
دیکھتے چٹ کر گئیں۔ واہ مٹھائی کیا ہو کہ ب بندہ ہوتے ہیں سیرا
اٹھانے ہی کو تھیں کہ میان ندرت نے جھلا کر پوچھا پکڑ لیا۔

ندرت۔ ب بندہ ہوتے ہوں یا نہ ہوتے ہوں مگر تمہارا منہ جلایا
جاتا ہو ایک لٹو دکھایا میں کچھ نہ بولا۔ دوسرا نکلا میں چپ چاپ
دیکھا کیا میسرے لٹو پر ہاتھ بڑھایا اور مزے مزے سے کھایا برنی
کھائی اور اب چلین پیڑے پر ہاتھ ڈالنے تب تو مجھ سے نہ رہا گیا اب
کھانے پینے کی چیز میں ٹوکے کون اتنی جڑی لومڑ ہو گئیں مگر بڑی بی
رہیں نندیوں ڈال کے ٹوٹوں مچھکوں کی طرح مٹھائی پر گر پڑا کیا
معنی۔ دو بیالیاں لاؤ انیم گھو لو پوچھنا خوب لٹے کٹھین مٹھائیاں
جکھو آؤ آج ہم تم دونوں بیٹیں خدا کی قسم یہ انیم بھی نعمت کی مانگا کچھ
بیوی۔ درہت تنک کر بس نیاست (نعمت) کی مان کا کچھ ہم
کھاؤ۔ کھاؤ چاہے بھاڑ میں جاؤ۔ واہ آج اتنے پیڑے تمہارے دن
مٹھائی کیا لائے کہ دماغ ہی نہیں بلتا موتی کی سی آب اتار لی ایک
پیڑے خاطر پوچھا دھر کے مڑو ڈالا اللہ کرے ہاتھ ہی ٹوٹیں تم انیم
کھاؤ چاہے سنکھیا کھاؤ ہم اپنے سوتے ہیں۔

راوی۔ واہ میان ندرت کیون نہو۔ خود تو میان انیم بھی نہ ہی اب
اپنی بیوی کو بھی پلاؤ۔ لطف تو یہی ہو کہ دونوں میان بیوی انیم
کی بینک میں اونگھ اونگھ کر مٹھائی تو لگیں ایک کا سر اس باٹی

برہم دوسرے کا اس باٹی پر ہو۔ جب تک کھٹکے کی آواز نہ آئے
تب تک سر نہ اٹھائے۔ رات بھر سر سوجا دیا دھبہ دھبہ ان
افیونیوں سے خراب کئے بھلے ناس کو تو ان کے پڑوس رہنا چاہیے اتملیہ ہو
کہ بندر تک کو انیم کر دیا۔ لکھنؤ میں کسی ذات شریف نے بندر بالا
اور اسکو انیم بلانا شروع کی اس ایچ کے قربان یہ کیا دور کی سوچھی ہو
اور کیوں نہ سوچے کھنکھو کا توچہ ہاچو ہا فیونی ہے۔ خیر چند روز کے
بعد حضرت نے بندر کو چھوڑ دیا۔ اب میان انیم کھانے کے
حواس پتیرا ہوئے سٹی ٹی بھولی ہوئی وقت پر انیم نہ ملی تو جمائیوں پر
جمائیاں آنے لگیں دم الگ لپٹی جاتی ہو اور انیم کھانے کے الگ
لوٹ رہے ہیں بڑا حال ہو زندگی دبال ہو۔ کوٹھے پر سے بازار
میں آئے۔ اب یاران سڑیل سب کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ بے
ڈگڈگی کے بندر کا ناچ کسی نے کا ہے کو دیکھا تھا۔ دو چار آدمیوں نے
پیالی میں انیم گھولی اور بندر کو دی تو باچھین کھل گئیں اور بڑے
شوق سے پیالہ لے کر غٹ غٹ کر کے پی گیا تو انکھوں میں روشنی
آئی غرض کہ بندر بچا رہ انیم پینے کے وقت باؤلا کتا سا بن جاتا تھا۔

اب میان ندرت کو اس سے بڑھ کر سوچھی انکھوں نے اپنی بوجھ
کو بھی انیم کی جاٹ دینی چاہی جس میں دونوں ہر دم غنیمت رہیں۔
اس سوچھو بوجھ کے صدقے لا حول لا قوۃ۔ مزار فیع دلش نے اور
بھی تم ڈھکایا کہ اس بلا سے بیدریان کی تعریف میں یوں فرمایا۔

تربیا کی اگر سینہ کنی صد چاکش	از دل نرو خیانت و ماسش
چون غنچہ تربیاک سرانگندہ پیش	میر رنگند تانہ رسد تربیاکش

اتنے میں باہر سے آواز آئی (میان ندرت صاحب کسٹلف رخصت
ہیں) صدائے برخواست پھر نکلا (میان ندرت صاحب ہین)
جواب خموشی تب تو اسے زور زور سے زنجیر کھڑکھڑانا شروع کی۔
بیوی تھیر کہ آخر میان سون کھینچے ہوئے کیوں بیٹھے ہیں۔

بیوی۔ سنتے ہو یا کانون میں ٹھٹھکیاں ہیں۔ ایک آدمی گلا
بھاڑ بھاڑ کر چلا رہا ہے۔ دروازے کو چل سے نکالے ڈالتا ہو۔
تم جھٹ مارے بیٹھے ہو۔ بولتے کیوں نہیں۔ کمین چوری کر کے
تو نہیں آئے ہو۔ آخرش یہ ماجرا کیا ہے۔
اما۔ ہاں بیوی کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے۔

ندرت۔ فدی آہستہ آہستہ باتیں کرو۔

بیوی۔ ایسی بیچ کیسے گا ذری ہم تو خوب غل چائینگے۔ اور
تمہیں لگا بیٹھے۔ اما ہم پردے میں ہوئے جاتے ہیں جا کر ان کو
بلاؤ کہو گھر میں گھسے بیٹھے ہیں۔ اور ہم سے کہتے ہیں سان سان بولو
ندرت۔ نہیں نہیں یہ دلکی بازی اچھی نہیں تم کہہ دو کہ نواب
صاحب کے یہاں گئے ہیں۔

اما۔ ایسی کون آدمی کہ دروازے کو توڑے ڈالتا ہو۔

آواز۔ اجی اما جی میان گھر میں ہیں یا نہیں۔

اما۔ (باہر جا کر) بسل تنے ہی کے لیے۔ توبہ۔ توبہ میں تو سمجھی
کہیں سے دوڑائی ہو میان تو سو پرے منہ اندھیرے نواب صاحب
کے بیان (دہان) گئے ہیں ابھی آئے نہیں چوہلین تو بھیج دیجے گا۔
آواز۔ این! نواب صاحب کے یہاں سے تو ہم بھی ابھی ابھی
آہے ہیں۔ وہاں ڈھنڈس مچی ہوئی ہو۔ یہ چل کہاں دیے
تار گھر تک سرکار نے بھیجا تھا سوتا تک ستہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں
تھم گئیں! چھا بھا بھی صاحب کہو کہ آج عید کے دن آپ کے
دروازے پر آئے ہیں کچھ سوبان و دیان کھلائیں ہم توبہ لکھتے
آدمی تقاضا کر کے دعوت لیتے ہیں۔

اما نے اندر سے لے جا کر باہر برآمدے میں ایک مونڈھا
بچھا دیا۔ اب یہاں میان بیوی میں نکرار ہونے لگی۔

میان۔ اجی ٹال بھی دو۔ ایسے ایسے مغت خورے بہت

آیا کرتے ہیں۔ اما جی تم بھی باگل ہی رہیں سو نوٹھا بچھانے
کی کیا ضرورت تھی بھلا۔

بیوی۔ اے واہ۔ ہم تو کونسی اور ضرور خاطر کرینگے اچھا کہ نواب
کے یہاں جا کے ہم کو گوارا نہ بد سلیقہ عورت بنائیں اس میں
تمہاری ناک نہ کٹے گی۔

میان۔ ہماری ناک کی تو تم کہہ رہی نہیں ایسی ناک بھی دیکھی
ہوگی روز کتنی بڑی گرج کو بھر (جتنی کی جتنی) یہ ناک کیا منھری کی
شاخ ترکہ قلم کی اور بڑھی شمع ہی شمع کاٹ ڈالو تو ادھر بھی روشن ہو۔
بیوی نے ایک تشری میں پانچ چھ ڈلیاں ٹھٹھائی کی قرینہ سے

لگا کر شیشی ہزار دال اسپر ڈھک دیا اور اما سے کہا کہ جاؤ۔

میان ندرت کی سوج پر صدمہ ہوا کہ چار پانچ ڈلی تو بیوی باتیں کرنا

کرتے چکھ گئیں اور پانچ چھ اب نکل گئیں غضب ہی ہو گیا۔ اما ٹھٹھائی

لیکر چلی تو ڈوڑھی میں دو لٹو چپکے سے نکال کر ایک طاق میں

رکھ دیے۔ اتفاق سے ایک چھوکر اڑھکرا ہوا تھا اسے ناک لگائی اور

جب اما جی باہر گئیں دونوں لٹو مزے سے کھا گیا چلیے پورے

گھر میں مور بٹھا مصاحبے رومال ہٹایا تو کہا کہ واہ بھا بھی صاحب

تو بڑے بھائی صاحبے بھی ٹھیکر چرس نکلیں۔ یہ بات ہی کے منہ میں

زیرا خیر بانی تولا۔ اما ایک شیشے کے گلاس میں صراحی کاٹھنڈا پانی گئیں

اور حضرت نے ٹھٹھائی کھائی اور پانی پیایا پھر تو پانی کی فرمائش کی

بیوی اپنے ہاتھ سے دو گلو ریان بنائیں مصاحب لہو لہو نے چکھیں تو حتم

مانگا ندرت نے کہا دیکھنا ہاتھ دیتے ہی سو بچا پکڑ لیا۔ ٹھٹھائی لاؤ پانچ کھلا

پانی بلاؤ۔ حقہ بھر لاؤ۔ گویا بابا کے گھر میں بیٹھے ہیں ان موندیوں کی

تو قبر تک میں واقع ہوں۔ اسی سے کہا تھا کہ منہ لگاؤ اور

ایک نپر کیا موقوف ہو۔ نواب کے ہاں جتنے ہیں سب گرے سب

مغت خورے۔ پر یا مال نکلے والے۔ اما جی جا کر کہہ دو کہ حقہ یہاں

جب صاحب الدولہ بہادر چپت ہوئے تو میان ندرت بھی
بھڑکتے بھڑکتے چنگیل کی طرف بڑھے اور انیم کی پینک میں خوب
چھک کر ٹھائی جگھی اور چلے نواب کے گھر چلے تو پو قدمے -
قدم قدم پر فقرے سوچتے جاتے ہیں بارے داخل ہوئے تو
لوگوں نے آسمان سر پر اٹھایا۔ آئے آئے۔ آئے قبلہ۔
نواب۔ شکر ہو کہ زندہ تو پہنچے۔ یہ آپ اب تک تھے کمان آخر
مصاحب۔ حضور تار گھر تو یہ سامنے ہو۔

رفیق۔ اجی دو قدم پر نکلے اور داخل۔
حافظ۔ ہاں اور نہیں تو کیا۔ بات کرتے تو آدمی پہنچتا ہو۔
روشن علی۔ کون! مجھ سے کہئے تو اتنی دیر میں ایک اٹھا رہا
پھیرے کر دن۔

ندرت۔ ہاں بھی گھر بیٹھے جو چاہو بنکار لو۔ کوئی جائے تو قدرتی
سعلوم ہو۔ چلتے چلتے آندھی روگ آتا ہو۔ بکری مرگئی کھانڈا لے
کو ذائقہ ہی نہ آیا۔ آپ لوگ تھان کے ٹرے ہیں کتنے لگے دو قدم
پر ہو۔ جی بلکہ اور آدھی قدم پر۔ یہاں سے گئے سعادت گنج وہاں
سے دھنیا مہری کے پل۔ وہاں سے عیش باغ۔ وہاں سے
گنیش گنج۔ وہاں سے امین آباد اور زبور خانے ہوتے ہوئے
نار گھر پہنچے دم ٹوٹ گیا شل ہو گئے مر گئے نہ کھانا دانہ آپ لوگ
یہاں بیٹھے بیٹھے جو چاہئے فرمائیے۔ ذری دو قدم جائیے تو معلوم ہو
آٹے دال کا بھاؤ۔ کتنے اور کرنے میں فرق ہو قبلہ۔
نواب۔ تو اب اس ٹھائیں ٹھائیں سے کیا واسطہ یہ کہیے
کہ خبر پہنچی یا نہیں۔

ندرت۔ قربان جاؤں خداوند نے بھلا میں اسکا کیا جواب دوں
علم غیب تو پڑھا ہوں نہیں کچھ خبر دے آیا۔ بابو نے میرے سامنے
کھٹ کھٹ کیا صاحب روپیہ لیا چیر سیوں کو انعام دیا چار روپیہ

کوئی نہیں پیتا۔ چلیے اب بہت اختلاف بھی نہیں اچھا ہوتا ماما
حقہ بھر کے دے ہی آئی جب سوخت کر چکے تو حضرت نے باہر سے
آواز دی کہ ماما جی چار پائی یہاں موجود ہر ذرا درمی یا نا لپو دیجائیے
اب ٹھیک دو پھر کو کون اتنی دُور جائے۔ ذرا کمر سیدھی کر لیں
تب تو میان ندرت خوب ہی جھلائے۔ اور سینے اب لیٹنے کی
سوچھی۔ آخر اس مردک کا منصوبہ کیا ہو ملی کھڑی کرنے کا قصد
تو نہیں کیا ہو کہ میں صریح جانتا ہوں کہ مالک گھر میں نہیں پھر ہر دروازے
پر چار پائی بچھا کر سونا کیا مٹی۔ اور مجھ سے اس کے کمان کا ایسا
انہ ہو کہ اتنے ہی بچھا بھی صاحب سے فرمائیں ہونے
نہ۔ بچھا بھی صاحب! پوچھیے مجھ سے آپ سے بھائی چارہ
جو ہوا تھا۔

اتنے میں ماما ڈیوٹھی میں گئی کہ لٹو چپکے چپکے کھائے طاق پر
ٹھوٹھو ماما اللہ لون کا کہیں پتہ ہی نہیں چھو کر نے پوچھا کہ
ماما جی وہاں کیا ڈھونڈ رہی ہو۔ وہ تو جو با کھا گیا سنتے ہی ماما
آگ بھجھو کا ہو گئی تو چھو کر اکٹا کیا ہو۔ ماما جی بیچ کتنا کیسی خلائی ہوئی
اور چوہا بھی کیسا تاک ہی میں بیٹھا تھا چوہے نے تھارے اچھے کان کرے
صاحب۔ ماما جی ذری پلنگ دیجائیے تو دراز ہوں۔

ماما۔ پلنگ لنگ یہاں نہیں ہو۔
صاحب۔ ماما جی ہم جلتے ہیں بڑے بھائی اس وقت کہیں
عبید ملے گئے ہیں بس سمجھ جائیے۔

ندرت نے کہا خوش ہوئیں۔ اب خوش ہوئیں کچھ کھیں
بھی۔ اب یہ اس فکر میں ہیں کہ تم کو ہم کو لڑوا دیں تمہارے
ہاتھ میں جوتی ہو تمہارے ہاتھ میں بیزار اور ترانہ پڑتی ہوں اور
ٹھائی بھیجو۔ کلوریاں چکھاؤ چکھاؤ کلوریاں۔ بیڑے بنانا کہ
بھیجو شرم تو نہ آئی ہوگی۔

<p>یہ خاتون مہ لقا پیاری حسن آراہین جبکہ میان کزاد خانہ بر باد پڑا یا تھا اور جس نے اُس جوان صباغ کے نشتر نگاہ کا چرکا کھایا تھا یہ پری ہمدردان دلبری گلوں کو جواب رشک مین چھپاتی اور بلبلیوں کو غیرت سے شرماتی ہوئی جان چھان جاتی تھی۔ اور بلی مکر کروں بل کھاتی تھی۔</p>	<p>اپنی جیب سے دینے پڑے۔ وہ تو کہیے وہاں میرے نوابی کے جان بچان میرزا گلن بیگ نہوتے تو بیرنگ واپس آنا پڑتا۔ نواب خیر شفی ہوئی۔ اب فرما کیے کہ اتنی دیر کہاں ہوئی۔</p>
<p>باغ مین آج جو اس گل کی سواری آئی شوز بلبل نے کیا باد بھاری آئی</p> <p>فیسم غنیمت غنادر طرب یز کمین جوش بہار کمین خندہ سرشار خندے بہان آفرین کی چین طرازی۔ باغبان گلشن ایجاد کی خیابان پردازی شلخ گل بہار آفرین۔ تختہ تختہ سرا پارنگین۔ ہر شجر خضارت ہر روش رکوش فرخار۔ دورویہ سبزے کی لہک۔ بیچ مین لال انگار اسی شرک جیسے چیخ نیلو فری پردھنک کی دمک۔ اور پیاری حسن آراہر کی چال جھوم جھوم کر چلتی ہو اور دایہ بہار باد عطر بار کا پنکھا جھلتی ہو۔</p>	<p>مندرست۔ خداوند جلدی کے مارے گھبی کرایہ کر کے گیا تھا۔ لوٹتیوں کو اُس نے وہ پٹا کھایا کہ مین تو سمجھا کہ بس کچل ہی گیا مگر خدا مستبب الاسباب ہو کر تو لیکن بچ گیا۔ کوئی دو گھنٹے تک کو چبان ہم ہی درست کیا کیا اس سے دیر ہوئی حضور۔ ورنہ حاضر ہوتا اب گھر جاتا ہوں۔</p> <p>نواب۔ ہائین! ارے بھئی کھانا تو کھاتے جاؤ۔ اچھا چار روپیہ تو وہ ہوئے اور گھبی کے کرایہ کے بھی کوئی تین روپیہ ہوئے ہونگے سات روپیہ داروغہ سے لے لو۔</p>
<p>از رشک خرامیدن تو سر جو طاؤس در ہر قدمی تازہ کند ماتم مارا</p> <p>شاہدان چین کے خرم صبر و قرار مین آگ لگاتی ہوئی اور پانچ تازہ داد سے اٹھاتی ہوئی کھبی چھپٹ کر اس روش مین کھبی پھرتی کے ساتھ اُس روش مین خرام کرتی تھی دلربائی کا اہتمام کرتی تھی اٹھتی جوانی بحر حسن کی طغیانی۔ جو بن پھٹا پڑتا تھا۔ جمال حسن یوسف سے</p>	<p>مندرست۔ نہیں خداوند جھوٹ نہ بولونگا۔ چاہے فاقہ گردن مگر گونگا سچ ہی۔ یہی تو غلام مین جو ہر مین۔ دو روپیہ اور پانچ پیسے دیے۔ دیکھیے خدا کو مسخر دکھانا ہو۔</p> <p>نواب۔ داروغہ ان کو دس روپیہ دے دو۔ سچ بولنے کا کچھ انعام بھی تو دون۔</p> <p>راوی۔ ماشاء اللہ کیا سچ بولے ہیں۔</p>
<p>ملکر لڑتا تھا۔ اسوقت حسن آرا فرط طرب سے آپ ہی مسکراتی تھی اور چلبلی بن کے مارے کھکھلائی جاتی تھی۔ کہ دفعۃً سارا لطف کر کر رہا ہو گیا سامان تازہ ہوتا ہو گیا۔ عین سستی مین بصد شوخی ہر طرف گھوم رہی تھی اور جوانی کے نشہ مین جھوم رہی تھی کہ دور سے کبھی شخص نے خوش آوازی سے گانا شروع کیا کہ (جب سے گیو موری سدھ ہی نہ لینی۔ کیسے کٹھن کٹھور) یہ سنتے ہی طوفان غم تنور سینہ مین جوش زن ہوا۔ ایک ایک روگٹا پنچیر تیرم ہوا حسرت وصال آزاد مین تنکے چنے لگی۔ رنج فراق مین سوئے لگی۔ ہائے آزاد و اسے آزاد کی صدا</p>	<p>حسن آرا کی بھرقاری اور خیال میان آزاد مین گریہ وزاری</p> <p>دروغہ مین زخم بے نشان زدہ بجز ترم کہ عجب تیر بے کمان زدہ</p> <p>کجا روم کہ گویم بگو چہ چارہ کنم کہ تیر عشق مر اندرون جان زدہ</p> <p>ایک روز سر شام ایک دلآرام گلغام جو روش نازک اندام عشاق کی جان پر آفت ڈھانے والی دنیا سے نرالی باغ پر فضا و دلکشا کی پیاری پیاری روشن مین عجب ناز مشوقانہ۔ اور انداز دلرباانہ سے اٹھکھیلیاں کرتی اور چمک چمک کر قدم دھرتی ہوئی مٹھن گلگشت تھی۔ بھلا پوچھیے تو یہ نگار جادو جمال و مشتری خصال کون ہو</p>

<p>تو دیکھا کہ حسن آزاد یوانہ دارا دھر اُدھر پھر ہی ہو چکا کہ رنگ رو باختہ حضرت عشق کی ساختہ پر داختہ ہی تاؤ گیا کہ آزاد یاد آئے۔ زلف کھلی اور آشفۃ بال کھرے ہوئے عین بخودی کے عالم میں ہو۔</p>	<p>بلند کی۔ سفیدہ صبح حسرت پر ظلمت شب حسرت کی تاریکی چھائی گریبان و دامن کی شامت آئی۔ ۵</p>
<p>پیر مرد۔ (قریب جا کر) حسن آرا پیاری حسن آرا۔</p>	<p>گریبان شد و تلخ بگرست بے گریہ تلخ در جہان کیست</p>
<p>حسن آرا۔ (تیچھے پھر کر) کیا کہا۔ پیاری! کسکی پیاری!! ہاے کسکی پیاری!!۔ آزاد کی پیاری۔ اپنے پیارے آزاد کی پیاری اپنی آنکھوں کے تارے آزاد کی پیاری۔ آج سے ہمیں پیاری نہ مانا مسا بڈھے۔ خردار جو پیاری کہا تو تو جانے لگا۔</p>	<p>کبھی چنچی اور چلائی کبھی یہ سخن زبان پر لائی کہ پاخانہ میرے معشوق کی صورت دکھا دے یا خضر خجستہ پڑتا ہی بتا دے عالم تصور میں میان آزاد کی تصویر مجسم نظر آئی۔ نظر آتے ہی کھلکھلائی مگر طرفہ العین میں تصویر غائب پائی۔ تو خوب پھوٹ پھوٹ کر روئی اور چلائی کبھی پھولوں کی پنکھڑی کو سونگھ کر کہا کہ اس میں اُس گلزار کی بو بھی سنبھل کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ ایسا ہی وہ عین من موہو کبھی عندلیب شیدا سے مخاطب ہو کر کہنا۔ ۵</p>
<p>پیر مرد۔ (کا پنتے ہوئے) حسن آرا۔ تمھاری تقریر سے ہمیں خوف معلوم ہوتا ہے کہ اب تم بھلنے لگیں۔ میں تو تم کو اپنی بیٹیوں کے برابر سمجھتا ہوں کیا اولاد والدین کو پیاری نہیں ہوتی۔</p>	<p>بنال بلبل گر بامنت سر بایست کہ ماد و عاشق زار کو کار از است</p>
<p>حسن آرا۔ ۵</p>	<p>کبھی باد عجز بیز کو اپنا مخاطب کر کے عجب حسرت سے چلا اٹھنا کہ ۵</p>
<p>ہجر تو ان پیکر مہنگ بہاری ریختہ ابر و برق و باد بارانے عجب انگینختہ گر گلشن بگذرم بالین ان گلین خوش عندلیبے شک چھوٹا لہر گدہ زیندہ ریش</p>	<p>نسیم صبح کہ ستانہ واری گزری نہ امنت زکدامی دیاری گزری ای باد اگر بگلشن احباب بگذری ز نہار عرضہ دہ بر جانان پیام ما</p>
<p>ابو بندی سالک جلوہ عشق ہو۔ اور ساغر چشم لہر بڑا دہ عشق ہو۔ ۵</p>	<p>کبھی قمری کو شلخ شمشاد پر دیکھ کر روکے کہنا۔ ۵</p>
<p>میکش تھعلہ سرے ازل صد پارہ ما جوش آتش بود امروزیہ فوارہ ما</p>	<p>فرق ست میان آنکہ یارش دربر با آنکہ دو چشم انتظارش بر در</p>
<p>کبری روز ازل خستہ تعلیم گرفت عشق مشاطگی آموخت زلفا را ما</p>	<p>کبھی پھولوں کو شلخ گلبن میں دیکھ کر اشارہ کرنا۔ ۵</p>
<p>(چونک کر) اُف۔ اسوقت تو میں جیسے نشے میں تھی۔</p>	<p>ہو ابرو بڑھتے ہیں خاک پر گل آج بجل سے گلستان قتل کیسے دان ہر تیغ ملاقات سے</p>
<p>پیر مرد۔ تم اسوقت مریض ہو میں طیب ہوں۔ مریض کو طیب کا کہنا ماننا چاہیے۔</p>	<p>مطب بار بد نژاد نے ایک ٹھمری کیا سنانی کہ بیجاری حسن آرا کے دل پر پکلی گرائی۔ ۵</p>
<p>حسن آرا۔ ۵</p>	<p>مطر بگی شمع زونہ اگر یہ بخون کر دوش سانی ستودادی پیمانہ بخون کر دوش</p>
<p>از سر بالین من ہر خیر ای نادان طیب درد مند عشق را در و بجز دیدار نیست</p>	<p>میان آزاد خود تو خانہ برباد تھے ہی مگر جہان بیٹھے جس سے دل لایا اٹھکو مجنون اور مفتون اور اپنا سا آزاد خانہ برباد بنا دیا۔ ۵</p>
<p>پیر مرد۔ اس آہ وزاری سے خدا ابرا ماننا ہو۔ یہ سورا دہ ہو۔</p>	<p>شد ہر گلچہ ہر ہر پیمانہ شدا ہرچو من باہر کہہ تم ہے چون خوش مجنون کر دوش</p>
<p>حسن آرا۔ ۵</p>	<p>پیر مرد جو یعنی وہی ملاح لیج حسن اتفاق سے بلغ کی طرف جو گذرا</p>
<p>ہاے وہوے عاشقان دیش رب سوزش عشق ست نے ترک لب</p>	

پھر بوسہ لے کر۔۔۔	پیر مرد۔ اس وقت سبزہ زار کو دیکھو۔ باغ و بہار کو دیکھو۔ دو گھڑی
ولی دیوانہ دارم نہ انہم حسیّت تدبیرش	جی خوش کرو۔ دل بہلاؤ کما مانو۔ غم کے پاس نہ جاؤ۔ عشق کا
سر زلفت تو بخوابد مبارکباد زنجیرش	نام زبان پر نہ لاؤ۔
اگر ہماری تصویر کوئی اس وقت کھینچے تو عجب وحشت کی صورت	حسن آرا۔۔۔
ہو۔ کیون ؟۔۔۔	بے گھنہ راجا کے گلستان میں کیا کیا
وحشت عیان ہو خاک سے بچھ خاکسار کی	نہ آن گلست و نہ آن لالہ و نہ آن مرغس
اتنے میں جن آرا کی جھوٹی بہن سپہر آرا دوڑی آئی۔	پیر مرد۔ ذرا دل کو تسکین دو۔ ذرا غم کو دور کرو۔
سپہر آرا۔ بہن بہن۔ اس وقت وہ خوش خبری سنائیں کہ	حسن آرا۔ صندل در دسرفراق تو لاؤ۔ تریاق مار گزیدہ
تم بھی یاد کرو۔	اشتیاق تو دکھاؤ۔
حسن آرا۔ ہم تو اسی دن خوش ہو گئے جب میان آزاد و گلگون	اتنے میں پیر مرد کو سوچھ گئی کہ میان آزاد کی تصویر لاکر
صرصر تگ پر سوار بھانگ پر آن کھڑے ہو گئے۔ گھوڑا ہنہناتا ہوگا	حسن آرا کو دکھا دوں تو شاید تسلی بخش دل بے قرار و جمعیت خاطر
اور ہم اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیے اور تم کو ساتھ ساتھ لیے روشن بین	پُر انتشار ہو دوڑ گئے اور جھپٹ کر لے آئے۔
ٹپل رہے ہو گئے۔	پیر مرد۔ (تصویر دے کر) لوہم نے میان آزاد کو یہاں ہی بھلا دیا
سپہر آرا۔ اشد میرا جانتا ہوں کہ اچھل پڑو۔ یہ لو میان آزاد	نہ کہو گی۔ بہن وہی یا کوئی اور۔
کا خط آیا ہو۔ احسان تو نہ مانو گی۔	حسن آرا۔ (تصویر کو بار بار بوسے دے کر) واہ۔۔۔
حسن آرا۔ چل جھوٹی۔ ایسا ہمیں کوئی دیوانہ بنایا ہو۔	تاج پہ تجلی نہ شود شایق دیدار
سپہر آرا۔ خاتون جنت کی قسم۔ یہ لو پڑھ لو نہ۔ مہر۔ دیکھو	اس تصویر میں گویا کی گمان۔ وہ شوخی تو مصور نے کھینچی ہی
ہاتھ کلنگن کو آرسی کیا ہو۔	نہیں اس چشمک زنی کا عکس تو اتارا ہی نہیں وہ خسار آتشین کے
حسن آرا۔ یہ نامہ آزاد آیا۔ یا مسیح دم فریاد آیا (خط چھین کر)	رنگ کا تغیر ہونا تو دکھایا ہی نہیں۔ وہ بات بات پر بانگ بن۔ آہیں
بوسہ لیا اور سپہر آرا کو دیر پا کہ پڑھ کر سناؤ۔ مگر پھر لے لیا۔ اور کئی بار چوما۔	گمان نظر آتا ہو۔ وہ خوش الحانی وہ طرز غزل خوانی تو دکھائی ہی
سپہر آرا۔ پڑھو نہ۔ سنئے۔۔۔	نہیں دیتا۔ منہ سے پھول دم تقریر تو جھڑتے ہی نہیں آنکھوں کے
نامہ بہ برگ گل نوشہ تیرم	لال لال ڈورے تو سوچتے ہی نہیں (تصویر کی طرف مخاطب ہو کر)
جان آزاد۔ آہنگ گرم شوق نے خطاب و القاب ب بھلا دیا۔	میان بُت بنے بیٹھے ہو کچھ بولو تو سع۔ رخ میری طرف نظر کہیں اور
طول مقال شوق و انزجار مبالغہ سے درگزر کر نفس مطلب کے	یہ طور بے طور۔ گویا منہ میں زبان ہی نہیں۔ یاد ہاں ہی نہیں۔۔۔
دیتا ہوں کہ میرے آہنگ شوق کی آبرو اب خدا کے ہاتھ ہی	کیس سوچ میں ہوں سیم بولو
میری شمشیر خارا شکاف اور تیغ خوش غلاف سے جو ہو سکے گا	آنکھیں تو ملاؤ دل کمان ہو

وہ میری بسالت و شجاعت کے گواہ ہو گئے غنیم کل فتح کر لینا تو ہمت مردانہ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ بان فتح الہاب دل ذرا ٹیڑھی کھیر ہی جب میں نے تمہارے دل پر فتح پائی تو روسی کیا بیچارے ہیں۔ تین چار دن میں بمبئی سے مثل نظر پروان ہو گا۔ اور میرا جہاز بہت جلد قسطنطنیہ کے قریب انگلستان کا شہر استنبول و فتح کا حال خدا جانے۔ اس وقت بحر اظہار بساطت ہر گ و پڑی میں موج زن ہو جوش و خروش کی انتہا ہی نہیں مجھے خوب معلوم ہو گا تو راتوں کو مجھے یاد کر کے چنک چنک پڑتی ہو گی میری تصویر ہر دم تمہارے روبرو رہتی ہو گی لطف صحبت آنکھوں میں پھر جاتا ہو گا۔ اور بعض اوقات تم دیوانوں کی طرح سر ٹپکتی ہو گی مگر میرے استقلال کو دیکھو کہ محبوب مطلوب کے حکم کی تعمیل کے لئے میں نے کیا کیا گوارا کیا۔ ایک اشارے کی دیر تھی کہ ٹرکی کا جانا فوراً منظور کر لیا سر بازوں اور سچے عاشقوں کا یہی کام ہی ورنہ عشق خام ہو اور عاشق برا سے نام۔ پیاری سپہ آرا بھلا تم کو کیا سمجھاتی ہو گی۔ وہ نگو بات بات پر طعنے دیتی کہ ایسا ہی عشق تھا تو شہر بدر کیوں کیا۔ مگر تم مستقل ہو اور وضع اہل آبرو اسی کی مقتضی ہے کہ اسکو تشفی دو تم دونوں پیاری بہنوں کو میری وجہ سے بڑا صدمہ پہنچا۔ اگر مجھ سے ملاقات نہوتی تو تم کیوں مضطرب و پریشان ششدر و حیران ہوتیں۔ اب تو جو ہوا وہ ہوا کچھ دن کلیجے پر پیچھ رکھو۔ میں روم داخل ہوتے ہی خط پر خط بھیجو نگا۔ ہماری ایک صلاح مانو۔ ان دنوں اودوم اخبار ضرور پڑھا کرو اس میں جنگ کا پورا پورا ذکر اشاعت پاتا ہوا ہے۔ راہ میں بخارنے ناک میں دم کر دیا اب خدا کے فضل سے صبح و سالم ہوں میان خوجی راہ میں خوب تماشے دکھاتے ہیں۔ ایسا مسخرہ بھی کم دیکھا ہو گا۔ خیر یار زندہ صحبت باقی جیتے ہیں تو پھر طینکے ورنہ جسد لیلیٰ اور مجنون فریاد و شیریں کا نکاح ہو گا اسی دن ہم تم دو طھا و طھن بنینگے۔ خدا حافظ۔ بمبئی سے

اپنی روانگی کا تاریخ جو نگا۔ (آزاد خستہ جان)
اس خط کو جس وقت سپہ آرا پڑھ چکی حسن آرائے فوراً دوڑ کر لے لیا۔ اور جوش مستی میں خط کے اس قدر بو سے لیے کہ تر ہو گیا۔ اسکے بعد اس فقرے کو یاد کر کے کہ جس روز لیلیٰ اور مجنون شیریں اور فریاد کا بیاہ ہو گا اس روز ہم تم بھی دو طھا و طھن بنینگے (دونوں بہنیں ایک دوسرے کو چھاتی سے لگا کر خوب زار زار روئیں۔
حسن آرا۔ اُمید منقطع نہیں کر دی۔ دو طھا و طھن بننے کا وعدہ کیا ہی۔ ایسا پاکباز عاشق دیکھا نہ سنا۔ اس استقلال کو تو دیکھو کہ خط میں ذرا ہر اس کا لفظ تک نہ آنے پایا۔ ابتدا ابتدا میں کسی جو انفرادی ثابت کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تلوار اگلی پڑتی ہے جیسے مورچے ہی پر کھڑے ہو سچ سچ لیلیٰ پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ ہاے یہ فقرہ تو ستم کا ہے کہ سر بازوں اور سچے عاشقوں کا یہی کام ہی۔ سپہ آرا کا بھی دل میں خیال ہے۔
سپہ آرا۔ بڑا جیوٹا جوان ہے۔
حسن آرا۔ اور بات کا دھنی۔
سپہ آرا۔ (خط کھول کر) اس فقرے سے کیسی جوانمردی ٹپکتی ہے۔ (بحر اظہار بسالت رگ و پے میں جوش زن ہے۔)
حسن آرا۔

مانا مہر برگ گل خوش تیم | باشد کہ صبا باد رسد

ہاے اس (باشد) نے غضب کیا۔

نواب کے دربار میں رفقا کی چہ میگو بیان

نواب فلک بارگاہ و ثریا جاہ کی محفل عشرت منزل میں چل پھل وہی دھماچو کڑی وہی رنگ لیان وہی فقرے بازی۔ وہی زما سازی وہی رفقا کے ڈٹاؤ اور مصاحبوں کے جٹاؤ۔ وہی خوشامد کی اگر می بازار۔ وہی حضور و پیر مرشد خداوند کی چوہرہ سے

<p>در کبر و منی سخن بہ ابروی گفت امروز شمت بود و کو کو می گفت</p>	<p>آن شاہ کنویش را ہلا کو می گفت دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاخستہ</p>	<p>بوجھار۔ ایک شب کو نواب صاحب بیٹھے غپ اڑا رہے تھے کہ پدم سلطان بود۔ اور مصاحب مارے خوشامد کے غل بچارہے تھے کہ حضور ایسے اور حضور کے باپ ایسے تھے۔ اور حضور کے دادا جان بیل پیسے۔ نواب صاحب نے مشیخت میں آن کر از آدم تا این دم شجرہ ملا دیا شجرہ کیا ملا کیا کہ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے کبھی تو بار کو جدا مجد بنایا کبھی تیمور سے سلسلہ ملا یا کبھی اتمش کے پوتے بن بیٹھے۔ کبھی نور جہان کو امان کی خالہ کی پھوپھی کی امان کی بھابھ کی بتایا۔ کبھی بدلے کہ اورنگ زیب ہمارے چچا زاد بھائی تھے کبھی فرمایا کہ محمود غزنوی سے نہال کار شمتہ ہی۔ الغرض جو جو نام زبان پر آئے کسی کو حضرت نے اپنا باپ بتایا اور کسی کو باپ کا باپ بتایا۔ اور نور جہان تو حضرت شیخت پناہ و شیخوخت دستگاہ کی خالہ کی پھوپھی امان کی بھابھ ہی تھیں۔ سن لیا چاہیں کہ فلان عورت حسین و مرجین تھی بس پھر دم کے دم میں شجرے میں داخل کوئی پھوپھی امان کوئی چچی جان عجب نہیں کہ پد منی بھی اُن کی دادی ہو۔ معاذ اللہ۔ مرد خدا ایک بات پر قائم رہو یا تو نیشاپوری خاندان سے سلسلہ ملاؤ۔ یا خاندان مغلیہ سے یہ نہیں کہ کبھی غوری کبھی خلجی کبھی افغانی کبھی بدخشانی مصاحبوں نے جو دیکھا کہ نواب صاحب نے تو دور تک سلسلہ قائم کر دیا تو ایک صاحب گراما کر بولے کہ چنگیز خان ہمارے دادا کے نواسوں میں تھے اُس پر وہ فرما کشی قصہ پڑا کہ نواب کی بزم طرب پر کشت زعفران کا دھوکا ہوتا تھا واہ حضرت واہ۔ دم غنیمت ہو شجرہ بھی ملایا تو ہلا کو سے جسکو ہندو مسلمان سب بُرا کہتے ہیں جسکے دین و ایمان کا اتناک بتا ہی نہ ملا اور اس بے تکے پن کو دیکھیے کہ ہلا کو کو اپنے دادا کا نواسہ یعنی اپنا ہمعصر بتایا۔ سبحان اللہ</p> <p>میان آزاد نے عمر و خیام کی یہ رباعی پڑھی۔ ۵</p>
<p>نواب۔ لڑ پڑ و لڑ پڑ و میان۔ دیکھو تمھارے دادا کے نواسے کو اس قدر سخت الفاظ سے میان آزاد نے یاد کیا۔ لاجول ولاقوہ بھئی جو کوئی میرے عزیز کو ایسا کہتا تو واللہ کڑی ہی ہو جاتی۔</p> <p>مصاحب۔ حضور اب میں تو پھٹے حالوں ہوں۔ یہ کوئی کا ہے کو باور کر لگا۔ کہ ہلا کو اسکا عزیز تھا جس سے کہو لگا وہ بنائے گا کہ آپ بھی اتنا ہوے۔ اب آخر کس کس سے لڑتا پھرون۔</p>	<p>آزاد۔ (نواب سے) آپ نے تو اچھا تیز کیا تھا مگر ہمارے ڈنڈ بل دیکھ کر حضرت سینکے تک نہیں اور ہم سے بھڑنا کچھ دلگی تو ہی نہیں۔ یہ قصہ تو کمزوروں ہی پر آتا ہی۔</p>	<p>مصاحب۔ اور آپ کہاں کے بڑے شہزاد کی دم بنے ہیں۔ آزاد۔ (مسکرا کر) بھڑکے دیکھ لو۔ پیس کے دم دون۔</p>
<p>مصاحب۔ اچی جاؤ بھی ہڈیاں جھپلاتی ہیں کیا تمھارے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں پر رحم آگیا۔ ورنہ وہ گدا دیتا کہ چھٹی کا دودھ آپ کو یاد آ جاتا لاکھ مرے ہوے ہیں تو کیا ہوا تم سے دس بر بھاری ہیں ہو غم کیا موم کی ناک سمجھ لے ہیں۔ منگو واؤن جوڑ پھر۔</p>	<p>ندرت۔ اچی آپ بڑے پہلو ان شیدی اندھو رہی بس لب خوش ہوئے۔ ماشہ بھر کا تو آپ کا قد ہی اور بڑا رہے ہیں۔ جوڑ منگاؤن کبھی گتے یا پھری کی صورت بھی دیکھی ہی۔ یا جوڑ ہی منگو ایسے گا جسکو ایک فوکا فوکا ہو کہ والد مرحوم کے اکھاڑے میں بیالہ ہوا دتی کے شہزادے بھی تشریف لائے تھے۔ والد مرحوم اپنے شاگردوں کو سکھارہے تھے اتنے میں ایک شہزادے نے کہدیا کہ حضرت بیالہ ہو۔</p>	<p>مصاحب۔ لاجول ولاقوہ۔ ارے میان دن دہاڑے شراب پیتے تھے۔</p>

<p>مندرت - شراب کیسی آپ بھی بس نرسے چو نگاہی رہے پیالے سے یہ مطلب کہ دسل دسل بین بین شاگرد چوٹین لکائین اور استاد بچا لکین قبلہ دلگی نہیں ہو۔ بڑے ہاکمال آدمیوں کا کام ہو۔</p> <p>بس حضرت اتنا کہنا تھا کہ والد مرحوم نے تین شاگردوں کو بلا لیا کون شاگرد! بڑھی ہوئی جوڑین۔ ایک سے ایک بڑھکر اب استاد کی کمال کو ملاحظہ فرمائیے کہ تین لکے برابر پڑتے ہیں اور تیسوں کی چوٹوں کو والد مرحوم روکتے ہیں اور تیسوں پر چوٹ لگاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ انکی چوٹیں جسم بھر کو تاک کر آتی ہیں اور سب مختلف کوئی تو چاکی کا ہاتھ آتا ہو۔ کوئی سرتا کتا ہو۔ کوئی ہتکٹی کوئی طمانچہ کوئی کمر کوئی بالٹ اور والد مرحوم کی یہ کیفیت کہ ذرا آڑے ہو گئے ذرا اور ششاد ہٹا دیا ذرا اور گھوم گئے چوٹیں سب خالی چلی جاتی ہیں۔ اور جہاں وہ جھپٹے پرے کے پرے صاف تھے۔ لگتے چکا تو چکا چوندا کا عالم تھا آنکھ جھپکی جاتی تھی اور والد مرحوم اس طرح پھرتے ہیں جیسے بھوکا شیر کچھار سے لٹکے۔ ڈکارنے ہوئے ایک لکھرام شاگرد نے چاہا کہ پشت پر سے ہاتھ لگائے تاکہ اس کا نام ہو جائے اور والد مرحوم کا نصیب اعدا کام تمام ہو جائے۔</p> <p>آزاد محفل! والد مرحوم بھی اور نصیب اعدا بھی سبحان اللہ۔</p>	<p>شراب ملہورا کا ہو دور دور وہ شیشہ وہ ساغروہ پیانہ ہو وہ بادہ ہو رشک و سلبیل نیا نشہ ہو اور نئی ہوا منگ پڑھوں نصیب احمد وہ بادہ ملے وہ احمد جو محنتوں پیدا ہوے پڑھوں مدحت ساقی کو نثر آج زبان پر نہ کیونکر ہو مدح و ثنا مبارک مبارک کی آئی ہمارا گلستان میں بلبل کے ہیں چہچہ</p>	<p>سرور آج ہی دل کا ہو اور طور کہ پیتے ہی اک جوش مستانہ ہو کہ موجد ہیں جسکے جناب غلیل جو بہکوں بھی ساقی تو ہو طرہ رنگ کہ منت ادا ہو بھین و لو لے بنی وہ کہ دل جس پہ شیدا ہوے کہ سوے نجف پھر رہا ہی سراج رواج مسلمانی ان سے ہوا شگفتہ ہوے گل ہزاروں ہزار کہ محفل میں اجاب کے قہقہے</p>
<p>خوشی کا ہی صد شکر دل پر وفور ہو کوئی لفظ اتفاق سے رہ گیا ہو۔</p> <p>حافظ۔ اور جو شاید شاعر ہی نے غلطی کی ہو۔</p> <p>آزاد۔ وہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر ایسی بھونڈی غلطی کر نچوالا نہیں ہم جانتے ہیں یہ لفظ (زبے) ہی (ز) کا لکھنا کا تب بھول گیا ہو۔</p> <p>نواب۔ ہاں بیشک۔ زبے ہی ہی ورنہ سکتا ہوتا ہو۔ خیر۔</p>	<p>خوشی کا ہی صد شکر دل پر وفور ہو کوئی لفظ اتفاق سے رہ گیا ہو۔</p> <p>حافظ۔ اور جو شاید شاعر ہی نے غلطی کی ہو۔</p> <p>آزاد۔ وہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر ایسی بھونڈی غلطی کر نچوالا نہیں ہم جانتے ہیں یہ لفظ (زبے) ہی (ز) کا لکھنا کا تب بھول گیا ہو۔</p> <p>نواب۔ ہاں بیشک۔ زبے ہی ہی ورنہ سکتا ہوتا ہو۔ خیر۔</p>	<p>خوشی کا ہی صد شکر دل پر وفور ہو کوئی لفظ اتفاق سے رہ گیا ہو۔</p> <p>حافظ۔ اور جو شاید شاعر ہی نے غلطی کی ہو۔</p> <p>آزاد۔ وہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر ایسی بھونڈی غلطی کر نچوالا نہیں ہم جانتے ہیں یہ لفظ (زبے) ہی (ز) کا لکھنا کا تب بھول گیا ہو۔</p> <p>نواب۔ ہاں بیشک۔ زبے ہی ہی ورنہ سکتا ہوتا ہو۔ خیر۔</p>
<p>مندرت حضرت (میری محنت پوری) اسی کی مقتضی تھی۔ خیر جناب بس اسکا کتر کر تیچھے جانا تھا کہ والد مرحوم نے وہ تاک کر ٹلا ہوا ہاتھ لگایا کہ جھنڈا تاک کھل گیا۔ سبحان اللہ کا چھٹا لوگوں نے برسا دیا۔</p> <p>اتنے میں ایک شخص چلتا دکھتا لال لال کا غذا لایا وہ جھلک کر آنکھ جھپک جائے۔ ادھر ادھر بیل درگل بوٹے بنے ہوئے لاکر نواب صاحب کو دیا۔ اور نواب نامدار نے پڑھنا شروع کیا۔</p>	<p>خوشی کا ہی صد شکر دل پر وفور ہو کوئی لفظ اتفاق سے رہ گیا ہو۔</p> <p>حافظ۔ اور جو شاید شاعر ہی نے غلطی کی ہو۔</p> <p>آزاد۔ وہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر ایسی بھونڈی غلطی کر نچوالا نہیں ہم جانتے ہیں یہ لفظ (زبے) ہی (ز) کا لکھنا کا تب بھول گیا ہو۔</p> <p>نواب۔ ہاں بیشک۔ زبے ہی ہی ورنہ سکتا ہوتا ہو۔ خیر۔</p>	<p>خوشی کا ہی صد شکر دل پر وفور ہو کوئی لفظ اتفاق سے رہ گیا ہو۔</p> <p>حافظ۔ اور جو شاید شاعر ہی نے غلطی کی ہو۔</p> <p>آزاد۔ وہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر ایسی بھونڈی غلطی کر نچوالا نہیں ہم جانتے ہیں یہ لفظ (زبے) ہی (ز) کا لکھنا کا تب بھول گیا ہو۔</p> <p>نواب۔ ہاں بیشک۔ زبے ہی ہی ورنہ سکتا ہوتا ہو۔ خیر۔</p>
<p>بسم اللہ الرحمن الرحیم</p> <p>پلاساقیا ایک وحدت کا جام کہ حمد خدا سے زبان کو ہو کام</p>	<p>نواب۔ نغین کے ہونٹنہ کی تقریب سے</p>	<p>نواب۔ نغین کے ہونٹنہ کی تقریب سے</p>

<p>جو شوال کی ساتویں بر سید اسی روز یہ عید ہو بعد عید حافظ معقول! عید بعد ٹر۔ مگر یہاں خوب بنا ہا ہو۔ شاعر کی تعریف کرینگے ہم۔</p> <p>آزاد۔ شکر ہو کہ آپ نے تعریف تو کی۔</p>	<p>اکرم ساچا ہوا ہی۔ خدا ہی خیر کرے۔</p> <p>نواب۔ میان یہ دنیا سارے فانی ہو۔ بچ اور غم اور ملال اور الم کے سواے اس میں ہو کیا خاک۔</p>
<p>نواب۔ ستمبر کی بس ہوگی پچیسویں کہ ہر پینشنہ کا دن شک نہیں حافظ۔ حضرت یہ (بس) کا لفظ رکھن ہو اور مصرعہ ثانی میں (شک نہیں) بھٹی برائے وزن بیت ہو۔ خالق باری یاد آگئی سع۔</p> <p>ستمبر کی ہووے گی پچیسویں بیون ہو تو کیسا۔</p> <p>آزاد۔ اُس سے بھی بدتر ہووے گی اب متروک ہو پُرنا ناسکے ٹکسال باہر۔ اب ہوگی بولتے ہیں۔</p>	<p>غنیمت جان نول بیٹھنے کو جدائی کی گھڑی سر پہ کھڑی ہو</p> <p>خدمتگار۔ حضور وہ جوان سے نہیں تھے گورے گورے۔ وہ مرزا صاحب۔ وہ مر گئے۔</p> <p>نواب۔ این! مر گئے! ہاے افسوس۔ وہ وہ وہ وہ بڑا سخت سانحہ ہوش رُبا ہو۔</p>
<p>نواب۔ محلہ جو گولہ گنج اک یہاں میان محرم کا وہاں ہی مکان اسی جا ہو منظور ہزم طرب وہیں دن کو شریف لائینگے سب یہ امید ہو آپ بھی آئیے</p> <p>جہان میں بڑے قدر عز و قار اگر آئیے آپ ہوا فتح ار</p>	<p>روشن علی۔ (ہاتھ ملکر) خداوند کوئی ڈو جینے تو شادی کو ہووے تھے خدا نہ کرے کہ کسی دو جینے کی دامن کو سہماگ کے عوین سوگ نصیب ہو۔ ابھی کل کی بات ہو کہ فنس میں ہوا رادھر اُدھر چھ چھ کما بڑے ٹھٹھے سے بیاہ کر لائے تھے کل بیچاری دھن تھی آج بیوہ ہو گئی کل بُرخ لباس پہنے دھن نہ تھی آج چشم تر سے خون کی ندیاں جاری ہیں۔ کل وہ بیچارہ بنا بنا تھا آج یہ کوہ الم ٹوٹا کل خلعت زرین زیب پر تھا۔ آج کفن پوش پر کل نبات چنوائی جاتی تھی آج خونا برنوش ہو۔ کل پشت توسن پر سوار تھے۔ آج چار کے کا ندھے پر جاوینگے۔ کل اعزاز و اقربا ہشاش بشاش تھے۔ آج اغیار تک کا کلیجہ پاش پاش ہو جائیگا۔ دنیا کے بھی کیا کارخانے ہیں۔ کہیں شادی کہیں غم۔ کل شادی تھی تو آج خانہ بربادی۔</p>
<p>بھٹی ضرور چلیں گے۔ ہم سے پُرانے مراسم ہیں۔</p> <p>آزاد۔ واہ رے لکھنؤ۔ ان چو پچلون کو تو دیکھیے۔ سُر خا سُرخ ارغوانی کا غز۔ جھلکتا اور چمکتا ہوا اور روشنائی بھی زرد نگار رقعہ تہنیت کیا مرقع ارژنگ ہو۔ کان جواہر کے ہمنگ ہو۔</p> <p>دوسرے روز نواب کے یہاں جلسہ جماعت پورب کی طرف سے رونے کی آواز آئی سب کے کان کھڑے ہوئے کہ یا اکی یہ کیا ماجرا ہو۔ رقیق القلب آدمیوں کا کلیجہ دھک دھک کرنے لگا۔ نواب صاحب نے خدمتگاروں کو بلایا اور حکم دیا کہ فوراً جا کر دیکھو کہ کیا ماجرا ہو۔ اور کون روتا ہو۔</p>	<p>زین جملہ زونگان بن راہ دراز باز آمدہ کو کہ خبر گوید باز</p> <p>زہار درین سراپہ از روی نیاز چہرے نگہ داری کہ دگر نالی باز</p> <p>آزاد۔ ای خواجہ یقین بدان کہ خواہی مولیٰ کو دیکھو۔</p>
<p>حاضرین۔ حضور کوئی بڑا سانحہ ہو گیا ہو۔ پٹس پڑ گئی</p>	<p>جزیک کفن دگر خواہی بُردن۔ از نعمت وزر</p> <p>فردا کہ روی ازین جہان فانی۔ ای مردِ خسر</p>

<p>دنیل بارہ برس شادی کو ہوئے ہوتے تو خیر اس قدر رنج و غم نہ ہوتا۔ ہاے قیامت تو یہ ہو کہ دس گیارہ دن تک دھن رہی اور بس۔</p>	<p>زن مال ترالعیش خواہ خوردن۔ باشوے دگر</p>
<p>پھول تو دودن ہار جان فز دھلا گئے حشر ان غنچون بہ ہر چون کھلا گئے</p> <p>یہ شخص عرصہ راز سے دے کے عارضے میں مبتلا تھا۔ مگر کبھی جم کر علاج نہ کیا۔ حکیموں نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا عارضہ مملک ہی ڈاکٹروں نے تاکید کر دی تھی کہ علاج نہ کرو گے تو مر ہی جاؤ گے۔ احباب و راعزہ سمجھاتے سمجھاتے ہار گئے مگر جوان مرگ نے مانا مانا اور سیٹے۔ انکے خسر کو کل حال معلوم تھا۔ ایک دن وہ مرحوم اور اسکے خسر دونوں حکیم صاحب کے ہاں بیٹھے تھے تو حکیم جی نے کہا کہ بھئی تم اپنی صحت کی فکر نہیں کرتے یہ عارضہ نہایت سخت اور مملک ہی جانبر ہونا محال ہے۔ جم کے علاج ہو تو دو چار برس کے عرصہ میں جاتا رہے۔ لیکن انکو تو اجل کی ہمانی منظور ہی تھی کہا نہ مانا اور میں نے جو ایک روز سمجھا یا کہ میان کیا غضب کر رہے ہو تو فرمایا کہ ہم کو حکیم صاحب پر عقیدہ نہیں ہے۔ پوچھا سبب تو بولے کہ ایک روز ہم حکیم صاحب کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے ایک شریف زادہ اپنی ہمیشہ کو ڈوبی پر سوار کر کے لایا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی تو فرمایا کہ انڈہ اکبر اس قدر نرم آگیا ہے۔ اُس شریف زادے نے آہستہ سے کہا کہ قبلہ درم نہیں ہے۔ یہ حاملہ ہیں۔ پھر جس کو اس قدر بھی طب میں وقیفیت نہیں وہ علاج کیا خاک کر یگا۔ لاکھ لاکھ سمجھا یا کہ بھئی اور اطبا بھی تو یہی کہتے ہیں۔ ڈاکٹر دن کی بھی تو یہی راے ہے۔ مگر وہی جو میں نے ابھی عرض کیا تھا۔ اُن کو اجل کی ہمانی کرنا فرض تھا۔</p>	<p>دیکھیے خداوند اس چند روزہ زندگی کے لیے حضرت انسان کیا کیا فکر میں کرتے ہیں کہ معاذ اللہ مکان بنواتے ہیں تو معمار پر تاکید اکید رہتی ہو کہ ہزار ہی برس کی خبر لائے۔ کپڑے سلواتے ہیں تو میان خلیفہ کی جان عذاب میں کر دیتے ہیں کہ ایسا نہو سیون گل جائے مگر یہ معلوم ہی نہیں کہ مکان چاہے ہزار چھوٹ دس ہزار برس کی خبر لائے لیکن زندگی نقش بر آب ہو زندگی گانی شل جاب ہو ایک دم کے دم میں خدا جانے کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ کچھ بھروسہ ہی نہیں۔</p>
<p>نورنگہ زدن چار بایدش نوشید انجام دہرے کل من علیہا فان</p> <p>اللہ میں باقی ہوس۔ دنیا خواب و خیال ہے۔ زندگی بھی عجب حجاب ہے۔</p> <p>آزاد۔ ارے بھائی۔ اگر انسان یہ فکر میں نہ کرے۔ مکان نہ بنوائے۔ کپڑے نہ سلوائے۔ تو انتظام کائنات میں فرق نہ آجائے۔ یہ گفتگو بصد حسرت و حرمان ہو ہی رہی تھی کہ ایک شیخ صاحب تشریف لائے۔</p> <p>شیخ صاحب۔ آداب عرض کرتا ہوں پیر و مرشد۔</p> <p>نواب۔ بندگی عرض ہے۔ آج ہمارے پڑوس میں بڑا سانحہ ہو گیا۔</p> <p>شیخ صاحب۔ آہ سرد بھر کر آجی ہاں سانحہ کیا قیامت ہی پیا ہو گئی۔ ابھی وہیں سے آتا ہوں ہاے افسوس دھن بیوہ ہو گئی ڈر پڑھ مینہ بھی پورا شادی کو نہ ہوا تھا کہ اُس عروس چار ڈاڑھ سالہ پر یہ شمر ٹوٹا ایک مینہ اور سات روز نکاح کو ہوے نکاح کے گیارہویں دن بیمار ہوے طاقت رفتہ رفتہ گھٹتی گئی نقابت بڑھتی گئی۔ مرض نے قوت پائی آج صبح ہوتے ہوئے چل بسے اُس بیچاری بیوہ کی حالت پر افسوس کرتا ہوں۔ ای کا ش</p>	<p>نورنگہ زدن چار بایدش نوشید انجام دہرے کل من علیہا فان</p> <p>اللہ میں باقی ہوس۔ دنیا خواب و خیال ہے۔ زندگی بھی عجب حجاب ہے۔</p> <p>آزاد۔ ارے بھائی۔ اگر انسان یہ فکر میں نہ کرے۔ مکان نہ بنوائے۔ کپڑے نہ سلوائے۔ تو انتظام کائنات میں فرق نہ آجائے۔ یہ گفتگو بصد حسرت و حرمان ہو ہی رہی تھی کہ ایک شیخ صاحب تشریف لائے۔</p> <p>شیخ صاحب۔ آداب عرض کرتا ہوں پیر و مرشد۔</p> <p>نواب۔ بندگی عرض ہے۔ آج ہمارے پڑوس میں بڑا سانحہ ہو گیا۔</p> <p>شیخ صاحب۔ آہ سرد بھر کر آجی ہاں سانحہ کیا قیامت ہی پیا ہو گئی۔ ابھی وہیں سے آتا ہوں ہاے افسوس دھن بیوہ ہو گئی ڈر پڑھ مینہ بھی پورا شادی کو نہ ہوا تھا کہ اُس عروس چار ڈاڑھ سالہ پر یہ شمر ٹوٹا ایک مینہ اور سات روز نکاح کو ہوے نکاح کے گیارہویں دن بیمار ہوے طاقت رفتہ رفتہ گھٹتی گئی نقابت بڑھتی گئی۔ مرض نے قوت پائی آج صبح ہوتے ہوئے چل بسے اُس بیچاری بیوہ کی حالت پر افسوس کرتا ہوں۔ ای کا ش</p>

میں مبتلا تھے۔ لیکن یہ اُنکے خسر کو کیا سوجھی تھی کہ جان بوجھ کر لڑکی کو بھاڑ میں جھونک دیا۔ کیا یہ شادی کے بعد کا واقعہ ہو جو آپ نے بیان کیا کہ جس وقت حکیم صاحب نے کہا کہ تمہارا عارضہ مہلک ہو اس وقت اُنکے خسر بھی وہاں موجود تھے عجیبے دشمن عقل ہیں بھی۔

شیخ صاحب نے نہیں حضور یہ شادی سے دو تین مہینے قبل کی بات ہے۔ آزاد۔ لا حول و لا قوۃ۔ آخر یہ انھوں نے کیا سوجھ کر لڑکی دی اتنا بھی نہ خیال کیا کہ یہ شخص ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہو اسکی زندگی کا تو اور بھی بھروسہ نہیں۔

تندرست اجی اور ہندوستان خراب کا ہے سے ہر تندرستی کا تو کوئی خیال ہی نہیں کرتا ہم نے کسی کو نکاح یا بیاہ کے پیغاموں میں یہ بوجھتے دیکھا ہی نہیں کہ تندرست تو ہیں۔ کوئی سخت عارضہ تو نہیں بس فکر رہتی ہو تو یہ رہتی ہو کہ مالدار بیوی ملے۔ اور جو واقعہ دار ہوئی تو دوبارہ ہیں۔ اور لڑکی کی طرف والوں کو یہ خیال ہوتا ہو کہ کوئی زردار ملے جس چاہے نزع کی حالت میں ہو مگر وہ بچ کھیت بیاہ دیگے۔ چاہے لڑکی بیجاری معصوم دوسرے ہی روز بوجھ ہو جائے مہینے ہی بھر کے اندر سوگ نشین ہو مگر لنگویا پنہ سے واسطہ۔ چلے گئے تھی ہوئی لا حول و لا قوۃ۔ خداوند ہندوؤں کو راہ راست ہر لا۔ خیالات مزخرف اُنکے دل سے دور کر۔

آزاد آئین حضرت ان باتوں سے واللہ جی جلتا ہے۔ اس بیجاری بوجھ پر اُسکے بیوقوف اور جاہل باپ نے کیا ستم اٹھایا دین و دنیا دونوں میں سے ایک کا بھی نہ رکھا۔

حکیم نے اُسکے سامنے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تم اپنا علاج جم کر کرو ورنہ عارضہ مہلک ہو اور مردودہ لڑکی بیاہ دی اور بچہ گارہ ہو جائے گی

معصوم بیزبان کیا کہتی۔

شیخ صاحب جی نہیں حضرت۔ اُسکی ہجڑیوں نے اُسکو پرچہ جڑا تھا کہ میان آج موئے کل دوسرا دن تمہارے آبا تمہیں کنوئین میں ڈھکیل دیتے ہیں۔ اُس نے اپنے باپ سے ایک دفعہ روتے روتے کہا بھی تھا مگر افسوس۔

داروغہ جی کی پانچون گھی میں دوسرے گڑھی میں

اُدھر غنچہ صبح کھلکھلایا اور خورشید خاوری نے بصد جلال رخِ زیبا دکھایا۔ ادھر مہر سپہر ریاست نیر اعظم شہرستان امارت حضرت نواب زحل رکاب زنان خانے سے برآمد ہوئے صاحب اور رفیق تو پہلے ہی سے پس ہو کر ڈٹے ہوئے تھے سب نے سرفرد تعظیم کی اور فرشی سلام کر کے پایہ قرینے کے ساتھ بیٹھے۔ خدام باادب نہایت عمدہ چار کی صاف ستھری پیالیان کچھ تقرنی گٹوریان اور بیش بہا چمچے لے کر آئے نواب صاحب نے ایک ایک پیالی اپنے دست مبارک سے مصاحبوں کو دی اور سب نے گرا گرم دو دھیا بیٹھی چار اڑانی شروع کی۔ ایک ایک گھونٹ پیتے جاتے ہیں اور گپ بھی اڑاتے جاتے ہیں۔

مصاحب حضور یہ چاہے کشمیری خوب تیار کرتے ہیں۔ دوسرا مصاحب۔ واہ کہنے لگے کشمیری خوب تیار کرتے ہیں۔ ہماری سرکار میں جو تیار ہوتی ہو۔ ساری خدائی میں تو ہمیں نہوگی ذرا رنگ تو دیکھیے ہندو بھی دیکھے تو کچھ میں پانی بھر آئے۔ تیسرا مصاحب۔ قربان جاؤں حضور ایسی چاہے تو بادشاہ کے یہاں بھی نہیں بنتی تھی خدا جانے یہ میان رحم اللہ کمان سے نسخہ پاک لگے واہ مگر ذرا تلخی باقی رہ جاتی ہو۔

رحم اللہ یہ محال تھا آپ تو بادشاہوں کے یہاں چاہے پی چکے ہیں اور اتنا بھی نہیں جانتے کہ چار میں تلخی نہ ہو تو وہ چاہے ہی نہیں۔

رفیق حضرت بعض آدمیوں کو نمکین چائے پیتے دیکھا ہے کبھی کیا اردل ہے بھلا تم وہ اور چائے کو نمک مرچ سوٹھ ہلدی گرم مصالح سے کیا واسطہ اور بیچ تولیوں ہے کہ اس افیون کی محفل میں نمکین چائے بالکل پھسکی معلوم ہوتی ہے یہاں تو جو باجوہ اچھی ہے پھر جب تک مصری یا قند چائے میں نہ مزہ کرے آئے۔ اسے توبہ چھوٹے کوئی توجہ ہے نہیں۔

جب چائے فراغت پائی تو مزے دار گوریان چکھیں اتنے میں ایک صاحب جو گرائے تو جلا اٹھے کہ۔

ہم شانِ نبوت نہ عرشِ انور ٹھہرا	میزانِ میں بھاری وہ بکتر ٹھہرا
اس کے بیچ بختِ در اس کے بیچ عیش	پہونچا وہ فلک پہ یہ زمین پر ٹھہرا

حضور بیچ کیے گا کیا کلام ہو۔

نواب۔ ہاں ہاں بھی کلام کے اچھے ہونے میں کس مردود کو اپنے حساب کلام ہو۔ لیکن اس وقت اسکے پڑھنے کا کون موقع تھا بھلا۔ موقع محل تو دیکھ لیا کرو۔

حاضرین۔ بجا ہے حضور۔ یہ ایسے ہی بے تکلف ہیں۔ انکی جو بات ہے۔ بھونڈی۔

خدا متا کر خداوند۔ شیعوں میں حلوائی حاضر ہو۔

نواب۔ داروغہ جی اس حلوائی کا حساب کرو۔ اور اسکو سمجھا دو کہ اگر خراب یا سڑی ہوئی باسی مٹھائی بھی تو اس سرکار سے نکال دیا جائے گا۔ پرسوں برقی خراب بھی تھی گھر میں شکایت کرتی تھیں۔

داروغہ۔ سنتے ہو جی شیعوں دیکھو سرکار کیا فرماتے ہیں خبردار جو سڑی گلی مٹھائی بھی تو تم جانو گے۔ اب تم نے نکھرامی بد کر ہاندھی ہو کھڑے کھڑے نکال دیے جاؤ گے ہاں بس کہنا ہو تم سے تمہارے بھائی بند سیکڑوں درجہ کے مٹھائی دینگے۔

مگر تم راندے ہی جاؤ گے۔

حلوائی۔ نہیں کھداوند۔ کلام کی کیا مجال۔ اول مال ددن اول مال چاشنی جرا ذرا بہت آگئی تو دانہ کم پڑا اور ملائم نہ رہی کڑی ہو گئی۔ چاشنی کی گولی دیر میں دیکھی نہیں تو یہ ہی دکان کی برقی تو شہر بھر میں ماشور (مشہور) ہے وہ بچی (لذت) ہوتی ہے کہ ہونٹھ بندھنے لگتے ہیں۔

داروغہ۔ چلو تمہارا حساب کر دینے بتاؤ کتنے دن سے خرچ نہیں پایا اور تمہارا کیا آتا ہو۔

حلوائی۔ جو حساب سے ہو۔

داروغہ۔ لا حول ولا قوۃ۔ اور تم پوچھتے کیا ہیں۔ یہی تو پوچھتے ہیں کہ حساب سے کیا ہوا۔

حلوائی۔ اگلے مہینے میں پچیس روپیہ کچھ آنے کی آئی تھی اور ابکی دس تارکھ تاریخ (انگریزی) (انگریزی) تاک کوئی نشتر یا سنی۔ داروغہ۔ ابھی تم تو گتے بازبان کرتے ہو نشتر یا سنی یا سٹو یا پان سے اس مہینے میں اتنی اس مہینے میں اتنی۔ یہ کچھ رقم سے پوچھتا کون ہے اس جھٹ سے ہمیں واسطہ کیا بھلا ہمیں تو بس گٹھری بتا دو کہ اتنا ہوا۔

حلوائی۔ اچھا حساب تو کروں (تھوڑی دیر کے بعد) بس ایک سو بالیس روپیہ اور دس آٹے دیجیے چاہے حساب کر بیجئے۔ بولنا جاؤں۔

داروغہ۔ اچھی تم کوئی نئے تو ہو نہیں۔ اب بتاؤ اس میں یا یوں کا کتنا ہے۔ سچ بولنا لالہ دیوٹھ ٹھوک کر آؤ دارے نیارے ہوں۔ کیوں اب نہ؟

حلوائی۔ بس سو سو گادے دیو۔ بیالیس تم لے لو۔ سیدھا سیدھا میں تو یہ جانتا ہوں۔

داروغہ اچھا منظور۔ مگر بیا لیس کے باؤن کو۔ ایک سو تم کو باؤن ہمارے۔ سچ کہنا کوئی چالیس کی مٹھائی اس مہینے اور اُس مہینے میں ملا کر آئی ہوگی یا کم۔

حلوائی لاجی ہجور اب اس بھید سے اُپکوا دیا سطر۔ آپ کو اُم کھانے سے گرج ہو یا پٹر گئے سے۔ اور سچ سچ یہ ہو کہ کوئی سب ملا کر کے اڑتیس روپیہ کی آئی ہوگی مل جن (وزن) میں لبتہ کثرت کر دیتا ہوں یہ بھر لڑوانگ بھیجے یعنی پاؤسیر کم کر دیے داروغہ ادھ۔ اسکی نہ کیے۔ یہاں اندھیر نگری جو بٹ راج ہے یہ دماغ کسے کہ تولنے بیٹھے میان لکھ لٹ۔ بیوی اُن سے بڑھکر ڈنڈی ترازو کوں لے بیٹھے جین کر دوش کے پچاس لو اور سیر کی تین پاؤ بھجوزے ہیں۔ اچھا یہ سو روپیہ گین لو اور ایک سو باؤن کی رسید ہیں دو۔

حلوائی۔ یہ مول تول ہو۔ سو اور پنج ہم لین اور باکی (باقی) ہجور کو مارک (سبارک) زمین مانے (معالے) کی بات ہو۔

الغرض داروغہ جی نے حلوائی کو راضی کر لیا۔ اس داروغہ کی صدقے! اڑتیس روپیہ کے ایک سو باؤن دلوائے اور بیا لیس سے زیادہ ہی زیادہ خود ہضم کیے۔ اسی چٹکار۔ کورنک ایسے ہی ہوا کرتے ہیں جن روٹا کے یہاں ایسے ایسے داروغہ اور اہلکار ہوں اُنکا خدا ہی حافظ ہو۔ مگر لو اب صاحب کے کان پہ چون تک نہ رہی۔ وہ خبر ہی نہ ہو کہ کیا دیا اور کیا لیا۔ اور یار لوگوں نے حلوائی سے بالائی رقم اڑا ہی لی۔ پھر وہ تو شیر مار دی۔

اب نیئے کہ میان خو جی نے وہ ساری گفتگو سن لی جو داروغہ جی اور حلوائی میں ہوئی جب داروغہ صاحب نے شیو دین حلوائی کو ہنسی خوشی رخصت کیا تو خو جی نے بڑھکڑیوں کہا۔

خو جی۔ اچی حضرت آداب عرض ہو کیسے اس میں کچھ باروں کبھی

حصہ ہو یا باؤن کے باؤن خود ہی ہضم کر خاؤ گے اور ڈکار تک نہ لو گے اب ہمارا آپ کا سا جھانہ ہوگا تو بری ٹھہرے گی۔

داروغہ۔ کیا! کس سے کہتے ہیں آپ۔ یہ سا جھانہ آخو ہم بھی تو سنیں۔ بھنگ تو نہیں پی گئے ہو کمین۔ یہ کیا واہی تباہی ایک رہے ہو ذرا سمجھ بوجھ کر بات زبان سے نکالا کیجئے۔ یہاں بیہودہ بکنے والوں کی زبان دست پناہ سے نکال لی جاتی ہو۔

تم ٹکڑے کون کون باؤن سے کیا واسطہ۔

خو جی۔ دم کس کر، اوگیدی قسم خدا کی اتنی قرد لیان بھونکی ہوں کہ یاد کرے مجھے بھی کوئی ایسا ویسا کچھ ہو میں آدمی کو دم کے دم میں سیدھا بنا دیتا ہوں۔ ذری کسی اور بھروسے نہ بھولے گا۔

کیا خوب اڑتیس کے ڈیڑھ سو دلوائے اور پچاس خود اڑائے اور اوپر سے خراٹا ہو مردک۔ بہت داروغہ کی کے بھروسے نہ بھولے گا

میں ابھی تو نوا صاحب سے سارا کچا چٹا جڑتا ہوں کھڑے کھڑے نہ نکال دیے جاؤ تو سہی۔ ہم تمام عمر ریسون ہی کی صحبت میں رہے

ہیں گھانسن نہیں جھیلایے ہیں۔ بائیں ہاتھ سے بیس روپیہ ادھر رکھ دیجئے اور بیسوں چہرہ شاہی ہوں بس اسی میں خبر ہو ورنہ اٹلی

آنتیں گلے پڑیں گی۔ اب سوچتے کیا ہو۔ ذرا چین چڑ کر تو ابھی ابھی قلعی کھول دوں یہ اگر ناو کرنا سب مجھول جائے اور یوں تو میں

معاملہ ہوتا ہی۔ بولوا ب کیا راسے ہو بیس روپیہ سے غم کھاؤ گے یا

ذلت اٹھاؤ گے۔ پہلے تو بڑے گرم ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ کھایا

جاؤ گے۔ مگر اب موم ہو گئے بے بس لاپے لاپے بیس چہرہ شاہی

سانے بسا دیجئے ورنہ خبر نہیں نظر آتی۔ ابھی تو کوئی کاؤن کاں نہ سنے گا۔ تیجے البتہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہو۔

داروغہ۔ واہ ری بھوئی قسمت آج صبح صبح بڑی نوا جی ہوئی تھی اچھے کاٹھ دیکھ کر اٹھے تھے۔ مگر حضرت نے اپنی نحوس صورت

دکھائی خدا جانے یہ ذات شریف کمان سے سن رہے تھے
لاحول ولا قوۃ۔ وہ اُسے ہم اور واہری ہماری قسمت کیسے اب
باون میں سے آپکو ہیں ایک رقم کی رقم نکالیں تو ہمارے پاس
کیا خاک رہے۔ اور ہاں خوب یاد آیا باون کس مردود کو ملے کل
سینتالیس ہی تو ہمارے ہتھے چڑھے۔ دس تم بھی لو بھی (ٹھوڑی
میں ہاتھ ڈال کر) مان جاؤ اسادہ میں ضرورت تھی اس سے کہا
ور نہ کیا بات تھی۔ اور پھر تم زندہ ہیں تو سیکڑوں لوٹینگے میان
یہ ہاتھ دونوں لوٹنے اور رقم ہی چیرنے کے لیے ہیں یا کچھ اور۔
خوجی۔ دس میں تو ہمارا بیٹ نہ بھرے گا۔ اچھا بھی پندرہ دو۔
انفرض داروغہ نے مجبور ہو کر پندرہ روپیہ بیان خوجی کی
نذر کیے اور دونوں آدمی جا کر شریک محفل ہوئے تو وہاں نواب کے
فرشتہ خان کو بھی خبر نہیں کہ یہاں کیا دارے نیارے ہوئے
وہاں شعر خوانی ہو رہی ہے۔

مدرت سے ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش چم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نواب۔ خوب بہت ہی خوب میان آزاد آپ بھی کچھ فرمائیے۔

آزاد سے شکل دکھلاؤ بہت گفتم کیا ہو کیا نہ ہو
میں چراغ صبح ہوں تا شام کیا ہو کیا نہ ہو

خوجی سے اگر آبلہ فنادیہ پاس طلبت نہ نہا ریاست
شاید کہ ہمیں جینہ برادر ہر وہاں حقا گردد

حافظ۔ غنقا غلط غنقا بہ فتح عین صحیح ہے۔

نواب۔ جھک مارتے ہو تم نامعقول جبے یکو نکتہ جینی ہی
کرنے پر آمادہ ہوتا ہو غنقا کہا تو کیا اور غنقا کہا تو کیا معلوم ہے آپ
بڑے فصیح کی دم میں بغیر دار جان سے عیب جوئی کی۔

سے احباب کیا مصنف ہیں حضور رائے لاکھ دفعہ کہہ دیا کہ میان

یہ عیب ہی مگر اتنے ہی نہیں۔ اور خدا جھوٹ نہ بکائے تو حضرت کے
غنقا کے بچے بھی نہ کیے جائیں لیکن شجنت جتانے کو موجود۔
آزاد۔ ہاں واقعی یہ سخت عیب ہو کل بھی حضرت ان اشعار پر
منہ آئے تھے۔

اتنے میں ایک بزاز آیا اور چہ دار نے ان کو کہا کہ خداوند
پھاؤنی کا بزاز آیا ہے جو ولایتی کپڑا پیتا ہے کل بھی حاضر ہوا تھا
مگر اسوقت موقع نہ تھا۔ میں نے عرض کیا۔

نواب۔ داروغہ سے کہو مجھ سے کیا گھڑی گھڑی آکے برجہ جڑے
ہو دراروغہ سے (جاؤ بھی انکو بھی لگے ہاتھوں جھگڑا ہی دو۔
جھنجھٹ کیوں باقی رہ جائے۔ کچھ اور کپڑا آیا ہے ولایت سے؟
آیا ہو تو دکھاؤ مگر با مول کی سن نہیں۔

بزاز۔ اب کوئی دوج تک سب کپڑا آجائے گا۔ اور ہجور ایسی بات
کہتے ہیں بھلا اس ڈیوڑھی پر ہم نے کبھی بھی مول تول کی بات
کی ہو خشک۔ اور یوں تو آپ میر ہیں جو چاہیں کہیں تاک ہین ہمارے
داروغہ۔ چلو بھی حساب ہو جائے اٹھو۔

داروغہ اور بزاز چلے جب داروغہ صاحب کی کچھیل میں دونوں
کے دونوں جا کر بیٹھے تو میان خوجی بھی رہ گئے ہوئے چلے اور دن
سے موجود داروغہ نے جوا نکود کھا تو کاٹو تو بدن میں اونٹنیں
مردنی سی ہرے پر چھا گئی چپ۔ ہوا کیا انٹری ہوئیں سمجھے

کہ یہ خوجا ایک ہی کا کیاں ہو۔ دنیا بھر کا نیار یا ہو۔ اس سے خدا
پناہ میں رکھے۔ صبح کو تو مردود نے ہتے ہی ہر ٹوک دیا۔ اور
پندرہ بیٹھے۔ اب جو دیکھا کہ بزاز آیا تو پھر موجود۔ آج رات کو
اسکی ٹانگ نہ توڑی ہو تو سہی سٹھر تو جا تو چچا ہی بنا کر
چھوٹوں تو سہی مگر بچہ سوچے کہ ع۔ گڑ سے جو مرے تو زہر
کیوں دواؤ اسوقت چندین وچنان کو بون پھر سمجھا جائے گا۔

خوجی) داروغہ صاحب سلام۔

داروغہ۔ آؤ بھائی جان ادھر مونڈھے پر بیٹھو۔ اچھی طرح بھی حقہ لاؤ آپ کے لیے۔

بزاز صدر بازار کارہنہ والا ایک ہی استاد۔ تاڑ گیا کہ اسکے بیٹھے سے میرا اور داروغہ کا مطلب خطہ ہو جائیگا کسی تدبیر سے اسکو بہان سے نکالنا چاہیے۔ پہلے تو کچھ دیر داروغہ سے اشاروں ہی اشاروں میں گفتگو ہو اکی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بزاز نے کہا کہ میان صاحب انکو میان کچھ کام ہو۔

خوجی۔ تم اپنی کہو مالہ جی ہم سے کیا واسطہ۔

بزاز۔ تم یہاں سے اٹھ جاؤ چلو۔ اٹھتے ہو کہ میں دون ایک لالتا ہوں۔

خوجی۔ او گیدی زبان بنگال نہیں اتنی قریلیان مجھ کوں گا کہ خون خرابہ ہو جائیگا۔

بزاز۔ اٹھو بھیرین۔

خوجی۔ اٹھ کے تماشائی دیکھ لے۔

بزاز۔ بیدھا ہو گیا۔

خوجی۔ واللہ جو بے نے کیا تو اتنی قریلیان۔

قریلیان لکھنؤ خوجی کچھ اور کہتے ہی کوٹھے کے بزاز نے بیٹھے بیٹھے تھک دبا دیا اور ایک چپٹ چھائی چلیے دونوں گتھے گئے اب داروغہ جی کی سنیے گرج پجاؤ کس مزے سے کرتے ہیں کہ خوجی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور گرد بائے ہو ہیں اور بزاز ادھر سے انکو ٹھونک رہا ہے اور داروغہ صاحب گل پھاڑ کر غل چائے جاتے ہیں کہ میان کیون لڑے مرنے ہو بھی وصول دھتے کی سند نہیں زبان ہی داخل رہے۔ خوجی اپنے دل میں جھلا رہے ہیں کہ اچھے میر فیصلہ بنے اتنے میں کسی نے نواب صاحب سے جا کر کہہ دیا کہ میان خوجی اور

داروغہ صاحب اور بزاز تینوں گتھے پڑے ہیں تو ایک مصاحب بولے کہ بھئی واللہ اچھی تگڑم ہو۔

اتنے میں بزاز دوڑا ہوا آیا اور نواب صاحب سے فریاد کی کہ بھور (حضور) ہم آپ کے ہاں تو ست سال بیتے ہیں مگر کچھ جوجی (خوجی) حساب کتاب کے بھت (وقت) نہ ملے لاکھ لاکھ کما کے کہ بھئی ہم اپنے مال کا بھادو تمہارے سامنے نہ بتا سینگے مل انھوں نے باری مانی نہ جیتی اور اٹے بنجے جھاڑ کے چپٹ کی ٹھہرائی کجور (کھور) مار کھانے کی نشانی میں نے وہ گدا دیا کہ چھٹی کا دودھ یاد کرتے ہونگے۔ داروغہ بھی روتے پٹیتے آئے کہ دہائی ہو جا رہا ہائی کی بی ٹی توڑ ڈالی۔ خاصداں توڑ ڈالا اور سیکڑوں ہی صلو تین سنائیں۔

میان خوجی ایسے دھپیلے گئے اور اتنی بے بھادو کی پڑیں کہ بس کچھ پوچھے نہیں۔ داروغہ نے تو حضرت کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور بزاز نے تان تان کر پکڑ لگائے شروع کیے خوجی نے دونوں کو گیدی اور مردک خر بنایا اور بہت کچھ ڈانٹ ڈپٹ کی کہ لانا میری قریلی مگر ایک نے بھی سنوائی نہ کی۔ نواب صاحب کو جو خدام باادب نے خبر کی تو بزاز دوڑا آیا اور رعایہ فقرہ جست کیا کہ حضور میں تو حساب کرنے آیا تھا مگر جس قیمت پر اس سرکار میں پکڑ فروخت کرتا ہوں اس قیمت پر کسی اور کے ہاتھ تھوڑا ہی چھاپا ہوں خوجی وہاں داروغہ جی کے پاس ڈٹے بیٹھے تھے میں سوچا کہ سب قسم کے کپڑوں کی قیمت سے واقف ہو جائینگے اور صورت سے آدمی کھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ اسے ڈرنا چاہیے میں نے کہا کہ خوجی صاحب آپ ذرا اسوقت باغ میں بیٹھے تو ہم حساب کر لیں پس اس پر نکھین نیلی پیلی کر کے لام کاغذ بنے لگے نواب دل میں یہ بات کھب گئی خوجی اور داروغہ اور بزاز تینوں کو بلایا اور اظہار لینے شروع کیے۔

نواب۔ داروغہ صاحب۔ یہ کیا جھگڑا تھا بھئی تم تو بیٹھے بیٹھے
خوب میٹھے لڑا دیتے ہو۔

داروغہ۔ حضور یہ خوبی صاحب تو بڑے ہی تیکھے آدمی ہیں۔
بات بات پر قزولی بھرتے ہیں اور گیدی تو تکیہ کلام ہے حضرت
سما کے باشند۔ یہ بے گیدی بنائے نہ چھوڑیں گے۔ اس وقت لالہ بلدیو ہی
سے بھر پڑے۔ اب میں لاکھ بان بان کرتا ہوں سمجھاتا ہوں۔ وہ
ہاری مانتے ہیں نہ جیتی۔ وہ تو یہ کیسے میں نے بچ بچاؤ کر دیا ورنہ
ایک آدمہ کا سر ہی پھوٹ جاتا۔

برزاز۔ بڑے بھلے آدمی ہیں۔ وہ تو دروگاہ (داروغہ) بھر دوں بچا ہے،
نہ آجائیں تو کپڑے دپڑے بھاڑ ڈالیں۔

خوجی۔ تو اب روتے کا ہے کو ہو۔ جو ہو اسو ہوا۔ آئی گئی بات
ہو گئی اب یہ دکھڑا لے کے کیا بیٹھے ہو۔

نواب۔ لپاؤ کی تو نہیں ہوئی۔

خوجی۔ نہیں حضور شریفین میں کہیں ہاتھ پائی ہوتی ہو بھلا۔
ہم نے انکو لگاوا۔ انھوں نے ہم کو ڈانٹا۔ مگر کندے تول تول
کے دونوں رکھے بھلے مانس پر ہاتھ اٹھانا کچھ دل لگی ہے اور
پھر شریف کہیں پٹ کے آتے ہیں

راوی۔ داد میان خوجی کیوں نہ ہو۔ اتنی بے بھاؤ کی پٹرین
کہ چھٹی کا دودھ یاد آگیا ہو گا۔ مگر نواب کے سامنے جا کر کیا شیخی
جتاتے ہیں کہ شریفین میں کہیں لٹاؤ لگی کی نوبت آتی ہے۔ یہ نہ کہا
کہ دونوں کے دونوں چپٹ گئے اور مارتے مارتے کچھ مر نکال دیا۔

خیر ادھر تو میان خوجی نواب کی محفل میں جا کر بیٹھے اور ادھر
لالہ بلدیو اور داروغہ صاحب گئے کہ حساب کر میں۔

داروغہ۔ ہاں بھئی لالہ بناؤ۔

لالہ۔ اچی بتائیں کیا جو چاہو دلوادو۔

داروغہ۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا آتا کیا ہو سو دو سو۔ دس بیس
پچاس جو ہو کہ دو۔

لالہ۔ داروگاہی آج کل کپڑا بڑا منگتا ہو۔

داروغہ۔ لالہ تم نے کٹاؤ دی ہی رہے۔ اچی ہگو گران اور
ارزان سے کیا واسطہ۔ ہم کو اپنے حق سے مطلب ہو تم تو اسطرح
کہتے ہو کہ جیسے ہماری گروہ سے جانا ہو۔

لالہ۔ پھر اب کی سات سو ترپن روپیہ نکالیے۔

داروغہ۔ سات سو ترپن! بس۔ اسے میان ابکی استے
دون میں بس سات سات سے سات ہی سو کی نوبت آئی۔

لالہ۔ جی ہاں۔ اچی آپ سے تو کچھ پردہ ہی نہیں۔ دو سو اور

چھپن روپیہ کا کپڑا آیا ہے۔ اندر باہر سب ملا کے۔ مگر پرسون تو
نواب صاحب کہنے لگے کہ ابکی تو تمہارا کوئی پانچ چھ سو کا مال آیا

ہو گا میں نے کہا کہ ایسے مور کے (موقع) پر چرکنا گدھا ہیں جو

وہ تو پانچ چھ سو بتاتے تھے میرے منہ سے نکل گیا کہ حساب

کیسے سے معلوم ہو مل کوئی سات آٹھ سو کا آیا ہو گا۔ تو اب سات سو
ترپن ہی رکھیے اس میں ہمارا آپ کا سمجھو تا ہو جائیگا۔

داروغہ۔ اچی سمجھو تا کیا۔ ہم تم کچھ دو تو بین نہیں۔ اور ہمارے

تمہارے تو باب دادا کے وقت کے مراسم ہیں تم تو مشل اپنے
غزیر دن کے ہو۔ بے بولو کہنے پر فیصلہ ہوتا ہو بناؤ۔

لالہ۔ بس دو سو چھپیں تو ہم کو ایک دیجیے اور تین سو اور دیجیے

اسکے بعد جو بڑے وہ آپ کا۔

داروغہ۔ ٹھہر دین حساب تو لگا لوں۔ دو اور تین پانچ ہو ہے

تو پانچ چھپیں تو تم لو اور وہاں بچا کیا سات سو ترپن میں سے

پانچ چھپیں گے تو کہنے دیجیے۔

لالہ۔ دو سو شاٹیں۔

داروغہ - دقتہہ لگا کر، اچھا بھئی منظور۔ ہاتھ پر ہاتھ مارو۔
لالہ - پھر دوائیے تو چلین۔

داروغہ - ابھی تو گھبراتے کیوں ہو۔

داروغہ نے پانچ سو چھپیس روپیہ بزاز کے حوالے کیے اور
دوسو ستائیس تولہ اڑائے بزاز جانے لگا تھا کہ داروغہ نے پھر پکارا۔
داروغہ - بھئی سنتے ہو سات سو تیرپن روپیہ چھ آنے لکھ لوتا کہ
معلوم ہو کہ آنے پانی سے حساب لیں ہو۔

لالہ - (مسکرا کر) بڑے کاٹیان ہو دروگاہی۔ اجی دوسو ستائیس
روپیہ چھ آنہ کل آپ کا۔
آواز - بلکہ آپ کے باپ کا۔

جیسے ہی داروغہ اور لالہ مین باہم گفتگو ہو چکی دینے ہی ایک
موکے مین سے آواز آئی۔ لالہ نے کہا کہ کل آپ کا۔ اور آواز
آئی کہ بلکہ آپ کے باپ کا۔ تب تو دونوں جو کتنا ہوئے کہ بھئی
یہ کون بولا۔ ادھر ادھر دیکھتے مین کوئی نظر ہی نہیں آتا سخت حیرت
ہو کہ یا آئی یہ کون بولا۔ داروغہ کے حواس غائب۔ بزاز کے
بدن مین خون کا نام نہیں کہ اتنے مین پھر آواز آئی رکھو کچھ
یادوں کا بھی حصہ ہی تب تو دونوں کے رہنے سے ہوش اور
بھی اڑ گئے کہ یہ اسرار کیا ہی۔

اب سینہ کہ جب خوجی نواب نادار کی بزم عشرت بار مین بیٹھے
تو داروغہ اور بزاز دونوں کو ڈھارس ہوئی کہ اب یہ بلا ملی اور
پھر وہ سوچے کہ پتہ کیا کہ اب کس منہ سے میان خوجی بیان آئیگے
لیکن خوجی ایک ہی جیسا۔ راستے بھر یہی خیال تھا کہ وہ لوگ
مطمن ہو کر دارے نیارے کر رہے ہونگے تو چپکے سے کسی بہانے
اٹھے اور اٹھ کر کھیمبریل کے پھوٹے ایک موکے کی راہ سے سب
سنا کیے جب کل کارروائی ختم ہو گئی تو فرمایا کہ (بلکہ آپ کے باپ کا، خیر

داروغہ اور لالہ بلدی نے انکو ڈھونڈ کر نکالا اور لٹو پتھر کرنے لگے۔
بزاز - ہمارا کسور (قصور) پھر (صمان) کیجیے۔

داروغہ - اجی یہ ایسے آدمی نہیں۔ یہ بیچارے کسی سے لڑنے
بھڑنے والے نہیں۔ اپنے کام سے کام ہو۔ باقی لڑائی جھگڑا
تو ہوا ہی کرتا ہو۔ دل مین کردرت آئی اور صمان ہو گئے۔
خوجی - یہ باتیں تو عمر بھر ہوا کرتی ہیں مطلب کی بات فرمائیے۔

داروغہ - جو ارشاد ہو۔

خوجی - لاؤ پھر کچھ ادھر بھی۔

داروغہ - جو کہو۔

خوجی - سود دوائیے پورے ایک سو بیسہ بغیر نہ ملو ننگا۔ آج تم
دونوں نے مل کر خوب ہماری مرمت کی جو اور ہمارے پاس
اتفاق سے قردلی نہ تھی۔

داروغہ - یہ تیس روپیہ تو ایک بیسہ اور یہ دس کا نوٹ بس۔
اور جو بیسہ کیجیے تو اس سے بھی ہاتھ دھوئیے۔

خوجی - (اجی از خرس موٹے بس ست۔ لائیے چالیس کیا کم ہیں
بزاز - کھاسی رکم کی رکم ہو (خاصی رقم کی رقم ہو۔)

خوجی - تمہاری بھی پانچون گلی مین اور سر کر عانی مین ہو۔

داروغہ - (اپنے دل مین) اچھے لے ہم کچھ تھے کہ بس ہم ہی
ہم مین مگر یہ ہمارے بھی گرو پیدا ہوئے۔ جب دیکھو سا بچے کو متھو
اچھا پٹیا مارا اگر اب اگلے دن بھی پورے ہو گئے۔

خیر میان خوجی اور داروغہ صاحب ہاتھ مین ہاتھ دیے جا کر
محفل عشرت منزل مین بیٹھے گویا دونوں لنگوٹے پار تھے۔ دانت
کاٹی روٹی باہم تھی۔ مگر داروغہ کا بس چلتا تو خوجی کو
کالے پانی ہی بھیج دیتے یا زندہ چنوا دیتے۔ وہاں جو گئے تو
نواب صاحب کے فرشتہ خان کو بھی خبر نہیں کہ ہوا کیا اور کیسے کیسے

دارے نیارے یار لوگوں نے کہے وہاں لطیف ہو رہے ہیں۔
ندرت۔ حضور آج ایک شخص نے ہم سے پوچھا کہ اگر دیا میں نہیں
تو کس طرف رکھیں ہم نے کہا کہ بھی اگر دشمن ہو تو اپنے
کپڑوں کی طرف رخ رکھو ورنہ چورلوہ اٹھا لیا گیا اور آپ غوطے
ہی کھاتے رہ جائیں گے۔

حافظ۔ پیرانا لطیف ہے۔

آزاد ایک حکیم نے کہا کہ جب تک میں مجھو تھا تو بوی والے گونگے
ہو گئے تھے۔ ورنہ مجھے متاہل ہونے کے بھگڑوں اور لڑکے بالوں
کے گھنچٹ سے اطلاع تو دیتے اور اب جو میں نے خود شادی کر لی
تو مجھ پر ہرے ہیں میں لکھ لکھ لکھنا ہوں کہ شادی نہ کرو وہ
میری نصیحت پر عمل ہی نہیں کرتے۔

حافظ۔ خوب۔ واللہ خوب نصیحت کی پیج ہر محمدی رہنا اچھا
ہے۔ جو رجو بچال لڑکے بچال۔

نواب۔ واہ جس میں آوارگی ملازمین آجائے بیوی ہو لڑکے
بالے ہوں۔ ٹھٹھ ہو مونس غوار ہو۔ رازدار ہو۔ ع

شوقس افزاید از سہلو کے تو

اتنے میں گندھی آیا اور آداب بجا لایا۔

نواب۔ داروغہ جی۔

داروغہ۔ خداوند۔

نواب۔ بھی لکنا بھی فیصلہ کر دو۔

داروغہ۔ چلیے آپ کو بھی لگے ہاتھوں بھگتا ہی آئیں۔

داروغہ اور گندھی دو ٹون چلے اور کھیل میں داخل۔
داروغہ کتنا عطر آیا۔

گندھی۔ دیکھیے آپ کے میان تو لکھا ہوگا۔

داروغہ۔ ہاں لکھا تو ہے مگر خدا جانے وہ کاغذ کمان پڑا ہے۔

نم انہی باد سے جو جی میں آئے بتا دو۔

گندھی۔ ابھی کل ہی میں تولہ حنا۔ دو تولہ موتیا۔ پانچ تولہ عطر عریں
اور ڈیڑھ تولہ کپڑا دے گیا ہوں۔ کوئی پنیتیس روپیہ کا ہوا۔

داروغہ۔ اچھا پنیتیس۔ ہوئے اور کچھ احساب۔

گندھی۔ انہی آدھر کے بھی ہیں۔ اور یکم صاحب نے اب کی
عطر کی بھر مار ہی کوئی عطر عطر مہری کھڑی ہے کہ عطر لاؤ عطر لاؤ لڑکے
کے قزابلے خالی کر دیے۔

داروغہ۔ اچھا بھی بھراس میں کسی کا بک کیا اجارہ ہے شوقین
ہیں تو میں۔ رئیس زادی ہیں۔ امیر ہیں۔ نفیس مزاج ہیں۔
باسلیقہ ہیں۔ عطر انھیں کے لیم ہی یا ہمارے آپ کے لیے اچھا تو آئی
اور پنیتیس کتنے ہوئے ایک سو پندرہ ہوئے نا؟

گندھی۔ بس ڈیڑھ سو دوا ہے۔

داروغہ۔ اچھا تم بھی کیا یاد کرو گے۔ سو سو ہیں اور تیس کے
تین نوٹ دن دن کے۔

گندھی۔ اچھا بھائی یہ عطر کی شیشی آپ کے لیے لایا ہوں۔

داروغہ۔ کس چیز کا ہے۔

گندھی۔ سونگھے تو معلوم ہو خدا جانتا ہی دس دس روپیہ تولہ
خریدا ہو لوگوں نے اور بھڑا بھڑا پورا پورا حیدر آباد اور ٹونک لہور
مرشد آباد اور خیر پور سے فرمائشیں آرہی ہیں۔

میان گندھی تو آدھروا نہ باشد۔ ادھر داروغہ جی خوش خوش
نواب صاحب کے پاس جانے لگے تو آواز آئی کہ (استاد اس شیشی میں
یامون کا بھی حصہ ہی پیچھے پھر کے دیکھتے ہیں کہ میان خوبی سوا
باشت کا قد شریف جھومتے ہوئے چلے آتے ہیں۔

داروغہ۔ یا تم نے تو بے طوڑ بچا کیا۔

خوجی۔ ایک تو تم کو بیس ہی روپیہ ملے اس میں کچھ نہ لینگے وہ رقم ہی

<p>بھی ہوا تو نہیں لگی کہیں نہیں بھی ہو تو کچھ ایسا ہی بار کچھ دال مین کا لا ضرور ہے۔</p>	<p>کیا ہو گراس دس روپیہ والے عطرین سے ادھی تیشی ملے۔ داروغہ غیروٹے اور ضرور دیکھے آپ سے تو کور ہی دبی ہو۔</p>
<p>مہاجن جی نہیں ہوا تو بیسوں کو لگتی ہی یا بعض بڑے ہوئے امیر دن کو ہم پرانی چال کے لوگ مین مین اندون پر آگ مین گیا تھا۔ حافظ۔ ایو جان اللہ پر آگ کے بے گیا خوب موزون لفظ ہر لالہ جواہر مل صاحب بڑے جگت بانڈی ہیں۔</p>	<p>داروغہ جی اور خوجی نواب صاحب کی محفل میں پھر شریک ہو تو دیکھا وہاں شعر خوانی ہو رہی ہو۔</p>
<p>خوجی۔ انیم کی بینک سے چونک کر رہے زیر خزانہ اشک گرم جوش دریا میندہ آب زیر کاہ باشد آتش خورشید</p>	<p>آزاد۔ شب زگر می ہا سا شک وشت پیا سو ختم چون چرخ ناخدا بر روے دریا سو ختم</p>
<p>نواب۔ مین! معقول! آپ کے نزدیک بھی تک اشک کی تعریف کے شعری بیان پڑھے جارہے ہیں۔</p>	<p>نذر۔ اشک کی نسبت یہ شعر بھی سننے کے قابل ہو رہے حکم ہون آگندہ راز درون پردہ را آری شکستہ تابود از خانہ بیرون رفتہ</p>
<p>آزاد۔ بہت جلد چوٹے۔ مصاحب۔ (تم قہ نگار) خداوند مین تو مارے ہنسی کے بوٹے</p>	<p>نواب۔ آری کیا خوب۔ حافظ۔ لغو پرخرافات۔ اشک کے حال کا شعر بے نیبے رہے</p>
<p>رفیق۔ کیا جلدی خبر ہو ہے مین تو دیکھا بینک مین تھے حضرت اکی انکھ کھلی تو مجھے ابھی تک اشک کی تعریف مین تمام لوگ شعر خوانی</p>	<p>نذر۔ یہ اشک کو شعر نے لفظ کیون باندھا بھی۔ ایو طفل لعل اشک مرا بر زمین مزن پروردہ ام بخون جگر مین مزم</p>
<p>خدا جانتا ہو بینک مین جو مزہ ہو وہ کسی بات مین نہیں۔ مہاجن۔ حساب کرنے آئے تھے۔</p>	<p>نواب۔ بعد ان مین نامہ مگر پر پرانی بندم کہ رو شوق تو غرقاب شد از گریہ ما</p>
<p>نواب۔ تو گھبرائے کیون جاتے ہو کچھ ہماری فاضل ہو گا بھی تھہار ہماری طرف ایک کچانہ نکلے گا۔</p>	<p>حاضر مین۔ ایو جان اللہ وہ کیا فکر ہو ذہن کی رسانی اسی کے معنی مین۔ سبحان اللہ۔</p>
<p>مہاجن نہیں گھبرانے کی بات چیت کیا ہو بھلا جو حکم ہو۔ منجور آج نہیں کل نہیں پر سون۔</p>	<p>راوی۔ نواب صاحب کی زبان مبارک سے شعر سنیں اور رفقا خاموش ہو رہے ہیں۔ کیا مجال۔ ممکن ہی نہیں سبحان اللہ کا</p>
<p>داروغہ۔ اسے بھی کچھ چورون سے بہاؤ تھوڑا ہی ہو۔ مہاجن۔ نہیں لا حول بلا کورت (دقہ)</p>	<p>راوی۔ ہا رک! اللہ کی گھٹکھو گھٹا چا گئی خیر صاحب! نواب نامدار اتنے ہوئے تو کہ شعر و سخن کی طرف مخاطب ہونے لگے۔</p>
<p>راوی۔ یہ لا حول ولا قوۃ کی خرابی ہو چھاٹینگے فارسی ہی۔ نواب۔ آج تو عرصہ دراز کے بعد زیارت ہوئی کہان ہتے ہیں</p>	<p>اسنے مین لالہ جواہر مل آئے آئے جناب آپ نے۔ نواب۔ آج تو عرصہ دراز کے بعد زیارت ہوئی کہان ہتے ہیں</p>

سرازمین خوجی بڑے بھاؤ کی ڈپرین اور بوزار عفران پنچے جھاڑ کے لڑپن

ایک دن پچھلے پر سے کھٹکون نے میان خوجی کی ناک میں دم کر دیا۔ بدن بھر کا خون چونک کی طرح پی لیا۔ اب وہ اوسر سے کر دٹ لیتے ہیں تو انھوں نے اُدھر کا جم پھلنی کر دیا اور اسطرن پھرے تو اسطرن خون کے قرار سے بننے لگے۔ حضرت بہت ہی پھلائے انجی آدمی چار پر انکھوں میں رات کٹی پچھلے سے ذرا آنکھ لگنے کو تھی ہی کہ کھٹکون کا خدا بھلا کرے انکھوں نے انکھ کھا لیا۔ لہذا ایک دفعہ پٹیک میں آئے تو ان حضرات نے پٹیکوں کو بھڑکی طرح جھنجھوڑ کھایا۔ اور انکھوں نے پٹیک سے چپکتے ہی غل چایا کہ (لاماسرا) (میںچہ) یہ ہانک جو انکھوں نے لگائی تو اس پاس واون کی نیند حرام ہو گئی مٹا چور کا گمان ہوا۔ لہذا لہنا جانے نہ پائے۔ چور چور۔ چور۔ اسے میان کمان کہہ کر کس رخ لہنا پڑ لیا ہو۔ دیکھو گانے رہنا۔ کھدیر و خوب کھدیر و بھی مسافر و مٹا چور۔ اپنے مال کی حفاظت کرو۔ اب سرا بھر میں ہلڑ مچا ہوا ہو ہر بونگ کا عالم۔ کوئی آنکھیں ملتا ہوا اندھیرے میں ٹوٹتا ہو کوئی دیدے پھاڑ پھاڑ کے اپنی گٹھری کو دیکھ رہا ہے کوئی مارے ڈر کے آنکھیں بند کیے ہوئے دجا پڑا ہے سنکٹنا تک نہیں۔ میان خوجی نے جو لہنا لہنا جانے نہ پائے۔ چور چور کی آواز سنی تو خود بھی غل چا نا شروع کیا کہ دہائین! ہائین! خبر دار جانے نہ پائے لانا میری قردلی۔ او چر اڑ گیدی۔ ٹھہرا رہا کہ میں بھی قردلی لے کر آن پہونچا یہ خبر ہی نہیں میان کو کہ یہ شکوہ حضرت ہی نے چھوڑا ہو فرماتے ہیں کہ ٹھہرا رہا میں بھی قردلی لے کر آن پہونچا۔ دیکھیے دیکھیے آپ اپنی ڈاڑھی کی طرح دیکھیے غصے کو تھوک دیکھیے قرد تو حضور کا ماؤ شاواشد پون انچھ کا۔ اور خم دوم یہ کہ قردلی لے کر آن پہونچے خدا بھوٹ نہ بلائے تو قردلی کی حضرت نے کبھی عمر بھر صورت بھی نہ دیکھی ہوگی

گرمات بات پر قردلی اور قراہی کی فکر رہتی ہے۔ کوئی اس مسخرے سے اتنا تو پوچھے کہ اب قراہی کا نشان کمان شیر کچہ بانڈھے آپ نے کس کو دیکھا قردلی کس کی کمر میں نظر آئی گرام کو تو ہک دینے سے مطلب ہے۔ خیر۔ میان خوجی جو گرمائے تو پھر کھٹ سے اٹھ ہی کھڑے ہوئے اور پٹیک پڑے۔ اب آؤ دیکھتے ہیں نہ تاؤ۔ گلا بھاڑ بھاڑ کے چلا رہے ہیں کہ لہنا لہنا لینا۔ این! مسقول! لینے کے عوض کہیں دینے نہ پڑ جائیں یکے تو بھٹیاری کو ڈپٹ لیا اور فرمایا کہ تو ہی چور ہو۔ بھلا بے بھلا کپڑا لیا حریف کو بھٹیاری نے کما میان کچہ خیر ہے۔ ہوش کی باتیں کر دو۔ اتنے میں آپ نے دوڑنا شروع کیا پٹیک میں سوچھ گئی کہ چور آگے بھاگا جاتا ہو۔ دوڑتے دوڑتے ٹھوکر جھکاتے ہیں تو اڑا اڑا دھون۔ میان خوجی اپنی شامت اعمال سے گرسے بھی تو کمان جان کھار کے ہنڈے رکھے تھے۔ گرنا تھا کہ کئی ہنڈے چکنا چور ہو گئے کھار نے لٹکارا کہ چور چور یہ اٹھنے کو تھے کہ اُسے آن کر دبوچ لیا اور پکارنا شروع کیا کہ ارے دوڑ دو چور کپڑا لہنا مسافر اور بھٹیاری سے اور بھٹیاریاں اور حوالی حوالی سب کے سب دوڑ پڑے۔ کوئی دھڑالیہ ہو۔ کوئی لٹ بانڈھے۔ کوئی بید گھماتا ہو کوئی لکڑی ہلاتا ہو گرام فوس ہو کہ میان خوجی کے پاس قردلی نہ قراہی۔ اندھیری رات گھٹا ٹوپ اندھیرا چور طرف چھایا ہو کسی کو کیا معلوم کہ یہ چور ہی یا میان خوجی۔ بگٹل آدھوں کو شکار ہاتھ آیا خوب بے بھاؤ کی حضرت پر پڑنے لگیں۔ یاروگون نے تاک تاک کر زانٹے کے ہاتھ لگائے۔ اب خوجی کی ٹی ٹی بھولی۔ نہ قراہی۔ یاد رہا نہ قردلی جب خوب پٹ پٹا چکے تو ایک مسافر نے کہا کہ بھی ذرا ٹھہر دو تو یہ تو خوجی ہیں جو اس کو گٹھری میں پانچ سات روز سے لگے ہوئے ہیں چراغ جلا یا گیا تو معلوم ہوا کہ تیرہ صدی کے باشندے میان خوجی ہی ہیں کھار کو لوگون نے لٹکارا کہ چھوڑ دے بے

یہ چور نہیں ہیں۔ چھوڑ دے ہنڈون کے دام ہم دیدینگے۔

الغرض بعد خرابی بھرہ میان خوجی کی جان بچائی مگر کب جب کچھ فرما لیا۔ انجر خیر لگ ہو گئے۔ جب یاران سرپل نے چپ گاہ کو خوب سلا دیا تو میان خوجی چلے۔ میان آزاد نے بھی کسی نے ان کو کہہ دیا تھا کہ تمہارے ساتھی خوجی چوری کی علت میں پھنسے ہیں کسی مسافر کی ٹوپی چرائی تھی سو اسے پکڑ لیا۔ دوسرے نے ان کو کہا کہ نہیں یہ نہیں ہوا۔ ہوا یہ کہ ایک کھار کی ہنڈیاں چرائی گئے مل جاگ ہو گئی۔ بھئی واہ۔ جتنے منہ اتنی ہی زبانیں اور اتنی ہی باتیں اُسی دم کی بات اور مختلف روایتیں مشہور ہو گئیں۔

میان آزاد کو بڑا ہی ہڑامعلوم ہوا کہ ہمارا ساتھی اور چوری کی علت میں ماخوذ ہو مگر یہ بات کچھ انکو سچی نہیں۔ سوچے کہ خوجی ایسے آدمی ہیں نہیں۔ وہ چوری چکاری کیا جانیں۔ وہ تو بس فقرہ بازی ہی خوب جانتے ہیں اور بھلا چوری چکاری بھی کرتے تو ہنڈیوں کی زخیر۔ انھوں نے دل میں ٹھان لی کہ چلیں اور خوجی کو تلوار بچالائیں۔ ورنہ آزاد نہیں۔ چار پائی سے اترے اور بانڈی ہاتھ میں لی کہ جو بولے گا اسکو فرما چکھاؤنگا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ خوجی صاحب جھوٹے ہوسے چلے آتے ہیں اور بڑبڑاتے جاتے ہیں کہ ہات ترے گیدی کی بڑا آزاد بنا ہے ایسے آزاد بہت دیکھے ہیں مردود چار پائی پر پڑا خر کیا کیا اور ہماری خبر ہی نہیں۔ اب تو بڑبڑاتے ہوسے میان آزاد کی گلی تک چلے آئے مگر انکھوں کے اندر سے نام نہیں سکھ اتنا بھی نہ سو بھلا کہ آزاد کھڑے ہیں جب قریب پہنچے تو میان آزاد نے یوں کہا۔

آزاد۔ خیر ہم کو تو سچھے گالیان دینا اب یہ بتاؤ کہ ہاتھ پانوں تو نہیں ٹوٹے۔

خوجی۔ ہاتھ پانوں! ہونٹھ۔ یہ لوہے کی سلاخیں ہیں آپا سوقت ہوتے تو دیکھتے کہ بندہ درگاہ نے کیا کیا جو ہر دکھائے پچاس آدمی گھیرے ہوسے تھے پورے پچاس۔ ایک کم نہ ایک زیادہ۔

راوی۔ درست۔ اسوقت آپکو اتنا ہی تو ہوش تھا کہ آدمی گھسنے بیٹھنے پہلے یہ تو فرمائیے کہ پھرین کتنی۔ آدمی بھی کھلی کے چور ہوسے کہ غول میں بھپاک سے گن لیے مارے چپوں کے بولا تو سگے تھے۔ مگر جیسا کی بلا دور۔ بھار پونچھ کر پھر موجود۔

خوجی۔ دانشمین اسوقت پھلچھڑی بنا تھا۔

راوی۔ اے صل علی۔ دانش آپ آدمی کیا دھڑی کے پٹے باز ہیں زبان البتہ پھلچھڑی کو بھی مات کرتی ہو۔

خوجی۔ بس یہ کیفیت تھی کہ دس آدمی اس شانے کو اور دس ہی اس شانے کو پکڑے ہوئے تھے اور میں جو پھرتا کسی کو انٹی دی وہم سے زمین پر گر کسی کو کولے پر لاد کر مارا کھٹ سے چھپر کٹ کی پٹی پر۔ دو چار میرے رعب میں آکر تھر تھرا کے گر ہی تو پڑے۔ دس پانچ کی ڈی سلی چلنا جو کر دی یہ ڈھیلکی کھائی وہ ہر با اور کھلا اُڑھرا بھرا گھس مچھیر میں تو پھرتا جانے بیجاں برق دم ہیں ہی۔ جو سامنے آیا اسے نیچا دکھایا۔ جو منہ چڑھانہ کی کھائی راوی۔ اور ایک صاحب آپکے رعب میں آکر کھار کے ہنڈون پر بھی تو گر پڑے تھے۔ واہ رے ہوسے تیری بھی آج دھیم ہو۔

خوجی۔ خدائی بھرمین کوئی ایسا جیوٹ دار آدمی نہ کھا تو دیکھیے۔

راوی۔ حضرت خدائی بھر کا حال۔ تو خدا ہی کو خوب معلوم ہو مگر اتنی گواہی تو ہم بھی دینگے کہ آپ سا جیباے غیرت جرتی خورا سرا بھرمین تو اس سرے اس سرے تک کوئی نہیں نظر نہیں آتا اس ڈنگ پر چٹکار۔ اے لعنت خدا۔

خیرمیان آزاد اور خوجی دونوں اس وقت سو رہے اور دوسرے روز شام کو نواب صاحب کے ہاں پہنچے۔

آزاد و پیر و مرشد رخصت ہونے آیا ہوں۔ زندگی پر تو بھیر ملو لگاؤ نہ یہ آخری الوداع ہے۔

نواب کیا کوچ کی تیاریاں کر لی دین بھی جب آپس آؤ گے تو ملاقات ضرور کرنا بھول نہ جانا۔

آزاد بھلا یہ آپکے فرمانے کی بات ہے۔

خوجی غلام بھی رخصت ہوتا ہے۔

نواب آپ تو اللہ بڑے ہنسوڑ آدمی ہیں کیسے اب بشرط خیریت کبھی ملے گا بھی۔

خوجی خدا لائے گا تو آؤ لگا حضور۔

داروغہ میان خدا کرے سب کے پہلے انھیں پر گولی پڑے بلکہ گولہ اور وہ بھی ہم کا گولہ۔ اب خدا اس منجوس کی صورت نہ دکھائے اور نہ اس مردک کو میان لائے۔

آخرض آزاد اور خوجی نواب صاحب سے رخصت ہوئے

نواب فی امان اللہ خدا خیریت پہنچائے اور واپس لائے خوجی سواروغہ جی خدا حافظ۔

داروغہ نے کہا میان آزاد کو امام ضامن اور خوجی کو شیطان کو سونپا آزاد اور خوجی رخصت ہوئے تو بھاٹک سے باہر نکل کر

میان خوجی نے کہا بھئی ذرا ٹھہر رہنا میں ابھی ابھی آیا۔ آپ کو جو دشت نے گھیرا تو پہنچے زانی ڈیوڑھی پر۔

خوجی۔ (دربان سے) یار چچے ذرا بواز عفران کو نہیں بکارتے۔

دربان تھا گنوار کا لٹھ کو کھا آوی اُسے انکو پتائی دی کہ آپ بیٹھے یہ بیٹھے تو بینک میں سر پہ چلا وہ چلا اب کوئی دم کے دم میں نہیں ہوا یہی جاہتا ہوتے میں دربان نے آواز دی کہ بواز عفران

بواز عفران۔ اچھی بواز عفران۔ ای بواز عفران۔ بواز عفران بولیں۔ ای ہو تو کچھ کہو گے بھی یا بواز عفران ہی پکارتے جاؤ گے دماغ کے کڑے تک جاٹ گئے۔

دربان۔ اچھی آپ کے لڑکے وہ۔ تو بہ تمھارے میان آئے ہیں۔

دربان بیوقوف نے پہلے لڑکے (لمکریاں) کا لفظ جو کہا تو گھر کی عورتیں کھل کھلا کر ہنس پڑیں اور بگم صاحب ہستے ہستے بولیں

کہ اچھے گنوار کو ڈیوڑھی پر بٹھایا ہو اُسے پھر غل بچایا کہ اچھی بوجی آئے دیکھئے تو انکا حال کیا ہو بھی تو خاصے بھلے چنگے تھے۔ ابھی

کچھ سے کچھ ہو گیا۔ بواز عفران سے اور اُنکے میان سے لاؤٹاٹھ تھی وہ جو گھرائی ہوئی اندر سے آئی تو انکو دیکھا کہ پتائی پر بیٹھے بینک میں جھوم رہے ہیں۔

اب یہ لطیف بھی سننے کے قابل ہو کہ بواز عفران کے میان کی بھی لعینہ یہی قطع مبارک تھی خوجی سے بالکل مشابہ ذرا فرق نہیں رہی

سوا بالشت کا قد وہی دُبلے پتلے ہاتھ پائوں۔ اور طرہ یہ کہ افیون بھی پیتے تھے۔ اور بواز عفران اُسے روز کہا کرتی تھی کہ تم افیم کھانا

چھوڑ دو۔ وہ کب چھوڑنے والے تھے بھلا۔ اسی سبب کہ دونوں میں دم نہیں بنتی تھی۔ آخر کار ایک روز اس کے میان نے کہا کہ بھیا آج سے

اگر کو بینک میں دیکھو تو گنوار پانچ سو جوتے لگاؤ اور جو بھول جاؤ پھر سر سے گنوار عفران نے جو باہر آکر دیکھا تو حضرت موجین کر رہے

ہیں جل جہنم کے خاک ہی تو ہو گئی اور جلتے ہی میان خوجی کے پٹے پکڑ کر ایک دو تین چار پانچ دھین تھڑھڑ لگا ہی تو دین خوجی کا

نشہ ہرن ہو گیا۔ مار کے آگے جھوت ناچے چونک کوفہ مانے کیا ہیں۔

خوجی سلاتا تو دلائی قری۔ ارے ان سرے والوں نے تو ہاری کھوڑی پٹیلی کر دی۔

راوی جے خوش اچھی اپنے نزدیک آپ سراہی ہیں رونق افروز ہیں۔

واہ رمی ایم یہ جو نہ کرے وہ تھوڑا ہے۔ بواز عفران نے ایک دفعہ کچا کر چکست دی تو حضرت کی روح پر صدمہ ہوا اور ہاتھ چڑا کر کہا گنا چاہا۔ مگر وہ جشن دیونی نواب کے یہاں زمین کھا کھا کر تپتی رہی پھر تپتی تھی۔ یہ بچارے سوا بالشت کے آدمی اُسے انکو چڑم کڑالا۔ مگر یہ قسوی ہی مانگا کیے اتنے میں غل غپاڑے اور دھڑکڑائی واز جو بلند ہوئی تو اسیلین منلانیاں ماما چھو چھو لوندیاں سب باہر نکل آئیں اور بیگم صاحبہ اور عصمت النساء بیگم اور گیتی آرا بیگم سب کے سب پردے کے پاس دوڑیں کہ دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔

بیگم صاحبہ۔ بواز عفران۔ آخرش یہ ہو گیا۔ روئی کی طرح اس بچارے کو تو دم کے دھردیا۔ واہ۔

عصمت النساء بیگم۔ اوئی فوج ایسی جو روکسی کی ہو ہاتھ پٹہ میں مردا کے ادم ہا ہی کڑا لاشخ سد تو نہیں سر پر ہوا ہوا تو آپ ہی زندگی سے بیزار ہے۔ اس نے اور اوپر سے دو چار لاتین لگا دیں۔

مغلانی۔ حضور زعفران کا قصور نہیں۔ یہ اس مرد کو کا قصور ہو جو جڑوا کے ہاتھ بک گیا ہو خو جی کا کان پکڑ کر کہا پیٹے پیٹے جڑوا کے ہاتھ سے جوتیان کھاتے ہو اور زردرا چون نہیں کرتے۔ خو جی۔ جڑوا ہاے افسوس۔ اجمیہ جو روکس مرد کی ہیں خدا خدا کرو۔ بھلا میں اس ہڑنگی دیو کی سچی کالی کلوٹی ڈان کے ساتھ بیاہ کرتا۔ یہ اسکو اسوقت سوجھی کیا کہ مار کے بھر کس نکال دیا اور دانت کٹکٹا کر بوٹیاں تک فوج ڈالیں۔ یہ ہوں بلا۔ یہ ہے تو جو اس برجانہیں۔

بواز عفران نے جو یہ باتیں سنیں تو وہ آواز ہی نہیں وہ لب و لہجہ ہی نہیں۔ غور کر کے دیکھتی ہو تو میان دیان کوئی نہیں یہ تو کوئی اور ہی ہے۔ ع۔ کاٹو تو لو نہیں بدن میں نہ چہرہ زرد

ہو گیا اور دانتوں کے تلے اٹھلی دبا کر خاموش ہو رہی۔

مغلانی۔ ایہاں یہ ہو کون۔ چپا کے ابا تو نہیں ہیں۔

عباسی۔ ہنس کر ایہاں بواز عفران۔ اتوراہ چلتوں کو بھی میان بنانے لگیں۔ ذری ہچا تو تو یہ ہیں کون۔

فرخندہ۔ اوئی یہ تو بچارے نواب صاحب کے یہاں دن رات بنے رہتے تھے۔ یہ یہاں کیسے آئے۔ ایہ عفران آخرش نکسو جی کیا۔ ذری مثال (مشعل) جلا کر دیکھو تو چپا کے اباسی ہیں۔

بیگم صاحبہ نے بھی خوب ہی لے دے کی اور اسیلین منلانیاں نے ٹھٹھری ٹھٹھری لکڑ بواز عفران کو رلہاں چھوڑا اور بھی چورن گئی کہ ناحی

ایک بچارے کی برو کی آبروی اور کھوڑی کی کھوڑی گئی کڑائی اتنے میں نواب صاحب سے کسی نے جا کر ساری داستان کہہ دی اور

محفل بھرمین حاضرین جلسہ پیٹ پکڑ پکڑ کر سننے لگے کبھی دانت بھی روایت ہو اسپر میان ندرت بولے کہ بھی انکو یہاں تک لالو کھین

توہن کون بزرگ خدمتگار پہنچے اور میان خو جی کو لے آئے۔ حاضرین۔ این ہارے میان یہ تو خو جی ہیں لالو ولاقوہ۔

ہنسی کے سمندر پر ایک اور تازہ بیاہ ہوا اور کل حاضرین ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے۔ اب ادھر نواب صاحبہ درانکے صاحبہ مقدمہ لگاتے

ہیں اُدھر گھر سے قہ قہ کی صدا میں بلند ہیں اور خو جی اپنے ملین خیف کہ یکے نقصان مایہ و دیگر شامت ہمسایہ ایک تو خوب

پٹے دوسرے اب ع۔ لوگوں کو شگوفہ ہاتھ آیا۔ نواب نے عفران کو اندر سے بلوایا۔ مگر خدمتگار نے کہا کہ حضور وہ تو نہیں آئیں

پردے کے پاس کھڑی رو رہی ہیں۔ خو جی۔ اس مکر کو دیکھیے گا حضور۔ روناہم کو چاہیے۔ اٹا ہ

رو رہی ہیں۔ ندرت۔ بھئی تلو میان بنایا۔ رونے سے بھی گئی گذری

نواب - زعفران کی سڑم نے یہ تجویز کی کہ خوجی کو دیدیجائیں
خوجی - بس غلام کے حال پر رحم کیجیے معاف فرمائیے مجھے - بندہ
درگزر بغضب خدا کا اس دیو کی بجی کے ساتھ اور میں شادی کروں
خدا بچائے - خدا ہر وقت سے محفوظ رکھے - میان کے دھوکے دھوکے
میں تو اُسے ہمارے ہاتھ پاٹوں ڈھیلے کر دیے اور جو کہیں بیچ بیچ
میان ہی ہوتے تو مٹا ڈال دیتا تھا ہی کر ڈالتی کیا کہیے کچھ بس نہیں
چلتا رہتا نوابی ہوتی تو اتنی ترولیاں بھونکی ہوتیں کہ عمر بھر
یاد ہی تو کرتی - میان کوئی ایسے ویسے نہیں - گھانسن نہیں
کھو داکے ہیں - چکلہ داریاں گمیدانیاں رسالداریاں کیا
کیے ہیں -

راوی - اسل علی - بیشک حضور نے گیدانی بھی کی اور
چکلہ دار بھی تھے - وگلے والی پلٹن کے رسالدار آپ ہی تھے
مگر بواز عفران نے رسالدار سی رسالدار سی سب خاک میں
ملا دی ایک نہ چلی -

نواب - اور وہ آپ کے ساتھی میان آزاد کمان ہیں -
خوجی - پھانک کے اُس طرف پل پر بیٹھے تھے -
نذرست - میان دیکھو پھانک سے نکل کر پل پر میان آزاد
بیٹھے ہیں انکو ذرا لپک کر بلالانا -

میان آزاد آئے تو روشن علی نے انکو ساری داستان سنائی
اور آزاد خوب کھل کھلا کر سنیں پڑے -

آزاد - کیسے قرولی اسوقت نہ یاد آئی -

دربان - جی ہاں قرولی تو یاد آئی تھی اور بڑا غل غپاڑا چایا
تھا اور سہرا کا نام لیتے تھے کہ سہرا والوں نے تو کھو پڑی پللی
کر دی جب آنکھ کھلی اور بواز عفران کو دیکھا تو نشہ ہرن ہو گیا
اور اُسے اس دھوکے میں کہ اُسکے میان ہیں - بڑی جبری

گت بنائی پھر محل بھر میں ایک فرمایشی تہقہ پڑا اور صاحب
مارے ہنسی کے لوٹنے لگے -

آزاد - آخر یہ وہاں کیا کرنے گئے تھے -

داروغہ - دکھیریل سے دوڑتے ہوئے آئے کیا ہوا بھئی کیا
ہوا - خیر باشکس پر پڑیں تڑا تڑا -

نواب - آپ کے دوست میان خوجی پر -

داروغہ اور میان خوجی میں تو لاگ ڈانٹ تھی ہی انھوں نے
جو یہ خبر سنی تو بہت ہی خوش ہوئے اور با واہ بلند کہ اُٹھے کہ
یہ خوجا اسی لائق ہیں بھی بہت خوش ہوا -

روشن علی - اُجی سینے تو لوٹنے لگیے - حضرت ڈیوڑھی پر پہنچے
تو تپائی پراونگہ گئے - دربان سمجھا کہ بواز عفران کے میان میں
اُسے آواز دی کہ بواز عفران تمہارے میان آئے ہیں اُس نے
باہر آ کر دیکھا تو پینک میں اور اُسکو اقیم سے تھی نفرت بس پھر
اللہ دے اور بندہ لے - پٹے پکڑ کر خوب تڑا تڑا لگائیں آپ

اُس سے اتنا بھی نہیں کہتے کہ میں تیرا میان نہیں ہوں -
داروغہ - (بہت خوش ہو کر) سنرا - اس گیدی خری سنرا
دکان میں جھک کر کیوں بچ چتیا گئے گئے نہ - اور عطرا ناگو -
انفرض بڑی دیر تک اندر رہا ہر دونوں جگہ تھقے پر تھقے پڑے

اور آخر کار میان آزاد اور خوجی از سر نو نواب اور حاضرین
جلوس سے رخصت ہوئے اور چلے - اٹھائے راہ میں میان

آزاد مارے ہنسی کے بیاب ہو ہو گئے اور ایک بار خواجہ صاحب
فرماتے کیا ہیں کہ میں نے بھی وہ وہ چکیاں لی ہیں کہ زعفران
بھی یاد ہی کرتی ہونگی -

راوی - ذرا اوھر تو چار آنکھیں کیجیے - ای ٹھکانا رشی ٹی
بھولی ہوئی تھی مگر اکڑنا نہ چھوڑا - واہ رے حیا دار -

آزاد۔ میان ڈوب مرو جا کر۔ ایک چلو پانی کافی ہے۔ لاجلہ لا قوۃ
ایک عورت سے ہاتھ پائی من حیت نہ پائے۔

خوجی۔ جی وہ عورت سومر کے برابر ہے۔ چٹ پڑے تو آپ کے
حواس بھی فقرو ہو جائیں۔

ہماز پر سوار ہونیکے شراط سخت بن جائیں جیسا کہ سخت

میان آزاد اور خوجی سر پہنچ کر چلنے کی تیاریاں کرنے لگے
گوشت اور روٹی اور باقر خانی اور کباب کی فکر میں ہونے لگیں
اور نہ بھیند کے اسٹیشن پر چلے۔

خوجی۔ یا خدا بچاؤ۔

آزاد۔ این اخیر باشد کیا شیطان نے انگلی دکھائی یا بوا
زعفران یاد آئی۔

خوجی۔ اہی حضرت یہ تو فرمائی کہ آپ چلتے کمان ہین۔ اُن
میدان جنگ میں گولیوں اور چھڑوں کے منہ میں خدا ہی خیر
کرے۔ یا ایک چنے کے برابر گولی میں تو کام تمام ہو جائے گا
بھائی کما تو حسن آرا سے درگزر و اور زینت النساء کے ساتھ
نکاح پڑھو۔

آزاد۔ بہت خوب ہے بس اب زیادہ بک نہ کیجیے۔

خوجی۔ حضرت سینے چلنے کو تو ہم چلتے ہیں مگر اتنی شطرن قبول
کیجیے تو بسم اللہ ورنہ ع۔ بندہ رخصت می شود انکسب ان فساد

کیسے تو کہ چلون۔ ایک ایک شرط ماننی ہوگی ورنہ آپ اپنی راہ
لین۔ میں اپنا راستہ لون۔

شرط اول۔ قرولی ہم کو ضرور دیجیے۔ اور ایک قرآن بھیجیے
بھی۔ ہمارے پاس رہے۔ چلے ہین تو مورچے پر آپ اور

ایک پھول کی چھڑی تک پاس نہیں۔

دوم برس بھر کے صرف کے لیے افیم انجناب کو دیجیے میں

اپنے لادے لادے پھر ونگا۔ ورنہ جانیوں پر جانیان آئیں گی اور
بیموت اٹا غفیل ہو جاؤنگا۔ آپ تو عورتوں کی طرح نشے کے
عادی ہی نہیں مگر زندہ ورگا۔ بے افیم پیے ایک قدم نہ چلیں گے۔
دہان پر دیس میں افیم ملے یا نہ ملے کمان ڈھونڈتے پھرینگے۔
سوم اتنا بنا دیجیے کہ وہاں بواز عفران کی سی ڈنڈیل پنجہ کش
ویونیان تو نظر نہ آئیں گی۔ ہون تو بندہ ابھی سے رخصت ہوتا ہی
خدا حافظ۔ اٹ فوہ۔ واشد کیا کس کس کے لایتن لگا ئی ہین
اور کیا تان تان کے ٹکے بازی کی ہے کہ لپتھین ہی نکالڈالا
روح پر صدمہ ہو واللہ روح پر۔

چہارم۔ سر امین ہم اب تمام عمر اُترینگے۔ اور جو ہماز پکھا رہا
تو ہم بس ڈوب ہی مرینگے۔ اجماعی اتفاق ہے ہم ٹھہرے آدمی بھاری
بھرم۔ کہین پاؤں پھسل گیا اور ایک آدھ ہنڈا ٹوٹ گیا تو کھار
انجیر خیر ہی الگ کر دلیگا۔ لہذا کھار و نکی صحبت آج سے اقط۔
پہنچم جس رئیس کی صحبت میں بتر آتے ہو گئے وہاں ہم نہ جائینگے
نہ جائینگے اس میں لالہ نہیں سکھ ہوں یا لالہ بلدیو۔ اہی بزاز تو ٹھہرے
زمین کے گز سب کہین گھوما چاہیں۔ مگر ہم بہت دیکھ بھال کر جائینگے
ششم۔ جہاں آپ چلتے ہین وہاں کا نجی ہوس تو نہیں ہوگا کہ مے
کے دھوکے میں کوئی ہم کو کان پکڑے کا نجی ہوس ہو جائے۔
ڈرایہ دریافت کر لیجیے گا۔

ہفتم۔ طوطو پر ہم سوار نہونگے اس میں چاہے اوھر کی دنیا اوھر ہو جائے
ہشتم۔ بیٹھے پلاؤ روز کہین۔

نہم۔ ہم کو میان خوجی نہ کہنا۔ جناب خواجہ صاحب قبلہ
کہا کیجیے۔ یہ خوجی کیا معنی۔

دہم۔ مورچے پر ہم نہ جائینگے۔ بس باورچی خانہ کا انتظام ہمارا تعلق
رہے اور لوٹ مار میں جو کچھ ہاتھ آئے وہ بھی ہماری تحویل میں رکھا جائے

یازدہم۔ حسن آرا کے نام ایک خطرور ڈکھنا اور خط میں ہماری طرف سے بندگی بلکہ دعاے خیر۔
دوازدہم۔ گولی کھانے کے تین گھنٹے قبل اور مرنے کے دو گھنٹے پہلے پشیر ہمیں اطلاع کر دینا۔

سین و دہم۔ جو ہم خانخواستہ داخل خلد برین ہوں تو لاش کو ہندوستان میں پہنچانا اور جہان والدہ کی لاش دفن ہو وہاں ہی دفن کرنا لیکن ہم کو خود ہی نہیں معلوم کہ پرنسز گوارہ کب اور دفنائے کمان گئے اور کتنے کون۔ آپ ذرا تپا لگا لیجیے گا اور تربت پہلو بہ پہلو بنوائیے گا اگر انکی تربت نہ ملے تو کسی قبرستان میں جا کر جو سب سے بہتر قبر بنی ہو بس اسی کے قریب ہلکے بھی دفنانا اور کچھ دنیا کہ یہ انکے والد ماجد کا مزار شریف ہے۔

بہار دہم۔ پتیک کے وقت ہم کو ہرگز نہ چھڑنا۔ اس وقت یہاں استغراق کی کیفیت ہوتی ہے۔ اتنی شرطیں اگر سرچشم قبول ہوں تو چشم روشن دل ماشا د خانہ آسان آباد ورنہ نہ خوجی نہ میان آزاد آزاد۔ گیارہویں شرط بسرچشم منظور۔

۲۔ بارہویں شرط بڑی کڑی ہے۔ مرنے کے دو گھنٹے پہلے کدنگیے کہ اب چل چلا لو لگ رہا ہو مگر گولی کھانے کے تین گھنٹے قبل بتا دینا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔

۳۔ اور بھائی سہو۔ خواجہ صاحب تو ہم سے نہ کہا جائیگا۔ ہم تو خوجی ہی خوجی کہا کریں گے۔

۴۔ ہاں یہ شرط کیے لیتے ہیں کہ نہ تو وہاں ہوازعفران ہونگی نہ ہزار نہ کاخی ہوس۔ آپ خوب مزے سے جہان چاہیے کھانس چریے کوئی چون تک تو کرے گا نہیں۔ اور کھمار کا تو جاز پرکس نہ خیر نے پائے۔

۵۔ ایک قرولی ایک قراہین ایک پتھر کا ایک دھرتی دھک

توپ آپ کو خرید دینگے آپ مزے سے توپ کو کا ندھے پر لاوے یا ہاتھ میں لیے جہان چاہیے جائیے۔
۶۔ افیم بیٹی میں آپ کی پیٹھ پر لا دینگے۔ گھبرا ئیے نہیں۔ کیے ابو چلے گا۔ یا اب بھی چلیے گا۔
خوجی۔ بسم اللہ کر کیے۔

میان آزاد۔ ملے لائے اس بت کو اتجا کر کے + کفر توڑا خدا خدا کر کے + اب راستے میں راگ نہ لائیے گا۔
خوجی۔ ایک بات اور باقی رہ گئی۔

آزاد۔ بس لگے ہاتھوں وہ بھی کہ ہی ڈالیے۔

خوجی۔ میں اپنی دادی جان سے تو پوچھ لوں۔

آزاد۔ معاذ اللہ کیا وہ ابھی زندہ ہیں۔ جتنی جاگتی عاقبت کے بورے سمیٹنے آئی ہیں کیا۔ خدا جھوٹ نہ بلائے تو آپ کوئی بچاس کے پیٹھ میں ہونگے۔ اور وہ ٹیکت اس حساب سے کم سے کم کیا ڈیڑھ سو برس کی بھی نہ ہوتی۔

خوجی۔ میان اپنا کام کرو میں دل لگی کرتا تھا۔ انکی تو ٹیڑھوں تک کا پتا نہ ہوگا۔

ایک گنجوس ٹیس کی ملاقات اور اسکے محل کے حالات

الغرض میان آزاد اور خوجی صاحب نے اسباب کسا اور اسٹیشن پر داخل ہوئے۔ میان خوجی کو روپے دیے کہ ٹکٹ لاؤ حضرت جاؤ گے اور جب وقت گھنٹی ہوئی ٹھن ٹھن۔ اور کانسٹبل نے کہا کہ کانپور کے مسافر چلو ٹکٹ بٹ رہا ہے۔ خوجی بھی لپکے اور وہ پلا یا کہ خدا کی پناہ۔ ایک ایک پر دس دس گرے پڑتے ہیں میسوار کے وین رہ کشیدہ قامت جوانوں میں حضرت خوجی جو چھپے۔ تو گپنے لگے وہ ڈیڑھ پل لحیم و تحیم کر رہے جوان۔ یہ بچا رہے نجان تو ماشا اللہ پون انچہ کا بت ہی گھبرائے اور یار لوگ جو بٹھڑ بٹھڑ کر دھنس پڑے تھے

انکے ہاتھ پاؤں گویا شکنجے میں کس گئے۔ جب کچلنے لگے تو غل
مچایا کہ لانا قرولی۔ دو ایک کو تو یہاں ہی شہید کر دوں۔ اتنا
سننا تھا کہ بھیڑ کافی کی طرح پھٹ گئی اور میان خوبی دراتے
ہوئے ٹکٹ کی کھڑکی کے پاس پہنچے۔

خوجی۔ بابو صاحب ٹکٹ دیجیے۔

بابو۔ گول مت کرو۔ (غل مت کرو)

خوجی۔ اجی غل تو سنتے ہو۔ مگر اس غول بیا بانی پر نظر بھی پڑے۔

بابو۔ چپ۔!

خوجی۔ چپ! یہ چپ کیسی ٹکٹ دیتے ہو یا میں اسٹیشن ماسٹر سے
رپٹ بولوں پھر۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ پھر رپٹ آیا۔ وہ ریل پل کہ میان خوبی
کے چھتر ہی بگڑ گئے رپٹ وپٹ سب بھولے اور کوئی بیس قدم
پہنچے ہو گئے۔ خیر بعد خرابی بھر خدا خدا کر کے ٹکٹ ملے اور
جا کر ریل پر بیٹھے۔ ریل چلی تو میان خوبی کو آزاد نے جگایا کہ
اُٹھیے جناب خواجہ صاحب کا پنور آگیا۔

خوجی۔ واسد بھی واہ ری ریل۔ ایک ہی مرتبہ کی بینک میں
کا پنور پہنچ گئے۔

خوب جواب دیا

ریل سے اترے تو میان آزاد کو انکے ایک دوست مل گئے۔
آزاد۔ میرزا صاحب آداب عرض ہو۔

میرزا۔ بندگی۔ آٹا۔ آپ ہیں کیے مزاج شریف۔

آزاد۔ الحمد للہ۔ اب فرمائیے فروکش کمان ہو جیے گا۔

میرزا صاحب نے کہا کہ ہمارے ایک جیب لب کا فلان مقام

پر مکان ہے۔ آپ ایک گھنٹے میں وہاں آئیے تو ملاقات بھی ہو

اور مزے سے آرام بھی کیجیے وہ مشہور رئیس ہیں۔

ایک گھنٹے میں میان آزاد اور خوجی ان رئیس کے یہاں گئے
آزاد۔ (خدمتگار سے) ہیں تشریف رکھتے ہیں؟
خدمتگار۔ جی ہاں جائیے وہ سامنے کمرے میں تشریف رکھتے ہیں
آزاد۔ (کمرے میں گھس کر) آداب بجالاتا ہوں۔
رئیس۔ آپ کہاں سے آئے۔

آزاد۔ السلام علیک۔ آئیے مصافحہ تو کریں۔

رئیس۔ بندگی آپ کہاں سے آئے ہیں۔

آزاد۔ حضرت اس کمرے بھر میں ایک تو کرسی سپر ڈٹے

بیٹھے ہیں کچھ بیٹھنے کو منگوائیے تو عرض کروں۔

رئیس۔ (جھٹاکر) کچھ بیٹھنے کو لاؤ انکے لیے۔

خدمتگار نے دوسرے خدمتگار سے کہا کہ کرسی اٹھا لاؤ۔

رئیس۔ (خفا ہو کر) کرسی نہیں میک ڈنبر لاؤ۔ بتیز۔ وہ

مونڈھا جو سامنے پڑا اچھا ٹھکڑے۔

آزاد۔ (مونڈھے پر بیٹھ کر) کیون قبلہ یہ میک ڈنبر کیا ہوا ہے

رئیس۔ آپ کوئی قاضی ہیں۔

آزاد۔ جی ہاں۔

رئیس۔ اور اوپر سے کہتے ہو جی ہاں۔

آزاد۔ مگر سخت تعجب ہے کہ آپ اور اپنے لنگوٹھے یاروں کو بھول

جائیں۔ ع۔ گریڈ ولت برسی مست نگر دی مردی؟

رئیس۔ (سرخ ہو کر) لنگوٹھے یار کیسے۔

آزاد۔ اے لٹو بے ہم کو بھول گیا۔ یاد ہو جب گوشتی کھانے

میدان میں ہانے کی ننگیاں ہم سے آپ سے لڑتی تھیں اور

میدان ہانگیا تھا اور دھڑ سے ہنسنے والی جال کی گول دوڑتی تھیں

اور دھڑ سے آپ نے جھنڈی دار کل پیڑ بھاٹی اور ہم نے آپ کے گتے

مارے اور غوطہ دیکر جو ایک گھٹسا دیتا ہوں تو وہ کاٹا تے بھاگے

آج ملے ہو۔ مگر والدہ ہوجیادار کہ اتہک چار گھنٹیں نہیں کرتے۔
خوجی۔ مگر حضور یہ بھی سات تار پر ہیشہ گنڈے والا بیڑا ہی اڑایا
کیے اور کیوں نہ ہو پھر میان ولایتی کے شاگرد ہیں۔ مگر عقل نامونی ہی
اب وہ چکر میں آئے کہ یہ دونوں کون ہیں بھئی کمان سے آئے ہیں
ایک تو کہتا ہے کہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوے۔ دوسرا میان ولایتی

کا شاگرد بتاتا ہے۔ یہ دونوں کچھ عجیب آدمی معلوم ہوتے ہیں۔
آزاد۔ کہو چھٹی۔ اب تو چچا نا۔ کیوں چٹا گلخیزو۔

رئیس۔ یہ تو میری لمبی سفید داڑھی۔ اور تم کہتے ہو کہ جھنڈی ار
پتنگ لڑایا تھا۔ کہتے ہیں کہ سات تار پر گنڈے والا اڑایا تھا مجھے
حیرت ہو کہ تم ہو کون۔

آزاد۔ واہ استاد اس تجاہل عارفانہ کے صدقے۔ اچی ہم وہ ہیں
جسکے ساتھ تم میان عبداللہ کی دکان پر چاٹو کے چھینٹے پیا کرتے
تھے۔ بھئی ہنسنے تو چاٹو دباڑی چھوڑ دی۔ مگر یا تم بڑا کرتے ہو کہ اس
پیرانہ سالی میں بھی چاٹو وہی پیے جاتے ہو جب ہی بن بلاوا کا پاجھو گیا
اتنا کہنا تھا کہ رئیس آگ ہو گئے للکارنے ہی کو تھے کہ آزاد نے
ایک اور فقرہ چرت کیا۔

آزاد۔ حضرت تکلیف نہ ہو تو یہ دو پیسے کسی کو دیکھیے کہ پیسے کی گلوڑی
اور پیسے کا حق لے آئے۔

رئیس۔ بس چلے بیان سے ٹہیلے۔ آپ نے کسی کو کلٹر والا یا تہولی
مقرر کیا ہے۔ چلے چلے۔

آزاد۔ اور یہ چوٹی لیجیے اپنی دکان سے گرما گرم کباب و شیرمال
شگوا دیجیے۔

تب تو رئیس سمجھے کہ یہ بھی کوئی ہیں ایسے ویسے ایسے کاغذیہ دم
کجا۔ پوچھا کہ آخر آپ میں کون بزرگ۔ اور کمان سے تشریف لائے ہیں
آزاد۔ بس ہاں اب آپ نے آدمیت سیکھی۔ اب شرفا کی طرح

پر بات چیت شروع کی بندہ آپ کے دوست اور اپنے یار دینار
جلالتار کے پاس آیا ہے۔ مگر مرد خدا اور اخلاق یکھو آخر آدمیت
بھی کوئی شے ہی یا ہر دم مرکب وحشت ہی پر سوار رہتے ہو بھلے مانسوں
سے بھلا کہیں بھلے مانس یوں ملا کیے ہیں جس طرح آپ ہم سے ملے
ہیں لاجول ولاقوہ۔

رئیس۔ واللہ بھوکا تھی عثمان ایک آپ ہی گرد ملے۔
آزاد۔ پھر حضرت ہر فرعونے رامو سائے۔

راوی۔ اخلاق بھی کیا چیز ہے۔ صاحب خلق ہر دل غریب و اخلاق
تغافل انسانیت ہے۔ اخلاق جو ہر اہلیت ہو جس انسان میں خلق نہیں
وہ گل ہو جس میں بونہیں۔ اور مل ہو جس میں کیفیت سرور یک نہیں

کچ خلق آدمی کو ہیشہ غیث ہی پایا جو ملاقات کو گیا وہ بڑا ہی کتا آیا
خوش خلقی کو نعمت عظمیٰ اور عطیہ کبرے سمجھنا چاہیے۔ اگر ہم
کسی سے غور یا تکبر کے ساتھ پیش نہ آئیں اسکی گرہ سے کچھ نہ جائیگا
مگر ایک تو ہماری عادت خراب ہو جائے گی دوسرے رفتہ رفتہ
ضعیف الاعتقاد آدمی۔ پھر سویرے سویرے نام نہ لینگے کہ بھئی ایسا
نہ ہو کہ کھانا نہ ملے۔ لاجول ولاقوہ۔

میان آزاد کچھ مانگنے تو گئے ہی نہ تھے۔ اُنکو کسی کی پرواہ ہی کیا تھی
کسی کے نوکر نہ چاکر نوکری کے خواہاں نہ زر کے طالب نہ

بہر کس کہ بدرہیم ناسنے دارد
وز بشارت آشیانے دارد

لے خادم کس بود نہ مخدوم کسے
گو شاد بزی کہ خوش جہانی دارد

میان آزاد نے اُن رئیس کو ایسا آڑے ہاتھوں لیا اور اس پر
خفیف کیا کہ وہ بیچارے گردن نیچے کیے اُنکے آوازے چپ چاپ
سنا کیے۔ اور اُنکے پٹھو میان خوجی بھی ہاں میں ہاں ملا کیے

میان آزاد کی آنکھیں راستہ دیکھتے دیکھتے پتھر لٹین مگر گئے دست
میرزا صاحب نہ آئے۔

آزاد سوچے کہ میرزا تو ہم سے بھی بڑھکر آزادہ رو ہیں خدا جانے
کہاں رہ گئے اب چلنا چاہیے۔ خوجی سے کہا کہ اڑے پر سے۔
گاڑی تولاؤ۔

خوجی۔ گاڑی بالاحول ولاقوۃ۔ اجی اس شیطانی چرنے پر
جائیے گا۔ اپنے میزبان سادات اقبال نشان کی پالکی گاڑی نہ
لے لیجیے۔ بس اسٹیشن میں ہم کو اتار دے۔ بات کرتے تو
گاڑی دن سے پہنچ جائیگی۔

رئیس۔ گھوڑا انگ کرتا ہو اور یا بوج شل ہو گیا ہو۔ کرایہ کی
گاڑی منگوائے دیتا ہوں۔

خیرات کے کیا معنی

الغرض میان آزاد اور خوجی ایک کرایہ کی بھی پر اسٹیشن کو چلے
مگر رئیس موصوف کی زبان سے اتنا بھی نہ نکلا کہ حضرت کھانا تو
کھا لیجیے۔ واہ رسی انسانیت۔ یہی نہ کہ اسٹیشن پر پہنچ جائیے گا
پہلے دسترخوان پر تو آئیے۔ جب چلنے لگے تو میان خوجی نے
کہا کہ پیرو مشد آپ نے تولکا رلکا رکرتا کھانا کھلا دیا کہ اب چلنا
اور قدم اٹھانا دیکھ رہا ہوں جیسے چوہہ کو پارہ پلا دیا مگر ان کے
کان پر جون بھی نہ لگی کہ کہتے کیا ہیں۔ ایسی مروت کی دہم مٹا سا
رسا شرم چکتی ست کہ پیش مردان آید خیر اسٹیشن پر داخل
ہوئے تو سنا کہ ابھی ٹکٹ بٹنے میں کوئی دو گھنٹے کی کسر بچا ہے خوجی
اور میان آزاد میں چرمیادیاں ہونے لگیں۔

خوجی۔ تو بہ ہی بھلی۔ اچھے رئیس کے یہاں گئے تھے۔ لاحول و
لاقوۃ۔ وہ تو کیسے آپ سبے تکلف دل لگی باز نہ ہو تو وہ رئیس اللہ
گردن میں ہاتھ دلاتا۔ ٹھینے اور بات کرتے تک کار وادار نہ ہوتا

مگر اللہ میرا جانتا ہو کہ آپ نے بھی وہ سنا میں کہ یاد ہی تو کرتے
ہوئے۔ ایسی کھری کھری کہیں کہیں گون ہی نہجی کر لی۔ اور
وہ چانڈ و پنیے کی تو بیل ایسی ہوئی کہ اللہ مارے ہنسی کے برا
حال تھا۔ جب آپ نے کہا کہ ہانے کی کنگیوں کا میدان بڑا تھا
تو بہت ہی خیل پیلے ہوئے مگر کرتے کیا۔

آزاد۔ ارے میان ہم بھلا چوکنے والے ہیں۔ نہیں بڑا ناگ
بندگی کا جواب ہی نہیں۔ جاتے ہی پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو جی
میں نے کہا حضرت پہلے کرسی مونڈھا کچھ منگوائیے پھر کمرین کی طرح
سوال کیجیے۔ جب تم نے میرے کلام کی تائید کی کہ سات تار پر
گنڈے والا خوب اڑا ہے ہن تو بڑے چکرائے۔ مگر نابائی والے
فقرے پر البتہ سرد ہوئے۔ میں نے کہا اپنی ہی دکان سے شیر مال
اور کباب منگوائیے۔ پوچھیے میں کوئی مذکور ہی ہوں۔ چہرہ اسی
ہوں۔ سائیس ہوں۔ آخر یہ سمجھا کیا تھا۔ مگر اپنے دل میں گالیان
ہی دیتا ہوگا۔

اتنے میں ایک شخص نے میان آزاد کے قریب آکر کہا کہ حضور
غریب الوطن ہوں۔ سادات ہوں۔ تین دن سے اگر کیا نہ بھی
کھایا ہو تو سور کا گوشت۔ بال بچے سب بھوکوں مر رہے ہیں اگر
ہو سکے تو ایک آدمی سر آٹے کی فکر کر دیجیے ثواب ہوگا۔ برکریان
کار ہا دشوار نیست ہج۔ شاہان چہ عجب گرنوازندہ گداراؤ
آزاد۔ ع۔ شاہان کم التفات بجال گدا کنندہ۔ ماشا اللہ میری قیوش
یہ ہاتھ پاؤں۔ یہ ڈنڈیل۔ اور بھیک مانگتے ہو۔ شرم نہیں آتی۔
محنت مزدوری کیوں نہیں کرتے۔ لوٹے اپا ہج لنگڑے اندھے
ہوتے تو خیر تمھاری اعانت ہم پر فرض تھی مگر تم کا ہل و رہ بد وضع
معلوم ہوتے ہو۔ ورنہ بھیک نہ مانگتے۔

خوجی۔ حضرت آپ پر بھی سایہ پڑ گیا ایک پیسے میں اسکا کام

نکل سکتا ہو۔ آپ نے اتنی باتیں کیں مگر چار دھڑی کا ایک پیسا نہ دیا۔ یہ کون سمجھتا ہے بھلا۔ ع۔ چیزے بدہوش راجپوتے گودرویش راٹے پکار کر دے دو کہے سائیں یہ لیے جاؤ۔ آزاد۔ آپ توہین پاگل مجھے کتے نے نہیں کاٹا ہی مگر گھلا کر کے قابل ہیں۔

خوجی۔ آخر انکا قصور۔

آزاد۔ بد وضعی کاہلی۔ چاندو بازی۔ چوری دہکتی۔ کیسی بند بھڑا ہی ہیں۔

فقیر۔ نہیں حضور اللہ ہی جانتا ہے جو کبھی چوری کی ہو۔ ہاتھ ہی ٹوٹیں۔ غریب الوطن ہیں۔

ایک لالہ صاحب نے کہا غریب الوطن کا ہے سے چوکتین پشت سے تو یہاں کہیں تم رہتے ہو۔ مگر جان پر دسی کو دیکھا اور غریب الوطن بن گئے (آزاد سے) اچھی یہ ایک شیخ کا لڑکا ہی تین دفعہ قید ہو چکا ہے۔ ایک مرتبہ تو اس علت میں حضرت مازو ہوئے تھے کہ مہاجن کے گھر بچا ندے اسکے لڑکے کے ہاتھ سے لڑکا لہا ہی تھا کہ جاگ ہو گئی۔ اور ایک ابیرن جو وہاں رہتی تھی اس نے انکو پکڑ لیا۔ ڈیرہ برس کی سزا پائی۔ پھر ایک جولاہے کے چھپرے میں آگ لگا دی۔ پکڑے گئے اور دو برس کو صاحب محبہ نے بھیج دیا۔ پھر چھوٹے تو ایک مولوی صاحب کے ہاتھ دوچار کتابیں بھیجیں۔ وہ چوری کی تھیں غرض کہ ان کو عمر بھر چوری چکاری ہی کرتے گزری۔

آزاد۔ (خوجی سے) آداب عرض ہے۔ کیون ہم کیا کہتے تھے اچھی ان لوگوں کی تو قہرنگ سے ہم واقف ہیں۔

خوجی۔ (فقیر سے) اور تم تو سید بنے تھے۔ لاجول ولاقوہ بس سامنے سے دور ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد غل غپاڑے کی واز کان میں آئی اور ایک رت چلائی کہ ڈور چور ہے۔ خوجی اور میان آزاد جو لپکے کہ دھین معاملہ کیا ہے۔ تو دیکھتے کیا ہیں وہی حضرت پکڑے گئے ہیں۔ ابن خیرتوہی۔ دوچار آدمیوں نے کہا کہ شکل صورت دیکھیے اور یہ افعال دیکھیے اس عورت بچاری کی گٹھری لے کر بیٹا گئے ہی کو تھے کہ لوگوں نے دیکھ لیا اور اس نے غل چایا۔ وہ تو کہیے کہ دیکھ لیا در نہ آنکھ چکتی تو حریت ہے ہی اڑا تھا۔

آزاد۔ کیون جناب خواجہ صاحب زرا اوھر تو چار انکھیں کیجیے۔ کیون ہم کیا کہتے تھے۔ آخر وہی بات نکلی نا۔ بھئی حق یون ہے کہ ہندوستان میں خیرات کا طریقہ حد بھر بڑا ہے۔ آنکھ بند کی اور روپیہ لٹانا شروع کیا۔ مہجی اور غیر مستحق میں تو کچھ فرق ہونا چاہیے یہ نہیں کہ جسے سوال کیا اسکو دے نکلے اور سمجھے کہ ہم بڑے مخیر ہیں واہ کیا مخیر ہیں۔ اسے ایسے کو جو ہماری مدد کا صریح محتاج ہو۔ نہ ایسے بد معاش عیاش او باش کو جو پیسا بانٹا پاتے ہی چاٹو خانے پہنچے۔ یا ساقن کی دکان پر دم لگائے یا تماخانے میں داؤن پر رکھ دے۔ ایسے حضرات ذات شریف کو دنیا گویا بد وضعی اور بد معاشی کا معین ہونا ہے یہ جتنے فقیر نظر آتے ہیں انہیں فی صدی نوے ایسے ہی پائے گا بھیک کو بھیجن حضرات نے ایک پیشہ مقرر کر لیا ہے۔ اندھا مانگے دیکھو ہم گھٹ سے ویدیتے ہیں یا نہیں مگر ایسوں کو تو چاہیے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے ایک جہ نہ دو لگا۔

شراب خانہ خراب

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک شخص نے میان آزاد سے کہا کہ حضرت ذری یہ خط تو پڑھ دیجیے۔ آزاد نے خط لیا اور کھولا۔ اور پڑھ کر نا شروع کیا۔

خط	
<p>محبت سے ویشوق ترک کر لکیش سفید بال ہو موم خضاب آیا سرور بادہ فتوت سلامت - بتل بتل بندگیات اور کباب کباب کورنشات کے بعد شراب مطلب کو یوں لٹھکاتا ہوں - خوجی - بہت ہی خاص ہے - یہ تو کوئی پیرمغان کے بھی چچا ہیں - بھٹی اور بندگیات کی بھی ایک ہی کہی -</p>	<p>گویند مرا کہ دوزخی باشد مست گر عاشق مست دوزخی خواهد بود قوی ست خلایق دل در و توفان فروانی بہشت بچون کھن دست یار تم مطلب و طلب تو خاک بھی نہیں سمجھتے مگر ان - باغیوں تمھاری مٹی رہی اسی اور بھی پلید کر دی - آپکا وہ عقیقہ ایشیہ بھی میں نے خور سے پڑھا جسمین آپ نے حضرت عمر بنیام کی یہ رباعی لکھی ہے -</p>
<p>آزاد - سنتے جائیے - لٹھکاتا ہوں - خیر آجکل کوہ شملہ پر بہار بھی ہے لالہ لاری بھی - گلزار ندرت بار بھی ہے مگر نہیں ہو تو ہار یا ر نہیں ہے - اور تو سب سامان موجود ہے مگر میر صاحب مفقود - بادہ گسار دن کی میان آجکل رتی خوب چمکی ہوئی ہے - شراب نے وہ ہاتھ پائون نکالے ہیں کہ کوئی کوچہ و برزن نہیں جہاں اس دخت رز کے عشاق زار و مست و سرشار اپنی ترنگ مین جھومتے نظر نہ آتے ہوں خیر کو چون اور گلیوں تک تو خیریت تھی اب بڑے بڑے اور خاص خاص بازاروں تک میں ان حضرات پرست نے گھومنا شروع کیا ہے وہ ہجوم رہتا ہے کہ بعض اوقات راہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے - سہل پولیس کہان تک انتظام کریں اب ساری خدائی کو توجہالات میں بھیجنے سے رہے - مگر انھوں نے حضرات ناعاقبت اندیش ذرا نہیں سوچتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور انکا بھی کیا قصور - اس شراب خانہ خراب کی خاصیت ہی یہ ہے کہ جب ایک دفعہ منہ لگی پھر گنگے کا ہار ہو گئی - ع جھٹکتی نہیں ہو منہ سے یہ کافر لگی ہوئی ہے آپ بھی اب بوڑھے ہوئے اتھک قرابے کے قرابے لٹھکائے بولون پر بولین پی گئے - کوٹھیاں خالی کر دیں اب کچھ عاقبت کا بھی خیال ہو میان غفلت تا بہ کے - اور بیوشی ساکجا - آپ کا وہ نامہ عنایت میرے پاس آیا جسمین آپ نے لکھا ہے کہ -</p>	<p>گویند مرا کہ سے پرستم ہستم دظاہرین نگاہ بسیار مکن گویند مرا عارف مستم ہستم کمان در باطن چنانکہ ہستم ہستم یہ سچ مگر اب ظاہر ہے تو آپ کا باطن اور بھی خراب ہے بھائی سنو یہ کہ دنیا کہ ہم توصاف باطن ہیں ہم ایک خدا کو مانتے ہیں دوزخ ایک شرعی و طہر کا ہے بہشت باغ ہے - یہ تو نہایت ہی سان لین ہیں - مگر صاف باطن ہونا نہایت و معصیات سے احتراز کرنا مسلک خیر ہونا دلگی نہیں ہے - دو چار واقعات شملہ ذیل میں کیے آپ کے ساتھیوں کی عبرت کے لیے لکھتا ہوں غور سے سنیے - کل شام کا ذکر ہے کہ ایک صاحب رند بخواریکلوار کی دکان سے خوب شراب مین پی کر یہ غزل پڑھتے ہوئے جھوم جھوم کر ٹرک پر جاتے تھے -</p>
<p>ہاں کھلے ساتی در میخانہ آج ناز کرتا جھو متا مستانہ وار خیر ہو بھر دے مرا پیکانہ آج ابر آتا ہے سوئے میخانہ آج بوئے لب حسن صدقہ مین دے ادب ترسا ہمین ترسانہ آج عشق چشم مست کا دیکھو اثر پائون پڑتا ہے مرا مستانہ آج میرے سینے کی آہی خیر ہو ہی بہت مضطرب دل دیوانہ آج مختب کا ڈر نہیں تھیں سوئے مسجد جاتے ہو رندانہ آج یہ پڑھتے ہوئے دوسرے کلوار کی دکان پر داخل ہوئے اور وہاں غل مچایا کہ آسمان کو سر پر اٹھایا - اتنے میں تین چار</p>	<p>یہ پڑھتے ہوئے دوسرے کلوار کی دکان پر داخل ہوئے اور وہاں غل مچایا کہ آسمان کو سر پر اٹھایا - اتنے میں تین چار</p>

دھوبی شراب کے نشہ میں چور اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت رب سے چپٹ کی ٹھہری۔ پھر اتنا پیئے کہ عمر بھر نہ بھولینگے۔

اب سینے کے موئے پر سوڑے۔ ایک تو یہ بے غرق ہوئی دوسرے طرہ اُس پر یہ ہوا کہ کانسٹبل نے چالان کر دیا۔ لاجول ولا قوت۔ غیرت دار کے لیے ڈوب مرنے کی جگہ ہی۔

پرسون شام کی واردات سنئے کہ آٹھ بجے کے وقت بندہ مگر گشت کو نکلا بازار میں دیکھا کہ از وحام عام ہو اور ایک شخص گھا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا ہے کہ پٹیا پٹیا۔ قریب جا کر دیکھا تو ایک شرابی ایک حلوائی کو پیٹ رہا ہے۔ اُنکا بھی چالان ہوا حضرت ایک شریف نے ہین مگر صحبت بد کا بڑا ہو کہ کہیں کا نہ رکھا۔ لاجول ولا قوت تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ ایک شخص نے شراب کی ترنگ میں ایک بچا کر

معصوم لڑکے کو بیوی جہ بے سبب کاٹ کھایا۔ اور وہ بچا رہ بکلا لگا۔ آخر کار دو تین خدا ترس آدمیوں اُسکو اُس ظالم بدست کے نیچے سے چھڑایا مگر اُسے ایک ایک کو ہزار ہزار صلواتیں سنیں اور شرفانے بھاگ کر اپنی راہ لی کہ مفت میں کہیں لینے کے دینے نہ پڑیں اُنکو بھی مل پولیس گرفتار کر لیا تو کہتے کیا ہین۔ سُن بے چہری میں نشہ میں ہوں۔ اسوقت طبیعت پر قابو نہیں چلتا جو ہم کو مجھڑی بچا لینگا تو ہمارے یار تجھکو حلال ہی کر ڈالینگے۔

ایک اور واقعہ بھی قابل گزارش ہے۔ رات کا وقت ایک بچے کا عمل جو طرہ تاریکی چھائی ہوئی لیکا ایک شور و غل کی دازائی چونک پڑا۔ خیر تو یہ بھی۔ یہ غل کیسا برآمد ہے رجا کر دیکھتا ہوں تو تین چار بچے مانس اور بڑے مشہور مہذب آدمی باہم جوتی پیر کر رہے ہین۔ پولیس دالے نے جو ڈانٹا کہ بھلا دار پنی کرکے پر ونگا کرتے ہو۔ پکڑے چلو نگا چوکی پر ایک بابو صاحب جو اسی غول بیابانی میں تھے بول اُٹھے کہ شالا ہمارا کلکتہ نہ ہوا

نہیں تو ہم تم کو جھاڑو سے مارتا۔ دوسرے بابو صاحب نے فرمایا کہ اگر ہمارے کلکتہ میں ہوتا تو تم کو ہم بکلی میں ڈبو دیتا عرض کہ شراب خانہ خراب کی پوری پوری بچو کروں تو دفتر کے دفتر لکھ ڈالوں۔

ایک حضرت بادہ گسار شب کے وقت کوئی دو بجے طوائی کی دکان کے ٹر توڑے ڈالتے تھے کہ ہم کو سیو دو وہ بھی خود ہوا اب فرمائیے شراب چھوڑیے گا یا نہیں۔

(آپ کا دوست راز دان)
آزاد۔ واہ مولانا۔ یہ ریش مبارک اور یہ بادہ گساری۔ ان سفید بالوں کی تو شرم رکھو سے

ہوس از مرث یک سہونہ رفت سیاہی ز نورفت و از روز رفت

میر صاحب۔

دو رخ میں چلینگے میر کے پیئے واسے تو یہ خاور ہزار تو یہ خاور

بھائی جان یہ خط ہمارے پڑوسی کے نام آیا ہے ہم سے بھلا کیا واسطہ بد خط لکھا تھا اس سے بھنے کہا کہ کسلی ور سے پڑوسی خوجی۔ اسی لعنت خدا ورا و پر سے جھوٹ بولتے ہو۔

خیر ریل پر سوار ہوئے اور چلے تو میان آزاد اور خوجی کے کمرے میں ایک گنوار اور ایک وضعدار بھی بیٹھے تھے گنوار کو دیکھ کر میان خوجی نے کہا کہ طوطی را بازار غی و نفس کر دند۔ اتنے میں گنوار نے پائون بڑھایا اور۔ پنج پر در اندہ ہوتے پھر دوسرا پائون بڑھایا تو کھٹ سے میان خوجی کے سر پر پڑا۔

خوجی۔ (دینک سے چونک کر) او گیدی۔ بتیز نکالون تولی (آزاد سے) ارے! قرو لی لے دینا تو آپ بھول ہی گئے۔

گنوار۔ ہم چارناہین ہین ہجو۔ ہم سے گالی گیتا نہ بکو جیسے تم ہو کر ایہ دیو ہم ہو دیا۔ پھر تم ہمکا ڈھٹیت کا ہے کا ہو۔

خوجی۔ بہت کون دون کے بھر دے نہ رہنا۔ مین
کانون مین سکرونگا۔ اب کی ریل سے اترتے ہی قرولی
لے لیتا ہوں۔

وضعدار۔ (گنوار سے) ابے چپ نہیں رہتا۔ بیکار
ٹین ٹین لگائی ہے۔

آزاد۔ حضرت ان گواروں کے ساتھ سے خدایا جائے۔ دیکھو
ایک آپ ہین کہ کس تہذیب کے ساتھ بہ لطف و مروت ملتے ہیں
اور ایک وہ حضرت ہین کہ بھاڑے کھاتے ہین اگر کسی ہی جا ہین
خیر تقوڑی دیر کے بعد میان آزاد نے ایک شعر ٹھیکھا۔

عاشق شب وصال میں گھبرائے جاتے ہین
پچھلے سے جان مرغ سحر کھائے جاتے ہین

سجان اللہ کیا نو کا مطلع ہے۔

خوجی۔ ایک مطلع اسپر ہین بھی یاد آیا ہے۔

نام خدا وہ ناز سے اترائے جاتے ہین
چوٹی کا بوجھ پڑنے سے بل کھائے جاتے ہین

دوسرے کمرے سے آواز آئی۔

دل کو ہم اپنے ککے یہ سمجھائے جاتے ہین
کر صبر تقوڑی دیر کہ وہ آئے جاتے ہین

تیسرے کمرے سے ایک صاحب بولے تھے۔

کوئی تو انکے وصل سے ہوگا شگفتہ دل
پھو لو انکے ہارچوک سے منگوائے جاتے ہین

چوتھے کمرے سے کسی نے لہ لہ کر گانا شروع کیا۔

کیا جانے کہ وصل میں کیا باہو گئی
دل لیکے کیا کہیں آئے ہین جوں
کائے ڈسین جن زلف تھاری بھی نہیں
لو تھارے سر کی تم کھائے جاتے ہین

آزاد۔ خدا کی قسم جو اپنے ہمیشہ با وضع شریف خوش فکر آدمیوں کا
ریل پر ساتھ ہو توجی خوش ہو جاتا ہے اور جو گنوار لٹھ مار ڈالین
ساتھ ہوا تو معاذ اللہ ناک میں دم آجاتا ہے۔ جان عذاب میں
ہو جاتی ہے اول تو قطع ماضی اللہ قابل دید ہے اور گفتگو تو سننے ہی
کے لائق ہے۔ واللہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر چڑھکر
تھمڑ ٹھکرا رہے ہین ہم توجب ریل پر جاتے ہین بس یہی دعا
مانگتے ہین کہ یا خدا اہل شہر با وضع خوش قطع نمیدہ و سنجیدہ
خوش فکر و بد لہ سنج آدمیوں کا ساتھ ہو۔

وضعدار۔ حضرت پان ملاحظہ فرمائیے۔

آزاد۔ تسلیم مجرا۔

زرگ پان چسان ممنون احسان ہو ہو گشتم

بر باطن قوت دل شد بظاہر سرخرو گشتم

خوجی۔ (وضعدار سے) مگر یہ کہاں کی نسانیت ہے قبلہ کچھ کہ
ایک کی تو تواضع کی اور دوسرے کو صفایا بتایا۔ ایک گلواری
بھی بڑھائیے۔

وضعدار۔ معاف کیجیے گا لیجیے بسم اللہ

خوجی۔ آداب۔ حضرت تقوڑی دیر میں ایک گلواری وردیچکے
اور مہران حضرات میں تو گفتگو ہو رہی تھی اور گنوار بڑے
غصے میں بیٹھے ہین کہ ان سب کی کاؤ کاؤ سے اپنی نیند حرام
ہو گئی ایک اس درجے میں شعر پڑھتا ہے۔ دوسرا اس درجے میں
اپنی مٹی بے طور پلید ہوئی۔

بے ہوئے سدھ کی درگت

اور مشاعرہ روز نے معشوقہ صبح کے پیارے پیارے کھڑے کو
غازہ شفق سے منور کیا۔ اور مہرجان تاب کے نور عالم افزوں نے
زور وں کو ہمسرہ فرمایا۔ اور ہمارے شفیق بالتحقیق جناب خواجہ صاحب

آنہ او۔ جس طرح مقناطیس تھپھر کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی طرح
سبزہ زار پر بہار کو بھی حضرت کدور جہان آفرین نے وہ خاصیت
بخشی ہے کہ نظر اس کی عاشق زار ہے۔ سبزہ نظر آیا اور روح
وحد کرنے لگی۔

خوجی - اور جس طرح زیادہ سچہ شمار کو ہر دم حور اور شراب طہور
اور سلسبیل و کوثر اور شجر طوبی کے مٹکی فکر رہتی ہو اُسی طرح
ایں جانب کو ہر وقت چنیا بیگم کے وصال کا اشتیاق رہتا ہے
چانڈو کے لمپ کی لوسے صبح و شام لو لگی رہتی ہو سچ کیسے گا چنیا بیگم
سے زیادہ سبزہ رنگ بھی کوئی معشوق نظر سے گذر آپ کو گھٹس
پھوس ہی کی پڑی ہو - یہاں ڈبیا کو جو خالی دیکھا جائیگا آنا
شروع ہوئیں -

آزادو۔ آپ تو بہن مسخرے۔ اور میری روح اسوقت واللہ وجد کر رہی ہے اس گلکاری کو تو دیکھیے۔ باد بہاری بھی عجب ناز مشوقانہ سے اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی بل بوٹوں کی بلائیں لہتی ہے۔ واللہ اسٹیشن بھر کو تھنہ زمر دین بنا دیا۔ پھولونکو دیکھیے خوش رنگ و خوشنما۔ بیلون کو دیکھیے حضارت اتما جسطہ نظر پڑتی ہے بہار روح افزا ہی نظر آتی ہے۔ اس سے کہیں کلاسیک۔ ظاہر ہوتا ہے اور مکان کی رونق و وبالا ہوجاتی ہے مگر ہندوستان یوں کونہ تو مکان کی صفائی کا خاک خیال ہے اور نہ علم نباتات کی طرف ان کی طبیعت مائل ہے ایک مرتبہ ایک بڑے وسیع و فراخ دلکش اور دلکش باغ۔ مین ہم نے دیکھا کہ صد ہا گلبدن اور

غنج دہن لیڈیان انوار و اقسام کے گلخانے خوش رنگ ترن
کے ساتھ سامنے رکھے ہوئے بیٹھی ہیں اور سیکڑوں جھلکیں باغ
بھرتین گھوم رہے ہیں اور پیارے پیارے پھولوں کو دیکھ کر
جائے میں پھولے نہیں سماتے۔ وہ وہ گلہ سے وہ وہ خوشنا
اور دلربا پھول کہ انسان ایک نظر دیکھے تو باغ ہو جائے
پھر ایک مرتبہ ایک دوست کے ہمراہ ہم ایک یوان سپر تو ان میں
گئے جہاں میزوں اور بچوں پر ڈالیوں اور ناندوں میں ہزار ہا
پھول اور گلبن دیکھنے میں آئے۔ کئی صاحبوں نے انعام پائے یہ
پھولوں کی نمائش گاہ کا ذکر ہے۔ ہندوستانیوں کو اس قدر دماغ مان
کہ وہ ان دل خوش کرنیوالی باتوں کی طرف توجہ کریں اور انگریزوں
میں کوئی بنگلہ کوئی کوٹھی ایسی پائیے ہی گانہیں جہاں باغ
اور گل اور سبزہ نہو۔

خوجی۔ انکو کھانے کو تو ملتا ہی نہیں۔ آپ کو ٹھل اور باغ اور گل
و لیل لیے پھرتے ہیں ارے بھائی یہ سب بفیکری کی باتیں ہیں
جب بروہ پاس ہوتا ہے تو اسوقت سب سو جھتی رہیں ان تو

شبیہ چو عقد نماں بر بندم | چہ خور و باید او فرزندم
کا نقشہ ہے۔

آزاد۔ واہ اجی شوق ہی نہیں۔ حوصلے بہت۔ دل بچھڑا
کاہلی کے ہاتھ کیے ہوئے۔ جن لوگوں کے پاس لکھنوں رہیں
وہ کب ان امور کی طرف مخاطب ہوتے ہیں۔

اتنے میں اسٹیشن کے باہر پہنچے تو دیکھا کہ نعل چمکا رہا ہے۔
 الٹی خیر۔ یہ جھگڑا کیسا ہے۔

آزاد۔ جناب خواجہ صاحب فرادیکھیے تو بغل کیسا چمک رہا ہے
خوجی۔ اہی حضرت اب کہیں ٹکٹے کا سہارا کیجیے بغل غبار
تو چاہی کرتا ہے۔

آزاد۔ نابھی ذرا دریا فٹ تو کرو۔ یا رخصت ہو۔
 آزاد اور خوجی دونوں گئے اور بیڑ کاٹ کر اس غول کے اندر
 داخل ہو گئے تو دیکھا کہ ایک شخص گیر دے کپڑے پہنے کھڑا ہے
 اور ارد گرد میلہ جا رہی حضرت کی قسط فقیروں کی سی ڈاڑھی لکشت
 وہ انگشت۔ بال کر تک۔ مونچھیں منڈی ہوئیں۔ ادھیڑ ہیں
 کوئی پچاس کے پٹھے ہیں۔ مگر چہرہ سرخ جیسے لال انگار اور
 آنکھیں آگ بھیجھو کا۔ حیرت تھی کہ یا الہی ماجر کیا ہو۔ لوگوں
 سے پوچھا تو سب کے سب خاموش۔ مگر جسے دیکھتے ہیں اُسے
 تحیر ہی پاتے ہیں۔

آزاد۔ (ایک مسلمان سے) کیوں بھائی صاحب بیڑ لکھی ہو
 مسلمان۔ اجی حضرت زمانے کی نیرنگی ہو۔
 دوسرا۔ بات ترے کی۔

تیسرا۔ دلم ز صومعہ بگرفت و خرقة سالوس

کجاست ویرنمان و شراب ناب کجا

چوتھا۔ اکیبک خوش خرام کہ خوش میروی بنار

غره مشوکہ گربہ عابد مناز کرد

ہندو۔ ناراین۔ ناراین بڑی ہوئی۔

خوجی۔ کیا بڑی ہوئی کچھ ہم بھی توسنیں۔

تاشائی۔ یہ سننے کی باتیں نہیں ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ

اگر سنے بھی تو کان بند کر لے۔ عبرت! عبرت! اے۔

آزاد۔ (ایک کانٹیل سے) کیوں بھیجی جوان یہ کوئی فقیر ہیں

کانٹیل۔ اجی حضور یہ فقیر نہیں چٹال ہیں۔ آج انکی

مرت ہجائے گی۔

خوجی۔ لاجول دلا قوت۔ ایسے نامعلوم دیون سے سابقہ

پڑا ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ اصل بات کوئی بتا تا ہی نہیں توبہ توبہ۔

سب کر رہے ہیں۔ جان عذاب میں ہو۔ پوچھیں کس داگے
 بڑھکے ہم خود فقیر ہی سے پوچھتے ہیں۔ کیوں باباجی یہ کیا ہوا۔
 کچھ ہم بھی توسنیں۔

ایک آدمی۔ یہ باباجی ہیں آپ کے۔

دوسرا۔ بھئی خوب بچا ناقرب جاکر ذری دیکھیے۔

تیسرا۔ (فقہ لگا کر) کیا کھو گئے تھے۔ بہت دن بعد بچہ پڑے
 ہوئے لے گئے تول لیجیے۔

خوجی۔ (لکار کر) چپ گیدی لاؤن قرولی۔

کانٹیل۔ کیا قرولی! اچھے آئے۔ یہ قرولی کیوں آتی ہو کیوں جاتا

خوجی۔ اجی پوچھتے پوچھتے تمک گئے کوئی بتا تا ہی نہیں۔

کانٹیل۔ بس اتنے ہی کے لیے مجھ سے سنئے۔ یہ فقیر کوئی

چار مہینے ہوئے کہ یہاں آیا اور ایک شخص کو اسے سیر باغ بھاگ کر

اپنا چیلنا بنایا۔ وہ انکے اس درجہ معتقد ہوئے کہ معاذ اللہ۔

معاذ اللہ انکو بلا تشبیہ خدا ہی سمجھنے لگے دانپے کان انیٹھ کر

نقل کفر نباشدا و حضرت خوب پہنچے لگے۔ اب کوئی تو

کہتا ہے کہ باباجی نے دس سیر مٹھائی دریا میں ڈال دی اور دوسرے

دن جاکر کہا کہ سرجو جی ہماری امانت ہم کو واپس دو۔ بس

ایک دفعہ ہی دریا لہریں مارتا ہوا باباجی کے قریب آیا اور بس

گرا گرم تازہ تازہ مٹھائی انکے دامن میں کسی نے آپ ہی آپ

باندھ دی۔ کوئی اس درجہ انکے کمال کا معتقد ہو گیا کہ نہیں

کھا کھا کر کہنے لگا کہ کئی مردے انھوں نے زندہ کر دیے بلکہ

دو چار تربیت یافتہ لوگوں نے جو اختلات رائے کیا تو وہ لڑنے پر

آمادہ ہو گئے۔ اس حماقت کو دیکھیے۔ ایک صاحب نے یہاں تک

مبالغہ کیا کہ ایک دن موسلا دھاری میں برس رہا تھا اور اُپنر

بونڈے اُتر نہ کیا۔ اور غیب سے ایک چھتری کوئی فرشتہ

انکو لگائے رہا منہ نے دم کے دم میں جل تھل کر دیا۔ مگر باباجی کے جسم پر ایک بوند تک نہ گری۔

آزاد۔ اچھی بھتیجی تھی۔ چکنا گھڑا ہی بنا دیا۔

کانٹبل۔ کچھ پوچھیے نہیں۔ سنتے سنتے کلیجہ پک گیا۔ اب یا رگوں نے کتنا شروع کر دیا تھا کہ یہ قید خانے سے نکل جائینگے

مگر تین دن سے حوالات میں ہیں اور اب سٹی ٹی بھولی ہوئی ہے آزاد۔ تو یہ کیسے اچھا رنگ جمالیا تھا۔ بڑے رنگ زادمی ہیں حضرت

کانٹبل۔ جی پرے سرے کے۔ انکے تو کاٹے کا منتر ہی نہیں

میں جو ادھر سے آؤں جاؤں تو روز دیکھوں کہ ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہیں۔ مگر عورتیں زیادہ اور مرو کم۔ اور حضرت بیٹھے لہ لہ کر گارے

ہیں خندوب بنے ہوئے بڑ بڑارے ہیں جو آتا ہو وہ سجدہ کرتا ہوتا تھا ٹیکتا ہے۔ باباجی دودھ مومہن بھوک اڑانے لگے صبح کو دور کھایا

اور ڈنڈ پیٹے شام کو انواع و اقسام کی نعمتیں کھین اور دندانانے لگے۔ خلقت آپ جانیے بھیر یا دھسان آپ کی دیکھا دیکھی میں گیا

میری دیکھا دیکھی آپ گئے اور باباجی کے ہاں روز در بار لگنے لگا رفتہ رفتہ بچ کو سی آدمیوں نے آنا شروع کیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ باباجی نے اپنی کوٹھری میں ٹاٹ بچھایا اور ٹاٹ کے نیچے ادھر ادھر دس پانچ روپے رکھ دیے اور چپکے

سے باہر نکل آئے۔ جب کوئی اسی نوے آدمی جمع ہو گئے اور باباجی کا دربار خوب آراستہ ہوا تو ایک شخص نے کہا کہ باباجی ہم کو

کچھ دکھائیے ہم آپکے تب ہی معتقد ہو گئے۔ جب آپ ہم کو کچھ دکھائیے۔ باباجی نے آنکھیں نیلی نیلی کیں اور شیر کی طرح ڈکارے

بس ضعیف الاعتقاد آدمیوں کے حواس اڑ گئے کہ اب باباجی کا بحر غیظ و غضب جوش زن ہوا خدا ہی خیر کرے۔ دو چار ڈرپوک

آدمیوں نے تو مارے خوف کے آنکھیں ہی بند کر لیں اور باباجی کا

چہرہ تہمتانے لگا۔ ایک شخص نے کہا بابا یہ انجان ہوا سپر ہم کیجیے دوسرا بولا کہ نادان ہی جانے دیجیے۔ تیسرے نے اُسے کہا کہ باتوں پر اور ہاتھ جوڑ۔ تو باباجی کیا کہتے ہیں۔

فقیر۔ نہیں اس سے پوچھو کہ یہ کیا دیکھے گا۔

یوگ۔ کیا دیکھے گا بول۔

شخص۔ میں تو روپیہ کا بھوکا ہوں۔ اور بس۔ دھن۔ دولت زرشوت چاہتا ہوں۔ جو باباجی میں قدرت ہو تو مجھے قوت

اور کچھ نہیں تو دو ہی چار روپیہ دیدیں۔

فقیر۔ بچا فقیروں کو دولت سے کیا کام۔ مگر اچھا دیکھو گونا گونا ہون چل چل چل چل۔ ہن برے ہن برے۔ برسو برسو برسو۔

کھن کھن کھن کھن۔ وہ برے یہ برے اچھا بچا فقیر ناکی ہیں دیکھ۔ ٹاٹ کا کونا ٹھاٹھا پر مشیر نے تیرے لیے کچھ بھیجا ہی ہوگا جاگر

سر دیکھ کر جو اس طرف کا سر جلتا ہو تو جانا۔ نہیں تو رک ٹھاٹھا لگا۔

شخص۔ باباجی دائیں طرف کا سر جلتا ہے۔ جاؤں۔

فقیر۔ سیدھا چلا جاگر کچھ پھر کے دیکھے تو تو جانے گا۔ اور جو وہاں کوئی ڈراونی صورت دکھائی دے تو ڈر مت جائیو نہیں تو

مر جائے گا۔

ہاں یہ تو کتنا بھول ہی گیا تھا کہ فقیر نے اُس کو ٹھٹ کی ایک کونے میں پروہ ڈال دیا تھا اور اُس پر دے میں ایک آدمی کا منہ کالا کر کے اُسکو بٹھا دیا تھا منہ کا لاکوٹا سا اور ہونٹ لال لگا رہا

دانت اُسکے تھے گورکھن کے

دو تھنہ رہ عدم کے تاکے

اب اُن میان کی سٹی ٹی بھولی کہ خدا جانے کیسی بھانک صورت نظر آئیگی۔ ایسا نہو کہ میں کہ ڈر جائیں اور جان ہی جاتی رہے تو بیٹھے دینے پڑیں۔ باباجی ایک ایک سے کہتے ہیں کہ جسکو روپیہ لینا ہوتا

مگر کسی کو جرات نہیں ہوتی کہ جائے تب تو ایک نوجوان اٹھ کھڑا ہوا۔

نوجوان - لیجے میں جاتا ہوں -

فقیر - بچا جاتا تو ہرگز نہ سنبھلے ہوئے - دیکھتے ہیں چتا دیا ہو بچا -

نوجوان - اچی کیسا بچا - ہم تمہارے بھی بابا ہیں - آپ بھوسے

کس پھر سوہن مجھے بھی کوئی وہ مقرر کیا ہو - میں ابھی جاتا ہوں

آپ وہ میب شکل دکھائیے -

فقیر - تیری جوانی پر ترس آتا ہو - مت جا کہاماں کہاماں کہاماں

نوجوان - (دور اتا ہوا کوٹھری میں گھس گیا) -

ٹاٹ کو اٹھایا اور جتنے روپیے رکھے تھے سب حضرت نے

جیب میں رکھ لیے چلے ہی کو تھے کہ پردے میں سے وہ مرد یوں

ٹٹ سے نکل پڑا اور انکی طرف دانت کھول کر چھٹا - اور جب کوئی

گزر بھر کا فاصلہ رہا تو منہ کھول کر چاہا کہ انکو کاٹ کھائے بیکیت

آدمی - انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ - جیسے ہی اُسے منہ کھولا اس

ویسے ہی انھوں نے ٹکڑی خلق میں ڈال دی اور پہلے تو اتنی چوین

لگائیں - اتنی چوین لگائیں کہ بو کھلا دیا اور پھر چٹ کر اتنا لگایا

اتنا کہ یا یا کہ یا وہی تو کرتا ہو گا - اب انھوں نے چاہا کہ اسکو باہر

لیجا ئیں تاکہ خلق خدا پر اس مزدور کی قلعی کھل جائے مگر وہ مرد

ویونا بھی آدمی شہ زور تھا - ہاتھ چھوڑا کر دوسری طرف بھاگ پڑا

ہوا انھوں نے روپیہ ہضم کیے اور اڑتے ہوئے باہر نکلے تو خالی

موالی سب دنگ کہ یہ تو خوش خوش آتے ہیں اور ہم سمجھے تھے کہ

اب انکی لاش دکھائی گئی اور یہ جیتے نہ پھرینگے - مگر وہ اور بھی گڑبگڑ

نوجوان - (فقیر سے) کیے حضرت وہ شکل کیا ہو گئی -

فقیر - تمہاری جوانی پر ہم نے رحم کیا -

جوان - رحم وہم تو نہیں پہلے جا کر پوچھیے تو کہ کتنی ہمدی لگائی اگر

عقلا وہاں بیٹھے ہوتے تو بخوبی سمجھ جاتے کہ بابا جی فقرہ باز نہیں

زبانی ہی داخلہ تھا باقی خیر صلاح - مگر وہاں جتنے بیٹھے تھے سب

مدعیان حرد ضیعت الاعتقاد - بابا جی کے کشف و کمال کے متعلق

وہ سمجھے کہ بیشک بابا جی نے اس جوان پر رحم کیا ورنہ زمرہ بچیا

اور بعض سمجھے کہ یہ نوجوان بھی صاحب کشف و کمالات ہو -

بھئی و اشد ضیعت الاعتقاد کی کے صدقے - سچ ہی پرست

اعتقاد وائیں ست - خیر صاحب - اب بابا جی نے خوب ہاتھ پائی

پھیلانے - ایک روز کسی مہاجن کے ہاں گئے - وہاں محلے بھر کے

مرد اور عورتیں انکی دشمنوں کو جمع - اور بھولوں کی برکھا بھی لہر ہوئی

رات کو جب سب چلے گئے تو انھوں نے مہاجن کے لڑکے سے کہا

کہ ہم تم سے بہت پرست ہیں - اب ہم تمکو کچھ دیجائینگے - بابا جی کا

اتنا کہنا تھا کہ وہ لڑکا انکے قدموں پر گر پڑا - حضرت نے فرمایا کہ

ایک کوری ہانڈی لاؤ - اور چھلکا گرم کرو - مگر لکڑی نہ کوٹھ سے ہون

کہا رنے سب سامان بچکیوں میں لیس کر دیا - آپ نے فرمایا کہ تل

یا لوہے کا ایک پتہ لاؤ جو طول میں دو انگل سے زیادہ نہ وہ فوراً

ایک لوہے کا پتہ لایا - بابا جی نے فرمایا کہ اسکو ہانڈی میں ڈال دو اور

پاؤ بھر پانی میرے پاس آؤ - پانی کو لیکر اپنے کچھڑ پھرا اور ہانڈی میں اسکے

ساننے پانی ڈال دیا - پھوڑی دیکر جو ایک پڑیا دی وکر کہا کہ سفید سفید

اسمین ڈالو و کوئی آدھ گھنٹہ تک بابا جی بیٹھے رہے آدھ گھنٹے کے

بعد مہاجن کا لڑکا مکان کے اندر گیا اس موقع کو غنیمت جان کر

بابا جی نے لوہے کا پتہ نکال لیا - اور سونا اپنے پاس سے ہانڈی

میں ڈال دیا اور روانہ ہوا مہاجن کا لڑکا جو باہر آیا تو بابا جی ہزار

جو طرف ڈھونڈ مارا مگر بے سود - ہانڈی کو جاکر دیکھا تو لوہے کا

پتہ غائب سونے کا تھا موجود - محلے بھر میں خبر ہو گئی پھر تو بابا جی

کی سب کو جستجو ہوئی اور رفتہ رفتہ نوبت با بچا رسید کر لی کہ لہار

کی بیوی نے اپنا زیور دے دیا کہ اسکے سونے کو اسی کھر کر دو کہ

بچاس کے در سے بکتے کے لائق ہو جائے بابا جی نے جو کوئی با بچہ لڑکی

رقم پائی تو نفرو۔ اہل پولیس نے بڑی سرکشی کی مگر نہ ملے نہ ملے
ایک برس کے بعد پرسون پکڑے گئے۔ اب ہنگامی پڑھنے چاہا
تو چودہ برس کے لیے بھیجے جائینگے۔ حضرت زمانہ بڑا نازک ہو۔
ایک عروس نازنین کا دلکھن بنے ہی سوہ ہونا اور
خلق خدا کا قراطلم سے آٹھ آٹھ آنسو رونا
اس شہر میں سو ادغیرت بہشت شداد میں میان آزاد ہو

ماکوس بادشاہی دست جنون ندیم
تخت روان آبلہ در زیر پای ماست

کتے ہوئے آزادانہ دیدیا کا نہ گھومنے لگے اور انکے شفیق بالتحقیق
اور ہمدرد و رفیق میان خوبی چیرہ زعفرانی بر سر اور لباس ہلوانی
در بر فرضی قزولی در کر اس قطع سے ساتھ ساتھ جاتے تھے۔
دو خون سفیرے وہ دین و دنیا سے آزاد۔ یہ آزادون کے بھلی ستار
ع۔ خوب گزرے گی جو مل بھیجے دیوانے دو + جبر صر سینگ
سایا او صر بستر جایا۔ جہان جی چاہا وہاں پڑاؤ والا۔ ع نے غم
وزد نے غم کالا + فکر کے پیٹ میں بھالا۔ فکر چہ کتی ست کہ پیش
مردان آید۔ جو رونہ جاتا۔ اللہ میان سے تاتا۔ خیر و نون یاد
وفادار بفکر و ن آوارہ کردار و ن کے سردار و ن شہر بھر کی
خاک چھانی۔ گھومتے گھومتے ایک میدان فراخ میں پہونچے
تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک اونچے ٹیکرے پر ایک درویش شیخوخت بیٹھا
اور ارگرد دس پانچ آدمی بیٹھے ہیں۔ اور شاہ صاحب اونچے
سرون میں لجن داؤدی گارہ ہیں کہ۔

نور نبوی در نظر ماست ہویدا
برداشت ما نحم و افلا کہ نختہ
فرداے قیامت پہ پناہی نہ کریں
فیضی نشو و خامہ مایہ ہریت

روشن نظر انیم و غمی رانشاسیم
گر صاحب لولاک لمارانشاسیم
گر آن مہ و غور شیر تھارانشاسیم
گر ختم اماں ہرانشاسیم

اور درویش حق آگاہ عمدہ عقائے اہل شہر نے اس غزل
نعتیہ کو ختم کیا اور اُدھر حاضرین نے با واز بلند کہا کہ صلی اللہ علیہ
والآلہ و اصحابہ اجمعین۔ اتنے میں ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا کہ
شاہ جی ایک سوال ہو۔ جلد اسکا جواب لطفت فرمائیے۔ مجھ سے
ایک شخص سے لاگ ڈانٹ ہو۔ وہ میرا دشمن فخر خوار میں اسکا
اور درپے آزار۔ وہ میرے خون کا پیاسا۔ میں اسکی جان کا خزان
اسوقت مجھے ایسا موقع ہاتھ آیا کہ اگر میں اپنے دل کا بخار
نکالوں تو وہ تمام عمر مصیبت اور تباہی اور رنج و غم اور ماتم و الم
ہی میں بسر کرے اور کرتے دھرتے ایک نہ بن پڑے۔ وجہ یہ کہ
اُس نے نشے کی حالت میں ایک روز سر بازار مجمع میں کر وین
گالیان دین اور میرے بچے پکڑ کر دے چکا۔ اور پھر کئی بار
پٹھانیاں دین اور خلق خدا کے سامنے مجھے ذلیل و خوار کیا
دوسروں جب نشہ ہرن ہوا تو قدموں پر گر پڑا اور خواہ مخواہ
در ویش ع۔ در عفو لذت نیست کہ در انتقام نیست: اللہ
مع الصابرین۔

دار و زور کی بجان ہر کسی امین
خوبی۔ واہ اچھی صلاح دی۔ کوئی پانچ لکائے اور آپ کیے
کہ۔ ع۔ در عفو لذت نیست کہ در انتقام نیست: اچھی لذت ہو
قزولی بھونک دین۔ واللہ۔

آزاد۔ (خوبی سے) کیا کہتا ہوں نامعقول (درویش سے) آپ کی
حکیمانہ اور بزرگانہ صلاح قابلِ صا د ہو (اُس شخص سے) اسی
راے صاحب پر عمل کیجیے۔

شخص۔ چہن بچہ ہو کر کھڑے کھڑے انتقام لوں گا بھلی بھی ہوگا
وہ تو یہ کم کر چلے یے۔ مگر میان آزاد کے دل پر درویش
طیب انفس کی صلاح نے بڑا اثر کیا علما، کمال کے مزاج پر

کیا۔ مگر تو فتنہ کشمیری خوب کہہ گئے ہیں۔	تو تھے ہی سمجھے کہ یہ کوئی بڑے نامی گراہی بزرگ ہیں۔
بروز حشر آئی چونامہ مسلم	آزاد۔ حضرت جی چاہتا ہوں کہ میری آپ کی خدمت کیا کروں۔
لیکن مقابلہ آزار ہر نوشتہ نازل	درویش۔ آپ کی نوازش۔ آپ کا حسن اخلاق میں تو اس لائق
آزاد۔ آپ کے خیالات نفیسہ کہ مینہ اپنے خیالات کے مطابق	ہوں نہیں۔ مینہ شست خاک مضغہ گوشت۔ اول خلائق۔
اس وقت میرا دل فطرت سے جامہ جسم میں نہیں سہا رہا	اضعت العباد۔
فرمائیے گا پہلے تو میں ہی سمجھا تھا کہ جیسے اور آدمی درویش ہو	در ریاض آفرینش لالہ سان روئیدہ ام
بن بیٹھے ہیں اور عوام کو دھوکا دے کر گمراہ کرتے ہیں اس طرح	پاسے در گل داغ بردل شعلہ در دامن با
آپ نے بھی اس ٹیکے کو روئی بخشی ہو۔ مگر بعد ازاں کبھی راکھ	جب اور حوالی موالی اٹھ گئے تو میان آزاد اور خوجی اور دم
غلط نکلی۔ آپ ٹیکے راست باز اور صاحب طبع رہا اور	درویش خدا ترس اکیلے رہ گئے۔
معدن صدق و صفا ہیں۔ درخو لوگ توفیق کے پرکھ میں دام	خوجی۔ کیون شاہ صاحب۔ آپ تو تمام شب یاد آتی ہیں
تزدیر بچھاتے ہیں اور ضیعت الاحقاد و ن کو لوٹ کھاتے ہیں	معروف رہتے ہونگے۔
درویش۔ (آہ سر دھیر کر) حضرت کچھ نہ پوچھے میں نے فقیروں	درویش۔ (آہ سر دھیر کر) نہ۔ پانچ وقت نماز پڑھ لیتا ہوں
کے ہمیں میں سیاحی اختیار کی ہو لیکن جس ملک جس صوبے	اور دوسرے تیسرے تلامذات قرآن شریف۔
جس شہر جس قصبے جس گائون میں ہو پناہ مان مانہ خلائق نے	خوجی۔ آپ خدا رسید ہ بزرگ ہیں۔
آن کو گھیر لیا اب کوئی توکتا ہے کہ میرا لڑکا ماندا ہے چھوٹک ڈالو	درویش۔ میں خدا ہی کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں خدا رسیدہ
میں کس کس سے کہوں کہ یہ جھاڑ چھوٹک سب باتیں ہیں۔	کے معنی ہی نہیں سمجھا آج تک۔
بے رضا تو کی برک بچہ زور خست ہ ایک تو میں ہی چھوٹ	خوجی۔ حضور کی دعا میں بڑی برکت ہو۔
کے بچہ قند میں ڈوبا ہوا ہوں۔ دوسرے شیطان کا مہر نیک عوام	روے مقصود کہ شاہان بدعامی طلبند
کو گمراہ کروں جھاڑ چھوٹک کے زور سے اٹھو بگاؤں اور نکال	سببش بندگی حضرت درویشان ست
حرام طور پر اٹاؤں۔ یہ مجھ سے خستہ ہو گا۔ میں صاف صاف	درویش۔ بھائی میں کیا اور میری دعا کیا۔ یاد رکھو جو عیسیٰ
کہہ دیتا ہوں کہ جھاڑ چھوٹک سب ڈھکوسلا ہو۔	تو کیے برگ نہ چند زور خست نہ یہ دعا تو صرف تشفی قلب الیکم
سر تا سر دفتر سیاہ است	دل کے لیے ہو۔ باقی خیر صلاح۔
کوئی لڑکا مانگتی ہو (دسکر اکر) اور میں بڑھ چلا آدمی کس کس	خوجی۔ پیر و مرشد یہ سچ فرمایا آپ نے۔ جو روز ازل سے قسمت
سمجھاؤں کہ اسے غافل و لاد خدا کی دین ہو کہ میں فقیروں کی	میں لکھا ہے وہی ہو گا۔ دعا کیا کہہ سکتی ہو۔
دعا سے لڑکے پیدا ہو اکیسے ہیں۔ ع۔ بے رضا تو کی برک	درویش۔ میں قسمت کے لکھے کو بھی نہیں سمجھتا کہ اس کے معنی

نخبند ز درخت بکوئی کہتا ہو کہ آپ کی دعا سے میری شادی ہو جائے
تو آپ کی خدمت کروں۔ اب فرمائے اُنکے لیے بی بی کمان
ڈھونڈو مٹھا پھروں۔ بے رضاے تو کی برگ نخبند ز درخت
کوئی آن کہتا ہو کہ میں کسی عمدہ جلیلہ پر متاثر ہو جاؤں تو آپ کو
جاگیر دوں۔ عرض کیا کہ حضرت میں جاگیر سے باز آیا آپ بی
جاگیر رہنے دین میں حاکم نہ حاکم میں۔ پھر نوکری سے میرا مکان
میں کمان بھلا۔ بے رضاے تو کی برگ نخبند ز درخت، میرا
میرا تو بیٹھا لوگوں نے دو بھر کر دیا۔ ناک میں دم آ گیا جو آٹا
وہ ہی کہتا ہو کہ کچھ دعا کیجیے۔ اور یہاں دعا جانتے ہی نہیں کہ
کہتے کسے ہیں۔ دعا سے ہو کیا سکتا ہو۔ بے رضاے تو کی
برگ نخبند ز درخت بے افسوس کہ ہم نے کچھ نہ کیا آئے تھے مصوم
اور جائینگے عاصی بر معاصی۔

بگریہ ز اوم و باگریہ از جهان فتم
چنانکہ شیر کند خواب طفل شیرین

خوجی۔ دونوں اچھے طے۔ ایک ہی قبیلے کے چٹے بٹے۔
دور ویش۔ بے رضاے تو کی برگ نخبند ز درخت، ماہ
ہم اسکو بھی دیوانہ بن سکتے ہیں کہ املی کی پتیان کھانے لگے
اور ایک ہاتھ کو اٹھایا تو عمر بھر اُس سے کام ہی نہیں لیتے۔
بولنا چھوڑ دیا۔ اب اشاروں سے باتیں کرتے ہیں۔ یہ سب
بناوٹ ہو۔

دل بدست آور کہ چ اکبرست
بولنا چھوڑ دیا مگر دل ہی دل میں گایاں دے رہے ہیں ایک
ہاتھ سے کام نہیں لیتے مگر دوسرے ہاتھ سے حرام چوری کلاوی
کا مال صرف کرنے کو مستعد ایسے ریاکاروں سے موزیک کو
احترام لازم ہو۔ اپنا توبہ مقولہ ہو۔

گر گو ہر طاعت نہ سقم ہرگز
نوسید نیم ز بارگاہ کرمست

میان آزاد اس تقریر سے جاے میں پھولے نہیں ہمارے
تھے کھلے جاتے تھے خیر تھوڑی دیر مٹھ کر رخصت ہو کر
اسٹیشن پر پہنچے تو وہاں ایک ساتھ نا شنیدنی و عمر شیر
اور واقعہ نادیدنی و حیرت انگیز نے انکو افسوس اور پشیمردہ کر دیا
اس داستان عبرت عنوان و حسرت تو امان کے لکھنے سے کچھ
شق ہو اجاتا ہی اور مریر قلم صدائے الامان سناتا ہی۔ اُن
ہائے افسوس و افسوس۔ ہمارے ناظرین باتھیں کچھ شنید
دل پر اس سنگ سانچہ جانکاہ نے ٹھیس لگے گی اور رقیق اقلب
آدمی آٹھ آٹھ آنسو روئینگے۔

اب سنئے کہ ایک زمیندار باوقار متقی و پرہیزگار کے فرزند
دلبنہ و جگر پیوند کا کسی دوسرے گاؤں میں نکاح ہوا اور وہاں
دھن کا اُنعین کی مرضی سے بیاہ ہوا۔ دھن اس نوجوان کے
اکل رخسار پر ہزار جان سے مثل بلبل عاشق تھی اور وہ اُس
پیاری لڑکی کے حسن گلوں کا شیفہ و شیدہ۔ دونوں نے ہنسی مائی
مراو پائی تھی اور بعد مدت دلی آرزو برآئی تھی۔ وہ خوش و خرم کہ
جس پر پی پیکر رشک قمر سے آنکھ لڑی۔ وہی تھے چڑھی میاش
بشاش کہ جوان طناز پایا جسکے لیے منت مانی تھی اُسی کے
ساتھ نکاح پڑھوایا۔ ناظرین فسانہ خود غور کر سکتے ہیں کہ جب
کبھی کسی جوان صالح کو حسب دخواہ گلندار و طر حدار نیک
ذات و پاکیزہ صفات خوش سیرت و خوبصورت پارسا
مہ تھا اور کم سن بیوی ملے تو اُسکو کیا کچھ فرحت اور مسرت
حاصل ہوگی بس کچھ نہ پوچھیے۔ کوئی پیار ہی کنواری لڑکی
اور شریف زادیوں کے دل سے پوچھیے کہ اُنکو اس بات کی

کیسی ٹوہ رہتی ہو کہ جس لڑکے کے ساتھ انکا بیاہ ہو تو لاپرواہ
ہر وضع یا بد قطع تو نہیں ہو۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ عالی
خانہ بھی ہو۔ معالی دودمان بھی۔ خوش رو بھی ہو خوش بھی
ہو۔ صحبت اور تلمیم بھی اچھی پائی ہو۔ علما و فضلا تک بھی رسائی
ہو۔ تو پھر مارے خوشی کے باچھین کھل جاتی ہیں۔ اس وطن
کی آنکھ جب سے زمیندار کے لڑکے پر پڑی تھی اور جب سے اسکی
آنکھ اس جادو نگاہ روکش مہرواہ سے لڑی تھی دونوں
را تو نکو اٹھ اٹھ کر دعا مانگتے تھے کہ بار خدا یا ہمارا نکاح ہو تو فرما
ہم دونوں کا آپس میں بیاہ ہو۔ دل ہی دل میں وہ پیاری
لڑکی کتنی تھی کہ اتنی وہ دن جلد دکھا کہ میرے دروازے پر
میرا دو لہا آئے اور وہی پیارا جوان مجھے ہنسی خوشی بیاہ بجا
اب یہ بیان لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہو کہ زمیندار کا لڑکا جنت
وطن کو بیاہ کر اپنے گھر لے چلا اور وطن کو زنا نے کمرے میں
بٹھا کر ریل کے ایک درجے میں قدم رکھنے ہی کو تھا کہ ایک
شقی القلب نے تیج خون آشام نیام سے نکالی و احسرتا۔
اسوقت فرط الم سے ہمارا دل اس قدر بھرا یا کہ قلم رک گیا
طوفان اشک مثل سیل عظیم مٹا چلا آتا ہو۔ حضرت یہ چوٹ
کھا یا ہوا دل ہو۔

اسکرم بردون می افکنند از درون پردہ را
آرے شکایت با بود از خانہ برون فتر را

حضرات ناظرین! اب کلیجے کو تمام لیجیے اور ضبط کریں
اور سنیں کہ اس جوان طنا ز صال و پاکباز نے جیسے ہی ریل کی
ایک گاڑی میں بایان قدم بڑھایا تھا ویسے ہی اس شقی نے شمشیر
و پیکر سچ نکالی اور تلا ہوا ہاتھ اس جوان پر لگا یا کہ
سر کو تانچ انور کاٹ کر جگر کو کاٹا ہوا امزگ یا انوس کس

مقتول پیچھے پھر کے اپنے قاتل کو دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ مرغ روح
نفس عنصری سے پرواز کر گیا تھا اور اسٹیشن پر اس بیگناہ بے بس
وبیکس کی لاش پھرنے لگی۔

بر دست و بازو ن گشتہ تو شد معلوم کہ بد کشتہ شدن ہم تلاش با باقی ست
ادھر اسکی لاش خون میں آغشتہ پھڑک رہی تھی در ادھر اصل
سر بالین کھڑی ہنس رہی تھی کہ میان صاحبزادے اب کس کی
تلاش میں ہاتھ پاؤں مارتے ہو۔ اُت۔ اُت۔ اُت۔

اُس بیچاری وطن کو ابھی معلوم ہی نہیں کہ اسپر کیا بجلی گری وہ
ہنس ہنس کر انی دایہ کی چھو کر سے کہ رہی ہو کہ کیوں ان ہمار
ہمارے میان کو دیکھ کر تعین حد تو نہیں ہوتا۔ یہ خبر ہی نہیں
کہ میان نے جان آفرین کو جان سپرد کر دی اور داغ مفارقت
ابدی دے گئے۔ اتنے میں اسٹیشن پر کمرام مچ گیا۔ صہا آدمی
دوڑ پڑے اور غل غپاڑے کی آواز بلند ہوئی۔

وطن۔ دل بہار۔ دیکھو یہ غل کیسا ہی۔ ذری جھانک کر کھینچو
آواز غیب۔ ندی کنارے دھوان اٹھت ہی میں جانوں کچھ
ہوے جب کے کارن میں جو گن بھی وہی نہ جلتا ہوے پ
دل بہار۔ (جھانک کر) ہی کچھ کسی ایک آدمی کو مار ڈالا ہو۔
یہ جو ترہ سارا ہولناکی ہو۔

وطن۔ ارے! تو بہ تو بہ! کیا جانے کون تھا بیچارہ۔
دل بہار۔ (پھر جھانک کر) ہیں۔ ہیں! خیر تو ہو لاش
سر جانے کھڑے تھا ارے دیور در رہ ہیں۔

ایک فضلہ لاش کے پاس آواز آئی کہ ہاے بھائی! ہاے بھائی! تو کدھر
وطن۔ دیکھو دھک دھک کرنے لگا، بائیں بھائی بھائی کر کے
کون روتا ہو۔ اُت۔ ارے میں لٹ گئی۔ ریل سے اتر کر چھاتی
پیشتی ہوئی چلی، حضرات ناظرین۔

جائے نشاط نیست خطر گاہ روزگار
بست دہلہ آن سردارست و پادگار
یہ اسٹیشن پر کون مصیبت زد جاتی ہے۔ ہاے یہ شکر لب
ہو جوان زخم سے پالی گئی تھی۔ جو کبھی اپنے مکان کی ڈیوڑھی
بیک نہ گئی تھی وہ اب ہزاروں آدمیوں کے غول میں روتی
چلاتی ہوئی جاتی ہے۔ نقش مقتول کے قریب پہنچی تو ہاے کا
غیر اس زور سے بلند کیا کہ کر دیوں نے عرش برین کو تھام لیا
شیردن کے کلیجے دہل گئے۔ رستم قبر میں کانپ اٹھا۔ اسفندیار
کی روح تھکھرانے لگی۔ ثور فلک اور گاوزمین کا کلیجہ
الزرنے لگا فرط حیا اور جوش جنون اور طغیانی بحرام سے نظر کھڑک
نقش بیکفن کو نہ دیکھ سکی۔

من از حیا نتوانم کہ برخیزم
از خیال کہ مستغنی از وصال توام
دلکھن۔ زبان حال ہے۔

اسے بے تو حرام زندگانی
بے روے خوش تو زندہ بودم
فغش بیکفن۔ زبان حال ہے۔

گر مضرب نازم ز آئین نیست
شہید عشق ترا فرصت نہیں
دلکھن۔ زبان حال ہے۔

حیف درخیم زون یا آخر شد
روی گل سیر نریدیم و بہار آخر شد
فغش بے کفن۔ زبان حال ہے۔

شہید ترا خوشتر از نازکبدن تم
ابجا سوے سردار تم بند قبا کشا ہے
دلکھن۔ ہاے لٹ گئی لوگو یہ کیا بجلی گرائی (متحیر ہو کر)۔ آگ
لوگو یہ ہوا کیا۔

دل بہار۔ ہو ہو دلکھن لٹ گئی۔
دلکھن۔ دچھاتی خوب زور سے بیٹ کر، ہو ہو۔ کسی دلکھن
دلکھن کون تھی۔ ہاے میں تو بوجہ ہوں۔

اتنے میں اسٹیشن کی دو چار عورتیں۔ اسٹیشن باشرکی
بیوی گاڑی لڑکی لڑکی۔ ڈرائیور کی کبھی کبھی کھونٹے والی سران
نے قریب آن کر اور رد و کر سمجھایا۔

دلکھن۔ خواہم کہ بران سینہ ہم سینہ خود را
تا دل تو گویند غم دیر نہ خود را

یہ شعر زبان سے پڑھ کر پھر فرہ (ہاے) بلند کیا اور دم سے
نقش پر گر پڑی اور اپنے پیارے شوہر کا ساتھ دیا۔

حضرات ناظرین۔ یہ اسی دنیا کے لیے حضرت انسان فضل و
عداوت اور قصب کے تیلے بنے ہوئے ہیں۔

افسوس کہ عمرت و ہشیار نیست
در داکہ خیال خوشن داری نیست
فتان کہ قافلہ عمرت نیم قدم
طریق راست نہ پیو و نفس کامل ما

میان بیوی عاشق و معشوق کی لاشیں دیکھ کر ٹپے ٹپے
سنگدل آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے۔ اسٹیشن ماتم کہہ بن گیا تھا۔

چو طرفہ کرام چاہوا تھا۔ دونوں جوانوں کی نقش بے کفن کے
گردنٹ کے ٹھٹ گئے تھے اور زن و مرد بے حسرت اور حیرت

اور حیرت کی نظر سے لاشوں کو دیکھتے تھے۔ استعجاب تھا کہ
یا اللہ یہ کیا بوجھ ہے جسے دیکھو انگشت حیرت در دہان جیسے نظر

ڈالو مصروف آہ و فغان کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ سینہ شق ہوا جاتا تھا۔

سیان کی لاش پر بیوی کی لاش کو مرغ بسلی کی طرح تڑپے دیکھ کر
روح پر صدمہ تھا۔ چند منٹ میں لاش ٹپ کر سرد ہو گئی۔

کیا ساخہ روح فرسا ہے۔ کیسا واقعہ جان گزرا ہے۔ دلکھن کے
ہاتھ پائوں میں منہ دی گئی ہوئی۔ چپکا زیب سر عروسی لباس

زیب بر۔ زلف چلیپا تا کر۔ سر سے پائوں تک زیور ہی زیور
مگر دم کے دم میں خون در جگر۔ وہ جوش وہ خروش۔ وہ ولولہ۔

شوق - وہ خواہش - وہ انگ سب خاک میں مل گئی۔
 دل کی دل ہی میں رہی شب عروسی کی شکل ہی نہ دیکھی کہ روزِ حیران
 نصیب ہوا۔ اسٹیشن تک ابھی بھی نفس پرچھکے بکریہ کو فرائی تھی
 اب تابوت میں جا لگی۔ جہیز بھی میکے سے سسرال جانے بھی نہ پایا
 تھا کہ قبر کی فکر ہونے لگی بھی لباس سے عطرِ فتنہ کی مہک آ رہی تھی کہ
 کافور کی تدبیریں ہونے لگیں صبح کو دروازے پر روشن چوکی در
 شہنائی بج رہی تھی بصدائے ماتم بلند ہو۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی
 کہ اہل شہر گھروں اور چھتوں اور دکانوں سے برات دیکھ رہے
 تھے اب جنازہ دیکھیں گے۔ اُس دھن کا دیو موصوم بڑکا
 بارہ تیرہ برس کا سن اس قلعے کو دیکھ کر رنگ ہو گیا اور شاہی بکریہ تصویر
 خاموش کھڑا رہا۔ آتشِ غم نے اشکوں کو بھی جھلسا دیا۔ چہرے سے
 انتہا کی حیرت ٹپکتی تھی کہ یہ کیا ہوا آخر کار غیو دہو کر گر پڑا۔ لوگ سمجھے
 کہ اس بیچارے کم سن بچے عاقبت کی راہ لی۔ مگر گلاب چھڑکا
 کیوڑا ڈال کر سونہی سونہی مٹی ناک کے پاس گئے نکلنے کو دکھایا
 تو اُسے آنکھیں کھول دیں لیکن صورت ایسی مہیب کہ دیکھے
 ڈر معلوم ہوتا تھا۔ دل بہار و دونوں لاشوں کے پاس بیٹھی تھی۔
 مگر آنسوؤں کا تار بندھا ہوا تھا۔ دل بہار دھن کے ساتھ کھیل رہی تھی
 اور ہم سن ہو نیکے سبک وہ اس کنیز کا دی کو بہت چاہتی تھی۔
 تمام عالم اُسکی نظروں میں تیرا تھا۔ اندھیرا چھایا ہوا۔ دھماکا مگر
 باورچی سپاہی اُس قاتلِ شقی کو زور سے جوتے اور پتھر لگا رہے
 تھے اور اپنے آقا زادے کو یاد کر کے دھاروں دھار روک جاتے
 تھے۔ خیر اسٹیشن ماسٹرنے دو ہانگ منگو اُسے اور اُنکی لاشوں کو
 عزت کے ساتھ اُٹھوا کر اسٹیشن کے ایک صاف تھمرے کمرے
 میں رکھا۔ اور اُس مقتول کے چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ لجا کر
 اپنے کمرے میں بٹھا کر دلاسا دینے لگا۔ دل بہار اُن دونوں

کے سر بالین بیٹھی رو رہی اور نیکھا جھل رہی تھی۔ کہ کتنی ٹھنڈی
 پائے۔ خدنگار کمرے کے باہر غمزدہ اور افسردہ پیر مردہ اور بچان
 کھڑے رو رہے تھے۔

جس وقت یہ سانحہ ہوا تو گاڑڈ اور ڈریور اور خلاصی مسافر
 سب ریل پر سے اُتر آئے اور مسافروں نے کمدیا کے قوت
 ہمارا دل بھرا دیا۔ ہم بچائیں گے نہ جائیں گے۔ بلا سے ٹکٹ کے
 دام گئے اس قاتلِ خونخوار کو دیکھ کر سب کی نگہوں میں خون
 ٹپکتا تھا اور یہی جی چاہتا تھا کہ اسکو بس اسی دم میں ڈالیں۔ اتنے
 میں لال کرتی کا ایک گوراجو سانحہ ہوش رہا سے مارے وقت
 اور رنج کے طبعی دیر سے چلا چلا کر رو رہا تھا غصہ نہ کر سکا
 جوش میں آکر جھپٹا اور اُس شقی کے پٹے پکڑ کر خوب پٹیا اور
 اور کئی بار کاٹ کاٹ کھایا اور دانتوں سے بوٹیاں
 نوح نوح لیں۔ جو لوگ اور اہلکار اور مسافر اور ریل کے ملازم
 اُس وقت وہاں موجود تھے اُنھوں نے بھی دیرہ و دانستہ آنکھ
 پھورائی اور ایسے ناہنجار کو پٹتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوئے۔
 اتنے میں اُس عروس کے گھر پر خبر ہوئی۔ تو کنہرام بچ گیا۔
 شادی کا گھر خزاخانہ ہو گیا۔ ہاے افسوس و افسوس کہیں
 ڈھول بجتی تھی کہیں ڈونیاں رات بھر کی تھکی ماندی سو رہی
 تھیں۔ صلیمن خوش خوش پھرتی تھیں مغلانیان نے نئے جوتے
 پھرتی تھیں دل بہار کی مان اترائی جاتی تھی کہ اُسکی لڑکی بھن
 کے ساتھ گئی جو وہاں قدر و عزت سے رہے گی کہ دفعۃً یہ بجلی
 گری۔ اب وہاں کا حال ناظرینِ فساد خود قیاس کر سکتے ہیں
 کہ لڑکی کو رخصت کیے ہوئے مہر بھی نہ ہوا تھا اور قوتِ رخصت
 جو آنسو فرطِ طرب سے والدین اور اعزا و اقربا کی نگہوں سے
 نکل پڑے تھے وہ اجمعی طرح خشک بھی نہ ہونے پائے تھے کہ وہاں

دونوں شہید ہو گئے اور ریل کے اسٹیشن پر کسی کی حالت میں
انکی جان شیریں بصد تلخ کامی گئی۔ لڑکی کی ماں تو اس سانحہ
جان گز کا حال عبرت مآل سنتے ہی بس بت گئی رونامو ناظرینا
چلاتا غل جھانسا سر پٹیا سب بھول گئی۔ حیران ہوشدرستون کے
سہار بیٹھ گئیں۔ پھر پھر پھر دیکھ رہی ہو مگر صورت وہ مہیب
کہ الامان گھر بھر میں چھوٹے بڑے سب سر پٹیا رہے ہیں
ڈونیاں سوتے سوتے جاگ اٹھیں۔ ہو چو خیر تو یہ سنتی
آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے ہاے صبح کو مبارکباد گاتی تھیں اب آنسو
برساتی ہیں۔ جو جان تھا وہ وہاں ہی رہ گیا۔ نوٹہ یون آسمان پر
اٹھایا۔ باہر سے خدمتکار رون اور نوکروں نے صداے ماتم
بلند کی۔ اس کے بڑے باپ کو جو خبر ہوئی تو وہ پیرمروختہ جان
خستہ درون ہاے ہاے کہہ کر ع۔ اٹھا تو گر لگا تو بیوش ہوش
آیا تو آنکھوں نے جواب دیا۔ کچھ سو جھتا ہی نہیں سے

ہر داغ جگر شرفشانس زرخندہ چو شمع برنفاش
نوار خون نہ دیدہ چو شید زانسان کہ سحر شعاع خوشید
شد نالہ زار شورش انگیز مرگان گردید ارغوان بیز
می خست درون باخن یاس می سفت چکر نوک الماس
چو شید بہ سینہ تلخ آلبش موجی شدہ بنض اضطر بش
می گفت سخن باہ و زاری می سوخت ز داغ و لقا گاری

کبھی دیوانوں کی طرح گریبان کو چاک کر ڈالا۔ کبھی خاک پر
لوٹنے لگا اب سمجھائے کون۔ سب صید یاس حیران مہر و ف
آہ و فغان تھے کسی کو کچھ نظر ہی نہ آتا تھا جسے دیکھو مارے غم کے
بدحواس اور سرکسیمہ ہوا جاتا تھا۔

می گفت کہ این چہ فتنہ برپاست این گدہ خرابی از کجا خاست
یارب چہ کنم چہ چارہ سازم چون شمع بسوز جان گدازم

زین نالہ آتشین ترانہ شوری ست کرانہ تا کرانہ
اُس دخت گلغام کی بوڑھی ماں ایک ایک سے چھٹی چھٹی
تھی کہ ارے آخر تم روتے کیوں ہو۔ ہاے یہ ہوا کیا۔ دیکھو مجھے
رونا نہیں آتا۔ میری پیاری لڑکی گئی گزری وہ ایک سوچی
میری آنکھوں میں نہ آیا۔ اُنکے اعزہ میں سے تیس چالیس آدمی
بصد حسرت و یاس ماتم کرتے خاک اڑاتے اسٹیشن پر گئے۔
وہاں پہونچے تو دیکھا کہ ہر درو دیوار سے صدا ماتم بلند ہو رہی
وامیر بناو پر سب رو رہے ہیں۔ اسٹیشن ماسٹر نے روتے روتے اُنکے
کہا کہ اس کمرے میں جائیے اور وہ صبح سب۔

آمد بر آن دوختہ خاطر وز عشق عجوبہ دید ظاہر
حیرت زدہ ردبر و نشستند برب در گفت گو بہ بستند
صد گونہ بہ خلق گفتگو بود ہر سمت نواے ہاے وہو بود

دونوں کی لاش کو اُنکے گھر لے گئے۔ راہ میں ہزاروں
آدمیوں کا انوہ کثیر اور جم غفیر ساتھ اور سب گریہ نالان قدم قدم پر
آہ و فغان جن لوگوں نے ان دو لٹا لٹھن کی صورت خواب میں
بھی نہیں دیکھی تھی جانتے بھی نہ تھے کہ کون کون ہیں اور کہاں
رہتے ہیں وہ تک زار زار روتے تھے۔ اور چو طرف سے آدمی
ٹوٹے پڑتے تھے ایک ایک پر دس دس وٹل ورنس مٹس گرے
پڑتے تھے اور لوگ سطح پر ماتم کرتے تھے کہ گویا اُنکا کوئی خاص عزیز
اور قریب کا رشتہ دار مر گیا ہے۔ وہاں داروں کے جنازے کو دیکھا اور دکان
بڑھو کہ ساتھ ہے۔ عورتیں بازاروں اور جھروکوں اور کھڑکیوں اور
چھتوں پر سے چھاتی پٹتی تھیں کہ ہو جی یہ کیا ہوا خدا ایسی
گھڑی ساتویں دشمن کو بھی نہ دکھائے سوار یوں پر سے رئیس
زادے اتر اتر پڑے اور جنازے کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے
چلے۔ اب ادھر کا حال سنئے کہ اسٹیشن پر سناتا ہوں اور اُنکے

لگ رہا کسی کو ہم کیا رو میں جس طرح تم آج اپنی پیاری بیٹی کو
 رو رہے ہو۔ اس طرح کر دوں آدمیوں نے اپنی ولادت کی وفات کا
 غم کیا ہوگا۔ مگر نتیجہ یہ رہے کہ زندگی کو ہو۔ جو ہوا وہ ہوا۔
 بس اب صبر جمیل خدا تم کو عطا کرے۔ میرا لڑکا اور ایک ہی لڑکا
 کیسا خوبصورت کہ گلاب کے پھول کی آنکھ کے مقابل میں قدر نہ تھی
 اور علم و فضل میں اس درجہ کمال حاصل تھا کہ سترہ برس
 کے سن میں دو عربی کی کتابوں کا مصنف ہوا۔ مگر اجل نے
 اُسکو نہ چھوڑا۔ شادی کے دوسرے ہی مہینے در وقوع میں
 ٹرپ ٹرپ کر مر گیا۔ اب نوجوان بہو مصوم بیچاری گھر میں بھی
 ہی تم خدا کا شکر کرو کہ تمہارے داماد کے مرنے ہی لڑکی بچا
 عشق اور پاکبازی ظاہر کر کے چل بسا در خلد برین میں داخل
 ہوئی ورنہ اگر بعد وفات شوہر زندہ بھی رہتی تو اُسکو دیکھ دیکھ کر
 تمہارے دل کا کیا حال ہوتا۔ جس دن میرا لڑکا مرا میں رزی
 سے اُسکے لیے کفن سلوار ہاتھ باہر سے ایک میرے دوست نے
 وہاں آئے اور دروازے پر جم غفیر دیکھ کر پوچھا کہ خیر تو ہے۔ یہ کیا
 سلوار ہے ہو میں نے کہا کہ میرا لڑکا جسکی عمر سترہ برس کی تھی
 آج صبح کو رہ گرا عالم بقا ہوا۔ اب میں اُسکے لیے کفن سلوار
 رہا ہوں یہ اُسکی آخری خدمت میرے تعلق ہے۔ پھر وہ کمان
 میں کمان۔ لوگوں کا دل بھرا آیا اور جواہل دل تھے اُنھوں نے
 میری بیٹی ٹھوکی کہ واہ رے استقلال وراثت رے صبر سچا یا اللہ
 بھائی بیچ و شادی خانہ بربادی خانہ آبادی اس جہان میں
 تو ام ہے۔ مرنا اور دنیا لازم و ملزوم ہے۔ کوئی عنفوان شباب میں
 مرا کوئی پیرانہ سالی میں مگر۔

ہرگز نہ زاد بنا چار بایدش نوشین ز جام دہرے کل من علیہا فان
 اس سے کسی کو مفر ہی نہیں۔ پھر اسکا افسوس ہی کیا۔ جو

اُس شقی القلب کو لٹے ہوئے کچھری جا رہے ہیں اُسکے ساتھ بھی
 بیٹھ رہا اور فرط جوش سے لوگ گھس بیٹھ کر اُسکو مار رہے ہیں حتی کہ
 کچھری تک جاتے جاتے ادھر مرا کر دیا۔ برق انداز بھی دانت
 کٹ کٹا کٹ کٹا کر رہ جاتے تھے۔ اشاروں سے لوگوں کو ترغیب
 دیتے تھے کہ خوب گرتے لگاؤ۔ اور کچھ مر نکالو۔ یہ اسی لائق ہی
 اتنی شہر جو پائی اور دناؤں پڑنے لگیں۔ مگر اس کی فائدہ
 جو ہونا تھا وہ ہوا۔ اتنے میں صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ
 پولیس اور دو انسپکٹر آئے اور اُنھوں نے بھڑکوتاتل کے
 قریب سے ہٹایا۔ جسوقت دونوں لاشیں گھر پر پہنچیں اُنوقت
 کے کرام کا کچھ حال نہ پوچھیے۔ ناگفتہ بہ۔ اگر ہم کل حالات
 ہو ہو بیان کریں تو ناظرین بے اختیار رو دین۔ ہا افسوس
 دے افسوس۔ رباعی۔

دیر وزچنان وصال لافرفری	امروز چنین فراق عالم سوزی
افسوس کہ بر دفتر عرش ایام	این راز دزی نویسد آئند روز

اقتدلس باقی ہوس۔

خلاصہ کلام یہ کہ جسوقت لاشیں دروازے پر پہنچیں سارا
 شہر اُس جگہ موجو تھا۔ مگر شان خدا۔ ایک پیر مرد مقدس بھی وہاں
 مارے ہوئے۔ اس سانحہ غمناک کو سنکر کمال افسوس کیا اور ایسے الفاظ
 زبان پر لائے کہ اُس دخت زہرہ جبین کے بوڑھے باپ کا
 دل دنیا ہی سے پھر گیا اور غم و الم بیچ و ماتم بہر جہاں ہو گیا پیر
 نے نہایت متانت سے عجیب لب و لہجہ میں کہا کہ۔

پیر مرد	یاران زندگان کو کیا روئیے مسرت
	کیا تم روانہ سوے ملک عدم نہو گے

بھائی سنو تم ہمارے ہم عصر ہو۔ اب ہم تم دونوں لب گو رہیں
 اور دو چار برس بھائی سے جیسے تو جیسے۔ ورنہ اب چل چلاؤ

وہ اچھا گیا۔ اب تم کہا مانو کہ رنج و غم کو دل سے بھلا دو۔ وہ خدا کی امانت تھی۔ خدا کے سپرد کر دی گئی۔ پھر اس میں آپ کا کیا اجارہ ہے۔ انسان کو ہر حال میں شاکر رہنا چاہیے۔ مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے۔ عورتوں کو رونے دیجیے وہ یہ باتیں کیا جانیں۔ آپ تو جانتے ہیں۔

لائی حیات آئے قضا پہلی جلی | اپنی خوشی نہ آنے نہ اپنی خوشی چلی
یہ تو فرمائیے کہ موت سے بچ کون جائیگا۔ کیا آپ نہ مر گئے پھر رونا دھونا کیا ہے۔ ضبط کرنا فرائض انسانی میں سے ہے۔ اس تقریر پر تاثیر نے اُس پر فرات غمیدہ و تمزہ کے دل پر بڑا اثر کیا اور اُس نے کہا کہ حضرت آپ میرے لیے اس وقت خضر ہو گئے بلکہ عجب نہیں کہ آپ خضر ہی ہوں و میری مصیبت دیکھ کر انسان کی شکل میں آئے ہوں کہ مجھے سمجھائیے اور میرے غم کو دور کیجیے۔

اے خدا قربان احسانت شوم | این چہ احسانت قربانت شوم
ہر جگہ سے رونے لگی واز جو آئی تو کلیجہ شوق ہو گیا۔ اب ضبط کرنا محال ہے۔ مگر آپ کی صلاح نیک کا قدم قدم پر خیال نہ کرنا کہ اشک آنکھوں سے جاری ہوں۔

اُدھر قاتل کی تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ شخص تھا جو اُس درویش کے پاس بیٹھا تھا۔ او جس نے درویش سے پوچھا تھا کہ ایک آدمی سے اور مجھ سے لاگ ڈانٹ ہے کیسے تو اُسکو مار ڈالوں۔ دیوانہ پن کی حالت میں گھر سے بھاگ کھڑا ہوا تھا اُسکا باپ اُسکو زنجیر پہنا کر رکھتا تھا مگر بے سود ایک روز زنجیر پھٹ کر وہ راہی ہوا اور گائٹوں سے نکل کھڑا ہوا بہت کچھ تلاش کی کئی گھر تپانہ ملا نہ ملا۔

جب تحقیقات ہوئی تو اُس نے اجلاس پر بیان کیا کہ

مجرم۔ ہو ہو ہو ہو۔ قہ قہ۔ ضیق النفس۔ ہر چہ بالبو مالشتی در آب انداختیم + ارب ارب سے کام کرو۔ عدالت۔ یہ سودائی نہیں ہی بنتا ہے۔ ڈاکٹر۔ امتحان لیکر نہیں۔ خلل دماغ تو تھا۔ مگر قتل۔ اُسے ثبات عقل میں کیا۔

الغرض سشن سے پھانسی کا حکم ہوا۔ صبح کے وقت جیل خانہ میں پھانسی آئی اور کانسٹیبلوں کے کئی گارڈے اور کئی افسر خاکی دردی پھر کاتے سنگینین بچھکاتے ہوئے رپ رپ کرتے آن موجود ہوئے۔ قاتل بھی یا پھانسی کو دیکھ کر بدن کا خون خشک ہو گیا اور پھر پرت کے آثار نمودار ہوئے۔ بدن کے رنگ گئے کھڑے ہو گئے اور ایک دفعہ ہی اُس نے بڑی حسرت اور مایوسی کے ساتھ کہا کہ بھائی ہندو ڈراما رام اور بھائی مسلمان اسلام۔

یہ فقرہ سن کر کل حاضرین کا جو کوئی دس ہزار سے کم نہو گے دل بھرایا۔ مجرم نے پھر پھانسی کی طرف نظر کی و کانپٹھا اور کانپتے تھراتے ہوئے یہ اشعار پڑھنے لگا۔

کوئی دم کیجیے کس طور سے آرام میں | چین بتی ہی نہیں گردشِ بام میں
صید لاغر ہوں مری جلتی جھجکیاد | دم نکلیجائے تڑپ کر نہ تہ و اکم میں
خوجی۔ کیوں میان شہر تو اُس نے کچھ بے نیکی سے پڑے بھلا اُسکا کیا ذکر تھا۔

آزاد۔ چپ بھی رہو بس تم کو تک بندی ہی کی سوچتی ہے اور اُس بیچارے کی جان پر بن آئی ہے۔

انہیں کچھ معلوم تھی تھی یا ریت تھوڑی | چھری جب حلقِ عاجز پر دھان صلا کر تین
الغرض پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ اور لاش پھٹنے لگی۔ اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ دفعہ ایک شخص گھوڑا کڑکراتا اور سر پٹ

لوگ حیرت زدہ کھڑے تھے۔ لاکھ لاکھ تدبیرون سے اُس سے پوچھا مگر وہ یہی کہا کیا کہ یہ تیسرا تھا۔ اب اسکے ارد گرد پھیر لگی ہوئی ہے۔ میان آزاد نے جو اُسکی صورت پر بغور نظر ڈالی تو دیکھا کہ جوے اشک اُسکی آنکھوں سے روان ہو رہے۔ مگر چلانے اور آہ سرد بھرنے کی طاقت جسم میں نہیں با واز بلند میان آزاد نے کہا کہ اے یارو اس خستہ درون سے کیا پوچھتے ہو کہ تو کون ہے ہمارا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ یہ اُس شخص کا باپ ہے اس کے اشک اسکے درد دل کی خبر دیتے ہیں۔ یہ آنسو نہیں ترچان دل میں۔ اسکے جسم کے ہزار ہزار قطرہ خون ایک ایک اشک بن کر نکل رہے ہیں۔

آزاد۔ آپکی حالت پر افسوس آتا ہے چیف صدیف۔ سوار۔ (آہستہ سے) بھائی یہ تیسرا تھا۔

آزاد۔ صبر۔ صبر۔ صبر۔ اور کیا کر سکتے ہو۔

سوار۔ (اور بھی آہستہ سے) ہاے یہ تیسرا تھا۔

حکام جو اُس مقام پر کھڑے تھے۔ اور جو اس پھانسی کی نگرانی کے منتظم تھے اگرچہ اُنکو پھانسی پر چڑھنے کے وقت اُس نے ہزاروں بے نقطہ نئی تھیں اور صد ہا گالیان دی تھیں۔

لیکن وہ حکام والا مقام بھی اُس بوڑھے سوار کی یہ حالت دیکھ کر کف افسوس ملنے لگے اور باہم کہنے لگے کہ اسوقت اس پرورد کی حالت زار نے ہمیں افسوس ناک کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اُسکی نفی دیکھی تو کہا انتہا کا ضعف ہے۔ اسکا بچنا محال ہے۔ وہی چاروں کاہلن ہے اسکو بڑا صدمہ پہونچا۔ اس دھچکے کی یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

اور اسکا مرجانا بھی ب بہتر ہے۔ بہت جی کے کیا کرے گا۔ جیا بھی

تو زندہ درگور رہو ایسا جینا ہی کیا۔ لا حول ولا قوۃ۔ تھوڑی

دیر کے بعد وہ بوڑھا اُنٹھار بیٹھا اور اُس نے پھانسی کو نظر

حسرت سے دیکھا کہ یہ تیسرا تھا۔ میان آزاد نے ایسے ہر دیا

دوڑاتا ہوا سامنے سے آ رہا ہے۔ اور دم کے دم میں داخل جلیانہ ہو کر اُسے کہا کہ روکو ابھی پھانسی نہ دینا اور وہاں لاش پھینچ رہی تھی۔ حضرت دل کا بھی عجب حال ہے۔ گھڑی میں ماشہ گھڑی میں تولہ ابھی دو ہی دن ہوئے کہ شہر بھر اس قاتل کے خون کا پیا سا تھا کسی نے دانتوں سے بوٹیاں نوچیں کسی نے کاٹ کھایا کسی نے اس زور سے چٹکی لی کہ اُسکا رنگ زرد ہو گیا سب دست برد عاتھے کہ اُس شقی القلب کو ایسی سخت سزا ملے کہ اُسکی بوٹیاں اُٹائی جائیں تے اسکے بدن کے چیل کو کھائیں زندہ دفن کیا جائے اور آج لاش کا پھرنے دیکھ کر اکثر وں کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اور بہتوں نے افسوس کیا۔

تو وجہ کیا۔ اسوقت اسکو بے بس حالت میں دیکھ کر اُسکا تصور اُسکا گناہ اُسکا جرم کچھ بھی یاد نہیں آتا تھا۔ جسوقت پھانسی پر چڑھایا گیا اور لاش پھرنے لگی تو ایک شخص رہوار باد رفتار کو

سرپٹ دوڑاتا اور کوڑو اتا اور چکاتا ہوا آیا اور جیسے ہی جلیانہ میں داخل ہوا ویسے ہی پکارا کہ روک روک لو مگر اُسی دم لاش کا پھرنے موقوف ہوا اور لاش سرد ہو کر گھوٹنے لگی اس واقعہ در د انگیز کو دیکھ کر وہ سوار دم سے گھوڑے پر سے گڑبڑا اور گرتے ہی کہا کہ یہ تیسرا تھا لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ کیا اسرار

ہے۔ سمجھ گئے کہ اُسکے اعزہ میں سے کوئی ہو گا۔ قریب جا کر سنتری نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اُس نے دیوانہ وار نظر کر کے کہا کہ یہ تیسرا تھا۔ اتنے میں داروغہ جیل نے پوچھا کہ تم کون ہو

اور یہاں اسوقت کیوں آئے ہو اُس نے پھر آہستہ سے کہا کہ تیسرا تھا اب ایک ایک آدمی اُس سے پوچھتا ہے کہ میان تم کون ہو۔ اور

یہ روک روک لو کی آواز کیوں دی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ہی کہتا ہے کہ یہ تیسرا تھا۔ یہ معافی پر نہ کھلا۔ سمجھ میں نہ آیا چوہرہ

کے کلمے کہے کہ وہ اُنکی طرف مخاطب ہو کر اور اُنکو اپنا دلی دوست سمجھ کر یوں کہنے لگا۔

بوڑھے کی داستان عبرت عنوان

میں قوم کا بنگش چھان ہوں تین اوپر ستر برس کل سن ہوا
اسمیں تین حادثے ایسے گذرے کہ میں بالکل مر ہی مٹا تین لڑکے
تینوں نے پھانسی پائی۔ ایک نے علی مسجد کے قریب ایک کاروان پر
چھاپا مارا۔ اُس طرف لوگ بہت تھے۔ اور ادمہ کم یہ فوراً گرفتار
کر لیا گیا اور کاروان والوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ حاکم و محکوم ایک کا
اصلاً خیال نہ کیا اپنے آپ ایک پھانسی بنا کر اُسکو لٹکا دیا۔

جس وقت اُسکی لاش کو پھانسی پر سے اتار امین بھی شامت اعمال
سے وہاں جا پہونچا لڑکے کی نعش کو دیکھ کر غش کی نوبت آئی۔
مگر چپ۔ اگر ذرا اُن لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ اُسکا باپ ہو تو پھر
مجھے بھی جتنا نہ چھوڑیں۔ اُس وقت کی کیفیت آپ خود تیاں کر سکتے
ہیں۔ اتنے میں اُنسے کہنے لگی کہ دیا کہ یہ اُسکا باپ ہے۔ یہ سنتے ہی
دس پندرہ آدمی چپٹ گئے اور آگ جلا کر مجھ سے کہا کہ اپنے لڑکے کی
لاش کو امین جلا۔ اُن ہاے ستم، اے ستم میں بچو دھوکہ گر ٹپڑا تو
چھری لٹی مقام پر چھوٹی مجبور کیا کہ اپنے نور بھرت جگر کی لاش کو
اپنے ہاتھ سے جلاؤں۔ اُف لیکن بھائی جان بڑی پیاری ہوتی
ہی۔ اس سے زیادہ عزیز کوئی شے ساری خدائی میں نہو گی میں نے
اُس لڑکے کو جو میری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھا اُنھیں باتھون
سے جسنے اُسکو پالا تھا جلایا۔ اور جب شعلے بلند ہوئے تو میری نظروں

میں دنیا تیرہ و تار معلوم ہونے لگی۔ اب دوسرے لڑکے کا حال
سنیے کہ وہ راو لپنڈی میں راہ راہ چلا جاتا تھا اتفاق سے ایک
شخص نے جو گھوڑے پر سوار تھا اُسکو چابک سے ہٹایا۔ اُس نے جھٹاکر
اُلواریا میں سے کھینچا اور اُسکے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ حاکم نے پھانسی حکم دیا

عین وقت پر جس وقت پھانسی اُسکی لاش تاری جاتی تھی میں بھی
وہاں پہونچا۔ بس اب آگے نہ پوچھیے کہ کیا ہوا س۔ و اہم دے اما
چہ دل صد گونہ حرمان در بغل + اور آج کا ساخہ تو آپ نے خود ہی
دیکھا ہاے یہ تیسرا تھا۔ ہاے یہ تیسرا تھا بس کمر ٹوٹ گئی و صاف مٹا
یوں ہو کہ اس لڑکی کے باپ نے اقرار کیا تھا کہ میرے بیٹے کے ساتھ
جسکو ابھی پھانسی دی گئی نکاح پڑھو اُسے گا لڑکا اس خوبصورت
پرری پکیر پر ہزار جان سے عاشق تھا جب دیکھا کہ وہ دوسرے
کی میوی بنی تو اس وقت رقیب سمجھ کر مار ڈالا۔ ہاے انوس۔
آزاد۔ دل بھر آیا۔ مگر یہاں تو لوگ کہتے تھے کہ دیواہ تھا۔
بدمصا۔ وہ کچھ بھی نہ تھا اور سب کچھ تھا۔

آزاد۔ دنیا کے بھی عجیب کارخانے ہیں۔ بس ہم سمجھ گئے کہ وہ
نوجوان بیگناہ اور بے سبب قتل ہوا۔ ہاے انوس۔ انسان کے
ایک فعل ناملائم سے کتنے بندگان خدا کے خرم جمیت خاطر پر برقی
انتشار گرتی ہے۔ ایک تو وہ نوجوان بیچارہ قتل ہوا دوسرے اُسکی
بیوی نے جان شیریں گنوانی۔ تیسرے اُس دُکھن مان باپ پر
آفت ڈھائی چو تھے اس بیچارے بوڑھے کی جان پر بنی۔
خلاصہ یہ کہ تیس چالیس آدمیوں پر گویا بجلی گری۔ اور اُنکا
عیش و آرام بدل بہ رنج و غم ہوا۔ داہ اسی دنیا پر حضرات
ایسے لٹوہیں دم کے دم میں بڑے بڑے خوش و خرم آدمی صید الم
ہو جاتے ہیں اس دنیا پر اترنا غلطی ہے۔ ادمہ انسان ہنسنا
اور ادمہ زمانے کی نیرنگی نے اُسے خون رُ لایا۔

چون حاصل آدمی درین جا دور	جزر و دل وادن جانیت دگر
خرم دل ناکہ یک نفس نہ بنود	واسودہ کسے کہ او نزا و ناز

اس دنیا سے دون کے سوانح حسرت خیز و اوقات حیرت انگیز
پکار پکار کر کہ رہے ہیں کہ۔

<p>مخلص باش حق گذار ہی نیست نیک می در زیر چار ہی نیست جز حق پرست و بر کسی بپسند تفسیر کلام رنگار سی انیت</p>	<p>مرنا جینا لگا ہی رہتا ہو کوئی عاقبت کے پورے تو میٹھے گامین ملکتی جانے کی شکایت اور ایک ناخلف کی حکایت</p>
<p>اس دھن اور اس دھن کی حالت یحییٰ اس باغ کے مطابق ہو دیر دیر گلاب سے گردیدم فرخندہ گلے بر سر آتش دیدم گفتا کہ درین باغ دمی خندیدم</p>	<p>اتنے میں میان آزاد خانہ برباد اور خوشی تو بہ تو بہ جناب خواجہ صاحب چلتے چلتے ایک ملکتی جانے کے قریب پہنچے۔ دیکھا کہ دس بارہ لڑکے ایک چھپر میں بیٹھے ہوئے زبردست بڑبڑا پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے جاتے ہیں۔</p>
<p>اہا۔ اس رباعی کے چوتھے مصرع کو جو جان رباعی ہو سنکر اہل دل پھٹک جائینگے۔ بجان اللہ۔ ع۔ گفتا کہ درین باغ دمی خندیدم۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جلا سے گئے خاک میں ملائے گئے ایک دم کے دم وہ دھن ہنسی تھی بس ایسا روئی ایسا روئی کو خدا دشمن کو بھی ویسا نہ ملائے۔</p>	<p>نداریم غیر از تو فریاد رس توئی عاصیان را خطا بخش بس نہیں رکھتا ہوں میں غیر از تیرے فریاد کا پونچھ والا۔ تو ہی تو عاصیوں پیر عاصیوں کا خطا بخشنے والا اور بس۔ اتنے میں مولوی صاحب نے قہمی جانی۔ مردک سو دنہ کدیا کہ بس کے منی فقط سنتا ہی نہیں۔ وہی مرغی کی ایک ہٹی نگ کھے جاتا ہو۔</p>
<p>خیر میان آزاد اور خوشی بڑی حسرت کے ساتھ وہاں سے چلے اور راہ بھر اس واقعہ ناشیندنی کی باتیں کرتے جاتے تھے۔ آزاد۔ بھائی میں تو اس وقت پھوٹ پھوٹ کر رویا جب میں نے کھا کہ دھن کے دست خانائی میان کچھون میں آغشتہ واودہ ہیں۔ خوجی۔ دل بہار کارونا دیکھ کر بس دل بھر آیا اور اس بیچارے بچے کا بلکنا اور بھی ستم ڈھاتا تھا۔ چلیے اب کئی کان پر چل کر انیم تو خریدین ذرا غم تو غلط کریں۔</p>	<p>خوجی۔ آخا۔ آپ اس بکری کٹی میں ہیں۔ واللہ کیا چمغز آدمی ہو۔ (طالبعلمون) کیون بھی لڑکوں کو انکو کس عجائب خانے سے چرا لائے ہوں میان سچ کہنا لکھا دون رہٹ تھا نے پر کہ مولوی صاحب کو لندن کے عجائب خانے سے چرا لائے۔ ابھی سے چوری کرنا سیکھے بڑھ کر تو خوب مٹھے صاف کر دے۔</p>
<p>آزاد۔ اچی بھائی میں گئی آپ کی انیم۔ آجکوا انیم ہی کی پڑی ہو ہیان مارے غم کے کھانا پینا بھول گئے۔ خوجی۔ کیا آپ کی بڑھیا کے مرنے کی خبر آئی ہو۔</p>	<p>اس تقریر سے میان آزاد کو بھی بے اختیار ہنسی آگئی۔ گو وہ بڑے رنج و غم میں تھے۔ لیکن ہنس ہی دیے۔ اور خوجی سے کہا کہ بڑے مسخرے ہو واللہ روتون کو ہنساتے ہو۔ عجائب خانے سے چرا لانے کی ایک ہی کہی۔</p>
<p>آزاد۔ (خفا ہو کر) چپ نامعقول۔ یہ بھلا دل کی کا کون موقع ہو خوجی۔ اچی چلو بڑھیا تو تھی ہی۔ ڈھلک گئی۔ ڈھلک گئی۔ آزاد۔ بڑے متفنی ہو۔</p>	<p>ایک طالبعلم۔ حضرت کچھ نہ پوچھیے۔ ہمارے مولوی صاحب کو زبان کا جسکا بہت ہو۔ روز ایک نئی فرمائش تھی ہو اور مچھلی کے گوشت پر تو جان ہی دیتے ہیں بس کا نشانک نہ چھوڑیں مچھلی کی مچھلی کے جان اور ڈکار تک نہ لیں۔ ایک روز مولوی صاحب اور ہم لب دریا بیٹھے مچھلی کا شکار کر رہے تھے۔ دریا کی سیر جو بھائی اور طبیعت لہرائی</p>
<p>خوجی۔ بھائی بیچ دو گھڑی حدتین گھڑی کا جو سب سب ہی کی طرح سوگ لین تو انتظام کائنات میں فرق نہ آجائے اور میان</p>	

تو حضرت نے تڑپے ایک غزل تصنیف فرمائی۔ ذرا نیچے گا۔
دیکھیے کس دھوم دھام کی غزل ہو۔

بیشیم در سحر گاہان گزاری گم گزاری
کباب آہو فریاد اگر داری غنیمت دان
بیوے نیکویش ختم عمر قند و بخارا
کنار آب کننا باد گلشن مصلارا
چنان بروند از دل ترک خان بخارا
برزگ بوخال خطا چھا روزگار
چو آرائی بیشک غفران را فادہ
کہ بر نظم تو افشا نذ فلک عقد ثریا را
بلوہ ہزار وصف خوشہ انگور نقلے

اتنے میں دریا سے ایک دیو کا بچہ مرنے پر منہ کھولے ہو نکلا اور
جھٹٹا اور غراب مولوی صاحب پر چلت دیا۔ اگھٹیتا ہوا لچلا
وہ تو کیئے ہم سب دور پڑے اور خوب گاؤں زوریاں ہوئیں اُدھر مگر کچھ
اُدھر مرم اور مولوی صاحب اُدھر مین نہ اُدھر مین یہ بلا کھڑ مین
لاکھ لاکھ جن کیے مگر وہ ننگ مولوی صاحب کا آدھا ہاتھ تھوڑن کیا
کر گیا اور حضرت نیم ٹر مارا گئے۔ اب ان حضرت کو ڈاکٹر خانے
لیجئے تو وہاں آپ کہتے کیا ہیں کہ جناب ڈاکٹر صاحب کچھ ایسا بندہ
کیجئے کہ رگ سے رگ اور ٹپھے سے ٹپھا مل جائے بڑے کھاؤ پیر
صبح کو چارپانچ باقر خانیان اور یکا تین سیر گوشت اور شام کو
ٹوہائی سیر تھن تلے کا دودھ۔ اور دن بھر کیا جانے اظہم کیا
بھسکا کرتے ہیں زمانے میں صد ہا واقعات عجیب گذرے۔
مروٹھو ہو گئے۔ ٹھوڑے ٹھو ہو گئے۔ ہاتھی پھر ہو گئے۔ اونٹ فخر
ہو گئے۔ مگر ہمارے مولانا نیم ٹری بنے رہے۔

آزاد کے گزشتہ کتاب میں ملا کار پفلان تمام خواہر شد

خوجی۔ واہ رے مکتب خانے۔ لاجول ولا۔

میان آزاد اور خوجی آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص

اپنے دروازے پر کھڑا ہو اور کہہ رہا ہو کہ

زنان باردار اسعد ہشیار

اگر وقت ولادت مار زانید

آزاد بہتر بزرگ خردمند کہ فرزند ان ناہموار زانید
آزاد۔ سنا بھائی خوجی۔

خوجی۔ اجی ہاں سب سنا۔ یہاں اسوقت انیم کی پٹری ہو
اور آپ کو اور ہی سوچتی ہو۔

آزاد۔ کیون شیخ صاحب یہ رباعی آپ یوں ہی پڑھ رہے ہیں
یا خدا نخواستہ کوئی وجہ خاص ہو۔

شیخ صاحب۔ حضرت عمر بھر مین خدانے بس ایک لڑکا دیا

وہ ایسا ناہنجار پیدا ہوا کہ بس کچھ پوچھتے نہ مین یہاں چودہ کوس

پر نوکر ہوں صاحبزادے کو چوپانچ روپیہ کی ضرورت ہوئی تو اپنے

سین فقرہ چست کیا کہ گھر مین روستے ہوئے گھسے اور کہا کہ ہاے ابا

چل بے چلیے رونا پینا چچ گیا اسکی مان کا بڑا حال ہو کہ بیوہ

ہو گئی اس فقرے سے آپ نے دس روپیہ انٹھیے کہ جاتا ہوں

ایا کی لاش لے آؤں۔ جب میرے پاس پہنچے تو دیکھتے ہی

پٹینے لگے۔ مین نے کہا خیر تو ہو۔ بولے کہ امان چل سبین آج تیار

ہوش اڑ گئے کہ ننھے ننھے بچوں کو اب کون سنبھالے گا۔ مین تو

اسوقت سوار ہوا اور اسنے کہا کہ اسباب لے کر آؤ۔ اپنے اسباب

کے بھی کوڑے کیے اور خوب گلچڑے اڑائے مین جو گھر مین داخل

ہوا تو شب کا وقت۔ پکارتا ہوں کہ کنڈی کھولو کوئی سناتا نہیں

اور سنتے ہیں تو کنڈی نہیں کھولتے کہ یہ تو مر گیا عتاب قبر سے

کیونکر بھاگ آیا۔ کوئی تو کہتا ہو کہ خبیث ہو کوئی بھوت پرت بھٹنا

ہو۔ آخر کار آدمی نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا تو گھر مین سب کا

بکا اور سب نے مل کر رونا شروع کر دیا۔ مین اپنی بوٹھی بیوی کو

یاد کر کے بے اختیار رو دیا تو وہ کہتی کیا ہو۔

بیوی۔ اہ تم تو مر گئے تھے۔ یہ آئے کہاں سے کیا نام بد دل ہو گیا

مین نے کہا تم مر گئی تھیں یا مین۔ اب مجھ سے افسہ دھر پڑ پڑی ہو

ج

دکان ہی نہ معلوم ہوئی۔ ساری عمر گلستان پڑھی مگر اتنا بھی نہ سمجھے کہ زینخازن بودیا مرد۔

آزاد۔ واہ استاد گلستان سعدی اور یوسف زینخا جابلی کی موند تو خوب لگایا۔

ذات شریف۔ واہ واہ۔ جاے استاد خالی نیست۔

آزاد۔ بہت ہی خاصے۔ خالی نیست کی ایک ہی کمی۔

ذات شریف۔ جو میں فرماؤں وہ سنئے گا۔

آزاد۔ بسم اللہ آپ عرض کیجیے۔ آپکا اسم مبارک۔

ذات شریف۔ رئیس تو میں اسی شہر کا ہوں مگر میرا اسم مبارک لوگ رونق بیگ پکارتے ہیں۔

آزاد۔ سبحان اللہ اسم مبارک پکارتے ہیں اور آپ اپنے منہ

آپ رئیس ہیں واہ میان ٹھکانا اسم مبارک اپنے نام کو کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ چلیے بس اب سلام ہو۔

ذات شریف۔ حضرت آپ ہی لوگوں کی صحبت میں توبہ بھی

بیٹھا ہو کمین ایسے ویسے گھس کھد دن میں ٹھننے کا اتفاق نہیں ہوا

جی ہاں۔ ذری اتنا سمجھ رہے گا۔ بندہ وحقیقت میں زبان دان ہے۔

آزاد۔ اجی آپ درحقیقت میں زبان دان ہیں بلکہ فی حقیقت کے

بیچ میں آپ زبان دان ہیں۔

خوجی۔ آپ واللہ نری خالص باتیں کرتے ہیں۔

عدالت منصفی میں بیوی دلا پالنے کا مقدمہ

آدمیت اور شہی علم ہی کچھ اور چیز

اکتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی نہ

ایک من علم را وہ من عقل باید در نہ۔ ۵

نہ محقق بود نہ دانشمند چار پائے بروکتا ہے چند

پڑھے آدمی چاہے کم۔ لیکن جو کچھ پڑھے اس پر غرض ضرور کرے

وہ مجھے پریت سمجھتی ہے۔ اور میں اسے چریل سمجھتا ہوں خیر کارلڈ

گھلا کہ صاحبزادے کی ہم دونوں کے حال پر عنایت تھی۔ اب سنئے

کہ مرگ نے ہمارے سب یاروں دوستوں کا کیا کیا تو گئے

نے کاٹا ہے۔ ذری سمجھ بوجھ کر جانیے گا۔ کچھ دوست تو مارے خون

کے نہ آئے اور جو آئے بھی انکا حال سنئے کہ دروازے پر آؤدی

میں باہر گیا جھپٹا کہ بیل گیر ہوں وہ پتیرا بدل کر کھڑے ہو گئے

کہ خبردار ادھر نہ آنا۔ میں بڑھتا ہوں وہ ڈنڈا سنبھالتے ہیں۔

آخر کار معلوم ہوا کہ یہ بھی صاحبزادے کی نوازش ہمارا حال پر

تھی خدایا تو اولاد ہی ندے اور یادے تو سعید و رشید۔ اسنے

ہمارا ناک میں دم کر دیا۔

میان آزاد اور خوجی اس داستان کو سن کر آگے بڑھے۔

آزاد۔ کیوں یا راج کنا کیا کیا باتیں معلوم ہوتی جاتی ہیں۔

خوجی۔ جی ہاں۔ مگر اسوقت انیم کے نلے سے بڑا حال ہے۔

کمین سے انیم ملے تو جان میں جان آئے در نہ اب بیان بھی

چل چلاؤ ہے۔

آزاد۔ لت بھی کیا بڑی چیز ہے۔

یہاں سے جو آگے بڑھے تو ایک حضرت ذات شریف سے

ٹھہر بھیر ہوئی۔

ذات شریف۔ آپ دونوں صاحب کیا کمین باہر کئے ہیں

خوجی۔ اجی یہاں کمین چانڈو یا انیم کی دکان بھی ہے۔

ذات شریف۔ بہت ہی خاصے۔ کیا لکھنؤ میں کان چھوڑا

علیک سلیک سب بالائے طاق۔ آتے ہی نیون اور چانڈو

کی فکر ہوئی۔ بھلا کتنے روز سے آپ اس شہر میں فروکش ہیں۔

خوجی۔ جی یہی کوئی دو مہینے سے۔

ذات شریف۔ احاہ دو مہینے سے! اور اب تک چانڈو والے کی

تو حضرت نے تڑپے ایک غزل تصنیف فرمائی۔ ذرا نیچے گا۔
دیکھئے کس دھوم دھام کی غزل ہو۔

بیشیم در سحر گاہان گزاری گم گرا
بیوے نیکو مش خشم عمر قند و بخارا
کیا بآہو فریب اگر داری غمیتان
کنا رآب کنا باو و گلکش صدارا
بحال تیرہ بریان حسن و نہ فریب
چنان بردست از دل کہ ترکان خانان
چہ آرا بی بیشک و غم خراش را فابودہ
بزرگ بوخال خط چہا روز یارا
بلو ہر سار وصف خوشہ انکو نقلے
کہ بظلم تو افشا نزلک عقد ثریا

اتنے میں دریا سے ایک دیو کا بچہ مگر بچہ منہ کھولے ہو نکلا اور
چھٹا اور غراب مولوی صاحب پر چکت دیا۔ اور گھسیٹتا ہوا لچلا
وہ تو کئے ہم سب دور پڑے اور خوب گاؤں زور بیان ہوئے اور مگر مجھ
اور صرم سا اور مولوی صاحب اور صرم نہ اور صرم میں یہ بلا کہ صرم
لاکھ لاکھ جن کیے مگر وہ ننگ مولوی صاحب کا آدھا ہاتھ نہ چاٹا
کر گیا اور حضرت نیم ٹر ملارہ گئے۔ اب ان حضرت کو ڈاکٹر خانے
لیجئے تو وہ ان آپ کہتے کیا ہین کہ جناب ڈاکٹر صاحب کچھ ایسا بندہ
کیجئے کہ رگ سے رگ اور پیچے سے پیچا مل جائے بڑے کھاؤں ہین
صبح کو چارپانچ باقر خانیان اور پکا تین سیر گوشت اور شام کو
ٹوہائی سیر حقن تلے کا دودھ۔ اور دن بھر کیا جانے انہم کیا
بھٹسا کرتے ہین زمانے میں صد ہا واقعات عجیب گذرے۔
مرد ٹوٹو ہو گئے۔ گھوڑے ٹوٹو ہو گئے۔ ہاتھی چھڑ ہو گئے۔ اونٹ فخر
ہو گئے۔ مگر ہمارے مولانا نیم ٹری بنے رہے۔

آزاد گریہ کتب سٹین ملا
کار طفلان تمام خواہد شد
خوجی۔ واہ رے مکتب خانے۔ لاجل ولا۔

سیان آزاد اور خوجی آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہین کہ ایک شخص
اپنے دروازے پر کھڑا ہو اور کہہ رہا ہو کہ

زنان باردارا سہرہ ہیار
اگر وقت ولادت مار زانید

آزاد۔ سنا بھائی خوجی۔
خوجی۔ اجی ہان سب سنا۔ یہاں اسوقت انیم کی پڑی ہو
اور آپ کو اور ہی سو جیتی ہو۔

آزاد۔ کیوں شیخ صاحب یہ رباعی آپ یوں ہی پڑھ رہے ہین
یا خدا نخواستہ کوئی وجہ خاص ہو۔

شیخ صاحب۔ حضرت عمر بھر میں خدا نے بس ایک لڑکا دیا
وہ ایسا ناہنجار پیدا ہوا کہ بس کچھ پوچھتے نہ ہین یہاں چودہ کوس
پر نوکر ہون صاحبزادے کو جو پانچ روپیہ کی ضرورت ہوئی تو اپنے
یہ فقرہ چت کیا کہ گھر میں روتے ہوئے گھسے اور کہا کہ ہاے بابا
چل بسے چلیے رونا پینا چ گیا اسکی ماں کا برا حال ہوا کہ بیوہ
ہو گئی اس فقرے سے آپ نے دس روپیہ اٹیٹھے کہ جاتا ہوں
ایا کی لاش لے آؤں۔ جب میرے پاس پہنچے تو دیکھتے ہی
پٹنے لگے۔ میں نے کہا خیر تو ہو۔ بولے کہ امان چل بسین۔ آج تجا
ہوش اٹو گئے کہ ننھے ننھے بچوں کو اب کون سنبھالے گا۔ میں تو
اسوقت سوار ہوا اور اسے کہا کہ اسباب لے کر آؤ۔ اپنے اسباب
کے بھی کوڑے کیے اور خوب گچھڑے اٹائے میں جو گھر میں داخل
ہوا تو شب کا وقت۔ پکارتا ہوں کہ کنڈی کھولو کوئی سنتا ہی ہین
اور سنتے ہین تو کنڈی نہیں کھولتے کہ یہ تو مر گیا تھا اب قبر سے
کیونکر بھاگ آیا۔ کوئی تو کہتا ہو کہ خبیث ہو کوئی بھوت پرت بھٹا
ہو۔ آخر کار آدمی نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا تو گھر میں سب بکا
بکا اور سب نے مل کر رونا شروع کر دیا۔ میں بنی بوڑھی بیوی کو
یا کر کے بے اختیار رو دیا تو وہ کہتی کیا ہو۔

بیوی۔ اچ تم تو مر گئے تھے۔ یہ آئے کہاں سے کیا نام بد دل ہو گیا
میں نے کہا تم مر گئی تھیں یا میں۔ اب مجھ سے اُنے دھڑکی پڑی ہو

دکان ہی نہ معلوم ہوئی۔ ساری عمر گلستان پڑھی مگر اتنا بھی نہ سمجھے کہ زلیخا زن بود یا مرد۔

آزاد۔ واہ استاد گلستان سعدی اور یوسف زلیخا جامی کا پیوند تو خوب لگایا۔

ذات شریف۔ واہ واہ۔ جاے استاد خالی نیست۔

آزاد۔ بہت ہی خاصے۔ خالی نیست کی ایک ہی کمی۔

ذات شریف۔ جو میں فرماؤں وہ سنئے گا۔

آزاد۔ بسم اللہ آپ عرض کیجئے۔ آپ کا اسم مبارک۔

ذات شریف۔ رئیس تو میں اسی شہر کا ہوں مگر میرا اسم مبارک لوگ رونق بیگ پکارتے ہیں۔

آزاد۔ سبحان اللہ اسم مبارک پکارتے ہیں اور آپ اپنے منہ

آپ رئیس ہیں واہ میان محمد اور اسم مبارک اپنے نام کو کہنا

آپ ہی کا کام ہے۔ چلیے بس اب سلام ہے۔

ذات شریف۔ حضرت آپ ہی لوگوں کی صحبت میں تو بندہ بھی

بیٹھا ہی کہیں سے ویسے گھس گھس دن میں ٹھننے کا اتفاق نہیں ہوا

جی ہاں۔ ذری را تا سمجھے رہے گا۔ بندہ حقیقت میں زبان دان ہے

آزاد۔ اجی آپ در حقیقت میں زبان دان ہیں بلکہ فی الحقیقت کے

بیچ میں آپ زبان دان ہیں۔

خوجی۔ آپ واللہ نری خالص باتیں کرتے ہیں۔

عدالت متصفیٰ میں بیوی دلا پانے کا مقدمہ

آدمیت اور شہی علم ہے کچھ اور چیز

کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی نہ

یک من علم را وہ من عقل باید در نہ۔ سہ

نہ تحقق بود نہ دانشمند چار پائے ہر دکتا ہے چند

پڑھے آدمی چاہے کم۔ لیکن جو کچھ پڑھے اس پر غرض ضرور کرے

وہ مجھے پریت سمجھتی ہے۔ اور میں اسے چڑیل سمجھتا ہوں خیر آخر کار ان

کھلا کہ صاحبزادے کی ہم دونوں کے حال پر عنایت تھی۔ اب سنئے

کہ موک نے ہمارے سب یاروں کو ستونگ کہہ دیا کہ تبا کو تو گتے

نے کاٹا ہے۔ ذری سمجھ بوجھ کر جاسئے گا۔ کچھ دوست تو مارے خون

کے نہ آئے اور جو آئے بھی انکا حال سنئے کہ دروازے پر آواز دی۔

میں باہر گیا جھپٹا کہ بغل گیر ہوں وہ پتیرا بدل کر کھڑے ہو گئے

کہ خبردار ادھر نہ آنا۔ میں بڑھتا ہوں وہ ڈنڈا سنبھالتے ہیں۔

آخر کار معلوم ہوا کہ یہ بھی صاحبزادے کی نوازش ہمارا حال پر

تھی خدا یا تو اولاد ہی ندے اور یا دے تو سعید و رشید۔ اسنے

ہمارا ناک میں دم کر دیا۔

میان آزاد اور خوجی اس داستان کو سن کر آگے بڑھے۔

آزاد۔ کیوں یا سچ کہنا کیا کیا باتیں معلوم ہوتی جاتی ہیں۔

خوجی۔ جی ہاں۔ مگر اسوقت انیم کے زلے سے بڑا حال ہے۔

کہیں سے انیم ملے تو جان میں جان آئے در نہ اب یہاں بھی

چل چلاؤ ہے۔

آزاد۔ لت بھی کیا بڑی چیز ہے۔

یہاں سے جو آگے بڑھے تو ایک حضرت ذات شریف سے

ٹھہر بھڑھوئی۔

ذات شریف۔ آپ دونوں صاحب کیا کہیں باہر آئے ہیں

خوجی۔ اجی یہاں کہیں چائڈو یا انیم کی دکان بھی ہے۔

ذات شریف۔ بہت ہی خاصے۔ کیا لکھنؤ میں کان چھوڑا

علیک سلیک سب بالاے طاق۔ آتے ہی نیون در چاندو

کی فکر ہوئی۔ بھلا کتنے روز سے آپ اس شہر میں فروکش ہیں۔

خوجی۔ جی یہی کوئی دو مہینے سے۔

ذات شریف۔ احاہ دو مہینے سے! اور اب تک چائڈو لے کی

یون تو میان ٹھو بھی حق اللہ پاک ذات اللہ بنی جی بھیجی کی پٹ لگاتے ہیں تو گھنٹوں زبان ہی بند نہیں ہوتی لیکن اس آدیت تھوڑا ہی آسکتی ہو علم و فضل کا شوق تو اسیر کی خاصیت رکھتا ہو مگر چاسویں واسن خوب کہہ گئے ہیں کہ۔

زمین شور سنبھل برنیارو	در و تخم عمل ضائع گردان
نکوئی بادران کردن چنانست	کہ بد کردن بجای نیک مزان

تو وجہ کیا۔

پرتو نیکان نگر دہر کنیاوش بہت تربت نا اہل را چون گردگان گرفتار اور جو عالم با عمل نہیں وہ چرخ ہو جسمین نام کو نور نہیں مل جی نہیں ذرا بھی سرور نہیں۔ مشوق چہ چین آن نہیں۔ قالب چہ چین جان نہیں۔ پھر علم سے فائدہ کیا۔ ملحد مرتد زندق دہریہ بھی تو اکثر بڑے علما و فضلا گزر گئے ہیں ہر عالم با عمل نہیں ہو۔

جس پاس عصا ہو اُسے بھی گتے

خیر آدم بر سر مطلب۔ میان آزاد دنیا سے دون کی بچھائی فریوس کرتے تھے اور خوجی منہ پھلائے ہوئے انیم کی جان کو روتے ہوئے جاتے تھے چلتے چلتے عدالت کے قریب پہنچتے تو وہ چل پل کہ میلا لگا ہوا ہی خوبچے والے پکار رہے ہیں گلاب ریوڑیان دہی بڑے مصالحو کے مٹر ٹرائیک طرف ساقی چلمین بھر بھر کر مشکبو دھوان ہمار پلار اہی۔ سامنے لکڑ والا مارے جتے جائے ایک ایک دو دو کر راجی وکلا جڑی بڑی سندیلین دیے فوق البطرح جوڑے پھر کائے اومر اوچو گھوم رہے ہیں کوئی ڈکڑی پر سے اُترا اور دکن کر کے داخل کسی گھٹی روکی در غراب گواہ گھر میں موجود۔ اہل مقدمہ مور و منج سے زیادہ کوئی نیم کے درخت کے سایہ میں ہری ہری دوب پر سو رہا ہو۔ کوئی سبزہ بیگانہ کو اپنا مسکن بنائے بیٹھا جینا چار باہم کوہ سحر بے فکرین جھوٹ بیٹھے۔ یون بات نہائیے۔ دلیل ہم سے

کڑے کڑے سوال کرے گا تو ہم کہہ دینگے کہ ہمیں یا د نہیں ہم نہیں جانتے میان آزاد اور خوجی بھی ٹٹتے گئے تو خوجی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دکان پرانیون جھڑا جھڑک رہی ہو یا چین کھل گئیں۔ مرادین مل گئیں۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جاتے ہی ایک گنڈا ڈن کان پر چینکا لاؤ انیم جلد لاؤ۔ یا واسطے خدا کے دیر نہ لگاؤ۔ کل سے پریشان ہوں لیتے ہی گھولی اور گھولتے ہی غٹ غٹ۔

خوجی۔ اب آنکھیں کھلیں۔

آزاد۔ یون نہیں کہتے کہ اب آنکھیں بند ہوئیں۔ خوجی۔ کیوں اُستاد جو ہم حاکم ہو جائیں اور کرسی پر بیٹھے اور اجلاس کرتے ہوں تو بات بات پر ڈگریاں دین اور بات بات پر ڈمس کریں۔ اور جھٹی انیمی اگر کسی کو قتل بھی کر آئے تو مردود ہی ہو اپنے حساب جو سزا دے۔

آزاد۔ تو پھر نکالے بھی جلد جائے۔ گردن پھٹی کی ناپی جائے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے دوست کو ساتھ لیے ہوئے ٹٹلتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ (راجی ہمیں اپنی جوب اختیار ہیا نہیں) اُنکا دوست کہتا ہو کہ ہاں ہاں بیشک آخراپ کو نہیں تو کیا مجھ کو آپ کی بیوی پر اختیار ہو تمھاری جو رو۔ پھر اختیار کس کو ہوگا۔

خوجی۔ (آزاد سے) حضرت اُنکا نام بھی جان لگو دن کی نہرت میں داخل کیجیے۔ خبر اول کے گھاٹوں میں حضرت کو بھی شامل کیجیے سنا بھی آپ نے۔ یہ فکر ہوئی کہ اپنی بیوی پر اختیار ہو یا نہیں واہ ری عقل ذرا ان سے دو دو باتیں تو کیجیے گا آپ کو واللہ۔

معلوم ہوا کہ وہ صاحب کلرک ہیں اور دوسرے حضرت وکیل کلرک کی بیوی اپنے میکے میں ہیں۔ حضرت پہنچے کہ جوڑ کو کھڑو اس کے خسر والد نے کہا کہ کبھی ہم ہندو دھرم میں آج ایک سات

اچھی نہیں ہو ورنہ تامل کرو پرسون لیجانا حضرت اگر نیکوئی ان
اور وہ بھی نیم ٹریس بگڑ کھڑے ہوئے کہ چاہے اور میری نیا ادھر ہو جا
ہم بھی بھی لیجانا دیکھو اور ایک تو کوڑا کر لیا دوسرے نیب چڑھا
یکلرک صاحب تو ہوا کے گھوڑوں پر سوار تھے ہی۔ وکیل نے تو
اُسے بڑھکے آزاد۔ اچھی کیسی باتیں کرتے ہو۔ داغ نہیں دیتے ناش
آج ہی ناش کرو۔ واہ اچھی دل لگی نکالی ہے۔ بیوی تمھاری اور
دعویٰ رکھو کوئی اور ہو۔ مال عرب پیش عرب۔ تمھیں شرم نہیں آتی
کہ جو روپرتا ہی بس نہیں چلتا۔ لاجل ولاقہ۔ ایک چلو پانی تم
ایسوں کے لیے کافی ہے۔ انھوں نے جو غیرت دلانا شروع کی تو
وہ گھامڑ آدمی اور بھی تیز ہوئے اچھی کیسی ساعت۔ ساعت کی
ایسی تھی اگر نیکوئی بڑھکے ساعت کو مانتے تو خدا کی مار ہم پر۔
آزاد۔ ہاں ہاں اور نہیں تو کیا۔ ساعت چہ منی دار و حضرت یہ
سب ضعیف الاعتقاد آدمیوں کی باتیں ہیں۔ تربیت یافتہ لوگ
ساعت و اعت کو ذرا تو مانتے نہیں۔ مگر یا ایک بات تو چھیٹے
چاہے تم نہ مانو۔ تمھارے خسر تو اگلے وقتوں کے لوگ ہیں تمھاری
بوڑھی ساس کی توجہ پر صدمہ ہو گا جو تم بے ساعت اکیلی باری
لڑکی کو لیجاؤ گے۔ پھر ورنہ تامل ہی نہ کرو جس بات کی جہالت ہے
کہ مانتے ہی نہیں فرض کیجیے آپ زبردستی اپنی بیوی کو لے گئے تو
نتیجہ۔ بیوی کو الگ بچ ہو گا۔ اور آپ کی سسرال والوں کو الگ
قاعدہ یہ ہے کہ جب لڑکی اپنے والدین کو طول دیکھے گی تو خود بھی
مغموم ہو جائے گی پھر بچہ دے کر بیوی کو آپ لائے بھی تو کیا اور
دو ہی دن کا تو واسطہ ہو یا کچھ اور ناحی ٹھانین ٹھانین کرتے ہو۔
وہ دن خاموش ہو رہا ہو۔ تیسرے روز کھٹ سے اپنی بیوی کو لیجانا
کلرک۔ مین نہ مانو لگا۔ آج ہی لیجاؤں۔ ابھی بھی ہی دم نہ
نورا ویر نہ ہونے پائے۔

وکیل۔ آپ تو خود دیر لگاتے ہیں۔ ایک دوپہ لکھ کر دن
داغ دد کہ لالہ سب قدر و عافیت بھول جائیں۔
خوجی۔ اچھی کیوں گمراہ کرتے ہو کسی بھلے مانس کو۔ آپ تو دانش
خوب بندھے نظر آتے ہیں۔
آزاد۔ آخر ورنہ میں بھلا کیا ہونے گا۔
کلرک۔ (وکیل سے) آپ لکھئے عرضی۔
وکیل۔ لیجیے۔ ابھی لیجیے۔
بعدالت صاحب منصف۔
جاگیش سنگھ تو مچاٹ ساکن چارپور پیشہ نوکری مدعی
بنام
نانک رام قوم جاٹ ساکن فچپور۔ پیشہ مہاجنی۔ مدعا علیہ
دعویٰ واسطے دلا پانے زوجہ کے۔
میں مدعی عرض رسا ہوں۔
۱۔ کہ بتایا ہے ۳۰۔ فروری ۱۹۳۲ء میری شادی مسماۃ شکرہ دیا
صبیہ نازک رام کے ساتھ ہوئی۔
۲۔ ۳۱۔ ستمبر ۱۹۳۲ء کو مسماۃ مذکورہ یعنی وہی کھنڈ ویزو جی میری اور
صبیہ نازک رام کی مہاجن اپنے باپ کے گھر گئی۔
۳۔ باوجود وکیہ میں خود اُسے برا کرنے آیا تاہم اُس زوجہ میری کے
باپ نے اُسکو رخصت نہ کیا اور کہا کہ ساعت اچھی نہیں۔ ورنہ
تامل کرو لہذا عدالت سے چارہ جو ہوں کہ حتیٰ تہی دار رسد عنہ پکار
کترین فدوی حقیقت حال عرض کر لیا امیدوار مغفرت ہو کر گئی
بھی مجھ شوہر زوجہ کے عدالت سے صادر ہو۔
یہ دعویٰ و دعویٰ کی عرضی وکیل صاحب نے لکھی و نہت اکرے
ہوئے میان آزاد کو سنائی تو آزاد ہنستے ہنستے لوٹ گئے۔
خوجی۔ دعویٰ واسطے دلا پانے زوجہ کے۔ پوچھیے آپ کی بیوی کو

کس نے کیا ہے۔ اور یہ دل لگی دیکھیے گا کہ ماشاء اللہ نصیب سے
عرضی لکھی ہے۔ اسی بھکاری (زوجہ میری کے بانی) وہ اس آرڈر کے
صدر تھے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ صبیحہ نانک رام کی مہاجن۔ کیا
ترکیب ہے۔ سجان اللہ اس زبان دانی کے قربان۔

آزاد۔ اور عندا لپکار تو دیکھیے۔ عربی و ہندی لفظ کا اچھا پیوند
لگایا پھر کمترین فدی اس بڑھ چڑھ کر۔ غرض کہ جیسے ویلے سے
موکل دونوں طرفہ بھونجے۔ خوب گذرے گی الخ۔

خوجی۔ حضرت بڑی خرابی یہ ہے کہ زبان دان ہے تو انگریزی خوان نہیں
اور انگریزی خوان ہے تو زبان دان نہیں۔ یہ دونوں انگریزی میں ملحق
ہیں خصوصاً یہ وکیل صاحب تو شہرہ آفاق ہیں گریس لمبی داڑھی ہے
دیکھ لیجیے۔ اور فارسی خاک نہیں جانتے واللہ مجھے کیا ہنسی آتی ہے
جب حضرت نے لکھا کہ امید وار مغفرت ہے۔ معقول۔ امید وار مغفرت ہو تو

بھئی کسی پیر پادری یا گرو جی کے پاس جاؤ۔ عدالت بھی کیا کچھ دلو
مغفرت ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ ڈگری جی مجھ شوہر زد کچھ بہت جیسے
شوہر زد کی ایک ہی کہی۔ کوئی اس دن دان اتنا تو چھپے کہ زوجہ
کے سوا کسی اور کے بھی شوہر ہوا کرتے ہیں۔ لاجول ولاقوہ۔
خیر یہ عرضی لکھ کر وکیل اور موکل دونوں عدالت منصفی میں پہنچے
منصف صاحب کو دیکھا کہ موچھوں کو تاؤ دے رہے ہیں۔

دونوں نے جاکر اکرٹے ہوئے سلام کیا۔

منصف صاحب۔ (عرضی پڑھ کر) افسوس آپ پر تربت
یافتہ ہو کر اور ایسی حاجت کے مرگب ہو۔ لاجول ولاقوہ۔ مفت
بکار شیطان بھلا غور تو کیجیے کہ دو دن کے لیے آپ نے بے سمجھے بوجھ عرضی
دیر ہی۔ شریف کے لیے گڑ جانے کا مقام ہے۔ آپ کو شرم نہیں
آتی آپ کے خسر بیان ایک مشہور اور نام برآوردہ آدمی ہیں
آپ کو آپ نے مفت میں ذلیل کیا اور خود بھی ذلیل ہو یہ صلاح کس

وانشہد نے آپ کو دی۔

خوجی۔ یہاں دانشمند کے معنی ہوتوں جن صاحب نے صلاح
دی وہ ایک کلامہ تری سر پہ چائے وہ سانسے کھڑے غم غم
سُن رہے ہیں۔

منصف۔ میں نے جو کچھ کہا وہ سچ کے طور پر کہا ہے ورنہ عدالت
تو انصاف کرے گی۔

وکیل۔ آپ ان باتوں کے معتقد ہیں۔

منصف۔ کن باتوں کے۔

وکیل۔ یہی ہیں۔

منصف۔ بہت ہی خوب۔ کوئی ہے۔ ذرا ڈاکٹر صاحب کو
بلا لاؤ اسی صاحب کیا یہی۔

وکیل۔ ساعت بد اور ساعت نیک۔

منصف۔ ارے بھئی یہ میں تھوڑا ہی کتا ہوں کہ عت کی

پابندی تمہارے موکل پر فرض ہے۔ مانا کہ یہ پیرانے کرم خوردہ خیالات

ہیں۔ مگر دو دن کے لیے نالاش کرنا سسر سے لڑنا جو رو دلا پانے کی

عرضی داغنا جہالت ہے یا کچھ اور شریف کے لیے تو ڈوبنے کا مقام ہے

ہاں اگر انکے خسر اپنی لڑکی کو بالکل جانے ہی نہ دیتے۔ انکو خانا داد

بنانا چاہتے تو آپ پر فرض تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے داد خواہ

ہوتے مگر دون کے لیے اس قدر ذلت اٹھانا آپ ہی کا کام تھا

وکیل۔ ہم تو آج ہی لیجا بیٹے۔

منصف۔ (جھڑک کر) منصف صاحب۔ عرضی واپس کیجیے۔ ۳

فردری تاریخ غلط ہے۔ فردری تیس دن کا آج تک مہینا ہی نہیں ہے

منصف۔ اور ۳۱۔ ستمبر بھی لکھا ہے۔ ستمبر ۳۱۔ دن کا مہینہ لیجیے

انہی عرضی بد لکھ دیکھیے۔ کل غید کی چھٹی ہے۔ پرسون شریف لائیے

وکیل۔ آپ لوگ نانک رام کا جنبہ کرتے ہیں۔

منصف - کیا فرمایا آپ نے کیا اور پھر کیے۔ وہ اب عدالت سے بھی آپ واقف ہیں۔

وکیل - میں توج کے طور پر کہتا ہوں۔

منصرم - حضرت یہ اکھڑ پین ہر مقام پر نہیں چلتا۔ آپ ایسے لائق و فائق آدمی سنجیدہ اور تربیت یافتہ اور یہ گفتگو۔ افسوس۔ آخر کس صحبت میں بیٹھے ہیں آپ۔

وکیل - چلیے کسی صحبت میں ہم بیٹھے ہیں اس آیکو کیا مطلب۔

موکل - میری اچھی مٹی بلیڈ کی آپ نے کل چٹھی ہو پرسوں اتوار اور نرسون تو خضر لدہ بہادر خود ساتھ کر دینے کا اقرار کرتے ہیں پھر مجھے فائدہ کیا ہوا۔ واہ اچھی صلاح دی آپ نے۔ اور یہ ۳۳ فروری کیون لکھ گئے اور ۳۱۔ ستمبر کے کیا معنی ہوئے۔ واہ بندہ نواز۔

آزاد - (خوجی سے) دیکھیے خواجہ صاحب وادہ ایسے ہی حضرت انگریزی خوان کو بہ نام کرتے ہیں۔ یہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ انگریزی خوان وحشی ہوتے ہیں اسکی سی معنی ہیں۔ پوچھیے آپ نے عرضی بھی لکھی اور اپنے آپ کو بھی مطعون کیا اور سسرال بھر کو اپنے سے خلاف کر دیا اور خلیا کیا ٹائین ٹائین فش۔ اور بیوی الگ ٹھنے دیگی کہ تم بہت باتیں تالاش جڑو گے تم سے ذری بات کرتے خوف معلوم ہوتا ہو۔

خوجی - اچی یہ انکا قصور نہیں۔ یہ ان حضرت کی عنایت ہو۔ **آزاد** - انکا اسمین کیا قصور۔ اسے بھی ایک شخص تالاش کرنے پر اُدھار ہی کھائے ہوئے ہوئے آخر کوئی نہ کوئی وکیل ہوتا۔ اُنھوں نے کہا کہ اور کوئی کیون ہو ہم ہی مستعد ہیں۔

راوی - اب خرابی تو یہ ہے کہ پراسے فش کے لوگوں کے کچھ اور ہی خیال ہیں اور نئے فش کے لوگ کچھ اور ہی سمجھتے ہیں پھر فرمائے دونوں باہم نے کہ نہ کر اب۔

اگر درہر دو جانب جاہلانہد اگر زنجیر باشد بگسلانہد

اور جو ایک طرف گرم دوسری طرف نرم ہوں تو بات بن جائے۔ نوجوانان انگریزی خوان پر فرض ہے کہ بڑھوں کے ہر امر اور ہر بات میں الجھنے پر کریں آپ لاکھ جتن کیجیے وہ اپنی ہی کیے جائینگے تو دجہ کیا انٹی انٹی برس کے جو خیال ہے ہیں وہ کہیں دم کے دم میں مٹ سکتے ہیں اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کسی پودہ کے آدمی پرانی و قیاسی باتوں کو اتنا صدا نہ لکے خواہ مخواہ تسلیم ہی کر لیں لاحول ولا قوۃ۔ وہ دلیل اور برہان کے بغیر کچھ بھی نہ مانینگے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ بعض حضرات ان امور میں عقل کو بالکل معطل کر دیتے ہیں عقل سے بالکل کام ہی نہیں لیں جو ہم میں وہ مانو چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے لاحول ولا قوۃ۔ اسکی پابندی کر چکے ع۔ میں خیال ستو محال ست وجون + اس زود ہوا اے مقدمہ میں بیشک کلرک اور اسکے لائق وکیل کی رائے صائب تھی کہ ساعت کسی مگر غلطی سقد ہو گئی کہ جوانی کے جوش میں آکر دوون کیے نالاش کر بیٹھے موکل صاحب بنی وہی کلرک پھر میان آزاد سے مخاطب ہوئے۔

کلرک - آخر آپ سخت سست کلمے کیون زبان نکالتے ہیں ہم جانیں ہماری جو روحانے آپ کہاں کے میر فیصلی بنے ہیں۔ **آزاد** - مانو تو نہ المراء۔ نہ مانو اپنی راوہا کو یا کرو۔ اگر شرف المخلوقات ہو تو بہائم و وحوش و دود و دام نہ بن جاؤ۔

کلرک - اشراف المخلوقات آپ ہونگے۔ یا آپ کے باپ ہونگے۔ ان کو اشراف المخلوقات کون کہے گا بھلا۔

آزاد - سبحان اللہ۔ پھر شرف المخلوقات کون ہو۔

کلرک - گدھا ہو۔ اور کون ہو۔ کھلی ہوئی اور بنی بنائی بات ہے۔

خوجی - (منہس کر) واہ اُستاد۔ تم ہی تو ایک گروہ کے ہوا نہیں **آزاد** - یہ کس گروہ نے پٹی پڑھائی ہے۔ کسی بیعت کی ہے آپ نے

کلرک - ہمارے اُستاد شیطان۔ دیکھ لیجیے۔ خدا نے لاکھ لاکھ اصرار کیا کہ سجدہ کر اسے نہ مانا۔ مستقل مزاج آدمی بات کا وحشی تھا

آزاد کیا شیطان بھی آدمی ہے۔

کلرک۔ آدمی کا آدمی اور فرشتہ کا فرشتہ۔

آزاد۔ تو بلکہ معاف فرمائے۔ بس میں ہاں آپ جیتے۔ آپ بھلا
بجٹ کون کرے۔ گھر سے کو آپ اشرف المخلوقات بتاتے ہیں حضرت
شیطان رحیم آپ کے ہادی ہیں۔ آپ سے خدا بچائے۔

کلرک۔ قبلہ سینے۔

اپنی جگہ توب کو ہر دھوکا مرومی میدان کارزار میں ٹھہر تو مرومی

آپ فقرے پر فقرے چست کرتے تھے اور بندہ سونے کے چپ چاپ
بیٹھا تھا مگر اب بولے تو دیکھیں وہ جواب و نذران شکن دون کہ آپ کے
دانت ہی کھٹے ہو جائیں۔

ایک نخل و ایک فضول خرچ کی حالت کا مقابلہ

میان آزاد خانہ بر باد کو چین تھما کہ ایک جگہ دودن بھی تھما

چلنے میں آندھی روگے اچلا چال کہ توبہ ہی بھلی جو کہیں مس پانچ دن

جہم کر رہا ہوا تو گویا شہر کاٹے کھاتا ہو چین ہی نہیں آتا۔ خوبی نے

بڑھ کر مقرر انکے بھی ولی کھنگر سا تھا چھا ہوا۔ اپنے اپنے رنگ میں نون مست

میان آزاد کی طبیعت کچھ ایسی گھبراہٹی کی گئی تھی کہ اس کی دھن مائی

اور انھوں نے قسم کھائی کہ بس اب سیدھے بدھ کی چلیں گے ذرا توقف نہ کریں گے

سوچے کہ اللہ اکبر اتنے دن ہو گئے اور انجانہ دربارہ گھوم رہے ہیں

نوا صاحب کے دربار دربار میں ڈٹے ہوئے ہیں کہیں ریلوے اسٹیشن

پر مصروف ماتم ہیں کہیں کسی درویش سے کلمہ بکلمہ مشغول جنگ بجٹ

کر رہے ہیں کہیں کسی فقیر کی کٹی میں برہا اڑا رہے ہیں۔ یا ٹیکس پر

بیٹھے رنگے سیاروں کو صلواتیں سن رہے ہیں۔ خوبی درجنی صحن میں

جس شہر میں پہنچے پہلے ہی نگر موٹی کہ انیم کی دکان کمان ہو۔ انیم کتنے سیر

ہوا کہ کس مزے سے حضرت چنیا بیکم کا نام زبان پر لاتے تھے اور پیسے ہی

گن گنتہ آفتابی ہو جاتے تھے گھولی اور ریشہ خلی ہو۔ ڈیا گھولی اور

باچین کھل گئیں۔ میان آزاد کبھی کبھی نکتہ دق کر کے بے ڈیا کو چھپا کر

تھے۔ ایک ہر بس قیامت کا سامنا تھا۔ آنکھوں اشک جاری ہو کر

بقیہ راری اور گریہ دزاری۔ واہ یہ کمان کی دل لگی نکالی ہے۔ اچھی

دل لگی ہے۔ اس کسی دن ہر ہی نڈا لو کہ بس پھر پھر کو چھپتی ہی ہو جائے

نفر روز کا جھنجھٹ کیوں رہے۔ آزاد کتنے کہ بھی تم تو اڑٹی جڑ مالک پر

ہو معقول۔ ابھی کیا ہے۔ ابھی تو ہوا سے لڑو گے۔ بھلا میں انیم کو لیکر کیا

کر تا یہاں اسکی صورت سے نفرت ہو دیکھیں جیب دیب میں دیکھیں۔

اتنا سنا تھا کہ ج۔ سمند غیظ پہ اک اور تازیانہ ہوا۔ جیب دیب میں ہونے

مہم کو بھی کوئی نوٹ اقرار کیا ہوا تھی بڑی ڈیا اور جیب میں کھپوں کیا

سوئی ہی پار لائی کا دانہ ہو اور اوپر سے آنکھیں دکھاتے ہو۔ واہ وا

اچھی دل لگی ہلائیے لے بس لائیے۔ دل لگی ہو چکی۔

جب کبھی میان آزاد کا جی گھبراتا تھا تو خواجہ صاحب کو چھوڑ دیتے

تھے بس ایک دنہ کوک دیکھے پھر دل لگی دیکھیں۔ اور چھڑ کر چکے

ہو رہے۔ پھر گھنٹوں نئے نئے سُر سنا کیجیے۔

آزاد۔ بھئی خوبی۔

خوبی۔ خوبی کہیں اور رہتے ہونگے۔

آزاد۔ ارے بھئی خوبی بندگی عرض ہے۔

خوبی۔ کدہ رنگا۔

آزاد۔ آپ تو نقال ہو گئے میں دیکھتا ہوں۔

خوبی۔ صحبت۔

آزاد۔ ہم پر آپ کی صحبت نے رنگ نہ جایا ہوں انیم پیسے کا

شوق نہ چڑایا۔

خوبی۔ قسمت۔

آزاد۔ اب کہو اسوقت کیا مانگتے ہو۔

خوبی۔ تمناعت۔

آزاد۔ یہ تو یار اس قبر کی بکرت ہو چہ آپ ٹیپے تھے ہننے تو پہلے ہی
کہا تھا کہ کسی دلی شہر ویش حق آگاہ کی تربت ہو ٹیپے اور پاس
ہوے۔ اب پانچون گھی مین اور سرکڑا ہی مین اور دھڑ ہو
تو جی۔ پوست کے کیفیت مین۔

آزاد۔ خوب۔ اور روح؟

تو جی۔ انیمون کی ٹکڑی مین منڈ لار ہی ہوگی۔

آزاد۔ جو نسبت کتے کو بڑی و چیل کو بوٹی و ربلی کو چھپڑون سے
ہو وہی نسبت آپ کو انیم سے ہو۔

تو جی۔ اب کیے چلنے دینے کی بھی فکر ہے۔ یا تلی کے خواب مین
چھپڑے ہی چھپڑے نظر آتے ہین۔

آزاد۔ اب چلیے بس۔

تو جی۔ مگر دو ایک مقام اور دھڑا راہ مین ایک مقام اور دھڑا راہ مین ایک مقام
آزاد۔ یا آئی ایک لفظ کہتے ہو اور اٹھا رہا مقام کی دھن۔

تو جی۔ مطلب یہ کہ بیٹی تک بس دو ہی ایک جگہ مقام ہو باقی کچھ
آزاد۔ بس اب کوچ بولا تو بولا۔ مقام چہ معنی دارد۔

تو جی۔ بسم اللہ کر کیے۔

آزاد۔ بسم اللہ چلیے آئیے۔

میان آزاد اور تو جی بات کی بات مین ریل کے اسٹیشن پر پہنچے
تھوڑی دیر تک ٹھلا کیے تو سنا کہ ابھی ریل چھٹنے مین دو گھنٹے ہین اٹھنا بل
وقت باقی ہر نا حق جلدی کی۔ مگر خبر۔

آزاد۔ ارے میان ابھی دو گھنٹے ہین۔

تو جی۔ پھر کوئی دن سے نشانے پر پڑے۔ چاہے اس پار ہو جائے
مگر ایک انگل کیا معنی ایک چاول بھر بھی فرق پڑے تو کیا بھائی

ریل پر جب آئے دو گھنٹے پہلے۔ اب آپ تو مال کی حفاظت کیجیے
بندہ ذری پیک کر انیم تو لے لے۔ بس گیا اور آیا چکی تچا جاؤن

اور یون آؤن چکی بجا کر۔

آزاد۔ اب تو آپ چکیون پر اڑانے لگے۔

میان تو جی تو ادھر فریم لانے لپکے اور آزاد اسٹیشن پر ایک ایک کا
جائزہ لینے لگے۔

آزاد۔ (ایک ہندو مسافر سے) رام رام بھائی رام رام۔

ہندو۔ (مسکرا کر) سلام صاحب سلام۔ تمنا ہے ہو اور رام
رام کہتے ہو۔

آزاد۔ ارے بھائی۔ خدا اور رام ایک ہی تو ہے۔ یہ تو فقط عقل و
سمجھ کا پھیر ہے۔

ہندو۔ ہاں صاحب ہی تو ایسا ہی۔

آزاد۔ کہاں جاؤ گے ٹھاکر۔

ہندو۔ گاؤن یہاں سے پانچ چوکی ہے ہم تو بہر سے یہاں ٹیپے
ہین رات کا اٹھے۔ نہاد۔ پوجن کیا۔ ستو بانہ بھا۔ ٹھنڈے ٹھنڈے

یہاں آئے گئے۔

آزاد۔ کتنے گاؤن مین تمہارے۔

ہندو۔ ای بھو راب یو سمجھو کہ کوئی دہائی تو ہکا کھرچ کھرچ کے
بچ رہت ہین۔

آزاد۔ اور یہ گاڑھے کی دھوتی اور گاڑھے کی میزائی تمہاری
قسمتون مین ہے۔

اتنے مین آزاد ٹپکتے ہوئے او طرف چلے تو آواز آئی کہ دارے میان
یہ کیا بھسا کو بھر گئے ہو ہم سے یہ دو سیر خیر الو اور اچھا موٹا تو ابھی

میان آزاد چھپے پھر کر جو دیکھتے ہین تو اللہ اکبر یہ تو کوئی بڑے زمین مین
بھئی۔ اور یہ تو ہم تب ہی سمجھ گئے تھے جب دو سیر کی فرمائش ہوئی

تھی۔ ایک سرخ زین پوش بڑے تکلف سے بچھا ہوا ہے۔ اور ایک مسافر
کروڑ کے ساتھ متمکن ہین۔ جادانی کا کرتا ادھی کا انگر کھا۔

تین روپیہ کی سفید ٹوپی سر پر کچ رکھے ہو کوئی دوڑھائی سو کی گھڑی جیب میں اور اسکی طنائی زنجیر زیب گلچیت گھٹنا ڈانٹے ہوئے جیسے بگلے کا پر۔ قریب چار پانچ سفید پوش اور بیٹھے ہیں اور ایک ایرانی سے فارسی میں گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ زبان دان فرشتے اڑا رہے ہیں۔ یہ لوگ بس بے بے کہہ دیتے ہیں اور جو کوئی لولا لنگڑا فقرہ بولے بھی تو بے تکا ایک منشی صاحب نے یہ محسوس کیا۔

واغٹا بھونٹو چند درائی بخروش کہ بیاد چمن خلد می ساغر نوش
گیرم آخ ہر نفس و لیکن منوش کردہ ام تو بہرست صدم بادہ فروش
کہ دگر سے بخورم بے رخ بزم آرائی

ایرانی۔ بارک اللہ این مال شہاست۔
منشی صاحب۔ بے بے۔ اشعارست۔ این اشعارست
ایرانی۔ ہرچہ بغیر دوست بوجہ ست۔
منشی صاحب۔ بے بے۔

راوی۔ اب فارسی کی ٹانگ نہ توڑیے معلوم ہے کہ آپ بے بے جانتے ہیں اور ایرانی کو سکھاتے ہیں کہ اشعارست۔ این اشعارست بہت ہی خاص فارسی بولنا فرض ہی کیا ہے۔ نہیں بول سکتے تو خلت ہی منور ہو۔ اُردو ہی میں گفتگو کرو۔ ورنہ یہ بے بے کب تک کیے جاؤ گے اور ایرانی ایک ستاد وہ بھی تار کٹے کہ یہاں سب گو کہے ہی گو کہے بیٹھے ہیں بس بے بے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

منشی صاحب۔ جناب شنیدن کنند کہ۔
راوی۔ ان واقعہ پڑکا دیا۔ بعضی اس شنیدن کنند نے پھڑکا دیا لوٹن کبوتر بنا دیا۔ شنیدن کنند یعنی سنیں۔
ایرانی۔ (مسکرا کر) جناب گفتن کنند بندہ شنیدن می کنند آزاد۔ (ہنس کر) و بندہ نیز خندیدن می کنند۔
ایرانی۔ آزاد کی طرف مخاطب ہو کر) کیستی تو کیستی۔

آزاد۔ بابا غلام فصحاے خاک پاک ایران زمین۔ درویش عزت نشین ننگ انام آزاد پرست نام۔
ایرانی۔ (خوش ہو کر) بیا دزدان نشین (میر صاحب کی طرف مخاطب ہو کر) حالاً گفتن کن۔ بندہ شنیدن می کند۔
منشی صاحب۔ پدر ما۔ وہ پدر من۔ لا حول ولا قوۃ راوی۔ (چھپے خلف الرشید پیدا ہوئے کہ باپ ہی کے نام پر لا حول پڑھنے لگے۔ ہونا رہا۔ شاہباش عہد عزت و زرباد کہ انہم نیت ست منشی صاحب۔ پدرم۔ (اگے آیت)۔

ایرانی۔ (تمتہ لگا کر)۔
پدرم روضہ رضوان جہد و گندم بفرخت
ناخلف باشم اگر من بچوے نفرو ششم

منشی صاحب۔ (بہت خوش ہو کر) او کہ حافظ جی مدین اشعار گفتند آدم بود و پدرم۔
ایرانی۔ (مسکراتے ہوئے) آدم بود و پدر شاعر مکین منشی صاحب۔ مجھے خاک نہیں مگر بولٹھے بے بے۔ آزاد۔ واہ رے تیرے بے۔ وہ انکے پدر ریزہ گوار کو خر مکین بنا رہا ہے اور آپ بے ہی بے کرتے جاتے ہیں اور یہ حافظ جی کی کتنی کمی ہے واللہ حافظ شیراز کو حافظ جی آج تک کسی نے نہ کہا تھا۔ اور چلے ہیں اہل زبان سے فارسی بولنے۔

بت کرین آرزو خدائی کی | شان بھیری کبریائی کی
منشی صاحب۔ پدرم زبان خود را تراشید و در گوشہ مقام نشستہ بود۔
ایرانی۔ (بہت ہی ہنس کر) زبان خود بریدہ کیجئے نشست مگر دیوانہ بود۔

آزاد۔ پاگل خانے بھیج دیجیے۔ کوئی ان منشی صاحب بوجھ

کہ اس لغویانی کی ضرورت ہی کیا تھی بھلا۔

منشی صاحب - پدرم امروزہ اگرہ عرف اکبر آباد دست و
چا صاحب آمدند۔

ایرانی - (آہستہ سے) ع مارا چہ ازین قصہ کہ گاؤ آمد و خرفت
آزاد۔ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

منشی صاحب - جناب میدانہ کہ بوشیرہ چہ معنی دارد
ایرانی - (غیر ہو کس چہ می برسی بوشیرہ)۔

منشی صاحب - (زمین پر کوٹے سے لکھ کر بیان طور بوشیرہ)
ایرانی - بوشیرہ - لقب حضرت علی ست۔

منشی صاحب - بے بے بے - خطاب ست - قافی در بیان
شما شعر خوب خوب و عمدہ عمدہ میگوید۔

ایرانی - قافی مرد۔

منشی صاحب - سعدی ہم مردیانہ۔

ایرانی - نام سعدی شیرازی بفصاحت زندہ است۔

منشی صاحب - در بخار دمان تہی را انگور میگویند - تہی چہ معنی دارد
ایرانی - تہی در ترکی صند و قچہ را گویند۔

منشی صاحب - بے بے - و کمر را سنج نمودن چہ معنی دارد۔
ایرانی - کمر سنج کردن کنایہ از اندک توقف کردن سے۔

چونستین گہمت ست و خرابم کردی | کمرے سنج نکردم کہ کبابم کردی
منشی صاحب - ساس را ساس میدانی - ساس در زور جہل
میگویند - خوش دامن برائے این صحیح ست یا غلط۔

ایرانی - خوشدامن - تراشیدہ فارسی و نامایان ہندوستان ست
و بہ ایران ماما در زن و مادر شوہر گویند۔

خیر ایرانی تو رخصت ہوے اب میان آزاد نے پوچھا کہ
حضرت اسم مبارک۔

رئیس - خاکسار کو محمد منور علی کہتے ہیں۔

آزاد - دولت خانہ۔

رئیس - غریب خانہ ایک قصہ میں ہے بیان سے کوئی پانچ کوس پر
میرے دیہات ہیں - کچھ زمینداری ہے - سیر ہے۔

میر صاحب - آپ بڑے رئیس ہیں سو روپیہ ہوا سی ہونے
رہتا ہے چار بھائی ہیں - دو چار بھائی ہیں وہ تیس تیس روپیہ

پاتے ہیں - پچاسون نوکر چاکر آدمی سواری۔

آزاد - یہاں تو بطریق سید و تفریح آپ آئے ہونگے۔

میر صاحب - نہیں کچھ روپیہ قرض لینا تھا - سو مہاجن جو روپیہ
سیکڑا سود مانگتا ہے۔

میان آزاد نے منشی صاحب کو اشارے سے بلالیا اور الگ
بجا کریون ہم کلام ہوے۔

آزاد - حضرت روپیہ قرض لیجیے تو ہمارے ہی ذریعے سے دستی
بیس ہزار پچاس ہزار لاکھ دو لاکھ جتنا کہیے مگر جاگیر قرق کرالینگے

اور چار روپیہ فی صدی لینگے۔

منشی صاحب - واہ نکال دو روپیہ پوچھا اگر آپ اک چودہ ہزار
دوا دین تو بڑا احسان ہو۔ اور سود چاہے پانچ روپیہ سیکڑا لیجیے تو کیا

پر وہی - سود دینے میں تو ہم آدمی ہیں۔

آزاد - بس مل چکا یہ سود کی کیا بات چیت ہو بھلا - سود کیا معنی ہم
کہیں سود لیا کرتے ہیں - منافع نہیں کہتے - سود ابڑے وہاں سود دینے

والے بٹکے آئے خبردار اب سود کا لفظ زبان سے نہ نکالنا ورنہ تم جانو گے
منشی صاحب - اچھا حضور منافع سی۔

آزاد - سی - یہ سی کیا معنی - اور یہ تو بھلا کہ سو روپیہ بے غش
پاتے ہیں تو پھر چودہ ہزار قرض کیوں لیتے ہیں - اللہ اللہ ایک دو

نہیں چودہ ہزار ایک دم سے لا حول و لا قوہ۔

منشی صاحب۔ پیرومند۔ آپ تو کوئی پردہ نہیں ہوسپاتے ہیں اور پانچ سو مینے میں اڑاتے ہیں عمدہ کھانا کھاتے ہیں۔ باریک اور قیمتی کپڑے پہنتے ہیں پھر ذی مروت اتنے بڑے کہ سائل بھی محروم ہی نہیں جاتا جس سوال کیا خوش خوش گیا۔ اور ریاست کی بودباغ میں ہر کوٹھیاں بنوائیں بنگلے بنوائے گھیاں اوسے گھوڑے یا بون خریدے۔ پھر یہ سب آئے کہاں سے۔ بنک سے لیا مہاجروں سے لیا اس سے لیا آسٹ لیا۔ اب چودہ ہزار کے پیسے میں آگئے۔ اب کوئی ٹنگا نہیں دیتا جسے مانگتے ہیں وہ ہوتا تاجا ہی۔ کوئی تیا تاک نہیں۔ رہی سہی سا کھڑو تین ڈگریوں سے اور بھی خاک میں مل گئی چلیے۔ ع۔ نے غم وز و زخم کالا۔ اب دیکھیے نہ۔ یہ تو حالت ہو گئی جزا و دو سیرادھوان ہمارے اڑ رہا ہے۔ اور چار پانچ حضرات ساتھ ہیں۔ صبح و شام دو وقت چالیس پچاس آدمی دسترخوان پر کھاتے ہیں اور ایسا ویسا کھانا نہیں کہ دال ماش اور چائیاں نگل لیں۔ مرغین۔ اشرفی لقمہ پھر یہ آئے کس کے گھسے بھلا۔ سو ہی کی تو اوقات کی سو روپیہ کی کیا باطل۔ آپ کہیں سے دوادین تو بیٹا رہے ورنہ کشتی اب ڈوبی اور اب ڈوبی اور عرقاب خاک تھا نہ ملیگی۔

آزاد نے اس تقریر کو سنکر کمال افسوس کیا اور سوچے کہ کفایت شعاری کو بھی خدا نے کیا ہی شرف دیا ہے۔ اس فضول خرچی سے خدا سمجھے کہ اسے انسان بن دیا ورنہ تو وہ بھی ایک کا بھی نہیں رہتا اور جہان اسکی طرف انسان مائل ہوا پس پھر اس سے بچنا محال ہے۔

نورے بدر طبعیہ کہ نشست | **نرو و جز بوقت مرگ از دست راوی**۔ اب اُن ٹھاکر صاحب اور ان صاحب کا مقابلہ تو کیجیے۔ وہ بھی زمیندار یہ بھی زمیندار۔ وہ گاڑھے کی دھوئی درگاڑھے کی میرزائی پر قناعت کرتے ہیں اور یہ شریقی اور جامانی پھڑکاتے ہیں وہ ڈھائی تے کا کٹر توڑ چرودھا گنوار ہی جوتا پہنتے ہیں یہ پانچ روپیہ

کی چمکتی دکتی اوگی وہ بھنوری یا پالک درپنے کی روٹی کھاتے ہیں۔ یہ دو وقتہ شیرمال در باقر خانی اور مرغ پلاؤ بہتہ لگاتے ہیں۔ وہ گئے گز کی چال چلتے ہیں۔ یہ زمین پر قدم ہی نہیں رکھتے ہوا کھٹوٹوں پر سوار ہمارے نزدیک دونوں پر ٹھکار۔ وہ کجوس۔ یہ فضول خرچی خیل خیل وہ روپیہ کو دفن کیے ہوئے ہیں یہ روپیہ لٹا تے پھرتے ہیں ہاے خیر الامور اوسطہا کے مفہوم پر کوئی نظر نہیں ڈالتا دونوں میں مصیبت ہیں۔ وہ کھانا نہیں سکتے تو یہ بچا نہیں سکتے۔ افسوس افسوس دونوں کے افعال ایک دوسرے کے خلاف۔ اور دونوں مرکز متعلق سے قدم باہر نکالے ہوئے۔ ٹھاکر سے کوئی اتنا کہ کٹھا کر صبا۔ اب ساٹھ کے پیسے میں ہو دس پانچ برس دل دہیے تو جیسے۔ یہ ستر ستر اور جبرائیل نفس پر کیوں گوارا کرتے ہو۔ کہ چٹری جائے مگر دھڑی نہ جائے جان جاتی رہے مگر کٹا نہ نکلے۔ لاجول دلاقوہ۔ اب بوڑھے ہو کھاؤ اور کھلاؤ۔ اور ان حضرات کو کوئی اس قدر تو سمجھا کہ میان چوٹی تھوڑی سے ڈوبی ہوئی ہے آخر کچھ فکر بھی ہو یا آنکھ بند کیے روپیہ ہی لٹائے جاؤ گے خواب غفلت تاکے۔ اب زمینداری گھوما ہی چاہتی ہے پھر وہ مصیبت پریگی کہ عمر بھر نہ بھولیے گا۔

لیکن ارباب خرد اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ ٹھاکر لاکھ محسوس کجوس محسوس بد بخت سہی مگر ان سے بدرجہا اچھا ہے۔

پری پریلین ملک مہر شٹ کی حیا پر در ملی و ز کور کی پالٹری

مہر سپرہ نور دی دسپہر مہر کوچہ گردی میان زاد خانہ بر باد اور اُنکے زندہ دل و صافی مذاق رفیق بالتحقیق میان خوبی نے بادل شاد ملک مہر شٹ یعنی دکن کی بھی سیر دیاحت گئے ہاتھوں کر لی قیقل منسو و میان آزاد خانہ بر باد کو ایسا بھایا کہ بے اختیار زبان چال اور لسان مقال سے یہ شعر خوجی کو سنا یا۔

زفری تا بقدم ہر کی کہ نے گرم | کرشمہ امن لک سیکر کہ جانیست

اگر فردوس بر روی زمین ست	گلیم ما تو از عشق ہر دو سوختہ ایم
یون تو اس مقام دلپذیر کی ہر ایک شے بے نظیر پائی لیکن یہ وضع کو سب سے زیادہ بھائی کہ پردے سے مستورات کو اصلاً کام نہیں چادر و برقع کا کہین نام نہیں شریف زادیان حجاب و اللہ و اللہ بے برافگندہ نقاب مگر انکھوں میں حیا و آرم نہان چتون سبکی اور شرم عیان تمام شہر حسن و جمال کی کان ہے ملاح و صبا کی جان ہے یہاں کی کچھ اور ہی آن بان ہے۔	تو آپ بالکل آزاد آدمی ہیں مگر اپنا یہ مقولہ ہے۔ قدم ہر دوں نہادہ بن نزل خوش یار سرگرم حیا من ادب آموز نگاہ یون تو ہر ملکہ دہر رسمی مشہور ہے مگر تہا سے ملک میں تو کیا ہیں اور بالین تک پردہ کرتی ہیں نہ کہ شریف زادیان صاف اللہ ایک قدم تو بے پردہ کے جاتی نہیں کیا مجال شرم آشنارگ رگ میں حیا ہے چون بنید آن بت شرم آشنا آئینہ دار صورت بیکانہ داند از حیا آئینہ دار
ساریاں زیب تن ہیں مصروف سیر محبت میں آن لڑائے ٹھکان لی کہ ٹرکی سے واپس آئے اور بس یہاں ہی بستر جایا تمام ہندوؤں میں بس یہی ملک نمونہ باغ نسیم نظر آیا۔	آزاد۔ ارے میان نقاب کو شرم اور حجاب کو آرم سے کیا دیکھا حیا آنکھ کی سی بڑھکر حجاب ہی نہیں اس پاک نظریں بہتر نقاب ہی نہیں حیا دل میں جیسے بوبرگ گل میں یا سرور بادہ دل میں یاور ہمار ملک ہمار خاص وطن لوت و مانوس میں تو پر کا کا نام نہیں جیسے عرب میں ٹرکی میں روم و شام میں سب جگہ یہ رسم کا فور ہے دیے ہی ہمارے ہاں بھی مگر ہندوستان کا تو بابا آدم ہی نرالا ہے۔
خوجی۔ کیون میان یہاں تو کچھ عجیب رسم ہو جی یہ بڑی بڑی شریف زادیان ہنڈھ کھولے پھرتی ہیں اس مطلق العنانی کے مددے دانش کیا آزادی ہو لاجول و لا قوہ شرم و حیا سب بھون کھائی آزاد۔ اور سنیے آپ لاجول پڑھتے ہیں کیون صبا لاجول پڑھنا کیا معنی پردہ کیسا پردہ ڈھکوسلے کا نام ہے عرب میں عجم میں افغانستان میں مصر میں مراکومین ترکستان میں کہیں بھی پردہ ہے میان پردہ آنکھ کا داکے دل میں حیا اس طرح مکھنوں کی جیسے اسرا تلب میں مکھنوں ہے۔ ای نادان کہین برقع سے پاکبازی آتی ہے کہیں چادر حیا کھاتی ہے جہاں گھونگھٹ کا ٹھٹھا اور نظر پڑے گی۔ قمار بازوں کی آنکھ لڑنے لگی۔ اور بعض اوقات۔	خوجی۔ آپ کا ملک کون خراسان ہو آخر اس آپ کے خاص ملک کا نام تو سنوں۔ آزاد۔ کشمیر جنت نظیر خدا آباد رکھے کون کشمیر وہ کشمیر کشمیر کا شہر عذری شیرازی کہ گئے ہیں۔ ہر سوختہ جانے کہ کشمیر و آریہ از بیکہ کند جذب طوبت خطر نشینیت گرم مرغ کباب ست کہ یا بال و پر آریہ گر کا سہ چینی زہا پر حیر آریہ
بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد اگر باز کنے مادر مادر باشد لیکن گھونگھٹ سے آخر فائدہ ہی کیا ہے گھونگھٹ پر انسان کی نظر پڑی ورنہ شرم کی کیا ہے۔	وہاں ہندو مسلمان سب کی مستورات محذرات صرف برقع پوش نکلتی ہیں یا زرا ہاتھ سے چہرے کو چھپا لیا۔ مگر یہ مرض نہیں ہے کہ عورت گھر کے باہر قدم ہی نہ رکھے۔ یہ تو ہندوستان ہی میں عارضہ پھیلا ہے تو حجب ٹرکی سے واپس آئیگی۔ پس یہاں ہی بستر جائیگی اور حسن آرا کو
نیم موٹی نقاب از چہرہ بزدار	نئے آید خوشم این لن ترائی

ساتھ لے کر مطلق العنانی اور آزادی کے ساتھ ہوا کھانگے صبح و شام
اُس گلفام نازک اندام کو بفل مین بٹھائے نگہی پر ہوا کھارہے مین ہر
چمن اور تاشاے نسرین و فترن کے مزے اڑا رہے ہیں۔

خوجی۔ یاریات تو خاصی ہو مگر مجھ نجوس کی تو بیوی بس لائق ہی
نہیں کہ ہوا کھلانے لجاؤں۔ اور اپنے آپ کو مفت مین ہوسواؤں۔
اور اُتو ہواؤں اور اپنے اوپر آواز سے کسواؤں۔ اول نواب بوٹھی
ہو مین مجھ سے کوئی دوا و ایک اور تین چار برس بڑی ہی ہونگی۔
آزاد۔ رہنس کر یا رقم بھی و اللہ بس غیر اول کے بیوقوف ہی رہے بھلا
سجست یافتہ آدمی کی زبان سے کبھی یہ بوج فقر و نکلے گا کہ بیوی مجھ سے
چار برس بڑی ہو۔ عمر بھر نوابوں کی صحبت مین رہے مگر بات کرنی
تمیز نہ آئی نہ آئی۔ باقی رہا ہوا کھلانے کی نسبت۔ آپ کی زوجہ
محترمہ سیاہ نام مین اور اُنکے کائے منہ سے آپ جھپٹے مین ہوا
کھلانے مین مضائقہ ہی کیا ہے۔ آخر ہرج کی کیا بات ہے۔

خوجی۔ جی جب حاش جاؤنگا تو وہاں ہوا کھلاؤنگا۔ بھائی اتنا نہیں
سمجھتے کہ آخر کیا مجھے گتے نے کاٹا ہو جو بیٹھے بٹھائے جو رو کو گلی کو چوٹیں
ہنڈواؤں و اہ اجھی صلاح ہے۔ آپ نئی روشنی کے لوگ مین آپ کی
حسن آرا کے آپ سے زیادہ نفیس خیالات مین اور پھر خرا کے فضل سے
دونوں میان بیوی جوان دونوں خوشخو۔ دونوں قوسل بردہ دونوں یوگم
و فصل سے آراستہ۔ دونوں نوخیز و خواستہ جو دیکھے بھڑک جائے لکھیا
چاند سوچ کی چڑی ہو۔ رعب حسن کوئی نظر نہ اٹھاسکے ایسی شکل و
سیرت ہو تو مضائقہ نہیں ہم اب کیا دلولہ دکھائیں۔ وہ جوش ہی
نہیں۔ وہ خروش ہی نہیں۔ وہ اُمنگ کجا۔ وہ ترنگ کجا۔
وقت پیری شباب کی باتیں | ایسی مین جیسے خواب کی باتیں

آزاد۔ حسن و جمال تو واقعی سحر کا اثر رکھتا ہے جان کسی بت جاو
جمال یا شہری خصال کو دیکھا اور بس انسانی روح و جگر کرنے لگی۔

رگ دل پر تیر نظر نشتر کا کام کرتا ہو۔ لیکن نیکی و پارسائی بھی لربانی
کے ساتھ ضرور ہی کمالات ذاتیہ اور پارسائی سے شریف و زودین کو فرما
اور خیالات بلند و طبع ارجمند سے مشین ہونا چاہیے۔ اگر عورت
صرف حسین ہی حسین ہوئی تو کیا۔ مگر ہندوستان مین عورتوں کو
پر دے ہی مین رہنا چاہیے۔

اتنے مین کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ملج و وجہ شیخ و تنگ خاتون مبارہ
ایک فقر و تنگ پر عجب بانگی اداس سے بیٹھی ہوئی عین بازار مین گھوڑا
دوڑاتی جاتی ہو اور تلی کر حیرت جان کا دھوکا ہوتا تھا سیکڑوں
بل کھاتی ہو ایک ایک قدیم پرچکتی جاتی ہو۔ میان آزاد نے آئی
فتبارک اللہ احسن الخالقین بڑھ کر خوجی سے کہا کہ سچ کہنا یا رکشتا
اچھا انداز ہو۔ سجان اللہ۔ پس اسطرح پیاری حسن آ رہی تھی ہندو
سوار ہونگی۔ اسوقت اُس بت پندار گان بان کو بھی ملاحظہ
فرمائے گا اور ہی عالم ہوگا و اللہ وہ جو بن ناز پری کا ہنر ہوگا
خوجی۔ بھئی سچ ہی ع۔ بسیار سفر باید تا پختہ شود رخاے و اللہ
سفر کے مزے اب عمر بھر نہ بھو لینگے۔

آزاد۔ ہم کہتے ہیں بوادر عفران کو بیاہ لو اور کوئی ٹھوٹے رو۔
بس اسطرح وہ بھی بازار و مین ہوا کھائیں۔ لوگ پوچھیں
یہ کون ہو تو کہیں میان خوجی کی زوجہ مقدسہ ہیں۔

خوجی۔ بس رہنے دیکھی ہماری بیوی ہوا کھائیں اور ہمارا
اور اپنے باپ کا نام بد کریں۔ اور یہ زعفران کون ہے۔ ارے تو ہوتو
یاد آگئی حضرت معاف فرمائیے۔ وہی زعفران نہ جیسے اپنے شوہر کے دھوکے
مین ہماری کھوپڑی گنجی کر دی تھی اور مارے چپتوں کو دکھلایا تھا
د اپنے کان پکڑ کر خداوند بچائیو۔ اور شرآفات سے محفوظ رکھیو۔
پیچ پی ہزار نعمت کھائی۔ چھوڑ دے بلی چوہا لٹھور اسی ہو کر جیسے گا۔
یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ تین کم سن لڑکیاں عجیب ناز و اداس

تھم رکھتی ہوئی ہاتھ میں ہاتھ ملائے بائیں کرتی چلی جاتی تھیں اور دوشریف زادے سانے سے آتے تھے۔ جب وہ تینوں گلبدن غنچہ بہن دو خیزہ جمیلہ حسینہ اور یہ دونوں نوجوان ایک مقام پر ایک دوسرے کے قریب پہنچے (جیسا بعض اوقات ہر فرد بشکو اتفاق ہوا ہوگا) جس طرف یہ جائیں اسی طرف وہ جائیں یہ بھی اور وہ بھی گھبرا گئے وہ دائیں بڑھتی ہیں تو یہ بھی دائیں بڑھتے ہیں اور وہ بائیں کے رخ جاتی ہیں تو یہ بھی۔ ایک منٹ تک یہی نقشہ ہاتھوں کنواری بیماری لڑکیوں کا جو بارہ بارہ برس کی تھیں چہرہ سُرخ ہو گیا اور ان کے بشرے سے شرم آو و غصہ کچھ کر یہ دونوں جوان صالح سخت خیف ہوئے ایک نے آگے بڑھ کر اور گردن نیچی کر کے آنکھیں جھپکا کر کہا کہ بہن معاف کرنا ہم نے دیدہ و دانستہ ایسا نہیں کیا۔ ایسا راہ میں اکثر اتفاق ہو جاتا ہے معاف فرمائیے گا تم تینوں میری چھوٹی بہن ہو۔ اس فقرے سے ان تینوں کا ملال دور ہو گیا اور بانٹارہ چشم اُٹھوئے جواب دیا کہ ہم نے معاف کیا۔ میان آزاد اور خوجی دونوں نے بغور دیکھا۔

آزاد۔ کیوں سچ کہنا چہرے سے کیسی سچی شرم و حیا برتی ہو۔ کیا عجب ہو کیا داب ہو۔ اور ان جوانان صالح کو دیکھا کہ اپنے ملک کی منزخاتوں کو کس عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر اعتدال سے زیادہ آزادی بھی فضول ہو خوب یاد رکھو جن ملکوں میں پردہ نہیں ہاں آزادی کے ساتھ نیکی بھی زیادہ ہو۔ میان پردہ دل کا ہو۔ عورت اگر یہ ہو تو لاکھ پردوں میں سے نکل جائیگی۔ ہاں زیادہ مطلق الٹنی بھی عورتوں کے لیے نازیبا یہاں سے بہتی چلے۔

میان آزاد کا مہمئی میں داخل ہونا اور خوجی کا ایک گہرا لڑیل عورت سے عشق میں عقل کھونا

اور پھبتی کیا کہوں بن لنگور سے اور اسی منٹ واؤ میں باز آئی خرمکھنور سے چرخ چنبرین لاکھ چرخ کھائے گردون گردان ہزار گردش میں آئے۔ زمانہ کروڑ جن کرے کہ جشی ماورزاو افیونوں کے مسلم الشیوہ استاد میان خوجی سادو سلا پیرا تو کرے کیا بجل۔ اودھر کی دنیا چاہے اُدھر ہوجا مگر خوجی اپنے آپ ہی نظیر بنے رہینگے۔ غصہ تو انکی گھٹی میں تھا۔ بات ہوئی اور تنگ گئے۔ ذرا کسی سے جھوڑ ہوئی اور چتون پرسل گیا اور قرولی تو بات بات پر نکلتی تھی۔ کنجڑن سے تکرار ہوئی اور چھینڈون پر فرضی قرولی حضرت تیر کرنے لگے بڑ تصاب کئی بار چھینڈون پر چھری چلی سی قرولی بھی کسی کم دیکھی ہوگی جسے غصہ یا نور فرمایا اور کیری ہوئی نوابی وند اتنی قرولیاں ہوں ملتا کہ لاش پٹرنے لگتی۔

الغرض میان آزاد اور خوجی ہر شے کے ککے بھٹی میں آئے۔ جب مہمئی میں داخل ہوئے تو شہر پناہ کے پاس دونوں میں دو دو چوچین ہو گئیں۔ آزاد۔ چلو کسی اچھی سی سرا میں چلا کر سیرالین۔ خوجی۔ کتنے والے اور چلنے والے دونوں کی ایسی تھی۔ کیوں مجھ ہی وعدہ پورا کرتے ہو۔ وہ قرولی تو خریدتے ہی رہے اور انیم کے لیے کبھی پورے سو لگے ٹپے نہ دیے۔ اب یہ وعدہ خلافی کرتے ہو ایسی تو ہم نے پہلے ہی قول لیا تھا کہ چاہے آسمان کی جگہ زمین اور زمین کے مقام پر آسمان آجائے مگر انجان ب سرا میں قدم نہ رکھینگے۔ سانپ کا نارس سے ڈرتا ہو۔ اُس دن کھار والے نے اتنی بے بھادگی لگائیں کہ بس ہمارا ہی سر جاتا ہو۔

آزاد۔ اچا اب دنیا بھر کی سراؤں میں کھمار ہی کھمار تو ہیں۔ وہ باتیں کرتے ہو کہ گدھوں کو بھی ہنسی آئے۔

خوجی۔ اچھا۔ تو اس شرط پر چلتے ہیں کہ رات کو کسی پیڑ پر سیرالینا۔

خوجی کی درگت

آزاد اور میان خوجی دونوں چلے تو سر امین کھٹ سے داخل۔
ایک کوٹھری میں جا کر میان خوجی تو مزے سے چھپرکھٹ پر دراز ہو کر
چارون شانے چت میان آزاد خانہ بر باو بھی دوسری کھٹیا پر بیٹھ ہو کر
خڑائے لینے لگے۔ خوجی انھی آبی دیند کمان میں کوئی دم آنکھ جھپکنے ہی
نہیں پاتی۔ آزاد نے تکیہ پر سر رکھا تو منہ ہاتھ باندھے آن موجود ہوئی
خوجی نے جو انکی یہ کیفیت دیکھی تو آپ ہی آپ کہنے لگے کہ ارے میان
آزاد گزر گئے۔ بیچارے خوب آدمی تھے افسوس بھی باتیں کرتے تھے بھی
نہاڑے۔ افسوس کہ از میانہ برخاستہ:

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کشیدہ قامت بلند بالاشیطان
کی خالہ سانے سے چمکتی دکتی ہوئی آتی ہے۔ مگر قد کوئی پورے سات فٹ کا
نصف انچ کم نہ ہو بھر زیادہ۔ آستینوں کی پٹنسی ہوئی مگر قی اور وہ جیتی اور
چھرتی۔ کہ لا مان بچا در سیر نیے سبران چین کو شرماتی ناز سے قدم چلاتی
ہوئی میان خوجی کی طرف آنکلی۔ خوجی نے اسکی طرف نظر ڈالی تو اسنے
ایک نیکی چتون سے انکو دیکھا اور انکھیلیاں کرتی ہوئی چلی تو حضرت
سیٹی بجائی اور سیٹی کی آواز سنتے ہی وہ انکی طرف جھک پڑی اور
پہچانم کرتی ہوئی کوٹھری میں دراتی چلی آئی۔ اب میان خوجی کے
حواس بپڑا ہوئے سوچے کہ اگر آزاد کی آنکھ کھل گئی تو وہ لے ہی
ٹوالینگے کہ اللہ اللہ اب آپ کو بڑے بڑے شوق چڑائے اور جو کہیں
وہ رکھ دے گئے تو پھر کچھ چھری کر ڈالینگے اور جس لمون اور نون ہی جا کر
رہ جائینگے اشارے سے کہا کہ ذرا جی ہستہ آہستہ بولائے کہ کیا ہنمہ سے کہو
کچھ سے کھیلونمہ سے بولو۔

خوجی۔ (منہ پر انگلی دکھ کر) چپ چپ۔

عورت۔ اے واہ۔ اچھے۔ کیا چپ شاہ کا روزہ ہے۔

خوجی (اشارے سے) میان آزاد سوئے ہوئے ہیں۔

عورت۔ انکا لحاظ کرتے ہو کیا باپ ہیں تمہارے۔

خوجی۔ (ہاتھ جوڑ کر) واسطے خدا کے چپ بھی رہو۔

عورت۔ چلو ہم تم دوسری کوٹھری میں چل کر کھٹیں۔

خوجی اور وہ عورت جیسے میان صاحب کا دل آیتھا چلو ایک

کوٹھری میں یوں چمکیو یوں ہونے لگیں۔

خوجی۔ آپ کا نام۔

عورت۔ کسیر۔

خوجی۔ دکان پر سچ کنا کہیں زعفران کی آشیرہ جان نہیں

عورت۔ اللہ جانتا ہو کتنے وجیہ جان ہو۔ اور خدا پاک کی تسکین

پاؤن پائے ہیں۔ مگر وارھی منڈ واڈالو۔

خوجی۔ (راکھ کر) ابھی کیا جوانی میں دیکھتا ہم کو۔

راوی۔ کیا خوب ابھی جوانی شاید پھر آنوالی ہو۔ کچھ اور پچاس کس

سن شریف پچاوشش تا زمر باین ریش فیض۔ واہ رے بڑا خفش۔ اس

عورت نے آپکو انگلیوں پر نیچا نا شروع کیا کہ ماشا اللہ کیا ہاتھ پاؤن

میں لیکن آپ سمجھے کہ سچ سچ۔ سمجھ ہی گئی تو اور بھی بھرنے لگے۔ اور

مشیت میں آنکر فرماتے کیا ہیں کہ ابھی کیا ابھی تو وہ دھمکی دیتے ہیں۔

بڑھکر جوانی میں دیکھنا کہ کچھ اور ہی عالم ہوگا۔ اب جنازہ پر جوانی کو

یاد کیجیے گا۔ ارے نادان کہیں آپ زندہ بھر جوین آیا ہو۔

عورت۔ ڈیل ڈول کتنا پیارا پایا ہو۔ اور کچھ سکھ سے کتنے دست

ہیں آپ کہ ماشا اللہ جی خوش ہو گیا۔ مگر وارھی منڈ واڈالو۔

خوجی۔ (دونوں بازوؤں کو پکڑ کر) اور جو میں درزش کروں تو

شیدی اندھو کو لٹاؤں۔

عورت۔ ذرا کان تو پھٹھٹھا ڈالو۔ شاباش ہے۔

خوجی۔ ایک بات کمون بڑا تونہ مانوگی۔

عورت۔ جو بڑا مانوں گی تو زرا کھوٹری سہلا دوں گی۔ چلو چلی

خوجی - رہا تھ جوڑ کر جان بخشی کرو تو کون -

عورت - کیا بھٹیاریے یا بھٹیاری یا کتنی کان لوگے آخر صاف
یہ جان بخشی کیسی - اچھا جو تھیں کتنا ہودہ کو - مگر وارثی صاف چٹا ہو -

خوجی - خون معاف ہو -

عورت - چپٹ لگا کر - ابے بھکوے خون کیسا -

راوی - ہات ترے گیدی کی لے اور لے گا - پڑی ایٹاٹے کی
واٹھ یہ تو زعفران کی ہمیشہ جان کی ہمیشہ جان نکلیں چپٹ بازی
ہونے لگی خوجی سر کی خیر نہاؤ جب نہیں تو اب سی -

خوجی - یہ وصول وھیپا شرفون میں بھلا کہاں جائز ہو -

عورت - شریف تھو موے کو کون گلوڑی سمجھتی ہو ڈوپی بھانیک کر
ایک اور چپٹ جائی - چٹاخ -

راوی - ہاں ابی البتہ چٹاخ کی واڈ کو بھی - کیوں ہم نہ کہتے تھے
کہ خوجی کے سر کی سلامتی نہیں جبین تو اب سی - ع - چور جاتے
ہے کہ اندھیاری پڑ -

عورت - آنکھیں کیا نیلی ملی کرتا ہو - پھوڑوں دونوں دیر
راوی - واہ واٹھ اچھی آنکھ پھوڑے آنکھ لڑائی - خدا جہنم خرم
حوادث سے بچائے جیم بھرن اُسے دیر وہ دانستہ میں آنکھ ہی پڑ لگانا
چاہا عورت کیا آنکھ پھوڑ لڑا ہو -

خوجی - اب ہمارا مطلب تو اس جھجھٹ میں خط ہوا جاتا ہو -
اب نے بناؤ کچھ مانگین تو دوگی -

عورت - ہاں کیوں نہیں دکان پکڑ کر ایک لڑا اور دو دوسرا
اُدھر کیا معے بولتے ہیں آپ چستان میں گجواتے ہیں -
خوجی - دگھرا کر ہم مانگتے ہیں کہ قول دو -

عورت - دیا -

خوجی - پھر مگر نہ کی نہیں سند وند -

عورت - نہ -

خوجی - میں کہتا ہوں پھر -

عورت - بسم اللہ -

خوجی - کتنا یہ ہو کہ - مگر کہتے ہوے دل کا پنتا ہو -

عورت - اب میں تم کو ٹھیک نہ بناؤں کہیں -

خوجی - شادی کر لو میرے ساتھ -

راوی - اہو ہو ہو - اریے واہ رے خوجی - اچھا شوق چڑایا

یہ جب ہی جوتیاں کھاتے جاتے تھے اور نکلتے نکلتے کانوں کان

خبر ہوئے گلاب خواجہ صاحب شادی کا شوق تو چڑایا - اب ذرا اُس

کشتی گیر کے بچے بھی تو کہتے جاتے وہ دیکھے دیو کی بچی سامنے ڈٹی کھڑی ہو گولا

دنگ ذرا اُسکے بچے اور ڈنڈیل تو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیے آکھو

بھینکے تو گیند کی طرح دوسکتے جاتے اور پھر تو ناپے آپ کی پونچھ نکل

اور وہ پورے سات فٹ ہو - اتنی بڑی لہنی عورت تو آنکھوں نے

دیکھی نہ کانوں سنسی - خوجی چار بالشت - وہ ہشت مشٹ خوجی بٹ پتہ

لا غورہ لچیم خیم - فرہ جسیم - وہ ڈنڈیل کشتی گیر یہ آج مرے کل دوسرا دن

مگر خوجی کی آنکھوں پر شیطان نے ٹپی بانہ ہو کر ٹپی پڑھا دی کہ بس

ساری خدائی میں حور ہو تو یہ ہو - اور دوران تصور ہو تو یہ ہو میان

خوجی کا اور اُسکا مقابلہ جیسے پڑے اور شہباز - یا مینی مرغ او طلاس

مناز - اور لطیف یہ کہ ابھی چنپائے گئے ہیں لیکن ایسے رکھجے کہ

بیاہ ہی بیاہ پکارنے لگے -

خوجی - تمہارے ساتھ بیاہ کرنے کو جی چاہتا ہو -

عورت - ای ابھی تم بچے ہو - وہ دوسرے دانت کاٹتے تو نے نہیں

بیاہ کیا کرو گے جھلا -

خوجی - واہ وا - میرے دو بچے کھیلے ہیں - ابھی تک انکے نزدیک

لو نہ ہے ہی ہیں ہم -

عورت - پھر اسکی نہ کیے۔ میرا بھی تو ایک بچہ کھیلتا ہے۔

خوجی - لا حول تو بس سات کیجیے۔

عورت - آگے نہ جانے میں۔ اتنا نہ سمجھ کر ابھی میں آپ بچہ ہوں
رگڑ کر ہی کیونکر ہو سکتی تھی بھلا۔

خوجی - سن شریف۔

عورت - بارہ اور پانچ کے ہوئے۔

راوی - کیا بھولی بنتی ہیں۔ جی بارہ اور پانچ باون ہوئے۔

خوجی - بارہ اور پانچ سترہ۔

عورت - پھر اس عمر میں کہیں لڑکا بھی ہوا ہے۔

خوجی - (دست بستہ) کہنا مانو نکاح پڑھو الو۔

عورت - کچھ کمائی دہائی تو نکال اور داڑھی منڈوا۔

خوجی - (دس روپیہ دے کر) لویہ حاضر ہو۔

عورت - دیکھو ن۔ اونٹ بھائی کے منہ میں جیرا۔ اچھا خیر۔

خوجی - لویہ پانچ اور لو۔ اسکے کپڑے بنوانا۔ گویہ پھیان اڑانا

میں زمین کا گز بجاؤنگا اور تم کو یکم بنا کر رکھوں گا۔

عورت - (کان پکڑ کر) ایک شرط سے شادی کر دوں گی۔

خوجی - منظور۔

راوی - این اچھی منظوری ہے۔ ابھی شرط سنیں ہی نہیں اور

منظور کر لی۔

عورت - صبح ٹھیکے سویرے نمودار میرے اٹھ کر مجھے جھک کے

سات بار سلام کرنا اور میں سات چپتیں لگاؤں گی۔

خوجی - اچی بلکہ اور دس۔

راوی - شاباش۔ حاتم ایسے ہی ہوتے ہیں بلکہ ادب سے کھوٹری

کچھ کرایہ کی تھوڑی سی ہی لا حول ولاقوہ۔ شادی ابھی منزلوں دور ہے۔

پہلی ہی منزل ہوا اور اسقدر سختی کے ساتھ قول لیا جاتا ہے۔ اور کھوٹری

سب کے پہلے ہی تاکی گئی۔

خوجی - (اُچھل کر) چاند سی بیوی پائی۔

راوی - چاند گنچی ہو گی۔

عورت - اچھا اسی بات پر ایک بچہ اور دائیں ہاتھ سے نکالو۔

خوجی - لویہ پانچ اور لو۔ تمہارے دم کے لیے سب کچھ موجود ہے

راوی - بجاہو۔ مال مفت دل بیرہم۔ نواب کا داروغہ سے رقم

کی رقم دھکا کر شیل لائے ہونہ۔

عورت نے جھپ سے میان خوجی کو گود میں اٹھا لیا اور

نیل میں دیا کیونکہ چلی تو خوجی ہی کپڑے لاکھ ہاتھ پاؤں مارے ہزار روپے

مگر اُسے جو دیا تو اس طرح بے چلی جیسے کوئی چڑیا رجا نورون کو پھڑپھڑ

ہوئے لے چھا اب سارا زمانہ دیکھ رہا ہے کہ خوجی پھڑکتے ہوئے جاتے ہیں

اور وہ کشیدہ قامت عورت جھم جھم کرتی ہوئی اور پھرتی کے ساتھ قدم

دھرتی ہوئی یہ گئی وہ گئی۔ ایک مقام پر تو خوجی بھاگ نکلتے کو تھے

مگر اُسے پھر چڑخٹو کیا۔

خوجی - اب چھوڑتی ہے یا نہیں۔ مگر داڑھی میں بچا ہی لوں گا۔

عورت - این! ہوش کی دو اکروڑو۔ میں اب عمر بھر تو چھوڑنا

نام لوں گی نہیں۔ ہم بھلے مانسون کی ہوسٹیاں چھوڑ دینا لیا جانیں بس

ایک کے سر ہو رہیں۔ بھاگے کمان جاتے ہو میان۔

خوجی - میان ابھی سے کیونکر ہو گئے۔

عورت - بس اب زیادہ ٹراؤگے تو میں اسی وقت سے چپت باری

شروع کر دوں گی رگودی سے اُتار کر بھلا تم بھاگ تو جاؤ۔

خوجی - یارو کیا اندھیر ہے میں کچھ قہری ہوں۔

عورت - (چپت دیکر) اور نہیں کون ہو تو آخر تو یہ کون۔ اب

کیا میں کہیں جانے بھی دوں گی۔

خوجی چپے پٹنے لگے تو اُسے بچے پکڑ کر نوپے بھاؤ کی لگائیں اب

یہ جھلائے اور غل چھپایا کہ کوئی ہو۔ لانا قروٹی۔ تماشا ٹی ہلا ری رگڑا
ٹھٹ کے ٹھٹ لگائے کھڑے ہنس رہے ہیں۔

ایک۔ کیا ہو میان کیا ہو کیا۔ یہ وہڑکیڈ کیسی۔

عورت۔ آپ کوئی تافضی ہیں۔ یہ ہمارے میان ہیں ہم چاہیں
چیتا میں چاہے دھپیا میں پھر کسی کو کیا۔

خوجی۔ واہ تو میان بس دھپیا نے ہی بھر کے ہیں۔

دوسرا۔ انکو نفل میں داب کر کمان لے چلیں۔

عورت۔ جدمر سینگ سمائے۔

خوجی۔ ہاے نہ ہوئی قر۔

کانسٹبل۔ کیا اقرولی۔ پہلے لینس تو دکھاؤ۔ پھر کوئی نکالو۔

ہو نہ مہارو گردن دا بے گورمان اٹھائے لیے جات ہوہ کوئی نکالت ہیں

تیسرا۔ ارے واہ رے بے غیرت بردانے دبایا اور دھپیا یا اور

تو دم بخود کھڑا ہو۔

چوتھا۔ تو حضرت کرے کیا۔ وہ ٹھہری پیچ ہتی ڈنڈیل۔ یہ بچا کر

ڈبلے پلے مرلی دی پھر اس دیونی سے عہدہ برا کیونکر ہو سکین

خوجی۔ بھائیو میری جان بچاؤ۔

لوگ۔ بیاہ کیون کیا تھا۔

عورت۔ میان بیوی کے جھگڑے میں آپ لوگ نہ پڑیں۔

خوجی۔ میان کون مردود ہو۔

عورت۔ تو مردود اور کون۔

خوجی۔ خدا کی ماریچو اسکے ساتھ نکاح بھی ہوا ہو۔

عورت۔ بھلا پھر میں یوں ہی انکو نفل میں دلوچ کرے آتی۔

لوگ۔ جیسے ملی اپنے بچوں کو نفل میں دبا کر گھر لیجاتی ہو۔

کانسٹبل۔ یا جیسے دالی بچوں کو گود میں لے کر تماشا دکھلاتی ہو

خوجی۔ یارو ذرا میان آزاد کو سرا سے بلانا۔

عورت۔ ہاں یہ کیسے اب آپکی کچھ اور نیت ہو۔

پھر گود میں اٹھا کر لیلی۔ مشک دریاؤ ٹھنڈا پانی مشک سے یا ٹھنڈا

پانی۔ تماشا ٹی اور بازاری اور حوالی موالی ہنٹے ہنٹے ٹوٹ ٹوٹ گئے

اور خوجی ایسے جھلائے کہ بوٹیاں نوچے ڈالتے تھے مگر قروٹی میان ہی میں ہی

لوگ۔ اجی بس جاؤ بھی عورت ذات سے جیت نہیں پاتے

بس غرت ڈبودی بالکل۔ لا حول ولا۔

خوجی۔ اجی اس عورت پر علی کی سنوار۔ یہ تو مردوں کا کٹی جاتی ہو

عورت۔ (جھلا کر) ہاں اکو سنے بھی لگے اب۔ اچھا۔

اچھا کر کے جو اسنے دبایا تو میان خوجی نے خوب غل چھپایا۔

خوجی۔ ارے یار دکیا شہر شلمہ ہو۔ ایک عورت ڈائن ایک بھلا نکال

مارے ڈالتی ہو اور کوئی بچ بچاؤ تک نہیں کرتا۔ یار وضاکے لیے بچاؤ

نہ بچاؤ۔ لیکن واہ رے میں داڑھی بچا ہی لی۔

اتنے میں میان آزاد جو بیدار ہوئے تو خوجی غائب غمہ لے کر

دیکھا اُدھر دیکھا اکین پتا ہی نہیں۔ خوجی خوجی خواجہ صاحب اجی خباب

خواجہ صاحب۔ این اجواب ہی نہیں دیتے۔ ارے میان کمان ہو۔ وہ ہون

تو بولیں۔ وہ تو بازار میں اٹھو کہ روزگار بن گئے ہیں بھٹیائے کما کہ

(میان خوجی بڑا کی طرف گئے تھے) میان آزاد بازار گئے کہ دیکھیں کیا

آفتا ڈپڑی دیکھا تو دنگ ہو گئے۔ لکار کر کما کہ چھوڑ دے۔

اسنے خوجی کو چھوڑ دیا اور سلام کر کے میان خوجی سے کما کہ حضور علی

انعام ہو امین بہر و بیامون۔ خوجی ع۔ کا ٹوٹا ہونہیں بدن میں

پچیس تیس روپیہ گئے اور اٹو کے اٹو بنے۔

ہمارے اوٹی موٹی خطا ہولا کو چہ کرد خانہ برباد میان آزاد اور

احق ماور زاد میان خواجہ صاحب گرتے پڑتے لب جھپ قدم دھرتے

چوٹ کھاتے ہوئے ہر کٹیل طرارے بھرتے بازار سے بھگتے تو شہر بھر کے

نونڈے لاڑھیے ساتھ پیچھے پیچھے تالیان بجاتے جاتے ہیں حضرت خوجی

اپنے حساب تو لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہیں مگر باچہ ماشا اللہ
عبدستان چین کی طرح پاؤں دھرتے ہیں کدوہری ہوئی جاتی ہے۔
اور خلق خدا قدم قدم پر پھبتیاں سناتی ہے۔

ایک بولا کو چٹا گل خیر و چاند سی بیوٹی چاند بھی کردی نالیوں
ہات تیرے کی۔

دوسرا تھمہ لگا کر کہتا ہے کہ اچھی بیوی پائی کہ گروہی کچھ کھوٹے
تیسرے گھڑے دل نے پوچھا کہ اوستا دکھو پڑی کی ب کیا کیفیت ہے
چوتھا بولا میان صندلی رنگ معشوق سے دل کیا ملایا کہ دردِ خویا
خوبی بیچارے کو راستہ چلنا دو بھر ہو گیا۔ جب نظر کھاتے ہیں اُن
کے چہرے چلتے ہیں پھبتیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ بیوٹی میٹھی می باتیں
بھی نمونے پائی یقین کر تلخ کامی نصیب ہوئی۔ دل ہی دل میں
سب کو صلہ دین سناتے اور چپکے چپکے کوستے اور بڑبڑاتے جاتے تھے
اس دانتا کلکل میں آئے جو اس اور بھی غائب ہو گئے۔ چھٹی پھبتی

گلبدن کے بیانے کا شوق چڑایا کہ یار لوگوں کو شگوفہ ہاتھ آیا جو طرف
چل پون چلی ہوئی ہو چار دیوے کی تعریف کی۔ تو خوبی چل گئی
کے خاک ہو گئے وہ تو کیسے کہ خیر سے قزولی میان ہی میں تھی ورنہ خون
کی ندیاں بہنے لگتیں اب کسے بولتے ہیں نہ جانتے ہیں دم و بٹے ڈگ بڑھا
آکھیں چپکائے گردن نیوڑے پٹا تو بھاگ رہے ہیں اور قس قس
دیکھ دیکھ کر لوگوں کو اور بھی ہنسائی تھی اور انکی ہنسی ان کو خون رلائی تھی۔
ع۔ واسے بیدردی کوئی تا پے کسی کا گھر چلے

نیا شہر غریب لوطن آدمی گلی کوچن سے ناواقف بات کرنے لگے
کھائی۔ بولے اور شامت آئی سلا کا راستہ یا نہیں گھونٹے کھاتے شہر
کے صدقے ہوتے بارے خلاصہ کر کے سر میں بلا کی طرح نازل ہو تو یہ
بھی تالیان بچے لگین یہ پسینوں میں عرق عرق جو سے ندامت میں
از بہا تافرق عرق نیم کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھانٹوں میں ایک جھپٹ پھر

دراز ہوئے کئی بھٹیا ریون حضرت کو آنکھ لیا ایک سبز پوش سرنگر
کہا کہ گاج پڑے اسی عورت پر جو بے نکل چڑھو اے میان کو گو د میں
اٹھائے اور بازار بھر میں ہنڈوائے خوبی اس تقریر پر لوٹ پوٹ ہو گیا
اور بھانپ گئے کہ یہ ہی کہیں ہماری ہی طرف کی درنہ لفظی اورسانی
کجا۔ اتنے میں میان آزاد بھی آئے اور خوبی کی چار پائی پر بیٹھے۔

آزاد۔ (سبز پوش سے) کیوں بی خیر ہو۔ آج بال بھر کے بھرے کیسے
ہیں کیا خوبی کے پٹنے کا ماتم کرتی ہو۔

سبز پوش۔ (مسکرا کر) بناوٹ سجاوٹ تو میری گھٹی میں پڑی ہے
روز چوٹی لنگھی کی فکر رہتی تھی مگر جب ہنہ دیکھا کہ خوبی ہم نظر نہیں
ڈالتے تو پھر ہم سوچے کہ کس کا کھار اور کمان کا سنگارا انھیں کا آج سو گیا ہے
جب سے آئے تھمہ سے بولے نہ سر سے کھیلے۔ اچھی مہرت کردی گئی نہیں تو
یہ سر بھر کو سر پر اٹھاتے تھے۔ بار بار اتنا غل مچاتے تھے کہ کان پڑی تو
نہیں سنائی دیتی تھی مل وہ قزولی جہان کی تہاں ہی رہی تو یہ تو یہ
آزاد۔ پٹنے کا تو انھیں خوف نہیں کئی جگہ دھپکائے گئے ہیں۔ ابھی
کل ہی کی بات ہو کہ بواز عفران انکی کھوٹ پڑی ملی کر دی تھی مگر انکا قاعدہ
تھا کہ پٹا کر بھاڑ پوچھ کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ آج کیا جا کیا سب
کہ انتہا کے ملول معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کہکر آزاد چلے گئے۔

بیچارے بے بس میان خوبی نیب کے پیر کے سایے میں ٹھنڈی
ٹھنڈی ہوا میں کھارے تھے فقرے باز ہنس پڑتا رہے تھے سر کی ٹھنڈی
نے ایسا انگلیوں پچایا کہ خدا کی پناہ۔ مگر انھوں نے جو سوچا تو شک
نہیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جوان رعنا بلند بالا پوری
پنچے کی کمر سے لٹکائے سوہی لٹکائے اودی بیٹری سر پہ جائے باکی
ترجہی وضع بنائے اوچی بنا ہوا اور خوب تنا ہوا جوانی کی جوش
میں اکڑتا آتا ہے بھٹیا ریان غور سے تاکنے لگین چھپ چھپ کے
جھانکنے لگین سمجھیں کہ مسافر ہے۔ چو طرف سے غل مچایا۔ آسمان

سر پر اٹھایا کہ میان را دھڑا دیہاں بستر جاؤ میان سا فرد کیہ صاف
ستھر لنگان ہر میان سپاہی پکریا کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھان ہر ذرات تو
نکلیت ہوگی نہیں۔

سپاہی بولا کہ ہمیں بازار سے کچھ سودا خریدنا ہو۔ کوئی ہمارا ساتھ
چلا چلے تو سودا سلف خرید کر ہم آجائیں۔ جوان آدمی اور بلا کا حسین
پھر آپ جا بیٹے حسن تو وہ شو کہ چٹکیوں میں رنگ سجاس کی سب
بے جھجک اُسکے ساتھ جانے پر راضی ہوئیں۔ ایک بولی چلیے ہم چلتے
ہیں دوسری کما لو تری حاضر ہو تیسری چک کر ٹر بھی کہیں جاؤں
سپاہی نے کہا کہ پرائی عورت کو بیچ بازار میں ساتھ لیا ناسوئی ہو۔ کوئی چڑھا
لکھام دے دیے تو ہم پانچ روپیہ دین بھی چہرہ شاہی خاصے کھرے
چکتے دیکھتے گنوا لے۔ میان خوجی کے کان میں پانچ چہرہ شاہی کی
جو بھٹک پڑی تو کلبلا کر اٹھ بیٹھے اور کہا کہ کیسے تو میں چلوں مگر
پانچون نقد گنوا دیکھے بندہ اسیٹھ سے منزلوں بھاگتا ہے مجھے چوتی
پیرار نہو۔ سپاہی نے جھپ سے کھن کھن کر کے پانچون گن دیے۔
روپیے تو خوجی نے ٹینٹ میں رکھے اور مال واسباب بھٹیاری کو نوک
سپاہی کے ساتھ چلے۔ اب بازار میں جس طرف سے حضرت نکلتا ہے ہین
غول کے غول جمع ٹھٹ کے ٹھٹ اور حوالی موالی انگلیان
اٹھاتے ہین کہ یہ وہی جائگہ ہے جسکو بہو بیہ عورت کا بھیس بدل کر
گودی میں اٹھا لایا تھا اور راہ میں خوب گریا تھا غٹ کے غٹ پلے
پڑتے ہین اور تاشائی ایک دوسرے لڑتے ہین جسے دیکھو قہر اڑاتا ہو۔
لوٹن کو ترہوا جاتا ہے۔ بیٹی واندہ اچھا فقہ کیا۔ خدا کی قسم خوجی جانا ہا۔
اچھی جو روپائی۔ خوب ہی گت بنائی کھو پڑی ہی جانتی ہوگی چٹکی کا
دودھ یاد آگیا ہوگا۔ واندہ کہتے بھولے بھالے ہین سیرے جیسے نکوا۔
جب چاروں طرف سے یاران پرل چھاؤں آئے تو خوجی بہت ہی
جھلائے اور غل چاکر ایک ایک کو ڈانٹنے لگے کہ بس اب زبان سے کوئی

کلمہ نکلا تو برس ہی پڑ نکلا ایک ایک سے اسی میدان میں لڑونگا۔
(سپاہی سے) حضرت ذرا قرآن پڑھو تو دیکھو گے گا اور یہ میرا گنا تو لیجے گا یہ
اکمکر خوجی نے مکر کسی اور کنارے کر پتہ بدلا اور ٹھاٹھ سے سانے
کھڑے ہو گئے اکیون نہو میرے شیر۔ اس بات کے صدقے قزلی
قرآن پڑھ رہی تھی نہیں سہی۔ ایون کی خیر پھٹا کر کیا کم ہو۔ ہتھیا رہو یا نہو
غم ہو۔ اتنے میں ایک شخص نے جھٹ کر ملی جو کی نو کنارے کے دو ٹکڑے
ایک تو وہ لے بھاگا۔ دوسرا میان خوجی نے لپک کر اٹھایا اور کیڑوں
کا لیان دنیا شروع کیں۔ سپاہی نے ارد گرد کے بکڑے دن بکڑوں کو
لکارا۔ اور خوجی کو تنہا تھوکر کے سمجھایا چلتے چلتے ایک ایون کی کنگاں
پونچے۔ ایتو میان خوجی کی جان میں جان آئی۔ چنیا بیگم پائی۔
باچھین کھلی جاتی ہین۔ جائیوں پر جانیان آتی ہین۔

سپاہی۔ کو بھٹی جوان۔ ہو شوق۔ پلو اون۔
خوجی۔ ایون تیری زبان کے قربان۔ اور اس دکان کے صدقے
اس ایون کے واری۔ چنیا بیگم میری پیاری۔
سپاہی۔ شوقین آدمی ہو۔
خوجی۔ اجی میں تو اس پر عاشق ہوں۔
سپاہی نے میان خوجی کو خوب انیم پوائی۔ اور اس ڈال کے
ٹوٹے نے جو چٹکی لگائی۔ تو غٹ غٹ کر کے پتیا ہی گیا جب خوب سرور
گٹھے اور نشے جے تو سپاہی نے اُنکو ساتھ لیا اور پچلا۔ اشارہ میں
خوجی سے یون ٹھٹی ٹھٹی باتیں ہوئیں۔

خوجی۔ انیم پائی ہو تو پھر ٹھٹائی بھی کھلو کھلو اور حسان کرے تو پوٹل
سپاہی۔ ابھی ابھی نو چار گنڈے کی پنج میل ٹھٹائی حلوائی کو ککان
سے لاؤ۔

خوجی۔ (دخوش ہو کر) ہ

کیا بادہ گلگون مسو کیادل کو آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو

حلوائی کی دکان سے میان خوجی نے لڑائی کے خوب ٹٹھائی لی اور
چنگیل لے کر جھوٹے ہوئے چلے۔ اب مارے بھوک کے رستے ہی میں
چکے چکے ڈلیان نکال کر کھینچی شروع کر دیں۔ سپاہی کنگیموں سے
دیکھتا جاتا تھا مگر دیدہ و دانستہ آنکھ چورالیتا تھا خوجی نے تھوڑی ہی
دیر میں آدھی چنگیل خالی کر دی۔

سپاہی۔ ٹٹھائی سے بوجھ معلوم ہوتا ہو تو مجھے دیدو۔
خوجی۔ جی نہیں حضرت۔ میں تو ایک ہنگی اٹھانے کا دم کھتا ہوں
آپ پاؤ بھر ٹٹھائی کو بوجھ سمجھتے ہیں۔

سپاہی۔ کیا کسی کمار کی نسل سے ہیں آپ۔
خوجی۔ (سنائیں مگر جواب بڑے دیا) جی ہاں جی ہاں جی ہاں
جی ہاں کمار ایک ٹولی اور منہ میں بکھلی۔ اتنے میں سپاہی نے
مزدور کے ایک لونڈے کو بھی ساتھ لیا اور چلتے چلتے ایک بزاز کی
دکان پر پہنچے خوجی اور وہ دونوں بیٹھے۔
بزاز۔ حکم کیا کھریدار سی ہوگی۔

سپاہی۔ (خوجی کی طرف اشارہ کر کے) انکے انگرکھ کے برابر جامہ دانی دیکھو۔
خوجی نے انگرکھ کا نام اور جامہ دانی کا لفظ سنا تو جانے میں چھوٹا نہ سمانے
بزاز۔ اچھا۔ ہجور۔ اپنے انگرکھ کے ماسچک (سوانق) میں تو کچھ ہیں جو
مل رہے اور (خوجی کی طرف دیکھ کر) انکا تو انگرکھا اور پانچا جامہ دیکھن
سب گج بھر میں تیار ہے۔

سپاہی۔ تم کو اس سے کیا مطلب۔ بڑے جھجھکایے ہو۔
خوجی۔ (پوٹاٹیک کر نکالو جامہ دانی نکالو۔ بہت باتیں نہ بناؤ۔
بزاز۔ لیجیے کیا جامہ دانی ہے۔ اول غیر بہت بڑھیا مول تول دس روپے
گز۔ نہیں سات روپے گز کو آئیگی۔

سپاہی۔ بھئی ہم پانچ روپے کو لینگے۔
بزاز۔ اب نکرار کون کرے آپ چھ کے دام دیں۔

سپاہی۔ اچھا دو گز اُتار دو۔

بزاز۔ لیجیے اور یہ الپا کا ہے۔ سات آنے دیا۔

سپاہی۔ اچھا دس گز یہ بھی اُتار دو۔

سپاہی نے بزاز سے سب ملا کر کوئی پچیس روپے کا پٹر الیا۔

میان خوجی کی یہ کیفیت کہ بینک میں غین۔ سر کی خبر بیاؤن

کی۔ ایک دفعہ ہی بینک میں آئے تو سر قد مہوسی کو چلا۔ مزدور کا لونڈا یہ

حال دیکھ کر ہنس پڑا تو حضرت جاگ اُٹھے مگر پھر آنکھیں جھپک گئیں

سر کھینے کی طرف چلا۔ اور کھٹاک سے بولا۔ تو کھوٹری سہلا ہوئے

پھر آنکھ بند۔ اپنے آپے میں تو تھے ہی نہیں۔ وہ تو اقیوم کے بس تھے

میان سپاہی جب خوب لے دے چکے تو گٹھا باندھ کر لونڈے کو

دیا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔

بزاز۔ کمان۔

سپاہی۔ گھر۔

بزاز۔ گھر ہا۔

سپاہی۔ ہاں۔

بزاز۔ اور دام۔

سپاہی۔ آکر دینگے۔

بزاز۔ واہ۔

سپاہی۔ ارے بھئی کچھ چورون سے بیو ہا رہی۔

بزاز۔ جمانا (زمانہ) زاجک (نازک) ہے۔

سپاہی۔ (خوجی کی طرف دیکھ کر) ہمارا سالانہ بیٹھا ہے۔ ہم بھی آئے

وہ تو لے دے کر اور خوجی کو سالانہ بنا کر چلے دیے۔ اب خوجی بینک

سے چونکہ تو سپاہی نہ مزدور کا لونڈا۔ فقط خوجی دراز کا پونڈا چلے

تو بزاز نے گردن تاپی۔ کمان چلے آپ۔ کمان چلے کمان ہا ہم کیا کسے

غلام ہیں۔ گلام نہیں اور ہو کون۔ تمھارے بہنوئی تم کو ٹھہا کر کٹر کرے

لے گئے ہیں۔ تب تو خوبی چکرائے اے کیسے بہنوئی نے کہا بس نے
تے نکڑا میان۔ سارے ہو اُنکے کہ نہیں۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا
کہ یہ خط وہ بیان پھینک گئے ہیں خوبی جو اُس رتے کو پڑھتے
ہیں تو یہ لکھا تھا۔

قصہ

ہات ترے کی کیون کہا گیا نہ جھانسا۔ دیکھ ابکی پھر بھانسا۔
تب کی بیوی بچے چننا دیا۔ اب کی میان بچے چننا دیا۔ بڑے مزے
سے حضرت مٹھائی ٹونکتے آتے تھے گویا ہم اندھے تھے۔
خوبی ارے! کر کے رہ گئے۔ واہ رے بہروپے۔
میان خوبی چکر میں کہ اچھا لکھن چکر بنایا۔ سالاکا سالابنا گیا اور
خچا چودیا وہ گھاتے میں خیر اور توجہ ہوا وہ ہوا اب بیان سے
چمکا رازری ٹیڑھی کھیر جو۔ بزار دس ہم ٹھرون ٹون ٹھیل پھر بیان
کسی جان نہ بچان۔ اور قرولی پاس نہیں بڑے پھنسے زمانے
بھر کے نیارے اور ہمیں کو جھانسا دیا۔ ایک دفعہ ہی آپ نے
آجکھیں نیلی ملی کین اور مارے غصے کے منہ لال چقندر ہو گیا
حضرت نے آؤ دیکھا نہ تاؤ کتارا تان کر پتیر بدل کے کھڑے ہو گئے
اور بزار کو کتارا دکھا کر کہا کہ دون ایک۔ بزار نے جو اُنکے تہ رفت
اور ہاتھ پاٹون اور ڈیل ڈول پر نظر ڈالی تو منہس دیا اور کتارے کے
جواب میں اسنے گز اٹھایا۔ آئیے آپ کا کتا ہمارا گچ۔ خوبی بہت ہی
بگڑے۔ اب قسمیں کھاتے ہیں کہ بھائی میں تو اچھی طرح اُسکی
صورت سے بھی واقف نہیں مجھے کیون پہانتے ہو۔
بزار بولا جب تک آپ کے بہنوئی نہ آئینگے میں دکان سے
نہیں تو دونکا نہیں۔

اتنے میں ایک شخص نے آن کر بزار کو سات روپیہ دیے
اور کہا لیجے کپڑا پھر دیا ہوا اور کہا ہوا کہ ہمارے کو چھوڑ دو بزار نے

روپیہ گن لیے اور خوبی کو آڑا دیا۔ بارے خدا خدا کر کے اُس شخص سے
سے جان تو بچی سارے بنے بنے۔

میان آڑا کا ایک بت تنہا خوب دل آنا اور اس کا
قوس ابرو کے پرچانے میں جانا

ادھر تو یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر میان آڑا غائب ہے ایک شخص نے
کہا یا حضرت آج میلہ دیکھنے نہ چلیے گا۔ وہ دھوم دھڑکے کا میلہ ہوتا ہے
اہو ہو ہوا ایک ایک مہارہ جادو نگاہ روکش مہر غرت ماہ سے

ناز سے پانچ اٹھائے ہوئے	شرم سے جسم کو چڑائے ہوئے
نشہ بادہ شباب سے چور	چال ستانہ حسن پر مغرور
انکھڑیاں قمر کی لگاؤ باز	مست صبا سے غمزہ دانداز
سیکڑون بل مکر کو دیتی ہوئی	جان طاؤس و کبک لیتی ہوئی

ناز مشوقانہ اور انداز دلربا باز سے چو طرف پھرتی ہیں اور اُن برقی شون
کے حسن گلو سوز سے عشاق زار کے دل پچلیاں گرتی ہیں چلیے اور بیان
خوبی کو ساتھ لیجے۔ یہ بھی عاشق تن رنگیے جمیل جھیلے جو نئی زانوئے کہا
بوسے چلیے ہم تیار ہیں مگر خوبی اسوقت اور ہی اُدھیر میں ہیں میان آڑا
خوب نکھرے اور سچ و سچ کر کھڑے ہوئے چلے۔ واقعتا دیا بغیر اُنکی میں
دیکھا میلا ٹھیل تو کوئی اُنسے بچنے ہی نہیں پاتا تھا۔ کوئی بچاس قدم کے
فاصلے پر گئے ہونگے کہ ایک جھروکے سے آواز آئی کہ۔

خدا اجا یہ آرایش کر گئی قتل کس سکھو

میان آڑا نے جو اوپر نظر کی توسع۔ بجان اُنکے شان سے اب قدم میں
اُٹھتا دفعہ دروازہ خوبی کی آنکھ کی طرح بند ہو گیا وہ معاملہ اُنکی بل کی
گزن تار کی دوا سے مکند ہو گیا۔ آڑا تو تھک کر آئی یہ چھلا واقعتا سے تھا تو نا تھا
آخر تھا کیا۔ پل رنے کی دیر ہوئی اور وہ چاند سا کھڑا گن میں آ گیا۔
ایک دفعہ نہ منہ کی ایک کھڑکی سے وہ چہرہ نورانی پھر نظر آیا۔ آڑا
بولے تھے کہ وہ اُس نے تابان جلوہ دکھایا مگر پھر غائب ہوا۔ آڑا خوش خلق

اور پڑے ذوق سے بولے کہ یہ

دیارِ حرمِ نمائی و پرہیزِ مکنی | بازارِ خویش و آتشِ باتیجی مکنی
پھر مجھے لے چلا وہین دیکھو | دلِ خانہ خراب کی باتین

آزاد کے ساتھی نے جو یہ رنگ دیکھا تو آہستہ سے کہا کہ حضرت میں
کند یا اس پھر میں نہ پڑے گا۔ کانٹے میں الجھنا ہو تو بسم اللہ ورنہ گے
قدم پڑھائیے اللہ اللہ۔

آزاد حضرت آج تو بعد مدت چاندی صورت نظر آئی ہے پس اتو
کوٹھے پر جانے کی دھن سمائی ہے۔ وہ مشوقِ مین عاشق۔ وہ غمرا
مین و امق وہ شیرین مین فرما وہ پر نیا دین قید عقل سے آزاد
اتنے مین دیکھا کہ پھر وہ مشوقِ غم غببت شکر لب غیر بیتا کلام
و ناز مین بجا و برا نکلندہ نقاب جھوٹے پر بعد ناز و انداز کھڑی ہوئی
میانِ آزاد کی آنکھ اُس آہو چشم کی نسون پر و آزاد لگا وٹ باز لکھڑیوں
لڑی ہوئی۔ اُس نے ایک عجب اداسے دلربا نہ سے اپنی بانگی مہری سے
جو لکھڑیوں کے سامنے کھڑی تھی کہا کہ نفس تیار کر لو ہم میلے جائینگے۔
میانِ آزاد نے با واز بلند کہا کہ ع۔ ستم ست اگر ہو۔

حضرت ایک برجستہ شعر حسبِ حال پڑھنے کو تھے مگر رعبِ حسن سے
رستم اگر ہو کہمرہ گئے۔ انکا دوست ایک کپڑیاں سمجھ گیا کہ
اس ترک زرین کمر شک قمر کا رعب جم گیا تو گھڑی ہوئی بات
بنائی اور یوں ہانک لگائی۔ لکنت کا بیل ہو جسے یہ یار کی زبان
بند کر دی تو وہ نوعوس سرمایہ ناز بعد انداز کیا کہنتی ہے یہ

زکنت نیست گر حرفش بے یار شاگرد | سخنِ گرز زبان صد بار گرد و ناچار گرد
طوطی سخن ہے اور شکرستان دہن ہے۔ بھلا طوطی شکرستان کہیں شکرستان
سے باہر بھی آتی ہے۔ خیر تو بندی سیرِ حرم کو جاتی ہے۔ اور دیر سی شوقی
ان حضرت کے گھوڑے پر سکراتی ہے۔

یہ نکتے اور لطیفے جو نے تو میانِ آزاد کے ع۔ ستم شوق لکھڑیوں کے تازانہ

ہوا۔ دلِ نچیر تیرا اے جانانہ ہوا اور حضرت ہزار دل سے شغل
اُس کلبدن عاشق زار ہوئے اور یوں گرم گفتار ہوئے۔ س
ستم ست اگر ہو شکر پیر سر سون | آوازِ غم نہ دیردہ دردِ کشمیر
دم کے دم مین وہ صورت پھر غائب ہو گئی سب میانِ آزاد کی بھڑائی
اور گرم دھاری کا بحر تواج لہر مین مارنے لگا۔ اس سمنہ کا اور چہرہ ہی نہیں
کھڑکیان اور دیکھے سب بند ہو گئے اب آزاد چکارے کہ یہ باجر کیا ہو کر گئے کہ
نہین روزن جو صبر یار مین پر نہین | نگاہ شوقِ رختہ کرتی ہے دیوارِ آہ مین

اُس صنم جادو جال زہرہ شمال کا در تھا اور میانِ آزاد کا تھا۔ کبھی
دروازہ دھم دھما کیا کبھی غل جھایا کبھی کانکر بھینکے۔ کبھی تھپ تھپکے۔ س
کرتے ہیں از زلفی تے تے تے تے سوا | تھپ تھپکے ہیں کھڑکیاں تھپ تھپکے ہیں
اتنے مین اوپر سے ایک صلی گری میانِ آزاد و حسی سامان سمجھ کر چھپے اٹھا کر
پڑھتے ہیں تو جلی قلم سے لکھا تھا کہ ع۔ کلون انداز لاپادہ اش سنگ ست + آزاد
نے اس تحریر کو چوم لیا۔ اور بوسہ لے کر یوں کہنا شروع کیا۔

آزاد۔ ان حرفوں کے صدقے ع۔ فدائے جنبش دستِ خانی + سوا ناظر
آنکھوں کو نور بخشا۔ یہ مستی مداد نے دل کو سرور بخشا۔ جذبِ دل کے طفیل ہم
انشاء اللہ ان پیارے پیارے ہاتھوں کو کبھی چوم لینگے۔ س

نمودی سرفراز از نامہ چون خاکساری | رساندی ز نسیم لطفِ برگرد و غباری
بکافتہ رختِ کلکت از قلم کلکستانی | از ان دی ضیا چشمِ قید نظاری
در شرح خامہ کردی خاطر اجابِ انجم | طر و جنبش گلشنِ نودی نوازاری
بکھر خود مین ساحتی از لطفِ مکتوبم | قرین مہر کردی ذرہ بے اعتباری

یہ صلی در پردہ وصال کی خبر دیتی ہے۔ خوشنودی ہاتھوں کی بلاتین لیتی ہے۔ س
من انم و دلِ انر زین نامر جاویدم | صد بار ز بیتابی واکرم و بچیدم
اب حیرت ہے کہ اتنی مین جواب بھیجوں تو کیونکر بھیجوں۔ خاک ہو کر صبا کے
ہجرہ جاؤں مگر ہمارا غبار تو ضعف کے سبب سے وہاں تک جا نہیں سکا گارہ

تو ای کچھ تر بامِ حرم چہ میدانی | لطیفینِ دلِ مرغانِ رختہ ہر پارا

<p>اور کلچ اندازی اس لیے تو کی ہی ہو کہ سر کے سودا کا سنگ سے علاج ہو تو تسکین مزاج ہو سزا دیجیے تو سزا ہو۔ اور انتقام لیجیے تو ردا ہو۔ لیکن ع۔ عاشق کی سزا جو پوچھتی ہو۔</p>	<p>میرس حال دل آنم کہ درخشن آئی کریم چون کہ افشان شود گدا چکنند وہ بت پندار ایک دلربا شوخی کے ساتھ سکرائی تو میان آزاد کی زبان پر یہ بیت آئی۔</p>
<p>مشکین زلفون سے مشکین کسواؤ کالے ناگون سے جھکو ڈسواؤ ملوار سے قتل ہو جو منظور اپنے دل تنگ میں جگہ دو</p>	<p>چون بہا طلبند ز نشتگان درخشاں تبسے کن دکنہ زمین ادا کافی ست مہری نے جو سامنے کھڑی تھی آزاد کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آہستہ آہستہ گفتگو کیجیے بوی نازک مزاج میں طبع نازک پر سیاہ رنگین گدے کی آزاد نے آہستہ سے کہا کہ</p>
<p>یہ عشق قنہ پر دازش فرزند پرورہ راز ہو۔ آج دل دیوانہ ایک پری سے ہدم و ہسان ہو۔</p>	<p>میر بخدا از تصویر نگارہ مخاطبت کل ہم رنگ نبوی تو نازک مزاج ست نازک بکدن۔ یعنی وہی وطن فرمائیے کیا مطلب ہے۔ دور دور کی ملاقات یا وصال۔</p>
<p>اتنے میں ایک اور وصلی اوپر سے گری۔ اور میان آزاد نے جھپٹ کر اٹھائی۔ پڑھا تو یہ مصرعہ لکھا تھا۔ ع۔ دل لگی کرتی ہیں پران سزا دیوانے سے آزاد پڑھتے ہی چھل پڑے سرے دیوانے اب الو صاحب اب ہم آگے ہو گئے اب اپنے دیوانے کی فکر کیجیے دکھ کی کی طرف نظر کر کے حضور آپ اپنے دیوانے کا خیال رکھیے۔ اپنا لکھراغیا سے نہ ہنسوانا۔ اشد اشد اپنے دیوانے سے اس درجہ خیر زلف کی زنجیر ہو تیر کا خیر ہو میرا علاج سہل لکھا ہے غناپ لب و زہرت ویدار گل رداؤ قند لب گلقد ہو گیا۔ مگر انھیں کھول کھول بند رہی چون زلف ڈالتا ہوں ہم ایسے ہو گئے اشد کبریا تری قدرت ہمار نام سے اب تھو وہ کاؤن دیکھیں</p>	<p>از او ملاقات نہ وصال۔ فقط نظارہ جمال ع۔ او گل تبو خرم نہ ہو کسے داری + اب سینہ کہ اُس دلارام کلام کی شکل صورت بعینہ خاتون حسن آرائی سی تھی۔ وہی شباہت۔ وہی حسن و جمال ہی نکلا سب چہ وہی خال سرمو فرق نہیں میان آزاد کو اپنی پیاری حسن آریا کو آئی او بیاختہ مصرع زبان سے نکلا۔ ع۔ او گل تبو خرم نہ ہو تو بوسے کسی داری + نازک بکدن۔ معلوم ہوتا ہے آپ چوٹ کھائے ہو۔ ہیں کسی کے جعد مشکین میں دل پھنسا ہے۔ ناگنی زلف نے دسا ہے۔</p>
<p>اتنے میں ایک مہری نر سے آئی۔ اور میان آزاد کو دیکھ کر مسکرائی اشارے سے کہا کہ آئیے ہاتھ سے بتایا کہ جلدی جلدی قدم بڑھائیے۔ یہاں آزاد بالمشاورت و فرحان متابی پر پہنچے۔ تو داغ رشک ختن ہو گیا سینہ چمن چمن ہو گیا۔ دیکھا کہ ایک عہدہ جو منم عنبرین مور رشک ہیر غنیمت خورشید دوطن نبی ہوئی ایک نازک کرسی پر بیدشان بزائی و خود نمائی عجب ٹھسے کے ساتھ بیٹھی ہے۔ میان آزاد کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا انھوں نے بیٹھتے ہی کہا کہ نقش مرا کو کرسی نشین ہو۔ تیر دعا بھد اجابت قرین ہو۔</p>	<p>گھلتے ہیں کچھ اشتیاق کے طور فتح میری طرف نظر کہین اور آزاد۔ برسوں حسن و عشق کے پھر میں رہے ہمیں اپنی عاشقی پر زلفا اور ہم نکارتے پھرتے تھے کہ۔ طرز و دن کل کو مجھ کو شل طفل شریا عجب میں یہ جنوں کی بزرگوار سی لیکن اب تو ایک حسین مہربین سے دل ملایا ہے بس اسی کے بیاہنے کا شوق چڑھ گیا۔ نازک بکدن۔ پھر ہم سے واسطہ۔ حرمت میں داغ لگانے سے رہے شادی ہو۔ بسم اللہ و نہ تشریف بجا آئیے۔</p>
<p>انگار خاں صبح ست این رخسار ست نگاہ کنی رقی سادہ را چہر کار ست</p>	

آزاد۔ (دیم خیر ہو کر) خدا حافظ۔
 نازک بدن۔ (دامن پائون کے تلے دیا کر) اللہ ہی تنک
 مزاجی نری عالی دماغی ہم غیب کا حال بھی بتا سکتے ہیں کیسے آپ کا
 کچا چٹھا کہ چلون۔ مگر ہٹ دھرمی کی سند نہیں۔
 آزاد۔ (ہٹھ کر) بسم اللہ۔
 نازک بدن۔ میان آزاد آپ کا نام ہے۔ اور حسن آرا۔
 آزاد۔ (متحیر ہو کر) این! یہ کیا اسرار ہے۔
 نازک بدن۔ کیون کیا پتے کی کمی ہے۔
 آزاد۔ (دم بخود حیرت زدہ)۔
 نازک بدن۔ رہا تھ میں ہاتھ دے کر حسن آرا میری چھوٹی چپاڑا بہن
 بڑے ڈیڑھ برس سے میں نے اُسے نہیں دیکھا مگر دوسرے تیسرے خط
 ضرور آتا ہے۔ لیجئے حسن آرا کا خط ملاحظہ فرمائیے۔
 آزاد خط لیکر چوٹے گئے دسر پر رکھا آنکھوں سے لگایا خط کو پڑھا
 تو یہ لکھا تھا میری پیاری بہن۔ اللہ وہ دن دکھائے کہ تمھاری
 بہن تمھارے وصال کے شراب کے نشے میں جھومتی ہو۔ تم آنکو اور وہ
 تمکو مارے خوشی کے چومتی ہو۔ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھا بیٹھیں
 دل لگیان ہوتی جائیں۔ اب درد دل نہ بیان ایک جوان ہر قوس
 ابرو پر نیراد میان آزاد آئے تھے جوان صالح و پاک باز بہن نصیحاے
 نامی سے دسانہیں۔ اصرار کیا کہ نکاح ہو۔ ساعت سعد کو بیاہ ہو۔
 میری شامت۔ زبان سے نکل گیا کہ روم جائیے مسلمانوں کو کفار کے
 حملے سے بچائیے۔ نام کر کے آئے اور تمھے شکائیے تو کیا مضائقہ۔ وہ ٹولیک
 شن کا آدمی ہے معاً منظور کر لیا اور چل کھڑا ہوا۔ اب فراق مارے لڑتا کہ
 دل قابو میں نہیں۔ تم خوب جانتی ہو۔ کہ میں ابھی ناگروہ کار ہوں۔
 ع عشق کے صدمے اٹھانے کو جگر بھی چاہیے۔ یہاں جگر پاش
 ہو گیا اور ابھی بسم اللہ ہی ہے۔

الایا ایہا الساقی در کاسا واپوہا
 کہ عشق آسان نمود اولیٰ ہے قہار
 وہ مہی کی راہ سے روم جائینگے۔ تم سر امین بنا لگا کر لگو لگو انا اور میرا خط
 پڑھ کر سننا اتنا ضرور کہنا کہ کیا موت اسی کی مقتضی ہے کہ مجھ شہید خجراوا
 کشہ تیغ و فنا کو پڑاؤ۔ سہ
 قید اتم تر اور دل چہ افتاد
 کہ داوی صحبت دیر نیہ بر باد
 تصویر شناخت کے لیے بھیجتی ہوں۔ میرا حال میرا اللہ ہی جانتا ہے
 سپہ آرا روز طے دیتی ہے کہ ایسی ہی حجت بھٹ پڑی تھی تو بھیجی کیوں
 شہر بدر کیوں کیا۔ مگر دل گواہی دیتا ہے کہ آزاد پیارے آزاد سرخوش
 آئین۔ آزاد خدا کی قسم تمھاری تصویر ہر دم رو برو رہتی ہے مگر سہ
 کیے زبان و ہزاران شکایت سترا
 تو شادی کی کہ غم بے نہایت سترا
 (حسن آرا)
 آزاد وہ نامہ اغیار مارا ہو سوتا
 حیف ست کہ چون منہ و نامہ سیاہی
 گرواہ سے اشتیاق۔ اور اُن سے در فراق ہم مہی میں داخل نہ ہو
 پائے اور نامہ شوق آگیا جج ہے۔ سہ
 اللہ ہی ہوا سب باقم صرا
 اگر کر کہو تر آگے گیا ہے نسیم سے
 عشق بلبل میں اثر ہو تو نفس آتش
 بوسے گل پھاندر کے دیوا گلستان فی
 یہاں آزاد نے سہ مانگا کاغذ و ات و خامہ لکھا جھٹ پٹ جوانا بہ
 نفاذ نہ کیا اور فوراً ڈاک خانے بھیجا۔
 نازک بدن۔ حسن آرا تپ رہی ہے آگ کی تحریر تحریر سے ذرا آبی ہوگی
 سپہ آرا حیران ہے کہ اُسکے جنون کا علاج کیا کرے۔ مگر سہ
 بیماری عشق لا دوا ہے
 اس باغ کی اور ہی ہوا ہے
 مجنون ہو اگر تو قصد لیجے
 سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجے
 کچھ روگ جو در پے خلش ہو
 در مان کے لیے دوا دوش ہو
 آخر یہ توجی سے اپنے ہو تنگ
 ایسا نہو لائے اور کچھ رنگ
 یاد آئین جو ابرو ان خمدار
 ریتے نہ کہیں گلے پہ تلوار

<p>وہ سبز خط جو یاد آئے گر یاد کہیں چہ وقت کو دیوانے کی مطلق العنانی</p>	<p>جھنجھلا کے کہیں ہند ہر کھائے کو دے نہ کنوین میں بادی ہو ہو باعث مرگ ناگسائی</p>	<p>تھاری تلاش میں نکلے ہیں۔ حسن آرا نے تو خطوں کی بھرا کر دیوانگو تسمین دے دیکر کھا ہوا کہ آزاد کو ضرور ڈھونڈ نکالو۔ آتے ہی ہونگے رہے گئے ہوئے ہیں۔ اب آپ تو جائیں نہیں میرے آدمی کو پھیر دیجیے وہ اسباب لے آئے۔</p>
<p>مرگ ناگسائی کا کلمہ سکریمان آزاد کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ نسو گرنے لگے اور اشکوں کا تار بندھ گیا۔ ہاے یہ اشک تھے بلکہ تھے جان دل جگر خون ہو کر آنکھوں کی راہ نکلا۔ واسے تم۔</p>	<p>نازکبدن۔ اب آپ ہمارے یہاں ٹھہریں اکثر علما اور باجمیت اہل سلام آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ ایک دن جلیہ علم مقدس ہوگا اور آپ کی خدمت میں باجمیت سلمان پہنچ دیں گے۔ جہاز کا بندوبست کر دیا جائیگا۔ مگر تک آپ نے یہ نہ پوچھا کہ ہم نے آپ کو چچا ناکو کر دینے سرا میں آدمی بھیجا تھا اور اُس نے آپ کو فوراً دیکھا تھا۔ اس وقت اُس نے مجھ سے آن کر کہا کہ وہی صاحب آرہے ہیں میں آپ کو آزماتی تھی کہ دیکھوں کتنے ہیں۔ بیاہ کا ذکر میں نے اسی سبب سے چھپا تھا اگر آپ عشق ہی ظاہر کرتے جاتے تو میں حسن آرا کو لکھ بھیجتی کہ سہ</p>	<p>آزاد۔ اچھا ذرا دوا کاغذ تو منگوائیے۔ میں اپنے ساتھی کے نام رقم لکھ بھیجوں۔</p>
<p>نشاہد ہو س باحقن باکھلا کہ ہر بامداد شش بود بیلے لیکن آپ نے میری صورت دیکھتے ہی کہا کہ ع۔ اوی گل تو خوشنم تو بوبے کسے داری۔</p>	<p>آزاد۔ پھر میں یہاں ہی اٹھ آؤں۔ نازکبدن۔ ضرور۔</p>	<p>ایک عورت نے قلم دوات کاغذ سامنے رکھ دیا اور بیان آزاد نے یہ لکھا خواجہ صاحب بہادر۔ اسباب و سباب لیکر اس آدمی کے ساتھ چلے آئیے سرا میں رہنا ہو جو دو دنوں کو شاق گذرتا ہو۔ یہاں حسن اتفاق ہے حسن آرا کی بہن مل گئیں۔ یا نہیں قسمت کے مہنی۔ ہم تم دونوں۔ بیل ب آؤ اور یہاں ہی بستر چاؤ۔ اور ایک مردہ طرح لگنے بھی سنا تا ہوں کہ نیم کی دوکان بھی یہاں سے قریب ہے۔ وہ ہنسی کی باجھیں کھل گئیں اُستاد۔</p>
<p>خوجی کی حماقت (آزاد خانہ پرورد)</p>	<p>خوجی نے مارے وحشت کے دل میں ٹھکان لی کہ جو آئیگا خوب غور سے دیکھو لگا لور لگا رو لگا بھلا اب کی چکا چل جائے تو ناگ کی اٹھ جائوں دودھ نہ کیا جائے کیا اتفاق ہوا کہ وہ چکا مارے گیا یہاں اڑتی چڑیا پکڑنے والے ہیں ہم بھی اگر یہاں رہتے ہوتے تو اُس مردود پر بھی کو چچا ہی بنا چھوڑتے۔ وہ غیاور تھا کہ عمر بھر یاد ہی تو کرتا مگر خیر۔ پھر بھین گے اضطراب کیا ہو سانس ایک گھسیار لگھان لکھیا سر پر لاد پیسے میں عرق آن کھڑا ہوا۔ میان خوجی کی کوٹھری کے قریب ایک ٹٹو اس میں بندھا تھا وہ سمجھا کہ انھیں کا یا بوبے تو اسے یہ گفتگو ہوئی۔</p>	<p>گھسیار۔ ہجو گھانس تو نہیں چاہیے۔ خوجی۔ (غور کر کے دیکھا) چل پکا کام کر۔ یہ گھانس دانس کچھ نہیں چاہیے گھانس کوئی اور کھاتے ہونگے۔ ہم اپنے غم میں آپ کا حیدہ ہیں۔ گھسیار اور در تھا اُس نے اچھی طرح سنا نہیں کر یاں خوجی کیا جواب دیا تو</p>

پھر بوجھا کہ صاحب کچھ گھانس لوگے۔ خوجی دیکھے کہ بہرہ پیا ہی چل رہا ہے۔
 ہرچان گئے ہم سے بہت چکے بازی نکرنا پچہ ایک کوئی حرکت سر نہ ہوئی
 تو یقین ہی نکال ڈالو نکا۔ اب جاتا ہوں یا نکھین دکھاتا ہوں تیرے ہر پہ
 کی دم میں رتاع ہر روز عینیت کہ حلو اور دکے شامت اعمال سنگھیا
 بہر تھا وہ سمجھا بلاتے ہیں انکی طرف آنے لگا۔ پس تب تو میان خوجی غصہ
 ضبط نکر کے اوجھلا اٹھے کہ اوگیدی پس آگے نہ بڑھنا نہیں تو سرتن جلا ہوگا
 یہ کہہ کر حضرت لپکے اور گٹھا پکڑ کر چاہا کہ اسکو چپٹ لگائیں اُسے جو زور کیا کہ
 چمڑا کر بھاگ نکلے تو میان خوجی منہ کے بھل دھم سے زمین پر آ رہے اور
 گٹھا جو گرہ تو حضرت خواجہ صاحب پُپ ہی گئے اور کٹھے کے بوجھ سے ایک لڑکھائی
 کھائی بھٹیا ریون ڈوڑ کر گٹھے کو پاؤں سے دبانا شروع کیا اور خوجی نے اُسکے
 اندر سے عنفنا نا شروع کیا ابے اوگیدی تہی قریب ان بھوکو نکا کہ چھٹی کا
 مردود یا آجائیگا۔ مردک نے ناکون دم کر دیا۔ خیر بعد خرابی بصرہ آپ گھانس کے
 نیچے سے برآمد ہوئے تو گرد میں لت پت۔ بھٹیا ریون نے ہڑی ہر روی سے
 گر دجھاڑی۔ گر دیا جھاڑی یہ کہیے کہ گر دجھاڑنے کے حیلے خوب مرث
 کر دی ایک نے ادھر سے گدا جمایا دوسری نے ادھر سے چتیا یا اچھی گر جھاڑی
 خوجی بہت ہی جھلائے منہ پھلائے بیٹھے تھے کہ میان آزاد نے جس می کو
 سر اچھی تھا وہ رقعہ لیے ہوئے آیا اور لوگوں سے پوچھ کر اُسے کہا کہ چلیے
 آپ کو آزاد نے بلایا ہے۔

خوجی۔ کس کتے ہو۔ اسے ایک نامہ بر نکرا یا تب کی گھسیارا
 بنا تھا۔ پہلے عورت کا بھیس بد لا پھر سیاہی بنے چل بھاگ مردود۔
 نامہ بر۔ رقعہ تو پڑھ لیجیے۔

خوجی۔ میں جلتی جلتی لکڑی سے داغ دو نکا۔ نامتقول! مجھے کوئی
 نوڈا مقرر کیا ہو کیا ایسے ایسے بہرہ پے یہاں جب میں بیٹھے رہتے ہیں
 نامہ بر چل دیا۔

میان آزاد خانہ برباد نے تو اپنے فمچی دوست میان خوجی پس پکڑی

بھیجا تھا کہ اُنکو مع بوریا بندھنے اور تنگ توڑے کے لے آئے مگر وہ
 برنگ واپس گیا خوجی نے اسکو ایسا لٹکارا اور وہ ڈانٹ بتائی کہ اُسکے
 حواس تیرا ہوئے اور گٹھ بھاگتا تو گھر آئے کر دم لیا۔ ہانتے ہانتے
 ڈیوڑھی سے اُسے پکارا کہ بوا زمین۔

زمین۔ اسباب و سیاب لے آئے ہونا۔
آدمی۔ کمان کا اسباب۔ وہ تو کاٹنے دوڑے۔ یہ دیکھو قرآن کی
 قسم جو ذری اور بولون ناتو وہ چکت دے کہ کان ہی اڑا لیجائے اور
 میں نکلتا ہی رہ جاؤں وہ تو کچھ اول جلول سا بننے لگے کچھ تنک سی ہو
زمین۔ چل مسخرے بہت کھٹی بازی نہیں اچھی ہوتی تباؤ تباؤ بھلا یہ
 دل لگی کا کون موقع ہے۔

آدمی۔ زمین کی کشائی نکھون کی قسم وہ نہیں آئے۔ دور ہی سے وہ
 ڈانٹ بتائی کہ میں دم دبا کر بھاگا پیچھے پھر کے دیکھتا تو وہ ہی پڑتے
 قسم خدا کی وہ تو کوئی سودائی سا معلوم ہوتا ہے۔ سرا بھر میں کچھ سب
 اُسکو بناتے اور اُنکلیون پر پچا رہے تھے۔

نازک بدن۔ رجب اسباب لے آیا ہے۔
رجب۔ بلیم صاحب کچھ پوچھیے نا۔
آزاد۔ کیون کیون۔

رجب۔ حضور وہ تو کچھ جھٹلائے سے معلوم ہو رہیں۔ میں
 لاکھ لاکھ کہا کیا اُٹھون ایک تو سنی نہیں پس دور ہی دور سے
 گیارہ بھیکیان بتایا کیے کچھ عجب آدمی ہیں۔
آزاد۔ خط کا جواب لائے۔

رجب۔ غریب پرور کستا جاتا ہوں کہ قریب ٹھنکنے تو دیا نہیں
 جواب کس لانا تو وہ تو کچھ جھٹلائے ہوئے بیٹھے تھے اور ارادہ لوگ
 اُنکو نیارے تھے ٹھنکنے سے آدمی دُیلے دُیلے۔ اہم بہت پتے ہیں۔
 یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ نازک بدن کا شوہر آ گیا۔ زمین صحن میں

پکا راکہ بیگم صاحب لیجے میرزا صاحب آگئے۔

بیگم - (وہی نازک بدن) کو میان آزاد سے تو کہیں ٹھہر بیٹھیں مٹی
میرزا صاحب - شہر بھر مہم آیا۔ سیکڑوں چاکر گائے مگر نہ ملے
سرسن گیا تو وہاں خبر ملی کہ آئے ہیں۔ ایک شخص بیٹھے ہوئے تھے اُسے پوچھا
تو بڑی دل لگی ہوئی جیسے ہی میں قریب گیا اور وہ کلبلا کر اٹھ کھڑے ہوئے
کون آپ کون ہیں؟ کہا میان میان آزاد نامے کوئی صاحب تشریف
لائے ہیں بولے کہ پھر آپ سے واسطہ میں کہا صاحب آپ کاٹے کھاتے ہیں
آخر میں کیا آپ کو کالی دی تھی۔ تو غور و فکر کرتے کیا ہیں (ارے ابن برویہ
نے تو ہاری ناک میں دم کر دیا۔ ہاری مانتا ہی نہ جیتی۔ تو پھر آیا آج بھی اس
کی صورت بنا کر آئے ہیں کل گھسیا رہے تھے۔ پرسوں کیا جاگیا ہے تھے غرض
کلاسی سی دل جلول و رواہی تباہی تھری انھوں نے کی کہ تو میری پہلی میں کچھ
سمجھا ہوں کہ یہ یک کیا رہا ہے آخر کار ایک عورت نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک
ٹری سوداوی آدمی ہیں انکے منہ نہ لگے۔ انکو ایک ہیرویا لکھی بارتا چکا ہو لیکھ
عورت بنگرا یا تو حضرت کو شادی کرنے کا شوق چڑایا۔ اُسے کو زمین اٹھایا اور
بھپے بھاگا اور ساری بازار میں ہنڈایا۔ دوسری مرتبہ سپاہی لگایا اور انکو
جھانسا کر نواز کی کان پھللا اور کئی روپیہ کمال لیکر چلتا ہوا اور نواز سے لگیا کہ
ہمارے ہیں انکو بھلا جاتے ہیں یا لکی کیفیت ہو کہ جو انکی کوٹھری کی طرف
سے نکل جاتا ہو اسکو ڈپٹے ہیں کہ تو ہیرویا ہو بھلا بے بھلا ہم نے بچان لیا
رسوت اگر انکا باب بھی آئے تو اسکو بھرو بھیا سمجھیں۔ اسم مبارک حضرت کا خوشی
ہو ایسی قطع بھی کسی کی کم ہوگی۔ اول تو بالشتیے۔ دوسرے انمی۔
بیگم - ذرا اوپر تو آؤ۔ دیکھو ہم نے میان آزاد کو بیدین بلوایا یہ کہو گے
میرزا صاحب کھٹ کھٹ کرتے ہوئے کوٹھے پر آئے۔

آزاد - (دکھڑے ہو کر) آئے بغل

میرزا صاحب - (بغل گیر ہو کر) بسم اللہ حضرت کے کھین تشریف
آپ کی زیارت کو بارے الحمد مدکہ سعادت زیارت نصیب ہوئی۔

وہ آئے گھڑن ہمارا خدائی قدرت ہی اکھی ہم انکو کھلی بچے کھڑو دیکھتے ہیں
میں تو سر بھی گیا تھا مگر وہ آپ کے رفیق ڈانٹنے لگے مجھے کہ یہ بھی ہیرویا
آزاد - وہ ایک سوداوی آدمی ہیں لیکن یہ مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ اس
ہیرویے نے پھر غبار دیا۔

میرزا صاحب - اب آپ آرام سے بیٹھیں۔ اچھی طرح تشریف لیجیے
بیگم - (اپنے شوہر میرزا صاحب سے) میان آزاد کو بڑا کھٹکا تھا کہ ایسا نہ تو
آکر کرم پر خفا ہو۔ اور نامحرم کو بیان دیکھ کر ہم سے بدو ملے ہو جاؤ دسکر اگر
یہ کبھی مرٹھوں کے ملک میں نہیں رہے۔

میرزا صاحب - (آزاد سے) حضرت ہم عرصہ دراز تک کہن میں ہیں
ہیں پردہ کا چندان خیال نہیں اور پھر آپ سے حسن رائے آپ کی سفارش کی ہو
آزاد - آپ کی نوازش۔

میرزا صاحب - خدا گواہ ہوا سوقت آپ کی ملاقات سے طبیعت ہر
محفوظ و مسرور ہوئی کہ ع۔ دل میں اندرون و اہم و اہم دل میں۔ اب آپ کی
آرام فرمائیے کل کٹر علما و فضلا آپ سے ملاقات کرینگے ازبشتاق زیارت میں
آزاد - ضرور ملونگا۔

میرزا صاحب - جہاز کا بند و بست بھی خاکسار بقول مناسب کرے گا
آزاد - ہاں ضرور۔ اب میں بقیہ رہوں کہ اڑ چلون۔

میرزا صاحب - انشاء اللہ ایک جلسہ عام بیان عقد ہوئی لاہی
جس میں علمائے کبار اور اہل اسلام شریک جلسہ ہو کر دعا خیر دینگے
خدا آگواہ اس ارادے میں کامیاب کرے۔ آمین ثم آمین۔

ادھر میان خوجی نے ملین سوچے کہ غرت بھٹی ڈوب ہی گئی سخت میں ٹالگا
بڑی ہی کرکری ہوئی کوئی ایسا چکما ہیرویے سے کرنا چاہیے کہ وہ بھی عمر بھر باور کر
گئی گھٹنے تک سی میں غلطان بچان رہے حتی کہ نیم کھانا تک بھول گئے
کہ اتنے میں میرزا صاحب آدھی آٹا اور میان آزاد کا خط دکھایا پہلے تو خوجی جھپکے کہ
ہیرویا ہو مگر غور دیکھا تو لفافے پر میان آزاد کے دستخط پائے۔ لیا اور پڑھا

پر راضی ہوئے ہیں۔ واہ ری لونڈی ایسی طرار لونڈی ہی کم دیکھی ہوگی کہنے لگی پچانس پچونس کے دم دھاگا دیکر گانس لائی ہوں۔ اور بڑی دور سے اور طرہ یہ کہ دو گنڈے کی۔ رقم بھی اٹھی۔ لونڈی اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ جس آفتابے میں بان بھیگ رہے تھے وہی جلدی سے اٹھائے گئی۔ بانی کھاری اور کڑوا جیسے نیب۔ پانچے ایک ہاتھ سے اٹھائے دوسرے ہاتھ میں کٹورے لیے ہوئے باہر پہنچی۔

لونڈی۔ لیجے میان پیجیے۔

خوجی۔ (ہنس کر) لاؤ۔ تم بڑی نیکیخت ہو ہوا۔

لونڈی۔ اے واہ لوگ تو پوساے بٹھاتے ہیں میں اتنا سا پانی بلایا تو کیا احسان کیا۔

خوجی نے کٹورے سے پانی پیا تو غل مچا یا کہ ارے غضب کیا زہر ملائی ہو

ماہری ڈالا لالہ ولالہ (اپنے دلمین) سچ ہو اللہ تبارک کی گھر کے چوہے بھی سیانے ہوتے ہیں بہرو پیے کی لونڈی نے تو اس کے بھی کان کاٹے۔

خیر لونڈی جھٹ پٹ اندر گئی اور صراحی سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی لائی میان خوجی

بیاتوجان میں جان آئی اتنے میں گھوڑی تو بیوسنی بنا ہی رکھی تھی لا کر میدان

خوجی کو دی جیتے ہی گل دی منھ ہی کاٹ ڈالا۔ چنہا ہی چونا نکالائی ہو۔

ارے توبہ۔ (دل میں) یہ اس بہرو پیے کی بیوی تو لونڈی کی بھی خالہ ہو۔

بڑی بی تو بڑی بی چھوٹی بی سجان اللہ۔ دونوں پس کی گانٹھ۔

اتنے میں لونڈی اندر سے پارسل لائی اور کہا کہ میان اتنا ہم پر کیا کر

کہ اس پارسل کا لفافہ لکھو۔

خوجی۔ لفافہ! اچھا۔ کہاں جائیگا اسکے نام ہو۔ کون بھیجتا ہو کچھ معلوم

بھی تو ہو یا انگلر لیس واہی بتا ہی جہاں چاہوں بھیج دوں۔

لونڈی۔ میں بیوسنی سب حال پوچھ لوں تو تباؤں۔ آپ ٹھیکہ بیگا

پارسل مجھے دیدیجیے۔ بھی ابھی آئی (درو کے پاس) میان جانا

تہیں میں صدقے۔ ایک گلوہری دی دکھلاؤنگی۔

خواجہ صاحب میں نے سنا کہ اُس بہرو پیے نے جبکہ ساتھ آپ نکاح کرنا چاہتے تھے آپ کو خوب ہی بھانے دیے اور آپ پھر اس کے گلے میں آگئے لالہ ولالہ قوتہ خیر وہ توجہ ہوا سو ہوا اس اب اس آدمی کے ہر ہر شہنشاہیے ورنہ پھر وہ آپ کو دھوکا دیکھا اور آپ کو کرتے دھرتے کچھ بن نہ پڑیگی بھائی کہا مانو۔ آؤ اور جلد آؤ۔ اور ضرور آؤ مگر خرابی تو یہ کہ تم نے آدمی کو دور سے دیکھا اور لکارنا شروع کیا کہ بھلا بے بہرو پیے ہم بچان گئے۔ خدا خیر کرے میں جانتا ہوں کہ اب مجھی کو آنا پڑیگا خیر۔ ہر چہ بادا باد۔ (آزاد)

خوجی نے یہ خط پڑھ کر کل سباب خدنگار کے سپرد کر دیا اور کہا اُن سے

کہہ دینا کہ ہم قہوڑی دیر میں آتے ہیں آپ مطمئن رہیں مگر ہم کو پتا تو تباؤ۔

خدنگار نے ٹھیک ٹھیک پتا بتایا۔

میان خوجی کا جھانسا دینا

خوجی ایک شخص سے بہرو پیے کے مکان کا پتا پوچھ چکے تھے۔ پوچھتے پوچھتے

بہرو پیے کے مکان پر داخل ہوئے۔ اس وقت حسن اتفاق سے بہرو پیہ گھر میں

نہ تھا اور بہرو پیے کی بیوی کو ضرورت تھی کہ اپنے جان بچان کے پاس

تیس روپیہ بھیجے وہ پارسل بنا کر اور سی کر رکھ چکی تھی اور لونڈی کو کھلایا

تھا کہ جو کوئی پڑھا لکھا ادھر سے نکلے تو اس پارسل کا لفافہ لکھو لینا۔

لونڈی کھڑی راہ دیکھ رہی تھی۔ میان خوجی تو اس تاک میں تھے ہی کہ کبھی سے

لونڈی ہم کلام ہوا اور لونڈی اس فکر میں کہ کوئی ناشی یا مولوی ملین تو خیر سے

لفافہ لکھو لیون خوجی سے اور اُس سے یوں گفتگو ہوئی۔

خوجی۔ (لونڈی سے) کیون جی ذری پانی نہیں پلاتی ہو۔

لونڈی بہ سنتے ہی پھول گئی اونٹھ مانگی مر لو بانی۔ جو دل میں آرزو تھی وہ

بر آئی اور خوش ہو کر بولی کہ میان ٹھیکہ پانی ہو۔ گھوڑی کھاؤ جتنے گڑاؤ میں

ایک لٹی۔ دوڑتی دوڑتی گھر میں گئی اور ہنس کر بیوسنی کہا کہ بواب کیا چاہتی

ہو میں پانی لے جاتی ہوں آپ جھپ سے ایک گلوہری بنا رکھیے ایک

منشی جی کو بڑی دور سے پچانس پچونس کر دم دھاگا دے گا نس لائی ہوں آ

خوجی۔ اچھا اچھا جاؤ دل میں سوچے کہ کہ اُن اور کیا کایاں ہونڈی ہو
پارسل جھپاک سے لے ہی بھاگی نہیں تو اسوقت پارسل ہی ٹڑا تیار
لوٹتی تھی کہ سے جا کر پارسل لے آئی اور بیوی یعنی ہروپیا کی جورو نے
پروکے پاس تپا بتایا۔ میان خوجی نے پتہ اور نشان کی دم میں رہتا
باندھا اپنا نام اُسپر چلی قلم سے لکھ دیا۔

بغیر اسمہ دلیہ مہینی محلہ بھٹدی بازار برہو تھانہ نیرا سیک صاحب
درجہ خاص میان آزا و سیاح باورزا و نزو جناب قبلہ و کعبہ میان خواجہ
برج صاحب مظلمہ مشرف باد۔

یہ لفافہ لکھ کر حضرت نے لوٹدی کو دیا اور اپنی راہ لی۔ لوٹدی نے
فورا ڈاک خانہ میں پارسل ملی اور رجسٹری کر کے چلتی ہوئی سداہری لٹری
میان خوجی کو پتا تو معلوم ہی تھا۔ پہونچے تو وہاں بڑی دل لگی ہوئی
دوسرے دن کوئی پیر دن چڑھے ڈاک کا ہر کار لال لان گیا میرا
جائے چونگلا دبا لے میرزا صاحب کے مکان پر آیا۔

ہرکارہ۔ (میرزا سے) آپ کے ہاں کوئی کھوجی ٹکے ہیں۔
میرزا۔ کون! کھوجی۔ اے یہاں کھوجی کا کیا کام۔
خوجی۔ ہاں ہاں جی ہاں نام پارسل آیا ہو گا رٹھ کر پارسل لیا بیٹھ
کیے اور ہرکارہ روانہ باشند۔

اب آزا و تھیرین کہ یہ اس مرد کے پارسل کمان آیا ہو گا پڑھا
تو سخت تھیرے کہ قبلہ و کعبہ لکھا ہوا تھا ٹھیک ٹھیک۔ اوصہ ہر دیا کھوجی
لکھا تو بیوی کہ تو تم لفافہ نہیں لکھتے تھے پہنے لکھو لیا اور جیسے پارسل بھجوا دی
لوٹدی۔ ایک ٹکٹے ٹکٹے بے پتے آدمی تھے انیم کی بینک میں ڈکھتے
جاتے تھے انھوں نے لکھ دیا۔

ہروپیا۔ (ہاتھ مل کر) ارے! افسوس! ت مار ڈالا۔ سو گیا چکا۔
ہو نہ وہی سزا والا خوجی ہو بیس غضب ہی ہو گیا۔

بیوی۔ خیر تو ہو۔

ہروپیا۔ کچھ نہ پوچھو۔

بیوی۔ یہ افسوس کیسا۔ جلد حال بتاؤ کیجئے لٹا جاتا ہو۔

ہروپیا۔ تم سے کیا بتاؤں۔

بیوی۔ کیا ایسی بات ہو کہ مجھ سے کہنے کی نہیں کیا کوئی جمل گیا
یا کسی عزیز کی کٹانی شکرا آئے ہو۔

ہروپیا۔ بس چپ رہو۔ الدنہ کرے۔

بیوی۔ آخر ش یہ ماجر کیا ہو کسی سے لڑکے آئے ہو یہ گڑبڑ لگیا
ہو تم نے نہ لکھا ہم نے دو گلوڑی دیکر آور سے لکھو لیا۔

ہروپیا۔ غضب کیا۔

بیوی۔ کچھ کو گے بھی۔ یا یہی کہے جاؤ گے کہ غضب ہو غضب کیا
آخر معلوم تو ہو کہ کیا غضب ہوا اور کس نے غضب کیا۔

آچھین!

ناطقہ زبان کے ساتھ۔ لوتان کے ساتھ مضربا کے ساتھ ڈاب
تلوار کے ساتھ خون بہن کے ساتھ بہا چمن کے ساتھ نسیم خیر گل کے ساتھ
بادباران نقشہ مل کے ساتھ۔ نازداد مشوق طراز کے ساتھ آب لال
آتشگان حجاز کے ساتھ۔ وہ نہیں کرتا جو میان آزا و خانہ آبا و لا ترا و
ذفرخ نہار نے سلام کے ساتھ کیا نہ بک کو اسپر ناز ہو تو بجا ہی محبت کو اس
اغرا ہو تو روا دی خاتون نہ نقاشین ذوی عرو با صفا حسن را کی نئی ظورہ
خیر دہن جانا نہ سیم بن جسر کیجئے وہ طرکی جائیکا خیال میں لائے اُسکو
حیث اسلام کا شوق چڑھے بھلا کوئی بات بھی ہو مگر وہ آزاد کہ آبرو سے
ہمت مردانہ نے حسن و عشق دونوں کے خیال کو دور کر دیا۔ کلاخ اور سیاہ کی
فلک کو کافر کر دیا۔ ع۔ این کا راز تو آید و مردان چمن کفند۔ ای شاہ اش

حاکم اشدر عن شر النوائب جزاک اللہ فی الدارین خیرا

خور کیجئے کہ کتنے مقاموں پر کفندار طر حد رباغ و بہار خاتونیں اس پر کھنچیں
مگر وہ رے آزاد۔ ذرا غرض نہ ہوئی۔ آفرین۔ زین النساء حسن کی تو کیجئے

اُس مستانہ چال چال کو دیکھیے۔ اس خط و خال کو دیکھیے اور بڑھو اس
سوں سال کو دیکھیے نو عروس نو خیز و نو خاصہ۔ رشک ہر بیان آراستہ آزاد کے
گل خسار پر نیر جان سے عاشق۔ یہ عذر تو وہ دامتق مگر بیاری جن آرا سے
قول ہارتھے اُسکی تلبیوں کے بارے تھے اندر کھلی کیا کچھ تھی۔ اُسکی شوخی اور
جوانی بھی تم تھی نے لاکھ لاکھ اُنکو اُبھارا اور سیکڑوں تدبیریں تباہ کرنا چاہا مگر یہ
کورے کے کورے ہی آئے۔ رنگیلے چھیلے چھیلے سیاٹھٹھول عاشق تن تو ضرور
تھے مگر باکباز و پاک نظر قدسی صفا و حیا پر و بی بی ہل سلام نے اُنکی ٹہنی کا
خاطر کی دایک ن مقرر ہوا کہ سب بلکریاں آزاد کے آنے اور روم جانے کا طے
منعہ کر گئے۔ میان آزاد اپنے دوست میں رخصت کے ساتھ جہاز کی نگرین گئے۔

ادھر خوجی نے اہم کی کھسکی لگائی اور لینگ بر دراز۔ مگر چشم بزم باز زمین بوندی جو
باہر آئی تو حضرت کو بیک مین دیکھ کر خوب ہی کھلکھلائی اور اندر جا کر بیوی بون کیا۔
زمین۔ ای بیگم صاحب ڈری پرو کے پاس آئے تو لوٹ لوٹ جائیے یہاں تو
سودانی بڑی انیم کھاتا ہو۔ ہر چہرے تو مہرے رہا نہ گیا ذرا آئیے تو سی
بیگم کم سن تو قہین ہی۔ پرو کے پاس جو جھانکا تو اُنکو ایک لگی ہوئی
جھپ سے ایک تہی بنائی اور زمین کے کہا کہ چپکے سے اُنکی ناک مین تہی کر۔
زمین ایک ہی خمریں کی کاٹھ۔ وہ جا کے تہی مین تیار مچ لگائی اور خوجی
کی کھٹیا کے نیچے کھس کر سرھانے کی طرف گئی اور ہاتھ بڑھا کر میان خوجی کی
ناک مین آدھی تہی داخل ہی تو کردی اور جھپکے کھینچ کی اُن واللہ اسوتا
مارے ہنس کے لکھا نہیں جاتا خوجی جو گلبلا کر اُٹھے تو اچھین۔ چھین۔ چھین۔
ااا چھین۔ چھین۔ اگید اچھین۔ اگیدی کہنے کو تھے کہ چھینک اگلی تو اگلی
کمر رہ گئے۔ اوتا۔ اچھین لاونا معقول کہنے کو تھے مگر اونا کہا تھا کہ چھینک

زبان بند کردی اور معقول کا لفظ اُسنا معقول کی زبان تک نہ آنے پایا
اچھین اتفاق سے پڑوس مین ایک پڑا نے فشر کے بزرگوار نوکری کی تلاش
مین ایک حاکم کے پاس سنا والے تھے۔ وہ جیسے دہلیز کے قریب آئے ویسے ہی خوجی
چھینکا اندر چلے گئے بیوی ایک گھوڑی دی چباتے ہوئے چلے ہی تھے پھر

چھینک پڑی۔ لا حول ولا۔ پھر اندر گئے۔ اُنکی چکنی ڈلی کھائی۔ روانہ ہوئی
کو تھے کہ ادھر آاچھین کی واڑائی اور اُدھر بیوی نے نوٹری ڈولٹی
اندر چلے بیوی بلاتی ہیں۔ اندر جا کر اُنھوں نے جوتے کا پائون بڑا چھٹو لگا
ہو اور حضرت ٹوپی سے اول بدل لکھیے تو ادھر بھی موزوں ہو۔ پانی بھی پیا اور
رخصت ہو جیسے ہی باہر نکر رکاب پر پائون رکھنے کو تھے کہ خوجی نے ناک کی
دونامی بندوق سے ایک و فیروغ دی تب وہ بہت ہی جھکا ہات ترے
چھینکنے والے کی ناک کا ٹون مردو کی اور پائون توکان بھی صاف کرکے
مردکے مرجوئی ناس لی ہو کیا ناک کیا ناک چھپنی کی جھاڑی ہو۔ ہات ترے
چکت دون خوش جانا دو بھر کر دیا۔ رکاب پر قدم رکھا اور چھین۔ چھین۔
آئے اور چھین۔ خدا سمجھے بیوی اندر سے بولین کہ ناک ہی کٹے ہوگی۔ چوڑی
بشگونی کے لیے اسی دل لگی بازی کرے۔ ذری زمین کو بلا کر پوچھو
کہ یہ کسٹھ بوندی کاٹے کو بسا یا ہو اندر کرے گھر سے کی سواری نصیب ہو۔
ادھر یہ میان بیوی پانی پی کر بیچارے کو کوس ہے تھے ادھر خوجی
چھینکنے چھینکنے سچ مچ ناک مین دم ہو ہو گیا۔ اور بیگم صاحب گھر کے اندر
لوٹ رہی تھیں کھلی ضبط کرنا محال تھا۔ مگر واہ ری زمین۔ وہ ہون چھی
کہ سجان اندر چار پائی کے نیچے دکی پڑی رہی تو سانس نہ لی۔ مگر مارے ہنس کے
بڑا حال تھا سمجھی کہ نہ ہلی و قلعی مٹلی۔ دم خود ہم سے تو حضرت نہ رہا باتا
یہاں تو چاہے کوئی مار بھی اوتا مگر نہ ہنسے حشر نہ ضبط ہوئی ہم تو مع خوجی
مع چار پائی اُٹھ کھڑے ہو خوجی بھی تک چھینک ہی رہے ہیں جب چھینکنے نے ذرا
فرصت دی تو اُنھوں نے غل مچایا اگیدی بھلا بے پرویے نکالی نہ کسر تونے۔
اچھا بچہ چچا ہی بنا کر چھوڑون تو سی۔

راوی بہت ہی خاصے۔ حضرت کے نزدیک بہرہ پے نے ناک مین چھین
بھونکنے کی تھیں اور یہ خبر بھی نہیں کہ بی زمین گریہ مسکین ہی ہوئی چار پائی
کے نیچے ہنس ہی ہیں خوجی بچا کر اُٹھے اور آقا بیکر خندہ دھویا اور ٹھنڈے ٹھنڈے
پانی سے خوب تر ترے دیے کھو پڑی یہ خوب پانی والا تہ راکھی قہر تہی ہوئی

اور بیٹھ کر بیرونی کو کونا شروع کیا۔ خدا کرے سانچا ٹے مردور کو کان بھٹ پڑا۔
دھنی راڑا اڑا کر کے گرسے۔ سونا تک ملوونے حرام کر دیا خدا جانے اسکو میرے ساتھ کیا
ضبط پڑی ہے۔ یہاں آ کے رہا یہ گھر بیٹھو ٹھہر نکالا سٹھم مردوکل ترے چھپرے
چنگاری ہی نہ رکھی ہو تو خواجہ بیچ نہیں۔ ہنوسے تروکا۔ سون دھارا آگ لگاؤ لگا۔
اس تقریر کو سکر زمین کا بڑا حال تھا تو تھی مٹی مگر واہ سی زمین اسوت زمین کی
قطع نوٹو لڑات کھینچنے کے لائق تھی دکی دیکھا ٹی سکڑی سکڑا ٹی چار پائی کے
نیچے زمین دوزر سانس تک لینا محال تھا۔

اتنے میں میان خوجی نے دروازے سب بند کر دیے جب دروازے بند ہوئے
تو زمین چار میں کیلچہ دھک دھک کرنے لگا اور قریب تھا کہ چرخ کر نکل گیا لگو لکھا
کہ میان خوجی چار پائی پر دروازہ اور ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔ زمین کی جان میں جان
آئی اور چپکے سے کھسکتی ہوئی نکلی درجہائی دروازہ تک پہنچی ہی تھی کہ خوب
کھل کھل کر سنسی۔ اوھر بیگم صاحب قہقہے لگاتی تھیں اوھر بی زمین ٹوٹی جاتی تھیں
سیکھ۔ جاؤ۔ ابکی پھر چپکے چپکے ناک میں تہی کرنا۔

زمین۔ نابوی اب میں نہ جانے کی۔ سٹری سودا ٹی آدمی اسے نہ کون لگے
سیکھ۔ ہاں نہ جاؤ گی۔ اچھا نہ جاؤ۔

زمین۔ لوبوی یہ زبردستی کی بات ہی اور ہے۔ وہ کیا مثل ہو کہ زبردست
مارے اور رونے خودے۔

اتنے میں زمین کا دیور دس برس کا چھو کر مگر آفت کا پرالہ انتہا کا شریہ
شیطان کا چچا اور کانا۔ ایک تو کڑوا کر دیا دوسرے بچڑھا۔ رگ رگ میں شرارت
اتنا سا لٹا لٹا کر باہر ذات اُسے کہا میں جاتا ہوں اور دیکھے جائے سکیم صا کیا
انگلیوں پر اسل قہجی کو بچاتا ہوں مل نام (انعام) لو لگا۔ بیگم صاحب بولیں کہ چھا
ہمیں ہزارے ترانعام دینگے۔ لوٹو سے نے جا کر جھانکا تو دیکھا حضرت کی
خبر آگئی ہے دوڑا دوڑا آیا اور کہا وہ تو اسوت خدا جا کہاں ہیں بچا خوب
آدمی تھے گستاخ زمین بندھا تھا جھٹ اسکو زخیر سے کھول زخیر میں سی نہ تھی
اور باہر لجا کر چار پائی کے پائے میں کئے کو باندھا اور میان خوجی کی ٹانگ میں بھی

رستی باندھ دی اور چپٹ کئے نے جو بھونکا شروع کیا تو خوجی چونک اٹھے مگر با
ابھی ناک ہی پر ہے۔ دیکھتے ہیں تو ٹانگ میں رسی درسی ہیں گستاخا بھونکی
چلا تے ہیں۔ اُدھر شریہ (حل) پون بچا تے ہیں لوٹا اگھر سے دوڑا آیا خیر تو خیر
تو ہے۔ کیا ہوا۔ اے! اور سنو کوئی کئے کو انکی ٹانگ میں باندھ گیا ہے اب وہ
نہ کیجیے ورنہ گستاخفت میں ٹانگ لے گا۔

خوجی۔ ہونہ۔ پوچھتے ہیں کون باندھ گیا ہے۔ کون کیا۔ یہ اسی بہرہ
مردک کا کام ہے اور کسی کو کیا پڑی تھی۔

زمین۔ انکی کیا ہوا میان کیون غل غیاڑا اچایا ہے۔
لوٹو۔ اچی میان کی ٹانگ میں کوئی بہرہ پیا کتا باندھ گیا ہے۔
زمین۔ دیکھو۔ اوٹی۔ کیا کیا لوگ ہیں۔ لوٹا ٹانگ میں کتا باندھ دیا۔
خوجی۔ ٹانگ میں کتا باندھ گیا! یوں نہیں کہتیں کہ تم میں باندھ گیا۔
زمین۔ (دھنسکر) ہاں میان بھول گئی تھی سچ مچ دم میں مواندہ پائی نہ رکھا
مگر یہ آیا کہہ سے۔ کو اڑے تو سب بند کے بند پڑے ہیں۔

خوجی۔ یہی تو مجھے بھی حیرت ہے۔ مگر ابکی میں بھی ناک پر اسن ور سے
ہاتھ رکھا کہ بہرہ پیا بھی میرا لہا مان گیا ہوگا۔ اب یہ تو سوچو کہ آکس طرف سے
اچھی۔ دل لگی نکالی بیلا کتے اور بل کی لگی کونسی نکالی ہے ابکی میں چھو پڑا
مردک کی ٹانگ سے باندھ آؤ لگا۔ ٹھہر تو جاؤ چچا جان۔

زمین۔ میان کتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اس جگہ ایک خبیث رہتا ہے
خوجی۔ خبیث! اچی نہیں یہ اس بہرہ پیے ہی کا کام ہے۔
لوٹو۔ یہ یوں مانینگے۔ جب تک خبیث انکی کھٹیا کونڈا لٹ دیکھا
تب تک مانینگے تھوڑا ہی۔

خوجی۔ یہ بات تھی تو اتنیک ہم سے کیوں نہ کہا بھلا۔ جان لوگی کی کی
دو دن کے لیے سمان تھا۔ ہاں آیا اور خبیث کو کچھے لگا دیا۔ اب
رات کو جو میان سوئے اُسپر تین حرف۔

زمین۔ میں بھی کہوں کہ یہ بند دروازہ اور کتا باندھ دیا گیا خبیث کی بات ہے

مگر اب معلوم ہوا کہ میں تو پہلے ہی کہہ گئی تھی میرا تھا شک کا قیام اب بھی نہیں
تو جی سواہ کیا دانا ملی اپنی بیان کر رہی ہو آزادائین تو انکو آڑے ہاتھوں
کون وہ خبیث بریت چڑیل بھوت جن ایک کا بل نہیں سوئیں تو معلوم ہو
کہ کبھی بی میاؤں میاؤں کر رہی ہے کبھی کتا بھونک رہا ہے۔ ایک پاتی
دوسرا سرھانے۔

خوبی تو یہاں خبیث کے پیر میں تھے اور اوسے میان آزاد علمائے فضلاء
مصافحہ و معانفہ کرتے پھرتے تھے جدھر نکل گئے انگلیاں اٹھنے لگیں میان
انکی زیارت کو جوق جوق اُٹے چلے آتے تھے اور جومتا تھا وہ تعریف کے
اہل باندہ دیتا تھا کہ واہ آزاد سچا انسان ہے۔ این کارزار تو انور و جنت
آزاد دل ہی دل میں حسن آرا کا شکریہ ادا کرتے تھے کہ نہ اس بت پندار سے
آنکھ لڑتی نہ تمام ہندوستان میں ہمارا نام مشہور ہوتا جس آرا کو سیکڑوں
دعائیں دیتے تھے۔ جہاز کا بھی میرزا صاحب نے خوب بندوبست کر دیا۔

میان آزاد اور انکے حبیب فرخ نما و میرزا صاحب والا نزا اور راہ راہ چلے
جاتے تھے ایک باغ کے قریب جو پونچے تو دیکھا کہ سرنگ گھوڑے پر ایک
گلابدن میم لباس فاترہ سے ملبوس ران ٹہری جائے ناز و دیر یا نہ اور انداز
مشوقانہ سے چلتی تھی اور اس غیرت قمر کے قریب ایک مشکلی پڑ سکا شوہر
جو ان رعنا سوار ہر دونوں کم سن بیوی کا بیس میان کا کوئی بچپن میں سن
دونوں چلن نازنین دونوں مہوش مہجین کھیلان کرتے آتے۔ اور چھٹی
باتیں کر کے کھل کھلاتے ہیں میان آزاد تو انگریزی میں برق تھے ہر شے
چھپے چھپے جانے لگے ان دونوں کو اسوقت یہ خیال کجا کہ ع۔ دیوار گونج

فہمیدہ لب بجنبان + وہ اُننگ اور ترنگ کا وقت تھا وہ میان بیوی
دوسرا دن شب عروسی کا جوش دلوے کی انتہا نہیں ہوا میں کھاتے گھوڑے
چکاتے لپکین اُڑاتے رسنے کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ اب ذلیپیار کی
باتیں درمیان بیوی کی عشق کی گھاتیں اور لہن ترانیاں اور گدانا جھانکے
میان۔ کل ایک بڑی جینہ جیلہ میڈی نظر سے گزر گئی تھی میں نے

چشمہ دور رخ وہ زیبا کہ نور علی نور۔ اسٹیشن میں سی پریزادوسری نہیں
بیوی۔ تکیہ جی چتون سے نظر ڈالکر) کیا کیا۔ ذری پھر تو فرمائیے گا
میان۔ میں نے کہا کہ۔ کہ۔ کہ۔

بیوی۔ بس ہم سمجھ گئے میں اڈمیرلین اتنی بڑی ہوئی ہوں اب مجھے
بہت اڑیے نہ ہاں صاحب کیا فرمایا۔ اسٹیشن بھر میں بس پری ہو تو
وہ ہو مگر وہ اپنے وقت کی کھڈو پٹیرا ہوگی۔

میان۔ (شیر مار کر) میرا یہ مطلب تھا کہ اسٹیشن میں وہ پریزادوسری
جوانی آپ ہی نظیر ہو۔ مگر ایک اُس سے بھی بڑھکے پری رو ہو۔
بیوی۔ (رخسے میں) وہ کون۔

میان۔ وہ جو میرے ساتھ گھوڑے پر اسوقت ہوا کھاتی ہیں۔
بیوی۔ (خوش ہو کر) بجا میں تو خوبصورتی کا دعویٰ کرتی ہی نہیں
میان۔ بالکل اکہین دعویٰ کیا کرتے ہیں۔ تم نہ کر دہم تو دعویٰ کرتے ہیں
کہ ہم بی بھر میں ہماری چاہتی ہو سچی زیادہ کسی کا حُسن پر آشوب نہیں

ابرو خنجر آبدار ایک اشارے میں کیجے کے پار۔ اور اس لہن بان پر لپک
قربان۔ مجھ سے زیادہ خوش نصیب اسٹیشن بھر میں کوئی نہوگا۔
بیوی۔ (با چھین کھل گئیں) تم کیا کچھ کم ہو۔

میان۔ اب ہم کوئی چار باج روز میں روانہ ہونگے۔
بیوی۔ ہاں میں راہ میں مہر کے مناظر دیکھنا بھی بلا جی میں دن بھر
میان۔ جرنی میں کیا ہو۔ فرانس میں البتہ قیام ہوگا۔

بیوی۔ (مسکرا کر) کمان افرانس میں نہ (آنکھ کا اشارہ کر کے) ہاں ملان
کیونکہ زیادہ قیام ہوگا۔ ہم اپنے پرانے اسکول بھی تھکے چلنے کیس
لڑی سے ملنا دیکھو سی نیک بی بی اور کسی تربیت یافتہ ہیں۔

اتنے میں ایک ہوٹل ملا اور دونوں میان بیوی گھوڑے و سچا کر
وہاں گئے آزاد اپنے دل میں سوچے کہ واقعہ کس مزے سے انکی زندگی
بسر ہوتی ہے چین ہی چین کھتا ہے۔ اور کیا نوک جھونک ہوتی جاتی ہے۔

ناپا تھی مگر بد روج میں آگئی اس بس چل سکا۔ اور میں ہانپ رہی تھی۔

کھاور نہ کپڑ ہی لیتا۔

راوی۔ بجا ارشاد ہوا میں بھی دیکھ رہا تھا کہ آپ بہرِ بیت کے کھلی تکیہ کو مریخ
 لئے تھے۔

آزاد اور میرزا صاحب جو اندر گئے تو دیکھا کہ گھر کا گھر میں باہر اور بیگم صاحب کی زبان سے مارے ہنسی کے ایک لفظ بھی نہیں نکلتا۔

آزاد۔ (دل میں) واہ ری کم سن! اس لڑکھچے کو تو کیا شوخی ہے۔
 بوٹی بوٹی اس وقت بھڑک رہی ہے اور میں نے تو توڑ کیجیے۔ رنگ خسا کا متیرہ بنا

اور بھی تم ڈھکاتا ہو اور میرا پیسہ ہڈیوں کی خال خال شیشم شکر میں گھول دے گی جھکاتی ہو۔
 اور لندن کی جھلک اور ریل شکر خاکی دکن بان حال سے کچھ اور سی بات ہے۔

نازک کلائی اور یست خانی خون لانا ہی۔ دل فقیر رہا جاتا ہی مگر حُریت
نہیں بڑھتی کہ یہ مگر آنکھ لڑاؤں اور اسن شہنشاہ کا جو بن لوٹوں۔ د۔

انطورہ دلفریب سمجھ گئی کہ میان آن زار و بحیرہ - انبا ظہرین حق میں خصوصاً حضرت
 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور فرشتوں نے ان کو یہ خبر دی کہ تم کو یہاں سے لے کر
 جنت میں لے جائیں گے۔

میلوم ہوجا کہ فلان جوان خوش رو و غیرین مو کی ہم پر نظر سرتی تو چو چاکر کی گئی
ایک بار سی و بال نظر کیوں نہ ہو پھر اُس وقت کچھ اور ہی عالم ہوگا۔ وہ چھپ چھپ کر

ننگھیں سونگھیں اور لڑکھن ان نے بھی کھانا کھانے کو گوری گوری کر دیا۔ لہذا کبھی شوق
خود نمائی سے چک جاتا کبھی پیاری پیاری اور کبھی کھانا ستم و غریب پر قیامت

حشر چہ جاوہی۔ کر لیت ہو۔ یکم صاحب کا بھی یہی حال تھا اور پھر انکو یہ بھی خیال تھا کہ غلط ہے ہی زمانے میں جن آرا انکی بیوی بنے گی سپہر آرا انکو دے دیا جائیگا۔

میان آزاد سے انکو دلی محبت ہو گئی اور کیونکہ ہنوتی بیماری میں بن بیاڑ تھے کہ باریں
اسنے میں خدمت گارنے باہر سے آواز دی۔

خدمتگار۔ زمین۔ زمین۔ اور میں۔
 زمین۔ ہاں ہاں۔ اولیٰ کچھ کہو گے بھی یا زمین ہی زمین کہے جاوے گے

خدا شکر - دو چار صاحب ملاقات کے لیے آئے ہیں -

۱۱۱

آزاد۔ قبلہ دعا کیجیے میرے حق میں۔

منفی صاحب نے کہا ہمارا مولانا محمد آزاد صاحب کو فیانی چمال اور جبریل جدال و رجز اور قتال میں تفضل و عنایت اپنے مصون محفوظ رکھنا اور غلبہ حصول فتح و فیروز می ہم لوگوں سے ملاتی فرمانا (سب ملکر مائیں) خوجی۔ آمین آمین ہم سمجھے و مجھے نہیں مگر بول پٹھے آمین عیب غب۔ آمین فیانی اور چوچی۔ آمین ثم آمین قاضی صاحب کے قریب جا کر حضرت قاضی القضاۃ غب غبات۔ فیہا الموت غب غب۔

قاضی صاحب۔ (مسکرا کر) ام مبارک۔

خوجی۔ جناب ہشتی خواجہ بدیع صاحب علیہ الرحمۃ و فران و حضور کا نام نامی قاضی صاحب۔ محمد عبد القدوس۔

خوجی۔ کیا ہاؤستو خودوس؟ (دراستو خودوس) نیٹنی گڑھت کا نام۔ آزاد۔ نہایت گستاخ آدمی ہوں۔ بس چونچ سنبھالو ورنہ ہوتے میں حلال کر ڈالونگا۔

اب ایک لطیفہ سنئے کہ میان خوجی نے جھوٹے تقریر کی سبب تک کی حالت میں ہوش میں تھے مگر آنکھیں کچھ کچھ بند جب آزاد نے ڈانٹ بتائی تو آپ نے آنکھیں کھول دیں کھیا تو سب کے پہلے قاضی صاحب ہی نے نظر پڑی طویل اقامت مٹسن۔ شملہ بقدر اعلم سر پر قمیص دربر۔ بردیانی بردوش سفید پوش۔ صاحب تن و توش۔ اعلین بغدادی پانون میں۔ ماتھے پر گٹھے۔ ریش مبارک یک مشت دو انگشت۔ خوجی بیک سے جو چونکے تو آنکھو دیکھتے ہی آگ ہو گئے اور یوں کہنے لگے۔

خوجی۔ اور دیکھیے گا ذری۔ آج مولانا بنکراٹے ہیں بیٹھی گرگٹ کے سے رنگ بدلتا ہوا اللہ گرگٹ کے سے۔ اُس دن گیسارے بنے تھے آج مولوی صا۔ بنے ہیں کبھی سپاہی کاروپ بدلتا ہوا انے تو ناگوں کر رہا۔ قاضی اور مفتی اور مولانا اور حکیم رخصت ہو۔ ادھر میان آزاد نے آنکھو خوب ہی لالکارنا معقول بے دیکھ بھالے بے سمجھے بوجھے جو چاہتا ہوا یک۔

دیتا ہوا کچھ پڑھے لکھے ہوتے تو علما کی قدر بھی کرتے اہل مطلق ہوں ہم بھلا کسی کی قدر کیا جانو لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل۔

خوجی۔ جی ہاں بس اب ایک آپ ہی تو بڑے قہمان ہیں بڑے وہ بنے ہیں ہکو یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی گدھا ہو۔ اور بیان غری چائے پیٹھے ہیں۔ اقل اقلما اقلوا۔ ما اقلت۔ ما اقلت ما اقلن۔ ما اقلت۔ ما اقلت۔ ما اقلت۔ ما اقلت۔ ما اقلت۔ ما اقلت۔ اور سنئے علم علما۔ علو غلت۔ غلتا۔ میرزا صاحب۔ یہ کون صیغہ ہو پھٹی۔

خوجی۔ جی یہ صیغہ الم علم ہو۔ اچھا بتائیے استقراء کیا معنی کل کل آگے آیت آزاد۔ استقراء یہ کہ مثلاً چند افراد پر قیاس کر کے کل کو ویسا ہی سمجھیں اس کا نام استقراء ہے مثلاً کل حیوان بحیر کفکہ الاسفل عند المضع یعنی جھقہ حیوان مطلق ہیں وہ سب جیڑوں کو کھاتے وقت ہلاتے ہیں مگر تسلیح اس سے مستثنیٰ ہو۔ پس دلیل ضعیف ہو گئی۔

میرزا صاحب اور میان آزاد باہر کرسیاں سجھا کر بیٹھے تو خوجی شعر خوانی شروع کی۔

خوجی ۵۔ دل گواہ است کہ در پردہ دل لرزے ہست
ہستی قطرہ دلیل ست کہ دریا نے ہست

میرزا صاحب۔ سجان اسد کیا خوب کلام و کش ہر جی خوشی لگیا
واللہ پچڑک گیا۔ بارک اللہ واہ خواجہ بدیع صاحب۔

آزاد ۵۔ صبح کہ ترک ست من شیشہ کشا دم دہر
عقل بجاک میزند صبر بیا دم دہر

خوجی ۵۔ ہم مژہ اش ستیزہ رادشہ بدست میدہر
ہم نگمش زمانہ را عہدہ یاد میدہر

آزاد ۵۔ آہ کہ بردماغ و دل میزندم سیم خون
جرعہ ساغرے کہ آن ترک نزا دم دہر

خوجی ۵۔ جبرہ کاروانیت تہ تبریں
شوق تو را ہی بردرد تو را دمیدہر

آزاد فیضی نامراد من از غم دہر غم بخور

زانکہ مراد اہل دل شاہ مراد میدہ

میرزا صاحب حضرت پھر توجہ رانچ روز بیان ہی بہتر جائے
جہاز کے جانے کو بس ایک ٹھوکار بھیجیے۔ مگر واسطے خدا کے خطوط ضروری
کیجیے گا۔ دیکھیے ایسا سنو کہ بیان ہکلو اور وہاں حسن آرا کو ٹپائیے انتظار نہ کرو
حسن آرا کا خط بھی صبح شام آتا ہی ہوگا۔ ہاے یہ لگی بُری ہوتی ہے۔

پیراک

جناب فضیلت انتساب مصباح مجالس سدا مولانا محمد آزاد صاحب
میرزا کے ساتھ تالاب کھڑے تاشا دیکھ رہے تھے اور پریشان رہے تھے
گلو سوز سے آنکھیں سینک رہے تھے۔ تالاب کا پانی وہ صاف ٹیڑھیاں
سڈول و شفاف کہ بے اختیار نہانے کو جی چاہے طبیعت لہرائے کہ دم
غوطہ لگائیے دخنوں کے سایہ میں کھڑے ہوئے میان آزاد پیر کوں کہ کتب
دیکھ رہے تھے ایک شخص ننگوٹا باندھ کر پل پڑھ کر دوا دم۔ دوسرا درخت سے چما
تیسرا چوبتر سے آیا تو کہیں جان نہک ہو رہی ہے کہیں داؤج کوئی ملتی
چیتا ہے۔ کوئی کھڑی لگا رہی۔ کوئی شیر کی پرائی پیتا ہے۔ کوئی مڑکی چکوا
استاد کی کا دعویٰ ہے وہ ابھر ابھر کر اور ننگوٹ و کھاتے ہیں سمجھنے والے
تعلیم کے پل بندتے جاتے ہیں۔ ایسی جان شدہ میرزا خدو گاہ کیا خوبیاں حاصل
حضرت خواجہ صاحبہ والہ آباد شہر میں آگے ہو آگے خالص۔ والہ آباد یہاں ہی
کا حصہ ہے۔ یوں تو پیراک ایک ایک بڑھکر پیراک کے خرد دم ہی اور ہیں
والہ آباد پرانے استادوں کے یا دگار بس ایک تم ہو وہ بھوکے نہیں سما
ہیں کھلے جاتے ہیں۔ نوکیلے اپنے کنارے ہی بڑھتا پائون رتے
ہیں اور جو پیرنا دیرنا خاک نہیں جانتے وہ پہلی دوسری ہی شیر مری پر
بیٹھ کر نہائے اور بٹھے ہوئے ڈرپوک آدمی دوسرے تو دیکھ رہے ہیں مگر بیانی کے
ترب جاتے ہوئے زہرہ آب ہوا جاتا ہے۔ بدن تھوڑا تھوڑا ہی بھی
احتیاط شرط ہے۔ پانی اور آگ سے زور نہیں چلتا جس چیز کو انسان

نہ جانے اس میں دخل در معقولات مقتضائے عقل حکمت میں

میان آزاد اور میرزا صاحب و نون اسوقت کی کیفیت پر لٹ تھے۔

غیچہ دل نسیم سرست کے اتھار سے کھلا جاتا تھا۔ تالاب میں سروں کے سوا
اور کچھ نظر ہی آتا تھا جب کچھ عرصے تک لطف اٹھا چکے تو آزاد نے میرزا صاحب سے یوں کہا
آزاد۔ کیسے آپ کو بھی پیرنے کا ذوق ہے یا نہیں۔

میرزا صاحب۔ جی میں کچھ دہی چار ہاتھ لگانے جانتا ہوں۔
لیکن آپ کا جی چاہتا ہو تو بسم اللہ۔

آزاد۔ جل بانک ہوگی ہم سے آپ سے۔

میرزا صاحب۔ بھلا مجھے کیا سلیقہ ہے۔

آزاد۔ یہاں سب سے بڑھکر کون استاد ہے اس فن کا۔

میرزا صاحب۔ وہ۔ وہ جو نیلا ننگوٹ باندھے پورے زینوں کھڑے
آزاد۔ وہ جنکا چہرہ باندھ رہے ہیں؟

میرزا صاحب۔ جی ہاں۔ پھر اگر شوق چڑھا ہو تو بسم اللہ گنگائی ننگوٹوں
اتنے میں یہ واقعہ ناشیدنی و ساختم نایدنی ہوا کہ ایک لڑکا بلا کا حسین

غضب کا مہ جین از سر تا پا نور غیرت حور تالاب میں نہار ہاتھ لگا کر پانی میں
کھڑے غوطے لگا رہا تھا۔ سوچا کہ اچھی طرح غوطے لگا نا محال ہے آؤ اور ایک نیلا

اُتریں اس شوق سے جیسے ہی اسے ایک پانوں زینے سے بڑھایا اور بس دوسرا
پانوں بھی ساتھ ہی بٹھایا اور اُٹھے ہی چلا۔ اور غراب پانی میں ایک غوطہ کھایا۔

پھر بھلے وہ تو دوبارہ اور اگر دوا حوالی موالی پیراک تاشائی ابھی تک یہی
سمجھتے ہیں کہ وہ دل لگی کرتا ہے۔ آخر کار جب تیسری مرتبہ اُسے غوطہ کھایا تو

لوگوں نے غل جھپایا کہ ڈوبا۔ اے۔ دوڑ دو ڈوبا۔ ہاے ڈوبا۔ ہاے ڈوبا
اُسکا جھوٹا بھائی بھی ایک زینے پر قریب کھڑا تھا وہ بے اختیار ہوا کر چلا

اور سارا زمانہ غل مچانے لگا کہ غوطہ خوردن کو بلا اور ملا جو کچھ ڈوبا اور کچھ
کوئی نہیں جانتا جان بھی کیا پاری ہوتی ہے بڑے بڑے استاد تالاب پر چڑھتے

مگر کدے تول تول کے رچاتے ہیں ترب نہیں آتے آخر کار اس آزاد جیسے

میں پائلین جنہوں نے میری جان بچائی انکا مجھ پر تاہم مرگ احسان رہے گا
لوگوں نے میان آزاد کو آواز دی اور کہا چلیے آپ کو وہ لڑکا نکالتا ہوں جسکو
ابھی ابھی اپنے تالیب نکالا ہے۔ میان آزاد گئے تو اسکی نگہوں سے بے اختیار
آنسو نکل پڑے۔ ٹپ ٹپ ٹپ۔ روتے روتے وہ آزاد کے
گلے لپٹا اور کہا کہ میں اس عنایت کا کیا معاوضہ کروں اس احسان کا
بار کو کلمہ میرے سر سے اُترے گا۔ آپ نے مجھے زمین منت بیکراں مرحوم
عنایت بے پایان کر دیا۔ ۵۔

چرنامے کے مولائے نام توام | درم تاخیر یہ غلام توام

آزاد (پیشانی چوم کر) احسان! احسان کیسا۔

لڑکا۔ اب میں آپ کے بھرا چلوں گا۔ اور ضرور چلوں گا۔

آزاد۔ بھائی میں سیاح جہان گردہ نور و بھلا چرساقتہ کمان کا

لڑکا۔ اگر ساتھ چھوڑ دوں تو جو جی چاہے وہ کیسے گا۔ نام بدل ڈالوں۔

میرزا۔ اچھا اب سوخت تو میرا مکان پر جا ہوں۔ وہاں ہی نے آنکھ ملنا

لڑکا۔ چتا۔

میرزا۔ بھٹسی بازار۔

لڑکا۔ نام۔

میرزا۔ میرزا اسد بیگ۔

لڑکا۔ اچھا پھر آپ جائیے میں حاضر ہوں گا آزاد کے قہر میں پڑی ہوئی ہو

چرنامے کے مولائے نام توام | درم تاخیر یہ غلام توام

میان آزاد اور میرزا صاحب وہاں سے چلے۔

پارسی کا مکان

آج تو کچھ رنگ جما ساقیا

دیر ہوئی دور چلے ساقیا

قاضی وز باد کی پکڑی گرے

خیر پیالہ نہ پلا ساقیا

باد گل رنگ پلا ساقیا

اور چلے اور چلے ساقیا

ہاتھ میں زندہ دیکھے ہوں دونوں

آنکھ تو یاروں سے ملا ساقیا

پل پر آئے اور دھم سے کود پڑے اُبھرتے ہی غراب غوطہ لگا یا غوطہ
لگاتے ہی اس لڑکے کا شانہ ہاتھ لگایا آنکھوں نے اسکو لگا لگا کر پرکھا تو دیکھا
کہ جان باقی ہے۔ مگر کوئی دم کا سمان چڑھ سکتا ہے لیکن آنکھوں کی تشریف
ہوئی لیکن غافلہ بارک اللہ ہمت سے بلند ہوا۔ ہر نو بھر خرم خود سر ہوا
میان آزاد کی دھوم ہو گئی۔ اب کوئی انکی پیٹھ ٹھونکتا ہے۔ کوئی چہ زنتا ہے
کوئی گرد زدن دعائیں دیتا ہے۔ لوگوں نے مل کر اسکو اُٹا لٹکا یا جب باقی
بالکل نکل گیا تو اس لڑکے کو ذرا ہوش آیا اور اُس نے آنکھیں کھولیں
مگر سیت چھائی۔ بوٹی بوٹی تھرتھرائی چہرہ زرد ہاتھ پائوں سر بیٹھا
اور ڈوبانی صورت تھی دیکھتے ہوئے وہ معلوم ہوا تھا بارے عریدہ بود
بلائے دے بجز گذشتہ جب اس لڑکے کو ہوش آیا تو اُس نے بعد حسرت
و حریان بیان کیا کہ۔

لڑکا۔ میں چاہا کہ غوطہ لگاؤں۔ کیونکہ جہان میں پہلے کھڑا تھا وہاں اپنی

لڑکھٹا تھا۔ اچھی طرح سے غوطہ لگانا مشکل تھا۔ جب میں قدم بڑھایا

تو مجھے خود معلوم ہو گیا کہ پانی یہاں زیادہ ہے لیکن میرا سر پائوں خود بخود

اور میں لاکھ چاہا کہ بچوں مگر بچنا سخت دشوار تھا بلکہ محال محض جبہ دنوں

پائوں اٹھ گئے تو بس غوطے کھانے لگا اور ڈوبا۔ اسوقت سیر دل کی جو

کیفیت تھی اسکی بیان کرنے سے کلیجہ ٹھنڈ کو آتا ہے اور بدن کے رونگٹے کھڑے

ہو جاتے ہیں (بیان کرتے ہوئے چہرہ زرد ہو گیا) پس جب پہلی مرتبہ غوطہ کھایا

تو پانی منہ میں جانے لگا۔ میں ہاتھ سے منہ کو بند کیا تو ناک کی راہ پانی لگا

جب ناک کو بچایا تو پھر منہ میں پانی آنے لگا۔ اتنے میں لاش ابھرنے لگی۔

مگر پھر غوطہ کھایا تو تہ آب میں زرد زرد کوئی شے نظر آئی۔ لیکن ہوش اور جہاں

اب بالکل غائب ہو گئے تیسرے غوطے کا حال اچھی طرح نہیں معلوم۔ تینا جانا تھا

کہ سیر دل پر اسقدر چچکا کبھی نہیں ہوا تھا جقدر ابکی ہوا۔ ات ات ات

(کا بچے ہو) اسوقت تالا بسکی صورت مجھے کاٹے کھاتی ہو۔ اور بے صوت میری

جان جاتی ہو انہیں منہ غصہ ہی ہو گیا تھا مگر میں چاہتا ہوں کہ وہ صاحب

میکدہ وحشت کے بادہ خوار نشہ شراب جنون کے شرار عشق کے چشم و چراغ سرخوش و تروباغ و ارق و فرا کے استا و مولانا محمد آزاد خان پلو میز صاحب مکان عشرت بنیان میں داخل ہوا اور میان خوبی کی کڑی میں ترسے شامل ہو۔ رہ فوری اور کوچہ گردی شور و ہنگام کی خوشی کے حسن و جمال و سہرا کی مستانہ چال و رفت النساء کی بھولی بھولی باتیں اور اختر النساء کے عشق کی گھاتیں اللہ رکھی کی شوخی اور بقراری اور اس بھاری دھن کی گریہ و زاری یا کر کے آنکھوں میں آنسو پھرائے اور بصد حسرت و یاس یہ اشعار زبان پر لائے۔

آج مرا پریشان کیا ہوا
کل جو بندھا تھا وہ سمان کیا ہوا
ساقی و مطرب نظر آتے نہیں
جا کے چھپے ہیں کدھر آتے نہیں
ہلقل مینا جو نہ چنگ و درباب
ناک میں آتی نہیں بوسے کباب
کیا ہی بستی پریشان بیکسی
میکدہ اور ایک جہان بیکسی
کوئی نہیں میکدہ منسان ہو
گھر کو چلو ہو کا یہ میدان ہو
آج یہاں ہوتی ہو کچھ عقل گم
بزم نہ ساقی نہ صراحی نہ خم
ایک اداسی ہی فقط چھائی ہو
خیر کچھ فصل خزان آئی ہو

تنور سینہ میں فرق کا داغ۔ اور خونا بڑھل دریاغ۔ پھر پرچش کے آثار بھرے سے جنون آشکار سینہ بریان چشم خونگاہ۔ ہاں کیا جی میں نے اپنے نازک دست خنائی سے خوشبو اربان کھلایا اور آج اُسکی یاد نے خون ر لایا۔ وہ پہر آکا چاند سا کھڑا اور یہ فراق کا دکھ ازیت النساء کا پرہیز اور عشق کی باتیں کرنا۔ اختر کی کار ونا اور ٹھنڈی سانسین بھر کر سونا اُٹھ رکھی کا اصرار اور ہمارا انکار لطف محبت و تیرہ آنکھوں کے سامنے پھیلے

دلبرے برد از دم صبر و قرار
گم زرخش برقع بود صبح بہار
چشم جاودیش کہ نہ خیر جان
اور نگہ ساز و تبسم راعیان
راوی۔ دیکر اب کبر چہ معنی دار و۔ یوں کہو کہ پر یوں غول غول
فرقیہ تھا و نگل کا نگل والہ و شیفہ تھا جس آرا جاد و نگاہ سپر آراغیت

مہر و ماہ زینت النساء نگار تہ نشو۔ اختر النساء آتشین رو۔ کجا دل تھا احسن پرستہ کا کباب تھا۔ اور چھار گل خسار چہرے آفتاب چہرے متاب تھا۔ آزاد۔ درد دل کی چمک تم ڈھاتی ہو وہ نورانی صورت آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔

کیا حال ہو گیا ہو دل بقرار کا
آزار ہو کسی کو آہی نہ پیر کا
اب سینے کہ جس طفل غنچہ دہن سیمین بدن کو میان آزاد نے تالاب کے نکالا تھا وہ ایک پارسی کا نو چشم قرۃ العین تھا۔ راحت دل دلا دیا بکا چین اُسکو اُسکے والدین نے ناز و نعم سے پالا تھا جب اُسکے باپ نے کہ جاہ و دولت سے مالا مال سنبخت مرفحال تھا اور اُسکا ظلمت کدہ مراد صرف اسی شیخ سعادت سے منور تھا اور نہال زندگی اسی شرفورس بار ورتھا۔ اُسے جو اس دورِ جیون عظمت و سروری و مہرِ حشرت و برتری کے ترخاک ہونیکا حال تر و مال مستا تو بے اختیار سر و ہنسنے لگا اور دیوانہ وار تنکے چنے لگا مجرب پیری جوش زن ہوا۔ دل صید رخ و محن ہوا۔

گر بیان شد تو تلخ بگریت
بے گریہ تلخ در جہان کیت
چندان ز غمش بہر نالید
کز نالہ او سپر نالید

اتنے میں ایک شخص نے آنکر کہا کہ کھی کے چراغ جلایے اور غرابکو خیرات سے مالا مال فرمایے صاحبزادے کو ڈپتے ہوئے دیکھ کر ایک شریف زاوے نے دم سے غوطہ لگایا اور ڈوبنے سے بچایا اب تنک بیان نہ خوشی کے شاد و بجا و بچک غرض جن کو۔ یہ مژدہ عشرت انگیز اور نو بخت خیر سنتے ہی بارسکی کے دل کی کھل گئی میخدا مانگی مراد مل گئی اُسے اُپدیت نشتہ کرائی اور تالاب کی ہوا کھائی۔ لڑکا باپ سے چٹ گیا۔ باپ بیٹے سے لڑ گیا اب پارسی کو فکر ہوئی کہ میان آزاد کو کیسے پائیں۔ گدہ ہو تو میر کی پائیں تلاش کرتے کرتے اُنھوں نے دھونڈ لیا کالو گون نے تپے تپا یا کہ میر اسرگیک کے روحانہ فیض کا شانہ پر مولانا محمد آزاد صاحب فروکش میں پارسی کے دل سے لگی تھی کسی طرح اسل حسان عظیم سے سبکدوش ہون۔ فرنگی

کھائی اور اب کھائی، مگر قربان اپنے استاد کے والد اس بھرتی سے کوہِ مہم

۱۰۰

اور یہ دیکھو واللہ جو زمین پر

خوجی بے گھنے

دعائے گناہ پڑی کہ یہ بوٹی تو نہ والا بھی کسی دن غوطہ کھائے اُسکا بھی پائون
پھسل جائے تو پھر بارون کے گھر سے ہیں۔ پو بارہ ہماری پانچون گہلی میں
اور بواز عفران کا سر کڑھائی میں اور داغہ کا دمڑا دمڑا دھڑکے یہ ڈوبیں
تو خدا کرے بچائیں ہم ہی۔

راوی۔ بجا۔ ضرور۔ پانی کا نام لیتے ہوئے تو آپکا بدن کانپ جاتا ہے
عضو عضو تھرتھراتا ہے اور غم و دم سے کہ ڈوبتے کو نکالیں اور کسکو بھنیے کہ
واللہ آپکے ڈنڈ مل رہا۔

آزاد۔ آپکی زیارت سے بڑی خوشی ہوئی۔
رئیس۔ اپنے کو بھی بڑا کھوس (خوشی) کا بات چیت۔

خوجی۔ (آہستہ سے) کیا اکتھوی کا بات چیت ہیں تو جھب جھبایا
معلوم ہوتا ہے۔

رئیس۔ کال آپ آوین تو ہمارا میڈی لوگ آپکو گانا سنائیں
خوجی۔ اچھی ہوقت کی شہنائی بجائی۔ اچھی کچھ انیم گھو لو چکی گلو
ٹھکانی ٹنگو اور رئیس کی دم بنے ہیں۔

آزاد۔ کل میں ضرور حاضر ہونگا۔
رئیس۔ آپ تو اپنا کا باب ہے۔

خوجی۔ بلکہ دارا۔ خوب پہچانا واہ ٹھپے۔
آزاد۔ (خوجی سے) خاموش اب کن کہ مقام ادب ست۔

خوجی۔ کچھ سنا تم کو تھا رہے باپ کا باب بنایا۔
آزاد۔ (رئیس سے) کل کس وقت حاضر ہوں۔

رئیس۔ شام کو کال بہت لیڈی لوگ جمع ہوگا اور آپکو کوس خوش ہوگا
خوجی۔ لیڈی لوگ اہلے واللہ لیڈی لوگ کی ایک ہی کمی۔

الغرض آزاد اور خوجی رخصت ہوئے تو رئیس کے ایک بھائی نے آزاد سے چپکے
سے کہا کہ آپکی نذر کے لیے ہزار روپیہ جو نذر گیا ہے۔ کل بڑی دھوم مچی تھی

جنتلمین اور لیڈیوں کی دعوت ہو گئی اور آپکو سب خوش کرینگے۔

نور کے ترے کے میان آزاد و فرخ نہاد اور جانی جنت آج اچھے چمک
خانہ برباد اور حضرت میرزا اسد بیگ صاحب لیل شاد ایک فرخ و وسیع
باغچہ دلکش و پر بہار رکش گلزار فرخارین گہین اڑاتے تھے اور نسیم
مشکار کے جھونکے دماغ کو طبلہ عطار بناتے تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں
کہ ایک کم سن جھڑو کے پر سے لہ لہ کر گاتی ہے۔

مگر گزرتے جھکی جو سرخ نشین کی گھنٹیں گلوے یار پر عالم ہوا شیشے کی گدون کا
آزاد اسکی خوش اخلاقی و رہبر جوانی دیکھ کر از بس محظوظ ہوا اور گردن
ہلا کر فرماتے گئے کہ بھئی سچ کہنا کیا شہر شہر تو ایک طرف ان نعمتیں جانتے تو ہر ایک

سرد و طرب میں زندگی بخش دلا باشد اندر و فرخ ہرگز با رنگم گستاخ
خوجی۔ پھر آپکو کیا۔ آپ یہ باتیں کیا جانیں بھلا آپ انہیں کی
گفتگو کے لائق ہیں جو سہ بلخ العلماء سے گفتگو کرینگے قابل حضور ہیں۔ لفاظی

صلو علیہ وآلہ واپس بلخ العلماء سے گفتگو کرینگے قابل حضور ہیں۔ لفاظی
اور جاد و طرازی آپ کیا جانیں بھلا۔ لا حول ولا سے

چہ خوش گفت ست سعدی در رخا الایا ایہا الساقی اور کاشا و ناولما
محمد عبدالقدوس یا مولانا اسطو خود س آئین تو آپ باتیں بنائیں اللہ

آسدن تو آپ پشتمین خوب بھیک مانگی تھی واللہ مجھے حیرت ہے کہ مولانا صاحب
میں کس طرح گفتگو کرتے ہونگے یا شاید وہ بھی طاقتور شہر کی شرح تجربہ پڑھی ہوگا

واللہ بڑی دل لگی ہوتی ہوگی اور سہ پیسیری لذت لڑھکتے ہونگے
اور وہ تین تین مچک چھڑھلکاتی ہونگی۔ میان کہتے ہونگے کہ تقیل زد و

ثواب صواب ہے۔ وہ فرماتی ہونگی کہ ثواب غب زوال آتا ہے مگر غریب
قبل طلوع ماہ تاب ہے۔ لوتھریان باندیان منہ تاکتی ہونگی کہ دو تون کی نصیحت

لینی چاہیے۔ علیہ ایک فہم مولانا با علم و فضل و لہذا حضرت قاضی
محمد عبدالقدوس نا را متد بہانہ سے تو ملین۔

میرزا۔ آسدن تو آپ انکو بہر و سیا بنایا تھا چیکے چوکتے ہی کہنے لگے

میرزا۔ آسدن تو آپ انکو بہر و سیا بنایا تھا چیکے چوکتے ہی کہنے لگے

کہ بھلا بے بھلا میں نے تجوی پچان لیا۔ آج مولانا بنگر آئے ہیں کل گھسیارا بنا تھا۔ بات ترے بہرہ پیش کی۔

آزاد۔ واللہ سوقت ہنسی کا ضبط کرنا محال تھا بیٹھنا اجیرن ہو گیا۔ قاضی القضاۃ نورانی طلعت مقدس آدمی لپٹ کو ڈپٹ رہے ہیں کہ گھسیارا ہو۔ واللہ اپنے دل میں بڑا بڑا مانا ہو گا۔

میرزا صاحب۔ نہ صاحب بیٹھ چک کر کان میں کدیا تھا کہ خلل ناغہ ہو۔ اسی ایک دن بڑی دل لگی ہوئی مولانا محمد علی صاحب بحث کسی سیرے کم علم آدمی سے گفتگو کرتے تھے اور کبھی موقع پر کسی کا ذکر کیا آپ فحش الفاظ زبان سے نکالنا نہ چاہیں کبھی فرمایا نبی اللالیس۔ وہ خاک سمجھا پھر فرمایا ام الصبیان وہ تمھارے لگا۔ پھر فرمایا نسوان سوا الوجود النبیا وسواد القلب فی العقبی۔ اُسے کہا دراز ٹھہرے رہیے گا لپک کر کسی مولوی کو بلا لاؤں آخر کار ایک شخص نے اُسکے کان میں کدیا کہ مولانا صاحب کا یہ منشا ہو تو جھل کر کیا کرتا ہو کہ لاجول ولا قوۃ۔ ذرا سی بات کے لیے پڑن جھنجھٹ میں رکھا۔

آزاد۔ جی ہاں ایک دفعہ کسی شخص نے ایک مولانا صاحب آکر کہا کہ قبل میرا گھوڑا کن لے اپنے صطل سے گھانسن لو ادھیجے فرمایا کہ ہمارے متین میں اس قدر متین بھی نہیں ہو کہ عصا فرارنے مناقیر میں خضر کر کے اپنا مقصود میں وہ آدمی تھا گنوار۔ بلکہ گنوار کا لٹھ سمجھا کہ مولانا اسوقت وظیفہ پڑھ رہے ہیں قنوطی دیر کے بعد پھر کہا کہ گھانسن لو ادھیجے۔ تو اپنے چہرے میں ہو کر فرمایا کہ تکرار کلام داب ولو الالباب نہیں ہو۔ دست بستہ عرض کیا کہ قبل میں کچھ سمجھا ہی نہیں تو حضرت کیا فرماتے ہیں کہ تم سمجھو یا نہ سمجھو یہ عامی سی کیف سے مستحکف ہو۔ ایک ٹھٹھول نے اس کدیا کہ اے بھاگ جا۔ یہ آتش تازی پیسے بیٹھے ہیں کئی آدمیوں کو مار چکے ہیں وہ مکٹ بھاگا اور دل میں سوچا کہ اچھے سے گھانسن مانگی یہ تو خود گھانسن کھا گئے ہیں۔

اتنے میں ایک شخص نے آکر میان آزاد کو جھک کر سلام کیا اور قہر لیا۔

میان آزاد نے کھولا اور پڑھا تو اُس میں یہ لکھا تھا۔

منہل فضائل منبع فواضل ذی الطبع الوقاد مولانا محمد آزاد صاحب دلم برکاتکم بعد ایلینک انشا کلم منی التماس میرو کہ آج غیب سابق عشا ایک مجلس بھلا وکلا بلکہ مہجی منعقد ہوگی اور حسب دستور اہل فرنگ کہ اصحاب فرنگ ہیں۔ ایک (اسپاچ) آپکی خدمت میں رو برو جملہ حضار والا تبار دیا جا گا۔ رجا کہ آپ وقت متعینہ پر تشریف ارزانی فرما کر بلائے احزان کو منور فرمائیں کہ ہر تینہ مراسم اتحاد و کجبتی میں جادارد۔ اکثر فضلاء اجل علما اکمل مشتاق زیارت بہت افزا ہیں۔ انکو محروم نہ فرمائیے۔ زیادہ اطمینان کہ دور از داب و لبست محررہ عاصی قاضی محمد عبدالقدوس عفا اللہ عنہ

لفافہ یا جامع المتفرقین۔ صراحت نامہ۔ دہلی مورخہ مہجی بھٹا بی بازار۔ بنظر فیض شرف حضرت مولانا محمد آزاد صاحب سلمۃ اللہ تعالیٰ درآید۔ ہم بیجا تمہ میان آزاد نے یہ خط پڑھ کر میرزا صاحب کو سنایا اور کہا چلیے گا۔ اُغھونے کہا ضرور بالضرور ہزار کام چھوڑ کر نہ چلنا کیا معنی۔ میان آزاد نے جواباً نہ مولانا صاحب لکھا۔

مگر وہ جاننا رفاقت و شرفندہ ام ازو کا کہ در اول سخن ہی پیش کو از شوق بغلام

حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں تسلیم قبلہ میں تو مولانا زو حشت کا عاشق و دلدادہ کو پھر گردن اور دہ نور دون کا اُستاد خانہ بدوش برہاؤن مگر ہر دون کا اوباب موز جیب طعن اور دلسوز ہون علما و کلام کی جماعت میں میری زبان نہ کھلیگی لیکن لامر فوقی لاوب۔ بہرہ بسو شہم حاضر جلسہ ہاؤن ہوگا۔ اللہ اقدس میری خاکساری نے میرا درجہ اس قدر بلند کر دیا کہ علما و اجل میری ملاقات کو زیارت کلام سے ملکوئی صفات سمجھنے لگے۔ سچ ہو۔

ہر کہ شد خاک نشین برگ بر سپہا کرد | دانہ با خاک چو پوست سر سپہا کرد

جواب کو دیکھیے سرکشی کی اور نروں نے تھپتھپوے فنا کر دیا غبار پر نظر ڈالیے اُسکی خاکساری نے اُسکو کہاں سے کہاں پہنچایا حق ہو

زراہ خاکساری گر کے خاک نشین | چو خورشید جہاں افروز بر فلک نشین

اصفت العباد محمد آزاد

جب چار بجے تو میرزا صاحب نے کہا کہ حضرت لیس ہو رہے ہیں آزاد نے کہا کہ قبل غیب مساقبل عشا بلایا ہو خیر۔ اور خورشید گیتی فروز نے پریشان کن اپنی نورانی صورت چھپائی اور لیلی شب لاکھوں پری چہرہ سلیلو کو جواہرین لکیر آئی اور مہرولانا محمد آزاد فرخ نہاد نے ترکی ٹوپی سر پہ چالی اور کوٹ تلوون ڈاٹ کر لیس ہو میرزا صاحب بھی کپڑے وپڑے ہینکڑ ڈٹ گئے۔ گرجو جی ابھی سنگار ہی کر رہے ہیں آئینہ سامنے رکھا ہو۔ ٹوپی دی وچھینک پڑی۔ الغرض چلے تو کس قطع سے کہ گلابی کپڑی سر پہ۔ اور ایک ڈھیلی چکن پڑانی نشن کی در پر عقیق کا لٹھا ہاتھ میں لیے چست گھٹنا پہنے اور ایک ٹلموٹا بٹا لیے۔

راہ میں کہیں میان خوجی کو استنجے کی ضرورت ہوئی اور ایک گلی میں جا کر بیٹھے۔ اتفاق وقت اور شامت اعمال دھڑے لیکر کانسٹبل بھی چلا آتا تھا۔ جاگو۔ جاگو۔ رات کے سونے والو جاگو۔ اندھیری ہے۔ خوجی کو جو اس نے دیکھا تو پہلے بھجکا۔ پھر لکرا۔

کانسٹبل۔ کوہو رہے۔ ارے تین کون ہنس۔

خوجی۔ ہون۔ ہون۔ ہون۔ ہون۔

کانسٹبل۔ ایسے یہ تو مٹھ ہی سے ناہین بولت ہے۔

خوجی۔ دانشد استنجے کے لیے بول کا لفظ اچھا ذومعنی ہے کھڑے ہو کر ابے ہم شامیدن کا صیغہ گردان رہے ہیں اور تو ڈھٹا ہے۔

کانسٹبل میواڑے کا گنوار گردانے کا لفظ جو اس نے سنا تو سمجھا کہ یہ کہتا ہے گردنی و نوکا چھتری آدمی۔ بس آگ ہی تو ہو گیا جیسے جلتے بٹتے تو ہے پر پانی چھڑک دیا۔ بڑھکر انکا ٹیٹو الیا اور ایک ٹیٹنی بتائی۔ پھر کس کر لیک لات جو جاتا ہے تو خواجہ بدیع صاحب بڑھکنی کھائی۔ اور ایک فہمی غل چایا کہ بات ترے گبیری کی۔ لانا تو قرآنچہ ٹھہر میں نکالتا ہوں قرولی سروک نے وہ جھٹکا دیا کہ پیٹ کا پانی تک ہل گیا۔ اسے اوپر سے ایک رول جایا دن سے۔ کردنی لاری تین سرو۔ نکال کردنی۔ نکال (ایک دلات جانی) خوجی۔ او گیدی میں بچان گیا۔ اوہرو پیسے۔ ذرا مجھے کڑو کس نہ دے۔

آج سپاہی بکرا آیا۔ اسدن مولوی صاحب بنے تھے۔

کانسٹبل نے انکا ہاتھ پکڑا اور کہا چل چوکی پر۔ راہ میں اپنا باران کوٹ اور کیل اور بکری کے لیے گھانسل اور بلی کے لیے چھپرے سب اپنے لادے جناب خواجہ بدیع صاحب کی روح پروردہ مگر خیر سے سمجھے ابھی تک بہرہ ویا ہی ہیں۔ چوکی پر لیجا کر اُسے لکرا۔

کانسٹبل۔ حولد ار صاحب۔ چوریو سار چور تین دن سے محلے میں ہلا چائے ہو تھمن پران کر دہس۔ آج سنا کہ موہارے گئی مارے بیٹھا گلی تاکت رہے کہ مہون گلی پر پہنچیں جاے۔

حولد ار۔ (خوجی سے) ابے تو کون ہے۔

خوجی۔ (پینک مین)

کانسٹبل۔ (چپت جا کر) بولت ناہین ہے سررا ایک وزنٹے کا ہاتھ خوجی۔ (چونک کر) بات ترے بہرو پیے کی۔ مروکے ناگون دم کو دیا۔

حولد ار۔ کہو کہان سیند دینے کی فکر تھی۔ کچھ یاروں کا بھی حصہ ہوگا الگ ہی الگ یہ تہا خوری ابھی نہیں۔

خوجی (چونک کر) این! این گل و گیکر شگفت۔ آزاد۔ آزاد۔

کانسٹبل۔ جاو او ناہین۔ حولد ار صاحب کی بات کا جواب دے (رول لگا کر) تین دن سے تھمن پران کر دہس۔ پارسال یو سار کلوار کے گھر بیٹھا رہو ابکی سنا۔ کا تا کس۔

حولد ار۔ ہان آجکل اس کے ہان مال بھی بنے کو آیا ہے۔

خوجی۔ یاراک ذری حقہ تو بھر وانا۔ لاؤ تو ڈانٹ کے ایک تو۔

کانسٹبل۔ (کان پکڑ کے) مسکھری (تسخر کرت ہے)۔

خوجی۔ (اچھل کر) لانا قرولی۔ آنتین نکل پٹرین گیدی کی۔

ایک کر خوجی جو جھپٹے کہ بھاگ جاؤں تو ٹانگیں تو ماشاء اللہ پون پون اچھو کی تھیں ہی۔ کانسٹبل نے گرون ناپی خوجی زرا اور جھپٹے کہ اتنے میں ایک حوض کے اندر دونوں کے دونوں غڑا پ۔ خوجی انہی آدمی سرو کی وقت نشہ خور ہے۔

میں رو جے ہو سکے۔ پانی کے نام سے روح لرز جاتی تھی۔ حوض میں توڑ کچھ
تو بس قسم ہی ہو گیا۔ لیکن سچ۔ خود تو ڈوبینگے مگر بار کوسے ڈوبینگے
کا شبل بہت ہی جھلایا کہ بے طور لڑھکے۔ اروسی وروسی سبالت پت

خوجی کی موزونی طبع

دکھا ساقی نے گل رنگ کے ناز
بہ شکل خون دل پکا دہن میں
خدا کے واسطے لے جاگ ساقی
طبیعت صورت مجوش میں ہی
ہجوم آرزو کتا ہی لا جام
ابھی بھر کہ خاطر بہت تنگ
وفور جوش میں مضمون رقم ہو

ادھر خواجہ بدیع صاحب نے حوض میں لڑھکنی کھائی اُدھرن
بھاڑ کریون ہانک لگائی۔

پلا سا قیاموے کی افیم
پیا سا کئی دن کا ہون سا قیا
نرالا ہو محفل کا کچھ آج رنگ
نہ مطرب نہ ساغر نہ مینا نہ چنگ
کرم کر فقیروں پہ مانی ڈیر
ادائیں تری یا د کرتا ہوں میں
جلائے دم واپسین اسی کریو
خراب سیہ مست و تر دامنم
یہاں خوف دوزخ ہے نہ خوف نل
نہ تاخیر کر ساقی مشک رنگ
دم پینک و عیش بے رنج و غم
کریٹا ترحم بحال قیسیم

مگر دار مارا زراہ خطا
نہ ارم غیر از تو فریاد رس
زبان تابو ووردہ بان جاگزین
توئی کافریدی زیک شاخ پوست
سن ای ساقی لا ابالی ذری
جو آوے مرے منھ میں افیون تاب
نکل جاؤں پینک میں اک آدھل
پھرون خوب بازار میں بیہ طرک
چکاؤں کہیں جا کے قدر و شکر
کے مجھ سے کھنڈن خدا کی قسم
کسی جا پہ چھلکے کہیں پیالیاں
کنون بشنو ای ساقی تو بیا
آدمی را آدمیت لازم ست
تواضع مروت محبت و وفا

تواضع کند ہر کہ ہست آدمی
سخاوت مس عیب را کیست
سخیاں زانیون برے خورد
خدا کی قسم شکر کر شکر کر
ترا بنچہ پاس ہوتا اگر
خدا کے لیے لامری جان جان
کہ بھر تو آزاد فرخ نہاد
اگر اکر مجھے حوض میں چل یا
جو پینک میں ہوتا نہ میں خبر
اسی میں ہو بس خیر ای بد گال

خطا در گزار و انیسم نما
برہ جام افیون و باقی ہوں
سرانیم توصیف افیون چین
ہزاران چمن مر افیون دوست
نکل جائے گی سب اب جان مری
تو کم ہو ذرا جوشش اضطراب
غضب ہے یہ حوصلہ در تسم ہو سبیل
وہ ٹھنڈی ہوا میں ٹھنڈی ٹھنڈی
کسی جا پہ کھا جاؤں جلولے تر
کتا راندہ دینے کے ڈبل سے کم
کسی جا پہ پونڈ اکہین بھانڈیاں
نہیں آدمیت ہے تجھ میں ذرا
عود اگر بونہ باشد آن بلا شکیں
نہیں چھو گئی تجھ میں گیدی ذرا
یہ سچ مجھ ہی قول فصیح عجم
نہ زید بھر دم بجز مردے
سخاوت ہمہ در دہار دوست
سخیاں نبات و شکر خورند
قرولی سے خالی ہو میری کمر
تو کچ کر کے میں بھونک تیا تیر
افیم سیہ رکش زعفران
پدر بر پدر پاک و عالی نزاو
وہ گیدی وہ مرد و بہر و پیا
تو پٹھے کی صورت اڑا دیتا سر
مجھے حوض سے آنکر نے نکال

بدیعا بس اب روک اپنی زبان
دم صبح ہوتا ہی بینک کا دھیان

راوی ۱۷ ساقی نامہ کارنگ ہی نرالا ہی۔ ابتاہی سے مالو
کی انیم کا بول بالا ہی۔

۱۸۔ (کہ کر) عین فصاحت ہی۔ انگریزی میں اس صفت کا نام لٹریٹرن
ہی خوجی کا شاعری میں بھی چشم بر دور نرالا فیشن ہی۔

۱۹۔ بھنگ بھری نہوئی نہ سہی۔ مت بھنگ تو ہی۔

۲۰۔ پشتو میں بھیک مانگنے لگے۔

۲۱۔ اس تم باذن الاقیم نے پھر کا دیا۔ واہ اُستاد۔

۲۲۔ اویم کی تکرار عین کمال شاعری ہی۔ اللہم ترو فزو۔

۲۳۔ اوچھا جی۔ یہ نیا ہوٹل ایجاد کیا۔

۲۴۔ شاباش اچھا حاشیہ چڑھایا۔

۲۵۔ نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ کو بھی لگے ہاتھوں اصلاح دے ہی۔

۲۶۔ افوہ۔ بڑا دھوا کیا بھئی۔ آدھ میل اکچھ ٹھکانا ہی۔ ہان گئے

رنگیت پہنچ ہی جاؤ گے۔

۲۷۔ اس شیریں بیانی کے صدقے۔ حلو اے ترکے لیے کھا جا بھی کس

موقع پر لائے غدوت بیان ظاہر ہی۔

۲۸۔ لانا ہاتھ۔ تصویر کھینچی۔ ایسے موقع پر میرا شہر چوکتا ہی نہیں۔

۲۹۔ بمبئی کے پونڈے دور دور تک مشہور ہیں۔

۳۰۔ این ابھی تک تو ساقی کی خوشامدین ہوتی تھیں۔ اب تو لگے گالیان پنے

۳۱۔ کیا خوب بر بھی ایک ہی ہے۔ واہ اندازے ہنسکے کوٹن کو ترنگے۔

۳۲۔ یہ بات وہ بات۔ لامیرے ہاتھ۔ قند اور نبات ہیں سرخی نہیں

۳۳۔ یاو آئی یاو آئی۔ میان خوجی کو قرولی یاو آئی۔

۳۴۔ اس بے تکہ پن پر قربان۔ قلعہ چھ پاس ہوتا تو ہر کوئی نہ

اور جو اسکے پاس پہنچا۔ ابوتا تو وہ کدال نہ جھونک دیتا۔

۱۷۔ بھلا اس شعر کا مطلب تو کوئی صاحب سمجھائیں۔ کیا مجال
زعفران ہوا زعفران جیش سے عبارت ہی جسے سیانک و عوکیں خوجی کا
سرسلایا تھا اور خوب دل کھولکے چتیا پاتھا چونکہ وہ جشن کالی کو ملا تھی
لہذا فرماتے ہیں کہ ایسی انیم دے جو اس سے بھی کالی ہو۔

۱۸۔ ہاں اب اپنی اصلیت پر آئے۔ کسی کی پیر لاہری پچی والا ہی جانا
ابھی تک حضرت ہی سمجھے ہوئے ہیں۔ بہرہ دے ہی ہتھکڑے میں

۱۹۔ جی منھ دھو رکھے۔ اور اسی حوض کے پانی سے۔

۲۰۔ دم صبح! اچھا اندھیر چایا۔ صبح کیسی۔ اجی خواجہ صاحب ابھی تو
رات بھی نہیں بھگی ہی۔

۲۱۔ الغرض بعد خرابی بصرہ حوض سے نکلے۔ نیا شہر پر دیر کا دسٹریا

پوچھتے پوچھتے مکان پر پہنچے اور پڑے۔ دو کمرہ زرا دھیر گتے فروخت

جلباب خفائیں رخ انور چھپایا اور عرس عدس اپنے حسن گلوں کو کا

جھکڑا دکھایا اور میان آزاد اور میرزا صاحب لانا آزاد اس کی بیانی

بزم طرب

ترے صدقے یہ کو کیسی تھی ساقی

اثر تک بھی نہیں نکھون میں پانی

نگاہ ہر بانی اور ساقی

کہ بھرا پنا وہی ہو طور ساقی

شراب پاک دے تاجی ٹھہر جا

طبیعت چاہتی ہے جوش تھی

طبیعت کیف پیہم سے اُبھر جائے

تمنا ہے کہ ہو بادہ پرستی

فسانے کا بیان آئے زبان پر

سخن دے لذت قند مکرر

دونوں اس رئیس کو تھانہ فیض کا شانہ پر پہنچے دیکھا کہ بہت

چکا چونکہ عالم ہی اور محفل عیش منزل و کش گلزارم ہی۔ اندر کا اکھاڑا ہی۔

پریوں کا نکل ہی۔ ہر طرف دھل پل دھوم۔ وہ عسلان ہجوم۔ وہ پریوں

کے جھکے وہ شوقان جھکے کوئی سن بر کوئی رشا قمر۔ کوئی ماہ سیا کوئی

زنگین اور کوئی غیرت ماہ۔ کوئی جادو نگاہ۔ کوئی ٹھیکیلیان کرتی آتی ہے

کوئی ناز و اداس قدم دھرتی جاتی ہے۔ کوئی ابر کھینچ جھومتی ہے۔ کوئی

<p>فرط جوش مستی سے اپنی ہجو کی کوچمتی ہودہ دھانی پوشاکین۔ وہ آبی ساریاں۔ وہ گلابی لباس۔ وہ بناسی دھوتیاں سرخ لباس گل لالہ اکھلا ہوا۔ یا قوت احمد دیکھ تو ہیرا اٹھائے۔ سہریہ قیمتی کپڑوں کے جو بن سے کچھ راج شرمائے جو ہر ایک مٹی ترنگا میں۔ اور نئے ہی رنگ میں۔ ۵</p>	<p>گو ایسا کے چند قوال بار بیزاد بھی گئے تھے۔ رئیس ذی حشم نے انکو بلوایا اور محفل عیش منزل کو رشک جشن جمید بنایا۔ ۵</p>
<p>ہو طعن حینون کی دورنگی کا امانت دو چار گلابی ہوں تو دو چار بسنتی</p>	<p>جب تک کہ نر دل کی بیکلی جاے اوداڑے والے گت چلی جاے قوال نے لحن داؤدی میں وہ غزل چھڑی کہ محفل بہرست ہو گئی ۵</p>
<p>اتنے میں رئیس حجابا نے اپنی دخت اشک لب سیم غم غم غیرت بختان چینی گیسوے انداز نازینی طاؤس زیب۔ ملائک نظر فریب نگار کا۔ وان بوش۔ غمزہ زن عشوہ فردش موجد رسم دلربائی طراز استین خود نامی۔ تدر و رفتار باغ و بہار ۵</p>	<p>کس نراد چو تو گلابا نکا، سیری بلبل نغمہ ات آب حیات ہست جوانی رد سرخ شد گوش گل از زمرہ رنگیت باغبان در چین از بہر فریب آمدہ است گر دہر گل تو ز ناز نگیری بلبل نگر جانبا نشان بھیرے بلبل</p>
<p>سراقدمش کرشمہ و ناز ہم سرکش عشق و ہم سر انداز انگندہ بردش زلف چو شست او بجز و نظارہ گرمست سجود لبش بر رشتانی پروردہ بہ آب زندگانی</p>	<p>بسر گل کہ بخوان در چین بزم سخن غزل چند ز مغربہ نظیری بلبل</p>
<p>کی میان آزاد سے ملاقات کرائی۔ وہ چاند سا کھڑا دیکھتے ہی مبارہ و مہجین۔ بہترین خانمان دینا پہاڑ رنگیلے جون کی طبیعت اُنی بل جلالہ کمان عشق ہر جا انگند تیر سپرداری نباشد کاتیر</p>	<p>بندت کی رت میں بھونرا کلیون کا رس چوس چوس کرتا نہاست نہوتا ہوگا جتنی وہ دلبر حور و ش مست ہو گئی اس غزل کی لے اور قوال کی مجزبیانی اور خوش الحانی اور سامعین کی واہ واہ اور حاضرین کی کھان نے محفل عشرت منزل میں وہ رنگ لٹریا یا کہ چھوٹے بڑے سب کو ایک قسم کا حال یا کسی کی نکھون جوے شک جاری کیسی دل صید بقراری۔ لٹا دیا ترپا دیا پٹکا دیا لڑا دیا۔ ہر فرد بزم صروت آہ و فغان تھا اور یہی شور و زباں تھا ۵</p>
<p>اور وہ آنت ہوش بصد جوش و خروش نے باتیں کرنے لگیں۔ واہ آزاد۔ واٹھ لا تشبہ اپنے وقت کے راجہ اندر تھے منظو نظر حسینان میں کم اودھ شوق جاوہ عشق اودھ بیانا دل بر سر زیادہ عشق۔ اودھ زریہ نگاہ</p>	<p>کس نراد چو تو گلابا نکا سیری بلبل زمرہ ششم ز سرود تو میری بلبل میان آزاد کے۔ ع۔ سمندر عشق پر اک اور تازیانہ ہوا اور خیال گلچینی بہار جال جانانہ ہوا۔ ۵</p>
<p>نظا۔ ہازی۔ اودھ ختم بیار کو تعلیم فون پروازی۔ اودھ خیال سجادہ نشینی فریاد و مجنون اودھ جوشش تلزم جنون۔ اودھ آہ جگر دوز اودھ شوق خرد سوز۔ اودھ فکر عقل تار جال نکلا۔ اودھ تیر نگاہ غلط انداز جگر کے پار۔ اُس بست پندار شوق و طردار کی طبع نازک تر و آستانہ تھی انچلے پنچ اور بھی تم دھایا مارنے اپنے دل کو بھجایا۔ اتفاق سے وہاں</p>	<p>بیاسانی امشب بہ میخانہ بین چراغان و مینا و پیانہ بین سپریت این کاخ فرخندہ پی براو جش مرتب ز رنماے مح بودا بہ خورشید این آسمان قدمک نور انیش اختران چہ بادہ صفا بخش صحن چمن طراوت فروزان ایاغ صمن منفی بیا سیر میخانہ کن شراب سرووی بہ چمانہ کن</p>

آزاد۔ خوب سوچھی۔

میرزا صاحب نے آدمی سے کہا کہ بڑا زیندا ندر سے لے آؤ مگر جلد لانا ایسا نوک ٹھیک رہو۔

خوجی۔ ہاں میان اسی سال آنا میرزا دیکھو ایسا نوک گیدی بھاگ نکلا آدمی۔ (دروازے کے پاس سے) زمین۔ زمین۔ بوا زمین۔

زمین۔ کچھ کو گے بھی۔ یا زمین ہی زمین رٹے جاؤ گے پھاڑی مٹا کر آدمی۔ لو کوئی پکارے تو بولنا قسم ہو مگر تنگنا کوئی اس سے سیکھ لے۔

پردہ کرادو میان ذری سیر بھی مانگتے ہیں۔

بگیم۔ یہ سیر بھی کیا ہوگی۔

آدمی۔ حضور وہی جو سٹران مین خفتان۔ وہی میان ان پڑکھین جیل سے بیٹ کر دی بس اب جھک باندھنا شروع کی کہ بہرہ پیسہ کا کام ہو۔

سوا ب سیر بھی لگا کر پڑ پڑینگے ذری پردہ کر دیجیے۔

بگیم ہنسو ر عورت اور کم سن خوب ہی کھل کھلا مین اور نوک مٹا بی پر داخل۔ واہ ری کم سنی واہ شہ شباب اور لہڑا پن کا کچھ رنگ ہی درہی

انگ ہی اور ہو۔ اب بگیم صاحب کھلی جاتی ہیں اور زمین کو لٹکا رہی ہیں کہ اس سے کہو جلدی سیر بھی لچائے۔ مٹا بی بکھڑی سیر دیکھنے

کی شتاق ہیں آبی ڈوٹہ کھسکا جاتا ہو۔ اللہ رے چلیے پن جوڑا کھلا پڑتا ہو ٹاٹ بائی دگی باؤں نکلی پڑتی ہو۔ پازیب کی چھا چھم نے شور

عشر بیا گیا ہو۔ امداد آج تو مٹا بی پردن دھاڑے چاند نے کھڑا دکھایا ہے

جرج نیلی ہو بہت اپنی شفیق بڑا زان | لب بام آن کے تو بھی کفک پلو کھلا

مارے ہنسی درجوش شتیاق کے گورے گورے گالی تمٹانے لگے۔ اتنے میں زنیہ لیکر خدنگار جا پہنچا۔ میان خوجی نے مکر کسی انیم کی ڈیا کھچ پڑ

رکھی مگر کھیر سوچے کہ یہ لوگ مین لگی باز کسین دل لگی ول لگی مین ڈیا اڑا دین تو اپنا کام ہی تمام ہو جائے۔ پھر جیب مین رکھ لی وکالتیے ہو زینے پر پڑھنے لگے قدم لگا رہے ہیں جیبا خری زینے پر پونچکر درخت

کی ٹہنی پر بیٹھے توجیل کی طرف رخ کر کے کہا کہ گانس لیا گانس لیا پھان

بھانسا لیا۔ بہت ترے گیدی کی لے مین بھی کلمے بڑاں پہنچا اچھا نا کہا ہو لے بچہ آج ہی تو پھنسے ہو روز جھانسنے دے دیکر اڑ بھجو ہو جایا کرتے

تھے ہوئے کیا ہم کو نرم چارہ سمجھے تھے اب سوچو تو جاؤ گے کہ مھر سے لے آئے بس اب چوٹ کے ساننے مین بھی قزولی تیز کر رکھی ہوتے

مین بچھے پھر کر جو دیکھتے ہیں تو زینہ غائب۔ یا جیل جلالہ گئے سر بیٹھے۔ اور مھر جیل پھرے اڑ گئی لے اور مھر کے رہے نہ اور مھر کے رہے۔ بگیم صاحب نے کھینچ

دیکھی تو کھل کھلا کر ہنس پڑیں ایسی خوش ہوئیں کہ زور زور تالیان بجانا شروع کی۔ یہ میرزا صاحب کہاں گئے۔ ذری چار آنکھیں تو کھینچے ہم سے

آخر کھڑا آسمان پر چڑھا کر غائب غلہ کہاں ہو گئے تدر تبتاتے ہیں نہیں۔ بڑے وہ بکے آئے تھے وہاں سے۔ ارے یا رو کوئی سانس کا نہ رہی لیٹا

(دغل چاکر) ارے میان آزاد۔ میرزا صاحب۔ ای زمین۔ ارے کوئی ہی باسب مر گئے خدا سمجھے ان ملعونوں سے اب آخر ہم تک مٹا بی مٹا بی

ارے یا رو کچھ خوف خدا بھی ہو واہ بہرہ پیسہ کے دھوکے میں اچھا ہلکا آؤ بنا دیا کھیل کو بہرہ پیا کر کے دکھایا آخر یہ سب کے سب بہرہ ہو گئے۔ ارے

میان آزاد بوجی میرزا جی کوئی بولتا ہی نہیں۔ بی زمین۔ بگیم۔ (مٹا بی پر سے قہقہہ لگا کر) اللہ کرے پینک آئے۔

خوجی۔ (چونک کر) یہ کون بولا (مٹا بی کو دیکھ کر واہ حضو کو کو تو مین زنیہ جیتے

بگیم اور میان خوجی کی چار آنکھیں جو ہوئیں تو اسن لبرستین گل رخ غنچہ دہن نے ایسی زخند بھری کہ ترسے راوٹی کے اوٹ مین ہو رہی مگر

پانچے اٹھائے بدن کو چڑائے ہوئے کہ نا مھر مکی نظر نہ پڑے۔ اب خوجی کی سینے کہ حضرت نے شعر خوانی شروع کر دی۔

دیرم امرو نہری چہرہ نگارے عجیے | گلزارے عجیے بود و بہار عجیے
کافرے غارت گرا ایمان من | دلبر من جان من جانان من
آفت دین دشمن زہر دور | بازغا کا شمس من مانی طلوع

<p>خواجہ برج صاحب جھلا کر ہروپے کو گالیانے رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے آن کر میرزا سدیگ کو سلام کیا۔ میرزا۔ بندگی آج تو بعد مدت آئے سلاری کہان رہتے تھیں سلاری۔ (ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے)۔ میرزا۔ کیوں کیوں خیر باشد۔</p>	<p>ایک قبائے تنگ ربر ز نشان کامل شکینش در بیج و تاب زلف را گفته سخن سانی کند عشوہ ہار او لہرے آموختہ</p>	<p>میان آزاد سوچے کہ خوبی امی آدمی۔ ایسا نہ پانوں لگا جاتا پنک آئے تو مفت کا خون ہماری گردن پر ہو۔ سربل لگی ہو چکی اب وہ سمجھ بھی لگے کہ یاروں کا فقر ہی فقر تھا۔ بھرے دیکھ کے ہکو پیر پر بیجا جیل کو بہر و پیا بنا دیا اور ہمیں اُنو۔ ادھر ہکو پیر کی دھن سمانی اُدھر حضرات نے سٹیٹمی کھسکا ئی۔ اب جائیں تو کیاں جنہم میں میں اُصا نے آدمی کو حکم دیا کہ زنیہ لگاؤ۔ بیگم نے جوتا تو ہزاروں مین ہتائی پر دین اور اتما کی ہتیار ہو مین۔ پھر لپ جائے شابا و رشوخی اُس طرح بیگم۔ ہماری ہی ہتھی کھائے جو زنیہ لگائے۔ ہمیں کو ہر کسے جو خوبی کو اُتارے۔ اللہ کرے آندھی آئے ٹہنی پھٹ پڑے۔</p>
<p>سلاری۔ کچھ نہ پوچھے (رو کر) غرت ورت سب خاک میں لگ گئی میرزا۔ افسوس۔ مگر کچھ بتاؤ تو۔ خوجی۔ افسوس کی ایک ہی کمی حال سنا ہی نہیں پوچھنے کی سانسین بھرنے لگے اچھے اچھے بے تلکے بیان جمع ہیں۔ سلاری۔ کیا بتاؤں کہتے ہوے شرم آتی ہے۔ خوجی۔ بس کمی ڈالو میان یہاں پٹ میں چوہے چھوٹے ہو ہیں سلاری۔ حضور پر سون میرا داماد میری لڑکی کو لیے ہوے اپنے گائون جاتا تھا جب تھانے کے قریب پہنچا تو تھانہ دار صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر مین جاتے تھے اُنکو دیکھتے ہی باگ روک لیا اور بات چیت ہو گئی تھانہ دار۔ تم کون ہو۔ رحیم بخش۔ (اُسکے داماد کا نام تھا)۔ مین چٹھی رسا ہوں۔ تھانہ دار۔ یہ کہان جاتا ہو۔ رحیم بخش۔ اپنے گاؤں۔ تھانہ دار۔ یہ تیرے ساتھ کون ہو۔ رحیم بخش۔ میری عورت۔ تھانہ دار۔ تم نوکری کرو گے چہ روپیہ مینا ہم کو دینگے۔ رحیم بخش۔ حضور مین سات روپیہ پاتا ہوں۔ تھانہ دار۔ اچھا سات ہی روپیہ دینگے۔ رحیم بخش۔ حضور مین نوکری نہ کروں گا۔ تھانہ دار۔ بدعاش تم غریب آدمی سی مبارہ کہان سے پا گیا یہ حسین</p>	<p>میان آزاد سوچے کہ خوبی امی آدمی۔ ایسا نہ پانوں لگا جاتا پنک آئے تو مفت کا خون ہماری گردن پر ہو۔ سربل لگی ہو چکی اب وہ سمجھ بھی لگے کہ یاروں کا فقر ہی فقر تھا۔ بھرے دیکھ کے ہکو پیر پر بیجا جیل کو بہر و پیا بنا دیا اور ہمیں اُنو۔ ادھر ہکو پیر کی دھن سمانی اُدھر حضرات نے سٹیٹمی کھسکا ئی۔ اب جائیں تو کیاں جنہم میں میں اُصا نے آدمی کو حکم دیا کہ زنیہ لگاؤ۔ بیگم نے جوتا تو ہزاروں مین ہتائی پر دین اور اتما کی ہتیار ہو مین۔ پھر لپ جائے شابا و رشوخی اُس طرح بیگم۔ ہماری ہی ہتھی کھائے جو زنیہ لگائے۔ ہمیں کو ہر کسے جو خوبی کو اُتارے۔ اللہ کرے آندھی آئے ٹہنی پھٹ پڑے۔</p>	<p>میرزا۔ دیکھو چپ رہو راہ چلتے سب تین سنتے ہیں تم متانی پر ہم یہاں یہ غل بچانے کا کون موقع ہو بھلا۔ بیگم۔ اللہ کرے زنیہ آئے درخت جڑے ہل جائے۔ خوجی۔ جی اور کیا۔ یہاں ہڈیاں چور ہو جائیں گرتے ہی عدم کی راہ لین۔ آپ کی ایک ادنی سی ادائیگی۔ بیگم۔ اس وقت تو سیل پر کا بھتنا معلوم ہوتا ہو۔ خوجی۔ میان آزاد بس یہی باتیں تو بُری معلوم ہوتی ہیں۔ آزاد۔ گھبراؤ نہیں زنیہ لینے گیا ہو۔ خوجی۔ اچھا میان جان پر بن آئی ہو آپ کو گھبرانا سوچتا ہو۔ خیر آدمی زنیہ لایا اور خوجی درخت پر سے اُترے۔</p>
<p>تھانہ دار کی شہرت</p>	<p>تھانہ دار کی شہرت</p>	<p>تھانہ دار کی شہرت</p>
<p>تھانہ دار کی شہرت</p>	<p>تھانہ دار کی شہرت</p>	<p>تھانہ دار کی شہرت</p>
<p>تھانہ دار کی شہرت</p>	<p>تھانہ دار کی شہرت</p>	<p>تھانہ دار کی شہرت</p>
<p>تھانہ دار کی شہرت</p>	<p>تھانہ دار کی شہرت</p>	<p>تھانہ دار کی شہرت</p>

عورت تھاری بیوی نہیں ہونا سکتی سچ بولو یہ کون ہوا تم اسکو کہان
سے بھگلائے ہو۔ بر معاش۔

رحیم بخش۔ بر معاش کوئی اور ہوگا۔ یہ بیشک میری جو رہی۔
اب آپ جھکو نہ روکین بس۔

تھانہ دار۔ (چابک اٹھا کر سوہم تھار اچالان کر دینگے تھاری
ایسی قسمت کہان کہ یہ جیلہ تھوٹے۔ اگر تم ہاری نوکری کرو تو اچھا نہ
ہم ابھی ابھی چالان کرتے ہیں۔

رحیم بخش۔ اچھا نہ میر چایا۔

تھانہ دار۔ (عورت سے) تم کون ہو بولو۔

رحیم بخش۔ صوبہ دار صاحب۔ آپ مجھ سے باتیں کیجے میری بیوی بڑی
تھانہ دار۔ (عورت سے) ہم سے صاف صاف کہہ دو کہ تم کی کون

کانسٹبل (عورت سے) لگا کر بتاؤ صوبہ دار صاحب کیا پوچھتے ہیں
وہ بیجاری مارے شرم کے گڑی جاتی تھی۔ گردن جھکا کر تھوڑے کا پتی تھی۔

پہینو میں عرق عرق کو غریب کی جو رو تھی غریب کی لڑکی تھی مگر چا دار
اُسکو اسکا عجیب تھا اور اپنے زمین سوچتی تھی کہ اگر زمین میں گرٹھا ہوتا

تو میں دھنس جاتی۔ کانسٹبل لگ لگا رہا ہے۔ اور تھانہ دار لگ لگ کر پوچھا
تھانہ دار۔ یہ دونوں بر معاش ہیں۔

رحیم بخش۔ میرے ساتھ کسی سپاہی کو میرے گاؤں تک بھیج
معلوم ہو جائے کہ یہ میری بیا ہتا جو روہی یا نہیں۔

تھانہ دار چپ بر معاش مجھ سے بہت باتیں نہ بنانا میں بر معاشوں کی
آنکھ بچان جاتا ہوں کہ شیخ بڑا مردک ہے۔ تم کہان کے ایسے بخش

ہو کہ ایسی پری چم تھارے ہاتھ آئی۔ یہ سب بناوٹ کی باتیں ہیں۔
کانسٹبل۔ ہاں صوبہ دار صاحب یہی بات ہے۔

تھانہ دار۔ (گھوڑے سے اتر کر) الگ الگ انکا اظہار کیا جائے
رحیم بخش۔ یہ نہونے کا کاٹون کی کسی عورت کو بلوایے اور اس سے

کیسے پوچھے۔

کانسٹبل۔ ہوں یہ نہونے کا۔ ایسے جیسے تین رخاں نکلے زمین

تھانہ دار عورت کو ایک درخت کی آ زمین لگیے اور کانسٹبل رحیم بخش کو
تھوڑی دور پر مگر آسنا سنا تھا تاکہ رحیم بخش کو قسم کا شگونے پائے

تھانہ دار۔ (عورت سے) آپ کون ہیں بی صاحب۔

عورت۔ (گردن جھکا کر) انکی عورت۔

تھانہ دار۔ کن کی۔ اسی چٹھی رساں کی؟

عورت۔ جی ہاں۔

تھانہ دار۔ تو ذرا گردن تو اٹھائیے۔ جھکے اتو دکھائیے بھلا تم اس
چرکے کے قابل ہو۔ خدا نے چہرہ تو نورسا دیا ہو لیکن شوہر تو لنگو سا دیا

ایک صلاح دین مانو گی۔

عورت۔ (رو کر) مجھے وہ لنگو ہی پسند ہے۔

تھانہ دار۔ ذرا ادھر تو ایک نظر دیکھو۔ کیا پری چہرہ ہی خدا کی قسم
ایک جھلک ایک ادھ ایک ناز نے تل کر ڈالا۔ غارت گردن و ایمان ہو

کہا مانو اسکو چھوڑو اور ہماری بنو۔

عورت۔ (جھنجھلا کر) خدا کرے میں مرجاؤں۔

تھانہ دار۔ دشمن دشمن تمھارے دشمن۔ اچھا اتو تم کیا چاہتا
عورت۔ موت۔

تھانہ دار۔ خدا کرے آخر اسقدر خفا کیوں ہو۔ میں تو اوکے ساتھ
دور کھڑا ہوں۔

عورت۔ ایسے اوپ پرٹکی پڑے۔ بس اب مجھے جانے دو۔
تھانہ دار۔ کیا مجال اب تو ہماری نظر پڑی جا ناکیسا اور آنا کیسا۔

ادھر تھانہ دار صاحب تو یہ اظہارے رہے تھے ادھر کانسٹبل کچھ
اور ہی ٹپی میان رحیم بخش کو پڑھا رہے تھے۔

کانسٹبل۔ بھئی سنو صوبہ دار کے سامنے تو میں انکی سی کہہ رہا تھا اور

کیسے کہوں افسرین کہ باتیں اور پھر افسر بھی کیسے کہ جلاؤ دہری
بات پر ناک بھون چڑھانے کو مستعد۔ شیخے انکی نیت خراب ہو اور یہ
بڑے چھٹے ہوئے گرگے ہین تمھاری بیوی بڑی خوبصورت ہین تیر
ریکھے ہوئے ہین جب ہی تو کہتے تھے کہ نوکری کر لو بڑا بد معاش ہے خدا
اس مردم آزاد سے سمجھے۔ ایسا ملعون تو دیکھا ہی نہیں اب تم کسی
تدبیر سے اپنی چور کو کسے کر چل دو۔

رحیم بخش۔ اور کچھ نہیں بس میں سمجھ گیا کہ پھانسی ضرور پاؤنگا سوئی
پر چڑھایا جاؤنگا اور چاہے جو ہو لیکن اس تمھانہ دار کو قتل کرونگا تب
موتگا۔ ابو چاہے یہ مجھے جانے دے یا نہ جانے میں بے قتل کیے ہونہ ہوؤنگا۔
کانسٹبل۔ ہاں بھر جیت اور مردی تو اسی میں ہو مگر ذرا سمجھو کچھ
کام کرنا چاہیے۔

رحیم بخش۔ اب آخر بے غری میں باقی کیا رہ گیا۔
کانسٹبل۔ بیشک تمھارے بیور کے دیتے ہین کہ تم ہی بھین ٹھیک
بناؤگے اور یہ پراسی لائق۔

تمھانہ دار۔ سپاہی۔ سپاہی۔
کانسٹبل۔ حضور آیا۔ حکم۔
تمھانہ دار۔ یہ کہتی ہین کہ یہ شخص بھگا لایا ہے۔

عورت۔ جس نے کہا ہو اُسپر آسمان پھٹ پڑے۔
رحیم بخش۔ اب آپ کی مرضی کیا ہے۔ جو ہوصاف صاف کہہ دیجیے
نومین تاملہ ہی بھگتا دون۔

تمھانہ دار۔ ان دونوں کو تمھانے پرے چلو۔

رحیم بخش اور اُسکی عورت اور تمھانہ دار اور کانسٹبل تھانے پر پہنچے
تو وہاں کے سپاہیوں نے آپہن باتیں کیں کہ صوبہ دار صاحب کو کوئی
شکار مل گیا ہے لائے پھانسی کے کسی کو بڑا جھڑے تلے کا شہدا ہے
بھئی افوہ اتنا بڑا لپا تو دیکھا نہ سنا ذرا دیکھیے تو۔ باچھین تو کھلی

جاتی ہین ریشہ خلی ہوئے جاتے ہین چڑا گلچرو۔
خیر تمھانہ دار صاحب ایک کرسی پر ڈٹ گئے اور اُس عورت کما
کہ ہمارے سر کی قسم تم اُس نے والی کرسی پر بیٹھو۔ اب خیال کیجیے کہ
گرہست عورت کنوین تک پانی بھرنے بھی جائے تو کھنگھٹ کا قسم
نہ ٹوٹنے پائے تمھانے پر اتنے آدمیوں کے سامنے بوجہ بے سبب جانا
کیسی بے آبروئی کی بات ہے اور جب کسی پاکباز کو معلوم ہوگا کہ ایک
شریالہ نفس کی نیت میں بدی ہو تو اُسکا کیا حال ہوگا۔ کانسٹبل جھک
جھک کر دیکھ رہے تھے اور وہ بیچاری دم بخود گردن جھکائے ہوئے
بت کی طرح کھڑی ہے۔

تمھانہ دار۔ اس بد معاش کو ہمارے پاس بلاؤ۔
رحیم۔ فرمائیے۔

تمھانہ دار۔ تم دس برس کے لیے بیٹھے جاؤ گے پورے دس برس کے لیے۔
رحیم بخش۔ جب کوئی جرم ثابت ہو جائے۔

تمھانہ دار۔ ان آپ قانون ان بھی ہین خیر تو اب ہم ضابطہ کی روایت کرن
رحیم بخش۔ یہ کل کارروائی ضابطہ ہی کی تو ہے جو ہو رہی ہے اس سے کچھ
ضابطہ اب اور کیا ہوگا بھلا خیر۔ اسوقت تو آپ کے بس ہین ہون چوچا
کیجیے مگر میرا خدا سب دیکھ رہا ہے۔

تمھانہ دار۔ (دُورِ بلا کر) تم چلا آگیا کیون نہیں مان لیتے۔ ہم بس اتنا
چاہتے ہین کہ تم نوکری کر لو اور اپنی چور کو کولے کر یہاں ہی رہا کرو
اسمیں سرج کیا ہے آخر نوکری پیشہ تو ہو ہی۔

رحیم بخش۔ آپ سے میں اب بھی عاجزی سے پیش آتا ہوں اور
چاہتا ہوں کہ آپ اس خیال خام سے درگزر کیے ورنہ بات بڑھ جائی
اور آپ کی جان پر بے آنگی بس اب ماننے نہ ماننے کا اختیار ہے۔

اتنے میں کسی نے آن کر چھپے سے رحیم بخش کی شکلیں کس لین دوکل ٹالکر
پچلے اُدھر تمھانہ دار صاحب نے کانسٹبل کو اشارہ کیا اور وہ اُس مہربانہ کو لے کر چلا

اب رات کا وقت ہو کوئی دس بج گئے ہیں ایک کمرے میں تھانہ دار
اُس پر سی دش کے قدموں پر گر پڑا اُسے ایک ٹوکرو دی اور چھٹ کر س تیری سے
بھاگی کہ تھانہ دار کے ہوش و حواس رن و چکر ہو ہاتھ پاؤں کانپنے لگے کانسٹیبل بھی
ٹھوڑی دیکھتے رہے۔ اُنھوں نے عدا جہنم پوشی کی کہ بھاگ جائے تو اچھا اب
غور کیجئے کہ کم سن عورت زیور پہنے ہوئے پردیس کا واسطہ راہ سے ناوقت
اندھیری رات۔ میان گم۔ ساتھی غائب تھانہ دار عاشق کانسٹیبل چور
سوچی کہ یا آئی جاؤں تو کدھر جاؤں اور کروں تو کیا کروں عجیب مصیبت میں
جان ہے۔ اگر بوڑھی بھٹ ہوتی تو خیر جان چاہتی چلی جاتی۔ بید مٹرک
گھوما کرتی مگر جوانی کا عالم اور پر ہی تم پر تم جسکی سپاہ لے وہی دعاؤ۔ جا
ماذن نہ پاؤں ترقن کبھی میان کی مصیبت پر آٹھ آٹھ آنسو روتی کبھی حالتِ نار
پر کھنڈن فوس ملتی خدا ایسا وقت کسی کو نہ دکھائے۔ خیر نشان و خیران ٹھوکرین
کھاتی زیور کو چور اور چور سے کوشہ زہر سے چھپاتی گلیوں گلیوں جاتی تھی
ایک مقام پر تلنگ نے جو پاؤں کی آہٹ پائی تو ایک ڈانٹ بتائی۔ کون
کون۔ کون جاتا ہے چھپا ہوا۔ اُن کیا برا وقت ہے اللہ ان سب کو دیکھ لے گا
کم سن گھنڈا راس شب تیرہ و تارین چوکیدار کو کیا جواب دے۔ بدن تعذر
کانپنے لگا۔ ہاتھ پاؤں سرد۔ رنگ زرد۔ چوکیدار نے پھر لٹکا لٹکا کر صدمہ
بخارست تب تو اُس کا ماتھا ٹھکا کہ بھی وال میں کالاکالا چور ہو کوئی قریب
آکر پوچھا کہ کون ہوا اس کلب میں خنٹے ڈرتے ڈرتے کہا کہ میں ایک عورت ہوں
راستہ بھول گئی دھڑکلائی۔ اندھیری رات راہ اچھی طرح نظر نہ آئی۔
کانسٹیبل نے پوچھا کہ کہاں جائیگی۔ ارے غضب اب فرمائیے کیا بتاؤ کسی
نجلے کو کیا جانے گھر کڑا نے لگی وہ کہتا ہے ہوتے۔ ہم سے فقرہ بازی۔ رہ بھول
گئی۔ چل تھانہ پر۔ اُن ستم ستم۔ تھانے کا نام سنتے ہی روح فنا ہوئی کہ
جہاں کچ کر لکڑی اب پھر وہیں کا اُسے نام لیا کانسٹیبل نے کہا اب جتنی
کیا ہے چل یا کچھ دے۔ یہ کان میں کیا پہنے ہو کر بھول ہوئیں ہی نکال دے
اس وقت کرن بھول غرت کے مقابل میں اسکو پیارا نہ تھا جب سے

کرن بھول کان سے نکال دہا اُسے حوالے کیا اُسے پاؤں میں گلی بھجائی تو
چلتے چلتے ایک مقام پر کیا دیکھتی ہو کہ ایک مرد درخت کے پاس کھڑا کہ
رہا کہ کل صبح کو چھری تیز کر دنگا۔ قریب جو گئی تو وہ اُسکے اور وہ اُسکے
گلے لپٹ گئے وہ مرد کون تھا وہ رحیم بخش تھا اُسکو کانسٹیبل نے دیکھا کہ
ایک کان میں بند کر دیا تھا لکر کانسٹیبل کی آنکھ دیر چوکی اور وہ دیوار پر چڑھ کر
دھم سے زمین پر کود پڑا اس درخت کے پاس میان بیوی میں منڈھیر ہوئی
بیوی نے اپنا سب حال سنایا اور میان نے اپنی بیوی بیان کی صبح کو
رحیم بخش نے اُس تھانہ دار کو راہ میں اتنی لکڑیاں ماریں کہ بید ہو گیا گھوڑے
پر سے اُسے کھینچ لیا اور مارتے مارتے کچھ مر نکال بیوی کو ایک بوڑھی میں
اور ایک جان بچان شیے کے ساتھ روانہ کر دی چکا تھا خود بھی بھاگا کانسٹیبل
جسٹک میں آئیں وہ نفر ہو گیا گاؤں پہنچا تو اُسکے دوست ہی ایک نے بھی نہ بچایا بلکہ
جسٹک بھاگا کہ وہ ادھر مارا ہو گیا تو دو چار لائین بھی جائیں کو پرورد رحیم بخش کو
بھجایا کہ بھاگ جاؤ ورنہ دھم سے جاؤ گے۔ اب وہ سیریاں چھپا بیٹھا ہے
خوجی۔ اُجی ہم بتائیں بھی۔ قسم ہے چنیا بیگم کی کہ یہ سارے کھنڈے اُسی پر
کے ہیں۔ یہ وہی مردک ہے جو وہ نہ نکلے تو ناک کٹا ڈالوں ناک کٹیں
آزاد۔ جی آپ کی ناک تو واسد شاخ شاہی۔ کاٹی وڑھی جسد زیادہ کا
چھانٹ ہو اُسی قدر خوبصورت نظر آئے۔
خوجی۔ واسد قسم قرآن کی یہ بہرہ پیے ہی کی چال تھی۔ آخر اسکو کپڑی تھی
سلاری۔ کون؟ بہرہ بیاہ میں کچھ بھجا و بھجانہیں۔
میرزا۔ قبلہ یہ روایت طلب بات ہے۔
سلاری۔ پھر اب مجھے کیا حکم ہوتا ہے۔ کوئی معقول تہذیبیہ
ہم تو غریب مفلس ٹکے کے آدمی ہیں۔ مگر آبرو دار ہیں۔
آزاد۔ بھئی تمہارے داماد تمہارے پاس آ ہی گئے ہیں اور صاحبزادے
شیشہ عصمت پر بھی فضل خدا سے سگ بغیر قی صاوع نہیں ہوا۔
اگر کوئی باز پرس کرے تو آپ اُس وقت راے لیجئے گا۔

سلاری۔ بہت خوب اسی سے تو میں آپ کے پاس آیا کہ اصلاح نیک دیکھ میں قانون کیا جانوں۔

خوجی۔ قانون سے کیا واسطہ۔ اسے بھی یہ تو سارے تھکدے اسی بہروپ سے ہیں۔ اُس گیدی ہی کے کاتے بوسے ہوئے ہیں۔ سلاری۔ بہروپ کیا کون ہے۔

آزاد۔ اچی آپ اس سوداگی کی باتوں میں نہ جائیے۔

ماٹھی سے سوال و جواب

خوجی نے ایک دن کہا۔ ارے یارو کیا اندھیرو تم روم چلتے چلے جے جے کہاں پھرتے ہو کہیں پارس کے ہاں پر یوں کہ یوں لوٹے کہیں قلعہ لفظات حضرت مولانا محمد علی قندوس صاحب غایت علمت و ہمت کیا اتنے دن تک نواب ہی کے ہاں پڑے رہے اور پھر ایک ہفتہ تو ہون دو ہون تو چپ رہون تین ہون تو گون چار ہون تو شمار کروں جب ہر مقام پر ایک مٹی چھیل چھیل پر ریگھے تو کمان تک گون بھی میں کہتے جکتے دیوانہ ہو گیا۔ ادھر مس در صبا پر دل آیا۔ ادھر نظر بگم نہ لہا یا یا آئی مگر افسوس ہو کہ تلو اپنی بات کا ذرا پاس نہیں کسی سے وعدہ کیا ہے پھر پورا کرنا چاہیے یا نہیں اب آخر روم کب جاؤ گے عاقبت میں خوش کن اچی بس۔ اب ساج بھی سنا اور دعوتیں بھی چھینیں۔ اب بچہ بنھا اور چلو ساج چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہوگا ہم ایک نیا نیک چلیے اٹھیے۔ کوچ بولیے آزاد۔ میرزا صاحب اتنے دنوں میں خوجی نے ایک ہی تو بات کہی کہ اب جہاز کا جلد انتظام کیجیے۔

میرزا۔ اچی حضرت تیار ہی کیجیے۔ بس اب آپ چلیے۔

خوجی۔ قبلہ پہلے یہ بتائیے کہ کتنے دن کا سفر ہو۔

آزاد۔ اس سے کیا واسطہ۔

خوجی۔ اور سینے۔ اس سے کچھ واسطہ ہی نہیں۔

آزاد۔ بھی ہم بھی جہاز پر سوار ہوئے ہوں تو تباہ ہیں۔

خوجی۔ جہاز اب اسے غضب۔ کیا تری تری جانا ہوگا۔ آزاد۔ جی اور نہیں تو کیا خشکی خشکی۔ آپ ابھی تک سی بھڑکتے بہت جلد چوٹے۔

خوجی۔ میری تو روح لرزے لگی۔ بھیا میں نہ جانے کا۔ بابا میں نہیں فرم وہ لا حول۔ میں بخواہم رفت۔

آزاد۔ اچی دے برنڈش کا معاملہ ہو تو سہی۔ چلو وہاں ترکی عورت کے ساتھ تمھارا بیاہ کرادینگے۔

خوجی خشکی خشکی چلو تو بھائی میں چلوں گا۔ سمندر میں تپا پاؤں لگتا ہے میرزا۔ جناب خواجہ صاحب! بکوشم نہیں آتی۔ اتنی دور تک آئے اور اب ساتھ چھوڑ دیتے ہو۔ ڈوب مرنے کی بات ہے۔

خوجی۔ کیا خوب۔ یوں بھی ڈوبوں اور دون بھی ڈوبوں۔ تو یہ اس قدر ضد کیوں کرتے ہیں خشکی ہی خشکی کیوں نہیں چلتے۔ میرزا۔ آپ بھی دانشور نہ۔ چونچ ہی رہے عجیب آدمی ہو بھی خشکی کی راہ سے کتنے دن میں پہنچو گے بھلا۔ کچھ ٹھکانا ہی۔ کجا بھی کجا قسطنطنیہ۔ آپ بھی طرفہ بخون ہیں۔ پرسوں جہاز پر سوار ہو دوں روم داخل خشکی کی ایک ہی کہی۔

خوجی۔ اب آپ سے حجت کون کرے۔ آپ تو ہارٹی تھے میں جینی جہاز کا کون اعتبار۔ اور جو ڈوب گیا۔ ذرا کسی سوراخ کی آہ سے پانی آیا اور بچے ہم سب ع۔ چلا کار کنتھ اقل کہ باز آید شامانی بندہ را ہوا تیر حلی در گچم کے عوض پوپ پہنچے آزاد۔ تو نہیں چلو گے نہ۔ صاف صاف بتا دو ابھی سویری۔

خوجی۔ چلین توج کھیت اور ڈنکے کی چوٹ مگر پانی کا نام نہ اور روح تحلیل ہو گئی۔ بھلا کیوں صاحب یہ تو بتائے کہ سمندر کا پاٹ کنگا کے پاٹ سے کوئی دونا ہوتا ہوگا یا کچھ کم و بیش۔

میرزا۔ جی بس اور کیا چلیے آپ کو سمندر کھلا میں نہ تھوڑے ہی خاصے پر خوجی۔ کیوں صاحب شہر درویش بھی مل لگی۔ ہم کوئے چلیے اور جھپٹے

چرخو کر کے جہاز پر بٹھا دیجیے۔ ایک شرط سے چلتے ہیں بیگم صاحبہ۔
کرین ہمارے سر کی قسم کھائیں کہ زبردستی نکلنے کے خواہ مخواہ جہاز چلا دی
آزاد۔ کیا خوب آپ کیا اور آپ کا سر کیا چلیے ہم بیگم صاحبہ کو اے
دیتے ہیں آپ اور آپ کے باپ دونوں کے سر کی قسم کھالیں تو سہی۔
میرزا۔ اچھا چلیے وہ ضمانت کر دینی۔ آئیے اٹھیے۔

میرزا صاحب اور میان آزاد دونوں مل کر گئے اور نئے کھاد
خدا کے اس شری فیضی خوجی سے اتنا کم دینا کہ تو جہاز دیکھنے جا لوگ
زبردستی سوار نہ کر دینگے بیگم صاحبہ جو ساری روایت سنی تو خوب
کھل کھلا لیں اور تنگ کر بولیں کہ ہم نہ کہینگے۔ آپ لوگوں نے داسی بات
نہ مانی۔ اور سیڑھی ہٹالی۔ اچھا خیر پر دے کے پاس بلاو۔
خوجی۔ (پر دے کے پاس) آداب بجالاتا ہوں حضور۔

جواب کون دے بیگم صاحبہ تو مارے ہنسی کوٹی جاتی ہیں۔ اور
میان آزاد کے خیال سے اپنی بے تکلفی اور جلیلاہٹ پر کسی قدر رشاقی ہیں
مگر لگتی بھی ہیں اور کھل کھلاتی بھی ہیں شرم اور ہنسی دونوں مل کر خراؤ نکو
اور بھی سرخ کر دیا۔ اس وقت تفرنگ نے عجب جوہن دے دیا۔ اتنے میں
خوجی نے بھر بانگ لگائی کہ۔ آداب بجالاتا ہوں حضور غلام کو کیوں دھڑلایا
میرزا۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم ضمانت کیے لیتے ہیں۔
خوجی۔ آپ رہنے دیجیے انھیں کو کھنے دیجیے۔
بیگم۔ خواجہ صاحب بندگی۔ آپ کیا پوچھتے ہیں۔
خوجی۔ اے حضور مجھ کو جہاز کھانے لیے جاتے ہیں جاؤں یا
نہ جاؤں۔ جو حکم ہو بجالاؤں۔

بیگم۔ کبھی بھولے سے بچانا۔ نہیں پھر کے نہ آؤ گے اور جوین وہ
مواہر و ہبائل گیا تو بس بن گئی بات۔
خوجی۔ آپ انکی ضمانت کرتی ہیں۔
بیگم۔ میں کسی کی ضامن دامن نہیں ہوتی۔ زور دیکھ ضامن ہو جائیے۔

یہ زبویہ دینگے موٹی قرولی رکھی ہی رہیگی۔
خوجی۔ چلیے بس حد ہو گئی۔ اب ہم بچانے کے۔
آزاد۔ بھائی تم ذرا ساتھ چل کر سیر تو دیکھاؤ۔
خوجی۔ واہ اچھی سیر ہو۔ کسی کی جان جائے آپ کے نزدیک سیر ہو
اُس جانے والے پر تین حرف۔

خیر تو تعجبو کر کے میرزا صاحب درمیان آزاد خوجی کو لپیچے چلتے چلتے جب
ساحل بحر پہنچے تو خوجی نے نظر پھر کر سمندر کو دیکھا۔ دیکھتے ہی چار قدم
پچھے ہٹے اور جھپٹے۔ پھر دوسرا پنج قدم پچھے کھسکے اور رونے لگے۔
خوجی۔ اُف خداوند اچا بیو۔ یا خدا بچا۔ یہ ملک الموت ہی یا سمندر
لہرین دیکھتے ہی کلیجے کو کسی نے مسوس لیا۔

میرزا۔ کیا لطف ہے۔ خدا کی قسم جی چاہتا ہی پھانسی پڑوں اور ہو
خوجی۔ (میرزا کا ہاتھ پکڑ کر) کہیں بھولے سے پھانسنے والے کا قصہ
بھی نکرنا۔ حیا دار کے لیے ایک چلو کافی ہو۔

آزاد۔ عجب مسخرہ ہو بھی۔ ایک آنکھ سے روتا ہی ایک آنکھ سے ہنستا ہی
خوجی۔ آپ تو کہتے تھے کہ گنگا کے برابر پاٹ ہے۔ عاذا اللہ کچھ لگتا ہی
اور فچور ہی نہیں۔ چلتے چلتے پانٹوں کے پرچے اڑ گئے۔ وہاں
کہتے تھے کہ بس تھوڑا سا ہی فاصلہ تو ہوا فقرہ بازوں سے خدا بھی
اور تیسرا تھی دور سواری پر آئے ورنہ کیا جانے کیا ہوتا۔

اتنے میں دو چار ملاح سامنے سے آئے خوجی نے جو انکو غور سے دیکھا
تو ہنسے مچھلی۔ میرزا صاحب پوچھا کہ یہ کون ہیں جی انکی تو کچھ وضع ہی لگی
انھوں نے کہا یہ ملاح ہیں دن رات سمندر ہی میں رہتے ہیں جبے کھینچے جہاز پر
خوجی۔ بھلا یہ ہماری بولی سمجھ لگا؟ اُردو جانتا ہی کہ نہیں ہے۔
میرزا صاحب۔ ہاں ہاں جانتا کیون نہیں ہزاروں ہزاروں
کوئے گیا ہی اُردو خوب سمجھتا ہی۔

خوجی۔ (ایک بوڑھے ملاح سے) کیوں میان ہاتھی تھا رہا کپان کرتے تھے

مانجھی - ساگر دسمندر جہاز پر۔

خوجی - ہون - اور دادا۔

مانجھی - وہ بھی جہاز پر۔

خوجی - ہون - اور چچا دادا۔

مانجھی - وہ بھی سمندر میں۔

خوجی - افسوس - بھلا تم کہاں مرو گے۔

مانجھی - اب یہ کون جانے کسی کو اپنے مرنے کا حال کیا معلوم کر
مرنگے اسی سمندر میں ہم بھی۔

خوجی - پھر بھلا جان تمہارے کہنے کے اتنے مرے اور تم خود بھی
وہیں مرنے والے ہو تو اس پر سہز کیوں نہیں کرتے اور کوئی پیشہ کر

مانجھی - آپ کے باپ کہاں مرے تھے میان۔

خوجی - ہمارے شہر میں اور کہاں مرتے۔

مانجھی - اور دادا تمہارا کہاں مرا تھا۔

خوجی - وہ بھی شہر میں مرے تھے - قبرستان میں ان کی بھی لاش ہے۔
مانجھی - اور چچا دادا سب کہاں مرے۔

خوجی - سب وہیں مرے - کئی قبریں اب تک موجود ہیں۔

مانجھی - (گروں ہلا کر) پھر آپ اس شہر کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔
جہاں آپکے باپ اور دادا اور چچا اور غریب سب مرے۔

خوجی - واہ - واہ - شہر کے چھوڑنے سے کیا مرنے سے بچ جائیگا ہم
چاہے جہاں رہیں مرنگے ضرور مرنے کا برحق ہے چاہے یہاں نہ زندگی

جائیں چاہے روم و شام جدھر جائیں ملک الموت سے بھلا کوئی نکل
سکا ہے - علاج موت نکر دہر رو سیاہ شد نہ۔

مانجھی - پھر میں اپنا پیشہ کیوں چھوڑنے لگا بھلا جب موت سے
بچ ہی نہیں سکتا کوئی تو میں پیشہ کیوں چھوڑ دوں۔

خوجی - آپ منطق بھی پڑھے ہیں معلوم ہوتا ہے - اچھی بات پیش کی

مانجھی - کیا میں سمجھا نہیں۔

خوجی - اچھی تم خوب سمجھتے ہو - مگر شکل صورت سے تو ہم سمجھے تھے کہ
جانگلوہ لیکن تم تو خوب اُردو بولتے ہو۔

مانجھی - میں جبل پور کا رہنے والا ہوں - باپ دادا سب ہی شیکریا
آزاد - کیسے خواجہ صاحب جیسے تو نہو گئے آپ سچ کہنا کیا چاہتے یا

واہ - رے مانجھی - کیسے اتنی شفی ہوئی چلیے گا جہاز پر۔

خوجی - ہاں ضرور - سو کام چھوڑ کر - نہ چلنا کیا - (مانجھی) کیوں ہی
ہم کو پائون پائون تو نہ چلنا ہو گا کسی مقام پر۔

مانجھی - ہونہ - کیا دعوتی پر چلنا ہے۔

خوجی - بھلا انیم کھانے کی توجہ پر ممانعت نہیں ہے۔

مانجھی - نہیں بہت سے آدمی نیم گھول کر بٹیا کرتے ہیں جبکہ خوجی چاہے کھائے
خوجی - ای میں تیری زبان کے قربان - راہیری جان بھئی - بیک

پاس ہوں تو مرنے میں بھلا کیوں میان جہاز پر کوئی جگہ ایسی بھی ہے
جہاں سے سمندر نظر ہی نہ آئے اور ہم آرام سے بیٹھے رہیں سچ بتانا

استاد - اچھی ہم پانی سے بہت ڈرتے ہیں بھائی۔

مانجھی - ہم آپ کو ایسی جگہ بٹھا دیں گے جہاں پانی آسمان کچھ سوچتی ہے
خوجی - صدقے - قربان - بڑے - دوست ہو ہمارے - ایک بات اور

بتا دو - گئے ملتے جائینگے راہ میں یا انکا کال ہے۔

مانجھی - گئے وہاں کہاں کیا کچھ منڈی ہے - اپنے ساتھ چاکٹے چلیے
خوجی - ہاے گنڈیریاں تازی تازی کھانے میں نہ آئیں گے بھلا کوئی

کی دکان تو ہوتی ہوگی آخر یہ اتنے شوقین فی جوجا تے ہیں تو کھاتے
کیا ہیں نیکیا کھا جا بربنی - پھرے - لڑو - یہ سب ملتا ہے یا نہ ارد۔

مانجھی - اچھی جوجا ہو ساتھ رکھ لو۔

خوجی - اور جوتھ ہاتھ دھوئے کو پانی کی ضرورت ہو تو کہاں آئے
آزاد - پاگل کیوں سخرہ اتنا نہیں سمجھتا کہ سمندر میں جانا پورا بوجھ ہے۔

کہ پانی کہاں سے آئیگا۔ اور سب پانی پیگئے یہاں سے کوہ شکر کا پانی۔
 خوجی۔ تو آپ کیوں کچھ پرے آپ سے پوچھتا کون گیدی ہو بلکہ
 کیوں جی بھلا ہم گئے یہاں سے ہاں نہ ملے۔ اور گھر پر پانی نہ ملے۔
 ہمارے پرستارین۔ مگر کچھ پھینکینگے کہاں۔ آخر ہم تو صبح و شام دوا چاروں
 کھا رہے ہیں۔ پھینکینگے کہاں۔
 آزاد۔ میری بڑی بڑی کھڑکی ہے۔ ہم تباہ ہو گئے۔ آپ بدحواس نہ ہوں۔
 خوجی۔ اسکی تو ممانعت نہیں ہے کہ کوئی بینک میں نہو۔
 مانجھی۔ ہنس کر نہ۔
 خوجی۔ اور جو قرونی باندھے ہو تو ہرچ تو نہیں ہے کچھ یا شاید قریب ہو۔
 مانجھی۔ چاہے جو ہو تو بے پروا اور تار پٹ و نہ تو تار ہو کٹا رہا ہو چاہے
 جو ہو مگر ایسی نفس ضرور ہونا چاہیے۔
 خوجی۔ ہوں۔ دیکھیے ایک بات معلوم ہوئی نہ۔ اچھا یہ تو بے پروا
 دور و باقین اور ہوجائیں ایک تو یہ بات پوچھتی ہے کہ ہر وہ تو ہمارے پرستارین
 مانجھی۔ چاہے جو سوار ہو۔ دام دے سوار ہوئے کسی کا وہ نہیں۔ بل۔
 خوجی۔ اسی مل کوڈا لوجھائیں ہمارے سوال کا جواب۔ کھار تو نہیں ہو۔
 مانجھی۔ آج تک کوئی کھار گیا نہیں۔ یہ وہ نہیں پڑتا۔
 خوجی۔ ای میں تیری زبان کے پھر قربان بڑی ڈھارس ہوئی خیر کھار
 تو بچے۔ باقی رہا ہر وہ۔ اُس گیدی کو سمجھ لوں گا۔ اتنی قرولیاں ہو کون
 کہ یاد ہی تو کرے۔ آخر حوض میں گرا ہی دیا۔
 مانجھی۔ اتنی باتیں تو کسی بھی نہ پوچھی تھیں۔ سب کچھ اور پوچھو
 خوجی۔ ہاں اس ایک بات۔ اور وہ بھی ٹیپی یہ تو قید نہیں ہے کہ
 شام ہر شخص ضرور ہی نہائے۔ اگر یہ قید ہوئی تو جانے والے پرستارین
 ہم کوئی چیلنے میں نہ تو ہو گئے نہیں۔
 مانجھی۔ آپ چاہے عمر بھر نہ نہائیں۔
 خوجی۔ ای میں تیری زبان کے قربان۔

مانجھی۔ انیم بہت کھاتے ہو معلوم ہوتا ہے۔
 خوجی۔ (مسکرا کر) ہاں خوب پھان گئے۔ آپ تیار تیار ہیں
 این خیر سے یہ تم کیونکر بوجھ گئے بھائی۔ شوق ہو تو کھو لوں۔
 مانجھی۔ دُست پس لگ رہو۔ ہم انیم کو جھوٹے تک نہیں۔
 خوجی۔ (بگڑ کر) او گیدی ٹکے کا آدمی تم اور کھانے تباہی نکالو تو
 آزاد۔ ہاں ہاں خواجہ صاحب دیکھیے دیکھیے جانے دیجیے گا کہ
 قرولی میان ہی میں رہے۔
 میرزا۔ جناب خواجہ بدیع صاحب آیا پانی طرٹ دیکھیے درگزر کے پرستار
 خوجی۔ خیر آپ لوگوں کی خاطر ہو رہا۔ میرے کمرے میں تیار پانی کو اور کون
 مجھے بھی کوئی اور سمجھا تھا یہاں سیف اللہ کے اٹھارے میں کشتی لڑا کی
 دل لگی ہے کچھ کہنے لگا۔ دُست۔ واہ اچھی دود و بک ہر سوقت آپ لوگ
 بیچ میں نہ پڑیں تو پھر کس ہی نکال دیا ہوتا۔
 میرزا۔ ذری غور سے دیکھیے کہیں ہر وہ تو نہیں ہے ہر وہ تو نہیں ہے
 یہاں سے گھر چلے تو راہ میں دیکھا کہ ایک رخت کے سائے میں دو گھر
 کھڑے ہیں ایک پر نوجوان یورپین خٹلمین سر پر ایک لڑکے کی سر پر
 ایٹری۔ یہ دونوں وہی ہیں جو میان آزاد کو کھانے تھے۔ ناظرین کو
 یاد ہوگا کہ خٹلمین بیوی سے کہا تھا کہ کل میں ایک ایسی پری چہرہ ہوئی جو
 اس شیش بھر میں فروجا اور جبکہ مقابلے میں گل حسن لیڈون کا گروہ
 وہ نہیں کہ کیا کہا۔ اُنھوں نے بات بنائی۔ بھانپ گئے کہ بیوی برا مانا گیا
 کہ وہ اس شیش بھر میں اپنی آپ ہی نظر ہو مگر تم سے دو دم نہ ہو رہی وہی
 آج پھر۔ میان آزاد سے اس خٹلمین انگریزی میں یوں گفتگو کی۔
 خٹلمین۔ اس درخت کا کیا نام ہے آپ جانتے ہیں کچھ۔
 آزاد۔ برگد۔ برگد۔ برگد کا درخت ہے۔
 خٹلمین۔ وہ نہیں۔ یہ یہ۔
 میان آزاد علوم و فنون شاعری و غریب و غریب تو برق تھے مگر

<p>روکش نہ تار بنایا اور صرٹ خور پیکر۔ ماکڑہ سمن بر شاہ بیاضیرین باد بیاضی حسن آرا کو شوق چڑا کر آزاد فرخ نلکے کے نام خط بھیجے جس میں</p>	<p>علم بناتا تین الکل کو سے یقین جھانکے گا۔ (۲۰)</p>
<p>ماگکا کا تندر ووات و فامہ۔ لکھا عاشق کے نام نامہ</p>	<p>کہ تو بولتے ہیں۔ یہاں علم بناتے ہیں کسی کو عیون نہیں۔</p>
<p>حسن آرا کا نامہ نکمین بنام آزاد و خیرین</p>	<p>خاکسین۔ ولایتین اسکا چراغ چاہی۔ (اروین) ہم نے ملک</p>
<p>میرے پیارے آزاد۔ خاتون جنت کی قسم تمہارا سائیریل شیر مرد</p>	<p>کی گھاس تھوس پڑھوئی بچا بنا ہو۔</p>
<p>اور جرات میں فرو دیکھا نہ سنا۔ دیکھا ہو تو تم کو نہ دیکھوں سنا ہو تو پاری</p>	<p>خوجی۔ ولایت کا گھسیار معلوم ہوتا ہو۔ یا مالی ہو گا۔</p>
<p>سہرا کی سانی سنون تمہاری کیا ایک دامیرے میں کب گئی ہو</p>	<p>خٹکین۔ (اروین) چڑیا کا علم جانتا ہو آپ (انتھالوبی)</p>
<p>وہ چھپ چھپ کے کنکھوں سے نظر ڈالتا۔ وہ بگڑی ہوئی بات کو</p>	<p>آزاد و جی نہیں۔ یہ علم بیان سکھائے نہیں جاتے۔</p>
<p>سایقہ سے ٹالتا۔ وہ مردانہ نکھار۔ وہ جوانانہ نگہار۔ وہ نگین ادائی۔ وہ</p>	<p>خٹکین۔ چڑیا کا علم ہم خوب جانتا ہو۔</p>
<p>خودمانی وہ طرزِ خوانی وہ شیریں بیانی کیا بھول سکتی ہوں۔ واہ بھول چکی۔</p>	<p>خوجی۔ چڑیا رہی لندن کا ایس قلعی کھل گئی</p>
<p>بیگمات مندرات اور محلات عصمت سمات کھنکھو کی سی چٹان چٹان باقیں تو بچو</p>	<p>وہ دونوں تو کھوڑوں کو کھڑا کر ہوا ہو گئے۔ اُدھر آزاد و میر صاحب</p>
<p>آتی نہیں در نہ خط کو گلہ ستہ اور دشت بنو بادتی۔ اس وقت دل سے لگی کہ تم میرے</p>	<p>کے پیٹ میں نہتے نہتے بل پڑ پڑ گئے۔</p>
<p>روبر و زانو زانو بیٹھے میری نازک کلائی اور میرے دست خانی کو پا کر بٹکتے</p>	<p>آزاد۔ آت فوہ۔ دانش لٹا دیا۔ بڑی خرابی سے منہی ضبط ہو سکی</p>
<p>چوم رہے ہو۔ تم خوب جانتے ہو کہ گوہن شاہ عاشق کی غزہ طراز ہوں</p>	<p>چڑیا اور گھسیارے کی ایک ہی کمی۔ انھیں باتوں تو ہندوستان تیار ہو</p>
<p>لیکن پاک نظر اور پاکباز ہوں ہاں اسکی قسم نہیں کھاتی کہ کسی پر دل</p>	<p>میرزا۔ جی اور نہیں تو کیا علم نباتات پڑھے تو مالی دگھسیا لکھا</p>
<p>نہیں آیا کسی کی پیاری بیوی بننے کے خیال نے نہیں گد گدایا۔</p>	<p>علم الطیور کا شوق کرے تو پیر کی بھتی سی۔ لاجل دلاقوہ۔</p>
<p>لیکن ہمارا عشق کون ہو۔ یہ تم اپنے ہی دین سوج و جیک تھا بگل</p>	<p>جہاں خوجی سے لوگ ہوں وہاں ترقی ہو چکی۔</p>
<p>رخسار پر نظر نہیں پڑی قسم لوجو کسی گل کی بلبل ہوں جیتک تمہارا</p>	<p>نامہ نکمین</p>
<p>سردقات نہیں دیکھا تھا خدا ہی مجھے جو کسی تمشاد کی قمری ہوئی</p>	<p>سنبھل ساتی کہ وقت اب در آیا</p>
<p>ہوں تم سے دل ملا کر البتہ عشق کے صدمے سے ورنہ۔</p>	<p>مزه رکھتا نہیں بے کیف جینا</p>
<p>نہ مجھے ہمیشہ زین کا چال عشق بازی سے</p>	<p>ہر اک طرہ اس بن بن کے ٹپکے</p>
<p>ہم ہنسنا کرتے تھے کہ دل کا آنا کیسا اور جانا کیسا اگر اب معلوم ہو گیا کہ دل</p>	<p>جل ٹھ ساتی تو بے شکن دے</p>
<p>تباہ اور ہاتھ اختیار سے کیونکر جاتا رہتا ہو۔ پہلے معلوم کس کو تھا کہ دل</p>	<p>قدم لون اب دوا ہوش کے مین</p>
<p>ملانے کے خیاز سے پیچھے اٹھانے پڑ گئے۔</p>	<p>ہر اک مضمون لٹون صورت مار</p>
<p>الایا ایسا الساقی اور کا شادنا واما</p>	<p>ادھر لی مشکین پر نہ شہ طرہ مشکبار زلف غیر ریج داغ عشاق تار کو</p>
<p>کہ عشق آسان بنو اول سے انتہا دکھایا</p>	<p></p>

بوسے نافہ کا خربازان طرک کشاید

اب تو بوسہ میری ہی زلف پریشان کی طرح برسم ہے خوشی خبر باگو مری
بس میں ہوں اور غم جو بھی کل ہی کی بات ہو کہ ہم بدھ کر کل گمنامی
دو پٹا پڑا خنہ وارگوٹ کی باریک دلائی اڑے روشن میں عجیب
کرتے تھے اب برانگندہ نقاب ہیز سے باہر قدم رکھتے شرم آتی ہو بدن چرانا
جاتی ہی تھی کہ کہتے کسے ہیں اب مجال کیا کہ کسی محرم کی دھڑ دھڑ نظر
پڑے یہ سب حضور ہی کے کانٹے بونے ہیں پھر چوٹنی کا گچھن ہوگا
اُسکے پائون میں کانٹے چھین گے۔ یہ تو بنی بنائی بات ہے جس طرح میر
کسی کی دل میں بھی ہوتی ہے اس طرح میں بھی مارے حیا کے چھپتی بھرتی ہوں
جس طرح شونہ مشقون کے مزاج میں نہان رہتی ہے اس طرح تمھاری حیا
بھی نہ کو گھونگھٹ میں چھپائے رکھتی ہے جس طرح جادو نگاہوں کی گھونٹ با
انکھڑیوں میں تر نہر نہر جگہ پائی۔ اسی طرح ہم نے بھی خیار سے صورت
چھپائی جو صورت آزاد کو دکھائی وہ اب کسی اور کو کیا دکھائیں۔
حیا مانع ہے۔ اب تو نگاہ اشارت آشنا ہو گئی ہے نہ۔ خدا تم کو سلامت رکھے
پہلے تو اللہ سے نظر پڑتی تھی یہ محبت خیز اشارے جانتا کون تھا
مگر پاس مومن تنگ کو رخصت نہیں کیا ہو ہاں جب تک تمھارے خیار
جو بن آکھ نہ لوٹے گی تب تک ایسی کی مکر نہ ٹوٹگی جیتک بے ہاتھ سے
پھر اس طرح گوری نہ کھلاؤں۔ جیتک تمھارے ساتھ مجھوں پر سر نہ خان
راوی۔ اس قدر حسن آرا لکھ چکی تھی کہ سپہ راستہ سے بول اٹھی۔
سپہ آرا۔ باجی خدا را یہ فقرہ کاٹ دو رکنا پ کر ہے ہر وقت جو خیل
آیا تو رنگنار و رنگنا کھڑا ہو گیا۔ اُن دنوں تمھارے جان بھان ہو گئی تھی
وہ کو خیر سے بزرگوں کی دعا اڑے آئی اُس کا طرے وقت میں سیکر
آزاد بھائی نے جان بچائی نہیں تو کیا جانے کیا کا کیا ہو گیا ہوتا پس
دارے کر کے رچاتے بچوں کا نام شے میری روح فنا ہو جاتی ہے
حسن آرا۔ (مسکرا کر) اچھا خط تو لکھتے دو۔

راوی۔ یہ لکھ حسن آرا نے خط لکھا پھر شروع کر دیا۔

تب تک دل کو چین نہیں طبیعت کو قرار نہیں نظریں کچھ دھڑکی
رنگ پھر رہے ہیں۔ تیرے صدمے آزاد۔ پیارے آزاد تھا کہنا اور
مان کو کہ تھا کو نہ ترساؤ۔ آنکھیں اشک بھر لاتی ہیں مگر تمھاری ساری
سپہ آرا جمعاتی ہیں کہ باجی تم اپنا راز آپ بکشا کرتی ہو۔ تم جو دن رات
ٹپ ٹپ آنسو بہاؤ گی تو لوگ کیا کہیں گے۔ ناحق بن ناحق کی جھگڑنا
اُس بڑوس کی عورت کو تو اپنے سے بدن کرنا اچھے بھرمین ہنسوانا کو کسی
تخلندی کی بات ہے اب میں اُس کو کیا سمجھاؤں کہ میں عقل ٹھکانے کی
ہو عقل کو تو حسن آرا رو چکی عقل سے کب کی ہاتھ دھو چکی رہے

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان

وہ سادہ مزاج کیا جانے کہ عاشقوں کی طبیعت کیسے کتنی آشنا ہو کر تھی
پختہ کار ہوتی تو سمجھتی کہ یہ خیال ظلم ہو میں بھی ایسی نا کردہ کاری گروہ
مجھ سے بھی بڑھ کر انہی ہے۔ عشق کے صدموں کا حال کیا جانے پہلو کو
قرار تو تب ہو جب رام پاس ہو۔ بادہ عشق کے سرو کا وہ جوش ہے کہ
آنکھیں ٹھکڑی بڑتی ہیں درد فراق سے جب بیوش ہو جاتی ہوں تو آگ کی پہر آرا
کیوڑا چھڑکتی ہیں۔ گلاب لاتی ہیں تلخ سوگھاتی ہیں مگر جیتک اُس کا دل کسی
نہ آئے کسی خوش و عزیز میں جو ان پاکیزہ سے آکھ نہ لڑے کوئی بیلنا ترنہ
نظر نہ پڑے تب تک میرے درد دل کو وہ کیا سمجھے۔ میں اُس کو کونہ گھبراؤں
کہ پیار ہی میں یہاں ہر دم غش ہی رہتا ہے تم گلاب و کیوڑا تلخ جیتک
سنگھاؤ گی مسکن قلب وہ یہ کہاں تک پلاؤ گی مسکن قلب تو شربت دیدار ہے۔
مزل غشی عذاب لب یار گھنڈار ہے۔ میرا دامن کبھی شک لاہ گون خالی
پاؤ ہی گی نہیں۔ حیرت کا چوم تو دیکھ دل و جگر اور طبیعت اور مزاج
سب میں حسرت ہی حسرت بھری ہے۔ اتنی حسرت سی حسرت ہے۔

چھڑ خوں بان سے چلی جائے ہمد

ہاے اشتیاق۔ ہاے درد فراق۔ اسے سبیل و نیل ان کہ دیا لو اسے

<p>جیب و دامن کو حسرت سے بھر دیا۔ اچھی طرح کھل کے رو بھی تو نہیں کتنی امان جان دیکھ پائیں تو ہنسنا مٹھ چائیں۔ کہیں چھو کر کی کچھ خیر تو یاد دہا بیٹھے بٹھائے اچھا تو تاپالا کہیں ننگ و ناموس میں بٹہ نہ لگانا۔ چلو منہ دھو۔ فرمایے پھر کیا کہوں۔ بچانے کے سوا اور کیا ہو اچھی طرح بشاش تو پھر نہیں سکتی۔</p>	<p>بھر کر دیکھ تولیتی۔ ہاے ہاے کس سے کہوں اور کیا کہوں بل ب دیوانی ہی ہو گئی۔</p>
<p>خوت سے لیتے نہیں نام کہ سچ نہ کوئی اس وقت۔</p>	<p>میری تو بیری ہوئی تھی کچھ یوں تم نیک تھے بے مل گئے کیوں تم جاؤ تو کیوں نہ آئے افسوس افسوس افسوس تم یہ پیری پھر سے نہیں تم امید گئی گئے نہیں تم اچھی کھول کے داغ دل دکھاتی اب مجھ میں وہ دم بھی کہاں ہے مر جاؤں اگر طلب میں تیری اب مجھ میں وہ دم ابھی کہاں ہے وہ دل وہ جگر وہ جی کہاں ہے وہ دل وہ جگر وہ جی کہاں ہے</p>
<p>ہو ایں ٹھنڈی ٹھنڈی رہی ہیں ابلتی ہو طبیعت سو سے ساغر وہن ہو قطرہ گلگون کا شاق</p>	<p>پیارے آزاد۔ اب خط کے حرف ٹپے جاتے ہیں۔ آنسو اڑ رہے ہیں آتے ہیں مجھے کیا کہتے ہو۔ ہاتھ کاٹنے لگا۔ ہاے میرے افسوس مجھے کیا ہوا بیٹھے بیٹھے تیر نظر کی گھائل ہو گئی اور تمہاری طرف مائل ہو گئی اب آؤ تو جالوور نہ اب دم ٹوٹا اور اب ٹوٹا۔ ہاے خدا جانے تم اس وقت کن جنگلوں میں پھر رہے ہو گے کن پہاڑوں پر میری یاد میں سو گئے ہو گے۔ کون جانے یہ خط تم کو ملے یا نہ ملے قلب اٹا جاتا ہے کہاں اب ٹر کی خجائیں بانٹائی اب تو میرے پیارے مجھے چاند سا کھڑا دکھا میں انہی کیا جانتی تھی کہ فرقت کا دھڑکا کیسا ہوتا ہے۔ ایک اور بات سنو وہ یہ ہو کہ۔</p>
<p>مگر یاس کی گھنگور گھٹائیں بچائی ہوئی ہیں نا امید دور سے بھیا نک صورت دکھاتی ہے۔ ہوا سے بوجے حسرت آتی ہے۔ مصیبت پرانی دروہ رانی۔ غم و دھند و رنج و حرمان سب معافی کو آئے ہیں اور دل دکھاتے ہیں مگر نہیں آتا تو تمہارا خط ایک نام نہ رنگین ان سب کو چنے دور کر دے مگر جب خط آئے بھی جب مراد ولی صورت دکھائے بھی ایک تو خط نہیں آتا دوسرے نہیں آتی۔ رنگ و روز و روہ۔ دل سرور ہے۔ ہوش و حواس باختہ حضرت عشق کے ساختہ و پرواختہ۔ وہ جو بن وہ چلیا پڑے شہنی وہ اچلا ہٹ وہ سجاد و نہا وٹ سب منزلوں دور ہیں۔</p>	<p>حسن آرا اس قدر لکھ چلی تھی کہ جنون نے جوش کیا۔ قلم ہاتھ سے گر پڑا دل دھک دھک کلچر دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ باقی کی سطور سپر آگئی ہیں بھائی آزاد۔ پیکر بھائی آزاد۔ تمہاری حسن آرا اس قدر لکھ چکی تھیں کہ دل قابو میں نہیں۔ لکھا نہیں جاتا۔ اُت میرے اللہ حسن آرا اس قدر لکھ کر پٹ سے گر پڑا اور غش آگیا۔ ہم نے مل کر لکھ لکھی پڑا دیا انھیں پھر دین اور کا دم بھرنے لگیں ان جان کو خیر ہوئی سڑتی ڈھرتی میں روئیں چلائیں۔ اسیلوں مغلانیوں پر بہت بھلائیں ہم چھو بھلائیں اپنی</p>

بوتیان فوج کھائیں اور رور و کر دیوانہ دار یہ شعر زبان پلائیں۔

حرم میں لگایا داغ تو نے | لٹو ائی ہزار باغ تو نے

اتنے میں حسن آرا کو ذرا ہوش آیا۔ ہونٹا تے ہی فطر جنوں گے پلے

یہی لفظ زبان پر آیا کہ آزاد۔ آزاد۔ دیدہ بے خواب کوئی میر آزاد کو

کوئی ذرا اسکا پیار اگورا گورا کھڑا دکھاؤ۔ ارے میں مری۔

مرتبہ دم تو نظر بھر کر دیکھ لوں گلاب ذرا ذرا اچھی بہن۔ ڈاک کا وقت

جاتا ہو۔ میں امان جان کی چوری سے یہ سطرین لکھیں خدائے

ور کی کا دھیان نکرنے آؤ اور حسن کو جلاؤ۔ وہ ایک ایک بون سے یہی کہی

جان مرا میں بسیارید | این مردہ تنم با وسپارید

گر بوسہ ز نذرین لبانم | تازندہ شود عجب نہ ارید

آؤ تو خیر۔ نہ حسن آرا کو بھی نہ پاؤ گے اور پھر تیار گے گھبرا جائی

عشق چکا ہو۔ دیکھو اس وقت مارے بدحواس کی خط کو کتنی جگہ کاٹا اور کتنے لفظ

غلط لکھ گئی پاک پروردگار کے صدقے میں کہیں تم کو یہ حیرت نامہ چلائے

اور تم وادیں آؤ تو ہم بھی کے چراغ مسجدوں میں جلاؤں۔ حزمین غلین پیرا

یہ خط لکھ کر سپہ آرائے آدمی کو دیا کہ جا بھی بھی ڈاک میں لے آجی

نہ ن مرید

برسہ تا ہر شباب عرساقی | بلا تو بھی اگر ہو خم میں باقی

ہجوم شوق کی سستی ہو ہر دم | بہت کچھ آرزو میں ہن خرابم

ارادے چاہتے ہیں جو پستی | کہ آئے گوش تک پھر شورستی

دہن امید ساغر میں رہ باز | سے جی تعلق میں لگی وار

رشتہ جاتی بھی گین تر زبان ہو | او اس طرح رسم داستان ہو

سر شام و لارام نازک نہام مینی میرزا صاحب کی زوجہ شوخ گھٹا

نے پردے کے پاس آکر کہا آج اس وقت کچھ چل پل تھے نہیں کیا

خوجی دینا سے سدھاراں میرزا صاحب نے خوجی سے کہا کہ حضرت کوئی

ڈکر چھڑیے۔ دیکھیے بگم صاحب کھڑی تھا اسے شدید کر رہی ہیں

خوجی۔ واقتد وہ پھر کرتا ہوا الطیف سنائے کہ لوٹ لوٹ جائے

جائے میں مارے خوشی کے پھولے نہ سہائے۔

بسکیم۔ اچھا پھر سنائیے۔ یہ زبانی داخلہ بت سناؤ جب تھ سے پوچھی کچھ

خوجی۔ پھر انیم پلوائے گا۔

بسکیم۔ بان بان کہو تو۔ مرو بھی تو پوسٹ ہی کھیت میں دنائے جاؤ

کانور کی جگہ انیم ہی ہو تو سی۔

خوجی۔ ایک شخص تھے خوشنویس۔ حروف انکے قلم جاو و رقم سے ایسے

نکلتے تھے جیسے سانچے کے ڈھلے ہوئے۔ صاحب شہان چکل کو شہان

لام سے شمیم زلف مہوشان فرخار آئے۔ الف شان سرود ان دکھائے

جواہر رقم خان اور انکے بھائی جان یا قوت قلم خان دونوں اُسکے

مقابل میں گرد۔ حافظ نور اللہ اور ہادی علی تک کی گرم بازاری

مگر بے عیب تو بس ایک خدا کی ذات پر یا میان خوجی کی۔ باقی خدا کا

نام اور قصہ تمام ان حضرت میں ایک سخت عیب یہ تھا کہ غلط نویسی

آئے۔ اتنا بڑا جانا نکلو۔ دیکھا نہ سنا۔

خوجی۔ خدا ان لوگوں سے بچائے بھی میرا تو ناک میں دم آگیا۔

بات پوری نہی ہی نہیں اور اعتراض جانے کو موجود خم تک کہ

مستعد۔ بات کاٹنے پر اصرار دکھائے ہوئے۔ خوجی مردود کا یہ مطلب

کہ وہ غلط نویسی تھا مگر یہ عیب تھا کہ اپنی طرف سے کچھ ملا دیتے تھے

ایک شخص کو قرآن شریف لکھوانے کی ضرورت ہوئی۔ سوچے کہ

بڑھکر کوئی خوشنویس نہیں۔ اگر دوسرا پنج روپیہ زیادہ بھی صرف ہوں

تو بلا سے مگر لکھوانے انھیں سے۔ روپیہ کی ایسی تھی۔

بسکیم۔ اعداہ ری عقل۔ کوئی آپ ہی کے سے جانا لکھ ہونے کا

چھاپہ خانے ہیں۔ کوئی چھاپا ہوا قرآن کیوں نہ مول لے لیا۔

خوجی۔ حضور وہ سیدھے سادھے مسلمان تھے۔ منطق نہیں پڑھتے

خیر صاحب خوشنویس کے پاس پہنچے کہا کہ حضرت جو اجرت فرمائیے

دو لگا کر دست بستہ ایک عرض ہو کیسے کہوں کیسے نہ کہوں۔ اُنھوں نے کہا ضرور فرمائیے خدا اور خدا کا رسول آگاہ ہو کہ ایسا لکھوں کہ جو دیکھے پھٹک جائے وہ نسخہ ہو کہ میرا گھر بھی وجہ کرنے لگے۔ ہاں حضرت یہ تو صحیح ہو مگر ذرا اپنی طرف سے نہ بڑھاد دیجیے گا اور چاہے خدا ہی بھرے گا کام اصلاح دیجیے لیکن اللہ میاں کی شان میں یہ گستاخی ناجائز ہے خوشنویس نے کہا کیا مجال۔ یہ کلام مجید ہے ممکن کیا کہ اس عالمی قلم سے ایک لفظ بھی بدلتے پاتے۔ تو بہ تو بہ۔ آپ مطمئن رہیے ایسا نہ ہونے پائے گا خیر حضرت وہ تو گھر گئے اُدھر میان خوشنویس لکھنے بیٹھے جب ختم کر چکے تو کتاب پاک کے کربچے۔ کوئی ایک مہینہ میں قرآن لکھ ڈالا۔ لیجیے حضور قرآن موجود ہے ملاحظہ فرمائیے میری محنت پر نظر ڈالیے اور غور کیجیے کہ کیا دیدہ ریزی کا کام ہے۔ اُنھوں نے سہجہ کیا اور تھوڑی دیر میں غور کر کے کہا کہ سب ایک بات سماعت فرمادیجیے کہ میں کچھ اپنی طرف سے تو نہیں ملا دیا ہوں خوشنویس نے کہا نہ۔ لا حول ولا قوۃ۔ بدلتے یا بڑھاتے ہو۔ ہاں ہاں کتنے تھے۔ مگر اسمین جا بجا شیطان اور ابلیس کا نام تھا میں سوچا کہ کتاب مقدس و شیطان کا لفظ۔ اچھی بات نہیں۔ لیکن کہیں آپ کے باپ کا نام لکھ دیا کہیں شیطان کی جگہ اپنے پروردگار کا نام لکھ دیا۔ بس یہی لطیفہ۔ یہ تو پُرانا لطیفہ ہے۔

خوجی۔ جی حضور اس دھاندلی کی سند نہیں۔ اب انہی پلانے کا وقت آیا تو دھاندلی کی لینے لگیں۔

اتنے میں میرزا صاحب نے خوجی کو انہی کے عوض خالی پانی پلا دیا کہیں بالکل خالی پانی ہی نہ سمجھ لیجیے گا۔ اسمین ذرا سا لکھا بھی ملا تھا۔ جسمین رنگ آجائے جھپٹا وقت۔ خوجی کو دن کو اونٹ کی گردن تو سوجتی ہی تھی بھلا شب کے وقت انہی اور کتھے کے رنگ میں کیا تمیز کرتے آپ۔ نہ غنیمت سمجھ کر پیالے کا پیالہ چڑھا لیا مگر وہ رسی انہی اور وہ رسی بترے خیال تھے ہی حضرت غنیمت ہو گئے دین دنیا دونوں بے فکر خبر نہیں

جب چاندنی نے سترے میں کھیت کیا اور رات بھلی تو میان آزاد نے اپنے بستر پر آرام فرمایا اور میرزا صاحب نے اپنے قدمیت لزوم سے کمرے کو رشک گلزار بنا دیا تو خوجی کلبلا کر اٹھ بیٹھے۔

خوجی۔ این اچو طرفہ سناٹا۔ ہو کا عالم۔ آدمی کیا جا تو تک نظر نہیں آتے اور نشہ ہرن بھٹی کچھ عجیب بھوس انہی قلمی کہ گویا پی نہیں مگر سچے تو بڑا زور کیا تھا۔ میں نہیں ہی ہو گیا تھا۔

راوی۔ اور یہ خبر ہی نہیں۔ کہ انہی کے عوض دو چار تو لے کتھا لکھ پی گئے باقی رہا نشہ اُسکی نہ کیے۔ آپ تو بے پیہ یوں ہی غنیمت رہا کرتے ہیں خیر اب ذرا میان خواجہ برج صاحب کی وحشت ملاحظہ فرمائیے جینا کہ میں نے انگلیوں پر بچایا۔ چائیوں کی ڈاک بیٹھ گئی۔ آنکھوں سے پانی جاری ہو لگا۔ بدن سنسار ہا ہا۔ کلیجہ ملیوں اُچھلتا ہے۔ خون خشک۔ اپنی تھکا خود نوحہ خوان نزع کی حالت میں سسکتے رہے۔ چہرے پر مدونی چھائی ہوئی ڈبیا جیب سے نکالی کہ شاید کھر حن درجن اوچھن بوجھن پڑی پڑی ہو تو اس دم جی جائیں دیکھا تو صفا چٹے بس سب جان لگ گئی آدمی رات کا وقت۔ انسان کیا معنی مرغ و ماہی تک رام میں۔ اب انہی کے تو کہاں سے سوچے کہ بھٹی چاہے اوہر کی دنیا اُدھر ہو جا جائیگے اور برج کھیت جائیگے۔ انہی کہیں کہیں ڈھونڈ مٹی لائینگے۔ بہت مردان موصلاؤں سے چل کھڑے ہوئے۔ گلی میں کانٹیل سے ٹکھیر ہوئی۔

کانٹیل۔ کون۔

خوجی۔ ہم ہیں خواجہ برج ملازم سرکار۔

کانٹیل۔ کہاں کام کرتے ہو۔ دفتر میں کام کرتے ہوں کہیں دفتر میں خوجی۔ پولیس دفتر میں۔ تاکہ جی بھائی جی کی جگہ پر۔ آج سے کام کرتے ہیں یا اس وقت کہیں ذرا سی انہی لاکھ تو میرزا احسان ہوا آخر تار تار ہاں ہمیں پڑ گیا۔ تمہارے ہی دفتر میں ہیں۔ سیاہ و سفید کا جین کوٹھنیا ہے کانٹیل۔ ہاں ہاں ابھی سی دم۔ اور میں تو خود انہی کھاتا ہوں

خوجی - واہ - کانٹیل ہو کہ باتین - گھر کی حکومت - سرکاری
پیادے کو سب مانتے ہیں ۔

کائناتیں۔ اچھا چلو بلا دین۔

خوجی)۔ (خوش ہو کر مارے خوشامد کے) وادہ صوبہ دار صاحب نے جس وقت کام آئے۔ ہم آپ چاہیے انیمی آدمی شام کو انیم کھانا بھول گئے آدمی رات کو یاد آیا۔ ڈیریا کھولی تو سٹا۔ لے کہیں پانی اور پیالی دلو او توجی ٹھین در نہ اینچان کی خیر نہیں یس اب کوئی دم کا مھان ہے الغرض کانٹبل نے حضرت خواجہ صاحب کو خوب انیم پلائی۔ اور خوجی نے مر بھکو کن طرح چسکی لگائی۔ گھر کو لوٹے تو راستہ بھول گئے جاتے کہیں ہین پاٹون کہیں پڑتا ہو۔ ایک بھلے مانس کے دروازے پر پہنچے تو بیلیک مین سوچھی کسی میہ نر صاحب کا مکان ہے۔ وہ اوری پنیک پھر کیا اتفاقاً حشت کو خدا سلامت رکھے لے زنجیر دو کھڑکھڑانے اور غلج جانے۔ کھو لو۔ کھو لو دروازہ کھو لو کھو لو بجاتی اتایو پاٹون ڈمکا تے ہین کھڑا نہیں رہا جاتا کھو لو۔ دروازہ کھول دیتا۔

اب سننے کے میان خواجہ بدیع صاحب باہر کھڑے گلا پھاڑ پھار کر
چلاتے اور دروازہ دھم دھماتے ہیں اندر اس مکان میں ایک میان تہہ تختہ
انیس صدی کی پیدائش - خوجی کے بھی چچا - کوئی ایک - و پر دوسرے مکان
کیسک دے دن - رُستے پہلے ہاتھ پانوں - قد چشم بدو رتین کم سواد و آنچر کا
سوا ہڈی و پوست کے گوشت اور چربی کا نام بھی نہیں دینا کی ہو خامی
دیونی ہٹی کٹی مسند ڈی بڑے ٹیل ٹول کی عورت بھی بنی ہوئی ہے
چوڑے ہاتھ پانوں اُٹھتی جوانی گرا کر ایک ننگہ کافی چال ستانہ بولن حال میا کا نہ
ایک گھونسا تاج لگائے تو شیدی اندھو رکھی بھی جھیر گنگھائے کوئی دتین
کم بیس برس کی عورتون مٹھی سیندر سورج تھے کہ خوجی ہم دھما دھم کیا
میان (چونک کر) این ادا و نہ اچا میویر اس اندھو رتین میں کوئی

بھئی ان مارے در کے روح کا پتی ہو کیسا اندھیرا گھیر پڑا تپے حساب
اٹھنے والے کو کچھ کہتا ہوں۔ مگر بیوی کو جگاؤں دروازہ کھول کر سناؤ
ایجاؤں تو وہ بھی پتے لگے کہ ہاں بڑوہ پہلو انوکھا گھیر ہی گیاں کھڑا ناؤ را
ٹیرھی گھیر ہی۔

خوجی - کھولو۔ مٹھی نیند سونو لو کھولو۔ یہاں جاتے ویر نہیں ہوتی اور
کوڑے چھپ سے بند کر لیے کھٹیا وٹیا سب غائب کر دی۔

سیان - (سرہانے جا کر) بگیم - بگیم - او بگیم - کیا سگوئیں -

وہاں منتا کون ہے جو ان کی نیند لگے۔ کوئی چار یا بیس الٹے دھڑکاوے کی بات

نہرو سر پہ چکی چلیے تو آنکھ نہ کھلے میان کی روح فنا آنکھوں کو مارے ڈر کے

یہ بات سن کر بند کیے ہوئے بیوی کے سر پر ہاتھ پڑے مگر وہ بھڑک اٹھا۔

۴۷- ہین۔ ایکیا رجان پر کھیل کر کچ کچا کے خوب زور سے شاہ ہرایا۔

بیکم سنتی ہو کہ نہیں چکا اہین مگر سوٹ شخصیت پڑی اہین۔

م- (دہاتو چٹک کر) ای واہ لیکے شانہ اکھاڑ ڈالا۔ اقد کر یہ ہاتھ

نہااری میٹھی میٹھی مارے چکولون کے تلخ کردی۔ وہ اٹھ اٹھاتا

ن تو محجی ہالڈو لا آگیا۔ خدا خدا کر کے ذریعہ لگی تو یہ کسی طرح ہی کی

۱۰ تو تم جانو گے پھر اپنی دانوں تو بیٹھ کے روتے ہیں بغیر چلن و دوڑ

ن۔ لاجول ولاقوة۔ کیا پھر سو گئیں۔ جیسے نیند کے ہاتھ کوئی کب

وہ یلیم اور یلیم (ڈرتے ڈرتے) اُٹھتی ہو کہ نہیں۔

۵۰۰ روپے لیا اور کیا کچھ منہ سے بولے بھی سلیم کی ہم چھیڑ لگائی تو دیکھتا ہوں

ماہنامہ سورہو۔ ایک تو آپ نہ سوئیں دوسرے ہماری نیند بھی حرام کریں۔

(۱) - دھم دھمس - طم طم - کھو لو - مرکیا پکارتے پکارتے -

ت۔ بھی یہ لون ہمارا دشمن اس وقت آیا ہے۔ خدا ہی خیر کرے یہاں
۔ خدا اگر بے سہری ہو جائے۔ انگریزوں سے اپنے جان بچاؤ

یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ کے لئے قربان کر دے تو اللہ اس کو تمام گناہوں سے معاف کر دے گا۔

مین - ذریعہ ہی دور واز سے تک جا کہ دیکھ لے۔

بسکیم۔ جی میری پیرا اٹھتی ہو تمھاری تو وہی مثل یوکرہ ٹی کھائے
 دین بارہ۔ دو دو پچیسے شکا سارا کام کرنے کو نہ بچلا۔
 چلے تو میں عورت زاد اور جو رگنی تو پھر کسی ہو جانے کون بولا یا
 ہو۔ چور چکار سے بیوی کو بھڑواتے ہیں۔ اے لعنت خدا پٹھے سے نہ
 مردوے تے ہین جروا سے کہتے ہین کہ باہر جا کر چور سے لڑو۔
 خو جی۔ اے جی بسکیم صاحب۔ خدا کی قسم انیم لے گیا تھا۔ ذرا دروازہ
 کھولا دیکھو۔ یہ میرزا صاحب اور مولانا آزاد تو میری جان کے دشمن ہیں
 بسکیم نے جو انیم کا نام سنا تو آگ بھوکا ہو گئیں۔ اٹھ کر میان کو ایک
 لات لگائی تو وہم سے لڑھکنی کھائی اور بیوی نے اوپر سے اور کوسنا
 شروع کیا اس انیم کو آگ لگے پنے والوں کا ستیا ناسی لے ایک تو
 میرے مان باپ نے اس کھٹو کے کھونٹے میں بانہا۔ دوسرے اسکے
 مان باپ نے انیم اسکی گھٹی میں ڈال دی۔ چلو بس ہو چکی زندگی وہ
 تم نے جو قسم کھائی تھی کہ آج سے انیم نہ پیوگا۔ تمھاری قسم کا اعتبار
 نہ زبان کا۔ قسم بھی کوئی مولی گا جی کہ (کر کر) کر کے چائے۔
 میان۔ (گر دھجھاڑ پوچھ کر) کیوں جی اور جو میں بھی لکات کس کے
 جانے کے لائق ہوتا تو پھر کسی ٹھہرتی۔

راوی۔ جو ہوتے نہ اس لائق۔ ایسے ہوتے تو جو روکی جوتیان ہی
 کیوں کھاتے مگر میان صاحب ل ہی دین اپنے مان باپ کو ملو اتنی بار
 ہین۔ واہ اچھے مان باپ تھے۔ میان دھان پاں آدمی بیولی کے
 بٹھا دی دیو نی ہشت مشیت یہاں مرد سے بدتر۔ ہاتھ پاؤں ٹہری
 ہڈی گن لیجے۔ وہ تو بیاہ کر کے چھٹی پاگئے۔ لاتین ہین کھانا پڑتی ہیں
 میں تو سمجھا کہ اپنا کام ہی تمام ہو گیا مگر تمھاری جی کہ پھر رجول تون موج
 بسکیم۔ میرا تو قاعدہ ہے کہ پہلے تو باتوں سے سمجھاتی ہوں۔ اور کوئی نہ سمجھے
 تو لاتوں سے خبر لیتی ہوں۔ میں تو اس فکر میں ہوں کہ تم کو کھلا پلا کر
 خاصا ہٹا کتا بناؤں بھائی طے تو نہ دین اور تم پو انیم توجی جلیے یا نہ جلیے

میان۔ تمھاری جان کی قسم کون مردوہ چنڑے کے تیرے بھی گیا وہ
 آج تک یا کبھی انیم کی صورت بھی کی تھی ہو۔ اور یوں خواہ مخواہ بگانی کا کونسا
 علاج ہو ذری چل کے دیکھو تو آخر ہر کون کوئی ہمارا دشمن ہے کہ ان کر
 میان بیوی کو لٹو دیا تم کسی کی سنتی تو ہونہین۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔
 کس کر ایک لات جما دی بس۔

میان خواجہ بدیع صاحب اس شانین اور گھگھے گئے۔ بخیر کپڑے چنک میں
 کھڑے ہین۔ یہ میان بیوی چلے تو اس قطع سے کہ بیوی آگے آگے دست پناہ
 ہاتھ میں لیے ہوئے اور میان پیچھے پیچھے مارے ڈر کے آنکھیں بند کر کے
 ہوئے راہ میں جو بیوی کا ہاتھ ذرا چھوٹ جائے تو غل چائین کہ آ
 مرا۔ ایسا نہ کوئی کپڑا لیجائے۔ دروازہ کھولا تو خو جی دھڑکے
 سر کے بھل۔ اور میان مارے خوف کے کانپ کر خو جی پر رارا کر کے
 آ رہے اور بیوی دونوں کو دبوچا۔ اچھی تگڑم ہوئی۔ مگر خواجہ صاحب
 اُس وقت بھرتی سے نکل کر بھاگے تو ناک کی سیدھ پر چلے نشہ تو ہرن
 ہو ہی گیا تھا۔ سیدھے میرزا صاحب کے مکان پر داخل وہاں دیکھا
 کہ خدنگار پڑا خراٹے لے رہا ہے۔ چپکے سے حضرت بھی اپنی کھٹیا پر
 دراز ہوئے مگر مارے ہنسی کے ہر حال سوچے کہ ہم تو تھے ہی بسکیم
 میان صاحب ہمارے بھی چا نکلے وہ تو کل حال انکو معلوم نہ ہوا ورنہ
 صبح تک نہ ضبط ہو سکتی۔ بارے بخیر گذشت۔

اخبار جنگ

پلا ساقی شراب ارغوانی
 کھٹکتا ہے مجھے یہ ہوش باقی
 طبیعت صورت مجھ جوش میں
 ہجوم آرزو کتنا ہے دے جام
 لپٹ جا آگے سے پھر سفر ہے
 خبرداران الفاظ معانی
 کہ مہمان ہے بہار زندگانی
 وہی پھر دے ترے تران ساقی
 تمنا عزم نوشا نوش میں
 جھکا شیشہ کہ آیا اور ہنگام
 نہیں معلوم کیا ہو کیا خبر ہے
 بیان کرتے ہیں یوں بکھانی

کہ او غریب صبح کھل کھلایا۔ اُدھر میان آزاد کو اُس شکر بے غم غیب
بگیم کا جھکڑا نظر آیا۔

نظر میں تیریاں تیغ اجل کی	لب شرین میں شیر نی غل کی
غضب آنکھوں میں مثل کیف لبریز	سان ہر خڑہ دل کے لیے تیز

سیان آزاد نظر بھر کر اُس جادو جال زہرہ مثال کو دیکھنے بھی پاتے تھے
کہ میرزا صاحب بھی انگڑائیاں لیتے ہوئے پلنگ پر سے اُٹھے۔

بگیم صاحب بالکل برافگندہ نقاب بے تکلفی سے کھڑی میان آزاد
کو لکھنویوں سے دیکھ رہی تھیں اپنے شوہر کی جو آہٹ پائی تو
برن کو چورالیا۔ اور ایک طرار ابھر تو زمین کی اوٹ میں تھیں۔
میرزا۔ آداب عرض ہو۔

آزاد۔ کورنش کہنے حضرت آج تو کسی ایسے آدمی کے پاس بھلیے جو
پولٹیکال امور سے خوب واقف ہو۔ ہم سُن بھی تو نہیں کہ روسیوں کا قصد کیا ہو
جنگ کی ٹھہری یا نہیں ٹھہری۔ چھڑی یا ابھی کچھ دیر ہو حضرت ابوجا
جو ہندو دگاہ جائیں اور سچ کھیت جائیں مگر اب روزِ رُٹانِ عقل سے
خلاف ہو ہم آپ کی حُسنِ آراء سے وعدہ کر چکے ہیں وہ ہر دم میری نظر کے سامنے تھے
بگیم۔ ہر تو ایسا ہی۔ قول مردانِ جان دار۔ مگر نظیر بگیم پر کپال پرچہ لکھو
آزاد۔ (شرما کر) واہ۔

اتنے میں میرزا صاحب کو سُنی باہر بلایا۔ میان آزاد نے میدان
خالی پایا تو ایک گرا گرا مقررہ بگیم صاحب کو سُنایا۔

آزاد۔ آپ نے ابھی کیا فرمایا تھا۔

بگیم۔ جی بھول گئے ہونگے آپ۔ سُنجی لکھا تھا کہ اُس نظر بگیم پر کپال پرچہ لکھا تھا
آزاد۔ (دوبے دانٹوں) اب اسکا انصاف تو ہم نے آپ ہی پر چھوڑا ہے

بگیم۔ حیا چھپنے لگی آنکھوں میں آکر	ندامت نے کیا چپ سر جھکا کر
------------------------------------	----------------------------

آزاد۔ کچھ جواب نہ دیا حضور نے۔ میں جواب نہ دیتا ہوں مگر نگاہِ جواہر
بگیم۔ مجھ سے اُڑے نہیں بہت میں بھانپ گئی۔ آپ نے ایسا شافی جواب

دیا کہ جی خوش ہو گیا۔

راوی۔ ناظرین تاڑی گئے ہونگے کہ جواب شافی کیا تھا۔ ہاں شاید بعض
بزرگ نش آدمی ان باتوں کو پانچ سال کے سبب بھول گئے ہوں تو ہم انکا
اعادہ کرتے ہیں تاکہ مطالبات صاف سمجھ میں آئے۔ یاد ہوگا کہ میان آزاد کیلئے
جاتے تھے تو ایک یوان عالی شان کے رنگین و نہرت آگین کرے۔ میں ایک پرچی
چہرہ نظر پڑی اور دونوں میں باہم آنکھ لٹی۔ یہ تو عاشق مزاج تھے جس
گئے وہ بھی چمن طبع نکلیں جھلک دکھائی اور نظر سے اوجھل کبھی اُس پرچی
سے چاند سا کھڑا دکھایا کبھی اُس کھڑکی سے جھکڑا دکھایا۔ اُنھوں نے غل جھپا کر

دیداری نمائی و پرہیز می کنی	بازارِ خوش و آتش مایتری کنی
-----------------------------	-----------------------------

الغرض اوپر سے دصلیاں آئیں اور آزاد پکارا اُٹھے کہ لوفشہ جم گیا
وصال کی خبر دیتی ہو۔ الغرض اُدھر کھاراد و سنگار۔ اور طبیعت بقیار خوار
ازر سے ایک عورت آئی اور میان آزاد کو لگی۔ اُس مشتری خصال کو معلوم
کہ میان آزاد ہی ہیں اور اُسکی بہن حسن را کا دل اسی جوان پر جا رہا ہے۔ پیار ہو گیا
اُنکاپیارا پھلے ہو چکا بگیم نے اُنکو خوب ٹٹولا اور لگاؤ کی باتیں کہیں کہیں
انکو حسن آرا کا تہ دل سے پیار ہو باقیہ زبانی داخلہ آزاد نے جو بیو اُس
بُت پندار پر نظر ڈالی تو کمنا شروع کیا کہ ع۔ اچھل کر تو خرم نہ ہوئی کسے
داری؟ وجہ یہ کہ حسن آرا کی اور انکی شبیہ بہت ملتی تھی۔ وہی وقت
وہی چالِ محال ہی خط و خال میان آزاد کی باتوں سے اُنکو معلوم ہو گیا کہ
یہ سچے اُسکے عاشق ہیں جب ہی تو میان آزاد نے کہا کہ خود ہی انصاف کیجئے
میرزا اسد بگیم صاحب جو باہر سے تشریف لائے تو میان آزاد سے
اُنھوں نے یوان بات چیت کی۔

میرزا۔ کیسے آج کیا قصد ہیں۔ کہ مھر کے دھواے ہیں۔

آزاد۔ اسوقت ہلکوسے ایسے لائق آدمی کے پاس چلیے جو معاملات موجود
ٹری سے خوب واقف ہو۔ ہمیں ہاں کچھ حال معلوم نہیں کہ کیا رہا ہے
وہاں کوئی جنگ ہوئی یا ابھی روسی گندے ہی تول تول کر رہا ہیں

کچھ سن تو میں پھر وہاں کے رنگ ٹھنک تو معلوم ہوں کسی انگریزی خان کے پاس لے چلیے۔ انگریزی اخبارات کہیں لجاؤں تو وہ جی واہ۔ ہم خود ہی سب حالات پڑھ لیں۔ کاسے کو کچی پوچھنے کی حاجت رہے۔ میرزا بہت خوب چلیے۔ میرے ایک دوست ہیڈ ماسٹر لائی اسکول این ٹیرے طباع آدمی۔ انگریزی اخبارات کے کارپانڈٹ بھی ہیں اور خلیق مراد آدمی۔ یار باش۔ زمرہ دل۔

آزاد۔ بس چلیے ایسے ہی لوگوں سے تو یہ بات ممکن ہو۔ اُنہم سے خوب میزان پٹے کی بس اور کچھ چاہے نہ بتائیں لیکن اخبارات انگریزی ذری دکھا دیں۔ میں کل حالات خود پڑھ لوں گا۔ بیگم۔ امی تو کچھ کھاتے تو جاؤ۔ ایسی بھی کیا جلدی ہو۔ آزاد۔ جی نہیں اب جانے ہی کی دھن ہو۔ جانے دیجیے کوئی دو گھنٹے میں آئے جاتے ہیں۔ بیگم۔ اچھا تو پھر بے جا پلائے تو ہم نہ جانے دینے کے چار پتے جاؤ گرا کر مگر پھر چاہے جب آؤ۔ آزاد۔ بہت خوب۔ آپ کا حکم بسر و چشم منظور لائے جاؤ گرا کر تیار کرانے میں ذرا دیر لگے گی۔

زمین۔ اسی حضور تیار ہو۔ دیر کا ہے کی۔ تیار ہولائی۔ یہ کہہ کر زمین دو دو معیا چالائی اور آزاد و میرزا اُٹھ کر بڑے شوق سے پی آزاد۔ اتو جانے دیجیے گا۔

بیگم۔ واہ وا۔ آپ ہمیں کوئی تجیز سمجھ ہیں۔ یہ کہاں کا سلیقہ ہے کہ چاہے پلائے اور گھوری نہ کھلائے۔

میرزا۔ پھر لب جھپ بنا دو دو چار گھوریاں۔

بیگم۔ (تک کر) تمھاری سی پھرتی اور تیزی کوئی کہاں لائے۔ آزاد۔ (راپے دل ہی دل میں) ہونہ شونی اور تیزی کا تو کوئی تم سے سبق سیکھے۔ پتلی کی کل بھلتی پھرتی سے کام نہ کر سکے۔

خیر بیگم نے گھوریاں بنائیں۔ مشکبو۔ زمین ایک صدان میں رکھ لائی اور میان آزاد نے کھائیں اور میرزا صاحب کو کھلائیں۔

آزاد۔ اب اور تو کچھ نہیں باقی رہا۔ سوچ لیجیے۔ ابھی سوچا ہے۔ بیگم۔ جی بس آپ پٹرکشت کو جائیں دوپہر کو آؤ چاہے تیسرے پہر کو۔ آزاد اور میرزا صاحب اور میان خواجہ بیچ مل کر ہیڈ ماسٹر کے مکان پر گئے تھوڑی دور مکان تھا چلے اور کھٹ سے داخل۔

ہیڈ ماسٹر۔ (میرزا سے) اخاہ۔ آج یہ چھ دن کے بعد آپ کہاں بھول پڑے۔ حضور مزاج مقدس۔

میرزا۔ شکر ہے۔ آپ کا مزاج۔

ہیڈ ماسٹر۔ (آزاد کی طرف اشارہ کر کے) آپ کی تعریف کیجیے۔

میرزا۔ آپ میرے بھائی عزیز اور دوست ہیں۔ بڑے لائق فائق بزرگوار۔ ٹرکی جانے کا قصد ہے۔

ہیڈ ماسٹر۔ ٹرکی! یہ کیسے۔ اخاہ۔ مولانا محمد آزاد صاحب؟

میرزا۔ جی ہاں۔ آپ ہی میں۔

ہیڈ ماسٹر۔ (آزاد سے) حضرت آئیے بنگلہ تو ہوں (استاد ہو کر) آپ تو شرف آفاق قابل زیارت ہیں۔

آزاد۔ (بنگلہ ہو کر) حضرت یہ آپ کی ذرہ تواری ہے کہ آپ ایسا فرماتے ہیں ورنہ من آن کم من دانم۔ میں تو ایک گناہم فقیر آدمی ہوں۔ گدا کے بیوا ہیڈ ماسٹر۔ آپ کا دولت خانہ کہاں ہے جناب۔

آزاد۔ درویش ہر کجا کہ شب آد سراے اوست دیکھا پوچھتے ہو خانہ بدوشوں کا گھر کہاں، قبیلہ خاکسار خانہ برباد و خانہ بدوش ہے۔

لڑکین اصنام دشت نور دی سے ہم آغوش ہیں۔ جہان پڑ ہے زمین گھر ہے۔ اتو با فضل ٹرکی جانے کی دھن ہو اور بس۔

ہیڈ ماسٹر۔ خدا سب کو ایسی ہی توفیق خیر دے آپ بڑی ہمت کی ہے۔ ع۔ آفرین باد برین ہمت مرادائے تو بہ۔

آزاد۔ خدا کی مدد اور عنایت مجھے ملے گا۔
ہیڈ ماسٹر۔ بیشک۔

آزاد۔ حضرت تازہ حالات روم روس کے کچھ بتائیے کہ وہاں کی حالت
ہیڈ ماسٹر۔ ٹرکی کی حالت قابلِ فحسوس ہے۔ بڑی تازہ حالت ہوئی
اور دیکھ لیجئے کہ رفتہ رفتہ اسکے اعضاء و اجزا ہی اسکے دشمن ہوجائیں گے
گو اہل ترک کو غم اور بہائم سمجھتے ہیں مگر جن جماعت مخالفین ہادم بنیاد سلطنت
خوجی۔ قبلہ دیکھ میرے پیٹ میں غم و بہائم کا لفظ نہ کہ چہ بچو گئے
آئین تک چاٹے جاتے ہیں ذرا مہربانی کر کے جھٹ پٹ بتا دیجئے گا
کہ وہاں تو پتہ نہ رہی ہے یا نہیں۔ و نادن کی آواز کان میں آتی ہے
ہیڈ ماسٹر۔ حضرت و نادن کی آواز تو بیان تک آچکی۔ آپ کا شاید
کان سماعت ہوں تو ہوں بندہ نہیں سن سکتا مگر جنگ جگر کی خوب ہو رہی ہے
خوجی۔ اُف میرے اللہ۔ روح بس تھیل ہی تو ہو گئی۔

آزاد۔ خواجہ صاحب ہمت نہ ہاریے۔ فتح ہو انشا اللہ۔
خوجی۔ اُجی ہمت گئی کیلئے یہاں تو توپوں کی آواز کانوں میں بلبل
آ رہی ہے اور پائون ڈنگا یا جاتا ہے۔

ہیڈ ماسٹر۔ (خوجی کی طرف اشارہ کر کے) آپ کون بزرگ ہیں
خوجی۔ مجھی سے نہ پوچھیے۔ جی بندے کو لوگ خواجہ بدیع صاحب
علیہ الرحمۃ والفرقان کہتے ہیں۔

آزاد۔ عرت۔ ۹۔

خوجی۔ جی بس رہنے دیجیے۔ آپ بیچ میں ہانک نہ لگائیے۔

آزاد۔ (ہیڈ ماسٹر سے) اب روس سے ہوتی ہے نہ۔

ہیڈ ماسٹر۔ جی نہیں رعایا سے مگر سازش و سرور ہے اہل اسلام میں

آزاد۔ تخت پر تو بالفصل حضرت مراد آفندی ہیں نہ۔

ہیڈ ماسٹر۔ جی ہاں۔ مگر چون مہجرب اندر۔

خوجی۔ یا چون خط بہ کتاب اندر۔ چون بولگلاب اندر۔ چون افیم بہ ڈبیا

اندر۔ چون نشہ بہ پوست اندر۔
ہیڈ ماسٹر۔ آپ بھی طرفہ سمجھتے ہیں۔

آزاد۔ کیا خاص حضرت سلطان المعظم کی رعایا باغی ہو۔

ہیڈ ماسٹر۔ جی ہاں اکثر صوبے بگڑ گئے اور جنگ ہو رہی ہے۔

میرزا۔ سر ویہ والا بڑا شہر یہ معلوم ہوتا ہے۔

ہیڈ ماسٹر۔ جی ہاں ایک تار برقی سے معلوم ہوا تھا کہ ٹرکی اور

سر ویہ میں جنگ ہو اہی چاہتی ہے۔

شہزادہ ملن اُدھار کھائے بیٹھے ہیں کہ ٹرکی سے لڑیں۔

میرزا۔ بھلا سر ویہ کو کہاں۔

آزاد۔ سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ ہے۔ سر ویہ کی تو کیا اصل حقیقت یہ کہ

کے چھوٹے مگر درپردہ روس مخوس کی سازش ہے یہ لکھی کاٹے ہوئے ہیں

ہیڈ ماسٹر۔ جی ہاں۔۔۔ وہی سپہ سالار اُنکے کمانیر ہوئے ہیں۔ اب اس

بڑے حکمران کو کیا مرد ہوگی خیر۔ سر ویہ تو ایک طرف ٹیلیگرام سے مناشف ہوا

کہ مانٹی نگر و نے بھی اشتہار جنگ دیدیا۔

آزاد۔ ہاں!۔ لال حول ولاقوۃ۔ بڑی ہوتی۔

خوجی۔ جی ہوتی تو پھر جاتے کیوں ہو۔ کیا تباہی آئی ہے جو چلے دم

روم۔ شامت اعمال!۔

ہیڈ ماسٹر۔ سر ویہ کی فوج سرحد سے گذر گئی۔ ترکوں کا ایک جنگ بھی

ہوئی سنا کہ غنیم نے لشکر سلطانی سے زک فاش پائی۔ مگر سر ویہ والے

کہتے ہیں کہ سب غلط ہے۔ ہم ڈٹے ہوئے ہیں۔ زیت شہر اور مقاموں

میں ترکوں کو فتح پائی اُسکو اہل سر ویہ مخفی رکھتے ہیں۔ اُنکا قول

ہو کہ ہم نے ترکوں کو سرحد بوسینا پر زک دی۔

خوجی۔ واہ کہین دی نہو۔ مگر آپ نے تو ایسے ایسے شہرتے بتائے کہ میرا

ہوش اُڑ گئے۔ یہ زیت کس شہر کا نام ہے اور دھون کون مقام ہے۔ دیکھو کل

ہم بھی جاتے ہیں قسم خداے پاک کی اتنی قزولیان بھوکے ہوں کہ پرے

کے پرے صاف ہو جائیں۔ دل لگی ہو جملہ کچھ۔

آزاد۔ یہ روسی سپہ سالار جو سرویہ کی طرف سے لڑتے ہیں تو سرکاری طور پر اپنی ہی خوشی سے۔

ہیٹل ماسٹر۔ ہوس آف لارڈین لارڈوڈی صاحب نے جواب سوال لارڈو کیرڈون کے بیان کیا کہ یہ بات قرین تیاں نہیں کہ روسی فسر جو سرویہ کی فوج میں مقرر ہوئے وہ گورنمنٹ روس کی اجازت سے آئے ہوں آج کی تاریخ پر بڑی تقویش ناک ہے۔

خوجی۔ اللہم احفظنا من کل ابللیات۔ میں تو یہ خبریں سن رہا تھا کہ نیجان ہو رہا ہوں۔ منون خون خشک ہو جاتا ہے۔

ہیٹل ماسٹر۔ جولائی کے ٹیڈیگرام سلسلہ لندن سے منکشف ہوا کہ ترکوں اور ماسٹی ٹیڈیگرام میں بڑی گراگرمی سے جنگ ہوئی۔ دریا سیوا اور دریا جہان میں وہاں ایک شہر ہو دلیتا۔ اسی جگہ جنگ ہوئی اور افسوس صد افسوس کہ نتیجہ جنگ ہمارے حق میں مضر ہو ماسٹی ٹیڈیگرام والوں نے قلعہ میڈن فتح کر لیا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم ہے۔

خوجی۔ بس تڑکا ہو گیا۔ ہم تو اپنے حساب ہندوستان چھوڑنے والے کو کچھ کہتے ہیں آزاد۔ ہاں صاحب اور کیا تار ہے۔ حضرت یہ خبر تو میری سنائی۔ ایلان

ہیٹل ماسٹر۔ دوسری خبر یہ ہو کہ سرویہ اور ترکوں میں کچھ عرصے تک سخت جنگ ہوئی مگر فتح و شکست نہ اٹھو نہ اٹکو۔ اور افسوس یہ ہے

کہ اہل سرویہ کی فوج کی کمان روسی فسر جنرل ٹریچیف کے سپرد ہے۔ اب سرویہ فوج صوفیہ کی طرف طبعی جاتی ہے۔ ایک خبر یہ ہے کہ ترکوں کے سرویہ کی فوج کو قتل

بلینا میں ترک دہلی اور سرویہ کی فوج کے نوسو آدمی قتل ہو گئے اور کچھ اور بھی ہیں اٹکا قول ہے کہ ہم کو ترکین ملی۔ ہمارے صرف دو سو آدمی مار گئے اور

ہماری فوج سرحد شکستے اتر گئی۔ اور ترکوں کو ہٹا کر نوئی پڑاؤ میں لگا دیا

خوجی۔ اسی جنگ کا انجام کیا ہونا ہے جس اتنا بتا دیجیے۔

میرزا۔ خبر نہیں۔

آزاد۔ افسوس۔ کمال رنج ہوا۔ انتہا کا قلق۔

خوجی۔ بھائی سنتے ہو۔ میان آزاد۔ یار واپس چلو۔ اسی خطر تو یہی ہو کہ تمہیں لٹکا کر آؤ۔ پھر یہ خبریں تمہیں لٹکانے کی کمان ہیں۔ یہ کہ میں

آپ واپس چلیے اور تمہیں ایک بنواؤں لگا۔

آزاد۔ ابھی تک یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انجام جنگ کا کیا ہوگا جنگ دوسرے دارد۔ طرفین سے جوش و خروش لڑائی ہو رہی اور سامان

بھی کم نہیں دیکھیں کون وب کے رہتا ہے۔

ہیٹل ماسٹر۔ سرویہ کا تو کیا منہ ہے کہ ترکی کے منہ چھتا یہ سیاسی گرگ باران دیدہ کی سازش ہو اور اغوا کا انجام بد ہو۔ خدا کرے بڑی

مہیب جنگ ہوگی۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ اگر سرویہ شکست پائی تو روس خود خٹک کے لڑنے پر آمادہ ہو جائیگا پھر البتہ روس سے ہوا لڑیگا

مگر دیکھیے گاتر کی بھی کیسے لڑتے ہیں۔ بلا کے جری ہیں۔

آزاد۔ جی اس میں کیا فرق ہے۔ انکی جرأت کے بھلی آج جھڑے گڑے ہوئے ہیں وہ بڑے لڑنے بھڑنے والے ہیں روسیوں کا کچھ کم تقوڑا ہی ہیں مگر

سامان ندارد۔ لٹکا پاس نہیں۔ جنرل ورافسکر۔ اور بد نظمی بہت۔

خوجی۔ یہ آپ نے کیا فرمایا کہ لٹکا پاس نہیں۔ کیا انیم کا حصول نہیں آتا

الغرض میان آزاد اور میرزا۔ اور خوجی ہیٹل ماسٹر سے رخصت ہوئے اور گھر پہنچے

ریل کے حادثے

میان آزاد و زنان خانے میں بیٹھے گپیں اڑا رہے تھے اور باہر میان خوجی زمین سے بائیں بنارہے تھے اتنے میں ایک قوال بار بار بتا رہا

یہ مصرع گاتا ہوا راہ راہ جانے لگا اور نغمہ دلکش و ترانہ روح افروز سے خلق اللہ کو بھانے لگا۔ اس لیے تصویر جانان ہم نے کچھ اجائی

نہیں۔ بیگم آپ جانیے کم سن عورت اور چمن طبع رنگین مزاج مصرع سنتے ہی میان آزاد سے فرمایش کر بیٹھیں کہ حضرت اس مصرع لکھیے

میان آزاد طبع الکلام شیریں مقال خوش فکر نازک خیال تو تھے ہی

تو صاحب ہر روز دعائیں مانگتے تھے کہ خدا کرے ابکی لڑکائی ہو
مگر انکی دعا قبول نہ ہوئی ابکی پھر دختر نیک اختر ہی تشریف لائیں صاحب
نے جو وقت بچے کے رونے کی آواز سنی تو بڑا سو ہوا کہ دایہ سے پوچھا
کہ جلد بتاؤ لڑکی ہوا یا لڑکا ہوا۔ دایہ نے بعد حسرت کہا کہ حضور ابکی
باری پھر سننا ہی تشریف لائیں۔ یہ سنتے ہی ننگے ہوش لڑکے اور فطری
سے بعد حسرت باغ میں ٹہلنے لگے۔ اتنے میں صاحب نے ایجنٹ شیخ صدق علی
صاحب بھی تشریف لائے باغ میں جا کر صاحب کو جھک کر سلام کیا۔
صاحب۔ دل ایجنٹ۔

ایجنٹ۔ پیر و مرشد۔ خداوند۔ جو حکم۔

صاحب۔ آپ نے کچھ سنا۔ آج بڑا بڑا خبر۔

ایجنٹ۔ ہاں حضور بہت بڑا بڑا خبر۔

صاحب۔ آپ نے کیا سنا۔

ایجنٹ۔ (اپنے دل میں) کیا بیٹھ صاحب سوال پوچھ بیٹھے ہیں
سنا کس بھکے نے کچھ۔ میں تو فقط ہاں میں ہاں ملاتا تھا۔
آنکھوں نے کہا بڑا خبر۔ میں نے کہا کہ بہت بڑا بڑا خبر۔
صاحب۔ (رو کر) ہمارے صاحب نے ابکی پھر لڑکی دیا۔

راوی۔ صاحب کے رونے پر ایجنٹ کو بڑی ہنسی آئی مگر آجی تھا چالاک اور
زمانہ ساز سنتے ہی لگا دو ہنسنے اسکی کیفیت دیکھ کر شوی مارنے سے ہر
پیشنا شروع کیا۔ ایجنٹ نے خانا مان اور بیر اور دھوئی اور سقا اور ڈورے
اور سب نوکروں چاکروں کو بلوایا اور کہا سب آؤ اور بیٹھو۔ جی اللہ فوت
کی بھی دل لگی قابل بیٹھی۔ دہی راوی مل کر سر پیٹ رہے ہیں جیسے بینک
کی کھوپڑی پر کچھ ننگ چھڑک دیا یہ ساری کیفیت دیکھ کر ایم صاحب سے بڑی
آنکھوں نے جھلک کر کہا کہ ہم صاحب کو بہت جلد پاگل خانے بھیجے والا ہو۔

صاحب۔ دل ایجنٹ ہمارے ہر سال لڑکی پر لڑکی جوڑتا ہوا تھا اب
ایجنٹ۔ (رو کر) حضور دونوں کو ایک ہی ٹاپے میں بند کر دیجیے۔

صاحب۔ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم اپنا منہ پیٹ ڈالے۔
ایجنٹ۔ اور حضور میری چاہتا ہے کہ اپنا اور آپکا دونوں کا منہ پیٹ
ڈالوں آپکی اور میری دونوں کی صورت منحوس ہو۔ دونوں بخت
دونوں اس قابل کہ تلے اور گرڑھ میا میں ڈبووے۔

صاحب۔ دل شیخ صاحب آپ بہت ٹھیک ٹھیک بولتا ہے۔

ایجنٹ۔ حضور آپکا اور اپنا دونوں کا منہ جھلسنے میں کوی چاہتا ہے۔

صاحب۔ ہاں ٹھیک ٹھیک تم بولتا ہے۔

راوی۔ شیخ جی کو گالیان دینے کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ گالیان تیرے جاتے

ہیں مگر صاحب سب کو ٹھیک ہی ٹھیک بتاتے ہیں۔

صاحب۔ دل شیخ اب آپ کچھ تدبیر سوچے کہ لڑکی نہونے پاوے۔

ایجنٹ۔ تو حضور ایک کام بھی حضور تو سچے کے اُس طرف جا کر تین

اور فردوسی ساغ میں چل قدمی کرتا ہے دونوں تیرے سر میں کرب کیا کرنا چاہیے

یہ منکر صاحب نے شیخ کو گلے سے لگایا اور خوب روئے رو ہو کر صاحب تو

بہنگمہ کے اُس طرف گئے اور ادھر شیخ جی نے باغ کا جائزہ لینا شروع کیا

اچکیا آڑو گول مول کچے نیم سرخ و گریں سرخ انھوں نے موقع غیبت جا کر لڑ

چکھنے شروع کیے۔ باغبان تو دیکھا تھا کہ صاحب نے گلے مل کر دوسرے

تھے مارے خوشامد کے جھپاک سے چاقو اور پانی سے آنا دھو کر اچھیل چھیل کر

آؤ کھلا شروع کیے وہ بھی شجری کیوں نہ تھا۔ کو اچھی ٹی پڑھانی اچھا ٹھلایا۔

الغرض اس سال حد کے مشکوے دولت میں فرزند راجہ تولد ہوا جب

لڑکا چھ برس کا ہوا تو صاحب اور ایم صاحب۔ اسکو لیکر ریل پر سوار ہوئے

اپنے گرت کو جاتے تھے۔ اسی ریل پر سیان آزاد اور فوجی بھی سوار تھے

خیر ریل جو شہری تو ایک شخص لکھنے کی لڑکا ریل پر گر پڑا۔ اسی ریل ٹھکری

گئی۔ صاحب اور ایم صاحب ابھر لڑکے کے گرنے کی خبر سنی اور ادھر اپنے

پیارے لڑکے کو غالب پایا تو سن سے جان ٹکل گئی اور اسی م ریل بھی

دن روانہ ہوئی۔ فطری قادی سے ایم صاحب نیچے کو پڑ پڑ صاحب نے

لڑکے اور میم دونوں کو مردہ سمجھ کر رونا شروع کیا۔ قریب تھا کہ غریبی
پڑیں کہ اتنے میں ریل ٹھہری۔

اب سینے کے انکاڑ کا اتہا کا شریر تھا کھیلے کھیلے بچ کے نیچے جا کر
سورہ والدین کو اسکی خبر نہیں۔ جب انھوں نے لڑکے کے گرنے کا حال سنا اور
اپنے لڑکے کو غالب پایا تو حق الیقین کا درجہ ہوا کہ وہی لڑکھا گیا۔ مگر
دوسری مرتبہ جو ریل ٹھہری تو میان صاحب زادے بچ کے نیچے سے کھٹ سے
موجود صاحب نے لڑکے کو دیکھا تو باچھیں کھل گئیں اور فطرتاً سے
آنسو نکل پڑے اور مہم صاحب کا حال سینے کھلتی ریل پر سے کود پڑنے
کا اُنکے قلب پر صدمہ تو پہونچا مگر گھاس پر گری تھیں ہاتھ پاؤں میں
چوٹ نہ آنے پائی جسوقت لوگوں نے مہم صاحب کو گھاس پر سے اٹھایا تو سمجھے
کہ چل سہیں لیکن تھوڑی دیر میں انھوں نے آنکھیں کھول دیں آنکھیں کھولنا
تھا کہ صاحب نے لڑکا اُنکی گود میں ڈال دیا۔ بس اب اُنکی خوشی و مسرت کا
حال کچھ نہ پوچھیے۔ گلے سے لپٹایا۔ چھاتی سے لگایا بار بار منہ چوم لیا اور
مارے خوشی کے آنسو دکاتا رہا مگر صدمہ اٹھایا تھا۔ کیجیے پر زخم
کھایا تھا۔ بوسے کی تاب نہ تھی بات کا کرنا محال تھا بیٹھنا تک سوتے ہی تھا
لڑکا کبھی دنگ مگر صفا کا چہرہ فطرطت گل رنگ۔ بیوی کو سمجھاتے تھے
تشی و لاسا دیتے جاتے تھے کہ وہ شدنی امر تھا اب کیا ملال ہے۔ تو ہمیں
تھمتے چھپوں کا خیال ہے۔ خدا نے ہم تینوں کو بلا سے بچایا۔ بچھڑے ہو گویا۔
لو دراسی برانڈی پی لو اور گھر جاؤ لڑکے کو کھلاؤ۔ دل ہلاؤ۔ اندھے بڑی
خیر کی ورنہ میں تو زندگی سے بیزار ہو جاتا۔ تیر غم کیجیے کے پار ہو جاتا۔
جب مہم صاحب کو ذرا تسکین ہوئی تو آہستہ سے بولیں کہ میں خواب
دیکھ رہی ہوں یا بیدار رہی ہے۔ مگر ابھی تک نہایت بیزاری ہے۔ نہ تو
سنسنا رہی ہوں غش غش آ رہی ہیں۔ قلب لٹکا جاتا ہے۔ دم چڑھتا ہے۔
ایک لڑکے اپنے پیارے بیٹے کو خوب زور سے چھاتی سے لگایا اور رو رو کر فرمایا کہ
لڑکے کو کیا جانے کہ میری عمارت (مان) پر اسوقت کیا گزری ہے مگر بچی (بابا) کی

صورت پر مدنی سی چھائی ہے۔ سرخی نے رخساروں پر آنے کی قسم کھائی ہے
الغرض صاحب کے نزدیک مہم اور میم کے نزدیک لڑکے نے گویا بار بار
زندگی پائی۔

پہلے اسٹیشن پر ریل ٹھہری تو ایک لڑکا کوئی سات آٹھ برس کا
بچہ پرکھڑا ہو کر تماشا دیکھنے لگا۔ میان آزاد نے اُسکے باپ کا ہاتھ پکڑ لیا
لڑکے کو بٹھا دو۔ وہ گھما گھنوا کر سرگرمی سے ہلایا۔ میان خود بھی اس لڑکے کی
مان سے کما کما کر انکیت اپنے لڑکے کو سمجھا لے ریل چلا جاتی ہے۔ ایسا لڑکھا
لڑکھا جاتے تو پھر لینے کے دینے پڑیں ہفت میں۔ اُسکے کان میں جون رنگی
اتنے میں ریل روانہ ہوئی۔ ریل چلتا ہی تھا کہ لڑکا لڑکے سے لڑکھا۔ آرا لڑکھا
رخمی ہوا اٹانگ میں چوٹ آئی کان دب گیا وہ تو کیجیے گزری مگر گڑی کے
اندھ رہی گرا ورنہ جو باہر گرتا تو بچا محال تھا۔ جسوقت لڑکا گرا تو اُسکی مان (ارے)
کر کے اٹھایا خودی بڑے خفا اب (ارے) کاسے کو کی خواجہ بری کھت تو
پہلے ہی سمجھا تا جاتا تھا۔ تم سب کے چکی ہو رہیں۔ اسکو کوئی کیا کرے۔
آرا۔ سینے بھی سمجھا دیا تھا۔ مگر سنا کون ہے چلو۔ ع۔ رسیدہ ہو دہلا
وے بخیر گزشت۔ بچوں کا قاعدہ ہے کہ جان ریل ٹھہری اور بس بچہ پر
کو دکر کھڑے ہو گئے یا کھڑکی پاس کھڑے آدھا دھڑا ہڑکا کے بے تکلف
دیکھنے لگے تو وجہ کیا۔ لڑکوں کو تیز کی جب ریل چلی تو دھچکے سے قدم لگایا
لگیئے اور اُسکے روانہ ہوتے ہی گر پڑینگے۔ ذرا ریل ٹھہری اور بس سمجھے
کہ اب جو چاہیں وہ کریں۔ لڑکے تو خیر بچے شکے چھوٹ جائینگے گراؤنگے
والدین کی حالت پر البتہ ہنس آتی ہے کہ جان بوجھ کر روکتے نہیں۔ بعض
احق خود ہی واقف نہیں وہ اپنے لڑکے کو کیا سمجھائیں۔ لاشعور و لا قوہ
کئی بار ایسے سانچے میرے رو برو ہو چکے ہیں۔ گورنمنٹ کو لازم ہے کہ
اس قسم کے حادثات سے عوام کو اطلاع دیتی رہے۔ بلکہ میں اسے کبھی
اپنے فرائض میں تصور کریں تو خوب بات ہو۔

راوی ریل جسوقت ٹھہری کئی آدمی اُتر اُتر پڑے۔ ایک بڑے بچے پر

پڑے پیاسے تھے۔ تھوڑی دیر تک پکارا کیے کہ مسرہ۔ مسرہ۔ مسرہ۔ مسرہ۔
پانی والا جب پانی واسے نہ سنا تو اُنکے قریب آیا۔ یہ پانڈے برہمن کوئی
پرانے فشن کے لوگ۔ ریل پر پانی پینا اشد یعنی ناپاک سمجھتے تھے کھٹ
سے اُتر کر تو پڑے اور پلیٹ فارم پر اُدھڑا کر کھڑے ہو گئے مگر جوتا اُتار کر
ایک حریف بھی ٹل رہے تھے۔ بس سمجھ جائے حضرت نے جیسے چاہا کہ
پانی پینا ویسے ہی جمدار نے لٹکا رکھا اُدھڑا کر کھڑا کہیں کا بیٹھ گئے
بچ راہ میں۔ جائنگلو۔ یہ بچا پڑے اُسے کہ اس طرف جا کر پانی پینا
مگر جو تیان ندارد۔ ارے ارے چہ معنی دارد۔ حریف جو تیان اُڑا
لیکھا۔ اُدھڑا دیکھا جو تیان کہیں نظر نہ آئیں لگے جمدار سے
دھینگا مٹتی کرنے۔ اُدھڑا گھنٹی بجی سیٹی ہوئی اور ریل دن سے روانہ
باش۔ لپکے ہی تھے کہ ریل پر چھپ سے سوار ہو جائیں جمدار کلپر
موجود۔ ہاتھ پکڑ لیا کہان چلے چچا جان۔ اب بیٹھ یہاں۔ ہونٹ کیا جل
پکے تھے۔ ریل کو کبھی کوئی چھلکا سمجھتے تھے کبھی بابا راج سوار ہوتے
پانڈے جی۔ تو کیا ہم یہاں ہی رہ جاؤ گے۔
جمدار۔ رہ جاؤ گے یا رہ گئے۔ اب جا بھی سکتے ہو۔

پانڈے جی۔ تم بڑے نٹ کھٹ آدمی ہو ہی۔ ہم چڑھ جاتے
تو تمہارا کیا ہرج تھا جی۔

جمدار۔ کٹ دکھا۔ بہت بڑھ چڑھ کر باتیں نہ تباؤ۔

پانڈے جی۔ لو جیسے ریل نکل گئی اور ہکا چھانڈہ بن گیا
اب ہم کون اُپا سے کری ہو۔

جمدار۔ ادا ہو کر دانا پنا موڑ۔ اور ٹکٹ دکھاؤ ہم کا۔

پانڈے جی۔ اب ٹکٹ کہہ کے گھر سے لائی ہو ٹکٹ سار تو وہیں ہوا
تھا کو کا بٹوا۔ لحاف۔ تو شک۔ بچانے کی دسی۔ ایک (ایک) پونٹ

بھانگ کی جھوٹی۔ دیا کو کو نہ مگھری ہمرے پاس ہے بھٹی۔ بوٹری
کیر گجری۔ اب ہم جائی کہان۔

جمدار۔ کانچی ہوس۔

راوی۔ جمدار نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا۔ اٹھو نیچے فوراً تار دیا
کہ ایک سافر کا اسباب ریل پر ہے۔ اور وہ اسی اسٹیشن پر رہ گیا جلدی
سبک ریل نکل گئی وہ ٹاپا ہی کیا۔ پانڈے جی مہراج سمجھے کہ اب پکڑے گئے
مال کا مال گیا ریل کی ریل نکل گئی مصیبت کی مصیبت پڑی۔ اُتو
کے اُتو بنے۔ اور سرکار سے جو کچھ چاہا نہ ہو وہ مزید برآں جمدار نے جو
اُسے کہا کہ کانچی ہوس جاؤ تو سمجھے کہ اس طرف سرکار کو کانچی ہوس گئے
نہیں کہندے آدمی لوگوں سے کانچی ہوس کا راستہ پوچھنے لگے دل لگی
آویسوں فقرے دینے شروع کیے کسی کچھ بتایا کسی پورب آخر کا ایک
بھلے مانس نے کہا کہ کچھ بیوقوف ہو ہو۔ کانچی ہوس کے کیا گھٹا گئے
پاگل اگدھے ہو یا بیل۔ یا بچھیا کے ناؤ۔ نرا حق چور۔ اپنا کام کرو اور گھٹے میں
ریل آتی ہوگی۔ اُسی پر سوار ہو جانا۔ اب پھر اسٹیشن ماسٹر سے پاس پوچھے لطف دیکھ
وہ اور انکی ہم کرے میں ٹھہری ہوئی ہیں۔ اور آپ نے پردہ اٹھایا کھٹے ہو
اسٹیشن ماسٹر۔ تم کون ہو۔ سوربے پوچھے چلا آیا۔ کوئی ہی
پانڈے جی۔ چور ہمارے ہی نہیں کو دے گا۔ کاؤکی۔

اسٹیشن ماسٹر۔ چل جاؤ گد جا۔ ہم نہیں جانتا پانی دانی۔
اسٹیشن جمدار اور تین اور سپاہیوں پانڈے جی کی گردن میں تھوپا

اور باہر نکلا کھڑا کہ نادان اس وقت وہ کمرے میں بیٹھ کر رہے ہیں
اور یہ صاحب بھی وہیں ہیں۔ تو کیوں گھس گیا خبردار ابی حرکت نہ کرنا۔

اور پٹنہ سینے۔ جب ریل ٹھہری تو ایک صاحب نے وہیں ٹکٹ
لیا تھا نکل چا تا شروع کیا کہ کھولو کھولو۔ خیر اترے تو اب گھر اٹھانے

میٹھوایا۔ دروازے کے پاس گئے بابو نے ٹکٹ مانگا۔
مسافر۔ باہر آؤ تو دیتے ہیں۔

بابو۔ ہم تمہارے لیے باہر جاؤنگا۔ تم کون کہان کنڈیل ہو۔
مسافر۔ ابی تو صبح دیکھ رہے ہو کہ دونوں ہاتھ رکے ہو ہیں۔ مگر

باری مانتے ہو نہ جیسی۔ کہہ یا کہ باہر آؤ سنتے ہی نہیں۔
 بابو۔ تم تو بڑا چت رجعتی ہادی ہو گا۔ تم ٹکٹ دکھائے تو جانے پاؤ گا۔
 نہیں تو تمہارا ٹون مین ٹیری پڑے گا۔

مسافر۔ ہم صاحب سے بول دینگے کہ بابو ہم کو دھمکا تا ہر مرد آدمی
 کہتے تو جانتے ہیں کہ باہر تو ٹکٹ لے۔ کیا نام بتا رہے ہیں ہم۔

بابو۔ ہم کیا جانے کہ تم پوری باکون پر ماش رہنا مشہور ہو۔ تم کہان کا
 سیٹھ بنا ہو۔ اب تم ہمارے کو ٹکٹ دینگے تو ہم نہ جانے مانگتا۔ بھائی
 تم شالا بڑا گول مال کرتا ہو۔

مسافر۔ (اسباب پھینک کر) لے اب ٹکٹ لے۔ بھٹک بھٹک بھٹک
 راوی۔ حضرت بہت ہی بگڑے۔ اسے غصے کے چہرہ سرخ۔ بابو بچا رہ

سیاہی کی آدھین کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے گٹھری کھولی پندرہ منٹ میں
 گٹھری میں ایک بیگ تھا اسکا قفل کھولا۔ کوئی تین منٹ میں بیگ سے

ایک کپڑا نکالا ایک منٹ میں کپڑے سے عین کا چونکا لیا۔ دس منٹ میں
 چونکا کھولا۔ ایک منٹ میں چونگے سے ایک لال کپڑا نکالا۔ ایک منٹ میں

وہ خوب پٹپٹا پٹپٹا اٹھا اسکو کھولا تین منٹ میں آئین سے ایک اندھ نکلا اس
 سے ٹکٹ نکالا۔ کوئی ساٹھ منٹ میں نکل سکا۔ خدائی پناہ ان جا بگلوں

سے نہ بچانے۔ ساٹھ منٹ کے بعد بابو کو ٹکٹ ملا۔ کچھ ٹھکا نا ہو۔ اب
 اسٹیشن پر سنا۔ سب ہر کسی کو کہنے نے تو کاٹا نہیں تھا کہ ادھر گھٹے تک

ٹکٹ ہی نکالا کرتا جب ہی حضرت بابو کو باہر پلاتے تھے کہ مزے سے
 گٹھری کھولیں۔ اور ٹکٹ دین گھر ہی سے کیوں نہ بھیج دیا۔

ایک مسافر کی کیفیت سنئے جب انھوں نے دیکھا کہ ریل چلنے کو ہی تو
 نارنگی والے کو بلایا۔ ایک آنہ دیا کہ نارنگیان رو۔ اُسے پیسے تو چھپا لیے

اور رہتا تا یا ریل چل پڑی ہوئی۔ جلد سی ہونا رنگیان ایک گڑھی میں بیٹھ گئیں
آخوند صاحب کی ملاقات

انفرض میان آنا کوئی ڈھائی گھنٹے میں داخل منزل مقصود ہو

اور جناب آخوند صاحب کی ملاقات کو چلے۔ مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک
 مقدس اور سن بزرگ بیٹھے تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہیں اور چار
 پانچ آدمی ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں مگر خاموش اور ایک ساتھ میان آنا کو
 بھی ایک گوشے میں چپکے سے جا بیٹھے اور خواجہ بدیع صاحب جھک کر تیری
 سلام کو کے آخوند صاحب کے قریب ہی ٹٹ گئے۔ جب تلاوت قرآن سے
 فراغت پائی تو جناب مدوح نے قرآن کو چوم لیا۔ اور میان آنا کو کی طرف طعنا
 ہو کر پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لاتے ہیں اور کیا خاص غرض ہے۔

آنا کو۔ یہی ہے آنا ہوں اور غرض خاص عرض بیان میں لاتا ہوں۔
 میرا غرم ہو کہ روم جاؤں اور ترکوں کا ہاتھ بٹاؤں۔ وہاں آجکل روسیہ

حضرت سلطان اعظم سے جنگ کا قصد کیا ہے اور دولت رفیعہ سے روم اعضا دو چل
 ہئی اسکے دشمن ہو گئے ہیں ایسے سفر دور دراز میں انواع و اقسام کی

مصیبتیں پیش آتی ہیں۔ آپ کی علمیت اور دعا خیر کی برکت المشور
 کا شمس نے نصف انہار ہے۔ اگر میرے حق میں دعا سے خیر کیجیے

تو چشم مارو شن دل ماشا۔ خاندان احسان آباد۔
 آخوند صاحب۔ (فکر کرنے لگے)۔

راوی۔ سچ ہے۔

خندان پروردہ پیر کہن۔ امین ریشہ انکہ گوید سخن

آخوند صاحب۔ آپ کی ہمدردی کا حال شکر روح مسرور ہوئی
 حیت اسلام واقع میں اسی کی مقفی قعی۔ خدا آپ کو نیک نام اور ناز المرام

کرے آپ کی ہمت مردانہ ہی کے حق میں عاے خیر کا فائدہ بخشتے گی۔ اور آپ کی حیت
 آپ کو شرفات سے بچائے گی۔ باقی رہا میری عاکی نسبت میں تو دعا رکچکا

کہ خدا آپ کو ناز مرام اور نیک نام کرے اس قدر غور کریجیے کہ آپ تو صرف
 ہندوستان سے روم جاتے ہیں۔ دنیا میں فرنگ تمام عالم کی سیر حیات

فرماتے ہیں۔ مگر وہ کبھی دعا کے طالب نہ ہو اور بفضل خدا ہمیشہ سرخرو اور
 کامیاب ہی رہے ہیں اگر وہ بھرد دعا مانگا کرونگا تو بھی ممکن نہیں کہ نہ پڑی

آپ میری دعا کی وجہ سے آپکا جناح جائے یا اور سب ڈوبیں اور
آپ میری دعا کے باعث سے محفوظ رہیں شاید ایسا ہی ہو مگر میں نے
صدق دل سے اپنی رائے عرض کر دی معاف فرمائیے گا۔

راوی۔ میان آزاد تو سمجھے تھے کہ یہ صاحب دعا خیر دینگے اور ایسی
ایسی باتیں کہیں گے جو انکے خیالات کے بالکل خلاف ہوں لیکن قضیہ
بالعکس نظر آیا۔ اخوند صاحب نے اور ہی پٹی پڑھائی۔ میان خوجی کے
نزدیک اُلٹی لنگا بھائی۔ آزاد مارے خوشی کے اُچھل پڑے پھر گئے
اور استاد ہو کر جناب اخوند صاحب کے قدموں پر گر پڑے۔

آزاد۔ قبلہ میں نے سنا تھا کہ آپ پڑے بالکمال میں دولت علم و فضل
سے مالا مال ہیں دیکھا تو اس سے بھی وہ چند پایا۔ اور اتنی ہی دیر کی
صحبت میں وہ لطف اُٹھا یا کہ۔ ع دل من دانہ دن ائمہ و اندلس
اب صاف عرض کرتا ہوں کہ میرے بھی بعینہ وہی خیالات ہیں جو
آپ کے ہیں لیکن ایک دوست کے اصرار نے مجبور کیا کہ زیارت انور سے
محروم نہ رہوں گوا یا تو تھا اوپر ہی کے دل سے گرجتا ہوں خوش خوش
بجھتا تھا کہ آپ جیسے ملکوتی صفات بزرگ نیک نہاد کے شرف ملازمت
سے مستفید ہوا اور آپکے شمس ہدایت کی منیا سے عیون باطن نے نور
پایا۔ ع۔ اے وقت تو خوش کہ وقت ناموش کر دی:

جناب اخوند صاحب نے میان آزاد کو بندہ سودمند اور فصیح دل بندہ سے
درم تاخیر یہ غلام کر لیا مگر خوجی کی نظروں میں انکا کلام ذرا بھی نہ تھا۔
الغرض میان آزاد خوجی کو ملے کروان سے روانہ ہو گئے کہ خوجہ
بیع صاحب نے ایک کاغذ جناب اخوند صاحب کی خدمت میں پیش کیا آزاد
دیکھ کہ یا اگلی یہ کاغذ اسے کیسا پیش کیا ہے لکھا تو ہی کہیں کچھ سوال تو
نہیں کر بیٹھا۔ اخوند صاحب نے پڑھا اور مسکرا کر میان آزاد کو وہ کاغذ
ویریا اُٹھونے جا سپر نظر ڈالی تو ہنسی مضبوط نہو سکی۔ اس میں یہ لکھا تھا۔
استغفرت۔ چہ میفرماید علما دین و مفتیان شرع حین میں منی کہ اگر کسی

برجائز فیون چین یا مالوایا ہر انچہ دستکاب شو و فضل خدا و غرض اصل خود
برجائز دینیک ہم شود کہ ہر اُمید لازمہ آنست چنانکہ سرور لازمہ شرب و
مست بھنگ لازمہ بنگ نوشی و موت لازمہ چاند و بازی و چرس لازمہ حق
کا بجا لازمہ پاجی سچ قلند اگر خور کسی فیون برجائز مضائقہ دار از روئے
شرع یا غیر مضائقہ انچہ باشد صاف بگوئید کہ در شرع شرم روانہ باشد و
عند الحاجة بکار نہ آید۔ سوال از خوند صاحب قبلہ است آزاد را چہ مجال کہ
بخندد بر من دبیر تحریر من بہیج کہ قلعاع الطریق ست بنیوا و تو جبروا۔
آزاد۔ (مسکرا کر) سبحان اللہ۔ فارسی کی کچھی ٹانگ توڑی ہوئیں
گلا ہی ریت ڈالا۔ مگر سوال کتنا بڑا صعب ہے۔

خیر۔ اخوند صاحب قبلہ کی ملاقات سے میان آزاد زبیں محفوظ و
مسرور ہو کر شام کو ریل پر سوار ہو کر تڑپ سے داخل ممبئی گئی کہ ایہ کی
میرزا صاحب کے مکان پر پہونچے۔

زمین۔ (اندر جا کر) آگئے اور وہ شان بھی گرتے پڑتے آئے ہیں
بلکہ۔ آگئے دیکھا ہم کتے ہی تھے (میرزا صاحب) اے اب پانچ روپیہ
دہنے ہاتھ سے دھریجیے۔ حاشا میں ایک تومانے کی نہیں اجی بس
دھاندلی تہ کر کیسے واہ وا۔ یہ کون بات ہو کہ کہ کے مگر چا نا پانچ روپیہ
کیواسطے ایمان دو گے تو اللہ جانتا ہو میں سخت بچ ہو گا لاؤ۔ بس لاؤ
(دامن پر لڑکر) میں اُٹھنے تو دوونگی نہیں۔ بد کیون تھا۔ بد میں آدھی
روگ ہیں۔ مگر دیتے وقت کھلتا ہو۔ تم آئے دن ایسی ہی دھاندلی
کیا کرتے ہو۔ خود جیتیں تو چھین لین اور جو ماریں تو تبتے تباؤں۔ جی بس
میں تم کھائی جو بے سے دامن چھوڑوں ای واہ!۔

آزاد۔ کیا بات ہو۔ ہم بھی تو سینیں۔

میرزا۔ حضرت آپ کو ہم نے حکم بد۔

بلکہ۔ جی یہاں حکم و کم نہیں جانتے۔ دہنے ہاتھ سے پانچ روپیہ
رکھ دیجیے میر فیصلی ہم نہ مائیگے (رونی صورت بنا کر) ہمار روپیہ

حوالے کیجئے۔ بس اب رلاؤ نہیں۔

راوی۔ واہ ری کم سی۔ بس دنیا میں جو کچھ ہو شباب ہو۔ جو بناتی
لطفت سب کی عزت اسی کے دم سے۔ سب کی رونق اسی کی فیض قدم
سے بگم صاحب کی بھولی بھالی باتیں تو دیکھیں کبھی گھر کنا کبھی چھلکنا کبھی
آنکھیں دکھانا کبھی مسکراتا کبھی رونی صورت بنانا کبھی ٹھیکیان لینا۔
ایک وضع پر قرار ہی نہیں۔ اہو ہو ہو۔ بڑے میں یہ باتیں کہاں آئی تو یہ
جہان بیٹھے نقش قدم ہو گئے اُسٹے تو چلنا دو بھر۔ چلے ٹھیکیا کے سہارے
آزاد۔ آخر آپ ہی آپ دونوں لڑ رہے ہیں کچھ ہم سے بھی تو کیجئے۔

میرزا۔ حضرت ہم پانچ روپیہ آکر۔ دیدیگے۔ جلدی کیا ہو کچھ بڑا ہو
الغرض میرزا صاحب نے جھکا جھکا کر پانچ روپیہ بگم کو دیے پہلے
ایک روپیہ منگوایا۔ بگم نے موری میں پھینک دیا۔ پھر دو دکھائے اُنھوں نے
جھکا کر ٹھکی لے لی مگر کچھ سے جیب میں میان آزاد نہ دیکھنے پائیں۔
شوخی و حیا مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی بھلا ممکن تھا کہ میرزا شرط مار کر
بیوی کو روپیہ نہ دیتے اور پھر بیوی بھی مٹی کی جوان شوخ حسین حیا
پر بڑا رگزار گنہگار گنہگار اسی میں ہو کہ دو گھڑی دل لگی دیکھیں۔ مل کر
روپیہ دیکھ کر کئی سہی۔ جھڑکی سہی۔ تیکھی جیتن دیکھی تو اُنھوں نے نظر ڈالی
اُس نے بڑھ کر اور لطفت کیا ہو۔ آخر کار رتب خوب جھکا چکے تو پانچوں حوالے کیے
او کیما کہ کتنی سادی ہو بھلا میں پانچ روپیہ کے لیے غم سے آنکھ چراتا اُنھوں نے کہا
بس اب بہت باتیں نہ بنائے۔ اس کے بعد اُنھوں نے صاحب کی باتیں ہرگز نہ

واہ رے جلیب

دوسرے دن میان آزاد کی طبیعت کچھ بدل تھی فوجی کوئی بگم
پاس گئے دیکھا کہ باہر کئی ڈولیان اور فیسین رکھی ہوئی ہیں جا کر
باوب بیٹھ کوئی قارورہ دکھارہا ہے۔ کوئی پنے عارضے کا کچا چٹھنا سا بارہ
حکیم صاحب فرش مکلف پر متمکن ہیں اور ایک مریض کیو گنگو کر رہے ہیں
مریض۔ اُف ہاے۔

حکیم صاحب۔ (نفس پر ہاتھ رکھ کر) تمھاری نفس رملی جلتی ہو۔
نار یا نچ پینا نکو جا کر۔

آزاد۔ رملی کیا سنی۔ جناب حکیم صاحب۔

حکیم صاحب۔ ایک قسم کی نفس ہو۔

آزاد۔ (اپنے دل میں) بس معلوم ہو گیا کہ حکیم صاحب نے گھٹا کر نہ مارا
ہیں رملی نفس کی خرابی رملی ہو اور رازیانج کی خرابی زاریانج ہو کسی نام کی
میں زاریانج پڑھا ہو گا چلیے وہ تو بھول گئے زاریانج کہتے تھے۔

گرہین مکتب ست داین ملا | کار طفلان تمام خواہ شد

حکیم صاحب۔ اکثر ادویہ کے نام سے بھی وہ لوگ واقف نہیں جو
طب سے بے بہرہ ہیں مثلاً دم الاخوین۔ یعنی دو بہائیوں کا خون گرم
دوا ہے۔ تالچمین دیجاتی ہے جب لاس۔ امید کالج چوتھے درجہ کا گرم ہو
آزاد۔ ہاں! اغلب ہو کہ مسلسل قوی ہوا درجن لوگوں کو قبض کی
شکایت ہو انکو مشد ہو۔

حکیم صاحب۔ اس میں کیا شک ہو۔

آزاد۔ (اپنے دل میں) مار ہی ڈالا جب لاس۔ رد و اقبال ہی
حضرت مسلسل قوی جاتے ہیں۔ بھلا تم کا ہوے نقشہ کی کیا حاجت ہو
حکیم صاحب سمجھ کہ کاروے مستقر ہو چیتے ہیں۔ سوچے کہ کیا جواب دین
یہ تو نام ہی نہیں سنا آج تک فرمایا کہ ایک جانور ہوتا ہے پشیمان واقعہ
میں رنگ آسانی۔ لقوے میں اُسکا خون نافع ہو۔

راوی۔ بہت ہی خاصہ۔ واہ حکیم جی۔ جو یہ واقفیت ہو تو کاہے کو مریض
جانہ ہوتا ہوگا۔ تم کا ہوا مفسر تھا کا سرد ہو چپ میں دیا جاتا ہے آپ
لقوے میں استعمال کراتے ہیں اور گرم جاتے ہیں۔

آزاد۔ کیوں جناب یہ کوئین اور پوٹیس کی کیا خاصیت ہو۔

حکیم صاحب۔ کوئین تپ کو بھڑکاتی پوٹیس بھڑکاتی ہے پھر ڈالنا ہی
میان آزاد دنگ کر آیا اسی حکیم جی یا ملک الموت کا چچا جان لانا اللہ

جو کہتا ہے اعلیٰ سع کئے نہ چڑھے نام محمد فاضل + اس کے لئے لکھا گیا کہ اگر لکھو
 لکھو کیا ہوا غیر غیبت ہو حکیم مرزا محمد علی صاحب سرور کی لیاقت کے جھوٹے
 گھڑے ہوئے ہیں چار دانگ ہند میں اس خسرو قلعہ محکم کے حکم بٹھایا۔
 مرد و ناکو قہم باذنی لکھنوی حکیم مرزا علی خان صاحب محاسب حکیم ملکوک کی
 توصیف میں زبان ناطقہ لال و حکیم مرزا علی حسن صاحب طبیب بیچ الدولہ
 سبحان اللہ سبحان اللہ حکیم پناہ علی خان صاحب علاج اور تشخیص دونوں میں
 عدیم السیم حکیم یعقوب صاحب کئی کئی لوگ دارالشفاعت میں اور جنکے
 کمال کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہو۔ اب حکیم مرزا محمد جعفر صاحب کیے
 مقدس اور خدا ترس اور الباقی برادر ہیں حکیم میر باقر صاحب حکیم سعید
 محمد خان صاحب ع۔ خاموشی زشتاے تو حشرناے تست حکیم میرزا مظفر صاحب
 جنکے فیضان تعلیم سے صد ہا ہزار باطلہ فائز ہر ام میں حکیم محمد اسماعیل صاحب
 حکیم شیخ علی محمد صاحب ان اعلیٰ کامل فن فخر من کی جس قدر زیادہ تعریف
 کیجیے می زید بنفش پر پڑا تھا اور بعض نے کہا بس اب میں صحیح ہوں
 ہوا لاشیٰ فی نسخہ میں لکھا اور بیمار نے کہا قبلہ بس۔ اب تکلیف نہ کیجیے
 بندہ چکا ہو گیا اور یوں کسی ہنساری کا فائدہ کرنا منظور ہو تو بس اللہ
 خوشی۔ بھلا انہیں کیا خاصیت ہے۔

حکیم صاحب۔ اول درجے میں کیاں بنا۔ دوسرے درجے میں لکھن مانگنا
 تیسرے درجے میں غائب حواس و ہوش۔ چوتھے درجے میں کفن پوش۔
 حاضرین سب پھر ٹک گئے اور میان آزاد بھی لوٹنے لگے کہ واللہ کیا کسی ہو
 آزاد جان دیدہ آدمی مہاجرات لیا کہ حکیم نام ہی حکیم بن بیٹھے ہیں
 پڑھے لکھے خاک نہیں ہیں لیاقت واجب ہی۔ مگر ان علم مجلس میں
 انکے بھی جھوٹے گھڑے ہوئے ہیں ضلع جگت میں طاق آوارہ کنے میں شاق
 سب گون پورا انہیں کون کھے لکڑیے۔ آٹھون کا ٹکھ کیت ہیں
 خوشی۔ واہ حنوت آپ بھی ہماری ہی جان خواہاں ہو۔ (دین اگر
 اس شہر میں ایسے ہی ایسے طبیب ہیں تو کوئی قبرستان آباد ہو جائیگی۔ چوہدرے

مقرے ہی مقرے نظر آئیگی۔ خدا ایسے نیم حکیم سے بچا۔ اللہ اکی صورت
 نہ دکھائے جو میرا میں چلے تو کم سے کم دو ڈبل روز کی اسکو پلو اون
 آزاد۔ حضرت اب رخصت ہوتا ہوں۔ کل انشاء اللہ تحلیکے وقت
 بشرط فرصت ضرور ملو گا۔

حکیم صاحب۔ (مسکرا کر) بشرط فرصت کے بعد ضرور کا لفظ کیا ضرور تھا۔
 آزاد۔ غلطی ہوئی معاف فرمائے گا۔

حکیم صاحب۔ غلطی بھی غلطی غلطی میں (دی) اچھا کئی کیا ضرور تو
 راوی۔ آزاد تو سمجھ گئے تھے کہ ان حضرت نے جو کچھ لکھا ہو نہ سچت کو جو
 سے باقی خیر صلاح غلطی کو ملی کہیں اور تم کا ہو مفسر کو یا ہر گاہ کا جانو تائیں اور
 ہماری گفتگو میں غلطیاں نکالیں اور تیری قدرت ع۔ عینڈ کی راز کام پیرا شدہ
 آزاد۔ غلطی تراشیدہ فارسی نام ہندوستان ہو۔ گواہی عجم کے کلام میں ہو مگر
 اردو میں جائز ہو۔ اسکو بھی جانے دیکھیے یہ غلط العام ہے کہ نہ کچھ اچھے
 ثقافت مٹن کی زبان سے سنایا پس نصیح ہوا وہاں مطلوب اسکی صحت نہ تھی
 میں ہم حضرت زبیر النسا کے کلام کو پیش کرتے ہیں یہ بھی ذی لیاقت یقین
 اور شاعری میں بھی نازک خیال و شیرین مقال سنئے۔

داسے بر شاعران نادیدہ	غلطی را بخود پسندیدہ
سرور اقدار سے گویند	سر و چوبے ست ناتراشیدہ

اسکی صحت میں وہ وہ لیلین پیش کر سکتے ہیں جو قاطع اور
 ختم ہیں اب کسی کو نہ ٹوک بیٹھے گا قبلہ۔

حکیم صاحب۔ آپ اجل ہیں۔
خوجی۔ (آزاد سے) اور نہ خرید و قرائت بیچ۔ اسوت پاس ہوتا تو
 اچھل کے ٹیٹواریت دیتا۔

آزاد۔ (حکیم صاحب سے) آپ کی خفگی ستر لکھوں پر۔ مگر یہ

ہر دم آزدگی غیر سب را بچہ علاج	اگر ششیم ز لطف تو غیب را بچہ علاج
حکیم صاحب آپکو کیا یہ خط دانگ ہو اہو کہ بچوں دیکھ کر غیبت	

٥١

اب مریض نہ بچے گا۔ سو بیا اور پیت۔ خدا ایسے اطبا سے بچائے
انکی صورت نہ دکھائے۔ آمین۔ آزاد نے اشارے سے کہا کہ چکے رہی
یہ موقع کا نا پھوسی کا نہیں ہر گھر پر باتیں کر لینگے۔

خوجی۔ جناب حکیم صاحب کچھ اس صی برے کو بھی عرض کرنا جو حکم تو فرماؤں
حکیم صاحب۔ (دفرماؤں کے لفظ پر حکیم صاحب مسکرا دیے)
خوجی۔ اس حکیم کے قربان بات کرتے ہی ٹھہرین گڑھ دین۔ ابھی
مرض سنا ہی نہیں اور ریشہ خلی ہو گئے۔ آدمی کیا کلفند آفتابی ہو یہ تو علوی
رعایت تھی جا مض کحال سینے کہ شراب حموض و یا مستابی ہو یا بزر شراب ہو
حکیم صاحب۔ (شاگردوں سے) قطرب اسی کو کہتے ہیں۔
شاگرد۔ بجا قبلہ۔

خوجی۔ حضور مجھے اختلاف غوا و غلیقہ ہو اور دغ میرغ اور کرب غلیقہ
اتنے غین ہیں میں نے حضور رتال بھی ہیں۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ
بجڑی مارون کے گرد کفشال بھی ہیں۔

حکیم صاحب۔ (آزاد سے) انکو قطرب ہو مگر سخت بکن بدغور ہو کھوگا
خوجی۔ مگر واسطے خدا کے نسخے میں ٹھہری دو این ہوں ربات سفید اور
کلفند اور شکر قند اور شربت نیلوفر۔ اور شربت جنازی۔ کڑوٹی پیر علی کی
سنوار ہان افریم مالو ۱۸۔ تولہ۔ اینون چنی ۵۵۔ تولہ۔ تخم بنج پوست ۵۵
ورخت پوست لکھ پڑے کا لکھ پڑے انکے پچھراٹ اوپیم ۵۲۔ اونس ۲۶ ڈیم
بس پتے ہی عالم بالاک کی سیر کرنے لگوں۔ اور آپ ہی کا دم بھر لگوں
اتنے میں حکیم صاحب نے پکارا (ملاحات) شاگردوں نے غل چلایا (صبا)
آزاد نگ کہ یہ بے تکی ہانک کیسی لگائی۔ قطرب بتاتے خوجی کو تھے مگر
خوجی سے معلوم ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب نے مکر آواز دی (صبا)

شاگردوں نے (ملاحات) خوجی نے دیکھا میں ہی پھسڑی رہا جاتا ہوں
اُدھر حکیم صاحب ملا اور تلانہ صبا کہتے تھے اور مڑھونے لگا کر پکارا (دوجا)
راوی۔ حضرات ناظرین یہاں ایک وایت طلب تھا جو لگے ہاتھوں میں کھینچے

داشتہ آید پکار۔ اگرچہ پود سرمار۔ کیون ہو نہ ہی۔ شاید کہ قتی کام آجائے
حکیم صاحب نے دونوں بیان بھی یقین۔ ایک ملاحات۔ دوسری صبا
دونوں طرار۔ دونوں باغ و بہار۔ دونوں گلزار۔ دونوں پکار جو دریا میں
تھی اسکو ملاحات کہتے تھے اور جو سرخ و سفید تھی اسکا نام صبا تھا۔ مان بانی
خدا جانے کیا نام رکھا تھا۔ مگر حکیم آپ جانے رسیا آدمی وہ پتھر کہتے ہو نام
رکھے کہ واہ جی واہ۔ خوجی نے چونچ کر وجاہت کو آواز دی تو دونوں
لوٹیاں بجلی طرح لپک کر زمین مگر دونوں کم سن پاک بیباک۔
حکیم صاحب۔ ملاحات ذرا ہو بگیم سے کہد کہ چار تیار کر دین
خوجی۔ صباحت۔ ذری لاڈ و خام سے کہد کہ ٹھیکے ٹکڑے پکاویں
صباحت۔ (بیڈھب تیور ڈال کر) اسی کون لاڈ و خام۔ ہو۔
حکیم صاحب۔ تم جاؤ انکو خلل دماغ ہو۔

ملاحات۔ (صباحت سے) اسی چلو بھی مو سے سودائی کے کٹھنہ لگو۔
راوی۔ وہ دونوں لوٹیاں شروع وچت تک سکتے دست چالاک
و بیباک لاڈ و خام کا نام شکر خوب ہی نہیں اور غیار کو دیکھ کر غم
اور بھی کھل کھلائیں در ایک عجب دادر باچک کر پردہ اٹھایا اور پھرتی کے
کے ساتھ قدم پڑھکر اندر لگین وہاں کا حال ملاحات جانین یا صباحت
مگر اتنا معلوم ہو کہ اسی وقت اندر سے بھی قہقہے کی آواز آئی۔ دونوں نے جاکر
بڑھ ہی تو دیا کہ موابو ناٹھا کہنے لگا کہ لاڈ و خام سے ٹھیکے ٹکڑے پکواؤ پھر آواز آئی
کہ ٹھیکے ٹکڑے نہیں انکار سے شکھیا یعنی ٹھیکے ٹکڑے کیسے انکار سے کہے
تو خیر کیا مضائقہ۔ منہ جھلسا دین لیکن حکیم صاحب اور انکے شاگرد ابھی
تک قطرب ہی کے پھیر میں ہیں۔ اور خواجہ بدیع صاحب کو کال لاری
حاصل ہو کہ جوچا ہیں بکن میں جسکو جی چاہا گالیان و بٹھیں حکیم صاحب
تو خود ہی شخص کر چکے کہ قطرب ہو بس اب انکار کون کر سکتا ہو اور
شاگردوں نے بھی اتفاق کر ہی لیا ہو۔

اتنے میں آزاد نے کہا کہ پھر کل کسی وقت اس بیچارے کو لے آؤنگا

آپ کی توجہ سے صحت ہو جائے تو کمال عنایت اور بندہ توازی ہو۔
حکیم۔ انشاء اللہ۔

شاگرد۔ دو دن میں علاج کر دین حکیم جی قبلہ کا دست شفا مشہور ہو۔
حکیم۔ آج تھوڑے پٹے کتر و اڈا لے گا خصوصاً چند یا کے پاس سے
خوجی۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے بھی تو چند دن خط بنایا ہی پھر آپ ہی
نہ اُٹھے اس لئے سے مونڈ ڈالے۔

ملاحت۔ حضور چاڑ تیار ہے۔

خوجی۔ اور پیٹھے کھڑے۔

ملاحت۔ تندر تو منگوا دیجیے۔

خوجی۔ روی تو کل لب تو قدرت۔ گلفند علاج در دمن دست۔

حکیم۔ ملاحت۔ اب ہم تم کو شہرت کما کر نیگے۔ کدیا کہ بھاگ جاؤ دیوانے
کے منہ نہ لگو۔ اور کھڑی دل لگی بازی کر رہی ہو۔

خوجی۔ ڈیبا میں بند کر رکھو نہ۔ ذری دو گال سننے بوسنے دو میان
پھر پوچھا کہ کیوں حضرت آپ کے تو بہت شاگرد ہیں بھلا ہم کسی سوال کریں
حکیم صاحب نے مسکرا کر کہا کہ سوال کی ضرورت ہی کیا ہے جب مانع کا علاج
ہو گا تو انکے کمال سے آپ خود ہی واقف ہو جائیں گے۔

خوجی۔ (ایک شاگرد سے) خواب حکیم صاحب کا اسم مبارک۔

شاگرد۔ حضرت مولانا قاضی حکیم میرزا سعید الدین علی ہیک خان صاحب
بخاطب بجائے ثانی۔

خوجی۔ ای ہر بہن اتنا ہی سانا نام سب کا نام سنئے تو ہوش بڑ جائیں سناؤں۔

شاگرد۔ بسم اللہ مگر اور وہی بیٹھے رہے گا۔ آپے خون معلوم ہوتا ہے۔

خوجی۔ انکا نام تو ہے حضرت مولانا قاضی حکیم میرزا سعید الدین علی ہیک خان صاحب

الخاطب بیجا ثانی۔ اور بندہ درگاہ کا نام ہے جناب پنک یا نام الحمد للہ

منع و منع نور موفور حضرت مولانا و استادنا حکیم مفتی قاضی القضاات

شیخ میر سید خواجہ خواجگان خواجہ محمد بیچ الدولہ بہادر اورنگ جنگ

الخاطب ہر ایفونیون کے ثانی (اُف دم چڑھ گیا)۔

میان آزاد اٹھ کھڑے ہوئے۔ میرزا صاحب بھی ستارہ ہوا اور میان خواجہ

بیچ الدولہ بہادر اورنگ جنگ بھی ساتھ چلے چلے کے وقت پرکے پاس

آکر ملاحت و صباحت نے کہ انتہا کی شہریار شمع طبع تھیں چھینک دیا۔

خوجی تار گئے کہ ہم کو چھپرتی ہو میں لوٹ گئے کہ بے ٹھانی کھائے اب بچا

کا۔ آزاد اٹھ کھڑا ہوا۔ میرزا صاحب ہاتھ پکڑ کر ٹھاتے ہیں۔ مگر وہ مانتے آئے

کی طرح اٹھتے ہی جاتے ہیں بارے خدا خدا کر کے اُٹھے اور روانہ باشند۔

راہ میں آزاد نے کہا کہ حضرت واہ رے لکھنؤ۔ و اللہ ہر فن کے مکمل

اب بھی وہاں موجود ہیں۔ خدا آباد رکھے۔ وہاں کا گلی کوچہ ہکو تر دل

سے پسند ہے جو ہو دل بند ہے۔ اللہم زلفزد۔

بھیلی سے بھی بوجھ ہوا

میان آزاد اور میرزا صاحبان نے بیٹھے بائیں کر رہے تھے کہ اتنے

میں ایک شخص نے باہر سے آواز دی۔ میرزا صاحب نے زمین سے کہا کہ جاؤ

دیکھو تو کون ہے میان خلیفہ ہوں تو کتنا استوت ہم خط بنوا لینگے تیرے

پہر کو آجائے۔ زمین آٹا گوندھ رہی تھی اچھا لکھ کر خاموش ہو رہی تھی پھر

باہر سے آواز دی اور ساتھ ہی خدا خدا کرنے بھی لگا۔ اب تو زمین کو چھو

ہو کر اٹھنا ہی پڑا لکھنا کہ بیوں چڑھائی۔ بڑ بڑاتی اور خدا خدا کو بے نقط

سنا تی ہوئی اُٹھی۔ پکی پڑ جائے ایسی نوکری پر جو میری ہی جان کا لاکھ

جسے دیکھو میرا ہی دشمن۔ واہ ایکلام چھوڑ دو سر پر لپک۔ ابکی چاند

ہو تو میں تنخواہ لیکے اپنے گھر بیٹھے رہوں کیا لکھو رہی نوکری کا بھی پچھل ہے

زمین کا قاعدہ تھا کہ کام سب کرتی تھی مگر بڑا اکڑ ہزار دن باتیں شاگرد

بات بات پر تنک جانا تو گویا اسکی گتھی میں پڑا تھا۔ مگر ج۔ ناز بزن

کن کہ خریدار تست نہ اپنے کام میں برقی تھی اسکی خاطر بھی ہوتی

تھی۔ الغرض منہ پھللا کر اور آٹے کو ٹپک کر زمین باہر گئیں۔ پلے تو جابجائی

خدا خدا کی خوب دے کی۔ کیا گھر بھر میں میں ہی اکیسلی ہوں جب

پکارتا ہو مجھی کو پکارتا ہو موسے اُلو کے منہ میں نام پر گیا ہو خدنگار کی جانی دشمن بات بات پر لاکار کرتی تھی خیر زمین اور خدنگار میں جو جھلائی اسکے بعد خدنگار نے کہا کہ یہ آئے ہیں۔ میان جاکر انکا پیغام کہہ دو مگر ذرا سمجھو بھکار کتنا۔ سب باتیں سن لو اچھی طرح اور میان کے کہہ دو جی چاہے تو باہر ہی آن کر سن لیجئے زمین اندرائیں۔

میرزا صاحب۔ کون ہو کون آیا کون ہو۔

زمین۔ وہ آیا ہو۔ طاح یا جانے کون۔

میرزا صاحب۔ کتنا کیا ہو۔

زمین۔ حضور وہ کتنا ہو کہ آج جازروانہ ہوگا۔ ابھی دس گھنٹے کی دیر ہو تیار ہو رہی ہے۔

بیگم نے جو جازروانہ کا لفظ سنا اور معلوم ہوا کہ آج ہی جازروانہ ہوگا تو بس دھک سے رہ گئیں۔ چپری سرخی خیر باد کہ گئی زردی اپنا عمل کر لیا کچھ دھڑوٹھ کر کے لگا۔ آنکھوں سے حسرت چمکتی تھی ضبط نہ کرتیں تو آنسو جاری ہو جاتے مگر بہت ہی سنہوا لا اور حسرت کے ساتھ میان آلو کو کی طرف دیکھنے لگیں۔ آزاد آپ جانے جانیان جہان گشت پرے سرے کے تجربہ کار آدمی بیگم کی بات چلیوں میں تاثر لی مگر دم بخود۔

میرزا۔ (آزاد سے) لیجئے حضرت۔ اب کوچ کی تیاری کیجیے۔

آزاد۔ بسم اللہ۔ تیار مستعد۔ میان کچھ بڑا لبا چوڑا سامان تو کرنا نہیں خیر خرگاہ نہیں۔ ایک بیگ ایک درسی۔ ایک فتاہ ایک لکڑی چلی۔ اللہ اللہ خیر صلاح حیثیت کیسے ہے موجود۔ میرا سامان سب لیس ہے۔ وقت پر دن سے اٹھ کھڑا ہوں گا۔ آپ کچھ فکر نہ کیجیے۔

خوجی۔ (پردے کے پاس) یہاں بھی مضمون واحد ہو ایکٹ یا ایک بیالی چاند وینے کی ایک نگاہی یک کتار۔ ایک دوتا ٹھانی کا ایکٹ تو ایک قرولی۔ بیل اللہ خیر صلاح۔ تو پبند وق کٹار تلوار وہاں مولے نیگے بندہ بھی کیل کانٹے سے درست ہو۔

اس تقریر پر میان آزاد میرزا صاحب کے صاحب نون ہنس پڑے خوب ہی کھل کھلائے۔ مگر بیگم صاحب کے لب پر ہنسی آئی بلکہ انھوں نے ایسی صورت بنائی کہ انکے میان بھی سمجھ گئے اور ہنسی کو بہت ضبط کیا۔ میرزا صاحب خوش چلتے تھے کہ انکی بیوی پاکدامن ہیں اور اسے بھی ہفت تھے کہ حسن آرا میان آزاد پر عاشق ہیں پھر ان سے کیونکر ممکن تھا کہ وہ اپنی بیوی بظن ہو جائے سمجھ گئے کہ اتنے دن تک میان آزاد یہاں رہے اب انکی جدائی شاق کیونکر نہ گذرے خیر اشارے سے بیوی کو سمجھایا۔ لیکن اُسوقت تو لب کچھ عجیب ہی حال تھا اور اس بے قرار سچا عشق منظر ہوتا تھا جسکو میان آزاد اور میرزا صاحب دونوں بھانپ گئے میرزا باہر گئے کہ اُس آدمی گفتگو کریں یہاں میان آزاد اور بیگم صاحب کیلے رہ گئے۔ کچھ دیر تک بیگم نے ماریج کے سر تک نہ اٹھایا اور آزاد بھی سمجھے کہ اگر تین نفی کا ایک کلر بھی کہو گا تو یہ بے اختیار رو ہی دینگے۔ لہذا انھوں نے لب تک نہ ہلائے۔ مگر رنگ خسار کے متغیر ہونے اور ٹھنڈی سانسین بھرنے سے انکے دل پر پڑا اثر ہوتا ہوئی کے بعد بیگم نے سر اٹھایا اور آزاد سے مخاطب ہوئیں۔

بیگم۔ بس زبان بند ہو گئی۔

آزاد۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ میں جلد واپس آؤں گا۔

بیگم۔ (آہ سرد کھینچ کر) ہاے اگر اتنی تشفی کرو تو میں جی ٹھون۔ آزاد۔ استقلال کو ہاتھ سے نہ کیجیے۔ آپ کو تو حسن آکر کیونچہ مجھ سے محبت ہو گئی ہو چکو دیکھیے کہ تیر عشق کی خلش سے کیسے کیسے کرب سہ رہا ہوں مگر ان تک نہ کیا حسن آپ کی حالت پر نظر ڈالو۔ اُس چلی ہی پر میری جوانی نے کیسی بجلی لگائی کیا نوبت آئی لیکن ستمل مزاج ہو۔ انھیں موقوف پر انسان کو استقلال کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ صبر صبر۔

بیگم۔ کتنا آسان کرنا مشکل ہے۔ اُنہ اندھیرا سا چھایا کیا آج ہی جاؤ

آف۔ آج ہی۔

آزاد۔ آئی میں کیونکر سمجھاؤں۔

سیگم۔ تمہارے جانیکے بعد میری کیا کیفیت ہوگی وہ اب ہم تمہیں دیکھنے کو کر
آزاد۔ انشاء اللہ۔ زندگی تو ہنسی خوشی پھر ملے گی۔

سیگم۔ منزوں کا سفر کالے کو سون مجھے تو جیسے مایوسی سی ہوئی تو بکچ
مان جاؤں پر جب دل بھی مانے۔ اس اندر کو کون سمجھائے۔ کوئی
تدبیر نہ ہی نہیں پڑتی۔ اللہ میں کیا کروں۔

اتنے میں میرا صاحب نے باہر سے آکر کہا کہ سچ گو کہ دم جازروانہ ہوگا
خدا کرے بخیر و عافیت واپس آئے۔ ہم بھی شریک تقریب سید ہوں۔
آزاد۔ اے بی بی والا تمام من اللہ۔

سیگم۔ یوں جا کو سب ہی جاتے ہیں جج کو لاکھوں مرد عورت ہو آئے مگر
اتنی دور جانا اور لڑائی میں شریک ہونا بس ہی خیال تو مار ڈالتا ہے
آزاد۔ یہ سچ ہو مگر کشتگان خیر تسلیم رہا ہر زمانہ زغیب جا و گشت
سیگم۔ واپس آئی تو بہت کم امید ہوئے۔ جہاں گوارہ چلتا ہو وہاں کسی بھی
نہیں چل سکتا۔ اتنی ہی جان۔ گوے کو بھلا روک سکتی ہو کہاں۔

آزاد۔ یہ لاکھوں آدمی جو جنگ میں شریک ہوئے ہیں اور کوڑے پڑا ہیں کیا
کے سب مری جا رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ قضا
کا وقت کوئی ٹال ہی نہیں سکتا۔ پھر جیسے بیان ویسے وہاں فوج مقام
کیساں ہیں۔ اب اسکا خیال نہ کیجیے اور خدا کی مرضی پر شکر رہیے۔
سیگم۔ (آہ سر ہونچ کر) ہاں۔

میرزا۔ ابھی میرا تودل گواہی دیتا ہے کہ آپ سرخرو ہی ہو کر ٹپکے آج تو آپ
جا رہے ہیں مگر خداوند جل جلالہ دیکھا لگا کہ پھر اسی گمان میں ہونگے انشاء اللہ۔
ہاں تو نوید چون قضا کی آواز رہا۔

انسان کو خدا کے معاملات میں ذرا بھی خل نہیں۔ انسان کرتا تو کچھ
کچھ اور ہی نکلتا ہے۔ سوچا کچھ ہو تاکچھ اور ہی ہو۔
من درجہ خیالیم و فلک۔ چہ خیال۔

اور موت کا تو حال ظاہر ہے کہ جن لوگوں کی زیست سے ہاتھ توڑے

اور سمجھ گئے کہ اب انکا بچنا غیر ممکن ہے وہ دم کے دم میں سے ٹپکے نظر آئے
اور جو اچھے بھلے چنگے تھے وہ بات کی بات میں چل بسے یا ہوش زخم کھا
گئے کھائے گولیاں کھائیں تلواروں سے بدن چھلنی ہو گئے مگر تشدد حیات
سوجود ہیں اور ایسا بھی لکھنا کہ ایک گولی قریب بھی نہیں نکلی لیکن ٹھوکر
کھائی اور مر گئے۔ جنگ پر جا سے یہ تیغ کا لٹکا کہ خواہ خواہ مری جائیں فصول
ہی۔ اور یوں آب حیات تو کسی پیاسی نہیں کہ وہ عاقبت کے بوٹے پورے
خفیل مکتب تک جانتا ہے کہ ہنری سرج کے لیے موت ہی اس سے نہ کوئی
بچانہ کوئی بچے گا۔ اسوقت ان باتوں کے تذکرے سے بھر ایک کرسیاں آواز
بیچا کر کا دل چھوٹا پڑ جائے اور کوئی نتیجہ نہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ اپنے اس
مغز زہان کی روانگی کے وقت ہنسی خوشی انکو روانہ کریں اور خدا سے
دعا مانگیں کہ جس کا ذخیرہ کے لیے یہ جاتے ہیں اسکو جس حیات انجام دین کہ
انکا ساری خدائی میں نام ہوا و حسن را پاری انکے ساتھ چسپاں کریں
اب ہمارے رونے دھونیا رخ کرنے اور ٹھنڈی سانسین سے کیا ہو سکتا ہے
کچھ بھی نہیں۔ بھلا سپان آزاد کو تم روم جانے سے باز رکھ سکتی ہو کہ نہیں پھر
اپنے رخ و حسرت کے اظہار سے انکو ٹول و معنوم کرنا فعل عبث ہی نہیں
سیگم۔ میں کیا کروں یہ سب باتیں تو میں بھی جانتی ہوں۔ مگر سمجھاؤں کسے
پھوٹ پھوٹ کے رونا آتا ہے ضبط کر رہی ہوں۔

آزاد۔ آپ میرا کمانیہ تو خوب رویجیے تاکہ بخار چھٹ جائے جانے کا
ضبط اچھا نہیں۔ رونے کے ضبط کرنے قلب پر ایک قسم کی حرارت ہوجاتی ہے
تحقیق سا بجا آتا ہے اور انسان پریشان ہوجاتا ہے گو کہ خوب مضبوط رکھو اور
سمجھاؤ کہ خوف کیا ہے۔ ابتدا آفریش سے جنگ ہوا ہی کی ہو اور آدمی ہو چکا
جایا ہی کیے ہیں ایک میں ہی کیلے تھوڑا ہی جاتا ہوں جب تک پ لکھو محال
نہ دنیا کی دہلیز کے باہر قدم تو رکھنے کا نہیں ایسا نہ کیجیے کہ مفت میں میری
بدنامی ہو۔ اور میں روم جانے سے محروم رہوں خدا نے جاپا تو بہت جلد
واپس آکر کئی زیارت حاصل کر ونگا۔ اب آپ یا تو جواب دیجیے یا ہنس دیجیے

میری تسلی میں ممکن ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ میں اسرار انکر و لگا کر مبارک
طبع نازک پر گران گذرے پہلے ہی دن زمین مجھے لاکھا چلی ہیں کہ یہی
نازک مزاج ہیں زور زور گفتگو نہ کیجیے۔

سیگم۔ زمین۔ زمین۔ پانی لاؤ منھ دھلاؤ۔

میرزا۔ جی خوش ہو گیا۔ واعدہ سیت جی خوش ہو گیا۔

آزاد۔ ہاں علی ہذا التیاس۔ بس اب منھ دھو کر گوریان بچاؤ بھی
کھائیے اور میرزا صاحب کو بھی کھلائیے۔

میرزا۔ زمین پانی لاؤ سنتی نہیں یہی تو تم عین عیب کی صبح کا کام
شام کو اور شام کا کام صبح کو کرتی ہو۔ لاؤ پانی جھٹ پٹ۔

زمین۔ توبہ۔ اب آؤ جھیلون یا پانی پلاؤن۔

الغرض زمین حسب دستور دل ہی دل میں بڑبھلاکتی ہوئی اٹھیں
اور پانی لے گئیں سیگم نے منھ دھویا اور گوریان بنا کر میرزا صاحب اور
میان آزاد کو دین اور آہستہ سے کہا کہ اب میں کوئی ایسا کلمہ زبان پر نہ لگوں جس سے
میان آزاد کو بلا نکلیں۔ یا جس سے میرے بیچ کا اظہار ہو یا جو بیچ کا اظہار ہو

خوجی۔ مولانا محمد آزاد صاحب کیسے اب چلنے کا وقت قریب آیا۔ کچھ خواجہ بیچ
کی بھی فکر ہو۔ وہ قہری لیتے ہی لیتے رہ گئے۔ انیون کا کیا بندوبست

کیا ہو یا کہ میں ایسا نہ کہ انیون راہ میں ملے اور ہم جیتے جی مرثین ذری
زمین کو بازار تک بھیج کر پوٹے کی پھاندی اور کوئی ساٹھ ستر کتا سے تو
نازک نازک سے منگو ادھیجے۔ میرا بھائی۔ نہیں تو میں جیتا نہ پھرونگا۔

زمین۔ ہاں زمین ہی تو گھر بھر میں خالتو ہے۔ پک کر بازار سے لے
کیون نہیں آتے۔ کیا چوڑیاں ٹوٹ جائیں گی۔ یا پانوں کی منھ جیٹ
جائیں گی اور انیم لینے میں عورت ذات کمان جاؤں گی بھلا۔

سیگم۔ (آزاد سے) راستے میں اس سحران کے سبب خوب چل پل
رہی کجی تو نہ گھبرائے گا۔

آزاد۔ ہاں مگر دیکھیے کیا کیا حافقین کرتے ہیں۔ خدا ہی خیر کرے۔

یہ جانتوں کہ شاید غم غلط ہو مگر خوف معلوم ہوتا ہو۔

خوجی۔ اچھا پھر مورچے پر ہماری کیفیت دیکھیے گا۔ ابھی جو چاہیے
کہ لیجیے آپ سے سو قدم آگے ہی رہوں تو سہی

میرزا۔ (اسمین کی شک ابھی جناب خواجہ صاحب در جو نیم کیٹن کوئی
بہر دیا ہوا تو پھر کسی ٹھٹھری۔

خوجی۔ سچ کہتا ہوں اتنی قریبان بھونکی ہوں کہ چھٹی کا دو دو دھواؤں
مجھے بھی کوئی ایسا ویسا سمجھ میں آپ۔ دگلے والی پلٹن میں رسالدار تھا

بندے نے او وہ میں خدا جانے کتنی گڑھیاں فتح کر لیں۔

سیگم۔ کیا گڑھیاں فتح کر لیں؟ ایواہ (مسکرا کر) گڑھیاں
فتح کرنا خوب بات ہے۔ تم کو بھی بی زبان سے لہنا نہیں ہے۔

خوجی۔ حضور آپ تو میان آزاد کے کہنے میں جاتی ہیں اور بھوکو خواہ
خودا بناتی ہیں۔ گڑھی سے مطلب تھا۔ اسکی جمع گڑھیاں ہوئی
یا نہیں ہوئی فرمائیے پھر گڑھیاں کیا معنی ہم بھی کسی زمانے میں
رسالدار بہادر تھے اب پچھتے حالوں میں تو کیا ہوا۔

بلبلو کسکو دکھاتی ہو خروج پر واز | ہم بھی اس غ میں قید سے آزاد کھی

سیگم۔ ای رسالدار صاحب آپ کی قہری کیا ہوئی۔ مورچہ کھا گئی ہو
تو ذری صفا کبر لیجیے۔ ایسا نہ مورچے پر میان ہی میں رہے۔

زمین۔ کیدان صاحب ہمارے وہاں سے کیا (سوغات) لائیے گا
خوجی۔ اچی جیتے آئیں تو میں بڑا تھوڑے۔ یہاں تو بین کانپ رہا ہے

بلکا کا سامنا ہو۔ اُن خدا ہی بچائے۔

سیگم۔ (آزاد سے) خط وہ بھیجا کیجیے گا یا نہیں یا ترسائیے گا۔

آزاد۔ ضرور بھیجوں گا۔ نہ بھیجوں کیا معنی۔

الغرض چلنے کا وقت آگیا اور میان آزاد نے اپنا اور خوجی کا سامنا
باندھا بھی تیار ہوئی سب مان چوکسب لیس سیگم صاحب پھر تیار
چار گرہ بنر اٹلس لیکر اور بیا اور اسمین ایکل شرفی رکھ دی شہر

ضرب مرشد آباد امام ضامن کی اشرافی تو تیار ہو گئی جسوقت میان آزاد نے چلتے کے لیے لکڑی اٹھائی اسوقت بیگم بچا رسی بے اختیار رو دی ہو گئی تمام لیا اور پھر منہ دھویا چلتے وقت میان آزاد نے کہا کہ دیکھیے بیگم صاحب اب اسوقت دلو تو ابومین رکھیے ورنہ راہ میں دو چار روز تک میرا بڑا برا حال ہوگا۔ اگر مجھ سے واقع میں دلی محبت ہو تو میرا کہا مان لیجیے غم کو اپنے قریب آنے ہی نہ دیکھیے میں آج سے خط پر خط بھیجوں گا خاطر جمع رکھیے۔ اور سن آرا کے نام بھی خط لکھتا رہا باندھ دوں گا۔ بیگم صاحب بولے کہ اپنے پیارے اور نازک ہاتھوں سے امام ضامن کی شرفی باندھ دو اور کہا کہ امام ضامن کی رضائی جس طرح پیٹھ دکھاتے ہو اسی طرح منہ بھی دکھاؤ اور اندر سے منہ نکالی مراد پاؤ۔ آزاد۔ خدا حافظ۔

بیگم کی پریشانی ناگفتہ بہ۔ آنکھیں لہو کی بوٹیاں۔ روتے روتے سرخ ہو گئیں قلب کی عجب کیفیت تھی۔ حرکت سست۔ دل دھڑک رہا تھا اور تیزی سے ترقی ترقی تھی۔ مگر عورت تھی فمیدہ شہر بھر کا خوش ہو رہی دل میری دہشت میں صاحبان خدرا۔ اور کہ راز نہاں خواہ شدہ آشکارا

میان آزاد اور میرزا صاحب۔ اور خوجی جاکر کبھی بیٹھے کبھی روانہ ہونے کو تھی کہ میان آزاد نے کہا ارے بالاجوں ولا قوت۔ لکڑی بھول آیا ہے پھر مین اندر سے ابھی بھلی یا۔ یہ لکڑی میان آزاد کو کبھی سے اترے اور جلد ہی صلی اندر گئے واہ استاد۔ ہم سمجھ گئے۔ تاثر جاسے ہیں تاثر نے واسے اندر جو حضرت پہونچے تو دیکھا کہ بیگم کے بال پریشان ہیں اور وہ گھبرا رہی ہیں مگر زمین سمجھاتی ہیں کہ بیوی رو نہنیں۔ اللہ چاہے تو ایک دو ہی بیٹے مین آجائیں۔ آزاد کو جو دیکھا تو انکی باجھیں کھل گئیں۔

آزاد۔ دیکھیے بیگم صاحب۔ اسوقت آپ کو یقین واثق ہو گیا تھا کہ اب جب تک میں روم سے واپس نہ آؤں گا۔ آپ میری صورت نہ دیکھیں گی مگر خدا مجھ کو اور آپ کو پہونچا دے اسلئے اسی طرح خدا پرشاکر رہیے (قدمون پر گر کر) بیگم صاحب خدا کے لیے رنج نہ کرنا ہمارا ہی خون پیے جو غم کرے

اب مجھے جب تک یقین نہ دلاؤ گی میں زمین سے نہ اٹھوں گا۔ بیگم۔ (زمین اٹھا کر) میں جسکی کہو قسم کھا لوں کہ اب میرے دل کو بڑی ڈھارس ہوئی خدا تم کو واپس لائے اور خیر و عافیت سے تم پھر باجی میں آن کر ہمارے یہاں رہو۔

آزاد۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ خدا حافظ۔

بیگم۔ امام ضامن کے حوالے کیا۔

یہ سفر رقت مبارک باد۔ یہ سلامت روی و باز آئی

زمین سے کہا کہ وہی مچھلی خدشاگر کو دے کر کہہ دے کہ دروازے پر کھڑا رہے جسوقت میان آزاد دروازے کے باہر قدم رکھیں ہاتھ کر دے اور دیکھتا رہے کہ کوئی عورت سامنے نہ آئے پائے۔

آزاد۔ لکڑی لے کر جھٹ پٹ باہر پہونچے اور کبھی پرسوار ہو کر ساحل بحر کی طرف چلے تو اتنا سا راہ میں میرزا صاحب انھوں نے کہا کہ واسطے خدا کے اپنی بیوی کو خوب سمجھاتے رہیے گا آپ کا ذمہ ہے۔

خوجی نے بیٹھ بیٹھ سوال بھی سے شروع کر دیے۔

خوجی۔ ہیں کوئی نہا نے کو لے گا تو ہم قزولی ہی بھونک دیں گے۔

میرزا۔ تو جب کوئی سکے نہ۔

خوجی۔ ہاں بس اتنا یاد رکھیے گا ذری۔

میرزا۔ کچھ زبردستی تو پہونچیں۔ چاہے نہاے چاہے نہاے کچھ کی اجازت خوجی۔ دیکھیے ہم پھر جتنے دیتے ہیں کہ ہم گناہ جو جس کر سند کر باپ مین پھینکیں اور جو کوئی بولے گا تو ہم دبوچ لیں گے۔ ہاں ایسے دیسے نہیں بیان آزاد۔ اجی اب زیادہ فکرو نہ کیجیے۔ میں نے سب بندوبست کر لیا ہے۔

خوجی۔ آپکے انتظام کو میں دور ہی سے سلام ہوں۔

میرزا۔ اجی نہیں گھبراتے کیوں ہو۔

خوجی۔ خدا کرے انیم روز کی روز ملتی جاسے۔

آزاد۔ انیم منون منون لیجیے۔ یہ کیا بات ہے۔

خوجی - اور قردلی -

آزاد - داہی ہونا سے -

خوجی - واہ کیا شرافت ہے - آپکی - گالیان ہی دینے لگے واہ قبلہ
میرزا - اجی اب خدا کا نام لو - یہ اول جلول باتین نہ کرو -

حسن آرا کی بیکاری

از تپ و تاب فراق تو بلب آمدہ جان | شد زول تاب توان
بر لبم از لب خود شربت عذاب چکان | ای مسحا سے زمان

ہو جی آج قلم خونین رقم ابتدا ہی سے ماتم کر رہا ہے - بائیں آنکھ کا پٹھر کٹنا
اور بھی ستم ہے - اسی کیسی بیکاری اور گریہ وزاری کا حال حشر آں زبان
کھلے کھلے نکل گیا کہ دل ہاتھ سے جاتا رہا طبیعت قابو ہی نہیں
کیلچر بلیون اچھل رہا ہے - خدا ہی خیر کرے الامان - یہ آہ عالم سوز و گداز
یہ جو زمین معلوم ہوتا ہے کسی چوٹ کھائے ہوئے عاشق شیدا کے کانوں میں
میں تائرہ درد فراق مشتعل ہے - میان آزاد اور خوجی تو جہاں پرنگ لیں
منار سے ہونٹے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھا رہے ہونگے ملک ایک غمزدہ
ستم رسیدہ کا حال سننے کے قابل ہے - ایک نوعوس ہائے نازنین - کوش
عفتان جینی تم کوش - یما گرا روان ہوش - بریم زن غلمانین - جبین
و نازنین کو شرم سے اپنے مشوق کلفام کی یاد آئی اور اُسکی پیار ہی پاری
صورت نظروں میں ایسی سمائی کہ عقل کو روٹھی مبروٹھی ہاتھ دھوٹھی
نالہ سوزان بھلی گرائی چشم گریان نے سادون بھاؤن کی سی جھڑی
لگائی اور رو رو کر یہ شعر زبان پر لائی -

آمد ز جد امیت بجان دل | کہ نالہ کسد گئے فغان دل
چون با ہمہ صدق عشق بازی | گاہے نشد از تو کا حران دل
نہشیم و گدو تو بگردم | افسانہ عشق در نور دم

بی حسن آرا صاحب کی طبع نازک پر اگر گراں گذرے تو ہم تسانہ ہو
عرض کریں کہ یہ سب زبانی داخلہ ہے افسانہ عشق ہ نوران کوئی نئی لکائی

عشق نہوا کھیل ہوا کیلچے پر چوٹ کھائی ہے کہ باتین اور اچھی تہا سے
عشق پر ع - آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا +

الایا ایہا الساقی اور کا سا و ناو لہا | کہ عشق آسان نہ داول کے و ناو شکلا
اسی بیکاری اور اختر شہری کی حالت میں حسن آرا نے نازک پانگڑی پر
جا کر سو رہیں - خدا کرے رات کو آنکھ نہ کھلے - کلیان بھی خلیں تو سنا دے
کے باد صبا بھی چلے تو دے کے حسن آرا خواب نازین ہے

سر جانے میر کے آہستہ بولوا | ابھی ٹک روٹے روٹے سو گیا ہے
اس وقت تو شبنم کا دوپٹھی بار ہے - شمع کا جھلنا ناہی گوار ہے - بگڑتا ہے
فراق میں ہی تو ایک مونس غمخوار ہے - یہی مصیبت ہی غمخوار ہے
فانوس میں نہیں ہے شعلہ شہرا کا | اپنے میں دل جلے کسی بیکاری کا

خواب میں حسن آرا کیا دیکھتی ہے کہ ایک پیر مرد ملکوتی صفات پر گویا
کائنات ساکنان خجائے سبز پوش - شاہزادہ سے ہم آغوش -
بردیا فی در بر شال طوس کا عامہ بر سر اس کے قریب آکر کھڑے ہو کر ایک
کتاب لاجواب دیکھ کر فرمایا کہ ای دخت شکریہ تیری بیکاری و عشق صادق
تیری پارسائی اور با وفائی نے میرے دل میں جگہ کر لی تھی یہ بے جھجک صاف
بتاؤ کہ کون تیرا محبوب ہے اور تجھے کیا مرغوب ہے - حسن آرا نے کہا کہ یہ

داغ بر دل ز غم لالہ غداری دارم | فارغ از ہم خزان باغ و بہار دارم
من کجا خواب فراغت کہ ز بختبر | شب ہمہ شب ز غم پر تو خوار دارم
ساقی از راہ عنایت قدم دیکارم | کہ بس از می دوشینہ خارے دارم
ہوس جو در تصورم نہ تصور عقل ستا | من کہ صبور جہ باز جو نکارے دارم

پیر مرد - دلکو تسکین دوا دے کہ کتاب لو - اس میں فال دیکھو -
حسن آرا نے کتاب لی اور پہلے پڑھا ٹیٹل سچ یعنی لوح کچھ اقا
دیوان حافظ سب کمال عالم لٹا الا علمتنا اتکات العلم حکیم -

قسم شاخ نبات مست ترا و حافظ | فال آرا بگو تا شوم با تو یقین
بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ کتاب کھولی تو یہ غزل نکلی -

<p>حسن آرا۔ (ہاتھ بڑھا کر) ہم بڑھینگے۔ سپر آرا۔ واہ ہم بڑھینگے۔ حسن آرا۔ (پیارے جھڑک کر) بس ہی باتیں تو بہن بھاتی ہیں۔ سپر آرا۔ (بانگلی داسے تنک کر) نہ بھائیں۔ وہ دھمکتی کیا ہو۔ حسن آرا۔ (سپر آرا کے گورے گورے گالوں پر ہاتھ پھیر کر) میری بہن پیاری بہن۔ دیکھو بڑی بہن کا اتنا کننا مان جاؤ۔ میں صد بچے خط دکھاؤ۔ لاؤ بس لاؤ خدا کے لیے۔</p>	<p>واندران خلعت شب بچیا تم دادند بادہ از جام تجلی بصفاتم دادند آن شب قدر کہ این تاز و برقم دادند خیز از واقعات و مناتم دادند مستی بودم و اینہا بزرگاتم دادند کہ دران جاجرا ز جلوہ واتم دادند کہ بازار غمت صبر و شاتم دادند اگر صبر بیت کزان شاخ بناتم دادند خاک رہ گشتم و چندین درجام دادند خط آزادگی ز حسن ماتم دادند گفت کہ بند غم و غصہ بچاتم دادند کہ نگار خوش شیرین حرکاتم دادند کہ ز بند غم ایام بچاتم دادند</p>	<p>دوش وقت سحر از غصہ بچاتم دادند بخوار و ششہ بر تو ذاتم کردند چہ مبارک سحر بود و چہ فزخہ شبہ چون من از عشق زخ ش بخور و چہ ان گشت من اگر کام رو گشتم و خوشدل عجیب بہر ازین رو من آئینہ حسن نگار ہاتف آں و زین مودہ این لبت داد اینہم قدر و شکر کہ ز غم می ریزد کیسیانی ست عجب بندگی پیران بجیات ابدان روز رساتید مرا عاشق آن دم کہ بدام نہ رافت و نفل شکر صد شکر شکرانہ بیفشان او دل ہمت حافظ و انفس سحر خیزان بود</p>
<p>سپر آرا۔ (بھولے پن سے) ہم تو نہ دیونگے۔ حسن آرا۔ تم خواہی خواہی ضد کرتی ہو۔ بچوں کی طرح مچا جاتی ہو۔ سپر آرا۔ رہنے دیجیے۔ بس۔ واہ وا۔ ہم اپنے آزاد کا خط نہ پڑھیں۔ حسن آرا۔ (مسکرا کر) آپ کے کون ہیں۔ سپر آرا۔ جی (دے) کو خوب بڑھا کر) اور آپ کے کون ہیں۔ حسن آرا۔ (شرما کر) ہمارے۔ اب کیا بتاؤں۔ سپر آرا۔ شرمائی نہ ہوگی۔</p>	<p>معا آنکہ کھل گئی تو نہ پیر دیتے نہ مطالعہ کتاب تھا۔ وہ تو بس خواب ہی خواب تھا کہ حسن آرا فال وال کی قائل نہ تھیں مگر کچھ بھی کسی قدر دل ڈھارس ہوئی تھو کے اُٹھوئے سپر آرا سے خواب کا حال بیان کیا۔ سپر آرا۔ باجی فوج ہو۔ کہو تو ہم تعبیر بتا دیں وہ بوڑھے میان خواجہ خضر تھے۔ ہر کہ نہیں۔ آخر شمعیں بتاؤ اور کسکو بڑی تھی کہ بھکاری کی حالت میں سر بالین آنا اور دوا سے درد دل لانا کتاب تیل و تلی الیہ حسن آرا۔ واہ رے آزلو بہن اُسکی جو فردی رہ رہے یاد آتی ہے۔ اپنی جان بچی جانی اپنی راحت اپنی زندگی کی فکر ہی نہ کی یہاں ذرا سا کھڑا گھنٹوں خون رلاتا ہو مگر اُس شیر مرد کی غربت پر اب افسوس آتا ہے مجھ پر لے یا نہ لے مگر خدا اگرے زندہ ہیجے۔ سہ</p>	<p>معا آنکہ کھل گئی تو نہ پیر دیتے نہ مطالعہ کتاب تھا۔ وہ تو بس خواب ہی خواب تھا کہ حسن آرا فال وال کی قائل نہ تھیں مگر کچھ بھی کسی قدر دل ڈھارس ہوئی تھو کے اُٹھوئے سپر آرا سے خواب کا حال بیان کیا۔ سپر آرا۔ باجی فوج ہو۔ کہو تو ہم تعبیر بتا دیں وہ بوڑھے میان خواجہ خضر تھے۔ ہر کہ نہیں۔ آخر شمعیں بتاؤ اور کسکو بڑی تھی کہ بھکاری کی حالت میں سر بالین آنا اور دوا سے درد دل لانا کتاب تیل و تلی الیہ حسن آرا۔ واہ رے آزلو بہن اُسکی جو فردی رہ رہے یاد آتی ہے۔ اپنی جان بچی جانی اپنی راحت اپنی زندگی کی فکر ہی نہ کی یہاں ذرا سا کھڑا گھنٹوں خون رلاتا ہو مگر اُس شیر مرد کی غربت پر اب افسوس آتا ہے مجھ پر لے یا نہ لے مگر خدا اگرے زندہ ہیجے۔ سہ</p>
<p>حسن آرا۔ ہاں اسی بات پر خط ہمارے حوالے کر دو۔ سپر آرا۔ ہوں۔ کہیں حوالے نہ کیا ہو۔ لوٹدی (سپر آرا سے) دیدیجیے۔ بڑی بہن ہیں۔ کننا کیجیے۔ سپر آرا۔ (گھڑکی دیکر) تو کون بچہ میں بولنے والی ہے۔ چل دو سنیے آپ بھی وہ بڑی بیکے آئی ہیں۔ بی ٹیک۔ راوی۔ تریا ہٹ کے صدقے۔ سپر آرا نے خط نہ دیا نہ دیا۔ اور پھر حسن آرا کو خط یوں سنایا۔</p>	<p>نہ فکر گور در خاطر نہ پرا کفن دارد استے میں ایک مغلانی نے سپر آرا کو خط دیا۔</p>	<p>نہ فکر گور در خاطر نہ پرا کفن دارد استے میں ایک مغلانی نے سپر آرا کو خط دیا۔</p>

حسن تو ہمیشہ درغزون باد	ہاں پیاری سپہ آرا کو خوب سمجھانا۔ وہ بڑی رقیب القلب ہیں
آج جہاز پر سوار ہوتا ہوں۔ رخصت۔ خدا حافظ۔ کہو فی امان اللہ دو گھنٹے اور ہندوستان میں ہوں اُسکے بعد سفر۔ سفر۔ سفر۔ سمندر اور ہم۔ سفر اور ہم۔ ذرا دعا تو دو اور اتنا کہو کہ۔	اسوقت خوبی پانی کی صورت دیکھ کر پھل رہے ہیں۔ حسن آرا۔ یہ مواخوبی الہی جیتا ہی ہے۔ سپہ آرا۔ اُن پانی کا نام سنگہ جوڑی جڑا آتی ہے۔ حسن آرا۔ غم نہ بچا رہے جہاز پر سوار ہو گئے۔ اب دیکھیں قسطنطنیہ سے کب خط آتا ہے۔
بہ سفر رقت مبارک باد	بہ سلامت روی و باز آئی
انشاء اللہ۔ بہت مردانہ مرد خدا۔ بخت بر سر یا ربی در طالع آتا وہ مدد گاری ہے تو کیا پروا۔ پیاری حسن آرا۔ اسوقت میرا دل بھرا یا مگر میرا خاصانے مجھ کو خوب سمجھا یا تمھاری بہن پیاری بہن۔ میری جدائی سے بڑی غموم ہیں جسوقت پہنچے گا کہ رخصت ہوتا ہوں بس اسوقت کا حال کچھ نہ پوچھیے گھڑی گھڑی تھوڑی دھوئی تھوڑی اور گھڑی گھڑی روتی تھوڑی قدم اٹھانا اسوقت مشکل ہو گیا۔ ہاے عدو نہ پھر بھی کیا بُری چیز ہے۔ خدا دشمن کو کسی بیار کے ہجر کا مہر نہ دکھائے عدو بھی جدائی کا داغ نہ پائے۔ میں خوش و خرم ہوں مگر سوز دل اور آہ آتشیں خرم صبر کو بھونکے یا میری پیاری حسن آرا مجھے کسی طرح اتنی تشفی دے دو کہ تم بقراری کی حاتمیں نہیں ہو تو اس غربت میں جی جاؤں۔ اتو جو ہونا تھا وہ ہوا مگر در و لاد و انہیں۔ میں کچھ اسوجہ سے تو روم جاتا نہیں ہوں کہ بہشت میں جگہ ملے بہشت کو دور ہی سے سلام و ہاں ایک حور ملی بھی تو کس مصرت کی مرزا غالب خوب کہ گئے ہیں کہ وہ نیکیت اجیرن ہو جائیگا۔	سپہ آرا سے دوش وقت سحر از غصہ بجا تم داؤد و اندران ظلمت شب آب جیلم و او نہ رات کا وقت تھا کہ نہیں تھا صاف صاف تھا تو خواب جانتا تھا کہ نہ تھا تم نہ تھا تو اسکو کوئی کیا کرے۔ اور آجیات کے لفظ سے میں ڈر گئی کہ خراج خضر ہی تھے اتو مانو۔ اور یوں پانی بات کی تھج کر ناتو بات ہی اور ہے چہ مبارک سحر بود و چہ فرخندہ قہی آن شب قدر کہ این تازہ برآق و نہ وہ تازہ برات کس مراد ہے۔ وہ یہی طریقہ آزاد ہے صبح کو آیا کہ نہیں رات کو خواب کچھ تھا کہ نہیں۔ پھر فرخندہ شب اسکو کوئی یا نہ کوئی اور مبارک سحر اس زیادہ اور کیا ہو گی کہ اُس بیار کی کھجی خبر پائی۔ انہیمہ قدر دشکر کز ختم سے ریزد اجر نہریت کزان شاخ بنام داؤد شاخ نبات پر حافظ عاشق تھے کہ نہیں کہو ہاں صبر کیا پھل پایا یا نہیں کیا ذال ہے۔ واہ حافظ شیرازی کیون نہ ہوا کل صاف بتایا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے بادشاہزادی کا زیور چر لیا تھا اُنھوں نے اُس دیوان حافظ منگو کر نال دیکھی دھن اتفاق سے جس خواص زیور چرایا تھا وہی ہاتھ میں شمع لیے تھی۔ ذال جو دیکھی تو یہ مصرع نکلا۔ چہ دلاور ست نہ دے کہ بکھن چراغ دارد۔ اس طرح ایک شخص کا لٹوکا باہر گیا تھا کوئی دو مہینے سے خا نہیں آیا تھا اُس نے نال دیکھی تو یہ شعر نکلا۔
زن نوکں اے دوست در تو بہار	کہ تقویم یار نسیم ناید بکار
میں تو اسلے جاتا ہوں کہ پیاری حسن آرا کا حکم بحال ہوں اور اپنے پیار بھائی مسلمانوں کا ہاتھ بٹاؤں۔ اس کوشش میں آج آزاد مری کیون نہ جائے مگر روم پر آج نہ آنے پائے اور نہ تو برحق ہو اسکا حکم کیا	ز کوچ کاروان عمر نازلے تکی تہی مراد صد مہر پرش کن باد بستی
درین آہ در رفت نفس بنگ جریں	کہ سوز سینہ نہ پروانہ کے طبع گسارد
رخصت۔ آزاد خستہ جان۔	

یوسف گم گشتہ باز آید چنان غم خود کلاہِ اُخراں شور و در گلستان غم خود	کیا حکم دیتے ہیں -
ذری بیان کوئی آنا -	سپہر آرا - اچھا لادہم اپنے ہاتھ سے دیکھینگے -
مغلانی - آئی بیوی - کیسے -	سپہر آرا نے صدق دل سے فال دیکھی - کتاب کھولی تو سر سے پر
سپہر آرا - پانچ روپیہ کی بیچ میل مٹھائی منگواؤ - ابھی لاؤ - ہم	ایک مصرع نکلا - اگر شراب از کف آن ساتی مہوش باشد
دیوان حافظ کوٹھائی سے تولینگے -	حسین آرا - اوپر کا مصرع پڑھو -
حسن آرا - اس خط کو دیکھیے -	سپہر آرا - ورق اُلٹ کر - دلیق و سجادہ حافظ بردارہ فروش
سپہر آرا - آپ کی بلا سے - ایک ڈلی تم بھی کھا لینا -	حسن آرا - دلیق سجادہ حافظ بردارہ فروش
حسن آرا - خوب چہ خوش - پانچ روپیہ کی مٹھائی اور اُس میں ہلو ایک	گر شراب از کف آن ساتی مہوش باشد
ڈلی ملے - تولتے کے پچلے آدمی نہ چکر گئی ہوں توجہ ہی کیسے -	کیا جا گیا سبب ہو کہ جان حافظ کا شعر پڑھا او میں بس جیسے مست ہو گئی سے
سپہر آرا - واہ دے چکی - میں ایسی کچی نہیں ہوں -	انقد صوفی نہ ہر صافی و جہش باشد
حسن آرا - بھلا کتاب سے آئندہ کا حال کیا معلوم ہو گا مجھے بڑی	اسی تو صاف صاف کچھ مطلب نہیں نکلا - پھر فال دیکھو -
ہنسی مٹی پر جب کوئی فال دیکھتا ہے - آنکھیں بند کیسے ہو سہ تو زخمی میر	سپہر آرا - فال بھی کیا کوئی بڑا کون کا کیل ہے -
بڑ پڑا ہے اور کتاب کھولی - اپنے اپنے طور پر معنی لگانے لگے وہی تھی	حسن آرا - (ہنس کر) اور نہیں ہو کیا - اچھا اسکے ساتویں صفحہ میں دیکھو
بہن بیو سب ڈھکوسلا ہو - ہلو بڑے صوفی نے سبق پڑھایا ہو -	سپہر آرا - (سات صفحہ گن کر) سے
تھوڑی دیر میں سپاہی نے باہر سے آواز دی کہ ماما جی مٹھائی بچاؤ	عیدت دوسم گن باران در انتظار
سپہر آرا دوڑی مجھے دینا - حسن آرا لگ بھرتی سے جھپٹی کہ میں نہیں -	خیر حسن آرا نے مٹھائی دیدی اور سپہر آرا نے اپنے ہاتھ سے تول لیک
اب ماما بچاؤ - اسکو دے - ایک ٹکڑی دو گلاب - اسنے حسن آرا کو پیش دیا	طرف دیوان حافظ دوسرے پڑے میں خلیل - تول کر سب کو تقسیم کی
حسن آرا - اب بتائیے - جی چاہتا ہوں کھانے کا لگا لگاؤن - میرنی پر	اور خوش ہو ہو کر یہ شعر پڑھنے لگی - سے
چاندی کے چکچکے ہوئے ورق تھپی بار دیتے ہیں -	دلیق و سجادہ حافظ بردارہ فروش
سپہر آرا - نا تم دوانی نہ دیوانی ہو گئی ہو کچھ - دیکھتے دیکھتے یا	اما جو توف کرسی کی رہنے والی لپک کر حسن آرا کی بوڑھی دادی کو
آنکھوں پر لایا لایا کیا جھپٹا تھا دیا - واہ واچو میرے سامنے سے جاؤ - بس	بھی اُس شیر خبی میں سے وس پانچ ڈلیان دے آئی -
مٹھائی لیکے دیدی - ان ان کتنی جاتی ہوں سنتی ہی نہیں بیوہ کہیں کی	بوڑھی - یہ مٹھائی کیسی -
مانا - بیوی میں -	ماما - حضو فال دیکھی تھی -
سپہر آرا - چلاؤں ہے دو بی بی دی - لو پر سے باتیں بٹاتی ہیں شرارت کرنے دے	بوڑھی - فال کیسی -
حسن آرا - اچھا دیوان حافظ میں پھر فال دیکھو - دیکھیں حافظ اب کی	ماما - چشمی آئی تھی کمین سے اسی کے مدے دیکھی تھی -

<p>بوڑھی - چچی کیسی - ماما - بوی دی جو وہ ہیں - دیکھیے کیا نام انکا انکی جدائی - بوڑھی - جدائی کیسی - مردار بائیں بنائی ہو - لاسیری جرب تودے خدای خیر کرے لکڑی بیٹو رنگی - بوڑھی عورت مگر ٹھیکائے ٹھیکائے ٹیکتی ہوئی چلین - آئین تودیکھا کہ دونوں میں ٹھکانی چکے رہی ہیں - حسن آرا - (دانتوں کے تلے انگلی دبا کر) ارے! - سپہر آرا - (ہٹکا بٹکا ہو کر) ارے! - بوڑھی صاحب - یہ ٹھکانیاں کیسی آئی ہیں - سپہر آرا - امان جان آپکی ماجرا دی ہم سے شرط ہارین کیتی تھیں - ہمارے دیوان حافظین چار سو صفے ہیں - میں نے کہا نہیں چار سو چالیس ہیں بوڑھی (ہٹکے پھر کر) ہاں - تو یہ بوی ماما تو ٹھیکائی ہی کیا جاتے کیا کیا کہتی ہے - سپہر آرا اور حسن آرا نے بھی ملا کر چپکے چپکے خوب نلکارا کہ تجھ سے ہتھے کہا کہ اب تھا کہ امان جان کو ٹھکانی دے -</p>	<p>انکھڑیاں دیکھیں نہ سین - قدر ٹاسا - چری ہم - برقی دم - وہ نور کہ نظر نہ ٹھہرے - وہ رخ کہ آنکھ جھپکنے لگے - گرد می جلوہ کنان کن بچین خیزد برزینے کہ خرابی چوسا نفسے مردہ جان یا بد و نقصان زمین بجز آنچہ از دشت من خاک نہیں بجز حسن آرا کو جس دیکھا پکارا ٹھکا کہ ہلال عید ہے - وہ بوی نہ شنید اور - مگر یہ حسن اس بچاری کے لیے بلا ہو گیا - گل دیکھیں کا گل بلبل خوش بھونکا تو گرفتار ہوئی اپنی صدا باعث حضرات ناظرین! اب ایک نیا گل کھلا چاہتا ہے غضب ہوا چاہتا ہے سینے حسن آرا اور سپہر آرا دو چار چھو لیون کو ساتھ لیے ہو کہ تمہیں ہاتھ دیے ہوئے ہوتا ہے پر اٹھکے سلیمان کو رہی تھیں - ایک دوسری کے چٹکی لی - کسی نے کسی کو گدگدایا - اور خیال نہیں کہ سر منظرے پھڑکی ہیں خدا نہ کرے پانوں ٹرگ گائے تو غضب ہی ہو جائے - ہوا اڑتا ہے سے جل رہی تھی - وہاں ہمارے کچھ جھل رہی تھی تھنوں کی داز فلک چہرے تک جاتی تھی - ہر پر پوش مارے خوشی کے کھل کھلاتی تھی - بوٹی بوٹی پٹکی جاتی تھی بازرب کی چھا چھ شو و شریا کرتی تھی - بلبالا سے من طرز خرامت اہی ساز و فیل کبک دری را خرام حیرت افزائے کہ آن شری اسیار اور گلستان از زمین بلور جو بھی رنگین ادا نازک آواز - خوش خرام جوان طنارے نزاکت تو نسیم بہار شو فہماست از بار سائے گل کج شود گلہ ترا اتنے میں ایک پتنگ اگر گرا - اور سپہر آرا نے لپک کر بوٹ لیا - ابا بابا اسپر تو کسی خوشنویس کی لکھا ہی - ہاں جال کا گندے والا پتنگ سفید جیسے نلکے کا پر سب کی سب دھڑپڑپڑ دیکھیں - حسن آرا اور سپہر آرا کے سوار اور کوئی ٹپھی ٹپھی تو تھی ہی نہیں - سپہر آرا نے پڑھکر اشعار سنائے از عشقان صادق و دستان ہم اہل کسے کہ بر تو خدا شد ز جان ہم</p>
--	---

<p>حسن آرا۔ (دہ) مگر وہ۔ کبھی کیا ہوگی۔ سپر آرا۔ شاید کچھ تاثر لگی ہوں۔ حسن آرا۔ واہ تاثر تین تو پچھت سے منہ ہی پر کد تھیں انگلیوں پر تین سپر آرا۔ اب کسچی پوچھو کہ یہ تینگ اڑا تا کون تھا آخر۔ حسن آرا۔ اچھا ماما سے پوچھو۔ سپر آرا۔ واہ کس لگی کا نام لیا۔ مولیٰ خطن۔</p>	<p>امروز میرا قافلہ عاشقان منم مانند در شادہ بر آن شان منم اگر دہر بر دغمت شادمان منم سازد ہفت بناوک ناز تو آن منم آوردہ رو کو چہ زلف بتان منم اچون ز شاہر آمدہ گرد جان منم</p>	<p>و ارم متاع نادرہ باخود زردیا آن کس کہ روز و شب با نظر ہا آن کس کہ در جهان محبت زمین خود آن کس کہ جان و دل ہر دہر نظر آن کس کہ شہت بازہ بر دہر ارم آن کس کہ در ہوا طلب گاری بتان</p>
<p>شطر پنج اتنے میں خدگار نے ماما کو آواز دی اور ماما بپرسے ایک لفافہ لے آئی حسن آرا۔ کیا آزاد کا خط پھر آیا ہے کیا۔ سپر آرا۔ اب ڈاک کا وقت کہاں۔ حسن آرا۔ نے جو لفافہ لیا تو ماما سے خوشبو کے داغ مچھ گیا پھر ماما یہ خوشبو کیسی اور لفافہ بھی بیا عمدہ اور بیش بہا کہ واہ جی واہ۔ سپر آرا۔ ماما پوچھو کس دیا ہے۔ ابھی کھولنا نہیں۔ حسن آرا۔ ہاں پوچھو۔ ماما۔ خانصاحب۔ پوچھتی ہیں لفافہ کہاں سے آیا ہے۔ خدنگار۔ اجی ایک آدمی دے گیا ہے نام نہیں بتایا۔ دیا اور لیا ہوا سپر آرا۔ کھولو تو۔ یہ ماجا کیا ہے اسٹ خطا ہی خیر کرے۔ حسن آرا۔ خیر کجا۔ نرا خیر ہی شر ہو۔ لفافہ کھولا تو ایک خط اور ایک اخبار نکلا خط میں یہ لکھا تھا</p>	<p>حسن آرا کا تھا شکاک کچھ دل میں کا لا ضرور ہے پیشانی پر عرق لگیا تاثر لگی کہ کوئی عاشق زار نہ لیا ہے۔ مجھ پر یا سپر آرا پر شاید اچھا یہ معلوم نہیں کہ سے دم زد صفت نعل جانان میز نم ساغرے از آب جوان میز نم حسن آرا رنگ تھی کہ یا انکی یہ کون ذات شریف ہیں۔ کس شے دی ہے کہ اپنے عاشق ہو۔ یا شاید مجھے حجاب کبھی باہر نہ لیا مگر یہ کون بیکار اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ داغ مچھ گیا ہے تو کا کیا۔ سپر آرا اپنے کھیل کو دین مروت تھی جب سب بچوں کی ان اپنے گھر چلی گئیں تو حسن آرا نے سپر آرا سے کہا کہ تم کچھ کہیں۔ یہ تینگ پر کیا لکھا تھا تم تو کھیل میں مشغول تھیں میں تو سے یہی سوچتی ہوں کہ کیا اللہ یہ ماجا کیا ہے۔ آزاد کے عشق کا راز نہ نہیں کھل تو نہیں گیا کہ اور لوگوں کو بھی عشق باری کا شوق چڑھایا۔ سپر آرا۔ ہاں بہن کچھ تو میں بھی سمجھتی تھی مگر استدر زمین مجھ ہی اب کسی سے کھو سنو نہیں۔</p>	<p>حسن آرا۔ دل سیر و ذرہ ستم صاحب دلان خدا درد اکہ راز بہان خواہد شد آشکارا سپر آرا۔ امد کرے پردہ فاش نہوئے پائے۔ حسن آرا۔ آثار بڑے ہیں۔ راوی۔ بیضعب ہوئی۔ حسن آرا۔ اس تینگ کو پھاڑ پھوڑ کر پھینک دو کوئی دیکھنے نہ پائے سپر آرا۔ آپ نے قوسب کے سامنے چڑھوایا۔</p>
<p>ایجادہ رخت بزم بر تو ابروے تو خوشتر از من آپ کی ذکاوت کی چارہ رنگ ہند میں دھوم ہے اور شمع خضار پر وازندہ و عاشق زار کا جو دم ہے۔ آج نیساری کی دوکان ایک جونگوئی تو اس قدم میں نبضی تھی کاندہ کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک اخبار پر اخبار کا نام پٹ گیا ہے اس میں ایک نقشہ شطرنج نظر آیا۔ سنا ہے کہ شطرنج خوب کھلتی ہیں نورا ہماری خاطر اسکا حل تو بتائیے خطا بھی ملاحظہ</p>		

فرمائیے شطرنج کے ترازے میں کیا خوب لکھا ہو اگر حکم ہو تو ایک روز حاضر ہوں۔ آپ کا خادم مرزا ہمایون فر۔

سپہر آرا۔ کون میرزا ہمایون فر کیا کوئی شہزادہ ہے۔
نام تو شہزادوں ہی کا سا ہو۔ خط سنو۔

بساط آرا سے سخن گسری و کشادہ رو گنگنا سے ہنر پروری حفظ نقاش

از لاشد۔ بعد عرض جو ہر نیازی طراز و درین عرض ایام حضور نقاش و

نگار نقشہ شطرنج کہ در مطبع آن طباع زمان مطبع شدہ اندرین سرے

سپہر بہ طبع ارباب نکتہ سنج حکم وصول گنج بحرینج وادہ خط خوب نظر

درآمدہ آرا سے منصوبہ بلندی علی فطرتان یونانی میں البتہ ترین پایہ

نشانہ و ہوش حواس شرقیان وادہ راس ہنادہ۔ بل خانہ

مربع ہشت در ہشت روہر رکش غرقہ ہاے ہشت و در ہشت ملک متین

و غلبہ بازی مصروف کشت بکشت۔ بروش نمونہ سہو خزان ہر بار وقالم

دارقین کم مقام سیاب عالم النار سانش بلنج راصورت مات فخرش اویغ

فتح الباب حیات واپ بازی و در تکتازی نفرش تازی چنان

ش روی و تیز روی کہوہ کہ مصداق این شعر است و شعری شاعر کہ

اق سخن و شعری روشن ست کما ہی ہم نمودہ۔

بہن جہنم اوسایہ در دست چو زراغ آشیان گم کردہ می گشت

از عرف قریبی پیش حریفان را زیادہ تر از نین امان رخ گاہی

درخ بر تافتہ داو سرخروئی ہادادہ و طرفہ ترانیکہ یلو کہ تری

در اصل منازل چند رتبہ صدارت وزارت ہم میکند کہ پیل بند

ریشہ بگردان نیتواند گردید۔ و راز و ستی میں کوتاہ استینان میں

القصہ میکہ اندویدہ ہندی وصف آزادی مہر بار و نیلہ رخیز جنگ روم

را با فرنگ بباد میدہ و عرصہ فکر بر مومان و در وزیریک ترک تاجیک

نیک تنگ میکند و چینیکہ از راستی چپ طالعی ہاتھ یرے پیر بریکرد

از تہر شاہ دوزیر نقش چیت و درت برکری فی فیضینہ بر تصدیق

این حال نقل نقشہ بطور معاینہ بر ضیافت طبع شایعین امت ست تا

ناظرین در جل شکلاش لطف بردارند و منکرت را بجولان گاہ

عقدہ کشائی واپ چیز کلام تدبیر را میدان گاہ طبع آزمائی جولانی و ہند بوکہ

از جواہر طلای رود نشود کہ عرق ریزی را تم ایے اتفاقی شایعین و

کم توجہی شاعرین را لیگان گرد و پیش کہ شطرنج نقش نگار افلاک پیش نظر

ناظرین کردہ خاک ست چشم کسی بر شطرنجی روز گاہ و صوفیہ جان از عروبی

مطاوی شطرنج خالی مباد بفضل رب العباد و سچی النون الصاد۔

را تم نیاز

اسپ انگن

نقشہ بطور مع

ہم	خوش	د	جہان	وقا	ے	مدہ	جہان
برہ	شاہ	بے	جہان	را	را	ست	باب
است	این	کہ	دلا	حیات	را	بکار	پیل
باد	رخ	دلیکن	حیات	آید	رام	اگر	قنا
شاہا	و	د	مدہ	طلب	چ	د	باب
اسپ	دست	دو	کار	کن	تو	کن	حیای
جہان	ست	جہان	مات	جہان	آخر	شاہ	پیادہ
تر	گشت	آید	قنا	جہانے	پیش	نباشد	کہ

خاتون رہ نقا پیاری حسن آرا ترازہ شطرنج کا خزانہ گنبدانے نقاش

نگین اور عوارات شیرین اور حیات و تفسیر و تفسیر و تفسیر و تفسیر اور خشت

طراز غیرت خوبان فرخار شیرین اور اسپہر را یون چمک اٹھی۔

سپہر آرا۔ باجی جگ کنا یہ تو کسی ہے نہ بر دست نشی حلالہ رقم کا لکھا ہو

چتوان آقون پر ہزار جائق عاشق ہو گئے۔ ابتداء اتہاک ایک ہی طراز ہو

حسن آرا۔ نقشہ غور کرنے کے قابل ہو نقشہ کیا سا چو جیتان چو

اسپ انگن تو کوئی بڑے استاد معلوم ہوتے ہیں۔

سپر آرا۔ باجی سچ کہتے ہیں جو ذری غور کرو تو چکیوں میں نقشہ نکال لو
یہ مواد اس نقشہ بھی کوئی بڑی چیز ہو۔ اندر کے فضل سے ذکی ہو۔
تم تو بڑے بڑے نقشے نکال لیتی ہو بھلا اسکی کیا اصل و حقیقت ہے۔ بس اب
اس نقشہ کو نکال ہی کے اٹھیے گا۔ دو گھڑی دل بھی پہلے گا۔
حسن آرا۔ بہن یہ وہ نقشہ نہیں ہیں۔ اسکو پھرتو اچھی طرح۔ پٹنگن
اگر اسوقت سامنے آئے تو ہم بے جھجک انکو منہ دکھاتے۔
راوی۔ زہے نصیب زہے نصیب۔ اب آج سے انجان بھی سو کام
چھوڑ کر شطرنج کھیل کر نیگے۔ شاید ہماری قسمت کا ستارہ بھی چمک جائے
شاید اسی بہانے کوئی ہوش چاند سا کھمرا دکھائے اب کوئی کال فون مل
نکر رکھنا پڑا۔ غیر اسکے چین ہی نہیں سچ ہو۔
سکھتے ہیں مہ رونگے لیے ہم مصوری | تقریب کو یہ تو بہر ملاقات چاہیے
حضرت اسپ افکن کو اپنے طالع فرخندہ پر چھوڑنا نہ ہو بجا ہو۔ اپنی
خوش قسمتی پر جتنا الزامیں روا ہو۔ مگر جسے رقابت ہو گئی تو بد کیا۔
حسد پیدا ہوا خدا کرے میان آزاد کے کان میں بھنگ نہ پڑے ورنہ
میں گتھم گتھا ہو جائیگی۔ وہ بھی اپنے دلدین کیلئے کہ اچھے آئے ہنگے کی
پوچھتے رہا ت کرتے ہیں۔
خوف سے بچتے نہیں نام کر سچ نہ کوئی | اول ہی دلدین میں ہم یاد کیا کرتے ہیں
سپر آرا۔ اچھا اب اور کسی وقت غور کیجیے گا۔
حسن آرا۔ مگر بہن اتنا تو سوچو کہ یہ خطا اور یہ نقشہ بھی کس نے ہے۔
سپر آرا۔ باجی ہا یوں فرق کسی شہزادے ہی کا نام ہوگا اور میرزا بھی
کھڑے خاندان نیشاپوری سے کوئی ہونگے۔ ماما کو بلاؤ اور کوہ سپاہی سے
پوچھ کر کون لایا تھا کہ بھر گیا۔ کیا کتا تھا ذری آدمی کا تیرے جانے تو بس
بھیجنے والے کا تیرے بھی بات کی بات میں ملا داخل ہو۔
حسن آرا۔ ماما جی۔
راوی۔ اخاہ اسوقت تو بڑی نفیض سے پکارا (ماما جی)

حسن آرا۔ اجی ماما جی۔
راوی۔ اندر اندر (اجی ماما جی) ہر جہ کو کہیں سن پائیں تو عباد سے
فرمائیں کہ (ادنیٰ یہ کون منہ پڑھا رہا ہو)۔
بد مگھتی و خرم عفاک! منہ کوشتی | جواب تلخ مزید سرب اصل شکر خارا
معقول۔ بہت ہی خاصہ۔ آپ ہی بھینتی کیے۔ آپ ہی جواب دیجئے
حضرت اسوقت خامہ جاد و نگار بلوں پر ہر اور کیون خوشا ہر جن سے
ہم آغوش ہیں کہ باتیں۔
حسن آرا۔ اجی ماما جی کیا سو رہیں۔
ماما۔ (آنکھیں ملتی ہوئی) حضور ذری آنکھ چھپک گئی تھی۔ کیے
سپر آرا۔ ای یہ کیا غصہ پھیلانی ہو۔ بھلا سونے کا یہ کون وقت نکالا۔
حسن آرا۔ ماما جی۔ خانصاحب ذری پوچھو تو کہ یہ لفظ کون لایا تھا
مگر چپکے سے امان جان تک بات نہ پوچھئے۔ سمجھیں۔ ہاں ہی تانتیال سے
ماما۔ نہیں بیوی۔ کیا بجال۔ کل تو کیا جانے مجھے کیا ہو گیا کہ بھولے سے
مٹھائی انکو دے آئی۔ میں خانصاحب کے کان میں کوئی جو جری بیگم سن لیں
تو ناک کٹواؤ لون۔ بیوی میں امیر دون ہی میں ہی ہوں اسی کوئی یوانی
ہوں۔ واہ۔ باہر جا کر اشارے سے خان صاحب کو بلانے لگی۔
خانصاحب۔ کہو کہو۔ کیا کتنی ہو۔
ماما۔ (چپکے سے) ذری ادھر تو آ۔
خانصاحب۔ وہاں کونے میں کیا کروں آن کے تم اسوقت ہوا کوئی
وہاں ہو پو باتیں کرتے دیکھو گا تو کیا لیکھا۔ ڈبوڑھی سے نکلا دو گی کیا
ماما۔ (بھلا کر) ای نیچے دوڑ چھو کر۔ کل کا لٹا باتیں کی سی چکی پانی کرنا
بیگم کہیں کا (تقریب جا کر) چھوٹی بیگم پوچھتی ہیں کہ یہ کتا کون
لایا۔ کہاں سے لایا۔ کچھ معلوم ہو۔
خانصاحب۔ وہ تو بس لایا دیا اور چیت ہوا مگر مجھے معلوم ہو وہ
سامنے والے باغ میں ایک شہزادے آن کے تھے ہیں انھیں کچھ بار تھا۔

ماما - (اندراجا کر) بیوی وہ کتنا بڑی کہ۔

سپہر آرا - ہان ہان ہم نے سن لیا بڑے کے پاس سے ہم سن رہے تھے۔

ماما - (آہستہ سے) کوئی شہزادے سامنے۔

سپہر آرا - ہان ہان - سنا سنا۔

ماما - اُنھیں کا چوہدار۔

سپہر آرا - سڑن کہیں کی کتنی ہون سنا سنا۔ اور کہتی جاتی ہے۔

حسن آرا - (ماما سے) اچھا ماما جی تم جاؤ سو رہو۔ اب کچھ کام نہیں ہے۔

(سپہر آرا سے) میرا ہا ہون فرجائے کون ہیں۔

سپہر آرا - دیکھا میں تو نام ہی سے پہچان گئی تھی کہ شہزادہ ہے کوئی۔

حسن آرا - مگر برتیز۔

سپہر آرا - یہ کا ہے۔

حسن آرا - اول تو کسی کنواری شریف زادی کے نام خط بھیج لیا

معنی دوسرے تنگ گزرا۔ اُسپر بھی عشقہ شعر اور خط بھی عطر و عذریں بیا ہوا۔

اور صاف عشق کا اظہار۔ اور پیام تو دیکھیے کہ حکم ہو تو ایک روز حاضر ہوں

سپہر آرا - حاجی یہ تو بگڑ گئی ہے کہ خط کو عطر سے بسایا۔ شہزادہ ہیں عطر کیا ہے

ہاتھ کے عطر کی خوشبو خفا میں بھی لگی مگر انکے تیز اور سلیقے کو تو دیکھو ادب کے

ساتھ لکھا ہے۔ کوئی بدتریزی ہمارے ذہن میں نہیں آتی۔ یا ہو۔

حسن آرا - بہن تم بھی کتنی سادی ہو مجھے تو یہی حیرت ہے کہ انکو خط

بھیجنے کی جرأت کیونکر ہوئی۔ وہ تو خیر گزری کہ ہمارے پاس خط آگیا نہیں

تو جو کہیں اناجاک پاس جاتا تو بڑی غضب ہی ہو جاتا۔ چار لکھیں تو کی تین

صاف تو یوں ہے۔ اور بہن اب خط آئے تو نہ لینا خروار۔ خروار۔ وہ شہزاد

ہم غریب آدمی کی لڑکیاں گواہد کا دیا سب کچھ مگر ہمارا انکا مقابلہ کیا

اور پھر رسوائی کا خوف۔ وہ آئینے بھی تو ٹھٹھاٹ سے۔ ہم یوں تو ملیں گے نہیں

کہ یہ دپٹے اور دھواڑھ کر سامنے جائیں یلین تو بناؤ چناؤ سے۔ مگر جتنک

بھلا مانسوں کی ہوسٹیاں کہیں ایسے غیر درستیوں ملا کی ہیں۔ تو یہ

تو یہ لوگ حوت رکھینگے۔

سپہر آرا - اب سوچے نقشہ نہ نکالا تو بڑی ہنسی ہوگی۔

حسن آرا نے کوئی بیس منٹ تک غور کیا۔ سپہر آرا کئی مرتبہ بیچ بیچ میں

بول اٹھی مگر حسن آرا تو جو یقین جواب تک نہ دیا۔ بیس منٹ کے بعد شہزادہ یوں

کہ بوجھ کر دیا نہ کوئی شہ جانتا ہی ٹری ٹری بھی کھیر رہا۔ لاؤ سپہر۔ جواب تو

لکھو یلین مگر ڈر نہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں پہنچا دیتے ہی ہاتھ نہ پکڑ لے لے لے لے

اب پھر چھپاڑا بھی نہیں غفلت کی بدنامی ٹھکانا بھلا کونسی دانائی ہے۔

سپہر آرا - نہیں نہیں پیاری بہن میں تھکے ضرور لکھ لکھو۔ پھر چلا لکھنا

حسن آرا - اچھا لاؤ لکھیں۔ جو ہونا ہو گا سو ہو گا۔

سپہر آرا - ہم بتائیں۔ آؤ ایک کام کریں خط و طو لکھو نہیں۔ مگر اس نقشہ

کے حل کو پیارے روز مرے اور بول چال میں خوش خط لکھ کر ڈاک پر بھیج دو

کیون۔ بسل سمین نہ رسوائی ہے نہ کچھ کسی کا ڈر۔

حسن آرا - اہو ہو ہو۔ اچھی کہی۔ خوب سوچھی۔ آخر کار ہماری ہی ہوتی

راوی۔ کیون نہیں چشم بدور۔ تم قہقہہ دوران تو وہ بلا بیدار چند

آفتاب چندے مہتاب۔

حسن آرا جواب لکھنے بیٹھیں کشمیر کا نازک قلم لیں۔ واسطی قلم سرخ رنگ

چاندی کی پیاری پیاری دوات۔ زر افشان کاغذ اُسپر طرح طرح کے گل

بوٹے بنے ہوئے روشنائی اودی خوشنویسی گردش قلم پر جان دیتی تھی

خوکاوت جودت طبع کی بلا لیں لیتی تھی۔ سپہر آرا کتنی جاتی تھی کہ ہان

بہن جیسی رنگین ادا ہو ویسی ہی عبارت بھی رنگین ہو۔

راوی۔ ضرور۔ اور شوخی بھی تو ہو۔ وہ تو کھٹی ہی میں پڑی تھی

اور شوخی بھی بلا انگیز۔ سیاب کو بھی بھیراری کا سینق دے۔

حسن آرا نے یوں جواب لکھا۔

جواب۔ نقل ہے کہ تاجدار جم جاہ حضرت شاہ جہان بادشاہ طاقتور

وجہاں غبتہ شواہ ایک خسروئی حشم خاقان خدم مہر سپہر برتری و سپہر

پر سبز گارنے خانہ خدا کی راہ لی۔ اور ہندوستان نافرمان برہمن بنے
شور مچایا۔ غافلون کو خواب خرگوش سے جگایا۔ اور ضلالتیں ہندوستان
شواسے کی طرف قدم بڑھایا۔ گھوڑی گون کو چراتے برہاگتے آنے لگے
موشی چراگاہ سے آہستہ آہستہ جانے لگے۔ گھوٹنیں دھوپ ٹھیکر شہر
سے آ رہی تھیں اور یاہم دل لگی وچل کر کے پھرتی اور تیزی کے ساتھ
بڑھ رہی تھیں۔ پھر گائون میں اسکے سوا اور کچھ نہ تھا۔ چھوٹوں اور چھوٹوں
دھوان بلند تھا کوئی گوارن لال لال مانگ لگائے دھک دھکاتی ہوئی
ہنڈیاں چڑھ رہی تھیں کوئی ماتھے پر نکلی جائے بہتی پکار رہی تھی۔
کنوین پر پانی بھرنے کے لیے دس پانچ کاغول۔ لنگے فوق البھکر پھران
انول کوئی گھوٹ گھٹ کاٹھ کر کھڑا لے آتی ہے۔ کسی کی کمر بڑا گہرے بکھاتی ہے
پانی کے بوجھ سے چلکی جاتی ہے ٹھٹھول دی شرارت کی راہ سے نفی نکل کر بیان
پھینکتے ہیں حیرت زدہ کلی طرح تاک جھانک کر کے دیکھتے ہیں مگر انکی
پاکرامنی کے صدر سے کہ سربک نہیں اٹھاتیں۔ حروف شکایت زبان پر
نہیں لیتیں۔ اپنے کام سے کام ہی گھوٹ گھٹ تو بس برا نام ہی اگر شکایت
کی بھی تو تون سے ٹھٹھول اور بگڑے دال دیوں کی ان ہنوں سے دیکھو ہوجی
تھار پوت ہکا چھڑت ہیں۔ راہ دگرمان الٹی کا پلو اکت ہیں لگاتنگ سمجھا دیو
چاہے کوئی گنواروں اور گنواروں کو نظر حقارت سے کیوں دیکھے لیکن انہیں
اور پاکرامنی کا گنواروں کو شہر کی عورتوں سے کچھ کم خیال نہیں ہے۔
الغرض شہزادہ ہمایوں فریب بام چہل قدمی میں مصروف تھے مگر
بیقرار اور دل ہی دل میں سوچتے جاتے تھے کہ انہی خیر شام بھی ہوگی
مگر خط نہ جواب کہیں ہماری تحریر گران تو نہیں گذری ہوس کہ میں نے
جلدی کی تعبیل کا شیطان لہین ہے۔ لعنت بکار شیطان۔ اپنے خط اور اسکی
عبارت اور طرز تحریر کو سوچنے لگے کہ مبادا جوش میں کوئی غلطی ادب
زبان سے نکل گیا ہو تو ستم ہی ہو جائے۔ ان سین بدن اور خچہ ہن مشوقوں کے
آئینہ دل پر گرد و غبار ملال جم جائے عین حالت بیکاری میں یہ شاعر

حسرت کے ساتھ پڑھ پڑھ کر ٹھٹھاتے جاتے تھے۔
ساتیا جرم بجا مکن
نوبت درد غم بنام زن
تا بر آرم بکام دل نفسے
زلف شبگون زچہرہ کیسونہ
گردم آوازہ تاسکے چورضا
گردش جہنم بکام مکن
کشونجی بنام مکن
از زلال لبث بکام مکن
مطلع صبح عیش شام مکن
از سر زلف خود بدرا مکن

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ساتنٹی پر سوار دور سے
نمودار ہو اچھے کہ قاصد یا رہی اور خیال تسلی بخش دل بیکار ہوا غمگنا کو
آواز بلند پکارا اور حکم دیا کہ دیکھو یہ ساتنٹی سوار ہی قاصد یا رہی۔ جواب
خط لایا ہی یا خالی ہاتھ آیا ہی شاید کوئی پیغام خاطر خواہ سنائے دو اور دو
لائے داغ سینہ بریان کامرہم اسکے پاس ہو۔ آنکش کن لاکھراں یاس ہو
خدا م باادب تعمیل حکم کے لیے دوڑے ہی تھے کہ ساتنٹی سوار ہوا ہو گیا
اور حسرت و مایوسی انکو ٹوڑ پادیا بجز کف انوس کے کیا چارہ ہے مشوقوں
سے زبردستی پیام اور جواب خط طلب کرنے کا عاشق کو کوب یا رہی کبھی
رور و کر بصد یاس یہ اشعار حسرت یا زبان پر لائے۔

چند روے بر سر بید او دین
فرش رہت دیدہ و دل کردہم
در صفت خوبان قیامت نشان
انچہ بعفت طلبم از خرا
رسم نکویان بنو دین حسین
خیرو قدر مرغ کن اسے نازین
کس نبود جز تو مقدم نشین
جان خرین باشد و چشم نمین

مقوڑی دیر میں ایک چیراسی نظر آیا مجھے کہ بس بکلی اس توکان زمین
نے ضرور بلوایا۔ چیراسی زبان کو خط دیا اور منظر جواب ٹھہرا رہا شہزادہ
بلند آخر حضرت میرزا ہمایوں فرکی باجھین کھل گئیں ل نے گواہی ہی ساری
مرا دین لگئیں۔ نگارندہ بر سر کرم ہے۔ بس بچہ میں کیا غم ہے خط کو کھولا
تو چیراسی بولا کہ حضور میں آداب بجالا تا ہوں اور جاتا ہوں سمن کیلئے
میرزا ہمایوں قربہ دار۔ آج شام کو ۸ بجے کیوقت بابو ابھاشا خیر گرجی

<p>ایم اسے جو طرے لائق فائق آدمی ہیں سبز کوٹھی میں متصل کچری جی لکچر دینے والے ہیں۔ اگر تکلیف نہ تو آپ بھی اس وقت قدر بخیر فرمائیے اور جلسے کی رونق بڑھائیے۔ آپکا خادم جان سو فرٹن کلکٹر۔</p> <p>این! اپنی ناکامی کے صدقے جو کام ہوا پورا ہوا سمجھے تھے کہ نگار تندرست کا جواب یا صواب اور ملاقات کا پیغام ہے۔ یہ معلوم بھی تھا کہ کلکٹر صاحب کا نامہ محبت فرجام ہے۔ خیر اب وصل جانان سے ہاتھ دھو یا خط بھیج کر اپنا وقار بھی کھو یا دو مرتبہ دھو کا ہوا۔ اب باور نہیں کہ خط کا جواب آئے اور بخت برگشتہ مدد فرمائے۔ قاصد صنم عربہ جو کا پیام لائے اور زرد طرب انگیز سنائے۔</p>	<p>کحل بجا ہر بن آرا سے نسیم دوست ماہم و آستانہ عشق و سرب نیاز</p> <p>بیک نامور حضرت جبریل سے عبارت ہے۔ مگر میرزا ہمایون فرمے اپنے طور پر اسکا مطلب کیا ہے اور بیک نامور ہر کارہ سے مراد ملی خط و شکبار وہی حسن آرا کا نامہ رنگین مہم زم عشاق زار ہو حسن آرا کی زکات اور جوت صاف ظاہر ہے ایک ایک حرفت اسکے حسن لیاقت پر وال ہو اور یہی بارک جمال جلال ہے۔ خط کا آنا نیک فال ہے اور یہ شعر بالکل حسب حال ہے۔</p> <p>ماہم و آستانہ عشق و سرب نیاز تا خواب خوش کرابر دانہ کرنا دوست</p>	<p>زبان نکبت کہ شذرہ گزارد دست تا خواب خوش کرابر دانہ کرنا دوست</p> <p>خط کھولا تو پاس آنکھیں بند اور عقدہ وا ہو گیا۔ پڑھتے ہی شہزادہ فرخ بخت ہزار جان سے شیرا ہو گیا۔</p>
<p>غرق در خون دل دیدہ ام ز دوری چکنم باغ کہ بے تازہ گلست و نظم</p> <p>گر ندیدی بحر و شام ہم جلوہ نما دل بود طرفہ بنا عالم آب و گل را</p> <p>یا رگداشتہ جنت طلبہ مرد نماز از عتقا قیر میسی نرو دور و رضا</p>	<p>چند نیکو نہ زیم آہ مجبوری او خوش خاشاک نایز من سوری او</p> <p>خط مشکین بگر برج کا فوری او تا بود دست رست کوش مجبوری او</p> <p>حیف بر حوصلہ زاہر و مزدوری او وصل معشوق بود چارہ رنجوری او</p>	<p>شادمان کردی مرانا زم تر تار قدم میکتم در بحر تو انجام آغاز نیاز</p> <p>ز انکہ شرح آرزو مند نیاید نظم خوش نگاہ کن بادہ در جام مجلس مہم</p>
<p>یہ شعر شہزادہ بلند ارادہ پڑھ رہے تھے کہ ڈاک کا ہر کارہ شجر فی پگیا جائے دعائی و گلا پھڑکائے۔ امیر طوٹے کی صورت بنا لے آن موجود ہوا۔ آداب بجالایا خط و یا حصول لیا اور روانہ ہوا۔ فطر التماج سے خط کا کھونا بھی شوار تھا۔ اس خوشی کے چہرہ گلنا تھا۔</p>	<p>عبارت پڑھی تو پھڑک گئے۔ ہاے کیا پیارا۔ زردہ ہو گیا پوچھا زبان اور بیان میں بھی نگاہ کی طرح جاو کوٹ کوٹ کر بھرا۔ اس سے نازک کے صدقے جسے یہ سطرین لکھی ہیں۔ ہو پڑھتے وقت کھائی چکی جاتی ہو گی سستانی ہو گی در پھر قلم اٹھاتی ہو گی۔ شوخی ایک ایک لفظ سے نمایان ہو رنگینی ایک ایک حرفت سے عیان ہے عبارت سلیس فقیر نفس اس بیباختہ بچہ قربان اور نقشہ تو ایسا اعلیٰ کیا کہ قلم توڑ دے پڑا خوش و شوہر ہر جگہ ایسی بیوی ہو۔ انشا و اصدع بیدل ہم ہونہر نیم چہرہ</p>	<p>عبارت پڑھی تو پھڑک گئے۔ ہاے کیا پیارا۔ زردہ ہو گیا پوچھا زبان اور بیان میں بھی نگاہ کی طرح جاو کوٹ کوٹ کر بھرا۔ اس سے نازک کے صدقے جسے یہ سطرین لکھی ہیں۔ ہو پڑھتے وقت کھائی چکی جاتی ہو گی سستانی ہو گی در پھر قلم اٹھاتی ہو گی۔ شوخی ایک ایک لفظ سے نمایان ہو رنگینی ایک ایک حرفت سے عیان ہے عبارت سلیس فقیر نفس اس بیباختہ بچہ قربان اور نقشہ تو ایسا اعلیٰ کیا کہ قلم توڑ دے پڑا خوش و شوہر ہر جگہ ایسی بیوی ہو۔ انشا و اصدع بیدل ہم ہونہر نیم چہرہ</p>
<p>آن بیک نامور کہ رسید ز یاد دوست خوش میدہ نشان جلال جان</p> <p>جان داوش بشردہ و خجالت ہی ہم سیر سپرد و در قمر را چہ اختیار</p> <p>شکر خدا کہ از مدد بخت کار ساز گر بادقہ ہر دو جهان را ہم زند</p>	<p>آورد و حرجان ز خط و شکبار دوست خوش میکند حکایت غرور و قار دوست</p> <p>زین نقد کم عیار کہ کہ در مہنار دوست در گردش اندانیمہ بر اختیار دوست</p> <p>جبر سب دعاست ہمہ کار و بار دوست باو چرخ و چشم درہ انتظار دوست</p>	<p>بر دل جان من دلبر جانان من از لب جانان من نہ شود جان من</p> <p>خاک سر کوئی بہتر و قدر عنوان من والہ و شید است این دل جانان من</p> <p>محض تراست یوسف کنعان من یوسف کنعان من مصراحت تراست</p>

سرگلستان کی قلم نگاری	قلم نگاری کی قلم نگاری	سرگلستان کی قلم نگاری
آخرین پڑھا۔	آخرین پڑھا۔	آخرین پڑھا۔
عشق کا حال بیسوا جانین	عشق کا حال بیسوا جانین	عشق کا حال بیسوا جانین
جی درست ہم سے نہ بہت اڑے۔ اسکے بعد پھر کئی بار دہی شہر پڑھا	جی درست ہم سے نہ بہت اڑے۔ اسکے بعد پھر کئی بار دہی شہر پڑھا	جی درست ہم سے نہ بہت اڑے۔ اسکے بعد پھر کئی بار دہی شہر پڑھا
عشق کا حال بیسوا جانین	عشق کا حال بیسوا جانین	عشق کا حال بیسوا جانین
ننگ کیوں! وجہ اگر عشق صادق ہو تو مضائقہ کیا ہو۔	ننگ کیوں! وجہ اگر عشق صادق ہو تو مضائقہ کیا ہو۔	ننگ کیوں! وجہ اگر عشق صادق ہو تو مضائقہ کیا ہو۔
عشق تا خامت باشد تیرے نکو	عشق تا خامت باشد تیرے نکو	عشق تا خامت باشد تیرے نکو
الغرض خود ہی شعر پڑھتے تھے اور خود ہی جواب دیتے جاتے تھے اور	الغرض خود ہی شعر پڑھتے تھے اور خود ہی جواب دیتے جاتے تھے اور	الغرض خود ہی شعر پڑھتے تھے اور خود ہی جواب دیتے جاتے تھے اور
وجہ میں آتے تھے جب آخر میں پردہ نشین کا لفظ پڑھا تو بول اٹھے کہ	وجہ میں آتے تھے جب آخر میں پردہ نشین کا لفظ پڑھا تو بول اٹھے کہ	وجہ میں آتے تھے جب آخر میں پردہ نشین کا لفظ پڑھا تو بول اٹھے کہ
بالا ہی ترا حسن جینان چکل سے	بالا ہی ترا حسن جینان چکل سے	بالا ہی ترا حسن جینان چکل سے
خدا پردہ نشینی کی آبرورکھے۔ آمین۔	خدا پردہ نشینی کی آبرورکھے۔ آمین۔	خدا پردہ نشینی کی آبرورکھے۔ آمین۔
اسے میں شہزادہ جم چاہ کے ایک دوست تشریف لائے اور یوں مکالمہ ہوا	اسے میں شہزادہ جم چاہ کے ایک دوست تشریف لائے اور یوں مکالمہ ہوا	اسے میں شہزادہ جم چاہ کے ایک دوست تشریف لائے اور یوں مکالمہ ہوا
دوست۔ کیہ قبلہ جواب آیا یا دھتا بتاویا۔	دوست۔ کیہ قبلہ جواب آیا یا دھتا بتاویا۔	دوست۔ کیہ قبلہ جواب آیا یا دھتا بتاویا۔
شہزادہ۔ واہ دھتا تم ایسوں کو بتاتی ہو گی۔ لویہ جواب ہی سچ کہنا	شہزادہ۔ واہ دھتا تم ایسوں کو بتاتی ہو گی۔ لویہ جواب ہی سچ کہنا	شہزادہ۔ واہ دھتا تم ایسوں کو بتاتی ہو گی۔ لویہ جواب ہی سچ کہنا
حرف و متین بھی کس دھتا آب و تاب ہو رہا ہے فرداں تر از آفتاب ہی	حرف و متین بھی کس دھتا آب و تاب ہو رہا ہے فرداں تر از آفتاب ہی	حرف و متین بھی کس دھتا آب و تاب ہو رہا ہے فرداں تر از آفتاب ہی
دوست۔ لفظ پڑھکر۔ اچھا بڑے ادب خط لکھا ہو۔ حضور جم چاہ	دوست۔ لفظ پڑھکر۔ اچھا بڑے ادب خط لکھا ہو۔ حضور جم چاہ	دوست۔ لفظ پڑھکر۔ اچھا بڑے ادب خط لکھا ہو۔ حضور جم چاہ
شہزادہ مرزا جاوید فرحانی پالگا۔ امداد۔ یہ تنظیم۔ یہ تکمیل۔	شہزادہ مرزا جاوید فرحانی پالگا۔ امداد۔ یہ تنظیم۔ یہ تکمیل۔	شہزادہ مرزا جاوید فرحانی پالگا۔ امداد۔ یہ تنظیم۔ یہ تکمیل۔
شہزادہ قبلہ وہ ادب شناس ہیں مزاج دان ہیں۔ کچھ بازاری ہو کر	شہزادہ قبلہ وہ ادب شناس ہیں مزاج دان ہیں۔ کچھ بازاری ہو کر	شہزادہ قبلہ وہ ادب شناس ہیں مزاج دان ہیں۔ کچھ بازاری ہو کر
تھوڑی ہی ہیں۔ تحریر سے شرافت برسی ہو۔	تھوڑی ہی ہیں۔ تحریر سے شرافت برسی ہو۔	تھوڑی ہی ہیں۔ تحریر سے شرافت برسی ہو۔
دوست۔ پھر اب بوجھتے کیا ہو گئے ہیں۔ ہمیں نہ بھولیے گا۔	دوست۔ پھر اب بوجھتے کیا ہو گئے ہیں۔ ہمیں نہ بھولیے گا۔	دوست۔ پھر اب بوجھتے کیا ہو گئے ہیں۔ ہمیں نہ بھولیے گا۔
شہزادہ۔ اچھا بھئی یہ تو پالگا کہ یہ تحریر اور عبارت بڑی بہن کی	شہزادہ۔ اچھا بھئی یہ تو پالگا کہ یہ تحریر اور عبارت بڑی بہن کی	شہزادہ۔ اچھا بھئی یہ تو پالگا کہ یہ تحریر اور عبارت بڑی بہن کی
ہو یا چھوٹی بہن کی۔	ہو یا چھوٹی بہن کی۔	ہو یا چھوٹی بہن کی۔
دوست۔ زسکے اگر اب یہ فکر پیدا ہوئی۔ اچی دہ دونوں گلان	دوست۔ زسکے اگر اب یہ فکر پیدا ہوئی۔ اچی دہ دونوں گلان	دوست۔ زسکے اگر اب یہ فکر پیدا ہوئی۔ اچی دہ دونوں گلان
ہیں۔ اس دلیری کے قربان۔ وادہ آخر میں غصہ ہوا یا ہو اور قیامت	ہیں۔ اس دلیری کے قربان۔ وادہ آخر میں غصہ ہوا یا ہو اور قیامت	ہیں۔ اس دلیری کے قربان۔ وادہ آخر میں غصہ ہوا یا ہو اور قیامت
کا شعر زبان قلم پر آیا ہو۔	کا شعر زبان قلم پر آیا ہو۔	کا شعر زبان قلم پر آیا ہو۔
عشق کا حال بیسوا جانین	عشق کا حال بیسوا جانین	عشق کا حال بیسوا جانین
ہم ہو بیٹیاں یہ کیا جانین	ہم ہو بیٹیاں یہ کیا جانین	ہم ہو بیٹیاں یہ کیا جانین
رپڑہ نشین	رپڑہ نشین	رپڑہ نشین
شہزادہ۔ جواب لکھو نگا۔	شہزادہ۔ جواب لکھو نگا۔	شہزادہ۔ جواب لکھو نگا۔
دوست۔ ضرور۔ ع۔ درکار خیر حاجت پہچ استخارہ نیست	دوست۔ ضرور۔ ع۔ درکار خیر حاجت پہچ استخارہ نیست	دوست۔ ضرور۔ ع۔ درکار خیر حاجت پہچ استخارہ نیست
اب یہ تو فرمائیے کہ منظور کیا ہو۔	اب یہ تو فرمائیے کہ منظور کیا ہو۔	اب یہ تو فرمائیے کہ منظور کیا ہو۔
شہزادہ۔ نکاح۔	شہزادہ۔ نکاح۔	شہزادہ۔ نکاح۔
دوست۔ واہ!	دوست۔ واہ!	دوست۔ واہ!
شہزادہ۔ کیوں۔؟	شہزادہ۔ کیوں۔؟	شہزادہ۔ کیوں۔؟
دوست۔ ہونہ۔ کہنے لگے۔ نکاح۔ گستاخی معاف ہونہ دھورکھے	دوست۔ ہونہ۔ کہنے لگے۔ نکاح۔ گستاخی معاف ہونہ دھورکھے	دوست۔ ہونہ۔ کہنے لگے۔ نکاح۔ گستاخی معاف ہونہ دھورکھے
آزاد کا نام بھی سنا ہو۔ انھیں پرانکا دل آیا ہو۔	آزاد کا نام بھی سنا ہو۔ انھیں پرانکا دل آیا ہو۔	آزاد کا نام بھی سنا ہو۔ انھیں پرانکا دل آیا ہو۔
شہزادہ۔ راہ سرد بھر کر دو نون؟ ہمیں سارا قصہ معلوم ہو کر	شہزادہ۔ راہ سرد بھر کر دو نون؟ ہمیں سارا قصہ معلوم ہو کر	شہزادہ۔ راہ سرد بھر کر دو نون؟ ہمیں سارا قصہ معلوم ہو کر
دل تو صرف ایک کا آزاد پر آیا ہو نہ۔	دل تو صرف ایک کا آزاد پر آیا ہو نہ۔	دل تو صرف ایک کا آزاد پر آیا ہو نہ۔
دوست۔ حضرت اُنھے نکاح کرنا ڈرا ٹیڑھی کھیر ہو۔ وہ پہلے امتحان	دوست۔ حضرت اُنھے نکاح کرنا ڈرا ٹیڑھی کھیر ہو۔ وہ پہلے امتحان	دوست۔ حضرت اُنھے نکاح کرنا ڈرا ٹیڑھی کھیر ہو۔ وہ پہلے امتحان
لیتی ہیں پھر آنے دیتی ہیں۔	لیتی ہیں پھر آنے دیتی ہیں۔	لیتی ہیں پھر آنے دیتی ہیں۔
شہزادہ۔ امتحان کیسا؟ آپ کی بھی کیا باتیں ہیں۔	شہزادہ۔ امتحان کیسا؟ آپ کی بھی کیا باتیں ہیں۔	شہزادہ۔ امتحان کیسا؟ آپ کی بھی کیا باتیں ہیں۔
دوست۔ باتوں باتوں کے بھر دے نہ رہے گا۔ وہاں گزارا مشکل	دوست۔ باتوں باتوں کے بھر دے نہ رہے گا۔ وہاں گزارا مشکل	دوست۔ باتوں باتوں کے بھر دے نہ رہے گا۔ وہاں گزارا مشکل
ہو تب کہیں سارٹیکٹ دیا جائے گا۔	ہو تب کہیں سارٹیکٹ دیا جائے گا۔	ہو تب کہیں سارٹیکٹ دیا جائے گا۔
شہزادہ۔ آخر کچھ بتاؤ تو یہ امتحان کی سچ کیسی ہو۔	شہزادہ۔ آخر کچھ بتاؤ تو یہ امتحان کی سچ کیسی ہو۔	شہزادہ۔ آخر کچھ بتاؤ تو یہ امتحان کی سچ کیسی ہو۔
دوست۔ اے حضرت وہ تربیت یافتہ خاتون ہیں بلا کی جودت پائی ہو	دوست۔ اے حضرت وہ تربیت یافتہ خاتون ہیں بلا کی جودت پائی ہو	دوست۔ اے حضرت وہ تربیت یافتہ خاتون ہیں بلا کی جودت پائی ہو
نور کی طبیعت پائی ہو حسین مجھ میں سم تن غنچہ دھن دونوں برق	نور کی طبیعت پائی ہو حسین مجھ میں سم تن غنچہ دھن دونوں برق	نور کی طبیعت پائی ہو حسین مجھ میں سم تن غنچہ دھن دونوں برق
شہزادہ۔ تو پھر امتحان میں یہاں کب بند ہیں شہزادے سانسے کہو ہیں	شہزادہ۔ تو پھر امتحان میں یہاں کب بند ہیں شہزادے سانسے کہو ہیں	شہزادہ۔ تو پھر امتحان میں یہاں کب بند ہیں شہزادے سانسے کہو ہیں
لکھنوی ہیں جو چاہیں پوچھیں۔ بندہ بھلی چھے اچھے استادوں کی آنکھیں	لکھنوی ہیں جو چاہیں پوچھیں۔ بندہ بھلی چھے اچھے استادوں کی آنکھیں	لکھنوی ہیں جو چاہیں پوچھیں۔ بندہ بھلی چھے اچھے استادوں کی آنکھیں
دیکھتے ہوئے ہو۔ مرد میدان ہیں ہم۔ ایسے ویسے نہ سمجھے گا۔	دیکھتے ہوئے ہو۔ مرد میدان ہیں ہم۔ ایسے ویسے نہ سمجھے گا۔	دیکھتے ہوئے ہو۔ مرد میدان ہیں ہم۔ ایسے ویسے نہ سمجھے گا۔
دوست۔ بھئی وہ اب سات پر دون میں رہتی ہیں ملتا ذرا محال	دوست۔ بھئی وہ اب سات پر دون میں رہتی ہیں ملتا ذرا محال	دوست۔ بھئی وہ اب سات پر دون میں رہتی ہیں ملتا ذرا محال
شہزادہ۔ اور سننے تو اُڑتی ہی خبر پائی ہو کہ مجھ کوں پر سوار ہو کر ہو	شہزادہ۔ اور سننے تو اُڑتی ہی خبر پائی ہو کہ مجھ کوں پر سوار ہو کر ہو	شہزادہ۔ اور سننے تو اُڑتی ہی خبر پائی ہو کہ مجھ کوں پر سوار ہو کر ہو

کھاتی ہیں۔ اور سیر دریا کو جاتی ہیں۔ طبیعت تو تب ہی لہرائی کہ چل کر
جمال میں تو دیکھ لیں ایک دن دیکھا کہ مہتابی پردوں کی دونوں
ٹہل رہی ہیں وہ جھکڑا کہ اہو ہو ہو۔ نور کا عالم برق دم وہ جو بن کہ
انسان برسوں گھوڑا گرے۔ یوسف مصری تک دیکھے تو نصیب کا دم
بھرے از پاتا فرق زرق برق دیا نکات میں غرق ہر بن ہوتے
صدائے انا البرق آتی تھی مہین دوپٹے کے بار سے کمر نازک لگی جاتی
تھی دیکھتے ہی عاشق ہو گیا سن سے جان نکل گئی۔

دوست۔ پھر اب جو چین ہی چین لکھتا ہے لیجئے نتیجہ مبارک کھائی کھلاؤ
شہزادہ۔ اچی حضرت اندھا تب پتیاں۔ جب آنکھیں پائے۔

دوست۔ لیکن دیکھیے آپ میر دوست ہیں۔ اتنا یاد رہے کہ اپنے
وقار اور وقت اور عظمت کو ہاتھ سے نہ دیکھیے گایہ کوچہ از بس نازک ہے

درین درخت کشتی فرود ہزار کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

شہزادہ۔ میں بد وضع آدمی تو ہوں نہیں کہ کوئی حرکت نامائے مجھ
سر زو ہو گو عشق کا دم بھرتا ہوں مگر بچو تک کھانکے قدم و ہوتا ہوں
آپ میری طرف سے مطمئن رہیں۔

دوست۔ یہ سچ مگر قبلہ یہ کوچہ بڑا ہی۔

شہزادہ۔ بھائی تم مطمئن رہو۔ اب فقط یہ صلاح دو کہ جو ابھیوں
یا نہ بھیوں اور جواب میں لکھوں تو کیا لکھوں فقط اس قدر کہ کہنا چاہتا ہوں

دوست۔ میں غور کر کے جواب دوں گا۔ اس میں تو شک ہی نہیں کہ

وہ دونوں بین شہزادوں ہی کے قابل ہیں مگر یہ نامہ و پیام کا طریقہ

ہندوستان کی رسوم کے خلاف ہے۔

شہزادہ۔ ہاں بیشک۔

دوست۔ کل بعد غور عرض کروں گا۔ تسلیم۔

عاشق النسا بکیم کا مجل دیکر حسن آبا و سپہ آرا سے گلے ملے

شہزادہ بلند ارادہ حضرت ہایوں فرے محبوب مطلوب کا خط لکھیں

مکتوب الفت اسلوب جو پایا تو پڑھ کے کئی بار چوما۔ آنکھوں سے لگا یا۔

جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ مارے خوشی کے اترائے جاتے

تھے۔ سوچے کہ دور سے دیکھا ہو۔ ایک پرستان کی پری ہو دوسری

مہر سپہ دلبری ہو بولنا ساقی۔ چہرہ حور کا۔ لیکن ع۔ کون جانے جھوٹ

ہو یا سچ ہو شہرہ دور کا۔ کسی طرح ملاقات کی ٹھہرے۔ بنے یا بگڑے

خدا کرے اس گھونگھٹ کا طلسم ٹوٹے عاشق جو بن کے مڑے ہوئے۔

وہ دب و گفتگو ہو تو دل کی بکلی جاکن مردہ میں از سر نو روح آئے۔

وہ جو بن پر جو این لطیف اٹھے زندگانی کا ابھی گھونگھٹ میں چہرہ چرخ جانی کا

ہلال بدردوں میں ہی تصویر کھانکے وہ صورت پر طپکین کی نقشہ چرخ جانی کا

ہمارا آئی ہو گل پھولے ہیں بہر لہلہا ناہی پلا ساقی کوئی ساغر شراب ارغوانی کا

آئی یہ فصل گل ہے۔ مگر صراحی پر نہ مل ہے۔ یہ عالم جانی ہے لیکن بادہ

گلگون ہے نہ شراب ارغوانی ہے۔ نہ ایام نشاط و طرب۔ اور ہم مشتاق و مل

نبت العنب جو عشق کا یہ چوش ہے کہ دین و دنیا فراموش ہو خدا نگر سکے

کوئی بھلا مانس کسی پر نہ نشین پر مفتون ہو اور لاکھوں تنہاؤں کا خون ہو

اللہ اللہ سادگی میں اس درجہ ہیں تھا کہ ماہ دو ہفتہ سے بڑھ چڑھ کر جو بن

تھا۔ اگر نگہار کریں تو سبحان طار اعلیٰ نجم اُنکے جلال پر تار کریں۔ اور بڑے

لانا نگہ نورانی پیا کر بن سچ ہوئے۔ زریور پر سادگی سے رخسار کے چہرے

آئینک پر آسے عجز نہت کہی جو وہ گلزار ہو گا

پسین کے منہری۔ یہ دل گون چمن میں خون بہا ہو گا

دم فنا بھی ہی جو دل کو قصور زلف یا رہو گا

ہوا سے پھر کو بکو پریشان یقین ہو میرا غیا ہو گا

یہی ہیں چالیں اگر تمھاری تو دیکھنا مرٹیں گے بھی

جہان پڑے گا قدم تمھارا وہیں ہمارا ازار ہو گا

یہ رات بھر کے ہیں رے جلے جان ہوئی صبح پتھر ہو گا

نہ شیشہ ہو گا نہ جام ہو گا نہ شمع ہو گی نہ یار ہو گا

ادھر شاہزادہ ہایون فراشعار حسرت بار پڑھ پڑھ کر دلوں کو سمجھاتے تھے
 ادھر خالص صاحب دہلیز پر کھڑے ہو کر سپرد کے پاس ماما جی کو بلاتے تھے۔
خالص صاحب۔ ماما جی۔ ماما جی۔ ماما جی۔ ماما جی۔ ماما جی۔ ماما جی۔ ماما جی۔
 ماما جی۔ آئی آئی۔ توبہ اتنی کیا سینہ برس رہا جو رہا ہر جا کر کہو۔
 خالص صاحب۔ یہ مہری آئی ہین پیغام سن لو۔
 مہری۔ میرزا ہایون فرہاد کی بہن مجھے حسن آرا بیگم کے پاس بھیجا ہے
 ماما جی۔ آؤ آؤ پھر آؤ کیا عورتوں سے بھی پردہ کر کچھ۔
 مہری اور ماما جی اندر داخل ہوئیں حسن آرا اور سپہ آرا نے کہا
 کہ سر سرائی اگلے سال لنگا اور ہاتھ بھر کی چوڑی پڑاتے دارگوٹ۔ دیا گلشن
 کا دھانی رنگا ہوا۔ سنہرا لکڑا لکڑا ہوا۔ زرنگار مویا چوڑے میں پڑا ہوا پائون
 میں چھڑے اور کڑے۔ بانگی مہری ڈاب بجالائی اور یہ پیغام زبانی کہا۔
 مہری حسن آرا بیگم کے پاس مجھے میرزا ہایون فرہاد کی بڑی بہن
 عاشق النساء بیگم نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ دیوار سے دیوار ملی ہو مگر آپ کو تنہا
 دیکھا ہی نہیں۔ اگر کچھ ہرج نہ تو ہم تھوڑی دیر میں آئیں۔
 سپہ آرا اور حسن آرا نے اشاروں میں باہم باتیں کیں۔
 حسن آرا۔ بان ہان ضرور۔
 سپہ آرا۔ کہے بسم اللہ آئیے۔
 مہری جھک کر آداب بجالائی اور چلی گئی۔
 حسن آرا۔ بہن اب ذری بن ٹھن کے ٹھیننا چاہیے۔
 سپہ آرا۔ ای بابی اسد کی سون تھیں بناؤ چناؤ کی حاجت ہی کیا ہے
 راوی۔ صاف ہے۔

جلوہ راز یورنایہ چون بامین میرو
 عار دار دار خنایہ کے کہ رنگین میرو
 حسن آرا اور سپہ آرا نے حسن اننگوایا گیسو سنوارے میں دیر لگا
 بیے کا تیل بالوں میں ڈالا۔ زرقتی برق پوشاک سے جوین بالالیا۔
 اسوقت تو زاہد ہر سالہ کی بھی نظر پڑتی تو تیرنگا سے گھائل ہو جاتا۔

نر ہو کر یا اور تقویٰ کو ڈھکوسلا سمجھ کر ان تہوں کی پریشانی کا مل ہو جاتا ہے
 پڑے صوفیان صافی طینت اور گوشہ نشینان خمول نورانی طلعت پیکار کھڑے
 پنج روز عشقت لباس با سرائی پارہ شد
 طاعت صد سالہ ام تاراج ہوا
 مشروع و خواب کے پایجے فوق البھڑک۔ بنت اور گوگرد کی چوڑی
 ڈوٹے گلابی رنگے ہوئے جامدانی کے۔ اور پیریل بوٹے کا مدانی کے
 گرنٹ کی سبکوٹ۔ سبز اور گلابی کی چوٹ۔ بانگڑی ٹکی ہوئی لیس لگی ہوئی
 چھپکازیب سر زلف چلیا تا کر۔ جلنو کی وہ چمک کہ فضا کی تیرنگا دیکھ
 نہ سکے رخ انور کا وہ نور موفور کہ بدر لاکھ کا ہش کرے بے نظر جھپکے ہوئے
 آنکھیں سینک نہ سکے۔ پازیب زیب پاچھا جھم کی آواز سے شور مچ رہا۔
 وہ نور افشان جبین وہ جمال مسین کہ فرما دینی دیکھ پاتا تو اسکا دل انھیں
 چاہ زرخندان کی چاہ میں ڈانوان ڈول ہو جاتا۔ بخون دشت نور دی تھوڑا
 میلی کے عشق سے منہ موڑتا۔ پیار پیار ہاتھ اور نازک نازک کلائی اور
 انہیں چوڑیاں کچھ سیاہ کچھ طلائی۔ وہ پور پور چھلے اور دست خانی
 سبحان اسد۔ اس شان کے صدتے۔ اس آن بان کے صدتے۔ اس
 دلربائی کے قربان۔ اس کج ادائی کے قربان۔ چشم فسون پرواز نے
 اور بھی ستم ڈھایا۔ اچھے اچھے آہو چشمون کو تھیر تھیر نظر بنایا الہی بردہ ہر پلٹ
 یا شمشیر صفہاں۔ وہ گورے گورے کال در عنبرین خال سے

خال عارض کسے پیار انہوا
 کسکی آنکھوں کا وہ تار نہ ہوا
 ہاے وہ خال رخ ماہ جبین
 میری قسمت کا ستار نہ ہوا
 سلک ندان غیرت درعدن۔ لب اعل شکار و کش حقیق یمن۔
 زلف عنبر فام رشک خطا و حقن۔ خسار گل۔ دہن غنچہ گیسول سراپا
 چین۔ وہ ناز عشق و قانہ۔ وہ جلوہ ستانہ کہ بس کچھ نہ پوچھیے۔
 انداز نرالا ہو تری جلوہ گری کا
 ہو چاند سا چہرہ تو چلن کبکے سی کا
 اٹھا ہویہ کسکے رخ پر نور سے پردہ
 نور شید میں عالم ہو چراغ سحری کا
 خربش مرگان سے ہو مقتول زمانہ
 کیا تیرے بغیر تری میداد گری کا ہے

لاٹکی نہ بولتا عجب کی جنتک	دوامن میں نہ چھوڑے رنگاں ہم سحر کی
دونوں بہنیں سولہ سنگار کر کے فرشتہ ملک پر تھکن پھینک دیں صیلوں مغلائیوں نے جوڑے بدلے مکان صاف سکرے شفات جھاڑ گول لپ رشتن - انشا اللہ - یہ تو کچھ (شب عروسی) کے سے ٹھاٹھ ہو رہے ہیں - ات رسی تیار یان - اندری دھوم -	حسن آرا - نہیں امان جان گلابی ہو - وہی جامدانی کا دو پٹا جبر کامدانی کی آر سی ہیں ہو - بڑی بیگم - بیٹا اب آنکھوں نے جواب دیا - رات کو گلابی درانی کیا سوچے راوی - یہ سچ مگر جو کاٹھی آپ نے پائی ہو یہ دونوں میں ایک کی تو نہیں بڑی بیگم - بیٹا کوئی اور بھاری جوڑا نکالو -
یہ شب بزم جاتان میں تھی لگی صورت جو دیکھا مرقع حینون کا صفدر	حسن آرا - (بھوے پن کے ساتھ) امان جان ہمیں تو یہی پسند ہو - بڑی بیگم - (کان میں جھک کر) سنو شہزادیوں ہزار دیوں کے پیر میں نہ پڑنا (پیشانی پر بوسہ دیکر) ابھی نا کردہ کار ہو -
نظر آگئی اُسکی محفل کی صورت منتظر تھیں کہ عاشق النساء بیگم آئیں قدم بجز فرمائیں -	راوی - واہ ری بڑی بیگم - زمانہ دیکھا ہو کہ باتیں کی محنت سے کان میں جھک کر فرماتی ہیں کہ شہزادیوں ہزار دیوں کے پیر میں نہ پڑنا - ہاری بدگانی ابھی نا کردہ کار ہیں گھر ایسے نہیں - انشا اللہ بختہ کار ہو جائیگی -
کیا پیام لاتی ہیں - کیا سنا تھی ہیں - سپہر آرا - اللہ کرے اُنکو پتنگ و تنگ کا حال نہ معلوم ہو - حسن آرا - واہ (الف کو خوب بڑھا کر) واہ -	خدا ترابت نالوں میں نرسن تو کرے ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے
سپہر آرا - یہ واہ کا ہے کی - کیا کچھ فرض ہو کہ بہنوں سے بھی عشق کا حال کہ دیوے اُنکے آگے بھی عشق کا دکھڑا رو دے -	حسن آرا - ہم امان جان کو سمجھا آئے کتنی تھیں کہ دیکھاری جوڑا سپہر سپہر آرا - تو برا نہیں مانا -
حسن آرا - خدا خدا کرو - وہ ٹوہ لینے آتی ہیں - عاشق النساء بیگم نام تو خوب ہو کیا کوئی عورت مرغوب ہو - عاشق النساء -	حسن آرا - نہیں (مسکرا کر) کہنے لگیں - دیکھو شہزادیوں ہزار دیوں کے پیر میں نہ پڑنا -
سپہر آرا - امان جان کو تو اطلاع کر دیجیے ایسا نہ جو ریت پتی ہوئی آئین اور اُنکے سامنے صلو اتین سنائیں تو کر کری ہو -	سپہر آرا - (تمتہ لگا کر) ہاں! -
حسن آرا - اچھا میں جاتی ہوں تم معیومین ابھی آتی ہوں - بڑی بیگم کے پاس جا کر) امان جان بی ہمسائی تاج آئینا ہی ہیں - کوئی شہزادی ہیں دو گھڑی دل بیلے گا -	اتنے میں عاشق النساء بیگم کی نفس یوان سپہر تو امان کے پھاٹک میں داخل ہوئی نفس رنگار چھٹکا بیش بہا پر ہمار سولہ کار و دیان
بڑی بیگم - آئین آئین قرینے سے بٹھانا تیز سے باتیں کرنا - باورچیوں کو بلواؤ اور خود حکم دواؤ رکھانا پلوؤ - کوئی بھاری سا جوڑا دونوں بہنیں پہن لو - سمجھیں -	مچھلیاں لٹکائے جنگی دھن بونتا بائیں ٹھوکر پچا کتے ہو آئے - سبتیلا جو جوڑا روشن - اور وہی بائیں مہری نفس کو نادباٹے تیز تہی تو کرے مروک ہم
حسن آرا - امان جان کپڑے تو بدل لیے ہیں - بڑی بیگم - (عینک کو کپڑے سے صاف کر کے) دیکھو کیا سفید و پٹا ہے	ساتھ ساتھ چلتی ہیں - دربان نے آواز دے - جاگے جاتے تھے تو گیدی نے الا اللہ کہہ کر نفس رکھی - ماما جی - چنی چلتے چلتے تباہی دی لب اوندر

<p>عاشق النسا بیگم - سپہ آرا سے جی نہیں بھی تو شاہی دلی نہیں ہوئی مگر آجکی عنایت درکار ہے۔</p>	<p>عاشق النسا بیگم - (اندر جا کر) آداب بجالاتی ہوں۔</p>
<p>سپہ آرا نے توجہ کر رہا تھا۔ مگر حسن آرا نے ایک بانگ دے کر کہ ہم لڑکیاں یہ باتیں کیا جانیں۔ بڑی دیر تک محبت اور الفت کی باتیں رہیں یہاں تک کہ حسن آرا نے گھوڑی بنا کر دی اور عاشق النسا بیگم نے</p>	<p>حسن آرا بیگم - تسلیم آئیے۔ عاشق النسا بیگم - آؤ بہن گلے تو ملیں۔ حسن آرا بیگم اور سپہ آرا بیگم بے جھجکا عاشق النسا بیگم سے گلے ملیں</p>
<p>آنکھیں کچھ تھکے سے کھائی۔ کتھا کیوڑے میں بسا ہوا۔ چاندی سونے کا ورق لگا ہوا۔ چکنی ڈلی اور الائچی۔ غرض کہ بڑی تکلف کی گھوڑیاں تھیں۔ گھوڑی دیر کے بعد اندر لطیف و لذیذ دسترخوان پر چینی گئیں اور تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر عاشق النسا بیگم نے فرط محبت و عنایت بے تکلفی سے حسن آرا کے زانو پر سر رکھ دیا اور لیٹ رہیں سپہ آرا نے آنکھ کر شیر کا ایک بیش بہا و شالہ اڑھا دیا اور اُنکے قریب جا بیٹھیں۔ عاشق النسا بیگم - بہن امد جاں تاہم دونوں بہنیں چندے آفتاب و چندے مہتاب ہو۔ حسن آرا - اور آپ۔</p>	<p>سپہ آرا سے آمد ہمارے گھر میں کسی مہر لقا کی ہو یہ شان کردگار یہ قدرت خدا کی ہو حسن آرا - عاشق النسا بیگم کے جوڑے میں گلاب کا پھول کھیکر رہے یہ کون آیا ہو رکھ کر پھول جد غریب نشان میں صبا اترائی پھرتی ہو جوان روز دن گلستان میں راوی سے آئی دے اثر ایسا میری تباہی دل میں چلے آئیں گلچہ بھام کردہ میری محفل میں عاشق النسا بیگم - صفدر زبان سے راز محبت عیان نہو دل آشنائے دروہوب پر نقان نہو</p>
<p>سپہ آرا - اور تماشاے توفانادہ کلاہ اس سرچرخ خبر از خویش نداری چہ قدر رعنائی</p>	<p>سپہ آرا - آپ نے آج غریبوں پر کرم کیا ہے نصیب۔ عاشق النسا بیگم - بہن ہماری تو کئی دن سے خواہش تھی کہ آپ سے ملیں مگر پھر ہم سوچے کہ شاید آپ کو ناگوار ہو۔ ہم تو غریب ہیں۔ امیروں سے ملتے ہوئے ذرا وہ معلوم ہوتا ہو۔</p>
<p>شہزادہ بہادر کو آپکے تشریف لانے کا یہاں حال معلوم ہو یا نہیں حسن آرا - شہزادہ بہادر کی مرضی سے تو یہ آئی ہی ہیں۔ عاشق النسا بیگم - ہایوں فریون نہیں کہتی ہو جو شہزادہ بہادر کہتی ہو</p>	<p>حسن آرا - بچا ہو۔ آپ خدا کے فضل سے شہزادی بہن بہتور عایا ہیں آپکی عاشق النسا بیگم - آپ دونوں ہمیں ایک دن کو ٹھہر پڑیں بچا ہیں تو ہایوں فرنے جھکو بلایا کہ بہن ذرا یہاں تک آؤ جب گئی تو جھکو اشارے جلوہ</p>
<p>راوی سے ثواب بہادر وہ ہمیں کہتے ہیں صفدر یور انہیں لیتے ہیں کبھی نام ہمارا</p>	<p>حسن آرا اور سپہ آرا بیگم - آپ دونوں ہمیں ایک دن کو ٹھہر پڑیں بچا ہیں تو ہایوں فرنے جھکو بلایا کہ بہن ذرا یہاں تک آؤ جب گئی تو جھکو اشارے جلوہ</p>
<p>عاشق النسا بیگم - (چین چین سینے میں دلو کو کسی پہلو وزیرہ نگہ لگی آرام ہمارا</p>	<p>حسن آرا اور سپہ آرا بیگم - آپ دونوں ہمیں ایک دن کو ٹھہر پڑیں بچا ہیں تو ہایوں فرنے جھکو بلایا کہ بہن ذرا یہاں تک آؤ جب گئی تو جھکو اشارے جلوہ</p>
<p>یہ کہ عاشق النسا بیگم اٹھ بیٹھیں اور فرمایا کہ بہن ہم رخت ہونگے زندگی ہو تو پھر بیٹھو۔</p>	<p>حسن آرا اور سپہ آرا بیگم - آپ دونوں ہمیں ایک دن کو ٹھہر پڑیں بچا ہیں تو ہایوں فرنے جھکو بلایا کہ بہن ذرا یہاں تک آؤ جب گئی تو جھکو اشارے جلوہ</p>

الکشم

<p>سپر آرا۔ سچین کر رہا ہے کیا کیا دل و جگر کو ہر دم کسی کا کہنا جاتے ہیں تم تو گھر کو</p>	<p>مین ہی لکھا۔ ۵ دہ یوں مجھے دیکھ کر گیا ہے اکھال اُسکی جو کھینچے سزا ہے</p>
<p>الغرض کالمہ محبت انگیز اشارات الفت نیز کے بعد عاشق النسایم تشریف لیگئیں۔ اور جاتے وقت باصر کہ گئیں کہ یکدن آپکو ہمارے ہاں آنا پڑیگا۔ خدا حافظ اور فی امان اللہ مکر ہمان میزبان اور میزبان ہمان سے رخصت ہوئے۔ ففس پر سوار ہو کر عاشق النسایم نے ماما اور مغلانیوں اور اصیلوں اور دربانوں کو دوواشرنیاں انعام کی ہیں اور چپکے سے ماما کو ایک تصویر دیکر کہا کہ یہ دیدینا۔ کہا روئے پھر سچا لکھ کر ففس اٹھائی مشعلیوں نے دستی آگے بڑھائی اور ففس تزک احتشام سے چلی ماما نے اندر جا کر تصویر دی۔ حسن آرا نے دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔ حسن آرا۔ بہن غضب ہو گیا۔ اُت۔ ہی ہی ستم ہو گیا۔ سپر آرا۔ ہی ہی کیا ہوا۔ کیا۔ بولو تو۔ حسن آرا۔ تصویر دے کر ڈپ ٹپ آنسو بہانے لگی۔ سپر آرا نے تصویر لی تو دانتوں کے تلے انگلی دبائی۔ سپر آرا۔ ارے غضب ہو گیا۔ جل دی۔ اُت۔ اس تصویر پر یہ لکھا تھا تصویر خاکسار عاشق ترا میزبان یوں فرما</p>	<p>امد کرے یہ اخبار دے نہ سن پائیں کہ پھر وہ خاک کا اڑا مین راوی۔ حضور میان پہلے ہی خبر ہو چکی گئی۔ ہم نے ماما کو دیکھا ہے سب کو گناٹھ لیا ہے کہ روز روز کا کچا چٹھا کہ سنائیں۔ سپر آرا۔ واہ کسی کی مجال پڑی ہے یہی کوئی کوئی لگا کر کچا چٹھا ہے راوی۔ کیا مجال ایک نگاہ تو دکانی ہے۔ سپر آرا نے فرط بقراری مین فال دیکھی تو یہ غزل نکلی۔ ۵ سحر بیل حکایت با صبا کرد غلام ہمت آن تازہ میسنم من از بیگانگان ہرگز نسالم کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد سپر آرا۔ فال تو اچھی ہے۔ خصوصاً یہ شعر قابل تعریف ہے۔ ۵ من از بیگانگان ہرگز نسالم میان آزاد کا جہاز پر سوار ہونا اور حسن آرا کا محبت نامہ پڑھ کر رونا</p>
<p>نیم موسی نقاب از چہرہ بردار پیارے مین عاشق النسایم نہیں ہوں میں شہزادہ ہا یوں فرمیں اب اگر تم نے سر دھری کی تو خدا گواہ ہے کہ زہر کھانوں لگا جان دونگا۔ حسن آرا۔ دھیرے کی کیل ناک سے نکال کر بہن مین تو کچھ کھڑکی ہو سپر آرا۔ (کیل چھین کر) اُت۔ (رو رو کر) دل کو ذرا سنبھالو حسن آرا۔ سنبھالو کیا خاک۔ ہا گھٹل چکی درانت کے تلے انگلی باکر قیامت کا سامنا ہو۔ زانو پر سر رکھ کر سویا۔ اُت۔ اُت۔ اُت۔ سپر آرا۔ مگر باجی اتنا تو سوچو کہ بہن کہہ کر بات کرتے تھے۔ بہن نہ لگائیں حسن آرا۔ یہ سب باتیں ہیں کسکی بہن اور کیسا بھائی ہمارے مقدر</p>	<p>میان آزاد جو قوت ساحل بحر کے قریب گئے تو فوجی سے کہا کہ کیسے حضرت آپ تو کچھ عجیب دماغ سے معلوم ہوتے ہیں۔ ہوت خوجی نے جو غور سے پانی کی صورت دیکھی اور گول گول دیکھ پھاڑ کر لہر اور اُنکے پھیڑوں پر نظر ڈالی تو کفن پھاڑ کر چیخ اٹھے اور کوئی بچاں قدم اٹھے پاؤں بھاگے وہاں پڑا جانے کس صلت سے کس کی ایک منج گاڑی تھی۔ ٹھوکر جو کھائی تو ارادہ ہون۔ لڑھکتے ہی حضرت نفل چلایا کہ بھلا بے گیدی۔ یہاں بھی ہماری جان کا گاہک آن ہی موجود ہے اچھا بچہ۔ ٹھہر تو جاؤ۔ اتنا چٹایا ہو کہ بھر باد ہی تو کرے مرد کم چم پیٹھ کی طرف منہ اور منہ کے رخ دم کیے بھاگے جاتے تھے تو گیدی نے اچھی گھات پائی۔ ایک ٹپخی چلتے چلتے تباہی دی لب اوں رہے</p>

خدا متگا رہے۔ پھر۔ ایک آدمی نے وہاں پر دو گدے لگائے۔
آزاد۔ دُت نامعلوم۔

میرزا۔ چل دو رہو باجی گدے نالائق۔

آزاد نے خط لیا اور جہاز پر سوار ہوئے۔ میرزا صاحب سے کہا
رخصت ہماری طرف سے یکم صاحب کو تسلی دیجیے گا اور انکی تشفی
کیجیے گا۔ میرزا نے کہا بہت خوب۔ آپ مطمئن رہیں فی امان اللہ۔
جہاز چلا اور جیتنگ نظر آیا میرزا اسدیگ صاحب فرط محبت
سے آزاد کھڑے دیکھا کیے۔ آزاد نے حسن آرا کا خط کھولا اور پڑھا
اور پڑھ کر بہت روئے۔

حسن آرا کا بیچ و غم اور سپہ آرا کو نامحرم سے گلے ملنے کا الم
سپہ آرا۔ میرزا ہمایون فرہین جل دے گئے۔

حسن آرا۔ کیا کچھ۔

سپہ آرا۔ اُف اللہ جانتا ہے جب وہ باتیں یاد آتی ہیں تو کانپ جاتی ہوں
حسن آرا۔ ہو جی گئے۔

سپہ آرا۔ (ہن کے منہ پر ہاتھ رکھ کر) باجی خدا را اب اسکا نام نہ تو
حسن آرا۔ آتے ہی کہا کہ آؤ میں گئے تو لین۔ (باہم عاشق النساءیکم
کے دھوکے میں رہے وہ میرزا ہمایون فرنگی۔

سپہ آرا۔ اب خاموش ہی رہے کیجیے پاش پاش ہو گیا ہو۔

حسن آرا۔ خیر دارا ب نامہ دیپنام سے واسطہ نہ رکھنا جہاں لفظ ہو
تلم کی دوستداری نہ آدمیوں کو تاکید کر دو کہ کسی کا خط بے سمجھے ہو جھے
لیں ہی نہیں ورنہ موقوف کر دیے جائی گئے۔

سپہ آرا۔ ذری سچ لو۔ آدمی اپنے دل میں کیا سمجھیں گے کہ ابھی تو
اس کی جاگری سے ملین اور ابھی یہ نادری حکم۔

حسن آرا۔ ان سچ تو ہی ابھی تک تو ہم ہی تم جانتے ہیں۔

سپہ آرا۔ اور خدا نہ کرے کہ وہ کسی سے ذکر کریں۔

حسن آرا۔ اس اطمینان رکھو۔ یہ ممکن ہی نہیں۔ وہ نئے تو ہیں نہیں کہ
سپہ آرا۔ واہ لے نہیں تو اور ہیں کون۔ (تو کچھ سر پر کپڑا دیکھا کہ وہ ہیں
حسن آرا۔ اب آج سے مہتابی پر نہ چڑھنا۔

سپہ آرا۔ واہ بہن بچ کھیت چڑھیں دن دھاڑ چھین اتنا تو سمجھو کہ
یہاں کا آدمی میرزا ہمایون فرنگی مکان میں سے کیونکر آئیگا بھلا۔ یہ سب
بتے بتاتے تھے وہ اور پھر نظر آئے بھی تو پھر اذہا ہی جانتا ہو کہ ہم کو
کسی شریک گھورنے سے زار و کار نہیں۔ اپنا دل صاف بنا چاہیے کہ نہیں۔
حسن آرا۔ جو تو یوں ہی مگر بہن عاشق النساءیکم سے گلے مل چکی ہو۔
ہاے غضب تو یہی۔ اب چار آنکھیں اُن سے کیونکر ہو سکیں گی۔

سپہ آرا۔ اے خزانہ کرے کہ ایسوں سے چار آنکھیں ہوں۔

حسن آرا۔ دل اُسوقت سے قابو میں نہیں رہا۔

سپہ آرا۔ آؤ فال دیکھیں۔

حسن آرا۔ دیکھو دو گھڑی غم ہی غلط ہوگا۔

سپہ آرا نے دیوان حافظ متگا یا اور صدق دل سے قال دیکھی
تو یہ غزل نکلی۔

صبا برفتت پیر فروروش آمد	کہ موسم طرب عیش نامہ و فرشت آمد
ہوا مسج نفس گشت و باد ناف کشا	درخت سبز خند و مرغ درخشا آمد
تنور لالہ رخیاں بر فروخت باد بہار	کہ خیر غرق عرق گشت و گل بوش آمد
بگوش ہوش زمیں بشت و بشت کوش	کہ این سخن سحر از باقلم بگوش آمد
ز فکر تفرہ باز اسے تاشوی مجموع	بجلم آنکہ چو شدا ہر من سروش آمد
چہ جا صحبت نامحرمت مجلس انس	سر بیالہ بوشان کہ خرقہ پوش آمد
بگویت سخن خوش بیاد و ہوش	کہ ز اہدائے برافق و بادہ نوش آمد
ز خانقاہ بہ میخانہ میر و حلقہ	لگڑ مستی زہر و یا ہوش آمد

سپہ آرا جھوم جھوم کر اشعار پڑھتی جاتی تھی اور روح و جین آتی تھی
اتنے میں حسن آرا نے کہا کہ اس شعر کو پھر تو پڑھنا کچھ مطلب بھی

غور کرتی ہو یا پڑھتی ہی چلی جاتی ہو۔

سپر آرا نے شعر پڑھا۔

ننگ تر تفرقہ باز آئے تاشوی مجموع

حسن آرا۔ (مسکرا کر) تاشوی مجموع سمجھیں۔ اس تو صاف صاف

مطلب یہی ہے کہ تمہارا نکل ساتھ نکاح ہو جائے گا۔

سپر آرا۔ (تنگ کر) چلے بس اب چھپر خانی پہنے دیجیے۔

حسن آرا۔ ادا واہ دلیں تو خوش ہوئی ہوگی چاہے زبان سے نہ کہو

سپر آرا۔ اسکے کہنے میں کونسی بُرائی تھی بھلا۔

حسن آرا۔ آخر یہ کیا ہے شہزادے ہیں کہ نہیں ہیں اور صورت تو تم

دیکھ ہی چکی ہو چاند کا ٹکڑا ہو۔

سپر آرا۔ (ہنس کر) خواہی نخواہی چھپر تھی جاتی ہو۔

سپر آرا نے غزل پڑھنی شروع کی تو ایک مصرع کو چبا گئی

حسن آرا۔ کیا کیا کیا۔ یہ چبا چبا کے پڑھنا کیا معنی مصرع پھر تو فرما

سپر آرا۔ چہ جائے صحبت نا محرم ست محبت لیس۔

حسن آرا۔ لو اب آج کے دو سکوی میں شہنائی نہ دواز پر بجاتی ہوگی

سپر آرا۔ ہم اٹھ کے چلے جائینگے ہاں۔ یہ ہنسی ہلکو گوارا نہیں۔

حسن آرا۔ اچھا اس فال سے تم نے کیا مطلب نکالا اگر اسکے خلاف

کوئی اور معنی پیدا کرو تو دوسرے مٹھائی ہار تے ہیں۔ بتائیے۔

سپر آرا۔ خدا کے لیے مٹھائی دھوائی کا نام تو نہ لیجے گا ذری مبین

اکلی بھی بکلی ماما مان جان کو۔ و خیریت بتانے کے لیے جا کے دے آئے

تو یہ راز بھی کھل جائے۔ یہ غضب ہو وہ تو بڑی خفا ہو جائیں گے کہ ہاں

حسن آرا۔ امد نہ کرے۔ واہ کیسی باتیں کرتی ہو۔ ہمیں ہمارا کیا کام

عاشق النساء بیگم کے دھوکے میں کوئی جل دیا ہے تو ہمارا کیا قصور

میں کتنی ہوں اسکا کلیجہ بھی نہ لرزے کہ دو کنواری شریف زاد یوں

میں عاشق النساء بیگم بن کر آیا اور۔

سپر آرا۔ بس بس سح۔ دیوار گوش دار و قصیدہ لب بختیان :

یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ سوچیے تو ذری۔ اُٹ کیسا غضب ہو گیا۔

حسن آرا۔ اب میں خدا کی قسم دل لگی سے نہیں کہتی کہ آخر اس

بیچارے میں کیا بُرائی ہے۔

سپر آرا۔ اچھا خدا کرو۔

حسن آرا۔ حسین شہزادہ مالدار۔ وضعدار۔ خوش تقریر۔

خوش پوش۔ خوب رو۔ غمخوار۔ کم سن طنز۔

سپر آرا۔ بس! اور دس پانچ باتیں کہیے نہ۔

سپر آرا کے دل پر ان باتوں کا بہت بڑا اثر ہوا۔ انسان کی

طبیعت بھی کیا جلد پٹا کھاتی ہے۔ اور کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ ابھی تو

میرزا ہاؤن فرکو بڑا بھلا کہہ رہی تھیں اب بڑی بہن سمجھاتی ہیں کہ

آخر اگر نکاح ہو تو قباحت ہی کیا ہے۔ حسین ہے۔ وضعدار ہے۔ خوش تقریر

ترتیب یافتہ۔ شہزادہ مالدار ہے۔ اور سپر آرا بیگم دل ہی لیکن جاتی ہیں

کہ ہاں ہے تو چ۔ اسکے حسن میں تو شک ہو ہی نہیں سکتا کسی طرح کا۔

معقول۔ اب بی سپر آرا کو شوق چرایا کہ نکاح ہو لیکن ابھی حسن آرا

تک سے چھپاتی ہیں۔ زبان پر حیرت عشق نہیں لائیں مگول میں چھپی

جاتی ہیں کہ ہر خوب بات۔ ہم بھی رئیس دیاں ہیں۔ آخر ایسی بیسی تو

ہیں نہیں کچھ اور انکے شہزادے ہونے میں تو شک ہی نہیں۔

مہری کا پیغام

آج نا طورہ ملائک نظر فریب حسن آرا بیگم اپنی ہمیشہ سیزدہ سال آفت کا

پر کالہ پیاری سپر آرا کو بڑے بڑے بھتیجین کو ہر ہی ہین در وہ بی بی فی جوت

وزی لیاقت بہن کے تقدس کا دم بھر رہی ہیں۔ یہ باتیں اس لائق ہیں

کہ انکو حرج جان کرے اور انکے فقرے فقرے کو دستور اہل سمجھے۔ انہی

شرافت و نجابت پاکرامنی اور حیا پروری کا سبق سکھیے۔

خوشتر آن باشد کہ تیر و لبران

اب مکالمہ مغلط انگیز نصیحت آمیز سینے۔

حسن آرا۔ سپہر آراہا۔ ہی پاکرامنی ہم ہی خوب جانتے ہیں ہمارا خدا
سپہر آرا۔ اور یا پیارے آزاد۔

راوی۔ اور یا ہم جو روز روز کا کچا چٹھا پاتے ہیں۔ اور اس فضا
میں طرزنوی سے دج کرتے ہیں۔

ناظرین۔ اور یا ہم لوگ جو حسن آرا کے دل کی بات تک جانتے ہیں
اور سپہر آرا کے تقدس کو دل سے مانتے ہیں۔

حسن آرا۔ دنیا میں رہنا سنا کچھ ہنسی ٹھٹھا تو ہی نہیں مگر ہار ہی
دل خوب جانتا ہے کہ ہمارا دامن لوث بدی سے کس بج پاک ہو چاہے
سارا زمانہ ہی کیوں نہ سمجھے کہ ایک بہن شوخ دوسری بیباک ہر نیت
فراڈ انوائٹ دل ہو کیا مجال۔ ارادہ فسخ ہو جائے یہ ممکن نہیں۔ اللہ
کی بندہ نوازی کے قربان جاؤں۔ نور کے عوض نور حیا آنکھوں میں
کوٹ کوٹ کر بھرا ہو نظر بھی پڑتی ہو تو صدق و صفا کے ساتھ بیان بھی
پڑتا ہو تو ادب و حیا کے ساتھ بہن اسد گواہ ہو کہ اس ملک کی شریف لادلوں
میں بسن ہی عیب ہو کہ بخر کھانے پینے بھر کے کھلانے اور سینے کے

کچھ جانتی ہی نہیں حرف تک۔ تو بچاتی نہیں۔ مرد تو بڑے لکھے بھی
ہوتے ہیں۔ لیکن عورتیں تو بس گورے۔ چہرے اور زرق برق
اباس ہی کو طبری شرافت سمجھتی ہیں۔ سو بہن اگر گورے چہرے ہی
پر شرافت ہو تو یہ گھوسن جو روز و رات دھو دھاتی ہو اسے زیادہ شریفانہ
میں تو شاید ہی کوئی اور ہو باقی رہی پوشاک۔ بھلا کہیں کجواب بننا
اور بیش بہا موباف سے بھل مٹی آیا کی ہو۔ بعض عورتیں دن بھر بیٹھی رہتی
ہیں جب کہیں حسن ان سامنے بیٹھی نکھر رہی ہیں۔ مشاطہ سے خراشیں رہی
ہیں کہ عطر سے بسا جو سطر فے نفس نکل جائے لوگوں کا دماغ طلبہ عطار کو
شرمائے سمجھیں کہ جو چور اور فوج سے گلاب اور کیوڑے کے دریا باہر
آئے نفس کو دور سے دیکھتے ہی لوگوں کی انگلیاں اٹھیں کہ وہ آئی وہ

اسی شہر میں مشہور ہو کہ فلان بیگم نام خدا بڑی شوقین عین غصب کی
مہجین ہیں نفیس کا چٹکا بھی مہک رہا ہو۔ تو حسن جھلک رہا ہو۔
مہری کو حکم ہو کہے تو بھی عطر ملے۔ وہ دین قربان کہ کرادھی شیشی
ہاتھ پر لڑھکائے اور گیسکو عوض چہرے پر لگائے تاکہ شعاع آفتاب رخ پر
پڑے تو چہرہ چمک جائے اور عطر ترخ ترخ نور برائے (ماشا اللہ) دوپٹا
ایسا باریک ہو کہ کوئی زیور چھپا نہ رہے۔ دوپٹے میں جو بن چھپ چکر
لکھتے ہیں اگر ذرا غور کرو تو معلوم ہو جائے کہ جو بنے ٹھٹھے ہی میں شرافت ہی
تو مٹی میسواؤں بہت آہستہ سے بڑھ کر کوئی شریف زادہ نہیں۔ بناؤ
چناؤ سب کچھ کر دگر قرینے کے ساتھ کچھ تو بوسہ شایستگی آئے۔ اور ٹھٹھے
ہندوستان تو بہن انہی بھی لگی گذری ہیں۔ ہاں نیک اندر بہرہ بردار نہ ہو
کیا سب کی سب شہر شور مچا رہی ہیں۔ مگر تربیت یافتہ وہ۔ تو غیر تربیت
چار سو۔ ہم بے ہندوستان بھر سے انوکھی وضع رکھی۔ اور اب تک تو خدا
کے فضل سے غمگینی چلی آتی ہو۔ آئندہ کا حال کون جانے۔
سپہر آرا۔ اللہ چاہے تو عمر بھر اسی وضع کے ساتھ بسر ہو۔
حسن آرا۔ انشاء اللہ۔

سپہر آرا۔ سنو باجی۔ اگر یہ باتیں مشہور ہوئیں تو لوگ ہلکے کیا جانے
کیا سمجھیں لیکن سمجھا کریں ہم اپنے صدق و صفا کو نہ چھوڑنے کے رشتہ فتر
خود ہی کھل جائیگا کہ وہ فتنہ کیسی پاکیزہ ہیں۔ ہندوستان کی عورتیں
سین تو دانتوں کے تلے انگلیاں رکھیں لیکن تھیں تباؤ کہ ہم نے آج تک کیا کیا
ہندو کے ہاں مشہور ہے کہ سیتا جی راجندر جی ڈری بگیاں ہو گئے کوئی ٹکڑا
دھوبی اپنی بیوہ جو رو سے کہ رہا تھا کہ بھکھو بھی کیا راجندر سمجھی ہو۔
بس بھونک انگر گھڑیں کوئی ایسی بات کہی کہ سیتا جی نے جوا کیا باز
تھیں دعا مانگی کہ زمین شقی ہو جائے اور اگر عین صمت آج ہوں تو زمین
اندر دھنسن جاؤں۔ انکی باکی اور تقدس میں کوئی شک تو تھا ہی نہیں
دعا مانگتے ہی شقی ہو گئی اور وہ دھنسن گئیں بس پھر تو سارا زمانہ کہنے لگا کہ

بڑی حیا پر وراور پاک نظر تھیں۔ اپنے ہی ہاں نہ دیکھو کہ حضرت مریم
 کے والدین نے بدگاہ حق جل جلالہ کے علاوہ مانی تھی کہ اگر بکھڑکا یا لڑکی عطا فرما
 تو ہم اسکو بیت المقدس کی جاوے کشتی کے لیے مامور کر دینگے۔ چنانچہ
 بفضل ایزدی حضرت مریم اُنکے بیان پیدا ہوئیں۔ اُنکے والدین نے حسبِ عدہ
 اُنکو ایک گوشہ بیت المقدس میں بٹھا دیا۔ اور کبھی کبھی اُنکے دیکھنے کو آیا کرتے
 تھے خدا کی شان کہ حضرت مریم حاملہ ہوئیں اور وضع حمل بلکہ قضا مت فرمایا اُن
 اور والدین جو دیکھنے کو آئے تو یہ قدرت خدا دیکھی متحیر ہوا اور حضرت مریم
 کی طرف سے بیکان ہو کر پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا خاندان کا نام ڈوبا یا اُنکو
 سو خلق کیا تب حضرت مریم نے فرمایا کہ اسی لڑکے سے پوچھو۔ لوگ حیرت زدہ
 اُس لڑکے کی طرف مخاطب ہوئے۔ حضرت عیسیٰ گویا ہوا اور اپنی عیضہ و مقدس
 کی عفت کی سند اپنی گویائی سے پیش کی حکم خدا سے گویا ہوئے تھے کہ آئیں
 کہیں عیسیٰ روح امداد کا لقب ہو جب ذرا سے لڑکے اور فرزند نور ایدہ
 کو لوگوں کو پایا یا تو شک دور اور اسام بجا کا فور ہوا اور حضرت مریم کی
 عصمت و عفت اور اُنکے تقدس کی نقش کے اوصاف پر نقوش ہو گیا۔ باجی
 امداد جانتا ہو جو بکھڑکا اور خلیا ہو ہیں کوئی لاکھ بڑا کہ تو کیا انجاد صاحب ہونا چاہیے
 اتفاقاً مہری کھڑی پردے کے پاس سن رہی تھی کون مہری دی ہو مصدق
 عاشق النسا بیگم کے ساتھ آئی تھی۔ وہی جو زبانی پیغام لائی تھی وہی
 جو میرزا ہمایون فرکی ہدم و ہمساز تھی۔ وہی جو محرم راز تھی پردے کے
 پاس ساری رام کمانی سنکر جھکتی ہوئی اندر گئی۔ اُف ستم ہو گیا۔
 غضب بپا ہوا حسن آرانے جو اُس پر نظر ڈالی تو وہ جھک کر تسلیم بجالائی
 (تسلیم) کا لفظ سنتے ہی سپہ آرانے گردن پھر کر دیکھا تو دنگ ہو گئی
 رنگ فوق آنکھوں غیظ و غضب ٹپکتا تھا۔
 حسن آرا۔ کون ہو۔

مہری۔ حضور میں ہوں اچھے صاحب۔

حسن آرا۔ کہاں سے آئی ہو۔

مہری۔ آپ مجھے اتنی جلد بھول گئیں۔ بیگم صاحب نے بھیجا ہے۔
 حسن آرا۔ بیگم صاحب کون۔
 مہری۔ جی عاشق النسا بیگم۔
 حسن آرا۔ کہو کیا پیغام بھیجا ہے۔
 مہری۔ (مسکراتے ہوئے) حضور کو ذرا وہاں تک تکلیف دی ہے۔
 مہری کا اسوقت مسکراتا دونوں بہنوں کو نہایت شامی سلگزا
 جیسے تیر سا چھاتی میں لگا۔ مگر چپ۔ بولیں۔ للکارین تو راز سہو
 افشا ہو جائے۔ ہاے کیا بیٹھ بوقع ہے۔ تو بہ تو بہ۔ مہری تو
 محرم راز تھی نہ کیا مزے سے مسکرائی اب اگر کوئی اور موقع ہوتا
 تو حسن آرا اُسکو سمجھاتی اور سپہ آرا بکڑ جاتی کہ خام پارہ ہمارے سر پر
 چڑھتی ہے مگر دونوں دور اندیش اور دانائیں۔ دم بخود ہوئیں۔
 مہری حضور بیگم صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر کچھ حرج نہ تو آج ہمارے ہی
 ہاں آئیے۔

سپہ آرا۔ کہ دنیا ہمیں فرصت نہیں ہے معاف کیجیے۔

مہری۔ بہت اچھا۔ مگر فرمایا ہے کہ آپ کو فرصت نہ توین خود ہی چاہی
 سپہ آرا۔ جی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ بس اب دور ہی سلام ہے
 اور اب آج سے تم نہ آنا یہاں سنا کہ نہیں۔

مہری۔ (ادب کے ساتھ) بہت اچھا لوٹتی حکم بجا لائیں مگر حضور کی
 بھیجے کہ لوٹتی کا تصور نہیں۔ بیگم صاحب کی جیسی نوکروسی حضور کی
 سپہ آرا۔ چلو بہت باتیں نہ بتاؤ۔ بیگم صاحب ہمیں دیوانہ بناتی ہیں
 ہریان چلچلاتی ہیں۔ بس کہنا خیر اسی میں ہے کہ اب نامہ پیغام نہ آئے
 شہزادے میں اس چھوڑ دیا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو خون ہو جاتا۔ اتنے بڑے
 شہزادے بادشاہ کی ولاد اور غریب کنواری شریف زاد یوں نظر ڈالتے ہیں
 بس چلے تو وہ شہزادوں کے عمر بھر یاد کریں۔ واہ اچھا جان بھلا یا ہے
 اُنکے کان بھول دینا کہ ہم کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں۔ ذرا بہت چل نہ کیجیے۔

حسن آرا۔ (ہن سے) اب خاموش بھی رہو۔ کوئی سُن لگا۔ بس اب کچھ کہو نہ سُنو۔ (مہری سے) چلو سامنے سے ہٹو۔	بے تکہ پن سے۔
مہری۔ (قد مون پر گر کر) حضور میری جان بخشی ہو تو عرض کروں۔	راوی۔ اب تو بے بوسے نہیں رہا جاتا۔ سپہ آرا ایک فرماتی ہیں کہ حیا و شرم کے ساتھ اظہار عشق ہو نا چاہیے۔ یہ سچ۔ لیکن۔ ۵
حسن آرا۔ اب تم باؤ ہم نے کئی دفعہ کہہ دیا نہیں پیچھے کھینچتا ہوگی۔	گرچہ در پردہ عاشقی ہنرت
مہری روانہ ہوئی۔ ع۔ کاٹو تو لو نہیں بدن میں بن جب احاطے کے باہر تھل گئی تب کہیں جان میں جان آئی۔ قسم کھائی کہ اب نہ جانکی	چون نسوز دہ عشق گل بلب
اور سپہ آرا کا چہرہ مارے غصے کے لال جھجھکا ہو گیا۔ پاکہ دہنی کے خیال نے مجبور کیا کہ مہری کو لٹکا رہے پہلے تو بی مہری صاحب بات بات پر مسکراتی تھیں فقرے فقرے پر کھلی جاتی تھیں۔ مگر جب سپہ آرا نے ڈانٹ بتائی تو دنگ ہو گئی سپہ آرا کے چہرے کا اسوقت غصے نے	میرزا ہمایون فر کے رو دبا عشق کی روانی و بھر خون کی مین
اور بھی جو بن دبا لٹکا رہا تھا سرخی اور سفیدی کا متغیر ہو جانا اور گورے گورے رخسار رنگین کا متمنا غضب ڈھکا تھا۔ عشقوں اور ہم بد بون کے غصے میں بھی وہ آن ہو کہ سجان اسد۔ انکھ ٹھٹھان تھرا لود تھیں۔	ادھر تو عتاب تھا۔ اب وہ شہزادہ ہمایون فر کا حال سنئے کہ مہری کو بھیجا لیب بام وقت شام ٹہلے گلے مگر سوچتے جاتے تھے کہ کہیں وہ
مگر اس قدر کے مدد تہ کہ عالم ہی اور تھا۔ چوں وہ تنکھی کہ اچھے اچھے بانگے دھکین تو آنکھیں جھمکا لیں حسن راگیم بھجاتی جاتی تھیں کہ بہن اب اور باتوں کا خیال کرو کہی بہن گئے لپٹنا۔ کہی ہاتھ میں ہاتھ دینا کہی فرط خجست سے بوسے لینا دو عشقوں کی کجائی اور اپنے اپنے طور پر دلربائی۔ ایک کابل کھانا اور جھٹلا جھٹلا کے رہا نا۔ دوسری کا سمجھا نا اور انیخ بیچ دکھانا اس عجیب کیفیت نظر آتی تھی اور شان کبریائی جلوہ دکھائی تھی۔ دیر تک دونوں سکوت میں رہیں۔ ۵	دونوں پری پیکر مینین خفا ہو گئی ہوں تو پھر ڈی بیڑ بھب شہرے بات کی بات جائے اور شاید جان کے بھی لائے پڑ جائیں۔ اور انکی فکر آلود
چشم جادو نکلت گر چہ خموش آمدہ است	آنکھیں غضب ڈھکائیں دل پچلی گرائیں دیکھتیں مہری کیا پیغام لاتی کہی خبر سناتی ہو۔ خدا کرے مہری کو ساتھ لیکر رہتا بی پر چلی آئیں اور ہکو جھمکرا دکھائیں اور ہم یہ اشعار لکھ کر تنگ ڈھائیں۔ ۵
انرا اشارات و اوانکتہ فروش آمدہ است	دیکھ جلوه نائی یان قد وقامت
سپہ آرا۔ اچھی عاشقی ہو میں معلوم ہوا کوئی بوالہوس ہو۔ ۵	نشد گئے کہ شود چشم مست تو ہشیار
نہ رسد عاشقی بہ بوالہوسان	باعتقاد دل جانم از سروش بہت
اگر عشق صادق ہو تو حیا و شرم کے ساتھ ظاہر کرنا چاہیے یا اس	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
	اگر خدا سے بتائی کہ روز و شب نگریم
	چو کہ بود ساقی داین کی کرخت و دنجاست
	بہن کسی کہ رسانہ نو پینا مست
</	

مہری - حضور کیا عرض کروں -

ہمایون فر - وہ تو ہم تمہاری چال ہی سے سمجھ گئے تھے کہ بیڑہ بھبھ ہوئی کہ چلو بس -

مہری - حضور اب نوٹری وہاں نہ جانے کی -

ہمایون فر - جانا آنا سمجھا جائے گا پہلے مطلب کی بات تو بتاؤ کہ ہوا کیا -

مہری - میں نے جا کر پردے کے پاس سنا کہ آپ ہی کی باتیں چپکے چپکے کر رہی ہیں - ایک بولین کہ اونٹنی کچھ ہو گا بھی - جُل تو دے گئے

اگر ہمارا دل تو صاف ہے - دوسری بہن بولی کہ اب خبردار خط و طہ نہ لینا

پھر کیا جانے کیا باتیں کیا کہیں - میں جو گئی تو بڑی بہن نے رکھائی کے

ساتھ باتیں کہیں - اور چھوٹی بہن تو بس برس ہی بڑیں - اُن بس تو

اسد دے اور بندہ نے میں کھڑی کانپ رہی تھی کہ کس نصیب میں

پڑی چھٹکی بہت تیز ہو کے بولیں کہ اب نہ آنا اور آؤ گی تو تم جانو گی - اور

اُن سے بھی کان کھول کے کہ دنیا کہ بہت چل نہ نکلیں - اتنے جبرے نہ لڑے

ہو کے اور شریفیوں کی بہو بیٹیوں سے یہ باتیں - ہم کوئی ایسے دیے

نہیں ہیں - شہزادے ہیں اس سے چھوڑ دیا - بہت ہی بگڑیں - حضور

میں جو رکھی طرح چپکے چپکے سنتی رہی - لیکن وہ جھلایا ہی کہیں - میں نے

قدیون پر سر رکھ دیا اور -

ہمایون فر - خوب کیا مگر تم پردے کے پاس ٹہری کیوں باتیں ناکیں -

مہری - حضور وہ موٹی ماما پولی حیران غراب سے نکل آئی اور نوٹری

نے جھپ سے پانٹوں کھجلا نا شروع کیا - پوچھا کیا ہوا - جین کما کچھ نہیں

کنکڑی پانٹوں میں چھو گئی -

راوی - سب جھوٹ -

ہمایون فر - انسوس - تو بہت ہی بگڑیں -

مہری - قربان جاؤں حضور بس کچھ عرض نہیں کر سکتی - اپنے آپ ہی

میں نہیں تھیں -

ہمایون فر - ہم نے بڑی غلطی کی - اُن دونوں شریف زلیوین کی یہ

جیا پروری بس دلمین گھپ گئی - آفرین ہم سے یہ ایک حرکت بڑی ہی

نعمتزدہ ہوئی - اول تو ہمیں جانا نہ تھا اور گئے تو پہچننا نہ تھا -

مگر ان دونوں کو بھی عصمت کا کس درجہ خیال ہے - واہ واہ - ای بچاں تیر

امداد اس قدر آزادی در مطلق انسانی سے رہیں اور با انہر عفت کو

اتنا عزیز رکھیں - آفرین آفرین - خدا ہی خوب جانتا ہے کہ ہم نے بڑی کا

کبھی خیال ہی نہیں کیا - ہاں اگر انکو منظور ہوتا تو نکاح ہو جاتا پھر

اس میں عیب کیا ہے - نکاح کچھ گناہ ہے -

مہری - حضور فری سوچیں تو - جان بخشی ہو تو عرض کروں -

ہمایون فر - بخشی - کہو -

مہری - آج تک اس طرح کسی نے بیاہ کیا ہے بھلا - اور حضور نے جا کر

یہ بن ناحق کو کہا کہ آؤ میں گلے ملیں -

ہمایون فر - ہاں کتنی تو سچ ہو - یہ بڑی غلطی ہوئی -

مہری - اب جانے دانے کا قصہ نہ کیجیے گا -

ہاں یہ وہ درد کہ جس درد کا چارہ ہی نہیں

دان لڑی آنکھ جہان اپنا گذارہ ہی نہیں

شہزادہ بلند ارادہ - افشان جبین تاجدار - گیسو عذار شہزادی

یوسف جمال رشک تفر - میز اہان فرضا عفت قدرہ کا پردہ نشین

مازنین پر دل کیا آیا کہ دنیا کے عیش عشرت لطف و مسرت سے ہاتھ اٹھایا

ترانہ عشق نوک زبان تھا - غم کدہ دل کلبہ اخزان تھا - آنکھیں

خونچکان گویا بحر قلم نے فوارہ چھوڑا - راحت منزلوں دور آرام نے منہ

موڑا - وہ پردہ نشین ناکر وہ کار - یہ بگر پر چوٹ کھائے ہوئے عاشق راہ

آنکھوں ننگ و ناموس کا خیال - انکو شادی کی دھول و شوق وصال -

آنکھ بھی ٹہری تو پردہ نشین پر - دل بھی آیا تو پاک نظر مر جبین پر

دل تو کمان وہ ہوش تہربان کمان - نادان ہر زمین کمان آسمان کمان

بت پندار کا روٹھنا۔ اچھے صاحب کو لکارنا شہزاد کو بے نقط
سنانا اور مہری کا باتین بنانا جب ان امور کا خیال آتا تھا تو شہزاد کا
رنگ فق ہوا جاتا تھا۔ ایک پری پیکر پر نیا۔ دوسری کا فرسٹ ایجاد
ایک چھیل چھیلی۔ دوسری کا منی۔ مگر واہ ری پاکبازی اللہ ری
پاکد امنی غمزہ خوابان نے ول توڑا دیوانہ پن سے ناتا جوڑا کبھی یاد
گل رخسار نے نئے نئے گل کھلائے۔ کبھی وہ خم وچم وہ ناز و انداز
یا دآئے۔ عہد جنون کی بہار بدل پہلو میں بقرار۔ ہجر کا خسار
چشم در راہ انتظار۔ مزاج نسیم نو بہار کی طرح آوارہ نظرون کے
سانے غمزہ خاطر شکن محبوب مر بارہ۔

قسمت اُلٹ گئی کول تلخ کام کو | مشتاق بوسہ لب شیرین دہن کیا
رفیق۔ کوٹھے پر آئے۔

ہمایون فر۔ اچھا۔

اتنے میں ہمایون فر عین حالت بقراری میں لب بام آئے تو
عروس مراد نے جلوہ دکھایا۔ شوہر شیون کا اثر ہوا۔ نظارہ جمال
مہر پیکر ہوا۔ ادھر مہتابی پردہ لہر طراز۔ ادھر لب بام ہمایون فر شہید
خرام ناز حسن آرا بگم ٹپے ٹھسے سے مہتابی پر چڑھی ہیں مگر ادھر
کیے اور نقاب زرین رخ انور پر ڈالے کھڑی ہیں۔

مشتاق بقرار میں دیدار کے ترے | گھونگھٹ تو اپنے کچھ نیسے ظالم ذرا لٹھا

یہ لیجی وہ سپہ آرا بھی بناؤ چناؤ کر کے مہتابی پر تشریف لائیں ورتے ہی
شہزادے سے بخبری میں آنکھیں لڑائیں۔ آنکھیں لڑتے ہی شوخی کے
ساتھ اچک کر وہ ہو رہیں۔ اور دم کے دم میں حسن آرا بھی نظرت
او جھل بھین۔ حضرت ہمایون فر محبت آئینہ اشارے کر رہے تھے
اور لب زخم جگر چکار بیان بھر رہے تھے کہ حسن آرا چک کر کوٹھے پر
اور سپہ آرا آنکھیں لیا کرتی ہوئی زینے پر۔ ارے! ہاے اہل بدلت
بت پندار نے اُس سوختہ جان کے دل پر اور بھی کالی گرائی۔ اس حیرتی

کے صدقے کہ دکھاتے ہی صورت چھپائی نظر بھر کر دیکھنے بھی نہ پایا۔
اتنی یہ سحر ہی یا جھلاد۔ جب ان تباہ شعلہ رو کو نظر سے غائب پایا تو
بدن سے چنگاریاں اڑنے لگیں در سینے میں شعلے بھڑک اٹھے۔ ہوا کی ہی
جیا بھٹ پڑی تھی تو کوٹھے پر کیون آئیں۔ اور آئیں تو ستوالی آنکھیں بیان
کیون لڑائیں۔

ہے لڑا کے آنکھ جواتے کیا نگاہ | پکار نہ آئے فرق ترے باکین میں لچ

طرہ تابدار در گیسوے عنبر بار کی باد سے چھاتی پر سانپ لہر لگے
غش پر غش آئے لگے۔

ترے فعل لب کے خیال میں غم زندگی چھٹا دل

ا تو مذاق لطف سے غش یہ ہو کہ خب جھانکے اٹھائے دل

مجھے تلخ ہستی دہر اے سہم نہایت جان پہ تو راہ

مجھے آب خضر بھی زہر ہو کہ بلاے جان ہو فتا دل

اب اوھر کا کیفیت سنیں۔ حسن آرا کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ حضرت
میرزا ہمایون فر سوقت لب بام مصروف خرام ہیں۔ اور ناٹھوٹے مہربان
کی دید سے فائر بزم ہیں۔ جب سپہ آرا مہتابی پر آئی اور شہزادے کے
بخت بیدار کی رسائی سے اُن سے بخبری میں آنکھ لڑائی تو چونکے کہ
کہ بہن ہمیں بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ وہ تاک جھانک سے باز نہیں ہیں

ابا چھے صاحب کوٹھا سا بواب دیا تو دور ہی سے کھڑے آنکھیں

لڑاتے ہیں۔ حسن آرا نے طرارہ بھر تو ترے کوٹھے پر اور سپہ آرا جو

بھرتی سے جھپٹی تو کھٹے نیچے۔ واہ رے شباب۔ واہ ری کسنی

واہ واہ رے اڑھو پن۔ وہاں دونوں بیٹوں میں باتیں ہو گئیں

حسن آرا۔ ٹپکی پڑے۔ احو واہ۔ اچھا گھر پر کھو لیا ہو۔

سپہ آرا۔ میرا بس چلے تو اسکا گھر اُڑا دوں۔

حسن آرا۔ اچھا گھر آباد کیجیے یا اُڑا دوں۔

کعبہ دل کو ڈھاتی ہو۔

سپہر آرا۔ باجی۔ اللہ خیر کرے۔ یہ تو مونچھے جھاڑ کے چھٹے پڑے ہیں
جب دیکھو کوٹھے پر کھڑا ہے۔

حسن آرا۔ اے تو تم کاہے کو اپنی زبان خراب کرتی ہو۔
سپہر آرا۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے جیسے۔

حسن آرا۔ پھر آدمی ہی تو ہیں وہ بھی۔ دل ہی تو ہے۔ آدمی کا آدمی ہی
پر دل آتا ہے۔ یا بیل بکری پر۔

سپہر آرا۔ باجی آدمی آدمی انتر۔ کوئی ہیرا کوئی کنکار کیا پانچون انگلیان
برابر ہوتی ہیں۔

حسن آرا۔ اس مہری نگوڑی کو تو دیکھو کیسی ہر زکا بگنی چڑچڑاتی
ہمارے مانا پولی حیران عقل کے چھپے دست پناہ لیے گھومتی ہے۔

سپہر آرا۔ اُف بجلی بجلی ہے۔ وہ تو سوار کو گھوڑے پر سے اتارے
ہم سے بار نہ پیرا کرنا چاہتی تھی۔ خام پارہ۔

حسن آرا۔ اب جانے وہ کیا کیا نہ کر گزریں۔ کہیں رات کو
نہ بچا نہ رہیں ہم لڑکیاں بھلا دھینگا مشتی کیا جانیں۔

سپہر آرا۔ توبہ توبہ۔ اللہ جانتا ہے جو اوھر کراخ بھلی بکرے۔
کیا شہر شملہ ہے۔ ایک بال تو موسے کی کھوپڑی پر نظر آئے نہیں۔

حسن آرا۔ تو ایسے کلمے کیوں زبان سے نکالتی ہو۔ بہن لالکے گیا
گنڈرا ہو پھر شاہزادہ ہے۔

سپہر آرا۔ کیا کروں نگوڑے دل سے کچھ بس نہیں چلتا جینے سے بیز ہو گئی
حسن آرا۔ دہن کو چھاتی سے لگا کر یہ کیوں۔ یہ کیوں۔ (بو سے)

لے کر) دل کو تسکین دو پیاری۔ ہمارے تیری برو اللہ کے ہاتھ ہے۔ دنیا
کے یہی کارخانے ہیں اپنا دل صاف ہونا چاہیے سو ہے۔

سپہر آرا۔ جون جون غور کرتی ہوں گلچے بیٹوں اچھلتا ہے۔ کیا جھپٹے
بہن بنا گیا۔ عاشق النساء بگم کے بھیس میں صورت دکھا گیا۔ باجی

تم چاہے ناو۔ یہ موہر و پیا ہے کوئی۔ کیا روپ بھرا تھا۔ ہائیں!

حسن آرا۔ اور بہن بھی نازک آدمی۔

سپہر آرا۔ اے علی کی سنوار ایسی نزاکت پر۔ بڑی چوٹی پر قرآن
کر دین تمہارا وہ مکھڑا تو بہن سچ کہتی ہوں گلاب کچھول کی رنگت

پھسکی پڑ جا۔ اے وہ کون ایسے بڑے سو گھڑ ہیں۔
اتنے میں ایک مغلائی آئی۔

مغلائی۔ لیجے بڑی بگم صاحب نے یہ مٹھائی دی ہے اور فرمایا ہے کہ
آج شب کو عید کاہ تو نہ چلیے گا۔

حسن آرا۔ (تشری لے کر) یہ مٹھائی کہاں سے آئی ہے۔
مغلائی۔ اے حضور۔ وہ جو اس دن آئی تھی تھیں (آئی نہیں تھیں)

بگم صاحب۔ اُنھوں نے بڑی بگم صاحب کے لیے دو خان بھیجے ہیں
اوزیات کے سو بڑی بگم صاحب نے یہ تشری آ پکے لیے دی ہے۔

پیاری۔ (مغلائی کی لڑکی) ذلاسی (ذرا سی) مٹھائی اس میں
بہن دیکھو۔

راوی۔ تو تھے بہن سے (ر) کی جگہ دل، بولتی ہے۔
سپہر آرا۔ اے واہ۔ پیر نہ شید گٹھون کا چھاپا۔ انکو دیکھو یہ بڑی

وہ نیک آئی ہے۔ اچھا اتنا بتا دے کہ کب بیاہ کر لگی۔
پیاری۔ پھل (پھر) مٹھائی لونگی۔

سپہر آرا۔ ہاں ہاں بتاؤ سہی۔ جان کیوں نکلی جاتی ہے۔
پیاری۔ پہلے مٹھائی دیکھو تو بتاؤں۔

سپہر آرا۔ تو مل چکی۔ گڑھیا میں مٹھ دھوا۔
پیاری۔ میں، بیوی، میں ایک (ختم) کلنگی (کر دو گئی) پہلے اور

پھل (پھر) چھوڑ کے دوسلا (دوسرا) اور پھل تیسلا (تیسرا) پھل چھوڑا
اُن سب کو لائیں بال بال (مار مار) کے نکال دو گئی۔ اب کیجیے اب دیکھو۔

سپہر آرا۔ (تشری اونچی کر کے) جاؤ اب نہ دینگے۔
پیاری۔ (مٹھ بنا کر) ادن۔ دیکھو۔ مٹھائی دیکھو۔ امان دیکھو۔

پہنچ

مغلانی - تو مجھ سے کیا کہتی ہو۔ کچھ مین نے ٹھیک لیا تھا۔ اے ہان۔
حسن آرا۔ دے دو۔ دے دو۔ رو رہی ہو۔

سپر آرا۔ اچھالے مگر پانی نہ پینے دوں گی۔

بیاری سی۔ ہان نہ پیو گی۔ لاؤ تو۔ جھکا جھکا کے ذرا (ذرا) سی ٹھکانی دی
اسپر ققمہ پڑا۔ ذرا سی لڑکی ورکیسی باتیں بناتی ہو کچھ ٹھکانا ہو جب ٹھکانی
کھا چکی تو بخورہ اٹھانے لگی کہ پانی پیے۔ سپر آرا نے روک لیا۔
سپر آرا۔ اقرار کیا تھا ہے۔

بیاری سی۔ اچھا مین اب جاتی ہوں۔

سپر آرا۔ (ہاتھ پکڑ کر) جاؤ۔ جاتی ہوں۔ ایسی بڑی جانوالی ہیں
جاؤ اب جاؤ۔ ٹھکانی کھانا کیا ہنسی ٹھٹھا ہو۔ کیا مزے سے بولیں کہ
اچھا اب مین جاتی ہوں۔ ٹھکانی کے دام دیے جاؤ پہلے۔

حسن آرا۔ پی لینے دو۔

مغلانی۔ بڑی بیگم صاحب آتی ہیں۔

حسن آرا۔ کہاں کہاں۔ اے کہاں آتی ہیں۔

مغلانی۔ وہ کیا آئیں۔

سپر آرا۔ دیکھو۔

بڑی بیگم۔ (زینے کے پاس) بیٹا ذری او صر جھانکنا۔

سپر آرا۔ (ڈک وٹا سمجھا کر) حاضر ہوئی ارشاد۔

حسن آرا۔ کیسے امان جان۔ حاضر ہیں۔ اس وقت ہوا مین آپ کی نکلین

بڑی بیگم۔ مین اوپر ہی آتی ہوں۔

حسن آرا اور سپر آرا تیزی کے ساتھ نیچے ہی دوڑ گئیں۔

حسن آرا۔ امان جان اوپر جا کے کیا کیجیے گا۔

سپر آرا۔ چڑھنے اترنے مین اور تکلیف ہی ہوگی۔ ہم تو آپ جان بولنا

بڑی بیگم۔ آج بڑے دو خان آئے ہیں ٹھکانی کے دی تمھاری کوئین

(ہنسکر) جو اس دن آئی تھیں۔ انھیں کہاں ہم نے دور و پیر

دلوادیے وہ جو عورت ساتھ تھی اُسے کہا کہ بیگم صاحب نے حسن آرا بیگم
اور سپر آرا بیگم کو کل بلوایا ہے۔ سو کل کسی وقت سواری پر چلی جانا اور
حسینی خانم اور نصیبین اور فرخندہ کو ساتھ لیتی جانا۔ دو چار
گھڑی دل بہلانا۔ پھر چلی آنا۔

راوی۔ ارے غضب اب بڑی ہوئی۔ بڑی بیگم کو کچھ معلوم تو تھا ہی
نہیں اب اسے کہے کون بھلا۔ جریب ہاتھ مین ہی۔ چھو تھے ہی جائیں
سپر آرا اور حسن آرا اب ہان کین تو کیونکر اور مین کین تو بڑی بیگم دھ
پوچھیں۔ ہندی کی چندی نکالیں۔ اُن ستم ستم۔

حسن آرا۔ کل کی کل کے ہاتھ ہو امان جان۔

سپر آرا۔ سمجھا جائے گا۔ نیت شب حرام۔

راوی۔ یہ رکھائی۔

حسن آرا۔ (سپر آرا کے کان مین) ہر جو اللہ بجائے ہم دونوں کی پرو

سپر آرا۔ ذری میرے قلب پر ہاتھ رکھنا۔

حسن آرا۔ (ہاتھ رکھ کر) اُن۔ ذری میرے دل پر ہاتھ رکھنا

سپر آرا۔ ارے۔

بڑی بیگم۔ کیا چوری چھپے باتیں کر رہی ہو۔ مین تو اسی مارے

تمھارے اوپر آتی نہیں کہ اپنے لڑکیاں لڑکیاں کیا جانیں کیا باتیں

کرتی ہیں مین بوڑھی اُنیں کیا بیٹھوں تمھارا جی چاہے تو روح افزا

کو بھی بلو لو اُسکو بھی کل ساتھ لیتی جانا۔

راوی۔ جی بس انھیں کی کسر ہو اور تو سب مصالحہ موجود ہے۔

بڑی بیگم تو چل دیں چلو خیر ہوئی۔ لوٹریاں باندریان ساتھ ادھر

حسن آرا اور سپر آرا باتیں کرنے لگیں۔

حسن آرا۔ اب بڑی بیگم بھی کھیرے۔

سپر آرا۔ پھر علاج۔

حسن آرا۔ پھر دھیرے کی کیل ناک سے نکال کر یہ۔

<p>حسن آرا۔ بس بالکل عقل سے بے بہرہ۔ راوی۔ بڑی بگم بچاری پر یہ ناحق کا عتاب ہے۔ اب بے انہین کیا معلوم کہ یہاں ایک اور گل کھلا۔</p>	<p>سپر آرا۔ (چھین کر) یہ کیا حرکت ہو بھلا۔ سوچے سوچے کوئی تدبیر نکل ہی آئے گی۔ حسن آرا۔ کیا خاک نکلیگی۔</p>
<p>مان کرے نند لال</p>	<p>سپر آرا۔ ایک کام کریں۔ اب بے خوشامد کے کام نہ نکلے گا</p>
<p>اتنے میں دروازے پر ایک نیا گل کھلا اور دس بارہ آدمیوں نے مل کر عین در محل پر آیا واز بلند و سخن داؤدی کا ماثرو ع کیا۔</p>	<p>حسن آرا۔ ہاں پھر اتھو ہوئی سو ہوئی۔ مگر میں بڑی بڑی ہوئی سپر آرا۔ یہاں بناوٹ بجاوٹ سے منزلوں بھاگتے ہیں۔ لگاوٹ کا نام ہی نہیں جانتے۔ سرمہ کا جل مٹی فشان سے واسطہ ہی نہیں</p>
<p>مان کرے نند لال۔ سہاگن چچا مان کرے نند لال</p>	<p>رکھا مگر پھر بھی بلا سے نہ بچے۔</p>
<p>دو دھپوت اور ان دھن کھجی گود کھلائے نند لال</p>	<p>راوی۔ گل و گلچین کا گلہ بلبیل خوش بجم نگر تو گرفتار ہوئی اپنی مدد کے باعث</p>
<p>مان کرے نند لال سہاگن چچا</p>	<p>سینے بی سپر آرا صاحب۔ مانا کہ کا جل کنگھی چوٹی افشان حسن دان سے واسطہ نہ رکھا مگر اس او اور بانگین اور اس جو بن کو کسان چھپاؤ گی اتنا تو سوچو ذرا۔ یہ مکھڑ تو زاہد کو کا فر بنائے جو بچا ب دیکھے۔ اُسکی جان جائے۔</p>
<p>دس پانچ آدمی لہ لہ کر گاتے ہیں۔ دو چار تال دیتے جاتے ہیں دو ایک مجیرا جاتے ہیں۔ ایک حضرت ڈھولکی پھتھپاتے ہیں اور شاہانے کی دھن میں گاتے ہیں کہ۔</p>	<p>تری آنکھ ایبت نازنین مجی خودی بھری ہی کوئی ہوشیار نہ چھوڑے اسی تاک میں بہری ہی</p>
<p>سہاگن چچا مان کرے نند لال ہمیشہ دلبرے سجان مبارک باشد</p>	<p>رگ رگ میں شوخی بھری ہو۔ عورت کیا پستان کی پری ہو بلکہ پریوں سے بھی زیادہ شان دلبری ہو۔</p>
<p>اب گھر بھر میں کھل ملی مچی ہوئی کچھ یہ ماجرا کیا ہے۔ لڑکا کیسے ہوا بڑی بگم بیوہ۔ اور پھر مسن۔ حسن آرا کنواری۔ سپر آرا دو شیرہ یہ کیا اندھیر ہو بھئی۔ ماما۔ ارے تم کون لوگ ہو۔ چند لوگ۔ اسی حضور۔ خدا سلامت رکھے بھانڈہ ہیں۔ ایک آدمی۔ قربان جاؤں میں تو شیر خورہ ہوں۔</p>	<p>پرستی چورنے انسان نے کب یہ شکل پائی ہے خدا نے ہاتھ سے اپنے تری صورت بنائی ہے</p>
<p>ایک صاحب ہنہنا کر بولے۔ میرے بچے کی کچھ نہ پوچھو۔ یہ مان کے پیٹ ہی سے ہنہنا تا اور کلہاں کرتا نکلا تھا دو سر صاحب نے اُچک کر فرمایا ہیں۔ ہیں ہیں۔ دو باگے ہیں۔ دو باگے ہیں۔ اور دو قرمانیان بچ رہی ہیں اور گاتے جاتے ہیں۔ مان کرے نند لال۔ گود کھلائے نند لال خدا ہی خیر کرے۔ حسن آرا اور سپر آرا کی غرت اور غفٹ خدا ہی کے</p>	<p>سپر آرا۔ اب اُنکے نام ایک خط لکھیے اور صاف صاف مطلب سمجھا دیجیے اور ذرا المامیت سے لکھیے گا کہ اُنکو بھی رقت آئے لگے نہیں تو آخر شش کل کیا کر دگی۔ موزی کے بچے میں پھنس کر جھٹکا را معلوم۔ اچھے اچھے لٹکے یاد ہیں۔ جب اوھر وال نہ گلی تو امان جان سے لہر کا لگایا اور وہ بھی کتنی بھولی ہیں۔</p>

ہاتھ ہو آخر اس گھر میں اور کوئی نوجوان عورت بھی نہیں ہو پھر
لوٹ کا کس کے ہاں ہوا۔

کیے حضرات ناظرین! آخر کچھ سمجھ بھی ہر فرد بشر رنگ ہو کہ بھی
یہ تو کچھ اور ہی رنگ ہو۔ بھانڈوں کا آنا اور شاہانے کی دھن میں
(مان کرے نند لال) گانا کسی کا گھوڑا بٹکے ہنہنا نا کسی کا طبلہ بجا
بجانا مقام استعجاب ہو۔ بھی آخر چچا اس گھر میں کون ہوئی۔ لڑکا کون
جنی ٹھہریے ذرا غوا تو کرین ایک بڑی بیگم۔ اُنکا ایک سو
ایک برس کا سن۔ منہ میں دانت نہ پٹ میں آنت میں برنگی جھوٹ
کہ شوہر نے گلزار حبان کی راہ لی۔ دوسری حسن آرا بیگم۔ ہر چیز تو نوری
ہو میان (چچا) بنا کیسا۔ تیسری سپہ آرا دہ بھی بشر ح صدر۔ پھر ع۔
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست بہ ابتوار کے گھر پھر میں کوئی باقی نہیں
رہا۔ ہاں لوٹ دیاں باندیاں۔ سو ماما جی ساٹھ سے متجاوز ٹھہرا
گئیں۔ دو مغل تیان وہ بھی مسن۔ ایک مغلانی کی چھو کری۔
(سپاری) وہ آٹھ فویرس کی اور ابھی تک بھانڈے برابر رہی رہیں
مان کرے نند لال۔ سہاگن چچا مان کرے نند لال

دو دو پوت اور ان دھن لکھی کو دکھلائے نند لال

سہاگن چچا مان کرے نند لال

بڑی بیگم غل مچا رہی ہیں۔ ماما اصیلین جھلار ہی ہیں مگر حسن
اور سپہ آرا کھل کھلار ہی ہیں اتنی یہ کیا اسرار ہو۔ ماما اصیل مغلانی
مہری۔ لوٹ دی۔ پٹھانی۔ پیش خدمت سب کا رنگ فق۔ اور بڑی بیگم کا کپڑا
بڑی بیگم۔ آگے گویہ ہو کیا (چھاتی پٹ کر) آگے یہ دن دہا کر گیا اندھیر ہو
مغلانی۔ حضور بھانڈے آئے ہیں۔ جانے ان سے کس نے کیا کہہ یا ہو۔
بڑی بیگم۔ اچھا حسن آرا اور سپہ آرا کو اسی دم میرے ہاتھ لاکھیں ہو
راوی۔ اُتھری بدگمانی۔
مغلانی۔ چلیے حضور بڑی بیگم صاحبہ یاد کیا ہو۔ جلدی قدم اٹھائیے۔

حسن آرا۔ اویہ ہو کیا۔ گو دکھلائے نند لال کیا معنی۔
مغلانی۔ اب لوٹ ہی کیا ارض (عرض) کرے یہ تو تب کہتے ہیں جب
لڑکا پیدا ہوتا ہو۔

سپہ آرا۔ روانتون کے تلے اُنکلی دبا کر ارے! ہاں سچ تو ہو
گو دکھلائے نند لال۔ گو دیکھے کھلائے۔ لڑکے کو۔

حسن آرا۔ آخرش کوئی ان نگوٹے بھانڈے وین چھوٹو آگے لے آئے ہیں
سپاری۔ (دوڑتی ہوئی آئی) چلیے اُٹھیے بیگم صاحبہ ہی بلاتی ہیں۔
حسن آرا۔ (سپہ آرا کے کان میں) اس طلبی کے معنی سمجھیں کچھ
سپہ آرا۔ خوب سمجھی اُنکا ماتھا ٹھنکا ہو گا کہ کچھ دال میاں لاضر ہو
اتنے میں دربان نے لٹکا را۔

دربان۔ چپ رہو۔ چپ رہو۔ ذری خاموش تو رہو۔
بھانڈے۔ واہ رے دربان۔ ذری آگے نہ بڑھنا۔ ورنہ زمین لکڑا لکڑا پڑے گا
دوسرا بھانڈے۔ واہ شیر لکون نہو۔ کیا دم ہلا کے بھونکے ہو۔ ایک دوسرے
کی ٹانگ لے اُچک کے۔

دربان۔ اور سنو بہن پر بھتیان ہونے لگیں۔
مغلانی۔ ارے آخر تم لوگوں سے کس نے کیا کہا۔ یہ چچا کیسی۔
کچھ کھانسی تو نہیں کھا گئے ہو۔

بھانڈے۔ آئیے آئیے۔ بڑی بی تو بڑی بی۔ چھوٹی بی سحان اللہ۔
مغلانی۔ (قریب جا کر) ارے یہ کیا غضب ہو۔

بھانڈے۔ غضب پڑے بڑے کی جان پر اور آنکھ لادھ رہے ہیں۔
مغلانی۔ اویہ دُرو۔

بھانڈے

دیرم بلب آب زرنہ ہندوئے	رفتہ تماشائے کنار جوئے
گفتم منما ہماے مویت چہ بود	خزیا دبر آور و کہ دُر دُر مونسے

اور حسن آرا اووی گزٹ کا پایا بجا مہ اور بلبل کا دُڑ پڑے چلتی ہوئی

بڑی بیگم کے پاس گئی اور جاتے ہی گھٹلی۔ دم کے دم میں سپہرا بھی خاصی شوخی سے قدم رکھتی آگے بڑھی۔

سپہر آرا۔ امان جان کا ہے کے لیے یاد کیا ہو فرمائیے۔

بڑی بیگم۔ (بیشانی پر بوسہ دیکر) بیٹھو۔ یا بابا بیٹھو۔

حسن آرا۔ اکی بیاری کی امان۔ آخر باہر جا کر ان کو بھانڈوں کا منہ تو جھلسو۔ گھانٹا کھا گئے ہیں نگوڑے کیا۔

سپہر آرا۔ ہاں جان جاؤ ذری۔ خانصاحب کے کھوکھلے کان ہر کریں جاتے۔

اودھر بھانڈا دھیشان دلبرے سجان مبارک باشند گارے ہیں۔

اودھر گھر میں چھوٹے بڑے جینگلی پوٹے سب جھٹا رہے ہیں۔

آخر کار سپاہی نے بھانڈوں کو سمجھا دیا۔

سپاہی۔ میان تسم کھا کر کہتے ہیں گے کہ یہاں لٹکاؤڑ کا ٹوکا نہیں ہوا۔

تم مانتے ہی نہیں ہو گے تو کوئی اسکو کیا کرے۔

بھانڈا۔ واہ جوان کیوں نہو۔ کھڑی موچین و چڑھی دار بھی کھینچو لالہ

سپاہی۔ (آہستہ سے) بھلا لٹکاؤڑ کا کھوکھلے۔ دوڑ کیا ان کو تار پٹی

ایک بڑی بیگم وہ بوڑھی کھپٹ اور تو کوئی عورت ہی نہیں تم یہ کیلے رہے ہو۔

مغلانی۔ ناحق بن ناحق کو موس ہماری بیگم صاحب کوڑوا تے ہیں۔

بھانڈا۔ (آپسین) یہ اچھی دل لگی ہو بھی۔ پھر اس روکے لکھا کیوں بی

مغلانی۔ یہ کانٹے کسے بولے ہوئے ہیں۔

بھانڈا۔ ارے صاحب بس کچھ نہ پوچھیے۔ بڑا جکا ہو گیا۔

موربان۔ لے اب مجر اور جیر اٹھاؤ نہیں تو یہاں ٹھیک کے جاؤ گے

بھانڈا۔ اہو ہو ہو۔ واہ کیا خبر خواہ آدمی ہیں اور پھر کڑا کھینچتے ہیں ہ

دوسرا بھانڈا۔ ہاں کہہ کر کیوں نہون یہ شیدی نولاد کے پوہن کہ تہن

الغرض بھانڈا وہاں چل اویہ۔ بڑی بیگم صاحبہ منت مانی تھی کہ

یہ بلاخیر و عافیت سے مل جائے تو گھم کے چراغ جلائیں۔ بارخیر گذشت

اب گھم کے چراغ مسجد و من جلانیگی۔ اور نذر و نیاز دلائیگی کہ

شیشہ ناموس سنگ بے آبروئی سے محفوظ رہا۔

حسن آرا اور سپہر آرا یوں باتیں کرنے لگیں۔

سپہر آرا۔ یہ سب اُنھیں ذات شریف کی عنایت ہی بس۔

حسن آرا۔ کن کی؟ نہیں۔ تو بہ۔ تو بہ۔

سپہر آرا۔ آپ چاہے نہ مانیں۔ ہم تو یہی کہیں گے۔ پھر ورنہ کیا ہون

حسن آرا۔ بہن وہ شہزادہ ہو۔ صحبت یافتہ ہو۔ یہ اسکی حرکت نہیں

وہ تو اوپر پردہ پوشی کریں گے۔ یا مطعون۔ بھلا کوئی بات بھی ہو۔

سپہر آرا۔ اچھا پھر یہ بھانڈا کیوں آئے۔ جب تک کسی نے ہکا بکا کڑ بھجا

نہیں بھلا وہ کیوں آئے لگے تھے۔

حسن آرا۔ ہاں کتنی توج ہو۔ مگر امداد جاتا ہی۔ چاہے اودھر کی دنیا

اودھر ہو جائے ہا یوں فر سے ایسی حرکت نہ ہونے کی نہ ہونے کی۔

سپہر آرا۔ بھلا خط تو لکھو۔

حسن آرا۔ اچھا اونچ نیچ دیکھ لو۔ میری عقل تو اسوقت ٹھکانے نہیں

سپہر آرا۔ گو دکھلانے نہ لال جب بن یا د کہتی ہوں تو ہنس آتی ہو

کوئی نگوڑوں سے پوچھے کہ گو دو کون کھلائے۔

حسن آرا۔ قلم دوات کا غدلاؤ۔ تو یہیں خط لکھیں چپکے چپکے۔

سپہر آرا۔ پیاری پیاری۔ او پیاری۔ بہر کہیں کی شہتی ہی نہیں

ذری قلمدان تو لے آنا۔

پیاری۔ اچھا مٹھائی دیجیے گا۔

سپہر آرا۔ مٹھائی کھا کھا کر۔ کام کرنے سے جی چراتی ہو کر مٹھائی

مٹھائی کرتی جاتی ہو۔ پیاری چھو کر قلمدان لے گئی۔ حسن آرا

تباہ لگی اور سپہر آرا نے کھٹا شروع کیا۔

حسن آرا کا نامہ شکایت ختامہ

جو ستائے جھکو کوئی ذرا وہ غلاب میں رہے بتلا

نہیں سہل کچھ مجھے چھڑنا اثر شرک تیسیم ہوں

مرے رنج کی نہ کچھ ابتدا نہ مری خوشی کی ہر ابتدا۔	خدا کی بھر میں لوگ تم سے نفرت کرنے لگیں اپنے دہن تم سمجھے کیا ہو بیان
جو جلون تو نارجم ہوں جو ہنسوں تو بارغ فیسم ہوں	یا درکھو جو یہی تھکھٹے رہے تو ایک دن اپنی ہی مجلس کے طرف سے دیکھ لینا کہ
نہیں اس جان پر نظر مجھے کہ مال سے ہو خبر مجھے	اگے پیچھے ہم دونوں کا تابوت نکلا ہو تم اپنے دہن سمجھے کیا ہو گریہ کرکھو
نہ ہو اسے لعل و گھر مجھے نہ میں طالب زر و سیم ہوں	ہاں را خدا ہاری پاکدامنی کا گواہ ہو پس تم ناحق سوختے ہو۔ اگر نکاح کا
ارے ظالم۔ کچھ خوف خدا بھی ہو۔ میان آخر خیر میں کیا منہ دکھاؤ گے	شوق جزا یا ہو تو امان جان کی خدمت میں عرض کرو۔ پیغام بھیجو۔ ہم
یہ گورک دھند اچھلا رکھا ہے۔ اپنے آپے میں ہو کہ گزر گئے۔ کیون جی	لو کیا ان کیا جان میں ان باتوں میں بھلا ہم کو دخل کیا ہے بہت اندر میری جان
شریفوں کی یہی حرکتیں ہوتی ہیں کہ عاشق النساء بگم بکر بھلا مانسوں کی	ان فضول توں باز آؤ ورنہ تم جانو گے اور تو ہمارا کیا پس ہو نہ زیادہ باتیں
بہ بیٹیوں میں آئے کوٹھے پر ناک جھانک لگائے شرم نہیں آتی ہیں	بتا نا عبت ہو مگر اپنی جان پر تو دسترس ہو یا درکھیے اگر ایسی ہی چھٹی چھاڑ
بنائے گئے ہو اور اب اپنے گھر بلاتے ہو مجھ دھور کھیے تمھاری شہزادی کا	رہی تو ہماری جان مفت میں جائیگی۔ ہاں تم پر التبتا سچ نہ آنے پائیگی۔
خیال آتا ہو ورنہ خاتون جنت کی قسم جان کہ ہو دہن ہو بختی۔ اب رہی چل	اگر آپکا گلا آب ہم خبر کا مشتاق ہو تو کسی سفاک بت بے پیر سے دل لگائے
نہ کیلے پیٹ سے پاؤں نکالیں۔ سیر دل پر جو تمھاری طرف سے غبار۔ وہ شہر	کو سے قاتل میں جائیے ہم گھر گھر مست شریف زادیان ان باتوں میں کیا
تک نہ جائیگا جس کے دن خدا کے سامنے بخار نکالو گی بہت منہ نہ چڑھیے	واسطہ دل لینا جان میں دل لینا دل آؤ ورنہ دل جانا اس کو ہم ڈھک ڈھک سلاتے ہیں
ذرا جھپو۔ کچھ تو خیر ماؤ۔ میان یہ مردوں کے تھکھٹے نہیں ہیں۔	اب ادھر کا رخ نہ کیجئے گا۔ ہماری کو جھپ سے نہ بھیجیے گیے گا۔
شریف زادوں کو دق کرنا کوئی بھل نہیں ہے۔ ای لست خدا اگر آپ آدمی	راہم
بھیجا تو خدا سمجھے تم سے۔ اور ہم تو ہرے کی کیل ناک سے نکال کر لیے بیٹھے	کاٹوں میں نہوا اگر لکھنا
ہیں۔ ذرا انج نہیج ہوئی اور کھا کر سوئے۔ خون تمھاری گردن پر چڑا دیا	تھوڑا سا لکھا بہت سمجھنا
ہو اور تمھارے نامہ اعمال میں تو کیر بننے لکھ ہی لیا ہے۔	یہ خط ایک معتبر آدمی کو دیکر روانہ کیا۔
حیات منہ نہ موریے تاکہ جاکہ جی جاؤ	مرزا ہمایون فرخانیہ باغ میں گلشت کر رہے تھے آدمی نے تسلیم عرض کیا کہ
کبھی اندگو ہر آبر و ہر قدر نہ جائیگی	خط دیا اور چھپت ہوا۔ خط پڑھنے کے قبل فرطاً یہ غزل جھوم جھوم کر پڑھی
اسوقت بر زمین آگ لگی ہر شے نکل رہے ہیں۔ خیر ای میں ہر کہہ	وہ بت جلوہ آرا ہو چاہتا ہے
اس حرکت سے باز آؤ ورنہ تم جانو گے مجھے لفاظی و رسانی تو آتی ہی نہیں	راوی۔ جی بجا ہے۔ ذری خط تو پڑھ لیجئے۔
مگر سچ کہتی ہوں اب اگر ایسی بات ہوئی تو کون میں پھانڈ پڑ دلی تم	وہ اٹھکھیلی کی چال چلنے لگے ہیں
ایسے جیساؤں کو خط لکھنا ناگوار ہے مگر گردن کیا مجبور ہوں۔ خیر ماری	راوی۔ اب اُنکا مستابی پر چڑھنا بھی موقوف کر دئیے گا۔
عصمت کا اللہ مالک ہے۔ ہماری عفت کا خدا حافظ و ناصر۔ تمھارے	کوئی دل نشاننا ہو چاہتا ہے
ظلم ہے مگر تائبین ہے۔ خردار جتا دیا۔ مانو اچھا نہ مانو تو خیر یہ سوا ہو کہ	وہ رخسار پر ملنے والے ہیں غمازہ
	مر سے قتل کرنے کو آتا ہے قاتل

خط کو کھولا اور پڑھنے لگے۔ اے اسوقت کی کیفیت نہ پوچھیے۔ کبھی خط کو جو مہیا کیجی انھوں سے لگایا۔ کبھی خدا کا جودہ شکوہ لائے کسی فقرے نے رلا دیا کسی ہنس دیا۔ مگر جب کل خط پڑھ چکے تو خوشی بھی ہوئی۔ بچ بھی۔ بچ اسوجہ سے کہ تابوت اور جان دینے کی بڑی سائی۔ دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ہاے اس بت پندار و طرار کو کیا معلوم کیا۔ ایسا تازہ پروردہ ہو گویا نہ ہو گیا مگر اب بھی نازک طبیعت ہوں۔ (کچھ یہ تمام کرایک نعرہ بلند کیا) یہ مکتوب لفت اسلوب بھی سی مری پرال ہی کہ لگاؤٹ اور وصال کا محبوب مطلوب کو ضرور خیال ہی۔

بنادت کے ہیں طور سارے تھارے
حسینو ہوا ہم کو افشان روشن
نہ ہر عشق ایسا نہ ہر حسن ایسا
جہان میں ہیں شہرے ہمارے تھارے

غفلت کے پردے ایسے پڑے کہ عقل ہی سے ہم لو پڑے دل
صید بچ والہ ہی محفل عشرت اب مجلس ماتم ہے۔

داغ الفت لگا دیا کس نے
نقش ہستی مٹا دیا کس نے
گل سے شبنم بنا دیا کس نے
ہنس رہا تھا رلا دیا کس نے
ایک عالم ہے آج کیوں بیہوش
بچ سے پردہ اٹھا دیا کس نے
زلزل تیری اگر نہیں لیلے
مجھ کو مجھ کو بنا دیا کس نے
دل جو چھپائے کی طرح چھوٹ گیا
کس نے چھپڑا دکھا دیا کس نے

حسن آرا کو توہم ہی کہ یہ کن ذات شریف نے دل کا بخار نکالا ہے۔
سہرا آرا سوچی تھیں کہ کوئی جھجھک لیا ہے۔ اور محالہ والوں نے دانتوں کے
تسلے انگلیوں بائیں ادرج طرح کی بائیں بائیں گھر گھر سی ذکر چھوٹے
بڑے سب کو یہی فکر کہ لڑکے کس گھر بڑا ہوا۔ جس آواز پر آہ پر کون
شیدا ہوا بھلے مانس تھے کہ ان کنواری شریف زادیوں کی عفت نہ بچا لگی
پاکدامن پر آج نہ آنے پائے شہرے اپنے ڈھائی چانول گلائے تھے۔ ایک
دوسرے کو سمجھاتے تھے۔ افسوس صد افسوس عورتوں کی خبر سن کر کون

اڑتے تھے کہ نوح ایسی لڑکی کسی بھلے مانس کی ہو ہی ہر حیرت میں داغ
لگایا۔ نیا گل کھلایا مگر ٹائین ٹائین فش۔ وہاں کچھ بھی نہیں۔
جیچون فصاحت و درخوش آب معنی بابو ابھناش خیر
صاحب کا لکچر لا جواب

شہزادہ بلند اختر حضرت میرزا ہمایون فرحب معمول وقت شام
لب بام نظارہ قدرت کاملہ انیردی فرماتے تھے اور نوجوان جن کا
جوین دیکھ دیکھ کر جاسے میں پھولے نہیں سماتے تھے طیوڑی شہزاد
کا اشجار پر بہار کی شاخوں پر جھولنا اور کلیوں کا چٹ چٹ کر کے پھولنا
عجب لطف بہار دکھاتا تھا۔ میرزا ہمایون فرکا خچر دل جو بٹا طرب
سے کھل جاتا تھا۔ زمین پر گل خندان آسمان پر طالع ماہ تابان۔
ادھر بھی سامان اور بھی سامان۔ اتنے میں میرزا ہمایون فر بہادر کی نظر
جو سامنے والی مہتابی پر پڑی تو آنکھ ایسی لڑی کہ عقل سے ہاتھ دھویا۔
مزید دل میں تخم غم پویا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گیند بچاے جاتے ہیں تیرا بکرتے
ہیں۔ اور پھر متابی کی خبر لاتے ہیں۔ اہو ہو ہو۔ کوئی معشوق کو ٹھٹھے پر
گیند کھیل رہا ہے۔ جب ہی بیچارہ شہزادہ مصیبت تازہ جھیل رہا ہو کچھ
کی دیوار میں بلند۔ رفت میں منار سے بھی دو چنر۔ جوش ل
سے یہ شعر کہی بار زبان برآیا۔ اور بہ آواز بلند لہراتے ہوئے گایا۔

گل چھینکے ہو اور دن کس طرف بلکے تھری
ای خانہ برانداز میں کچھ تو ادھر بھی

ہاے بلبل کے دل سے اسوقت پوچھیے کہ گل کے اچھالنے سے
اسپر کیا گذرتی ہوگی۔ مہتابی پر اگر وہ ماہر و اسوقت آئیں تو میرزا ہمایون فر
خوب موقع پائیں اور در دل شارون سے صاف صاف سمجھائیں
مگر ممکن کہاں۔ اتنومتابی کے دروازے میں موٹا سا قفل دیا ہوا ہے۔
دروازہ میان خوبی کی آنکھوں کی طرح نہ پڑا ہوا ہے۔

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چپراسی دن سے پھاٹک میں
موجود اور غراپ کوٹھے پر

چپراسی۔ دادک ساتھ سلام کر کے حضور صاحب نے یہ چٹھی دی ہے۔
ہمایون فر۔ چٹھی کھول کر میرزا ہان فرمایا آج آٹھ بجے پھر کچھ
ہو گا۔ بابو اجناس چند راجی ایک بہت عمدہ لکچر دینے والے ہیں۔
چونکہ آپ میرے معزز دوست ہیں اور چونکہ آپ انگریزی میں اچھی
لیاقت رکھتے ہیں لہذا میری خواہش ہے کہ آپ ازراہ عنایت آج بشرط
ضرورت ضرور تشریف لائیں لکچر سننے کے قابل ہو گا یہ سننا کہ آپ نے دیکھا
گھوڑے کی ایک عمدہ جوڑی دو ہزار دو سو روپیہ کو خریدی ہے کسی روز
مجھے دکھائیے گا۔ اگر یہ وہی جوڑی ہے جو کرنل میکفرسن خریدنے والے
تھے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ دو سو روپیہ آپ نے زیادہ دیے مگر جوڑی
عمدہ ہے۔ اور گھوڑیاں جاندار اور ابھی بچے ہیں۔ آپ کا دوست۔
جیمس اسفرین۔

چپراسی۔ غریب پرور۔ میں جاؤں اب ہو حکم۔
ہمایون فر۔ ہاں جاؤ۔

میرزا ہمایون فرنے ساڑھے سات بجے کے وقت حکم دیا کہ فتن تیار کرو
اور وہی گھوڑیاں جو تو جو کل خریدی تھیں فتن فوراً تیار ہوئی اور وہی گھوڑیاں
جو فتن گئیں۔ چوبدار نے آداب بجا لاکر عرض کیا کہ (حضور فتن تیار ہے) ہاتھ بٹا
سلام کیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ میرزا ہمایون فرنے کپڑے پہنے اور فتن پر
سوار ہوئے تو ضام بابو نے آواز بلند کر کہا۔ (بسم اللہ فتن چلی
دو سائیس فتن کے پیچھے کھڑے ہیں کپڑے صاف ستھرے پہنے ہوئے۔ گھوڑیاں
چمکتی دکھائی مندریل سر پر رکھے ہوئے اور چوبدار بھی اس کے قریب بیٹھا ہے گھوڑیاں
صرصر تگ بیٹھے اور کھٹ سے بارہ درمی میں داخل دو بابو صاحب آئے
اور جھک کر آداب بجالائے۔ جس وقت میرزا ہمایون فر بہاؤ لکچر کے کمرے میں گئے
تو سب حاضرین جلسہ سرور و تعظیم کی داسوت اگر سپہ آرا بیگم کو دیکھ پائیں
تو پھر موصوفی کا لفظ انکی شان میں حشر تک زبان پر نہ لائیں اور بہت طوطی
باتیں نہ باتیں صاحب کلکٹر بہاؤ نے ہاتھ ملایا۔ تپا کک ساتھ بٹھا لکچر تھا۔

تشریف لائے تخت کا ایک چوکا بچھا تھا اور اس پر سفید چاندنی در اسپر
ایک کرسی تھی اور ایک مینر مینر پر شیشے کا گلاس در اسمین ٹھنڈا
پانی اعلیٰ بٹل دو کرسیاں اور تین لپ بکتر روشن تھے۔ کمر بھر جھک جھک
کر رہا تھا۔ کوئی سات آٹھ سو ہندوستانی اور کام خٹہ بلین اور لیڈیان
اور طلبہ اس وقت لکچر سننے کے لیے موجود تھے۔ صاحب لکچر کرنے کچھ
دیر حاضرین جلسہ کو دیکھا اور ذرا سا پانی پی کر یوں فرمایا۔
لیڈیو اور خٹہ بلینو۔ آج میں آپ سب صاحبوں کو اس غرض سے
یہاں قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف دی ہے کہ آپ صاحب میرا لکچر سنیں
میں ایک قلیل البضاعت اور ناقص البضاعت آدمی ہوں لیکن جو کچھ
میں عرض کروں گا وہ اس لائق ہے کہ آپ اس پر غور و توجہ فرمائیں۔
ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اُن نعمتوں کا جو جناب باری عزوجل نے
عطا کی ہیں اور اُن بیشمار مہربانیوں کا جو خدا تعالیٰ نے ہم پر کی ہیں
لکھا حقہ شکر یہ اوانہیں کرتا گو خدا کی نعمتوں کا شکر یہ کیا حقہ ادا کرنا چاہتا ہے
ہو تاہم ہر نبی نوع انسان پر عین فرض اور فرض عین ہے۔ اور سچ پوچھو تو یہی
ذریعہ حصول سعادت دارین ہے کہ جو نعمتیں ہکو خدا نے عطا کی ہیں اُن کے
شکر یہ میں رطب اللسان ہوں۔ یہ باتیں تو درکنار اکثر آدمیوں کا تعلق ہے
کہ اُن افعال ناباہتہ اور حرکات ناشایستہ کے مرکب ہوں ہیں جو ننگ
شرافت ہیں اور جگہ نام سے شرافت کو عار ہے۔ وہ باتیں کیا ہیں۔ اسکو
ہر شخص اپنے دل میں خود سوچ سکتا ہے۔

اکثر آدمیوں کا یہ غلط اور بے سرو پا خیال ہے کہ اگر وہ خدا سے دعا مانگیں
تو اُن کے گناہ چاہے کیسے ہی کبیرہ کیوں نہ ہوں ایک قلم معاف کر دیے جائیں گے
اور نیک آدمیوں کے ساتھ دعا کا حشر ہو گا۔ تو بے توبہ۔ اسی غلطی سے انکو ہمت
ہوتی ہے کہ وہ گناہ کرتے جائیں مگر وہ اپنے مذہب کے خالص دل کو نہیں سمجھتے
اپنے طرز پر اس کے معنی پیدا کر کے دل خوش کرتے ہیں۔ بعض آدمی۔

سنیدم کہ در روز امید و بیم
بدان را بینیکان بہ بخند کریم

کمر بیدی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ان باتوں کا جس درجہ زیادہ افسوس کریں کم ہو۔ بعض کا قول ہے کہ اگر خدا سے انسان دعا مانگے تو ممکن نہیں کہ قبول نہو۔

جو چاہے سو لوگ آتش و رگاہ آتش محروم کبھی پھرتے دیکھا نہیں سائل کو

یہ سچ۔ مگر ع۔ ہر سخن جائے وہ نہ کہنے مکانے دارد۔

اب سنیہ کہ بعض آدمی اس طرح کی دعا مانگتے ہیں جس کے سننے سے انسان کو ہنسی آتی ہے۔ چند مثالیں میں دیتا ہوں سامعین خود ہی سمجھ جائیں گے۔

۱۔ ایک لڑکا جس کا سن کوئی چودہ برس کا تھا ایک مرتبہ منہ میں کھڑا یہ دعا مانگا۔ ہا تھا رہے پر مشیر اگر تجھ میں ست ہو تو کچھ ایسا کر کہ یہ سولوی صاحب

کل صبح کو مر جائیں (ہم نے جب یہ دعائی تو بڑی ہنسی آئی لڑکے سے تھوڑی دیر میں پوچھا کہ کیوں میان صاحب زادے تم مولوی صاحب کے

مرنے کی دعا کیوں مانگا رہے تھے پہلے تو بہت ہی جھٹلائے کہ آپ کون آپ سے واسطہ۔ میں نے دیکھا کہ یہ یوں بتانے کے نہیں۔ میں نے

کہا پھر میں جا کر تمہارے مولوی صاحب سے کہہ دوں تب تو ہاتھ جوڑنے لگا اور کہا بات یہ ہے کہ سکندر نامہ کا سبق مجھ کو اچھی طرح سے یاد نہیں تھا

مولوی صاحب روز قحیان مارتے ہیں۔ یہ نادان اپنے دل میں سمجھتا تھا کہ خدا اسکی دعا قبول کرے گا۔ لاجول ولاقوۃ۔

۲۔ ایک نوجوان آدمی جس کا کوئی پچیس برس کا سن ہوگا مجھ کو کوئی گیارہ بجے رات کے وقت دعا مانگا رہا تھا کہ یا خدا میری دی

کسی ایسی بری پیکر رشک قمر کے ساتھ ہو جسکی ایک ایک رگ میں جن کے حوض میں شوخی ہی شوخی ہو یا خدا اگر ایسی پر نیراد کے ساتھ با

ہو تو میں تیرا بڑا مشکور ہوں گا۔

۳۔ ایک عورت دعا مانگا۔ رہی تھی کہ یا خدا فلان عورت ابھی بھی پھانسی پائے اور اس بیچاری کا قصور صرف اس قدر تھا کہ اس کے لڑکے نے اس عورت کے لڑکے کو گالی دی تھی۔

۴۔ ایک تربیت یافتہ آدمی دست بہ دعا تھے کہ فلان جہاز پر فلان شخص سوار ہو غرقاب ہو جائے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ

اس جہاز پر ایک سوداگر تھے انکے یہ حضرت مقبول تھے کوئی ستر روپیہ انکے دے تھے لہذا دعا مانگی کہ وہ جہاز ڈوب جا جس پر وہ شخص سوار ہو لاجول ولاقوۃ

ستر روپیہ کی طرح سے ایک جہاز کے جہاز کو غرق کر دینا اور صد ہانگان خرا کی جان جانیکے خرابان ہونا عجب دعا ہو۔ مرد آدمی اگر وہی بچا

گی خواہش تھی تو یہی دعا کیوں نہ مانگی کہ یا خدا مجھے روپیہ دے۔ یا یہی دعا مانگتے کہ وہ قرض خواہ ڈوب جائے۔ تمام جہاز کو کیوں ڈوبنے دیتے ہو۔ آخر آپر جو سیکڑوں آدمی بیٹھے ہیں انھوں نے تمہارا کیا بگاڑا۔

افسوس۔ بہت بڑی شکایت یہ کہ عورتوں کی ہم لوگ کما حقہ عزت نہیں کرتے جو پاس ناموس و تنگ اور خیال عفت و عصمت عورت

ہندوستان کو ہر وہ مردوں کو نہیں۔ اگر کوئی شخص اس جلسے میں ایسا ہو جس نے کبھی نظر بہ سے عورت کو نہ دیکھا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے کیونکہ

میں اسکی عزت کروں گا اور خدا سے دعا مانگوں گا کہ سب بندے ایسے ہی نیک ہو جائیں۔ کیا اس اتنے بڑے جلسے میں جہاں اسوقت ہزاروں

کے قریب ہونگے ایک بھی ایسا نہیں جو حیرات کے ساتھ اور ایماندار کسی کھڑا ہو جائے اور کہے کہ وہ ہر عورت کو (باستثناء زوجہ منہ) اپنی

بہن سمجھتا ہو۔ میں چند مثالیں ایسی دیتا ہوں جس سے عورتوں کی نیکی اور پاکدامنی صاف ظاہر ہو جائے گی۔

۱۔ ایک مرتبہ کسی گائون میں کنوین پاس میں کھڑا تھا۔ ایک کمسن بزمینی جو حسن و جمال میں اپنی آپ ہی نظیر تھی کنوین پر کسا لیکر آئی۔ نقاب

گھونگھٹ بھی نہ تھا جھپٹا ورت۔ وہ وقت جب کہ ہمارے بچے بچوں کو دکھاتے ہیں اور جسوقت شفق کے رنگ سے دھندلے چہرہ زیبائی رنگت

عجب نور دکھاتی ہے وہ کمسن بزمینی کپڑے بھی گائون کی دھندلے نور سے فوق البہرہ رنگ زیب تن کیے ہوئے تھی اور زیور سے بھی راستہ ہی ایک موزن

جو شکل و صورت سے شریف زادہ معلوم ہوتا تھا اگلے پیچھے چلا اور اس
نیکبخت سے اس مزور نے کہا (بہوجی تنک پانی پکا جائی وہ نیکبخت
کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر میں کلسا کنوین پر کھکرائے گھر گئی اور وہاں سے
ایک بڑا سا کھڑا لائی اور اس کھڑے میں پانی اٹھیل کر اس مزور کے پاس
لے گئی اور دیا حضرت نے پانی پیا مگر پیتے پیتے اسکی صورت پر لکھوچ سے
نظر ڈالتے گئے اور بڑی دیر میں پانی پی چکے۔ وہ بیچاری تاڑ گئی کہ
یہ بر آدمی ہے۔ اسوقت چہرے سے جو ملاں و رنج اور غم و غصہ ظاہر
ہوتا تھا اُسکا بیان کرنا محال ہے۔ ہم کو اُس نیکبخت بہن ایک قسم کی محبت
ہو گئی اور ہم نے دعا مانگی کہ خداوند اہر ایک عورت کو ایسی ہی حسیّت اور
توفیق نیک عطا کر اور ذکر و نور عقل دے تاکہ وہ نیکبخت عورت کو
اپنی سمجھ میں۔ انسان کو ہر روز ایسی ایسی کھڑتیں رہتی ہیں کہ وہ اپنے
حالات پر کامل غور نہیں کرتا حالانکہ اگر وہ کامل غور کرے تو وہ ہشتین
بھی کسی قدر رفع ہو جائیں اور سچی خوشی صورت دکھائے سب سے
زیادہ خستہ انسان کے نفس کو اغواے شیطان سے رہتا ہے کہ وہ چھی
اچھی صورتیں دیکھ کر از خود رفته اور دیوانہ بن جاتا ہے اور اسی دیوانگی اور
از خود رفتگی کی حالت میں نفس مطمئنہ خیر باد کہہ کر سدھارتا ہے اور نفس کو
کہنا دل نہیں مانتا ہی نفس راہ غالب جاتا ہے انسان کو مرکز دائرہ
گناہ کبیرہ بناتا ہے حسن کو بھی عجب تیر بخشی گئی ہے۔ جادو ہے تو یہ ہے اور سحر ہے تو
یہ ہے اور تونہا ہے تو یہ ہے اور جھلا ہے تو یہ ہے حسین نظر پڑی و نیت ڈانوان ڈول
ہو گئی طبیعت نے معصیت میں راہ پائی نفوس قدسیہ ہوتائی دل
میں فسق و فجور کی دھن سمائی حسن عجب بکبیراں ہے اسے ہزاروں
ہندوؤں کو مسلمان و مسلمانوں کو کریشان و کریشان کو کافر و زہرون
کو بلایاں بنایا۔ مسلمان رام ہو۔ ہندو وید نام ہو۔ تاجداروں نے
تخت و تاج سے ہاتھ دھویا۔ فرمان روا یاں سمولکان کے حکمرانی اور
خسروی کو کھویا مگر ذرا سوچے تو معلوم ہو جائے کہ یہ حسن خدا کا عطیہ

عظمیٰ اور موہبت کبریٰ ہے۔ حسن اس لائق ہے کہ اسکے ذریعہ سے انسان
کے دل پر جناب باری غراسمہ کی قدرت کاملہ و حضرت بالغہ نقش
منقوش اور اسکی عظمت اور خدائی کا عکس مرتسم ہو۔ لیکن نفس
امارہ سے خدا سمجھے کہ اسکو ذریعہ ادا بار بنا دیا یوں تو خوشنما پھول
دیکھ کر انسان گھٹنوں عیش عیش کرتا ہے۔ پیارے پیارے گل بوٹے پھرن
و جبین لاتے ہیں خوبصورت اور خوش اندام گھوڑا بھلا معلوم ہوتا ہے
فرح بخش عمارات بھاتی ہیں حتیٰ کہ اگر انیشین تک قریب سے ایک مقام
پر جی ہوں تو آنکھیں ایک قسم کا نور باقی ہیں لیکن حسین عورت بس
قیامت ہے مگر کج لیے آنکھیں کے لیے جو نفس امارہ کے ہاتھ بک گئے
ہیں ورنہ خلا ترس و خدشہ اس دلی می باتوں سے منزلوں دور ہیں
اور ہر شے پر نیکی اور پاکی کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں۔ ممکن کیا کہ ذرا غرض
ہو جائے یا طبیعت میں بدی کا خیال آئے کیا محال۔

ایک مرتبہ آدمی رات کے وقت ایک شخص لب دریا چلا جاتا تھا یہ
اُسوقت اس زناٹے کی چل رہی تھی کہ کچھ تک ٹھٹھکتا جاتا تھا۔ روح زنی
تھی۔ پانوں دقت سے اٹھتے تھے۔ دانت مارے سردی کے بھر رہے تھے
اور وہ آدمی صرف ایک سفید کوٹ پتلون پہنے ہوئے برہنہ لب ٹھٹھکتا
تھا جارہا تھا۔ اول تو یوں ہی لنگستان میں سردی کی شدت ہو چڑھ
یہ ہوا کہ عین موسم زمستان و رہو لکی تندہی و تیزی تھا کاسم طھاتی تھی
یہ چہرے پر چرکا لگا۔ اور ان سب باتوں کے طرہ حکر مصیبت تازہ یہ ہوتی
کہ دریا کا کنارہ اور کل نہ لونی نہ کوٹ نہ شال۔ یا آلی ستوت بیان
کرنے سے روح کانپ رہی۔ اور سامعین باتیں بھی اس شخص
کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے تھرویش بچان و ویش۔ بیچارہ
اسی کیفیت افسوس کے چلا جاتا تھا لیکن سمجھ گیا تھا کہ اپنے چہرے پر
چہرہ پر مردنی چھائی تھی بدک روٹے روٹے کھڑے تھے چلتے چلتے تب
بستی میں پہنچا تو ایک مکان کے شیشوں سے روشنی نمودار ہوئی

اب کمرے میں روشنی تھا میں مصیبت زدہ شمع سیدہ بکرا کر میں لب
مڑتا ہوں اگر کوئی رحم دل مجھ کو بچائے تو بچاؤ منت دور نہ دروازے پر
ہی اڑیاں رگڑ رگڑ کر اور ٹھٹھ کر جان دوں گا اور دم توڑوں گا اور
زندگی سے اسی دم فطرت و نگا۔ اس وقت میں مصیبت زدہ کو اپنی طاقت تھی
کہ آواز بلند سے بولے۔ مگر اس ناہی روح فرسانے رنگ نہ دکھایا اور ایک
کھڑکی کھلی۔ کھڑکی کھلنے کی آواز نے اس کے ساتھ وہ کیا جو کبیر میں یوں
نے حضرت یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ یا جو صحت مرہض جان بلیب کے
ساتھ کرتی ہے۔ نظر اٹھا کر اسے اوپر دیکھا آواز آئی کہ ای مرد تو کون ہے
اور کیا چاہتا ہے۔ کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے درد دل کیا ہے
درمان ہے کہ درد لا دو اور اس وقت اس کی جان میں جان آئی اور اسے
جی کڑا کر کسی قدر بلند آواز سے کہا کہ دم نہ ہے۔ بل ب مڑتا ہوں
پھر اوپر سے کوئی آواز نہ آئی۔ اور یہ تھوڑی دیر وہ کھڑکی پر
آگے بڑھا۔ اس مکان میں ایک عورت رہتی تھی اسے سمجھ کر کہ کہہ
مجھے نیچے جانا پڑیگا کھڑکی بند کر دی اور سوچی کہ مر جائے گا تو میری
گرہ سے کیا جائیگا۔ یہ لکھو وہ سو رہی۔ یہ بیچارہ مصیبت کا مارا
وہ قدم آگے بڑھا تو گھر پر اور ایک دفعہ ہی نعرہ افسوس نکالنے لگا
بلند کیا اور زمین پر لوٹ گیا۔ ہاے کی جگہ دوز آواز نہ لکھ لکھ لکھ
کسی کھولا اور اس کے قریب آن کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی شرابی ہے
بہت پی گیا اور یہاں آکر کھپٹ سے گھر پر ایسا معلوم ہوا کہ مگر یہ
دیکھا تو سانس چل رہی تھی آہستہ سے کان کے قریب جا کر دریافت کیا
کہ کیا حال ہے۔ اس بیچارے آنکھیں نہ کھولیں اور پھر بند کر لیں۔ دروازہ
جسٹ کھولا وہ ایک لیٹری تھی کوئی انیس برس کا سن۔ اسی دن اس
نیک بی بی کی شادی ہوئی تھی اور وہ شب شب عروس تھی۔ دم کی
صدا اور ہاے کی جگہ دوز نہ اسکو وہ بیقرار ہو گئی اور رگ حشمت ایسی
جوش زن ہوئی کہ اوپر سے اتر آئی اور اس مرد کو اٹھو لے گئی اور

ایک کمرے میں اسکو نہایت بیش بہا جنگ پر لٹایا اور گرم کپڑے لٹکائے
مگر اس کے شوہر کو اس کی حالت درد انگیز پر رحم نہ آیا اور اپنی بیوی کو گھمایا
کہ بعد مدت دلی آرزو بر آئی ہے اور تم کو اس کے علاج کی دھن سامانی ہے
بارہ بج گئے ہیں۔ خدمتگار کمرے کو دھن کی طرح سج گئے ہیں۔ ہزاروں
تمناؤں کا خون ہو گا۔ مگر اس نیک بیوی نے اپنے شوہر کی طرف سے
نکلی جیون سے دیکھا کہ اسکا شوہر کمرے میں چلا گیا۔ جب اس مرد
مصیبت زدہ کے ہاتھ پاؤں گرمائے تو ہوش آئی۔ اس نیک بیوی نے
پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ کیا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ میری بیوی کے کچ
اس وقت لڑکی پیدا ہوئی ہے لیکن پیدا ہونے کے وقت سے بیوی کی
طبیعت از بس نا ساز ہے۔ میں مارے بد جو اسی کے اپنے ایک دوست
ڈاکٹر کو بلانے جاتا تھا اور اس طرح گرمی کے کپڑے پہنے ہوئے رہتا
آتا تھا سردی نے مجھے ایسا دوپچا کہ کچھ بس نہ ہاتھ نے مجھ پر اس وقت
احسان کیا کہ جان بچائی اس کے بعد اس نیک بی بی نے ایک گلاس
برانڈی کا پلایا تب حضرت ذرا ادب بھی کر گئے۔ اب سینے کا اس بخت
بد نصیب بد وضع مرد دے کیا انحرکت کی۔ جب خوب گرمائے تو اس نیک
بی بی پر نظر پڑا۔ وہ سر بالین کرسی پر بیٹھی تھی۔ اول تو وہ ایسی
مہ پارہ بری چہرہ تھی کہ شاید شرمین دیسی خوب رو قسایر دو وہی
چار ہونگی۔ دو کسر شہاب پھٹا پڑا تھا۔ تیسرے شب عروسی۔ وہ چون
کہ انسان پریش کرنے لگے وہ نور کہ داہ۔ جی داہ۔ از تبارق
برق۔ عالم تو راز پاتا فرق۔ اگر ایک نظر غلط انداز سے دیکھے تو ہزاروں کا
خون ہو جائے چلیا کالی ناگن کی طرح لہر رہی تھی۔ غارہ اور گلگون نے
اس قدر ترقی جمال رخسار زیا کی گ کہ اوپر بھی پڑ کا دیا تھا اور عطر کی
مہکتے دماغ کو طبلہ عطار بنا دیا تھا حضرت نے اس کی ریں کمر کش شمس کو
سر بالین پایا تو یوں فرمایا کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو ایک کونے میں
دیکھتے ہیں عرشہ شوق ما افزا یاد پیلوے تو + اعلیٰ حضرت خدائے علی کی سحر

شیطان کی بھڑکار۔ خدا کی مارت تیرے احسان فرشتوں کی
ایسی تھی خدا تجھے۔ لاجول ولا توتہ۔ وہ وقت بھول گیا جبکہ ہاتھ پاؤں
کا ہلانا تک مشکل تھا۔ بات تک لب نہیں لگتی تھی چلنا دو بھر تھا
سردی سے روح پر صدر تھا۔ کلیجہ لرزاتا تھا۔ وہ آپنی قضا کا
نوحہ خوان تھا۔ اس نیک بی بی نے اس درجہ احسان کیا کہ اسکی حقیقت ان
اورنگی بہن تک سدرجہ احسان نہ کرتی۔ وہ نیک بی بی اسوقت مرنے
سے ہٹ گئی اور حضرت نے اٹھ کر کہا کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں ہنجر کی
ایک خادمہ نے کہا کہ ہاں جائیے مگر وہ باناٹ اور پھٹے چائے حضرت نے
باناناٹ کو بغل میں دبایا اور چلتے وقت خادمہ پوچھا کہ اس کی پٹری کیا ہو اور
روانہ باشد حضرت سامعین مقام غور پر نفس مارے کیسی بڑی چیز اور نفس
کس درجہ ہر دل غریزہ نفس مطمئنہ نے اس مرد کی جان بچائی اور
نفس مارہ نے اس بدبخت کو یہی پٹری پٹھائی شب سوئی اور سردی دن
اور اس درجہ رحم کرا لیا سی نیک بی بی کا کام تھا۔ اور احسان کا یہ بلا دنیا
اس بدبخت مرد ہی کا حصہ تھا۔ مجھے شک کی جگہ کلی یقین ہو اور یہی ان
ودین ہو کہ حضرت سامعین بلند مکان اور حاضرین نشان اسوقت اس
بد باطن بد وضع بد کردار بد معاش بد بخت آدمی سے ناراض ہونگے اگر
وہ بالفرض محال سامنے آئے تو بے اختیار یہی جی چاہے کہ جو رنگ کیجیے
اور ایسی سزا دیجیے کہ عمر بھر یاد ہی تو کرے لیکن اس ہکو نتیجہ متخرج
کرنا چاہیے کہ جب ہم اور دکانی ایسی غلطیوں اور حماقتوں اور برائیوں کو
سن سن کر اس قدر طول و منوم ہوتے ہیں اور غیظ و غضب کا بھر ناپا
کننا جو ش زن ہو جاتا ہو پھر اگر ہمارے افعال بھی لیے ہو تو اور
لوگ ہم کو کیا کہیں گے۔ انسان کا قاعدہ ہو کہ جب وقت کسی نوجوان خیر
نوع کے انتقال پر طال کی وحشت اثر خیر سنتا ہو تو کمال نفوس کرتا
اور کوئی پندرہ بیس منٹ تک دنیا کی بے شباتی کا خیال کر کے سوچتا ہو
کہ کج سے عناد اور فساد اور لڑائی جھگڑا مقصود بدیاتی بے ایمانی

سب کو طلاق دینگے۔ سلامت روی کی چال چلیں گے لیکن دگر طری کے بعد
پھر وہی جوتی پیرا وہی گلچپ وہی تکرار۔ وہی برس برس خیال
کسی سے بچ کسی سے ڈر ایسی بات پر طال ساور کسی کو میں کیا کمون خود
اپنا ہی حل معرض بیان میں لاتا ہوں اور اپنی مینی سناتا ہوں
ایک دن میں طلکۃ میں جا رہا تھا۔ جب چورنگی شریٹ میں پہنچا تو کچھ
کہ کچھ پرایک لاش آرہی ہو۔ صد ہا آدمی ساتھ ساتھ ماتم کرتے جاتے
ہیں۔ روتے ہیں اور اس محوم کا نام لے لے کر چلاتے ہیں رزم رام ست ہو
ست بولکت ہو۔ ہر کا نام ست ہو۔ ست بولکت ہو۔ دو تین پرتون
نے لہ لہ کر کہ (شن تو یو میں پر لہا شوا شو اشیمو رشری مہادیو۔
شیمو) اس آواز اور رام رام کی ست کی صدائے مجھے افسردہ و پشیمردہ
کر دیا۔ اور ایک ہیبت سی میرے چہرے پر چھا گئی۔ اور جب میں سنا کہ
ایک پیر مرد کا لڑکا جسکی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی اور جسکی شادی کالہی
دو ہی مہینے ہوئے تھے جسکی بیوی بھی پوری بارہ برس کی تھی میں جسکی
قوم میں بیوہ کا نکاح ناجائز ہو اور جو اپنے والدین کا ایک ہی لڑکا تھا
جسکی مان بچپن برس کی ہو اور ساتھ برس کا باپ جو انٹرنس کے امتحان میں
اول آیا تھا جس نے فرسٹ ارنس کے امتحان میں ترقی پایا تھا اس ٹکٹی پر
مرکھٹ جا رہا ہو اور تھوڑی دیر میں اسکا جسم آگ کے شعلے میں جل رہا ہو گا
اور اسکی پڑیاں مچھلی اور نہنگ کی غذا ہونگی۔ اسکی بیوی تمام عمر نہ پلے
میں بسر کرے گی۔ باپ نیجان اور زندہ درگور ہو جائیگا۔ مان کی
توت باصرہ جواب دے گی۔ سسٹر جیتے جی مرٹھے گا۔ اور ساسل بنی
پیاری بیٹی کو بیوہ دیکھ کر سر پھوڑے گی اور اسکے تمام خاندان کا
عیش رنج و غم سے بدل ہو گا تو دل بھر آیا اور میں کئی قدم کھینچتا رہا
کے ساتھ گیا۔ اس وقت دل کا عجیب تھا لیکن کوئی پچاس قدم ساتھ گیا
ہو گا کہ ایک یرانی سامنے سے چلا آتا تھا اسکی لکڑی جسکو وہ کھاتا تھا
ہاتھ سے چھوٹ کر میرے سر پر پڑی وہیں نے آؤ دیکھنا نہ تاؤ مٹے

گالی دے بیٹھا۔ افسوس۔

حضرات سامعین دیکھیے کہان وہ بے رحم تھا۔ کہان یہ فعل ناشائستہ مجھ سے سرزد ہوا۔ عین حالت خیال بے ثباتی دنیا دون میں ایک وہ حرکت کی جو ایک بچے سے بھی نہوتی۔ میں خوب جانتا تھا کہ مجھ سے اور اُس ایرانی سے دشمنی نہیں۔ وہ مجھ کو جانتا تھا نہ میں اُس کو مگر باہمہ میں ایسے فعل ناپایستہ کے قریب ہوا اور یہ بھی میں خوب جانتا تھا کہ اُس نے عداوت قصداً اور ارادۂ دیدہ و دانستہ ایسا نہیں کیا۔ اتفاق سے لکڑی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور سر پر پڑی۔ علاوہ برین کچھ ایسی چوٹ بھی نہیں لگی تھی کہ مر ہی جاتا۔ افسوس ہے کہ ایک ہی منٹ میں میں وہ وہ سب باتیں بھول گیا اور بلا وجہ ایک شریف کو گالی دے بیٹھا۔ وہ ایرانی خوب سمجھا کہ میں نے اُس کو گالی دی مگر خاموش رہا۔

دل بدست اور کج کج اکبرست

وہ انسان کیا جو کسی کو دکھ پہنچائے۔ وہ آدمی کیا جو بی نفع انسان کو اپنا بھائی نہ سمجھے۔ مگر آدمی سب ہیں اور پھر بھی آدمی شاذ ہی نظر آتے ہیں۔ ع۔ نیست جز انسان رین عالم کہ بسیارست و نیست + یہ دنیا آدمی کی کھان ہو مگر آدمی عقلا۔ کھ آدمی کہ بیت احمر کا حکم رکھتا ہو کھوٹے خر خا شاک سے زیادہ ہیں۔ میں اپنے مغز سامعین کو کچھ نہیں چاہتا اگر چاہتا ہوں تو صرف اس قدر کہ جو کچھ میں نے خر خف کچھ میں کہا ہے پھر غور کریں بہت ضروری بات جس سے ہلکوبچا لازم ہے۔ یہ ہے کہ حسین کو دیکھ کر ایسے پھسل نہ جائیں کہ دین دنیا دونوں جائیں ع۔ نہ خدایا ملے نہ وصال صغ نہ اوھر کے رہیں نہ اُدھر کے رہیں خصوصاً حسین اور کم سن عورت۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ مرد می اور مرد می میں نہیں ہے کہ بد وضعی کو جو ہر سمجھے مگر مرد می میں ہے کہ نفس مارہ کو مغلوب کرے۔ بہت سے شہزادے رئیس زادے امیر زادے آج کل بس ایسی حکمرین پڑے ہیں کہ بد وضعی کو اعلیٰ درجے تک برتیں۔ جہنم کی جانیں لوگ انگلیان

اٹھا میں کہ وہ جاتے ہیں۔

سنا کہ مشہور ہوں ہزاروں میں

ہاے افسوس اگر وہ اس قدر سمجھیں کہ اُنکے دل کی تودلی خواہش اس امر کے حاصل کرنے کی ہے جو تنگ شرافت اور خلافت وضع اہل برو ہو تو غالباً اپنے اس خیال فاسد پر کھٹ افسوس ملین۔ مگر انکی عقل کی آنکھوں پر شیطان نے پیٹی باندھ کر ایسی پیٹی پڑھادی ہے کہ خدا کی پناہ ہاں اس معزز طبقے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو نہایت مصیبت سے اجتناب کامل اور پرہیز کلی کرتے ہیں۔ اور جو بہت پھونک پھونک کر قدم دھرتے ہیں جنکے دل میں کبھی بدی نہیں آتی جنکے مزاج میں گنہ گاری یا زہین پاتی۔ ایسے شریف زادوں کے نقش قدم پر چلنا ضرور ہے جنکے دل سے بد وضعی اور اوباشی منز لوں مر ہے لیکن کچھ ایسی ہو ابندی ہے کہ حیا پروری کا چراغ ہی گل ہو گیا۔ اور پاس نام و ننگ کا قل ہو گیا۔ اب اکثر رئیسوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان باتوں کو خیر بیان کرتے ہیں اور جب کبھی اُن سے کہا کہ حضرت اس کو چھ کی راہیں تو کچھ آپ ہی کو خوب معلوم ہیں تو کھل جاتے ہیں۔ اور اکثر فرماتے ہیں کہ میان تمام عمر کیا کیے آخواب بھی کوئی ہم سے گوے سبقت لیجائے تو حیرت ہوا نہ ہو صاحب پوے ای حضور آپ نقاد ہیں خوشامد کریں اے تڑپے کہ اُسٹھ کہ خداوند آپ اس فن کے مبصر ہیں پھر پوچھتا ہا تھا جوڑ کر کھڑے ہو گئے پیر و مرشد خدا گواہ ہے کہ بس آپ ہی آپ ہیں اصل میں اگر دیکھیے تو آپ کیا اور آپ کے باپ کیا۔ تمام عمر بھروسے کچھ کیا ہی نہیں کہ طبلہ پر عقال ہوا اور گلچھڑے اُڑ رہے ہوں۔ لاجول ولا کسی کا خبر میں شریک نہوے۔ نیکی کا کوئی کام کیا ہی نہیں آج تک ہزار پائے تو دس ہزار اُڑائے لگا پاس نہیں۔ اُن حضرت کی حالت بیشک قابل افسوس ہے جو خیر ان باتوں کے اور کسی امر کو اچھا سمجھتے ہی نہیں۔ اب میری دلی خواہش ہے کہ آپ سب صاحبوں جن احباب کا جی

چاہے ان امور کی نسبت اپنی رائے اور اپنے خیالات ظاہر کریں۔
 کچھ ختم ہو گیا اور حاضرین جلسے اس زور سے تالیان بجائیں کہ تمام عمارت
 گونجنے لگی اسکے بعد صاحب کچہر اپنی کرسی پر بیٹھے مگر کسی شخص کو استبداد
 جرات نہ دی کہ استادہ ہو کر کچھ کہے۔ انھوں نے پھر کہا اگر کسی صاحب
 کاجی چاہے تو کچھ فرمائیں۔ میں بڑی مسرت سے سنو گا اور خوش ہونگا۔
 ایک صاحب استادہ ہوئے اور ادھر ادھر دیکھ کر یوں فرمایا۔
 میں نے اس کچہر کو جس کا ایک ایک حرف قابل داد اور ایک ایک لفظ
 لائق مہاد دل کے کانوں سے سنا اور اسکے ایک ایک فقرے سے مجھے
 اتفاق ہے۔ حسن کی نسبت جو کچھ عالم و فاضل کچہر نے فرمایا ہے سچ ہے
 اصح ہے۔ حسن واقع میں خدا کی دین ہے حسین آدمی کو جناب باری عزوجل
 تہ دل سے مشکور و ممنون ہونا چاہیے کہ وہ جو عطا کیے اور وہ صورت
 زیبادی کہ اور بنی نوع انسان گھٹنوں حیرت کے ساتھ گھورا کرتے ہیں
 لیکن ساتھ ہی اسکے حسین مرد ہوں یا عورت۔ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ
 اگر حسن ظاہر ہی ساتھ حسن باطنی نہیں تو دو کوڑی کا۔ اس میں جسکے
 دل میں بدی ہو وہ کریم نظر چھوٹا مسک خریف کی کاساک ہو دیکھو کسی
 کوڑی چیز ہو لیکن صد ہا عوارض کا اس سے علاج ہوتا ہو ورنہ شراب کی
 شہین ہو لیکن ایک قطرہ اگر پرہیز یا چھتری یا مسلمان پیئے تو اسکے
 ہجوم اسکو ذات سے خارج کر دیں۔ بہت سے پھول نیامیں بیسے ہیں جو کھینچ
 میں نہایت خوشنما ہیں لیکن بوباس نہیں کسی مرض کی دوائیں۔ عکس اسکے
 بہت سے پھول ایسے بھی ہیں جو دیکھنے میں خوشنما ہیں مگر امراض کے لیے انکا
 استعمال کسیر کی خاصیت رکھتا ہو اور جو کوئی پھول نگین اور خوشنما بھی ہو اور
 ساتھ ہی اسکے اطبا کے نسخوں میں بھی اسے جگہ پائی ہو اور بوباس بوباسی یا بخار و تشنگ
 تا تا رہنا دیا ہو تو صل محل پھر کیا ہو چھتا ہو۔ الغرض حسین آدمی کو خدا کا ممنون
 صورت زیبائے ساتھ سیرت بھی ملائے نورانی کی ہی ہم پہنچانا چاہیے ورنہ
 جلسہ برخاست ہوا۔ اور دو چار صاحبوں نے حضرت میرزا ہایوں فر

بہار اور صاحب کچہر سے ملاقات کرانی تھوڑی دیر چاک کے ساتھ تین
 ہونے اور رخصت۔ میرزا ہایوں فرقت پر سواری ہو کر چھین گھوڑیوں
 کو کرا کرا دیا تو پھر باتیں کرنے لگیں ایک نظام پر گھوڑیاں فراہم کر دیں اور
 کچی سڑک پر فتن کو گرا لگیں۔ قریب تھا کہ میرزا ہایوں فرکوچین کو
 گالیوں دین کہ بیسے ہی انکو کچہر کی باتیں یاد آئیں اور خاموش ہو رہے
 اس کچہر نے میرزا ہایوں فر بہادر کے دل پر اثر کیا۔ کچہر کے مطالبے
 فی الذہن تھے۔ راہ بھر وہی باتیں سوچتے آتے تھے اور کہتے جاتے تھے
 کہ کل باتیں ہمارے حال میں مگر پھر دیکھو سمجھاتے تھے کہ ہم نے تو کوئی
 فعل ایسا نہیں کیا جس سے باری عزوجل یا شہنشاہی یا امارت یا شرف میں شراکت
 اسی وقت انکو یاد آیا کہ عاشق النساء بیگم کی حسن آرا اور سپر کو گلا گیا
 اور ان شریف زادوں کو بلانے کا پیغام بھیجا۔ چل دیکھنے پس میں نے کی
 فکر کی پس مار خفت کے انکی پیشانی پر پسینا آگیا۔ اور اس درجہ ہول
 بیان باہر سوچے کہ ہم نے ہی برا کیا۔ اب نامہ و پیغام کو درجہ سلام ہو
 ہر کہ از قصیر خود شد منفع

خواب

او خوش آن صبح کہ عاشق رنگ خوشی حال دست در گردن مشوق حامل بر خاست
 کنج باغ ہو۔ بلکہ باغ ہو۔ ادھر پور جھاڑا دیکھو کلا نور ہو۔ ادھر غنم
 غیرت حور ہو عشرت بار و دیوار ہو۔ گلزار سراباں ہو و عاشق زار ہو
 او مشوق روکش فرخار ہو۔ ایک سمت بارہ گلگون کمیائے فتوح روح
 کی گلابیان۔ دوسری جانب جام مروق اور گزک کی پیالیاں غم ہو
 نہ فکر ہو۔ محبت و گرجوشی کا ذکر ہو مشوق بھی ہو تو آگ بھیجے کا قریب
 روکیو گئے لوکا۔ پرند تک پر نہ مارنے پائے۔ ہونٹا نہ پائے سجان ہنر

<p>گر دغم زیر بار منت اوست ہر کر اینچ روز نوبت اوست پر وہ داز حرم حرمت اوست ہمہ عالم گو اہ عصمت اوست اثر رنگ و بو سے صحبت اوست</p>	<p>لنگہ سرور نیا ورم بد و کون دو مجنون گذشتہ نوبت ماست من کہ باشم در ان حرم کہ صبا گر من آلودہ دامنم چہ عجب ہر گل تو کہ شد چمن آرا سے</p>	<p>سبحان اللہ معشوق فرطرب سے یہ شعر زبان پر لائے۔ آنشب ہم سو گاہ کو نیا دل غلوتنا شبست اور عاشق پاکباز کی ریح حافظ شیرازی اس بیت سے وجہ میں آئے۔ نقشہ چاہ زخمان کوام کہ ہر طرت آہ کہ تاوک بدولم از زرخشی سے نازد صدر ہزارش کہ دن جان پر طوقی صحبت آوت جان شمعش در خندہ زیر بیت</p>
<p>اتنے میں اس زمانے کی ہوا چلی کہ جازتہ والہا ہونے لگا اور فوجی نے غل بچا تا شرم کیا اور گوڈیوں کا دن۔ اکھاڑے میں پہلوان جج پٹھوں کو کشتی سکھا رہے ہیں تاں ٹھونک کے ایک موٹا تازہ ہٹا کٹا چٹھا کھڑا ہوا۔ جوڑ چھٹی۔ علی کے نام کے گیارہ ڈسٹھاق کے قریب پہلے اور نیز سے پہلے پہل کر آنے سے کھڑے ہو گئے۔ اُن ڈسٹھاق کے کچھ کا وہ لال لنگوٹ والا کیسے کڑو سے تیر ڈال رہا ہے سنے والے کی شامت آئی۔ میں کھتے جائے وہ بچنی کھائی۔ ارے ارے ارے سے بچو نہ بھلاواہ چٹھے۔ وہ دسٹی کی در پٹیر پر آیا۔ اب لال لنگوٹ والا زور لگا کر گیارہ ڈسٹھاق چٹھے وہ اٹھی دی واہ رہے تھو اسے شک گنج کے اکھاڑے کا ہو کہ نہیں۔ چھٹ لگے۔ ابا بابا کیا چھٹ ہو ای سجان اشدہ گئے گرا بی سنے والے کی گردن بڑی پھنسی ہو لیکن وہ بھی ہاتھ باندھے ہوئے تھے تو دیکھا نہیں حریف کو شاباش ہو۔ وہ گردن چٹھالی مانتا ہوں اللہ گردن چٹھاتے ہی حلقوم کس لیا۔ این! بچہ دونوں کے دونوں الگ تھلگ بھٹی ہوئی کشتی پر تھے ہیں۔ یہ کچھ بات تھیں۔ دروازے پر تیر چکر لایے ہوئے موجود لہر لہر کر گار رہا ہے کہ جانا چھوڑا کنگا کا نہنا چھوڑا مسکائی لگانا چھوڑا اور ابا بابا بولی رہے تھو رو اسے ذرا اصرار نا۔ تلج کھلاڑی دھنک دھنا۔ ٹوٹ گئی کج رہی ہو انٹھکا سنگھ نیرا خنش پر سوار بندر واسے کے ارہ گرد اٹھ لگاتے جارہے ہیں ٹوپی سر پر رکھتے ہی کشتی چھینک دیا اور ٹوپی تڑپ سے پھینکی وہ گری۔ پھر ٹوپی رکھی پھر چھینک پٹ سے پڑی اور لال لال ٹوپی پھیندے کی کسر تھی راوی گھوڑے پر جا گری۔</p>	<p>یہ سب ہوا اور عاشق کو معشوق کی تلاش ہو تو سینہ پاش پاش ہو گلزار خالی نظر آئے۔ باغ کو وہ مشت زار کی صورت دکھائے اور عاشق زار کی زبان پر یہ کلام آئے۔ چرخ بھی چر رہا روح افزا بھی ہوتا ہی آنکھیں بھی جانیں نہیں ہم باکتر میں اب سینے کے مجسم تار سرا پا انداز پیری حسن آرا بیکم اور اس کے پیارے بون طنا زمین ان آزاد دام بالا عزاز ایک فرج بخش کوٹھی میں تھلک ہیں چھت بگڑی گلابی جھانک رہی۔ تالیچون اور سفید چاندیوں کا وہ مکلف فرش کہ صفائی اس کی قسم کھائے اور چاندنی اسپر سے صدمتے ہو جائے۔ صدر میں ایک سنگ بچا ہو سونچ چھت پر ہوٹی اوھر اوھر کا چوبی کام۔ او۔ بچ میں سورج کھنی کا ایک پھول ناہو۔ تکیہ چاہرنگا۔ نور بار جھانک اور کنول روشن نہ کر لایا دھن۔ تھیر یون میں بیلے کے بار۔ بو باس میں رشک فتن غیرت تار۔ گھما سے تھیر کے اتار عطر و عہر اور مشک و فر کی خوشبو آتی ہو اور تھیر روح افزا سنگھ کے قوت شامہ اتارتی ہو۔ آزاد و امین و حسن را بیکم ابن اعل بغل مسند لگائے بیٹھے ہیں حسن آرا کی زلف پریشان مگر چہرہ تندان۔ آزاد مست و خروان حسن آرا کی نگہ ونگ مسرت اور بھجت رستی ہو جدائی اور غارت کمرے کے باہر کھڑی تڑپتی ہو۔ حسن آرا نے سیان آزاد فرج نزاو سے پوچھا کہ اب کیا چاہتے ہو جادو حکم دین بجا لاؤ بعد مدت کے دل کی آرزو بر آئی اور خدا نے وصال کی گھڑی دکھائی۔ آزاد نے دست بستہ عرض کیا۔</p>	<p>دل سرا پر دہ محبت اوست ویدہ آئینہ واطلعت اوست</p>

سین آرائے کیا۔		مینہ جھما جھم برس رہا ہوا۔ آزاد نے حسن آرا بیکم سے کہا کہ خیر تو بھلی جاتی ہو۔ اور ذری پلنگوی تین اٹھاتی ہو۔ بیان کرے میں اٹھا لاؤ	
پیام دوستی سداست سلامت	قدر خاک در دست باد جان گداری	مین صد آزاد جو اٹھے تو بخورادہ بہو چھا۔ دھوپ سے کھوٹری مٹنی جاتی تھی۔ ماما چھتری لگاتی تھی۔ اور ہایون فرجوب بام آئے تو کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے۔ تانہاں پر اچھے صاحب سوار اور حسن آرا کی اٹھائے ہوئے جاتی ہیں اور مکرمل کھاتی ہیں یہ دیکھتے ہی عزت ہایون فرجوب سے شیعے نکلنے لگے اور جھلا اور پیش کھا کر دم سے کودے تو سپہر آرا بولیں باجی آج کیسی طبیعت ہو بولتی ہو نہ جانتی ہو۔ بات کو مانق بن مانق مانتی ہو۔ آخرش کسکی کچھ کہا ہوتا ہو۔ تو بتاؤ۔	
اسے باد نسیم یار داری	زان فخر مش کبار داری	حسن آرا مفت میں ہلکان ہونا کیا معنی۔ پھول چنے کے لیے ہر شمشاد بر سر ہاڑی۔ سر دتے ہیں۔	
زہر مار کن دراز دستی	باطرہ او چہ کار داری	از تباہ تشویر گرد عارض تشویر	چون قطرہ آشفتم بر برگ گل چکیدہ
اسے گل تو کیا در دے خوش	اوشک نرد تو خار داری	یا قوت جانفزایش از بطن طراز	شمشاد خوش خرامش ز ناز پرورد
ترکس تو کجا چشم مستش	اوسر خوش و تو خم زاری	انگل کشش بن آئینہ پر آشوب	مشتی ہچو زہرہ شدر قاص
ای سر تو باقد بلند شش	در باغ حسیم اعتبار داری	چتا ساقی کفارہ کیا ہر دم مری می	بال بیکا نہ کو ترکا۔
ای عقل تو با دجو و عشقش	در دست چہ اختیار داری	ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کھیرائیں کہ گردو با تین۔ طبری حکیم صاحب چچی جان	
طبری حکیم۔ آج میٹھے ٹکڑے پکے ہیں۔ کھاؤ گی بھیجوں۔		انکے پیٹ میں چوٹ کا ہنٹ اچلا گیا۔ شخص میں آیا ہو کہ پانی کے ساتھ	
حسن آرا۔ انا بخان اسوقتہ، توجی نہیں چاہتا دو پیازہ کھٹا کھٹا تو کھوٹا		چوٹ کا ہنٹ اچلی گئی ہیں۔ میں کل کو ٹیکے کی دھنک کو پانی کو خشک کر کے	
سپہر آرا۔ سان گد دھنیا ضرور پٹا ہو۔ یہ مونی ماما دھنیا ڈالنے کی دشمنی		سج دھارا بہاؤ لگا سمجھیں کہ یہ مردارشی ہو۔ میرا ہایون فرجوب آرا	
باورچی سے پوچھا کہ اسکی توجیے روز بروز عقل دیک جائے جاتی ہے۔		فرخ نہاد و حسن آرا بیکم اور ایک پیاری۔ بوڑھا پیساری جبکہ ہاں	
طبری حکیم۔ کاہے کی گوٹ۔ کچھ تباؤ لگی بھی۔ پیسے کی دو والی دن		مانک چندری ڈلی آتی تھی وہ سب مل کر ایک سترخان پکھانے لگے۔	
سپہر آرا۔ ایک آنے کی نارنگیاں یہاں بھیج دیکھ تو احسان ہو۔		پس تھوٹری ویرین گویوں کی آواز آئی اور آزاد نے کمری ہایون فر	
مگر لال لال ہون ذری۔		نے پھر کلہ لیا۔ اور حسن آرا آپ لے کر دوڑی مگر فٹس پر سوار اور	
ہایون فر۔ اوج۔ پان تو آپ کی ماما ایسا لگا لائی کہ چوٹا ہی ہو		ہاتھ میں توپ میدان جنگ میں جو گئی ایک لاش بولی۔	
آزاد۔ پھینک دیجیے۔		از کجائی آئی ای سرت خوبی مونا	
ہایون فر۔ اچی ابا تو چا چکے۔ مگر تھکے پر خچے پر خچے اڑ گئے۔		عطر آگین تابدان جیلر نشان کر	
آزاد۔ کیسے بی حسن آرا صاحب۔ مزاج تو اچھے رہے۔ آپ کی بہت			
ملاقات نہوئی کیسے اچھی تو ہیں۔ آنکھیں ترس ہی ہیں ذرا ایک دفعہ			
تو نظارہ بازی ہو جائے۔			
حسن آرا۔ ایدواہ ماشاء اللہ بڑے فصیح بے ہیں بلبل کو نہ کر کہتے ہیں			
ماما۔ پھر بھس کیا ملاویا دونوں طرح جائز ہے۔ دونوں کی شالیں موج			

ہین مذکبی مونت بھی۔ ٹیپے۔

بلبلو کسکد کھاتی ہو عروج پرواز

اسمین مونت ہے۔ ہر کہ نہیں ہو لیے۔ اب نہ کر کی مثال صنوس

بلبل ہون بوستان جناب امیر کا

روح القدس ہو نام مگر ہر صفر کا

ہمایون فر۔ ہان مگر جیشی اور تلوے میں فرق ہے۔ نکو ناسندوسہ

جیشی حلوا سہن۔ کیون۔

ماما۔ ہان ہان میان ہان۔ اسمین میں مسکھ کیا ہے۔

دائرسے والے نے گت چھڑی اور از باب نشاط نے یہ غزل گائی ہے

زلف کرتی ہر پریشان ترے دہائی کو

آنکھ یاں تہی ہر چشمک تر سوئی کو

رشتک ہر بان دسی پر کیوں دیکھیں

چوم لیتے ہیں دہن کی تر دیا کی کو

تیرہ بختی کالگا یا ہر جبین پر ٹیکا

آج تشریف کیا ہے ترے سودائی کو

جلوہ یار نے آنکھوں کے پرچائے میں

عالم نور کیا شعلہ مینائی کو

جب تیر درکش عشق کو سونپاں خاک

گنبد گور کیا گنبد مینائی کو

دور گری اور سپہ آرائے لوٹی۔ مگر بڑی بیگم نے گنگو انہ چھوڑا ہے

حسن آراہان لے پر جھلائی۔ موار و ٹمگ لیا تا ہر زمانے بھر میں کے

آلے ڈھولی یہ دین آٹھ آنے ڈھولی ٹنھ ہی کالا ہو مو کا اتنے

میں گھر کی مہری نے کتاب اٹھائی اور پڑھا۔

قصیدہ مع تاریخ جلوس نواب شہزادہ حکیم مہدی علیخان بہادر

وزیر اعظم شاہ اودھ بہ صنعت پنج ہزار و نہ صد و شش ماوہ تاریخ طریقی

استخراج مادہ انیسٹ کہ ہر مصرع تاریخ و منقوط شعر تاریخ وغیرہ منقوط ہم

تاریخ و منقوط یک مصرع وغیرہ منقوط و دیگر ہم تاریخ وغیرہ منقوط اول مصرع

و منقوط دوم ہم تاریخ و ہمیں طریق مصرع اولی۔

آزاد نے حسن آرا کو گوری دی۔ اور حسن آرا نے ہمایون فر کو گوری

دی اور ہمایون فر نے بڑی بیگم کو گوری دی اور بڑی بیگم نے اپنے

شوہر کو گوری دی اور بڑی بیگم کے شوہر نے سپہر آرا کو گوری دی اور حسن آرا نے

اچھے صاحب کو گوری دی اور اچھے صاحب نے آزاد کو گوری دی اور حسن آرا نے

بلبلو کسکد کھاتی ہو عروج پرواز

اسمین مونت ہے۔ ہر کہ نہیں ہو لیے۔ اب نہ کر کی مثال صنوس

بلبل ہون بوستان جناب امیر کا

روح القدس ہو نام مگر ہر صفر کا

ہمایون فر۔ ہان مگر جیشی اور تلوے میں فرق ہے۔ نکو ناسندوسہ

جیشی حلوا سہن۔ کیون۔

ماما۔ ہان ہان میان ہان۔ اسمین میں مسکھ کیا ہے۔

دائرسے والے نے گت چھڑی اور از باب نشاط نے یہ غزل گائی ہے

زلف کرتی ہر پریشان ترے دہائی کو

آنکھ یاں تہی ہر چشمک تر سوئی کو

رشتک ہر بان دسی پر کیوں دیکھیں

چوم لیتے ہیں دہن کی تر دیا کی کو

تیرہ بختی کالگا یا ہر جبین پر ٹیکا

آج تشریف کیا ہے ترے سودائی کو

جلوہ یار نے آنکھوں کے پرچائے میں

عالم نور کیا شعلہ مینائی کو

جب تیر درکش عشق کو سونپاں خاک

گنبد گور کیا گنبد مینائی کو

دور گری اور سپہ آرائے لوٹی۔ مگر بڑی بیگم نے گنگو انہ چھوڑا ہے

حسن آراہان لے پر جھلائی۔ موار و ٹمگ لیا تا ہر زمانے بھر میں کے

آلے ڈھولی یہ دین آٹھ آنے ڈھولی ٹنھ ہی کالا ہو مو کا اتنے

میں گھر کی مہری نے کتاب اٹھائی اور پڑھا۔

قصیدہ مع تاریخ جلوس نواب شہزادہ حکیم مہدی علیخان بہادر

وزیر اعظم شاہ اودھ بہ صنعت پنج ہزار و نہ صد و شش ماوہ تاریخ طریقی

استخراج مادہ انیسٹ کہ ہر مصرع تاریخ و منقوط شعر تاریخ وغیرہ منقوط ہم

تاریخ و منقوط یک مصرع وغیرہ منقوط و دیگر ہم تاریخ وغیرہ منقوط اول مصرع

و منقوط دوم ہم تاریخ و ہمیں طریق مصرع اولی۔

آزاد نے حسن آرا کو گوری دی۔ اور حسن آرا نے ہمایون فر کو گوری

دی اور ہمایون فر نے بڑی بیگم کو گوری دی اور بڑی بیگم نے اپنے

شوہر کو گوری دی اور بڑی بیگم کے شوہر نے سپہر آرا کو گوری دی اور حسن آرا نے

خوشتر رعیش و محبت باغ و بہار بیت | ساقی کجاست کو سبب تھا حسرت

آزاد و حسن آزاد پر سی زرد ہاتھ میں ہاتھ دیے بلغم میں بھر بھل رہے ہیں اور سپہ کراؤنٹ کو میرا ہایون فری متابی پر چھپاتی ہو اور اچھے صاحب کی مہری اترائی جاتی ہو۔ کہ میرے پایا سے میں میں ملکی حسن آرا۔ مہری کتنی بے تکلی ہو تم۔

مہری - احوالہ -

حسن آرا - ہم باغ میں ٹھل رہے ہیں اور تم یہاں آتی ہو۔ جو میان آزاد کا خطا اس وقت آجائے تو ہم پانچ روپیہ انعام کے دین آزاد - ہاں ہم بھی دین۔

مہری - آپ کیا دین۔

آزاد - جو آزاد کا خطا آئے۔ تو ہم دس روپیہ دین۔ پورے دس مہری - اللہ کرے آئے۔ خدا کرے آئے۔ دس روپیہ کتنے ہوئے دس اور پانچ پنزدہ۔

ہایون فراور آزاد ملکہ ہایون میں جھولا جھولے اور جھولے پر جو نازے تھے اُنہیں پھول پھولے۔ اور کرورندے کے سایہ میں جا کر حسن آرا ناچنے لگی اور سپہ راگاتی تھی رکرورندے کی چھیاں چھیاں اسکے بعد روح افزا اور سپہ آرا نے بچرون پر اُچکنا شروع کیا۔

حسن آرا - آزاد آزاد۔ پیارے آزاد۔ اس وقت ہارادال السبب آئے ہو کہ عجب کبھی نہ تھا۔ ہاں ایک ہی بجر سے پر ہم اور تم سیر کر رہے ہیں آزاد - واہ جھوٹ سب جھوٹ۔

حسن آرا - حسین کی قسم سچ کہتے ہیں۔

آزاد - بھلا بڑی بگم کے سر پر ہاتھ رکھو۔

حسن آرا - (بڑی بگم کے سر پر ہاتھ رکھ کر) بوس۔

آزاد - ہاں اب تشفی ہوئی۔

سپہ آرا - اور جو امان جان اس وقت ہوتین تو ہم کبھی ٹھہرتی۔

بڑی بگم - جب ہوتین نہ۔

سپہ آرا - شاید آجائیں۔

آزاد - جی ہاں یہاں آچکیں۔

جب ڈنگ لگی تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہو بھی معلوم ہوا کہ پڑوس کا مکان حسین شیخ نور الحسن رہتے تھے اسکی قرتی ہوئی اور اسباب سب بکتا جاتا ہو اور نیلام ہو رہا ہو۔

دو کریان - سرکاری بولی ایک روپیہ - آٹھ آنے بارہ آنے۔ ایک روپیہ دو روپیہ - طوہائی روپیہ - پونے تین - پونے تین - ایک پونے تین - دو پونے تین - تین - لیجئے دام نقد لائے۔ لو۔

وو پانچا جے - سبز اعلیٰ سرکاری بولی سو روپیہ - دس روپیہ - دس دس بارہ روپیہ - بیس روپیہ - بیس روپیہ - پچیس روپیہ - پچیس روپیہ - ایک پچیس روپیہ دو پچیس روپیہ تین۔

شہرٹی کا دوپٹا - کادانی کا کام کیا ہوا۔ پانچ روپیہ چھ روپیہ سات روپیہ - پندرہ روپیہ دو روپیہ سات روپیہ - سات سے پندرہ روپیہ ایک دم سے تیس روپیہ - تیس روپیہ ایک تیس روپیہ - تیس روپیہ تیس روپیہ حسن آرا میان آزاد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے جھروکے سے دیکھ رہی تھیں اتنے میں حسن آرا متابی پر سے گڑھ پڑی لیکن بھی زمین تک نہ آنے پائی کہ مضمون غت ریلوٹ ہو گیا۔

ایک چور نے شاہ جی سے نسخہ لیا اور تک جھکنی نے ناک میں دم کر دیا

حضرات ناظرین - کچھ سمجھ بھی ہو گئے نہیں۔ کہو دعویٰ ہو کہ ہزار میں شاید دو ہزار گوار سمجھ ہوں تو سمجھ ہوں۔ ناظرین ہائیکے زمین طرح طرح کے خیالات جاگ رہی ہیں کی اسے ہوگی کہ اڈیٹر صاحب بگم کی ترنگ میں۔ کوئی صاحب فرمائینگے کہ برہمن ہیں تو کیا ہوا معلوم ہوا ہو بڑی پیسے تھے (خدا کرے تو ہے) کوئی بزرگوار غلطہ دکاوت سے کیسے کہ خط و ماخ

ہو گیا۔ ایک ساعت کا قطب تھا کوئی کہے گا کہ لکھے لکھے عقل ٹھکانے نہیں رہی۔ اول جملہ داہی بٹا ہی بیٹے لگے۔ افسوس کل تک بچا کر ببل ہزار داستان کی طرح چمک رہے تھے آج تنکے چٹنے لگے ہمارے جتھہ ناظرین میں سب اپنے اپنے خیالات کے مطابق رائے زنی کر گئے۔ اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ خطون پڑھا ٹوٹ پڑ گئے اور اکثر صحابہ شکایت کر گئے کہ یا حضرت خیر تو پوچھنا کھلائیے۔ کسی حکیم حاذق سے رجوع لائے۔ یہ آپ نے کیا بکا ہو از سر تا پا خرافات جو کچھ بھی سمجھ میں آتا ہو۔ معقول قبلہ سمجھنا کیا دل لگی ہو۔

اور سینے حضرت کا تب لکھتے لکھتے چونک پڑے۔ این۔ یہ نہایت صاحب کو سو بھی کیا جو بھی۔ یہ مضمون ہی باغت ربوہ کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا نہ رہا گیا چھپکے کا رومال وڑھے میرزا منشا ہے ہوئے تشریف لائے۔ آداب حضرت آج کی ظرافت کو ذرا مکر ملاحظہ فرمائیے کیوں وجہ آج تو کچھ مطلب ہی ضبط گستاخی معاف۔ اور نیٹے گا حضرت آپ اپنا کام کیجیے۔ اس جھنجھٹ میں نہ پڑیے۔ بہت خوب تھوڑی زین ایک معصوم صاحب برآمد جو تسلیم آج کی ظرافت ذرا غور سے ملاحظہ فرمائے گا عرض کیا کہ حضرت یہاں سلسلہ وضع کے پابند ہیں مگر دیکھنے کی قسم کھائی کہ وہ سب دن ہمارے شفیق بالتحقیق ڈاکٹر خجستان صاحب ڈاکٹر لول پاگلخانہ اور دھوکا دینقہ انتہا آیا۔ اچھا آپ تو ہم کو پاگل بناتے تھے مگر اب فرمائیے کون پاگل ہے ہم با حضور۔ کیوں یہ کل میان آزاد کی داستان میں کیا بے پر کی اڑائی؟ خدا ہی خیر کرے اگر یہی حال ہے تو حضرت آپ بھی ہماری ہی جان کھائیے۔ ہمتو خیر بھلا باگلوں میں رہتے ہیں۔ آپ تو ایک مخزن علم اور معدن علم مطیع میں رہتے ہیں یہ آپ کو نصیب عدا کیا ہوا لگی اس طرح اور دو چار آدمیوں نے بھی فرمایا کہ حضرت ہم کو گنجائش شکوہ خجی ہے خیر اب ہم کس کس کہیں کہ یا رومہ خیر کے مصور ہیں۔ ہا اگر نادان ہیں نیچر نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ خاک لطف ہی نہیں۔ مزایا کر رہا ہو جائیے

اور دل کے کانوں سے سنئے کہ یہ حسن آرا بگیم نے خواب کیا تھا ہاتھ لائیے ذرا کیوں نہ کیے گا واسطے خدا کے ذرا تو اس سوچو بوجہ کی داد دیجیے کہین داد تو درکنار میان ٹھونہ بنائے گا۔ حضرت یہ خواب تھا بھلا بوجہ تو یہ خواب کون دیکھ رہا تھا۔ حسن آرا بگیم بچہ آپ جانے خواب تو تھا ہی کبھی لندن میں بیٹھے دند ناتے ہیں۔ کبھی ولسنگ ہاٹل میں مٹن چاہ اڑاتے ہیں کبھی پہاڑ کی چوٹی پر ہو رہے کبھی درخت کی پہلی پر اور ایک بندر نے جو کھڑ بھسکی بتائی تو ٹھٹھ گئے اور گرسے گرسے ہی کھٹکھٹ گئی تو خواب بند کی طرح اچک کر کچھ کر کے پڑ پر تھا یہی خواب میں ہوتا ہی یا کچھ اور مسلسل خواب تو شازدہ نادہ ہی کوئی دیکھتا ہوگا۔ ورنہ عموماً یہ باتیں دیکھنے میں آتی ہیں کہ مردوں باتیں ہوتی ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ کیوں بھی اگر ہم زندہ ہوتے تو کیسی ٹھہرتی یا کسی ایسے دوست سے ملاقات ہوتی جو منزلوں کی راہ پر پہنچا ورنہ کہ رہا ہو کہ خدا کرے ہم سے تم کسی دن ملاقات ہو۔ معقول سامنے تو بیٹھے ہیں مگر کبھی تک ملاقات نہیں ہوئی گویا۔ اس خواب پریشان میں حسن آرا نے خدا جانے کیا کیا بھلا مگر سلسلہ درست نہیں۔ خیال تو کیجیے کہ کتنے مقامات پر بے جوڑ ہو۔ اول تو میان آزاد اپنی پیاری حسن آرا کے پاس پہنچے کمان سے وہ جہاز پر سوار ہو کر (روانہ باشند) ہوئے۔

غرض کہ یہ مضمون بھی ساری خدائی کے مضمونوں سے نرالا تھا۔ اتنا ہی ہے اتنا کہ بے نکاہن۔ خاتون مرلہ قاحس آرا اور میان آزاد فرخ نداد ایک ہی کمرے میں ٹھکن ہیں۔ این پا چشت! حسن آرا بگیم کمان آزاد بچا کمان وہ جہاز پر۔ یہ وہاں سے منزلوں دور۔ اور حضرت فرماتے ہیں کہ ایک ہی فرخ بخش کوٹھی میں دونوں بیٹھے ہیں چھت گیری گلابی جھانڈی انفرس متابی سے حسن آرا بچاری نصیب عدا گری ورنہ کہ کا دھچکا اٹھا کر فوراً آنکھ کھل گئی۔ خواب کا قاعدہ ہو کہ ادھر صدمہ پہنچے کا حال دیکھا ادھر صدمہ آنکھ کھل گئی۔ جب ہی تو ہم نے کہا کہ لیکن ابھی زمین پر

نہیں آنے پائی تھیں کہ مضمون غت رہو ہو گیا سمجھنے والے اس سے سمجھ گئے ہونگے کہ مضمون کے آخر میں جو غت رہو لکھا یہ بیوہ تھی۔ الغرض حسن آرا کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ آدھی رات کے قریب ہی کرے کالمپ گل چوہر نہ اندھیرا چھایا ہوا۔

اب ایک اور بات سننے کے قابل ہی ناظرین کو یاد ہو گا کہ جہن اسٹیشن پر اس دھن کے شوہر کو ایک سفاک تے قتل کیا تھا اس دن میان آزاد اور خوبی کو ایک فقیر لے تھے ٹیکرے پر میان خوبی نے اُن سے کہا کہ آپ بالکمال در سیدہ ہیں انھوں نے کہا کہ حضرت میں آج تک سیدہ کے معنی بھی نہیں سمجھا۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ موشہ حضور کی دعا میں بڑی تیرے انھوں نے کہا بھائی میں آج تک دعا کا قائل ہی نہیں ہوا۔ دعا صرف تسلی قلب کے لیے ہو۔ ورنہ دعا سے کیا ہو سکتا ہو۔ میان آزاد نے جو اُن کو اپنے نشن کا بایا۔ توجی خوش ہو گیا خیر۔ وہی فقرہ بھو اے۔

درویش روان رہے تو بہتر | آب دریا سے تو بہتر
اُس شہر میں سوادین ہوئے جہان حسن آرا رہتی تھیں لوگوں نے وہاں اُن کو گھر بنا شروع کیا۔

ایک ذات شریف ایسے بھی نازل ہوئے جنہوں نے شاہ جی کا نام میں دم کر دیا۔ یہ حضرت بڑے نامی گرامی چوتھے۔ شاہ جی سے کوئی پچاس بار درخواست کی کہ حضور واسطے خدا کے کوئی ایسی ترکیب بتائیے کہ جس کسی کے ہاں چوری کرنے جاؤں اُس کو نظر نہ آؤں۔ شاہ جی نے سمجھا یا کہ میان ہارے پاس یہ نسخہ ہی نہیں۔ ہم تم کو کیا دیں۔ اُس نے ایک نہ مانی۔ خیر۔ شاہ صاحب نے جب دیکھا کہ ہاری مانتا ہی نہ جیتی۔ تو کہا اچھا۔ جس روز کسی گھر بھانہ وہم سے شام کو مل لینا ہم ایک بوٹی دینگے۔ چور انہما کا خوش کہ مار لیا بس اب کیا ہو چھنا ہو جس کا مکان کا اور مالدار سمجھ کر دین ٹھان لی کہ آج شب کو انھیں ہاں چلنا

چاہے رقم تیر لگی۔ پور بارہ ہین۔ شام کو شاہ جی کے پاس گئے اور کہا کہ حضرت آج ایک گھر بھانہ نے کی نیت چلائے پھر کچھ بوٹی و دٹی دلو ایسے شاہ جی نے ایک ڈیڑھ دے دی کہ اس میں بوٹی ہو مگر جو اُن کے مال کے کوٹھے میں نہ پہنچ لو ہرگز قصہ نہ کرنا کہ اس کو کھو لو جس وقت وہاں داخل ہو جاؤ۔ ڈیڑھ کو کھول کر بوٹی کو نکالو اور خوب زور سے سو گنگنا چاہے تکلیف ہی کیوں نہ ہو۔ چار پانچ مرتبہ خوب زور سے سو گنگنا سمجھے ہاں اسکے خلاف نہ کرنا۔ چور نے ڈیڑھ میں رکھی وہ کوئی گنبد وہ بچے کی موت کنڈا لکھٹ سے کوٹھے پر ہو رہا خیر ایک گنگنا تک تو کوٹھے پر جا کر دھکا بیٹھا ہا اسکے بعد جب سب سو گنگنے تو حضرت دے پائے اُسے چپ چاپ اور اتفاق سے اسی کرے میں گئے جہاں حسن آرا اور سپنہ آرا سو رہی تھیں جا کر کچے پلے تو لپ کو گل کر دیا۔ بعد ازاں کوٹھری کا قتل توڑا۔ وہ دونوں غافل سو تی تھیں۔ پھر آپ جائے اُن کی جوانی کی نیند قتل توڑ کو حضرت دن سے کوٹھری میں داخل ہوئے بسم اللہ وہاں ڈیڑھ نکالی اور اُس میں بوٹی لی اور لیکر خوب زور سے سو گنگھی۔ حضرات ناظرین ذرا ہنس کی کو ضبط کیجیے گا کچھ سمجھ بھی وہ بوٹی کیا تھی کچھ مکنی ارے! اُن نے غضب کیا دامن۔ ہا چھین اچھین چھین چھین اور حسن آرا خواب پریشان سے بیدار ہوئے اور لپ گل اور کوٹھری سے چھینک کی آواز میں آ رہی ہیں حیران کہ یا الہی یہ ماجرا کیا ہو چکا کہ کوٹھری سے نکلا تب تو حسن آرا چپاری کا نیپے لگی کہ خدا ہی بچائے چور کو اُس وقت اپنی ہانک کی پٹی تھی اگر مکن ہو تا تو ناک کاٹ کر چھینک دیتا اتنے میں حسن آرا بلنگ پر سے اُٹھ کھڑی ہوئے اور غل چھانے لگے کہ چور چور کر کاہتی جاتی تھیں اور غل بچاتی تھیں۔ سپر آ رہی ہائیں ہائیں خیر تو کچھ ہی ہوئی اُٹھ بیٹھیں اور گھر میں جاگ ہو گئی۔ لینا لینا۔ چور۔ چور۔ چور۔ آپ جائے ایک ہی ستارہ پیک کردہ چور۔ دروازہ کھولا اور ناک کو بھاگے باہر۔ چوکیدار اور خان صاحب اور دربان سب سمجھے چھپ جاتے ہیں مگر اسکے

مغلانی - تم کہانی کو کاٹ نہ دیا کرو عیب ہو۔ بوڑھی چونے زمین
اور عمر بھرا میروں رئیسوں ہی کے ہیمن نوکری کی مگر مجاز (مزاح)
ٹھکانے نہیں لیکے بات کاٹ دی۔

سپر آرا - بوڑھی بچو آئین کیا معنی - کیا بوڑھی بچوں میں کچھ شک بھی ہے
مغلانی - جی یہ ابھی تک پتے تین دس ہی برس کی سمجھتی ہیں -
ماما - اسی ہاں سوتا سنسار کون سوتا کون ہیمن ابھی سارا دھندا
پڑا ہے - انکے حساب سب سو گئے۔

کہانی زبانی بی مغلانی

سوتا سنسار جاگتا پاک پروردگار - ہمارا بھی خدا تھا ابھی کا کوئی بھی
پیاری - (دھنس کر) کانوں کی دیکھی - کانوں سے کوکتا ہو کوئی -
مغلانی - اومد اب ہم نہ کہینگے بس -

حسن آرا - نہیں نہیں - کہو کوئی کے ٹوکنے کا کوئی میرا مانتا ہے -

کہانی زبانی بی مغلانی

سوتا سنسار جاگتا پاک پروردگار - ہمارا بھی خدا تھا ابھی خدا
کانوں کی سنی کتے ہیں آنکھوں کی دیکھی کتے نہیں -

ایک جنگل میدان میں بہت جانور پاڑھے اور صاحب تھا اربھلا کرے ہتھی
اور پتے اور شیر اور بندر اور صاحب تھا اربھلا کرے لنگورا اور بارہ سنگے
اور لانٹ اور کوکھری اور جانے کون کون تہہ تھے غرض کہ صاحب تھا اربھلا کرے
بہت سے رہتے تھے آئیں ایک دنٹ بھی تھا اور ایک کوکھری بھی تھی - تو
اُس جنگل میں ایک ندی تھی - سو وہاں تھی ڈباؤ پانی اور ندی کے اس طرف کوئی
کا باغ تھا بڑا سا باغ جیسا میرزا جیون فرکا ہو لیکن اس سے بھی بڑا -
تو اونٹ روز روز اس باغ میں ندی تیر کر کے جاتا تھا اور پیٹ پھر کر
سیو کھا کھا کر کے واپس آتا تھا - کوکھری نے جو دیکھا کہ صاحب تھا اربھلا
اونٹ موٹا ہوا جاتا ہے تو ٹوٹو لگائی کہ دیکھو کیا کھا تا ہے - ایک دن اُس میں
پٹھی رہی - اونٹ ندی میں پٹھیا اور باغ میں جا کر آتے خوب پھل

سایہ کو بھی نہیں پاتے لیکن دس قدم بڑھا اور آچھین - وہ جاتا ہوا وہ
جاتا ہے - چور بے تحاشا بکٹ بھاگا جاتا تھا مگر چھینک آئی اور لوگوں
نے غل بچایا کہ وہ ہوا ہو پھر نظر سے غائب - تھوڑی دور تک چھپٹ
کے نکل گیا اور پھر چھینکا - وہ گیا - وہ گیا - لینا لینا - آخر کار ایک مقام پر اس
چھینک نے دھوا ہی دیا - پکڑے گئے حضرت لوگ گرفتار کر کے تھانے
پر لیے جاتے تھے کہ اتنے میں کانٹھیل ملا اور چوکی پر لچلا -

چور اپنے دل میں سوچتا جاتا تھا کہ بھلی وہ اچھے شاہ صاحب ہیں -
ماشا اللہ کیا بوڑھی دی ہو - ناک نے اسوقت ناک میں دم کر دیا

کہانی زبانی بی مغلانی

شام سے باورچیوں نے بڑے اہتمام بلنج سے طعام لہذا لپکایا اور
توبیجے کے وقت حسن آرا اور سپر آرا اور بڑی بیگم صاحب نے بڑے شوق
سے نوش جان فرمایا جب کھانے سے فراغت پائی - تو حسن آرا اپنے
کرے میں آئی اور سپر آرا نے مغلانی کو بلایا -

سپر آرا - اچھی دل بہا ایک کہانی نہیں کہتیں اسوقت -
مغلانی - میں مدتے ایک نہیں دس -

حسن آرا - مگر شیطان کی آنت نہو کہ سویر تک تمام ہی ہونے نہ پائے -
مغلانی - ای نہیں یہ کیا بات - یوں تمام ہو یوں (جھگی بجا کر)
پیاری (چھو کر) بھوت اول (داد) دیو نہ کہنا کہ میں کاچاؤں اچھا
سپر آرا - تم ایسی کو حسین بھوت ہی بھوت ہوں -

پیاری - نہ بیوی کہنے دیجئے جسے دیکھو چالا (ہمارا) ہی دشمن ہے -
سپر آرا - (دھنس کر) تیرا دشمن تیرا بیٹا ہے -

کہانی زبانی بی مغلانی

سوتا سنسار جاگتا پاک پروردگار -
ماما - واہ سوتا سنسار - ابھی بچے کے ہیں جو سب کو سلائے دیتی ہو
ای بہت بچے ہوں دس بچے ہوں - اور -

پھلیری کھائے لوکھری بڑی چالاک اور دغا باز ہوتی ہے جیسے پیاری
 (پیاری کے سر پر دھب لگا کر) جیسے یہ مونی ٹوٹا دغا باز ہے۔ اُسے
 اونٹ سے دوستی پیدا کر لی۔ ایک روز اونٹ سے کہا کہ بھائی انٹونا
 ہم سے دوستی نہیں کرتے اونٹ لمبا تو بیوقوف ہوتا ہی جو دم میں
 صاحب تمہارا بھلا کرے آگیا۔ اور دوسرے دن سو کر منہ اندھیر
 لوکھری کے ساتھ گھومنے لگا۔ لوکھری نے مطلب کی یا اُسے پوچھا کہ
 تم کس باغ میں جاتے ہو وہاں ہلو بھی ہے چلو جوجی چاہے تو پھر دوتی
 کس کام آئیگی۔ کیا عاقبت میں بخشاؤ گے ہم کو بھی دکھالائو اونٹ رضی
 ہو گیا بولا اچھا جو حکم ہو۔ چلتے چلتے چلتے جب صاحب تمہارا بھلا
 کرے ندی پاس پہنچے تو اونٹ کی چڑھی پر لوکھری چڑھ گئی اور اونٹ
 تیر کر کے اُس پار نکل گیا۔ لوکھری بڑی خوش ہوئی اور اُسے صاحب
 تمہارا بھلا کرے خوب پھل لکھائے جب کھانچکی خوب پیٹ بھر کے
 تو اُسے ندی پر آ کے پانی پیا خوب سا اور اونٹ سے کہا کہ میرے گلے
 میں چل ہوئی ہے کہ اسوقت آواز لگاؤں۔ اونٹ کے ہوش اُٹ گئے
 کہ ضابطہ خیر کرے کہا کہ میں اتنا بڑا جانور جتنی دیر میں تیرے سے دو
 جانور کھائیں اتنی دیر میں ہمارا ایک کونا پیٹ کا بھی نہ بھرے میں تو
 ابھی بھوکا ہی ہوں خبردار خبردار بولیو دیو نہیں۔ سنا کہ نہیں۔
 بولی اور میں صاحب تمہارا بھلا کرے پٹا لوکھری نے کہا اب پھر چاہا
 جو کچھ ہو میں بولتی ہوں۔ اونٹ نے پھر ہاتھ جوڑے کہ ایسا غضب
 نہ کیجیو کھینچو پنج دیکھ کر کام نہ کرنا نہیں میں پٹا لگاؤں۔ لوکھری
 ایک نہ مانی اور اونٹ سے تھوڑے فاصلے پر جا کر آواز لگائی۔ کیوں
 کیوں کیوں۔ آواز کے ساتھ سنتے ہی باغبان دوڑ پڑا۔ لیو۔ لیو۔ لیو۔
 نہ پائے جانے نہ پائے۔ لوکھری تو زرا سی دھڑا دھڑا جھاڑی میں چھپ ہی
 مگر اونٹ اتنا بڑا جانور جائے تو کمان جائے۔ دھڑلے گئے۔ اب ہ
 لاکھ چھپتا ہے مگر اونٹ ناک کی چوری نہوڑے نہوڑے۔ کہا تنگ تد کو

چھوٹا کرے جھاڑی کی آڑ میں فوراً چھپ بھاگا اور پھر یہ بھا ہوا تو
 باغبانوں نے غل مچایا کہ وہ نکلا۔ وہ نکلا دوڑ پڑے وہ پھر چھپے مگر
 انھوں نے گردن دیکھ پائی وہ جات ہے۔ وہ بھاگ جات ہے ناک میں آگیا
 اب بھاگ کے جائے تو کمان جائے اور لوکھری مزے سے جھاڑی میں
 دیکھ دیکھتی بیٹھی رہی اسکو کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ کمان کمان نہیں ہے
 آخر کار دس پانچ آدمیوں نے اونٹ کو گھیر لیا۔ انھوں نے لاکھ نشتر
 غمڑے کیے مگر ٹنڈے پڑنے لگے تب تو یہ خوب سا بلبلائے مگر ان لوگوں
 نے مارتے مارتے بولا دیا۔ جب خوب بھروسہ نکل گیا تو یہ بھاگے لوگوں
 نے پھر گھیرا اور پھر لٹھ پٹنے شروع (شرع) ہوئے بس صاحب تمہارا
 بھلا کرے یہ خوب سا پٹا اور پٹ پٹانے کے مار کھائے کہے رسیاں تو لگا کر
 بھاگا۔ تھوڑی دیر میں چاہا کہ ندی پار کر کے جنگل میں جا اتنے میں
 پیاری۔ دیو دیو کی بات نہو۔

سپر آرا۔ اب آگے دیو کا تو ذکر ہے ہی۔

پیاری۔ ہوں نہیں مانتیں۔

مغلانی۔ نہیں نہیں بیٹا دیو کا ذکر ہے نہ بھوت کا۔ سنتی جاؤں چاہا۔
 بل اونٹ جو ندی میں جانے لگا تو لوکھری بھی پھرک کے موجود۔

لوکھری۔ کیا ہمیں یہاں پر چھوڑ کر چل دو گے۔

اونٹ۔ نہیں چھوڑینگے کیا۔ آؤ۔

اونٹ بیٹھ گیا اور لوکھری اُسکی پیٹ پر چڑھ گئی اور اونٹ ندی میں چلا
 سپر آرا۔ ارے سچ کتنے ہیں لمبا آدمی بیوقوف ہوتا ہے۔

حسن آرا۔ کیا اونٹ بھی آدمی ہے۔

مغلانی۔ بس بیوی جیسے ہی بیچ دھار میں پہنچا ویسے ہی صاحب
 تمہارے اونٹ نے کہا کہ دوست اب تو ہمارے بدن میں چل ہوئی
 ذری ملنے کو جی چاہتا ہے۔ لوکھری بولی۔ ہائیں ہائیں ایسا غضب
 بھی نہ کر بیٹھنا کہیں میں گر پڑ دوگی۔

اونٹ۔ اب تو بے رہ رہی نہیں جاتا۔

لوکھری۔ اور میں۔

اونٹ۔ اسوقت تمہارے منہ میں چل ہوئی تھی اب اسوقت مجھے ہلنے کی چل ہوئی۔

سپہر آرا۔ دھنس کر مہان دیکھا بات نکلی نہ ایک۔ ہم سمجھ ہی تھے۔
مغلانی۔ لوکھری بہت روٹی پیٹی چلائی۔ بہت غل غیاڑا چاہت

اچکی کو دی پھانسی۔ مگر اونٹ نے ایک نہ مانی جلا ہوا تو تھا ہی
اس زور سے بدن کو ہلایا کہ لوکھری تڑپے پانی میں آ رہی بہت

سنبھل مگر کچھ کارگر نہ ہوئی بات جیسا کیا ویسا پایا۔ جو جیسا کر لگا وہ
ویسا پایا لگا۔ نیکی کا شرہ نیک ہو جو بری دیو لگا وہ بری پاویگا بھی ہے کہ

نہیں۔ بس صاحب تمہارا بھلا کرے اونٹ نے چھپے پھرے بھی نہیں کیا
اور لوکھری بننے لگی تو بتے بتے جاکے کہیں پہنچی جہاں

دھوبی کپڑے دھو رہے تھے۔ اُنھوں نے جو دیکھا کہ لوکھری بھی چلی آئی تو
تو پوچھا کہ لوکھری لوکھری کیا ہوا۔ لوکھری نے کہا کیا بتاؤں کچھ کہا

نہیں جاتا۔ پھر دھوبیوں نے پوچھا لوکھری کیوں ڈوبی۔ لوکھری
نے کہا کہ ایک میں ہی نہیں ڈوبی ساری دنیا سارا زمانہ ڈوبا ہوا

آتا ہو مجھے نکالو تو بتاؤں۔ نہیں تو تم لوگ بھی ڈوب جاؤ گے۔
دھوبیوں نے مارے ڈر کے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ کوئی بچایت

کر دے کہ اسکو نکالیں یا نہ نکالیں لوکھری نے کہا کہ ارے تمہارا ناس
ہو جاوے جب تک بچایت کر گئے تب تک تو میں کوس بھر پہنچی آ رہی

دھوبی کپڑے دھو رہے اُتار کر کے صاحب تمہارا بھلا کرے چلے اور لوکھری
اُٹے۔ پوچھا اب بتاؤ۔ وہ بولی کہ اب رسی ستاؤں تو بولوں بھیگ گئی

تھی بہت۔ کچھ دیر تک دھوب میں کھڑی ہی جب گرائی اور زوری
تھکاوت مٹی تو چوڑی بھر کے پاؤ کوں پر ہو رہی ورنہ بولی کہ میں دھوبی تھی

تو میرے حساب جگ ڈوبا تھا۔ جس طرح اُسکا بھلا کیا خدا بس کا بھلا کرے

کہانی ختم ہوئی اتنے قہقہے پڑے کہ محلے بھر میں آواز پہنچی۔ سوتون
کو جگایا اتنے میں گھڑیالی نے منگڑی اٹھائی اور بٹھائیں قہقہے میں بارہ کا کچر بچایا

حسن آرا۔ ارے۔

سپہر آرا۔ ارے کا ہے کی۔

حسن آرا۔ آدھی رات آگئی۔

سپہر آرا۔ اور کیا۔

مغلانی۔ پھر دس کے عمل میں تو آپ کھانا ہی کھا رہی تھیں۔

حسن آرا۔ اچ تو کیا دو گھنٹے میں کہانی ہوئی۔

سپہر آرا۔ اور نہیں تو کیا۔

مغلانی۔ بہت کی آج۔

حسن آرا۔ کوئی مساکر کے گھنٹا بھر کی ہوگی۔

مغلانی۔ اب سو رہی۔

حسن آرا۔ اور نہیں تو کیا رات جگا ہو کچھ۔

سپہر آرا۔ اولویہ پیاری ہدین کہانی سننے سننے سو گئی۔

حسن آرا۔ اب جگاؤ نہیں کہدا تو فرش پر۔ ذری کچھ اڑھا دو
اوپر سے۔

الغرض مغلانی گئی حسن آرا اور سپہر آرا ایک ہی پلنگ پر سوئیں
اور باتیں ہونے لگیں۔

سپہر آرا۔ باجی اسوقت عاشق النسا بیگم یاد آتی ہیں۔
راوی۔ جی۔ آداب۔

حسن آرا۔ بس اب اُنکا ذکر نہ کرو۔ اب سونے کا خیال کرو۔
سپہر آرا۔ (حسن آرا کو گدگد کر) اب سوئیے۔

حسن آرا۔ (مارے گدگد کی کے تڑپ کر) اوت فوہ کچھ خیر تو ہے۔
سپہر آرا۔ اب آج سے قسم کھائی۔ دن کو نہ سوئیے ہرگز نہ سوئیے۔

حسن آرا۔ سوؤ یا نہ سوؤ مگر واسطے خدا کے اور تو کسی کی تین نہ حرام

یاران ہنشین ہمازم جہاں شدند	ماہم و آستانہ دولت پناہ تو	کر دبس اب آپ اپنے پلنگ پر جا کر سو رہے۔
تب تو سپہ آرا کو شک کی جگہ یقین لاتی ہو گیا کہ کچھ دال میں کالا ضرور	ہو۔ خرقہ طوی دیر میں دہ آدمی چلا گیا اور چلتے چلتے یہ شعر پڑھا۔	سپہ آرا کو اس وقت نیند نہ آئی مگر حسن آرا نے جو کچھ پر سر رکھا تو
جنگجو کج کلمان صلح و صفائے کشند	غنیخ سازند دل و کار صبا نیز کشند	خواب ناز میں تھی سپہ آرا کے دل میں طرح طرح کے خیالات جاتے تھے
ادھر سپہ آرا کو بھی نیند آئی۔		خرقہ طوی دیر کے بعد ایک آدمی ایک غزل گانے لگا۔
دوپری سپہر مہمانوں کا آنا اور حسن آرا اور سپہ آرا کو	خواب ناز سے جگانا	منم غریب دیا رو توئی غریب نواز
چار بجے کے وقت دربان نے آواز دی۔		بہر کند کہ خواہی بگیر و باز م بند
در بان۔ ماما جی دروازہ کھولو۔ ماما جی پیار سی کی مان دھم دھم	دھم دھم دروازہ کھولو۔	بر آستین خیال تو میدم بوسہ
دل بہار۔ ای واہ بھر کھول کیوں نہیں دیتیں۔	ماما۔ میری اٹھتی ہو جوتی۔ میں دن بھر کی تھکی مادی ہوں۔	نہ این مان من شوریدہ دل نہاوم رو
دل بہار۔ اور یہاں کون چندن چو کی پرٹھیا ہو۔	در بان۔ اچی لٹلینا پیچھے پہلے کنواڑے کھول جاؤ۔	حریشا در دمن ای مدعی امر ورت
مغلانی۔ ارے کوئی دروازہ کھول دو اٹھ کے۔	دل بہار۔ ہونہ کیا حکومتیں جتا رہی ہیں۔	اس غزل کو اس شخص نے کوئی آٹھ دس بار گایا۔ پھیری دیا جاتا
دل بہار۔ ہان جانو بیوی یہی ہیں۔ گھر کی مالکن۔ آپ نہیں اٹھتیں۔	در بان۔ اچی کھولو تو سوار یاں آئی ہیں۔	تھا اور غزل گاتا جاتا تھا جس طرح رمضان شریف میں اکثر آدمی شب کو
حسن آرا۔ (چونک کر) کمان سے کیا۔	در بان۔ جی حضور سوار یاں آئی ہیں۔	پہرتے ہیں طرز غزل خوانی سے ایک قسم کی حسرت ٹپکتی تھی۔ اور جیوتی شہر
سب مرگین۔ اب آپ جائیں دروازہ کھولنے ہم۔	اتنے میں حسن آرا کی آواز سنکر ماما۔ اچیل۔ مغلانی۔ دل بہار۔	اسکی زبان سے نکلتا تھا۔
پٹھانی۔ سب کی سب ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور دروازہ کھولنے		بر آستین خیال تو میدم بوسہ
ای خوشنہا سے ناؤ چن چاک راہ تو	خورشید سایہ پر و طرف کلاہ تو	تو آواز سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ چوٹ کھایا ہوا چوٹ آٹھوین
نرگس کو شمشیر جبر و از حد بردن خرم	ایجان فلا سے شیوہ چشم سیاہ تو	مرتبہ اُسے پانچواں شعر پڑھا تو صبح اولی سننے ہی دو لاسناں زشامی
سپہ آرا کو یقین لاتی ہو گیا کہ میرزا ہمایون فرکی طرح کوئی عاشق	اور پیدا ہوئے۔ پھر آواز آئی۔	کہ صبح در پے اوست) سپہ آرا کے منہ سے بے اختیار آمین کا لفظ نکل
ای خوشنہا سے ناؤ چن چاک راہ تو	خورشید سایہ پر و طرف کلاہ تو	گیا اس وقت اُسکے دل نے گواہی دی کہ یہ کوئی عاشق زار ہے تو رایتیاب
نرگس کو شمشیر جبر و از حد بردن خرم	ایجان فلا سے شیوہ چشم سیاہ تو	ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور جھروکے سے دیکھنے لگی بھلا اس وقت ایک بچہ کیا
سپہ آرا کو یقین لاتی ہو گیا کہ میرزا ہمایون فرکی طرح کوئی عاشق	اور پیدا ہوئے۔ پھر آواز آئی۔	معلوم ہوتا۔ پھر چپکے سے آن کر لیٹ رہی۔
ای خوشنہا سے ناؤ چن چاک راہ تو	خورشید سایہ پر و طرف کلاہ تو	اسکے بعد اُسے دو شعر اور پڑھے۔
نرگس کو شمشیر جبر و از حد بردن خرم	ایجان فلا سے شیوہ چشم سیاہ تو	ای خوشنہا سے ناؤ چن چاک راہ تو

لیکین اور سپہرا بھی جاگ اٹھی۔

سپہرا۔ کون ہو باجی۔

حسن آرا۔ کیا جانے دستی روشن ہو۔ اور دو تین خاص بردار ساتھ
ہیں اور دوقس ہیں جانے کون آیا ہو۔

سپہرا۔ فتن پر پردہ پڑا ہے یا مردانی سوار یاں ہیں۔

حسن آرا۔ نہیں ہیں مردانی نہیں ہیں۔

حسن آرا اور سپہرا نے باسی ہی پانی سے منہ دھویا اور مامانے
پردہ کرا کے سوار یاں اُتر دائیں۔

سپہرا۔ اخاہ روح افزا ہیں اور بہار النساء بگم بھی آئی ہیں
حسن آرا۔ سپہرا اور روح افزا اور بہار النساء بگم باہم خوب گطین
بہار النساء۔ بہن اچھی تو رہیں۔

سپہرا۔ دعا کرتے ہیں۔

حسن آرا۔ دو برس کے بعد آپ دونوں کو دیکھا۔

روح افزا۔ ہاں اور کیا۔

بہار النساء۔ امان جان کمان ہیں۔

سپہرا۔ آج طبیعت کچھ سُست ہے۔

روح افزا۔ ہاں تو اب سویرے ملینگے۔ آؤ حسن آرا اور ہم

ایک پلنگ پر اور بہار النساء بہن اور سپہرا ایک پر سو رہیں۔

اسوقت آنکھیں جھکی پڑتی ہیں۔

حسن آرا بگم صاحب حب معمول سویرے منہ اندھیرے اٹھیں

سپہرا کو جگایا۔ دونوں بہنوں نے منہ ہاتھ دھویا اور وضو کر کے امام باڑ

میں نماز صبح ادا کی۔ اسکے بعد حسن آرا بہن داؤدی مناجات نظامی

گنجوی پڑھنے لگیں۔ اور ادھر سپہرا بگم نے وظیفہ شروع کر دیا۔

سہانا سامان درو دیوار نور افشان سپیدہ طلعت نشان صبح

منو در باد صبا طرب انگیز و فرحت بارشجار پر بہار نسیم خالیہ با جھونکے

کھاتے ہیں شاخون پر مرغان خوش الحان چہلاتے ہیں اور طیور ذی شعور

ترانہ حق گاتے ہیں کلیوں کا چلنا پھولوں کا مہکا بلبلوں کا چمکنا قدرت

حق دکھاتا تھا اور غنچہ دل کھلایا تھا اتنا حقانی آدمی یا موجود حقیقی

میں مصروف و مشغول تھے اشعار حمد باری در زبان گوشتیناں خجول

تھے گھبراہٹ کی بھین بھین خوشبو آتی تھی حسن آرا مست ہوئی جاتی تھی۔

جب حسن آرا نے مناجات اور سپہرا نے وظیفے سے فراغت پائی۔

تو چھوٹی بہن بڑی بہن کے پاس آئی حسن آرا نے بوسہ لیا اور سپہرا نے

بجواب بوسہ دیا دونوں بہنیں بڑی بگم کے پاس آئیں اور یصدا دبا دبا بجالائیں۔

سپہرا۔ امان جان بندگی۔

بڑی بگم۔ اللہ زندگی دے۔ اچھے گھر جاؤ۔

حسن آرا۔ امان جان تسلیات عرض کرتی ہوں۔

بڑی بگم۔ جیتی رہو۔

ماما۔ دو دھواں ہنائیں پوتوں پھیلے۔

بڑی بگم۔ خدا انکو تندرستی دے میرے تودل کی چین کھینکی

ٹھنڈک آنکھوں کی سکھ ہیں۔

ماما۔ بگم صاحب ان دونوں کا سمجھاؤ اچھا ہو۔ واکیا مجاز پاباؤ

ہنس مکھ اور آنکھوں میں سیل۔

سپہرا۔ چلیس اب تعریفیں رہنے دیجیے زیادہ ٹھکاس میں

کیڑے پڑ جاتے ہیں۔

حسن آرا۔ امان جان ہاں دیکھیے خوب یاد آیا۔ رات بہار النساء

بہن اور روح افزا بگم آئی ہیں۔

بڑی بگم۔ ہاں شکریہ دیکھا میری بائیں آنکھ پھڑکتی تھی کل میں بھی

کہوں کہ اللہ کیا خوشخبری سنو گی کمان میں کمان بلاؤ بٹیا یہ کی

ابھی تک یہاں آنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

سپہرا۔ ابھی سو رہی ہیں رات کو کتنی تھیں آنکھیں پٹی ہیں۔

سفر میں نیندا چاٹ ہو گئی تھی۔
 بڑی بیگم۔ ای تو جگا دو بٹا۔
 حسن آرا۔ امان جان ذرا اور سونے دیجیے۔
 بڑی بیگم۔ بہار النساء اچھی تو ہیں۔
 سپہر آرا۔ جی ہاں فضل آئی ہے۔
 بڑی بیگم۔ روح افزا ساتھ کچھ ماندی تھی۔ دُلی ہو گئی ہوگی۔
 سپہر آرا۔ ہاں امان جان انکی اس موے ڈنگو کی بیاری نے
 بالکل رسی پری اٹھا دی۔

اتنے میں حسن آرا در سپہر آرا اپنے کمرے میں گئیں تو دیکھا کہ دونوں
 غافل سو رہی ہیں۔ روح افزا کی زلف چلیپا کالی ناگن کی طرح جل کھائے
 تکیے پر سے پلنگ کے نیچے لہرا رہی ہے۔ اور گوری گوری گردن پر
 سانپ کے من کا دھوکا ہوتا ہے۔ بہار النساء کا ڈوٹیا کمین ہر دولائی
 کمین ہر دست خانی سینے پر رکھے ہوئے آہستہ آہستہ خراٹے لے رہی
 ہیں زلف نے پریشان ہو کر عجب رنگ دکھایا تھا۔ گورے گورے
 کھڑے پر کالے کالے کیسے عجب جوین دیتے تھے سچ ہے۔

چھٹنا ضرور رخ پہ ہر زلف سیاہ کا | روشن بغیر شام نہو چہرہ ماہ کا

اتنے میں روح افزا نے عجب ناز سے کروٹ بدلی اور انگڑائی
 لے کر اٹھ بیٹھی۔

سپہر آرا۔ بندگی۔

روح افزا۔ آنکھیں ملتی ہوئی، بندگی بہن۔

سپہر آرا۔ خوب بیٹھی نیند سوئیں۔

روح افزا۔ اب تک نیند کا خمار باقی ہے۔

سپہر آرا۔ امان جان بلاتی ہیں۔

روح افزا۔ نماز پڑھ لیں تو چلیں۔

حسن آرا۔ (بہار النساء کا ہاتھ ہلا کر) ای بہن اب اٹھو۔

بہار النساء (چشم نیم باز) اس قدر تاندن چڑھا یا۔ سارے من و مویں
 پھیل گئی۔

حسن آرا۔ اٹھیے چلیے امان جان بلا رہی ہیں۔

بہار النساء (دنگ کر) نماز پڑھ لیں تو چلیں۔

سپہر آرا۔ وہ تو جان کھائے جاتی ہیں کہ بہن منہ دکھالیں پھر چلی جائیں

بہار النساء۔ اچھا روح افزا کو جگاؤ۔

سپہر آرا۔ (ہنس کر) ای وہ کیا بیٹھی ہیں سانسے۔

بہار النساء اور روح افزا نے منہ دھویا اور نماز پڑھنے کھڑی ہوئیں

روح افزا۔ (سپہر آرا سے) قبلہ کا رخ کس طرف ہے۔

حسن آرا۔ ادھر۔

دونوں نے نماز صبح پڑھی اور تھوڑی دیر وظیفہ پڑھ کر سپہر آرا اور

حسن آرا کے ساتھ چلیں بڑی بیگم کے پاس۔ جاتے ہی روح افزا

پھرتی سے بڑی بیگم سے چٹ گئی (امان جان بندگی عرض) بہار النساء

بھی بڑی بیگم سے گلے ملیں اور ادب کے ساتھ فرش پر ٹھہریں۔

بڑی بیگم۔ (روح افزا سے) اب تو اس بیاری نے بچھا چھوڑ کیا

کہتے ہیں تو بہ۔ مجھے تو اس کا نام بھی نہیں آتا۔

سپہر آرا۔ (مسکراتے) ڈنگو بخار۔ آپ تو روز روز بھول جاتی ہیں۔

بڑی بیگم۔ ہاں وہی ڈنگو۔

سپہر آرا۔ (راقہ رگاکس) ڈنگو نہیں ڈنگو۔

روح افزا۔ اب ایک مہینے سے بچھا چھوڑا ہے کمین میری تو جان پر کئی تھی

بڑی بیگم۔ چہرہ کیسا زرد پڑ گیا ہے۔ ای ہو تو تھی سامنے نکلا یا۔

بہار النساء۔ اب تو آپ نہیں اچھی دیکھتی ہیں۔ یہ تو گلے کے کاٹا ہو گئی تھیں

بڑی بیگم۔ حکیم محمد حسین نے علاج کیا تھا نہ وہاں۔

روح افزا۔ جی نہیں۔ وہ تو خود بچا ہے اسی ڈنگو نگورے میں مبتلا

تھے۔ دو لہا بھائی ایک ڈنگو کو لائے تھے۔

بڑی بیگم۔ اسی ہی جیسے سے علاج کرنا ڈاکٹر کا۔ اکی دوا لگے تو تر نہیں نکا۔

روح افزا۔ گوڑے ڈاکٹر کو لائے تھے۔ میں تو اسکی بولی ہی نہ سمجھوں کسے زبان دکھاؤ۔ اب جب منہ دکھائیں تب تو زبان بھی دکھائیں۔

دوٹھا بھائی نے کہا دکھا دو زبان ہرج کیا ہر ہم نے کہا یہ تو شرتک نہونے کا۔ پھر بغض دیکھی تو ہاتھ کو پر دے سے نکال لیا۔ اور کہا چڑیاں اُٹا ڈالو

میں نے طلائی چوڑیاں اتار ڈالیں مگر شیشے کی ایک چوڑی پیچھے ہی اب بغض دیکھی تو اور راگ نکالا۔ کہے باتیں کرو ہم سے تب تو میں

دوٹھا بھائی کو بلایا اور کہا واہ صاحب آپ تو اچھے ڈاکٹر کو لائے ہیں۔ پہلے کما منہ دکھاؤ ہم تو ایڑی بھی نہ دکھائیں۔ پھر ہاتھ باہر

کھینچ لیا پھر حکم ہوا کہ چڑیاں اتارو۔ اب کہتا ہوں کہ ہے باتیں کرو یہاں ڈاکٹر کی گٹ پٹ کسے آتی ہے میں درگزر ہی ایسے علاج سے آپ انھیں

ٹٹھا رہے اسی ہی گھڑی جیب سے نکالی اور کہا کہ کتنی گنو۔ سینے جیسے اپنے حساب لڑکیوں کے مگر میں امتحان لے رہے تھے۔ دوٹھا بھائی تو آپ

جاتی ہی ہیں بالکل انگریزی بن بیٹھے ہیں وہ مجھ سے کہیں کہ ضرر کے لیے بہن میری عزت رکھو تو تم کتنی زور زور گن دو۔ میں کہہ لیا ایک دو

پانچ بیس گیارہ آٹھ گنا جانتا ہوں کچھ بھی سمجھا ہو۔ دوایاں وہ دین جو کڑوی جیسے گلو۔ نمکڑی بھی کڑوی اور جب آئے ایک شہر فی لجا لے۔

جو دوٹھا بھائی وہاں ہوتے تو ہم اتیک خدا گنج پہونچے ہوتے۔ بڑی بیگم۔ چلو یہ باتیں نہ منہ سے نکالو۔ اللہ کو بڑی معلوم ہوتی ہیں

حسن آرا۔ بہار النساء بیگم سے کیوں بہن۔ کیا دوٹھا بھائی کے مزاج میں انگریزیت بہت ہے۔

بہار النساء۔ (مسکرا کر گردن نیوٹھالی)۔ راوی۔ روح افزا اپنے بہنوئی بہار النساء بیگم کے شوہر کو دوٹھا بھائی کہتی تھیں جب ہی تو بہار النساء نے شرا کر مسکرا دیا۔ روح افزا

اور بہار النساء دونوں بہنیں اور بڑی بیگم کی نوایاں تھیں۔ بڑی بیگم۔ بہار النساء۔ یہ تم مہینوں خط کیوں نہیں بھیجتی ہو یہاں سے

خطوں پر خط جاتے ہیں۔ مگر جواب ہی نہیں آتا۔ بہار النساء۔ امان جان۔ خطوں کا تو میں تار باندھ دوں مگر

کوئی لکھنے والا بھی ہو۔ روح افزا۔ یہ تو گزشتی کے دھندے میں ایسی پڑ گئیں کہ پڑھا لکھا

سیکھا سکھا یا سب چوٹ کر دیا۔ حسن آرا۔ اور دوٹھا بھائی نے تو خط لکھنے کی قسم کھائی ہے۔

سپر آرا۔ ہاں انکو جیسے چڑھ ہی معلوم ہوتی ہے۔ روح افزا۔ دن بھر بیٹھے شکر کرتے ہیں۔ میں اور کچھ نہیں

ذری سافانہ لکھنا پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ بڑی بیگم۔ بہار النساء سے کہو تمھاری ساس تو اب بھی ہیں۔

بہار النساء۔ ہاں نہ مجھے موت آتی ہے نہ انھیں۔ بڑی بیگم۔ بڑی کلمہ دراز عورت ہے۔

روح افزا۔ اٹھتے جوتا بیٹھے لات۔ یہ بات وہ بات لا میرے ہاتھ کل پر ہوں تک دوٹھا بھائی یہاں آئیے تو میں انکو خوب جھاڑ دیتی

حسن آرا۔ وہ بچا رہے کیا کریں مان سے کچھ پس چلتا ہے۔ بڑی بیگم۔ دیکھو سچی بات یہ کہ تمھاری بہن بھی ذرا تیز مزاج ہیں

ہاں۔ صاحبزادی بھی ذرا سی بات پر ناک بھون پڑھاتی ہیں۔ سپر آرا۔ جو ایک گرم ہوا اور ایک نرم ہوا تو بات سنے اور جو وہاں

تیز ہو رہیں تو کیسے بنے۔ بہار النساء۔ اب تم اپنی ساس سے نہ لڑنا۔ تم نرم ہی رہنا میرے

تو ناک میں دم آگیا۔ اللہ نہ کرے ایسی ساس کسی کو ملے۔ بڑی بیگم۔ خورشید مرزا یہاں آئیں تو میں انکی سمجھا دوں۔

بہار النساء۔ واہ امان جان مجھ سے اُن سے حشر تک نہ بنے گی۔

جو کوئی لڑکی ہندی مجھ سے ابھی طرح باتیں کرے تو جل مری ہوں اور میں جان بوجھ کر اور جلاتی ہوں۔

بڑی سلیم۔ (پٹھہ ٹھوک کر) شاہباش برخوردار۔
حسن آرا۔ مل جل کے رہو ہن۔

بہار النسا۔ اب جب تم سسرال جاؤ گی اور ایسی ہی ساس پائو گی اور پھر مل جل کے رہو گی تو سات بار سلام کرو گی۔

راوی۔ واہ کر چکیں سلام۔ وہاں بس ہی نہیں میان آزاد۔
انپر عاشق یہ بیان آزاد پر۔

حسن آرا۔ آخر یہ جھگڑا ہی کا ہے۔

بہار النسا۔ کہ دو گئی۔

روح افزا۔ جھگڑا سارا یہ ہو کہ دولہا بھائی انکی خاطر بہت کرتے ہیں بس انکی ساس جلی مری ہوں کہ چور کی خاطر کیوں کی اسے۔

سپہر آرا۔ کیا مان کی خاطر نہیں کرتے ہن۔

روح افزا۔ مان کے سامنے مارے ڈر کے اُنھے ابھی طرح باتیں تو کی نہیں جاتیں تم خاطر کرنا لیے پھرتی ہو۔

بہار النسا۔ میں تو اند جاتا ہوں ہزاروں دفعہ طرح دیکھتی ہوں نگینہ نہیں رہا جاتا تو میں بھی بکے لگتی ہوں مجھے تو انھوں نے عیا کر دیا

بس اب وہ ایک کہتی ہیں تو میں دس سناتی ہوں۔

بڑی سلیم۔ (پھر پٹھہ ٹھونک کر) شاہباش۔

حسن آرا۔ میری طرف سے بھی پٹھہ ٹھونک دیجیے گا۔

بہار النسا۔ اچھا حسن آرا جو کسی بھی ور تیز ساس پالاڑا تو دکھاؤ گی۔
حسن آرا۔ واہ۔

سپہر آرا۔ ہم تو اس طرح رہیں کہ ساس ہی لڑکیوں زیادہ پیار کرے۔
بہار النسا۔ جب آدمی ہونے۔

سپہر آرا۔ ہن ہم تو چکیوں میں آدمی بنالین۔

بہار النسا۔ ابھی ناخبر بہ کار ہوتے۔ ہم کو تو ایسا دق کر رکھا ہو کہ لٹھ کرے مچ جائے وہ یا ہم۔

بڑی سلیم۔ پھر وہی باتیں کرنے لگیں۔

روح افزا۔ ایسا یہ کیا گھڑی گھڑی بڑشگونی نکالتی ہو مجھ سے وہ مرن چاہے چو لھے میں پڑیں۔ تم اپنے تئیں تو نہ کو سو۔

حسن آرا اور سپہر آرا اور روح افزا اور بہار النسا بڑی سلیم کے پاس سے اٹھ کر کمرے میں گئیں در چاروں وہاں جا کر کھڑے لگیں۔ بس تیلے کا

سامنا ہی چاروں نوخیز۔ چاروں تیز۔ چاروں شوخ اور تین چاروں عقیفہ اور حسین۔ دوا دھڑکھا کر رہی ہن دوا دھڑکھا کر رہی ہن۔

خدا جاکر آدیش کر گی تلس کس کو طلب ہوتا ہے شانہ آئندہ کو یاد کرتے ہیں

سبحان اللہ کیا شعر ہزار بار لکھیں مگر پھر بھی جی چاہے کہ لکھتے ہی جاگیں حسن آرا اور سپہر آرا اور روح افزا تو بچ بچ کے موجود ہو گئیں مگر بہار النسا

بیکم کے ابھی گیسوی سنورتے ہیں۔ آئینہ روبرو ہو۔ صورت پسند نہیں آتی ناگ ٹیڑھی ہو گئی موبان کا جو بن ہی نہ مٹا ہر ہوتا چھپکا بے موقع ہو آئی

روح افزا۔ انھیں جب کیونکہ چوٹی میں گرفتار رہتی ہیں۔
بہار النسا۔ تم آئے دن یہی طعنے دیا کرتی ہو۔

حسن آرا۔ اب آخر ہن کب تک سنگار ہو گا۔

روح افزا۔ ایسی تو صورت بھی نہیں اللہ نے بنائی ہو۔

راوی۔ جی بجا ہو۔

بہار النسا۔ چلیے آپ تو بڑی قبول صورت ہن۔ ہاتر تلوے کو بھی نہیں پہنچتیں۔

راوی۔ اُت رُخ و اللہ رک دعوی سن۔ چاروں طنز و چاروں کے چار انداز۔ ایک آئینہ سیم۔ دوسری خود را۔ تیسری شمع چشم چوتھی فسان

جبین حیا و شرم۔ حسن را کا آبی۔ سپہر آرا کا گلابی۔ روح افزا کا آسمانی۔
بہار النسا کا زعفرانی ڈوٹیا نیرنگی قدرت حق کا تماشا دکھاتا تھا۔

ہو مٹھ جیسو کی دوزخی کالائے

گو بہار النسا سب سے زیادہ بی ٹھنی تھی مگر حسن آرا کی خوبصورتی

اُس سادگی میں بھی چوگنی تھی۔

بہار النسا نے کوئی دو گھنٹے میں کنگھی چوٹی سے فراغت پائی مگر اسوقت

واقع میں پہلی معلوم ہوتی تھیں اور ع۔ دیکھ آئینے میں کتنی تھیں کہ

انشہ ری میں روح افزا کو ڈانگو کی بدولت دُلی ہو گئیں تھیں اور پھر میں

وہ سرخی اور رعنائی بھی نہ تھی مگر کچھ کم تھیں حسین تھیں سپر لکی

شوخی اور کچھ ادائی سب سے فوق لیگی۔ مگر حسن آرا کے بھوے پن اور اُس کے

ساتھ بالکل دانے اُس کے جوہن کو دوبالا کر دیا تھا۔ چاروں نکمہ کر اُس

وسیع و فراخ پر بہار دھوا دار کمرے میں فرش محکم پر چھو کے پاس بیٹھی

باتیں کرنے لگیں سپر آرا ڈلی کرتی تھیں حسن آرا نزاکت کے ساتھ گوریان

بناتی تھیں۔ روح افزا ایک ترکی جزل کی تصویر کو جو دیوار میں لگی ہوئی

تھی غور سے دیکھتی تھی مگر بہار النسا سلیم کی نظر آئینہ ہی پر تھی۔ ہاں

سپر آرا۔ اے تو بہ تو اب آئینہ دیکھ چکیں۔ بالکل غور سے دیکھتی تھی

دیکھا کیجئے گا۔

حسن آرا۔ یہ شوق خود آرائی۔

بہار النسا۔ تم کہتی جاؤ۔ ہم جواب ہی نہ دینگے۔

سپر آرا۔ پھر دیکھا۔

روح افزا۔ کون اندھا جانتا ہوا غصین مرض ہے۔ یہ بھی تو ایک عارضہ ہے۔

بہار النسا۔ واہ خواہی خواہی عارضہ ہے۔

سپر آرا۔ ہئی۔

بہار النسا۔ تم سب بہنیں ایک ہو گئیں اسوقت بکیتی جاؤ اپنی ہی

زبان تھکاؤ گی۔

حسن آرا۔ روح افزا میں تم آٹھ کر آئینہ پر کھڑے اگر دو۔

روح افزا۔ دلی دلیاں کہتی ہیں (گہرے دہ)

حسن آرا۔ ان تباؤ تو بہت کیا ہو۔ سانس بستی کیوں نہیں تم سے

بہار النسا۔ تم نے بھی کسکا نام لیا۔

سپر آرا۔ انشد۔ اتنی بیزار ہو گئیں۔

بہار النسا۔ ایسی ساس کو تو بس چپکے سے طہر دیدے۔ کچھ کم ترکی

ہونے آئی ابھی تک خاص ٹائٹھی کٹھو تاسی بنی ہو۔ میرا تو ہاتھ پکڑے تو

چھڑانا مشکل ہو جائے۔ موٹی دیوینی ہو۔

روح افزا۔ سچ کی سچ ہی ہے۔

حسن آرا۔ (دھنس کر) یہ بھی عیب ہے۔ کوس کوس کے کھل جائے

بہار النسا۔ تمہیں کہاں کی ایسی محبت بھٹ پڑی ہو انکی۔

حسن آرا۔ بہن مل جل کے رہنا اچھا۔

بہار النسا۔ ایک دن کا ذکر سنو۔ کسی کچھ ہاں سے مہری آئی کچھ

میوہ لائی تھی۔ وہ اسوقت جھوٹ موٹ قرآن شریف پڑھ رہی تھیں

مہری نے اگر جھکوا سلام کیا اور میوے کی تشتی سامنے رکھ دی

بس دن بھر منہ پھلے رہیں۔

حسن آرا۔ ہو تو بڑی بدعورت۔

روح افزا۔ مگر دیکھنے میں مٹھی۔

سپر آرا۔ باتیں بھی چکنی چھری کرتی ہیں۔

بہار النسا۔ اور سنو ابھی سنو تو سنتی جاؤ ایک روز انکو کسی نے دو

چھوڑے دیے۔ اُنھوں نے اپنی مان کو دیدیے۔ اُنھوں نے کہا لو میں

نہ کھاؤ گی۔ خیر کئی گئی بات ہو گئی۔ اُنھوں نے ایک چوڑا جھکوا بھیجا

اور ایک میری سند کو۔ وہ اُن سے بڑھ کر بس کی گانٹھ۔ بس جل مری

جائے مان سے جڑ دیا کہ بھائی نے ہکو آدھا سٹرا ہوا چکو ترا دیا اور

بھائی کو بڑا سا چکو ترا بھیجا۔ اس جھوٹ کو تو دیکھو۔ اُنھوں نے

صبح سے شام تک چرخا کا تنا شروع کیا۔ یا میرے اندھا گئے

بھانے میں تو وہ برق ہے۔

حسن آرا۔ میں ایک بات پوچھوں۔

بہار النسا۔ پوچھو۔

حسن آرا۔ سچ کتنا۔

بہار النسا۔ اے تو تم نکاح کی سی شرطیں کرتی ہو پوچھتی و دھیتی کچھ بھی نہیں ہو۔

حسن آرا۔ دیکھا بھائی تو پیار کرتے ہیں۔

بہار النسا۔ یہی تو خیر ہو۔

حسن آرا۔ دل سے۔

بہار النسا۔ دل اور جان سے۔

حسن آرا۔ بھلا مان سے بنتی ہو۔

بہار النسا۔ وہ خود جانتے ہیں کہ چڑچڑی بد مزاج لڑا کا عورت ہو

حسن آرا۔ بہن وہ تو میری بہن ہی۔ مگر تم بھی تیری کے سبب انکو

اور بھی جلاتی ہو۔ جومل کے چلو تو وہ تمہارا پانی بھرنے لگیں۔

بہار النسا۔ اچھا تم ہی بتاؤ کیا مل کے چلوں۔

حسن آرا۔ سنو روح افزا بہن سب مل کر انصاف کرو

ہم انکو یہ صلاح دیتے ہیں کہ ابھی جب جائیں تو انکو ادب کے ساتھ

جیسا ہو بیٹیوں کا دستور ہو چھٹک کے سلام کریں۔

روح افزا۔ کن کو۔ کن کو۔

حسن آرا۔ ساس کو اپنی اور کسو۔ دیواروں کو۔

روح افزا۔ واہ۔

حسن آرا۔ واہ کا ہے کی۔

سپہر آرا۔ اچھنتی جاتی ہو کہ یہ انکی جان کی دشمن نصیب انکے ذہن

کی بیاسی بات چیت تک تو ہوتی نہیں اور جو ہوئی بھی تو وہی طعنہ بازی

حسن آرا۔ واہ اب تک جو ہوا سو ہوا اب یہ سلام ضرور کریں مگر چھٹک

بہار النسا۔ مرجائوں مگر سلام مکررون مکرار کو۔

حسن آرا۔ بس یہی تو میری بات ہو۔

بہار النسا۔ رہنے دیجیے بس۔ واہ وہ تو ہم کو دیکھ کے جل میں ہمارا

مان باپ کو پانی پی پی کے کو سین۔ ہماری بہنوں کو برا بھلا کہیں اور ہم

انکو جھٹکے سلام کریں۔ ایک نانا کو خوب لٹکارا کہ ہمارا پانا نانا در

اسکو کیوں کہ آئی میرے منہ سے بس اتنی سی بات نکل گئی کہ یہ میری

ساس کی ہر کوئی تو میری سوت ہیں بس سپرد ورون تک کو سائیں انکو

بلا کے اتنا سخت و سست کہا کہ تو بہ ہی بھلی۔ میں تو بس ہلک کر گئی

راوی۔ واہ بی بہار النسا بگم صاحب کیا خوب بات حضور فرمائی کہ

آپ کی ساس واقع میں بڑی کلہ دراز ہیں۔ لیکن جیکے سے گلاٹھو ڈالے

روز روز کا جھگڑاٹھے۔ یہ جھگڑاٹھ تو جاگے کہیں۔ کس مڑ سے فرماتی

ہیں کہ میں سچ منہ سے اتنی سی بات نکل گئی کہ یہ میری ساس کو کہیں یہ تو

خاصی سوت ہیں۔ ارے توبہ۔ توبہ۔ خدائی بھرسین کوئی عورت بھلی بنی ہو کہ

ایسا سخت اور جگر خراش فقرہ نکلے چپ ہو رہے گی۔ اوتہ سپرے نزدیک تم صاحب

نے کچھ بھی نہیں کہا فرماتی ہیں کہ بس اتنی سی بات میرے منہ سے نکل گئی

بھان انکے نزدیک یہ اتنی ہی سی بات تھی ساس کو سوت بنایا

اور اسکو (اتنی ہی سی) بات فرماتی ہیں۔ جب لڑکوری ہوئی اور ساس

بنیگی اور ہوا انکو سوت بنائیگی تب دیکھیے گا کیسا کوئی اچھلتی ہیں

حسن آرا اور سپہر آرا اور روح افزا نے جو یہ سنا تو رنگ ہو گئیں

حسن آرا۔ (دانتوں کے تلے آنکلی واکر خاموش)۔

سپہر آرا۔ (چہرے سے حیرت برستی تھی)۔

روح افزا۔ (اُداس چہرے غصے کے چہرہ لال ہو گیا)۔

اس کیفیت کے بعد ان سب کو ہنسی آئی اور انیوں کھل کھلا کر

لگین تو کوئی آدھ گھنٹے تک ہنسی ضبط نہ ہو سکی۔

حسن آرا۔ اُف بڑی بُری بات کہی۔

روح افزا۔ بُری سی بُری۔

سپہ آرا۔ اب بن علی بس۔

بہار النساء۔ تم سب کو ہماری ساس نے کچھ خوش۔ وہ تو بہ رشوت
خرویدی ہو۔ جب کہتی ہو انھیں کی سی۔

روح افزا۔ تمہاری سی کیا کہیں بھلا۔

سپہ آرا۔ ہماری بہن اور بیٹی تمہارے ساس کو سوت بنیں
حسن آرا۔ اور پھر شرما لیں نہ شرمانے دین۔

بہار النساء۔ اب بتائیے تو۔ ہاں پہلے جھک کے سلام کروں خوب
رہن دوز ہو کے اور پھر۔

حسن آرا۔ ایسی میرے تو بن کے روٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ تم
یہ نہ کیونکر کیا۔

بہار النساء۔ بتاؤ۔ بتاؤ۔ ہماری سی قسم بتاؤ۔

حسن آرا۔ تم ہنسو گی اور بہن ہوگا رنج۔

بہار النساء۔ نہیں نہیں گے نہیں بولو۔

حسن آرا۔ جا کے سلام کرو۔

بہار النساء۔ اور جو وہ جواب نہ دین تو اپنا سامنے لے کے بچاؤں

سپہ آرا۔ واہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جواب دین اور پھر دین۔

روح افزا۔ اور وہ نہ بھی دین تو پھر بڑی ہیں۔

حسن آرا۔ نہ جواب دین تو قدموں پر گر پڑو۔

بہار النساء۔ میری پیرا کرتی ہو قدموں پر۔

حسن آرا۔ چلیے اب کوئی اور ذکر جھڑپے۔

روح افزا۔ وہ بھی کچھ ان سے کم نہیں ہیں۔ وہ تک مزاج ہیں مزاج۔

بہار النساء۔ وہ جیسا میرے ساتھ کرتی ہیں ویسا اُنکے انکھوں گھٹنوں
نے آگے آئے۔

حسن آرا۔ خیر تو اُجلا ہو یا کجوس ہیں۔

بہار النساء۔ تین سو تیس کے ہیں تمہاری سو گائیں آتے ہیں وہ تو

خود دیتی ہیں اور نقد کوئی دیر لاکھ سے زیادہ ہی زیادہ ہوگا۔ اور

جو اہرات مکان باغ و کانین یا لنگ در چپا کے حصہ بیچ دو سو تمہارے
بہنوئی میں سے پاتے ہیں اور وکالت میں کوئی چور سا سو روپیہ بیٹا ہوا

روح افزا۔ مگر خرچے میں آندھی ہیں۔

بہار النساء۔ گھسیٹن گھوڑے سب ہی کچھ ہو۔ آدمی نوکر چاکر یہ وہ
حسن آرا۔ تم کو کیا دیتے ہیں۔

بہار النساء۔ اُس مردار کھٹ بڑھیا ہے چکر اگر میرے اوپر کے خراج
کے نیلے سو روپیہ مقرر ہو اُس میں کپڑے کھانے عطر پان ڈلی سے واسطہ

نہیں۔ وہ سب انھیں کے خرچ میں ہوتا ہو۔

سپہ آرا۔ روح افزا ہیں تمہارے میان کی بھی تو اب ترقی ہوئی ہے
روح افزا۔ ہاں۔

حسن آرا۔ اب کیا خواہ بات ہے۔

روح افزا۔ اب اہل درجے کے منصف ہوئے چار سو کے۔

حسن آرا۔ کچھ زمین بھی تو ہو پاس۔

روح افزا۔ کوئی نو سو کی سالانہ آمدنی ہو۔

حسن آرا۔ اور اُنکے بڑے بھائی کمان نوکر ہیں۔

روح افزا۔ وہ نیل کی سوداگری کرتے ہیں۔ اُنکی بڑی آرمی ہو۔

کوئی سترواٹھارہ سو ماہواری خراج کے بیچ رہتے ہیں۔

حسن آرا۔ تمہاری ساس خوب ہیں۔

سپہ آرا۔ بڑی نہ جھگڑیں بیچاری۔

روح افزا۔ مگر اُنکی صاحبزادی تو بس۔ کچھ نہ پوچھو اُن سے

میری ناک تین دم کر دیا جب آتی ہو روزمان کو بھرا کرتی ہو۔

سپہ آرا۔ جو بہار النساء بہن وہاں ہوتیں تو ان ساس بھی

نہ بنتی۔

بہار النساء۔ ہاں۔ بڑی وہ بکے آئی ہیں آپ۔ ہونہ۔

بھئی بیوی خدا کو جس کی لگی سی۔ یوں تو ہندوستان میں ایک ایک بڑھکرا حسین و حیا پر درناز نین پاک نظر ہو لیکن جن آرا کی ادائی اور جو۔	پساری۔ سلام۔ اب لائیے۔ چاروں بہنوں نے یہ دھڑے دھڑے چکھا چل ہوتی جاتی تھی ایک دوسرے کے ہاتھ سے چھین چھین کے کھاتی تھی تھکے پڑتے تھے شانے سے شانے لڑتے تھے۔ جوانی کی انگ شباہ کی ترنگ۔
شاہانِ نیت کہ کوئی مانی دارد بیدہ طلعت آنیم کہ آنے دارد	اب سنیے کہ میرزا ہمایون فرنگی باندھے کھڑے تاک رہے ہیں نہ ٹھہرے بیدر و قاتل نے دیکھا اڑتے رہے بھجان کیسے کیسے
یہ دہن شیریں۔ یہ حسن شوخیں۔ یہ لب لعل شکر خا۔ یہ ناز و ادا۔ یہ معشوق پن یہ چمن۔ دید کی نگہ نے دیکھا ہو تو دکھائے اور شنید کے کاغذوں شاہوت تالے۔ فروج۔ لاجواب ہزاروں لاکھوں میں انتخاب ہوے	جب بڑی دیر تک ہمتابی کو سونا پایا تو بیچارہ یہ شعر زبان پلایا۔ کل بد آموز نے کیا تھک سکھا یا جو کہ پا آج وہ آنکھ وہ چپک ۱۵ اشارہ نہیں
وہ غمرہ اس چشم شرمگین کا کہ خون ہو دل غزال چین کا وہ جلوہ افشان چمن چین کا کہ مانہ ہو چاند چو دھوین کا مزاکت اس سیر کی پنہان رہے جو منظور چشم حیران سفیدی چشم تنظران نبی ہو گلبرگ یا سمین کا اگر وہ طبعوس میں زری کے دکھائے انما زلبرجی تو اڑ چلے بھیس میں پری کے کمرہ اس شوخ نازنین کا	شہزادہ بلند اختر میرزا ہمایون فرنگی جب ان غیرت بختان چینی سر لوح بیاض نازنی کو نظر سے اوجھل پایا تو انکی آنکھوں میں اندھیرا سا چھایا دم گھبرایا۔ بہار النسا کا آنکھیں لڑانا یا دیا حسن آرا کی تیزی اور شوخی کے خیال سے تڑپا۔ جگر میں خار غم جگر کی خلش سینہ میں نائرہ بے خبر جدائی کی طیش۔ دل میں دھڑکا جی میں کھٹکا۔ گل سا چہرہ خندان مرجھا گیا۔ غنچہ دل کھلا گیا۔
اور اس حسن خداداد پر وہ سر کو جھکائے ہو رہنا اور بھی تم تھا خیالات فاخرہ ایسے کہ انکی رزانت کی قسم کھائے۔ فکر عمیق ایسی کہ اسکی منات کے مدد سے ہو جائے۔	دل شعلہ افشے ہیں جوت آجاتا ہوا وہ بھید کا سا بدن فوٹیز گدرا یا ہوا حیرت تھی کہ اس شوخ بیباک نے آنکھ کیوں ملائی۔ اور ملائی تو پھر اس قدر کیوں شرمائی پھر سوچے کہ شاید دھوکا ہوا ہو۔ کسی اور سے دل ملا ہو ہر چہ کسی اور طرف چشمک زنی تھی مگر بھیاں تیز نگاہ ایسا کاری پڑا کہ کیفیت جان کنی تھی۔
چو مرغان چمن رنگین ادا سے نازک آواز سے سراپا عشوہ عالم فریبے شوخ طناز سے بٹینے خوش کلا سے دور اندیشی خوش انداز سے نصیحتے نکتہ پر داز سے زہر تاپا ہمسہ ناز سے جو گل بند قبا بازے چو شبنم پاکد امانے	ہم سے لڑی نگاہ تو چشمک دھڑا دھڑا پیدا یہ چشم شوخ نے کیا بات کہیں کیا اتنی یہ کس خوش نصیب سے اشارے بازی کرتی تھی کہ جس بڑے کے عشق کا دم بھرتی تھی۔
ایک دن حسن آرا کو وہ بات سوچھی جو آج تک کسی کو نہ سوچھی ہوگی ہوگی کہ آوا کی ایک کچھ رون اور باٹھون ہاتھ قدر دانوں سے داو سخن لون۔ حسن آرا۔ آوا ایک لکچر دین۔ بہار النسا۔ کیا۔ کیا دین۔ سپہر آرا۔ انگریزی زبان کی ٹانگ توڑی ہو۔	زہقون کا فری کا پشیمان کیا دماغ اس نگہ میں کھائے نشہ آہو ہرن کیا بی حسن آرا سیکیم کی لفاظی و جادو طواری
	اب ادھر کا ذکر نہیں۔ آج وہاں اور چہرے ہیں۔

روح افزا۔ لکچر کیا شی ہو۔

حسن آرا۔ دوپٹا بھائی جلسہ تہذیب میں جا کے آئے دن کیا پڑھا کرتے ہیں
روح افزا۔ ہاں اُسے (بہار النسا کی طرف اشارہ کر کے) اُسے پوچھو۔
بہار النسا۔ اوئی ہم کیا تمہارے دوپٹا بھائی کے ساتھ ساتھ گھوما کرتے
ہیں جانے کہاں جاتے ہیں۔ کیا پڑھ پڑھ کے سنا تے ہیں اتنا ہم کو معلوم ہی
کہ شہر بہت کتے ہیں ایک دن جسے کتے لگے کہ چلو تم کو رہنے کی
سیر کر لائیں فٹن پر شیعہ لو۔ ٹپ گرد نیگے۔ رات کا وقت ہو۔ تم دو شالے
سے خوب تمہ اور حیم کو چر لے لے۔ چلو جو اکل لائیں۔ عین کانوں پر ہاتھ
دھرے کہ نہ صاحب بندی ایسی سیر سے درگزری۔ رہنے میں وہاں
صاحب لوگ ہونگے اور جانے کون کون ہو ہم بچانے کے۔

حسن آرا۔ واہ وجہ۔ بچانے کی وجہ۔

سپہر آرا۔ ابکی آئین تو اُنکے ساتھ ہم ضرور جائیں۔

بہار النسا۔ چلو بیٹھو۔ چھوٹی نو عمر لڑکیاں بہنوئیوں کے ساتھ یوں
نہیں جایا کرتی ہیں۔

سپہر آرا۔ (تک کر) کیا فرمایا۔ ذری پھر تو کیسے گا۔

روح افزا۔ کتنی ہیں نو عمر سالیان جو ان بہنوئیوں کے ساتھ یوں
نہیں جایا کرتی ہیں۔

سپہر آرا۔ جی ہاں میں نے سنا سنا۔ بہری نہیں ہوں ابھی صورت
اندہ نے نہیں دی مگر کان بڑے بڑے بنا کئے ہیں۔

راوی۔ این اکیون صاحب یہ ناشکری۔ ہ

تھکوا ورت جو سرچن آرائی ہو

جسے ایک نظر بھر کر بھی دیکھ لیا اسکو بس یہی شوق ہوتا ہو کہ کنگلی
باندھ کے دیکھا ہی کرے۔ ہ

برق بجلی کہ زتائیش گرفت طور

روح افزا۔ ایک نام کرو۔ دس پانچ لڑکیاں اور بھی تو ہوں کہ تم ہی

تم ٹھٹھون ٹھون۔

حسن آرا۔ اچھا ٹھٹھریے بلواتے ہیں۔

سپہر آرا۔ شیخ جی کے ہاں تو مانا کو بھیج دو اور تقی خان کچھ گردن ہمارے
اور کو کہ دو نوں صاحبزادیوں کو سیو قت بلایا ہو۔ ہاں سنی باہر آئی ہیں
اور ماما سے کہہ دے کہ پلٹتے ہو۔ مبارک علیخان بھائی کے ہاں جا کے لاؤ وہاں
کو ساتھ ہی آئے۔ پالکی اُنکے ہاں ہی اور ہم نظیر کو بلوائے لیتے ہیں۔
حسن آرا۔ اور نظیر کو نہ بلوائے۔ اُنکے ساتھ جانی بیگم بھائی سنگلی۔ وہ
بات بات میں خلیج کا لٹی ہیں۔ اُنھیں خطا ہو کہ ہم سے بڑھ کر کوئی حسین ہی
نہیں ہو۔ کل چڑیلوں کی ناچریوں کا۔ دن رات ناک چوٹی میں گرفتار رہتی ہیں
سپہر آرا۔ پھر اچھا تو ہو۔ بہار النسا بہت بچہ وا دینا۔

روح افزا۔ پھر اب جھٹ پٹ بلوائو۔

ماماجی اور دربان اور خا نصاحب اور دل بہار ان چاروں کو حکم ہوا کہ
جاؤ وہ ایک ساتھ حکم چلاؤ۔ دیر میں دیوینوں پر دو لیان اور فریون پر
تفسیدن اور بھینوں پکھیاں آنے لگیں حسن آرا اور سپہر آرا کا وسیع نشان
فرخ و فلک تو امان کر ا ہمیشہ سجا یا رہتا تھا آج اُنھوں نے اس قدر تکلف
کیا کہ بیش بہا غالیچے اور صر بچھا دیے۔ کمرے کی رونق دوبالا ہوئی
دربان بار بار آواز دیتا تھا کہ سوار یاں آئی ہیں ایں مغلیان باہر
جا جا کر سوار یوں پر سے اُتر واتی تھیں اور وہ ناز و انداز کے ساتھ
چمک چمک کر اندر آتی تھیں۔ سلام نہنگی کے بعد بغلیں ہوتی جاتی تھیں
جب سب چمکین تو دربان نے سپہر آرا کی کہ ماما جی پردہ کر لیجیے زنانی
سوار یاں آئی ہیں سب کے بعد پالکی گاڑی سپر دو جوان اُتریں ایک کا
ٹوٹی بیس بیس کا سن دوسرے کے اٹھنے کے دن۔ ایک شوخ و طرار
دوسری بھوئی اور نا کردہ کار۔ اندر گئیں۔ سپہر آرا اور حسن آرا وہاں رہا
اور روح افزا سے گلے ملیں اور سب کی سب بیٹھیں شوخ و طرار کا نام
جانی بیگم تھا بھوئی و نا کردہ کار کا نام نظیر بیگم تھا۔ جانی بیگم

چٹاخ چٹاخ بوٹی بوٹی سیاب کی طرح بقیار باغ وہاں نظیر بگم کو کوئی تیرھواں سال تھا۔ چہرے مہرے تک سک سے ایسی دھت کہ لاکھوں میں ایک خوش وضع خوش قلع۔ پارسا اور نیک مگر نگاہ اشارت آشنا نہیں انکھڑیوں میں لگاؤٹ بازی کا تانہ نہیں۔

اپنے جو بچے نہیں یا روبرو ہنوز کس طرح اسے وقار و فاداری ہو جو بچہ تھا ہی نہیں آپ کو دلدار ہنوز بے تکلف ہیں جو گویا لبغلتا ہنوز فتنہ پرداز نہیں شوخی رفتار ہنوز دلبری نہیں رہتا روبرو ہنوز

حسن آرائے سب کو مخاطب کر کے کہا۔ میری پیاری بہنو۔ میری پیاری بھولیو۔ میں کچھ ایسی بھان کی دوسری تو ہوں نہیں کہ کھڑی ہو کر تڑپاؤں اور فرقتی چلی جاؤں میری تو زبان اس کھڑے لگے گی۔ مگر میں کہوں گی ضرور۔ ایک بات ہے ایسا ہنوکہ تم سب چٹکیوں پر اڑاؤ اور رفت میں نکو بناؤ۔

جانی بگم۔ اے ہوتو کا ہے کے واسطے نکو بنائیں۔ خدا واسطے کا اور نکو تو وہ بتائے جو اپنی ناک جڑ سے کاٹ کے پھینک دے۔ حسن آرا۔ اچھا تو پھر ہم جو کہیں وہ سینے۔

جانی بگم۔ اچھا تو ذری حقہ تو بھر وا کیا رمضان شریف بیان نہ لگو رہی حقہ نہ لگو گڑی۔

سپر آرا۔ ماما جی۔ ماما جی۔ حکم۔

سپر آرا۔ (ٹھٹھک کان میں) وہ چاندی کی گلو گڑی تو بھول لانا ماما جی۔ (مٹھوڑی دیر میں) لیجیے دو سیل پھر وایا ہو۔

سپر آرا۔ (جانی بگم کی طرف اشارہ کر کے) اٹھیں دو۔ جانی بگم تسلیم (حسن آرا سے) ہاں ہاں ان کو چپ پیکار دے دے

حسن آرا۔ ہم نے کچھ لکھا ہے اور آپ سب کو ہم ہر صبح لکھنے اس پر تین چار ہم صغیر ہو کر بولیں کہ کیسے کیسے۔ خدا کی قسم آپ باتیں کیا کرتی ہیں جیسے بلبل چہک رہا ہو۔

جانی بگم۔ ہزار داستان ہو ہزار داستان پہاڑی مٹی کی حقیقت کیا ہو حسن آرا نے لکچڑھنا شروع کیا اور سب کی سب چپ چاپ سننے لگیں۔

تقریر دلیذیر و تحمیر

آپ کو ہر ہر پروری چشمک زن سحر سامری۔ رختہ خانہ فصاحت ختامہ شاعرہ خوش فکر و نازک خیال۔ ملیح الکلام شیرین مقال۔ خورشید مشرقستان نکتہ رانی۔ بدر تیر فلک خوش بیانی۔ نشان جبین حسن و صفائیسوے غدار شرم و حیا۔ خال زیبائے رخ عصمت مہر ہر عفت رابعہ منزلت۔ بلیقہ مرتبت۔ شیرین حرکات و لکین ادا حسن آرا بگم صاحب التخلّص بہ حسین۔

وہو ہنر

میری پیاری بہنو۔ ساس بہوؤں کے جھگڑے نہ بھاؤ جوں کے کھیڑے۔ بیان بیوی کی جوتی سیزار۔ بات بات پر گلف۔ بات بات پر ہنکار۔ ہر دم عناد آئے دن فساد۔ آپس کی شور و پستی۔ سہ مصنون کی دھینگا مشتی سے خدا کی پناہ۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔ ان بڑی باتوں سے خدا بچائے۔ بھیلے مانسوں کی ہو بیٹیوں کے مزاج میں ایسی بات دخل نہ پائے اس بھوٹ کی بھٹا رہندوستان ہی میں اس قدر گرم بازاری ہو کہ ساس کی زبان پر کو سنا جاری ہو۔ اور ہو مصروف گریہ و زاری ہو اور بیان کی عقل عاری ہو نہ بھاج سے برسر پیکار۔ بھلاؤچ نند کی صورت سے سیزار۔ ہو بھجپان لیکر روتی ہو ساس نہ رہ لکھا کر سوتی ہو اور جو ساس اور بھی میدان غلب کی یکہ تانہ ہوئی اور بہو زبان دراز ہوئی تو مار پیٹ کو کہیں۔ نہیں جانا ہوا کیا آگے آتا ہوا میان اگر بیوی کی سہی میں ان کی گھڑکیاں سمیں۔ اگر اتان کا

جنبہ کرین تو بیوی کی باتیں سنیں۔ مان اُدھر بیوی دھڑک رہی تھی اور وہ اُنکے اور یہ اُنکے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتی ہے۔

مگر تالی ایک ہاتھ سے نہیں بچتی۔ کوئی بچا کے دکھا دے ساس حلیم ہو تو ہو کو مٹانے اور بیویلیقہ والی ہو تو ساس کو آدمی بنائے۔ ورنہ

اگر درہر دو جانب جا ہلا نہ دے | اگر زنجیر باشد بگسلانند

ایک شریف زادی نے اپنی ماما سے کہا کہ ہاری ساس تو ہمارا سوت ہیں خاصی (دانتوں کے تلے اُنکلی دبا کر) ہے ہر آسمان میں

بھٹ پڑتا ایسے زمانے پر حشر نہیں بیا ہوتا ایسی باتیں بناتے ہیں دعویٰ ہے کہ اگر وہ شریف زادی ہمارے پر چلیں اور جو ہم

وہ کریں۔ تو اُنکی ساس راہ راست پر آجائیں اور انھیں اپنے سر پر بٹھائیں وہ سیدھی جا کر ساس کے قدموں پر گر پڑیں اور آج سے ہرگز

اُن سے نہ لڑیں کیا اُنکی ساس کا سر بھگیا ہے یا باؤں کے تے کاٹا ہے ساس کی اگر ہودھرت کرے۔ ساس کی محبت کا اُنکی اٹھکے کی طرح دم بھر

توضائی بھر کی ساسوں میں کوئی ایسی نہ ملے جو چھڑ کر ہٹ لے۔ یا بیو جو بات بات پر بھڑکے۔ اور جو ساس بیویں دونوں تیرا دھری

اور بلا سے بیدر مان ہوئیں تو میں تم پر غضب ہے قیامت ہوتی ہے۔ اب سوچو تو ذرا دل میں کہ اس تکرار اور جوتی بیزا کا انجام کیا ہے

اور اسکا نتیجہ کیسا بُرا ہے۔ گھر میں چھوٹ۔ ایک دوسری دشمن جانی صورت سے بیزار۔ لونڈیوں باندیوں میں ذلیل و خوار۔ ساری خائیں

رسوا اور روسیاد۔ گھر تباہ۔ ایک چپ سو بلا ہزار بلا کوٹالتی ہے اور فساد کو دم میں جہنم میں ڈالتی ہے۔ مگر جب کوئی خاموش رہے جب کوئی

اتنی ہی مصیبت سے بھی۔ اور جو یہ خیال ہو کہ ساس ایک کلمے تو دس سنائیں۔ اور وہ دو باتیں کہ تو میں مضہ اُسکو تو بنائیں تو

بس میل ہو چکا۔ ساس نہ تو بھونی ہو گی۔ تو اُسکا بھی کوئی درجہ ہوا نہیں۔ یا بس سرائی میں جاتے ہی مالکین بن جیسے ساس کو

طاق پر رکھ دے اور میان پر حکومتیں چلانے لگے۔

انگریزوں کی ولایت میں یہ اچھا قاعدہ ہے کہ ادھر شادی ہوئی اُدھر باپ الگ بیٹا الگ محبت الفت پیار سب وہی رہتا ہے مگر

الگ تھلک اور بھل جُل کے۔ خراجانے وہاں بھی ساس بیویں لڑائی جھگڑا ہوا کرتا ہے یا نہیں مگر اتنا تو نہ ہوتا ہو گا یہاں تو گھر گھر

ساس بیویں خچ چلتی ہو کھلم کھلا۔ اور خچ نہ چلی تو دونوں میں کدورت رہتی ہے۔ انگریزوں کی ولایت میں اچھا قاعدہ ہے مگر یہاں اگر کوئی

لڑکا اپنی چور کو لے کر الگ رہے اور باپ مان سے جدا ہوئے تو لوگ اُسکو نام رکھیں اور سب سے کہ وہ اچھے سوت پیدا ہو جو ابا ہی

باپ کی دم میں رسا باندھا اور مان کو طاقے پر بٹھا دیا۔ ہو چکے گھر سوا ہو جائے تو یہاں بہو کو ذرا بہت سوچ سمجھ کے چلنا چاہیے۔

تم میں سے بعض بھی کنواری ہو مگر ایک نہ ایک سن سرائی جانو اور کسی ساس کی ہو بننا ہی بعض کی شادی ہو بھی گئی ہو چکو ہو بننا ہو

وہ میری ان باتوں کو خوب یاد رکھیں اور جو ساس الی ہو ہیں وہ میری باتوں کے موافق چلیں تو پھر دیکھیں کتنا فائدہ ہوتا ہے۔

اب میں تم سے اتنا چاہتی ہوں کہ سچ اپنی اپنی ساس کا حال بیان کر دو۔ بیان کوئی غیر تو ہو نہیں۔

اسپر سب کی سب جنگی شادی ہو گئی تھی بلبل ہزارہاں کی چٹنگیں ایک۔ اٹھ کرے ہماری ساس کو آج رات ہی کو ہریضہ ہو۔

دوسری۔ اٹھ کرے ابج ہماری ساس کو ہریضہ ہو گیا ہو۔ تیسری۔ اٹھ کرے ایسی جگہ ہماری کنجٹ ساس سرجاں کے قہر پانی پٹ

بہار الہسا۔ باخدا میری ساس مردار کے پاؤں میں باؤ لاکٹا کاٹے اور وہ بھونک بھونک کے مرے۔

چوتھی۔ ہم تو اپنی ساس کو پہلے ہی چٹ کر گئے ہیں۔ تھی بری پڑ چکی یا نچوین۔ ساس تو ساس بھاری نند نے ناک میں دم کو دیا

جانی بیگم۔ میری اساس تو میرے آگے چون نہیں کر سکتی بولی اور
مین نے گلا گھونٹ ڈالا۔ اُٹ و امید پھر کا دیا۔

چہل

واہ حسن آرا بیگم۔ کیون نہو۔ سجان امیر۔ سجان اللہ کیا کتا ہے
وہ لکچر دیا ہے کہ قلم توڑ دیے۔ ہاے ایسی شریف زادیان پر کیا مان ہوتی
ہیں۔ میان آزاد کا کی قسم ہو بڑے خوش قسمت۔ ایسی بیوی پائی
کہ وید نہ شیند مکھڑا روکش ہلال عید۔ اور سیرت تو ایسی خزانے عطا
کی ہے کہ سجدہ کرنے کو جی چاہتا ہے ای کا شایسی نیک بیویان اس ملک
مین اور بھی ہوں تو واہ واہ۔ اس لکچر نے سب لڑکیوں پر اثر کیا۔
خصوصاً نظیر بیگم پر تو ایسا اثر ہوا کہ سجان امیر یہ سیزدہ سالہ ہونہار
نوعمر انتہا کی سادہ مزاج تھی۔ گلبدن کا بایا بجامہ مگر سفید بگلے کے پر
کا سادو ڈٹا اور اُس مین سے جعد کے موبات گلگون زرین کی جھلک
غضب ڈھکتی تھی۔ اور یہی معلوم ہوتا تھا کہ ناگن لہزار ہی ہو چیتے وقت
نظیر بیگم نے حسن آرا کے کان مین کہا کہ ہم پھر آپ سے ملینگے مین بہن
کچھ سکھاؤ۔ کل سے ہم آیا کر مین۔ کچھ پڑھایا کرو گی۔

حسن آرا۔ (پیار کر کے) ہاں بہن آیا کرو۔ ضرور آیا کرو۔
نظیر بیگم۔ ضرور آؤنگی مین بھی پڑھایا کرو۔

حسن آرا۔ ضرور۔

جانی بیگم۔ اچھا واہ یہ کیا پڑھائی گئی بھلا۔ ہمارا پاس تو ہم دن پڑھایا کرنا
راوی۔ بس آپ معاف ہی کیجیے۔

نظیر بیگم۔ آپ کے تو بڑوس ہی رہتے ہیں ہم۔ مگر بہن تم ہر دن کا
سکھاتی ہو اور تم مین کچھ آتا ہو نہ جاتا ہو۔

سپر آرا۔ (مسکرا کر) کہتی تو سچ ہو۔

جانی بیگم۔ جی ہاں بجا ہو۔ تم تو اتفاق کر ہی لو گی۔

حسن آرا۔ کھیل کو بھی ہو۔ ہنسی مذاق بھی ہو۔ مگر وہ گھڑی

اچھی باتوں کی طرف بھی مائل ہوا کرو۔

جانی بیگم۔ واہ اچھی باتیں نگوڑی کوئی ہیں۔ ہم بھی تو سنیں

حسن آرا۔ جو ہم نے آج کہیں۔

سپر آرا۔ یہ تو تصویریں دیکھ رہی تھیں۔

جانی بیگم۔ واہ۔

نظیر بیگم۔ انکا ایسی باتیں جی ہی نہیں لگتا یہ اپنے اپنے بیانی تون

کی طرف تہتی ہیں۔ دن بھر کوٹھون پر گھوڑے کی طرح دوڑا کرتی ہیں

اوپر سے نیچے نیچے سے اوپر۔ یا میرے اللہ۔

جانی بیگم۔ (نظیر بیگم کا ہاتھ پکڑ کر) مڑو ڈالون ہاتھ۔

نظیر بیگم۔ دیکھا دیکھا بس کبھی ہاتھ مڑا کر کبھی ڈھکیل دیا۔

جانی بیگم۔ (نظیر بیگم کا گال کاٹ کر) اب خوش ہو مین۔

سپر آرا۔ اچھا واہ لے کے گال کاٹ لیا۔

جانی بیگم۔ پھر عورت مین یا مرد مین کوئی۔ ہونہ۔ واہ واہ۔

نظیر بیگم۔ اب آپ اپنی حجت رہنے دیں۔

جانی بیگم۔ دھکیل لے کر کیا کہا۔

جب رخصت ہوئیں تو سپر آرا نے آواز دی کہ چلیے امان جان

بلائی مین روح افزا اور بہار النساء اور حسن آرا ملکر گئیں۔ اور بڑی بیگم

صاحب کے ساتھ ایک نئی سترخان بکھانا کھایا۔ کھاتے وقت یوں گفتگو ہوئی۔

بہار النساء۔ اب حسن آرا کی شادی کہیں تجویزی۔

بڑی بیگم۔ ہاں فکر مین تو ہوں۔

بہار النساء۔ فکر نہیں۔ امان جان۔ اب دن دن پڑھتا ہو۔

روح افزا۔ امیر کے فضل سے اب یہ سیانی ہوئی ہیں۔

بہار النساء۔ پھر اب کب تجویزیے گا۔

بڑی بیگم۔ جلد۔

بہار النساء۔ جلد کیا کوئی دو چار برس مین۔

روح افزا۔ اللہ اللہ کرو۔

بہار النسا۔ ازراہ مذاق بچاری سپہ آرا بھی نظر میں کہ ہم
اُنکا بھی ذکر خیر چھڑیں۔

سپہ آرا۔ دیکھیے یہ چھڑ خانی اچھی نہیں۔ ہان۔

بڑی بیگم۔ (مسکرا کر) تم جاؤ یہ جانیں۔

بہار النسا۔ ابھی کل ہی شام کو تو تم نے کہا کہ امان جان سے
ہمارے بیاہ کی سفارش کرو اور آج مکرئی ہو بھلا کھاؤ تو قسم
کہ تم نے نہیں کہا۔

سپہ آرا۔ واہ ذرا اسی بات پر کوئی قسم کھا یا کرتا ہو۔

روح افزا۔ پانی مڑتا ہو کچھ۔

سپہ آرا۔ جی ہان آپ بھی بولیں۔

روح افزا۔ اچھا قسم کھا جاؤ نہ۔

سپہ آرا۔ کا ہے کو کھائیں۔

بڑی بیگم۔ اے تو چڑھتی کیوں ہو بیٹیا۔

سپہ آرا۔ امان جان جھوٹ موٹ لگاتی ہیں۔ چڑھیں نہیں۔ واہ۔

روح افزا۔ کیا اچھوٹ موٹ۔

سپہ آرا۔ اور نہیں تو کیا۔

روح افزا۔ اچھا ہمارے سر کی قسم کھا جاؤ۔

سپہ آرا۔ اصد کرے میں مر جاؤں۔

بہار النسا۔ ہائیں۔

روح افزا۔ چلو بس اب رو دین۔ اب کچھ نہ کہو۔

بہار النسا۔ امان جان ایک رئیس ہیں اُنکا لڑکا کوئی نہیں پس

کا ہو گا خدا جانتا ہو پڑا حسین ہو پڑا کھلا ہو سکندر نامہ آج کل

پڑھتا ہو اُسکی مان بھی بڑی نیک ہو بچاری نے ہے کہا تھا

کہ تم اپنی بہنوں کے بارے میں بیگم صاحب سے کوا چھا گھر ہو۔

روح افزا۔ وزیر زاوے ہیں وہ۔

بڑی بیگم۔ ہان کھانے پینے سے خوش ہیں۔

روح افزا۔ خوش۔ آٹھ تو گھوڑے ہیں اُن کے ہان۔

ماما میں سمجھی۔ میں اُنکے بیان کوئی ڈیرہ برس نوکری کوئی ہوں

بڑی بیگم۔ پھر چھوڑی کیوں۔

ماما۔ چھوڑ دی اب کیا بتاؤں۔

بہار النسا۔ امان جان۔ وہ حسن آرا کی لائق ہے لڑکا۔ سچ کہتے ہیں

بڑی بیگم۔ اُنکا کچھ اور حال بتاؤ اچھی طرح۔ کے لڑکے ہیں اُنکے۔

روح افزا۔ دو۔

بہار النسا۔ اور دونوں لائق خوبصورت ہو شیار نیک حلین۔

روح افزا۔ ایک لڑکا ہیں۔ وہ چھوٹا سا جو ہمارے مکان کی طرف

سے مشکلی ٹو پر روز نکلا کرتا ہو پڑا پیارا ہو۔ دو لڑکا بھائی سے اور

اُسکے بڑے بھائی سے بڑی ملاقات ہو۔

بہار النسا۔ ہمارے ہان تو دوسرے تیسرے وہ آتے ہیں

سچ کہتے ہیں۔ بس حسن آرا ہی کے لائق ہیں۔

روح افزا۔ ضرور منظور کیجیے۔

بڑی بیگم۔ اچھا اچھا۔ سوچ لون۔

راوی۔ حسن آرا کے اس وقت ہوش اُٹ گئے۔ رنگ نیک لکھتے ہیں

غدا بین تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ ہائے غضب۔

دل میرو دزد تم صاحبہ لاں خدارا دروا کہ راز نہ بیان خواہر شاہنشاہ

سپہ آرا۔ بھی جنون سے تار گئی کہ یہ کیا ماجرا ہو۔ خرابی خیر کرے

بہار النسا اور روح افزا تو بڑی بیگم کو لپکا کر ہی ہیں ایسا نہ کہ وہ

منظور کر لیں تو قسم ہی ہو جائے۔ قیامت نازل ہو۔ کوہ اطمینان

جلی خرم عیش پر گرے ہو آزاد جہاز پر گئے ہیں وہ مصیبتیں ستے

ہیں اور یہاں یہ جشن منائیں اور بیاہ رہ جائیں۔ کیا مجال

غصہ کا ترانہ اور میان آزاد کا فسانہ افشاے راز اور ذکر خیر عاشق جانناز

مہمانوں کی بیڑ بھاڑ اور شادی کی چھڑ چھاڑ سے حسن آرا بیگم کو خاصہ متاثر کرنے کی چھی طرح نوبت نہ آئی جب صحبت طہنم سے فراغت پائی تو مغلانی کو حکم دیا کہ کمرے میں لب جلا مسہری بچھا۔ اس وقت سرین دھمک ہو رہا دل کی چمک ہو۔ اُسے چٹ چٹ بلاتین کرا اور دعائیں دیکر کہا کہ سرین دروہو یا دل سرد ہو تو اسکے لیے صندل لگائیے۔ اسکے واسطے حکیم کو بلائیے۔ پھر ماتھے اور بغض پر ہاتھ رکھ کر بولی کہ نہ بیوی۔ قربان جاؤں اللہ کے فضل سے آرام ہو۔ دردِ کلیناں خام ہو۔ گھڑی بیٹھیے گلو ری کھائیے۔ ابھی تو چراغ میں تہی تری ہو۔ ہنوں سے باتیں کیجئے۔ ہمیں ایک خط لکھ دیجئے جس آرائش کی ہو کر بولی بہت باتیں بناؤ جو حکم دین بجالاؤ ہمیں اس وقت کچی گھڑی بھر بیٹھنے کی بھی گون نہیں۔ خوف ہو کہ بولا اور در پردہ بجائے کہ میں محتال چلوایا۔ کنول روشن کرایا۔ پلنگ چھوایا۔ حسن آرا چپکے سے جا لینگ پ سو رہی۔ اور منہ ڈھانپ کر خوب روئی سے بیتا بیٹوں کی قیامت ہو آج کی برہم مزاج غمزہ خاطر شکن کیا

صید رنج و محن۔ خون موج زن۔ ۷

ہو سے بخود غصہ تنہائی سے | کیجئے کس سے ہمیں کیا یاد آیا
اب سنیے کہ روح افزا اور بہار النسا نے بھی عشق آزاد و حسن آرا کی اڑتی سی خبر پائی تھی ایک مہر سنی ساری داستان ہو ہو کہ سنائی تھی انسا جب خاصہ چنگا گیا تو دونوں نے بڑی بیگم کے سامنے چھیڑا۔ دونوں چوٹوں سے تار گئیں کہ کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہو۔ جب ہی تو شادی پہلے کے نام سے طبیعت نفور ہو۔ لہذا جان بوجھ کر شادی کی خبر سنائی اور حسن آرا کی ٹٹی ٹٹی بھلائی۔ ۷

راز دل محبوب کیا چاہیے معلوم | کچھ بد خبر عاشق بیمار اڑا کر
روح افزا اور بہار النسا اور سپہر آرا جو ادا و انداز سے کمر لیں

تو حسن آرا کو خواب ناز میں دیکھ کر جھلائیں۔
روح افزا۔ (چادر ہٹا کر) کیا ابھی سر شام ہی سو رہیں۔
بہار النسا۔ مگر کرتی ہوں گی۔ سونگی کیا ابھی۔
سپہر آرا۔ نہیں بہن یہ تکیے پر سر رکھتے ہی سو جاتی ہیں۔
بہار النسا۔ جی ہاں سنا ہوا ہی ایک تلو تکیے پر سر رکھتے ہی تیر جاتی ہو دو سر انکو پلک جھپکاتے کی دیر ہوئی اور سو گئیں۔ بس واہ۔
روح افزا۔ (گدگد کر) اٹھو بہن۔ ہماری ہی بھتی کھائے جو اٹھے ہماری بہن نہیں۔ اُٹھ بیٹھو۔ شاباش۔
ہمارا النسا۔ ای ہواش کے آئے کی طرح اٹھی جاتی ہو بل پر بل کھاتی ہو۔

سپہر آرا۔ سونے دیجئے | لکڑیاں مار نیر کے متوالی ہو رہی ہیں تہی تہی
بہار النسا۔ سہلی متوالیوں کا دو ڈالا۔ ہمارا وہاں پڑوس میں بفرز تعلیم ہوتی ہے صبح کے وقت بڑی بہار معلوم ہوتی ہے۔ مگر ہمارے میان کو اس کی بڑی پڑوسی کہ عورتیں نالچ دیکھیں یا گا نا سنیں ہم کئی بار نالچ صادق علی بیگ کے ہاں سن آئے اور نالچ بھی دیکھا۔ یہ مردوں کی بھی کیا ارواح ہو۔ گھر کی جو رو سے بات نہ کریں باہر شیر اللہ جانتا ہے ہم تو ان سب ہوئی بد قطع میسواؤں کو ایڑی چوٹی پر قربان کر دیں ایک نے مسی کی دمٹری جمانی تھی جیسے بچے نے کچھ کھائی تھی۔
روح افزا۔ (حسن آرا کو جو کمر) اٹھو بہن۔

حسن آرا۔ (انکھیں کھول کر) اس وقت سرین دروہا ہو۔
بہار النسا۔ صندلی رنگوں کا نادل ملا | دردِ سر کی کس ماتھے جا لگی

حسن آرا۔ یہاں اپنی چار دیواری سے آج تک قدم ہی باہر نہیں رکھا۔ جب سے ہوش سنبھالا دہلیز کے باہر قدم رکھا ہو تو قسم لیجئے۔
ہمیں شوق شادی ہو نہ خیال خانہ آبادی ہو آپ نے تو آج اچھی سنائی۔ دل ملانے کی ایک ہی فرمائی۔

روح افزا۔ درست۔	بہار النسا۔ درست۔
روح افزا۔ جی اچھو پچھو آنکھ لڑائی ہو۔ یہ چوچھو کے حلات	روح افزا۔ جی اچھو پچھو آنکھ لڑائی ہو۔ یہ چوچھو کے حلات
نیز آئی ہو تو اسکا باعث بچ تھائی ہو۔ اچھا بچ بچ کدو لگی لٹی	نیز آئی ہو تو اسکا باعث بچ تھائی ہو۔ اچھا بچ بچ کدو لگی لٹی
کی سندھین کس دل ملا ہو۔ کسکا عشق چڑا ہو۔ کوئی حسین	کی سندھین کس دل ملا ہو۔ کسکا عشق چڑا ہو۔ کوئی حسین
جوان بھایا ہو۔ یا خدا نا کردہ کسی ایسے ویسے پردل آیا ہو۔	جوان بھایا ہو۔ یا خدا نا کردہ کسی ایسے ویسے پردل آیا ہو۔
دل دیکھے تو یا طرح دیکھے	دل دیکھے تو یا طرح دیکھے
سپہر آرا۔ اور کیا ع۔ مشوق کیجیے تو پر نیا دیکھیے۔	سپہر آرا۔ اور کیا ع۔ مشوق کیجیے تو پر نیا دیکھیے۔
حسن آرا۔ کسی سے ملنے کا اب حوصلہ نہیں اچان	حسن آرا۔ کسی سے ملنے کا اب حوصلہ نہیں اچان
بہت اٹھائے مزے اُسے آشنا ہو کر	بہت اٹھائے مزے اُسے آشنا ہو کر
حسن و عشق کے جھگڑے میں بند ہی نہ پڑی گی۔ اور اگر پڑی گی تو کسی	حسن و عشق کے جھگڑے میں بند ہی نہ پڑی گی۔ اور اگر پڑی گی تو کسی
طرح دار سے آنکھ لڑی گی۔ اور اس لائق ہو کون۔ تو یہ۔	طرح دار سے آنکھ لڑی گی۔ اور اس لائق ہو کون۔ تو یہ۔
بتیاب ہو کے روح زینچانے آہ کی	بتیاب ہو کے روح زینچانے آہ کی
روح افزا۔ بس باتیں نہ بنائے مجھے نہ چھپائے۔ ہم سب سن چکے	روح افزا۔ بس باتیں نہ بنائے مجھے نہ چھپائے۔ ہم سب سن چکے
بھلا کسی پر دل نہیں آیا تو آنکھوں سے آنسو کیونکر نکلے۔ ذری زمین مہر	بھلا کسی پر دل نہیں آیا تو آنکھوں سے آنسو کیونکر نکلے۔ ذری زمین مہر
تو دیکھیے رنگ فاق ہو گیا یا نہیں۔ ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں۔	تو دیکھیے رنگ فاق ہو گیا یا نہیں۔ ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں۔
شادی کا حرف زبان پڑا اور تھارے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔	شادی کا حرف زبان پڑا اور تھارے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔
سپہر آرا۔ اے بہن یہ دھان پان آدمی۔ نوری سر میں دروہوٹ پڑا	سپہر آرا۔ اے بہن یہ دھان پان آدمی۔ نوری سر میں دروہوٹ پڑا
بہار النسا۔ لڑکی باتیں بناتی ہو۔ بھوکھو کیوں پڑا تھی۔	بہار النسا۔ لڑکی باتیں بناتی ہو۔ بھوکھو کیوں پڑا تھی۔
حسن آرا۔ اب آپ جو چاہیں کہیں۔ یہاں کوئی مشوق مرغوب	حسن آرا۔ اب آپ جو چاہیں کہیں۔ یہاں کوئی مشوق مرغوب
نہ کوئی محبوب مطلوب۔	نہ کوئی محبوب مطلوب۔
سپہر آرا۔ اسی خیر ہو۔ ان دونوں ہنوں کے جانے کس کدیا جھوٹ موٹ	سپہر آرا۔ اسی خیر ہو۔ ان دونوں ہنوں کے جانے کس کدیا جھوٹ موٹ
روح افزا۔ گریبان میں منہ ڈالو۔ کہہ چلوں سب۔	روح افزا۔ گریبان میں منہ ڈالو۔ کہہ چلوں سب۔
حسن آرا۔ بسم اللہ فرمائیے۔ سو کام چھوڑ کے۔ آپ کو خدا کی قسم	حسن آرا۔ بسم اللہ فرمائیے۔ سو کام چھوڑ کے۔ آپ کو خدا کی قسم
روح افزا۔ اچھا اسوقت دل کیوں بھڑایا۔	روح افزا۔ اچھا اسوقت دل کیوں بھڑایا۔
حسن آرا۔ دل ہی تو ہر دن گشت و در سے بھر نہ آئے کیوں	حسن آرا۔ دل ہی تو ہر دن گشت و در سے بھر نہ آئے کیوں
روح افزا۔ تالیاں بجا کر کھل گئی نہ بات۔	روح افزا۔ تالیاں بجا کر کھل گئی نہ بات۔
روح افزا۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بوسے پڑے	روح افزا۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بوسے پڑے
حسن افزا۔ واہ۔ ہوئے۔	حسن افزا۔ واہ۔ ہوئے۔
سپہر آرا۔ تو جادو گر کی کہین اور رہتی ہوگی۔	سپہر آرا۔ تو جادو گر کی کہین اور رہتی ہوگی۔
بہار النسا۔ (ہنس کر) کیا دونوں نہیں پہاڑی مٹا کی طرح چبک ہی ہیں	بہار النسا۔ (ہنس کر) کیا دونوں نہیں پہاڑی مٹا کی طرح چبک ہی ہیں
سپہر آرا۔ (ہنس کر) تم دونوں نہیں نہیں ہزار دستان کی طرح چبک ہی ہو	سپہر آرا۔ (ہنس کر) تم دونوں نہیں نہیں ہزار دستان کی طرح چبک ہی ہو
روح افزا۔ ہم تو اسوقت کلیوں پر ہیں۔	روح افزا۔ ہم تو اسوقت کلیوں پر ہیں۔
راوی۔ یہ شوخی۔ امداد یہ شوخی۔ حضور اسوقت کلیوں پر ہیں	راوی۔ یہ شوخی۔ امداد یہ شوخی۔ حضور اسوقت کلیوں پر ہیں
کند جلہ ناز تو جذبہ دارد	کند جلہ ناز تو جذبہ دارد
بہار النسا۔ اچھا بھلا پڑی سچی ہو تو ایک بات کرو بیل تھان ہو جا	بہار النسا۔ اچھا بھلا پڑی سچی ہو تو ایک بات کرو بیل تھان ہو جا
ہم ایک ہاتھ میں کوئی چیز لیں اور دوسرا ہاتھ خالی کھین ٹھہریا بندھ	ہم ایک ہاتھ میں کوئی چیز لیں اور دوسرا ہاتھ خالی کھین ٹھہریا بندھ
کے آئین اور تم ایک ہاتھ پر ہاتھ مارو جو خالی ہاتھ پر پڑے تو تم جھوٹی	کے آئین اور تم ایک ہاتھ پر ہاتھ مارو جو خالی ہاتھ پر پڑے تو تم جھوٹی
ہم سچے اور جو دوسرے ہاتھ پر پڑے تو ہم جھوٹے تم سچی۔	ہم سچے اور جو دوسرے ہاتھ پر پڑے تو ہم جھوٹے تم سچی۔
حسن آرا۔ اے واہ چھو کر یوں کا کھیل۔	حسن آرا۔ اے واہ چھو کر یوں کا کھیل۔
روح افزا۔ اہ۔ اور آپ ہیں کیا۔	روح افزا۔ اہ۔ اور آپ ہیں کیا۔
بہار النسا۔ یہ چھو کر ی نہیں۔ یہ بڑی بوڑھی ہیں۔	بہار النسا۔ یہ چھو کر ی نہیں۔ یہ بڑی بوڑھی ہیں۔
سپہر آرا۔ اچھا آپ آئیے۔ کوئی چیز ہاتھ میں لائیے مگر خالی ہاتھ پر پڑے	سپہر آرا۔ اچھا آپ آئیے۔ کوئی چیز ہاتھ میں لائیے مگر خالی ہاتھ پر پڑے
تو تم جھین اور جو دوسرے ہاتھ پر پڑے تو ہم جیت گئے۔ یہی نہ۔	تو تم جھین اور جو دوسرے ہاتھ پر پڑے تو ہم جیت گئے۔ یہی نہ۔
بہار النسا۔ ہاں اچھا آؤ پھر۔	بہار النسا۔ ہاں اچھا آؤ پھر۔
سپہر آرا۔ ہاں ہاں آؤ۔ مگر ہم دونوں ہاتھ دیکھ لینگ۔	سپہر آرا۔ ہاں ہاں آؤ۔ مگر ہم دونوں ہاتھ دیکھ لینگ۔
روح افزا۔ اللہ ری بہر گمانی۔	روح افزا۔ اللہ ری بہر گمانی۔
اتنے میں بہار النسا دوسرے کمرے میں گئیں اور ایک چھوٹی سی	اتنے میں بہار النسا دوسرے کمرے میں گئیں اور ایک چھوٹی سی
شیشے کی گولی دائیں ہاتھ میں رکھی۔ اور بائیں ہاتھ خالی خوب بند	شیشے کی گولی دائیں ہاتھ میں رکھی۔ اور بائیں ہاتھ خالی خوب بند
سے دونوں ٹھہریان بند کر لیں اور باہر نکل آئیں۔	سے دونوں ٹھہریان بند کر لیں اور باہر نکل آئیں۔

بہار النساء۔ آئیے۔

روح افزا۔ اللہ کرے ہاتھ خالی پر پڑے۔

سپہر آرا۔ واہ اللہ نہ کرے۔

بہار النساء۔ اچھا اب ہاتھ پر ہاتھ تو مارو۔

حسن آرا۔ یہ واہیات باتیں ہیں۔

روح افزا۔ تو کا پنی کیوں جاتی ہو۔

سپہر آرا۔ اچھا دونوں ٹھیکان سانسے لاؤ۔ باجی ہو کس بات میں ہیں؟

حسن آرا۔ اُدھر والے مین (دائیں)۔

سپہر آرا۔ نہیں باجی دھوکا کھاتی ہو۔ اللہ جانتا ہے دھوکا کھاتی ہو

ہم تو بائیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں گے (تڑ)

بہار النساء۔ (بائیں ہاتھ کو کھول کر) سلام۔

سپہر آرا۔ ارے! وہ ہاتھ تو دکھاؤ۔

بہار النساء۔ (ہاتھ کھول کر) لو۔ ہوشیہ کی گولی کر نہیں۔

سپہر آرا۔ ہج۔ بچ کھیت ہو۔

حسن آرا۔ دیکھا کتنا تھا کہ اس ہاتھ میں ہے۔ اسی ہاتھ میں ہے کیا مانتا

سپہر آرا۔ جی ہاں آپ علم غیب ہی تو پڑھی ہیں۔

روح افزا۔ کیسے اتھو سچ ہو۔

سپہر آرا۔ (شرما کر) کہیں ہونہ سچ۔

حسن آرا۔ ان ڈھکوسلوں سے ہوتا کیا ہو۔

بہار النساء۔ اچھی بہن ہماری ہیں آیتنا بتا دو کہ میان آزاد کو کون پین

حسن آرا۔ رنگ فنی۔

سپہر آرا۔ آنکھ نیچی۔

روح افزا۔ بجاتی کیوں ہو بھلا۔

سپہر آرا۔ کیا جانے کیا واہی تباہی باتیں کرتی ہو۔

بہار النساء۔ واہی تباہی؟ ذری اُدھر تو دیکھو۔

روح افزا۔ واہی تباہی؟ چہ خوش۔

حسن آرا۔ یہ میان آزاد کون ہیں۔

روح افزا۔ ہماری پیاری بہن کے پیارے۔

سپہر آرا۔ بجا ہو۔

بہار النساء۔ وہ بچوں کی روانی۔

روح افزا۔ وہ دریا کی طغیانی۔

بہار النساء۔ وہ روٹھنا وہ مٹانا۔

روح افزا۔ وہ روم روانہ ہوتا۔

بہار النساء۔ وہ گر عجوبی۔

روح افزا۔ اور وہ عشرت کوشی۔

بہار النساء۔ وہ راز و نیاز کی باتیں۔

روح افزا۔ وہ عشق کی گھاتیں۔

بہار النساء۔ وہ چپکے سے گھوریاں کھانا۔

روح افزا۔ وہ محل میں گچھڑے اڑانا۔

بہار النساء۔ وہ مزے مزے کی حکایتیں۔

روح افزا۔ اور وہ مزے مزے کی شکایتیں۔

بہار النساء۔ وہ امتحان لینا۔

روح افزا۔ اور وہ قول دینا۔

بہار النساء۔ اور وہ نکاح کا ذکر۔

روح افزا۔ اور وہ شادی کی فکر۔

بہار النساء۔ وہ صبح کا سہانا سماں۔ وہ بہار۔

روح افزا۔ وہ ترشخ وہ پھوہار۔

بہار النساء۔ وہ ڈوبنا۔ وہ نکالنا۔ وہ ڈوبتوں کو بچانا۔

روح افزا۔ اور وہ کسی کا قدموں پر گرنا۔

بہار النساء۔ کیا کہتی ہوں مین اُدھر تو دیکھو:

حسن آرا۔ ارے باتو بہا کہین شرب مردار کا نام بھی نہ لینا۔	روح افزا۔ میری طرف اک نظر تو دیکھو۔
یہ دختر زحر ازادی مردار مینا بازار کی ہر رہنے والی	بہار النساء۔ سنا کہ میان آزاد پہلوان ہیں۔ روح افزا۔ اور سنا کہ حسین جوان ہیں۔
بہار النساء۔ ہونہ۔ ہم سے اڑتی ہو۔ شان خدا۔ بھلا شراب نہیں پی تھی تو بیکے کیوں۔ مہری کی طرف کیوں جھکے۔ حسن آرا۔ (دانتوں کے تلے انگلی دبا کر) چپ چپ۔	بہار النساء۔ طرہ طرہ ہیں طرار ہیں۔ روح افزا۔ اور باغ دیبا رہیں۔ بہار النساء۔ ہنوز گمراہی تار تار شمشاد۔ زخوبی سواد چون سہاڑو۔
روح افزا۔ آخر یہ سو بھی کیا۔ اللہ ہم کیونکر میان آزاد کو دیکھیں اکہی جو خط بھیجی تو لکھ دینا کہ تمہاری سالی بہت مشتاق ہیں۔ جلد آؤ۔	روح افزا۔ وہ رخ کہ نہ ٹھہرے آنکھ چہر وہ نور کہ صد قے ماہ انور
سپہر آرا۔ بڑے ہنسوڑ خوش مزاج آدمی ہیں۔ اور برق جیسے بجلی آفت۔ ایسا چالاک اور ہوشیار اور طرہ دار جوان تو جنگ دیکھا ہی نہیں۔ روح افزا۔ ٹیل ڈول کیسا ہو۔	بہار النساء۔ پھر ہرج کیا ہو۔ شریف ہیں عالیخانہ ہیں۔ روح افزا۔ ہاں ہاں بھلے ماتس ہیں معالی وودمان ہیں۔ بہار النساء۔ اب چھپانے سے کیا ہوتا ہو بھلا۔ صاف صاف بیان کرو۔
سپہر آرا۔ چہرہ ابدن ہو۔ کشیدہ قامت۔ نک سک سے درست چہرے مہرے سے ٹھیک۔ دیکھو تو گھنٹوں گھورا کرو۔	روح افزا۔ سن تو چکے ہی ہیں ہم۔ اب مخفی رکھنا یعنی چہ۔ بہار النساء۔ (حسن آرا سے گلے مل کر) اب بتاؤ بس۔
بہار النساء۔ جب دیکھیں بھی۔ حسن آرا۔ انشا اللہ۔	حسن آرا۔ (تنگ کر) بتائیں کیا۔ جب کچھ اصلیت بھی ہو۔ سپہر آرا۔ ان دونوں بہنوں نے خواب دیکھا تھا کل معلوم ہوتا ہو۔
بہار النساء۔ ہا یوں فرمتھارے پڑوس میں رہتے ہیں۔ سپہر آرا کا انکے ساتھ نکاح ہو جائے تو ہم سمجھیں کہ یہ بڑی خوش نصیب ہیں۔	حسن آرا۔ ہاں سچ کہا۔ خواب دیکھا ہو گا۔ روح افزا۔ ہاں بھنے تو آزاد کو خواب میں بھی نہیں دیکھا مگر جہاں آرا
سپہر آرا۔ میرے تو تلوون کو بھی نہ پہنچیں۔ حسن آرا۔ ہونہ۔ چہ خوش۔ چاند کو گن لگانا چاہتی ہو۔ طوطی	کتنی یقین کہ وہ حسن و جمال میں کرورون میں ایک ہیں۔ خوش فکر تیز طبیعت۔ شریف اور نیک ہیں۔
کو کوے سے جوڑا لگانا۔ واہ اچھی بہن ہو۔	حسن آرا۔ جہاں آرا بہن کیا کتنی یقین۔ روح افزا۔ اسد گواہ ہو بڑی تعریف کرتی یقین کتنی یقین کہ
بہار النساء۔ این! وہ نور شہزادگی چہرے سے برستا ہو کہ واہ واہ امان جان سے آج ہی تو کمون گی مین۔	ایسا خوب و آدمی آنکھوں دیکھا نہ کانوں سنا۔ بہار النساء۔ مگر ایک عیب بھی بتاتی یقین۔
حسن آرا۔ تو اچھا جو یقین ایسے ہی پسند ہیں تو امان جان سے ذکر کرو بہار النساء۔ کرین ہی گے۔ سپہر آرا۔ اور ایجاب و قبول کوئی چیز ہی نہیں۔	سپہر آرا۔ عیب؟ وہ کیا۔ بہار النساء۔ سنا شراب بہت پیتے ہیں۔

روح افزا۔ انکار کر دی تو تم سے بدست ہم کسی کو نہ سمجھیں گے۔
سہمہ آرا۔ دیکھا جائیگا۔
روح افزا۔ انٹوشی نیم رضا۔

ایک درہمان کا آنا اور قمر مست سے چاروں بہنوں کا کھل کھلاتا

سور سے منہ اندھیر سے چاروں عقینہ و پاکباز خوب دیان طناز و نو
کر کے امام باڑے میں جانا نہ بچھا کر نماز صبح پڑھ رہی تھیں۔ پہلے تو
حسن آرا اور بہار النساء میں بحث ہوئی۔

بہار النساء۔ الگ الگ مصلیٰ بچھاؤ۔

حسن آرا۔ یہ کیوں ایک جگہ نماز پڑھنا کیا کچھ گناہ ہے۔

بہار النساء۔ ایسا نہیں جانتیں کہ جماعت عورتیں نماز نہیں پڑھ سکتیں

حسن آرا۔ تو بہن امام عورتوں میں نہیں جائز ہے یا ایک ساتھ پڑھنا

بہار النساء۔ اچھا چلو۔

چاروں نماز والی۔ سہمہ آرا وظیفہ اور روح افزا ساجات پڑھ

رہی تھیں حسن آرا نے عندلیب شاخسار جا دو طراز حضرت سالتیہ

حافظ شیرازی جلال اللہ مقامہ فی الجنان کا دیوان معرفت تو امان اٹھالیا

اور بہار النساء بگم نے حسن دان منگو انر کھنا شروع کیا۔ اپنے

اپنے مذاق کے موافق سب کی سب مصروف ہوئیں۔

حسن آرا۔ بس صبح تو نکھار۔ شام تو سنگار۔ یا میرے اللہ حسن دان

سنگار دان۔ آئینہ کنگھی چوٹی تیل پھیل مٹی۔ عطر اسکے سوا

تھیں اور کسی شے سے واسطہ ہی نہیں۔

بہار النساء۔ اب آخر شے کنگھی دے۔ بالوں میں تیل ڈالے یا کوئی

تمھارے لیے پولی حیران جھنڈ منڈی رہے۔

حسن آرا۔ روح افزا بہن سچ کہتی ہیں کہ تمھیں عارضہ ہوا سکا۔

بہار النساء۔ چلو پھر کسی کو کیا۔ روح افزا اور دن پر بہت حرف

رکھنا جانتی ہیں مگر اپنے داؤن بھول جاتی ہیں۔

حسن آرا۔ ای تو بہن سنو تو۔

بہار النساء۔ بس اب باتیں نہ کرو۔ مانگ ٹیڑھی ہو گئی تمھاری باتوں

میں خیال بٹ گیا۔

حسن آرا۔ (ہنس کر) ہر چیز غضب ہو گیا۔ یہاں تو دو لٹا بھائی

بھی نہیں ہیں آخر یہ نکھار دکھاؤ گی کسے۔

بہار النساء۔ ہم اُمٹ کے یہاں سے چلے جائینگے۔ تم چھپڑتی جاتی ہو

ایک تو مونا چھپکا سیدھا نہیں رہتا۔

حسن آرا۔ (تقمہ لگا کر) ای۔ اب تک مانگ کا خیال تھا اب

چھپکے کا خیال ہے۔

بہار النساء۔ اچھا ایک دن ہم تمھاری مشاطہ نہیں۔ امد گواہ ہے

وہ جو بن آجائے کہ جس کا حق ہے۔

حسن آرا۔ پھر اب صاف صاف کہلاتی ہو بہن اس سر کی

قسم یاد رکھو تم لاکھ بھٹھو ہمارا جو بن تو خدا داد ہے۔ ہمیں بناؤ چٹاؤ

کی حاجت ہی کیا ہے بھلا۔

راوی۔ حق ہے۔

حاجت بناؤ گی مجھے اور نازنین نہیں

زیور ہو سادگی ترے رخسار کے لیے

بہار النساء۔ اپنے منہ میان مٹھو بن لو۔

حسن آرا۔ ہاں یہ دعویٰ۔

بہار النساء۔ کیوں۔ کیا کچھ جھوٹ ہے۔

حسن آرا۔ اور زمین سچ بھی ہے۔

بہار النساء۔ اچھا یہ پڑھ لیں تو پوچھیں جو یہ دونوں کہیں ٹھیک ہے۔

حسن آرا۔ منظور۔ مگر کچھ کچھ بد نیچے۔

بہار النساء۔ یہاں بد کے پاس نہیں کھڑے ہوتے۔

روح افزا۔ کیا حجت ہو رہی ہے۔

سہمہ آرا۔ کیا سو قی تھیں ابھی تک۔

بہار النسا۔ بی حسن آرا کچھ فرماتی ہیں۔

سپہر آرا۔ جسے مائے لیجیے تو ہم بتائیں۔

حسن آرا۔ (سپہر آرا سے) بہار النسا اپنے کو پرستان کی پیری جنت کی جو سمجھتی ہیں اور ہم اُنکے نزدیک کچھ نہیں نہیں بس اب تم اور بہن روح افزا دونوں انصاف سے کمد۔

سپہر آرا۔ جس طرح بہار النسا بہن نکھرتی ہیں سنورتی ہیں اُس طرح اگر تم بھی نکھر دو تو چاند کا ٹکڑا بجاؤ تمہارے چہرے پر سرخی اور سفیدی اور رعنائی کے علاوہ نیکنی بھی بہت ہو مگر وہ گوری چٹھی ہیں بس نمک نہیں مگر بان حسین ضرور ہیں۔ بھلی معلوم ہوتی ہیں۔

روح افزا۔ دونوں حسین ہیں۔ مگر حسن آرا بڑھ چڑھ کر۔ یہ تو ہم نہ کہیں گے کہ بہار النسا بہن میں نیکنی نہیں ہو مگر بان حسن آرا سے کم ہی۔ بہار النسا۔ بیلو خیر۔

حسن آرا۔ اب آپ چاہے ہر مانیے۔

اتنے میں ایک فٹن کھڑکھڑاتی ہوئی آئی مشکلی جوڑی جتی ہوئی کو چمن سرخ و ردی پہننے ہوئے جو بدارون کی سی بگڑی جائے بیٹھا ہو پیچھے دو سائیس کالی وردیان ڈانٹے کھڑے ہیں فٹن ایوان سپہر تو امان کے برآمدے میں ٹھہری اور ایک جوان رعنا بلند بالا گلفدار و ضعا در ہنس مکھ باغ و بہار اُترا۔

وربان۔ جھک کر بندگی حضور۔

خانصاحب۔ (زمین دوز ہو کر) سلام غریب پرور۔

ماما۔ (مسکاکر) اچھے رہے حضور؟ آج بہت دن پیچھے دیکھا۔

حسن آرا۔ یہ گاڑی کسکی آئی۔

روح افزا۔ ہاں کوئی آیا تو ہو۔

بہار النسا۔ پوچھو پوچھو کسی۔ مردانی سوار یاں ہیں یا زنانی۔

سپہر آرا۔ (جھانک کر) جانے کون ہو مگر جوڑی تو اچھی ہے۔

بہار النسا۔ رنگت کیا ہو۔

سپہر آرا۔ کالی۔ وہ مشکلی مشکلی۔

روح افزا۔ بالکی گاڑی ہو یا فٹن ہو؟

سپہر آرا۔ نہیں کوئی چھ سات سو روپیہ کی فٹن ہو۔

بہار النسا۔ مین کتنی ہی تھی کہ آتے ہو گئے۔

سپہر آرا کیا دو ٹکڑا بھائی آئے۔

روح افزا۔ (تالیان بجا کر) چلو آگئے اب باتیں ہونگی۔

ماما۔ (پردے کے پاس) نوا بھابا بھلی بھی فٹن سے اُترے۔

بہار النسا۔ چل جھوٹی۔

ماما۔ اللہ کی قسم ابھی بھی گاڑی پر سے اُترے ہیں۔ ابھی بھی آئے

روح افزا۔ واہ کہیں آئے نہوں۔

ماما۔ مجھے لڑکے کی قسم اپنے۔

سپہر آرا۔ فٹن آتی تو کھڑکھڑاہٹ کی آواز نہ سنتے۔ کوئی بات بھی ہو

ماما۔ ہاے امید میں کیسے سامنے سر پھوڑوں اپنا۔ اور جو آئے ہوں

حسن آرا۔ آئے کیونکر ہوں وہی بے تکی ہانکے جائے گی۔

ماما۔ اوجھ نہ سہی۔

حسن آرا اور سپہر آرا اور روح افزا اور بہار النسا اس مائے بیوقوفی

اور چہرے پن اور قسمن کھانے پر بہت ہی شہسین۔ ماما نے ہر زمانہ

میں لاکھ نمون پر قسمن کھاتی جاتی ہوں انکو یقین ہی نہیں آتا۔

خیر نواب خورشید علی خان صاحب فٹن پر سے اُترے تو ایک

مغلانی نے بڑی بیگم سے جا کر کہا کہ آپکے داماد آگئے ہیں یہاں

بیگم کے دو ٹکڑا اور نواب صاحب داخل ہوئے۔

نواب۔ (بڑی بیگم سے) آداب بجا لاتا ہوں۔

بڑی بیگم۔ (مناست سے) آؤ بر خور دار میری بائیں آنکھ چھ پیر کی ہے

کوئی نہ کوئی آتا ضرور ہو اسدن آنکھ پھر کی تو لڑکیاں میں یہ روح فراتی

کیا حالت ہو گئی ہو بھائی۔ وہ صورت ہی نہیں ہی گل کے کاٹا ہو گیا ہے۔
نواب۔ اب تو بہت اچھی ہیں۔ مگر پھر نہیں کرتیں تھیامج ہو تو
کھانا نہ کھائیں۔ پھر بھلا اچھی کیونکر ہوں۔ آپ ذری تاکید رکھیے گا۔
بڑی سلیم۔ واہ میری تاکید۔ تم برابر والے ہو۔ جب تمہارا کتنا نہیں
کرتیں تو پھر کتنا مانینگے تم اپنے طور پر سمجھاؤ۔ بہار النسا سمجھائے
کہو اب تو تمہاری دکالت خوب چمکی ہے۔

نواب۔ جی ہاں آپ بزرگون کی دعا سے۔ صاحب تو جھکو چارو
کی منصفی دلواتے تھے مگر میں نے منظور نہ کی مجھے بہت کچھ خدا کے
فضل سے یوں ہی مل رہا ہے۔

بڑی سلیم۔ مان تو تمہاری اچھی ہیں۔
نواب۔ جی ہاں بخیریت ہیں۔

بڑی سلیم۔ خفا تو نہیں ہوئیں کہ سسرال کیون تے ہوا یا نہ کہ سسرال
نواب۔ (مسکرا کر) جی نہیں۔ واہ۔

بڑی سلیم۔ بیٹا۔ زمانہ بہت نازک جاتا ہے۔ جہان رہو اندر کرے
خوش رہو۔ پس ہماری تو یہی دعا ہے۔ زندگی تندرستی کھانے پینے کو
رزق چاہیے ہی ہر نعمت ہے۔

نواب۔ بجا ہے۔

تھوڑی دیر تک باتیں کر کے نواب مدوح سے بڑی سلیم نے کہا کہ
وہ کمرہ سائے۔ وہاں فرش بچھا ہوا ہو لیٹو آرام کرو۔ نواخصہ سلام کہ
اٹھ کھڑے ہوئے اور کمرے کی طرف چلے جب کمرے کے قریب پہنچے تو
ٹھٹھک گئے اسوقت حسن را اور روح افزا الہ الہ اگر آہستہ آہستہ پڑھ رہے ہیں

شراب تندہ ایسی ہی ساقی	کہ جس سے خم رہے مطلق نہ باقی
گلابی لاکے رکھدے وہ مگر پاس	کہ ہو دو وطن پنے کی جبین بو پاس
چمک جاو جو میرا جو ہر عقل	تو میں تجھ سے حکایت اک کو نقل
سناؤں ابتدا سے پھر وہ قصہ	کہ فی الواقع ہی تیرا جو حصہ

نواب ایک رسیا آدمی بڑی دیر تک وہ لجن دلو دسی اور نعمت روح افزا
سنا کیے اسکے بعد کہا کہ اللہ اللہ آج تو گانا ہو رہا ہے۔

حسن آرا۔ (دانتوں کے تلے انگلی دبا کر) ارے باہم تو بھاگتے ہیں۔
بہار النسا۔ ای بیٹھو بھی کیا کچھ چوری پڑی ہے۔

روح افزا۔ آئیے آئیے آئیے آئیے نہ۔
نواب۔ خلل انداز تو نہ لوں گا۔

روح افزا۔ جی بجا ہے۔ آپ کی بیوی فنوی پڑھ رہی ہیں۔ آپ
جانیں وہ جانیں۔

اتنے میں نواب صاحب اندر تشریف لائے۔ وضع ٹیبلے۔ جراب

خاکی رنگ کا۔ گھوٹنا چٹ صوفیا نہ رنگ۔ کرتہ سفید فلانین کا
اسپر سیاہ بیش بابا بات کا دگلا۔ اور ستر گرنٹ کی گوٹ۔ دس روپے

کی سلامی گھڑی اور زنجیر طلائی سیاہ گرنٹ کی تو کی ہوئی بانکی نکلا
ٹوپی اور ایک سفید دلائی اوڑھے ہوئے۔ پائون مین تین روپے کا

سیاہ وارنش کا بوٹ۔ عطر سے از ستر تاپا ہے ہوئے۔ سرخ و سفید
مشین آدمی حسن آرا اور سپہ آرا نے بھی گردن کر کے بندگی کی۔

روح افزا نے کہا کہ آپ اطلاع کیے ہمارے مکرے میں کیوں چلے آئے صاحب
نواب۔ حکم ہو تو آئے پائون واپس جاؤں۔

بہار النسا۔ بسم اللہ۔ بن بلائے کوئی نہیں آنے پاتا۔

نواب۔ حسن آرا بیگم کو ہنسنے کوئی پورے سوا برس بعد دیکھا۔
حسن آرا۔ (گردن نیچے کر کے آہستہ سے) نہیں دیکھا بھائی آپ کو یاد

نہیں ہے۔ ساون میں آپ ایک مقدمے کی پیروی کیے آئے تھے۔
سپہ آرا۔ جی ہاں دودن آپ رہے تھے یہاں۔

نواب۔ ہاں سچ کہا خوب یاد آیا۔

بہار النسا۔ آپ کی سالی سپہ آرا بیگم کو بڑا اشتیاق ہے کہ آپ کے
ساتھ کبھی پر ہوا کھانے جائیں۔

سپر آرا۔ واہ کیا جھوٹ ٹوٹ لگتی ہو۔ بھلا میں نے کب کیا تھا
روح افزا۔ ہم گواہ ہیں۔

نواب۔ اچھا پھر حسین غیب ہی کیا ہو چنے تو اس نے دہبار النساء
کیطرت اشارہ کر کے کہا تھا کہ دو گھڑی چلا کر دہوا کھانے۔
بہار النساء۔ اپنی عنایت تہ کر رکھیے۔

روح افزا۔ اسوقت تو دو دھوا بھائی اس نے دور قرآن دریاں
بالکل نواب نادرجین معلوم ہوتے ہیں۔

حسن آرا۔ ایسا خوب یاد آیا۔ جہاں آرا ہیں کہ گئی تھیں کہ جب
خورشید دھوا آئیں تو ہکو ضرور بلا لینا۔ بھیجہ دن رقبہ۔

نواب۔ ضرور بلاؤ انکے مین انکو ڈھونڈھتی ہیں۔
سپر آرا۔ وہ آپ کی بڑی شکایت کرتی تھیں کہ خورشید دھوا
آئے اور تہے نہ ملے۔

نواب۔ ہاں سچ کہتی ہیں۔
اتنے میں روح افزا ایک شیشے کی تشتی میں چکنی ڈالیاں
رکھ کر لائیں اور نواب صاحب کے سامنے لے گئیں۔ نواب صاحب نے
دو اٹھالین اور کھالین۔ چباتے ہی آخ تھو۔ آخ تھو۔

نواب پانی منگو او واسطے خدا کے۔

حضرات ناظرین سمجھ بھی کیا سمجھ؟ سالی نے ہنوتی سے
اچھی دل لگی کی ہنوتی اور سالی میں چل ہوئی۔ آپ کوئی قاضی ہیں۔
وہ چکنی ڈالیاں لکھتو کے چابک دست کامل فن کھار دن کے ہاتھ
کی بنی ہوئی تھیں (مٹی کی) نواب صاحب کا کہ سمجھ جیسے منہ میں رکھی
تولیں چباتے ہی مزہ کر کر لہو گیا اور ادمہ ان پر نرا دون نے مقدمہ
لگا نا شروع کیا اور حضرت بہت ہی جھپے قھوڑی دیر کے جب بچہ
دھو چکے تو سپر آرا نے ٹھکوری دی۔

نواب۔ (گلو رہی کھول کر) اب بے دیکھے کھانیو اسے کی سی سی

کسین اسین مرچین نہ جھونک دین ہوں (پان کھاکر) اسوقت
آنتین قل ہو اسد پڑھ رہی ہیں۔

حسن آرا۔ باسی کھیر کھائے تو لاؤن۔
نواب۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔

حسن آرا کا کہ ایک تھالی اٹھالائی۔ نواب صاحب نے بڑی خوشی
سے لی مگر کھوتے ہیں تو مینڈ کی اچک کر وہ ہو رہی۔

نواب۔ معقول یہ روح افزا سے بھی بڑھ کر نکلیں۔ بڑی بی تو بڑی
بی چھوٹی بی سجان اللہ۔ یک نشہ دوشہ۔ آہنوں نے مٹی کی سپاری
کھلائی۔ آہنوں نے مینڈ کی کی کھیر بنائی۔ مینڈ کی راز کام سدا شہ
حسن آرا اور سپر آرا اور روح افزا اور بہار النساء اور ہنسکی ٹوٹ رہی ہیں

بہار النساء کا پراٹن صاحب بہادر کو طعنے دیا اور ان کی
تینون بہنوں کا کچا چھٹا سن لینا

شب کو نواب صاحب اور بہار النساء یکم اور روح افزا اور حسن آرا اور
سپر آرا نے باہم خوب مزے مزے کی باتیں کیں اور خوب چہچہہ ہوسے
خوب تھقے اڑے چل پھل رہی۔ حسن آرا اور سپر آرا ایک ہی کمرے میں
سورہن مگر بہار النساء غائب۔ خیر سمجھ جائیے۔

بہار النساء۔ کہو تمھاری اما جان تو جیتی ہیں یا ڈھلک گئیں۔
نواب۔ لا حول ولا قوہ۔ کیا بے تکی اڑا آتی ہو اور دل کھاتی ہو

ماتا کہ وہ چرچری ہیں مگر پھر مان ہیں۔
بہار النساء۔ ہاں انکی تو محبت پھٹ پڑی ہو ٹکو۔ آخر نو مینے پیٹ

میں رکھا ہو کہ باتیں تبتیس دھار دو دھو بلا یا ہو کہ نہیں۔
نواب۔ تم تو ہمارے عیش کو منقص کر دیتی ہو۔

بہار النساء۔ تم کو میری پرواہی کیا ہو بھلا کیا چکھہ گلوڑا اڑ گیا ہے یا
بارزین کسکی جلتا بلتا سوختہ لگا دیا۔

نواب۔ اچھا اب اسوقت تو خدا کے لیے یہ باتیں نہ کرو۔ کوئی چھ دن

کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔

بہار النسا۔ جی ہاں ایسا ہی تو ہمارا پیار ہی نہ بہت۔

نواب۔ خدا گواہ ہو کہ۔

بہار النسا۔ بس چلیے خدا کا واسطہ نہ دیجیے جیکے ہو رہے۔

نواب۔ یہاں سے چلا جاؤں۔

بہار النسا۔ ہاں کسی سے قول ہمارے ہو تو حیا و تحشیں اس مردار

بوڑھی ماں ہی کی قسم ہو دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہو جو نہ جاؤں واہ

کیا دھمکا لیا ہے یہاں کچھ پر وا بھی نہیں ہو ایسی۔ جانو ہم انھیں پر

توڑے ہوے ہیں۔ جیسے ہمارا ٹھور ٹھکانا ہی نہیں ہو کمین روو چٹا

پھینک کر یہ مواد وٹیا تو اور بھی چھپتا ہے۔

راوی۔ دوپٹہ کا پھینکنا تھا کہ گوری گوری گردن اور پیار پیار

ساعہ سمین اور دست رنگین اور آڑی ہیکل در طوق اور جگنو کی

چمک دمک جو نواب صاحب کی نظر سے گزری تو بس تم ہو گیا۔ یا تو

پہلے بہت ہی جھلٹے تھے یا اب ریشہ خلی ہو گئے۔ بہار النسا۔

کی بناوٹ سجاوٹ سے ع۔ سمندر ناز پہ اک اور تازہ یا نہ ہوا۔

نواب۔ دمسکر کر کل ہم ہلکی سی اور مضمی بنوا دینگے۔

بہار النسا۔ (بانگلی داسے) اپنی اور مضمی رہنے دین آپ یا شاہ چھڑ

کی گلی میں کسی پاس بھیج دیجیے۔

نکودہ عیان ہی آٹھ پہرہ کہ مجھے

وہی چال چلیں گے کہ برابر والیاں بھولیاں ہکو ہنسین اور نام

رکھیں اور ہم کٹ کٹ جائیں۔

نواب۔ اوغھ۔ اوغھ۔ اوغھ۔ اوغھ۔

بہار النسا (شوخی کے ساتھ دانت بیس کر) بس اب اوغھ اوغھ

کرو گے تو کاٹ کھاؤنگی لپک کے اب میرا منہ نہ کھائے ٹپکے سوچو

نواب۔ کیا یہ نئی بات سنی آج۔

بہار النسا۔ (دمسکر کر) اور نہیں تو۔

نواب۔ تحشیں ہماری ذرا محبت نہیں۔

بہار النسا۔ جو نہ تو ہم پر از غیبی تباہی آئے مگر تم جیائے تھکھڑے

چھوڑو بھی۔ یہ بارہ بارہ ایک ایک بجے تک غائب غلہ رہنا چاہتی

نواب۔ طوفان نہ باندھیے۔

بہار النسا۔ واہ آپکی امان اور آپکی بھینہاں کا حصہ ہے۔

نواب۔ یا آتی۔ تم تو جیسے لڑنے پر تیار ہو کر آئی ہو۔

بہار النسا۔ آئے ہی ہیں۔ کیا کچھ شک بھی ہے۔ یہاں کچی گولیاں

نہیں کھیلی ہیں۔ مجھے تمھاری سب خبر ہے۔

نواب۔ رہکا بکا ہو کر کیا ہے۔

بہار النسا۔ کیوں صاحب۔ یہ پراٹن صاحب بن بن کر راتوں کو

جانا جا کٹ پتلون پہن کچھ دھمکانا مجھ سے اڑتے ہو۔

نواب۔ ع۔ (کاٹو تو لہو نہیں بدن میں)۔

راوی۔ حضرات ناظرین۔ یہ روایت طلب بات ہے۔ نواب صاحب

بڑے مالدار اور امیر والا تیار۔ وکیل خوش تقریر۔ لائق و خیر۔ خوش صنع

خوش قطع جوان تھے مگر کسی قدر رنگین مزاج۔ بہار النسا۔ بیگم فقین تو انتہا

کی طرار اور طر حدار مگر دن رات ناک چوٹی میں گرفتار۔ مگر حیا پرور

اور پاک نظر۔ انکو میان کا ادھر ادھر جانا اور بد معاشی میں ہزاروں ٹپا

شاق گذرنا تھا۔ اسی سبب کبھی کبھی بیوی میان میں چچ چل جاتی تھی

خیر ع۔ درمیان جان و جانان ماجرا سے رفت رفت۔ مگر اکی مرتبہ بہار

نے ایسی بات سنی تھی کہ انکی چشم فسون پر داز سے خون برسے گا۔ سنئے

ایک روز نواب صاحب جا کٹ پتلون ڈانٹ کر کہیں گئے۔ چرٹ نہ میں

ربا تھا۔ بھک بھک دعوان اڑاتے جاتے تھے جب ٹرکے گلی اور

گلی سے ایک درگلی اور پھر ایک نالی سے ہو کر ایک ٹیکڑے پر گئے اور

چڑھائی اتر کر ایک تنگ اور تیرہ و تار گلی میں داخل ہوئے تو دروازہ

دھم دھام اور لکار کر غل جچا یا کہ (اوپر دی ڈور) یعنی دروازہ کھولو۔ اندر سے آدمی آیا۔ آداب بجالایا اور کانپتے ہوئے دیکھا کہ حضور کہاں سے تشریف لاتے ہیں۔ کسی تلاش میں آئے ہیں حضرت نے ڈانٹ کر کہا ول بگیم صاحب کو بلاؤ۔ کوہان آؤ۔ مسٹر پراٹن صاحب آیا ہوا۔ کچھ پیغام (پیغام) لایا ہوا۔ آدمی اندر گیا اور باہر آن کر اُسے ڈرتے ڈرتے کہا کہ حضور کل تشریف لائیں۔ آٹھ بجے قدم رنجہ فرمائیں مگر ضرور آئیے گا۔ سرفراز فرمائیے گا۔ اس وقت پڑوس کی عورتیں آگئی ہیں اب سنیے کہ حسن اتفاق سے ایک کنچن جو پڑوس میں رہتی تھی ان حضرت کو پہچان گئی اور گھر میں جا کر بہار النساء بگیم سے اُسے کچھ کہنا سننے لگی گھجھو کا ہو گئیں اور سوچیں کہ آج آنے تو دو۔ دیکھو تو کیسا آڑے ہاتھوں لیتی ہوں کہ پراٹن صاحب کہنا بھول جائیں مگر بہار النساء اور منہال چلی آئیں اور بات جون کی تون رگھئی۔ اب انکو موقع ملا کہ تخیل میں میان کو سمجھائیں اور شرمائیں۔ نواب جو پتے پتے کی سنی تو ستاٹے میں ہو گئے۔ یا آتی یہ کس نے آن کرانے کہدیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ انکے فرشتے خان کو بھی کانوں کا خبر نہو گی مگر غضب ہو گیا۔ بہار النساء۔ (شانہ ہلا کر) فرمائیے حضرت مسٹر پراٹن صاحب۔

نواب کچھ خیر ہو۔

بہار النساء۔ چہ خوش۔ یہ بھی کوئی خبر کی باتیں ہیں۔

نواب۔ تو کچھ کہو تو۔ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کچھ۔

بہار النساء (مسکرا کر) ہاں ہاں آپ کیا سمجھیں گے۔ ہم ہندوستانی آپ خاص ولایت کے پراٹن صاحب۔ ہماری بولی آپ کیا سمجھیں گے بھلا۔ گٹ پٹ ہمیں آتی نہیں۔ پراٹن صاحب۔ ادھر دیکھیے صاحب! دوری ادھر دیکھیے پراٹن صاحب بہادر۔

نواب۔ (گردن نیچے کر کے) کہیں بھنگ تو نہیں پی گئی ہو۔

بہار النساء۔ سبزی نہ پی ہوتی تو پراٹن صاحب کون بنتا۔

نواب۔ خدا گواہ ہے جو کچھ سمجھ میں بھی آیا ہو کہ تم کہتی کیا ہو۔ بہار النساء۔ گریبان میں منہ ڈالو۔ بہت بڑھ بڑھ کر باتیں بناؤ۔ اب بھی تم نہیں شرماتے بڑے حیا دار ہو اور تو کیا کہوں۔

نواب۔ کیا خوب ابھی کچھ کہنا باقی بھی ہے شاید۔

بہار النساء۔ ہئی۔

نواب۔ اچھی کہانی چھیڑ دی۔

بہار النساء۔ جلائے جاؤ۔ اور پھر کو دھواں نہ نکلنے پائے۔

نواب۔ (ہاتھ میں ہاتھ دیکر) تمہارے دشمن۔

بہار النساء۔ اللہ جانتا ہے۔ میں حسد ہوتا ہوں۔ پھر ہمیں کیوں بیاہ کے لائے تھے۔ یاد بخیر نکاح کے وقت کیا کیا بلے جوڑے اقرار کیے تھے اب ایسے غافل ہو گئے پراٹن صاحب بن گئے۔ پراٹن صاحب بھٹکے اور ایک لطیفہ سنئے کہ ادھر تو میان بیوی میں یہ شکوہ شکایت کی باتیں ہوتی تھیں۔ اور اُدھر حسن آرا اور سپر آرا اور روح اخرا بگیم دروازے کے پاس کھڑی چیکے چیکے جھانکتی اور چوری چوری ساری استان سن رہی تھیں۔ مگر ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے جب ضبط نہ کر سکیں تو برآمدے پر جا کر خوب سنیں۔ اور پھر آنکر کھڑی ہو گئیں۔ روح افزا اور حسن آرا تو آہستہ آہستہ قدم کھتی تھیں تاکہ آہٹ نہ معلوم ہو لیکن پیرا کی شوخی کب اسکی متفقی تھی کہ دبا پاؤں جاتیں حسن آرا اور روح افزا نے سمجھا یا کہ دیکھو کہیں راز کھل جائے تو پھر بھاگنا پڑے محو رنجی رنگ تینوں میں کھڑی سناکین۔ اکیر تہ بہار النساء نے زور سے نواب کا ہاتھ جھٹک کر کہا

کہ آپ تو پراٹن صاحب ہیں اور میں ایک ہندوستانی عورت ہوں آپ تشریف لیجا میں ہم پراٹن صاحب کو گھر میں گھسنے نہ دینگے۔

اسپر نواب صاحب نے کہا کہ ج۔ دیوار گوش دار دھیمہ۔ جبنا اتنا کہنا تھا کہ سپر آرا کھل کھلا کر ہنس پڑی اور انکے ہنسنے ہی حسن آرا اور روح افزا بھی میسا ختہ ہنس پڑیں۔ اور ہنسی کی واہنستے ہا

بہار النساء حک سے رنگی اور نواب بھی ہکا بکا ہو گئے۔

نواب۔ تعاری بنین بڑی شوخ ہیں۔

بہار النساء۔ یہ کمان کی دل لگی نکالی ہو۔

روح افزا۔ بہن سلام۔

سپر آرا۔ دولہا بھائی بندگی عرض ہو۔

حسن آرا۔ مین بھی پرائن صاحب کو آداب عرض کرتی ہوں۔

راوی۔ پرائن صاحب کے نقطہ پر ادھر بہار النساء بیگم اور نواب صاحب

اور ادھر روح افزا اور حسن آرا اور سپر آرا نے وہ فرامی قہقہہ لگایا

کہ فلک چارم تک آواز پہنچی۔

بہار النساء بیگم اور ان کے شوہر نواب صاحب بہادر پر جو آواز

کے گئے تو دونوں سخت جھپے۔ نواب صاحب نے دانتوں کے تلے

انگلی دبائی اور بہار النساء بیگم کا رخ رنگین عرق آلودہ ہو گیا۔

بہار النساء۔ (آہستہ سے) ارے!۔

نواب۔ اُن لال حول و لا قوۃ۔ سمجھا دو یہ بڑی بات ہو۔

سپر آرا۔ لال حول کیا شیطان کو بھگاتے ہو پرائن صاحب۔

بہار النساء۔ دکرے سے نکل کر، او تو بھگائی کمان جاتی ہو۔

روح افزا۔ بس اب جائیے۔ پرائن صاحب سے باتن کیجیے

بہار النساء۔ آؤ۔ آؤ تمہیں حسنین کی قسم۔

سپر آرا۔ آئیں کیا۔ کسکے پاس آئیں۔ کوئی بھائی بند اپنا ہو تو

آئیں بھلا پرائن صاحب کو کیا منہ دکھائیں۔

نواب۔ لال حول و لا قوۃ۔ اس پرائن کے نام نے ہمیں خوب جھٹکا

پر چڑھایا لال حول و لا قوۃ کیسے رسوا ہوئے ہیں۔

بہار النساء۔ پھر اپنے کر تو تون۔

نواب۔ اب واسطے خدا کے کہیں جہان آرا سے نہ کہنا۔

حسن آرا۔ خدا کی قسم ضرور کہینگے ہم کہ تمہارے خورشید و لہا پرائن صاحب

نواب۔ خدا ہی خبر کرے۔

بہار النساء۔ خیر کیا۔

سپر آرا۔ اتو تلمی کھل گئی۔

حسن آرا۔ کیسی کچھ۔

روح افزا۔ دولہا بھائی۔

حسن آرا۔ ہائین پرائن صاحب نہیں کہتی ہو۔

روح افزا۔ ہاں بھول گئی۔

بہار النساء۔ اب ہم بھی سیم بخاینگے۔

نواب۔ بسم اللہ۔

بہار النساء۔ شرمائے تو نہ ہو گے۔

روح افزا۔ شرم چکے۔

بہار النساء۔ جاؤ بہن اب سو رہو۔

الغرض تینوں بہنیں قہقہے لگا کر سو رہیں اور بہار النساء بیگم نے

مصنوعی پرائن صاحب کا قصور معاف کر دیا۔ سچ ہو یہ

ولون مین کئے سننے سے عداوت آہی جاتی ہو

جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آجاتی ہو

نوابی دربار اور خوشامدیوں کی گرمی بازار بی سدر کھی کا

جو گن ہونا اور عیش و عشرت سے ہاتھ دھونا

حضرات ناظرین بالفعل ادھر کا ذکر تو کر رکھا اب دسر اندر کوئی

کہ ایک برق و شہ در رفتار دگر رسان و زلف گفتار حسینہ و حسینہ

جو بن اور شباب پشاپڑ تھا ایک سفید سادجی لائی اور بے عکاتی ہوئی

جاتی تھی اور چھڑوں کی جھنکار اور کڑوں کی کھنکار ستم دھاتی تھی

فرمائیے یہ کون آفت کا پر کالہ ہو۔ نہ حسن آرا نہ سپر آرا نہ روح افزا نہ

بہار النساء تو سو رہی ہیں۔ یہ بی سدر کھی ہیں وہ شوخ و شنگ چلی

عورت جو میان آزاد پر کھینچیں اور جھوٹو شوق چرایا تھا کہ میان آزاد کی جاتی

بیوی بنیں سر بازار بال کھولے ہوئے جھم جھم کرتی جاتی تھیں۔

حسن اتفاق سے بی اندر کھی کا ایک ایسے مقام پر گذر ہوا جہاں
ارباب بزم سنج کا جگمگا تھا اور سب بلبیل ہزار داستان کھینچ چکے تھے۔
اتنے میں یہ جو ادھر سے چھا جھم کرتی ہوئی نکلیں تو اکثر گلوے دہان
نے سیٹی بجائی سیٹی کئی آواز سننے ہی پلٹ پڑیں سارے لوگ سمجھے کہ گھر
ہیں۔ مگر وہ رمی اللہ رکھی پاکدامن ہی آئی۔ اُس ٹکری کی طرح گئی
تو دیکھا کہ ایک باغچہ فرج بخش کے وسط میں ایک مربع چوڑا ہے۔ اور اس پر
فرش مکلف بچھا ہے۔ اور صدر میں ایک بیش بہا مسند پر ایک رئیس
والا تبار بصد کرد فرستمن ہیں ارد گرد مصاحب اور رفقا بیٹھے تھے
گڑ گڑاتے ہیں دھوان دھوان۔ پی اندر کھی بھی جا کر ایک ٹھسے کے
ساتھ مسند کا کونادیا کر بیٹھیں۔

نواب۔ یون آئیے بی صاحب۔

اندر کھی۔ (کھسک کر) بہت خوب۔

مصاحب۔ (دوسرے مصاحب کا منہ) کیا زمانہ ہے واہ۔
ہاے افسوس۔ ہم شریف اور شریف کے لڑکے اور یہ قوت کہ جو تو بن
پر بیٹھے ہیں اور کوئی اٹکے کو نہیں پوچھتا۔

دوسرے مصاحب۔ (پہلے مصاحب سے) یا کیا کہیں الدم جو دم چلے دار تھے۔
جسکا چاہا بیٹھا ساسر اڑا دیا۔ ڈنکا سامنے بجا تھا۔ کڑم دم کڑم دم دم۔
آتی ہو سواری شیران شیری کڑم دم کڑم دم دم۔ انھیں آنکھوں سے بھی دیکھا
کہ دور وہ آدمی فرشتی سلام کرتے تھے اور انھیں آنکھوں اب یہ بھی
دیکھ رہے ہیں کہ بیو آں کر مسند کا کونادیا کر بیٹھ گئی اور نواب بولے کہ یون
آئیے یون آئیے۔ واہ رمی قسمت (پیشانی پر دھول لگا کر) پھوٹ گئی

نواب۔ آپ کا اسم شریف بی صاحب۔

اندر کھی۔ حضور مجھے اندر کھی کہتے ہیں۔

نواب۔ کیا پیارا نام ہے۔

مصاحب۔ واہ حضور نام کیا بتایا دل مسوس لیا۔

نواب۔ کیا۔

مصاحب۔ کچھ نہیں حضور۔ بس اب کیا کون۔

اندر کھی۔ حضور کس ملک سے آئے ہیں۔

رفیق۔ پیرو مرشد۔ اس وقت دل کا عجیب حال ہے۔ زندگی وبال ہے

چاہے آپ برامانین چاہے بھلا ہتھیار کھیت کھیت کے کہ آپ غریب ہو

اور شریف ہو در زمین ہیں آپ باجی پرست ہیں بن غضب خدا کا یہ ٹھکی

بازاری عورت مسند پر آن کے بیٹھ کر بیٹھ جائے اور آپ کے ساتھ

اس تعظیم کے ساتھ پیش آئیں اور پاس بیٹھائیں اور ہم شریف و معزز

عائیانہان لوگ ٹھوکرین کھائیں۔ آسمان نہیں بھٹ پڑتا۔ خداوند

یہ کیسے کیسے گو کہ رئیس جمع ہیں یہاں۔ دنیا میں۔

اتنا کہنا تھا کہ ایک دہلی تپے مصاحب بگڑ کھڑے ہو اور ایک کر

رفیق کے منہ پر ایک لپڑ چایا۔ وہ آدمی تھے کراہے لپڑ کھاتے ہی

آگ ہو گئے جھپٹ کے اُس کمزور مار کھانے کی نشانی کے ہفتے کا ٹھٹھ

اُس پر کل مصاحب اور رفقا اور حوالی موالی ٹھٹھ کھڑے ہو۔

ایک۔ ہائیں ہائیں ہائیں ہائیں۔

دوسرا۔ ارے اونا معقول۔

تیسرا۔ (کرکس کر) چھوڑ دے۔

چوتھا۔ اتنی لائیں لگائی ہوں گی کہ جھکس نکل جائے گا مردک کا۔

پانچواں۔ مردک جسکا نمک کھاتا ہو اُسی کو گالیاں مارتا ہے

نواب۔ ارے اس بد بخت کو نکالو۔

مصاحب۔ پیرو مرشد یہ گردن مارنے کے قابل ہے۔

دوسرا رفیق۔ دیکھیے تو نمک حرام کی باتیں۔ آپ کے منہ پر حضور

آپکو اور آپ کے مرے ہوئے نامی گرامی باپ کو بے نقط سنا میں

نواب۔ آج سے دربار میں نہ آنے پائے۔

<p>مصاب - بہت خوب اجی دارو نہی - وارو نہ - ہوت - مصاب - اس سید کو دس روپیہ دیدو - سادات ہی بچارہ وارو نہ - بہت اچھا - راومی - اے سجان اند کیا کمی ہے واللہ دس روپیہ ملوہ اڑائے اور سادات کی ایک ہی کمی - اسکے بعد اس رفیق نے ڈیوٹر بھی پیر پیر چلایا اور خوب ہی چلایا تو بھابھ نواب - کوئی ہے - خدمتگار - حاضر حضور - نواب - ادھر آؤ - خدمتگار - حاضر حاضر - نواب - اب یہ کون چلا رہا ہے - خدمتگار - حضور - حضور - نواب - جلد بتاؤ - خدمتگار - حضور جا کر دیکھیں تو معلوم ہو - نواب - ابھی جاؤ - خدمتگار - بہت خوب - راومی - خدمتگار روئے جو باہر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی رفیق نواب کو گالیاں دے رہا ہے کہ اُس عورت کو جو بازاری ہے اس عنایت کے ساتھ مسند پر بٹھایا اور ہم شریف زادوں کی خبر بھی نہ لی - وارو نہ اور مصاب چون اُسکو راہ ہی میں روکا اور سمجھایا کہ اگر تم نے ٹھیک ٹھیک کہد یا تو ہم تکون ہی کر ڈالینگے خبردار یہ نہ کہنا کہ وہی رفیق گالیاں دے رہا ہے بلکہ یوں بیان کرنا کہ وہ سید تو دس روپیہ تعلیم پاچا کر چلا اُسکو انعام دیا گیا اُسوقت اور لوگ یہاں موجود تھے - وہ سید تو حضور کو دعائیں دے رہا ہے - اور اور فقیر اور سادات اور درویش اس کے</p>	<p>حاضرین - بہت خوب حضور - نواب - اجی اب بیچ بچاؤ تو کر دو - الغرض تین چار آدمیوں نے اس دھیلے تلے مصاحب کو رفیق شہ زور سے بچایا - دربار بھر میں ہلڑ - اندر کھی کھڑے کھڑے تھر تھراتی تھی اور نواب صاحب اُسکو تشفی دیتے جاتے تھے - نواب - نہیں نہیں - گھبراؤ نہیں - کانپی کیوں ہو - ایک مصاحب - (اندر کھی سے) اے حضور آپ نہ گھبراؤ - دوسرا مصاحب - واللہ بی صاحب جو ذرا بھی آپ پر آنے لگے تیسرا مصاحب - کیا مجال - نواب - تم تو میری پناہ میں ہو جی - اندھر کھی - جی ہاں مگر خون سا معلوم ہوتا ہے - نواب - نہ ابھی اس کو ذی کو بیان سے نکلوائے دیتا ہوں - خدمتگار - حضور وہ باہر کھڑے سب کو گالیاں دے رہے ہیں اب سینے کے نیچے لی کر رفیق کو باہر تو نکلوا دیا مگر وہ ایک ہی شورہ پشت آدمی تھا - باہر جا کر بے نقط سا شروع کیا - رفیق - ایسے رئیس پر آسمان پھٹ پڑے جو ان مالزادیوں کے کی عورتوں کو شرفیوں پر ترجیح دے کسی زمانے میں ہم بھی نیل نشین تھے ہمارے ہاں بھی چودہ چودہ ہاتھی مفرق ڈیوٹر بھی پہنوتے تھے آج اس تازہ دولت نے ہمکو پائین فرش بٹھایا اور اُس کعبہ عورت کو مشد پر جگہ دی - بازاری عورت کو - خدا اس مردک سے مجھے لالچ لالچ نواب - یہ کون غل بچارہ ہے - مصاب - وہی ہے حضور حاضرین - نہیں حضور وہ کمان - وہ بھگا چلا توڑ - یہ کوئی فقیر بھوکون مڑتا ہے - نواب صاحب سے سوال کر رہا ہے - نواب - کچھ دلوادو بھی -</p>
--	---

کے طالب ہیں کہ حضور کے دربار میں عظمت انہما سے کچھ انعام پائیں
راوی - سبحان اللہ - واہ سے خدمتگارو - اور واہ سے رفیقو
کیا خوب بٹی ہو خدا کی قسم روح و جگر کرنے لگی - کیا خوب بات بنائی
کہ سید تو انعام پاکر دعائیں دے رہا ہو اور جیوت اُسکو انعام
دیا گیا اُسوقت اور فقر دیکھتے تھے وہ غل بچا رہے ہیں کہ حضور
اس دربار سے ہم کو بھی کچھ ملے نواب نامدار تو ایک بھولے بھالے
سادہ مزاج آدمی تھے فوراً تسلیم کر لیا کہ سب ٹھیک کہہ رہے ہیں
فرمایا کہ اسی دم سب فقیروں اور درویشوں کو انعام ملے تو رونا
کے منہ سے نکلوں جائیں کوئی اس دربار سے محروم نہ جائے ورنہ
اِسوقت بڑی ہٹی ہوگی اور میں نہ رہ سکوں جاؤنگا - والد میر کو
خدا بخشے کرورون درویش اور فقیر اُنکی وجہ سے پرورش پاتے تھے
اور مروے جی جاتے تھے - یہ فقوڑے سے آدمی بھلا کیا حقیقت
رکھتے ہیں - ابھی ان سب کو روپیہ دیا جائے -

مصاحب - واروغہ - داروغہ جی -

واروغہ - کوکو -

مصاحب - ان فقیروں کو چالیس روپیہ دے دو -

نواب - کیا ! چالیس - لا حول - اُجی سور و پتہ تقسیم کر دو -

مصاحب - اے خدا سلامت رکھے -

رفقا - واہ واہ میرے خیر نواب کیوں نہو -

واروغہ - (مصاحبوں سے) کیا راسے ہو -

مصاحب - کچھ ٹری ہوئے ہو -

رفقا - راسے کیا خور دم بزم -

واروغہ - لاؤ ہاتھ -

احب - ارے میان ایسے گوکھے رئیس کمان لٹینگے -

رفقا - بیشد -

مصاحب - کیا پاگل ہو دانت -

رفقا - گوکھا - بیوقوف -

واروغہ - پھر -

مصاحب - کہہ دو کہ حضور دے آئے -

واروغہ - اور جو وہ پھر غل بچائے -

رفقا - اُجی اُسکو نکال باہر کر دو دو کو -

واروغہ - اچھا -

حاجب - دو دھکا -

واروغہ - ابھی -

داروغہ نے قین گران ڈیل کر اسے آدمیوں کو بھیجا کہ جو غل

بچا رہا ہو - اُسکو ابھی نکال دو گردن میں ہاتھ دو اور رگیتے ہوئے

کو سون لیجاؤ - اور کہہ دو کہ اگر ابھی غل بچایا تو تھوڑے کر کے پھینک دیں گے

خدمتگار - بہت خوب جو حکم ہو -

داروغہ - پس حکم یہی ہو کہ وہ اب غل نہ بچانے پائیں نکال دو -

خدمتگار - اسی دم -

یہ کہکر خدمتگار گئے اور اُس رفیق کی گردن ناپی - وہ بچارہ

گالیاں دیتا اور کوتا ہوا ہاتھ چلا - مگر چلتے چلاتے اُسے اللہ رکھی

کر دو دن صلوٰۃ تین سائیں اور اللہ رکھی شنب باتیں سنیں - نواب تو

اُسوقت انیم کی پیٹنگ میں غین تھے اُنکی بلا سنتی کہ کیا کہہ رہا تھا

اللہ رکھی بچاری کی روح پر صدر مہ تھا کہ ایک شخص خدا واسطے کو

اُسکو بے نقط سارہا ہو -

اللہ رکھی - (نواب سے) ہمیں اُسے بہت گالیاں دیں -

نواب - کیا حجال -

اللہ رکھی - واہ -

نواب - کیا طاقت اُسکی -

اللہ رکھی۔ حضور قسم خدا کی۔

نواب۔ وہ تو اب بھاگ گیا۔

راوی۔ بجا۔

اللہ رکھی۔ وہ موگا لپان دے رہا ہو۔

نواب۔ تمہیں دہم ہو۔

نواب نامدار والا تبار نے لاکھوں مہین دین اور ہزاروں جتن کیے کہ بی اللہ رکھی کھانا کھائیں اور اگر جی چاہے تو انھیں کچ پانچ فرخ بخش دو لکشا شاداب و نہرت اتنا میں کچھ روز بفرغت تمام آرام فرمائیں مگر بی اللہ رکھی نے ایک نہ مانی۔ اور دل میں یہ بات ٹھانی کہ اگر نواب سونے کا بھی نگر آئے اور تاروں ہی کا ساما لدر ہو جائی تو اس کے ہاں دم بھر ٹھہرنا ناگوار ہو۔ ایسی ذلت اٹھانے سے جی بغیرا ہو۔

اُس ٹھہر بھٹ رفیق کا بار بار طعنے دینا اور اللہ رکھی کا نام لے لیا۔ اور اُس بیچاری کو ٹکے کی عورت بیسوا کنا اور اُس کا ضبط کرنا مصیبت سہاناں سب باتوں سے اللہ رکھی کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے تو نواب بہت ہی شرمائے کہ اللہ رکھی ہماری شومی طالع۔ نہیں کچھ خندہ پیشانی جان جانی ہنستی کھل کھلاتی آئے۔ اور ہماری صحبت میں سوڑھ ٹھوڑھ لک کوڑ لائے ہماری صحبت باعث بدنامی ہو۔ جو چو صید ناکامی ہو سے

در محفل خود راہ مدہ چھوٹنے را

افسردہ دل فرودہ کند آنجنے را

نواب نے تمہیں دیکر یوں پوچھا۔ سچ کیسے بی اللہ رکھی صاحب اختر میں کس تصور پر یہور و عتاب ہوا۔ مجھ سے کونسا کردار نامعاب ہوا اگر لعل علی میں کوئی خطا ہوئی ہو معاف کرو۔ آئینہ دل سے کھڑو کو کھڑو اللہ رکھی۔ یہ کیا باتیں ہیں جانیں ہیں اسوت کیا یاد آیا کہ خیال نے رُلا یا کس سبب سے آنسو آیا۔

نواب۔ اچھا بندہ تو بے قصور ہو یا اس میں کچھ فتور ہو۔

اللہ رکھی حضور یہ سب قسمت کے کھیل ہیں۔ ہماری سی بچیا

زندگی نگوڑی کسی کی نہ ہو۔ یہ سب اپنے کرتوتوں ہوتا۔ مان بپا انہ کے کوہن میں ٹھیک لیا ایک بوڑھے کھپٹ کے ساتھ بیاہ دیا۔ آپ تو عین اڑا گیا ہیں بھاڑ میں جھونک گئے۔ بوڑھے میان شادی کرتے ہی بھاگ کے دو سر شہر سو رہے ہم شام سے روپیٹ کے سورتے تھے۔ دن کو تیار رات کو اخر شکاری اور ہر دم گریہ و زاری۔ ہمارا چودہ پندرہ برس کن اس کے حلو ا کھانے کے دن۔ آج سو کل دوسرا روز ایک ایک ہڈی بدن کی گن لیجیے محمد میں دانت نہ بیٹ میں آنت۔ امی صورت مجھے نفرت تھی مگر ایک ہی دفعہ عمر میں سو کو دیکھا تھا بس پھر دیکھا ہو تو آنکھیں ہی پٹم ہو جائیں۔ ایک دفعہ ہم نے خط بھیجا تو اس کے جواب میں بہت کچھ ملو پتو تنو تمہو آؤ بھگت کی مگر سب زبانی داخلہ۔ بار بار ناغیل ہو تو ہماری مان بڑا جش کیا ہم نے کہا مان اب ہمیں کسی جوان اور بھلے مانس کے ساتھ بیاہ دو۔ وہ تو راضی ہو گئیں ہمارے پڑوس میں ایک مولو لیا رہتے تھے کوئی اسی روپیہ مہینے کا دیتے ہو۔ اور انکا لکھن جان کوئی بیس برس کا ہو گا اسکول میں پڑھ سو مینہ ملتا ہو۔ اور پڑھا لکھا آدمی۔ چال چلن اچھا خندہ پیشانی تک سک سے دست لسان خوش تقریر۔ مکان کوئی دس بارہ ہزار کا اور اس کے کالمر بھی خوب سجایا تھا آدمی خوش سلیقہ ہو پڑے بالتریز ان کے باپ مولوی دی ہیں و در دور سے ان کے پاس جھنے کے لیے آدمی آتے جاتے ہیں عورت سب سلیقہ والیاں اور منسا رتین چار دفعہ مجھ سے اور اُس آنکھوڑی تھی ایک دفعہ نئے اپنی مہری بھی اور کمال بھیجا کہ ہم اپنے والد سے کہیں جو تم راضی ہو میں سونجی کہ غضب ہو جائیگا جو کہیں کھل گیا کہ نکاح کے پہلے ہی سے بات چیت تھی اور پیغام آتے جاتے تھے اور مہر یوں کی زبانی معاملے بھگتے تھے تو لوگ طوفان باندھ بیٹھے۔ اس میں چکی ہو رہی مگر مان سے کسی نے کہہ دیا کہ خبردار لڑکی کو اب نہ بیاہنا بیوہ کا نکاح بھیجا مانس سنا میں ہوا کہ ترا کماروں میں جولاہوں میں دھو بیوں میں ہو چھین شرم نہ آئیگی کہ

ایک کے ساتھ پہلے بیاہا اب دوسرے سے نکاح ہو۔ واہ خاندان میں
بٹا لگاؤ کی جہین ہفتاد پشت تک کا نام بد ہو۔ کہیں ایسا بھی ہوا ہوگا
آج تک کسی بھلے مانس کی بیوہ کی شادی ہوئی ہو خدائی بھیر میں
چٹ سے بدل گئیں اب کوئی سوچو تو کہ ہم تو دن رات جلیں پین
مرین پین۔ جوانی مفت میں برباد ہو جا اور وہ کہیں کہ بھل نہی کا
خیال ہو یا نہیں۔ واہ اچھی بھلنسی ہو چکی پڑے ایسی بھلنسی نگوڑی پر
ہم درگزر۔ ایس میں تو ایک رات کو گھر سے نکل بھاگی لیکن سب
سے آج تک جی پاک پیدا ہوئی تھی ویسی ہی ہوں۔ آج اُس آدمی
جو ہزاروں باتیں سنائیں اور کہا کہ یہ ٹکے کی عورت ہو یہ سیوا ہو
اور یہ ایسی اور کیا جانے کیا کیا کیا تو میرا دل بھر آیا۔ عمر بھر میں
اُس مولوی صاحب کے لڑکے سے آنکھ لڑائی تھی دوسرا ایک رات
میان آزاد اُن سے شادی کرنے کا۔

نواب۔ کون کون۔ کس کا نام تم نے لیا۔

مصاحب۔ حضور وہی کہا۔

رفیق۔ اچھا پتا لگا۔ خدا کی قسم خوب ہی ملے۔ ہاں بی صاحب فرمائیے

نواب۔ بعد مدت آج اُن کا نام سننے میں آیا ہی بڑے دوست ہیں۔

مصاحب۔ نواب صاحب کے وہ دوست ہیں صاحب۔

رفیق۔ ہاں حضور روٹھ کے چلے گئے تھے۔

راوی۔ اللہ رکھی نے جو میان آزاد کا نام لیا تو نواب مارا اور اُن کے حین

سلیقہ شعار چوکتا ہوا ایک دو سر کی طرف نظر حیرت سے دیکھنے لگے۔ اللہ کی

سمجھی کہ کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہو ورنہ وجہ کیا کہ سقرہ باطرار

بلیغ پوچھا لوگ ایک ہی کا بیان۔ پرلے سرے کے خراٹ۔ وہ تانکے کہ

اسد رکھی کو کچھ شک ہوا ہو۔ فوراً بگڑی ہوئی بات بنائی کہ میان آزاد

نواب صاحب کو دوست ہیں روٹھ کے چلے گئے تھے۔ تاکہ جی مدد کی

صاف صاف اُن کا حال بنا دین۔

نواب۔ ہم کو انکی خبر ملے تو ہم فوراً بلوالین۔

اسد رکھی۔ وہ تو باہر کہیں گئے ہیں۔

نواب۔ باہر باہر کہاں؟

اسد رکھی۔ کسی در ملک کو گئے ہیں۔ نام اُس کا مجھے معلوم ہی نہیں

راوی۔ حضرات ناظرین۔ آپ لوگ کچھ سمجھے بھی یہ نواب صاحب

کون ہیں بھلا بوجھے تو سی سی یہ وہ نواب صاحب ہیں جن کا طرہ صفت

تھا وہی حقانی طرہ جو میان آزاد نے چھپا دیا تھا اور جس کے منانے کے لیے

میان آزاد بھیجے گئے تھے اور اوطنی پر سوار ہو کر ملک میں داخل ہوئے

اور یہاں اسد رکھی سے ملاقات ہوئی تھی۔

اسد رکھی نے کل باتیں صاف صاف بیان کر دیں اور یوں کہا۔

اسد رکھی۔ وہ ہمارے ہاں اترے تھے سرزمین آدمی خوبصورت اور

جوان چھ ہیں ایک وطنی پر آئے تھے بہت دن تک یہ کہتے تھے کہ ہر ایک

بھوکھا نواب مل گئے ہیں جس کا ہم اُنکو چاہتے ہیں اس کا وہ چلے ہیں اور

جوناچ ہم اُنکو بچاتے ہیں وہ ناچتے ہیں عجب نواب کوئی۔ اُنھوں نے ایک

طرہ پالا تھا اُسکو میان آزاد نے کال کر چھپا لیا اور نواب صاحب

سے مصاحب نے کہا کہ حضور کیا طرہ تھا۔ ایک بولا کہ میں طرے سے ٹکڑا ہوا

تھا۔ دوسرے نے کہا کہ سجدہ کرتا تھا تیرا موٹا شاہ خور بولا کہ یہ دھرم

وہ رمضان شریف میں روزے رکھتا تھا۔ اس پر سب کے سب ملکر نواب

اُٹوٹا لیا۔ اور وہ ہاں میں ہاں ملاتے گئے۔ میان آزاد کو اوطنی

دیکھی اور وہ یہاں گل چھڑے اُڑایا کیے اور رنگ رلیاں بنا یا کیے۔

بس اُن سے تو شادی کرنے کو البتہ جی چاہا۔

اس تقریر کو سنکر مصاحبوں اور رفیقوں نے روحانی کمال حاصل کیا

در بارہوش اُڑ گئے جیسے دیکھے شرمایا ہوا۔ دل میں آزاد اور اسد رکھی دونوں

صلواتیں سنار ہاں۔ نواب سوت مار خرگڑے جاتے تھے عمر میں

آج ہی تو اُنکو خیال آیا کہ ایسے مصاحبوں کو نفرت کرنا لازم ہے چوتھ اُنھوں

اللہ رکھی کی زبانی سنا کہ نواب کو اُٹو بنایا۔ نواب بھوکھا لے آدمی
تھے۔ بڑے کو حقانی سمجھتے تھے جسے جو کچھ کہد یا نواب نے فوراً مان لیا۔
اسوقت کٹ کٹ جاتے تھے مصاحبوں نے اشاروں سے باہر نکل گئے
کی اور لاکھ لاکھ چاہا کہ رنگ جائیں مگر جو فقرہ کہا اوجھا۔ تیر بہارت
نہیں نواب اور بھی بردماغ ہو گئے اور جھپٹنے لگے۔

نواب۔ ہم آپکے بڑے مشکور ہیں۔

اللہ رکھی۔ واہ ہم کیا ہیں بھلا۔

نواب۔ آپ نے اسوقت ہمارے عقل کی آنکھیں کھول دیں بالکل اندر تھے
اللہ رکھی۔ آپ کے دشمن۔

نواب۔ ہمارے دشمن یہاں سے بیٹھے ہیں (مصاحبوں کی طرف اشارہ کر کے)
مصاحب۔ غریب پرور۔ اللہ جانتا ہے کہ ہم کیسے جان نثار ہیں۔

نواب۔ بس ہم سمجھ گئے۔

مصاحب۔ حضور تو پدم کر دیجے جو ذرا خطا ہو۔ نمک حلال
کٹ مرنے والے جان دینے والے آدمی ہیں۔

نواب۔ بس اب زیادہ بڑھاؤ نہیں۔ بک بک سے فائدہ کیا۔
اب قلعی کھل گئی۔ اُن برسوں کے بعد چونکے ہم۔

مصاحب۔ اللہ جانتا ہے خداوند کہ۔

نواب۔ کچھ اب قسمن کھانے کی ضرورت نہیں جو ہوا وہ آئندہ بچھا جائے گا
اللہ رکھی۔ کیا۔ ہم تو کچھ سمجھے ہی نہیں کہ تم سب یہ کیا باتیں کر رہے ہو۔

نواب۔ وہ جس نواب کی بخت بد نصیب کا تم نے ذکر کیا وہ میں ہی ہوں۔
اللہ رکھی۔ (دانتوں کے تلے انگلی دبا کر) ہاے افسوس۔

نواب۔ افسوس کرتی ہو یا تم کو خوش ہونا چاہیے کہ ایک ایسے
موزیوں کے بچے سے چھوٹا۔

اللہ رکھی۔ اللہ جانتا ہے جو ہم کو معلوم ہوتا تو شکر یہ ذکر کرتے۔
نواب۔ خدا کی قسم تم نے مجھ اور میرے باپ دونوں پر اقسو اِحسان کیا۔ تم

نہ اطلاع دیتیں تو مجھے ان سے چٹکا رہی نہ ملتا۔ خدا نے بچا یا خیر
اتنے دن تک جو کچھ ہوا سو ہوا اب ہم بھی سر ہو گئے تم نے تو اقسو ہمیں
جلا لیا نہیں ہمارا تو کمین ٹھکانا ہی نہ تھا۔

اللہ رکھی۔ ہاں ہ تو ایسا ہی۔

مصاحب۔ حضور جسے جو کہد یا۔ حضور نے مان لیا بس یہی خرابی جو حضور
دراہماری جانفشانی پر نظر ڈالیں تو ہکو موتیوں میں تو میں خلی کی قسم موتیوں میں تو میں
نواب۔ میرا بیچ چلے تو تم کیے نغہ میں خاک بھردوں در انگوٹوں میں حلوں جھپٹتے
مصاحب۔ خطا۔

نواب۔ اور اوپر سے باتیں بناتے ہو میری کمین روزہ رکھا کیسے ہیں
مصاحب۔ خداوند۔ خدا کی خدائی سے کیا کچھ بعید ہو۔

نواب۔ چلو بس خدائی میں نہ دخل و معلوم ہے بڑے خدا پرست اور خدا شناس
ہو بیچ چلے تو دریا میں ڈبو دوں تو تلو ایسی جگہ قتل کروں جہاں پانی تک نہ ملے۔

ایک صاحب۔ اگر کوئی قصور ثابت ہو تو قتل کر ڈالیے۔
نواب۔ بجا حسین ایک اور مقدمہ دائر ہوا اور پھانسی بھی پاجاؤں۔

دوسرا صاحب۔ اللہ نہ کرے۔ اللہ نہ کرے۔ خدا نہ کرے۔ خدا
نہ کرے حضور کی خواجہ خضر کے برابر زندگی ہو۔

نواب۔ آپ اپنی خیر منائیے۔ اب ہکو بہت نہ تائیے۔
تیسرا صاحب۔ کیا طاقت کیا مجال۔

چوتھا صاحب۔ اے حضور قربان جاؤں تو غلام میں جو کشتا ناکی تھی
نواب۔ کلیجہ پیپ کر دیا سب۔

مصاحب۔ خداوند وہ آزاد ایک ہی گرگا ہو۔ بڑا نیار یا۔ اڑی مار۔
اللہ رکھی۔ بس سب ناگہ نہ کچھ کہیے گا۔ اُنکا سا آدمی کوئی ہو تو لے۔

نواب۔ کیا شک ہے۔ یہ لوگ تو اس فکر میں کہ نواب کو الونہ لگا لگا
نہر ہوا دو بار بغیر گذشت۔ اب بھی سویرا ہی سستے جڑے اپنے حساب

اللہ رکھی۔ چھوٹے سستے۔ اے ہاں یہ کمان کی نمک حلائی تھی بھلا کہ

ٹھیکہ روزہ دار اور نماز گزار کر یا اور رئیس کو تخت میں بٹھوایا
جو نے گا کیا کہے گا یہ شک حلالی ہو بھلا۔

مصاحب - کیا ہمارے شک حلال ہونے میں شک بھی ہو کوئی۔
امیر رکھی - گھر کی ٹپکی باسی ساگ۔

نواب - شک حلال کے بچے بنے ہیں۔

مصاحب - خداوند جو چاہے یہ کہہ لیجیے۔ ہم لوگ جتنے نیکو تو ہیں کتنے ہی ہیں۔

نواب - اجی تم تو بہرید و سیکھیا کھلا دو۔ تم وہ لوگ ہو بس کی گانہ۔

امیر رکھی - امیر بچا ایسے آدمیوں کے۔ خدا بچائے ایسے بے ایمانوں کے۔

مصاحب - ہاں مسند پر بیٹھ کر جو چاہے کہو۔ بازار میں جھوٹم جھوٹا

کرتی پھرتی ہو اور بیان آن کے باتیں بناتی ہو۔

نواب - بس بس بہت زبان درازی بھی نہیں ہوتی ہر جی بڑا دل کھٹا

ہو گیا۔ اور تم سب کی صورت سے نفرت ہو گئی۔

مصاحب - جو ہم خدا وار ہوں تو خدا ہی ہمارا ہم سے کچھ مرقعی علی کی

قسم جو ذرا کی بات میں کھراچی کی ہو پیر و مرشد ہمیں سنان ہی چٹ پڑے جو ہم

نیکو ہوں حضور چاہے نہ مانیں مگر ایک علم کہ ہے۔ ایک صاحب کو بٹھو

ہائی کے کوہ سے کوٹھے میں در جو ملے بھی ہیں تو بڑے خوش قسمت و نیکو۔

نواب - وہ یہ سنا کہ جب تک قسمت پھوٹ جاتی ہو اس بخت کو تم

ایسے گرنے صاحب ملتے ہیں۔ زبانے بھر کے چلے ہو ایک پ سب بڑے

راور یا بھنا اٹھائیے اور چلتے پھرتے نظر آئیے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اٹھائیے

بس اب رخصت ہو جیے قبلہ۔

مصاحب - حضور مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑینگے نہ چھوڑینگے

رفیق - حضور کا سایہ دامن کافی ہے۔

نواب - دامن ہی نہیں سایہ کمان سے آوے۔

رفیق - یہ آستانہ چھوڑ کر کمان جائیں۔

مصاحب - کہیں ٹھکانا بھی ہے۔

دوسرے ٹھکانا تو سب کچھ ہو جا کر چھوڑ کر جا کو بھی جب جی چکا جس میں
اتنے دن تک شک کھایا اس سے بھلا مفارقت کیونکر گوارا ہو۔ مار ڈالیے

مگر ہم تو اس پوٹھی سے پر جانے کے بنائے۔ چاہے اور کئی نیا ادھر ہو جائے

اور یہ سر زمین بھی تو حضور ہی کی جو کھٹ پر اور جنازہ بھی پڑی ہو اس سے

امیر رکھی - نواب صاحب کیا آپ کا مکان ہی ہے۔

نواب - نہیں یہاں تو ہم شکار کے لیے آئے تھے صرف آج ہی چلے جائے

امیر رکھی - اور یہ سب صاحب ہے۔

نواب - جہاں سینگ سمائے۔

امیر رکھی - ہاں اور کیا۔

مصاحب - اجی ہم حضور کے ہمراہ رکاب میں جہاں حضور کا پنا

گرے وہاں خون بھی ہمارا ضرور گرے گا۔

نواب - اس میں کیا شک ہے۔ میں خوب جانتا ہوں شہاباش شہاباش

مصاحب - خدا سلامت رکھے۔

نواب - مگر سلامت رکھے تو آپ سے بھی جدا رکھے۔

مصاحب - خدا نہ کرے۔ خدا نہ کرے۔

الغرض نواب صاحب نے اعلیٰ پر سوار ہو کر پیسے اور خدنگاروں کو

حکم دیا کہ خبردار کسی صاحب کو ہمارا ہاں نہ آئے دینا۔ اس دن نواب نامہ دار

ملوین اور شاعر و ن اور بزم بخون اور مہند آ دیوں کو بلایا اور خوشامد

خوردن لیمو پھوڑوں بد معاشوں اور باشوں کو دعوت دیا اسے چھوٹے

اب بلی امیر رکھی صاحب کا حال سنئے کہ انکو جو اس رفیق نے بار بار

کی عورت اور بازاری عورت اور بیوا لکھ کر مخاطب کیا تو انکے دل پر

چوٹ لگی اور کل بولوا سباب وغیرہ کے کوڑے کے ایک ٹیلے پر رہتی ہے باہر

فقیروں اور درویشوں کی طرح رہنا شروع کیا۔ قسم کھائی کہ جب تک سنان

روم سے واپس نہ آئیے تب تک اسی قطع سے بسر کرونگی۔

نواب صاحب نے انکو لاکھ لاکھ سجایا مگر امیر رکھی نے کہا میں

ایک نہانوں کی۔ اندر رکھی کی ایک بھولی نے بھی سمجھا یا مگر بے سود۔ بھولی۔ یہ نہ کرو بہن۔	پردہ اٹھا تو چکا چونکہ عالم ہوا
اندر رکھی۔ بس جو گن ہو جائینگے ہم۔ دنیا کو چھوڑا۔ بھولی۔ یہ کیوں۔	جادو ہو کہ غمزدہ ہو کسی رشک پر کا اُس چشم فسون سے لڑتی تھی نگاہیں اک برق سی جھلکی نگاہ شعلہ نشان میں دیکھا جو بھجھو کا بدن اُس رشک پر کا
جو گن۔ دل ہی تو ہو۔ بس اب دنیا کو ترک ہی کر دیا۔ آزاد ہوا آزاد۔ ناٹک ڈراما	جسے دیکھا پھر تک گیا اور سجدہ شکریہ بجالایا۔
دیباچہ راز نگہ سازان ست این تعودی دل سخن طرازان ست این	ہندوستان کا خطہ پشیمان سے کم نہیں چوری کی ہر نگاہ میں ہین لغو میان اُس بت پندار خوش کلام و طرار نے ایک جھلک دکھائی اور چشم زدن میں صورت چھپائی۔ پردہ گرا۔
پہلا سین یعنی تماشا ایک پر بہارا اور جواہر نگار پردہ بڑا۔ اور پردے کے اندر سے ایک ترک زرین کمر۔ پری پیکر۔ رشک قمر۔ مہوش سخن بر نہ چون لڑی اونچے سروں میں یون کا ناشروع کیا۔	دوسرا سین یعنی تماشا پردہ اٹھا اور حاضرین نے پھر ٹٹکی باندھی تو
چند سے کن و با مردم و ناہنشین یا با صنیع لطیف و رعنا ہنشین	نظر پڑا اک بت پر یوش ترالی سج و معنی ادا کا جو عمر دیکھو تو بت سالہ پر قہر و آفت غضب خدا کا
آئین ہر و اگر ترا میرے شہوند اوقات مکن ضائع و نہا ہنشین	اس جوان رعنا بلند بالائے یہ رباعی حسب حال سنائی۔
ایک یہ مطرب خوش نوا و یوسف تھا ہی یا پری۔ یہ نغمہ روح فزائی یا سحر سامری۔ یہ بلبل ہزار داستان ہی یا طوطی شکرت نشان ہو چیت طار و مردم آزار۔ چرخ کج رفتار کی طرح جفا جو اور ستم کار مگر۔	گہ جو یوسف فتادہ در پردہ دیدی میرا دندت چنانکہ بخو اہندت کار تو بچہ نیست صدرہ دیدی پردہ گرا۔
چرخ کو کب یہ سلیقہ ہو ستم کاری میں جس طرح سبت کی رت میں بھونرا کلیون کارس جو چرخ کی رت میں آنکھ جھونٹے لگتا ہی اسی طرح سامعین اس نغمہ دلکش سے مستانہ وار وجد کرنے لگے اور اس پر پڑا و بار پڑنا کے سخن جان بخش کا دم بھر لگے۔	تیسرا سین یعنی تماشا پھر پردہ اٹھا۔ اور ایک چلبلی خجل کم سن عورت سفید دلائی اوڑھے اور فاسی پانچا پہنے چھم چھم کرتی ہوئی اسٹیج دکھانے کے تحت پڑائی اور چمک دمک کر یون گانے لگی۔
زنا سخن بازی مطرب سازنی آیا پردہ گرا۔	ایک چند پے زینت و زور گشتیم ایک چند پے دانش و دقت گشتیم

چمن طبع رنگین ادا نے پیارے پیارے سرون میں یوں دیا ہے	چون واقف ازین جهان بختیم دست از ہمہ شستیم قلندر گشتیم
گر طالب صادقی ز تابیاب مثال آن عقدہ کہ دنگشت وہمست خیال گر آلبہ افتاد و پیاسے طلبت شاید کہ ہمیں بھنیہ برآہ در دہال	یہ گار اُس جھیل جھیل کے دلائی پھینکی۔ کپڑے اُتارے اور چون کے بھیس میں بانسری بجائی اور بانسری ہی میں یوں گاتی ہوئی جاتی میں توسیان کو ڈھونڈھن جلیان میں توسیان کو ڈھونڈھن جلیان
پھر پردہ گرا۔	انگ بھجوت جو گن بن ملیان پردہ گرا۔
چٹھاسین یعنی تماش	چو تھاسین یعنی تماش
پردہ اٹھا۔ اور ایک بونا میرون کا کھلو تاسا منے آیا اور اسے غننا غننا کر اہل محفل کو خوب ہنسایا۔ سوا اچھ کا حضرت کا قد دُبلے پتلے نچھے نچھے ہاتھ بانوں مگر قریب ہاتھ میں درقرولی کرے لگی ہوئی آنکھیں بند لیکن اکڑے کھڑے ہیں۔ اُنھوں نے یوں ہانک لگائی اوساری محفل کھل گئی	پردہ اٹھا۔ اور ایک تصویر سر پاتو نظر آئی۔ اور حاضرین شہزادی عجب دیکھتی مصور کے کس طرح تصویر کہ شوخیوں سے نواک نگ پر ہی کیونکر معلوم ہوتا تھا کہ زبان کھول ہی چاہتی ہو گویا بول ہی چاہتی ہو
پلا سا قیام الو سے کی انیسم پیا سا کئی دن کا ہون سا قیا نہ کرویرا سا قیام شک رنگ کہم کر فقیروں پہ مائی ڈیر	مصور چاکدست مسلم الثبوت استاد رشک مافی روکش ہزار کے ہاتھ کو قریب سے اور اس جاو دجال مشری خصال کی ہوا کو دور چونے کو جی چاہتا تھا دل ہاتھ سے جاتا تھا۔ انکھڑیاں لگا وٹ باز ایک ایک ادھین لاکھ لاکھ انداز سے
کہ صرے تو اسی ساتی مہربان اتنے میں لوگوں جو در سے تالیان بجائیں تو حضرت پیک سے چونک پڑے اور قریب تھا کہ قرولی لیکر وٹریں کہ اتنے میں پردہ گر ہر	قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام اُس بت بے ریورنگ شوخ و شنگ نے یہ رباعی سنائی تو محفل بھر
اک نظر ادھر بھی	وجد میں آئی۔
آنا کہ خاک را نظر کیا کنند حضرات ناظرین!۔ آداب اور کورنش اور تسلیمات کا گلہ پیشکش کرنا ہوں کیون سچ کیے گا۔ گلہ سے نود میدہ خوش بیانی کو پتہ پانی سے دماغ کو طبلہ عطار بنادیا یا نہیں۔	تا ہا تو فتاد آشنائی مارا در ویدہ توئی چو ر وشنائی مارا روزان و شبانہ این عالمیو اسیم یارب نہ ہی داغ جدائی مارا
اس ڈراما کا مطلب سمجھنے کے قابل ہے۔ ہم تو میں تنہا ہی لکھ کر ختم کرتے مگر خوف ہے کہ سیاہیار لوگ آڑی تر چھٹی میں۔ جلی ٹی سٹائین	پر وہ گرا۔ اور رونے کی آواز آئی۔ پانچو ان سین یعنی تماش پردہ میں سے رباعی مندرجہ بالا کا جواب کسی محبوب پوہ لقا

<p>پھر دوسرے تاشے میں ایک جوان رعنا بلند بالا کا بیان ہے۔ یہ کون ہیں میان آزاد فرخ نہاد۔ اب اس رباعی کا مطلب سنئے۔</p>	<p>حضرات سنئے۔ سانپ کا کاٹا رسی ڈرتا ہو خواب کا جو ایک مضمون ظریفانہ ہم نے لکھا تو تلے اوپر کوئی درجن بھر خط و تادان کرنے لگے۔ ہمارے ایک نامہ نگار تھے کسی شفیق بالتحقیق نے اُسے کہا کہ یہی مضمون بالکل سخت رہو پڑے۔ اور غلبہ ذکاوت سے دجہ اسکی یہ تباہی کہ اکثر اوطاف شراب پینے کے عادی ہوتے ہیں تاکہ سرد میں قلم نوجوان کے مزاج کی طرح بل کھانے لگے اور عرائس مضمون کے ہم آغوش ہوں جان اللہ بہت دور کی سو بھی مانا کہ اڈیٹر بادہ گسار ہوتے ہیں مگر کون اڈیٹر بعض یورپین اڈیٹر تو ہندو ہیں۔ اور ہندو بھی کون۔ برہمن۔ اور برہمن بھی کون (پنڈت جی مہاراج) پھر شراب مزار کا ذکر یعنی چہ۔ ہمارے خیالات جو کچھ اس دخت رز کی نسبت ہیں وہ ہمارے مضمونوں سے ظاہر ہیں جب قدر چولس نبت العنب کی ہم نے کی کسی اور نے کی ہوتا دے۔</p>
<p>گاہے خود را بر اوج چون مدیدی گشتی دلشاد گہ چو یوسف فتادہ در چہ دیدی کردی فریاد۔ میدار نرت چنانکہ میخا ہندت افسوس مکن کار تو بہت نیست صد رہ دیدی می باش آزاد۔</p>	<p>خیر اب سنئے کہ اس ڈراما میں کل داستان کا لب لباب اور خلاصہ ہے اور پہلی جلد کا یہی خاتمہ ہے شکر ہے کہ ایک جلد کے خاتمے کی نوبت آئی۔ اس جلد میں رسوم مذہب ہندوستان و دنیائے خیالوں کی ہجو ہے مگر مذاق کے ساتھ دل کی دل لگی اور لطیف کا لطف مذاق کا مذاق اور مطلب کا مطلب یہی تو ظرافت کے معنی ہیں۔ وہ ظرافت ہی کیا جبکہ ما حاصل ہو چکا اور گالی گلج ہو۔ میان آزاد کا ہر شعر و دیار میں جانا اور وہاں بڑی بڑی رسموں پر چھلانا۔ نادل کا عمدہ پلاٹ ہے اور چونکہ مزاج کے پیرایہ میں لکھا ہوا انداز ہے کہ ناظرین حق میں حق میں کیف و مفید ضرور ہو اب اپنے ڈراما کا مطلب صاف صاف سن لیجئے۔</p>
<p>پہلے مصرعے سے یہ مراد ہے کہ (کبھی تو لائق فائق عالم فاضل متقی مشرّع ہے) اور دوسرے مصرعے سے یہ مطلب ہے کہ (کبھی چاہا او بار میں غوطے کھانے لگے۔ شراب ناب لٹھ کھانے لگے) نتیجہ یہ کہ آزاد اور شاہد رہو مگر وضع کا پاس و لحاظ رہے۔ تیسرے تاشے میں ایک چھل چھیل چھپا چھپا جو کچھ عیس میں آئی وہ بی اندر رکھی ہیں۔ رباعی ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ جوانی کے عالم میں جوش شباب نے ایسا چونہ صیاد یا کہ گہر بار چھوڑ کر کل کھڑی ہوئیں مگر وہ خود مقرر ہیں کہ یہ</p>	<p>پہلے تاشے میں جو مدوش من بر پری پکیر رشک قمر آئی تھیں وہ گائیٹا عقل کل ہے۔ اور جو رباعی عنوان سنائی اس سے کیا مطلب ہے سنئے یہ ہے کہ کن و بامردم دانا بنشین یا باصنی لطیف و رعنا بنشین یہ صنم لطیف و رعنا کس مراد ہے۔ کتاب سے۔</p>
<p>چون واقع ازین جہان بترکشتیم دست از ہمہ شستیم و قلند گشتیم</p>	<p>اور ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ بی اندر رکھی نے عیش و عشرت اور نکھار اور سنگار سب سے کنارہ کیا۔</p>
<p>چوتھے تاشے میں یہ تصویر پیاری حسن آرا کی تھی۔ آخر کار مصرعہ باقی</p>	<p>ع۔ (یارب نہ دی داغ جدائی مارا) حسرت سے بھرا ہوا ہے۔</p>
<p>پھر پانچویں تاشے میں اس کا جواب سپہ آرا بیگم نے دیا کہ ع۔ رشاید کہ ہیں بیضہ برآر دہر دبال عنقا گردو۔</p>	<p>چھٹے تاشے میں میان خوبی خود ہی بول رہے ہیں۔ وہی قرولی وہی قزاقیچہ۔ وہی افیم وہی ٹکھاپن۔</p>
<p>اس کے بعد پڑھ کر اور فسانہ آزاد کی جلد اول تمام ہوئی۔</p>	<p>اس کے بعد پڑھ کر اور فسانہ آزاد کی جلد اول تمام ہوئی۔</p>

